سرکاری رپورٹ

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات 2010−11

سرکاری رپورٹ

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات 2010–11

(جمعتہ المبارک 31۔دسمبر 2010، سوموار 3، منگل 4، بدھ 5، جمعتہ المبارک 7، سوموار 10، منگل 11۔جنوری 2011)

(یوم الجمع 24، یوم الاثنین 27، یوم الثلاثہ 28، یوم الاربعاء 29۔محرم الحرام، یوم الجمع 2، یوم الاثنین 5، یوم الثلاثہ 6۔صفر المظفر 1432ھ)

پندرھویں اسمبلی: بائیسواں اجلاس

جلد22:(حصہ اول):شمارہ جات : 1تا7

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات

مندرجات

بائیسواں اجلاس

جمعتہ المبارک،31۔دسمبر 2010

جلد 22:شمارہ 1

نمبر شمار	مندرجات		صفحہ نمبر
1۔	اجلاس کی طلبی کا اعلامیہ	-----------	1
2۔	ایجنڈا	-----------	3

3۔	ایوان کے عہدے دار -----------	5
4۔	تلاوت قرآن پاک وترجمہ -----------	11
5۔	نعت رسول مقبولﷺ -----------	12
6۔	چیئرمینوں کا پینل -----------	13
نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
	پوائنٹ آف آرڈر	
7۔	ناموس رسالتﷺ کے قوانین میں کسی قسم کی ترمیم نہ کرنے کا مطالبہ ----------- 13	
	سوالات (محکمہ جات ٹرانسپورٹ وسیاحت)	
8۔	نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات -----------	15
9۔	نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (جو ایوان کی میز پر رکھے گئے) -----------	50
	پوائنٹ آف آرڈر	
10۔	سگیاں پل کے راستے لاہور میں داخل ہونے والی سڑک کو بند کرنے سے مسافروں کو پریشانی کا سامنا -----------	76
11۔	ممبران اسمبلی کو حاصل استحقاق پر عملدرآمد کا مطالبہ -----------	78
	رپورٹ (جو پیش ہوئی)	
12۔	مسودہ قانون (ترمیم) صوبائی موٹر گاڑیاں مصدرہ 2010 کے بارے میں مجلس قائمہ برائے ٹرانسپورٹ کی رپورٹ کا ایوان میں پیش کیا جانا -----------	88
	تحاریک التوائے کار	
13۔	جوہر ٹاؤن لاہور میں بننے والا ایل ڈی اے کا ون ونڈو سیل عوام کو سہولیات فراہم کرنے میں ناکام (۔۔۔جاری) -----------	89
14۔	صوبائی دارالحکومت میں تین صد سے زائد سڑکیں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہونے سے شہریوں کو مشکلات کا سامنا -----------	92

15۔	کورم کی نشاندہی	93
	سوموار،3۔جنوری2011	
	جلد 22:شمارہ 2	
16۔	ایجنڈا	95
17۔	تلاوت قرآن پاک وترجمہ	97
18۔	نعت رسول مقبولﷺ	98
نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
	پوائنٹ آف آرڈر	
19۔	نئے سال میں ہونے والی مہنگائی پر ایوان میں بحث کروانے کا مطالبہ	99
	سوالات (محکمہ خزانہ)	
20۔	نشان زدہ سوالات اوران کے جوابات	101
21۔	نشان زدہ سوالات اوران کے جوابات (جوایوان کی میز پر رکھے گئے)	133
	پوائنٹ آف آرڈر	
22۔	ورک چارج ملازمین کو ملازمت سے نکالنے کے متعلق حکومتی پالیسی کی وضاحت کا مطالبہ	152
	توجہ دلاؤنوٹس	
23۔	ٹوبہ ٹیک سنگھ تحصیل گوجرہ میں ڈکیتی کے دوران عورتوں اورمردوں پر ڈاکوؤں کا تشدد ودیگر تفصیلات	160
	رپورٹیں (جو پیش ہوئیں)	
24۔	تحاریک استحقاق نمبر8اور33بابت سال2010کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹوں کاایوان میں پیش کیاجانا	164
	پوائنٹ آف آرڈر	
25۔	درجہ چہارم کی بھرتی پالیسی پر نظرثانی کا مطالبہ	165

26۔	مجالس قائمہ میں ترمیم کی تحریک	166
	تحاریک التوائے کار	
27۔	رائیونڈ میں نئی سبزی و پھل منڈی کی تعمیر میں تاخیر سے آڑھتیوں اور شہریوں کو مشکلات کا سامنا	168
28۔	چیک اینڈ بیلنس کا مؤثر نظام نہ ہونے کی وجہ سے لاہور میں مردہ گوشت کی سرعام فروخت	171

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
29۔	گجرپورہ سکیم میں الاٹیوں کو ایل ڈی اے کی جانب سے تعمیر شدہ مکانوں کو خالی کرنے کے نوٹس کا اجراء	172
30۔	پاکستان میڈیکل اینڈ ڈینٹل کونسل کی عدم توجہ کی بناء پر لائسنس کی تجدید کرائے بغیر ہزاروں ڈاکٹروں کی پریکٹس جاری	174
31۔	گھی اور کوکنگ آئل کی قیمتوں میں بے جا اضافہ سے عوام کو مالی مشکلات کا سامنا	176
32۔	لاہور میں نقشے منظور کرائے بغیر عمارتوں کی تعمیر سے ضلعی حکومت کو کروڑوں روپے کا نقصان	177
33۔	نواز شریف سوشل سکیورٹی ہسپتال لاہور میں انجیوگرافی مشین و دیگر اشیاء کی خرید میں کروڑوں روپے کا گھپلا	178
	سرکاری کارروائی	
34۔	آبپاشی پر عام بحث	180
35۔	کورم کی نشاندہی	187

منگل،4۔جنوری2011

جلد 22:شمارہ 3

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
36۔	ایجنڈا ------------	189
37۔	تلاوت قرآن پاک وترجمہ ------------	191
38۔	نعت رسول مقبول ﷺ ------------	192
	پوائنٹ آف آرڈر	
39۔	مہنگائی کے حوالے سے قرارداد پاس کرکے وفاق کوارسال کرنے کا مطالبہ ------------	197 سوالات (محکمہ ثقافت)
40۔	نشان زدہ سوالات اوران کے جوابات ------------	200
41۔	نشان زدہ سوالات اوران کے جوابات (جوایوان کی میز پر رکھے گئے) ------------	240

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
	پوائنٹ آف آرڈر	
42۔	خلاف روایت مہنگائی پر بحث کے وقت کورم کی نشاندہی کرنا ------------	243
	تحاریک التوائے کار	
43۔	لاہور میں محکمہ کی ملی بھگت سے مضر صحت دودھ کی سپلائی ------------	276
44۔	لاہور کے ہسپتالوں کو جاری ہونے والی ادویات انتظامیہ کی ملی بھگت سے میڈیکل سٹوروں پر فروخت ہونے کاانکشاف ------------	280
45۔	محکمہ خوراک اور ضلعی انتظامیہ کی ملی بھگت سے گنے کے کاشتکاروں کا مڈل مین کے ہاتھوں لٹنا ------------	281
46۔	پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ کے چیئر مین کی اسامی خالی رہنے کی وجہ سے کلاس اول تا میٹرک کے نصاب کی اشاعت میں تاخیر ------------	282
47۔	سرگودھا میں غربت کے باعث لوگ گردے فروخت کرنے پر مجبور ------------	283
48۔	مظفر گڑھ میں محکمہ کی عدم توجہ کی وجہ سے ذخیرہ شدہ گندم خراب ہونے کاانکشاف ------------	284
49۔	لاہور کے جناح میڈیکل کالج میں اساتذہ کی خالی اسامیاں پُر نہ ہونے کی وجہ سے طالبات اور مریضوں کو پریشانی کا سامنا ------------	285
	غیر سرکاری ارکان کی کارروائی	

قرار دادیں(مفاد عامہ سے متعلق)

50۔ سیلاب کی وجہ سے ضلع جھنگ میں موضع جوگیرہ کے مقام پر کشتیوں کا پل بنانے کا مطالبہ ---------- 286

51۔ صوبے کے دیہی علاقوں میں صحت کی بہتر سہولتیں اور جدید آلات کی فراہمی کا مطالبہ ---------- 288

52۔ حج اور عمرہ کے لئے سعودی عرب کا کرایہ عمومی فضائی کرایہ کے برابر کرنے کا مطالبہ ---------- 295

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
53۔	پنجاب حکومت سے وفاقی اور دیگر صوبوں کی طرح سرکاری ملازمین کی انکریمنٹ 2010 کے موقع پر 50 فیصد ایڈہاک الاؤنس اور 15 فیصد میڈیکل الاؤنس میں اضافہ کا مطالبہ ----------	303
54۔	بھاگٹانوالہ سرگودھا ائرپورٹ کو دوبارہ چالو کرنے کا مطالبہ ----------	310
	بدھ،5۔جنوری2011	
	جلد 22:شمارہ 4	
55۔	ڈپٹی سپیکر کا بطور قائم مقام سپیکر اعلامیہ ----------	317
56۔	ایجنڈا ----------	319
57۔	تلاوت قرآن پاک وترجمہ ----------	321
58۔	نعت رسول مقبولﷺ ----------	322
59۔	گورنر پنجاب جناب سلمان تاثیر کے بہیمانہ قتل پر اظہار افسوس ----------	323
	جمعتہ المبارک،7۔جنوری2011	
	جلد 22:شمارہ 5	
60۔	ایجنڈا ----------	331

61۔	تلاوت قرآن پاک و ترجمہ	333
62۔	نعت رسول مقبولﷺ	334
	تعزیت	
63۔	مرحوم گورنر پنجاب جناب سلمان تاثیر کی وفات پر دعائے مغفرت	335
64۔	گورنر پنجاب جناب سلمان تاثیر کے بہیمانہ قتل پر اظہار افسوس اور غیر جانبدار انکوائری کروانے کا مطالبہ	336

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
	سوموار، 10۔جنوری 2011	
	جلد 22: شمارہ 6	
65۔	ایجنڈا	343
66۔	تلاوت قرآن پاک و ترجمہ	345
67۔	نعت رسول مقبولﷺ	346
68۔	قرارداد پیش کرنے کے لئے قواعد کی معطلی کی تحریک	347
	قرارداد	
69۔	گورنر پنجاب جناب سلمان تاثیر کے بہیمانہ قتل کی پُرزور مذمت اور ان کے اہل خانہ سے اظہار ہمدردی	348
	سوالات (محکمہ امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ)	
70۔	نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات	350
71۔	نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)	379
	رپورٹ (جو پیش ہوئی)	
72۔	مسودہ قانون نجی قرض دہی کی ممانعت پنجاب مصدرہ 2007	

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
	کے بارے میں سپیشل کمیٹی کی رپورٹ کا ایوان میں پیش کیا جانا ------------	403
	رپورٹیں (میعاد میں توسیع)	
73۔	مسودہ قانون قرشی یونیورسٹی مصدرہ 2010، نشان زدہ سوال نمبر 3435، 3436 اور 2481 کے بارے میں مجلس قائمہ برائے تعلیم کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع ------------	403
	پوائنٹ آف آرڈر	
74۔	منڈی میں آنے والی اجناس پر ساڑھے تین فیصد ٹیکس عائد کرنے سے کسانوں کو پریشانی کا سامنا ------------	405
	تعزیت	
75۔	سابق گورنر خیبر پختونخواہ اور سابق وفاقی وزیر داخلہ نصیر اللہ بابر کی وفات پر دعائے مغفرت ------------	407
	پوائنٹ آف آرڈر	
76۔	واپڈا اور ارسا کا بجلی بنانے کے لئے طے شدہ فارمولے سے زیادہ منگلا ڈیم سے پانی کے اخراج سے فصلوں کے نقصان کا خدشہ ------------	418
77۔	مال روڈ پر احتجاجی جلوسوں سے تاجروں اور پرائیویٹ سکولوں کی فیسوں میں بے جا اضافہ سے عوام کو پریشانی کا سامنا ------------	420
78۔	لیگو اور محکمہ کے افسران کی ملی بھگت سے لاہور فیصل آباد روڈ کی تعمیر میں تاخیر سے ٹریفک حادثات میں مسلسل اضافہ ------------	428
79۔	قانون نجی قرض دہی کی ممانعت پر عملدرآمد نہ ہونے کی وجہ سے لوگوں کی پریشانی میں اضافہ ------------	431
	توجہ دلاؤ نوٹس	

80۔ ضلع بہاولنگر۔ڈاکوؤں کی فائرنگ سے خاتون کی ہلاکت ودیگر تفصیلات ------------ 432

81۔ ضلع فیصل آباد۔چک نمبر 69 رب ڈاکوؤں کی گھر میں گھس کر لوٹ مار،
فائرنگ اور گھر والوں پر تشدد کی تفصیلات ------------ 434

تحاریک استحقاق

82۔ (کوئی تحریک پیش نہ ہوئی) ------------ 436

تحاریک التوائے کار

83۔ راوی نیشنل پارک کا منصوبہ التواء کا شکار ہونے
سے حکومت کو لاکھوں روپے کا نقصان(---جاری) ------------ 437

84۔ صوبائی دارالحکومت میں تین صد سے زائد سڑکیں ٹوٹ پھوٹ
کا شکار ہونے سے شہریوں کو مشکلات کا سامنا(---جاری) ------------ 439

نمبر شمار مندرجات صفحہ نمبر

85۔ اوکاڑہ میں محکمہ کی ملی بھگت سے مضرِ صحت دودھ کی سپلائی(---جاری) ------------ 442

86۔ لاہور کے ہسپتالوں کو جاری ہونے والی ادویات انتظامیہ
کی ملی بھگت سے میڈیکل سٹوروں پر فروخت(---جاری) ------------ 443

87۔ محکمہ خوراک اور ضلعی انتظامیہ کی ملی بھگت
سے گنے کے کاشتکاروں کا مڈل مین کے ہاتھوں لٹنا(---جاری) ------------ 445

88۔ پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ کے چیئرمین کی اسامی خالی رہنے کی وجہ
سے کلاس اول تا میٹرک کے نصاب کی اشاعت میں تاخیر (---جاری) ------------ 446

89۔ سرگودھا میں غربت کے باعث گردے فروخت
کرنے کے کاروبار میں مسلسل اضافہ (---جاری) ------------ 447

90۔ مظفر گڑھ میں محکمہ خوراک کی عدم توجہ کی وجہ
سے ذخیرہ شدہ گندم خراب ہونے کا انکشاف(---جاری) ------------ 448

رپورٹ (جو پیش ہوئی)

91۔ پنجاب پبلک سروس کمیشن کی سالانہ رپورٹ برائے سال2009
کاایوان میں پیش کیاجانا ----------- 449
92۔ کورم کی نشاندہی ----------- 450

منگل،11۔جنوری2011

جلد 22:شمارہ 7

93۔ ایجنڈا ----------- 452
94۔ تلاوت قرآن پاک وترجمہ ----------- 454
95۔ نعت رسول مقبولﷺ ----------- 455
سوالات(محکمہ داخلہ)
96۔ نشان زدہ سوالات اوران کے جوابات ----------- 456
97۔ نشان زدہ سوالات اوران کے جوابات(جوایوان کی میز پر رکھے گئے) ----------- 492

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
	پوائنٹ آف آرڈر	
98۔	مال روڈ پر احتجاجی جلوسوں سے تاجروں اور عوام کو پریشانی کا سامنا(---جاری) -----------	512
99۔	پنجاب ہاؤس اسلام آباد کاکرایہ بڑھانے کے ساتھ ساتھ معزز ممبران کاٹی اے/ڈی اے بھی بڑھانے کامطالبہ -----------	515
	تحاریک استحقاق	
100۔	(کوئی تحریک پیش نہ ہوئی) -----------	520
	تحاریک التوائے کار	
101۔	پنجاب پولیس کے تعمیرومرمت کے منصوبوں میں کروڑوں روپے خُوردبُرد ہونے کاانکشاف -----------	521
102۔	انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی فیصل آباد میں متعلقہ ڈاکٹروں	

	کی عدم تعیناتی سے مریضوں کو پریشانی کا سامنا -----------	523
103۔	پنجاب ایگزامینیشن کمیشن کے امتحانی شیڈول برائے	
	جماعت پنجم وہشتم میں تبدیلی کا مطالبہ -----------	524
104۔	لاہور میں سٹیزن کمیونٹی کے فنڈ سے بنائے گئے بس شیلٹروں	
	کی خراب حالت سے مسافروں کو پریشانی کا سامنا -----------	526
105۔	محکمہ تحفظ ماحولیات اور ضلعی انتظامیہ کی غفلت سے غیر قانونی فیکٹریوں	
	اور کارخانوں سے لاہور میں آلودگی میں اضافہ -----------	527
106۔	چیچہ وطنی کے علاقے کی رہائشی دو لڑکیوں کا اغواء، زیادتی	
	اور متاثرہ خاندان کا اعلیٰ حکام سے انصاف کا مطالبہ -----------	528
107۔	فیکٹری ایریا کوٹ عبدالمالک شیخوپورہ کے رہائشی کے اکلوتے بیٹے کا قتل،	
	ورثاء کا ملزمان کو گرفتار کرنے کا مطالبہ -----------	529
108۔	پنجاب کی گرین ٹریکٹر سکیم میں بے ضابطگیوں کا انکشاف -----------	530
109۔	یوریا کھاد کی قیمتوں میں بے جا اضافہ سے کسانوں کو پریشانی کا سامنا -----------	531

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
110۔	بلدیہ ڈنگہ ضلع گجرات میں قائم بس سٹینڈ کو ختم کرنے سے ٹریفک بلاک	
	اور بھتہ خوری میں اضافہ -----------	532
	پوائنٹ آف آرڈر	
111۔	بلا باری قرارداد پیش کرنے کا مطالبہ -----------	533
	غیر سرکاری ارکان کی کارروائی	
	قراردادیں (مفاد عامہ سے متعلق)	
112۔	صوبہ میں خواتین کے لئے علیحدہ ٹرانسپورٹ چلانے کا مطالبہ -----------	535
113۔	صوبہ پنجاب کے تمام شہروں میں سڑکوں کے دونوں اطراف پیدل	
	چلنے والوں کے لئے فٹ پاتھ بنانے کو لازمی قرار دینے کا مطالبہ -----------	538

114۔ صوبوں کے مابین پانی کے 1991 کے معاہدہ پر عملدرآمد
اور ارسا کی تشکیل نو کا مطالبہ ------------ 539
115۔ پنجاب کے لئے جاری کردہ گیس کی لوڈشیڈنگ
کے شیڈول میں کمی کرنے کا مطالبہ ------------ 541
116۔ انڈکس

1

اجلاس کی طلبی کا اعلامیہ

No.PAP-Legis-1(90)/2010/298. Dated 24th December, 2010. The following Order, made by the Governor of the Punjab, is hereby published for general information:-

> "In exercise of the powers conferred on me under Article 109 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, **I, Salmaan Taseer**, Governor of the Punjab, hereby summon the Provincial Assembly of the Punjab to meet on Friday, 31st December 2010 at 3.00 p.m. in the Provincial Assembly Chambers, Lahore.

Dated Lahore, the **SALMAAN**
TASEER
24th December, 2010. **GOVERNOR OF THE**
PUNJAB"

3

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ، 31۔دسمبر 2010

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ اور نعت رسول مقبول ﷺ

سوالات

(محکمہ جات ٹرانسپورٹ و سیاحت)

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

سرکاری کارروائی

1۔ پنجاب پبلک سروس کمیشن کی سالانہ رپورٹ بابت سال 2009 کا ایوان میں پیش کیا جانا۔

ایک وزیر پنجاب پبلک سروس کمیشن کی سالانہ رپورٹ بابت سال 2009 کو ایوان میں پیش کریں گے۔

5

صوبائی اسمبلی پنجاب

1۔ ایوان کے عہدے دار

جناب سپیکر	:	رانا محمد اقبال خان
جناب ڈپٹی سپیکر	:	رانا مشہود احمد خان
قائد ایوان	:	میاں محمد شہباز شریف
قائد حزب اختلاف	:	چودھری ظہیر الدین خان

2۔ چیئرمینوں کا پینل

1۔ ڈاکٹر اسد اشرف، ایم پی اے پی پی۔138

2۔ میاں یاور زمان، ایم پی اے پی پی۔191

3۔ سردار محمد امان اللہ خان دریشک، ایم پی اے پی پی۔249

4۔ سیدہ بشریٰ نواز گردیزی، ایم پی اے ڈبلیو۔352

3۔ کابینہ

1۔ راجہ ریاض احمد : سینئر وزیر، آبپاشی و قوت برقی، کانیں، معدنی ترقی*

2۔ محترمہ نیلم جبار چودھری : وزیر بہبود آبادی

3۔ جناب تنویر اشرف کائرہ : وزیر خزانہ، منصوبہ بندی و ترقیات*

4۔ چودھری عبدالغفور : وزیر خوراک،
صنعتیں*

- بذریعہ ایس اینڈ جی اے ڈی نوٹیفکیشن نمبر CAB.II/2-21/2008 مورخہ 13۔جون 2009 وزراء کو ان کے اپنے محکموں کے علاوہ دیگر محکمہ جات کا اضافی چارج برائے اجلاس (5۔جولائی تا 23۔جولائی 2010) تفویض کیا گیا۔
- بذریعہ ایس اینڈ جی اے ڈی نوٹیفکیشن نمبر SO(CAB-.II)2-21/2008 مورخہ 29۔جون 2010 وزراء کو ان کے اپنے محکموں کے علاوہ دیگر محکمہ جات کا اضافی چارج برائے اجلاس (31۔دسمبر 2010 تا 24۔جنوری 2011) تفویض کیا گیا۔

6

5۔ جناب محمد اشرف خان سوہنا : وزیر محنت وانسانی وسائل
6۔ حاجی احسان الدین قریشی : وزیر مذہبی امور واوقاف اور
بیت المال*
7۔ ملک ندیم کامران : وزیر زکوٰۃ وعشر
8۔ ملک احمد علی اولکھ : وزیر زراعت، امداد باہمی، لائیو
سٹاک و
ڈیری ڈویلپمنٹ جنگلات، ماہی
گیری و
جنگلی حیات اور سیاحت وترقی
تفریحی
مقامات
9۔ سردار دوست محمد خان کھوسہ : وزیر تجارت وسرمایہ کاری
10۔ ملک محمد اقبال چنڑ : وزیر جیل خانہ جات
11۔ جناب کامران مائیکل : وزیر انسانی حقوق، اقلیتیں، ترقی
خواتین
اور سماجی بہبود*

12۔ راناثناء اللہ خان : وزیر قانون و پارلیمانی امور، زکوٰۃ و عشر*

ایس اینڈ جی اے ڈی،

داخلہ، پبلک

پراسیکیوشن، مواصلات و

تعمیرات اور اطلاعات*

13۔ جناب تنویر الاسلام : وزیر کھیلیں، امور

نوجواناں و ثقافت

14۔ میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن : وزیر آبکاری و محصولات، ہائر

ایجوکیشن و

سکول ایجوکیشن، خواندگی و

غیر رسمی بنیادی تعلیم،

ٹرانسپورٹ*

- بذریعہ ایس اینڈ جی اے ڈی نوٹیفکیشن نمبر CAB.II/2-21/2008 مورخہ 13۔جون 2009 وزراء کو ان کے اپنے محکموں کے علاوہ دیگر محکمہ جات کا اضافی چارج برائے اجلاس (5۔جولائی تا 23۔جولائی 2010) تفویض کیا گیا۔
- بذریعہ ایس اینڈ جی اے ڈی نوٹیفکیشن نمبر SO(CAB-.II)2-21/2008 مورخہ 29۔جون 2010 وزراء کو ان کے اپنے محکموں کے علاوہ دیگر محکمہ جات کا اضافی چارج برائے اجلاس (31۔دسمبر 2010 تا 24۔جنوری 2011) تفویض کیا گیا۔

7

15۔ جناب فاروق یوسف گھرکی : وزیر انفارمیشن ٹیکنالوجی

16۔ حاجی محمد اسحاق : وزیر مال و بحالی اور کالونیز

4۔ پارلیمانی سیکرٹریز

نمبر	نام		محکمہ
1۔	راجہ طارق کیانی	:	محنت
2۔	چودھری عبدالرزاق ڈھلوں	:	مقامی حکومت و کمیونٹی ڈویلپمنٹ
3۔	سردار کامل گجر	:	مال
4۔	جناب کرم الٰہی بندیال	:	امداد باہمی
5۔	جناب عبدالحفیظ خان	:	زکوٰۃ وعشر اور بیت المال
6۔	جناب ظفر اقبال ناگرا	:	ہاؤسنگ و شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ
7۔	جناب افتخار احمد خان	:	مذہبی امور و اوقاف
8۔	سردار محمد ایوب خان گادھی	:	تحفظ ماحولیات
9۔	محترمہ نازیہ راحیل	:	خصوصی تعلیم
10۔	جناب محمد سعید مغل	:	خوراک
11۔	جناب محمد آجاسم شریف	:	آبکاری و محصولات
12۔	جناب محمد تجمل حسین	:	صنعت
13۔	رانا مبشر اقبال	:	
14۔	جناب محمد خرم گلفام	:	ٹرانسپورٹ
15۔	جناب غلام نبی	:	
16۔	رانا محمد ارشد	:	سیاحت

• بذریعہ قانون و پارلیمانی امور گورنمنٹ آف پنجاب نوٹیفکیشن نمبرNo.Legis:4-42/2009 مورخہ 31۔جنوری2009 پارلیمانی سیکرٹریز مقرر کئے گئے۔

17۔ جناب احسن رضا خان	:	خواندگی و غیر رسمی بنیادی تعلیم
18۔ جناب عامر سعید انصاری	:	جیل خانہ جات
19۔ ڈاکٹر محمد اختر ملک	:	خزانہ
20۔ جناب نشاط احمد خان ڈاہا	:	کان کنی و معدنیات
21۔ جناب شہزاد سعید چیمہ	:	منصوبہ بندی و ترقیات
22۔ ملک نوشیر خان انجم لنگڑیال	:	
23۔ سردار میر بادشاہ خان قیصرانی	:	جنگلات
24۔ سردار شیر علی خان گورچانی	:	کالونیز و اشتمال اراضی
25۔ ملک احمد کریم قسور لنگڑیال	:	لائیو سٹاک و ڈیری ڈویلپمنٹ
26۔ چودھری ممتاز احمد ججہ	:	ایجوکیشن
27۔ جناب آصف منظور موہل	:	زراعت
28۔ چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ)	:	
29۔ میاں محمد اسلم (ایڈووکیٹ)	:	سپورٹس
30۔ انجینئر جاوید اکبر ڈھلوں	:	بہبود آبادی
31۔ محترمہ نرگس فیض ملک	:	انفارمیشن ٹیکنالوجی
32۔ محترمہ صغیرہ اسلام	:	ترقی خواتین
33۔ محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری	:	ثقافت و امور نوجوانان
34۔ محترمہ فائزہ احمد ملک	:	آبپاشی و قوت برقی
35۔ جناب خلیل طاہر سندھو	:	انسانی حقوق و اقلیتیں

• بذریعہ قانون و پارلیمانی امور گورنمنٹ آف پنجاب نوٹیفکیشن نمبر2009/No.Legis:4-42 مورخہ 31۔جنوری2009پارلیمانی سیکرٹریز مقرر کئے گئے۔

9

5۔ ایڈووکیٹ جنرل

خواجہ حارث احمد

6۔ ایوان کے افسران

سیکرٹری اسمبلی	:	جناب مقصود احمد ملک
سپیشل سیکرٹری	:	ڈاکٹر ملک آفتاب مقبول جوئیہ

11

صوبائی اسمبلی پنجاب

پندرھویں اسمبلی کا بائیسواں اجلاس

جمعتہ المبارک، 31۔دسمبر 2010

(یوم الجمع، 24۔محرم الحرام 1432ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں شام 4 بج کر 44 منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر رانا محمد اقبال خان منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری محمد علی قادری نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیمo

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَـٰنِ ٱلرَّحِيمِo

اَلرَّحۡمٰنُ ۙ﴿۱﴾ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ ؕ﴿۲﴾ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ ۙ﴿۳﴾ عَلَّمَہُ الۡبَیَانَ ﴿۴﴾
اَلشَّمۡسُ وَ الۡقَمَرُ بِحُسۡبَانٍ ۪﴿۵﴾ وَّ النَّجۡمُ وَ الشَّجَرُ یَسۡجُدٰنِ ﴿۶﴾
وَ السَّمَآءَ رَفَعَہَا وَ وَضَعَ الۡمِیۡزَانَ ۙ﴿۷﴾ اَلَّا تَطۡغَوۡا فِی الۡمِیۡزَانِ ﴿۸﴾
وَ اَقِیۡمُوا الۡوَزۡنَ بِالۡقِسۡطِ وَ لَا تُخۡسِرُوا الۡمِیۡزَانَ ﴿۹﴾

سُوۡرَۃُ الرَّحمٰن آیات 1تا9

(اللہ جو) نہایت مہربان (1) اسی نے قرآن کی تعلیم فرمائی (2) اسی نے انسان کو پیدا کیا۔ اُسی نے اس کو بولنا سکھایا (3) سُورج اور چاند ایک حساب مقرر سے چل رہے ہیں (4) اور بوٹیاں اور درخت سجدہ کر رہے ہیں (5) اور اُسی نے آسمان کو بلند کیا اور ترازو قائم کی (6) کہ ترازو (سے تولنے) میں حد سے تجاوز نہ کرو (7) اور انصاف کے ساتھ ٹھیک تولو (8) اور تول کم مت کرو (9)

وماعلیناالاالبلاغo

نعت رسول مقبول ﷺ الحاج حافظ مرغوب احمد ہمدانی نے پیش کی۔

نعت رسولِ مقبول ﷺ

بنے ہیں دونوں جہاں شاہ دوسرا ﷺ کے لئے
سجی ہے محفل کونین مصطفیٰ ﷺ کے لئے
حضور ﷺ نُور ہیں محمود ہیں محمد ﷺ ہیں
جگہ جگہ نئے عنوان ہیں ثنا کے لئے
میرے کریم میرے چارہ ساز و بندہ نواز
تڑپ رہا ہوں تیرے شہر کی ہوا کے لئے

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔اب میں سیکرٹری اسمبلی سے کہوں گا کہ وہ پینل آف چیئرمین کا اعلان کریں۔

چیئرمینوں کا پینل

سیکرٹری اسمبلی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب مصدرہ 1997 کے قاعدہ 13 کے تحت جناب سپیکر نے اسمبلی کے اس اجلاس کے لئے مندرجہ ذیل ترتیب سے چار معزز ممبران پر مشتمل پینل آف چیئرمین نامزد فرمایا ہے:

(1)	ڈاکٹر اسد اشرف، ایم پی اے	پی پی۔138
(2)	میاں یاور زمان، ایم پی اے	پی پی۔191
(3)	سردار محمد امان اللہ خان دریشک، ایم پی اے	پی پی۔249
(4)	سیدہ بشریٰ نواز گردیزی، ایم پی اے	ڈبلیو۔352

پوائنٹ آف آرڈر

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، چودھری صاحب!

ناموس رسالت ﷺ کے قوانین میں کسی قسم کی ترمیم نہ کرنے کا مطالبہ

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! میں گزارش کرنی چاہتا ہوں کہ مسلمانان پاکستان توہین رسالت ﷺ میں ممکنہ ترمیم پر سراپا احتجاج ہیں اور آج پنجاب سمیت تمام پاکستان کے اندر ہڑتال کی call ہے۔ ہماری جماعت ناموس رسالت ﷺ کے قوانین میں کسی بھی قسم کی ترمیم کے خلاف ہے۔ ہماری جانیں، مال اور اولاد حضور ﷺ کی ناموس پر قربان ہیں۔ ہم بھی اس ایوان کے ذریعے یہ پیغام دینا چاہتے ہیں کہ توہین رسالت کے قوانین کے ساتھ حکومت کسی قسم کی کوئی چھیڑ چھاڑ نہ کرے۔ ہم اس حوالے سے ہڑتال کرنے والوں اور اس کے محرکین کے ساتھ اظہار یکجہتی کے لئے ایوان سے ایک منٹ کے لئے token walkout کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! ناموس رسالت ﷺ کے حوالے سے اظہار یک جہتی کے لئے ایوان کے سب ممبران آپ کے ساتھ شامل ہیں۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف ایوان سے واک آؤٹ کر گئے)

جناب سعید اکبر خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: دیکھیں! میری بات سنیں۔ قائد حزب اختلاف بول کر چلے گئے ہیں۔ اب ہم نے وقفہ سوالات شروع کرنا ہے۔ وہ صرف ایک منٹ کے لئے token walkout پر گئے ہیں۔ اس دوران پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہوگا اس لئے آپ تشریف رکھیں۔

جناب سعید اکبر خان: جناب سپیکر! جس بات پر حزب اختلاف نے واک آؤٹ کیا ہے اس حوالے سے ہم بھی ان کے ساتھ ہیں۔

جناب سپیکر: یہ ان کی اپنی مرضی ہے حالانکہ میں نے تو کہہ دیا تھا کہ اس حوالے سے سب ان کے ساتھ ہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔ وہ صرف token walkout پر گئے ہیں۔ آپ فکر نہ کریں، ابھی واپس آ جائیں گے۔ اس معاملے میں سب مسلمان ان کے ساتھ ہیں۔ جی، وزیر قانون صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! قائد حزب اختلاف نے point out کیا ہے کہ آج توہین رسالت ﷺ کے قوانین میں ممکنہ ترامیم کے حوالے سے احتجاج ہو رہا ہے۔ اس کے ساتھ اظہار یکجہتی کے لئے انہوں نے token walkout کیا ہے تو میں اس معزز ایوان کے ذریعے پنجاب اور پاکستان کے عوام کو on behalf of the Punjab Government اس بات کی یقین دہانی کرانا چاہتا ہوں کہ موجودہ پنجاب حکومت، اس کے coalition partners اور پاکستان مسلم لیگ (ن) کی قیادت سمیت کوئی یہ تصور بھی نہیں کر سکتا کہ کسی ایسی بات کی اجازت دی جائے۔ ایسے مجرم کو جو اس قسم کے الفاظ ادا کرے یا ایسی حرکت کرے جس سے کروڑوں، اربوں مسلمانوں کے دلوں کو رنج پہنچے اور اس ہستی کی طرف contempt جائے کو چھوڑ دیا جائے کیونکہ ہمارا یہ ایمان ہے کہ حضور ﷺ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو بنایا ہے اور اس دنیا میں اُن کا وہ مقام ہے کہ جس کا ثانی کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف واک آؤٹ ختم کر کے
ایوان میں واپس تشریف لے آئے)

جناب سپیکر! میں اس مرحلے پر محترم قائد حزب اختلاف کی خدمت میں یہ ضرور عرض کرنی چاہوں گا کہ جس شخص کی وردی کے لئے اس ایوان میں قرار دادیں پاس کر کے اس ایوان کی توہین کی گئی اور جس کی تعریف کی جاتی رہی اس کے زمانے میں ایسی روشن خیالی کو فروغ دیا گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سے ان قوتوں کی حوصلہ افزائی ہوئی ہے جو اس وقت ان قوانین کو کالے قانون کہہ رہے ہیں یا ان کے خلاف بات کر رہے ہیں جو کہ تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے متعلق ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ توہین رسالت سے متعلق جو قوانین ہیں وہ بالکل درست ہیں اور ان میں جس سزا کا تعین کیا گیا ہے وہ بھی بالکل ٹھیک ہے۔ ایک ایسا شخص جو اس قسم کی قبیح حرکت کا مرتکب ہو وہ انہی سزاؤں کا حق دار ہے۔ البتہ ہم minorities اور باقی تمام لوگوں کو بھی اس بات کی یقین دہانی کرواتے ہیں اور ہم خود بھی اس بات کے اوپر پوری طرح سے clear ہیں کہ ان قوانین کا کسی صورت میں بھی غلط استعمال نہیں ہونا چاہئے۔

سوالات

(محکمہ جات ٹرانسپورٹ و سیاحت)

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ اب وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔ محترمہ نگہت ناصر شیخ صاحبہ!

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! سوال نمبر 1659۔

ریلوے سٹیشن لاہور پر پرائیویٹ گاڑیوں کے غیر قانونی اڈوں کی تفصیلات

*1659: **محترمہ نگہت ناصر شیخ:** کیا وزیر ٹرانسپورٹ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ لاہور ریلوے سٹیشن پر پرائیویٹ گاڑیوں کو اڈے لیز پر دیئے گئے ہیں؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ لیز پر اڈے دینے کے لئے پانچ سال کا عرصہ رکھا گیا ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ یہ اڈے نیلامی کے ذریعے دیئے گئے ہیں؟

(د) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت ریلوے سٹیشن پر غیر قانونی اڈے ختم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک، اگر نہیں تو اس کی وجوہات بیان کی جائیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے ٹرانسپورٹ (جناب محمد خرم گلفام):

(الف) یہ درست نہ ہے لاہور ریلوے سٹیشن پر کسی قسم کی گاڑیوں کو اڈے لیز پر نہ دیئے گئے ہیں۔ درحقیقت ریلوے سٹیشن کے نزدیک محکمہ ٹرانسپورٹ حکومت پنجاب نے فرنچائزڈ بنیادوں پر بسیں چلانے والی ٹرانسپورٹ کمپنیوں کو بسیں پارک کرنے کے لئے ڈپو الاٹ کر رکھے ہیں۔

(ب) جیسا کہ جز(الف) میں بیان کیا گیا کہ ریلوے سٹیشن پر کسی قسم کا کوئی اڈا لیز پر نہ دیا گیا ہے جبکہ صرف شہری روٹوں پر چلنے والی گاڑیاں ریلوے سٹیشن کے باہر موجود bays کو برائے بار برداری مسافراں استعمال کرتے ہیں جن کی پارکنگ فیس وغیرہ کی وصولی کے حقوق پاکستان ریلوے حکام اور متعلقہ TMA سالانہ بنیادوں پر بذریعہ نیلام عام دیئے جاتے ہیں۔ کسی قسم کے اڈے کو پانچ سالہ لیز پر دیئے جانے کی بات درست نہ ہے۔

(ج) جیسا کہ جز(ب) میں بیان کیا گیا ہے ریلوے سٹیشن کے باہر موجود bays کو سالانہ بنیادوں پر بذریعہ نیلام عام دیا جاتا ہے جبکہ جگہ مذکورہ پر کوئی اڈا ہے اور نہ ہی اسے پانچ سالہ لیز پر دیا گیا ہے۔

(د) چونکہ ریلوے سٹیشن پر کوئی اڈا قائم شدہ نہ ہے لہذا ایسے کسی اڈے کے خاتمے کا کوئی جواز نہ ہے۔ البتہ ریلوے سٹیشن کے قریب شہری روٹوں پر چلنے والی ٹرانسپورٹ کے لئے ریلوے اور متعلقہ TMA نے مختلف bays بنا رکھے ہیں۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اس سوال کے جواب کے جز(الف) میں بتایا گیا ہے کہ بسیں پارک کرنے کے لئے ڈپو الاٹ کر رکھے ہیں تو اس سے حکومت کو کتنی آمدنی ہوتی ہے؟

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری ٹرانسپورٹ!

پارلیمانی سیکرٹری برائے ٹرانسپورٹ (جناب محمد خرم گلفام): جناب سپیکر! دو کمپنیوں کو ڈپو الاٹ کئے گئے ہیں ان سے کوئی آمدن نہیں ہوتی۔ 1997 میں جب لاہور میں franchise system لایا گیا تو ان کمپنیوں کے ساتھ agreement کیا گیا تھا جس کے تحت ان کو اپنی بسیں پارک کرنے کے لئے ہم نے جگہ فراہم کی وہ جگہ ہم نے lease پر نہیں دی تھی۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! انہوں نے اپنے اگلے سوال کے جواب کے جز (ب) کے آخر میں بتایا ہے کہ پاکستان ریلوے حکام اور متعلقہ ٹی ایم اے سالانہ بنیادوں پر بذریعہ نیلامی یہ ٹھیکے دیتے ہیں تو جب ان کو کوئی آمدنی نہیں ہوتی تو یہ نیلامی کس طرح کی جاتی ہے؟

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری ٹرانسپورٹ!

پارلیمانی سیکرٹری برائے ٹرانسپورٹ (جناب محمد خرم گلفام): جناب سپیکر! ان سے پنجاب حکومت کو کوئی آمدنی نہیں ہو رہی، یہ جگہ ریلوے کی ہے۔ ہماری معزز ممبر ذرا مجھے differentiate کر دیں، وہاں پر دو جگہیں ہیں ایک جگہ ایسی ہے جو private companies کو ایک agreement کے تحت دی گئی ہے اور دوسری جگہ ریلوے کی ہے جہاں پر bays بنا کر نیلامی کی جاتی ہے اور وہ جگہ چونکہ ریلوے کی ہے اس لئے اس کی آمدنی ریلوے کو جاتی ہے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! محکمہ ٹرانسپورٹ نے جو جواب دیا ہے میں اسی سے متعلق سوال کر رہی ہوں انہوں نے جواب دیا ہے کہ parking fee کی وصولی کے حقوق پاکستان ریلوے حکام اور متعلقہ ٹی ایم اے سالانہ بنیادوں پر نیلام کرتے ہیں تو ٹی ایم اے ضلعی حکومت ہی ہے جو پنجاب حکومت کا حصہ ہے، جب یہ دونوں مل کر نیلامی کر رہے ہیں تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ساری آمدنی ریلوے کو جائے اور ضلعی حکومت کو کچھ نہ ملے؟

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری ٹرانسپورٹ!

پارلیمانی سیکرٹری برائے ٹرانسپورٹ (جناب محمد خرم گلفام): جناب سپیکر! میرے خیال میں محترمہ کو میری بات کی سمجھ نہیں آ رہی۔

جناب سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب! میرے خیال میں آپ کو بات تو سمجھ آ گئی ہو گی لیکن جو اس سوال کا جواب لکھا ہے وہ سمجھ نہیں آ رہا ہو گا۔ (قہقہے)

پارلیمانی سیکرٹری برائے ٹرانسپورٹ (جناب محمد خرم گلفام): نہیں، نہیں۔ میں آپ کو بتاتا ہوں کہ جہاں پر بسیں یا ویگنیں کھڑی ہوتی ہیں وہ دو جگہیں ہیں، ایک جگہ محکمہ ٹرانسپورٹ نے ڈائیوو اور نیو خان کمپنی کو agreement کے تحت دی ہے وہاں سے کوئی income نہیں ہوتی اور دوسری جگہ ریلوے کی ہے وہاں پر انہوں نے bays بنائے ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر: محترمہ پوچھ رہی ہیں کہ ٹی ایم اے کو کیا ملتا ہے وہ تو بتائیں؟

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! جب ٹی ایم اے اس جگہ کی نیلامی کرتی ہے تو نیلامی کے اشتہارات وغیرہ پر خرچہ آتا ہے تو وہ خرچہ کون کرتا ہے اگر وہ خرچہ ضلعی حکومت کرتی ہے تو کیا ضلعی حکومت صرف خرچ کر رہی ہے اور اس کو کوئی income نہیں ہو رہی؟

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری ٹرانسپورٹ!

پارلیمانی سیکرٹری برائے ٹرانسپورٹ (جناب محمد خرم گلفام): جناب سپیکر! وہ جب نیلامی کے اشتہارات دیں گے اور نیلامی ہو گی تو اس کی income TMA کو جائے گی، وہ income Transport Department کو نہیں آ رہی۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! میں پارلیمانی سیکرٹری موصوف سے جو پوچھنا چاہ رہی ہوں اس کا جواب ابھی تک نہیں آیا تو میرا خیال ہے کہ آپ خود ہی مجھے جواب لے دیں یا میں بار بار خود اسی سوال کو repeat کروں؟

جناب سپیکر: محترمہ! اصل میں بات یہ ہے کہ آپ کا سوال محکمہ ٹرانسپورٹ سے متعلقہ نہیں ہے کیونکہ جو income TMA کو جاتی ہے اس کا تو یہ جواب نہیں دے سکیں گے اس بارے میں تو آپ Local Government سے پوچھیں۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! ٹی ایم اے ضلعی حکومت کا حصہ ہے اور ضلعی حکومت پنجاب حکومت میں آتی ہے اور یہ سوال محکمہ ٹرانسپورٹ سے متعلق ہے۔

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری ٹرانسپورٹ!

پارلیمانی سیکرٹری برائے ٹرانسپورٹ (جناب محمد خرم گلفام): جناب سپیکر! میں نے تین دفعہ وضاحت کی ہے اور میں بڑے وثوق سے یہ بات کر رہا ہوں۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! یہ کہتے ہیں کہ وہاں پر بسیں صرف parked ہوتی ہیں جبکہ ایسا نہیں ہے وہ جگہ بسوں کے اڈے کے طور پر استعمال ہو رہی ہے۔

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری ٹرانسپورٹ!

پارلیمانی سیکرٹری برائے ٹرانسپورٹ (جناب محمد خرم گلفام): جناب سپیکر! وہ جگہ بسوں کے اڈے کی definition میں نہیں آتی۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال ہے کہ لاہور کے اندر محکمہ ٹرانسپورٹ یا ریلوے نے جہاں bays declared کی ہوئی ہیں انہوں نے وہ کس قانون کے تحت declare کی ہیں اور انہوں نے نیو خان اور ڈائیوو کمپنی کے ساتھ کیا agreements کئے ہوئے ہیں؟

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری ٹرانسپورٹ!

پارلیمانی سیکرٹری برائے ٹرانسپورٹ (جناب محمد خرم گلفام): جناب سپیکر! City District Government ان bays کو notify کرتی ہے۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! اگر وہ bays غیر قانونی ہیں تو انہیں ختم کیوں نہیں کیا گیا اور اگر وہ bays قانونی ہیں تو ان کی قانونی شکل ہمیں provide کی جائے۔ میرا دوسرا ضمنی سوال یہ ہے کہ ڈائیوو اور نیو خان کمپنی کے ساتھ جو agreements کئے گئے ہیں ان کی تفصیل بتائی جائے؟

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری ٹرانسپورٹ!

پارلیمانی سیکرٹری برائے ٹرانسپورٹ (جناب محمد خرم گلفام): جناب سپیکر! میرے دوست معاملے کو کچھ الجھا رہے ہیں۔ Bus Stands, Bays and Bus Stops یہ totally different چیزیں ہیں۔

جناب سعید اکبر خان: جناب سپیکر! پارلیمانی سیکرٹری موصوف کا جواب نہایت درست ہے کہ وہ ٹی ایم اے کا function ہے جو Transport Department کے ساتھ related نہیں ہے۔ میرے colleagues ٹی ایم اے کے حوالے سے questions کر رہے ہیں جو Local Government Department کے تحت آتے ہیں لہذا پارلیمانی سیکرٹری صاحب بالکل درست جواب دے رہے ہیں۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ آگے اہم سوالات ہیں آپ ان پر جائیں۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ جی، شیر علی صاحب!

جناب شیر علی خان: جناب سپیکر! جواب (الف) میں لکھا ہے کہ یہ درست نہ ہے لاہور ریلوے سٹیشن پر کسی قسم کی گاڑیوں کو اڈے لیز پر نہ دیئے گئے ہیں۔ ان دو (نہ) کا مطلب ہے کہ اڈے لیز پر دیئے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ جواب (ب) میں لکھتے ہیں کہ کسی قسم کا کوئی اڈا لیز پر نہ دیا گیا ہے ان میں سے کون سا جواب صحیح ہے؟

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری ٹرانسپورٹ!

پارلیمانی سیکرٹری برائے ٹرانسپورٹ(جناب محمد خرم گلفام):جناب سپیکر!اڈا اور bays میں فرق ہے۔اڈا یا بس سٹینڈ محکمہ ٹرانسپورٹ سے متعلق ہے اور bays ڈسٹرکٹ گورنمنٹ اور TMAs سے متعلق ہیں۔وہ ہمارے متعلق نہیں ہیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات:کیا TMAs حکومت پنجاب کے کنٹرول سے باہر ہیں؟

جناب سپیکر:آپ ایسے بات نہ کریں۔آپ تشریف رکھیں۔

جناب شیر علی خان:جناب سپیکر!کیا جز(الف)کا جواب صحیح ہے یا جز(ب)کا جواب صحیح ہے؟

جناب سپیکر:آپ دونوں کو علیحدہ علیحدہ پڑھیں تو دونوں صحیح ہوں گے۔اب اس سوال کا وقت ختم ہوتا ہے۔اگلا سوال بھی محترمہ نگہت ناصر شیخ صاحبہ کا ہے۔جی، محترمہ!

محترمہ نگہت ناصر شیخ:جناب سپیکر!میرا سوال نمبر 2445 ہے۔

فورٹ منرو کا رقبہ و دیگر تفصیلات

*2445:محترمہ نگہت ناصر شیخ:کیا وزیر سیاحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) صحت افزا مقام فورٹ منرو کا کل کتنا رقبہ ہے نیز اسکی دیکھ بھال کونسا محکمہ کرتا ہے؟

(ب) فورٹ منرو میں سال 07۔2006 کے دوران کتنے سیاح آئے نیز ان سیاحوں سے حکومت کو کل کتنی آمدنی ہوئی، تفصیل فراہم کی جائے؟

(ج) فورٹ منرو میں سیاحوں کو تفریحی سہولیات بہم پہنچانے کے لئے حکومت نے کیا کیا اقدامات اٹھائے ہیں، تفصیل فراہم کی جائے؟

(د) فورٹ منرو میں کل کتنا سرکاری سٹاف ہے، سٹاف کے نام و پتا جات کی مکمل تفصیل فراہم کی جائے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت(رانا محمد ارشد):

(الف) فورٹ منرو کا رقبہ 210 ایکڑ ہے اور اس سے ملحقہ Anari Hills کا رقبہ 4051 ایکڑ ہے۔T.D.C.P موٹل اناری ہلز میں واقع ہے۔(ٹی ڈی سی پی)ٹورازم ڈویلپمنٹ کارپوریشن آف پنجاب کا موٹل (resort)16 کنال رقبہ پر محیط ہے۔فورٹ منرو کی دیکھ بھال محکمہ (TMA)تحصیل میونسپل اتھارٹی ٹرائیبل ایریا(tribal area)فورٹ منرو کرتا ہے۔

(ب) فورٹ منرو میں سال 07-2006 کے دوران تقریباً -/40000 سیاحوں کی آمد ہوئی اور T.D.C.P کے موٹل کو اس دوران -/37,6000 روپے کی آمدن ہوئی اور کل اخراجات -/86,023 روپے ہوئے۔

(ج) T.D.C.P موٹل فورٹ منرو میں سیاحوں کے قیام کے لئے پانچ کمروں اور ریسٹورنٹ کی سہولت فراہم کی گئی ہے۔گورنمنٹ آف پنجاب نے اس علاقے میں سیاحوں کی بڑھتی ہوئی دلچسپی اور سہولیات کو مدنظر رکھتے ہوئے سال 10-2009 میں 70 لاکھ روپے ٹی ڈی سی پی کے موٹل فورٹ منرو کی اپ گریڈیشن کے لئے بطور گرانٹ مختص کئے ہیں۔جو 10-2009 میں مطلوبہ کام پر خرچ ہوں گے۔

(د) T.D.C.P موٹل اپریل سے اگست تک کھلا رہتا ہے ایک ٹورازم آفیسر کوریجنل آفس ملتان سے بطور موٹل مینجر فورٹ منرو بھیجا جاتا ہے اور یہ تعیناتی عارضی طور پر پندرہ یوم کے لئے ہوتی ہے اس کے بعد دوسرا آفیسر چارج لے لیتا ہے (سٹاف کے نام وپتاجات کی مکمل تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے) جبکہ موٹل میں ایک عدد باورچی ایک ہیلپر، ایک خاکروب، فورٹ منرو سے ہی (روزانہ اجرت) لئے جاتے ہیں۔سیزن کے ختم ہونے پر عمارت کی دیکھ بھال کے لئے ایک چوکیدار اللہ بخش فورٹ منرو پر کل وقتی فرائض سرانجام دیتا ہے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! سال 10-2009 میں 70 لاکھ روپے ٹی ڈی سی پی کے موٹل فورٹ منرو کی اپ گریڈیشن کے لئے بطور گرانٹ مختص کئے ہیں تو میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جو 70 لاکھ روپے کی گرانٹ تھی کیا وہ خرچ کی جا چکی ہے؟ اگر خرچ ہو چکے ہیں تو ان سے کیا کیا کام کئے گئے ہیں؟

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری ٹرانسپورٹ!

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! سوال یہ تھا کہ فورٹ منرو کا کل رقبہ کتنا ہے نیز اس کی دیکھ بھال کون سا محکمہ کرتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ فورٹ منرو کا رقبہ 210 ایکڑ ہے اور اس سے ملحقہ Anari Hills کا رقبہ 4051 ایکڑ ہے۔T.D.C.P موٹل اناری ہلز میں واقع ہے ٹورازم ڈویلپمنٹ کارپوریشن آف پنجاب کا موٹل (resort) 16 کنال رقبہ پر محیط ہے۔فورٹ منرو کی دیکھ بھال محکمہ تحصیل میونسپل اتھارٹی tribal area فورٹ منرو کرتا ہے۔ جز(ب) میں پوچھا گیا تھا کہ 07-2006 کے دوران کتنے سیاح آئے اور کل کتنی آمدنی ہوئی تو میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ فورٹ منرو

میں سال 07-2006 کے دوران تقریباً 40000 سیاحوں کی آمد ہوئی اور T.D.C.P کے موٹل کو اس دوران -/37,6000 روپے کی آمدن ہوئی اور کل اخراجات -/86023 روپے ہوئے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! میں نے جز(ج) سے متعلق ضمنی سوال کیا ہے میں جز(الف و ب) کے جواب سے مطمئن ہوں اور نہ میں نے ان کا ذکر کیا ہے۔ میں نے سیدھا جز(ج) کا حوالہ دیتے ہوئے اس سوال کا آدھا حصہ پڑھا ہے کہ 70 لاکھ روپے کی گرانٹ جو منظور ہوئی تھی کیا وہ اب خرچ ہو چکی ہے؟

جناب سپیکر: اگر ہو چکی ہے تو کن کاموں پر خرچ ہوئی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! وہ 70 لاکھ روپے حکومت پنجاب نے منظور کئے تھے لیکن وہاں ضرورت نہیں تھی کیونکہ وہ Resort اپریل میں کھلتا ہے اور اگست میں بند ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ وہاں چار ماہ آمد و رفت رہتی ہے اور اس کی جو feasibility report بنی تو یہ فیصلہ کیا گیا کہ وہاں مزید اخراجات کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر وہاں پر ضرورت ہوگی تو ہم بالکل وہاں اخراجات کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ میں یہ بھی بتانا چاہوں گا کہ دن بدن سیاحوں کی تعداد کم ہوتی جا رہی ہے اور 07-2006 میں سیاحوں کی تعداد زیادہ تھی اور اب 10-2009 میں سیاح بہت کم ہو گئے ہیں اور آمدن بھی کم ہو گئی ہے۔ ہمارے ملازمین وہاں باقاعدگی سے ڈیوٹی دے رہے ہیں، جب وہ بند ہوتا ہے تو ہمارا چوکیدار دیکھ بھال کے لئے مستقل طور پر موجود ہوتا ہے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! میں نے سیاحوں کی تعداد سے متعلق سوال نہیں کیا۔ میں تو 70 لاکھ روپے کا پوچھ رہی ہوں کہ وہ کہاں گیا ہے؟

جناب سپیکر: محترمہ 70 لاکھ روپے کا پوچھ رہی ہیں۔ جی، پارلیمانی سیکرٹری صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! وہ 70 لاکھ روپے ہم نے خرچ نہیں کئے۔ ہم نے اس کو upgrade نہیں کیا کیونکہ ہم نے پہلے ہی اس کو facilitate کیا ہوا تھا، وہاں پر پانچ کمرے ہیں اور جو بھی facilities ہیں ہم ان کو مزید upgrade کرتے لیکن وہاں پر دن بدن loss ہو رہا ہے۔ وہ resort دوسرے صوبے کی سرحد کے ساتھ ہے اور دہشتگردی کی وجہ سے وہاں پر سیاح کم آتے ہیں۔ اگر سیاح بڑھ جائیں گے تو ہم انشاء اللہ 70 لاکھ کیا بلکہ اس سے بھی زیادہ رقم خرچ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

(اذان مغرب)

جناب سپیکر: اب نماز مغرب کے لئے 20 منٹ کا وقفہ کیا جاتا ہے۔

(اس مرحلہ پر نماز مغرب کے لئے 15 منٹ کے لئے ایوان کی کارروائی ملتوی کی گئی)

(اس مرحلہ پر نماز مغرب کے وقفہ کے بعد جناب سپیکر 5 بج کر 48 منٹ پر کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے)

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! میں اپنا ضمنی سوال شیخ علاؤالدین کو دیتی ہوں۔

محترمہ سیمل کامران: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! آپ نے پچھلے اجلاس میں بھی فرمایا تھا کہ جس ڈیپارٹمنٹ کے سوالات ہوتے ہیں اس ڈیپارٹمنٹ کے سیکرٹری صاحب کو یہاں ہونا چاہئے۔ یہ کس قسم کے محکمے ہیں جن کے سیکرٹری صاحبان بھی نظر نہیں آتے، منسٹر صاحبان ویسے نظر نہیں آتے اور اگر منسٹر صاحبان بھولے بسرے آجاتے ہیں تو وہ تھوڑی دیر میں جواب دینے کا کہہ کر لمبے غائب ہو جاتے ہیں۔

جناب سپیکر: چلیں، دیکھتے ہیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! جب سیکرٹری صاحب نہیں ہیں تو پھر انہیں جواب دینے کی کیا ضرورت ہے؟

جناب سپیکر: میرے خیال میں وہ ہوں گے اور ضرور ہوں گے۔ میں نہیں کہہ سکتا بہر حال وہ خود آپ کو بتادیں گے۔

معزز ممبران: وہ بیٹھے ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، بیٹھے ہوئے ہیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! جز(ب) میں کہا گیا ہے کہ فورٹ منرو میں financial year 2006-07 کے دوران تقریباً 40 ہزار سیاحوں کی آمد ہوئی۔ اب 40 ہزار سیاح وہاں پر آئے اور کل آمدنی 3 لاکھ 76 ہزار روپے ہوئی تو یہ -/9 روپیہ فی آدمی بھی نہیں بنتی تو اس حوالے سے میرا ضمنی سوال ہے کہ وہاں پر کون سا آلہ تھا یا کون سا میٹر ہے جس سے پتا لگا کہ 40 ہزار سیاح آئے ہیں؟ آپ ذرا اس کے

ساتھ اخراجات پر غور فرمائیے کہ ٹوٹل اخراجات 86ہزار روپے ہوئے ہیں اور جو آدمی اس میں declare کئے گئے ہیں وہ سات ہیں تو یہ دو یا اڑھائی ہزار روپیہ مہینہ فی آدمی کہاں سے مل جاتا ہے، اگر یہ expenses کم دکھائے گئے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ income بھی کم دکھائی گئی ہے؟

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! mostly visitors وہ ہوتے ہیں جو صرف visit کرتے ہیں لیکن وہاں پر رہائش نہیں رکھتے۔ ہمارے پاس پانچ چھ کمرے ہیں ان میں جو رہیں گے تو ہم ان سے charges لیں گے اور جو ویسے visit کریں گے تو ہم ان سے charges نہیں لے سکتے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! 40ہزار بندوں کو انہوں نے کس میٹر سے گنا اور اگر 40ہزار گن لیا تو 9/- روپے فی بندہ اوسط آئی، 86ہزار روپے سال میں خرچ ہوئے اور 3لاکھ 86ہزار income آئی تو میں یہ کہتا ہوں کہ یہ اخراجات کم دکھائے گئے ہیں، آپ خود دیکھ لیجئے کہ یہ سات بندے خود declare کر رہے ہیں کہ وہ وہاں ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: مجھے آپ جتنی ضرب تقسیم نہیں آتی۔ آپ کو بہت زیادہ ضرب تقسیم آتی ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! سٹوڈنٹ تو آپ بہت اچھے تھے۔ اللہ بخش چوکیدار مفت رہ رہا ہے، باقی لوگ بھی فی سبیل اللہ وہاں پر ہیں اور یہ بجلی کا بل کون دے رہا ہے یا کوئی جن بھوت جنریٹر لگا ہوا ہے یا کیا ہے کہ یہ financial year میں 86ہزار روپے خرچ ہوئے، آپ اتنا تو سمجھیں کہ یہ 86ہزار روپے expenses کیسے ہو سکتے ہیں؟

جناب سپیکر: جی، وہ آپ کو بتا رہے ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! وہاں پر ہم نے باقاعدہ رجسٹر رکھا ہوا ہے، جو لوگ وہاں پر آتے ہیں اس میں ان کا اندراج ہوتا ہے، جو لوگ ہمارے پاس stay کرتے ہیں ان کا باقاعدہ علیحدہ اندراج ہوتا ہے، ان سے جو charges وصول کئے جاتے ہیں ان کی باقاعدہ رسید ہوتی ہے اور اس کا پورا ریکارڈ ہمارے پاس موجود ہے۔ میں یہی بات کر رہا تھا کہ یہ سیزن اپریل سے شروع ہوتا ہے اور اگست میں بند ہو جاتا ہے تقریباً یہ چار اور ساڑھے چار مہینے چلتا ہے یہی وجہ ہے کہ tourists day by day کم ہو رہے ہیں۔ یہ بات تو 07-2006 کی ہو رہی تھی، اگر میں 10-2009 کی بات

کروں تو پھر ہمیں مزید پریشانی ہو گی کہ 10-2009 کے دوران visitors کی طرف سے جو آمدنی تھی وہ اتنی کم ہو گئی ہے کہ ایک لاکھ 88ہزار روپے تک جا پہنچی ہے،اخراجات 95ہزار ہیں اور ہماری income 92 ہزار روپے ہے کیونکہ جب visitors کم ہو جائیں گے تو ہم نے اُتنا revenue generate کرنا ہے جتنے visitors وہاں پر آئیں گے۔

جناب سپیکر! visitors اس لئے نہیں آ رہے کہ وہاں پر دہشت گردی دن بدن بڑھتی جا رہی ہے،دہشت گردی کی لپیٹ میں تو پورا پاکستان ہے اور پورا پاکستان حالت جنگ میں ہے۔ فورٹ منرو بہت اچھا علاقہ ہے ،وہاں کے رہنے والے لوگ بہت اچھے ہیں اور ان کو پسند کیا جاتا ہے لیکن ہماری کوشش ہے کہ ہم اس علاقہ کو مزید promote کریں اور بالکل یہ ہماری ترجیحات بھی ہیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! 2006 اور 2007 سے آگے نہیں جا سکتے ہمیں ہاؤس میں اس کا جواب دیں، financial year 2006-07 پر یہ اپنے آپ کو stuck کریں اور بالکل اصول کی بات کریں۔ اگر یہ 2009 اور 2010 کی بات کریں گے تو میں ادھر بھی جاؤں گا۔ میرا سوال بڑا clear ہے کہ 40ہزار بندہ انہوں نے کس میٹر سے گنا ہے اور اگر صرف chips بھی 40ہزار بندوں کو بھیجے جائیں تو آمدنی 20لاکھ ہو گی۔ میں صرف یہ بات کرتا ہوں کہ یہ 40ہزار ناپنے والا میٹر بتائیں اور 86ہزار روپیہ expenses کا بھی بتائیں کہ کیا یہ فی سبیل اللہ ہو رہا ہے؟

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت(رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! میں یہ گزارش کر رہا ہوں کہ جو visitors وہاں پر آتے ہیں ہم ان سب سے charges وصول نہیں کرتے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! وہ کون سا خوش نصیب ہے جس سے یہ charges نہیں لیتے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت(رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! دیکھیں، بڑی سیدھی بات ہے کہ ہمارے اور بھی resorts ہیں جیسے کلر کہار اور چھانگا مانگا ہیں تو جو visitors وہاں سیر و تفریح کرنے کے لئے جاتے ہیں اور وہاں stay نہیں کرتے تو ہم ان سے charges وصول نہیں کرتے۔ ہمارا اسٹاف وہاں موجود ہوتا ہے اور ان کے پاس اندراج کے لئے رجسٹر بھی موجود ہوتا ہے۔ اب 15۔دسمبر کو ہم نے اخبار میں اشتہار بھی دیا ہے کہ جو خواہش مند لوگ ہیں وہ آئیں، ہم اس کو lease out بھی کرنا چاہتے

ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ کسی اچھے طریقے سے گورنمنٹ کو revenue بھی آئے لیکن بدقسمتی وہی ہے جو میں نے پہلے بات کی ہے۔

جناب سپیکر! ہمارے پاس 07-2006 کا ریکارڈ موجود ہے، اسے چیک کیا جا سکتا ہے اور جو revenue ہمارے پاس آیا ہے ہم نے وہی رجسٹروں میں درج کیا ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! مجھے صرف یہ 86 ہزار روپے کے بارے میں بتائیں۔۔۔

جناب سپیکر: جی، پہلے ان کی بات تو سن لیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! یہ بالکل irrelevant ہے۔۔۔

جناب سپیکر: نہیں، ایسا نہیں ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! ہم نے جو بھی اخراجات کئے ہیں وہ ریکارڈ پر موجود ہیں اور چیک بھی کئے جا سکتے ہیں لیکن جو ہمارے پاس saving ہے وہ ہم نے بنک میں رکھی ہوئی ہے جس کا account بھی چیک کیا جا سکتا ہے کہ 07-2006 میں کتنے پیسے بنک میں گئے تھے۔ میرے بھائی کو اس کے علاوہ اگر اور کوئی بھی information چاہئے تو وہ بھی ہم دینے کے لئے بالکل تیار ہیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال ہے۔۔۔

جناب سپیکر: جی، ضمنی سوال۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! اس کے جز (ج) میں سوال کیا گیا تھا کہ فورٹ منرو میں سیاحوں کو تفریحی سہولیات بہم پہنچانے کے لئے حکومت نے کیا کیا اقدامات اٹھائے ہیں، تفصیل فراہم کی جائے؟ اس کے جواب میں لکھا گیا ہے کہ T.D.C.P ہوٹل فورٹ منرو میں سیاحوں کے قیام کے لئے پانچ کمروں اور ریسٹورنٹ کی سہولت فراہم کی گئی ہے۔ گورنمنٹ آف پنجاب نے اس علاقے میں سیاحوں کی بڑھتی ہوئی دلچسپی اور سہولیات کو مدنظر رکھتے ہوئے سال 2009-10 میں 70 لاکھ روپے ٹی ڈی سی پی کے ہوٹل فورٹ منرو کی اپ گریڈیشن کے لئے بطور گرانٹ مختص کئے ہیں جو 2009-10 میں مطلوبہ کام پر خرچ ہوں گے۔ اب 2009-10 کا سال ختم ہو چکا ہے تو میرا سوال یہ ہے کہ یہ 70 لاکھ روپے ہیں یہ خرچ ہو چکے ہیں یا پھر یہ جواب غلط ہے؟

جناب سپیکر: آپ سن نہیں رہے تھے جب وہ جواب دے رہے تھے؟

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میں سن رہا تھا۔

جناب سپیکر: تو پھر آپ نے سنا کیا ہے؟

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! مجھے اس کا جواب دیں کیونکہ اس کا جواب انہوں نے نہیں دیا ہے۔

جناب سپیکر: نہیں، وہ تو اس کا جواب دے چکے ہیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! اس کا جواب نہیں دیا۔

جناب سپیکر: نہیں، اس کا جواب دے چکے ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ یہ 70 لاکھ روپیہ ہمارے پاس موجود ہے اور ہم نے خرچ نہیں کیا۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! اس میں کیوں کہا گیا ہے کہ یہ خرچ ہوں گے تو پھر اس کا مطلب ہے کہ یہ غلط جواب ہے اور اس جواب میں ہے کہ یہ خرچ ہوں گے تو اس سال کو ختم ہوئے چھ مہینے گزر چکے ہیں۔ پچھلی دور حکومت میں وہاں پر Chair Lift کے لئے سروے ہوا تھا اس بارے میں پچھلی دفعہ بھی سوال آیا تھا تو انہوں نے کہا تھا کہ اس پر بہت جلد کام ہو جائے گا۔ میں نے اس وقت بھی ان سے پوچھا تھا کہ اس کو جلد quantify کر دیں تو انہوں نے quantify نہیں کیا تھا تو اس Chair Lift کا ابھی کیا status ہے؟

جناب سپیکر: جی Chair Lift کا بھی بتائیں اور 70 لاکھ روپے کا بھی دوبارہ بتا دیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! میں نے گزارش کی ہے کہ 70 لاکھ روپے حکومت پنجاب نے ہمیں دینے کا فیصلہ کیا تھا لیکن موجودہ حالات کی وجہ سے وہ 70 لاکھ روپے ہمیں نہیں ملے۔ جب یہ ہمیں نہیں ملے تو ہم نے خرچ ہی نہیں کئے اور ہم نے بالکل بتا دیا تھا کہ جو on ground حالات ہیں تو اب visitors نے آنا چھوڑ دیا ہے اور ان کی تعداد کم ہو گئی ہے۔ جب visitors وہاں پر نہیں آئیں گے تو پھر ہم گورنمنٹ کا قومی سرمایہ وہاں پر کیسے خرچ کر سکتے ہیں؟

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! کس نے کہا ہے کہ وہاں پر visitors نہیں آتے۔ میں وہیں کا رہنے والا ہوں۔۔۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! میں وہی بات کرنا چاہتا ہوں کہ جو میرے بھائی جان کہہ رہے ہیں۔ اب بھی ہم ارادہ رکھتے ہیں کہ وہاں پر Cable Car Chair Lift

لگنی چاہئے، حالات جب بھی موزوں ہوتے ہیں اور ملک کے اندر حالات ٹھیک ہوتے ہیں تو انشاء اللہ ہم ارادہ رکھتے ہیں کہ وہاں پر Chair Lift لگائیں گے۔(نعرہ ہائے تحسین)

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! جز(ج) کے جواب میں لکھا ہے کہ گورنمنٹ آف پنجاب نے اس علاقے میں سیاحوں کی بڑھتی ہوئی دلچسپی، ابھی بڑھتی ہوئی دلچسپی یعنی ابھی وہاں کوئی نہیں آ رہا تو آپ فیصلہ کریں کہ کس پر یقین کیا جائے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! اب بھی ہم توقع رکھتے ہیں کہ انشاء اللہ visitors آئیں گے، تعداد بڑھے گی اور پاکستان خوشحال ہوگا کیونکہ وہ علاقہ بڑا خوب صورت ہے۔ اس علاقے کے رہنے والے لوگ بہت اچھے ہیں۔۔۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب! آپ ایسا نہ کریں۔۔۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں کچھ نہیں کہتا۔ میں ہمیشہ آپ کا حکم مانتا ہوں لیکن جواب ایسے ہی آ رہے ہیں۔ آپ ذرا دیکھ لیں کہ یہ کتنی بڑی contradiction ہے کہ ایک میرے جیسے آدمی نے کسی مولوی کو کہہ دیا کہ تمہارا علم صحیح نہیں ہے۔ اس نے کہا اللہ سے ڈرو، موت سے ڈرو، دوزخ سے ڈرو۔ یہ اس قسم کے جواب آ رہے ہیں۔ آپ پڑھ تو لیں، آپ یہ دیکھ تو لیں۔ اب وہ بات کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: آپ ان تینوں چیزوں سے ڈرتے ہیں کہ نہیں؟(قہقہہ)

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! وہاں پر کوئی سستا تنور لگائیں گے تو tourists آئیں گے، وہاں پر کوئی سستا تنور لگانے کا ارادہ ہے؟

جناب سپیکر: جی، یہ جب آپ کو کہیں تو اُدھر لگوا دینا۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): انشاء اللہ سستا تنور بھی لگے گا۔۔۔

جناب سپیکر: جی، مہربانی۔ سوال کا وقت ختم ہوا۔ اب next question انجینئر قمر الاسلام راجہ صاحب کا ہے۔

انجینئر قمر الاسلام راجہ: جناب سپیکر! سوال نمبر 5669 ہے۔

جناب سپیکر: اس کو پڑھا ہوا تصور کیا جائے؟

انجینئر قمرالاسلام راجہ: جناب سپیکر! جی، جواب کو پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

لاہور ٹرانسپورٹ کمپنی کی تفصیلات

*5669: انجینئر قمرالاسلام راجہ: کیا وزیر ٹرانسپورٹ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ لاہور ٹرانسپورٹ کمپنی کے چیئرمین ایک سابق بیوروکریٹ ہیں اور ان کو ٹرانسپورٹ کے شعبے کا کوئی تجربہ نہ ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ لاہور ٹرانسپورٹ کمپنی کے چیف ایگزیکٹو ایک غیر ملکی ہیں جن کو ماہانہ پانچ لاکھ روپے سے زائد کا package دیا گیا ہے، کیا یہ بھی درست ہے کہ ان کی کوالیفکیشن بھی ٹرانسپورٹ سے متعلقہ نہیں ہے، ان کی کوالیفکیشن بھی ٹرانسپورٹ سے متعلقہ نہیں ہے اور ان سے کتنے عرصے کا معاہدہ کیا گیا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے ٹرانسپورٹ (جناب محمد خرم گلفام):

(الف)

1۔ لاہور شہر میں ٹرانسپورٹ کے بگڑتے ہوئے حالات کے پیش نظر ایل ٹی سی کا قیام عمل میں آیا جس نے لاہور شہر کی تمام قسم کی پبلک ٹرانسپورٹ کو جدید تقاضوں پر چلانے کی ذمہ داری سنبھالی۔ایل ٹی سی کا مقصد عوام الناس کو بہترین محفوظ، سستا، قابل اعتماد اور ماحول دوست بین الاقوامی معیار کے مطابق سفری سہولیات دینا ہے۔یہ ادارہ منافع کے بغیر چلنے والا ادارہ ہے جو کہ کمپنی آرڈیننس 1984 اور سیکشن 42 کے تحت رجسٹرڈ کمپنی ہے اور ضلعی حکومت کا اس کے ساتھ اشتراک ہے۔ کمپنی اپنے تمام تر معاملات بہترین تجربہ کار افراد کی زیر نگرانی چلا رہی ہے جس میں آپریشن اینڈ پلاننگ، انفراسٹرکچر، فنانس اینڈ ایڈمنسٹریشن اور انفورسمنٹ شامل ہیں انفورسمنٹ کی ذمہ داری پبلک ٹرانسپورٹ کو ان کے متعلقہ روٹس پر تمام تر قانونی تقاضوں کے مطابق کنٹرول کرنا ہے۔

2۔ لاہور ٹرانسپورٹ کمپنی نے اپنے اختیارات صوبائی اسمبلی میں پاس شدہ صوبائی موٹر وہیکل (ترمیمی) بل نمبر 2009 PAP-Legis-2(12)/2009/55 کے تحت حاصل کئے ہیں۔اس نوٹیفکیشن کی ایک کاپی بتاریخ 24۔اپریل 2009 "Annexure"A کے طور پر ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

3۔ کسی بھی بین الاقوامی ٹرانسپورٹ کمپنی کی طرح ایل ٹی سی بھی چار حصوں پر مشتمل ہے جن میں پلاننگ، آپریشن، فنانس اینڈ ایڈمنسٹریشن اور ٹرانسپورٹ انفورسمنٹ شامل ہیں۔

4۔ LTC اربن ٹرانسپورٹ ریگولیشن اور ٹرانسپورٹ انفراسٹرکچر کی بہتری کے لئے کوشاں ہیں۔ اس سلسلے میں اپنی نوعیت کے اعلیٰ ترین معیار کے پراجیکٹ شروع کئے جارہے ہیں۔ جن کا مقصد عوام کے لئے سفری سہولیات میں بہتری لانا اور پرائیویٹ ٹرانسپورٹ کی بجائے پبلک ٹرانسپورٹ کے استعمال کا فروغ ہے۔

5۔ LTC ایک منظم ادارہ ہے جو کہ بورڈ آف ڈائریکٹرز کی زیر نگرانی کام کرتا ہے۔ بورڈ آف ڈائریکٹرز کے سربراہ چیئرمین جناب تسنیم نورانی ہیں۔ چیئرمین اور بورڈ ممبران کا انتخاب حکومت پنجاب کی زیر نگرانی عمل میں لایا گیا ایل ٹی سی کے بورڈ ممبران کی فہرست بھی Annexure "B" کے طور پر ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

6۔ جناب تسنیم نورانی صاحب نے اپنے کیرئیر میں بے شمار عوامی فلاحی منصوبوں پر کام کیا ہے۔ جن میں سے ایک منصوبہ فیصل آباد اربن ٹرانسپورٹ سوسائٹی (FUTS) کے نام سے آج بھی چل رہا ہے۔ اس کامیاب منصوبے کی مرتب کی گئی، رپورٹ Annexure "C" کے طور پر ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

یہ ایک قابل ذکر حقیقت ہے کہ چیئرمین لاہور ٹرانسپورٹ کمپنی کا عہدہ "non executive" ہے جس کا کسی بھی قسم کا کوئی معاوضہ یا مشاہرہ نہ ہے۔ چیئرمین LTC اور پنجاب حکومت کے درمیان باہمی رابطہ کے ذمہ دار ہیں جبکہ LTC کے سی ای او مسٹر جے آئی کم ہیں جو کہ اربن ٹرانسپورٹ کا پاکستان اور پاکستان سے باہر ایک وسیع تجربہ رکھتے ہیں اور ان کی کامیابیوں کی ایک لمبی فہرست ہے۔ یہ مسٹر کم (KIM) ہی تھے جنہوں نے پاکستان میں ڈائیوو انٹر سٹی اور اربن بس سروس کو کامیابی سے شروع کیا اور ٹرانسپورٹ کے شعبہ میں جدید انداز کو متعارف کروایا جو کہ دیگر ٹرانسپورٹروں کے لئے قابل تقلید ہے۔ مسٹر کم (KIM) کا کہنا ہے کہ وہ کثرت افرادی قوت کی بجائے معیاری افرادی قوت کو بروئے کار لانے پر یقین رکھتے ہیں۔

(ب)

1۔ وزیر اعلیٰ پنجاب کی ہدایت پر لاہور ٹرانسپورٹ کمپنی کے چیف ایگزیکٹو کے عہدے کے لئے ٹرانسپورٹ کے تجربے کے حامل افراد کی تلاش شروع کی گئی اس نظریہ پر عمل کرتے ہوئے حکومت کے منتخب کردہ بورڈ نے اس اہم تقرری کے لئے نہایت موزوں امیدواروں سے درخواستیں طلب کی گئیں۔تاہم بورڈ کی طرف سے باقاعدہ تقرری ہونے تک عارضی C.E.O کی تقرری عمل میں لائی گئی تاکہ کمپنی کے معاملات کو چلایا جاسکے۔

2۔ بورڈ آف ڈائریکٹرز نے متفقہ طور پر C.E.O کی اس تقرری کے لئے تمام درخواستوں کی جانچ پڑتال کی اور امیدواروں کو انٹرویو کے لئے بلایا گیا۔

3۔ لاہور ٹرانسپورٹ کمپنی میں چیف ایگزیکٹو آفیسر کی تقرری کے لئے چیف منسٹر سیکرٹریٹ 7 کلب روڈ لاہور میں انٹرویو ہوئے۔انٹرویو پینل ان ممبران پر مشتمل تھا۔

(I)	جناب تسنیم نورانی	چیئرمین لاہور ٹرانسپورٹ کمپنی
(II)	جناب احسن چغتائی	فنانشل ایڈوائزر ٹو چیف منسٹر پنجاب
(III)	جناب محسن لطیف	ممبر صوبائی اسمبلی پنجاب
(IV)	جناب شہزاد چیمہ	سیکرٹری ٹرانسپورٹ پنجاب
(V)	جناب مہر اشتیاق	ممبر صوبائی اسمبلی پنجاب
(VI)	جناب پیر سعد احسان الدین	وائس چیئرمین پی بی آئی ٹی

4۔ انٹرویو پینل نے تمام امیدواروں کے انٹرویو کئے اور متفقہ طور پر مسٹر جے آئی کم (J.I.KIM) اس تقرری کے لئے نہایت موزوں امیدوار کے طور پر منتخب کیا گیا جو کہ اربن ٹرانسپورٹ کا پاکستان اور پاکستان سے باہر ایک وسیع تجربہ رکھتے ہیں اور ان کی کامیابیوں کی ایک لمبی فہرست ہے۔یہ مسٹر کم (KIM) ہی تھے جنھوں نے پاکستان میں ڈائیوو انٹرسٹی اور اربن بس سروس کو کامیابی سے شروع کیا اور ٹرانسپورٹ کے شعبہ میں جدید انداز کو متعارف کروایا جو کہ دیگر ٹرانسپورٹروں کے لئے قابل تقلید ہے۔مسٹر جے آئی کم (J.I.KIM) کے مندرجہ بالا تجربہ کی بنیاد پر ان کی خدمات حاصل کرنے کا فیصلہ کیا گیا اور کمیٹی نے مسٹر جے آئی کم سے مراعات کے لئے مذاکرات کئے اور ان کی تقرری کو حتمی شکل دی گئی۔

5۔ لاہور ٹرانسپورٹ کمپنی کے چیف ایگزیکٹو آفیسر کی تقرری پر وزیر اعلیٰ کو بھی آگاہ کیا گیا۔

6۔ کمیٹی نے بھی مسٹر جے آئی کم (J.I.KIM) کے لئے پیش کئے گئے معاوضہ کی منظوری دی جو کہ ماہانہ پانچ لاکھ روپے سے زائد ہے۔ یہ ایک قابل ذکر امر ہے کہ نومبر 2009 میں بطور چیف ایگزیکٹو آفیسر ایل ٹی سی کی جو تنخواہ کمیٹی نے مقرر کی یہ اسی معاوضہ کے برابر تھی جو کہ مسٹر کم (KIM) 2004 میں ڈائیوو افضل موٹرز کراچی میں حاصل کر رہے تھے۔

7۔ بعد ازاں دو سال کے اس معاہدہ کی منظوری اور نظر ثانی کے لئے اسے بورڈ آف ڈائریکٹرز کو بھیجا گیا جس کو بورڈ نے منظور فرمایا۔

جناب سپیکر: چلو ٹھیک ہے۔

انجینئر قمر الاسلام راجہ: جناب سپیکر! میں نے بڑا مختصر اور سادہ سا سوال کیا تھا کہ کیا یہ درست ہے کہ ٹرانسپورٹ۔۔۔

جناب سپیکر: ذرا جواب تو دیکھیں کتنا لمبا ہے میرے خیال میں شیطان کی آنت سے بھی بڑا ہو گا۔

انجینئر قمر الاسلام راجہ: جناب سپیکر! اس کے جواب میں ایک بڑا لمبا سارا اگ در باری چھیڑ دیا گیا ہے اور اس میں یہ کہا گیا ہے کہ LTC کا قیام لاہور شہر کی تمام قسم کی پبلک ٹرانسپورٹ کو جدید تقاضوں پر چلانے کی ذمہ داری کے لئے ہے۔ جز (الف) 4 میں یہ کہا گیا ہے کہ ٹرانسپورٹ انفراسٹرکچر کی بہتری کے لئے کمپنی کوشاں ہے پھر اس کا پورا جو دائرہ اختیار ہے وہ دیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ جو لاہور ٹرانسپورٹ کمپنی کے چیئرمین ہیں ان کو فلاحی کاموں اور ٹرانسپورٹ کا بڑا تجربہ حاصل ہے تو میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ تاریخ تعیناتی کے دِن سے انہوں نے اس ضمن میں ابھی تک کیا کیا ہے؟

جناب سپیکر: جن کا آپ ذکر فرما رہے ہیں وہ تو اب چیئرمین نہیں ہیں۔

انجینئر قمر الاسلام راجہ: جناب سپیکر! میرا سوال تو اس وقت کا تھا اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر وہ چیئرمین نہیں ہیں تو جواب کم از کم up to date ہونا چاہئے تھا۔ اس میں میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جو چیئرمین انہوں نے لگائے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: ایک ضمنی سوال کریں اس کا جواب لیں پھر دوسرا کریں۔

انجینئر قمر الاسلام راجہ: جناب سپیکر! ایک ضمنی سوال یہ ہے کہ چیف ایگزیکٹو جن کی کامیابیوں کی داستان بڑی لمبی ہے اور ان کا معاوضہ پانچ لاکھ سے زائد ہے ان کی تاریخ تعیناتی بتا دی جائے اور کیا اس ٹرانسپورٹ کمپنی نے کام کرنا شروع کر دیا ہے اور اگر نہیں شروع کیا تو کب تک لاہور کی سڑکوں پر کام کرنا شروع کر دے گی؟

جناب سپیکر: جی۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ٹرانسپورٹ (جناب محمد خرم گلفام): جناب سپیکر! اب یہ دو سوال ہیں ایک چیئرمین کے متعلق اور ایک C.E.O کے متعلق یہ بتا دیں کہ میں نے کس کا جواب دینا ہے؟

جناب سپیکر: پہلے تو وہ چیئرمین کے متعلق پوچھ رہے ہیں۔اس کے بعد دوسرا پوچھیں گے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ٹرانسپورٹ (جناب محمد خرم گلفام): جناب سپیکر! چیئرمین کے متعلق یہ ہے کہ جب اس سوال کا جواب محکمے نے بنایا تھا تب چیئرمین تسنیم نورانی صاحب تھے اب چونکہ وہ چیئرمین نہیں رہے تو بتائیں اب کیا جواب دینا ہے؟

جناب شیر علی خان: آج کا جواب دیں۔(شور وغل)

پارلیمانی سیکرٹری برائے ٹرانسپورٹ (جناب محمد خرم گلفام): جی، کیا کہا ہے؟

جناب سپیکر: وہ پوچھ رہے ہیں کہ جواب آج آیا ہے تو اس کے مطابق آپ کو بتانا پڑے گا۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ٹرانسپورٹ (جناب محمد خرم گلفام): کیا بتاؤں؟(قہقہے)

میں سمجھ نہیں پایا بتانا کیا ہے؟

جناب سپیکر: وہ پوچھ رہے ہیں کہ ان کی تنخواہ کتنی تھی اور ان کا تجربہ کیا ہے؟

شیخ علاؤالدین: نہیں۔جناب سپیکر! یہ نہیں تھی میں عرض کر دوں۔۔۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ٹرانسپورٹ (جناب محمد خرم گلفام):: جناب سپیکر! پھر وہی بات، یہ معاملے کو اُلجھا رہے ہیں۔جو چیف ایگزیکٹو آفیسر مسٹر کم (Mr. Kim) ہیں ان کی تنخواہ کے بارے میں پوچھ رہے ہیں؟

جناب سپیکر: آپ سُنتے کیوں نہیں ہیں جب وہ سوال کرتے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے ٹرانسپورٹ (جناب محمد خرم گلفام): جناب سپیکر! آپ نے خود ہی فرمایا تھا کہ سوال باری باری کر کے پوچھا جائے۔

جناب سپیکر: جی، ایک سوال کا جواب دیں، پہلے سوال کا جو انہوں نے پوچھا ہے۔(شور وغل)

پارلیمانی سیکرٹری برائے ٹرانسپورٹ (جناب محمد خرم گلفام): جناب سپیکر! میرے آس پاس لوگوں کو چُپ کروا دیں تو میں اس کا جواب دے دیتا ہوں۔

جناب سپیکر: آرڈر پلیز، آرڈر پلیز! جی، سوال دہرائیں۔

انجینئر قمر الاسلام راجہ: جناب سپیکر! میرا سوال یہ تھا کہ چیئرمین صاحب نے اتنے عرصے میں کیا کیا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ بقول آپ کے اگر وہ چیئرمین نہیں ہیں۔۔۔

جناب سپیکر:ان کو بتائیں کہ انہوں نے اتنے عرصے میں کیا کیا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے ٹرانسپورٹ(جناب محمد خرم گلفام):جناب سپیکر!تسنیم نورانی صاحب کی جب تعیناتی ہوئی ہے تولاہور ٹرانسپورٹ کمپنی۔۔۔(شوروغل)

جناب سپیکر:آرڈرپلیز،!راؤصاحب!آپ کیاکررہے ہیں؟.This is not good

راؤکاشف رحیم خان:جناب سپیکر!میں نہیں ہوں،راناصاحب تھے۔

جناب سپیکر:.No please جی،منسٹرصاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے ٹرانسپورٹ(جناب محمد خرم گلفام):جناب سپیکر!2009میں تسنیم نورانی صاحب کی تعیناتی کے بعد جو ایک سال کا عرصہ گزرا ہے اس میں لاہور ٹرانسپورٹ کمپنی نے خاطر خواہ کوششیں کی ہیں اور لاہور شہر میں ٹرانسپورٹ سسٹم میں بہتری لانے کے لئے انتہائی موزوں اقدام اٹھائے گئے ہیں۔سب سے پہلے تو ہم نے یہاں پر لاہور شہر میں بسیں شروع کیں۔ہم نے نئے لوگوں کے لئے advertise کیا تاکہ نئے لوگ بسیں لے کر آئیں۔اس میں ہم نے ایک فیصلہ کیا ہے،LTC کی جانب سے ایک سمری بن کر سی ایم صاحب کو گئی کہ لاہور شہر میں جو ٹرانسپورٹرز ہیں ان کو 1250 rupees per day operational subsidy دی جائے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کو دیئے جائیں تاکہ جو لوگ dis-heart ہو رہے تھے،ڈیزل کی بڑھتی ہوئی قیمتوں کے باعث بسیں آہستہ آہستہ بند ہو رہی تھیں تو ان کو تھوڑا سا boost up کرنے کے لئے operational subsidy کا فیصلہ کیا گیا ہے جس کی سمری کی منظوری سی ایم صاحب نے دے دی ہے۔ایک تو یہ قدم دوسرا ہم اب لاہور میں،کیونکہ ابھی یہ جو پیریڈ تھا یہ سب۔۔۔

انجینئر قمر الاسلام راجہ:سوال چیئرمین صاحب کے متعلق تھا۔

جناب سپیکر:آپ ان کی طرف نہ دیکھیں۔آپ مجھے بتائیں جو بات ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ٹرانسپورٹ(جناب محمد خرم گلفام):جناب سپیکر!جب وہ چیئرمین تھے تب ہی یہ سارا ہوا تھا۔پچھلے سال میں feasibilities تیار ہوئیں،مختلف پراجیکٹس ہم شروع کرنے جا رہے ہیں۔ہم Bus Rapid Transit System شروع کرنا چاہ رہے ہیں اور کورئین کمپنی کے ساتھ ہمارا memorandum بھی sign ہو چکا ہے اس کے علاوہ bus lanes بنائے جا رہے ہیں،ہم

نے نئے بس سٹاپ بنائے اور ہم traffic enforcement کے لئے نئے لوگ بھرتی کر رہے ہیں تو یہ سب اقدامات پچھلے ایک سال کے اندر ہوئے ہیں۔

انجینئر قمر الاسلام راجہ: جناب سپیکر! میرا دوسرا سوال یہ تھا کہ جو چیف ایگزیکٹو ہیں مسٹر کم (Mr.Kim)، جن کی کامیابیوں کی داستان بڑی لمبی ہے ان کی تاریخ تعیناتی بتادیں اور اس عرصے میں کیا وہ لاہور کی سڑکوں پر نئی بسیں جو لاہور ٹرانسپورٹ کمپنی کے زیر اہتمام چلنی تھیں وہ لانے میں کامیاب ہوئے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں ہوئے تو ان کی کارکردگی اسی طرح ہے جتنا لمبا یہ جواب ہے بغیر کسی نتیجے کے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ٹرانسپورٹ (جناب محمد خرم گلفام): جناب سپیکر! ان کی تعیناتی نومبر 2009 میں ہوئی تھی۔

شیخ علاؤالدین: پوائنٹ آف آرڈر۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، شیخ صاحب!

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! پہلے میں نے کہا ہے۔

جناب سپیکر: پہلے آپ بول لیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میرا مختصر سا سوال ہے۔۔۔

جناب سپیکر: دیکھیں! میری بات سُنیں۔ آپ کسی اور کو بھی موقع دیا کریں۔ شیخ صاحب! یہ ٹھیک نہیں ہے۔ آپ دوسرے سوال پر تیسری دفعہ بول رہے ہیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں نے ایک سوال کیا ہے اور ایک سوال آپ کی وساطت سے کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: کسی اور کا حق نہیں ہے؟

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میرا سوال صرف یہ ہے کہ پہلے جو Chinese buses دی گئی تھیں وہ انہی چیئرمین صاحب نے دی ہیں، انہوں نے ہی OK کی تھیں اور ان Chinese buses کو off road کیوں کیا اس میں گورنمنٹ آف پنجاب کی کتنی equity ضائع ہوئی؟

MR MUHAMMAD MOHSIN KHAN LEGHARI: Excellent question.

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! میں بھی یہی سوال کرنا چاہ رہی تھی۔

جناب سپیکر: چلیں! آپ بھی اس سوال کے ساتھ مل جائیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! اگر آپ اجازت دیں تو میں اس سے آگے پوچھنا چاہتی ہوں۔۔۔

جناب سپیکر: جی، آگے نہیں، ابھی نہیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! ایک منٹ دے دیں۔

جناب سپیکر: جی۔ محترمہ ثمینہ خاور حیات صاحبہ!

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! جیسے ابھی شیخ صاحب نے فرمایا ہے بالکل درست ہے۔ میں یہی پوچھنا چاہ رہی تھی اور یہ کہ LTC نے ابھی تک کتنی Chinese buses چلائی ہیں؟ انہوں نے جو contract کیا تھا یا لوگوں سے پیسے لئے تھے اور باقی انہوں نے جو subsidy دینی تھی کیا وہ subsidy دینے میں کامیاب ہوئے ہیں، کیا وہ بسیں آ چکی ہیں اور کتنی بسیں آئی ہیں، انہوں نے جو تسنیم نورانی صاحب کی بات کی ہے جب وہ چیئرمین تھے انہوں نے خاطر خواہ کام کیا ہے تو کیا وہ چائنا اور LTC کے ساتھ مل کر یہ کام کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں، اس میں کیا خاطر خواہ کامیابی ہوئی ہے اس کا جواب دے دیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے ٹرانسپورٹ (جناب محمد خرم گلفام): جناب سپیکر! یہ Chinese buses کا جو agreement ہوا تھا یہ LTC کے قیام سے پہلے ہوا تھا اور یہ ٹرانسپورٹ ڈیپارٹمنٹ نے کیا تھا وہ operational ہیں، یہاں پر کامیابی سے چل رہی ہیں، ان میں شروع شروع میں کچھ problems آئیں، یہاں پر بہت باتیں کی گئیں کہ ان کی horse power کم ہے، ان کے ایسے معاملے ہیں لیکن کچھ بھی نہیں ہے وہ Chinese buses ابھی بھی چل رہی ہیں، وہ بالکل off road نہیں ہوئی ہیں، سڑکوں پر چل رہی ہیں اور کامیابی سے چل رہی ہیں۔ دوسرا اب جو ڈیوٹی کا مسئلہ ہے وہ شیخ صاحب کا fresh question ہے میں کسٹم ڈیپارٹمنٹ سے ان کی جو ڈیوٹی پڑی ہے اس کی رسید ان کو منگوا دوں گا۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں نے لفظ equity بولا ہے، duty نہیں بولا۔ equity or duty میں فرق ہے۔

جناب سپیکر: جی، یہ equity ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ٹرانسپورٹ (جناب محمد خرم گلفام): Sorry میں سمجھا شاید ڈیوٹی ہے۔

شیخ علاؤالدین: ڈیوٹی کا تو ہمیں بھی پتا ہے کہ کیا ڈیوٹی ہے۔ CKT duty بھی پتا ہے، CBU duty بھی پتا ہے اور custom duty بھی پتا ہے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ جی، آپ بیٹھیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ٹرانسپورٹ (جناب محمد خرم گلفام): جناب والا! شیخ صاحب کو بہت پتا ہے۔ یہاں پاکستان کے عوام کے بھرپور مطالبے پر حکومت پاکستان نے پانچ سال پرانی گاڑیوں کی امپورٹ کرنے کی اجازت دی تھی لیکن local manufacturers کی اجارہ داری نے وہ notification بھی معطل کروا دیا ہے۔ ان کو سارا پتا ہے کہ ڈیوٹیاں کتنی پڑتی ہیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! اس وقت چیئرمین ایل ٹی سی کون ہیں کیونکہ تسنیم نورانی صاحب تو اب نہیں رہے۔ اس وقت چیئرمین اور سیکرٹری کون ہیں، اس محکمے کو کون run کر رہا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے ٹرانسپورٹ (جناب محمد خرم گلفام): جناب والا! اس وقت چیئرمین خواجہ احمد حسان ہیں جو پہلے بورڈ آف ڈائریکٹر کے ممبر تھے اب وہ چیئرمین ہیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: اس کے لئے fresh question آئے گا۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ٹرانسپورٹ (جناب محمد خرم گلفام): جناب والا! میں بتا دیتا ہوں کہ بورڈ آف ڈائریکٹر کے وہ پہلے ممبر تھے، بورڈ آف ڈائریکٹرز کی میٹنگ ہوئی ہے جس میں قانون کے مطابق اور جیسا کہ آپ کو پتا ہے کہ لاہور ٹرانسپورٹ کمپنی کا بل اسی ایوان میں پاس ہوا تھا۔۔۔

جناب سپیکر: بس ٹھیک ہے۔ سوال کا جواب آ گیا ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب والا! میرا یہ حق بنتا ہے کہ میں آپ کی اجازت سے اس کا جواب دوں۔ اگر تو آج میں یہ ثابت نہ کر سکا کہ 2005 ماڈل کی پانچ سال پرانی کرولا گاڑی منگوائیں تو وہ 14 لاکھ 65 ہزار روپے کی پڑے گی اور میں ایک کروڑ روپے damages دوں گا۔ نہیں تو یہ صرف دس لاکھ روپے ایدھی کو damages دے دیں اور دوسرا میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ حکومت پاکستان نے ہم پر کوئی احسان نہیں کیا، دس لاکھ آدمیوں کا روزگار اس مقامی انڈسٹری سے وابستہ ہے اور آپ کی وساطت سے یہ

عرض کروں گا کہ 2005 ماڈل کی گاڑی یہ ہمیں منگوا دیں۔ یہ میرا فیلڈ ہے میرے ساتھ یہاں پر بات کر لیں یا پھر باہر بات کر لیں۔

جناب سپیکر: علٰیحدہ بات کر لیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب والا! خواجہ حسان کا تو بتائیں ان کی approval کس نے دی اور ان کا اس فیلڈ میں کیا تجربہ ہے؟

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ میں نے اگلے سوال کی طرف جانا ہے۔ (قطع کلامیاں)

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب والا! کیا ان کا ٹرانسپورٹ میں بہت تجربہ ہے؟

رانا محمد افضل خان: جناب والا! میرا یہ سوال ہے کہ پاکستان میں local manufacturers کی اجارہ داری ہے۔۔۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! وہ سوال ختم ہو گیا اس سوال پر ہم over ہو گئے ہیں اور اب آگے چلے گئے ہیں۔ اگلا سوال محترمہ خدیجہ عمر صاحبہ کا ہے۔

محترمہ خدیجہ عمر: سوال نمبر 3085 اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

گوجرانوالہ ڈویژن میں تفریحی مقامات کی تعداد و دیگر تفصیلات

*3085: محترمہ خدیجہ عمر: کیا وزیر سیاحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) گوجرانوالہ ڈویژن میں کون کونسے تفریحی مقامات محکمہ ہذا کے تحت ہیں اور ان میں کون کون سی سہولیات دی جا رہی ہیں؟

(ب) 09-2008 میں ان مقامات کے لئے کتنا فنڈ مختص کیا گیا اور یہاں سے کتنی آمدن ہوئی؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد):

(الف) گوجرانوالہ ڈویژن میں محکمہ ہذا کے تحت کوئی تفریحی مقام نہیں ہے۔

(ب) کیونکہ گوجرانوالہ ڈویژن میں محکمہ ہذا کا کوئی resort نہ ہے اس لئے کوئی فنڈ 2008-09 میں مختص نہیں کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

محترمہ خدیجہ عمر: جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ انہوں نے جواب میں کہا ہے کہ "وہاں پر کوئی تفریحی مقام نہیں ہے"۔ میں ان سے پوچھنا چاہ رہی ہوں کہ کیا وہاں کے لوگوں کو کسی تفریح کی ضرورت نہیں ہے، اس کے علاوہ میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ حکومت ان لوگوں کے لئے صحت افزا مقام بنانے کا ارادہ رکھتی ہے؟

جناب سپیکر: جی، گوجرانوالہ کے متعلق بتائیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! جو سوال تھا اس کا ہم نے جواب دے دیا ہے کہ گوجرانوالہ ڈویژن میں محکمہ ہذا کے تحت کوئی تفریحی مقام نہیں ہے کیونکہ گوجرانوالہ ڈویژن میں محکمہ ہذا کا کوئی resort ہے اور نہ ہی ہم نے اس پر کوئی پیسا خرچ کیا ہے لیکن ہم ارادہ رکھتے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ جیسے ہی حالات ٹھیک ہوئے ہم سیاحت کو ہر ڈسٹرکٹ level پر لے کر جائیں گے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ اگلا سوال انجینئر قمرالاسلام راجہ!

انجینئر قمرالاسلام راجہ: سوال نمبر 5795۔

لاہور ٹرانسپورٹ کمپنی میں بھرتی کی تفصیلات

*5795: **انجینئر قمرالاسلام راجہ:** کیا وزیر ٹرانسپورٹ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ کچھ ٹریفک وارڈنز کو ڈیپوٹیشن پر بطور ٹرانسپورٹ انسپکٹر لاہور ٹرانسپورٹ کمپنی میں بھیجا گیا ہے، ان ٹریفک وارڈنز کی کل تعداد کتنی ہے اور ان کو کس بنیاد اور معیار پر منتخب کر کے لاہور ٹرانسپورٹ کمپنی میں بھیجا گیا ہے؟

(ب) کیا لاہور ٹرانسپورٹ کمپنی اپنے ٹرانسپورٹ انسپکٹرز بھرتی کرنے کا کوئی ارادہ رکھتی ہے یا مستقبل میں بھی ٹریفک وارڈنز کو ہی بطور ٹرانسپورٹ انسپکٹر ڈیپوٹیشن پر لیا جائے گا، اگر جواب ہاں میں ہے تو یہ بھرتی کب تک ہونے کا امکان ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے ٹرانسپورٹ (جناب محمد خرم گلفام):

(الف) لاہور ٹرانسپورٹ کمپنی میں جن ٹریفک وارڈنز نے کام کیا ہے وہ ڈیپوٹیشن پر نہ آئے تھے بلکہ اٹیچمنٹ پر آئے تھے۔ ان کا طریقہ انتخاب لاہور ٹرانسپورٹ کمپنی کی طرف سے نہیں دیا جاتا بلکہ D.I.G ٹریفک نے ہی منتخب کر کے بھیجے ہیں۔ اس ضمن میں پہلے 10 ٹریفک وارڈنز اٹیچمنٹ پر آچکے ہیں۔

(ب) جیسا کہ ٹرانسپورٹ انسپکٹر کی ملازمت کی اہلیت ایک خاص ٹریننگ سے منسلک ہے جس کے انتظامات لاہور ٹرانسپورٹ کمپنی کے پاس نہ ہیں اور نہ ہی صرف 250 انسپکٹروں کے لئے یہ صلاحیت بنائے جانا ممکن ہے۔اس کے پیش نظر لاہور ٹرانسپورٹ کمپنی نے فیصلہ کیا کہ صرف ان لوگوں کو بھرتی کیا جائے جن کا بطور ٹریفک وارڈن تجربہ رہا ہو۔اس سلسلے میں اخبار میں اشتہار دیئے گئے اور DIG ٹریفک کے دربار میں بھی اعلانات کئے گئے۔اب تک 51 لوگ ٹریفک وارڈنز لاہور ٹرانسپورٹ کمپنی میں بھرتی کئے گئے ہیں مزید ٹریفک وارڈن کی بطور ٹرانسپورٹ انسپکٹر بھرتی چیف منسٹر کی منظوری کے فوری بعد کر لی جائے گی۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

انجینئر قمر الاسلام راجہ: جناب والا!اس سوال میں پوچھا یہ گیا تھا کہ "ٹریفک وارڈن کی کل تعداد کتنی ہے اور ان کو کس بنیاد اور معیار پر منتخب کر کے لاہور ٹرانسپورٹ کمپنی میں بھیجا گیا ہے" یہ جواب تو دے دیا گیا ہے کہ "وہ deputation پر نہیں بلکہ attachment پر آئے تھے" طریقہ انتخاب کے متعلق کچھ نہیں کہا گیا بس یہ کہہ دیا گیا کہ "ڈی آئی جی ٹریفک نے ہی منتخب کر کے بھیجے ہیں"۔دوسرا میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ۔۔۔

جناب سپیکر: پہلے سوال کا تو جواب لے لیں اس کو تو clear ہونے دیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ٹرانسپورٹ(جناب محمد خرم گلفام): جناب سپیکر!انہوں نے تعداد پوچھی تھی کہ کتنے ٹریفک وارڈنز کو لاہور ٹرانسپورٹ کمپنی میں deputation پر بھیجا گیا ہے۔اس کا جواب ہم نے یہ دیا ہے کہ وہ attachment پر بھیجے گئے ہیں، deputation پر نہیں۔

جناب سپیکر: انہوں نے دس بتائے ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ٹرانسپورٹ(جناب محمد خرم گلفام): جناب والا! Initially دس لوگ بھیجے گئے تھے لیکن بعد میں پھر وہ بھی ٹریفک ڈیپارٹمنٹ نے withdraw کر لئے تھے۔

جناب سپیکر: ضمنی سوال۔

انجینئر قمر الاسلام راجہ: جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ صرف ان لوگوں کو بھرتی کیا جائے جن کا بطور ٹریفک وارڈن تجربہ رہا ہو اور ان کی بطور ٹرانسپورٹ انسپکٹر بھرتی کی جائے گی۔

یہ جو ٹریفک وارڈنز کے طور پر کام کر رہے ہیں ان کی بطور ٹرانسپورٹ انسپکٹر کیسے بھرتی کریں گے وہ تو پہلے ہی سرکاری ملازم ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے ٹرانسپورٹ (جناب محمد خرم گلفام): جناب والا! جب محکمے نے اس سوال کا جواب بھیجا تھا تب سوچ بچار کا ایک process چل رہا تھا کہ جو traffic enforcement Inspectors بھرتی کئے جانے ہیں ان کا کیا طریق کار ہونا چاہئے۔ جب یہ جواب بھیجا گیا تب یہی سوچا گیا کہ جو لوگ ٹریفک وارڈنز ہیں انہی کو کسی طریقے سے بھرتی کر لیا جائے کیونکہ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جنہوں نے محکمے سے resign کر دیا تھا اور ہم لوگوں نے اس کو opt کر لیا لیکن اب ہماری یہ پالیسی change ہو گئی ہے ہم نے باقاعدہ اس کا ایک add دیا ہے اس add کے مطابق اب یہ ضروری نہیں ہے، لازم نہیں ہے کہ وہ بندہ ٹریفک وارڈن ہی ہو، کوئی بھی عام شہری جو اس کی requirements پر پورا اترتا ہو گا اس کا test لیا جائے اس کو transparent بنانے کے لئے National Testing Service کے ذریعے بھرتی کیا جا رہا ہے۔ اس کے ذریعے test ہو رہے ہیں اخبارات میں اس کے اشتہارات بھی دیئے گئے اور 3۔جنوری کو اس کے test ہیں اس کے بعد ان کی ٹریننگ ہو گی۔ PTS چوہنگ میں جو ٹریننگ سکول ہے اس میں ان کی ٹریننگ ہو گی اور پھر اس کے بعد وہ ہمارے محکمے میں کام کریں گے۔

انجینئر قمرالاسلام راجہ: جناب والا! ابھی پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے فرمایا ہے کہ ٹریفک وارڈن نے استعفیٰ دیا ہے اور اس کے بعد ان کو وہاں پر رکھا گیا ہے۔ اس سے پہلے جواب میں یہ لکھا ہوا ہے کہ "attachment پر لیا گیا ہے" ایک تو یہ بات ہے کہ میرے سوال کا جواب یہاں پر غلط دیا گیا ہے اس کے علاوہ اس کی بھی وضاحت کر دیں کہ deputation اور attachment میں کیا فرق ہے اور اگر وہ attachment پر آئے تھے تو پھر درمیان میں ان کا استعفیٰ کہاں سے آ گیا؟

جناب سپیکر: آپ نے اس کے بارے میں پہلے کچھ کہا نہیں ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ٹرانسپورٹ (جناب محمد خرم گلفام): جناب والا! آپ نے کیا فرمایا ہے؟

جناب سپیکر: وہ پوچھ رہے ہیں کہ attachment یا deputation پر ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے ٹرانسپورٹ (جناب محمد خرم گلفام): جناب والا! اس کی مختلف نوعیت ہے، کچھ لوگ ایسے ہیں جو وہاں سے resign کر کے ہمارے پاس آئے ہیں۔

انجینئر قمر الاسلام راجہ: کل دس افراد کا ذکر کیا گیا ہے اس میں کیا فرق ہے؟ اس میں کتنی categories ہیں کیا کچھ لوگ استعفیٰ دے کر آئے ہیں، کچھ لوگ بھرتی کئے گئے ہیں ، کچھ deputation پر آئے ہیں، کل دس افراد آئے ہیں اس کا کوئی واضح جواب دیا جائے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے ٹرانسپورٹ (جناب محمد خرم گلفام): جناب والا! پھر تھوڑا سا confuse ہو گئے ہیں، initially شروع شروع میں دس لوگ attachment پر آئے تھے۔۔۔

انجینئر قمر الاسلام راجہ: جناب والا! جواب تو آج آیا ہے۔ آپ جواب پڑھ لیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ٹرانسپورٹ (جناب محمد خرم گلفام): جناب والا! یہ جواب آج نہیں آیا۔ آج میں زبانی جواب دے رہا ہوں اور LTC کی میں current position بتا رہا ہوں۔۔۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جواب نہیں آیا؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے ٹرانسپورٹ (جناب محمد خرم گلفام): جواب تو House میں آج پیش کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: کون کہتا ہے جواب نہیں آیا؟

محترمہ ثمینہ خاور حیات: پارلیمانی سیکرٹری خود کہہ رہے ہیں۔

جناب سپیکر: نہیں، نہیں۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ جب ہم نے جواب دیا ہے اس وقت کی بات کر رہے ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ٹرانسپورٹ (جناب محمد خرم گلفام): جناب والا! میں محترمہ کو بتاتا ہوں۔ میں نے یہ کہا ہے کہ جواب آج نہیں آیا، اسمبلی سیکرٹریٹ میں ہمارے محکمے سے جواب آج نہیں آیا۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: آج جواب کیوں نہیں آیا، کیا محکمے کو پتا نہیں کہ آج ان کا دن ہے؟

جناب سپیکر: آپ سننے کی کوشش تو کریں کہ کیا بات ہو رہی ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ٹرانسپورٹ (جناب محمد خرم گلفام): جناب والا! ان کو میری بات کے معنی سمجھ نہیں آ رہے، مفہوم سمجھ نہیں آ رہا۔ (قہقہے)

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب والا! ان کو سمجھانے کا طریقہ آنا چاہئے۔

جناب سپیکر: جی، آپ بیٹھیں۔ تشریف رکھیں۔ وہ ان کے سوال کا جواب دے رہے ہیں آپ درمیان میں ایسے نہ کریں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ٹرانسپورٹ (جناب محمد خرم گلفام): میں آپ کو بتاتا ہوں۔ شروع میں دس ٹریفک وارڈنز کی ہمارے محکمے کے ساتھ attachment ہوئی۔ ٹریفک پولیس نے یہ کہا کہ ہمارے پاس چونکہ تعداد پہلے ہی بہت کم ہے۔ ہم آپ کو یہ لوگ نہیں دے سکتے اور انہوں نے وہ لوگ withdraw کر لئے اس کے بعد کچھ وارڈنز ایسے تھے جنہوں نے already اپنی کسی ذاتی مجبوریوں کے تحت resign کیا ہوا تھا یا کچھ لوگوں کو ہمارا جو package تھا وہ زیادہ بہتر لگا تو ان لوگوں نے resign کر دیا اور ان کو پھر ہم نے LTC میں opt کر لیا۔ یہ شروع شروع کی بات ہے لیکن اب ہم نے باقاعدہ 200 لوگوں کی بھرتی کے لئے اخبارات میں اشتہار دے دیا ہے اس کا تین تاریخ کو test ہے اس test میں جو لوگ پاس ہوں گے وہ بھرتی ہوں گے اور اس کے بعد regular سارا چلتا رہے گا۔

انجینئر قمرالاسلام راجہ: جناب سپیکر! اگر انہوں نے اب 200 افراد کی بھرتی کے لئے اشتہار دیا ہے تو جو لوگ پہلے کام کر رہے ہیں وہ کس مد میں کر رہے ہیں؟

جناب سپیکر: اس سوال کا ٹائم ختم ہو گیا ہے۔ اگلا سوال محترمہ خدیجہ عمر صاحبہ!

محترمہ خدیجہ عمر: سوال نمبر 3086 میری استدعا ہے کہ اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ٹورسٹ ریزارٹ واہگہ بارڈر لاہور کی ڈویلپمنٹ کی تفصیلات

*3086: محترمہ خدیجہ عمر: کیا وزیر سیاحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ٹورسٹ ریزارٹ واہگہ بارڈر لاہور کی ڈویلپمنٹ کا کام کب سے شروع ہے اور موقع پر کون سا کام ہو رہا ہے؟

(ب) یہ ٹورسٹ ریزارٹ کب، کتنے رقبہ پر قائم کیا گیا؟

(ج) اس وقت اس ریزارٹ کا کام کتنے فیصد مکمل ہو چکا ہے، کتنا ابھی باقی ہے اور یہ کب تک مکمل ہو جائے گا؟

(د) اس ٹورسٹ ریزارٹ پر کیا کیا سہولیات فراہم کی جارہی ہیں یا فراہم کرنے کا ارادہ ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد):

(الف) ٹورسٹ ریزارٹ واہگہ بارڈر پر ڈویلپمنٹ کا کوئی کام نہیں ہو رہا ہے۔

(ب) ابھی تک T.D.C.P نے واہگہ کے مقام پر کوئی ریزارٹ نہیں بنایا ہے مگر T.D.C.P کے پاس چھ کنال جگہ اس مقصد کے لئے موجود ہے۔ جس پر ماضی میں پلاننگ بھی کی گئی لیکن مختلف N.O.C,s کے اجرا نہ ہونے کی وجہ سے کام شروع نہ ہو سکا اس کی حال ہی میں fencing کی گئی ہے۔

(ج) ابھی واہگہ بارڈر پر کوئی کام نہیں ہو رہا ہے۔صرف چاروں طرف سے تار لگا کر نشاندہی کی گئی ہے۔

(د) ابھی تک یہاں پر کوئی سہولت میسر نہیں جبکہ مستقبل میں واہگہ بارڈر ریزارٹ پر درج ذیل سہولیات فراہم کرنے کا ارادہ ہے:۔
ٹورسٹ انفارمیشن سنٹر، رسٹورنٹ، سوئمنگ پول، 5 بیڈ روم، ان ڈور کلب، سوونیر شاپ، منی گاف کلب، B.B.Q، کار پارکنگ، کیمپنگ ایریا وغیرہ۔

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! انہوں نے جواب کے جز (ب) میں کہا ہے کہ مختلف N.O.Cs کے اجراء نہ ہونے کی وجہ سے کام شروع نہ ہو سکا اس کی حال ہی میں fencing کی گئی ہے۔ میں یہ ضمنی سوال پوچھنا چاہتی ہوں کہ مختلف N.O.Cs سے کیا مراد ہے، یہ کن کن محکمہ جات سے جاری کروانے تھے اور جاری کیوں نہیں ہو سکے؟ پہلے مجھے اس کا جواب دے دیں اس کے بعد میں اگلا ضمنی سوال کروں گی۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! ہم نے چھ کنال جگہ خریدی جس کی رجسٹری باقاعدہ ٹورزم ڈیپارٹمنٹ کے نام ہو چکی ہے لیکن وہ بارڈر کا ایریا ہے اور پاک افواج کا ہے۔ ہم نے وہاں باقاعدہ apply N.O.Cs کئے تھے لیکن وہ ہمیں نہیں ملے۔ اس میں involve N.L.C ہے۔ وہاں پہلے ہی P.T.D.C کا resort بنا ہوا ہے۔ ان کے ساتھ ہمارا رابطہ ہے ہم نے انہیں جو last letter لکھا تھا اس کی کاپی بھی میرے پاس موجود ہے لیکن ابھی تک ہمیں اس کا جواب نہیں ملا۔ میں توقع رکھتا ہوں کہ اب اٹھارہویں ترمیم کے بعد جو devolution ہوئی ہے اس میں یہ معاملہ حل ہو جائے گا اور P.T.D.C کا وہ resort بھی حکومت پنجاب کو مل جائے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ resort بننا چاہئے اور اس کی ضرورت بھی ہے۔ ہم نے اس کے N.O.C کے لئے process adopt کیا ہوا ہے اور ہم مزید کوشش کریں گے کہ آرمی سے جو N.O.Cs لینے ہیں وہ مل جائیں۔ انشاء اللہ یہ resort ضرور بنے گا۔

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! میرا اگلا ضمنی سوال ہے کہ انہوں نے جواب کے جز(د) میں بھی یہی جواب دیا ہے کہ ارادہ رکھتے ہیں۔ میرا یہی سوال ہے کہ یہ کب تک کا ارادہ رکھتے ہیں؟ چونکہ انہوں نے اس پر بھی انشاء اللہ کہہ کر بات آگے ڈال دی ہے حالانکہ یہ سوال بھی ایک سال پرانا ہے۔ اگر انہوں نے اس سوال کا جواب بھی یہی انشاء اللہ والا دینا ہے تو پھر بے شک جواب دینے کے لئے اٹھنے کی تکلیف نہ کریں۔ مہربانی۔

جناب سپیکر: اس کے بغیر تو کچھ بھی نہیں ہوتا۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! ہم نے آخری لیٹر 2010-1-8 کو بھیجا تھا جس پر وہاں کے بریگیڈئر غلام اکبر صاحب کی طرف سے ہمیں تحریری جواب بھی ملا ہے ہم وہاں پر انفارمیشن سنٹر بنانا چاہتے تھے، وہاں پر پانچ بیڈ روم بنانا چاہتے تھے، ہم وہاں پر indoor games اور منی گالف کلب بھی بنانا چاہتے تھے، ہم وہاں پر کار پارکنگ سٹینڈ بھی بنانا چاہتے تھے۔ اب ہم نے اس چھ کنال کی جگہ پر باڑ لگا دی ہے وہ جگہ باقاعدہ حکومت پنجاب کے پاس آ چکی ہے اور ہم نے اس کی possession بھی لے لی ہے۔

جناب سپیکر: fencing ہو چکی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): انشاء اللہ ہماری کوشش ہے کہ ہم اس معاملے کو بہت جلد resolve کریں۔

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! محترم پارلیمانی سیکرٹری صاحب اس سلسلے میں کوئی time frame بتا دیں۔

جناب سپیکر: انہوں نے ایک بات کی ہے کہ اٹھارہویں ترمیم کی implementation کے بعد اس پر کام شروع کریں گے۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! اس سلسلے میں میرا ضمنی سوال ہے کہ۔۔۔

جناب سپیکر: اب اس کا ٹائم ختم ہو چکا ہے۔ اگلا سوال محترمہ شگفتہ شیخ صاحبہ کا ہے۔

محترمہ شگفتہ شیخ: جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 6322 ہے۔ میری استدعا ہے کہ اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ضلع قصور۔روٹ پرمٹ جاری کرنے کی تعداد و دیگر تفصیلات

*6322: محترمہ شگفتہ شیخ: کیا وزیر ٹرانسپورٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) سال 08-2007، 09-2008، 10-2009 میں ضلع قصور میں کتنے روٹ پرمٹ جاری کئے گئے، ان سے کتنی آمدنی ہوئی؟

(ب) مذکورہ عرصہ کے دوران کتنے روٹ پرمٹ کینسل کئے گئے؟

(ج) ضلع قصور میں کتنی کمپنیوں اور اشخاص کو روٹ پرمٹ دیا گیا ہے، تفصیل سے آگاہ کریں؟

(د) ضلع قصور میں بسوں، ویگنوں کے کتنے اڈے ہیں کتنے سرکاری اور کتنے پرائیویٹ اور کون کون سی کلاس کے سٹینڈز ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے ٹرانسپورٹ (جناب محمد خرم گلفام):

(الف)

سال 08-2007	جاری شدہ تعداد روٹ پرمٹ 620	آمدن -/1,757,100 روپے
سال 09-2008	جاری شدہ تعداد روٹ پرمٹ 560	آمدن -/1,756,050 روپے
سال 2009 تا 30-04-2010	جاری شدہ تعداد روٹ پرمٹ 551	آمدن -/988,650 روپے

(ب) 346 عدد

(ج) ایک کمپنی نیو سٹار بس سروس کو آٹھ عدد روٹ پرمٹ جاری کئے گئے ہیں۔اس کے علاوہ 1723 اشخاص کو روٹ پرمٹ جاری کئے گئے ہیں۔

(د) ضلع قصور میں سرکاری اڈے 6 عدد جو کہ تمام کے تمام، "سی" کلاس سٹینڈ ہیں اس کے علاوہ 6 عدد پرائیویٹ سٹینڈ ہیں جو کہ "ڈی" کلاس بس سٹینڈ ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔(قہقہے)

جناب سپیکر: ابھی ٹھہریں۔آپ کیا کر رہے ہیں؟ آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔جی، محترمہ!

محترمہ شگفتہ شیخ: جناب سپیکر! جواب کے جز (الف) میں بتایا گیا ہے کہ سال 08-2007 میں جاری شدہ تعداد روٹ پرمٹ 620 اور اس کی آمدن -/1757100 ہے۔سال 09-2008 میں جاری شدہ

تعداد روٹ پرمٹ 560 ہے اس کی آمدن -/1756050 روپے جبکہ سال 10-2009 میں جاری شدہ تعداد روٹ پرمٹ 551 ہے لیکن اس کی آمدنی -/988650 روپے ہے۔یہ 7 لاکھ 68 ہزار 450 روپے کا فرق ہے۔روٹ پرمٹ کا difference تو لگتا ہے لیکن آمدنی میں اتنا فرق ہونے کی کیا وجہ ہے؟

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے ٹرانسپورٹ (جناب محمد خرم گلفام): جناب سپیکر! پہلی بات تو یہ ہے کہ 620 اور 551 میں ساٹھ ستر روٹس کا فرق پڑ گیا ہے۔دوسری بات یہ ہے کہ roads کے حساب سے routes کی ABC categories ہیں۔A category کی فیس اور ہے اور B category کی فیس اور ہے۔ممکن ہے کہ 10-2009 میں جو routes آئے ہیں وہ C and D categories کے زیادہ ہوں جس وجہ سے ان کی آمدنی کم ہوئی ہے۔

جناب سپیکر: نہیں۔آپ ممکن کی بات نہ کریں۔آپ محکمے کے ذمہ دار ہیں۔یہ بات ٹھیک نہیں ہے۔آپ کو exact figures کا پتا ہونا چاہئے کہ کیا وجہ ہے؟آئندہ سے احتیاط کریں۔اب انہیں اس بات پر تسلی ہو گئی ہے۔

محترمہ شگفتہ شیخ: جناب سپیکر! انہوں نے بتایا ہے کہ ABC categories ہیں لیکن جواب میں تو categories کا ذکر تک نہیں کیا گیا اس میں تو سال کا ذکر ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ٹرانسپورٹ (جناب محمد خرم گلفام): جناب سپیکر! انہوں نے categories کا پوچھا ہی نہیں تھا بلکہ انہوں نے پوچھا تھا کہ آمدنی کتنی ہے؟

جناب سپیکر: چلیں، آئندہ پوچھ لیں گے۔اب آپ اسے چھوڑ دیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ٹرانسپورٹ (جناب محمد خرم گلفام): یہ تو ضمنی سوال کا جواب ہے۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! میں ضمنی سوال کرنا چاہتی ہوں۔

جناب سپیکر: جی، آپ ضمنی سوال پر آ جائیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! جواب کے جز (ب) میں کہا گیا ہے کہ 346 روٹس کینسل کئے گئے ہیں۔ابھی محترمہ نے بڑا valid سوال پوچھا تھا۔چونکہ آپ کا تعلق بھی ٹرانسپورٹ سے رہا ہے بلکہ ہے اس لئے آپ کو پتا ہو گا۔۔۔

جناب سپیکر: نہیں۔میرا ٹرانسپورٹ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! شیخ صاحب جانتے ہیں۔۔۔

رائے محمد اسلم خان: جناب سپیکر! محترمہ کو شک ہے کہ شاید آپ شیخ صاحب کے حصہ دار ہیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! شیخ صاحب بہت competent ہیں اور وہ ٹرانسپورٹ کے متعلق ساری بات جانتے ہیں۔میرا یہ ضمنی سوال ہے کہ انہوں نے جو 346 روٹس کینسل کئے ہیں کیا ان لوگوں کو کہیں accommodate کیا گیا ہے؟ ٹرانسپورٹر نام تو بہت بڑا ہے لیکن ایک گاڑی میں پانچ پانچ، چھ چھ خاندان پل رہے ہوتے ہیں۔ایک ویگن یا بس چلنے سے کتنے گھرانے چلتے ہیں لہذا پارلیمانی سیکرٹری صاحب بتائیں کہ انہوں نے جو روٹس کینسل کئے ہیں انہیں کہیں accommodate کیا ہے؟

جناب سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب! محترمہ پوچھ رہی ہیں کہ جو 346 روٹ کینسل ہوئے ہیں آپ نے انہیں کہیں accommodate کیا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے ٹرانسپورٹ (جناب محمد خرم گلفام): جناب سپیکر! جو روٹ کینسل کئے جاتے ہیں اس سلسلے میں عرض ہے کہ جو گاڑی وین یا بس قانون، رولز کے مطابق چلتی ہے اس کا روٹ کینسل نہیں کیا جاتا بلکہ جو قانون اور rules mentioned سے ہٹ کر چلتی ہے یا اپنا روٹ پورا نہیں کرتی، روٹ پر کچھ اور لکھا ہوتا ہے یا پھر وہ over loading کرتی ہے تو اس وجہ سے روٹ کینسل کئے جاتے ہیں اس لئے ہم انہیں تو accommodate نہیں کر سکتے۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: شاید انہیں detail معلوم نہیں، جب LTC announce کی گئی تھی تو اس نے کہا تھا کہ چونکہ ہماری بسیں heavy duty ہیں لہذا چھوٹی فلائنگ کوچز کو راستے سے ہٹایا جائے لیکن یہ نہیں سوچا گیا کہ جب چھوٹی فلائنگ کوچز کو ہٹایا جائے گا تو اس سے کتنے خاندان مریں گے، کتنے خاندان بھوکے بیٹھیں گے، کیا انہوں نے تو صرف LTC کو promotion دینے کے لئے روٹ کینسل کئے تھے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے ٹرانسپورٹ (جناب محمد خرم گلفام): جناب سپیکر! محترمہ لاہور قصور روٹ کی بات کر رہی ہیں جو فیروز پور روڈ پر چلتا ہے۔انہیں بھی لاہور قصور والی ویگن کا بہت پتا ہے۔جب ہم یہ بسیں لے کر آئے تو لاہور ٹرانسپورٹ کمپنی کا یہ اعتراض تھا کہ منی بس اور ویگن یادگار سے چل کر کاہنہ تک سواری اٹھاتی اور وہیں سے واپس آتی تھی اور قصور تک نہیں جاتی تھی بلکہ وہ بسوں کو بھی interrupt

کرتی تھی جس وجہ سے ہم نے انہیں ایک alternate routes دیا کہ قصور سے آنے والی بس اتفاق ہسپتال کے ساتھ bridge سے باہر جائے گی پھر رائے ونڈ روڈ اور بند روڈ سے ہوتی ہوئی جائے گی لیکن یہ پھر بھی اس کی خلاف ورزی کرتے رہتے ہیں۔ہم نے تو لاہور میں ٹریفک نظام کی بہتری کے لئے یہ کیا ہے۔چونکہ ویگنوں میں تو سواریوں کی تذلیل کی جاتی ہے۔انہیں بھیڑ بکریوں کی طرح اندر ٹھونسا جاتا ہے۔ ان کے روٹ کینسل ہونے کی یہ وجہ تھی اور اب ہم یہاں بسوں کا سسٹم لائے ہیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! وہ روٹ بند روڈ سے اور سیکرٹریٹ سے ہوتا ہوا یادگار پہنچتا ہے۔ انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ اس میں سفر کرنے والے غریب لوگوں کو کتنی تکلیف ہو رہی ہے بلکہ انہوں نے انہیں بھیڑ بکریاں کہہ دیا۔انہوں نے کن لوگوں کو بھیڑ بکریاں کہا ہے؟ انہیں صحیح طریقے سے جواب دینا چاہئے۔ یہ ان انسانوں کو بھیڑ بکریاں کہہ رہے ہیں جو فلائنگ کوچز میں سفر کرتے ہیں۔فلائنگ کوچز میں، میں، وزیر موصوف یا پارلیمانی سیکرٹری سفر نہیں کرتے بلکہ اس میں وہ غریب لوگ سفر کرتے ہیں جن کو انہوں نے بھیڑ بکریاں کہا ہے۔انہیں اپنے الفاظ واپس لینے چاہئیں۔وہ غریب لوگ ہیں، غریب ڈرائیور اور غریب کنڈیکٹر ہیں۔

جناب سپیکر: آپ کی بڑی مہربانی، بہت شکریہ۔ اب سوالات کا وقت ختم ہوا۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ٹرانسپورٹ (جناب محمد خرم گلفام): جناب سپیکر! میں بھی محکمہ ٹرانسپورٹ کے بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔ بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اور اُن کے جوابات

(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

فورٹ منرو اور لال سوہانرا ریزارٹس میں سویٹس کی تعداد و دیگر تفصیلات

*3152: محترمہ عائشہ جاوید: کیا وزیر سیاحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) فورٹ منرو اور لال سوہانرا ریزارٹس کتنے سویٹس پر مشتمل ہیں اور کیا محکمہ ان کی تعداد میں اضافہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات سے آگاہ کریں؟

(ب) 08-2007 اور 09-2008 میں ان ریزارٹس کی آمدن کتنی ہوئی، کیا آمدنی میں بتدریج اضافہ ہو رہا ہے یا کمی اگر کمی ہو رہی ہے تو اس کی وجوہات بیان فرمائیں؟

(ج) کیا محکمہ ان ریزارٹس پر ایسے اقدامات اٹھانے کا ارادہ رکھتا ہے کہ ان کی آمدنی میں اضافہ کیا جا سکے؟

وزیر سیاحت (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) T.D.C.P کے فورٹ منرو ریزارٹ پر پانچ بیڈ رومز اور ایک ڈائننگ ہال اور لال سوہانرا ریزارٹ چھ بیڈ رومز اور ڈائننگ ہال پر مشتمل ہے۔ ٹورسٹ کی کم تعداد کی وجہ سے T.D.C.P ان مقامات پر اور سویٹس یا کمروں کے اضافے کا ارادہ نہیں رکھتی، لیکن اگلے مالی سال میں فورٹ منرو اور لال سوہانرا کے ریزارٹس کی تزئین و آرائش و مرمت کا ارادہ رکھتی ہے۔ اس کام کے لئے اگلے مالی سال کے بجٹ میں بالترتیب 70 لاکھ اور ایک کروڑ کی رقوم رکھی گئی ہیں۔

(ب) فورٹ منرو:-

آمدن برائے سال 08-2007 — 3,08,576/- روپے

آمدن برائے سال 09-2008 (جولائی 2008 تا اپریل 2009) — 1,47,257/- روپے

وجوہات:-

09-2008 میں غیر ملکی اور ملکی سیاحوں کی آمد کم رہی اس لئے آمدنی میں کمی رہی ہے۔

لال سوہانرا:-

آمدن برائے سال 08-2007 — 6,88,996/- روپے

آمدن برائے سال 09-2008 (جولائی 2008 تا اپریل 2009) — 7,31,697/- روپے

(ج) محکمہ ان ریزارٹس کی آمدنی بڑھانے کے لئے منصوبہ بنارہاہے اور حکومت نے اگلے مالی سال میں دونوں ریزارٹس کے لئے جو فنڈز فراہم کئے ہیں وہ اسی پلاننگ کے تحت استعمال کئے جائیں تاکہ مزید ٹورسٹ ان ریزارٹس کارخ کریں۔

لاہور تا شیخوپورہ، یادگار چوک پر بس / ویگن سٹاپ کی بحالی

6337:ڈاکٹر محمد اشرف چوہان: کیاوزیر ٹرانسپورٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ لاہور تا شیخوپورہ جانے والی ویگنوں اور بسوں کا سٹاپ چوک یادگار لاہور پر تھا مگر حکومت نے اسے شاہدرہ موڑ چوک شفٹ کر دیا ہے، جس سے مسافروں کو سفر کرنے کے لئے دقت پیش آتی ہے؟

(ب) کیا حکومت لاہور سے شیخوپورہ جانے کے لئے ویگنوں اور بسوں کا سٹاپ دوبارہ چوک یادگار بحال کرنے کاارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو وجوہات سے آگاہ فرمائیں؟

وزیر ٹرانسپورٹ (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) یہ درست نہ ہے لاہور شیخوپورہ روٹ کی گاڑیاں (چوک یادگار) مینار پاکستان چوک کو بطور بس سٹاپ استعمال کر رہی ہیں۔اس روٹ پر اور دیگر انٹر سٹی روٹوں پر چلنے والی ٹرانسپورٹ کے بہاؤ کو رواں دواں رکھنے کے لئے ان کو جنرل بس سٹینڈ بادامی باغ میں آمدورفت کے لئے "One Way" کی بنیادوں پر چلایا جارہاہے۔ان روٹوں پر چلنے والی ٹرانسپورٹ لاہور شہر میں داخل ہوتے وقت براستہ "مینار پاکستان چوک" لاری اڈا تک جا سکتی ہے اور آزادی چوک میں "راوی چرغہ" کے سامنے سواریاں اتارنے کی سہولت دی گئی ہے جبکہ لاری اڈا بادامی باغ سے شیخوپورہ جانے کے لئے گاڑیاں سبزی منڈی راوی لنک روڈ کا راستہ استعمال کر سکتی ہیں جن کو ٹریفک پولیس نے "نیازی شہید فلائی اوور" کے نیچے سواریاں بار کرنے کی سہولت رکھی ہے۔

جہاں تک بھاٹی سے شیخوپورہ روٹ پر چلائی جانے والی ویگنوں کا تعلق ہے ان کا کیونکہ "One Way" روٹ قابل عمل نہ ہے اس لئے ان کو بھی لاہور شہر میں داخلہ کے وقت "راوی چرغہ" کے سامنے سواریاں اتارنے کی سہولت دی گئی ہے جبکہ بھاٹی سے شیخوپورہ

جاتے وقت ان گاڑیوں کے ڈرائیوروں کو آزادی چوک "اعظم شادی ہال" کے سامنے سروس روڈ پر سواریاں بار کرنے کی اجازت ہے۔

اس طرح کے انتظامات سے مسافروں کو کوئی دقت در پیش نہ ہے۔

(ب) جیسا کہ جز(الف) میں بیان کیا گیا ہے چونکہ لاہور شیخوپورہ روٹ کی گاڑیوں کو چوک یادگار /آزادی چوک میں بس سٹاپ کی سہولت پہلے سے مہیا شدہ ہے لہذا اس کی دوبارہ بحالی کی ضرورت نہ ہے۔

ڈیرہ غازی خان، ٹورازم کارپوریشن کو ریسٹ اینڈ ریکری ایشن ایریا بنانے کا مسئلہ

*4190: جناب محمد محسن خان لغاری: کیا وزیر سیاحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ڈیرہ غازی خان سخی سرور روڈ پر ٹورازم کارپوریشن کے تحت Rest and Recreation ایریا کب بنا؟

(ب) اگر مذکورہ ایریا مکمل ہو گیا ہے تو کیا فنکشنل بھی ہو گیا ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں اور یہ کب تک فنکشنل ہو جائے گا؟

وزیر سیاحت (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) ڈیرہ غازی خان کوئٹہ روڈ سخی سرور کے مقام پر ٹورازم ڈویلپمنٹ کارپوریشن پنجاب نے زائرین اور سیاحوں کی سہولیات کے پیش نظر یہ منصوبہ سال 08-2007 میں تکمیل کو پہنچایا۔ یہ منصوبہ 06-2005 میں شروع کیا گیا۔ ابتدائی طور پر 32 کنال جگہ محکمہ جنگلات سے لی گئی جس کی منظوری حکومت نے جولائی 2005 میں دی بعد ازاں محکمہ جنگلات سے 20 کنال اراضی مزید حاصل کی گئی۔ مذکورہ منصوبہ کل 52 کنال پر مشتمل ہے اور مندرجہ ذیل سہولیات فراہم کی گئی ہیں:۔

-1	گراؤنڈ فلور ریسٹورنٹ	2 ہال	گنجائش 50 افراد فی ہال
-2	فسٹ فلور	2 ہال	ایک برائے Indoor joy land اور دوسرا تقریبات وغیرہ کے لئے

-3 واش رومز و دیگر سہولیات موجود ہیں مثلاً مسجد، وضو کی جگہ، پارکنگ، ٹیوب ویل، بجلی، ملازمین کے لئے رہائش گاہ، باؤنڈری وال وغیرہ۔

4۔ PC-1 کے مطابق منظور شدہ لاگت 58.928 ملین روپے ہے جس میں کیپٹل ہیڈ کے تحت 54.115 ملین روپے اور ریونیو ہیڈ کے تحت 4.768 ملین روپے فنانس ڈیپارٹمنٹ سے ریلیز کئے گئے۔

5۔ یہ منصوبہ 16-05-2006 کو منظور ہوا اور محکمہ C&W نے تعمیر کا کام کیا۔

6۔ اس منصوبہ کا ڈیزائن چیف آرکیٹیکٹ، پنجاب نے بنایا۔ تعمیراتی کام 2006-07 مالی سال میں شروع ہوا۔ اس منصوبے کے لئے ملنے والے فنڈز اور ان کے استعمال کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

Year	Cap.	Rev	Total
2005-06	-	0.050M	0.050M
2006-7	25.000M	4.718M	29.718M
2007-08	28.615M	-	28.615M
	53.615M	4.768M	58.383M

7۔ ریونیو ہیڈ کے تحت فنڈز فنانس ڈیپارٹمنٹ سے ایم ڈی، ٹی ڈی سی پی کے PLA اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کئے گئے جس کے تحت T.D.C.P نے سخی سرور منصوبہ کے لئے مندرجہ ذیل آئٹمز کی خریداری کی:

آئٹم	تعداد	قیمت
1۔ٹویوٹاہائی ایس وین (ایر کنڈیشنڈ) برائے ٹورسٹ	1عدد	20,20,000/-
2۔ہنڈا موٹر سائیکل (70 سی سی) برائے دفتری امور دہی کے لئے	1عدد	53,890/-
3۔جنریٹر 15KVA	1عدد	5,06,250/-
4۔سپلٹ ٹائپ اے سی (ڈیڑھ ٹن)	10عدد	3,65,800/-
5۔کیبنٹ ٹائپ اے سی (7ٹن)	4عدد	16,26,280/-
6۔الیکٹرک واٹر کولرز	4عدد	1,00,000/-

علاوہ ازیں Landscaping کا کام محکمہ جنگلات سے کروانے کے لئے مبلغ -/300000 روپے ان کو ادا کئے ریونیو ہیڈ کے تحت -/28,264 روپے کی بچت کی گئی۔

(ب) مذکورہ منصوبہ مالی سال 2007-08 کے اختتام پر مکمل ہو چکا ہے لیکن ابھی فنکشنل نہیں ہوا جس کی وجوہات مندرجہ ذیل ہیں:۔

- واپڈا اتھارٹیز کی طرف سے الیکٹرک کنکشن دینے میں دیر کی گئی دوران تعمیر الیکٹرک کنکشن کے لئے درخواست دی گئی اور مورخہ 12-01-07 کو MEPCO (Wapda) کی جانب سے مبلغ -/481575 روپے کا ڈیمانڈ نوٹس جاری کیا گیا جو محکمہ پراونشل بلڈنگز ڈویژن ڈیرہ غازی خان کے توسط سے مورخہ 27-01-07 کو جمع کروایا گیا لیکن MEPCO کی جانب سے میٹریل کی عدم دستیابی کی وجہ سے الیکٹرک کنکشن کی تکمیل نہ ہو سکی۔

- ❖ بعدازاں MEPCO (واپڈا) کی جانب سے مورخہ 08-11-24 کو سپلیمنٹری ڈیمانڈ نوٹس جاری کر دیا گیا جس کے تحت مبلغ-/214125 روپے بطور اضافی رقم طلب کئے گئے۔
- ❖ اس سلسلے میں واپڈا اتھارٹیز سے درخواست کی گئی کہ سپلیمنٹری ڈیمانڈ نوٹس کا جواز کیسے بنتا ہے جبکہ تاخیر بھی MEPCO ہی کی جانب سے کی گئی اور اوریجنل ڈیمانڈ نوٹس بروقت جمع کروایا جا چکا ہے لہذا اوریجنل ڈیمانڈ نوٹس کے مطابق ہی الیکٹرک کنکشن مہیا کیا جائے۔اس سلسلہ میں کافی کوشش کی اور ڈی سی او ڈیرہ غازی خان سے مدد حاصل کی گئی کافی کوشش کے بعد MEPCO نے اصل ڈیمانڈ نوٹس کے تحت کام کرنے کی رضامندی ظاہر کی۔
- ❖ الیکٹرک کنکشن نہ ہونے کے سبب ٹیوب ویل نہ چلنے کی وجہ سے پانی کی عدم دستیابی نے landscape کے کام کی تکمیل کو بھی متاثر کیا اور نہ ہی اس ریزارٹ کو فنکشنل کیا جاسکا۔
- ❖ MEPCO (واپڈا) کی جانب سے مورخہ 09-08-01 کو الیکٹرک کنکشن کے سلسلے میں میٹریل مختص کر دیا گیا اور اس وقت سے کنکشن مہیا کر دیا گیا ہے۔
- ❖ اس ریزارٹ کو فنکشنل کرنے کے لئے اخبار میں اشتہار مورخہ 08-07-03 کو دیا گیا مگر کوئی Bid موصول نہ ہوئی۔دوبارہ اشتہار مورخہ 09-08-25 کو دیا جس کے جواب میں تین پارٹیوں نے Bids دیں مگر وہ قابل قبول نہ ہونے کی وجہ سے از سر نو مورخہ 09-10-09 کو اخبار میں اشتہار دیا گیا جس کے جواب میں ایک Bid موصول ہوئی جس کے بعد مورخہ 09-12-22 کو روزنامہ نوائے وقت میں اشتہار دیا گیا ہے۔ Bids موصول ہونے کے بعد اس ریزارٹ کو فنکشنل کر دیا جائیگا۔

لاہور تا گوجرانوالہ، ڈائیوو بس سروس کی بحالی کا مسئلہ

*6338: **ڈاکٹر محمد اشرف چوہان**: کیا وزیر ٹرانسپورٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) آج سے تین سال پہلے لاہور تا گوجرانوالہ ڈائیوو بس سروس کا اجراء کیا گیا تھا جس سے مسافروں کو بہت آسانی ہوتی تھی یہ سروس بند کرنے کی وجوہات بیان فرمائیں؟

(ب) کیا حکومت ڈائیوو بس سروس لاہور تا گوجرانوالہ دوبارہ شروع کرنے کا ارادہ رکھتی ہے یا نہیں؟

وزیر ٹرانسپورٹ (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) اس ضمن میں بیان کیا جاتا ہے کہ ڈائیوو کمپنی نے ائیر کنڈیشن بس سروس لاہور تا گوجرانوالہ شروع کی تھی لیکن کمپنی کو چند مسائل کی وجہ سے اس روٹ پر بس سروس کا جاری رکھنا موزوں نہ تھا لہذا کمپنی نے یہ سروس اپنے طور پر بند کر دی تھی۔اب ڈائیوو بس کمپنی نے پبلک کی سفری ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے دوبارہ ایکسپریس بس سروس شروع کر دی

ہے جس کو شروع ہوئے تین ماہ کا عرصہ گزر چکا ہے اور سروس کامیابی کے ساتھ چل رہی ہے۔یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ انٹر سٹی منظور شدہ روٹوں پر کوئی بھی ٹرانسپورٹر یا ٹرانسپورٹ کمپنی اے سی یا نان اے سی بس کے لئے مجاز اتھارٹی سے قانون کے مطابق روٹ پرمٹ حاصل کر سکتی ہے اور اس روٹ پرمٹ کے اجرا کے لئے کوئی پابندی نہ ہے۔

(ب) جیسا کہ جز(الف) میں بیان کیا گیا ہے کہ ڈائیوو نے دوبارہ لاہور تا گوجرانوالہ بس سروس شروع کر دی ہے۔

سرگودھا ڈویژن میں تفریحی مقامات کی تفصیلات

*5061: جناب علی حیدر نور خان نیازی: کیا وزیر سیاحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) سرگودھا ڈویژن میں کون کونسے تفریحی مقامات محکمہ ہذا کے تحت ہیں؟

(ب) 2008۔09 میں تربیت واران سے محکمہ کو کتنی آمدنی ہوئی اور ان پر کتنے اخراجات ہوئے؟

وزیر سیاحت (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) سرگودھا ڈویژن میں واقع کوئی بھی تفریحی مقام محکمہ ہذا کے تحت نہیں ہے۔

(ب) چونکہ محکمہ ہذا کے تحت کوئی تفریحی مقام نہیں ہے۔اس لئے محکمہ کی کوئی آمدنی اور اخراجات نہیں ہیں۔

سرگودھا۔محکمہ ٹرانسپورٹ کی آمدن واخراجات اور دیگر تفصیلات

*6361: محترمہ زوبیہ رباب ملک: کیا وزیر ٹرانسپورٹ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع سرگودھا میں محکمہ ٹرانسپورٹ کے کتنے ملازمین کام کر رہے ہیں؟

(ب) ضلع ہذا سے محکمہ کو سال 2008-09 اور 2009-10 کے دوران کتنی آمدن کس کس ذرائع سے ہوئی؟

(ج) ان سالوں کے دوران کتنی رقم کس کس مد میں خرچ ہوئی ہے؟

(د) گاڑیوں کے فٹنس سرٹیفکیٹ سے کتنی آمدن ان سالوں کے دوران ہوئی ہے؟

(ہ) گاڑیوں کا فٹنس سرٹیفکیٹ جاری کرنے کا طریق کار اور شرائط کیا ہیں؟

وزیر ٹرانسپورٹ (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) ضلع سرگودھا میں محکمہ ٹرانسپورٹ کے 12 ملازمین کام کر رہے ہیں۔ملازمین کی لسٹ ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب)

سال	روٹ پرمٹ	فٹنس سرٹیفکیٹ	جرمانہ	ٹوٹل
2008-09	Rs. 53,11,400/-	Rs. 48,50,000/-	Rs. 7,25,000/-	Rs. 10886400/-
2009-10	Rs. 48,94,400/-	Rs. 40,75,700/-	Rs. 6,32,000/-	Rs. 9602100/-
ٹوٹل	Rs. 1,02,05,800/-	Rs. 89,25,700/-	Rs. 13,57,000/-	Rs. 2,04,88,500/-

نوٹ:۔2009-10 کی تفصیل 2010-4-30 تک کی ہے۔

(ج)

سال	بجٹ	اخراجات = تنخواہ، ٹی اے، بجلی، ٹیلی فون، پی او ایل وغیرہ
2008-09	Rs. 3783000/-	Rs. 3149124/-
2009-10	Rs. 3154000/-	Rs. 2386352/-
ٹوٹل	Rs. 69,37,000/-	Rs. 55,35,476/-

(د) جز(ب) میں تفصیل ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

(ہ) موٹر وہیکل رولز 1969 کی شق نمبر VI کے تحت گاڑیوں کو فٹنس سرٹیفکیٹ جاری کئے جاتے ہیں۔گاڑی کا مالک گاڑی کو معائنہ کے لئے موٹر وہیکلز ایگزامینر کے سامنے پیش کرتا ہے اور پھر گاڑی کو چیک کرنے کے بعد اس کو فٹنس سرٹیفکیٹ جاری کیا جاتا ہے۔فٹنس سرٹیفکیٹ کی میعاد چھ ماہ ہوتی ہے۔

ٹورسٹ ریزارٹ واہگہ بارڈر لاہور کی ڈویلپمنٹ کی تفصیلات

*5062: جناب علی حیدر نور خان نیازی: کیا وزیر سیاحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ٹورسٹ resort واہگہ بارڈر لاہور کی ڈویلپمنٹ کا کام کن مراحل میں ہے اور یہ کب تک مکمل ہو جائے گا؟

(ب) یہ کتنے رقبہ پر قائم کیا جا رہا ہے اور اس کے لئے زمین کتنی رقم سے خرید کی گئی؟

(ج) اس منصوبہ کا کل تخمینہ لاگت کیا ہے جب یہ شروع کیا گیا تھا اس وقت تخمینہ لاگت کیا تھا اور اب کیا ہے، مکمل تفصیل سے آگاہ کریں؟

وزیر سیاحت (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) ٹورسٹ ریزارٹ واہگہ بارڈر لاہور کے مقام پر کوئی بھی ڈویلپمنٹ کا کام نہیں ہو رہا ہے۔ 2003 میں خریدے گئے 6 کنال اور 18 مرلے رقبہ پر صرف fencing کا کام ہوا ہے۔ 2008 میں NLC حکام نے T.D.C.P سے رابطہ کیا ہے اور اس خرید کردہ رقبے کو دوسری کچھ اور جگہ سمیت "کراس بارڈر ٹرمینل" کی establishment کے لئے مانگا ہے۔ یہ establishment پرائم منسٹر ڈائریکٹو کے تحت ہو رہی ہے۔جبکہ T.D.C.P اس جگہ پر ایک ٹورسٹ ریزارٹ بنانے کا ارادہ رکھتی ہے اور اس سلسلے میں محکمہ ہذا نے نومبر 2008 میں جائینٹ سیکرٹری (CP) وزیراعظم سیکرٹریٹ سے درخواست کی کہ وہ تجویز کردہ منصوبہ برائے تعمیر ٹورسٹ ریزارٹ بمقام واہگہ بارڈر چیک پوسٹ کا معاملہ وزارت دفاع کے پاس لے جایا جائے تاکہ وزیر دفاع محکمہ ہذا کے حق میں ضروری N.O.C ان اجرا کرے تاکہ منصوبہ کو A.D.P کے ذریعے شروع کیا جا سکے تاحال وزیراعظم سیکرٹریٹ سے اس ضمن میں کوئی جواب موصول نہیں ہوا ہے۔

(ب) یہ ریزارٹ 6 کنال اور 18 مرلے رقبہ پر تعمیر کیا جائے گا اور مذکورہ رقبہ 2003 میں بعوض 9 لاکھ 60 ہزار روپیہ میں خریدا گیا تھا۔

(ج) اس منصوبہ کے لئے C.M directive کے تحت 05-2004 میں 5.84 ملین روپے مختص کئے گئے تھے لیکن ڈیفنس حکام نے بارڈر کے نزدیک ہونے کے باعث اس کی تعمیر کے لئے N.O.C جاری نہیں کیا تھا۔

لاہور۔دفتر پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ، آمدن و اخراجات اور عملہ کی تعداد و تفصیل

*6394: محترمہ سیمل کامران: کیا وزیر ٹرانسپورٹ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ کا لاہور میں دفتر موجود ہے، اگر ہاں تو کہاں اور کب سے؟

(ب) اس دفتر میں موجود عملے کی مکمل تفصیلات مع نام، عہدہ اور گریڈ بیان کی جائے؟

(ج) 09۔2008 کے اخراجات اور آمدن کی مکمل تفصیل مع ٹیلی فون، بجلی و دیگر سے آگاہ کیا جائے؟

وزیر ٹرانسپورٹ (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) یہ درست ہے کہ پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ کا دفتر لاہور میں ہے اور یہ 11/A ایجرٹن روڈ لاہور بالمقابل فلیٹیز ہوٹل ٹرانسپورٹ ہاؤس میں ہے۔

(ب) اس دفتر میں موجود عملہ سیکرٹری ٹرانسپورٹ کی زیر نگرانی گولڈن شیک ہینڈ سکیم کے تحت ریٹائرڈ ملازمین کو باقاعدہ ماہانہ پینشن کی ادائیگی، عدالتی کیسوں کی پیروی و دیگر متفرق امور سرانجام دے رہا ہے عملے کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

نام	عہدہ	گریڈ
1-چودھری محمد اقبال	ڈائریکٹر فنانس	17
2-محمد رفیق ملک	پی اے	16
3-محمود الحسنین کاظمی	اسسٹنٹ آڈٹ	12
4-محمد اسلم	اسسٹنٹ لیگل وایڈمن	12
5-مرزا سلیم بیگ	سینئر کلرک (کورٹ)	10
6-محمد حنیف بھٹی	سینئر کلرک	9
7-عابد اقبال غوری	جونیئر کلرک اکاؤنٹس	5

(ج) سال 09-2008 کے اخراجات کی مکمل تفصیل درج ذیل ہے:۔

تنخواہیں ودیگر الاؤنسز	-/1559807 روپے
گروپ انشورنس	-/170000 روپے
میڈیکل چارجز	-/5190 روپے
پنشن کنٹریبیوشن	-/40564 روپے
صفائی ستھرائی کے اخراجات	-/54425 روپے
پینشن کمیوٹیشن / ڈیتھ لیوسیلری	-/1030163 روپے
آنریریم اینڈ ریوارڈ / یونیفارم و بیجز / رمضان پیکج	-/54600 روپے
پرنٹنگ سٹیشنری / پوسٹیجز / فوٹو کاپی وغیرہ	-/112376 روپے
وہیکل رننگ اینڈ مین ٹیننس	-/231165 روپے
لیگل، پروفیشنل اینڈ ریٹینر شپ فیس (ایڈووکیٹس)	-/438419 روپے
ریپیئر چارجز	-/125565 روپے

سکیورٹی چارجز(میسرز حطف سکیورٹی سسٹم)	-/991003روپے
انٹرٹیمنٹ	-/5430روپے
متفرق اخراجات	-/11912روپے
بکس اینڈ پبلیکیشنز	-/7094روپے
ٹیلیفون چارجز	-/100222روپے
بجلی کے اخراجات(بذمہ ٹرانسپورٹ ڈیپارٹمنٹ)	- - - - - - -
ٹریولنگ اینڈ کنوینس	-/41914روپے
جی پی ایف	-/4200روپے
ٹوٹل	-/4984049روپے
پینشن سال(09-2008)	-/335162476روپے

آمدن کی تفصیل:۔

آمدن بذریعہ کرایہ کوارٹرز	-/56931روپے
متفرق آمدن	-/58693روپے
لینڈرینٹ چارجز	-/11642روپے
ہائر چارجز	-/1095روپے
ٹوٹل	-/128361روپے

باغ شہیداں مری کا رقبہ و دیگر تفصیلات

*5092: جناب محمد نوید انجم: کیا وزیر سیاحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) باغ شہیداں مری کتنے رقبہ پر مشتمل ہے؟

(ب) یہ باغ کب قائم کیا گیا تھا؟

(ج) اس باغ پر سال 08۔2007 اور 09۔2008 کے دوران کتنی رقم سال وار خرچ ہوئی؟

(د) اس باغ کے لئے سال 10۔2009 میں کتنی رقم مختص کی گئی ہے؟

(ہ) اس سال اس باغ میں کون کون سے کام کروانے مقصود ہیں ان کاموں کے نام اور تخمینہ لاگت بتائیں؟

(و) اس باغ میں کتنے ملازمین کام کر رہے ہیں؟

(ز) اس باغ میں عوام کی سیر و تفریح کے لئے کیا کیا سہولیات موجود ہیں؟

وزیر سیاحت (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) اس باغ کا کل رقبہ 25 کنال ہے جس میں 10 کنال پر باغ واقع ہے اور اس 10 کنال میں سے صرف 4 کنال بطور باغ استعمال ہو رہا ہے جس میں تین تالاب ہیں ایک مسجد اور ایک ریسٹورنٹ ہے۔

(ب) یہ باغ 1965 میں شہدا کشمیر کی یاد میں تعمیر کیا گیا تھا۔

(ج) محکمہ ہذا نے 08-2007 اور 09-2008 کے دوران اس باغ پر کوئی رقم خرچ نہیں کی۔

(د) حال ہی میں محکمہ ہذا نے باغ کی تزئین و آرائش کے سلسلے میں تکنیکی مالی تجاویز طلب کیں۔ محکمہ ہذا نے اس باغ کی تزئین و آرائش کے سلسلے میں حال ہی میں ایک سمری وزیر اعلیٰ پنجاب کے نام ارسال کی ہے جس میں تخمینہ لاگت مبلغ 66.85 ملین روپے بیان کی گئی ہے محکمہ ہذا ارسال کردہ سمری کے جواب کا منتظر ہے۔

(ہ) باغ کے ارد گرد حفاظتی باڑ، داخلی دروازہ، سکیورٹی چیک پوسٹ اور انفارمیشن بوتھ کی تعمیر، فوڈ کورٹ کی تعمیر، لینڈ سکیپنگ کا کام، فوارہ کی تعمیر، بیٹھنے کے لئے بنچوں کی فراہمی، بارشوں سے بچاؤ کے شیڈ، بچوں کے جھولے، مردوں اور عورتوں کے لئے بیت الخلا کی تعمیر، پینے کے لئے صاف پانی کی فراہمی، سکیورٹی الارم اور آگ سے بچاؤ سامان، سٹور اور سکیورٹی گارڈ کے لئے کمرے کی تعمیر اور دوسری ضروری اشیائی فراہمی جو کہ باغ کی خوبصورتی میں اضافہ کریں گی۔

(و) اس باغ میں کوئی ملازم کام نہیں کر رہا ہے فی الحال مری TMA کے لوگ وقتی فرائض سرانجام دیتے ہیں۔

(ز) اس باغ میں ایک چھوٹا سا ریسٹورنٹ ہے اور بچوں کے لئے دو عدد جھولے ہیں۔

سٹوڈنٹ ٹکٹ سے متعلقہ تفصیلات

*6395: محترمہ سیمل کامران: کیا وزیر ٹرانسپورٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

کیا یہ درست ہے کہ صوبہ پنجاب میں سرکاری، غیر سرکاری اور دینی مدارس کی طالبات اور طلباء کو بسوں میں سفر کرنے کے لئے ٹکٹ پر رعایت ملتی ہے، اگر ہاں تو کتنی نیز اس رعایت سے مستفید ہونے کا طریقہ کیا ہے، مکمل تفصیلات سے آگاہ کیا جائے؟

وزیر ٹرانسپورٹ (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

طلباء اور طالبات کو بسوں میں سفر کرنے کے لئے ٹکٹ پر حکومت پنجاب کی طرف سے رعایت نہیں دی جا رہی تاہم حکومت پنجاب طالب علموں کی سفری مشکلات سے آگاہ ہے۔ طالب علموں کو ٹرانسپورٹ کی سہولتیں فراہم کرنے کے لئے محکمہ ٹرانسپورٹ، تعلیم اور منصوبہ بندی و ترقیات نے باہمی طور پر اس سلسلے میں جامع منصوبہ بندی کی ہے۔پہلے مرحلے کے طور پر پنجاب کے بڑے شہروں میں قائم تعلیمی اداروں کو ٹرانسپورٹ کی ضروریات کے مطابق بسوں کی فراہمی کے لئے جامع منصوبہ بندی کی جا رہی ہے جس سے طالب علموں کو مستقل بنیادوں پر ٹرانسپورٹ کی سہولتیں میسر ہو سکیں گی۔

ٹی ڈی سی پی کے قیام کا مقصد و دیگر تفصیلات

*5093: جناب محمد نوید انجم: کیا وزیر سیاحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) T.D.C.P کے قیام کے مقاصد کیا تھے؟

(ب) اس کو سال 08۔2007 اور 09۔2008 کے دوران کتنی رقم وصول ہوئی تفصیل سال وار بتائیں؟

(ج) ان دو سالوں کے دوران کتنی رقم کس کس منصوبہ پر خرچ ہوئی، ان منصوبہ جات کے نام اور تخمینہ لاگت بتائیں؟

(د) اس کے پاس کتنی سرکاری گاڑیاں ہیں، ان گاڑیوں کی مرمت / تیل پر خرچ کردہ دو سالوں کے دوران رقم کی تفصیل بتائیں؟

(ہ) اس میں گریڈ 18 اور اوپر کی اسامیاں کتنی ہیں اور ان پر تعینات ملازمین کے نام، عہدہ اور گریڈ بتائیں؟

وزیر سیاحت (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) T.D.C.P کے قیام کے بنیادی مقاصد درج ذیل ہیں:۔

1) پاکستان میں سیاحتی صنعت کی ترقی کے لئے اقدامات کرنا اور اس سے منسلک کاروباری سرگرمیاں کرنا۔

2) سیاحوں کو تمام سہولیات، مراعات، خدمات، مدد، حوصلہ افزائی، رعایت اور تفریح کی سہولیات کا بندوبست کرنا اور فراہم کرنا۔

(3) سیاحوں کو تمام قسم کی تفریح فراہم کرنے کے لئے ہوٹل، ریسٹورنٹ،کیفے، ریسٹ ہاؤسز، کیمپنگ سائٹس، سپورٹس فیلڈز، سکیٹنگ، واٹر سکیٹنگ، ہنٹنگ، لاجز، کلب، سنیما، تھیٹر، کیسینو، تفریحی پارک،اکیوریم،ہالیڈے ریزارٹس وغیرہ کاڈیزائن بنانا،قائم، تعمیر اور چلانا۔

(4) سیاحوں کو راغب کرنے کے لئے ملک کی تاریخ،ثقافت آرٹ، لٹریچر،تاریخی مقامات اور سیاحتی دلچسپی کے دیگر اقدامات کی پبلسٹی کرنا تاکہ کارپوریشن کو منافع حاصل ہو۔

(5) صوبائی سالانہ ترقیاتی پروگرام کے ذریعے ترقیاتی فنڈز حاصل کرنااور ان کو کارپوریشن کی نئی سیاحتی سہولیات فراہم کرنے کے لئے استعمال کرنا۔

(6) جامع ترقیاتی منصوبہ بندی کے جاری عمل کے مقصد کے تحت صوبہ کے لئے ٹورازم ماسٹر پلان تیار کرنا اور مختلف وقفوں کے بعد ان ترقیاتی منصوبوں کو صوبائی ADP کے ذریعے حاصل شدہ فنڈز کے ذریعے دوبارہ ترتیب دینا۔

(7) پنجاب میں ٹورازم انڈسٹری کی ترقی و ترویج کرنااور سیاحت سے متعلقہ کاروبار کو پنجاب اور کہیں اور (دوسرے صوبوں وغیرہ) میں جاری رکھنا۔

(ب)

* مالی سال2007-08 کے دوران محکمہ ہذا کو مبلغ 39.686 ملین روپے وصول ہوئے اور یہ رقم 100فیصد تعمیراتی منصوبہ جات پر خرچ کر دی گئی۔

* مالی سال2008-09 کے دوران محکمہ ہذا کو مبلغ 118.421 ملین روپے موصول ہوئے اور 107.673ملین روپے مختلف ترقیاتی منصوبوں پر خرچ کئے گئے۔خرچ شدہ رقم کاتناسب 91فیصد وصول کی گئی رقم پر بنتاہے۔

(ج) مالی سال2007-08 کی خرچ شدہ رقم کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:۔

سکیم کانام	وصول کردہ رقم	خرچ شدہ رقم
کھجوٹ کے مقام پر سیاحتی سہولت کی تعمیر	9.021	9.021 100فیصد
سخی سرور روڈ نزد ڈی جی خان کوئٹہ روڈ پر سیاحوں کی سہولیات کے لئے منصوبے کا قیام	28.615	28.615 100فیصد
چنیوٹ کے قریب سیاحوں کی سہولیات کے لئے پہلے سے مکمل شدہ منصوبے تزئین وآرائش کاکام	2.050	2.050 100فیصد
کل میزان	39.686	39.686

مالی سال2008-09 کی خرچ شدہ رقم کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:۔

سکیم کانام	وصول کردہ رقم	خرچ شدہ رقم
کھجوٹ کے مقام پر سیاحتی سہولت کی تعمیر	15.591	15.487 98فیصد
پتریاٹہ چیئر لفٹ کی تزئین وآرائش کاکام	79.227	79.227 100فیصد

ٹریڈ سنٹر واقع ایم اے جوہر ٹاؤن میں ٹورازم لمپلیکس کی تعمیر کا کام	13.603	12.979 95فیصد
جھیکا گلی تامری چیئر لفٹ / کیبل کار کی تنصیب کے سلسلے میں فیزیبیلٹی سٹڈی	10.000	
کل میزان	118.421	107.693

(د) ٹی ڈی سی پی کے پاس 22 سرکاری گاڑیاں ہیں۔جن میں 9 کاریں سوزوکی جیپ دو عدد وین، ایک سوزوکی بولان دو عدد بیڈ فورڈ ٹرک 6 عدد موٹر سائیکل شامل ہیں۔ان گاڑیوں پر پچھلے دو سالوں میں اٹھنے والے اخراجات کی تفصیل ذیل میں ہے:۔

2007-08

گاڑیوں کی مرمت کے اخراجات	4,70,199/-روپے
تیل پر اٹھنے والے اخراجات	17,38,343/-روپے

2008-09

گاڑیوں کی مرمت کے اخراجات	2,80,747/-روپے
تیل پر اٹھنے والے اخراجات	18,73,283/-روپے

(ہ) ٹی ڈی سی پی کے اپنے گریڈ ہیں تاہم حکومت پنجاب کی جانب سے مندرجہ ذیل عہدیداران تعینات ہیں:۔

نام	عہدہ	گریڈ
1۔میاں وحیدالدین	مینجنگ ڈائریکٹر	BS-20
2۔عائشہ زرین صدیق	جنرل مینجر ایڈمن	BS-19
3۔شہزاد رضا سید	جنرل مینجر فنانس	BS.19
4۔طارق محمود جاوید	جنرل مینجر (آپریشنز)	BS-19

لاہور۔کرایہ نامہ، ٹرانسپورٹ اور وصولی سے متعلقہ تفصیل

*6495: محترمہ نسیم لودھی: کیا وزیر ٹرانسپورٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع لاہور میں جنوری تا مارچ 2010 سٹاپ ٹو سٹاپ حکومت نے کتنا کرایہ مقرر کیا؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ ضلع لاہور میں اکثر ٹرانسپورٹر حضرات مقرر کردہ کرایوں سے زائد وصول کرتے ہیں جس پر مسافروں اور کنڈیکٹر حضرات کے درمیان بحث و تکرار کے ساتھ ساتھ لڑائی جھگڑے بھی ہوئے؟

(ج) حکومت مذکورہ صورتحال پر قابو پانے کے لئے کیا اقدامات اٹھا رہی ہے؟

وزیر ٹرانسپورٹ (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) حکومت پنجاب، محکمہ ٹرانسپورٹ نے لاہور کے شہری روٹوں پر چلنے والی گاڑیوں کے کرایوں کا تعین مورخہ 9۔فروری 2010 کو مندرجہ ذیل شرح سے کر رکھا ہے۔

کرایہ فی سواری	فاصلہ کی تعداد
13.00	4-0 کلومیٹر
18.00	8,4-1 کلومیٹر
22.00	14, 8-1 کلومیٹر
25.00	22, 14-1 کلومیٹر
27.00	22-1 اور اس سے زیادہ

(ب) یہ درست نہ ہے۔ ضلع لاہور کے شہری روٹوں پر فی الوقت کسی قسم کی اوور چارجنگ کی شکایت نہ ہے۔ بلکہ اکثر ٹرانسپورٹر مقررہ شرح سے بھی کم یعنی -/10 روپے فی سواری کے حساب سے کرایہ وصول کر رہے ہیں جبکہ اوور چارجنگ کی شکایت کی صورت میں ان کے خلاف بمطابق قانونی کارروائی کی جاتی ہے چونکہ کرائے کی اوور چارجنگ فی الوقت سرزد نہ ہو رہی ہے لہذا اس وجہ سے کسی جھگڑے کا احتمال نہ ہے۔

(ج) فی الوقت ایسی کوئی صورتحال نہ ہے تاہم اگر کوئی ایسی صورتحال پیدا ہوئی تو موقع محل کے مطابق اس کے تدارک کے لئے اقدامات اٹھائے جائیں گے۔

ڈی جی خان، تفریح کی سہولیات پہنچانے کے لئے اٹھائے گئے اقدامات کی تفصیلات

*5512: چودھری محمد اسد اللہ: کیا وزیر سیاحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) محکمہ جنوبی پنجاب کے لوگوں کو تفریح کی سہولیات پہنچانے کے لئے فورٹ منرو ضلع ڈی جی خان کے مقام پر کیا کیا اقدامات اٹھا رہا ہے، آگاہ کریں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ محکمہ فورٹ منرو کے مقام پر چیئر لفٹ لگانے کے لئے اقدامات اٹھا رہا ہے، اگر جواب اثبات میں ہے تو اس کی مکمل تفصیلات سے ایوان کو آگاہ کریں؟

وزیر سیاحت (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) محکمہ ہذا نے جنوبی پنجاب کے لوگوں کو سیاحت کی سہولیات بہم پہنچانے کے لئے فورٹ منرو کے مقام پر ایک ٹورسٹ ریزارٹ قائم کر رکھا ہے جو کہ مندرجہ ذیل سہولیات پر مشتمل ہے:-

1- ریسٹورنٹ
2- 5 عدد بیڈرومز مع اٹیچ باتھ رومز
3- سرونٹ کوارٹرز

پنجاب ٹورازم نے ان سہولیات کو مزید بہتر بنانے کے لئے حکومتی پالیسی کے تحت BOT Basis پر چلانے اور تزئین و آرائش کرنے کے لئے مورخہ 10-02-2010 کو اخبار میں اشتہار دیا جس کے تحت پرائیویٹ سیکٹر سے ٹیکنیکل اور فنانشل تجاویز مانگی گئیں۔ تجاویز دینے کی آخری تاریخ 06-02-2010 تھی جس کے لئے کوئی تجویز موصول نہیں ہوئی۔

(ب) جنوبی پنجاب میں سیاحوں کی سہولیات کے پیش نظر فورٹ منرو کے مقام پر چیئر لفٹ / کیبل کار کی تنصیب کا منصوبہ بنایا گیا۔ اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے سے پیشتر چیئر لفٹ کی فزیبلٹی رپورٹ تیار کروانے کے لئے کنسلٹنٹ M/S EGC (Pvt) Ltd کو یہ کام سونپا گیا۔ جنہوں نے فورٹ منرو میں چیئر لفٹ کی تنصیب کے لئے مکمل فزیبلٹی سٹڈی رپورٹ تیار کی اور PC-1 بھی تشکیل دیا۔ چیئر لفٹ / کیبل کار کی تنصیب کا تخمینہ 1392.838 ملین روپے لگایا گیا لیکن پی اینڈ ڈی بورڈ گورنمنٹ آف پنجاب نے اس کا تخمینہ بہت زیادہ ہونے کے سبب مالی سال 08-2007 کے سالانہ ترقیاتی پروگرام میں شامل نہیں کیا۔

فیصل آباد۔ویگنوں اور بسوں کے روٹس و دیگر تفصیلات

*6896: خواجہ محمد اسلام: کیا وزیر ٹرانسپورٹ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) فیصل آباد شہر میں کتنے روٹس پر ویگنیں اور بسیں چل رہی ہیں؟

(ب) ہر روٹ پر بسوں کی تعداد اور مالکان کے نام بتائیں؟

(ج) مزید کس کس روٹس پر حکومت بسیں چلانے کا ارادہ رکھتی ہے؟

(د) کیا یہ درست ہے کہ اس شہر میں ٹرانسپورٹ کی انتہائی کمی ہے، حکومت اس کے حل کے لئے کیا اقدامات اٹھا رہی ہے؟

وزیر ٹرانسپورٹ (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) فیصل آباد شہر میں 12 روٹس پر ویگنیں اور بسیں چل رہی ہیں جن کی تفصیل جز (ب) میں بیان کی جائے گی۔

(ب) ہر روٹ پر بسوں اور ویگنوں کی تعداد اور مالکان کے نام درج ذیل ہیں:۔

(A) جن روٹس پر صرف بسیں چل رہی ہیں:۔

روٹ نمبر	تعداد بسیں	نام مالک
B-6	14	چودھری خالد بشیر، بشیر سنز میٹرو
B-11	14	چودھری عاصم نذیر منٹھار میٹرو و چودھری خالد بشیر، بشیر سنز وغیرہ

(B) جن روٹس پر صرف ویگنیں چل رہی ہیں:۔

روٹ نمبر	تعداد ویگن	نام مالک
B-3	8	فیصل آباد اربن ٹرانسپورٹ اینڈ ویلفیئر سوسائٹی
B-9	60	۔ایضاً۔
B-10	93	۔ایضاً۔
W-13	73	۔ایضاً۔
W-17	77	۔ایضاً۔
W-19	103	۔ایضاً۔
W-20	143	۔ایضاً۔
W-22	34	۔ایضاً۔

(C) جن روٹس پر بسیں اور ویگنیں مشترکہ چل رہی ہیں:۔

روٹ نمبر	تعداد بسیں	نام مالک	تعداد ویگن	نام مالک
B-1	13	چودھری خالد بشیر، بشیر سنز میٹرو	28	فیصل آباد اربن ٹرانسپورٹ اینڈ ویلفیئر سوسائٹی
B-5	2	۔ایضاً۔	3	۔ایضاً۔

(ج) حکومت ہر اس روٹ پر شہر میں C.N.G بسیں چلانے کا ارادہ رکھتی ہے جس کے لئے کوئی پارٹی / کمپنی / ٹرانسپورٹر مذکورہ معیار کے مطابق بسیں چلانے کے لئے تیار ہو۔

(د) حکومت پنجاب نے دوسرے بڑے شہروں کے علاوہ فیصل آباد میں بھی C.N.G بسیں چلانے کے لئے بذریعہ اخبارات خواہش مند پارٹیوں / ٹرانسپورٹروں کو مدعو کیا اور ٹرانسپورٹرز حضرات کو قائل کرنے کے لئے سیکرٹری ٹرانسپورٹ اور ایڈیشنل سیکرٹری

ٹرانسپورٹ نے بھی آر ٹی اے فیصل آباد میں متعدد میٹنگز کیں اور ان کو حکومت پنجاب محکمہ ٹرانسپورٹ کی RFP پالیسی کے مطابق بشمول سبسڈی مختلف قسم کی مراعات کی بھی پیشکش کی گئی، مورخہ 22-06-2010 کو فیصل آباد میں سیکرٹری ٹرانسپورٹ نے ٹرانسپورٹروں سے RFP پالیسی کے تحت بسیں چلانے کے لئے کاوش کی ہے اور جلد ہی اس شہر میں C.N.G بسوں کی سروس شروع ہو جائے گی۔

محکمہ سیاحت کے ملازمین کی تعداد و دیگر تفصیلات

*6046: رانا محمد افضل خان: کیا وزیر سیاحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) محکمہ سیاحت پنجاب میں کل کتنے ملازمین ہیں، گریڈ وار تفصیل بیان کی جائے؟

(ب) پنجاب میں سیاحت کو ترقی دینے کے لئے آئندہ پانچ سال کے لئے کیا منصوبہ بندی کی گئی ہے اور کون سے نئے منصوبے زیر غور ہیں؟

وزیر سیاحت (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) ٹورازم اینڈ ریزارٹ ڈویلپمنٹ ڈیپارٹمنٹ پنجاب میں اس وقت 41 ملازمین کام کر رہے ہیں۔افسران اور اہلکاران کے نام مع عہدہ تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) محکمہ ہذا سیاحت کو ترقی دینے کے لئے کوشاں ہے اور آئندہ کے لئے منصوبہ بندی کر لی گئی ہے منصوبہ جات کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

ٹورازم کمپلیکس ایم اے جوہر ٹاؤن لاہور

ایم اے جوہر ٹاؤن لاہور میں ٹورازم کمپلیکس کی تعمیر کی منصوبہ بندی کی گئی ہے جس کے لئے ساڑھے چار کنال زمین حاصل کی جا رہی ہے۔اس مد میں -/1,29,79,947 روپے ادا کئے جا چکے ہیں اور -/28,37,444 روپے کی ادائیگی باقی ہے سالانہ ترقیاتی پروگرام میں سال 11-2010۔ کے لئے 16.00 ملین روپے مختص کئے گئے ہیں۔ T.D.C.P، TIC، ITHM اور T&RDD کے دفاتر یہاں منتقل کئے جائیں گے۔

ننکانہ صاحب میں ٹورسٹ ریزارٹ کی تعمیر

ننکانہ صاحب میں ٹورسٹ ریزارٹ کی تعمیر کا منصوبہ محکمہ ہذا کے زیر غور ہے یہ منصوبہ خاص طور سے سکھ یاتریوں کی آمد کے پیش نظر اور سیاحتی سہولیات میسر کرنے کی غرض سے ترجیحی بنیادوں پر مکمل کیا جائے گا۔ جس میں مندرجہ ذیل سہولیات بہم پہنچائی جائیں گی بیڈ رومز مع باتھ رومز، پبلک ٹائلٹس، جوائے لینڈ،

سرونٹ کوارٹرز، لینڈ سکیپنگ واٹر سپلائی وغیرہ اس ریزارٹ کی تعمیر کا تخمینہ 40.00 ملین روپے لگایا گیا ہے اس منصوبہ کے لئے مالی سال 11-2010 کے لئے 10.00 ملین روپے مختص کئے گئے ہیں۔

چولستان میں دراوڑ فورٹ کے قریب ٹورسٹ ویلج کی تعمیر

چولستان میں ٹورسٹ ویلج کی تعمیر زیر غور ہے اور یہ منصوبہ بھی سالانہ ترقیاتی پروگرام 11-2010 میں شامل ہے اور مندرجہ ذیل سہولیات فراہم کی جائیں گی۔رہائشی سہولیات، پبلک ٹائلٹس، ریسٹورنٹ، چار دیواری، پارکنگ، بجلی و پانی کی سہولیات وغیرہ، اس منصوبہ کے لئے مالی سال 11-2010 کے لئے 10.00 ملین روپے مختص کئے گئے ہیں۔

اوچ شریف میں بی بی جوندی کے مزار کی تزئین وآرائش

اوچ شریف میں بی بی جوندی کے مزار کی تزئین وآرائش کا کام جاری ہے اس تاریخی ورثہ کے تحفظ کے لئے سالانہ ترقیاتی پروگرام برائے 11-2010،40.00 ملین روپے مختص کئے گئے ہیں۔

لال سوہانرا بہاولپور ریزارٹ کی اپ گریڈیشن

لال سوہانرا ریزارٹ کی اپ گریڈیشن کا کام جاری ہے مزید 6 بیڈ رومز کی تعمیر کی گئی ہے اور مالی سال 11-2010 کے سالانہ ترقیاتی پروگرام میں 26.325 ملین روپے مختص کئے گئے ہیں تاکہ سیاحوں کو مزید اور بہتر سہولیات بہم پہنچائی جاسکیں۔

جھیکا گلی سے مری تک چیئر لفٹ کی تنصیب

جھیکا گلی سے مری تک چیئر لفٹ کی تنصیب کے لئے منصوبہ بندی کی گئی ہے جس کے لئے فزیبلٹی سٹڈی رپورٹ مکمل ہو چکی ہے اور عنقریب اس کی تنصیب کا کام شروع کر دیا جائے گا۔اس منصوبے کے لئے مالی سال 11-2010 میں سالانہ ترقیاتی پروگرام میں 1515.00 ملین روپے مختص کئے گئے ہیں۔

مری میں سیاحوں کے لئے سہولیات کی فراہمی

مری میں سیاحوں کے لئے سہولیات کی فراہمی کے لئے محکمہ ہذا تیزی سے کام کر رہا ہے اس منصوبہ بندی کے تحت بارش سے بچاؤ کے لئے شیلٹر، پبلک ٹائلٹس ڈسٹ بن، بنچ اور ریسٹ ایریا کی سہولیات بہم پہنچائی جائیں گی مالی سال 11-2010 کے سالانہ ترقیاتی پروگرام میں 19.230 ملین روپے مختص کئے گئے ہیں۔

مری کی ماسٹر پلاننگ

اس منصوبہ بندی کے تحت مری کو آلودگی سے پاک ماحول فراہم کیا جائے گا۔مری کی ماسٹر پلاننگ کے لئے مالی سال 11-2010 کے سالانہ ترقیاتی پروگرام میں 32.445 ملین روپے مختص کئے گئے ہیں۔

کھبیکی ڈسٹرکٹ خوشاب کے مقام پر ٹورسٹ ریزارٹ کی تعمیر

محکمہ ہذا نے سیاحوں کی سہولیات کے پیش نظر کھبیکی کے مقام پر ٹورسٹ ریزارٹ کی تعمیر کی منصوبہ بندی کی ہے۔جس میں مندرجہ ذیل سہولیات بہم پہنچائی جائیں گی۔رہائشی سہولیات، پبلک ٹائلٹس، ریسٹورنٹ،

سرونٹ کوارٹر، لینڈ سیکپنگ، کار پارکنگ وغیرہ، اس منصوبہ کے لئے مالی سال 11-2010 کے سالانہ ترقیاتی پروگرام میں 3.00 ملین روپے مختص کئے گئے ہیں۔

اوچھالی جھیل ڈسٹرکٹ خوشاب کے مقام پر ٹورسٹ ریزارٹ کی تعمیر

اوچھالی کے مقام پر بھی ٹورسٹ ریزارٹ کی تعمیر کی منصوبہ بندی کی گئی ہے اور مندرجہ ذیل سہولیات بہم پہنچائی جائیں گی، رہائشی سہولیات، پبلک ٹائلٹس، ریسٹورنٹ، سرونٹ کوارٹر، لینڈ سیکپنگ، کار پارکنگ وغیرہ، اس منصوبہ کی تعمیر کے لئے مالی سال 11-2010 کے سالانہ ترقیاتی پروگرام میں 3.00 ملین روپے مختص کئے گئے ہیں۔

لاہور۔دھواں چھوڑتی گاڑیوں کے خلاف حکومتی کارروائی کی تفصیل

*7240: **چودھری محمد اسد اللہ**: کیا وزیر ٹرانسپورٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ لاہور شہر میں سڑکوں پر دھواں چھوڑتی گاڑیوں سے فضائی آلودگی بڑھ رہی ہے؟

(ب) کیا حکومت اس فضائی آلودگی سے بچانے کے لئے ان دھواں چھوڑتی گاڑیوں کے خلاف کارروائی کرتی ہے اگر ہاں تو کب؟

(ج) کیا محکمہ ٹرانسپورٹ نے سال 09۔2008 میں ان دھواں چھوڑتی گاڑیوں کے خلاف کوئی کارروائی کی، اگر ہاں تو کتنی، گاڑیوں کے چالان / بند کیا گیا۔تفصیل بیان کی جائے؟

وزیر ٹرانسپورٹ (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) یہ درست نہ ہے۔چونکہ مائع اور گیس پٹرولیم کی قیمتوں میں بہت واضح فرق ہے۔اس لئے یہ بات اخذ شدہ ہے کہ شہر میں 90 فیصد نئی موٹر کاریں قدرتی گیس سے چلنے والی ہی آ رہی ہیں۔قیمتوں میں اسی تضاد کی وجہ سے پہلے سے چلنے والی پبلک ٹرانسپورٹ گاڑیاں بھی تیزی سے گیس ایندھن پر convert ہو رہی ہیں۔مزید برآں لاہور شہر میں چلنے والا ہر نیا رکشا C.N.G انجن کا حامل ہوتا ہے۔اسی طرح حکومت پنجاب محکمہ ٹرانسپورٹ ایک منصوبہ کے تحت تمام پرانے two stroke انجن کے حامل موٹر رکشوں کو four stroke میں convert کرنے کا منصوبہ بنا چکی ہے جس کے لئے مالکان رکشا کی فنی اور مالی معاونت بھی زیر غور ہے۔اس صورتحال میں یہ کہنا درست نہ ہے کہ لاہور میں سڑکوں پر گاڑیوں کے دھواں چھوڑنے کی وجہ سے فضائی آلودگی میں اضافہ ہو رہا ہے بلکہ اس میں بتدریج کمی آ رہی ہے۔

علاوہ ازیں حکومت پنجاب نے محکمہ ٹرانسپورٹ اور ماحولیات پر مشتمل ٹیمیں تشکیل دی ہیں جو پنجاب کے بڑے شہروں لاہور، گوجرانوالہ، ملتان، راولپنڈی، فیصل آباد، سیالکوٹ اور رحیم یار خان میں دھواں چھوڑنے والی پبلک ٹرانسپورٹ کے خلاف کارروائی عمل میں لا رہی ہیں۔ اس کے نتیجہ میں کل 1269 گاڑیاں چیک کیں اور 254 کے بوجہ دھواں چالان کئے گئے۔

(ب) جیسا کہ جز(الف) میں وضاحت کی گئی ہے کہ لاہور شہر میں فضائی آلودگی کا باعث بننے والی گاڑیوں کی تعداد میں بتدریج کمی ہو رہی ہے تاہم پھر بھی محکمہ ٹرانسپورٹ، محکمہ ماحولیات اور ٹریفک پولیس اس ضمن میں کارروائی کرتے رہتے ہیں۔ حکومت اس نظام کو مزید بہتر کرنے کے لئے گاڑیوں کی انسپیکشن اور سرٹیفکیشن کو بذریعہ third party جدید آلات کی حامل موٹر ٹیسٹنگ کمپنیوں کے ذریعے کروانے کا پروگرام ہے۔

(ج) جی ہاں! محکمہ ٹرانسپورٹ پنجاب نے سال 09-2008 کے دوران صرف لاہور شہر میں دھواں چھوڑنے والی گاڑیوں کے خلاف کارروائی عمل میں لاتے ہوئے 3354 گاڑیوں کے ڈرائیوروں کے چالان کئے اور ان میں سے 984 گاڑیوں کو دھواں چھوڑنے اور دیگر خلاف ورزیوں کی پاداش میں تھانہ میں بند کیا گیا۔

محکمہ سیاحت کی ترقی و ترویج کی تفصیلات

*6401: میاں نصیر احمد: کیا وزیر سیاحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ محکمہ سیاحت اپنے محکمے کی ترقی و ترویج کے لئے نئے سیاحتی مقامات کی تلاش کرتا ہے؟

(ب) محکمہ سیاحت کی جانب سے محکمے کی ترقی و ترویج کے لئے کئے جانے والے مثبت اقدامات سے ایوان کو آگاہ فرمایا جائے؟

(ج) اگر جز(الف) کا جواب اثبات میں ہے تو پچھلے دس سالوں میں جن کو سیاحت کے حوالے سے اہم مراکز بنانے کے لئے تلاش کیا گیا ہے ان کے بارے میں مکمل تفصیل سے ایوان کو آگاہ فرمایا جائے؟

(د) اگر تلاش نہیں کئے گئے تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر سیاحت (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) یہ درست ہے کہ محکمہ سیاحت اپنے محکمے کی ترقی و ترویج کے لئے نئے نئے سیاحتی مقامات تلاش کرتا رہتا ہے اور سالانہ ترقیاتی پروگرام میں ان نئے مقامات کو ترقی دینے کے لئے تجویز کرتا رہتا ہے اور منظوری ہو جانے کی صورت میں اس پر عملدرآمد کیا جاتا ہے۔

(ب) محکمہ سیاحت کی جانب سے محکمے کی ترقی و ترویج کے لئے کئے جانے والے مثبت اقدامات جز(ج) میں درج کر دیئے گئے ہیں پچھلے دس سالوں میں بنائے گئے منصوبے اس بات کا ثبوت ہیں کہ محکمہ ہذا سیاحت کی ترقی کے لئے کوشاں ہے۔

(ج) پچھلے دس سالوں میں سیاحت کے حوالے سے بنائے گئے منصوبوں کی تفصیل "Annex "A ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) نئے منصوبے تلاش کرنے میں محکمہ ہمیشہ کوشاں رہتا ہے اور ان منصوبوں پر عملدرآمد کی تفصیل جز(ج) میں درج کر دی گئی ہے۔

ضلع چنیوٹ، بس، ویگن سٹینڈز کی تفصیلات

*7387: سید حسن مرتضیٰ: کیا وزیر ٹرانسپورٹ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع چنیوٹ میں کتنے بس، ویگن، سٹینڈز کس کس جگہ چل رہے ہیں، یہاں پر مسافروں کے لئے کیا کیا سہولیات فراہم کی گئیں ہیں؟

(ب) یہ سٹینڈز کس کس کے کنٹرول میں چل رہے ہیں؟

(ج) ان سٹینڈز سے حکومت کو سال 2009-10 کے دوران کتنی رقم کس کس مد سے وصول ہوئی، تفصیل فراہم کی جائے؟

وزیر ٹرانسپورٹ (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) ضلع چنیوٹ میں کل تین عدد بس / ویگن سٹینڈز چل رہے ہیں جن میں سے دو سی کلاس بس سٹینڈز اور ایک ڈی کلاس بس سٹینڈ ہے جن کی تفصیل اور ان میں موجود سہولیات درج ذیل ہیں:

-1 جنرل بس سٹینڈ چنیوٹ

یہ سٹینڈ تحصیل میونسپل ایڈمنسٹریشن چنیوٹ کے زیرانتظام چل رہا ہے جس میں مسافروں کے لئے موٹروہیکل رولز256 میں بیان کردہ بنیادی سہولیات کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

نمبر شمار	تفصیل سہولیات	حالت
1	مسافر خانہ برائے خواتین و حضرات	تسلی بخش
2	لیٹرین برائے خواتین و حضرات	تسلی بخش
3	آرام گاہ برائے ڈرائیور، کنڈیکٹر حضرات	تسلی بخش
4	پینے کے پانی کا انتظام	تسلی بخش
5	بجلی و روشنی کا انتظام	تسلی بخش
6	صفائی کا انتظام	تسلی بخش
7	Bays برائے گاڑیاں	تسلی بخش
8	شیڈز برائے گاڑیاں	نہ ہیں
9	ان گیٹ، آؤٹ گیٹ	موجود ہیں
10	بکنگ آفس	موجود ہے
11	جگہ برائے نماز	موجود ہے
12	ٹک شاپ/پبلک کال آفس	موجود ہے
13	چار دیواری	موجود ہے

-2 سی کلاس سٹینڈ لالیاں

یہ سٹینڈ تحصیل میونسپل ایڈمنسٹریشن چنیوٹ کے زیرانتظام چل رہا ہے اور زیر تعمیر ہے۔

-3 ڈی کلاس سٹینڈ چنیوٹ زیرانتظام بلال سعید بخشی

یہ سٹینڈ نزد تحصیل چوک چنیوٹ میں قائم ہے جس کی منظوری سال2006 میں سیکرٹری ڈسٹرکٹ ریجنل ٹرانسپورٹ اتھارٹی جھنگ نے بذریعہ لائسنس نمبری4-D/2006 دی تھی۔ چنیوٹ کو ضلع کا درجہ دیئے جانے کے بعد ڈی کلاس سٹینڈ کی میعاد میں مورخہ 3-1-2011 تک بحکم جناب ڈسٹرکٹ کوآرڈینیشن آفیسر چنیوٹ توسیع ہو چکی ہے۔ اس سٹینڈ میں مسافروں کے لئے موٹر وہیکل رولز256 میں بیان کردہ بنیادی سہولیات کی تفصیل DCO چنیوٹ سے تاحال موصول نہ ہوئی ہیں۔

(ب) جیسا کہ جز(الف) میں تفصیلاً بیان کر دیا گیا ہے کہ
"جنرل بس سٹینڈ چنیوٹ" تحصیل میونسپل ایڈمنسٹریشن چنیوٹ
"جنرل بس سٹینڈ لالیاں" تحصیل میونسپل ایڈمنسٹریشن لالیاں
"ڈی کلاس سٹینڈ چنیوٹ" پرائیویٹ شخص / کمپنی کے زیر انتظام چل رہے ہیں۔

(ج) پارکنگ فیس کی صورت میں دونوں جنرل بس سٹینڈز سے سال 2009-10 میں درج ذیل آمدنی وصول ہوئی جبکہ ڈی کلاس سٹینڈ کے پروپرائیٹر نے لائسنس کی تجدید کی فیس جمع کرائی جو کہ درج ذیل ہے:-

(i)	جنرل بس سٹینڈ چنیوٹ	23,00,000/- روپے
(ii)	جنرل بس سٹینڈ لالیاں	21,47,000/- روپے
(iii)	بلال ٹریول سروس چنیوٹ	10,000/- روپے
	ٹوٹل	44,57,000/- روپے

پنجاب میں سیاحت کے زیر اہتمام ریسٹورنٹس کی تفصیلات

*7448: ڈاکٹر فائزہ اصغر: کیا وزیر سیاحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) صوبہ پنجاب میں محکمہ سیاحت کے زیر اہتمام شاہراہوں پر کتنے ریسٹورنٹس قائم تھے، کتنے گزشتہ تین سالوں میں بند ہوئے جو چل رہے ہیں ان کی تعداد کیا ہے ان میں سے کتنے ریسٹورنٹس ٹھیکہ پر دیئے گئے ہیں اور کتنے براہ راست محکمہ خود چلا رہا ہے؟

(ب) مذکورہ ریسٹورنٹس کو ٹھیکہ پر دینے کا طریق کار کیا ہے؟

(ج) ان restaurants سے اوسطاً ماہانہ کتنی آمدنی محکمہ کو حاصل ہوتی ہے جو restaurants بند پڑے ہیں ان کو چلانے کی محکمہ نے کیا منصوبہ بندی کی ہے؟

(د) گزشتہ تین سالوں میں ان restaurants کی تعمیر و مرمت پر کیا اخراجات ہوئے اور سیاحت کے فروغ کے لئے کتنے نئے restaurants کہاں کہاں قائم کرنے کی منصوبہ بندی کی جا رہی ہے تفصیل سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر سیاحت (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) ٹی ڈی سی پی نے مختلف شاہرات پر سات ریسٹورنٹس تعمیر کر رکھے ہیں ان کی تفصیل درج ذیل ہے:-

1- جی ٹی روڈ کھاریاں، ٹھیکہ پر دیا گیا ہے۔
2- کلر کہار، ٹی ڈی سی پی انتظامیہ خود چلا رہی ہے۔
3- چھرہ پانی
4- گھوڑا گلی
5- سالگراں

• یہ تینوں stopovers راولپنڈی تا مری روڈ کی تعمیر کی وجہ سے عارضی طور پر بند ہیں۔

6- چنیوٹ، ٹھیکہ پر دے دیا گیا ہے۔
7- کھجوٹ ایکسپریس روڈ مری، ٹھیکہ پر دے دیا گیا ہے۔

(ب) قومی اخبارات میں اشتہارات کے ذریعہ تجربہ کار پرائیویٹ پارٹیوں کو لیز پر دینے کی باقاعدہ دعوت دی جاتی ہے۔بولیاں (bids) وصول ہونے کے بعد نہایت شفاف طریقے سے زیادہ بولی دینے والی اور اچھی شہرت کی حامل پارٹی (firm) کو ایک خاص وقت کے لئے محکمانہ قواعد وضوابط کی پابندی کے ساتھ ٹھیکہ پر دے دیا جاتا ہے۔

(ج)

	نام ریسٹورنٹ	ماہانہ آمدن (روپے)
-1	کھاریاں (ٹھیکہ پر ہے)	68250/-
-2	کلر کہار	123498/-
-3	چنیوٹ (ٹھیکہ پر ہے)	55000/-
-4	کھجوٹ (ٹھیکہ پر ہے)	90000/-

چھرہ پانی، گھوڑا گلی اور سالگراں stopovers بوجہ تعمیر سڑک (راولپنڈی تا مری) عارضی طور پر بند ہیں۔محکمہ ان کو بہتر طریقے سے چلانے کے لئے ٹھیکہ پر دینے کا ارادہ رکھتا ہے اس سلسلہ میں باقاعدہ اخبارات میں اشتہار کے ذریعے اچھی شہرت کی حامل فرموں کو چلانے کی دعوت دی جائے گی۔

(د) گزشتہ تین سالوں میں ریسٹورنٹس کی تعمیر پر جو اخراجات ہوئے ان کی تفصیل درج ذیل ہے:-

1- کھاریاں، تمام تر ذمہ داری ٹھیکیدار پر عائد ہے۔
2- کلر کہار، تعمیر ومرمت پر کوئی اخراجات نہیں ہوئے۔

-3 چھرہ پانی روڈ کی تعمیر کی وجہ سے عارضی طور پر بند ہیں اور تعمیر ومرمت پر کوئی اخراجات نہیں ہوئے۔

-4 گھوڑا گلی،۔ایضاً۔

-5 سالگراں،۔ایضاً۔

-6 چنیوٹ، 3.500 ملین روپے

-7 کھجوٹ، 15.236 ملین روپے خرچ ہوئے۔(نو تعمیر کردہ)

-8 سخی سرور (ڈی جی خان، کوئٹہ روڈ) کے مقام پر ایک عدد شاپ اوورز کی تعمیر مکمل ہو چکی ہے جس پر گزشتہ 3 سال میں تقریباً 56.161 ملین روپے خرچ ہوئے۔مالی سال 07-2006 میں 25.500 ملین روپے اور اس کے علاوہ مالی سال 08-2007 میں 28.615 ملین روپے خرچ ہوئے۔

54.115 (Capital)	ملین روپے
2.046 (Rev)	ملین روپے
کل لاگت	56.161 ملین روپے

مستقبل میں سیاحت کے فروغ کے لئے قومی شاہرات پر کسی نئے ریسٹورنٹ کے قیام کی فی الحال کوئی منصوبہ بندی نہیں کی جارہی ہے۔البتہ مختلف مقامات پر نئے پراجیکٹ بنانے کی تجویز زیر غور ہے جن کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

-1 ننکانہ صاحب میں ٹورسٹ ریزارٹ

-2 دڑاوڑ فورٹ میں سیاحتی گاؤں کی تعمیر

-3 ضلع خوشاب میں واقع اوچھالی اور کھبیکی کے مقام پر سیاحتی منصوبہ جات شروع کرنے کا ارادہ ہے۔

لاہور ٹرانسپورٹ کمپنی کے دفتر کی تفصیلات

*7495: میاں نصیر احمد: کیا وزیر ٹرانسپورٹ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:–

(الف) لاہور ٹرانسپورٹ کمپنی کا دفتر حکومت پنجاب کی سرکاری عمارت میں ہے یا کرایہ کی عمارت میں موجود ہے اگر کرایہ کی عمارت ہے تو اس کا کتنا کرایہ ادا کیا جارہا ہے؟

(ب) لاہور ٹرانسپورٹ کمپنی میں کل کتنے اہلکاران و افسران بھرتی کئے گئے ہیں ان کے نام، عہدہ جات اور گریڈ کی مکمل تفصیل سے ایوان کو آگاہ فرمایا جائے؟

وزیر ٹرانسپورٹ (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) لاہور ٹرانسپورٹ کمپنی کا دفتر انسٹیٹیوٹ آف انجینئرنگ کی بلڈنگ میں چوتھی منزل پر واقع ہے جس کا ماہوار کرایہ مبلغ -/375880 روپے ہے۔

(ب) لاہور ٹرانسپورٹ کمپنی میں کل 142 افسران اور اہلکاران کام کر رہے ہیں جن کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

چونکہ لاہور ٹرانسپورٹ کمپنی (ایل ٹی سی) کمپنیز آرڈیننس 1984 سیکشن 42 کے تحت معرض وجود میں آئی ہے لہذا بورڈ آف ڈائریکٹرز کی منظوری کے بعد جو اہلکار کام کر رہے ہیں ان کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں ایک منٹ لینا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: آپ کو اب پوائنٹ آف آرڈر نہیں ملے گا، آپ مہربانی کر کے تشریف رکھیں۔

رانا محمد افضل خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

پوائنٹ آف آرڈر

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! میں بھی پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں اور مجھے ایک منٹ کے لئے بات کرنی ہے۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں کیونکہ میں نے floor رانا افضل صاحب کو دیا ہوا ہے۔

سگیاں پل کے راستے لاہور میں داخل ہونے والی سڑک کو بند کرنے سے مسافروں کو پریشانی کا سامنا

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! آپ کا شکریہ۔ اس وقت میں جس حوالے سے point of order پر بات کر رہا ہوں اس point کو میں آج تیسری مرتبہ اس floor پر agitate کر رہا ہوں کہ D.I.G (operations),Lahore کے دفتر کے سامنے دو رویہ سڑک کو بند کر کے یک طرفہ سڑک بنا دی گئی ہے۔ شیخوپورہ، جھنگ، فیصل آباد اور سرگودھا کی طرف سے آنے والی ٹریفک جو کہ سگیاں پُل کو

cross کرتے ہوئے outfall road سے گزرتی ہے اور اسی طرح جو ٹریفک لاہور سے واپس ان شہروں کو جاتی ہے وہ بھی یہیں سے گزرتی ہے۔ وہاں پر انہوں نے اس ٹریفک کو block کر رکھا ہے جس کی وجہ سے اس جگہ پر آدھا آدھا گھنٹہ ٹریفک جام رہتی ہے۔ یہ بالکل ناجائز کیا گیا ہے۔ میں نے اس حوالے سے لکھ کر بھی دیا ہوا ہیں۔ میں آج آپ سے درخواست کروں گا کہ اس کی وجہ سے ہزاروں، لاکھوں لوگ تکلیف میں مبتلا ہیں۔ عوام کی سہولت کے لئے کروڑوں، اربوں روپے کے پُل بنائے گئے ہیں لیکن اس سڑک کو بلاک کر کے ہماری ساری investment ضائع کر دی گئی ہے۔ میں نے اسمبلی کے floor پر بھی بات کی ہے لیکن ان کے اوپر جُوں تک نہیں رینگی۔ میں نے اس point کو تین مرتبہ اس House کے اندر agitate کیا ہے لیکن اس پر کوئی عملدرآمد نہیں ہو سکا۔ آج میری آپ سے درخواست ہے کہ اس حوالے سے House کی ایک کمیٹی بنائی جائے اور اس کمیٹی کے ذریعے آپ اس معاملے کو resolve کروائیں۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! رانا محمد افضل خان صاحب نے جو point raise کیا ہے اس حوالے سے عرض ہے کہ یقیناً وہاں پر ٹریفک block ہوتی ہے اور لوگوں کو مشکلات کا سامنا ہے۔ جب سے ون فائیو (15) کا incident ہوا ہے تو اُس وقت سے وہ عمارتیں کہ جن کو threats ہیں، confirmed threats ہیں کیونکہ intelligent agencies نے اس بات کو verify کیا ہے کہ ان جگہوں یا فلاں فلاں personalities کو imminent threats ہیں تو ان کے لئے تھوڑا سا space create کرنے کے لئے بعض جگہوں پر اس قسم کی intervention کی گئی ہے۔ بہر حال میں اس سلسلے میں D.I.G(operations) سے کل جواب منگوا لیتا ہوں اور معزز ایوان میں وہ پیش کر دیا جائے گا۔ آپ دیکھ لیجئے گا اگر اس کی reasoning valid ہے تو پھر میں سمجھتا ہوں کہ دہشت گردی کی وجہ سے ہمیں صرف یہاں پر ہی نہیں بلکہ اور بھی بہت ساری جگہوں پر اس طرح کے اقدامات اٹھانے پڑیں گے اور مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔ یہ ایک وقتی مشکل ہے اور ہمیں اس کو بھی پیش نظر رکھنا ہے۔ میں اُن سے اس کی justification منگوا لیتا ہوں۔ اس کو معزز ایوان دیکھ لے گا اور پھر اس کے اوپر آپ کی طرف سے جو observation آئے گی اس کے مطابق عملدرآمد کیا جائے گا۔

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! ہمیں (D.I.G (operations، پولیس کے دوسرے افسران اور ان محکموں کا پورا احترام ہے۔ ہم بھی ان کی حفاظت چاہتے ہیں لیکن انہوں نے اپنی حفاظت کا جو طریقہ اپنایا ہوا ہے وہ غلط ہے۔ ان کی حفاظت وہاں پر RCC دیوار بنا کر بھی کی جا سکتی ہے جو کہ چند لاکھ روپے میں بن جائے گی۔ وہاں پر ساری سڑک بلاک کرنے کی بجائے 20 فٹ کا barrier create کیا جا سکتا ہے۔ ہزاروں اور لاکھوں لوگوں کی تکلیف کی وجہ سے ہم اس چھوٹے سے دفتر کو وہاں سے shift بھی کر سکتے ہیں اس لئے آپ اس حوالے سے ایک کمیٹی تشکیل دے دیں جو کہ اس معاملے کا جائزہ لے اور اس کا کوئی حل تلاش کرے۔ ہم اس بات پر بڑے clear ہیں کہ ان پولیس افسران کی حفاظت ضرور ہونی چاہئے لیکن عوام کی مشکلات کو بھی مدنظر رکھنا ہو گا اور عوام کے مفاد کو اوّلیت دی جانی چاہئے۔

جناب سپیکر: وزیر قانون صاحب اس بارے میں جواب منگوا لیتے ہیں۔ ان کا جواب کل آنے دیں پھر اس کے بعد ہم دیکھیں گے کہ مزید کیا کرنا ہے۔

محترمہ سیمل کامران: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

ممبران اسمبلی کو حاصل استحقاق پر عملدرآمد کا مطالبہ

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! Privileges Act Provincial Assembly of the Punjab کا section-17 visit to hospitals کے بارے میں ہے جس کے تحت ایک ممبر کو privilege دیا گیا ہے کہ وہ کسی بھی ہسپتال، ڈسپنسری اور سوشل ویلفیئر کے دفتر کو visit کر سکتا ہے اور visit کے بعد اپنی رپورٹ بنا کر Minister in-charge کو submit کرے گا۔ اگر کوئی ممبر جاتا ہے، اس privilege کو avail کرتا ہے، اپنی رپورٹ اور reservations متعلقہ Minister in-charge کو submit بھی کروا دیتا ہے لیکن اس کے باوجود اس پر کوئی ایکشن نہیں ہوتا تو پھر میرا خیال ہے کہ آپ ان تمام privileges کو repeal کر دیں، ختم کر دیں۔ اگر اس ہاؤس کے ممبر کی یہ عزت و احترام ہے کہ ان کو جو privileges دیئے گئے ہیں وہ صرف کتابوں کی حد تک موجود ہیں تو پھر ان privileges کا کیا فائدہ ہے اگر یہاں پر محکموں کے منسٹرز نہیں ہیں تو کیا یہ ہمارا قصور ہے اور کیا یہ اس صوبے کی عوام کا قصور ہے کہ محکمہ صحت کا کوئی وزیر نہیں ہے؟ ہسپتالوں کا بُرا حال ہے، لوگ مر رہے ہیں اور رو رہے ہیں۔ وزیر اعلیٰ صاحب overburdened ہیں اس لئے کچھ ہو نہیں سکتا تو پھر آپ ہمیں اس کا کوئی

متبادل حل بتا دیں۔یہاں پر منسٹر صاحب آتے ہیں،House کے floor پر یہ کہہ کر جاتے ہیں کہ جی، تھوڑی دیر میں جواب دیتے ہیں۔آج اس تھوڑی دیر کو چار مہینے ہو چکے ہیں لیکن جواب نہیں دیا گیا تو جناب! ہم پھر ان چیزوں کا جواب کس سے طلب کریں، ہم ان مسائل کے بارے میں کس سے بات کریں اور ان سب باتوں کے لئے کون جواب دہ ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میرا خیال ہے کہ محترمہ کو اس وقت کی صورت حال کا بالکل علم نہیں ہے۔میں سمجھتا ہوں کہ صحت اور تعلیم کے شعبوں کے حوالے سے محترم وزیر اعلیٰ صاحب کا جس طرح کا passion ہے وہ قابل قدر ہے۔اس وقت تمام ہسپتالوں کی نہ صرف ایمرجنسی میں بلکہ indoor patients کو بھی ادویات مفت مل رہی ہیں۔ہسپتالوں میں Dialysis free ہو رہے ہیں۔پہلے جن ہسپتالوں میں گرمیوں کے موسم میں کھڑا ہونا مشکل ہوتا تھا اور لوگ وہاں پر پسینے سے شرابور ہوتے تھے اب وہاں پر تمام general wards بھی air conditioned کر دیئے گئے ہیں۔اگر محترمہ کہیں گئی ہیں اور انہوں نے وہاں پر کوئی چیز point out کی ہے تو یہ اس کی رپورٹ Minister in-charge جو کہ وزیر اعلیٰ صاحب ہیں کے سیکرٹریٹ میں جمع کروائیں۔میں انہیں پورے یقین سے کہتا ہوں کہ شاید کسی اور کابینہ کے ممبر سے کوئی کوتاہی ہو جائے لیکن وزیر اعلیٰ صاحب کے notice میں جو چیز آ جائے گی کہ فلاں ہسپتال میں کوئی کسی قسم کی کوتاہی ہو رہی ہے تو پھر سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا کہ وہ اس کا notice نہ لیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! مجھے تو ساری باتوں کا پتا ہے شاید Honourable Law Minister کو ساری باتوں کا علم نہیں ہے کہ کس جگہ پر کیا ہو رہا ہے؟ میں جو گزارش کر رہی ہوں مجھے اس کا مکمل پتا ہے۔شاید Honourable Law Minister صاحب سمجھ نہیں سکے کہ میں کس context میں بات کر رہی ہوں وہ جواب کچھ اور دے رہے ہیں۔میں پھر وہی بات کروں گی کہ سوال گندم اور جواب چنا۔میں نے ادویات کی مفت فراہمی کے حوالے سے بات نہیں کی ہے۔میں نے تو ایک specific report کی بات کی ہے جو کہ میں نے متعلقہ Minister in-charge کو submit کی ہے وہ چاہے کوئی بھی ہوں مجھے اس سے کوئی concern نہیں ہے کہ یہ محکمہ وزیر اعلیٰ صاحب کے پاس ہے یا کسی اور کے پاس ہے۔میں نے وہ letter آج سے چار مہینے پہلے متعلقہ سیکرٹریٹ کو through T.C.S بھجوایا ہے۔میں نے یہ letter اس concerned ministry کے سیکرٹری کو through T.C.S بھجوایا ہے۔مجھے اس letter کا جواب چاہئے۔میں اس بات کا جواب چاہتی ہوں کہ جناح

ہسپتال کے Operation Theater اور لیبر روم میں بلیاں کیوں گھوم رہی ہیں؟ مجھے اس بات کا جواب چاہئے کہ گرمی کے موسم میں لیبر روم کے air conditioners کیوں خراب ہیں، اس کی چھتیں کیوں ٹپکتی ہیں وہاں پر انہوں نے نیچے بالٹیاں رکھی ہوئی ہیں، کیا معزز وزیر قانون صاحب کے پاس اس کا کوئی جواب ہے، کیا وہ اس بات کو deny کریں گے؟ اگر کریں گے تو مجھے بڑی حیرت ہو گی۔ میں نے اپنی آنکھوں دیکھی صورتحال کا ذکر اپنی report میں کیا ہے اس کے باوجود وزیر قانون صاحب کہہ رہے ہیں کہ میں جھوٹ بول رہی ہوں، غلط کہہ رہی ہوں۔

جناب سپیکر: محترمہ! انہوں نے آپ کو یہ نہیں کہا۔ یہ انہوں نے نہیں کہا۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ جابر سلطان کے آگے کلمہ حق کہنا بھی ایک جہاد ہوتا ہے۔ میں یہ سمجھتی ہوں کہ آج ہم سب کو اپنی اپنی ذات سے باہر نکل کر (ن) لیگ، (ق) لیگ، (ج) لیگ اور (م) لیگ کو چھوڑ کر اس صوبے کے لوگوں کی بھلائی اور بہتری کے لئے بھی کچھ سوچنا چاہئے۔ This is the high time. جناب! اب حد ہو گئی ہے۔ اب بہت کچھ ہو گیا ہے۔

جناب سپیکر! میں کسی دور دراز علاقے لالیاں یا چیچہ وطنی کی بات نہیں کر رہی بلکہ میں تو شہر لاہور کے دل جناح ہسپتال کی بات کر رہی ہوں جس میں انہوں نے اپنے لاڈلے بٹھائے ہوئے ہیں۔ جب آپ merit کو ignore کر کے اس طرح سے اپنے من پسند لوگوں کو بٹھائیں گے تو پھر وہاں پر یہی کچھ ہو گا۔ وہ صرف شاہ کو خوش کرنے کے لئے اپنی ساری توانائیاں صرف کر رہے ہیں۔ اس ہسپتال کا کوئی حال نہیں ہے۔ کسی بھی ہسپتال کے Operation Theater میں انسان جو کہ اشرف المخلوقات ہے کو جانے کی اجازت نہیں ہوتی لیکن اس ہسپتال کے Operation Theater میں بلیاں، کتے اور چوہے پھر رہے ہوتے ہیں لیکن کوئی دیکھنے والا نہیں ہے۔ یہ ایک administrative collapse ہے۔ اس کا جواب کہاں سے آئے گا، کون دے گا؟

جناب سپیکر: مجھے آپ کی information میں کچھ گڑبڑ لگتی ہے۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! میں محترمہ سیمل کامران صاحبہ کی باتوں کی تائید کرتی ہوں۔ واقعی وہاں پر کچھ ایسے ہی حالات ہیں۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میرا خیال ہے کہ میں یہاں پر روز اس قسم کی دس Adjournment Motions کا جواب دیتا ہوں کہ فلاں آدمی سڑک پر گر کر زخمی ہو گیا، فلاں کی کسی موٹر سائیکل سے ٹکر ہو گئی تو بات یہ ہے کہ اگر انہوں نے کسی Adjournment Motion میں اس چیز کی نشاندہی کی تھی تو محترمہ اس Adjournment Motion کا نمبر بتائیں اور اگر اس پر notice نہیں لیا گیا تو ہم متعلقہ ذمہ دار لوگوں کو سزا بھی دیں گے اور ان کی باز پُرس بھی کریں گے۔ اگر یہ اتفاق سے کہیں گئیں اور وہاں سے واپس آ کر انہوں نے کوئی application دی ہے تو بتائیں کہ یہ application کس date کو دی تھی، یہ اس application کی copy دے دیں اور اگر اس پر کوئی action نہیں ہوا تو میں کل ہی ان کی شان میں جواب عرض کر دوں گا۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ میرے پاس کچھ تحریر لے کر آئیں میں اس کا خود notice لوں گا۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! وزیر قانون تو سوال گندم، جواب چنا دے رہے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اگر انہوں نے کوئی Privilege Motion دی ہے تو اس کا بتائیں اور اگر انہوں نے کوئی application دی ہے تو اس کی copy دے دیں میں اس کا جواب دوں گا اور پہلے بھی میں نے جواب عرض کیا ہے اور اب بھی میں جواب عرض کر رہا ہوں اور وہ میرے جواب کو "چنا" کہہ رہی ہیں حالانکہ میں نے "چنا" نہیں دیا، میں نے جواب دیا ہے بلکہ میں نے جواب عرض کیا ہے۔

جناب سپیکر: چلیں، بس ٹھیک ہے۔ محترمہ! آپ تشریف رکھیں۔ (قطع کلامیاں)
آپ یہاں پر تحریر میں کوئی چیز لائیں گی تو اس پر کارروائی کریں گے ناں۔ کس بات پر آپ بات کر رہے ہیں؟ نہیں، میں آپ کی بات نہیں سنتا۔ میں آپ کی ایسی بات نہیں سنوں گا۔

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! پچھلے سے پچھلے session میں میرا سوال نمبر 2483 تھا اس میں آپ نے پارلیمانی سیکرٹری متعلقہ سے رپورٹ مانگی تھی انہوں نے وہ رپورٹ پچھلے session میں دینی تھی، انہوں نے وہ رپورٹ نہیں دی تو مجھے clear کر دیں کہ وہ رپورٹ کب تک House میں پیش کی جائے گی اگر وہ رپورٹ دے دیں تو ٹھیک ہے، نہیں تو پھر مجھے تحریک استحقاق پیش کرنے کی اجازت دے دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، آپ ابھی اتنی زیادہ تیزی نہ دکھائیں۔ آپ کی مہربانی۔ اس پر کل بات کریں گے۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ!

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! میں اس point of order پر Law Minister & Food Minister کی توجہ چاہتی ہوں کہ اگر آپ potato chips, peanuts, sweets, toffees, نیشنل کی مرچیں اور جتنے بھی packing والے نیشنل اور M.M.M کے مصالحہ جات ہیں اگر آپ دیکھیں تو ان میں ہوا بھر کر دی جا رہی ہے۔ ایک بچہ peanuts کا پیکٹ -/10 روپے کا خریدتا ہے، آپ اس کو کھولیں تو اس میں سے مونگ پھلی کے صرف 30 دانے نکلتے ہیں۔ خدا کے لئے اس فراڈ کو check کریں یہ packing کے اوپر غلط weight claim کر رہے ہیں۔ میں تمام بڑی کمپنیوں پر آپ کی توجہ چاہتی ہوں کہ وہ صرف packing کا پیسا لے رہے ہیں، اس کو notice کریں، اس کے لئے آواز اٹھائیں۔ آپ نیشنل کی سرخ مرچ خریدنے جائیں، آپ گھی لینے جائیں، گھی کے کلو کے پیکٹ میں سے تین پاؤ گھی نکلتا ہے، آپ Milk Pack کا دودھ لے لیں کلو کی بجائے تین پاؤ دودھ نکلتا ہے۔ مجھے بتائیں کہ اس کے لئے proper channel کیا ہے؟ اس پر میں اپیل کرتی ہوں کہ اتنی اتنی بڑی کمپنیاں بہت زیادہ business کر رہی ہیں اور وزن پورا نہیں دے رہیں جو اسلام کے عین خلاف ہے۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔ آپ کی بات note ہو گئی ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں محترمہ کو یہ بتانا چاہوں گا کہ ہم food سے متعلق ایک proper legislation عنقریب House میں لا رہے ہیں جس میں ان چیزوں کا تدارک ہوگا۔ باقی محترمہ اس چیز کو in black and white لے آئیں تاکہ متعلقہ departments سے جواب بھی لیا جائے اور اس چیز کا notice بھی ہو جائے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، سندھو صاحب!

جناب طاہر احمد سندھو: جناب سپیکر! میں نہایت احترام سے اس ایوان کی وساطت سے ایک عرض کرنا چاہتا ہوں کہ سالم سے سرگودھا تک سڑک کی widening شروع ہوئی تھی، بعد میں شاید وہ منصوبہ give up کر دیا گیا اس کی ایک side کھود دی گئی تھی، ادھر الشہباز، ڈائیوو اور دیگر کمپنیوں کی بسیں چلتی ہیں، وہ genuinely خونی روڈ ہے اور کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ پچھلے دنوں ایک غریب

کے دو بچے جو اس کی کفالت کا واحد سہارا تھے بس نے ان دونوں کو روند دیا اور پولیس کے کان پر جوں تک نہیں رینگی۔

جناب سپیکر: جی، آپ اس کا کوئی طریق کار اختیار کریں ناں!

جناب طاہر احمد سندھو: جناب سپیکر! میں انتہائی معذرت سے عرض کروں گا کہ آپ اس کرسی پر بیٹھے ہیں ہم جو بات کرتے ہیں اگر وہ بات اس قابل ہے تو اس کو take up کیا جانا چاہئے۔

جناب سپیکر: جب تک کوئی بات تحریری طور پر نہیں آئے گی تو میں کیسے take up کروں گا؟

جناب طاہر احمد سندھو: جناب سپیکر! میں یہ بات وثوق سے کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر: آپ کیا بات وثوق سے کر رہے ہیں؟ آپ تحریری طور پر میرے پاس کوئی چیز لے کر آئیں۔ (قطع کلامیاں)

محترمہ! آپ بیٹھیں۔ وہ بات کر رہے ہیں مجھے ان کی بات سننے دیں۔

(اذانِ عشاء)

جناب طاہر احمد سندھو: جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ میں جو عرض کر رہا ہوں وہ صحیح ہے یا نہیں ہے میں بھی ایک حلقے کا نمائندہ ہوں، لوگوں نے اپنے حقوق کے تحفظ کے لئے مجھے یہاں بھیجا ہے اس لئے نہیں بھیجا کہ میں یہاں آ کر -/2200 روپے ٹی اے ڈی اے لوں اور کافی کا کپ پی کر گھر چلا جاؤں۔ میں جو عرض کر رہا ہوں تو میرا خون کھولتا ہے۔ جس غریب کے دو بچے مر گئے ہیں میں on the floor of the House کہتا ہوں کہ آپ اندازہ لگائیں کہ اس کی حالت کیا ہو گی، کیا اس میں میرا قصور ہے، کیا میرے حلقے کی عوام کا قصور ہے اور کیا پولیس کا قصور ہے؟ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ خدا کے واسطے آپ اس پر ایکشن لیں۔ آپ Custodian of the House ہیں۔ میں نہایت احترام سے عرض کروں گا کہ دو سال پہلے جو سوال کیا تھا اس کی اب دو سال بعد turn آ رہی ہے۔ ہم کس کے لئے ادھر بیٹھے ہوئے ہیں؟ ہم مسائل کو discuss کرنے کے لئے بیٹھے ہیں۔ اس سے حکومت پر کوئی تنقید نہیں ہو جاتی۔ ہم نے free and fair merit پر کام کرنا ہے۔ میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ غریب لوگوں کے دو بچوں کو جنھیں بسوں نے روند ڈالا ہے۔ محترم لاء منسٹر صاحب بیٹھے ہیں ان سے پوچھیں کہ کیا پولیس نے کوئی کارروائی کی ہے، کیا کوئی کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے یا پچھلے ایک مہینے

میں کتنے بندے بسوں کے نیچے روندے گئے ہیں، کیاان کا کوئی آلی موالی ہے اور کیاان کا کوئی پرسان حال ہے؟

جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ یہ ایک سڑک کھودی ہے اسی سڑک پر ہائی وے والوں نے تین انچ کی layer نہیں ڈالی تھی یقین کریں میں حلفاً کہہ رہا ہوں کہ آٹھ بندے ایکسیڈنٹ میں مر گئے تھے۔ اب وہ سڑک کھودی ہوئی ہے۔اگر یہ منصوبہ give up کر دیا ہے تو ان gaps کو fill up کر دیں۔

جناب سپیکر! دوسری بات یہ ہے کہ بسوں کو قانون کا پابند بنائیں، ٹریفک پولیس صرف منتھلی لینے کے لئے نہیں ہے وہ ٹریفک کو regulate کرنے کے لئے ہے۔ ادھر speed fix کی جائے اور جو fix speed کو violate کرتا ہے اس کو taken to task دیا جائے تاکہ کچھ نہ کچھ تو ہو۔

جناب سپیکر! تیسری بات یہ ہے کہ میرے بھائی جو ادھر بیٹھے ہیں یہ سٹینو سارے سفارشی آئے ہیں، ہم جو تقریر کرتے ہیں، بات کچھ کہتے ہیں لکھی انھوں نے کچھ ہوتی ہے، کچھ نہ کچھ ان کو میرٹ پر لے آئیں تاکہ ہم جو تقریر کرتے ہیں وہ بہتر طریقے سے لکھی ہو، ہمارے پاس ہماری جو کی ہوئی تقریر آتی ہے اس کا حلیہ ہی بگڑا ہوتا ہے۔

جناب سپیکر! لاء منسٹر صاحب یقین دہانی کرائیں کل پولیس والوں کو بلائیں اور ہاؤس کو بتائیں کہ کیا واقعہ ہے اور پولیس نے کیا کیا ہے اور اتنے دن کیا کارروائی ہوئی ہے؟ بہت شکریہ

جناب سپیکر: کیا آپ نے کوئی توجہ دلاؤ نوٹس دیا ہے؟ لاء منسٹر صاحب! آپ ان کو بتائیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس سلسلے میں محترم سندھو صاحب نے جو بات کی ہے، بڑی لمبی چوڑی بات کی ہے بیچ میں کوئی سڑک بھی ہے کوئی ٹھیکیدار بھی ہے کوئی تین انچ کی layer کا کہتے ہیں کہ وہ نہیں ڈالی گئی۔اس کے بعد پھر کوئی ایکسیڈنٹ ہے۔ محترم ممبر اس کو black and white form میں لے آئیں، یہ تحریک التوائے کار دے دیں، سوال دے دیں۔اگر through proper channel یا procedure کے تحت نہیں آنا چاہتے تو مجھے لکھ کر دے دیں اس طرح سے مجھے کوئی زبانی تو یہ بات یاد نہیں رہے گی یا یہ میرے پاس office میں تشریف لے آئیں تو جو بھی وہ کہہ رہے ہیں اور جو بھی ان کا grievance ہے تو بالکل یہ ہماری ذمہ داری ہے اس کو remove کروائیں گے۔ اگر کسی ایکسیڈنٹ کے بعد پولیس نے یا متعلقہ تھانے نے مقدمہ درج نہیں کیا تو میں انھیں یقین دہانی کرواتا ہوں کہ اس کو بالکل قانون کے مطابق جو کارروائی بنتی ہو گی وہ کروائیں گے۔

جناب سپیکر: وہ تو پڑھے لکھے ہیں اور ایل ایل بی ہیں۔ وہ کوئی مذاق تو نہیں ہیں۔

جناب طاہر احمد سندھو: نہیں، ایل ایل بی نہیں۔ الحمد للہ ایل ایل ایم ہوں اور جعلی ڈگری بھی نہیں ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ تو ایل ایل بی سے بھی کام اوپر چلا گیا۔

جناب طاہر احمد سندھو: آپ میری گزارش سن لیں کہ ہر بات لکھ کر دے دیں تو اس پر کچھ ہو جائے گا، مجھے بتائیں کہ کسی پر کچھ ہوا ہے؟ یہ کیا ہے میں نے ایک بات کہی ہے، سیدھی سی بات ہے، دو لفظی بات ہے۔ میں نے کہا ہے کہ جو ایکسیڈنٹ ہوا ہے اور جو دو بچے مارے گئے ہیں ان کا کوئی پُرسان حال ہے، ایک تو بات یہ ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جو ایکسیڈنٹ ہوتے ہیں ان کی ایک وجہ یہ ہے کہ سائیڈ سے سڑک کھودی ہے اس کو widening کرنے کے لئے کام شروع کیا تھا وہ منصوبہ give up کر دیا ہے۔ اب مجھے یہ بتائیں کہ اور کوئی بات رہ گئی ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ عدالتوں میں ایسے بھی نہیں ہوتا، جناب جس کرسی پر بیٹھے ہیں یہ ماشاء اللہ سپریم کورٹ سے بھی آگے ہے۔ آپ انصاف کی کرسی پر بیٹھے ہیں۔ آپ نے ہر ایک کو سننا ہے اور فیصلہ کرنا ہے۔ مجھے نہیں پتا کہ کون سے منسٹر صاحب اس محکمے کو deal کرتے ہیں۔ آپ ان کو کہیں جو محترم لاء منسٹر صاحب ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: آپ تو ہر روز اجلاس میں آتے ہیں۔ آپ کو یہ نہیں پتا کہ سوال کس نے دینا ہے؟

جناب طاہر احمد سندھو: جناب سپیکر! میری عرض سن لیں۔ ان سے کہیں کہ پولیس کو بلائیں اور اس ہاؤس کو بتائیں۔۔۔

جناب سپیکر: کون سی پولیس کو بلائیں؟

جناب طاہر احمد سندھو: سرگودھا جس ضلع کی میں بات کر رہا ہوں۔ میں کوئی پشتو بول رہا ہوں؟

جناب سپیکر: جی، وہ سرگودھا پولیس کا کہہ رہے ہیں۔ کون سا تھانہ ہے اور کیا ساری سرگودھا پولیس کو بلانا ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! سرگودھا میں تقریباً آٹھ دس ہزار کی نفری ہے کیا سب کو بلا لوں؟

جناب طاہر احمد سندھو: سب کو بلا لیں۔ ویسے سارے ادھر کوئی کام بھی نہیں کر رہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ کہہ رہے ہیں کہ سرگودھا پولیس کو بلائیں تو سرگودھا پولیس کی آٹھ دس ہزار کی نفری ہے کیا سب کو بلا لیں؟

جناب سپیکر: ایڈووکیٹ صاحب! بات یہ ہے کہ آپ ایم پی اے اور ایڈووکیٹ بھی ہیں۔

جناب طاہر احمد سندھو: ایک ASP بھلوال کو بلا لیں، SHO کو بلا لیں، اگر کوئی اوپر والا نہیں سنتا تو کم از کم ASP اور SHO تو سن لے گا۔ آپ صرف SHO کو ہی بلا لیں۔

جناب سپیکر: راناصاحب! ASP بھلوال کو سوموار کو بلا لیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! ASP بھلوال کو بُلا لیتے ہیں باقی انھوں نے جو کہا ہے کہ وہ جو بچے تھے ان کا بھی کوئی ایڈریس معلوم کر لیں۔

جناب سپیکر: ان کو بھی پتا نہیں ہوگا۔ میں کیا بتاؤں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): ان کے کسی وارث کو بھی بُلا لیتے ہیں۔

جناب سپیکر: آپ پہلے ASP کو بلائیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): صرف ASP کو بلائیں؟

جناب سپیکر: ہاں جی۔

جناب طاہر احمد سندھو: ASP کو بلا لیں۔ 23 شمالی ہے جہاں کے وہ بچے ہیں پولیس کو سارے کیس کا پتا ہے۔ میرے بھائی صرف مہربانی کریں تو کیس ٹھیک ہو جائے گا۔

جناب سپیکر: کون سا ایسا کیس ہے جس کا پولیس کو نہیں پتا؟ میرے بھائی آپ کیا کرتے ہیں۔

جناب طاہر احمد سندھو: مزید کوئی تفصیل رہ گئی ہے تو میں بتا دیتا ہوں۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! ایک گزارش ہے۔۔۔

جناب سپیکر: مجھے کیا ہے؟ آپ ہی کی تحاریک التوائے کار ہیں۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! گزارش صرف اتنی ہے کہ لاء منسٹر صاحب کہہ رہے ہیں کہ black and white میں لکھ کر لائیں۔ یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں لیکن جو لکھا آتا بھی ہے چاہے وہ سوال ہے یا

تحریک التوائے کار ہے اسے بہت دیر لگ جاتی ہے اور سالوں میں بات چلی جاتی ہے۔اس لئے ہم نے پوائنٹ آف آرڈر کا short cut system اختیار کرتے ہوئے آپ سے request کی تھی۔

جناب سپیکر!اس پوائنٹ آف آرڈر کو بھی written لے آئیں اور order کریں ہم یہیں پر applications دیں گے۔سال سال تحریک التوائے کار نہیں آتی، جو بات میں نے کی ہے وہ ہے تو چپس کی بات لیکن چھوٹے بچوں کی ایک سال کی pocket money اس وقت داؤ پر لگ رہی ہے۔یہ black and white والی بات پر تھوڑی سی concession کریں۔

جناب سپیکر: بات ہو گئی ہے۔انھوں نے کہہ دیا ہے۔وہ black and white میں لا رہے ہیں قانون بنا رہے ہیں۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: کب؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر!میں on record کہتا ہوں کہ یہاں پر جس بھی معزز ممبر نے پوائنٹ آف آرڈر پر کسی معاملے کو raise کیا اور اس کے بعد اگر میں نے ان سے گزارش کی اور انھوں نے تحریراً لکھ کر دیا کہ یہ معاملہ ہے تو میں نے اگلے دن باقاعدہ تحریری طور پر اس کا جواب ایوان کی میز پر بھی رکھا اور اس معزز ممبر تک بھی پہنچایا۔

MR. SPEAKER: Efficient

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر!میں ان کے جواب کی بات نہیں کر رہی بلکہ تحریک التوائے کار اور سوال کی بات کر رہی ہوں کہ ان کے جواب دیر سے آتے ہیں۔

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: کیا آج آپ سب نے پوائنٹ آف آرڈر پر ہی رہنا ہے اور کوئی کام نہیں کرنا؟

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: جناب سپیکر!ایک اہم پوائنٹ آف آرڈر ہے۔

رپورٹ

(جو پیش ہوئی)

جناب سپیکر: مجھے پہلے پڑھنے دیں۔چودھری غلام نبی صاحب مجلس قائمہ برائے ٹرانسپورٹ کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔میں انھیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ رپورٹ پیش کریں۔

مسودہ قانون (ترمیم) صوبائی موٹر گاڑیاں مصدرہ 2010 کے بارے میں مجلس قائمہ برائے ٹرانسپورٹ کی رپورٹ کا ایوان میں پیش کیا جانا

چودھری غلام نبی: میں

The Provincial Motor Vehicles Act (Amendment) Bill 2010 (Bill No.23 of 2010)

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے ٹرانسپورٹ کی رپورٹ ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: یہ رپورٹ پیش ہوئی۔

سید حسن مرتضیٰ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: میں پہلے محترمہ رفعت سلطانہ ڈار صاحبہ کو پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنے کا موقع دوں گا۔اس کے بعد آپ کو بات کرنے کا موقع دوں گا۔ جی، محترمہ!

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ ایک اہم مسئلے کی طرف دلانا چاہتی ہوں۔ میں سچ بولتی ہوں کہ پرسوں ایک سو گرام لپٹن چائے کا پیکٹ میرے ہاتھ میں آیا جس پر expired date لکھی ہوئی تھی۔

جناب سپیکر: کیا لکھا ہوا تھا؟

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: جناب سپیکر! expired date لکھی ہوئی تھی۔ آپ ان کی اِدھر اُدھر کی باتیں سن کر تھک گئے ہیں۔ اس پیکٹ پر 10-04-04 expiry date لکھی تھی اور اب دسمبر سال کا آخری مہینہ ہے تو لپٹن چائے والے سستی کر کے دکانداروں کو بیچ دیتے ہیں جب اس پیکٹ کو میں نے کھولا تو اس میں چائے کی پتی بھی نہیں تھی، مسور کی دال کے جو چھلکے ہوتے ہیں ان کو رنگ دے کر اس میں ڈالا گیا تھا۔ ایسی چیزوں سے ہی بیماریاں پھیلتی ہیں۔ میں کہتی ہوں کہ فوڈ انسپکٹر دکانوں پر جا کر کیا check کر کے آتے ہیں؟ میں اپنے محترم وزیر قانون سے یہ درخواست کروں گی کہ براہ مہربانی وہ ذرا فیصل آباد کی طرف توجہ کر لیں ورنہ ہمیں روڑے پڑیں گے۔

جناب سپیکر: جی، شاہ صاحب!

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! "آپا جی دے لیپٹن تے کوئی توجہ دتی جاوے" چائے کے ڈبوں میں سے اگر مسور کی دال نکل رہی ہے تو واقعی یہ بہت زیادتی ہے۔

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: دال کے چھلکے نکلے تھے۔

سید حسن مرتضیٰ: چلیں، ٹھیک ہے۔ جناب سپیکر! میری آپ کی وساطت سے حکومت سے گزارش ہے کہ آج کل بڑا گھٹن کا ماحول ہے، جگہ جگہ بیریئر لگے ہوئے ہیں، تلاشیاں ہو رہی ہیں اور ہر آدمی پریشانی کے عالم میں گزارہ کر رہا ہے اس لئے محکمہ ثقافت کو پابند کیا جائے کہ وہ قومی تہواروں پر اپنے کوئی ایسے پروگرام arrange کرے جس سے ہمارا culture بھی فروغ پائے اور لوگوں کو ایک entertainment بھی مل سکے اور فی الفور آج کی رات کے حوالے سے انہیں پابند کر دیں۔

تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر: شکریہ۔ محترمہ نگہت ناصر شیخ صاحبہ کی تحریک التوائے کار نمبر 734/10 پڑھی جا چکی ہے۔ رانا صاحب! اس کا جواب دیں اور آپ پارلیمانی سیکرٹری صاحبان کو پابند کیا کریں کیونکہ یہ جلدی آتے ہیں اور جلدی چلے جاتے ہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! تحریک التوائے کار نمبر 735 کو take up کر لیں اور تحریک التوائے کار نمبر 734 کو بدھ تک کے لئے pending فرما دیں۔

جناب سپیکر: جی، تحریک التوائے کار نمبر 734 بدھ تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 735 کا جواب دیں۔

جوہر ٹاؤن لاہور میں بننے والا ایل ڈی اے کا ون ونڈو سیل عوام کو سہولیات فراہم کرنے میں ناکام

(۔۔۔جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! تحریک التوائے کار نمبر 735/10 کا جواب یوں ہے کہ ایل ڈی اے کی کارکردگی حسب ذیل کل درخواستوں کی وصولی اور اُن کو نبٹائے جانے کے اعداد و شمار سے عیاں ہے کہ ایل ڈی اے نے بذریعہ ون ونڈو آپریشن عوام کے مسائل کے حل کی بھرپور

کوشش کی۔اعداد و شمار کے مطابق محکمہ کو ٹرانسفر فیس، نقشہ فیس، کمرشلائزیشن اور دیگر واجبات کے ضمن میں ستمبر اور اکتوبر 2010 میں 17 کروڑ 13 لاکھ 56ہزار روپے کی آمدن ہوئی جو کہ پچھلے سال ستمبر اور اکتوبر 2009 میں حاصل ہونے والی آمدن سے آٹھ کروڑ 17 لاکھ 41 ہزار 470 روپے زیادہ ہے اور یہی آمدن موجودہ سال ون ونڈو کے نئے setup کے شروع ہونے سے پہلے پچھلے دو مہینوں جولائی اگست کی آمدن 10 کروڑ 26 لاکھ روپے سے 66 فیصد زیادہ ہے۔ایل ڈی اے نے 2010-9-7 سے 15-11-2010 تک کل 9449 درخواستیں وصول کیں اور اسی مدت میں 8018 درخواستوں پر حتمی مثبت جوابات مقررہ مدت میں دیئے۔ایل ڈی اے ون ونڈو سیل میں نصب I.P کیمروں کے ذریعے ون ونڈو سیل کی تمام کارروائی ریکارڈ اور مانیٹر ہوتی ہے جس سے کسی بھی قسم کی بے قاعدگی کا عنصر ختم ہو جاتا ہے۔مزید برآں ون ونڈو سیل میں عوام کی سہولت کے لئے تمام متعلقہ Directorates کے امور کی انجام دہی کے طریق کار اور عرصہ درخواست سے متعلقہ معلوماتی پمفلٹ ڈیسک پر رکھے گئے ہیں اور عوام الناس کی سہولت کے لئے 100 افراد کے بیٹھنے کے لئے نشستوں کا بندوبست ہے۔مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں یہ عیاں ہے کہ عوام ون ونڈو کی سہولیات سے مستفید ہو رہے ہیں اور مطمئن ہیں۔

جناب سپیکر: محترمہ! میرا خیال ہے کہ اب اس پر آپ کی بحث نہیں ہو سکے گی۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! جب میں اپنی کوئی تحریک پڑھتی ہوں یا اُس پر کوئی بات کرنا چاہتی ہوں تو آپ کہتے ہیں کہ ابھی اس کا جواب نہیں آیا، یہ pending ہو گئی ہے اس لئے اس پر بات نہیں ہو سکتی لیکن جب جواب آ جاتا ہے اور میں کوئی بات کرنا چاہتی ہوں تو آپ کہتے ہیں کہ جواب آ چکا ہے اس لئے اس پر اب بات نہیں ہو سکتی۔آج آپ مجھے یہ بتا دیں کہ اگر میں اپنی تحریک کے متعلق کچھ کہنا چاہوں تو مجھے کس وقت کہنا چاہئے؟

جناب سپیکر: محترمہ! آپ اسمبلی کے قواعد و ضوابط کو خود پڑھ لیا کریں، میں تو آپ کو نہیں پڑھاؤں گا۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! قواعد و ضوابط میں ہے کہ میں short statement دے سکتی ہوں۔

جناب سپیکر: اگر آپ کی تحریک approve ہو گی تو پھر آپ اس پر discussion کر سکیں گی ورنہ نہیں کر سکتیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے محترمہ کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ تحریک التوائے کار self explanatory ہوتی ہے اور اسی میں ہی معزز ممبر نے سارا مقصد بیان کرنا ہوتا ہے جیسے انہوں نے اس تحریک التوائے کار میں یہ تحریر کیا ہے کہ ایل ڈی اے ون ونڈو سیل شہریوں کو ریلیف فراہم کرنے میں ناکام ہو گیا ہے جس کے جواب میں یہ تمام facts بتائے گئے ہیں۔

جناب سپیکر: محترمہ! ساری بات آ گئی ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! تمام facts بتائے گئے ہیں کہ 17 کروڑ روپے آمدن بھی ہوئی ہے اور اتنے ہزار لوگوں نے ون ونڈو سیل سے ریلیف حاصل کیا ہے۔

جناب سپیکر: محترمہ! اس کے علاوہ 8 کروڑ 17 لاکھ روپے پہلے سے زائد آمدن ہوئی ہے جو 66 فیصد زائد ہے۔ اب آپ اس میں کیا چاہتی ہیں؟

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! آمدن کا بتایا گیا ہے لیکن کیس اور لوگوں کے مسائل کتنے حل ہوئے ہیں؟ میں نے باقاعدہ figure دی تھی کہ اتنے کیس داخل دفتر ہوئے ہیں جن کا ابھی تک کوئی حل ہوا اور نہ ہی اُن پر کوئی کارروائی ہوئی ہے۔

جناب سپیکر: محترمہ! چلیں، جس طرح اس کی fate ہو گی پھر میں اسی طرح کرتا ہوں۔ اب اس میں کوئی گنجائش نہیں ہے لہٰذا یہ تحریک dispose of کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 776 میاں طارق محمود صاحب کی ہے۔ رانا صاحب! کیا اس کا جواب آ گیا ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس کا جواب موصول نہیں ہوا لہٰذا اس کو بھی آپ بدھ تک کے لئے pending فرما دیں اور میں کوشش کرتا ہوں کہ بدھ تک اس کا جواب لازماً موصول ہو جائے۔

جناب سپیکر: جی، یہ بدھ تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 868 محترمہ نگہت ناصر شیخ صاحبہ کی ہے۔ محترمہ! اسے پڑھ دیں۔

صوبائی دارالحکومت میں تین صد سے زائد سڑکیں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہونے سے شہریوں کو مشکلات کا سامنا

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ایک مؤقر اخبار کی خبر کے مطابق "لاہور میں 300 سے زائد سڑکیں ٹوٹ پھوٹ کا شکار، شہری مشکلات سے دوچار" ایل ڈی اے واسا اور ضلعی حکومت میں تعاون کے فقدان کے باعث 8 ٹاؤنوں میں سڑکوں کی خرابی کاروبار کی تباہی کا باعث بن گئی۔ صوبائی دارالحکومت میں ایل ڈی اے، واسا اور ضلعی حکومت کے درمیان تعاون کے فقدان کی وجہ سے 9 ٹاؤنوں میں کئی اہم شاہراہوں سمیت ساڑھے تین سو سے زائد سڑکیں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں جس کے باعث شہریوں کو آمدورفت میں مشکلات کا سامنا ہے اور سڑکوں میں گڑھے اور روڈکٹ کی مرمت نہ ہونے سے لوگوں کا کاروبار تباہ ہو کر رہ گیا ہے۔ ان میں سب سے زائد سڑکیں واسا کے سیوریج لائنیں بچھانے سے ہونے والی کھدائی سے برباد ہوئیں اور کئی ماہ گزرنے کے باوجود سڑکوں کی مرمت کا کام ادھورا پڑا ہے۔ ایل ڈی اے کے زیر کنٹرول 7 بڑی آبادیوں مسلم ٹاؤن، فیصل ٹاؤن، گارڈن ٹاؤن، گلشن راوی، علامہ اقبال ٹاؤن، گلبرگ، مصطفیٰ ٹاؤن میں واسا اور پی ٹی اے نے لائنیں بچھانے کے لئے 72 سڑکوں کو اکھاڑ دیا ہے اور کئی ماہ گزرنے کے باوجود ایل ڈی اے نے سڑکوں کی مرمت نہیں کی جس سے ان آبادیوں میں ٹریفک اور صفائی کا نظام بری طرح متاثر ہو رہا ہے۔ ان کے علاوہ داتا گنج بخش ٹاؤن کی 52، اقبال ٹاؤن کی 86، سمن آباد ٹاؤن کی 34، راوی ٹاؤن کی 56، عزیز بھٹی ٹاؤن کی 95، شالیمار ٹاؤن کی 81، نشتر ٹاؤن کی 29، واہگہ ٹاؤن کی 66 اور گلبرگ ٹاؤن کی 41 سڑکیں گڑھے پڑنے سے کھنڈرات بنی ہوئی ہیں۔ واسا، سوئی گیس اور پی ٹی سی ایل کی کھدائی کی گئی سڑکیں فنڈز کے مسئلہ پر التواء میں پڑی ہوئی ہیں۔ ایل ڈی اے، ضلعی حکومت اور ٹاؤن ایڈمنسٹریشن کے پاس مطلوبہ فنڈز نہ ہیں لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): شکریہ۔ جناب سپیکر! تحریک التوائے کار نمبر 868 کا موصول ہونے والا تحریری جواب ہے کہ "لاہور شہر کے 9 ٹاؤنز میں کئی اہم شاہراہوں سمیت 350 سے

زائد سڑکیں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں اور سڑکوں میں گڑھے اور road cut کی مرمت نہ ہونے سے لوگوں کا کاروبار تباہ ہو کر رہ گیا ہے۔ ان میں سے زیادہ سڑکیں واسا کی سیوریج لائنیں بچھانے سے ہونے والی کھدائی کی وجہ سے برباد ہوئیں۔ اس سلسلے میں وضاحت ہے کہ متعلقہ ٹاؤنز ہی road cuts کی منظوری دیتے ہیں اور متعلقہ محکموں سے رقم وصول کر کے ان کی بحالی کا کام کرتے ہیں۔ یہ تحریک التوائے کار ٹاؤن ایڈمنسٹریشن سے متعلقہ ہے اور اس سے متعلق تفصیل نیچے درج کی گئی ہے۔ "میں یہ سمجھتا ہوں کہ ٹاؤن سے جواب لے کر محکمہ کو یہاں پر بھیجنا چاہئے تھا۔ صرف ٹاؤن پر یا ٹاؤن ایڈمنسٹریشن کے اوپر ذمہ داری ڈال دینے سے اس کا جواب مکمل نہیں ہوتا۔ آپ اسے بدھ تک pending فرما دیں تاکہ اس کا جواب دوبارہ ایوان میں پیش کیا جا سکے۔

جناب سپیکر: اسے بدھ تک pending کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

کورم کی نشاندہی

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! کورم پورا نہیں ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! تحاریک التوائے کار members کا privilege ہوتا ہے اور آج تک یہ روایت نہیں ہے کہ اس دوران کبھی کورم point out کیا جائے۔

جناب سپیکر: روایت تو نہیں ہے لیکن انہوں نے point out کر دیا ہے تو میں اب کیا کر سکتا ہوں؟ گنتی کی جائے۔ (اس مرحلہ پر گنتی کی گئی)

کورم پورا نہ ہے لہذا پانچ منٹ کے لئے گھنٹیاں بجائی جائیں۔

(اس مرحلہ پر پانچ منٹ کے لئے گھنٹیاں بجائی گئیں)

جناب سپیکر: دوبارہ گنتی کی جائے۔ (اس مرحلہ پر دوبارہ گنتی کی گئی)

کورم پورا نہ ہے لہذا اب اجلاس بروز سوموار 3۔ جنوری 2011 کی سہ پہر تین بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔

95

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ،3۔جنوری 2011

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ اور نعت رسول مقبول ﷺ

سوالات

(محکمہ خزانہ)

نشان زدہ سوالات اوران کے جوابات

توجہ دلاؤ نوٹس

سرکاری کارروائی

آبپاشی پر عام بحث جاری رہے گی اور اس کا اختتام کیا جائے گا۔

97

صوبائی اسمبلی پنجاب

پندرھویں اسمبلی کا بائیسواں اجلاس

سوموار، 3۔جنوری 2011

(یوم الاثنین، 27۔محرم الحرام 1432ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں سہ پہر 4 بج کر 27 منٹ پر زیر

صدارت

جناب سپیکر رانا محمد اقبال خان منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری نور محمد نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیمo

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِo

مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللَّهُ لَهُ ۖ سُنَّةَ اللَّهِ
فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا
مَقْدُورًا ﴿٣٨﴾ الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَهُ
وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ ۗ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ حَسِيبًا ﴿٣٩﴾ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ
أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَٰكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ
بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ﴿٤٠﴾

سُوْرَةُ الأحزَاب آیات 38 تا 40

پیغمبر پر اس کام میں کچھ تنگی نہیں جو اللہ نے ان کے لئے مقرر کر دیا۔اور جو لوگ پہلے گزر چکے ہیں ان میں بھی اللہ کا یہی دستور رہا ہے اور اللہ کا حکم ٹھہر چکا ہے(38)اور جو اللہ کے پیغام (جوں کے توں) پہنچاتے اور اس سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے اور اللہ ہی حساب کرنے کو کافی ہے(39) محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں بلکہ اللہ کے پیغمبر اور نبیوں (کی نبوت) کی مہر (یعنی اس کو ختم کر دینے والے) ہیں۔اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے(40)

وماعلینا الاالبلاغo

نعت رسول مقبول ﷺ جناب محمد افضل نوشاہی نے پیش کی۔

نعت رسول مقبول ﷺ

جا زندگی مدینے سے جھونکے ہوا کے لا
شاید حضور ﷺ ہم سے خفا ہیں منا کے لا
کچھ ہم بھی اپنا چہرہ باطن سنوار لیں
ابوبکر سے کچھ آئینے عشق و وفا کے لا
دُنیا بہت ہی تنگ مسلماں پہ ہو گئی
فاروق کے زمانے کے نقشے اُٹھا کے لا
مغرب میں مارا مارا نہ پھر اے گدائے علم
دروازہ علی سے یہ خیرات جا کے لا

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔اب وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔آج کے ایجنڈے پر محکمہ خزانہ سے متعلق سوالات پوچھے جائیں گے اور ان کے جوابات دیئے جائیں گے۔

ڈاکٹر طاہر علی جاوید: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: آپ کو یاد ہونا چاہئے کہ سپیکر جب بول رہا ہو تو اس کو interrupt نہیں کرتے۔آپ کی مہربانی۔

ڈاکٹر طاہر علی جاوید: جناب سپیکر! میری عرض سُن لیں۔

جناب سپیکر: جی۔

ڈاکٹر طاہر علی جاوید: جناب سپیکر! یہ بہت important بات ہے۔

جناب سپیکر: کیا important ہے؟ کوئی relevant بات کیجئے گا۔

پوائنٹ آف آرڈر

نئے سال میں ہونے والی مہنگائی پر ایوان میں بحث کروانے کا مطالبہ

ڈاکٹر طاہر علی جاوید: It is relevant to the needs of the people of the Punjab. میں عرض کرنا چاہ رہا ہوں کہ یکم جنوری، تین دِن پہلے پاکستان پر طلوعِ آفتاب ہوا، نیا سال تھا لوگ سمجھ رہے تھے کہ لوگوں کو relief ملے گا لیکن میں آج آپ کے سامنے کچھ ایسے facts and figures لایا ہوں جن سے یہ عوام تنگ پڑ گئی ہے آپ حیران ہوں گے کہ جو پہلا تحفہ پاکستان کے عوام کو دیا گیا وہ پٹرول کی قیمت میں اضافہ تھا۔

جناب سپیکر: اچھا! میں سمجھ رہا تھا صوفہ کہہ رہے ہیں۔

ڈاکٹر طاہر علی جاوید: جناب سپیکر! نہیں، یہ نہیں کہا۔پوری دنیا میں per barrel کی جو قیمت ہے وہ ڈیڑھ سال پہلے 148 ڈالر تھی اب 188 ڈالر ہے اور پٹرول کی قیمت جو ہے وہ -/56 روپے سے -/79 روپے کر دی گئی ہے۔میں سمجھتا ہوں کہ ہم ہر وقت یہاں پر عوام کے مسائل کی بات کرتے ہیں۔عوام اس مہنگائی کی وجہ سے چیخ رہی ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس اسمبلی کی ذمہ داری ہے، اس ہاؤس کی ذمہ داری ہے کہ اس مہنگائی پر ایک عام بحث کا دِن رکھا جائے تاکہ جو پبلک کا اصل issue ہے جس کی وجہ سے پبلک باہر آچکی ہے اس issue کو address کیا جائے۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! اس میں کوئی قباحت نہیں۔

جناب سپیکر: جی، بات سُنیں ناں۔ آپ کیا کرتے ہیں، ایک دوسرے کی بات کاٹ رہے ہیں، یہ مناسب نہیں ہے۔

ڈاکٹر طاہر علی جاوید: جناب سپیکر! feel I کہ یہ ہماری responsibility ہے ہم سب دو، دو لاکھ افراد کی نمائندگی کر رہے ہیں اور across the board تمام پارٹیاں یہ چاہتی ہیں کہ مہنگائی کے اس طوفان پر پنجاب اسمبلی discussion کرے۔ انہیں اور چیزوں سے کوئی غرض نہیں ہے یہ سب لوگوں کی demand ہے کہ یہ ہاؤس اس مہنگائی کے طوفان کو روکنے کے بارے میں کچھ کرے اور اس پر جو public representatives ہیں وہ اپنے تاثرات دیں اس سے زیادہ شاید کوئی بزنس important نہیں ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

I request you کہ آپ اس پر ٹائم رکھیں۔ میں آٹھ سال سے اس ہاؤس میں ہوں۔ میں نے ہمیشہ کوشش کی ہے کہ کبھی کوئی فضول بات نہ کروں لیکن اب یہ برداشت سے باہر ہو رہا ہے۔

جناب سپیکر: مہربانی، میں نے اسی لئے آپ کو floor دیا تھا کہ آپ فضول بات نہیں کریں گے۔ آپ کی مہربانی۔

ڈاکٹر طاہر علی جاوید: میری request ہے کہ پلیز! اس پر ٹائم دیا جائے اور عام بحث کی اجازت دی جائے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! میں ان کی بات کی تائید کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: لاء منسٹر صاحب کو بولنے دیں۔ میرے بھائی! مجھے ذرا پوچھنے تو دیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ جو ڈاکٹر طاہر علی جاوید صاحب نے بات کی ہے یقیناً یہ انتہائی اہمیت کا حامل معاملہ ہے اور اس پر میں سمجھتا ہوں کہ اور بھی بہت سارے دوست بات کرنا چاہیں گے تو آج جونہی وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے اس کے بعد آج کوئی Privilege Motion نہیں ہے تو Adjournment Motion کے بعد سینئر منسٹر راجہ ریاض صاحب نے محکمہ آبپاشی پر بحث کو conclude کرنا ہے، میرا خیال ہے وہ زیادہ سے زیادہ پانچ یا دس منٹ میں conclude کر لیں گے تو اس کے بعد آج آپ ٹائم دیں اور پورے ہاؤس میں جو بھی معزز ممبر اس سلسلے میں بات کرنا چاہتا ہے وہ بالکل اپنی بات کرے اور اس کے بعد جو ہاؤس کی sense ہو گی اس کو

Resolution کی صورت میں یا جیسے بھی ہاؤس مناسب سمجھے تو اس کے مطابق conclude کر دیا جائے گا۔

سوالات

(محکمہ خزانہ)

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

جناب سپیکر: میرے خیال میں Question Hour کے بعد پہلے تو ان کی wind up speech ہو گی اس کے بعد اس پر جو صاحبان بحث کرنا چاہیں گے وہ اپنے اپنے نام ادھر لکھوا دیں پھر اس طریقے سے ہم چل پڑیں گے۔ اب سوالات کی باری ہے۔ میاں شفیع محمد صاحب! سوال نمبر بولئے گا۔

میاں شفیع محمد: جناب سپیکر! سوال نمبر 1160۔ اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

صنعتی وزرعی قرضہ جات پر 7 فیصد شرح مارک اپ کرنے کا مسئلہ

*1160: میاں شفیع محمد: کیا وزیر خزانہ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ دی بنک آف پنجاب صنعتی قرضے 7 فیصد اور زرعی قرضے 11 فیصد شرح مارک اپ پر دیتا ہے؟

(ب) مذکورہ بنک صنعتی اور زرعی قرضہ جات کن شرائط پر فراہم کرتا ہے اور ان کی واپسی کا طریق کار کیا ہے؟

(ج) اگر جز بالا کا جواب اثبات میں ہے تو زرعی اور صنعتی قرضوں کے شرح مارک اپ میں تضاد کی وجوہات کیا ہیں کیا حکومت درج بالا دونوں مقاصد کے لئے فراہم کردہ قرضہ جات پر مارک اپ کی شرح سات فیصد کرنے کو تیار ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ):

(الف) یہ درست نہیں ہے کہ بنک آف پنجاب صنعتی قرضے سات فیصد اور زرعی قرضے گیارہ فیصد شرح مارک اپ پر دیتا ہے۔

(ب) جہاں تک زرعی قرضہ جات کی بات ہے تو اس میں دو قسم کے قرضہ جات ہیں:-

I۔ زرعی ترقیاتی قرضہ جات

II۔ قرضہ جات برائے زرعی پیداوار

اس زمرے میں تاحال 24 سکیمیں موجود ہیں جن کی تفصیلات پمفلٹ کی صورت میں ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ علاوہ ازیں سٹیٹ بنک آف پاکستان کے پروڈینشل ریگولیشنز کے مطابق قرضہ جات کا اجراکیا جارہاہے۔جہاں تک صنعتی قرضہ جات کا تعلق ہے اس میں بنیادی طور پر پراجیکٹ کی فزیبلٹی اور وائبلٹی دیکھی جاتی ہے اور سٹیٹ بنک کے قواعد و ضوابط (پروڈینشل ریگولیشنز) کے مطابق قرضہ جات کی فراہمی کی جاتی ہے۔

(ج) اس زمرے میں یہ بات بیان کرنالازم ہے کہ بنک ایک انٹرمیڈیری ہے اور جس شرح پر ڈیپازٹ کا حصول ہوگا۔ بنک اپنے انتظامی اخراجات کے بشمول قرضہ جات کے مارک اپ کا تعین کرے گا۔

سٹیٹ بنک آف پاکستان نے چند سال پہلے سرمائے کی خرید وفروخت کو ڈی ریگولیٹ کر کے KIBOR متعارف کروایا جس کی بنیاد پر شرح مارک اپ متعین کی جاتی ہے اوراس زمرے میں حکومت کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

میاں شفیع محمد: جناب والا! میرا یہ ضمنی سوال ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ KIBOR کے مطابق ہم loan کی disbursement کرتے ہیں۔ اگر KIBOR کے علاوہ جس کو بنک KIBOR Plus کا نام دیتے ہیں اوراس کے مطابق شرح سود وصول کی جاتی ہے تو زرعی ترقیاتی قرضہ جات، زرعی قرضہ جات برائے پیداوار صنعتی قرضہ جات کی KIBOR Plus یا hidden charges کی تفصیل بیان فرما دی جائے۔ سوال یہ تھا کہ صنعتی اور زرعی قرضوں کے اجراء کی ratio بھی بیان فرمائی جائے، کیا اس میں سٹیٹ بنک کی ہدایت کے مطابق disbursement ہورہی ہے یا نہیں؟

جناب سپیکر: جی، وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ): جناب سپیکر! KIBOR جسے کہا جاتا ہے یہ Karachi Inter Bank Offer Rate ہوتا ہے اور تمام بنک سٹیٹ بنک کے prudential regulation کے مطابق KIBOR plus پر rate طے کرتے ہیں اور جو rate پچھلے دو تین سال میں رہا ہے وہ میں عرض

کر دیتا ہوں۔ 2008 میں development loan تقریباً 15 فیصد تھا، 2009 میں 16 فیصد تھا اور 2010 میں 17 فیصد تھا اور آج KIBOR plus کا جو rate بن رہا ہے وہ تقریباً 18 فیصد زرعی قرضوں کے لئے ہے اور 18 فیصد ہی صنعتی قرضوں کے لئے ہے۔

جز (د) کے متعلق معزز ممبر نے پوچھا کہ زرعی قرضوں کا سٹیٹ بنک کا جو ہدف ہے وہ 2008 میں 8 بلین روپے تھا، 2009 میں 10 بلین روپے تھا اور 2009-10 میں 7۔ ارب روپے تھا لیکن جو targets achieve کئے وہ 2008 میں 8 بلین روپے کی بجائے 6.6 بلین روپے، 2008-09 میں 10 کی بجائے 5.4 بلین روپے اور 2009-10 میں 7 بلین روپے کی بجائے 4.69 بلین روپے کا ہدف حاصل کیا گیا۔

جناب سپیکر: جی، میاں محمد شفیع صاحب!

میاں شفیع محمد: جناب سپیکر! آپ کے توسط سے میں یہ عرض کرنا چاہوں گا۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ 2008 میں 8 بلین روپے کا target تھا، 2009 میں 10 بلین روپے کا اور اب 7 بلین روپے کا ہے initially صوبہ پنجاب کو fruit basket کا نام دیا جاتا ہے۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ سٹیٹ بنک ہی زرعی قرضوں کو decrease کر رہا ہے اس کے ساتھ ساتھ ہمارے اپنے صوبے کے بنکوں کی جو disbursement ratio ہے وہ سٹیٹ بنک کے ہدف سے بھی کم ہے۔ جیسا کہ وزیر موصوف نے بتایا ہے کہ 5.4 فیصد، 6.6 فیصد اور اس سال 4.69 فیصد ہے۔ اس ضمن میں وزارت خزانہ یا حکومت کی کیا تجاویز ہیں کہ زمینداروں کو زرعی قرضہ جات کی disbursement according to the State Bank ہو۔

جناب سپیکر: جی، وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ): جناب والا! جو کچھ معزز ممبر نے فرمایا ہے اس کے لئے سٹیٹ بنک نے رقم نہیں دی بلکہ یہ ان کا مقرر کردہ ہدف ہے جو کہ پنجاب بنک یا تمام بنکوں کے لئے ہے۔ تمام بنکوں کو یہ چاہئے بلکہ پنجاب بنک کو بھی یہ چاہئے اور ان کو یہ تاکید بھی کی جائے گی کہ وہ کسانوں تک پہنچنے کے لئے اپنی سکیموں کی advertisement کریں تاکہ کاشت کاروں کو پتا چل سکے کہ یہ قرضہ جات اور سکیمیں ان کے لئے موجود ہیں۔ اس وقت سٹیٹ بنک کی تقریباً پچیس finance schemes موجود ہیں اور ان میں سے چند ایک سکیموں کے بارے میں عرض کر دیتا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ ہمارے بعض کسانوں کو یا agriculturists کو اس کا پتا نہ ہو۔ کسان دوست فنانس سکیم جس میں کسان دوست

Cooperation Finance Scheme ہے، کسان دوست Agriculture Financing Scheme ہے، اس میں ٹریکٹر سکیم ہے، کمرشل ٹریکٹر فنانسنگ ہے، کولڈ سٹوریج کی مختلف سکیمیں ہیں اور اس کے علاوہ گرین ہاؤس فنانسنگ سکیمیں ہیں۔ علاوہ ازیں لائیو سٹاک کی بھی مختلف سکیمیں ہیں میں اس میں یہ کہوں گا کہ نہ صرف بنک آف پنجاب بلکہ محکمہ زراعت کو بھی چاہئے کہ وہ بھی بتائیں کہ یہ قرضہ جات نہ صرف بنک آف پنجاب بلکہ دوسرے بنکوں سے بھی لے سکتے ہیں۔

جناب سپیکر: اگلا سوال جناب محمد یار ہراج صاحب کا ہے۔

محترمہ سیمل کامران: On his behalf سوال نمبر 4034۔ اس کے جواب کو پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔ (معزز ممبر نے جناب محمد یار ہراج کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا۔)

جناب سپیکر: جی، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

سال 10-2009، تمام ریٹائرڈ ملازمین کی پنشنز میں 20 فیصد اضافہ کرنے کی تفصیلات

*4034: **جناب محمد یار ہراج:** کیا وزیر خزانہ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت نے 30۔جون 1999 سے قبل ریٹائر ہونے والے ملازمین کی پنشن میں 20 فیصد جبکہ 30۔جون 1999 کے بعد ریٹائر ہونے والے ملازمین کی پنشن میں 15 فیصد اضافہ برائے مالی سال 10-2009 کیا ہے اور نوٹیفکیشن بھی جاری کر دیا ہے؟

(ب) اگر جواب اثبات میں ہے تو مذکورہ تفاوت کی وجوہات کیا ہیں اور اس فارمولے کے تحت حکومت کو کتنی saving ہوئی ہے مکمل تفصیل ایوان کی میز پر رکھی جائے؟

(ج) کیا حکومت شدید مہنگائی کے اس دور میں پنشنرز کی پنشن میں اضافے کے بلا جواز تفاوت کو دور کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اور uniform پالیسی کے تحت تمام ملازمین کی پنشن میں 20 فیصد اضافہ فوری طور پر کرنے کو تیار ہے؟

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ):

(الف) یہ درست ہے کہ حکومت نے 30۔جون 1999 سے قبل اور 30۔جون 1999 کے بعد ریٹائر ملازمین کی پنشن بالترتیب 20 فیصد اور 15 فیصد مالی سال 10-2009 سے بڑھادی ہے۔ (Annex-iii میں تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے)

(ب) حکومت پنجاب اپنے طور پر پنشن بڑھانے کی مجاز نہیں ہے بلکہ یہ حکومت پاکستان کی پالیسی برائے اضافہ پنشن پر عمل درآمد کرتی ہے۔ جہاں تک بچت کا تعلق ہے اس امر میں عرض ہے کہ چونکہ حکومت پاکستان اضافہ شدہ پنشن کا باقاعدہ حصہ ہر صوبائی حکومت کو ادا کرتی ہے۔ لہذا بچت کا تعلق حکومت پنجاب سے نہ ہے۔

(ج) جیسا کہ اوپر عرض کیا جا چکا ہے کہ حکومت پنجاب کو پنشن میں اضافہ کا اختیار نہ ہے یہ صرف وہ مراعات جو حکومت پاکستان نے بمعہ خرچہ دی ہوں، انہیں اختیار کرتی ہے۔ بہر حال مرکزی سطح پر پے اینڈ پنشن (Pay & Pension) کمیشن 2009 اس امر کا جائزہ لے رہا ہے کہ سرکاری ملازمین / ریٹائرڈ ملازمین کو کچھ مالی فوائد دیئے جا سکیں۔ حکومت پنجاب پنشن میں اضافہ کا فیصلہ اس کمیشن کی رپورٹ اور حکومت پاکستان کے اس بارے میں کسی حتمی فیصلہ کے بعد ہی کر سکے گی۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! یہ چونکہ فیڈرل گورنمنٹ سے related ہے تو میں جز (ج) میں صرف یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ یہاں پر ایک پے اینڈ پنشن کمیشن 2009 اس امر کا جائزہ لے رہا ہے کہ سرکاری ملازمین اور یٹائرڈ ملازمین کو کچھ مالی فوائد دیئے جائیں اور حکومت پنجاب پنشن میں اضافے کا فیصلہ اس کمیشن کی رپورٹ اور حکومت پاکستان کے اس بارے میں حتمی فیصلے کے بعد کرے گی۔ میں اس رپورٹ کا current status پتا کرنا چاہتی ہوں because اس کا 2009 سے جائزہ لیا جا رہا ہے اور اب 2010 بھی ختم ہو گیا ہے اس وقت اس کی latest position اور current status کیا ہے؟

جناب سپیکر: وزیر خزانہ جز (ج) کا جواب دیں۔

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ): جناب سپیکر! پے اینڈ پنشن کمیشن نے اپنی رپورٹ فیڈرل گورنمنٹ کو پچھلے مالی سال میں دے دی اور اسی کی روشنی میں فیڈرل گورنمنٹ نے پے اینڈ پنشن بڑھائی جو پچاس فیصد تنخواہوں میں اضافہ کیا گیا وہ اس کی روشنی میں ہی کیا گیا۔ اس سے پنشن بھی بڑھائی گئی اور تنخواہوں میں بھی ایک ریکارڈ اضافہ کیا گیا۔

محترمہ سیمل کامران: جناب والا! میں نے جو رپورٹ ہے اس کا current status پوچھا ہے؟

جناب سپیکر: وہ پوچھ رہی ہیں کہ اس رپورٹ کا current status کیا ہے؟

محترمہ سیمل کامران: جس کے آنے کے بعد لوگوں کوrelief ملے گا۔

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ): جناب والا!میں نے اس سے پہلے بھی گزارش کی ہے کہ یہ رپورٹ فیڈرل گورنمنٹ کو پیش کر دی گئی اور اس رپورٹ کی روشنی میں پچھلے مالی سال میں جتنی بھی increaseہوئی اس رپورٹ کی روشنی میں ہوئی ہے۔ پچھلے مالی سال میں یہ رپورٹ پیش کر دی گئی۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر!اس سوال کی تاریخ وصولی 29۔ جولائی2009اور تاریخ ترسیل 12۔اگست 2009 ہے اور اس کی تاریخ وصولی جواب لکھا ہوا ہے۔4۔دسمبر 2010تو میں نے جو statusپوچھا تھا اگر یہ پچھلے سال سارا کچھ implementہو گیا ہوا ہے تو پھر اس کو بھی جواب میں آنا چاہئے تھا۔

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ): جناب سپیکر!پے اینڈ پنشن کمیشن نے جو رپورٹ دی تھی اس پر implementation فیڈرل گورنمنٹ کے لئے ممکن نہ تھی جتنے اس میں اخراجات تھے گورنمنٹ وہ afford نہیں کر سکتی تھی لیکن وہ رپورٹ مکمل ہو گئی البتہ اس پر implementation نہیں ہوئی۔ وفاقی حکومت کے جو وسائل تھے اس کے مطابق صوبوں نے بھی تنخواہوں اور پنشن میں اضافہ کیا ہے۔

جناب سپیکر: مجھے آپ satisfy نہیں کر سکے ہیں اب میں ان کو اس کا جواب کیا بتاؤں۔

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ): جناب سپیکر!ان کا جو سوال ہے وہ یہ ہے کہ پے اینڈ پنشن کمیشن کی جو رپورٹ ہے وہ پیش ہو گئی ہے یا نہیں ؟ وہ میں نے بتایا کہ پچھلے مالی سال میں فیڈرل گورنمنٹ کو پے اینڈ پنشن کمیشن نے اپنی رپورٹ پیش کر دی ہے۔ دوسری بات انہوں نے پوچھی ہے کہ کیا اس پرimplementationہوئی ہے یا نہیں ؟ میں بتا رہا ہوں کہ اس کاstatusیہ ہے کہ اس پر implementationاس لئے نہیں ہو سکی کہ اس میں جتنی رقم چاہئے تھی وہ گورنمنٹ afford نہیں کر سکتی تھی اس لئے اس پرimplementation نہیں ہوئی۔ پے اینڈ پنشن کمیشن کی رپورٹ کی روشنی میں جو تنخواہیں بڑھی ہیں وہ زیادہ بڑھی ہیں۔ رپورٹ پیش ہو گئی لیکن اس پرimplementation نہیں ہوئی۔

جناب سپیکر: یہ بتادیں کہ وہ ہو گی یا نہیں ہو گی ؟آپ صرف اتنا بتادیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب والا! میں یہ پوچھنا چاہ رہی تھی کہ 4۔دسمبر 2010 کو اس سوال کا جواب آ رہا ہے، اگر پچھلے مالی سال میں یہ تمام کہانی as it is ہی ہوئی ہے تو وہ اس جواب میں کیوں نہیں آئی؟ پچھلا مالی سال تو 4۔دسمبر سے پہلے تھا۔4۔دسمبر کے بعد تو نہیں تھا۔

جناب سپیکر: وہ جواب پہلے دے چکے ہوں گے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب والا! 4۔دسمبر 2010 اس میں لکھا ہوا ہے۔

جناب سپیکر: آپ یہ پوچھ رہے ہیں کہ کچھ relief ملے گا یا نہیں ملے گا؟

محترمہ سیمل کامران: جناب والا! relief تو اس صورت میں ملے گا اگر واقعی on ground ہو رہا ہوتا تو جواب میں محکمے کو بھی پتا ہوتا کہ ہاں یہ کچھ ہو رہا ہے۔

جناب سپیکر: وہ کہہ رہے ہیں کہ ابھی پیسے نہیں ہیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب والا! پیسے تو ہمارے پاس تین سال سے ہی نہیں ہیں لیکن اس کا ذکر کا غذوں میں بھی آئے کہ ہمارے پاس پیسے نہیں ہیں۔ لوگوں کو تنخواہیں نہیں مل رہیں اور لوگ احتجاج کر رہے ہیں۔ Ultimately ہوتا یہ ہے کہ اوپر سارے لوگ بیٹھے رہتے ہیں اور نیچے ورک چارج ملازمین کو پیسے نہ ہونے کا کہہ کر فارغ کر دیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر: چلیں! بس آپ نے بھی بات سن لی، میں نے بھی سن لی۔۔۔

محترمہ سیمل کامران: بات سن لی لیکن میں اس جواب سے مطمئن نہیں ہوں۔

جناب سپیکر: محترمہ نگہت ناصر شیخ صاحبہ!

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 4510 ہے۔ میری استدعا ہے کہ اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

پنجاب کے چھوٹے شہروں کے ملازمین کے ہاؤس رینٹ الاؤنس بڑھانے کا مسئلہ

*4510: محترمہ نگہت ناصر شیخ: کیا وزیر خزانہ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

کیا حکومت چھوٹے شہروں میں ملازمین کو مہنگائی کے تناسب سے ہاؤس رینٹ الاؤنس میں اضافہ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ):
چھوٹے شہروں میں ملازمین کو ہاؤس رینٹ الاؤنس بنیادی تنخواہ کا 30 فیصد دیا جاتا ہے۔یہ پالیسی وفاقی حکومت کی جاری کردہ ہے اور پنجاب حکومت نے اسے باقی صوبوں کی طرح اپنایا ہے۔
ہاؤس رینٹ الاؤنس مکان کے کرایہ کے لئے دیا جاتا ہے نہ کہ دوسری ضروریات زندگی کے لئے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ بڑے شہروں میں مکان کا کرایہ دوسرے علاقوں کی نسبت بہت زیادہ ہے۔اسی وجہ سے ہاؤس رینٹ الاؤنس کی شرح میں فرق ہے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! میں نے جو سوال کیا تھا اس کا جواب مجھے نہیں ملا، اس لئے میں پھر وہی سوال کرتی ہوں کہ کیا حکومت مہنگائی کے تناسب سے ہاؤس رینٹ میں اضافے کا ارادہ رکھتی ہے یا نہیں؟

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ): جناب سپیکر! حکومت جو مہنگائی الاؤنس دیتی ہے اس کا inflation یا مہنگائی کے ساتھ تعلق نہیں ہوتا لیکن ہاؤس رینٹ کا تعلق اس کے رینٹ کے ریٹ کے ساتھ ہوتا ہے۔مہنگائی تو ہر دوسرے چوتھے مہینے بڑھتی رہتی ہے لیکن ہاؤس رینٹ نہیں بڑھتا جب بھی کوئی شخص ایک گھر کرایہ پر لیتا ہے تو وہ دو یا تین سال کا agreement کرتا ہے۔ لہذا اس کا مہنگائی کے ساتھ تعلق نہیں ہے۔جواب میں چھوٹے اور بڑے شہروں میں difference کے بارے میں بتایا گیا ہے۔

حاجی ذوالفقار علی: جناب سپیکر! میں ضمنی سوال کرنا چاہتا ہوں۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! معزز ممبر ضمنی سوال کر لیں۔

جناب سپیکر: انہوں نے آپ کو کہہ دیا ہے تو پھر آپ بول لیں۔

حاجی ذوالفقار علی: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال اسی سے related ہے کہ ہم بڑے شہروں میں ملازمین کو جو الاؤنسز دیتے ہیں اس وجہ سے بڑے شہروں میں load بڑھ رہا ہے۔لوگ دیہاتوں اور چھوٹے شہروں میں جانے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ایک ملازم بیس بیس، تیس تیس کلومیٹر سفر کر کے شہر جاتا ہے چونکہ وہاں لوکل ملازمین تو صرف دو یا پانچ فیصد ہوتے ہیں۔کیا حکومت کی کوئی ایسی پالیسی ہے کہ۔۔۔

جناب سپیکر: دیکھیں Be relevant to this question آپ اسی سوال سے متعلقہ ضمنی سوال پوچھ لیں لیکن آپ کیا کر رہے ہیں ؟آپ کی یہ بات مناسب نہیں لگتی، پالیسی کی بات تو بعد کی ہے اگر آپ نے کوئی ضمنی سوال پوچھنا ہے تو وہ پوچھیں لیکن اس سوال سے relevant ہو۔

حاجی ذوالفقار علی: جی، ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ تو خود ہی میدان چھوڑ گئی ہیں، اب میں کیا کروں، اگلا سوال بھی آپ کا ہے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! سوال نمبر 4519 ہے۔ میری استدعا ہے کہ اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

سرکاری ملازمین کی اضافی تعلیم پر اضافی ترقی ختم کرنے کی تفصیلات

*4519: محترمہ نگہت ناصر شیخ: کیا وزیر خزانہ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :-

حکومت پنجاب نے سرکاری ملازمین کو اضافی تعلیم پر اضافی ترقی کو کس سال ختم کیا نیز اس سسٹم کو کن کن وجوہات پر اور کیوں ختم کیا گیا، وضاحت فرمائیں؟

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ):

حکومت پنجاب کے ملازمین کو اضافی تعلیم پر اضافی ترقی دی جاتی تھی وفاقی حکومت نے یکم دسمبر 2001 میں یہ سہولت ختم کر دی۔ پنجاب حکومت نے بھی وفاقی حکومت کی پیروی کرتے ہوئے یہ سہولت ختم کر دی۔ جھنڈی (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! یہ پالیسی تھی کہ اضافی تعلیم پر ترقی دی جاتی تھی لیکن 2001 میں ڈکٹیٹر کے قانون کے مطابق اسے ختم کر دیا گیا۔ کیا حکومت پنجاب اب ارادہ رکھتی ہے کہ وہ وفاق سے یہ سفارش کرے کہ اسے دوبارہ جاری کیا جائے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ): جناب سپیکر! اس پالیسی کا background یہ تھا کہ جو ملازمین اضافی تعلیم حاصل کریں، ڈگری یا qualification لیں تو انہیں یہ الاؤنس دیا جائے۔ حکومت نے سرکاری ملازمین کی فنی استعداد کے اضافے کے پیش نظر اضافی قابلیت حاصل کرنے پر اضافی ترقی،

ایڈوانس انکریمنٹ کی سکیم کا اجراء کیا تھا تاکہ سرکاری ملازمین اضافی قابلیت حاصل کرنے کے بعد اپنے فرائض منصبی زیادہ بہتر انداز میں سر انجام دے سکیں۔ مگر اس سہولت کے خاطر خواہ نتائج برآمد نہ ہوئے۔ چند حلقوں کی طرف سے صرف تنخواہوں میں اضافے کے پیش نظر متعلقہ شعبے کی بجائے غیر متعلقہ شعبے میں اضافی تعلیم کا رجحان بڑھ گیا۔ اس وجہ سے وفاقی حکومت کی پیروی کرتے ہوئے اضافی ترقی کا سلسلہ مورخہ 2001-12-01 سے ختم کر دیا گیا۔ اس میں بعض ایسے اساتذہ تھے جو فزکس یا سائنس سبجیکٹ پڑھا رہے تھے، وہ فارسی یا کسی اور irrelevant subject میں ڈگری لے لیتے تھے تاکہ الاؤنس بڑھے۔ اس کا فائدہ کسی سٹوڈنٹ کو نہیں جاتا تھا اس وجہ سے یہ سکیم ختم کی گئی لیکن اس کے علاوہ صوبائی حکومت نے اساتذہ کے وقار کے پیش نظر تعلیمی قابلیت حاصل کرنے پر qualification allowance کا اجراء کیا ہے۔ اس طرح کالج اساتذہ کے لئے درج ذیل مراعات دی گئیں پی ایچ ڈی کے لئے ابھی بھی پانچ ہزار روپے ماہانہ الاؤنس مل رہا ہے۔ سائنس اینڈ ٹیکنالوجی کا الاؤنس دس ہزار روپے ماہانہ مل رہا ہے، ایم فل الاؤنس fifty percent of P.hd تقریباً -/2500 روپے مل رہا ہے۔ اس کے علاوہ pay qualification mid career management course, senior management course اور national management courses پر مختلف الاؤنسز دیئے جا رہے ہیں۔

جناب سپیکر: اس پر کوئی اور ضمنی سوال ہے؟۔۔۔ نہیں ہے۔ اگلا سوال رانا بابر حسین صاحب کا ہے۔ رانا بابر صاحب تشریف فرما ہیں؟

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! On his behalf

جناب سپیکر: .No، ادھر سے۔ ان کا سوال ہے اگر وہ نہیں کریں گے تو پھر آپ کی باری آئے گی۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! یہ ہاؤس کی property ہے اور میں سوال کر سکتا ہوں۔

جناب سپیکر: میری بات سنیں! ہاؤس کس کا ہے، میرا اور آپ کا ہے ناں؟ آپ قائد حزب اختلاف سے پوچھیں کہ کیا فیصلے ہوئے ہیں؟ آپ ہر روز پوچھتے ہیں اس میں کوئی شک کی بات نہیں ہے لیکن priority ان کو ملے گی، بعد میں آپ کو مل جائے گی۔

جناب محمد محسن خان لغاری: آپ پانچ سات لوگ بیٹھ کر جو مرضی فیصلہ کر لیں تو یہ مناسب نہیں ہے۔

جناب سپیکر: بڑے افسوس کی بات ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: یا تو آپ rules change کریں۔

جناب سپیکر: رولز آف بزنس تبدیل نہیں کر رہے۔جب آپس میں co-ordination ہوتی ہے، جب بیٹھ کر بات کرتے ہیں تو اس پر آپ کو بھی عمل کرنا چاہئے۔اب ادھر سے کوئی نہیں بول رہا تو پھر آپ بولیں کہ آپ کیا ضمنی سوال کرنا چاہتے ہیں؟

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میں رانا بابر حسین صاحب کے ایماء پر سوال نمبر 4539 دریافت کر رہا ہوں۔میری استدعا ہے کہ اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔(معزز ممبر نے رانا بابر حسین کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا۔)

جناب سپیکر: جی،اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

بنک آف پنجاب خانیوال،قرضہ جاری کرنے کی تفصیلات

*4539: **رانا بابر حسین:** کیا وزیر خزانہ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) خانیوال میں بنک آف پنجاب کی کتنی برانچیں کس کس جگہ کام کر رہی ہیں؟

(ب) ان برانچوں سے یکم جنوری 2008 سے آج تک کتنا قرضہ کس کس مقصد کے لئے دیا گیا؟

(ج) ان برانچوں سے پانچ لاکھ سے زائد کا قرضہ حاصل کرنے والے افراد کے نام اور پتا جات بتائیں؟

(د) ان قرضہ جات پر بنک نے قرضہ لینے والوں سے کس کس قسم کی گارنٹی لی؟

(ہ) اس وقت ان برانچوں کے ڈیفالٹر افراد کی تعداد کتنی ہے؟

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ):

(الف) تفصیل تتمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) تفصیل تتمہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) تفصیل تتمہ (ج) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) تفصیل تتمہ (ج) کالم 5 پر ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ہ) تفصیل تتمہ (د) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! رانا بابر حسین صاحب نے خانیوال کے بنک آف پنجاب کی برانچز کے بارے میں سوال پوچھا تھا اور انہوں نے جز (ج) میں پوچھا تھا کہ ان برانچوں سے پانچ لاکھ سے زائد رقم کا قرضہ حاصل کرنے والوں کے نام اور پتا جات بتائے جائیں۔ ایوان کی میز پر جو تتمہ رکھا گیا ہے اس کے کالم چار میں پہلے نام، پھر پتا، پھر برانچ، پھر قرضے کی مالیت اور اس کی رہن شدہ جائیداد کی تفصیل ہے۔ اس میں جو رقم 630 دی گئی ہے کیا یہ ملین ہے، ہزار ہے یا لاکھ ہے؟ میں جواب سمجھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ سوال یہ تھا کہ پانچ لاکھ سے زیادہ قرضہ لینے والوں کی تفصیل بتائی جائے اس کے جواب میں سب سے پہلے منظور بیگم ہے جنہوں نے خانیوال برانچ سے قرضہ لیا۔ اس قرضے کی مالیت 630 ہے اور ان کی رہن شدہ جائیداد سو فیصد کیش اور اس کی مالیت 700 ہے کیا انہوں نے 700 روپے دے کر 630 روپے قرضہ لیا؟

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ): جناب سپیکر! یہ 6.30 ملین ہے اور جو 700 ہے وہ 7 ملین ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: یعنی اس میں decimal نہیں لگایا گیا؟

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ): اس کی معذرت چاہتے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، بس؟ اگلا سوال چودھری عبدالوحید صاحب کا ہے۔ چودھری عبدالوحید صاحب ملتان گئے ہیں؟ چودھری وحید صاحب کہیں باہر ہیں؟۔۔۔ ان کا سوال dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال بھی انہی کا ہے یہ بھی dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال ملک محمد عامر ڈوگر صاحب کا ہے۔

ملک محمد عامر ڈوگر: سوال نمبر 4563 ہے میری استدعا ہے کہ اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ملتان ڈویژن میں پنجاب بنک کی برانچوں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*4563: **ملک محمد عامر ڈوگر:** کیا وزیر خزانہ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ملتان ڈویژن میں پنجاب بنک کی کتنی برانچیں کام کر رہی ہیں ان میں کل کتنے آفیسرز و اہلکاران ڈیوٹی سرانجام دے رہے ہیں ان کی تنخواہوں و دیگر مدوں پر 09-2008 کے دوران کتنے اخراجات ہوئے؟

(ب) اس ڈویژن کی کتنی برانچیں مذکورہ عرصہ کے دوران خسارہ میں رہیں ان کے ناموں سے آگاہ کریں؟

(ج) مذکورہ ڈویژن کے بنکوں میں دوسرے محکموں کے کتنے لوگ ڈیپوٹیشن پر کام کر رہے ہیں اس کی وجوہات اوران لوگوں کے ناموں سے بھی آگاہ کریں؟

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ):

(الف)

کل برانچیں	31
ملازمین کی تعداد	367
اخراجات برائے سال 2008	8 کروڑ روپے تقریباً
اخراجات برائے سال 2009	9 کروڑ روپے تقریباً

(ب) اس ڈویژن کی صرف 4 برانچیں خسارہ میں ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:۔

(1) ملتان کینٹ برانچ

(2) گلگشت کالونی برانچ

(3) چوک شہیداں برانچ

(4) جتوئی برانچ

(ج) بنک اوراس کی کسی بھی برانچ میں ڈیپوٹیشن پر لوگ کام نہیں کر رہے۔

ملک محمد عامر ڈوگر: جناب سپیکر! انہوں نے جواب کے جز (ب) میں بتایا ہے کہ اس ڈویژن کی چار برانچیں خسارے میں ہیں جن کی تفصیل بھی دی گئی ہے۔ میری گزارش ہے کہ اگر یہ چاروں برانچیں خسارے میں ہیں تو انہیں چلانے کا کیا فائدہ ہے؟ ہر مہینے حکومت پر لاکھوں روپے کا بوجھ ہے اور یہ سال کا کروڑوں روپے بنتا ہے یا تو یہ اپنی performance ٹھیک کریں، اپنا بزنس ٹھیک کریں ورنہ یہ برانچیں بند کر دی جائیں۔

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ): جناب سپیکر! معزز ممبر نے جو ضمنی سوال کیا ہے اس سلسلے میں عرض ہے کہ ان چار برانچوں میں سے ابھی چوک شہیداں برانچ اور جتوئی برانچ profit میں آ گئی ہیں۔ درمیانی عرصے میں اقدامات کر کے ان دو برانچوں کو profit میں لایا گیا ہے۔ اگر پورے بنک کی برانچوں کا نیٹ ورک profit پر ہی چلنا ہو تو پھر شاید کسی بنک میں بھی profit and loss نہ ہو۔ یہ ایک سہولت ہے جس طرح زرعی قرضے ایسے areas میں دیئے جاتے ہیں کہ جہاں پر اس کی branches موجود ہوتی ہیں اور performance کو improve کیا جاتا ہے۔ honourable member کی بات کو note کیا جائے گا اور بنک کی branches کی performance کو بہتر بنایا جائے گا۔

جناب سپیکر: اگر بنک کی دو branches کی performance بہتر ہو گئی ہے، وہ profit میں آ گئے ہیں تو بنک کی باقی branches کی کیا صورتحال ہے؟

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ): جناب سپیکر! دو branches profit میں آ گئی ہیں اور باقی branches کو profit میں لانے کے حوالے سے اقدامات کئے گئے ہیں۔ ہمیں توقع ہے کہ ان اقدامات کی وجہ سے باقی branches بھی آئندہ کچھ عرصہ کے بعد profit میں آ جائیں گی۔

جناب سپیکر: ملک محمد عامر ڈوگر صاحب! اگلا سوال بھی آپ ہی کا ہے۔

ملک محمد عامر ڈوگر: جناب سپیکر! سوال نمبر 4564 ہے، اس سوال کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔ اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

لوکل فنڈ آڈٹ کے فرائض و دیگر تفصیلات

*4564: **ملک محمد عامر ڈوگر:** کیا وزیر خزانہ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) لوکل فنڈ آڈٹ حکومت پنجاب کے کن کن اداروں کا آڈٹ کرتا ہے؟

(ب) ملتان ڈویژن میں سال 08-2007 کو لوکل فنڈ آڈٹ نے کن کن اداروں کا آڈٹ کیا اور کون کون سے ادارے ڈیفالٹر قرار پائے ان کی مکمل تفصیل سے آگاہ فرمائیں؟

(ج) ملتان ڈویژن میں لوکل فنڈ آڈٹ کے کتنے آفیسرز دوسرے محکموں میں ڈیپوٹیشن پر ڈیوٹی سرانجام دے رہے ہیں کیا متعلقہ محکمہ ان کو واپس اپنے ڈیپارٹمنٹ میں لانے کا ارادہ رکھتا ہے، اگر نہیں تو کیوں؟

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ):

(الف) محکمہ لوکل فنڈ آڈٹ پنجاب گورنمنٹ کے کسی بھی ادارے کا آڈٹ نہ کرتا ہے بلکہ لوکل فنڈ آڈٹ صرف لوکل باڈیز کا آڈٹ کرتا ہے۔

(ب) ملتان ڈویژن میں مندرجہ ذیل ادارہ جات کا سپیشل آڈٹ برائے سال ہائے 02-2001 تا 08-2007 محکمہ لوکل فنڈ آڈٹ نے کیا۔

-1	ٹی ایم اے شاہ ممبر عالم ٹاؤن ملتان	-2	ٹی ایم اے ممتاز آباد ٹاؤن، ملتان
-3	ٹی ایم اے شیر شاہ ٹاؤن، ملتان	-4	ٹی ایم اے بوسن ٹاؤن، ملتان
-5	ٹی ایم اے شجاع آباد، ملتان	-6	ٹی ایم اے جلالپور پیر والا ٹاؤن، ملتان

7-	ٹی ایم اے لودھراں	8-	ٹی ایم اے دنیاپور
9-	ٹی ایم اے کہروڑپکا	10-	ٹی ایم اے میلسی
11-	ٹی ایم اے وہاڑی	12-	ٹی ایم اے بورے والا
13-	ٹی ایم اے عارف والا	14-	ٹی ایم اے پاکپتن شریف
15-	ٹی ایم اے ساہیوال	16-	ٹی ایم اے چیچہ وطنی
17-	ٹی ایم اے میاں چنوں	18-	ٹی ایم اے خانیوال
19-	ٹی ایم اے کبیروالا	20-	ٹی ایم اے جہانیاں

جہاں تک ڈیفالٹر کا تعلق ہے تو ان کی تفصیل ان ادارہ جات کی آڈٹ رپورٹس میں درج ہے جو کہ محکمہ لوکل گورنمنٹ پنجاب کے پاس ہیں۔مزید برآں رپورٹ بارپورٹ ذمہ داریوں کا تعین کرکے لوکل گورنمنٹ کمیشن کے حوالے کر دیا گیا ہے۔

(ج) محکمہ لوکل فنڈ آڈٹ کے افسران کا کیڈر صوبائی سطح پر قائم ہے، جہاں سے (قانونی تقاضوں کے تحت) مختلف افسران نیم سرکاری اداروں میں ان کے مطالبہ پر ڈیپوٹیشن پر بھیجے جاتے ہیں۔ واضح رہے کہ یہ کام حکومت پنجاب کی وضع کردہ ڈیپوٹیشن پالیسی کے تحت ہوتا ہے۔

ملتان ڈویژن کی علاقائی حدود کے اندر مندرجہ ذیل افسران ڈیپوٹیشن پر تعینات ہیں۔متعلقہ محکمہ جات کے نام افسران کے سامنے تحریر ہیں۔

1۔	خالد مسعود ڈپٹی ڈائریکٹر	ملتان ترقیاتی ادارہ ملتان
2۔	محمد سلیم اسسٹنٹ ڈائریکٹر	بہاؤالدین ذکریا یونیورسٹی ملتان
3۔	محمد شاہ سوار اسسٹنٹ ڈائریکٹر	تعلیمی بورڈ ملتان

مندرجہ بالا افسران ڈیپوٹیشن پالیسی کے تحت ہائے عرصہ تین سال ان اداروں میں ملازمت کرنے کے پابند ہیں۔عرصہ تین سال سے پہلے ان افسران کو واپس محکمہ میں بلانے کا اختیار صرف حکومت پنجاب کو ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

ملک محمد عامر ڈوگر: جناب سپیکر! جز(ب) کے جواب میں بتایا گیا ہے کہ ہم local bodies کا آڈٹ کرتے ہیں اور اس کی تفصیل میں 20 ٹی ایم ایز کا ذکر کیا گیا ہے کہ جن کا آڈٹ 02-2001 سے لے کر 08-2007 تک کیا گیا ہے۔میری گزارش ہے کہ حکومت پنجاب اور وزیراعلیٰ صاحب نے بھی کئی دفعہ کہا ہے کہ سابقہ ضلعی حکومتوں کے نظام میں کروڑوں روپے کی کرپشن پائی گئی ہے۔بہت سی

بے ضابطگیاں اور بے قاعدگیاں سامنے آئی ہیں۔کیا ان بیس تحصیلوں میں سے کسی کے خلاف کوئی action ہوا ہے، کسی TMO یا کسی تحصیل ناظم کے خلاف کوئی ایکشن لیا گیا ہے، یہ رپورٹ لوکل باڈیز کمیشن میں گئی ہے تو کیا آج تک کسی کے خلاف کوئی ایکشن ہوا ہے؟

جناب سپیکر!اسی سوال کے جواب میں بتایا گیا ہے کہ تین افسران مختلف محکموں میں deputation پر گئے ہیں اگر ان کا tenure پورا ہو گیا ہے تو پھر یہ ابھی تک ان اداروں میں کیوں بیٹھے ہوئے ہیں؟ان میں ایک صاحب خالد محمود ڈپٹی ڈائریکٹر ہیں، دوسرے محمد سلیم اسسٹنٹ ڈائریکٹر اور تیسرے محمد شاہسوار اسسٹنٹ ڈائریکٹر ہیں۔اگر ان کا تین سال کا tenure پورا ہو چکا ہے تو پھر اس کے بعد کیا جواز ہے کہ وہ ان دوسرے اداروں میں بیٹھے ہوئے ہیں؟زیادہ اہم اور مفاد عامہ کی بات یہ ہے کہ 20 ٹی۔ایم۔ایز کا آڈٹ ہوا ہے۔کیا اس آڈٹ رپورٹ کی روشنی میں اب تک کسی TMO, TOR,TOF یا کسی تحصیل ناظم کے خلاف کوئی action لیا گیا ہے یا نہیں؟

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ):جناب سپیکر!میں معزز ممبر کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ آڈٹ ڈیپارٹمنٹ کا کام آڈٹ کرنا ہے۔اس نے آڈٹ کر کے جو بھی allegations or irregularities سامنے آئی تھیں ان کے حوالے سے متعلقہ محکمہ کو رپورٹ بھجوادی ہے۔اب post default action کی ذمہ داری محکمہ لوکل گورنمنٹ کی ہے۔آڈٹ کے اعتراضات کی disposal کا ایک طریق کار موجود ہے۔

جناب سپیکر:معزز ممبر کا سوال صرف اتنا ہے کہ آیا کسی کے خلاف کوئی ایکشن ہوا ہے یا نہیں؟

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ):جناب سپیکر!یہ ایکشن تو متعلقہ محکمہ نے لینا ہے۔ہم نے رپورٹ بنا کر محکمہ لوکل گورنمنٹ کو بھجوادی ہے۔اب ایکشن کے بارے میں لوکل گورنمنٹ سے ہی پوچھا جا سکتا ہے۔

ملک محمد عامر ڈوگر:جناب سپیکر!یہ ٹھیک ہے کہ آڈٹ کے اعتراضات کی disposal کا ایک طریق کار ہے۔میں اس ایوان کی وساطت سے آپ اور وزیر اعلیٰ صاحب کو مخاطب کر کے کہنا چاہتا ہوں کہ اس رپورٹ کی روشنی میں آج تک کوئی ایکشن کیوں نہیں لیا گیا؟یہ سب کو علم ہے کہ پچھلے tenure یا ماضی میں جو لوکل باڈیز کے ادارے تھے ان میں کروڑوں روپے کی کرپشن ہوئی ہے لیکن ابھی تک کسی ایک کو بھی عبرت کا نشان نہیں بنایا گیا جبکہ ہمارے دعوے بہت تھے کہ ہم ان کے خلاف ایکشن کریں گے،کارروائی کریں گے۔اب تو ثبوت بھی سامنے ہیں تو پھر ان کے خلاف اب تک کیوں ایکشن نہیں لیا

گیا کیا یہ سب ثبوت کاغذوں اور کتابوں میں دفن ہو کر رہ جائیں گے ؟اب تو ایک سال سے زیادہ عرصہ ہو چکا ہے، وہ ناظمین بھی کام نہیں کر رہے بلکہ ان اداروں میں Administrators کام کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: اب یہ سوال لوکل گورنمنٹ سے متعلقہ ہو گیا ہے۔

ملک محمد عامر ڈوگر: جناب سپیکر! منسٹر لوکل گورنمنٹ اور وزیراعلیٰ صاحب نے عوامی سطح پر کئی دفعہ یہ announce کیا ہے کہ ان کے خلاف ایکشن لیا جائے گا۔

جناب سپیکر: کیا لوکل گورنمنٹ کے پارلیمانی سیکرٹری اس وقت ہاؤس میں موجود ہیں؟ وہ بھی نہیں ہیں۔

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ): جناب سپیکر! گورنمنٹ ہمیشہ rules and regulations کے ساتھ چلتی ہے۔ ہم دوسروں کا ایکشن اپنے محکمہ کے ذریعے نہیں لے سکتے۔ اب ایکشن لینے کا کام محکمہ لوکل گورنمنٹ کا ہے۔

دوسرا ڈوگر صاحب نے local funds audit کے افسروں کے بارے میں پوچھا ہے۔ ان تینوں افسروں کی تعیناتی کی dates میں بتا سکتا ہوں۔ ان تینوں افسران کو ابھی تین سال سے زیادہ عرصہ نہیں ہوا۔ جب ان کے تین سال پورے ہو جائیں گے تو انہیں محکمہ میں واپس بلا لیا جائے گا۔

جناب سپیکر: چلیں، ٹھیک ہے۔ ویسے یہ important سوال ہے اور اس پر متعلقہ محکمہ کو ایکشن لینا چاہئے۔ اگلا سوال شیخ علاؤالدین صاحب کا ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! سوال نمبر 4574، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

پنجاب بنک میں منظور شدہ و خالی اسامیوں کی تفصیلات

*4574: **شیخ علاؤالدین:** کیا وزیر خزانہ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) اس وقت پنجاب بنک میں کل کتنی منظور شدہ اسامیاں ایسی ہیں جو خالی ہیں؟

(ب) یہ اسامیاں کتنے عرصہ سے خالی ہیں ان کو پُر کیوں نہیں کیا جا رہا؟

(ج) 2002 تا 2005 جو بھرتیاں کی گئیں کیا وہ میرٹ کے مطابق تھیں، ان کا اشتہار دیا گیا، اگر نہیں تو کیوں، وجوہات سے آگاہ فرمائیں؟

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ):

(الف) بنک میں فی الحال کوئی اسامی خالی نہیں ہے کیونکہ اسامی خالی ہوتے ہی پُر کر لی جاتی ہے۔

(ب) کوئی اسامی خالی نہیں ہے۔

(ج) 2002تا2005 کے دوران بنک کی ضروریات کے مطابق جو بھرتیاں کی گئیں وہ براہ راست تجربے کی بنیاد پر اخبارات میں اشتہارات شائع کرنے کے بعد قابلیت اور اہلیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے کی گئیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! سوال یہ کیا گیا تھا کہ اس وقت پنجاب بنک میں کل کتنی منظور شدہ اسامیاں خالی ہیں؟ اس کا جواب یہ آیا ہے کہ "بنک میں فی الحال کوئی اسامی خالی نہیں ہے کیونکہ اسامی خالی ہوتے ہی پُر کر لی جاتی ہے" میں intentionally detail میں نہیں جا رہا لیکن اس کا مقصد یہ ہے کہ اسامی create کی جاتی ہے اور criteria صرف یہ ہے کہ اس کی شکل اچھی ہے لہذا اس کو ابھی رکھو۔

جناب سپیکر: میرا خیال ہے کہ اس بارے میں آپ سے بہتر شاید کوئی اور نہیں جانتا ہو گا۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! اس وقت یہ سوال House کی property ہے۔ یہاں تفصیل نہیں دی گئی۔ میں نے کہا تھا کہ 2002تا2005 میں جو بھرتیاں کی گئی ہیں ان کی تفصیل بتائی جائے؟ انہوں نے simply کہہ دیا ہے کہ یہ بھرتیاں merit پر ہوئی ہیں۔ مجھے آج تفصیل دے دیں تو میں ایک ہزار ایسی اسامیاں بتا دوں گا کہ جن پر غلط بھرتی کی گئی ہے۔ merit کو مد نظر رکھا گیا ہے اور نہ ہی قابلیت کو دیکھا گیا ہے بلکہ یہ دیکھا گیا ہے کہ شکل اچھی ہے، فلاں کا رشتہ دار ہے اس لئے بھرتی کر لیا گیا۔ کوئی banking کا تجربہ نہیں ہے۔

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ): جناب سپیکر! شیخ صاحب کے سوالات ہمیشہ بڑے بھرپور ہوتے ہیں۔ انھوں نے جو پہلا ضمنی سوال پوچھا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جب بھی کوئی اسامی خالی ہوتی ہے تو اس کو ایک process کے تحت پُر کیا جاتا ہے۔ بنک دو قسم کے process اپناتا ہے۔ نئی بھرتیوں کی خاطر جو لوگ trained نہیں ہوتے ان کے لئے اشتہار دیا جاتا ہے اور اشتہار کے بعد ایک process کے تحت پہلے تحریری امتحان ہوتا ہے اور پھر ان کا انٹرویو لیا جاتا ہے۔ اس کے لئے ایک criteria مقرر

کیا گیا ہے۔اس وقت میرے پاس یہ ایک candidate assessment sheet ہے۔وہاں پر یقیناً ہر candidate کی assessment sheet لگی ہو گی۔ شیخ صاحب اس کا ریکارڈ ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

جناب سپیکر!اس کے علاوہ جتنے بھی experienced officers رکھے جاتے ہیں ان کے لئے اشتہار نہیں دیا جاتا بلکہ ان کے CVs لے کر انٹرویو کئے جاتے ہیں اور ان کی selection کی جاتی ہے۔ شیخ صاحب نے جز(ج) میں 2002 سے لے کر 2005 تک ہونے والی بھرتیوں کے بارے میں پوچھا ہے۔ میں حیران ہوں کہ شیخ صاحب نے پانچ سال بعد یہ سوال کیوں پوچھا ہے،انھوں نے یہ سوال پچھلے دور میں کیوں نہیں کیا؟

جناب سپیکر: شیخ صاحب پر یہ کوئی پابندی تو نہیں ہے،وہ جب مرضی آئے سوال کر سکتے ہیں۔

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ):جناب سپیکر!اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جتنے بھی لوگ بھرتی ہوئے ہیں ان سب کا ریکارڈ موجود ہے،ان سب کی assessment sheets موجود ہیں۔اس عرصہ میں آٹھ سو کے قریب بھرتیاں کی گئی ہیں۔

شیخ علاؤالدین:جناب سپیکر!ثابت ہو گیا کہ کل آٹھ سو بھرتیاں ہوئی ہیں۔دوسرا خود منسٹر صاحب نے admit کر لیا ہے کہ Grade-II and III کی جو اسامیاں ہیں ان کا اشتہار بھی نہیں دیا گیا۔آپ بھی یہ بخوبی سمجھتے ہیں کہ جب اشتہار نہیں دیا گیا،privately CVs لئے گئے تو پھر بات تو واقعی ایسی ہے اور جو میں کہہ رہا ہوں وہ سچ ہے۔ میں ایک اور بات کروں گا کہ ابھی وزیر صاحب trainee فرما رہے تھے اس کو internship کہتے ہیں؟اگر آپ فرمائیں تو میں internship کے بارے میں بھی عرض کر دیتا ہوں،internship میں ہی گڑبڑ ہوتی ہے تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ بھرتیوں کا طریقہ faulty ہے اور جب بھرتیاں faults پر ہوں گی،competent لوگ نہیں ہوں گے تو بنک کبھی منافع میں نہیں آئے گا۔Grade-II & III کے لوگ ہی loans sanction کرتے ہیں وہ کیس بورڈ میں تو بعد میں جاتے ہیں۔جب انہوں نے collateral نہیں دیکھنا،بندے کی reputation نہیں دیکھنی اور اس کا business نہیں دیکھنا تو پھر بنک loss میں تو جائے گا۔ میں وزیر صاحب کی اس بات کو appreciate کرتا ہوں کہ انہوں نے کہا کہ ہاں جی آٹھ سو بھرتیاں ہوئی اور CV پر ہوئیں۔

جناب سپیکر:انہیں چھپانے کی ضرورت ہی کیا ہے؟انہوں نے تو بات کر دی ہے کہ آٹھ سو بھرتیاں CV پر ہوئی ہیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! ابھی انہوں نے کہا ہے کہ ہم internship دیتے ہیں اُسی internship میں ہی تو ساری گڑبڑ ہوتی ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ مجھے 2002 سے 2005 تک کی تفصیل کیوں نہیں دی گئی؟ اور آج مجھے وزیر صاحب نے کہا ہے تو میں انشاء اللہ تعالیٰ 07-2006 اور onward بھی اس floor پر لے آؤں گا۔ انہوں نے مجھ سے شکوہ کیا ہے کہ ?Why not after 2005 میں وہ بھی لے آؤں گا لیکن جو بھرتیاں ہوئی تھیں مجھے اس کی تفصیل تو دے دیں، میں پھر بتاؤں گا کہ یہ کون لوگ ہیں۔

جناب سپیکر: چلیں، آپس میں بیٹھ کر اس پر بات کر لینا۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! آپس کی بات تو پھر وہی ہے کہ جیسے آپ مجھے بلا کر کہہ دیتے ہیں، اس میں آپس کی کوئی بات نہیں ہے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ): جناب سپیکر! جو آٹھ سو اٹھانوے بھرتیاں ہوئیں میں نے ان کے بارے میں یہ نہیں کہا کہ بغیر اشتہار کے ساری بھرتیاں ہوئیں، میں نے two categories عرض کیں اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ صرف Bank of Punjab میں نہیں بلکہ تمام بنکوں کا یہی طریق کار ہے۔ یہ مانا کہ حکومت پنجاب اس بنک کو own کرتی ہے کیونکہ اس بنک میں حکومت پنجاب کے 51 فیصد shares ہیں لیکن یہ independent bank ہے اور اس کو سارے professional لوگ چلا رہے ہیں جس طرح باقی private banks چل رہے ہیں اسی طریقے سے یہ بنک چل رہا ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں ایک تو یہ عرض کروں کہ یہ private bank نہیں ہے، یہ گورنمنٹ کا بنک ہے۔ private banks میں بالکل ایسا ہوتا ہے کہ کوئی 5 کروڑ کا deposit لے آیا، کوئی 10 کروڑ کا deposit لے آیا اس کو لے لیا تو record پر یہ بات بھی لانی چاہئے کہ یہ گورنمنٹ کا بنک ہے۔ National Bank of Pakistan گورنمنٹ کا بنک ہے اس میں اشتہار دے کر تمام اسامیاں پُر کی جاتی ہیں اور سٹیٹ بنک کی پابندی ہے کہ بنک بھرتیاں کرتے وقت اخبار میں اشتہار دے گا اس لئے بغیر اشتہار دیئے جن اسامیوں پر بھرتیاں کی گئیں وہ غلط ہیں۔ مجھے ابھی تک ان پُر کی گئی اسامیوں کی تفصیل نہیں دی گئی اس لئے میری گزارش ہے کہ آپ اس سوال کو pending کر دیں اور مجھے اس کی تفصیل دے دیں۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب! آپ اس سوال کو ابھی بھی pending کروانا چاہتے ہیں؟

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میری عرض یہ ہے کہ اس سوال کے جواب میں تفصیل تو نہیں دی گئی کہ وہ کون خوش نصیب تھے جنہیں ان اسامیوں پر بھرتی کیا گیا؟

جناب سپیکر: شیخ صاحب! آپ کے پاس تو پہلے ہی ساری list موجود ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ میرے پاس list موجود ہے تو پھر اگر میں اپنی list دوں گا تو آپ اس کو نہیں مانیں گے۔

جناب سپیکر: نہیں، ہم اس list کو غلط کیوں کہیں گے، جو list صحیح ہو گی اس کو مانیں گے۔ وزیر خزانہ صاحب! آپ ان کو وہ list provide کریں۔

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ): جناب سپیکر! انہوں نے اس سوال میں یہ list مانگی ہی نہیں ہے، اگر یہ list مانگتے تو ان کو مہیا کر دیتے اور اگر اب یہ list مانگتے ہیں تو ان کو مہیا کر دی جائے گی۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! پھر آپ اس سوال کو pending کر دیں۔

جناب سپیکر: نہیں، اس طرح سوال pending کرنا ٹھیک نہیں ہے، یہ آپ کو list دے دیں گے۔

جناب محمد حفیظ اختر چودھری: جناب سپیکر! اس سوال پر میرا ایک ضمنی سوال ہے کہ جس طرح ہمارے معزز بھائی شیخ صاحب فرما رہے تھے اور وزیر صاحب نے اس کا جواب دیا کیا State Bank کے procedure of appointments کو proper طریقے سے adopt کیا گیا یا نہیں؟

جناب سپیکر: جی، وزیر خزانہ صاحب! وہ پوچھ رہے ہیں کہ کیا ان بھرتیوں میں according to State Bank, procedure adopt کیا گیا ہے؟

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ): جناب سپیکر! State Bank کے regulations کے مطابق procedure کو adopt کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ شیخ صاحب! اگلا سوال بھی آپ کا ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! Question No. 4575

ضلع قصور میں پنجاب بنک کی برانچوں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*4575: شیخ علاؤالدین: کیا وزیر خزانہ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ضلع قصور میں پنجاب بنک کی کتنی ایسی برانچیں ہیں جو خسارے میں جا رہی ہیں ان کے مینجرز کے ناموں سے بھی آگاہ کریں؟

(ب) ان برانچوں میں کتنے ایسے لوگ ہیں جو ڈیپوٹیشن پر کام کر رہے ہیں اور کیوں، وجوہات سے آگاہ کریں؟

(ج) ان بنکوں میں کتنی اسامیاں خالی ہیں اور ان کو کب تک پُر کر دیا جائے گا؟

(د) مذکورہ ضلع کی برانچوں میں اس وقت کتنے ایسے آفیسرز و اہلکاران ہیں جن کی بے قاعدگیوں کی وجہ سے انکوائریاں چل رہی ہیں اور کب سے، ان کے ناموں و عہدہ جات سے آگاہ کریں؟

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ):

(الف) ضلع قصور میں پنجاب کی کل تین برانچیں ہیں ان میں پتو کی برانچ خسارہ میں ہے اور اس کے مینجر کا نام ارشاد احمد ہے۔

(ب) پنجاب بنک اور اس کی برانچوں میں کوئی فرد ڈیپوٹیشن پر کام نہیں کر رہا۔

(ج) بنک میں اس وقت کوئی اسامی خالی نہیں ہے اس لئے پُر کرنے کا جواز نہیں بنتا۔

(د) مذکورہ بالا ضلع میں واقع بنک کی کسی برانچ کے کسی اہلکار کے خلاف بے قاعدگیوں کے الزام میں انکوائری نہیں چل رہی۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ پنجاب بنک کی پتو کی برانچ خسارے میں ہے تو کیا اس برانچ میں Govt. deposits موجود ہیں اور وہ deposits, daily product پر ہیں یا fix میں ہیں اور کتنے فیصد پر ہیں اور یہ برانچ پھر loss میں کیوں ہے، ان کے پاس Govt. Deposits اور TMA کے پیسے ہیں کیونکہ پنجاب حکومت کہتی ہے کہ گورنمنٹ کے پیسے پنجاب بنک میں رکھیں۔ پتو کی اچھا بھلا business city ہے تو یہ برانچ loss میں کیوں ہے اور اگر اس کے پاس Govt. deposits ہیں تو کتنے فیصد پر ہیں؟

جناب سپیکر: جی، وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ): جناب سپیکر! اس کی overall position دی جا سکتی ہے کہ بنک میں Govt. deposits کتنے ہیں لیکن یہ ان کا fresh question بنتا ہے کہ اس specific branch میں کتنے Govt. deposits ہیں؟ شیخ صاحب کا سوال یہ تھا کہ کون سی ایسی branches ہیں جو خسارے میں ہیں اور یہ ضروری نہیں کہ انہوں نے جو TMA's کی بات کی ہے، گورنمنٹ نے

تمام departments کو تاکید کی ہے کہ آپ اپنے سارے funds, Bank of Punjab میں رکھیں لیکن TMA نے independent ہونے کی وجہ سے اپنے funds وہاں نہیں رکھے اور بعض Intermediate Boards نے بھی پنجاب بنک میں اپنے funds نہیں رکھے اس لئے ضروری نہیں کہ اگر یہ سارے funds اس branch میں رکھے جائیں تو یہ branch profit میں چلی جائے گی، یہ ایک ادارہ ہے جو profit and loss پر چلتا ہے۔

جناب سپیکر: آپ ہمت کر کے اس branch کو profit میں لے آئیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! وزیر صاحب finance کو سمجھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ میں ان سے یہ سوال کیوں پوچھ رہا ہوں؟ یہ T-bills یا scoop bonds خرید لیں تو یہ branch profit میں آ جائے گی۔ ان برانچوں میں Govt. deposits پڑے ہیں جن کا پیسا T-bills میں جا رہا ہے، نہ scoop bonds میں جا رہا ہے۔ میں یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ Bank of Punjab کی ہر branch میں Govt. money موجود ہے۔۔۔

(اذانِ مغرب)

جناب سپیکر: 20 منٹ کے لئے نمازِ مغرب کا وقفہ کیا جاتا ہے۔ ہم انشاء اللہ دوبارہ وقفہ کے بعد ملیں گے۔

(اس مرحلہ پر نماز مغرب کی ادائیگی کے لئے ایوان کی کارروائی 15 منٹ کے لئے ملتی کی گئی)

(اس مرحلہ پر نماز مغرب کے وقفہ کے بعد
جناب سپیکر 5 بج کر 52 منٹ پر کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے)

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! اجازت ہے میں کوئی بات کر لوں؟

جناب سپیکر: آپ نے کیا بات کرنی ہے، کیا سوال کے بارے میں بات کرنی ہے؟

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! سوال پر بات تو ہو نہیں سکتی کیونکہ منسٹر صاحب نہیں ہیں کوئی اور بات کر لوں؟

جناب سپیکر: اچھی بات کرنا۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں تو ہمیشہ اچھی بات کرتا ہوں اور کوشش بھی یہی کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، شیخ صاحب!

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ میں نے بارہا اس معزز ہاؤس میں یہ معاملہ رکھا ہے کہ۔۔۔
جناب سپیکر: شیخ صاحب! مجھے میاں محمد رفیق صاحب کو مبارکباد دے دینے دیں۔ میرے خیال میں وہ حج کر کے آئے ہیں۔ ماشاء اللہ میاں صاحب! آپ کو حج کی مبارک ہو۔ آپ ہمیں تو نہیں ملے بہر حال میں آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ بہت شکریہ
میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! آپ کا بے حد شکریہ
جناب سپیکر: جی، شیخ صاحب!
شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میاں صاحب نے بال تو کٹوائے نہیں ہیں۔ یہ تو ایسے لگتے ہیں جیسے کسی بیوٹی پارلر سے آئے ہیں۔ (قہقہہ)
ان سے یہ بھی تو پوچھیں کہ بال کیوں نہیں کٹوائے؟
جناب سپیکر: شیخ صاحب! وہ بزرگ آدمی ہیں، ایسی بات نہ کریں۔
شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! ان کے بالوں کی اتنی growth ہونی ہی نہیں چاہئے تھی، یہ تو پھر حج کر کے نہیں آئے۔
جناب سپیکر: بس، وہ اپنی مرضی سے جو کچھ کر آئے ہیں اچھا ہی کر کے آئے ہیں۔
شیخ علاؤالدین: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں نے اس معزز ہاؤس میں بہت دفعہ یہ بات کی ہے کہ۔۔۔
جناب سپیکر: دیکھیں! پوائنٹ آف آرڈر بعد میں لیں گے اب۔۔۔
شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! اب تو آپ نے اجازت دے دی ہے، صرف ایک دو فقرے ہیں اور اس میں بہت لوگوں کا بھلا ہے۔
جناب سپیکر: جلدی، جلدی۔۔۔
شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! جلدی جلدی تو نہیں۔ اب اس طرح تو نہیں ہو سکتا کہ "تمام دوائیں بچوں کی پہنچ سے دور رکھیں۔" اس زبان میں تو نہیں بولا جا سکتا یہ ایک ضروری معاملہ ہے۔
جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ میں نے کئی دفعہ یہ بات کی ہے کہ پرائیویٹ سکول اور کالج والے جو بچوں کی فیسیں لے رہے ہیں، آپ یقین کریں کہ اس کے لئے والدین بے پناہ پریشان

ہیں۔ میری جیب میں ایک بل ہے جو ایک نرسری کے بچے کا ہے اور وہ ساٹھ ہزار روپے کا ہے۔ آپ ذرا یہ بل دیکھ لیں اور اس پر غور کر لیں۔ اس کے بعد پھر اس بچے کا باپ رشوت لے گا، سمگلنگ کرے گا، چرس بیچے گا یا کیا کرے گا؟ یہ آپ پڑھ لیں کہ ایک prep کے بچے کی per month فیس پندرہ ہزار روپے ہے۔ یہاں پر ایک کمیٹی بھی بنی تھی اب پتا نہیں وہ کمیٹی کون سے سکول میں گئی اور گم ہو گئی، وہ وہاں سے ابھی باہر ہی نہیں نکلی۔ آپ اس کو صرف ایک نظر دیکھ لیں کہ اس لاہور میں یہ ہو رہا ہے کہ بچوں سے پندرہ ہزار روپے فی مہینہ لیا جا رہا ہے۔ آپ ذرا اس پر غور کریں کہ فیس کے علاوہ سٹیشنری کا خرچہ علیحدہ ہے اور بھی دیکھیں کہ کیا کیا خرچے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: یہ سیکرٹری ہائر ایجوکیشن کا معاملہ ہے۔۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! ان کو بلائیں اور اس کمیٹی کو بھی بلائیں کیونکہ یہ بہت بڑا ظلم ہے۔

جناب سپیکر: اس کمیٹی میں کون کون صاحبان تھے، کیا یہ معاملہ ایجوکیشن کمیٹی کے پاس گیا تھا؟

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! یہ کمیٹی رانا ثناء اللہ صاحب کی سرکردگی میں بنی تھی۔ ان کی meeting وغیرہ بھی ہوئیں۔ اللہ جانے ان پرائیویٹ سکولوں نے کیا چیز دکھائی؟

جناب سپیکر: اب رانا صاحب نہیں ہیں، جب وہ آئیں گے پھر ان سے پوچھ لیں گے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! آپ اس کو ضرور دیکھئے گا۔

جناب سپیکر: جی، بالکل دیکھوں گا۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! اب میں سوال پر آ جاؤں؟

جناب سپیکر: جی، Lets come back to the question

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میرا سوال یہ تھا کہ پتوکی برانچ خسارے میں ہے۔ آپ کو تو مجھ سے بہت زیادہ پتا ہے کہ پتوکی ایک اچھا business city ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ loss میں ہے تو اس کے لئے کیا کارروائی ہوئی اگر گورنمنٹ کا پیسا وہاں پر پڑا ہے تو اس پر گورنمنٹ کو کوئی profit دیا جا رہا ہے کیونکہ آپ کو بھی پتا ہے کہ deposit rate بارہ سے تیرہ فیصد عام ہے یہ loss میں کیوں ہے؟

جناب سپیکر: منسٹر صاحب! اس کو منافع میں لائیں جس طرح بھی ہو۔

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ): جناب سپیکر! 2009 میں اس کا خسارہ 31 ملین روپے تھا اور 2010 میں یہ کم ہو کر 12 ملین روپے رہ گیا۔ یہ اس میں improvement ہے۔ برانچیں یا کوئی بھی business اگر loss میں جائے تو انہیں بند نہیں کر دیا جاتا بلکہ کوشش کی جاتی ہے کہ ان کو improve کیا جائے۔ دوسری بات جو honourable member نے پوچھی ہے کہ جتنے deposits ہیں اس پر بنک کیا mark up دے رہا ہے؟ حکومت پنجاب کے جتنے deposits پنجاب بنک میں جمع ہیں ہر کوارٹر میں تمام بنک سے ان کی offer لی جاتی ہے۔ mark up کا جو rate وہ offer کرتے ہیں اس سے جو highest ریٹ ملتا ہے پنجاب بنک وہ rate حکومت پنجاب کو offer کرتا ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں نے یہ پوچھا ہے کہ وہ کیا rate offer کرتا ہے، میں بنک کی بہتری چاہتا ہوں اور حکومت کی بہتری چاہتا ہوں اس لئے کہہ رہا ہوں۔ یہ بتادیں کہ وہ کیا rate offer کرتا ہے، یہ بات تو مان لی کہ گورنمنٹ deposits ان کے پاس موجود ہیں اور میں نے یہ عرض کیا ہے کہ 12 سے 13 فیصد عام deposit rate ہے تو بنک گورنمنٹ کو کیا دے رہا ہے جبکہ اس کے پاس فری کھاتے کا پیسا پڑا ہے؟

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ): جناب سپیکر! میں نے عرض کیا ہے کہ ہر کوارٹر میں rate change ہوتا ہے اور جو highest rate ہمیں کسی بھی بنک سے ملتا ہے وہ لیا جاتا ہے جو اس وقت ساڑھے بارہ فیصد سے اوپر ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میرا اس سے آگے سوال ہے۔ میرا چونیاں برانچ میں فراڈ ہوا ہے اور یہ کہتے ہیں کہ ہوا ہی کچھ نہیں۔ اگر میں اس بات کو آپ کے حکم کے مطابق چھوڑ بھی دوں جس سے میں مطمئن نہیں ہوں اگر آپ مطمئن ہیں تو alright۔ چونیاں برانچ میں فراڈ ہوا ہے، عابد ڈولہ نام کا مینجر کروڑوں روپے لے کر بھاگ گیا ہے اور یہ کہتے ہیں کہ فراڈ ہی نہیں ہوا۔ میں یہ بات ذمہ داری سے کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر: آصف ڈولہ؟

شیخ علاؤالدین:جناب سپیکر!عابد ڈولہ جو پنجاب بنک چونیاں میں فراڈ کر کے بھاگ گیااور لوگ رو رہے ہیں۔یہ کہتے ہیں کہ فراڈ ہی نہیں ہوا۔اگر فراڈ ہوا ہے تو لازمی سٹیٹ بنک کو اطلاع دی گئی ہو گی کیونکہ اگر کسی بھی برانچ میں ایک روپے کا بھی فراڈ ہو جائے تو سٹیٹ بنک کی condition ہے کہ اس کی اطلاع دی جائے۔یہ بتائیں کہ اس کی انکوائری کا کیا ہوا،وہ بندہ دبئی بھاگ گیااور یہ کہتے ہیں کہ فراڈ ہی نہیں ہوا جبکہ میں کہتا ہوں کہ چونیاں میں فراڈ ہوا ہے۔

جناب سپیکر:جی۔

وزیر خزانہ(جناب تنویر اشرف کائرہ):جناب سپیکر!معزز ممبر نے جو پوچھا تھا وہ یہ تھا کہ اس وقت کتنے آفیسران و اہلکاران ہیں جن کی بے قاعدگیوں کی وجہ سے انکوائریاں چل رہی ہیں اور کب سے چل رہی ہیں ان کے ناموں و عہدہ جات سے آگاہ کیا جائے؟جس وقت یہ پوچھا گیا اس وقت کوئی انکوائری نہیں چل رہی تھی لیکن اس کے بعد current دو انکوائریاں چل رہی ہیں۔ایک انکوائری محمد عارف ڈوگر جو کہ AVP ہے مینجر قصور برانچ۔ان کی انکوائری 10-11-27 کو initiate ہوئی۔دوسرا محمد نعیم نور آفیسر گریڈ2 قصور برانچ۔ان کی انکوائری 10-11-29 کو شروع ہوئی۔ابھی ان کی انکوائری چل رہی ہے۔انہوں نے جو بھی خلاف ورزی کی ہو گی انکوائری مکمل ہونے پر قواعد و ضوابط کے مطابق اس پر ایکشن لیا جائے گا۔

جناب سپیکر:نہیں،جس کا ذکر وہ فرما رہے ہیں ان کا نام تو اس میں کہیں آیا ہی نہیں ہے۔

وزیر خزانہ(جناب تنویر اشرف کائرہ):جناب سپیکر!انہوں نے جو سوال دیا تھا اس کے مطابق انہوں نے جو اس وقت پوچھا تھا اس وقت کوئی انکوائری نہیں تھی۔اگر یہ اس سے پہلے کی پرانی انکوائری کے بارے میں پوچھتے تو ان کو رپورٹ دے دی جاتی۔

شیخ علاؤالدین:جناب سپیکر!میں ذمہ داری سے کہہ رہا ہوں کہ یہ کیس اس سے پہلے کا ہے اس کو ابھی pending کر دیں۔

جناب سپیکر!آپ خود ہی فیصلہ کر لیں اور آپ خود پتا کر لیجئے گا کہ کیا عابد ڈولہ وہاں سے فراڈ کر کے بھاگا ہے اور لوگوں کے deposit return کے کتنے کروڑ کے فراڈ کر کے دبئی بھاگ گیا ہے؟

وزیر خزانہ(جناب تنویر اشرف کائرہ):جناب سپیکر!انہوں نے جو سوال پوچھا ہے وہ میں دوبارہ دہراؤں گا۔اگر یہ پوچھتے کہ اس تاریخ سے پہلے جتنی بھی inquiries ہوئی ہیں تو اس کے متعلق بتایا جائے تو ہم ان

کو بتا دیتے لیکن ہم نے اس وقت کی انکوائری اور اس کے بعد کی انکوائری انہیں بتا دی ہے۔اس سے پہلے کی انکوائری کے لئے یہ fresh question کریں اور ہم ان کو اس کے متعلق بھی بتا دیں گے۔

جناب سپیکر: کائرہ صاحب، دیکھیں! وہ آپ کی نشاندہی کر رہے ہیں کہ آپ کے بنک کے پیسے لے کر کوئی بندہ ملک سے غائب ہو گیا ہے اور اس پر کوئی action نہیں ہو رہا تو یہ کیا معاملہ ہے وہ تو اس معاملے میں آپ کی معاونت کر رہے ہیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! اگر آپ مجھے ایک منٹ دے دیں تو میں عرض کرتا ہوں کہ آپ صرف سوال کا جز (د) دیکھ لیں کہ مذکورہ ضلع کی برانچوں میں اس وقت کتنے ایسے آفیسر و اہلکاران ہیں جن کی بے قاعدگیوں کی وجہ سے انکوائریاں چل رہی ہیں۔ میں نے یہ wide range question جان بوجھ کر کیا ہے کہ عابد ڈولہ کے علاوہ اور بھی ڈولہ ہے تو وہ بھی نکل آئے لیکن میں نے اس کو wide range کیا اور جان بوجھ کر کیا ہے کہ شاید کوئی اور بھی ہو اور purely ان کے interest میں کیا۔

جناب سپیکر: وہ شاید والے تو آ گئے ہیں لیکن وہ آئے نہیں ہیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! ہاں! وہ عابد ڈولہ نہیں آیا۔

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ): جناب سپیکر! شیخ صاحب نے سوال کے ذریعے جو نشاندہی کی ہے اس کا ہم notice لیں گے۔

جناب سپیکر: کائرہ صاحب! میری بات سنیں کہ اگر آپ wording پر بھی جائیں گے تو پھر بھی آپ کو اسی طرح سے جواب دینا پڑے گا۔

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ): جناب سپیکر! وہ کیسے؟

جناب سپیکر: یعنی سوال یہ ہے کہ مذکورہ ضلع کی برانچوں میں اس وقت کتنے ایسے آفیسرز و اہلکاران ہیں جن کی بے قاعدگیوں کی وجہ سے انکوائریاں چل رہی ہیں جس کا یہ نام لے رہے ہیں ان کی کوئی انکوائری نہیں ہو رہی۔

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ): جناب سپیکر! جن کے بارے میں یہ فرما رہے ہیں وہ باہر جا چکے ہیں۔ دوسری اس انکوائری کے بارے میں جس طرح یہ کہہ رہے ہیں مکمل ہو چکی ہو گی لیکن اگر آپ دو دن کا ٹائم دیں تو میں ہاؤس میں اس انکوائری کی رپورٹ پیش کر دوں گا۔

جناب سپیکر: چلیں! آپ کو دو دن کا ٹائم دیتے ہیں، دو دن کے بعد آپ ہاؤس کو بتائیں گے کہ جس آدمی کا انہوں نے ذکر کیا ہے اس کی اب latest position کیا ہے اور آپ کی طرف سے کیا کارروائی ہوئی؟

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: جی، شیخ صاحب!

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! ایک بات رہ گئی ہے کہ اگر اس کی انکوائری ہوئی ہے تو اس حوالے سے جو سٹیٹ بنک کو لیٹر گیا ہے وہ بھی منگوائیں۔

جناب سپیکر: جی، انشاء اللہ وہ پوری تفصیل لے کر آئیں گے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! شکریہ

جناب سپیکر: اگلا سوال اب ڈاکٹر اشرف چوہان صاحب کا ہے۔ڈاکٹر صاحب تشریف رکھتے ہیں؟۔۔۔ نہیں ہیں تو سوال نمبر 4884 کو dispose of کیا جاتا ہے۔اس کے بعد اگلا سوال محترمہ زوبیہ رباب ملک صاحبہ کا ہے۔ تشریف فرما ہیں؟۔۔۔ نہیں ہیں۔ یہ سوال نمبر 5146 بھی dispose of کیا جاتا ہے۔ چودھری محمد اسد اللہ صاحب کا سوال ہے، تشریف فرما ہیں؟۔۔۔ نہیں ہیں تو ان کا سوال نمبر 5516 بھی dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال نمبر 5518 بھی چودھری محمد اسد اللہ صاحب کا ہی ہے تو یہ بھی dispose of کیا جاتا ہے۔اب اگلا سوال ڈاکٹر محمد اشرف چوہان صاحب کا ہے۔

ڈاکٹر محمد اشرف چوہان: جناب سپیکر! میں آ گیا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، آپ آئیں۔ میں تو آپ کو بلا بلا کر تھک گیا ہوں، آپ ذرا گپ شپ تھوڑی لگایا کریں۔ آپ کا پہلا سوال تو dispose of ہو گیا ہے۔اب آپ دوسرے سوال پر آ جائیں۔

ڈاکٹر محمد اشرف چوہان: جناب سپیکر! ٹھیک ہے۔ میں سوال نمبر 5696 کے جواب سے بھی مطمئن ہوں۔

جناب سپیکر: چلیں! ٹھیک ہے۔

ضلع گوجرانوالہ میں پنجاب کی برانچوں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*5696: ڈاکٹر محمد اشرف چوہان: کیا وزیر خزانہ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:–

(الف) ضلع گوجرانوالہ میں بنک آف پنجاب کی کتنی برانچیں ہیں؟

(ب) ان برانچوں کی سال08-2007،09-2008 کی آمدن اور اخراجات بتائیں؟

(ج) ان برانچوں کے انچارج صاحبان کے نام، عہدہ، گریڈ بتائیں؟

(د) کون کون سی برانچ خسارے میں چل رہی ہے؟

(ہ) ان برانچوں سے مذکورہ بالا عرصہ کے دوران کتنی رقم بطور قرضہ ادا کی گئی، یہ قرضہ کس کس شرح سود پر دیا گیا؟

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ):

(الف) بنک آف پنجاب کی گیارہ برانچیں ہیں۔

(ب) تفصیل تتمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) تفصیل تتمہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) 2007 میں ضلع گوجرانوالہ کی کوئی برانچ خسارے میں نہیں تھی اور 2008 میں صرف ایک گکھڑ منڈی برانچ خسارے میں تھی۔

(ہ) تفصیل تتمہ (ج) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! اس پر میرا ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب! آپ میری بات سنیں۔ آپ نے اپنے دو سوال مکمل کر لئے ہیں۔ اب آپ کا ضمنی سوال نہیں بنتا لیکن اگر کوئی صاحب آپ کے ذریعے ضمنی سوال کرنا چاہتے ہیں تو کر لیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! آپ یہ دیکھ لیں کہ آپ کے قوانین اور قاعدے مجھ پر ہی لاگو ہوتے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، آپ بولتے ہی زیادہ ہیں اسی لئے آپ پر ہی ہو سکتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب جواب سے مطمئن ہیں اس لئے یہ سوال بھی dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال چودھری عامر سلطان چیمہ صاحب کا ہے۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 5737 ہے اور اس کو منسٹر صاحب پڑھ دیں۔

جناب سپیکر: جی، اس سوال کا جواب پڑھ دیں۔

سال 10-2009، سپلیمنٹری گرانٹ جاری کرنے کی تفصیلات

*5737: چودھری عامر سلطان چیمہ: کیا وزیر خزانہ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ترقیاتی سکیموں کے لئے محکمہ پی اینڈ ڈی سالانہ بجٹ کے میزانیہ کے مطابق محکمہ خزانہ کو گرانٹ جاری کرنے کے لئے ہدایت جاری کرتا ہے؟

(ب) کیا محکمہ پی اینڈ ڈی کی ایڈوائس بجٹ میں مہیا کردہ گرانٹ کے مطابق ہوتی ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ محکمہ پی اینڈ ڈی نے اپنے لیٹر نمبر RO(ADP)(17)1P&D 2009−Prority / مورخہ 17۔اکتوبر2009 کو سپلیمنٹری گرانٹ برائے 10۔2009 کے لئے محکمہ خزانہ کو 30.123 ملین بلاک ایلوکیشن برائے "Priority Programme" جو کہ جنرل سیریل نمبر 4431ADP برائے 10-2009 میں جاری کرنے کی ہدایت کی؟

(د) یہ فنڈز تین ماہ گزرنے کے باوجود ابھی تک محکمہ خزانہ نے جاری نہ کئے ہیں اس کی وجوہات بیان کی جائیں؟

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ):

(الف) جی ہاں! یہ درست ہے کہ ترقیاتی سکیموں کے لئے محکمہ پی اینڈ ڈی سالانہ بجٹ کے میزانیہ کے مطابق محکمہ خزانہ کو گرانٹ جاری کرنے کے لئے ہدایات جاری کرتا ہے۔

(ب) محکمہ پی اینڈ ڈی بجٹ میں مختص دیگر سکیموں یا بلاکوں میں سے funds کو divert کر کے جاری کرنے کی ہدایات کرتا ہے۔ یہ فنڈز سپلیمنٹری گرانٹ سے مہیا کئے جاتے ہیں۔

(ج) درست ہے۔

(د) محکمہ پی اینڈ ڈی نے درج بالا فنڈز کی ایلوکیشن 17۔اکتوبر2009 کو کر دی تھی جس کے مطابق یہ فنڈز "Priority Programme" کے بلاک سے divert کئے گئے تھے۔ تاہم مالی مشکلات کے باعث محکمہ خزانہ اس بلاک میں سے لئے گئے فنڈز کو جاری نہ کر رہا تھا۔ تاہم جو نہی مالی معاملات میں کچھ بہتری آئی محکمہ خزانہ نے فوراً 29.376 ملین روپے مورخہ 10۔04۔03 کو جاری کر دیئے ہیں۔ ایڈوائس کی کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ جاری کردہ فنڈز محکمہ پی اینڈ ڈی کی ہدایت اور سکیموں کی انتظامی منظوری کو مدنظر رکھ کر کی جاتی ہے۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! اس میں میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جب یہ فنڈز 10-04-03 کو جاری کئے گئے تھے تو ہوتا یہ ہے کہ 30۔جون تک ان کی utilization کرنی ہوتی ہے تو کیا جو اپریل

میں فنڈز جاری کئے ہیں تو اس کے ڈیڑھ ماہ بعد ان فنڈز 29.376 کی utilization سو فیصد ہو گئی ہے اور اگر نہیں ہوئی تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

جناب سپیکر: جی۔

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ): جناب سپیکر! معزز ایم پی اے صاحب نے جو سوال پوچھا ہے وہ یہ ہے کہ اس وقت اس کا کیا status تھا؟ جب یہ funds جاری کر دیئے جاتے ہیں تو جو concerned محکمہ ہے اس نے یہ funds استعمال کرنے ہوتے ہیں اس کے بعد ہمارے پاس اس کا ریکارڈ نہیں رہتا۔ ان کا کام ہوتا ہے یا جب وہ tender کا process مکمل کرتے ہیں یا سکیموں کی implementation کے لئے concerned department جس میں Irrigation ہے اس نے خرچ کرنے تھے۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: سی اینڈ ڈبلیو نے خرچ کرنے تھے۔

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ): جی، سی اینڈ ڈبلیو نے خرچ کرنے تھے۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! میں نے سوال اس لئے اٹھایا تھا کہ ان کی فنڈز کی advice 17۔اکتوبر 2009 کو جاری کی گئی ہے۔ محکمہ پی اینڈ ڈی نے اس کی advice 17۔اکتوبر 2009 کو جاری کی یعنی کہ چھ ماہ بعد فنڈز جاری کئے گئے جبکہ ڈیرھ ماہ بعد lapse کر دیئے گئے تو بہتر تھا کہ اپریل میں یہ فنڈز ہی محکمہ خزانہ جاری نہ کرتا تو یہی وہ پالیسی ہے جو کہ غلط پالیسی ہے۔ گڈ گورننس کے نعرے لگانے والوں کی پالیسی نہیں ہونی چاہئے۔ At the end of financial year جو پیسے جاری کئے جاتے ہیں اس سے بہتر نہیں ہے کہ یہ پیسے محکمہ خزانہ مالی سال کے آغاز میں پوری planning کر کے جاری کرے۔ اگر مالی مشکلات تھیں تو یہ جاری ہی نہ کرتے، یہ فنڈز 30۔جون یعنی یکم جولائی کے بعد جاری کر دیتے تو بہتر ہوتا تاکہ یہ فنڈز utilize ہو جاتے۔ یہ تو اسی طرح ہی ہے کہ فنڈز دِکھا کر اس کے بعد واپس لے لئے گئے۔ یعنی چیز سامنے رکھ کر دِکھا کر کہا گیا کہ یہ وہ چیز ہے، آپ دیکھ سکتے ہیں لیکن اس کو استعمال نہیں کر سکتے تو انہوں نے ایسا ہی کیا کہ چیز دکھادی یہ نوٹیفکیشن ہے، یہ فنڈز کی advice جاری ہو گئی ہے لیکن آپ اس کو استعمال نہیں کر سکتے تو کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ محکمہ اپنی پالیسی کو بدلے اور میرا اس میں ضمنی سوال یہی ہے کہ کیا محکمہ اپنی پالیسی پر نظر ثانی کرے گا کہ آخری ماہ میں فنڈز جاری نہ کیا کرے بلکہ فنڈز پلاننگ کے ساتھ یکم جولائی کے بعد جاری کئے جائیں تو بہتر ہے؟

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ):جناب سپیکر!معزز ممبر کی تجویز بہت اچھی ہے۔ محکمہ اس پر غور کرے گا لیکن جیسا کہ سب جانتے ہیں ہمارے resources funds 80% فیڈرل گورنمنٹ سے آتے ہیں۔

جناب سپیکر: خزانے کی چابی ان کے ہاتھ میں دے دی لیکن ان کو یہ کہہ دیا کہ خرچ نہیں کرنے۔ بس ٹھیک ہے آپ کی مرضی ہے۔

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ):جناب سپیکر!ایف بی آر کے جتنے بھی resources ہیں وہ مئی یا جون میں آتے ہیں اور اس کے مطابق ہم وہ فنڈز جو ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: جی، فنڈز ذرا پہلے جاری کر دیئے جائیں تو کام بہتر رہتا ہے۔ سوالات کا ٹائم ختم ہوا۔

خواجہ محمد اسلام: جناب سپیکر!آپ نے میرا نام پکارا تھا۔

جناب سپیکر: جی، پہلے پکارا تھا اس وقت آپ تھے نہیں۔ جی، کائرہ صاحب!

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ):جناب سپیکر!میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب سپیکر: بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

پنجاب بنک ضلع لودھراں، قرضہ جاری کرنے کی تفصیلات

*4540:جناب عبدالوحید چودھری:کیا وزیر خزانہ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع لودھراں میں بنک آف پنجاب کی کتنی برانچیں کس کس جگہ کام کر رہی ہیں؟

(ب) ان برانچوں سے یکم جنوری 2008 سے آج تک کتنا قرضہ کس کس مقصد کے لئے دیا گیا؟

(ج) ان برانچوں سے پانچ لاکھ سے زائد کا قرضہ حاصل کرنے والے افراد کے نام اور پتا جات بتائیں؟

(د) ان قرضہ جات پر بنک نے قرضہ لینے والوں سے کس کس قسم کی گارنٹی لی؟

(ہ) اس وقت ان برانچوں کے ڈیفالٹر کی تعداد بتائیں؟

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ):

(الف) تفصیل تتمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) تفصیل تتمہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) تفصیل تتمہ (ج) کالم 1تا4 ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) تفصیل تتمہ (ج) کالم 5اور6 ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ہ) تفصیل تتمہ (د) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

پنجاب بنک ملتان، قرضہ جاری کرنے کی تفصیلات

*4541: جناب عبدالوحید چودھری: کیا وزیر خزانہ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ملتان میں بنک آف پنجاب کی کتنی برانچیں کس کس جگہ کام کر رہی ہیں؟

(ب) ان برانچوں سے یکم جنوری 2008 سے آج تک کتنا قرضہ کس کس مقصد کے لئے دیا گیا؟

(ج) ان برانچوں سے پانچ لاکھ سے زائد کا قرضہ حاصل کرنے والے افراد کے نام اور پتا جات بتائیں؟

(د) ان قرضہ جات پر بنک نے قرضہ لینے والوں سے کس کس قسم کی گارنٹی لی؟

(ہ) اس وقت ان برانچوں کے ڈیفالٹر افراد کی تعداد کتنی ہے؟

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ):

(الف) تفصیل تتمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) تفصیل تتمہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) تفصیل تتمہ (ج) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) تفصیل تتمہ (ج) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ہ) تفصیل تتمہ (د) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

ضلع گوجرانوالہ، بنک آف پنجاب کی برانچیں و دیگر تفصیلات

*4889: ڈاکٹر محمد اشرف چوہان: کیا وزیر خزانہ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ضلع گوجرانوالہ میں بنک آف پنجاب کی کتنی برانچیں کس کس جگہ کام کر رہی ہیں؟

(ب) ان برانچوں سے یکم جنوری 2008 سے آج تک کتنا قرضہ کس کس مقصد کے لئے دیا گیا؟

(ج) ان برانچوں سے پانچ لاکھ سے زائد قرضہ حاصل کرنے والے افراد کے نام اور پتاجات بتائیں؟
(د) اس وقت ان برانچوں کے ڈیفالٹرز کی تعداد بتائیں؟

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ):

(الف) تفصیل تتمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔
(ب) تفصیل تتمہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔
(ج) تفصیل تتمہ (ج) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔
(د) تفصیل تتمہ (د) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

ضلع سرگودھا، ای ڈی او فنانس کے دفتر میں ملازمین کی تعداد و دیگر تفصیلات

*5146: **محترمہ زوبیہ رباب ملک**: کیا وزیر خزانہ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ضلع سرگودھا میں ای ڈی او فنانس کے تحت کتنا عملہ کام کر رہا ہے؟
(ب) اس کو سال 08۔2007 اور 09۔2008 کے دوران کتنی رقم سال وار موصول ہوئی؟
(ج) کتنی رقم ان سالوں کے دوران سرکاری ملازمین کی تنخواہوں اور ٹی اے/ڈی اے پر خرچ ہوئی؟
(د) کتنی رقم ان سالوں کے دوران سرکاری گاڑیوں کی مرمت اور پٹرول/ڈیزل پر خرچ ہوئی؟
(ہ) مذکورہ آفس میں کتنی سرکاری گاڑیاں ہیں، ان کے نمبر اور ماڈل نیز یہ کس کس کے استعمال میں ہیں؟

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ):

(الف) ضلع سرگودھا میں ای ڈی او فنانس کے ماتحت کل 41 ملازم کام کر رہے ہیں۔
(ب) سال 08۔2007 میں مبلغ -/1,18,12000 اور سال 09۔2008 میں مبلغ -/1,550,000 روپے کا بجٹ ملا۔
(ج) سال 08۔2007 کے دوران تنخواہوں کی مد میں مبلغ -/66,26,523 روپے اور ٹی اے/ڈی اے کی مد مبلغ -/2,92,712 اور سال 09۔2008 میں تنخواہوں کی مد میں مبلغ -/7,679,528 اور ٹی اے/ڈی اے کی مد میں مبلغ -/282,184 روپے خرچ کئے گئے ہیں۔

(د) سال 08۔2007 میں سرکاری گاڑیوں کی مرمت کی مد میں مبلغ -/2,30,644 روپے اور پٹرول/ڈیزل کی مد میں مبلغ -/4,31,320 روپے اور سال 09۔2008 میں سرکاری گاڑیوں کی مرمت کی مد میں مبلغ -/1,34,928 اور پٹرول/ڈیزل کی مد میں مبلغ -/4,28,306 روپے خرچ کیے گئے۔

(ہ) ای ڈی او (ایف اینڈ پی) کے دفتر میں چار عدد گاڑیاں ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

نمبر شمار	گاڑی نمبر	ماڈل	زیر استعمال
i	SGF 9977	1992	ای ڈی او (ایف اینڈ پی)
Ii	SGG 333	2007	ڈی او (پلاننگ)
iii	SGG 111	2007	ڈی او (اکاؤنٹس)
Iv	SGE 5600	1988	ڈی او (ای اینڈ آئی پی)

حافظ آباد ٹریژری آفس کا بجٹ و دیگر تفصیلات

*5516: چودھری محمد اسد اللہ: کیا وزیر خزانہ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ٹریژری آفس حافظ آباد کو سال 08۔2007 اور 09۔2008 کے دوران کتنی رقم سالانہ فراہم کی گئی؟

(ب) مذکورہ عرصہ میں ملازمین کی تنخواہوں، ٹی اے/ڈی اے اور گاڑیوں پر کتنے اخراجات ہوئے؟

(ج) مذکورہ عرصہ میں ریٹائرڈ ملازمین کو میڈیکل re-imbursement کی مد میں کتنی ادائیگی کی گئی؟

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ):

(الف) ٹریژری آفس حافظ آباد کو مالی سال 08۔2007 اور 09۔2008 میں بالترتیب -/3,405,000 روپے (ضمیمہ الف ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے) اور -/4,586,000 روپے (ضمیمہ ب ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے) غیر ترقیاتی مد میں فراہم کیے گئے۔

(ب) سال 08۔2007 میں دفتر خزانہ کے ملازمین کی تنخواہوں پر مبلغ -/3,243,174 اور ٹی اے/ڈی اے کی مد میں -/80,000 روپے (ضمیمہ ج ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے) خرچ ہوئے اور سال 09۔2008 میں ملازمین کی تنخواہوں کی مد میں۔/74,387,377 روپے اور ٹی اے/ڈی اے کی مد میں۔/89,929 روپے (ضمیمہ د ایوان کی میز پر رکھ دیا

گیا ہے) خرچ ہوئے۔ دفتر خزانہ حافظ آباد کو سرکاری گاڑی مہیا نہیں کی گئی ہے اور اس مد میں کوئی خرچہ نہیں ہوا ہے۔

(ج) سال 08۔2007 اور 09۔2008 میں میڈیکل (re-imbursement) کی مد میں کوئی ادائیگی نہیں کی گئی۔

پنجاب کو بجلی کی رائلٹی نہ ملنے کی تفصیلات

*5518: چودھری محمد اسد اللہ: کیا وزیر خزانہ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

کیا یہ درست ہے کہ پنجاب کو غازی بروتھا، منگلا ڈیم اور نندی پور سے بجلی پر رائلٹی نہیں مل رہی، اگر ہاں تو حکومت پنجاب نے اب تک مذکورہ رائلٹی حاصل کرنے کے لئے کیا اقدامات اٹھائے ہیں، تفصیل بیان کی جائے؟

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ):

آئین کے آرٹیکل (2)161 کے تحت صوبوں کو ان ڈیموں سے رائلٹی حاصل ہوتی ہے جن کے پاور جنریشن یونٹس ان صوبوں میں موجود ہوں۔ صوبہ پنجاب میں کل سات پاور جنریشن پراجیکٹس غازی بروتھا، چشمہ، رسول، ججیچو کی ملیاں، نندی پور، شادی وال اور رینالہ کے مقام پر لگے ہوئے ہیں۔ منگلا ڈیم کا پاور جنریشن یونٹ صوبہ پنجاب کی حدود سے باہر ہے لہذا اس ڈیم سے پنجاب کو رائلٹی نہیں مل سکتی۔

البتہ یہ درست ہے کہ از 97۔1996 تا حال پنجاب کو مندرجہ بالا Power Generation Projects سے بجلی پر رائلٹی نہیں مل رہی تھی۔ وفاقی کابینہ کے اجلاس مورخہ 7۔اکتوبر 2009 میں صوبہ پنجاب کا مطالبہ تسلیم کیا گیا کہ اسے غازی بروتھا سمیت تمام سٹیشنز سے ہائیڈل پرافٹ بمعہ بقایا جات ادا کیا جائے۔ اس فیصلہ کے فوری عملدرآمد کے نتیجہ میں حکومت پنجاب کے اس ضمن میں 05۔2004 تک کے بقایا جات کی مد میں مبلغ 10۔ارب روپے وصول ہو چکے ہیں۔ امید ہے کہ وفاقی حکومت 30۔جون 2010 تک مزید مبلغ 3۔ارب روپے حکومت پنجاب کو ادا کردے گی جبکہ باقی 15۔ارب روپے وفاقی حکومت اگلے تین مالی سالوں میں 5۔ارب روپے سالانہ کے حساب سے ادا کرے گی۔ 05۔2004 کے بعد بقایا جات کے حوالے سے وفاقی وزارت پانی و بجلی نے تمام stakeholders پر مشتمل ایک

Technical Committee بنائی ہے جو موجودہ حالات حقائق اور NHP پر پیش کردہ نئے فارمولوں کی روشنی میں قابل قبول فارمولا وضع کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ 05-2004 کے بعد کے عرصہ کی رائلٹی کا تعین اس فارمولے کے طے ہونے کے بعد کیا جائے گا۔

ضلع فیصل آباد۔لوکل فنڈ آڈٹ کے ملازمین ودیگر تفصیلات

*6033: خواجہ محمد اسلام: کیاوزیر خزانہ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع فیصل آباد میں لوکل فنڈ آڈٹ کے کتنے ملازمین کام کر رہے ہیں؟

(ب) لوکل فنڈ آڈٹ نے سال 09۔2008 اور 10۔2009 کے دوران کن کن سرکاری اداروں کا آڈٹ کیا؟

(ج) آڈٹ کے دوران کتنی رقم کے خُورد بُرد کا انکشاف ہوا؟

(د) کتنی رقم برآمد ہوئی اور کن کن سے برآمد ہوئی؟

(ہ) کتنی رقم کن کن سے وصول کرنی ہے؟

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ):

(الف) ضلع فیصل آباد میں لوکل فنڈ آڈٹ کے ملازمین کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

نمبر شمار	نام اسامی	سکیل	تعداد	جگہ تعیناتی
1	ڈویژنل ڈائریکٹر	19	1	ڈویژنل ڈائریکٹوریٹ۔
2	ڈائریکٹر (آڈٹ)	18/19	1	ٹاؤن میونسپل ایڈمنسٹریشن لائل پور و مدینہ ٹاؤن۔
3	ڈپٹی ڈائریکٹر (آڈٹ)	18	1	فیصل آباد ڈویلپمنٹ اتھارٹی، فیصل آباد۔
4	اسسٹنٹ ڈائریکٹر (آڈٹ)	17	3	ٹاؤن میونسپل ایڈمنسٹریشن اقبال ٹاؤن، جناح ٹاؤن، جڑانوالہ ٹاؤن۔
5	آڈٹ آفیسر	16	5	ڈویژنل ڈائریکٹوریٹ، ٹاؤن میونسپل ایڈمنسٹریشن لائل پور ٹاؤن، چک جھمرہ ٹاؤن، سمندری ٹاؤن، تاندلیانوالہ ٹاؤن
6	آڈیٹر	14/13	17	ڈویژنل ڈائریکٹوریٹ و ٹاؤن میونسپل ایڈمنسٹریشنز ضلع فیصل آباد۔
7	سٹینوگرافر	15	1	ڈویژنل ڈائریکٹوریٹ۔
8	کمپیوٹر آپریٹر	12	1	ڈویژنل ڈائریکٹوریٹ۔
9	سینئر کلرک	9	1	ڈویژنل ڈائریکٹوریٹ۔
10	جونیئر کلرک	7	3	ڈویژنل ڈائریکٹوریٹ۔

11	ڈرائیور	5	1	ڈویژنل ڈائریکٹوریٹ۔
12	دفتری	3	1	ڈویژنل ڈائریکٹوریٹ۔
13	نائب قاصد	2	4	ڈویژنل ڈائریکٹوریٹ۔

(ب) مالی سال09۔2008 اور اس سے آگے تحصیل /ٹاؤن میونسپل ایڈمنسٹریشنز اور یونین ایڈمنسٹریشنز کا سالانہ آڈٹ آڈیٹر جنرل آف پاکستان کر رہا ہے۔ تاہم مارکیٹ کمیٹی اور محکمہ اوقاف کے زونل آفس کا سالانہ آڈٹ برائے سال09۔2008 تقریباً مکمل ہو چکا ہے۔ سالانہ آڈٹ برائے سال10۔2009، 30۔جون کے بعد شروع کیا جائے گا یعنی کہ مالی سال مکمل ہونے کے بعد آڈٹ کیا جاتا ہے۔

(ج) مارکیٹ کمیٹیوں اور محکمہ اوقاف کے سالانہ آڈٹ برائے سال09۔2008 مندرجہ ذیل بے ضابطگیاں / نقصانات / زائد ادائیگیوں کی نشاندہی کی گئی۔

نمبر شمار	نام ادارہ	بے ضابطہ ادائیگی (روپے)	نقصان (روپے)	زائد ادائیگی (روپے)	میزان (روپے)
1	مارکیٹ کمیٹی چک جھمرہ	4,13,777/-	1,92,632/-	---	6,06,409/-
2	مارکیٹ کمیٹی تاندلیانوالہ	1,63,283/-	29,704/-	396/-	1,93,383/-
3	مارکیٹ کمیٹی جڑانوالہ	1,25,338/-	9,77,822/-	---	11,03,160/-
4	مارکیٹ کمیٹی سمندری	9,21,333/-	2,16,842/-	---	11,38,175/-
5	مارکیٹ کمیٹی ماموں کانجن	---	3,357/-	---	3,357/-
6	مارکیٹ کمیٹی گوجرہ	20,630/-	1,43,339/-	---	1,63,969/-
7	مارکیٹ کمیٹی کمالیہ	---	1,42,705/-	1,192/-	1,43,897/-
8	مارکیٹ کمیٹی ٹوبہ ٹیک سنگھ	5,243/-	8,08,573/-	400/-	8,14,216/-
9	مارکیٹ کمیٹی پیر محل	1,965,532/-	15,397/-	11,721/-	19,26,650/-
10	مارکیٹ کمیٹی جھنگ	6,89,230/-	1,39,839/-	---	8,29,069/-
11	مارکیٹ کمیٹی شورکوٹ	1,77,567/-	9,701/-	---	1,87,268/-
12	مارکیٹ کمیٹی شاہ جیونہ	45,617/-	5,416/-	6,145/-	54,178/-
13	مارکیٹ کمیٹی لالیاں	13,690/-	28,366/-	92,762/-	1,34,818/-
14	مارکیٹ کمیٹی چنیوٹ	2,24,545/-	8,248/-	49,126/-	2,81,919/-
15	زونل دفتر اوقاف	92,293/-	10,389/-	29,760/-	1,36,442/-

(د) لوکل فنڈ آڈٹ ڈیپارٹمنٹ کا کام اوپر دیئے گئے اداروں میں آڈٹ کرنا اور رپورٹ کی شکل میں مالی بے ضابطگیوں، نقصانات، زائد ادائیگیوں اور قانونی بے ضابطگیوں وغیرہ کی نشاندہی کرنا اور متعلقہ انتظامیہ کے علم میں لانا ہے تاکہ ضروری کارروائی کر کے ادارہ کو مالی نقصان سے

بچا سکیں۔ لوکل فنڈ آڈٹ کا کام ان رقوم کی برآمدگی کرنا نہ ہے۔ برآمدگی کرنا متعلقہ ادارہ جات کی انتظامیہ کے دائرہ اختیار میں ہے۔

(ہ) وصولی کے متعلق معلومات متعلقہ ادارہ جات کی انتظامیہ سے حاصل کی جاسکتی ہیں۔

فیصل آباد، ای ڈی او فنانس کا بجٹ و دیگر تفصیلات

*6034: خواجہ محمد اسلام: کیا وزیر خزانہ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ای ڈی او فنانس آفس فیصل آباد کو سال 09۔2008 اور 10۔2009 کے دوران کتنی رقم فراہم کی گئی؟

(ب) اس کے پاس کتنی سرکاری گاڑیاں ہیں؟

(ج) اس کے ماتحت کتنے ملازمین کام کر رہے ہیں؟

(د) ان ملازمین کے سال 09۔2008 اور 10۔2009 کی تنخواہوں اور ٹی اے/ڈی اے کے اخراجات بتائیں؟

(ہ) ان کے پاس کتنی اسامیاں خالی ہیں؟

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ):

(الف) ای ڈی او (فنانس) آفس فیصل آباد کو سال 09۔2008 کے بجٹ میں مبلغ۔/3,225,713 روپے مختص کئے گئے۔ ضمیمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے اور بجٹ برائے سال 10۔2009 میں مبلغ۔/33,00,171 روپے مختص کئے گئے۔

(ب) ای ڈی او (فنانس) آفس فیصل آباد میں ایک گاڑی نمبر FSL-478 زیر استعمال ہے۔

(ج) ای ڈی او (فنانس) آفس فیصل آباد میں گریڈ 1 تا 15 کی 11 اسامیاں ہیں جن میں سے تا حال 7 ملازمین کام کر رہے ہیں جن کی تفصیل ضمیمہ (ج) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) ای ڈی او (فنانس) فیصل آباد کے ملازمین کی تنخواہوں اور ٹی اے کی مد میں سال 09۔2008 میں بالترتیب مبلغ۔/1480800 اور مبلغ۔/39,865 روپے خرچ ہوئے ضمیمہ (د) ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے اور اس طرح سال 10۔2009 میں تنخواہوں کی مد میں مبلغ۔/1366481 روپے اور ٹی اے کی مد میں مبلغ۔/7040 روپے ضمیمہ (ر) ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

(ہ) ای ڈی او (فنانس) آفس فیصل آباد میں سال 09۔2008 اور 10۔2009 میں چار اسامیاں خالی ہیں۔

ڈی اے او جہلم کے خلاف ٹیچر ز ایسوسی ایشن کی شکایات اور حکومتی اقدامات

*6544: جناب آصف بشیر بھاگٹ: کیا وزیر خزانہ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ڈسٹرکٹ اکاؤنٹس آفس جہلم کے ملازمین کے خلاف ٹیچر ز ایسوسی ایشن جہلم کے عہدیداران نے مختلف بد عنوانیوں کی شکایات تحریری طور پر متعلقہ افسران کو دی ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ ان بد عنوانیوں پر قومی اخبارات میں خبریں اور کالم تحریر ہوئے ہیں؟

(ج) کیا حکومت نے ان پر تحقیقات کروائی ہیں، اگر ہاں تو یہ تحقیقات کس کس نے کب کیں، اس میں کن کن ملازمین کو قصور وار ٹھہرایا گیا اور ان کے خلاف کیا ایکشن لیا گیا؟

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ):

(الف) جی ہاں! یہ درست ہے اس سلسلے میں پنجاب ٹیچر ز ایسوسی ایشن تحصیل پنڈ دادنخان کی قرار داد کی نقل مورخہ 2010۔02۔15 ضمیمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے کو بذریعہ ڈاک ڈسٹرکٹ اکاؤنٹس آفس جہلم میں موصول ہوئی جس میں دو چیزوں کی نشاندہی کی گئی تھی۔

1۔ کچھ اساتذہ کو سالانہ ترقی نہ ملنا۔

2۔ کچھ نئے بھرتی ہونے والے اساتذہ کو چھ ماہ کی تنخواہ کی عدم دستیابی۔

ڈسٹرکٹ اکاؤنٹس آفیسر کی فوری تحقیق پر معلوم ہوا کہ چند ملازمین جن کی تعیناتی 31۔مئی 2009 کے بعد عمل میں لائی گئی SAPR/3PIFRA سسٹم کے تحت کمپیوٹر میں سالانہ ترقی نہیں لگی تاہم جنوری 2010 میں ان ملازمین کی سالانہ ترقی مع بقایا جات کی ادائیگی کمپیوٹر کے ذریعے کر دی گئی۔

مزید برآں ڈی سی او صاحب جہلم نے اپنے حکم مورخہ 9۔ستمبر 2009 ضمیمہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا) میں نئی بھرتی کرنے سے منع کر دیا تھا اور موجودہ مالی سال 10۔2009 میں جو بھی بھرتی ہوئی اسے suspend کرنے کو کہا تھا۔ جیسے ہی ڈی۔سی۔او صاحب نے 2009۔12۔17 کو تنخواہوں کے اجراء کا حکم دیا تو ڈسٹرکٹ اکاؤنٹس آفیسر نے فوری ادائیگی

شروع کر دی ماسوائے ان 88 ایس ایس ای (کمپیوٹر سائنس) کے جن کی محکمہ تعلیم نے تاحال نہ پوسٹیں دی ہیں اور نہ ہی بجٹ مہیا کیا گیا ہے ضمیمہ (ج) ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

(ب) اس سلسلے میں پنجاب ٹیچرز ایسوسی ایشن پنڈ دادنخان ضلع جہلم کے صدر کا بیان تین اخبارات میں آیا ہے۔ اس ضمن میں عرض ہے کہ ماسوائے ایس ایس ای (کمپیوٹر سائنس) کے تمام اساتذہ کو پہلے ہی تنخواہ کی ادائیگی ہو چکی تھی۔

(ج) چونکہ نئے بھرتی ہونے والے اساتذہ کی تنخواہوں کا مسئلہ حل ہو چکا تھا ماسوائے ایس ایس ای (کمپیوٹر سائنس) جن کی ضلعی حکومت جہلم نے تاحال پوسٹوں کی دستیابی اور بجٹ کی فراہمی نہیں کی اور اس سلسلے کا اکاؤنٹس آفس جہلم سے تعلق نہ تھا اس لئے کسی تحقیق کا جواز نہ تھا۔

ڈی اے او جہلم، تعینات عملہ اور بجٹ سے متعلقہ تفصیلات

*6545: جناب محمد شفیق خان: کیا وزیر خزانہ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :۔

(الف) ڈسٹرکٹ اکاؤنٹس آفس جہلم میں کتنا عملہ حکومت پنجاب کا کام کر رہا ہے، ان کے نام، عہدہ، گریڈ، تعلیمی قابلیت اور عرصہ تعیناتی بتائیں؟

(ب) ڈسٹرکٹ اکاؤنٹس آفس جہلم کو سال 09۔2008 اور 10۔2009 کے دوران حکومت پنجاب کی جانب سے سالانہ کتنی رقم کس کس مد کے لئے فراہم کی گئی؟

(ج) کیا یہ درست ہے کہ کافی ملازمین عرصہ دس سال سے اسی آفس میں کام کر رہے ہیں ان کے خلاف کافی مالی، کرپشن اور بدعنوانی کی شکایت کے باوجود ان کو یہاں سے ٹرانسفر نہیں کیا جا رہا ہے؟

(د) کیا حکومت ان ملازمین کے خلاف انکوائری کروانے اور ان کو یہاں سے ٹرانسفر کروانے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو وجوہات بیان فرمائیں؟

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ):

(الف) ڈسٹرکٹ اکاؤنٹس آفس جہلم میں حکومت پنجاب کے کل 29 ملازمین کام کر رہے ہیں جن کی تفصیل ضمیمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے

(ب) ڈسٹرکٹ اکاؤنٹس آفس جہلم کو سال09۔2008 میں مبلغ۔/6,754,000روپے اور سال 10۔2009 میں مبلغ۔/7,125,000روپے فراہم کئے گئے ہر ایک مد کی رقم کی تفصیل ضمیمہ (ب وج)ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے

(ج) کچھ ملازمین عرصہ دس سال سے اس آفس میں کام کر رہے ہیں ان کے خلاف کوئی مالی کرپشن یا بدعنوانی کی شکایت موصول نہیں ہوئی اور نہ ہی کوئی انکوائری زیر التواء یا زیر نگرانی ہے۔

(د) کیونکہ کسی ملازمین کے خلاف مالی بدعنوانی کی کوئی شکایت موصول نہیں ہوئی اس لئے کسی کے خلاف کوئی کارروائی نہیں ہورہی ہے۔ البتہ حکومت نے تین سال سے زائد عرصہ سے تعینات ملازمین کو ٹرانسفر کرنے کے لئے تمام ڈسٹرکٹ اکاؤنٹس آفیسرز کو بذریعہ چٹھی نمبری83/3۔SO(TT)12 dated27۔03۔2010ضمیمہ (د)ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے پہلے ہی ہدایت جاری کی جا چکی ہے۔

چیف انسپکٹریٹ آف ٹریژریز کے دفتر کا قیام و دیگر تفصیلات

*6761:جناب محمد نوید انجم:کیا وزیر خزانہ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) چیف انسپکٹریٹ آف ٹریژریز کے قیام کے مقاصد کیا ہیں؟

(ب) اس کا سال09۔2008اور10۔2009کا بجٹ سال وار بتائیں؟

(ج) اس کے فرائض کیا ہیں؟

(د) اس کے تحت صوبہ میں کتنے دفاتر کس کس لیول پر قائم ہیں؟

(ہ) اس وقت مذکورہ آفس میں گریڈ11اور اوپر کی کل اسامیاں گریڈ وار کتنی ہیں؟

(و) اتنی اسامیاں گریڈ وار خالی پڑی ہیں؟

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ):

(الف) انسپکٹریٹ آف ٹریژریز، محکمہ خزانہ کا ذیلی محکمہ ہے، جو کہ چیف انسپکٹر آف ٹریژریز کی سربراہی میں کام کرتا ہے،انسپکٹریٹ کا بنیادی مقصد ضلعی و تحصیل دفاتر خزانہ کے انتظامی مالی و تکنیکی معاملات کی نگرانی کرنا ہے۔انسپکٹریٹ کا قیام اکاؤنٹس کی صوبے کو منتقلی کے فیصلے

کے تناظر میں عمل میں آیا تھا۔تاہم بعد ازاں وفاقی حکومت کے اس فیصلے پر عملدرآمد کو موخر کرنے کی وجہ سے انسپکٹریٹ کو جزوی طور پر فعال کیا گیا ہے۔

(ب) انسپکٹریٹ کا سالانہ بجٹ (revised) برائے سال 09۔2008 اور 10۔2009 درج ذیل ہے۔

برائے مالی سال 09۔2008۔/6,659,000 روپے

برائے مالی سال 10۔2009۔/8,838,000 روپے

(ج) انسپکٹریٹ کا بنیادی کام ماتحت ضلعی و تحصیل دفاتر خزانہ کی کارکردگی کی نگرانی کرنا ہے۔ مزید برآں مالی بے ضابطگی، متعلقہ قوانین و طریق کار کی خلاف ورزی کی نشاندہی اور پالیسی ہدایات کا ضروریات کے مطابق جائزہ لینا ہے۔اس سلسلہ میں اکاؤنٹنٹ جنرل پنجاب کا تعاون بھی حاصل کیا جاتا ہے۔

(د) اس وقت صوبہ بھر میں ضلعی سطح پر، 36 ضلعی دفاتر خزانہ /ڈسٹرکٹ اکاؤنٹس آفس اور تحصیل کی سطح پر 86 تحصیل دفاتر خزانہ قائم ہیں۔

(ہ)

پے سکیل	عہدہ	تعداد
بنیادی سکیل 12	سٹینوگرافر	05
بنیادی سکیل 16	اکاؤنٹنٹ	04
بنیادی سکیل 18	ڈپٹی انسپکٹر آف ٹریژریز	04
بنیادی سکیل 19	انسپکٹر آف ٹریژریز	04
بنیادی سکیل 20	چیف انسپکٹر آف ٹریژریز	01

(و)

پے سکیل	عہدہ	تعداد
بنیادی سکیل 12	سٹینوگرافر	05
بنیادی سکیل 16	اکاؤنٹنٹ	02
بنیادی سکیل 18	ڈپٹی انسپکٹر آف ٹریژریز	04
بنیادی سکیل 19	انسپکٹر آف ٹریژریز	03

ڈسٹرکٹ اکاؤنٹس آفس خانیوال میں ملازمین کی تعداد و دیگر تفصیلات

*7412: رانا بابر حسین: کیا وزیر خزانہ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ڈسٹرکٹ اکاؤنٹس آفس خانیوال میں کل کتنے ملازمین کام کر رہے ہیں ان کے نام، عہدہ اور گریڈ بتائیں؟

(ب) کتنے ملازمین کے خلاف اس وقت کس کس بناء پر قانونی اور محکمانہ انکوائریاں کہاں کہاں چل رہی ہیں؟

(ج) کتنے ملازمین حکومت کی پالیسی کے برعکس اس آفس میں تین یا اس سے بھی زائد سالوں سے فرائض سرانجام دے رہے ہیں؟

(د) کیا حکومت، پالیسی کے برعکس تعینات ملازمین کو یہاں سے ٹرانسفر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ):

(الف) ڈسٹرکٹ اکاؤنٹس آفس کا نظم و نسق صوبائی اور وفاقی حکومت کے دوہرے انتظام کے تحت ہے۔ صوبائی اور وفاقی حکومت کے اہلکاران کی فہرست مع کوائف (ضمیمہ الف، ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) اس وقت ڈسٹرکٹ اکاؤنٹس آفس خانیوال کے کسی آفیسر یا اہلکار کے خلاف کسی قسم کی قانونی یا محکمانہ انکوائری نہ ہے۔

(ج) حکومتی پالیسی کے مطابق افسران / اہلکاران کے تبادلہ کا طریق کار درج ذیل ہے۔

برائے افسران: تین سال کے بعد ضلع سے باہر تعیناتی۔

برائے اہلکاران: تین سال کے بعد دفتر کے اندر مختلف سیٹوں پر تبادلہ۔

اس پالیسی کے مطابق ڈسٹرکٹ اکاؤنٹس آفس خانیوال کے جن ملازمین کا عرصہ تعیناتی تین سال سے زائد ہو چکا ہے۔ ان کی فہرست مع کوائف (ضمیمہ ج) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) وفاقی ملازمین کی تبدیلی کا اختیار اکاؤنٹنٹ جنرل پنجاب کو ہے جبکہ صوبائی ملازمین کی ضلع بہ ضلع تبدیلی کا اختیار صوبائی حکومت (محکمہ خزانہ پنجاب) کو ہے۔ تین سال سے زائد عرصہ سے تعینات ملازمین کو حکومتی پالیسی کے مطابق مرحلہ وار ٹرانسفر کیا جا رہا ہے۔ تاہم افسران و اہلکاران کی تبدیلی اندرون دفتر بسلسلہ assignments ڈسٹرکٹ اکاؤنٹس آفیسر کرتا ہے۔ اس سلسلہ میں بذریعہ چٹھی نمبری IT(FD)3-1/88(Mise)-VOI-III مورخہ

1998۔12۔23ضمیمہ (د)ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے پہلے ہی ہدایات جاری کی جاچکی ہیں جس کی تاکید بذریعہ نمبر 93/3۔SO(TT)12 مورخہ 2010۔03۔27ضمیمہ (ر) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

مزید برآں تمام ڈسٹرکٹ اکاؤنٹس آفیسرز کو بذریعہ چٹھی نمبر SO(TT)12۔1/2004 مورخہ 2010۔10۔08ضمیمہ (س)ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے پھر ہدایت کی ہے کہ جن ملازمین کا عرصہ تعیناتی تین سال سے زائد ہے ان کو فوراً تبدیل کیا جائے اس کے علاوہ اکاؤنٹنٹ جنرل پنجاب کو بھی پالیسی کے مطابق وفاقی اکاؤنٹس ملازمین کو ٹرانسفر کرنے کے لئے چٹھی نمبر 2004/1۔SO(TT)12 مورخہ 2010۔10۔08ضمیمہ ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

صوبہ میں تعینات ڈویژنل ڈائریکٹرز لوکل فنڈ آڈٹ کی تفصیلات

*7447:چودھری ظہیر الدین خان:کیاوزیر خزانہ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :۔

(الف) صوبہ میں اس وقت تعینات ڈویژنل ڈائریکٹرز لوکل فنڈ آڈٹ کے نام اور جگہ تعیناتی کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(ب) ان میں سے کتنے ڈویژنل ڈائریکٹرز کے خلاف کن کن وجوہات کی بناء پر کارروائی ہو رہی ہے؟

(ج) ان میں سے کتنے افسران عرصہ تین سال سے زائد ایک ہی جگہ تعینات ہیں اور ان کو تبدیل نہ کرنے کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ):

(الف)

سیریل نمبر	نام	جگہ تعیناتی	تاریخ تعیناتی
1	مسٹر طارق اسد بٹ	ڈویژنل ڈائریکٹر، لوکل فنڈ آڈٹ، لاہور	18۔12۔2006
2	مسٹر عامر سعید	ڈویژنل ڈائریکٹر، لوکل فنڈ آڈٹ، گوجرانوالہ	19۔11۔2008
3	سید محمد سہیل شوکت	ڈویژنل ڈائریکٹر، لوکل فنڈ آڈٹ، فیصل آباد	01۔09۔2010
4	مسٹر گلزار احمد	ڈویژنل ڈائریکٹر، لوکل فنڈ آڈٹ، راولپنڈی	19۔11۔2008
5	مسٹر عبدالحکیم نون	ڈویژنل ڈائریکٹر، لوکل فنڈ آڈٹ، ملتان	16۔02۔2009
6	مسٹر منور حسین کانجو	ڈویژنل ڈائریکٹر، لوکل فنڈ آڈٹ، سرگودھا	11۔03۔2008
7	مسٹر افتخار الدین	ڈویژنل ڈائریکٹر، لوکل فنڈ آڈٹ، بہاولپور	17۔02۔2009

8	راؤجاوید اقبال	ڈویژنل ڈائریکٹر، لوکل فنڈ آڈٹ، ڈیرہ غازی خان	04۔06۔2010
9	مسٹر شفقت علی خان	ڈویژنل ڈائریکٹر، لوکل فنڈ آڈٹ، ساہیوال	02۔09۔2010

(ب) بتاریخ 28۔09۔2010 تک کسی بھی افسر بالا کے خلاف کوئی انکوائری نہیں چل رہی ہے۔

(ج) درج بالا افسران میں سے صرف ڈویژنل ڈائریکٹر، لوکل فنڈ آڈٹ، لاہور کے اپنی تعیناتی کے تین سال مکمل ہو چکے ہیں۔

ڈسٹرکٹ اکاؤنٹس آفس سرگودھا کا بجٹ و دیگر تفصیلات

*7468: **محترمہ زوبیہ رباب ملک**: کیا وزیر خزانہ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) سال 09-2008 اور 10-2009 کے دوران ڈسٹرکٹ اکاؤنٹس آفس سرگودھا کو کتنی رقم کس کس مد کے لئے وصول ہوئی؟

(ب) ان سالوں کے دوران کتنی رقم سرکاری ملازمین کی تنخواہوں پر خرچ ہوئی؟

(ج) ان سالوں کے دوران کتنی رقم سرکاری ملازمین کے ٹی اے/ڈی اے کی ادائیگی پر خرچ ہوئی؟

(د) ان سالوں کے دوران کتنی رقم سرکاری گاڑیوں کی مرمت/پٹرول/ڈیزل پر خرچ ہوئی؟

(ہ) ان سالوں کے دوران کتنی رقم دفاتر کی تزئین وآرائش پر خرچ ہوئی؟

(و) کتنی رقم یوٹیلٹی بلز کی ادائیگی پر خرچ ہوئی؟

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ):

الف) ڈسٹرکٹ اکاؤنٹس آفس سرگودھا کو مالی سال 09۔2008 میں۔/14,391,300 روپے ضمیمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے اور مالی سال 10۔2009 میں۔/14,972,753 روپے (ضمیمہ ب ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے) غیر ترقیاتی فنڈز کی مد میں بجٹ ملا۔

(ب) مالی سال 09۔2008 کے دوران سرکاری ملازمین کی تنخواہوں پر۔/12,899,101 روپے (ضمیمہ ج ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے) اور سال 10۔2009 کے دوران۔/14,396,988 روپے (ضمیمہ د ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے) خرچ ہوئے۔

(ج) ڈسٹرکٹ اکاؤنٹس آفیسر سرگودھا کے ملازمین کو ٹی اے ڈی اے کی ادائیگی پر سال 09۔2008 میں۔/1,34,000 روپے اور سال 10۔2009 کے دوران۔/1,20,417 روپے خرچ ہوئے۔

(د) ڈسٹرکٹ اکاؤنٹس آفیسر سرگودھا کے پاس سرکاری گاڑی نہ ہے لہذا گاڑیوں کی مرمت پر کوئی رقم خرچ نہ ہوئی ہے البتہ کمپیوٹر لیب کے جنریٹر کے لئے ڈیزل پر سال 09۔2008 کے دوران۔/128,936 اور سال 10۔2009 کے دوران۔/149,999 روپے خرچ ہوئے ہیں۔

(ہ) سال 09۔2008 اور 10۔2009 کے بجٹ میں ڈسٹرکٹ اکاؤنٹس آفیسر سرگودھا کی تزئین وآرائش کے لئے کوئی رقم مختص نہ کی گئی لہذا اس میں دفتر کی جانب سے کوئی خرچہ نہ ہوا ہے۔

(و) ڈسٹرکٹ اکاؤنٹس آفیسر سرگودھا کے یوٹیلٹی بلز کی ادائیگی پر مندرجہ ذیل اخراجات ہوئے۔

	2008۔09	2009۔10
ٹیلیفون	۔/78,588	۔/67,970
گیس	۔/21,280	۔/175,000
بجلی	۔/391,068	۔/552,623

سرکاری ملازمین کو ہاؤس ایکوائر کرنے کی سہولت فراہم کرنے کی تفصیلات

*7490: محترمہ خدیجہ عمر: کیا وزیر خزانہ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ وفاقی دارالحکومت اسلام آباد اور صوبائی دارالحکومت کوئٹہ، پشاور اور کراچی میں کام کرنے والے سرکاری ملازمین صوبائی و وفاقی دونوں کو اپنے سکیل کے مطابق ہاؤس acquire کرنے کی سہولت ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ صوبہ پنجاب کے صوبائی دارالحکومت لاہور میں کام کرنے والے ملازمین کو ایسی سہولت فراہم نہیں کی گئی ہے جس کی وجہ سے ہزاروں ملازمین حکومت کی طرف سے سرکاری رہائش گاہ فراہم نہ کرنے اور ہاؤس ایکوائر نہ کرنے کی سہولت نہ ہونے کی بناء پر سخت پریشان ہیں؟

(ج) کیا حکومت دیگر صوبوں کی طرح صوبائی دارالحکومت لاہور میں کام کرنے والے صوبائی ملازمین کو ہاؤس ایکوائر کی سہولت فراہم کرنے کو تیار ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ):

(الف) یہ درست ہے۔

(ب) پہلے جملے کا جواب درست ہے۔ دوسرے جملے پر "No comments"

(ج) تمام ملازمین کو اس سال بنیادی تنخواہ کا 50 فیصد ایڈہاک الاؤنس اور میڈیکل الاؤنس دیا گیا ہے کا پی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے جس سے ملازمین کی مشکلات کافی حد تک کم ہو گئی ہیں۔ اس سے حکومت کے وسائل پر بوجھ بڑھ گیا ہے لہذا اس وقت حکومت کسی ایسی مزید سہولت دینے کے بارے میں نہیں سوچ رہی۔

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، حضرت صاحب!

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! شکریہ

جناب سپیکر: خیال رکھیں یہ پوائنٹ آف آرڈر ہے۔

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں ایک بہت اہم مسئلے کی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ 30۔ دسمبر کو پرویز الہیٰ صاحب اور ان کے ساتھی ننکانہ براستہ شیخوپورہ گئے۔۔۔

جناب سپیکر: نہیں، آپ کوئی چیز لے کر آئیں۔ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں عرض کرتا ہوں کہ میں کوئی غیر قانونی یا اسمبلی کی provisions کے خلاف بات نہیں کر رہا تو جب پرویز الہیٰ صاحب اور ان کے ساتھی فیروز وٹواں پہنچے تو وہاں پر جو کچھ مسلح لوگ تھے انہوں نے زبردست ہوائی فائرنگ کی جس کے نتیجہ میں ایک شخص موقع پر ہلاک ہو گیا اور چار شخص شدید زخمی ہوئے جو اس وقت بھی اپنی زندگی کی آخری سانسیں لے رہے ہیں۔

جناب سپیکر: نہیں، Resolution لے کر آئیں، کوئی چیز لے کر آئیں۔

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): اور وہی لوگ بعد میں فائرنگ کرنے کے بعد، شیخوپورہ کے لوگوں نے دیکھا کہ وہ فائرنگ پرویز الہیٰ اور اس کے ساتھیوں کے ایماء اور ان کے کہنے پر ہوئی۔ گزارش یہ ہے کہ انتظامیہ نے اس وقوعہ کو چھپانے کی خاطر ایک شخص کو گرفتار کر کے اصل ملزموں کے خلاف

کوئی کارروائی نہ کی ہے اور وہی مسلح اشخاص، وہی اشتہاری لوگ پرویزالٰہی کے قافلوں میں سوار ہو کر ننکانہ گئے۔ پھر ننکانہ میں بھی جا کر انہوں نے automatic weapons کے ساتھ شدید فائرنگ کی۔۔۔

جناب سپیکر: آپ کی بڑی مہربانی، آپ تشریف رکھیں۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! یہ حکومت میں ہیں۔ (قطع کلامیاں)

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): ان کو ابھی تک گرفتار نہیں کیا گیا جو اصل ملزم ہیں جن کے ایماء پر یہ کام کیا گیا ہے۔۔۔ (شوروغل)

جناب سپیکر: پتا نہیں کہاں سے آ گئے ہیں، ایسی باتوں کا کوئی فائدہ بھی ہے، آپ لکھ پڑھ کر لائیں، کوئی چیز لائیں۔ توجہ دلاؤ نوٹس لے کر آئیں پھر میں دیکھوں گا۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: انہوں نے ثابت کر دیا ہے کہ پنجاب میں ان کی حکومت نہیں ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، چودھری عامر سلطان چیمہ!

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! پنجاب میں آپ کی حکومت ہے، اگر کوئی بات ہے تو آپ کارروائی کریں۔

جناب سپیکر: جی، آپ مجھ سے بات کریں۔ منڈا صاحب! آپ تشریف رکھیں، کیا ہے یہ؟

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): یہ وہ لوگ ہیں جو ایم کیو ایم کے ساتھی ہیں اور اشتہاریوں کے ساتھ ان کا تعلق ہے۔ یہ دہشت گرد اور غنڈوں کے ساتھی ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: نہیں، منڈا صاحب! آپ کی یہ بات ٹھیک نہیں ہے، آپ تشریف رکھیں۔ مائیک بند کریں۔ ان کا مائیک بند کریں۔ (قطع کلامیاں)

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: جی، چودھری عامر سلطان چیمہ!

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! اگر وہاں پر کوئی غیر قانونی اقدام اٹھایا گیا ہے تو اس کے خلاف کارروائی ہونی چاہئے، کیوں نہیں کرتے کارروائی؟

جناب سپیکر: آپ کیا کرتے ہیں، ماحول کو کیوں خراب کر رہے ہیں، حضرت کیا کر رہے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد):جناب سپیکر!ان لوگوں کو کیفر کردار تک پہنچنا چاہیئے جنہوں نے قانون کو اپنے ہاتھ میں لیا ہے۔قانون سب کے لئے برابر ہے۔

جناب سپیکر: کسی کے لئے بھی کوئی اور قانون نہیں ہے۔قانون سب کے لئے ایک ہے۔

چودھری علی اصغر منڈا(ایڈووکیٹ):ان لوگوں کو کیفر کردار تک پہنچائیں۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: کسی نے روکیا تہانوں، تُسی تے کارروائی وِی نہیں کر سکدے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد):جناب سپیکر!میں یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ جمہوریت کا دائرہ ہے اور پرویز الہیٰ صاحب نے جلسہ کیا ہے ان کو ہر طرح کے جلسے کرنے کی آزادی تھی انہوں نے جلسہ کیا اور وہاں پر انتظامی معاملات کو ہم نے خود handle کیا انہیں مکمل protection مہیا کی،ان کی حفاظت بھی ہونی چاہیئے لیکن میں یہ ضرور کہنا چاہتا ہوں کہ اسی ضلع ننکانہ میں جب 18۔فروری 2008 کے الیکشن میں میاں محمد شہباز شریف صاحب جلسہ کرنے گئے تھے تو ہمیں کسی نے سٹیج بھی نہیں لگانے دیا تھا اور اب جو mishap ہوا ہے وہ لوگ کیفر کردار تک پہنچنے چاہیئں جنہوں نے ایک معصوم آدمی کو قتل کیا ہے اس کے خلاف کارروائی ہونی چاہیئے۔(نعرہ ہائے تحسین)

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اقتدار کی جانب سے شیر، شیر کی نعرہ بازی)

اور ان لوگوں کو کیفر کردار تک پہنچنا چاہیئے جنہوں نے قانون کو اپنے ہاتھ میں لیا ہے۔قانون سب کے لئے برابر ہے۔

جناب سپیکر: جی، جس کسی نے قانون کو ہاتھ میں لیا ہو گا تو اس کے خلاف ایکشن ہو گا۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد):اور قانون توڑنے والے کی معافی نہیں ہونی چاہیئے۔

جناب سپیکر: بڑی مہربانی۔

جناب محمد محسن خان لغاری:جناب سپیکر!پوائنٹ آف آرڈر۔آپ کی اجازت ہو تو میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: یہ کیا ہے؟

پوائنٹ آف آرڈر
ورک چارج ملازمین کو ملازمت سے نکالنے کے متعلق
حکومتی پالیسی کی وضاحت کا مطالبہ

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! آپ کی اجازت سے میں فنانس منسٹر صاحب سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ آج کے اخبار کے اندر ایک خبر ہے کہ پنجاب حکومت work charged employees کو نوکریوں سے نکال رہی ہے یہ آج کی اخبار کے اندر خبر ہے وہ کہتا ہے کہ:

> The Government of the Punjab has directed all governments and city government departments to fire all part time and work charged employees due to un-availability of funds for their salaries.

جناب سپیکر! لوگوں کو کئی کئی مہینے سے تنخواہیں نہیں ملیں۔ آپ کے توسط سے میں فنانس منسٹر صاحب سے پوچھوں گا کہ work charged employees کو نکالنے کی کیا حکومت کی طرف سے کوئی ہدایات گئی ہیں اور ان کی تنخواہیں نہ ملنے والا جو مسئلہ ہے اس سلسلے میں بھی اگر فنانس منسٹر صاحب واضح کر دیں کہ حکومت کی پالیسی کیا ہے؟

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ): جناب سپیکر! جتنے بھی employees ہیں ان کو حکومت پنجاب بروقت تنخواہیں دیتی ہے اگر کسی employee، کسی سیکشن یا سیکٹر میں تنخواہیں نہیں ملیں تو وہ میں دیکھ لیتا ہوں، ان کو بھی بروقت تنخواہیں ملیں گی۔ جو work charged employees کی بات ہے جہاں پر ضرورت ہوتی ہے وہاں پر ہی employees رکھے جاتے ہیں اگر کسی جگہ ضرورت نہیں ہے تو اس لئے ان کو نہیں نکالا جاتا کہ تنخواہ کے لئے پیسے نہیں ہیں بلکہ وہاں پر کام نہیں ہوتا۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! اسی سلسلے میں بات کرنا چاہتا ہوں کہ سیکرٹریٹ ملازمین کو 20 فیصد سپیشل الاؤنس دیا جاتا ہے۔ جو چھوٹے Class IV کے غریب ملازمین ہیں، 09-07-01 کو یہ نوٹیفکیشن جاری ہوا تھا اس کے بعد یہ بند کر دیا گیا۔ یہ سیکرٹریٹ الاؤنس سی ایم سیکرٹریٹ کے ملازمین کو دیا جا رہا ہے جبکہ گورنر ہاؤس کے ملازمین کو نہیں دیا جا رہا تو اس میں کیا انفرادیت ہے یا تو سی ایم ہاؤس کے ملازمین کا بھی بند کیا جائے یا پھر گورنر ہاؤس کے ملازمین کو بھی یہ سیکرٹریٹ الاؤنس دیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔ میری بات پہلے ہو گئی ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے پوچھنا چاہوں گا کہ یہ ورک چارج ملازمین کو نکالنے کی پالیسی ہے یا نہیں؟ اس خبر کے مطابق جو لوگ سات آٹھ سال سے کام کر رہے ہیں ان لوگوں کو نکالنے کے لئے حکومت پنجاب نے ہدایات دی ہیں اور مجھے اس دن کسی نے یہ بھی بتایا ہے کہ پنجاب ہاؤس اسلام آباد کے جو ورک چارج ملازمین ہیں ان کو بھی پچھلے چار مہینے سے تنخواہیں نہیں ملی ہیں۔ کیا حکومت پنجاب کے مالی حالات اتنے خراب ہو گئے ہیں کہ اب وہ ورک چارج ملازمین کو تنخواہیں نہیں دے رہی آیا ان کو نکالنے کے لئے کوئی ہدایات دی گئی ہیں یا نہیں؟ اس اخبار کی خبر کے مطابق یہ ہدایات دی گئی ہیں کہ ان کو نکالا جائے اور اس کے اندر یہ وجہ بتائی گئی ہے کہ Due to unavailability of funds for their salaries. تو یہ ایک بڑی پریشان کرنے والی بات ہے اور یہ بڑا serious issue ہے جو میں آپ کے سامنے لایا ہوں۔

جناب سپیکر: وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ): جناب سپیکر! میں نے پہلے ہی عرض کیا ہے کہ ۔۔۔

جناب سپیکر: انہوں نے بتا تو دیا ہے۔

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ): جناب والا! انہوں نے جو سوال پہلے کیا تھا وہی دہرایا ہے مجھے بھی وہی جواب دہرانا پڑے گا کیونکہ میں نے اس کا جواب بڑا واضح دیا تھا کہ "ورک چارج وہ ہوتا ہے جب تک کام ہو، اس وقت تک وہ کام کرتے ہیں۔ جب کام نہیں ہوتا تو اس وقت ان کو فارغ کر دیا جاتا ہے"۔ اگر کام ہوتا تو ہم ان کو regular کر دیتے یا contract پر لے لیتے۔ اس وجہ سے کسی کو فارغ نہیں کیا جا رہا کہ تنخواہوں کے لئے پیسے نہیں ہیں، تنخواہوں کے لئے اس سال ہمیں NFC کے ذریعے پچھلے سال کے مقابلے میں 100۔ارب زیادہ مل رہے ہیں اس لئے مالی حالات پہلے سے زیادہ بہتر ہیں۔

جناب سپیکر: چلیں، مہربانی۔

شیخ علاؤالدین: جناب والا! آپ نے فرمایا تھا کہ وزیر قانون صاحب آ جائیں تو آپ یہ معاملہ اٹھانا۔

جناب سپیکر: کون سا؟

شیخ علاؤالدین: وہی جو پرائیویٹ سکولوں کی فیسوں والا ہے۔ وزیر قانون صاحب تشریف لے آئے ہیں۔

جناب سپیکر: راناصاحب! پرائیویٹ سکولوں کی فیسوں کا معاملہ تھااس پر ایک کمیٹی بھی بنی تھی آپ کے پاس صاحبان بھی گئے ہوں گے اور آپ ان سے ملے بھی ہوں گے آج اس کا کوئی جواب آپ کے پاس ہے یا نہیں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں سیکرٹریٹ سے information لے کر شیخ صاحب کی خدمت میں پیش کر دوں گا، off hand مجھے اس بارے میں کوئی بات یاد نہیں ہے۔

جناب سپیکر: وہ کمیٹی آپ کی زیر نگرانی تھی؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جی، میں آج ہی اس کے بارے میں پتا کر لوں گا off hand مجھے اس بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب والا! یہ جو پرائیویٹ کالج اور سکول ہیں ان پر ایک کمیٹی بھی بنی تھی، ان کے جو ارباب اختیار ہیں ان کو بلایا گیا تھا۔۔۔

سید حسن مرتضیٰ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: میں نے ان کو floor دیا ہے آپ تشریف رکھیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب والا! شیخ صاحب نے تو بولنا ہی تھا۔۔۔

جناب سپیکر: وہ پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب والا! وہ پوائنٹ آف آرڈر پر نہیں ہیں۔

جناب سپیکر: میں نے حضرت ان کو اجازت دی ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب والا! انہوں نے اجازت مانگی نہیں ہے۔

جناب سپیکر: میں نے اجازت خود دی ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب والا! میں آپ سے اجازت مانگتا رہا ہوں، آپ نے مجھے اجازت نہیں دی۔

جناب سپیکر: ایک معاملہ بڑی دیر سے pending تھا اس کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب والا! میں 31۔دسمبر یا نیا سال منانے کے لئے یہاں نہیں آتا۔ جو لوگ آتے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: ان کی بات سنیں۔

شیخ علاؤالدین: جو لوگ آپ سے اجازت لینے کے لئے آتے ہیں ان کو اجازت ہو گی۔ میں ایک burning issue لایا ہوں کہ ان پرائیویٹ سکولوں کے ٹیچروں نے بیڑا غرق کر دیا ہے۔ میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ والدین کہاں سے پیسا دیں گے؟ 60ہزار روپے کا بل ایک بچے کا ہے لیکن یہ ان لوگوں کا issue نہیں ہے جو واقعی پیسا دے سکتے ہیں جن کے unfair means ہیں اور ان لوگوں کو احساس تک نہیں ہے کہ ایک عام آدمی کے ساتھ کیا بیت رہی ہے کیونکہ جن لوگوں نے New Year منانا ہے، جنہوں نے ساٹھ ستر ہزار یا ایک لاکھ روپیہ ایک ادا پر دینا ہے۔

جناب سپیکر: آپ میری بات سنیں۔ وہ کہہ رہے کہ میں پتا کر کے بتاؤں گا۔

سید حسن مرتضیٰ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: اب پوائنٹ آف آرڈر پر آ گئے ہیں۔ جی، فرمائیں!

شیخ علاؤالدین: اب آپ دیکھیں۔

جناب سپیکر: وہ کہہ رہے ہیں کہ کل آپ کو اس بارے میں مکمل رپورٹ بتاؤں گا۔ جی، آپ فرمائیں!

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! شیخ صاحب میرے لئے بڑے محترم ہیں لیکن میں ان سے پہلے کھڑا ہوا تھا میں نے point of order raise کیا آپ نے اشارہ کیا اور میں چپ کر کے بیٹھ گیا۔ وہ اٹھے اور انہوں نے بغیر پوائنٹ آف آرڈر کے بات کی۔۔۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! ایک issue پہلے سے چل رہا تھا۔۔۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں خود اس issue کے بارے میں بات کر رہا تھا اور میں یہ بتانا چاہتا تھا کہ یہ ایک دفعہ اسی House میں table بھی ہو چکا ہے۔ آپ نے اس پر ایک کمیٹی بنادی اور اس کمیٹی نے آج تک کچھ بھی نہیں کیا اور میں خود اس کا mover تھا۔ اب میں بھی اسی سلسلے میں بات کرنا چاہتا تھا شیخ صاحب تو امیر آدمی ہیں یہ بچوں کی فیسیں بھر سکتے ہیں ہم لوگ تو فیسیں بھی نہیں بھر سکتے۔۔۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! اب آپ یہ دیکھ لیں کہ یہ پھر میرے متعلق بات کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: دیکھیں، اس طرح سے بات کرنا مناسب نہیں ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! آپ نے مجھے floor دیا ہے، میں بات کر رہا ہوں۔ شیخ صاحب میرے لئے انتہائی قابل احترام ہیں۔ یہ غصے میں آ جاتے ہیں انہیں پتا نہیں چلتا کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔ میں ان کا colleague ہوں اور مجھے یہ کہہ رہے ہیں کہ unfair means اور یہ یہاں پر 31۔دسمبر اور New Year منانے آ جاتے ہیں۔

جناب سپیکر: انہوں نے آپ کو نہیں کہا۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! ہم تو وہ لوگ ہیں۔ میں ایک شعر ان کی نذر کرتا ہوں۔

میں اپنے بچوں کو باتوں میں لگا لیتا ہوں
جب سرِ راہ کھلونوں کی دکاں آتی ہے

جناب سپیکر! ہم تو وہ غریب لوگ ہیں جو اپنے بچوں کو دلاسے دے کر زندگیاں گزار رہے ہیں۔ یہ امراء کے چونچلے ہیں جو ہمیں 31۔دسمبر کا بتاتے ہیں کیا ہم 31۔دسمبر منانے کے لئے اسمبلی میں آتے ہیں؟ شیخ صاحب کھڑے ہو کر کہہ دیں کہ یہ 31۔دسمبر منانے کے لئے آتے ہیں پھر میں ان کو جواب دوں گا۔ میں ان کا بحیثیت بڑا بھائی احترام کرتا ہوں اور ایک اچھا پارلیمنٹیرین ہونے کے ناتے۔۔۔

جناب سپیکر: اچھی بات ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب والا! انہیں جب floor ملتا ہے وہ اس کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں۔

جناب سپیکر: نہیں، نہیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میری دلآزاری ہوئی ہے اگر شیخ صاحب میں جرأت ہے تو انہیں معذرت کرنی چاہئے کہ میں نے اس کے ساتھ زیادتی کی ہے۔ میں نے کوئی ایسی سخت بات نہیں کی تھی rules and regulations کی بات کی تھی جس پر شیخ صاحب نے مجھے unfair means بھی بتا دیئے، شیخ صاحب نے مجھے 31۔دسمبر بھی بتا دیا۔ میں نے تو آپ سے request کی تھی کہ وزارت ثقافت کو کہیں کہ وہ بندوبست کرے۔ اگر مجھ میں ہمت ہوتی تو میں خود کر لیتا لیکن یہ بڑی زیادتی ہے۔۔۔

ایک آواز: واک آؤٹ۔

جناب سپیکر: کیا کہا آپ نے؟

سید حسن مرتضیٰ: نہیں، میں walk-out نہیں کر رہا، شیخ صاحب کی معذرت کا انتظار کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر: آپ میری بات سنیں، شیخ صاحب نے اپنے آپ کو کہا ہے۔
سید حسن مرتضیٰ: اچھا ٹھیک ہے۔
جناب سپیکر: انہوں نے اپنے آپ کو کہا ہے کہ میں یہاں کوئی 31۔دسمبر منانے کے لئے نہیں آتا۔
شیخ علاؤالدین: جناب والا! بہت مہربانی۔آپ نے کمال کا جواب دیا لیکن آپ 31۔دسمبر کی شام کی کارروائی نکلوالیں۔ان کا ویسے ہی میرے دل میں بہت احترام ہے، یہ تشریف لائے انہوں نے آپ سے request کی کہ۔۔۔
جناب سپیکر: تشریف رکھیں۔
شیخ علاؤالدین: نکلوالیں، میں دعویٰ سے کہتا ہوں۔۔۔
جناب سپیکر: مجھے پتا ہے۔
شیخ علاؤالدین: آپ کو یاد ہے؟ انہوں نے کہا New Year منانے دیں اور فوراً باہر چلے گئے۔
(قطع کلامیاں)
جناب سپیکر: آپ میری بات سنیں۔
شیخ علاؤالدین: آپ مانیں یہ بات ہوئی ہے۔
جناب سپیکر: ایک منٹ، آپ میری بات سنیں۔کسی محکمے کا ذکر موصوف نے ضرور کیا تھا مجھے یاد ہے۔ اب آپ اس بات کو چھوڑیں۔
شیخ علاؤالدین: جناب والا! میں کچھ نہیں کہہ رہا لیکن یہ ریکارڈ کی بات ہے اور دوسرا یہ کہ یہ اپنے بچوں کو بہلاتے ہیں تو دوسروں کے بچوں کو کیوں کھلاتے ہیں؟
جناب سپیکر: اب ہم توجہ دلاؤنوٹس کو لیتے ہیں۔
سینئر وزیر/وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): جناب والا! اگر اجازت ہو تو۔۔۔
مخدوم محمد ارتضیٰ: پوائنٹ آف آرڈر۔
جناب سپیکر: آپ بھی ان کے بعد آجائیں، اب سینئر منسٹر صاحب کھڑے ہیں۔جی، فرمائیں!
سینئر وزیر/وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! پچھلے چند دنوں سے پہلے وفاقی حکومت سے جناب مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے اپنے ایک وزیر کے نکالے جانے پر صرف one

one point agenda پر انہوں نے وفاقی حکومت سے علیحدگی اختیار کی اس کے بعد one point agenda پر متحدہ قومی موومنٹ نے حکومت سے علیحدگی کا اعلان کل کیا ہے۔انتہائی بدقسمتی کی بات ہے کہ جمہوریت دشمن عناصر اور وہ لوگ جو اس ملک پر آمریت کے ذریعے حکومت کرتے ہیں اور وہ لوگ جو چاہتے ہیں کہ جمہوریت کا موجودہ نظام جس کو قائم کرنے کے لئے محترمہ بے نظیر بھٹو (شہید) نے اپنی جان کی قربانی دی ہے۔یہ نظام کسی طریقے سے derail ہو، میں آج یہاں پر واضح الفاظ میں بتا دینا چاہتا ہوں کہ اللہ کے فضل سے یہ نظام derail نہیں ہوگا،اس ملک میں جمہوریت چلے گی، جمہوری ادارے چلیں گے۔اگر کوئی بلیک میل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اس کی کوشش کو کامیاب ہونے نہیں دیا جائے گا۔انشاء اللہ تعالیٰ جمہوری ادارے مضبوط ہوں گے اور پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت اپنا پانچ سال کا tenure پورا کرے گی۔(نعرہ ہائے تحسین)

صدر آصف علی زرداری صاحب صدر کے عہدے پر انشاء اللہ اپنے پانچ سال پورے کریں گے اور جن کو سازشوں کا شوق ہے وہ اپنا یہ شوق پورا کرے، بڑی تسلی کے ساتھ وہ اپنا یہ شوق پورا کرے۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں کسی کو ایسا شوق نہیں ہے۔

سینئر وزیر/وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): وفاق کو ہم کچھ نہیں ہونے دیں گے اور جہاں تک پنجاب کی بات ہے بہت سارے بے چارے بغلیں بجا رہے ہیں،یہاں بھی ہم کچھ نہیں ہونے دیں گے۔یہاں بھی ہم جمہوری اداروں کو مضبوط رکھیں گے۔

جناب سپیکر: جی، انشاء اللہ۔

سینئر وزیر/وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): انشاء اللہ تعالیٰ۔

جناب سپیکر: مہربانی آپ کی۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، نہیں۔ میں نے پہلے مخدوم صاحب سے کہا ہے۔

مخدوم محمد ارتضیٰ: شکریہ۔جناب سپیکر! شیخ صاحب نے جو بات کی ہے---

جناب سپیکر: آپ ان کی بات چھوڑیں، وہ ختم ہو گئی۔آپ اپنی بات کریں۔

مخدوم محمد ارتضیٰ: نہیں۔میں دوسرے حوالے سے بات کر رہا ہوں۔ہم نے یہ دیکھا ہے کہ اس ہاؤس کی طرف سے جو قانون سازی ہوتی ہے اس میں ہم ممبران کا بہت کم in put ہوتا ہے۔ اس میں زیادہ تر

بیوروکریسی کی طرف سے drafting ہوکر پیش ہوتی ہے۔شیخ صاحب نے جو فیسوں والا issue اٹھایا ہے میں اس سلسلے میں آپ کے پاس اور ڈپٹی سپیکر صاحب کے پاس بھی حاضر ہوا تھا کہ فیسوں کا مسئلہ بھی اور پرائیویٹ سکول جو بہت زیادہ کم عمر کے بچوں پر اصرار کرتے ہیں کہ انہیں اس عمر میں ہی داخل کرایا جائے تاکہ وہ شروع سے ہی زیادہ سے زیادہ فیس لے سکیں۔ انہیں کنٹرول کرنے کے لئے آپ سے اور ڈپٹی سپیکر صاحب سے بھی درخواست کی تھی کہ سٹاف کا کوئی آدمی دیں جو اسے بل کی شکل میں ڈرافٹ کرنے میں میری مدد کردے، چونکہ میں اسے ہاؤس میں لانا چاہتا ہوں۔آپ جس کے بھی ذمے لگاتے ہیں وہ یا تو بات گول کر جاتے ہیں یا جواب دے دیتے ہیں کہ جناب یہ ہمارے بس میں نہیں ہے۔میں آپ سے درخواست کروں گا کہ فیسوں کے ساتھ ساتھ اس چیز کو بھی دیکھیں اور ہمیں کوئی support provide کریں تاکہ ہم باقاعدہ اس طرح کا بل ہاؤس میں لے کر آئیں۔

جناب سپیکر: ڈرافٹنگ کے لئے آپ کے نزدیک ہی بیٹھے ہیں اور آپ کے ساتھی ہیں۔

مخدوم محمد ارتضیٰ: جناب سپیکر! آپ سٹاف میں سے کوئی بندہ provide کردیں۔

جناب سپیکر: عمران صاحب آپ کے نزدیک بیٹھے ہیں۔آپ ان کے ساتھ مل بیٹھ کر ڈرافٹنگ کرلیں۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، چیمہ صاحب!

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! یہاں پر ابھی سینئر منسٹر صاحب نے کچھ کلمات کہے ہیں تو میں آپ کی وساطت سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ۔۔۔

جناب سپیکر: انہوں نے کسی کا نام نہیں لیا۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: میں بھی یہی کہہ رہا ہوں کہ وہ یہ بتائیں کہ کون سازشیں کر رہا ہے، سازشوں میں کون شامل ہے، سازشیں تو یہ خود کر رہے ہیں۔ یہ عوام کے ساتھ مہنگائی کی سازش کر رہے ہیں۔ انہوں نے تیل کی قیمت بڑھادی، انہوں نے گیس بند کردی، انہوں نے انڈسٹری بند کردی۔عوام کے ساتھ تو یہ خود سازشیں کررہے ہیں۔یہ اپنے پاؤں پر تو خود کلہاڑی مارے جارہے ہیں۔یہ دوسروں پر کیچڑ کیوں اچھالتے ہیں، قاتل لیگ کہنے والے آج ہمارے گھر کس منہ سے تشریف لائے ہیں؟ یہ کبھی کچھ ذکر کرتے ہیں اور کبھی کچھ۔یہ تو وقت بتائے گا کہ سازشیں یہ کر رہے تھے یا وہ لوگ کر رہے ہیں جن کا یہ ذکر کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، مہربانی۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: اچھا جی، آپ بھی آ جائیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہاں اس ملک کے اندر 9 سالہ آمریت کے بعد جموریت آئی ہے اور ہر آدمی نے اپنی اپنی پارٹی کے اندر رہتے ہوئے ایک کردار ادا کیا ہے اور یہ 9 سالوں کی ایک داستان ہے۔ ہم اور ہماری پارٹی کے قائد میاں محمد نواز شریف یہ کہتے ہیں کہ ہم اس جمہوری سسٹم کو derail نہیں ہونے دیں گے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ملک کے اندر جمہوریت چلنی چاہئے اور جو چھوٹے موٹے گروپ بلیک میلنگ کر رہے ہیں ہم ان کی کٹھ پتلی کو کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔

جناب سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ میں آپ سب کو شاباش دیتا ہوں جو جمہوریت کے لئے لڑتے ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): لیکن ہمیں بھی اپنی صفوں کو درست کرنا ہو گا اور جمہوریت کے اندر جو خامیاں ہیں، جو کمیاں ہیں، جو کوتاہیاں ہیں ہمیں انہیں پورا کرنا ہو گا اور سترہ کروڑ عوام کے حقوق کا خیال رکھنا ہو گا۔

جناب سپیکر: بڑی مہربانی۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): ہمیں مہنگائی پر کنٹرول کرنا ہو گا۔

توجہ دلاؤ نوٹس

جناب سپیکر: جی، کنٹرول کریں۔ اب توجہ دلاؤ نوٹس لیتے ہیں۔ آپ کے کتنے منٹ چلے گئے ہیں۔ پہلا توجہ دلاؤ نوٹس سید حسن مرتضیٰ صاحب کی طرف سے ہے۔

ٹوبہ ٹیک سنگھ تحصیل گوجرہ میں ڈکیتی کے دوران عورتوں اور مردوں پر ڈاکوؤں کا تشدد و دیگر تفصیلات

سید حسن مرتضیٰ: شکریہ۔ جناب سپیکر! کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ماسٹر محمد ظفر رہائشی چک نمبر332ج ب تحصیل گوجرہ ٹوبہ ٹیک سنگھ کے گھر12ڈکیت اسلحہ سمیت زبردستی گھر میں داخل ہوئے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ ان ڈاکوؤں نے مردوں اور عورتوں کو تشدد کا نشانہ بنایا اور گھر سے زیورات اور نقدی لوٹ کر فرار ہو گئے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس واقعہ کا مقدمہ تھانہ نواں لاہور گوجرہ ٹوبہ ٹیک سنگھ میں 10/241 بجرم 397اور دیگر دفعات کے تحت درج ہوا۔

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ ملزمان پولیس ملازمین کی سرپرستی کی وجہ سے مدعی مقدمہ کو جان سے مارنے کی دھمکیاں دے رہے ہیں۔پولیس ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کر رہی ہے۔کیا حکومت اس واقعہ میں ملوث ملزمان گرفتار کرنے اور ان کے سرپرست پولیس ملازمین کے خلاف قانونی محکمانہ کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

جناب سپیکر: رانا صاحب!اس کا جواب آپ کے پاس ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جی،جناب سپیکر!اس کا جواب میرے پاس ہے۔

(الف) یہ درست ہے کہ مدعی نے اپنے تحریری بیان میں 12 نامعلوم افراد کا تحریر کیا مگر بعد ازاں اپنے تتمہ بیان میں اپنے ہی گاؤں کے دو افراد اختر حسین اور عمران عرف کالا کو نامزد کیا جن کا چودہ یوم ریمانڈ حاصل کر کے تفتیش عمل میں لائی گئی جو ملزمان بے گناہ ہونے پر عدالت سے ڈسچارج ہوئے۔بعد ازاں مدعی نے مسمی معظم علی سکنہ موضع بھٹل ضلع شیخوپورہ نامزد کیا۔جس کی گرفتاری کے لئے ضلع شیخوپورہ اور سیالکوٹ میں مختلف جگہوں پر ریڈ کئے گئے مگر وہ گرفتار نہ ہوا جس کے وارنٹ گرفتاری حاصل کئے گئے ہیں اور انشاء اللہ جلد ملزم کو گرفتار کر کے مقدمہ کو حقائق پر یکسو کیا جائے گا۔

(ب) یہ درست ہے۔البتہ اس ضمن میں مقدمہ درج رجسٹرڈ ہو چکا ہے اور تفتیش جاری ہے۔

(ج) یہ درست ہے۔

(د) یہ غلط ہے کہ کوئی پولیس افسر یا ملازم اس مقدمہ میں ملزمان کی مدد کر رہا ہے اور نہ ہی دوران تفتیش ایسی کوئی بات سامنے آئی ہے کہ مدعی کو قتل کی دھمکیاں مل رہی ہیں اور اس سلسلہ میں مدعی نے بھی درخواست کسی بھی مجاز افسر کو یا متعلقہ تھانے میں نہ گزاری ہے۔البتہ اب

ڈی پی او کی زیر نگرانی اس مقدمے کی تفتیش کو انتہائی پروفیشنل انداز میں آگے بڑھایا جا رہا ہے اور امید ہے کہ ان ملزمان کو جلد گرفتار کر کے ان کا چالان عدالت میں پیش کیا جائے گا۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ شاہ صاحب! اب آپ اس میں کیا کہنا چاہتے ہیں؟

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں یہاں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ جب میں نے یہ توجہ دلاؤ نوٹس جمع کروایا تھا تو اس کے بعد جو وہاں نئے ڈی پی او آئے انہوں نے میرے ساتھ رابطہ بھی کیا اور بات بھی کی اور انہوں نے خود اس بات کو تسلیم کیا کہ ہم نے اس پر کافی محنت کی ہے۔ انہوں نے واقعی اس پر محنت کی بھی ہے لیکن کافی ایسی چیزیں ہیں جن کی وجہ سے اس میں گنجائش رہ گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم خود بھی اس پر مطمئن نہیں ہیں لہذا آپ مدعی کو میرے پاس بھیجیں اسے جو help درکار ہو گی ہم اس کی داد رسی کی پوری کوشش کریں گے۔ لاء منسٹر صاحب نے جو جواب دیا ہے وہ درست ہے میں اس سے مطمئن ہوں لیکن میں یہاں چاہوں گا کہ اس ڈی پی او کو خراج تحسین پیش کیا جائے کہ وہ خود اس میں اتنا interested ہے کہ میں اس کیس کو solve کروں۔ یہاں پر ہم ہمیشہ پولیس پر تنقید کرتے ہیں لیکن اگر وہ کوئی اچھا کام کرے تو اسے خراج تحسین بھی پیش کرنا چاہئے اور میں نے اسی لئے یہ دو لفظ بولے ہیں۔

جناب سپیکر: چلیں، ٹھیک ہے۔ اگلا توجہ دلاؤ نوٹس محمد طارق گجر صاحب کی طرف سے ہے۔

کرنل (ریٹائرڈ) نوید اقبال ساجد: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں ایک نہایت اہم بات کی طرف جناب کی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔۔۔

جناب سپیکر: Call Attention Notice کا وقت صرف پندرہ منٹ ہوتا ہے۔ آپ اس کے بعد پوائنٹ آف آرڈر لے لیں۔

کرنل (ریٹائرڈ) نوید اقبال ساجد: جناب سپیکر! میں ایسی بات کرنے لگا ہوں جس کا پورے پنجاب سے تعلق ہے اور انتہائی غریب لوگوں سے تعلق ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ میں رانا صاحب کی موجودگی میں یہ بات کروں۔ ایک پالیسی جسے recruitment policy for class IV employees کا نام دیا گیا ہے۔۔۔

جناب سپیکر: کرنل صاحب! میرے خیال میں آپ میری بات نہیں سمجھ پائے۔ میں کہہ رہا ہوں کہ توجہ دلاؤ نوٹس کا وقت پندرہ منٹ ہوتا ہے۔ اگر ان کے پندرہ منٹ ضائع ہو جائیں گے تو پھر یہ laps ہو جائے گا۔

کرنل (ریٹائرڈ) نوید اقبال ساجد: جناب سپیکر! میں wait کر لیتا ہوں۔

جناب سپیکر: چلیں، ٹھیک ہے۔ اگلا توجہ دلاؤ نوٹس محمد طارق گجر صاحب کی طرف سے ہے۔ گجر صاحب تشریف فرما ہیں؟۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے لہذا یہ توجہ دلاؤ نوٹس dispose of کیا جاتا ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: وہ ہیں ہی نہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! چونکہ یہ معاملہ انتہائی اہمیت کا ہے اور اس واقعہ میں ایک تین سالہ بچی ساویہ دختر سجاد جس کو گوجرانوالہ میں گھر سے اغواء کر کے زیادتی کا نشانہ بنایا گیا اور بعد میں دوسرے دن اس کی نعش ملی۔ میں اس سلسلے میں اس معزز ایوان کو اعتماد میں لینا چاہتا ہوں کہ اس سلسلے میں مقدمہ درج ہونے کے بعد میں خود بھی وزیر اعلیٰ پنجاب کے حکم پر تعزیت کے لئے وہاں اس خاندان کے پاس گیا تھا مجھ سے پہلے سینئر وزیر راجہ ریاض صاحب بھی وہاں تشریف لے گئے تھے۔ علاقے کے لوگوں اور مدعی فریق کا یہ گلہ تھا کہ جب انہوں نے متعلقہ تھانے میں اس معاملے کو رپورٹ کیا تو تھانے کے ایس ایچ او انسپکٹر عبدالجبار نے صحیح طور پر شنوائی نہیں کی جس پر اس کے خلاف 155-C Police Order 2002 کے تحت مقدمہ درج کیا گیا اور اس کے خلاف regular inquiry initiate ہو چکی ہے۔ یہ inquiry جونہی مکمل ہوتی ہے تو in accordance with law اس کو punishment دی جائے گی۔ اس کے علاوہ اس مقدمہ میں ملوث ایک مشتبہ شخص جو کہ اسی محلے کا رہائشی پٹھان تھا اس کے عزیز منگل خان ولد عبدالرحمٰن کو گرفتار کیا گیا اور اس کی نشاندہی پر پھر افغانستان سے اس کی والدہ اور ایک بھائی کو گرفتار کیا گیا ہے۔ اب تک 54 لوگوں کو شامل تفتیش کیا گیا ہے۔ ایسے افراد کہ جن پر انتہائی شبہ تھا یا circumstances evidence کے تحت وہ مشکوک بنتے تھے ان میں سے 12 افراد کے D.N.A tests کروائے گئے ہیں۔ ان tests کا result جلد متوقع ہے۔ یہ result آنے کے بعد معلوم ہو جائے گا کہ رحیم اللہ جس پر بنیادی طور پر اس بات کا شک گزرا تھا وہ اس میں ملوث ہے یا نہیں، اسی طرح دوسرے جن لوگوں پر شک تھا ان کے بھی D.N.A tests

کروائے گئے ہیں اور result کے بعد ملزم کا تعین ہو جائے گا۔انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد اس مقدمے کو حقائق کے اوپر یکسو کیا جائے گا اور ملزم کو گرفتار کر کے قرار واقعی سزا دلانے کے لئے اس مقدمے کا چالان عدالت میں پیش کیا جائے گا۔

سینئر وزیر / وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! وزیر قانون صاحب نے اس Call Attention Notice کا بڑا تفصیلی جواب دیا ہے۔ میری اس حوالے سے آپ سے گزارش ہو گی کہ یہ ایک بڑا نازک معاملہ ہے لہذا اس کی رپورٹ دو تین ماہ بعد House میں پیش کی جائے کہ اس بارے میں کیا action لیا گیا ہے تاکہ سارے House کے علم میں اس کی پیشرفت آسکے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔اس وقت S.S.P(Investigation) سپیکر گیلری میں موجود ہیں اور میں اس بارے میں خود بھی R.P.O صاحب سے کہہ دوں گا کہ جونہی اس میں کوئی further development ہوتی ہے تو اس سے ایوان کو بھی آگاہ کر دیا جائے۔

رپورٹیں
(جو پیش ہوئیں)

جناب سپیکر: چلیں، مہربانی۔ملک وارث کلو صاحب تحاریک استحقاق کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ رپورٹیں پیش کریں۔

تحاریک استحقاق نمبر 8 اور 33 بابت سال 2010 کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹوں کا ایوان میں پیش کیا جانا

ملک محمد وارث کلو: جناب سپیکر! میں تحاریک استحقاق نمبر 8 اور 33 بابت سال 2010 کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔ رپورٹیں پیش ہوئیں۔

کرنل (ریٹائرڈ) نوید اقبال ساجد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، کرنل نوید ساجد صاحب! آپ کوئی بات کرنا چاہتے ہیں؟

پوائنٹ آف آرڈر

درجہ چہارم کی بھرتی پالیسی پر نظر ثانی کا مطالبہ

کرنل (ریٹائرڈ) نوید اقبال ساجد: جناب سپیکر! class-IV employees کے بارے میں ایک recruitment policy ہے میں اسی کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہوں کہ اس میں جو criteria fix کیا گیا ہے اس کے مطابق numbers رکھے گئے ہیں۔ اگر کوئی applicant میٹرک ہے تو اس کو 30 numbers دیئے جاتے ہیں اسی طرح اگر کوئی applicant ایف۔اے ہے تو اس کو 40 numbers اور اگر کوئی گریجویٹ ہے تو اس کو 50 numbers دیئے جاتے ہیں۔ class-IV میں بیلدار بھی آتے ہیں جن کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ پڑھے لکھے ہوں بلکہ اس کے لئے زیادہ بہتر ہے کہ وہ ناخواندہ ہوں۔ ان اسامیوں پر selection کے وقت پڑھے لکھے applicant کو 30 numbers تو ویسے ہی مل جاتے ہیں اور اس کی وجہ سے اَن پڑھ آدمی کو chance ہی نہیں ملتا، اس کی باری ہی نہیں آتی۔ یہ ایک بڑی discrimination ہے اور یہ Human Rights کے اصولوں کے بھی خلاف ہے۔ اس recruitment policy کی وجہ سے ایک اَن پڑھ آدمی کے rights کو deny کیا جا رہا ہے کہ وہ کسی نوکری کا اہل نہیں ہے جبکہ بیلدار کے لئے بنیادی کام یہ ہوتا ہے کہ اس نے کسّی چلانی ہوتی ہے اور سڑک پر کام کرنا ہوتا ہے۔ اگر کوئی ایف اے پاس یا گریجویٹ اس اسامی پر رکھ لیا جائے گا تو وہ کام نہیں کرے گا۔ اس کی reason یہ ہے کہ آج کا پڑھا لکھا نوجوان office کے کام کو زیادہ prefer کرتا ہے۔ سڑک یا نہروں کے اوپر کام کرنا وہ پسند نہیں کرتا۔ وزیر قانون صاحب یہاں پر موجود ہیں میری آپ کی وساطت سے ان سے گزارش ہوگی کہ اس recruitment policy کو revise کروایا جائے اور اَن پڑھ آدمی کو اس کا جائز حق دلایا جائے۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! مجھے off hand تو اس بارے میں علم نہیں ہے۔ جس طرح سے معزز ممبر نے فرمایا ہے یقیناً ایسا ہی ہوگا۔ یہ مہربانی کریں اور اس سلسلے میں باقاعدہ کوئی motion لے آئیں تاکہ باضابطہ طور پر محکمے سے جواب لیا جا سکے اور اس کے مطابق اس recruitment policy میں کوئی correction مطلوب ہوئی تو وہ کروادی جائے گی۔

جناب سپیکر: کرنل نوید ساجد صاحب! آپ اس بارے میں کوئی motion لے آئیں۔ اب وزیر قانون اسمبلی کی مجالس میں ترمیم کی تحریک پیش کرنا چاہتے ہیں۔ میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ تحریک پیش کریں۔

مجالس قائمہ میں ترمیم کی تحریک

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب 1997 کے قاعدہ 150(A) کے تحت قائد ایوان، سینئر وزیر اور قائد حزب اختلاف کے درمیان اتفاق رائے سے سٹینڈنگ کمیٹی برائے انڈسٹریز میں حاجی ناصر محمود سابق ایم پی اے، پی پی۔111 کی خالی ہونے والی نشست پر حاجی عمران ظفر ایم پی اے، پی پی۔111، سٹینڈنگ کمیٹی برائے فارسٹری اینڈ فشریز کی خالی نشست پر سردار میر بادشاہ خان قیصرانی ایم پی اے، پی پی۔240، سٹینڈنگ کمیٹی برائے لیبر اینڈ ہیومن ریسورسز میں جناب رضوان نوریز گل سابق ایم پی اے، پی پی۔34 کی خالی ہونے والی نشست پر چودھری شاہد انجم پی پی۔284، سٹینڈنگ کمیٹی برائے فوڈ میں جناب یاسر رضا ملک سابق ایم پی اے، پی پی۔13 کی خالی ہونے والی نشست پر ملک غلام رضا ایم پی اے، پی پی۔13، سٹینڈنگ کمیٹی برائے کامرس اینڈ انوسٹمنٹ میں جناب محمد رؤف خالد سابق ایم پی اے، پی پی۔284 کی خالی ہونے والی نشست پر سید احمد مجتبیٰ گیلانی ایم پی اے، پی پی۔206، سٹینڈنگ کمیٹی برائے مینجمنٹ اینڈ پروفیشنل ڈویلپمنٹ میں جناب محمد رؤف خالد سابق ایم پی اے، پی پی۔284 کی خالی ہونے والی نشست پر جناب اعجاز احمد کاہلوں ایم پی اے، پی پی۔34 اور سٹینڈنگ کمیٹی برائے انوائرنمنٹ پروٹیکشن میں جناب اللہ وسایا المعروف چنوں خان لغاری سابق ایم پی اے، پی پی۔259 کی خالی ہونے والی نشست پر محترمہ رعنا رضوی، ڈبلیو۔344 کو منتخب قرار دیا جائے۔"

(اذان عشاء)

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب 1997 کے قاعدہ 150(A) کے تحت قائدایوان، سینئر وزیر اور قائد حزب اختلاف کے درمیان اتفاق رائے سے سٹینڈنگ کمیٹی برائے انڈسٹریز میں حاجی ناصر محمود سابق ایم پی اے، پی پی۔111 کی خالی ہونے والی نشست پر حاجی عمران ظفرایم پی اے، پی پی۔111، سٹینڈنگ کمیٹی برائے فارسٹری اینڈ فشریز کی خالی نشست پر سردار میر بادشاہ خان قیصرانی ایم پی اے، پی پی۔240، سٹینڈنگ کمیٹی برائے لیبر اینڈ ہیومن ریسورسز میں جناب رضوان نوریز گل سابق ایم پی اے، پی پی۔34 کی خالی ہونے والی نشست پر چودھری شاہد انجم پی پی۔284، سٹینڈنگ کمیٹی برائے فوڈ میں جناب یاسر رضا ملک سابق ایم پی اے، پی پی۔13 کی خالی ہونے والی نشست پر ملک غلام رضاپی پی۔13، سٹینڈنگ کمیٹی برائے کامرس اینڈانوسٹمنٹ میں جناب محمد رؤف خالد سابق ایم پی اے، پی پی۔284 کی خالی ہونے والی نشست پر سید احمد مجتبیٰ گیلانی ایم پی اے، پی پی۔206، سٹینڈنگ کمیٹی برائے مینجمنٹ اینڈ پروفیشنل ڈویلپمنٹ میں جناب محمد رؤف خالد سابق ایم پی اے، پی پی۔284 کی خالی ہونے والی نشست پر جناب اعجاز احمد کاہلوں ایم پی اے، پی پی۔34اور سٹینڈنگ کمیٹی برائےانوائرنمنٹ پروٹیکشن میں جناب اللہ وسایا المعروف چنوں خان لغاری سابق ایم پی اے، پی پی۔259 کی خالی ہونے والی نشست پر محترمہ رعنا رضوی، ڈبلیو۔344 کو منتخب قرار دیا جائے۔"

یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ:

"قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب 1997 کے قاعدہ 150(A) کے تحت قائدایوان، سینئر وزیر اور قائد حزب اختلاف کے درمیان اتفاق رائے سے سٹینڈنگ کمیٹی برائے انڈسٹریز میں حاجی ناصر محمود سابق ایم پی اے، پی پی۔111 کی خالی ہونے والی نشست پر حاجی عمران ظفرایم پی اے، پی پی۔111، سٹینڈنگ کمیٹی برائے فارسٹری اینڈ فشریز کی خالی نشست پر سردار میر بادشاہ خان قیصرانی ایم پی اے، پی پی۔240، سٹینڈنگ کمیٹی برائے لیبر اینڈ

ہیومن ریسورسز میں جناب رضوان نوریز گل سابق ایم پی اے، پی پی-34 کی خالی ہونے والی نشست پر چودھری شاہد انجم پی پی-284، سٹینڈنگ کمیٹی برائے فوڈ میں جناب یاسر رضا ملک سابق ایم پی اے، پی پی -13 کی خالی ہونے والی نشست پر ملک غلام رضا پی پی-13، سٹینڈنگ کمیٹی برائے کامرس اینڈ انوسٹمنٹ میں جناب محمد رؤف خالد سابق ایم پی اے، پی پی-284 کی خالی ہونے والی نشست پر سید احمد مجتبیٰ گیلانی ایم پی اے، پی پی-206، سٹینڈنگ کمیٹی برائے مینجمنٹ اینڈ پروفیشنل ڈویلپمنٹ میں جناب محمد رؤف خالد سابق ایم پی اے، پی پی-284 کی خالی ہونے والی نشست پر جناب اعجاز احمد کاہلوں ایم پی اے، پی پی-34 اور سٹینڈنگ کمیٹی برائے انوائرنمنٹ پروٹیکشن میں جناب اللہ وسایا المعروف چنوں خان لغاری سابق ایم پی اے، پی پی-259 کی خالی ہونے والی نشست پر محترمہ رعنا رضوی، ڈبلیو-344 کو منتخب قرار دیا جائے۔"

(تحریک متفقہ طور پر منظور ہوئی)

تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر: اب ہم تحاریک التوائے کار لیتے ہیں۔ تحریک التوائے کار نمبر 869 محترمہ نگہت ناصر شیخ!

رائیونڈ میں نئی سبزی و پھل منڈی کی تعمیر میں تاخیر سے آڑھتیوں اور شہریوں کو مشکلات کا سامنا

محترمہ نگہت ناصر شیخ: میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ "رائیونڈ میں نئی تعمیر شدہ سبزی منڈی کا معاملہ لٹک گیا۔ 30 سے زائد آڑھتیوں نے سابق ایم این اے سے زمین خرید کر دکانیں بنا لیں۔"رائیونڈ میں کروڑوں روپے کی لاگت سے تعمیر ہونے والی نئی سبزی و فروٹ منڈی کا معاملہ کئی ماہ سے لٹکا ہوا ہے۔ محکمہ زراعت اور زرعی مارکیٹنگ کی جانب سے نئی سبزی و فروٹ منڈی کی باضابطہ منظوری دینے میں تاخیر سے 30 سے زائد آڑھتیوں کا کاروبار داؤ پر لگا ہوا ہے۔ رائیونڈ کے گنجان علاقے میں واقع سبزی منڈی گزشتہ کئی سالوں سے شہریوں کے لئے وبال

جان بنی ہوئی تھی، ٹرکوں کی آمد سے شہر میں ٹریفک کا نظام درہم برہم اور صفائی کا نظام بری طرح متاثر ہونے سے شہریوں نے وزیراعلیٰ کو سبزی منڈی شہر سے باہر منتقل کرنے کے لئے کئی بار درخواستیں کیں اور سڑکوں پر احتجاج کیا جس پر حکومت نے اپنی مدد آپ کے تحت آڑھتیوں کو شہر سے باہر نئی منڈی تعمیر کرنے کی تجویز دی اور مؤقف اختیار کیا کہ محکمہ زراعت کے پاس جگہ خرید کر سبزی منڈی تعمیر کرنے کے لئے فنڈز نہیں ہیں اور پرانی و موجودہ سبزی منڈی ٹاؤن کمیٹی کی ملکیتی جگہ پر چلائی جارہی ہے اور ٹاؤن کمیٹی نے کئی آڑھتیوں کو کرایہ میں اضافہ اور دکانیں خالی کرنے کے نوٹس جاری کر دیئے ہیں اور شہر کی صفائی کو بہتر بنانے کے لئے آڑھتیوں کو متبادل جگہ پر سبزی منڈی منتقل کرنے کی ہدایت کی۔ محکمہ کے بعض افسران کے کہنے پر رائیونڈ کے 30 سے زائد آڑھتیوں نے شہر سے باہر سندر روڈ پر واقع مسلم لیگ ن کے سابق ایم این اے کی زمین اپنی مدد آپ کے تحت خرید کر کروڑوں روپے کی لاگت سے دکانیں تعمیر کر کے نئی سبزی و فروٹ منڈی قائم کی اور کاروبار شروع کر دیا جس سے شہر میں ٹریفک کا لوڈ کم ہونے اور صفائی کا نظام بہتر ہونے سے شہریوں نے سکھ کا سانس لیا۔ محکمہ زراعت کے ڈائریکٹر مارکیٹنگ کے مطابق رائیونڈ میں نئی سبزی و فروٹ منڈی کے لئے حکومت جگہ خرید کر دینے کی پابند ہے مگر اس علاقے میں قیمتی جگہ خریدنے کے لئے فنڈز نہیں ہیں جب تک حکومت نئی سبزی منڈی کے بارے واضح احکامات نہیں دے گی محکمہ آڑھتیوں کے حقوق کو تحفظ نہیں دے سکتا لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ درست ہے کہ موجودہ سبزی منڈی ٹی ایم اے کی ملکیتی ہے اور شہر کے گنجان آباد علاقے میں واقع ہے جس کی وجہ سے شہر میں ٹریفک اور کوڑا کرکٹ جیسے مسائل کافی حد تک بڑھ گئے ہیں اور آڑھتی بھی اس منڈی کو منتقل کرنے کا بار بار مطالبہ کر چکے ہیں۔ اس امر کے لئے مارکیٹ کمیٹی نے پنجاب زرعی پیداوار کے General Rules 1979 کے قاعدہ 67 کے تحت منڈی کی جگہ کے حصول کے لئے اخبار میں اشتہار دیا لیکن کسی شخص / پارٹی نے مندرجہ بالا قانون کے تحت زمین مہیا نہ کی۔ دریں اثناء محکمہ زراعت زرعی مارکیٹنگ حکومت پنجاب کی طرف سے private sector میں غلہ منڈیوں اور سبزی و پھل منڈیوں کے قیام کی اجازت اور طریق کار کا ہدایت نامہ مورخہ 08-10-29 کو جاری ہوا جس کے تحت میسرز محسن عزیز اور میسرز محمد اسلم چٹھہ نے اپنی درخواست گزاری۔ رقبہ کے لحاظ سے محکمہ نے محمد اسلم چٹھہ کی درخواست موضوع

قرار دی جبکہ اکثریتی آڑھتیان نے محسن عزیز کی جگہ کو منڈی کے قیام کے لئے موزوں تصور کیا۔ابھی یہ معاملہ گورنمنٹ کے زیر غور ہی تھا کہ آڑھتیان نے از خود محسن عزیز کی جگہ پر درخواست گزار کی طرف سے داخل شدہ نقشہ پر از خود تعمیرات کر کے کاروبار شروع کر دیا۔اس غیر قانونی عمل کا نوٹس لیتے ہوئے محکمہ نے آڑھتیان کے لائسنس منسوخ کر دیئے بلکہ سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ لاہور نے ان ناجائز تعمیرات کا قانونی نوٹس لیتے ہوئے تعمیر کنندگان کے خلاف مقدمہ بھی درج کروایا جس پر فریقین کے درمیان سول اور ہائی کورٹ میں litigation کا آغاز ہوا جو تاحال جاری ہے۔اندریں حالات گورنمنٹ اب بھی رائیونڈ میں سرکاری منڈی کی تعمیر کے لئے funds کے انتظام کے لئے کوشش کر رہی ہے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! گورنمنٹ رائیونڈ میں سرکاری منڈی کے قیام کے حوالے سے جو کوشش کر رہی ہے اس منڈی کا قیام کب تک ہو جائے گا کیونکہ ان آڑھتیوں کے کاروبار کا نقصان ہو رہا ہے اور اس نقصان کی وجہ سے عوام پر مہنگائی کا بوجھ پڑتا ہے تو حکومت اس منڈی کا قیام کب تک کر دے گی؟

جناب سپیکر: جی، راناصاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! جیسے میں نے عرض کیا ہے کہ زرعی مارکیٹنگ نے اس procedure کو notify کر دیا ہے کہ کیا private sector میں بھی سبزی منڈی یا پھل منڈی بنائی جا سکتی ہے اور اس میں آڑھتیوں کا کوئی بھی ایک گروپ کسی موزوں جگہ کو mark کر کے application دے کر منڈی کا قیام عمل میں لا سکتے ہیں۔اب اس میں ہوا یہ ہے کہ ان آڑھتیوں نے یہ عمل تو کیا لیکن اس کی منظوری حاصل نہیں کی انہیں چاہئے کہ اتنی لمبی چوڑی litigation کی بجائے وہ آج بھی محکمے کے ساتھ بیٹھ کر اس مسئلے کو resolve کر کے وہاں پر منڈی کا قیام عمل میں لے آئیں۔

جناب سپیکر: disposed of۔اگلی تحریک التوائے کار نمبر 872 بھی محترمہ نگہت ناصر شیخ صاحبہ کی ہے۔محترمہ! آپ اپنی تحریک پڑھیں۔

چیک اینڈ بیلنس کا مؤثر نظام نہ ہونے کی وجہ سے لاہور میں مردہ گوشت کی سر عام فروخت

محترمہ نگہت ناصر شیخ: میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ایک مؤقر اخبار کی خبر کے مطابق "قانون میں ترمیم کی جائے، مردہ جانوروں کا گوشت فروخت کرنے والوں کو کڑی سزا ملنی چاہئے۔ لوڈشیڈنگ کا جواز بنا کر چوزے کی قیمت بڑھا دی گئی" مردار گوشت فروخت کرنے والوں کے خلاف قانون میں ترمیم کی جائے جبکہ ایسا گوشت فروخت کرنے والوں کو کڑی سے کڑی سزا ملنی چاہئے۔ پولٹری کا کاروبار اب ایسے ہاتھوں میں چلا گیا ہے جہاں ان کی اجارہ داری بن گئی ہے۔ مٹن اور بیف کی قیمتوں میں اضافہ کی بڑی وجہ ایکسپورٹ ہے۔ مضر صحت گوشت فروخت اور ٹرانسپورٹ کرنے والوں کے خلاف اسمبلی سے قانون آنا چاہئے۔ لوڈشیڈنگ کا جواز بنا کر چوزے کی قیمت -/2روپے سے بڑھا کر -/70روپے تک پہنچا دی گئی۔ اب سیلاب کا جواز بنا کر دودھ اور گوشت کی قیمت shoot up کی جائے گی۔ پولٹری کا کاروبار اب ایسے ہاتھوں میں چلا گیا ہے جہاں یہ مناپلی بن گیا ہے وگرنہ پہلے قیمتیں اوپر جانے کے بعد نیچے بھی واپس آیا کرتی تھیں جہاں تک مضر صحت مرغی کے گوشت کی فروخت کا معاملہ ہے تو اس میں سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ اپنی ذمہ داری نہیں نبھا رہی ہے۔ ڈی ڈی او فوڈ سکیورٹی لاہور ڈاکٹر عمران نے کہا کہ لاہور میں تین سلاٹر ہاؤس ہیں، چھ ڈاکٹر ہیں جبکہ پورے ضلع کے لئے صرف ایک گاڑی ہے، جب ریڈ کرنا ہو تو پولیس تعاون نہیں کرتی۔ انہوں نے لوڈشیڈنگ کا جواز بنا کر چوزے کی قیمت -/2روپے سے -/70روپے تک پہنچائی گئی۔ ایک فیڈ بیگ کی قیمت -/750روپے سے بڑھ کر -/1660روپے ہو گئی ہے۔ ڈی ڈی او پولٹری سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ لاہور ڈسٹرکٹ ثروت حسین نے کہا کہ اگر عوام غیر معیاری اور مضر صحت گوشت نہ خریدیں تو معاملات بہتر ہو سکتے ہیں۔ بکر منڈی سلاٹر ہاؤس کے انچارج ڈاکٹر محمد شکیل نے کہا کہ لاہور میں ہر ٹاؤن میں Meat Inspectors لگا دیئے گئے مگر انہیں بنیادی سہولیات سٹاف، گاڑیاں اور قانونی تحفظ فراہم نہیں کیا گیا ہے لہٰذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور(راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر!اس تحریک التوائے کار کو اگلے ہفتے Monday تک pending کر دیں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 873 بھی محترمہ نگہت ناصر شیخ صاحبہ کی ہے۔ محترمہ!آپ اپنی تحریک پڑھیں۔

گجرپورہ سکیم میں الاٹیوں کو ایل ڈی اے کی جانب سے تعمیر شدہ مکانوں کو خالی کرنے کے نوٹس کا اجراء

محترمہ نگہت ناصر شیخ: میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ LDA کی گجرپورہ چائنا سکیم لاہور میں A اور B بلاک میں الاٹیوں نے فائل نمبر GP.BP191/A کے تحت پلاٹس خریدے۔ تمام الاٹیوں نے پلاٹ خریدتے وقت اس بات کی تصدیق کی کہ تمام پلاٹس LDA کے ریکارڈ کے مطابق درست ہیں اور ان کی فائلیں بھی موجود ہیں۔ اس کے بعد ان پلاٹوں پر الاٹیوں نے بھاری رقوم ادا کر کے ان پلاٹس پر مکانات سنگل اور بعض نے ڈبل سٹوری بنا لئے لیکن ڈائریکٹر کالونیز نے بغیر کسی جواز کے مورخہ 19۔اپریل 2008 کو تمام پلاٹس cancel کر دیئے اور تمام الاٹیوں کو نوٹس جاری کر دیئے کہ وہ مکانات خالی کر دیں۔ لوگوں نے انصاف کے حصول کے لئے DG-LDA کو درخواستیں دیں لیکن کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ بعد میں انہوں نے جناب وزیراعلیٰ پنجاب کو درخواست دی جس پر میجر آفتاب احمد، P.S.O. To Chief Minister نے لکھا:

> "Please look into the matter given at para "A" and take necessary action, redress under intimation to this Secretariat."

اس کے باوجود محکمہ LDA کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی اور معاملہ جوں کا توں ہے اور محکمہ LDA الاٹیوں کو جو اپنے مکانات بنا چکے ہیں اور ان مکانات میں رہائش پذیر ہیں، ان کو مکانات خالی کرنے کے لئے مسلسل pressurize کر رہا ہے۔ میں ایوان کی توجہ اس طرف دلانا چاہتی ہوں کہ یہ غریب لوگ جنہوں نے اپنی تمام عمر کی جمع شدہ پونجی خرچ کر کے پلاٹس خریدے اور ان پر گھر بنا لئے اور

اب ان کو بے دخل کیا جارہا ہے۔ یہ معاملہ اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس تحریک التوائے کار کا جواب اس طرح سے ہے کہ فائل نمبری GP.BP191/A مسمی محمد جہانگیر نامی شخص کے نام پر مبنی ہے جس میں LDA کے عملہ کی ملی بھگت سے جعلی allocation ہوئی جس پر پہلے سے الاٹ شدہ پلاٹوں کے مالکان نے DG صاحب LDA کو ایک درخواست برخلاف جعلی allocation گزاری جس پر DG LDA نے انکوائری کے آرڈر کئے اور بعد ازاں انکوائری مورخہ 2008-4-19 کو یہ تمام جعلی allocation شدہ پلاٹ منسوخ کر دیئے گئے صرف ایک پلاٹ نمبری 42 بلاک A2 گجرپورہ سکیم میں مسمی محمد وارث ولد عبداللہ کے نام پر ٹرانسفر شدہ ہے جو مورخہ 2003-12-15 کو ٹرانسفر ہوا جو کہ بعد ازاں انکوائری منسوخ ہو چکا ہے۔ باقی ماندہ پلاٹوں میں سے کوئی بھی پلاٹ کسی شخص کے نام ٹرانسفر شدہ نہ ہے اگر کسی شخص نے بغیر ٹرانسفر کرائے نقشہ اور نقشہ پاس کرائے LDA کے پلاٹ پر ناجائز تعمیر کر لی ہے تو اس کو ناجائز تعمیر تصور کیا جائے گا اور غیر قانونی تعمیرات کے خلاف LDA قانونی طور پر کارروائی عمل میں لا سکتا ہے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! ایک بندے کے نام پر مختار نامہ ہوتا ہے۔ گجرپورہ سکیم کے متعلق میں نے پہلے ایک تحریک مدرسے کے حوالے سے دی تھی جو معاملہ کمیٹی کو چلا گیا تھا لیکن آج تک اس پر بھی کچھ نہیں ہو سکا جو بھی فراڈ ہوتا ہے کیا وہ LDA کی ملی بھگت یا اہلکاران کی ملی بھگت کے بغیر ہوتا ہے؟ ایسا ممکن نہیں ہے کہ LDA کے لوگ اس میں شامل نہ ہوں اور کچھ سال گزرنے کے بعد LDA اس پر اپنا claim کر دیتا ہے۔

جناب سپیکر: جب LDA کے لوگ اس میں شامل ہوں گے تو کیا یہ فراڈ نہیں ہو سکتا؟

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! LDA کے خلاف کارروائی ہونی چاہئے اسی لئے فراڈ ہوتا ہے کہ LDA کے لوگ شامل ہیں۔

جناب سپیکر: جس کسی نے فراڈ کیا ہے اس کے خلاف کارروائی ہونی چاہئے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جی، بالکل۔

جناب سپیکر: آپ کچھ لکھ کر دیں اور ان کے خلاف کارروائی کروائیں۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! میں نے پہلے بھی ایک تحریک دی ہوئی ہے۔ اس پر ابھی تک کوئی action نہیں ہوا اور دو سال سے زیادہ کا وقت ہو گیا ہے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! آپ ان کو میٹنگ کے لئے time دیں اور ان کی بات غور سے سنیں۔ یہ serious matter ہے۔ اب یہ تحریک التوائے کار dispose of کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 884 محترمہ ثمینہ خاور حیات صاحبہ کی ہے۔ جی، محترمہ! آپ اپنی تحریک پڑھیں۔

پاکستان میڈیکل اینڈ ڈینٹل کونسل کی عدم توجہ کی بناء پر لائسنس کی تجدید کرائے بغیر ہزاروں ڈاکٹروں کی پریکٹس جاری

محترمہ ثمینہ خاور حیات: میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "نوائے وقت" مورخہ 9۔دسمبر 2010 کی خبر کے مطابق۔ لاہور پاکستان میڈیکل اینڈ ڈینٹل کونسل کی عدم توجہ سے 5 برسوں سے ملک بھر میں تقریباً 7150 ڈاکٹرز نے نئے لائسنس حاصل کئے بغیر اور تجدید کرائے بغیر ہی پریکٹس کر رہے ہیں جبکہ 4 ماہ سے چاروں ریجن میں ڈاکٹروں کی نئی رجسٹریشن کے لئے 5200 کے قریب درخواستیں پڑی ہیں۔ تفصیل کے مطابق 7100 ڈاکٹر، پروفیسر، سرجن، ایسوسی ایٹ، اسسٹنٹ اور میڈیکل آفیسر نئی رجسٹریشن اور تجدید کے بغیر ہی پریکٹس جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ان میں پنجاب کے 3300 ڈاکٹر جن میں لاہور کے 230 ہسپتالوں کے ڈاکٹر بشمول ایم ایس، سرجن، فزیشن، پروفیسر، ایسوسی ایٹ، اسسٹنٹ پروفیسر اور میڈیکل آفیسر ہیں۔ پاکستان میڈیکل اینڈ ڈینٹل کونسل کی ناقص کارکردگی سٹاف اور ڈاکٹروں کی خالی اسامیوں پر عدم تعیناتی ڈاکٹروں کی رجسٹریشن بنیادی وجوہات ہیں۔ اس خبر سے عوام الناس میں بہت زیادہ تشویش پائی جاتی ہے چونکہ مندرجہ بالا معاملہ انتہائی سنگین نوعیت کا ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس تحریک التوائے کار کا جواب یہ ہے کہ پاکستان میڈیکل اینڈ ڈینٹل کونسل وفاقی حکومت کے ایک آرڈیننس مجریہ 1962 کے تحت قائم کیا گیا ہے اور یہ حکومت پنجاب کے دائرہ اختیار میں نہیں آتا تاہم تحریک میں اٹھائے گئے نکات کی سنگینی کو مدنظر رکھتے ہوئے محکمہ صحت حکومت پنجاب وزارت صحت حکومت پاکستان کی توجہ اس جانب مبذول کروا رہی ہے تاکہ صورتحال میں بہتری لائی جا سکے۔ حکومت پنجاب اپنے ماتحت اداروں میں کام کرنے والے ڈاکٹر حضرات کو اپنی رجسٹریشن میں بروقت توسیع کروانے کے لئے مناسب ہدایات جاری کر رہی ہے۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! میں رانا صاحب کی بات سے اتفاق کرتی ہوں۔ میں جواب سے مطمئن ہوں۔

ڈاکٹر محمد اشرف چوہان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، چوہان صاحب!

ڈاکٹر محمد اشرف چوہان: محترمہ نے پنجاب میڈیکل اینڈ ڈینٹل کونسل کا کہا ہے تو میں کارروائی میں درستی چاہتا ہوں کہ اس طرح کی کوئی چیز نہیں ہے جس کو پنجاب میڈیکل اینڈ ڈینٹل کونسل کہا جائے، صرف پاکستان میڈیکل اینڈ ڈینٹل کونسل ہے اور رجسٹریشن پورے ملک میں ہوتی ہے اور یہ وفاقی حکومت کی ذمہ داری ہے کہ ڈاکٹر رجسٹرڈ ہو کر کام کریں۔ یہ صوبائی حکومت کی ذمہ داری نہیں ہے۔

جناب سپیکر: انھوں نے notice لے لیا ہے۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! انھوں نے مجھے مخاطب کر کے کہا ہے تو میں اپنے بھائی کی تسلی کر دوں کہ یہ اپنے کان ذرا کھول کر بیٹھیں۔ میں نے لاہور پاکستان میڈیکل اینڈ ڈینٹل کونسل کی بات کی ہے۔

جناب سپیکر: جی، آپ کا بہت شکریہ۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 888 جناب طاہر اقبال چودھری، محترمہ آمنہ الفت صاحبہ اور ڈاکٹر سامیہ امجد صاحبہ کی طرف سے ہے۔ تینوں میں سے کوئی بھی موجود نہیں ہے، چلیں، پھر اس تحریک کے مقدر سہی۔ یہ تحریک التوائے کار dispose of کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 889 محترمہ آمنہ الفت صاحبہ کی طرف سے ہے۔۔۔ تشریف نہیں رکھتیں، dispose of کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 891 محترمہ خدیجہ عمر صاحبہ کی ہے۔

گھی اور کوکنگ آئل کی قیمتوں میں بے جا اضافہ سے عوام کو مالی مشکلات کا سامنا

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ایک مؤقر اخبار کی خبر مورخہ 11۔دسمبر 2010 کے مطابق "پنجاب حکومت گھی اور خوردنی تیل کی قیمت کنٹرول کرنے میں ناکام" تفصیل یہ ہے کہ پنجاب حکومت کے تمام تر دعووں کے باوجود گھی اور کوکنگ آئل کی قیمتوں میں ہفتہ میں دو بار اضافہ کیا گیا اور اس وقت مارکیٹ میں پرچون -/165 تا -/175 روپے فی کلو فروخت کیا جا رہا ہے۔ گزشتہ دو ماہ میں گھی کی قیمتوں میں ریکارڈ اضافہ ہوا۔ صارفین چیخ اٹھے، ریٹ لسٹیں نہ ہونے کے باعث دکانوں میں گھی اور کوکنگ آئل کے ریٹ مختلف ہیں۔ گھی کی قیمتوں میں ہر تین روز بعد اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ اس تمام تر صورتحال کے پیش نظر صوبہ کی عوام میں حکومت کے خلاف شدید غم وغصہ پایا جا رہا ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس کو next week تک pending فرمادیں۔

سینئر وزیر / وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! اسی issue پر آج بحث رکھی ہوئی ہے لہذا اس تحریک کو pending کرنے کی بجائے بحث میں اس کو discuss کر لیا جائے۔

جناب سپیکر: چلیں، اگر بحث میں یہ آ جائے گی تو پھر automatically یہ تحریک ختم ہو جائے گی۔

سینئر وزیر / وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! آپ اس کو dispose of فرما دیں۔

جناب سپیکر: جی، یہ تحریک التوائے کار dispose of کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 892 بھی محترمہ خدیجہ عمر صاحبہ کی طرف سے ہے۔

لاہور میں نقشے منظور کرائے بغیر عمارتوں کی تعمیر سے ضلعی حکومت کو کروڑوں روپے کا نقصان

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ایک مؤقر اخبار کی خبر مورخہ 11۔دسمبر 2010 کے مطابق "لاہور میں بغیر نقشے عمارتوں کی تعمیر جاری، ضلعی حکومت کو چھ ماہ میں 29 کروڑ کا خسارہ" تفصیل یہ ہے کہ ضلعی حکومت کے 9 ٹاؤنوں کو رواں مالی سال 11-2010 کے چھ ماہ کے دوران کمرشلائزیشن اور نقشہ فیس کی مد میں 29 کروڑ روپے کے ریکارڈ خسارے کا سامنا ہے۔ اس وقت صوبائی دارالحکومت میں داتا گنج بخش ٹاؤن کی حدود میں واقعہ بہاولپور روڈ، مزنگ روڈ، ساندہ روڈ، راوی روڈ، لارنس روڈ پر بااثر مالکان نے تمام تر کارروائیوں کے باوجود 16 کے قریب غیر قانونی عمارتوں کی تعمیرات مکمل کر لی ہیں۔ اس طرح سمن آباد ٹاؤن، گلبرگ ٹاؤن، اقبال ٹاؤن، نشتر ٹاؤن، مین پیر غازی روڈ، کھاڑک، پکی ٹھٹھی، ظفر علی روڈ، ٹھوکر نیاز بیگ، ملتان روڈ، سبزہ زار، باگڑیاں، گرین ٹاؤن، رنگ روڈ اور واہگہ ٹاؤن میں فیکٹریوں اور عمارتوں کی غیر قانونی تعمیر جاری ہے۔ مذکورہ بالا تمام تر صورتحال کے پیش نظر عوام میں حکومت کے خلاف شدید غم و غصہ پایا جاتا ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! جواب اس کا یوں ہے کہ:

1۔	داتا گنج بخش ٹاؤن:	داتا گنج بخش ٹاؤن کے جن علاقہ جات کا ذکر کیا گیا ہے وہاں پر کوئی نئی تعمیر بغیر منظور شدہ نقشہ نہ ہو رہی ہے۔
2۔	سمن آباد ٹاؤن:	ٹی ایم اے کے Enforcement Inspectors اپنے notified علاقوں میں غیر قانونی تعمیرات کے خلاف PLGO-2001 کی دفعات کے مطابق قانونی کارروائی عمل میں لا رہے ہیں۔
3۔	اقبال ٹاؤن:	TMA کی حدود میں واقع کھاڑک ملتان روڈ پر کوئی غیر قانونی عمارت زیر تعمیر نہ ہے۔ ٹھوکر نیاز بیگ پر گورنمنٹ فورینزک سائنس لیبارٹری و آفس بلڈنگ ریسکیو 1122 اور نیب کمپلیکس زیر تعمیر ہیں۔
4۔	گلبرگ ٹاؤن:	TMA کے علاقہ میں واقع ظفر علی روڈ پر کوئی کمرشل تعمیر نہ ہو رہی ہے۔

5۔ نشتر ٹاؤن: TMA میں تعمیرات کے متعلق تمام تر کارروائی قانون کے مطابق عمل میں لائی گئی ہے۔

6۔ واہگہ ٹاؤن: واہگہ ٹاؤن کے Town Enforcement Officers قانون کے مطابق غیر قانونی تعمیرات کے خلاف قانونی کارروائی عمل میں لا رہے ہیں۔

ڈسٹرکٹ آفیسر (سپیشل پلاننگ) کی رپورٹ کے مطابق سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ لاہور نے بذریعہ نوٹیفکیشن نمبری 1153-DO(SP) مورخہ 24-11-2010 کمرشلائزیشن پالیسی مرتب کی۔ اس سے پہلے کمرشلائزیشن پر پابندی لگی ہوئی تھی جس کی وجہ سے کمرشلائزیشن کیسوں پر کارروائی عمل میں نہ لائی جا سکی تاہم یہ بات قابل ذکر ہے کہ سابقہ سال کا بجٹ تخمینہ 120 ملین تھا جبکہ 27 ملین پہلے ہی وصول کئے جا چکے ہیں۔

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! میں اسے press نہیں کرتی۔

جناب سپیکر: محترمہ اسے مزید press نہیں کرتیں لہذا یہ تحریک dispose of کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 895 اعجاز احمد کاہلوں صاحب کی ہے۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے اور ان کی طرف سے کوئی درخواست بھی نہیں آئی لہذا dispose of کی جاتی ہے۔ اگلی تحاریک التوائے کار نمبر 896 اور 897 بھی اعجاز احمد کاہلوں صاحب کی طرف سے ہیں۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے dispose of کی جاتی ہیں۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 899 جناب طاہر اقبال چودھری، محترمہ ثمینہ خاور حیات صاحبہ، محترمہ سیمل کامران صاحبہ، جناب خالد جاوید اصغر گھرال صاحب اور ڈاکٹر سامیہ امجد صاحبہ کی طرف سے ہے۔ محترمہ! میرے خیال میں تو یہ معاملہ pending at adjudication ہوگا جسے آپ پیش کر رہی ہیں۔

نواز شریف سوشل سکیورٹی ہسپتال لاہور میں انجیوگرافی مشین ودیگر اشیاء کی خرید میں کروڑوں روپے کا گھپلا

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "پاکستان" مورخہ 13۔دسمبر 2010 کی خبر کے مطابق حکومت پنجاب کے زیر انتظام نواز شریف سوشل سکیورٹی ہسپتال کے لئے انجیوگرافی کی مشین مبینہ طور پر مہنگے داموں خرید کر لاکھوں ڈالر خورد بُرد کر لئے گئے ہیں۔ مزید بیس لینڈ ہیگرز کی خریداری میں تقریباً ایک لاکھ ڈالر کا گھپلا ہوا۔

اس طرح مزدور طبقے کی سہولیات کے لئے مختص رقم کو بلاخوف و خطر سر عام لوٹا جا رہا ہے اور ان کو علاج معالجے کی سہولت سے محروم کرنے کی سازشیں کی جارہی ہیں۔اس خبر سے عوام میں بے چینی پائی جاتی ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی،لاء منسٹر!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر!جس خبر کا حوالہ معزز ممبر نے دیا ہے تو اس کے سامنے آنے کے بعد اس پر ایک کمیٹی بنائی گئی تھی جس میں ڈی جی انٹی کرپشن، ممبر چیف منسٹر انسپکشن ٹیم عرفان علی صاحب اور پنجاب انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی کے چیف ایگزیکٹو ڈاکٹر محمد اظہر صاحب تھے۔اس ٹیم نے ایک detailed inquiry کر کے حکومت کو رپورٹ پیش کی ہے جس کی کاپی اگر محترمہ کہیں گی تو میں ان کی خدمت میں بھی پیش کر دوں گا اور کل ایوان کی میز پر بھی رکھ دی جائے گی۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! کمیٹی تو خود ہی بنائی گئی تھی جو انہی کے لوگوں پر مشتمل تھی جس نے انہی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔آخر وزیر محنت سوہنا صاحب جو اسے منظر عام پر لے کر آئے تھے تو کیا وہ جھوٹے تھے،کیا انہوں نے جھوٹ بولا اور کیا انہوں نے غلط بیانی کی تھی اور اس بات کو اتنا زیادہ open کرنے کی کیا وجہ تھی؟ کمیٹی تو انہی لوگوں کی بنائی گئی ہے جو ان کے من پسند تھے اور انہوں نے فیصلہ ان کے حق میں دے دیا۔

جناب سپیکر: کوئی expert ہی اس کی انکوائری کرنے کے بعد opinion دے گا یا میں اور آپ دیں گے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر!میں اس سلسلے میں عرض کروں گا کہ جن تینوں صاحبان پر یہ کمیٹی مشتمل تھی ان کی integrity اور دیانت کو سبھی جانتے ہیں کیونکہ پنجاب انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی کے چیف ایگزیکٹو پروفیسر ڈاکٹر محمد اظہر صاحب، ممبر چیف منسٹرا نسپکشن ٹیم عرفان علی صاحب اور جسٹس (ر) کاظم علی ملک صاحب اس کمیٹی کے صحیح طور پر متعلقہ اور پروفیشنل لوگ تھے۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! رانا صاحب صحیح کہہ رہے ہیں اور میں ان کی بات سے اتفاق کروں گی۔ اس کا مطلب ہے کہ منسٹر صاحب نے غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کیا تو پھر کابینہ کی میٹنگ میں انہیں بٹھا کر اس پر بات کی جائے۔

جناب سپیکر: وہ ان کا آپس کا معاملہ ہے۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! نہیں۔ یہ House کا معاملہ ہے۔ ہمارے پنجاب کا معاملہ ہے اور اسے discuss کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: House میں تو آ گیا ہے۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! آپس کا معاملہ نہیں بلکہ یہ House کا معاملہ ہے اور یہ پورے پنجاب کا معاملہ ہے۔

سرکاری کارروائی

آبپاشی پر عام بحث

جناب سپیکر: لاء منسٹر صاحب جب رپورٹ پیش کریں گے تو پھر آپ اس کا پتا کر لینا۔ اب تحاریک التوائے کار کا وقت ختم ہوتا ہے۔ اب راجہ ریاض صاحب نے آج Irrigation پر ہونے والی بحث کو wind up کرنا ہے۔ جی، فرمائیں!

سینئر وزیر / وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): شکریہ۔ جناب سپیکر! محکمہ انہار پنجاب 23ہزار میل لمبی 3096 چھوٹی بڑی نہروں، 13 بیراج، 48 چھوٹے ڈیموں، ایک ہزار سے زائد ڈرینج ٹیوب ویل اور 2100 میل لمبے فلڈ بند پر مشتمل براعظم ایشیا کا واحد ادارہ ہے جو 58 ہزار موگوں کے ذریعے 2 کروڑ 8 لاکھ ایکڑ رقبے کو سیراب کر رہا ہے اور زرعی پیداوار کا 90 فیصد سے زائد حصہ آبپاشی شدہ زمینوں سے حاصل ہوتا ہے۔ زرعی شعبے سے تقریباً آدھی آبادی کو روزگار میسر ہے اور جی ڈی پی میں اس کا حصہ 20 فیصد کے لگ بھگ ہے۔ اس سے ہماری بڑھتی ہوئی آبادی کی خوراک کی ضروریات پوری ہوتی ہیں۔ ہمارے دریاؤں میں تقریباً 70 فیصد پانی مون سون کے تین مہینوں کے دوران آتا ہے اور باقی 9 مہینوں میں صرف 30 فیصد پانی حاصل ہو سکتا ہے جو غیر معمولی موسمی تبدیلی سے اکثر دریاؤں میں

پانی کی دستیابی کم ہو جاتی ہے اس طرح قحط سالی کا خدشہ بھی جنم لیتا ہے۔اس وقت ہماری نہری پانی کی ضروریات 120تا150 فیصد تک پہنچ چکی ہیں اور سب سے اہم بات۔۔۔

جناب محمد محسن خان لغاری:پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر:جی،فرمائیں!

جناب محمد محسن خان لغاری:جناب سپیکر!راجہ صاحب کو ان باتوں کا جواب دینا چاہئے تھا جو issues یہاں پر raise ہوئے تھے، سیلاب کے دوران پانی کی ہونے والی mismanagement اور پانی کی کمی کی بات ہونی چاہئے تھی۔ ہمیں اس کی history نہیں پوچھنی تھی اور یہ ہمیں history کا لیکچر نہ دیں کہ محکمہ آبپاشی کے اندر کیا ہے بلکہ ہمیں آگے کا vision بتائیں اور سیلاب کے زمانے میں ہونے والی mismanagement کے سلسلے میں اگر ہمیں enlighten کر دیں کہ اس بارے میں کیا ہو رہا ہے اور اس دوران صوبہ کے لوگوں کے ہونے والے نقصان کے بارے میں حکومت آگے کیا کر رہی ہے اور اس کا ذمہ دار کون تھا، کسے اس کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے اور محکمہ نے اس پر کیا انکوائری کی ہے اور اس محکمے کا آگے کا کیا vision ہے؟ Historical prospective کے بارے میں میرا خیال ہے کہ سب لوگوں کو پتا ہے اور سب نے پڑھا ہے۔

جناب سپیکر:جی،منسٹر صاحب!

سینئر وزیر / وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد):جناب سپیکر!میرے بھائی لغاری صاحب کو اگر جلدی ہے اور انہوں نے کہیں جانا ہے تو میں بہت مختصر کر دیتا ہوں۔

جناب سپیکر:نہیں،نہیں۔انہیں کہیں نہیں جانے دیں گے۔

سینئر وزیر / وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد):اصل میں مسئلہ یہ ہے کہ ایک تو ہم نے ڈیم نہیں بنائے۔۔۔

جناب سپیکر:میں نے نہیں ڈیم بنائے؟

سینئر وزیر / وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد):جناب سپیکر!ہم نے،سب نے اور پوری قوم نے۔

جناب سپیکر:اچھا،اچھا۔

سینئر وزیر / وزیر آبپاشی و قوت برقی(راجہ ریاض احمد):دوسرا بڑا مسئلہ یہ ہے کہ زمین سے ٹیوب ویل کے ذریعے پانی نکالنے کا طریقہ اتنا مہنگا ہو گیا ہے جو کہ کسان کے بس میں نہیں رہا اور سب سے سستا نہری کا پانی ہے جبکہ بارش کا اس سے بھی سستا ہے۔ خریف کا پانی ہم -/85روپے فی ایکڑ دے رہے ہیں جبکہ ربیع کا پانی -/50روپے فی ایکڑ دیا جارہا ہے اور اس سے آپ اندازہ لگالیں کہ اس محکمے کی انکم کیا ہے اور ٹیوب ویل کے ذریعے نکالے جانے والے اور محکمہ انہار کے پانی میں زمین آسمان کا فرق ہے۔اس کمی کو کیسے دور کرنا ہے تو اس کے لئے سب سے پہلے تو ڈیم بنانا بہت ضروری ہیں جبکہ سیلاب کے پانی کو روک کر reserve کیا جائے۔ ہم ڈیم بنانے کی طرف جا رہے ہیں، سیلابی پانی کو روک کر reserve کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اور نہ ہی ہمارے اتنے مالی وسائل ہیں کہ ہم ان وسائل کے ذریعے اپنے محکمہ میں نہروں اور راجباہوں کو پختہ کرنے، ہیڈورکس اور بیراج کی مرمت جیسے انتہائی ضروری کام نہیں کر سکتے۔ پانی چوری کا مسئلہ اس محکمہ کا انتہائی اہم issue بن چکا ہے کیونکہ ہر زمیندار یہ کوشش کرتا ہے کہ اگر میں ٹیوب ویل سے پانی نکالوں گا تو وہ بہت مہنگا ہے تو کسی نہ کسی طریقے سے محکمہ انہار مجھے پانی دے اس لئے وہ چوری کرنے سے بھی باز نہیں آتا۔ ہم نے پانی چوری کو روکنے کے لئے گزشتہ سال 8406 مقدمات درج کروائے، 2030 افراد کو حراست میں لیا گیا اور پانی چوری میں ملوث محکمہ انہار کے 230 ملازمین کے خلاف بھی کارروائی کی گئی۔

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، راجہ صاحب!

سینئر وزیر / وزیر آبپاشی و قوت برقی(راجہ ریاض احمد):جناب سپیکر! آپ کے آنے سے پہلے میں عرض کر رہا تھا کہ ہم نے ڈیم نہیں بنائے، ٹیوب ویل کا پانی بہت مہنگا ہو گیا ہے جبکہ ہم اس کے بدلے بہت سستا پانی دے رہے ہیں اور تیسرا issue پانی کی چوری اور چوتھا ہم نے زمینیں بہت زیادہ آباد کر لی ہیں اور جس کسان نے کسی بھی طریقے سے زمین آباد کر لی ہے تو ان کی سب سے بڑی کوشش یہ ہے کہ میری اس زمین پر محکمہ انہار کا سستا ترین پانی پہنچے۔ یہ issues ہیں اور اب انہیں حل کیسے کرنا ہے تو اس کے لئے ہم ایک تو وفاقی حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ڈیم بنائے جائیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

(اس مرحلہ پر چودھری عامر سلطان چیمہ نے اپنی نشست
پر بیٹھے ہوئے سبز ڈیم بنانے کی آواز نکالی)

جناب سپیکر! میرے پاس ان کی باتوں کے بڑے اچھے جواب ہیں اور میں نے اس جگہ پر بیٹھ کر پی ایچ ڈی کی ہوئی ہے اس لئے مہربانی کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چیمہ صاحب! آپ cross talk نہ کریں بلکہ ان کی بات سنیں۔ جی، راجہ صاحب!

سینئر وزیر / وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! فنڈز کی انتہائی کمی ہے اور ہمارے پاس دستیاب فنڈز ایک ارب 74 کروڑ روپے ہیں۔ دوسری دفعہ پچھلے سال 2۔ارب 71 کروڑ روپے دیئے گئے جو اتنے بڑے سسٹم کو چلانے کے لئے انتہائی ناکافی ہیں۔ جیسا کہ میں نے پہلے بتایا تھا کہ 23 ہزار میل لمبی 3 ہزار 96 نہریں ہیں جن کو ہم maintain کرتے ہیں، بیراج کو maintain کرتے ہیں اور اس کے لئے ہمارے پاس فنڈز بہت ہی ناکافی ہیں۔ آج جو دور آگیا ہے یہ کوئی گھوڑے کا زمانہ نہیں ہے لیکن آج ہمارے پاس اپنے سٹاف کے لئے نہ موٹر سائیکل ہے even سائیکل تک بھی نہیں ہے۔ ہم نے 8 گھنٹے کے لئے ملازم رکھے ہوتے ہیں اور 24 گھنٹے کام لیتے ہیں۔ یہ پولیس کی طرح واحد محکمہ ہے اور ہم نے ان سے agreement کیا ہوتا ہے کہ ہم آپ سے 8 گھنٹے ڈیوٹی لیں گے لیکن ہم ان سے 24 گھنٹے ڈیوٹی لیتے ہیں۔ ہمارے پاس ملازمین کی کمی 30 فیصد ہے۔ ہم نے ایک کوشش کی ہے کہ اب Canal Guard رکھے جائیں کیونکہ اس وقت جو main issue raise ہو چکا ہے وہ نہر کے پانی کی چوری کا ہے۔ اس وجہ سے ہمیں پانی کی کمی کا بہت زیادہ سامنا ہے کیونکہ پانی overall کم ہے۔ ہر آدمی یہ کوشش کرتا ہے کہ وہ چوری کر کے اور کسی کا حق چھین کر پانی حاصل کرے۔ اس وقت ہمارے لئے یہ بہت بڑا چیلنج ہے اس کے لئے ہم Canal Guard رکھ رہے ہیں اور انہیں اسلحہ بھی دیں گے۔ یہاں پر میں یہ بھی عرض کروں گا کہ لوگ آگے سے بہت زیادہ مزاحمت کرتے ہیں۔ ہماری چیف منسٹر صاحب سے اس بارے میں میٹنگ ہوئی تھی کہ ہمیں پولیس ڈیپارٹمنٹ سے لوگ دیئے جائیں اور ان کی pay ہم دیں گے۔ وہ سمری گئی ہوئی ہے اگر وہ منظور ہو کر آگئی تو وہ ہمارے لئے بہت helpful ہو گی۔

جناب سپیکر! اس کی بہتری کے لئے ہمارے پاس ایک راستہ تھا کہ ہم World Bank سے پیسے لیں اور PEDA کی زیر نگرانی کسانوں پر مشتمل تنظیمیں بنائیں۔ وہ تنظیمیں ان نہروں، کھالوں کی دیکھ بھال بھی کریں اور لوگوں سے آبیانہ بھی لیں۔ وہ مقامی لوگ ہوں گے اس لئے وہ بہتر رزلٹ دیں گے۔ وہ ہم نے قائم کیں لیکن بد قسمتی سے جو رزلٹ ہم ان سے چاہتے تھے وہ رزلٹ ہم ان سے حاصل نہیں کر سکے۔ پنجاب میں PEDA کی زیر نگرانی 320 کسان تنظیمیں تشکیل دی گئیں۔ Lower چناب کینال East اور West Circle فیصل آباد میں area board بھی بنائے گئے۔ اس نظام کی

کارکردگی ملی جلی رہی اور ان نئے اداروں کی کارکردگی کو بہتر بنانے کے لئے اقدامات کئے جا رہے ہیں۔ پھر اس میں بھی ایک problem آ گئی۔ کھال سے لے کر راجباہ نہر تک یہ سارے الیکشن کے ذریعے آتے ہیں۔ World Bank کے ساتھ ہمارا جو معاہدہ طے پایا تھا اس میں یہ تھا کہ ہم ان کا الیکشن کرائیں گے۔ اب صورتحال یہ ہوئی ہے کہ ہر کھالے اور ہر راجباہ پر جو ہار گئے تھے ان کی اپوزیشن بن گئی ہے۔ جو راجباہ کا FOA ہے وہ اس کا ان داتا بن گیا۔ وہ جس کو چاہے پانی دے اور جس کو چاہے نہ دے اور جس سے چاہے وہ آبیانہ لے یا نہ لے۔ یہ ہماری معاشرتی برائی سامنے آ رہی ہے لیکن ہم اس کے باوجود بھرپور کوشش کر رہے ہیں کہ اس پر قابو پائیں۔ ہم کسانوں کو awareness دیں اور انہیں بتائیں کہ جو تنظیمیں بنائی گئی ہیں ان کے ذریعے سے آپ کو مکمل اختیارات دیئے گئے ہیں۔ آپ کو یہ سن کر حیرانی ہوگی کہ جہاں یہ تنظیمیں کام کر رہی ہیں وہاں نہ محکمے کا XEN ہے، SDO ہے، Overseer ہے اور نہ بیلدار ہے۔ وہ مکمل طور پر independently کام کر رہے ہیں۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ مکمل independent کرنے کے باوجود بدقسمتی سے وہ مخالف پارٹیوں کو نیچے لگا دیتے ہیں۔ یہ ہمیں problem آ رہی ہے اور ہم یہ کوشش کر رہے ہیں کہ اس کو حل کریں۔ اس کے لئے ہم نے ایک free help line بھی دی ہوئی ہے جو یہ ہے 080011333۔ اگر کسی دوست کو کوئی شکایت ہو تو وہ اس help line پر کر سکتے ہیں۔

جناب سپیکر! ارسا پانی کی تقسیم کا ایک ادارہ ہے اور وہ 1991 کے accord کے تحت پانی تقسیم کرتا ہے وہاں پر بھی ہمیں کافی problems ہیں۔ ہم یہ کوشش کر رہے ہیں کہ اِرسا سے معاملات طے پا جائیں اور ہمیں وہاں کامیابی بھی ہوئی ہے۔ ہم نے پچھلے دنوں اس پر کافی احتجاج بھی کیا تھا اور ہمیں اس پر کامیابی بھی ہوئی ہے۔ اب اللہ کے فضل سے اِرسا سے معاملات پہلے کی نسبت کافی بہتر طے پا گئے ہیں۔ جب بھی یہاں بات ہوتی ہے تو اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ ہم اِرسا سے اپنا حصہ نہیں لے سکے۔ Problems ضرور آتے ہیں اب یہ problems کم آئیں گے کیونکہ اس کی ایک وجہ تھی اور اب وہ وجہ ختم ہو گئی ہے۔ اب اگر کوئی problem آیا تو پنجاب کا بھرپور دفاع کیا جائے گا اور پنجاب کے حصے کا پانی پنجاب کو لے کر دیا جائے گا۔

جناب سپیکر! یہاں پر قائد حزب اختلاف نے منگلا مرالا لنک کینال کی تعمیر کے بارے میں بات کی تھی۔ میں اس سلسلے میں عرض کروں گا کہ یہ واپڈا کے دائرہ اختیار میں ہے اور یہ پنجاب حکومت کے دائرہ اختیار میں نہیں ہے لیکن پنجاب حکومت اس کی افادیت کے پیش نظر اس کی فوری تعمیر کی پرزور

سفارش کرتی ہے۔ سیلابی پانی ذخیرہ کرنے کے لئے اور ڈیم بنانے کے لئے بھی ہم وفاقی حکومت سے رجوع کر رہے ہیں۔ ڈیم بنانے کے بارے میں اس اسمبلی سے متفقہ طور پر قرارداد بھی پاس ہو چکی ہے۔ صوبے میں کسانوں کی بہتری کے لئے اور کسانوں تک پانی کی رسائی کے لئے مزید جو بھی اقدامات کرنے پڑیں وہ کئے جائیں گے۔ کیونکہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ پنجاب ایک زرعی صوبہ ہے اور agriculture کے ذریعے ملک کی معاشی صورتحال کو بہتر کرنے کے لئے یہاں پر بہت مواقع ہیں۔ Agriculture کی ریڑھ کی ہڈی پانی ہے۔ اگر ہم زمیندار کو پانی نہیں دیں گے، ہم زمیندار کو فصلوں کے لئے، ایک اور وجہ ہے جس کی پنجاب میں problem آ رہی ہے کہ پنجاب میں گنا اور چاول کی کاشت بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ یہ دونوں فصلیں بہت زیادہ پانی demand کرتی ہیں۔ اس کے لئے پھر وہی چوری والا سسٹم بنایا جاتا ہے۔ آپ اس کا ریکارڈ نکال کر دیکھیں کہ کئی گنا گنے اور چاول کی فصل بڑھی ہے کیونکہ rate اچھے ہیں۔ اس وقت صوبے کو پانی کی شدید قلت ہے۔ اس کے باوجود ہم کوشش کرتے ہیں کہ صوبے میں زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پانی پہنچایا جائے۔ میں یہاں پر ایک بات بتاتا چلوں آپ حیران رہ جائیں گے کہ تقریباً 12 سے 13 سال ہو گئے ہیں نئے outlets پر ban ہے۔ یہ ban پچھلی حکومت میں بھی تھا اور اب بھی ہے۔ ہزاروں لوگ میرے پاس، سیکرٹری صاحب کے پاس اور چیف منسٹر صاحب کے پاس آتے ہیں کہ ہمیں نئے outlets کی اجازت دی جائے۔ ہم کہتے ہیں کہ ہمارے پاس پہلے ہی پانی 30 فیصد کم ہے ہم آپ کو کیسے پانی دیں؟ اسی لئے ہم نے ban لگایا ہوا ہے۔ ایک وجہ اور ہے کہ جب یہ محکمہ بنا تھا تو اس وقت ایک اصول تھا وہ یہ تھا کہ اگر کسی کے پاس ایک مربع زمین ہے تو وہ ساڑھے بارہ ایکڑ پر کاشت کرے گا اور ساڑھے بارہ ایکڑ خالی رکھے گا۔ اس کو ساڑھے بارہ ایکڑ کا پانی ملتا تھا۔ اب یہ ہوا ہے فصلوں کے اتنے rates ہیں، میں بطور زمیندار زمین کے حوالے سے بتاتا ہوں کہ اگر 6 مہینے کا وقفہ دیا جائے تو وہ زمین double پیداوار دیتی ہے۔ اب trend یہ بن گیا ہے کہ وقفے والا تصور ختم ہو گیا ہے۔ ساڑھے بارہ ایکڑ کے لئے جو پانی منظور ہے اس پانی سے زمیندار پورا مربع کاشت کرتا ہے۔ چار چار فصلیں لگاتا ہے۔ چاول لگاتا ہے، آلو لگاتا ہے، مکئی لگاتا ہے اور گندم لگاتا ہے۔ تین تین، چار چار فصلیں حاصل کرتا ہے اور وہ حاصل کہاں سے کرتا ہے؟ وہ پانی ہے جو اسے ہم انتہائی سستا دے رہے ہیں جو ہمارے پاس بہت کم ہے لیکن ہماری یہ کوشش ہے کہ اس پانی کے حوالے سے وفاقی حکومت سے رابطہ کریں اور ایسے وسائل پیدا کئے جائیں کہ جس کو صوبے کی عوام کی استطاعت تک رسائی حاصل ہو سکے۔ دوران سیلاب مظفر گڑھ کے علاقے میں اخباروں میں بھی خبریں آئیں جو ابھی میرے بھائی چیمہ صاحب نے بھی

عرض کیا ہے اس کے لئے ایک کمیٹی جسٹس صاحب کی سربراہی میں کام کر رہی ہے اور ایک محکمانہ کمیٹی جو چیف منسٹر صاحب نے تشکیل دی تھی وہ بھی اس پر کام کر رہی ہے۔ان کی reports آنے کے بعد اگر کسی آدمی کی اس میں غلطی ہوئی یا کسی جگہ پر کسی سے کوتاہی ثابت ہوئی تو اس کے خلاف کارروائی کی جائے گی۔ایک بہت بڑا سیلاب تھا اور پاکستان کی تاریخ میں بڑے سیلابوں میں سے ایک تھا، وہاں پر بنیادی وجہ جو میں سمجھتا ہوں وہ یہ تھی کہ پانی کی مقدار اتنی زیادہ تھی کہ وہاں پر اس کو کنٹرول کرنا کسی انسانی بس میں نہیں تھا لیکن اس کے باوجود انکوائری ہو رہی ہے جو ان کی reports آئیں گی ان میں جس کی بھی کوتاہی ظاہر ہوگی اس کے خلاف حکومت action لے گی۔

جناب سپیکر! آخر میں، میں ایک دفعہ پھر اس ہاؤس کو یہ یقین دلاتا ہوں کہ اس کی بہتری کے لئے جو ہمارے پاس وسائل موجود ہیں تو ان محدود وسائل میں رہتے ہوئے ہم یہ کوشش کریں گے کہ صوبہ پنجاب کو بہتر سے بہتر طریقے سے پانی مل سکے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر!۔۔۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: حسن مرتضیٰ صاحب! پہلے میاں صاحب کھڑے ہیں تو اس کے بعد میں آپ کو floor دیتا ہوں۔ جی، میاں صاحب!

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! آپ کا بے حد شکریہ۔ جناب وزیر آبپاشی صاحب نے جو ایوان میں بیان دیا ہے۔ وہ جزوی طور پر درست ہے کہ ہم نے ڈیم نہیں بنائے، پانی کی کمی یا نہری پانی کا سستا ہونا یہاں تک تو بات درست ہے لیکن کچھ باتیں حقائق کے مطابق نہیں ہیں۔ زمینی حقائق یہ ہیں کہ پانی کی کمی تو ہے لیکن rotational programmes میں کوئی justification نہیں ہے۔ پھر یہ کہا گیا ہے کہ کاشت 100 فیصد کر لی گئی ہے۔ میں وزیر آبپاشی کو یہ چیلنج کرتا ہوں کہ وہ یہ ثابت کریں کہ جتنی کاشت ہوئی کاشتکار اپنے ذرائع سے کڑوے پانی لگا کر کر رہا ہے کتنا نہری پانی ان کو دیا جاتا ہے سب جانتے ہیں؟ کاشتکار کو زیر کاشت زمین کا بھی آبیانہ دینا ہوتا ہے اور غیر کاشت شدہ زمین کا بھی آبیانہ دینا ہوتا ہے۔ شاید ان کو اس کے بارے میں مناسب طریقے سے بریف نہیں کیا گیا۔ میں اس بات کو چیلنج کرتا ہوں اور دوسری

بات یہ ہے کہ ڈیم ہم نے نہیں بنائے، ہندوستان کو ڈیم بنانے کی کس نے اجازت دی ہے؟ یہ دریا چناب جو سردیوں میں بھی خشک نہیں ہوتا تھا اب گرمیوں میں بھی خشک پڑا رہتا ہے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں صاحب! میری ذرا عرض سن لیں۔ ایوان میں منسٹر صاحب نے wind up speech کی ہے۔ آپ کے پاس یہ جتنے points تھے جب اس پر بحث ہو رہی تھی یہ آپ کو وہاں پر point out کرنے تھے۔ باقی معزز ممبران بھی اگر آبپاشی پر بحث کرنا چاہتے ہیں تو اس پر بات نہیں ہو گی کیونکہ wind up speech سینئر منسٹر صاحب کر چکے ہیں۔ اب آپ کے جو بھی points ہیں وہ لکھ کر ان کو دے دیں وہ ان کو دیکھ لیں گے۔ جب ہاؤس شروع ہوا تھا تو یہاں ایوان میں مہنگائی پر کچھ معزز دوستوں نے speech کرنا چاہی تھی تو اس پر پھر سپیکر صاحب نے کہا تھا کہ جب منسٹر صاحب wind up speech کر لیں گے تو اس کے بعد اس پر بات ہو گی تو اس حوالے سے جن دوستوں نے نام دیئے ہیں۔ میں ان کو باری باری بلاؤں گا۔ اب آپ تشریف رکھیں۔

کورم کی نشاندہی

جناب شہریار علی خان: جناب سپیکر! کورم پورا نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کورم پوائنٹ آؤٹ کیا گیا ہے اس لئے گنتی کی جائے۔ (اس مرحلہ پر گنتی کی گئی)

کورم پورا نہیں ہے لہذا پانچ منٹ کے لئے گھنٹیاں بجائی جائیں۔

(اس مرحلہ پر پانچ منٹ کے لئے گھنٹیاں بجائی گئیں)

جی، کورم کی نشاندہی شہریار علی خان صاحب نے کی تھی،

جناب ڈپٹی سپیکر: گنتی کی جائے۔ (اس مرحلہ پر گنتی کی گئی)

کورم پورا نہ ہے لہذا اب اجلاس بروز منگل مورخہ 4۔جنوری 2011 صبح 10 بجے تک ملتوی کیا جاتا ہے۔

189

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ،4۔جنوری 2011

تلاوت قرآن پاک وترجمہ اور نعت رسول مقبول ﷺ

سوالات

(محکمہ ثقافت)

نشان زدہ سوالات اوران کے جوابات

غیر سرکاری ارکان کی کارروائی

(مفاد عامہ سے متعلق قراردادیں)

1. سید حسن مرتضیٰ: ضلع جھنگ کے متعدد دیہات و مواضعات جو دریائے چناب کے کنارے واقع ہیں ان میں بیس ہزار سے زائد نفوس آباد ہیں ان مواضعات کی ہزاروں ایکڑ زرعی اراضی پر اس وقت کماد کی فصل بالکل تیار ہے اور گندم اور دیگر فصلات کاشت کی جارہی ہیں۔ ان فصلات کو منڈی تک پہنچانے کے لئے تمام رابطہ سڑکیں دریائے چناب میں آنے والے حالیہ سیلاب کی نذر ہو گئی ہیں۔ اب فصلات کو منڈی تک پہنچانے کے لئے کوئی راستہ نہ ہے کیونکہ سیلاب کی وجہ سے دریائے چناب نے اپنا راستہ بھی تبدیل کر لیا ہے۔ ذرائع آمدورفت نہ ہونے کی وجہ سے کسان بے حد پریشان ہیں۔
لہذا صوبائی اسمبلی پنجاب کا یہ ایوان حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ موضع جوگیرہ (ضلع جھنگ) میں فوری طور پر کشتیوں کا پل بنایا جائے تاکہ کسان اپنی فصلات کو منڈی تک پہنچا سکیں۔

2. ڈاکٹر فائزہ اصغر: اس ایوان کی رائے ہے کہ صوبے کے بنیادی ہیلتھ یونٹوں، تحصیل ہیڈ کوارٹر اور ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتالوں میں علاج معالجہ کی بہتر سہولتوں اور جدید آلات کی فراہمی کو یقینی بنایا جائے تاکہ کوئی بھی مریض رقم نہ ہونے کی وجہ سے طبی سہولتوں سے محروم نہ رہے اور اس کی جان بچائی جا

سکے۔

190

3. جناب اعجاز احمد خان: یہ ایوان وفاقی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ حج اور عمرہ کے لئے سعودی عرب کا کرایہ عمومی فضائی کرایہ کے برابر کیا جائے۔

4. محترمہ زوبیہ رباب ملک: محکمہ خزانہ حکومت پنجاب نے ایک مراسلہ نمبر FD.PC.2.2./2010 مورخہ 11۔نومبر 2010 کے ذریعے صوبہ پنجاب کے تمام صوبائی سرکاری ملازمین کی سالانہ انکریمنٹ 2010 میں 50 فیصد ایڈہاک الاؤنس اور 15 فیصد میڈیکل الاؤنس میں اضافہ پر پابندی لگا دی ہے، جبکہ یہی اضافہ وفاقی حکومت اور دیگر تینوں صوبے اپنے ملازمین کو دے رہے ہیں۔ لہذا اس ایوان کی رائے ہے کہ دیگر صوبوں اور وفاق کی طرح صوبہ پنجاب کے صوبائی سرکاری ملازمین کو بھی سالانہ انکریمنٹ 2010 کے موقع پر 50 فیصد ایڈہاک الاؤنس اور 15 فیصد میڈیکل الاؤنس میں اضافہ دیا جائے۔

5. چودھری عامر سلطان چیمہ: یہ ایوان وفاقی حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ بھاگٹانوالہ (سرگودھا) میں قائم ایئرپورٹ دوبارہ چالو کر کے یہاں سے کراچی، اسلام آباد، لاہور اور کوئٹہ کے لئے پروازیں شروع کی جائیں تاکہ سرگودھا کے عوام کا بالعموم اور تاجروں کا بالخصوص دیرینہ مطالبہ پورا ہو سکے۔

191

صوبائی اسمبلی پنجاب

پندرھویں اسمبلی کا بائیسواں اجلاس

منگل،4۔جنوری2011

(یوم الثلاثہ،28۔محرم الحرام1432ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 11 بج کر 43 منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر رانا محمد اقبال خان منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیمo

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِo

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ
اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ
كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿۲﴾
اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ
امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۳﴾
اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۴﴾
وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ
رَّحِيْمٌ ﴿۵﴾

سُوْرَةُ الحُجرَات آیات1تا5

مومنو!(کسی بات کے جواب میں)اللہ اور اُس کے رسُول سے پہلے نہ بول اُٹھا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔بیشک اللہ سُنتا جانتا ہے(1)اے اہل ایمان!اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اُونچی نہ کرو اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو(اس طرح)اُن کے روبرو زور سے نہ بولا کرو(ایسا نہ

ہو)کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو(2) جو لوگ اللہ کے پیغمبر کے سامنے دبی آواز سے بولتے ہیں اللہ نے اُن کے دل تقوے کے لئے آزما لئے ہیں۔اُن کے لئے بخشش اور اجر عظیم ہے(3) جولوگ آپ کو حُجروں کے باہر سے آواز دیتے ہیں اُن میں اکثر بے عقل ہیں(4)اور اگر وہ صبر کئے رہتے یہاں تک کہ آپ خود نکل کر اُن کے پاس آتے تو یہ ان کے لئے بہتر تھا اور اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے(5)

وماعلینا الاالبلاغo

نعت رسول مقبولﷺ الحاج اختر حسین قریشی نے پیش کی۔

نعت رسول مقبولﷺ

رحمتِ دو جہاں حامی بے کساں شافع اُمتاں وہ کہاں میں کہاں
رہبر رہبراں سرورِ سروراں تاج دار شہاں وہ کہاں میں کہاں
اُن کی خوشبو سے مہکے چمن در چمن تذکرے آپ کے انجمن انجمن
چاند کی چاندنی تاروں کی روشنی ان کے رُخ سے عیاں وہ کہاں میں کہاں
مہرلکاء خُوشنوا دلبرا دلکشا مجتبیٰ مصطفیٰ رہنما پیشوا
جملہ محبوبیاں ان گنت خوبیاں ہو سکیں نہ بیاں وہ کہاں میں کہاں
عاشقوں کے لئے طور سینہ بنا اُن کے قدموں سے یثرب مدینہ بنا
وہ بلائیں مجھے یاد آئیں مجھے تو اُڑ کے پہنچوں وہاں وہ کہاں میں کہاں

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

ڈاکٹر طاہر علی جاوید: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! یہ ایک بہت important issue ہے، کل بھی آپ نے مجھے floor دیا تھا۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! دیکھ لیں، آپ کی مرضی ہے۔ پارلیمانی پارٹی کی میٹنگ میں جتنے بھی صاحبان تھے ان سب کی موجودگی میں یہ باتیں ہوئی ہیں کہ وقفہ سوالات کے دوران پوائنٹ آف آرڈر سے پرہیز کیا جائے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): جناب والا! یہ ایک انتہائی اہم issue ہے۔ وقفہ سوالات کے بعد اس پر وقت دے دیا جائے۔

جناب سپیکر: وقفہ سوالات کے بعد؟

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب والا! کل بھی آپ نے مہربانی کی تھی۔ تیل اور گیس کی قیمتیں بڑھنے سے جو ایک مہنگائی کا سیلاب آیا ہے اس پر بحث کے لئے وقت مختص کیا تھا لیکن بدقسمتی سے پیپلز پارٹی کے ایک ممبر نے کورم پوائنٹ آؤٹ کر دیا تاکہ اس مسئلے پر بحث نہ ہو سکے۔ اسی سلسلے میں ڈاکٹر طاہر علی جاوید گزارش کرنا چاہ رہے ہیں۔ یہ چونکہ بڑا اہم مسئلہ ہے۔۔۔

جناب سپیکر: جی، بولیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب والا! یہ جو معزز ممبر نے فرمایا ہے۔

جناب سپیکر: اب میں نے floor ان کو دے دیا ہے۔

ڈاکٹر طاہر علی جاوید: جناب سپیکر! I think floor میرے پاس ہے۔۔۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! پاکستان پیپلز پارٹی بحث کرنے کے لئے تیار ہے۔

DR. TAHIR ALI JAVED: Mr. Speaker! Your Honour I have the floor.

سید حسن مرتضیٰ: جناب والا! انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ پیپلز پارٹی کے ایک ممبر نے کورم پوائنٹ آؤٹ کیا ہے۔

جناب سپیکر: شاہ جی! میں نے آپ کو floor نہیں دیا۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب والا! بات تو سن لیں۔

جناب سپیکر: دیکھیں آپ! اس طرح سے نہ کریں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب والا! آپ نے floor ہمیں دیا ہے۔

جناب سپیکر: آپ کے منسٹر صاحبان بھی تشریف فرما ہیں۔ جی، آپ فرمائیں۔

ڈاکٹر طاہر علی جاوید: شکریہ۔ جناب سپیکر!۔۔۔

جناب وسیم قادر: جناب والا! Question Hour pending ہے۔ ہم سوالات کا دو دو سال تک انتظار کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: چلیں، میرے بھائی میں اب ان کو کہہ بیٹھا ہوں اور میں نے ان کو floor دے دیا ہے۔ اب آپ تشریف رکھیں۔

ڈاکٹر طاہر علی جاوید: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: دو منٹ سے زیادہ ٹائم نہیں دوں گا۔

DR. TAHIR ALI JAVED: Thank you. Mr. Speaker! I won't take more than two minutes, Sir!

جناب سپیکر: تقریر کرنا چاہیں گے؟

ڈاکٹر طاہر علی جاوید: جناب سپیکر! میں on the floor of the House یہ کہنا چاہتا ہوں کہ It is on record میں نے ہمیشہ کوشش کی ہے صرف وہ بات کی جائے کہ جس میں پنجاب یا پاکستان کے عوام کا معاملہ ہو، کل آپ نے اجازت دی کہ یہ ایک بہت بڑا issue ہے، میڈیا پر بھی آ رہا ہے، قومی اسمبلی میں بھی اس پر پوری debate ہوئی ہے۔ ایک مہنگائی کا طوفان جو یکم جنوری کو ہمیں تحفہ کے طور پر دیا گیا ہے یہ پاکستان کے عوام کے ساتھ ظلم ہے۔ اس کے بعد وزیر قانون صاحب اٹھے اور انہوں نے کہا کہ ڈاکٹر طاہر علی جاوید کا point valid ہے اور اس پر discussion ہونی چاہئے۔

جناب سپیکر: ہم نے ٹائم دے دیا تھا۔

ڈاکٹر طاہر علی جاوید: آپ نے ٹائم دے دیا لیکن اس کے بعد میں یہ بات یہاں پر openly کرنا چاہتا ہوں کہ میں آئل اینڈ گیس اتھارٹی کا Notification لایا ہوں۔ انہی کا Notification لایا ہوں لیکن یہ جس طرح کوئی شخص بات کرنے سے، جواب دینے سے گھبرا جاتا ہے کل ایک سازش کے تحت ان میں سے کوئی اٹھا اور اس نے کورم پوائنٹ آؤٹ کر دیا۔

جناب سپیکر: مجھے نہیں پتا کون صاحب اٹھے، میں تو اس وقت یہاں پر نہیں تھا۔

ڈاکٹر طاہر علی جاوید: جناب والا! میں یہ سمجھتا ہوں کہ عوام کی جو تکالیف ہیں آپ آنکھیں بند کر کے ان سے دور نہیں ہو سکتے۔ .You must face your own Notifications اور آج میری demand ہے کہ اس پر بحث کی جائے۔ .That's all sir

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: وہ پوائنٹ آف آرڈر پر آ گئے ہیں۔ جی، فرمائیں!

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب والا! میں صرف ایک منٹ لوں گا۔

جناب سپیکر: جی، ایک منٹ۔

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): شکریہ۔ جناب سپیکر! میں آپ کی اجازت سے ایک بڑے اہم مسئلے کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔۔۔

جناب سپیکر: کسی بات کی repetition نہیں سنوں گا۔ .I tell you

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! لاہور کے جو داخلی اور خارجی راستے ہیں ہم جب صبح اپنے گھر سے اجلاس کی طرف آتے ہیں۔۔۔

جناب وسیم قادر: آپ بھی تو لاہور میں رہتے ہیں۔

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): میں لاہور میں رہتا ہوں لیکن بیگم کوٹ شاہدرہ میں رہتا ہوں۔ جب ہم سگیاں پل یا پرانے راوی پل کی طرف سے گزرتے ہیں تو یقین کریں کم از کم آدھا گھنٹہ اور زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے لگ جاتے ہیں۔ کوئی سات آٹھ سو گاڑیوں کی لمبی لائن لگی ہوتی ہے اور صرف ایک چھوٹا سا راستہ دیا ہوتا ہے، صرف دو یا تین سپاہی کھڑے چیک کر رہے ہوتے ہیں اور کچھ لوگوں سے وہ پیسے بٹور رہے ہوتے ہیں۔ میں صرف یہ گزارش کرتا ہوں کہ اگر یہ دہشت گردی

کو روکنے کے لئے ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ طریقہ بالکل غلط ہے۔آج تک لاہور کے کسی بھی داخلی یا خارجی راستے پر پولیس کے کسی جوان یا افسر نے دہشت گردی میں ملوث کسی شخص کو گرفتار کیا اور نہ ہی ناکے پر کوئی بارود یا بم برآمد ہوا ہے۔یہ صرف اور صرف عوام کو تنگ کرنے کے لئے ہے۔میں کہتا ہوں کہ اگر یہ ناکے لگانا اور چیکنگ کرنا ضروری ہی ہے تو پولیس کے افسران نے جو اپنے پروٹوکول اور اپنی حفاظت کے لئے بیس بیس،پچاس پچاس اور سو سو بندے اور پچاس پچاس گاڑیاں لگائی ہوئی ہیں انہیں کم کیا جائے۔آپ ذرا آئی جی پنجاب کے دفتر کے باہر کی صورتحال دیکھ لیں وہاں پر کم از کم ایک ہزار سے زیادہ بندے دفتر کی سکیورٹی پر لگے ہوئے ہیں۔میری تجویز ہے کہ وہاں سے سکیورٹی کو آدھا کر کے وہی پانچ سو بندے تقسیم کر کے ناکوں پر لگا دیں۔ناکوں پر چیکنگ کریں لیکن چیکنگ کے لئے پولیس کی تعداد بڑھا دیں تاکہ عوام کے لئے پریشانی نہ ہو۔وہاں دو دو،تین تین گھنٹے لگ جاتے ہیں۔

جناب سپیکر: جی،ٹھیک ہے۔آپ کی مہربانی۔

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): اگر وہاں ناکوں پر کوئی بم بلاسٹ ہوا تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ۔۔۔

جناب سپیکر: آپ کی بڑی مہربانی۔آپ اپنی پارٹی میٹنگ میں یہ باتیں ضرور کیا کریں لیکن ذرا ہاؤس کا ٹائم دیکھا کریں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: لغاری صاحب!ایک منٹ۔سوہنا صاحب!آپ کچھ کہنا چاہتے تھے؟

وزیر محنت وانسانی وسائل (جناب محمد اشرف خان سوہنا): جناب سپیکر!میں یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ ڈاکٹر صاحب نے تذکرہ کیا کہ کل کورم کی نشاندہی کر کے اجلاس ملتوی کر دیا گیا۔میں ان سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ کسی بھی مسئلے پر کوئی سنجیدہ گفتگو یا بحث کرنا چاہتے ہیں تو ان کی سب سے بڑی اور پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ ان کا تعلق جس جماعت سے بھی ہے اس جماعت کے ممبران اسمبلی کو تو پابند کریں کہ اتنے اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔میں ان کو گارنٹی دیتا ہوں کہ جب ان کے آدھے ارکان بھی یہاں موجود ہوں گے تو پیپلز پارٹی کے پورے ارکان یہاں بیٹھ کر ان کی پوری بحث سنیں گے۔

جناب سپیکر: نہیں۔یہ تو کوئی بات نہیں جو آپ نے کی ہے۔یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔جی، لغاری صاحب!

پوائنٹ آف آرڈر
مہنگائی کے حوالے سے قرارداد پاس کرکے وفاق کو ارسال کرنے کا مطالبہ

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! اسی issue پر Saturday سے میری ایک قرارداد جمع ہوئی ہے۔میں نے کل آپ سے گزارش بھی کی تھی کہ مہربانی کرکے اسے out of turn take up کرکے پاس کرلیں تاکہ price-hike کے بارے میں پنجاب کے لوگوں کی جو feelings ہیں ہم وہ وفاقی حکومت کو پیش کر دیں۔اس پر ہمارا اختیار نہیں بلکہ یہ اختیار وفاقی حکومت کا ہے لیکن ہم یہاں سے سفارش بھیج دیں۔میں نے کل بھی آپ سے گزارش کی تھی لیکن آپ نے میری درخواست کو زیادہ پذیرائی نہیں دی۔میری پھر آپ سے گزارش ہے کہ ہم اس ایوان سے ایک قرارداد پاس کرلیں اور یہ ہاؤس اپنی رائے ایک قرارداد کے ذریعے وفاقی حکومت کو بھیج دے۔

جناب سپیکر: یقیناً۔

جناب محمد محسن خان لغاری: ہم یہاں پر جتنی بھی بحث کرلیں لیکن جب تک ہم ایک قرارداد کی صورت میں وفاقی حکومت سے درخواست نہیں کرتے تو اس بحث کا کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا لہذا میری گزارش ہے کہ اس بارے میں میری جو قرارداد جمع ہے اسے joint لے لیا جائے۔

جناب سپیکر: کل بات ہو گئی تھی اور میں نے اس کے لئے ٹائم fix کر دیا تھا لیکن اگر آپ نہ ہوں تو میں کیا کروں؟

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! اس ہاؤس سے ایک قرارداد جاتی ہوتی ہے۔ہماری یہاں کی بحث کا کوئی اثر نہیں، ہماری یہاں کی بحث کسی کام کی نہیں ہے۔جب ہم اس ایوان سے ایک قرارداد بھیجیں گے تو وہ وفاقی حکومت کو جائے گی۔

جناب سپیکر: راناصاحب! آپ اس بارے میں کچھ بتائیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! کل لغاری صاحب نے یہ بات کی تھی لیکن کوئی بھی تحریک التوائے کار یا قرار داد out of turn لینی ہو تو اس کا طریق کار بزنس ایڈوائزری کمیٹی میں بیٹھ کر طے ہو گیا ہے لہذا اب میں اس سے تو انحراف نہیں کر سکتا۔ یہ راجہ صاحب سے بات کر لیں تو مجھے out of turn لینے پر کوئی اعتراض نہیں ہے اور قائد حزب اختلاف کو بھی کوئی اعتراض نہیں ہے۔اگر راجہ صاحب agree ہو جاتے ہیں تو پھر قرار داد out of turn لائی جا سکتی ہے۔باقی کل جب اس کے لئے time fix ہو گیا تھا تو میں اس بات سے اتفاق نہیں کرتا کہ صرف قرار داد ہی ہو تبھی اس ایوان کی رائے سامنے آتی ہے۔ جب اس ہاؤس میں discussion ہوتی ہے تو اس سے بھی جو چیز سامنے آتی ہے وہ بھی اس ایوان کی رائے ہوتی ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! محترم لاء منسٹر صاحب سے میرا سوال ہے کہ یہاں پر ہماری جو discussion ہو گی، کیا اس کی کاپی وفاقی حکومت کو جائے گی؟ ہماری قرار داد تو ایک سفارش کی صورت میں وفاقی حکومت کو جائے گی لیکن ہماری debate نہیں جائے گی۔

جناب سپیکر: آپ کی debate اور بھی سن رہے ہیں اسے آپ اکیلے تو نہیں سن رہے بلکہ اسے سب سن رہے ہیں، اوپر میڈیا بھی بیٹھا ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میڈیا میں تو یہ بات already ہو رہی ہے لیکن یہاں سے officially ہماری قرار داد ہی جائے گی۔

جناب سپیکر: پھر آپ اس میں serious ہو کر بات کریں۔رانا صاحب نے جو بات کی ہے جب سینئر منسٹر صاحب آ جاتے ہیں تو آپ تینوں بیٹھ کر بات کر لیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! آپ rules suspend کر سکتے ہیں۔

جناب سپیکر: وہ میں کروں گا لیکن آپ آپس میں تو بات کر لیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ جب کسی issue پر اس ہاؤس میں discussion ہو رہی ہوتی ہے تو وہ بات اسی وقت relevant quarters کو پہنچ جاتی ہے لیکن اگر وہ صرف قرار داد ہی لانا چاہتے ہیں تو بزنس ایڈوائزری کمیٹی نے جو طریق کار طے کیا ہے وہ اس کے مطابق آ جائیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! ہم نے اس ہاؤس سے بہت ساری قرار دادیں پاس کی ہیں، کبھی کسی چیز کو condemn کرنے کے لئے کی ہیں، کبھی کسی چیز کو appreciate کرنے کے لئے کی ہیں لیکن ہم نے ان چیزوں پر کبھی بھی debate نہیں کی۔ مجھے بتادیں کہ قرار داد پاس کرنے میں کیا برائی ہے؟

جناب سپیکر: آپ debate سے اجتناب کیوں کرتے ہیں، آپ debate کیوں نہیں کرتے اور اس میں آپ کا کیا مسئلہ ہے؟

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! debate ضرور کریں۔ میں عرض کر رہا ہوں کہ وفاقی حکومت کو قرار داد جاتی ہے۔

جناب سپیکر: ایک طریق کار ہے اور وہ آپ کو بتادیا ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! آپ نے اس طریق کار پر بہت دفعہ compromise کیا ہے۔

جناب سپیکر: سینئر منسٹر صاحب آتے ہیں تو پھر بات کریں۔

جناب محمد اعجاز شفیع: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: چلیں، ٹھیک ہے۔ ٹائم آپ کا ہے مجھے کیا اعتراض ہے۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! میں یہ گزارش کرنا چاہ رہا تھا کہ ڈاکٹر صاحب نے کل بھی point raise کیا تھا اور آج بھی بات کی ہے۔ عوام پر جو پٹرول بم گرا ہے اس سلسلے میں میری چھوٹی سی مؤدبانہ گزارش ہے کہ آج ہاؤس کی کارروائی suspend کردیں بلکہ وقفہ سوالات کو بھی suspend کریں۔

جناب سپیکر: نہیں، میں ہاؤس میں وقفہ سوالات کا بول چکا ہوں اس لئے وہ suspend نہیں ہو سکتا۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! ہمیں سب سے پہلے اس issue کو take up کرنا چاہئے۔

سوالات

(محکمہ ثقافت)

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

جناب سپیکر: ادھر بھی صاحبان بیٹھے ہوئے ہیں، آپ ذرا ان سے بھی بات کر لیں۔ اب وقفہ سوالات شروع کرتے ہیں۔ جی، وسیم قادر صاحب! آپ کا سوال ہے۔

جناب وسیم قادر: جناب سپیکر! شکریہ

جناب سپیکر: مجھے افسوس ہے کہ اتنا serious issue ہے اس کے باوجود جو حاضری ہے اس کے بارے میں آپ کو بھی پتا ہے کہ کل کیا طریق کار بنا ہے؟ جب یہ debate شروع ہونے والی تھی اس وقت میں تو یہاں Chair پر نہیں تھا لیکن یہ بات سن کر مجھے افسوس ہوا ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! یہ تو پارلیمانی لیڈروں کی ذمہ داری تھی۔

جناب سپیکر: اس ہاؤس کے جتنے ممبر صاحبان ہیں یہ سب کی ذمہ داری ہے اور سب اپنے اپنے حلقے سے منتخب ہو کر آئے ہیں اگر ان کے حقوق کی حفاظت یہ نہیں کریں گے تو اور کون کرے گا؟ انہیں پوری طرح سے participate کرنا چاہئے۔ جی، وسیم قادر صاحب!

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! میں نے ایک دفعہ کورم کی نشاندہی کی تھی تو آپ نے مجھے suspend کر دیا تھا اور کورم کے بارے میں میرا point مانا ہی نہیں تھا اور آنکھیں بند کر لی تھیں۔

جناب سپیکر: نہیں۔ وہ question put ہو چکا تھا، اس وقت نہیں ہو سکتا تھا اور میں نے اسے اپنی رولنگ میں لکھ دیا ہے۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! جس کی لاٹھی اسی کی بھینس۔ آپ جو مرضی کریں، جب ہمیں موقع ملا تو ہم بھی ایسے ہی کریں گے جیسے آپ کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: اللہ خیر کرے۔ آپ پہلے کیا نہیں کرتے رہے جیسا آپ کرتے رہے ہیں یا ہم سنتے رہے ہیں ہم ایسا نہیں کریں گے۔ جی، وسیم قادر صاحب!

جناب وسیم قادر: شکریہ۔ جناب سپیکر! سوال نمبر 2218 ہے۔ میری استدعا ہے کہ اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

شالامار باغ لاہور کی کنٹین کے ٹھیکے کا مسئلہ

*2218: **جناب وسیم قادر:** کیا وزیر ثقافت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ شالامار باغ لاہور کے اندر کنٹین ختم کر دی گئی ہے وجوہات بیان فرمائیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ عیدالفطر پر متعلقہ افسران اور عملہ نے کنٹین چلائی لیکن گورنمنٹ کو پیسا ادا نہ کیا؟

(ج) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت شالامار باغ کی کنٹین کو ٹھیکے پر دینے اور ان بااثر لوگوں کے خلاف کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے جو بغیر ٹھیکے پر کنٹین چلاتے ہیں، اگر رکھتی ہے تو کب تک، نہیں تو وجہ بیان فرمائی جائے؟

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام):

(الف) اگست 2004 میں شالامار باغ کا انتظام وانصرام وفاقی حکومت سے حکومت پنجاب محکمہ آثار قدیمہ کو سونپا گیا، قبل ازاں ایک کنٹین چل رہی تھی جو کہ وفاقی حکومت نے ٹھیکہ پر دی تھی، ٹھیکہ کی مدت شالامار باغ کے حکومت پنجاب کے سپرد ہونے کے بعد ختم ہوئی۔

وجوہات: شالامار باغ عالمی ورثہ کی فہرست میں شامل ہے حکومت پاکستان کے "تحفظ آثار قدیمہ" مجریہ 1975 کے تحت محفوظ عمارت ہے اور مجریہ 1975 اور حکومت پنجاب کے "تحفظ آثار قدیمہ" مجریہ 1985 کے تحت محفوظ عمارت کے نزدیک کسی قسم کی تجاوزات نہیں ہو سکتی، چونکہ کنٹین شالامار باغ کے اندر مشرقی دیوار کے ساتھ عارضی طور تعمیر کئے گئے سٹال میں موجود تھی اس لئے اس کو یہاں سے ختم کر دیا گیا۔

(ب) یہ غلط ہے کہ عیدالفطر کے موقع پر کنٹین متعلقہ افسران اور عملہ نے چلائی اور حکومت کو پیسا ادا نہ کیا۔ عوام الناس کی سہولت کے پیش نظر سیکرٹری اطلاعات، ثقافت وامور نوجواناں

کے حکم پر اور قانونی قواعد و ضوابط کو مدنظر رکھتے ہوئے عیدالفطر کے موقع پر کنٹین صرف 10یوم کے لئے ٹھیکہ پر دی گئی تھی، دس دن کی کل رقم انکم ٹیکس کے علاوہ مبلغ-/50000روپے تھی، رقم نیشنل بنک آف پاکستان میں سرکاری اکاؤنٹس نمبر5-011980-17میں مورخہ 2008-09-30کو جمع کروادی تھی، رسیدوں کی کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) چونکہ جزہائے بالا کے جوابات اثبات میں نہیں اس لئے جز(ج) کا جواب مقصود نہیں ہے۔

جناب وسیم قادر: جناب سپیکر! انہوں نے جواب کے جز(ب) میں لکھا ہے کہ کنٹین صرف دس دنوں کے لئے ٹھیکہ پر دی گئی۔انہوں نے یہ تو accept کر لیا کہ کنٹین عیدالفطر پر کھلی تھی اور انہوں نے اس کی-/50,000روپے آمدن بھی بتادی ہے۔ میرا پہلا سوال یہ ہے کہ ایک عید تو نہیں آئی جبکہ کنٹین 2004میں ختم کر دی گئی، ہر عید پر، ہر قومی دن اور بڑے دن پر یہ کنٹین کھولی گئی تو اس کی کتنی آمدنی ہوئی اور وہ کہاں ہے؟ چونکہ 2008میں دو عیدیں آئیں، 2009میں بھی دو عیدیں آئیں۔

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام): جناب سپیکر! یہ کنٹین صرف ایک دفعہ کھولی گئی تھی اور انہوں نے-/50,000روپے گورنمنٹ کے خزانے میں جمع کروائے تھے۔اس کے علاوہ یہ کنٹین نہیں کھولی گئی اس کی وجہ یہ ہے کہ اس بلڈنگ کو World Heritage نے own کیا ہوا ہے اور ان کے rules کے مطابق ہم شالامار گارڈن کے اندر کنٹین نہیں بنا سکتے۔چونکہ یہ خوشی کا موقع تھا تو for the time being for public interest یہ کنٹین دس دن کے لئے کھولی گئی تھی۔World Heritage یہ allow نہیں کرتا کہ ہم شالامار گارڈن کے اندر کنٹین بنائیں۔اس کے علاوہ ہم نے ایک زمین لی ہے اور حکومت اس پر کنٹین بنائے گی۔

جناب وسیم قادر: جناب سپیکر! ان کے جواب سے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ 2004 سے لے کر اب تک صرف ایک دفعہ خوشی کا موقع آیا ہے۔اس معاملے کو ذرا دیکھ لیجئے گا۔دوسرا منسٹر صاحب نے ابھی بتایا ہے کہ کنٹین بنانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔یہ میرا حلقہ ہے۔چار ماہ پہلے سے یہ کنٹین بن چکی ہے، allot ہو چکی ہے اور Parking Stand بھی بن چکا ہے۔جز(الف) کے جواب میں بتایا گیا

ہے کہ وہاں پر کوئی بھی کنٹین نہیں بن سکتی، چونکہ کنٹین شالامار باغ کے اندر مشرقی دیوار کے ساتھ عارضی طور پر تعمیر کئے گئے سٹال میں موجود تھی اس لئے اس کو یہاں سے ختم کر دیا گیا ہے۔اب انہوں نے بالکل دیوار کے ساتھ نئی کنٹین بنائی ہے اور اس کو ٹھیکے پر بھی دیا ہے۔

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام): جناب سپیکر! میں معزز ممبر سے یہ درخواست کروں گا کہ حکومت پنجاب نے 12 کنال 9 مرلے میلا گراؤنڈ میں ایک زمین acquire کی ہے جہاں پر کنٹین بنائی جائے گی۔اس وقت شالامار باغ کے اندر کوئی کنٹین موجود نہیں ہے۔

جناب وسیم قادر: جناب سپیکر! میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ بالکل شالامار باغ کی دیوار کے ساتھ کنٹین اور Parking Stand پچھلے چار ماہ سے کام کر رہا ہے۔

جناب سپیکر: وسیم قادر صاحب! کیا یہ کنٹین اور Parking Stand شالامار باغ کی دیوار کے اندر ہیں یا باہر کی side پر ہیں؟

جناب وسیم قادر: جناب سپیکر! باہر کی side پر ہیں لیکن وہ شالامار باغ کا ہی حصہ ہے۔

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام): جناب سپیکر! میں نے یہ بات وثوق سے اس لئے کہی ہے کیونکہ میں نے خود اس کو visit کیا ہے۔ جس سائیکل سٹینڈ اور کنٹین کی بات میرے بھائی کر رہے ہیں وہ پرانی بات ہے۔اس وقت ضلعی حکومت نے شالامار باغ کے باہر سائیکل سٹینڈ بنایا تھا۔اب ہم نے میلا گراؤنڈ میں زمین acquire کی ہے۔اس کی auction بھی ہو چکی ہے اور اس auction کے میرے پاس figures بھی موجود ہیں۔یہ اگست میں auction ہوئی تھی۔شالامار باغ کے اندر کسی قسم کی کوئی کنٹین نہیں ہے۔World Heritage نے حکومت پنجاب کے ساتھ جو MOU sign کیا تھا اس کی سب سے پہلی شرط یہ تھی کہ اس کے اندر کنٹین نہیں ہو گی۔

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! میں اسی سوال کے حوالے سے ضمنی سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، پوچھیں۔

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! شالامار باغ کو سیر و تفریح کے لئے پچھلے چند ماہ سے کھول دیا گیا ہے۔ہم اس پر حکومت پنجاب کے بڑے ممنون ہیں کہ انہوں نے ہمارے شمالی لاہور کے مریض لوگوں کی سیر کے لئے اسے کھولا ہے۔شالامار باغ صرف morning میں فجر کی نماز کے بعد کھولا

جاتا ہے۔کیا حکومت شالامار باغ کے track پر lights لگوا کر اسے evening میں بھی کھولنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام): جناب سپیکر! اس حوالے سے security point of view کو بھی دیکھنا پڑے گا۔ ہم معزز ممبر کی اس تجویز پر غور کریں گے۔

جناب سپیکر: چلیں، ٹھیک ہے۔ اگلا سوال ملک عامر ڈوگر صاحب کا ہے۔

ملک محمد عامر ڈوگر: جناب سپیکر! سوال نمبر 4703، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ضلع ملتان، ثقافت کے فروغ کی تفصیلات

*4703: **ملک محمد عامر ڈوگر**: کیا وزیر ثقافت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع ملتان میں محکمہ ثقافت کے فروغ کے لئے کیا اقدامات اٹھا رہا ہے؟

(ب) 2007 سے لے کر اب تک محکمہ نے ثقافت کی ترقی کے لئے کتنے ثقافتی پروگرام کروائے ان کی تاریخ اور مقامات سے آگاہ فرمائیں؟

(ج) ثقافت کی ترقی / فروغ کے لئے ضلع ملتان میں 09-2008 میں کتنا بجٹ رکھا گیا؟

(د) مذکورہ سالوں میں کتنا بجٹ ملازمین کی تنخواہوں پر اور کتنا بجٹ ثقافت کے فروغ پر خرچ ہوا، مکمل تفصیل سے آگاہ کریں؟

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام):

(الف)

1۔ محکمہ ثقافت حکومت پنجاب کی جانب سے قائم کردہ ادارہ ملتان آرٹس کونسل کے ذریعہ ثقافت کے لئے کام کر رہا ہے جس میں فنون لطیفہ سے تعلق رکھنے والے تمام شعبوں میں کام کیا جاتا ہے۔ جس میں مصوری، ادبی، خطاطی، دستکاریاں، موسیقی، ڈرامہ، اور مجسمہ سازی شامل ہیں۔ اس کے علاوہ مذہبی پروگرام جن میں نعت خوانی، حسن قرات اور سیرت النبی کے پروگرام شامل ہیں۔

2۔ ملتان میں کرافٹ کونسل کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا گیا جس میں ملتان کے تمام دستکاروں کو جگہ فراہم کی گئی جس میں دستکار اپنے فن پارے فروخت کرنے کے ساتھ ساتھ موقع پر اپنے فن کا مظاہرہ بھی کرتے ہیں۔ ملتان کرافٹس کونسل اپنی نوعیت کا

پاکستان میں منفرد واحد ادارہ ہے جس میں تمام دستکار ایک ہی چھت تلے جمع ہیں۔ بیرون ممالک اور اندرون ملک سے ملتان آنے والے وفود کو ایک ہی جگہ تمام دستکاری دیکھنے کو مل جاتی ہے۔

3۔ پچھلے دو سالوں میں ملتان کے دستکاروں نے انگلینڈ، جرمنی اور انڈیا کی حکومتی دعوت پر ان ممالک کا دورہ کیا اور تمام دستکاروں کے جملہ اخراجات مذکورہ بالا ممالک نے برداشت کئے۔

4۔ ملتان کے دستکاروں و گلوکاروں کو آرٹ کے فروغ کے لئے ہر سال ادارہ لوک ورثہ اسلام آباد بھیجتا ہے جہاں پر وہ اپنے فن پاروں کے ہمراہ اپنے فن کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ملتان کے تین دستکاروں کو پرائیڈ آف پرفارمنس ایوارڈ اور دو گلوکاروں کو ستارہ امتیاز سے نوازا گیا۔

5۔ ملتان میں کوئی بھی سرکاری و نجی پروگرام ہو تو ہمارے دستکار و گلوکار اس میں شرکت کرتے ہیں۔

6۔ ملتان آرٹس کونسل میں صادق علی شہزاد کے نام سے آرٹ گیلری قائم کی گئی۔ یہ پاکستان میں اپنی نوعیت کی واحد آرٹ گیلری ہے جس میں ساٹھ سے زائد مجسمے نمائش کے لئے رکھے گئے ہیں۔

7۔ ملتان میں منعقد ہونے والے ہارس اینڈ کیٹل شو میں تمام ثقافتی سرگرمیاں ملتان آرٹس کونسل کرتی ہے۔

8۔ ملتان میں ہر سال منعقد ہونے والے جشن بہاراں میں دستکاروں کے اسٹال و فوک موسیقی اور لوک رقص کا انتظام ملتان آرٹس کونسل کرتی ہے۔

9۔ بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی کے شعبہ سرائیکی سنٹر کے تعاون سے ملتان آرٹس کونسل سرائیکی زبان کے فروغ کے لئے سیمینار، محفل موسیقی اور سرائیکی مشاعرے بھی منعقد کرتی ہے۔

10۔ جشن آزادی کے سلسلے میں ملتان آرٹس کونسل اپنے پروگراموں کے علاوہ ضلعی انتظامیہ کے ساتھ مل کر ملی نغمے، میوزیکل شو، قرات و نعت خوانی اور بچوں کے لئے کوئز پروگرام۔ قرآنی خطاطی اور قائداعظم کے پورٹریٹ کی نمائش منعقد کراتی ہے۔

11۔ وسائل کی کمی کی وجہ سے ملتان آرٹس کونسل اپنے پروگرامز کے علاوہ مختلف تنظیم ہائے و اداروں کے اشتراک سے ہمہ قسم کے پروگرامز اکثر و بیشتر کرواتی رہتی ہے۔

12۔ ملتان آرٹس کونسل میں باقاعدہ کلاسیکل و نیم کلاسیکل موسیقی کی کلاسز جاری ہیں۔ میوزک کلاس کے طلباء کا ہر ماہ میوزک شو منعقد کیا جاتا ہے جس میں کلاس کے طلباء اپنے

فن کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ریڈیو پاکستان ملتان سنٹر ہفتہ وار ادارہ کے موسیقی کلاس کے طلباء کا پروگرام براہ راست نشر کرتا ہے۔

13۔ ملتان آرٹس کونسل میں فائن آرٹس سے تعلق رکھنے والے تمام شعبہ جات کی کلاسز باقاعدگی سے جاری ہیں۔ جن کی نمائشیں ادارہ ہذا کی آرٹ گیلری میں ماہوار منعقد کی جاتی ہیں جس سے طلباء کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔

14۔ ملتان آرٹس کونسل سرکاری و غیر سرکاری تنظیموں کے تعاون سے مذہبی پروگرام، ملی نغمے، مقابلہ مصوری اور سپیشل بچوں کے ساتھ ساتھ اقلیتی کیمونٹی کے لئے پروگرام بھی منعقد کرتی رہتی ہے۔

(ب) تفصیل پروگرامز بمعہ تاریخ و مقام ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) ضلع ملتان میں مالی سال09۔2008 میں ثقافت کی ترقی، فروغ اور ثقافتی پروگرام کروانے پر مبلغ۔/10,37,100روپے خرچ کئے گئے۔

(د)

1۔ ملازمین و افسران کی تنخواہوں کی مد میں مالی سال 2007تا 2009مبلغ ۔/56,85,170روپے کی ادائیگی کی گئی۔

2۔ ثقافت کے فروغ پر مالی سال 2007تا2009 مبلغ ۔/12,01,310روپے خرچ کئے گئے۔

ملک محمد عامر ڈوگر: جناب سپیکر! اس سوال کے جواب میں تقریباً چودہ points بیان کئے گئے ہیں جن میں انہوں نے محکمہ ثقافت کے فروغ کے لئے اٹھائے گئے اقدامات کا ذکر کیا ہے۔ میں اس سارے جواب کو challenge کرتا ہوں کیونکہ یہ سب زبانی جمع خرچ ہے۔ ضلع ملتان میں کلچر کے فروغ کے لئے کچھ نہیں کیا گیا۔ وہاں پر ملتان آرٹس کونسل کے نام سے ایک بڑا ادارہ ہے جہاں پر ڈرامے دکھانے اور موسیقی کے پروگرام arrange کرنے کے سوا کچھ نہیں کیا جاتا۔ وہاں پر ثقافت کے فروغ کے لئے کچھ نہیں کیا جارہا۔ مصوری، ادب، خطاطی، دستکاری اور فنون لطیفہ کو فروغ دینے کے لئے کوئی اقدامات نہیں اٹھائے گئے۔ ملتان کلچر اور فنون لطیفہ کے حوالے سے بڑا زرخیز خطہ ہے۔ جواب میں جو کچھ بھی لکھا گیا ہے یہ سب زبانی جمع خرچ اور ایک کارروائی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام): جناب سپیکر! میں اپنے معزز ممبر کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ یہ سارا زبانی جمع خرچ نہیں ہے۔ یہ بات بھی حقیقت ہے، وہ ملتان کے ہی تین دستکار تھے

کہ جن کو Pride of Performance Award دیا گیا۔ میں ان کے نام معزز ممبر کی اطلاع کے لئے پڑھ دیتا ہوں۔اللہ بخش،الٰہی بخش اور ملک عاشق کو Pride of Performance Award دیا گیا ہے۔ثریا ملتانی صاحبہ میرے اسی معزز شہر ملتان کی خاتون تھی کہ جس کو ستارہ امتیاز دیا گیا۔اسی طرح پٹھانے خان بھی ملتان سے تعلق رکھتے تھے جن کو ستارہ امتیاز دیا گیا ہے۔میں سمجھتا ہوں کہ صرف زبانی جمع خرچ سے ستارہ امتیاز ملتے ہیں اور نہ ہی Pride of Performance صرف لکھ دینے سے ملتے ہیں۔

ملک محمد عامر ڈوگر: جی، بالکل یہ درست ہے لیکن ان فن کاروں کی اپنی ایک history ہے۔ انہوں نے اپنی ساری عمر فن کی خدمت کرتے ہوئے گزاری ہے۔پٹھانے خان نے کوئی 70/80 سال گائیکی کی ہے۔وہ ایک بڑا لوک فنکار تھا اگر اس کو Pride of Performance دیا گیا ہے تو کوئی احسان نہیں کیا گیا۔اسی طرح ثریا ملتانی اس وقت ایک بزرگ singer بن چکی ہیں اور وہ ساری زندگی گائیکی سے وابستہ رہی ہیں اگر ان کو Pride of Performance دے دیا گیا ہے تو یہ کلچر کے فروغ کے لئے کوئی بڑا احسان نہیں ہے۔اس علاقے میں کلچر کے فروغ کے لئے حکومت کی طرف سے کچھ نہیں کیا گیا۔ میرے خیال میں پچھلے چند سالوں سے ڈرامے اور موسیقی پر زیادہ توجہ دی جارہی ہے۔تقریباً تمام سینما گھروں کو dancing hall بنا دیا گیا ہے۔جب کوئی بھی سٹیج کی بڑی اداکارہ اس شہر میں آتی ہے تو اس کے بڑے بڑے اشتہار لگائے جاتے ہیں،رکشوں کے پیچھے اور بڑے بڑے چوکوں پر اشتہارات کے ذریعے اس کی تشہیر کی جاتی ہے جس کی وجہ سے نئی نسل کے جذبات مجروح ہوتے ہیں۔میں یہ عرض کروں گا کہ محکمہ ثقافت کوئی positive and productive activity بھی کرے۔ محکمہ ہوم بھی اس پر توجہ دے اور پچھلے کئی سالوں سے فحاشی کا یہ جو ایک نیا trend بن چکا ہے اس کی روک تھام کی جائے۔اس کے ساتھ ساتھ میری یہ تجویز بھی ہے کہ مزید سینما گھروں کو سٹیج ڈراموں میں تبدیل نہ کیا جائے،ان کو تھیٹر بنانے کی اجازت نہ دی جائے۔ان تھیٹروں میں جو کچھ ہوتا ہے اس بارے میں منسٹر صاحب اور باقی ممبران بخوبی آگاہ ہیں۔اب تو ہم کلچر کو چھوڑ کر لچر پن، عریانی،فحاشی اور بے حیائی کی طرف راغب ہو رہے ہیں۔

جناب سپیکر!اسی طرح جز(ج) کے جواب میں بتایا گیا ہے کہ ضلع ملتان میں مالی سال 2008-09 میں ثقافت کی ترقی،فروغ اور ثقافتی پروگرام پر مبلغ-/10,37,100 روپے خرچ کئے

گئے ہیں۔آگے جز(د) کا جواب دیتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ ملازمین کی تنخواہوں پر -/56,85170 روپے خرچ کئے گئے ہیں۔اسی طرح مالی سال 2007 تا 2009 میں ثقافت کے فروغ پر مبلغ -/12,01,310 روپے خرچ کئے گئے ہیں۔منسٹر صاحب اس کی تفصیل بتائیں کہ یہ کہاں خرچ ہوئے ہیں اور کیا اس کی کوئی حقیقت بھی ہے یا صرف اسمبلی میں کارروائی ڈالنے کے لئے یہ figures دے دیئے گئے ہیں، میں ان figures کو challenge کرتا ہوں کیونکہ ایسا کوئی output میرے سامنے نہیں آیا؟

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام): جناب سپیکر!میں فاضل ممبر سے درخواست کروں گا کہ اس جواب کے ساتھ ایک فہرست بھی دی گئی ہے جس کے مطابق 2007 سے لے کر اب تک 130 مختلف events ملتان آرٹس کونسل میں ہوئے ہیں۔ہمارے ملتان کے بہت سے فنکاروں نے پی۔ٹی۔وی shows میں ملتان آرٹس کونسل کی وساطت سے شرکت کی ہے اور وہاں پر اپنی performance show کی ہے۔اس کے علاوہ میں یہ بات بھی فخر سے کہوں گا کہ جب سے میں نے اس محکمے کا چارج سنبھالا ہے اس وقت سے لے کر آج تک تمام آرٹس کونسلوں میں ہر مہینے سیرت النبی ﷺ کا پروگرام ہوتا ہے۔ملتان کے تمام دستکاروں کو ملتان کرافٹ کونسل کے تحت ایک چھت کے نیچے موقع فراہم کیا گیا ہے کہ وہ وہاں پر اپنے ہنر، دستکاریوں اور فن کا مظاہرہ کر سکیں۔وہاں پر غیر ملکی visitors بھی آتے ہیں اور ان سے چیزیں خریدتے ہیں۔حکومت نے ان دستکاروں کے لئے یہ تمام انتظامات free of cost کئے ہیں۔ان دستکاروں کو ہم بیرون ملک بھی لے کر جاتے ہیں۔پچھلے دو سالوں میں ملتان کے دستکاروں نے انگلینڈ، جرمنی اور انڈیا کے حکومتی دورے بھی کئے ہیں جن میں حق نواز صاحب، فاطمہ بی بی اور مسٹر وجاہت تھے یہ وہ نام ہیں جو on the record ہیں اگر department کچھ نہیں کر رہا تو یہ لوگ انگلینڈ، جرمنی یا انڈیا کیسے چلے گئے اور مجھے فخر ہے کہ اتنے ہنر مند اور talented لوگ ملتان میں موجود ہیں اور اپنے محکمے کے funds کے لئے ملتان آرٹس کونسل اپنا کردار ادا کر رہی ہے۔

راؤ کاشف رحیم خان: جناب سپیکر!سوال کیا گیا تھا کہ محکمہ ضلع ملتان میں ثقافت کے فروغ کے لئے کیا اقدامات اٹھا رہا ہے؟اس کا جواب 14 نکات میں دیا گیا، جواب کے 14 ویں نکتہ میں کہا گیا کہ ملتان آرٹس کونسل سرکاری و غیر سرکاری تنظیموں کے تعاون سے مذہبی پروگرام، ملی نغمے، مقابلہ

مصوری اور سپیشل بچوں کے ساتھ ساتھ اقلیتی کمیونٹی کے لئے پروگرام بھی منعقد کرتی رہتی ہے۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کون سے ایسے مذہبی پروگرام ہیں جو ثقافت میں fall کرتے ہیں؟

جناب سپیکر: جی، وزیر ثقافت!

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام): جناب سپیکر! ثقافت کا ہمارے مذہب سے بڑا close relation ہے اور یہ مذہب ہی کی وجہ سے ہے کہ ہم ایک دوسرے کی عزت واحترام کرتے ہیں۔ ہر آرٹ کونسل میں نعت شریف کا پروگرام ہوتا ہے اس کے علاوہ راولپنڈی آرٹ کونسل نے تلاوت قرآن مجید کا ایک بہت بڑا انعقاد کروایا جس میں competition ہوا اور جیتنے والوں کو انعامات ملے۔ ان آرٹس کونسلوں میں سیرت النبی ﷺ کانفرنس بھی ہوتی ہے۔

جناب سپیکر: جی، ذوالفقار صاحب!

حاجی ذوالفقار علی: جناب سپیکر! پنجاب کی آرٹس کونسل کے ملازمین کو permanent نہیں کیا جا رہا اور بہاولپور آرٹس کونسل کے ملازمین کو تو pension بھی نہیں دی جا رہی تو وزیر صاحب سے میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اگر ان کے ملازمین permanent نہیں ہیں تو یہ ثقافت کا فروغ کیسے کریں گے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر ثقافت!

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام): جناب سپیکر! جب پنجاب آرٹس کونسل فعال ہوئی تھی تو اس وقت کی Preamble میں pension نہیں رکھی گئی تھی۔ چیف منسٹر صاحب نے اس کی summary منگوائی ہے اور میں on the floor of the House کہتا ہوں کہ یہی گورنمنٹ اور یہی خادمِ اعلیٰ میاں شہباز شریف پنجاب آرٹس کونسل کے تمام ملازمین کو pension دیں گے۔

جناب سپیکر: Very good۔ اب next question بھی ملک صاحب کا ہے۔

ملک محمد عامر ڈوگر: جناب سپیکر! سوال نمبر 4704۔

ملتان شہر، محکمہ کے زیر کنٹرول باغات کی تعداد و دیگر تفصیلات

*4704: ملک محمد عامر ڈوگر: کیا وزیر ثقافت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ملتان شہر میں محکمہ کے زیر کنٹرول کتنے باغ ہیں؟
(ب) کیا یہ درست ہے کہ ان باغوں کی موجودہ صورتحال انتہائی ناگفتہ بہ ہے؟
(ج) کیا حکومت پنجاب ان کی دیکھ بھال اور تزئین وآرائش کروانے کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک؟
(د) ان باغوں کی دیکھ بھال کے لئے 08-2007 سے آج تک کتنے اخراجات کئے گئے نیز ان کی دیکھ بھال کے لئے کتنے ملازمین کام کر رہے ہیں؟
(ہ) ان باغوں کی سالانہ آمدنی کتنی ہے اور ان پر سالانہ کتنے پیسے خرچ کئے جاتے ہیں؟

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام):

ملتان شہر میں کوئی بھی باغ محکمہ آثار قدیمہ حکومت پنجاب کے زیر کنٹرول نہیں ہے لہذا اس ضمن میں کوئی اخراجات بھی نہیں کئے گئے ہیں۔

ملک محمد عامر ڈوگر: جناب سپیکر! اس سوال کا جواب آیا ہے کہ ملتان شہر میں کوئی بھی باغ محکمہ آثارِ قدیمہ حکومت پنجاب کے زیر کنٹرول نہیں ہے۔ میرا ضمنی سوال ہے کہ ملتان شہر میں محمد بن قاسم کے نام سے ایک باغ ہے جب محمد بن قاسم سندھ سے آیا تھا تو ملتان میں اس کی یادگار کے طور پر وہ باغ بنایا گیا، ایک باغ کا نام لانگے خان باغ ہے جو ملتان کے حاکم نواب مظفر خان نے بنوایا تھا، ایک عام خاص باغ ہے جو ملتان کے ایک اور حاکم مول راج سنگھ نے بنوایا تھا، یہ تینوں پرانے باغ ہیں اور ان کے پیچھے ایک history ہے تو حکومت پنجاب اور محکمہ آثار قدیمہ ان باغوں کو اپنے زیر کنٹرول لے کیونکہ ان باغوں کی ایک تاریخ ہے اور ان کے پیچھے ایک پس منظر ہے۔ ابھی ان باغوں کی حالت بہت خراب ہے میں اس ضمنی سوال کے ذریعے اس معزز ایوان کی وساطت سے حکومت پنجاب اور وزیر موصوف سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ان باغوں کی دیکھ بھال کے لئے کچھ کرنا چاہئے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر ثقافت!

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام): جناب سپیکر! میں فاضل ممبر کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میرے معزز ممبر ایک بات بتانا چاہ رہے ہیں کہ ہمارے شہر میں باغ ہیں ان کو آثار قدیمہ کے تحت لے لیا جائے۔ انہوں نے سوال کیا تھا کہ ملتان شہر میں آثارِ قدیمہ کے زیر اہتمام کتنے باغ ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ ملتان شہر میں ایک single باغ بھی محکمہ آثارِ قدیمہ کے زیر اہتمام نہیں ہے اگر یہ سمجھتے ہیں کہ ان باغات کو محکمہ آثارِ قدیمہ کے زیر اہتمام ہونا چاہئے تو میرے معزز ممبر as

اس کو Govt. of Punjab کے سامنے لے آئیں تو a policy, Govt. of Punjab دیکھے کہ کیا وہ اس طرح سے ہے یا نہیں؟ چونکہ ہم چاہتے ہیں کہ آثارِ قدیمہ کے جتنے بھی باغات اور جتنی بھی عمارات ہیں۔They should be enrolled by the world heritages لہذا وہاں پر ہمارے پاس ایسا کوئی باغ ہے اور نہ ہم نے کوئی خرچ کیا ہوا ہے تو یہ ان کا دوسرا مؤقف بنتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کو محکمہ آثارِ قدیمہ کے ساتھ مل کر ان باغات کو اس کے زیر انتظام لانے کے لئے کوشش کرنی چاہئے اور یہ DCO یا کمشنر کے through initiate ہوتا ہے، آج تک ہمارے پاس DCO یا کمشنر ملتان کی طرف سے ایسا کوئی written نہیں آیا۔

ملک محمد عامر ڈوگر: جناب سپیکر! میری گزارش ہے کہ محکمہ آثارِ قدیمہ بھی اگر Ministry of Culture کے تحت آتا ہے تو میرا question کرنے کا مقصد بھی یہی تھا کہ محکمہ آثارِ قدیمہ اور حکومت پنجاب ملتان میں بھی ان باغوں کو take over کرے اور اپنی policy کے مطابق ان کی دیکھ بھال کے لئے consider کرے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر ثقافت!

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام): جناب سپیکر! فاضل ممبر کو سوال کرنے سے پہلے یہ سوچ لینا چاہئے تھا اور یہ ان کا اپنا شہر ہے کہ کیا یہ محکمہ آثارِ قدیمہ کے زیر انتظام ہے اور انہیں مجھ سے زیادہ پتا ہونا چاہئے کہ وہاں کا کوئی باغ محکمہ آثارِ قدیمہ کے زیر انتظام نہیں آتا، جب کوئی باغ اس محکمہ کے زیر انتظام نہیں ہے تو انہوں نے اسمبلی کے floor پر یہ سوال کر دیا کہ ان باغات پر کتنا خرچ ہوا ہے، جب ایک مکان بنا ہی نہیں ہے تو خرچ کہاں سے ہو گا؟

ملک محمد عامر ڈوگر: جناب سپیکر! اس کو اسمبلی کے floor پر لانے کا مقصد یہی تھا کہ ہم یہاں پر اپنے مسائل کو پیش کر سکیں اور اس کی جو policy ہے اس کے مطابق اس کو consider کر لیں۔

جناب سپیکر: چلیں، ٹھیک ہے۔ انہوں نے بات سن لی ہے اور آپ بھی طریق کار کے مطابق اس کا تحرک کریں۔ اگلا سوال ڈاکٹر محمد اشرف چوہان صاحب کا ہے۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! On his behalf, Question No. 5083

(معزز ممبر نے ڈاکٹر محمد اشرف چوہان کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا۔)

گوجرانوالہ آرٹ کونسل کا قیام و دیگر تفصیلات

*5083:ڈاکٹر محمد اشرف چوہان: کیاوزیر ثقافت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :۔

(الف) گوجرانوالہ آرٹ کونسل کا قیام کب عمل میں آیا؟

(ب) اس کو سال08۔2007اور09۔2008کے دوران کتنی رقم وصول ہوئی؟

(ج) اس آرٹ کونسل کی سال08۔2007اور09۔2008کی آمدن اوراخراجات بتائیں؟

(د) اس آرٹ کونسل میں ملازمین وگاڑیوں کی تعداد کتنی ہے؟

وزیر ثقافت (جناب تنویرالاسلام):

(الف) گوجرانوالہ آرٹ کونسل کا قیام یکم ستمبر1983کوعمل میں آیا۔

(ب) سال 08۔2007میں مبلغ۔/2,125,000روپے اور سال 09۔2008میں مبلغ ۔/2,468,200روپے کی رقم بطور گرانٹ گوجرانوالہ آرٹ کونسل کو وصول ہوئی۔

(ج) گوجرانوالہ آرٹ کونسل کی سال08۔2007اور09۔2008کی آمدن اوراخراجات کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

آمدن	2007_08	2008_09
سابقہ بقایا مورخہ یکم جولائی	322,808/-	569,490/-
کونسل کی ذاتی آمدن	96,362/-	19,216/-
گرانٹ وصولی پائی	2,125,000/-	2,468,200/-
آمدن میزان	2,544,170/-	3,056,696/-
اخراجات	1,974,680/-	2,665,479/-

(د) گوجرانوالہ آرٹ کونسل میں تعینات ملازمین کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

1۔	ریزیڈنٹ ڈائریکٹر(BS_18)	=1
2۔	اسسٹنٹ(BS_15)	=1
3۔	سٹورکیپر(BS_9)	=1
4۔	جونیئر کلرک(BS_7)	=1
5۔	دفتری(BS_5)	=1
6۔	چوکیدار(BS_2)	=1
7۔	خاکروب(BS_2)	=1

گوجرانوالہ آرٹ کونسل کے پاس کوئی گاڑی نہیں ہے۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! جیسا کہ جواب میں بتایا گیا ہے کہ 08-2007 میں گوجرانوالہ آرٹ کونسل کی ذاتی آمدنی -/96,362 روپے تھی جبکہ 09-2008 میں -/19,216 روپے رہ گئی۔ میں وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہوں گی کہ آمدنی کم ہونے کی کیا وجہ ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر ثقافت!

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام): جناب سپیکر! میری بہن فاضل ممبر نے یہ بات کی ہے کہ 09-2008 میں کم آمدنی کیوں ہوئی؟ اس سال کے دوران گوجرانوالہ کے domestic حالات اس طرح کے ہو گئے تھے کہ وہاں پر law and order کی صورتحال خراب ہونے کی وجہ سے تھیٹرز بند کرنے پڑے تھے کیونکہ ہمارے علمائے کرام نے کہا تھا کہ یہاں پر تھیٹر نہیں چلے گا۔ آرٹ کونسل کی آمدنی کا ذریعہ scrutiny کی -/7,000 روپے رقم ہے اور اس کے علاوہ ان کے halls کا کرایہ ہے۔ اس سال کے دوران تھیٹرز بند رہنے کی وجہ سے scrutiny کا عمل نہیں رہا اس لئے آمدنی کم ہوئی ہے۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! میرا دوسرا ضمنی سوال ہے کہ اس سوال کے جواب کے جز (د) کے آخر میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ "گوجرانوالہ آرٹ کونسل کے پاس کوئی گاڑی نہیں ہے۔" میں اپنے وزیر موصوف سے صرف یہ پوچھنا چاہوں گی کہ کیا باقی شہروں کی آرٹس کونسلوں کے پاس بھی گاڑیاں نہیں ہیں یا اس طرح کا سلوک صرف گوجرانوالہ آرٹ کونسل کے ساتھ ہی کیا جا رہا ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر ثقافت!

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام): جناب سپیکر! DCO یا کمشنر حضرات کے پاس اگر کوئی extra گاڑی ہو تو وہ آرٹ کونسل کو دے دیتے ہیں لیکن as from Punjab Arts Council کی طرف سے وہاں specific گاڑی کسی کے پاس نہیں ہے وہ لوگ locally arrangement کر لیتے ہیں اور DCO صاحبان دے دیتے ہیں۔

جناب سپیکر: اگلا سوال محمد نوید انجم صاحب کا ہے۔

جناب محمد نوید انجم: سوال نمبر 5094۔

پنجاب آرٹس کونسل کا قیام و دیگر تفصیلات

*5094:جناب محمد نوید انجم:کیاوزیر ثقافت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :۔

(الف) پنجاب آرٹس کونسل کا قیام کب عمل میں آیا؟

(ب) اس آرٹس کونسل کو کتنی رقم سال08۔2007 اور09۔2008 کے دوران فراہم کی گئی؟

(ج) اس آرٹس کونسل کو فراہم کردہ رقم کن کن مدوں میں خرچ ہوئی؟

(د) ان سالوں کے دوران کتنی رقم سرکاری ملازمین کی تنخواہوں پر خرچ ہوئی؟

(ہ) اس آرٹس کونسل کے پاس کتنی گاڑیاں ہیں یہ کس کس کے زیر استعمال ہیں،ان گاڑیوں کی مرمت/تیل پر کتنی رقم سالانہ خرچ ہوئی؟

(و) ان دو سالوں کے دوران ڈائریکٹر آرٹس کونسل کے دفتر اور ان کے زیر استعمال سرکاری گاڑیوں پر کتنی رقم خرچ ہوئی؟

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام):

(الف) پنجاب آرٹس کونسل کا قیام 1975 کو بذریعہ ایکٹ عمل میں آیا۔

(ب) سال08۔2007 میں مبلغ۔/37,924,000روپے اور سال 09۔2008میں مبلغ -/42,493,120روپے کی رقم بطور گرانٹ پنجاب آرٹس کونسل کو مہیا کی گئی۔

(ج) پنجاب آرٹس کونسل کی سال 08۔2007 اور09۔2008 کے اخراجات کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

	2007_08	2008_09
عملہ کی تنخواہ اور الاؤنسز	10,585,880/-	11,575,690/-
ثقافتی سرگرمیاں	8,526,351/-	2,525,514/-
سی پی فنڈ	713,718/-	1,369,343/-
متفرق اخراجات بشمول بجلی پانی ٹیلیفون، گیس کے بل گاڑیوں کی مرمت، سٹیشنری و دیگر	2,019,382/-	2,420,080/-
ڈویژنل آرٹس کونسلوں کو گرانٹ کی ادائیگی	19,539,375/-	17,100,000/-
میزان	41,384,706/-	34,990,627/-

(د) ان سالوں میں پنجاب آرٹس کونسل صدر دفتر کے ملازمین کی تنخواہوں پر مندرجہ ذیل رقم خرچ ہوئی۔

2007-08	2008-09
10,585,880/-	11,575,690/-

(ہ) پنجاب آرٹس کونسل صدر دفتر کے پاس کل چار گاڑیاں ہیں جن میں تین زیر استعمال ہیں اور ایک ناقابل استعمال ہے ان تین گاڑیوں کی مرمت و تیل کے اخراجات حسب ذیل ہیں۔

2007-08	2008-09
379,867/-	408,225/-

(و) ایگزیکٹوڈائریکٹر پنجاب آرٹس کونسل کے زیر استعمال صرف ایک سٹاف کار ہے جس کی مرمت اور تیل کے اخراجات حسب ذیل ہیں۔

2007-08	2008-09
148,042/-	180,094/-

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! جز(الف) میں پوچھا گیا ہے کہ پنجاب آرٹس کونسل کا قیام کب عمل میں آیا تو انہوں نے جواب دیا ہے کہ پنجاب آرٹس کونسل کا قیام 1975 میں عمل میں آیا۔ اس کے مقاصد کیا تھے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر ثقافت مقاصد بتائیں۔

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام): پنجاب آرٹس کونسل 1975 میں بذریعہ act عمل میں آیا تھا اور اس کا ایک ہی مقصد تھا کہ پنجاب کے art, culture اور crafts کو promote کیا جائے۔

جناب محمد نوید انجم: اس کا نئی generation پر کیا اثر پڑا تھا؟

جناب سپیکر: یہ اس وقت آپ کے لئے بنایا گیا تھا۔

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام): جناب سپیکر! نئی generation پر یہ اثر پڑے گا کہ وہ لاہور آرٹس کونسل ہی تھی کہ جہاں پر میرے چیف منسٹر نے جا کر اس بچے جس کا باپ رکشا چلاتا تھا کو پیسے دیئے وہ at least اس توسط سے یاد رکھیں گے کہ جب ہم نے بورڈ میں top کیا تھا تو لاہور آرٹس کونسل میں یہ تقریب ہوئی تھی۔

جناب سپیکر: یہ خود بھی وہاں جاتے ہیں۔

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! وہ پیسے Punjab Endowment Fund سے دیئے گئے ہیں۔آرٹس کونسل نے تو نہیں دیئے۔

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام): جناب سپیکر! اگر یہ آرٹس کونسل کے پیسوں کی بات کرتے ہیں تو آرٹس کونسل ہر ہفتے ایک high talent show کراتی ہے اور جو بچے first آتے ہیں ان کو پیسے دیئے جاتے ہیں۔

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! 1975 سے کتنا talent نکلا اور باہر کتنا بھجوایا گیا؟

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام): یہ fresh question بنتا ہے۔

جناب سپیکر: جی، وسیم قادر صاحب!

جناب وسیم قادر: جناب سپیکر! الحمراء آرٹس کونسل پنجاب آرٹس کونسل کے تحت آتا ہے۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: میرا ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: میں آپ کو اجازت نہیں دے رہا، آپ بیٹھیں۔ بڑی مہربانی۔ان کے بعد میں آپ کو وقت دوں گا۔

جناب وسیم قادر: جناب سپیکر! الحمراء آرٹس کونسل پنجاب آرٹس کونسل کے تحت آتا ہے۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ الحمراء آرٹس کونسل جہاں سٹیج ڈرامے ہوتے ہیں وہاں پر کرپشن کا بازار گرم ہے، وہاں dates بیچی جا رہی ہیں۔

جناب سپیکر: کیا بیچی جا رہی ہیں؟

جناب وسیم قادر: Dates بیچی جا رہی ہیں جہاں ڈرامہ لگتا ہے وہاں پر جو پروگرام منیجر یا پروگرام آفیسر ہیں مجھے ان کا نام بھی پتا ہے لیکن میں ان کا نام نہیں لینا چاہتا۔ سال میں ایک یا دو دفعہ یعنی عیدالفطر اور عید الاضحیٰ کے موقع پر date کی قرعہ اندازی ہوتی ہے otherwise وہ date خود الاٹ کرتے ہیں۔اس کے بعد ایک artist کسی دوسرے artist کو بیچتا ہے تو اس میں ساٹھ ستر ہزار روپے کی دہاڑی لگتی ہے کیا اس کو روکنے کا کوئی پروگرام ہے یا نہیں؟ میں اس کا ثبوت دے سکتا ہوں۔اس کے لئے written تو کچھ نہیں ہوتا اگر میرے ساتھ کسی ٹیم کو بھیجا جائے تو یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ ہر ہفتے اس مد میں پچاس ساٹھ ہزار روپے منیجر صاحب لیتے ہیں۔

وزیر ثقافت (جناب تنویرالاسلام): جناب سپیکر! میں فاضل ممبر کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ لاہور آرٹس کونسل پنجاب آرٹس کونسل کا حصہ ہے جس میں الحمراء آتا ہے۔یہاں پر پنجاب آرٹس کونسل discuss ہو رہا ہے اور یہاں پر لاہور آرٹس کونسل discuss نہیں ہو رہا۔وہ separate ادارہ، separate body اور autonomous body ہے اور الحمراء لاہور آرٹس کونسل کے under آتا ہے۔ہم پنجاب آرٹس کونسل کی بات کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: یہ ٹیکنیکل بات ہے۔جی، محترمہ!

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! جز(د) میں۔۔۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! آپ نے رولنگ دی ہوئی ہے کہ حکومتی بنچوں سے پوچھے گئے سوال پر ضمنی سوالات بھی حکومتی بنچوں کے ممبران پوچھیں گے اور اپوزیشن کے بنچوں سے پوچھے گئے سوال پر ضمنی سوالات بھی اپوزیشن بنچوں سے پوچھے جائیں گے۔

جناب سپیکر: نہیں، نہیں۔ایسی بات نہیں ہے۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! آپ نے اس پر ایسی کوئی رولنگ نہیں دی۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! آپ اپوزیشن کی جانب سے پوچھے گئے سوال پر ضمنی سوالات کرنے کے لئے اپوزیشن کے ارکین کو prefer کرتے ہیں تو اس وقت حکومتی بنچوں سے پوچھے گئے سوال پر انہیں کیوں prefer کیا جا رہا ہے؟

جناب سپیکر: آپ بیٹھیں۔جی، محترمہ!

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! جز(د) میں انہوں نے پنجاب کے ڈائریکٹر آرٹس کونسل کا ذکر کیا ہے۔ میرے بھائی وزیر موصوف ان کا نام بتا دیں اور کیا یہ وہی ڈائریکٹر ہیں جنھیں کچھ عرصہ قبل انٹی کرپشن نے گرفتار کیا تھا، جس کے نتیجے میں وہ دس دن جیل میں رہ کر آئے ہیں، کیا یہ وہی ڈائریکٹر ہیں جن کے لئے جز(د) میں کہا گیا ہے کہ ان کے لئے گاڑیوں اور پٹرول کے خرچے کئے جا رہے ہیں، اتنی گاڑیاں ان کو دی گئی ہیں تو ان کو کتنی گاڑیاں دی گئی ہیں اور کیا اسی بندے کو دی گئی ہیں جس کو انٹی کرپشن کے محکمہ نے گرفتار کیا تھا؟

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام): جناب سپیکر! فاضل ممبر نے جو سوال کیا ہے تو جو ڈائریکٹر صاحب گرفتار ہوئے تھے ان کا نام نیاز حسین لکھویرا تھا۔ وہ جس دن گرفتار ہوئے تھے اسی دن

حکومت پنجاب نے انہیں suspend کر دیا تھا۔ He is no more functioning وہ suspend ہیں۔اس کے علاوہ جو ایگزیکٹو ڈائریکٹر کا نام پوچھا ہے تو ان کا نام غلام مصطفیٰ ہے جن کے پاس گاڑی ہے جن کو گرفتار کیا گیا تھا وہ ڈپٹی ڈائریکٹر باغ جناح تھے۔گوجرانوالہ میں انٹی کرپشن میں پرچہ ہوا تھا اور وہیں وہ گرفتار رہے تھے۔حکومت پنجاب نے ان کو suspend کیا ہوا ہے۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: کیا ان سے recovery کی گئی ہے، ان کو انہوں نے گاڑیاں دیں، ان پر اتنا خرچہ کیا گیا جب وہ گرفتار ہوئے اور دس دن جیل میں رہے ہیں تو کیا پنجاب گورنمنٹ نے recovery کی ہے؟

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام): جناب سپیکر! matter is in the court اور حکومت نے بھی اپنی انکوائری لگائی ہوئی ہے اور ابھی انکوائری چل رہی ہے۔

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب!

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! جز(ج) کے اندر C-P fund دیا گیا ہے کہ 7,13,718/- روپے 08-2007 میں اور 09-2008 میں 13,69,343/- روپے ہے۔اس میں وزیر موصوف بتادیں کہ C-P fund کیا چیز ہوتی ہے، یہ کہاں خرچ ہوتا ہے اور ان دو سالوں میں خرچ کا اتنا فرق کیوں ہے؟

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام): جناب سپیکر! یہ Contributory Provident Fund ہوتا ہے اس میں ملازمین اپنی تنخواہ کا دس فیصد جمع کراتے ہیں اور یہ Administrative Department کو جمع ہوتا ہے اور جب وہ ریٹائر ہوتے ہیں تو گورنمنٹ جو cross match grant بنتی ہے وہ ان کو دیتی ہے تاکہ وہ بچیوں کی شادی کر سکیں اور اپنی زندگی اچھے طریقے سے گزار سکیں۔

جناب سپیکر: اگلا سوال جناب وسیم قادر صاحب کا ہے۔

جناب وسیم قادر: جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 5475 ہے۔

لاہور۔شالامار باغ میں صفائی کی صورتحال کی تفصیلات

*5475: **جناب وسیم قادر:** کیا وزیر ثقافت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ شالامار باغ لاہور کا فرش جگہ جگہ سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے اور پہلا تختہ کھنڈرات کا منظر پیش کر رہا ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ دوسرے تختہ کے تالاب میں گندہ پانی کھڑا رہتا ہے؟

(ج) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت شالامار باغ کے فرش کی مرمت کرنے اور تالاب سے گندہ پانی نکالنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام):

(الف) شالامار باغ کے فرش تقریباً 300 سال پرانے ہیں۔ موسمی تغیرات اور مسلسل استعمال کے باعث ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہونے کے بعد اپنی اصلی حالت برقرار نہ رکھ سکے۔ حکومت پنجاب کی تحویل میں آنے کے فوراً بعد محکمہ آثار قدیمہ نے 5 سالہ منصوبہ کے تحت ان کی مرمت پر فوری توجہ دی اور ہنگامی بنیادوں پر ان کی مرمت کا کام شروع کر دیا گیا۔ آئندہ دو سال میں تمام ٹوٹے ہوئے فرش مرمت کر لئے جائیں گے۔

(ب) دوسرے تختے میں خوبصورتی کے لئے ایک تالاب بنایا گیا ہے۔ اس میں فوارے نصب ہیں جن کی مدد سے اس تالاب کو بھرا جاتا ہے۔ اگرچہ تالاب کے پانی کو ہر ماہ 3۔4 مرتبہ ڈرین کیا جاتا ہے تاہم اس کے اندر کائی کا پیدا ہونا ایک قدرتی امر ہے جسے ہمارا مستعد عملہ صاف کرتا رہتا ہے۔ اس کے علاوہ تالاب میں ایک خاص قسم کی مچھلی grass cutter ڈالی گئی ہے جو کائی وغیرہ کھا جاتی ہے اس سے کائی جمع نہیں ہوتی اور تالاب صاف رہتا ہے۔

(ج) شالامار باغ کے فرش کی مرمت کا کام جاری ہے اور تالاب میں صاف پانی موجود ہے۔ مزید برآں محکمہ کا مستعد عملہ تالاب کی مسلسل صفائی میں مصروف رہتا ہے۔

جناب وسیم قادر: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ پنجاب حکومت نے اگست 2004 کو اسے take over کیا تھا اور ابھی بھی یہ پوزیشن ہے کہ آپ شالامار باغ کی چار دیواری دیکھ لیجئے اور اندر فوارے دیکھ لیجئے جو ابھی تک ٹھیک نہیں ہو پائے۔ اب تقریباً چھ سال سے زیادہ کا عرصہ ہو چکا ہے تو میں وزیر صاحب سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ کتنا عرصہ اور درکار ہے کہ مرمت کا کام مکمل ہو جائے گا؟

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام): جناب سپیکر! فاضل ممبر جس طرح فرما رہے ہیں یہ بالکل ٹھیک ہے۔ ہمارا ADP پانچ سال کا بنتا ہے لیکن یہ منصوبہ آٹھ سال کے لئے ہے۔ اس کے لئے 300 ملین روپے مختص کئے گئے ہیں اور 30 فیصد کام مکمل ہو چکا ہے۔ یہ کام 2006 میں شروع ہوا تھا جو 2014 میں ختم ہو گا۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! میرا ایک ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی، آپ بھی کریں۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! میں محترم منسٹر صاحب سے یہ پوچھنا چاہوں گی کہ اس سوال کے جز (ب) میں مستعد عملے کا جو لفظ بیان کیا گیا ہے اُس پر مجھے خاصا اعتراض ہے۔ اسی طرح جز (ب) کی آخری لائن اگر منسٹر صاحب پڑھیں کہ اس کے اندر کائی پیدا ہو جاتی ہے اور اس کائی کی صفائی کے لئے خاص قسم کی مچھلی grass cutter ڈالی گئی ہے جو کہ کائی کھا جاتی ہے۔ ہم بھی یہاں کے ہی رہائشی ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ اس تالاب کی صفائی مہینوں نہیں کی جاتی۔ کیا یہ مناسب نہ ہو گا کہ صفائی کا ٹھیکہ grass cutter سے واپس لے لیا جائے اور اس تالاب کو کسی کیمیکل وغیرہ سے صاف کیا جائے۔ اگر محکمہ اس تالاب کو صاف کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو کب تک رکھتا ہے؟

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام): جناب سپیکر! تالاب میں پانی بھرنے میں تین چار دن لگتے ہیں اور اتنے ہی دن اس کی صفائی میں لگتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ جب rusting water پر کائی پیدا ہو جاتی ہے تو اُس کو ختم کرنے کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ اُس میں grass cutter مچھلی ڈالی جاتی ہے۔ جب تالاب کو خالی کر کے صاف کرتے ہیں تو صاف کرنے کے ایک دو دن بعد دوبارہ پانی ڈالا جاتا ہے اور اگر اُس میں کائی پیدا ہو جاتی ہے تو مچھلی اس کو کھا جاتی ہے۔

جناب سپیکر: جی، اگلا سوال چوہدری طاہر محمود ہندلی صاحب کا ہے۔

چوہدری طاہر محمود ہندلی (ایڈووکیٹ): سوال نمبر 5921 اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ڈراموں میں بے ہودہ فحش ڈانس کی تفصیلات

*5921:چودھری طاہر محمود ہندلی (ایڈووکیٹ):کیا وزیر ثقافت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :۔

(الف) تھیٹروں میں پیش کئے جانے والے ڈراموں کا سکرپٹ کس ادارے سے منظور کرایا جاتا ہے؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ صوبائی دارالحکومت لاہور کے علاوہ بڑے شہروں میں ڈراموں میں فحش ڈانس کروایا جاتا ہے اور ذومعنی جملے بولے جاتے ہیں؟

(ج) حکومت اس معاملے پر کیا کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے ؟

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام):

(الف) لاہور کے تھیٹروں میں پیش کئے جانے والے ڈراموں کا سکرپٹ پنجاب آرٹس کونسل کی طرف سے نامزد کردہ سکرپٹ سکروٹنی کمیٹی کے ممبران کرتے ہیں۔ یہ کمیٹی ملک کے معروف دانشوروں، رائٹرز، صحافیوں اور ڈراموں سے متعلقہ افراد پر مشتمل ہے باقی ڈویژن میں بھی یہی طریق کار ہے۔

(ب) یہ درست ہے کہ لاہور کے علاوہ دوسرے شہروں میں ہونے والے سٹیج ڈراموں میں رقص بھی شامل ہے۔ تاہم اگر کوئی فنکارہ رقص میں عریانی یا فحاشی کا عنصر شامل کرے تو اس کے خلاف ہوم ڈیپارٹمنٹ اپنے وضع کردہ طریق کار کے مطابق تادیبی کارروائی کرتا ہے۔ اسی طرح ذومعنی جملوں کے حوالے سے متعلقہ فنکار کے خلاف کارروائی کی جاتی ہے۔

(ج) اس ضمن میں ہوم ڈیپارٹمنٹ متعلقہ ڈی سی او اور متعلقہ آرٹ کونسل کا متعلقہ عملہ ہوم ڈیپارٹمنٹ کی جاری کردہ ہدایات کے مطابق کارروائی کرتا ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

چودھری طاہر محمود ہندلی (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! انہوں نے جز (ب) میں کہا ہے کہ "یہ درست ہے کہ لاہور کے علاوہ دوسرے شہروں میں ہونے والے سٹیج ڈراموں میں رقص بھی شامل ہے۔ تاہم اگر کوئی فنکارہ رقص میں عریانی یا فحاشی کا عنصر شامل کرے تو اس کے خلاف ہوم

ڈیپارٹمنٹ اپنے وضع کردہ طریق کار کے مطابق تادیبی کارروائی کرتا ہے۔اسی طرح ذومعنی جملوں کے حوالے سے متعلقہ فنکار کے خلاف کارروائی کی جاتی ہے۔"

جناب سپیکر! جو ڈرامے براہ راست دکھائے جاتے ہیں وہی ڈرامے ٹی وی پر بھی دکھائے جاتے ہیں اور وہاں پر جو فحاشی و عریانی ہوتی ہے اس کا سب کو پتا ہے حالانکہ دو سال قبل ہمارے منسٹر صاحب کو ایک شکایت ملی تھی کہ وہاں پر فحاشی ہو رہی ہے تو یہ خود بھی تشریف لے گئے تھے اور ڈرامہ دیکھا تھا پھر بعد میں انہوں نے statement دی تھی کہ وہاں پر واقعی فحاشی تھی جس کے against ایک اداکارہ کا بھی بیان آیا تھا جس کی cutting میرے پاس موجود ہے۔منسٹر صاحب خود بھی جانتے ہیں کہ وہاں پر فحاشی ہوتی ہے۔میں ان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے کیا کارروائی کی ہے؟ چلیں، ہوم ڈیپارٹمنٹ تو اِس کو دیکھے گا لیکن ان کا محکمہ اس کے خلاف کیا کارروائی کرتا ہے کیونکہ میں ان کے جواب سے مطمئن نہیں ہوں۔

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام): جناب سپیکر! جس طرح میرے فاضل بھائی فرما رہے ہیں تو میں انہیں بتاؤں گا کہ پنجاب آرٹس کونسل کے پاس سکرپٹ آتا ہے، یہ سکروٹنی کرتے ہیں پھر یہ NOC دے دیتے ہیں۔اس کے بعد ہوم ڈیپارٹمنٹ اور ڈی سی او آفس responsible ہوتا ہے۔کلچر منسٹری ban نہیں کرتی بلکہ ہوم ڈیپارٹمنٹ ban کرتا ہے اور وہی release بھی کرتا ہے۔ان کے پاس جو cutting موجود ہے اُس معاملے پر ban ہوا تھا اور ہوم ڈیپارٹمنٹ نے ہی اُس کو release کیا تھا۔چونکہ مسلسل ہوم ڈیپارٹمنٹ اور ڈی سی او آفس کے بندے وہاں پر بیٹھے ہوتے ہیں لیکن ہمارا کام یہ ہوتا ہے کہ سکروٹنی کرنے کے بعد ہم اُن کو allow کرتے ہیں۔اُس کے بعد قانون کے مطابق ہوم ڈیپارٹمنٹ والوں کا کام ہوتا ہے کہ جو شکایات اُن کو موصول ہوتی ہیں اُن پر وہ یقیناً ban بھی کرتے ہیں اور action بھی لیتے ہیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: ضمنی سوال۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ تشریف رکھیں۔اِدھر سے ضمنی ہوگا۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں اس پر ایک ضمنی سوال کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! جواب کے جز (الف) میں لکھا ہے کہ یہ کمیٹی ملک کے معروف دانشوروں، رائٹرز، صحافیوں اور ڈراموں سے متعلقہ افراد پر مشتمل ہے باقی ڈویژن میں بھی یہی طریق کار ہے۔ میں اپنے وزیر صاحب سے یہ گزارش کرتا ہوں کہ کیا یہ مجھے اُن دانشوروں اور رائٹرز کا نام بتا سکتے ہیں جو اس کمیٹی میں شامل ہیں، اس کے علاوہ ہمارے ڈراموں میں جو چل رہا ہے جسے ہم سب دیکھتے ہیں، کیا یہ ہمارے دانشوروں کی توہین نہیں ہے اور وہ کس قسم کے دانشور ہیں کہ [****] اس قسم کے گانوں کو وہ سکروٹنی کمیٹی میں پاس کرتے ہیں؟

جناب سپیکر: میں یہ الفاظ کارروائی سے حذف کرتا ہوں کیونکہ یہ کوئی مناسب الفاظ نہیں ہیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں نے تو منسٹر صاحب کو بتایا ہے کہ دانشوروں کی توہین ہو رہی ہے اور یہ سب کچھ ڈراموں میں ہو رہا ہے۔ کوئی غلط چیز ہو تو آپ ضرور حذف کرائیں لیکن ایک چیز اگر ہمارے سٹیج ڈراموں میں ہو رہی ہے تو آنکھیں بند کر کے یہاں سے حذف کرا کر کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ نے اپنے معاشرے کو پاک کر لیا ہے؟

جناب سپیکر: انشاء اللہ۔ آپ سوال کریں وہ اُس کا جواب دیں گے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں نے سوال کر لیا ہے۔

جناب سپیکر: بس ٹھیک ہے پھر آپ تشریف رکھیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! منسٹر صاحب مجھے بتائیں کہ یہ کون سے دانشور ہیں اور جن دانشوروں نے یہ سکرپٹ پاس کئے ہیں کیا وہ دانشور کہنے کے قابل ہیں؟

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام): جناب سپیکر! میں فخر سے اُن کا نام لوں گا۔ ان دانشوروں میں امجد اسلام امجد، اصغر ندیم سید، رحمت علی رازی، پروین ملک، افتخار رسول، انتخاب حنیف، قائم نقوی، الیاس انجم، زبیر خان اور اقبال خالد ہیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! انہوں نے امجد اسلام امجد کا نام لیا ہے تو میں امجد اسلام امجد کی طرف سے انہیں چیلنج کرتا ہوں کہ اگر انہوں نے یہ سکرپٹ پاس کئے ہیں تو یہ میرے ساتھ میڈیا پر آ کر اُن کے دستخط مجھے دکھا دیں اور اگر انہوں نے یہ سکرپٹ پاس کئے ہیں تو جو سزا آپ دیں گے

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

میں لینے کے لئے تیار ہوں۔ یہ آج ہی باہر کھڑے ہو کر بتائیں کیونکہ انہوں نے امجد اسلام امجد کا نام لیا ہے۔

جناب سپیکر: نہیں، انہوں نے کئی آدمیوں کے نام لئے ہیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں جس شخص کو ذاتی طور پر جانتا ہوں، جس کی میں نے کتابیں پڑھی ہیں اور لکھا دیکھا ہے تو میں کیسے مان جاؤں کہ وہ اس قسم کے بے ہودہ ڈراموں کو سکروٹنی کمیٹی میں بیٹھ کر پاس کر رہے ہیں؟ میں آج یہ چیلنج کرتا ہوں کہ منسٹر صاحب آج میرے ساتھ میڈیا پر بیٹھ جائیں وہاں سارے سکرپٹ لے آئیں اور اگر امجد اسلام امجد نے یہ سکرپٹ پاس کیا ہے تو جو سزا آپ دیں گے میں لینے کے لئے تیار ہوں۔ اگر اُن کا نام نہ ہوا تو پھر یہ اُن سے معذرت کریں کیونکہ یہ دانشوروں کی توہین کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام): جناب سپیکر! میں on the floor of the House اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کر رہا بلکہ حکومت پنجاب کی recognized سکروٹنی کمیٹی کے پاس جو سکرپٹ جاتا ہے اُس میں ہرگز ایسے الفاظ نہیں ہوتے جو فاضل ممبر یہاں بتا رہے ہیں۔ جو سکرپٹ اُن کے پاس جاتے ہیں اُن میں بعد میں کسی رد و بدل کا کوئی عمل ہو تو ہوم ڈیپارٹمنٹ اس کا responsible ہوتا ہے لیکن میں دستخط کے ساتھ ان کو سکرپٹ دکھا سکتا ہوں کہ جو نام میں نے لئے ہیں ان لوگوں نے وہ سکرپٹ approve کئے ہوتے ہیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! اگر اُس سکرپٹ میں بعد میں کوئی ردوبدل ہوا ہے تو کیا اُس پر کوئی قانونی کارروائی ہوئی ہے؟

جناب سپیکر: اگر کسی نے ردوبدل کیا ہوگا تو اُس کے خلاف کارروائی یقیناً ہوگی۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! یہ اُس کا ثبوت دیں کہ سکرپٹ میں ردوبدل ہوا تھا اور اس پر فلاں کارروائی ہوئی ہے۔ منسٹر صاحب ٹائم لے لیں اور آپ اسے pending فرما دیں۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! ردوبدل کا procedure بتایا جائے۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ کیا کر رہی ہیں، اُن کو بات کرنے دیں۔ پلیز تشریف رکھیں۔ میں نے آپ کو floor نہیں دیا۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! اگر کسی نے ردو بدل illegal کی ہے تو اُس کے خلاف کیا کارروائی ہوئی ہے لہذا اس ہاؤس میں کارروائی کے متعلق بتایا جائے؟

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام): جناب سپیکر! انہوں نے دانشوروں اور سکروٹنی کمیٹی کا پوچھا ہے جس کے میں نے ان کو نام بتائے ہیں۔ میرے فاضل ممبر نے کہا کہ انہوں نے وہ سکرپٹ پاس نہیں کیا لیکن اگر یہ کسی specific سکرپٹ کی بات کر رہے ہیں تو وہ سکرپٹ مجھے دکھا دیں کیونکہ جس کسی نے بھی غلط کیا ہے ہوم ڈیپارٹمنٹ نے اُس پر action لیا ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ جن رائٹرز کے نام میں بتا رہا ہوں یہ میں خود لکھ کر لایا ہوں بلکہ یہ سکروٹنی کمیٹی حکومت پنجاب کی approved کمیٹی ہے۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! تھیٹروں کا ستیاناس کر دیا گیا ہے اور اس طرح کے سکرپٹ لکھنے سے ہمارا معاشرہ خراب ہو رہا ہے۔

جناب سپیکر: جی، اس سوال کا time over ہو گیا ہے۔ پلیز تشریف رکھیں۔ اگلا سوال خواجہ محمد اسلام صاحب کا ہے۔

رانا محمد افضل خان: On his behalf سوال نمبر 6036 اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

(معزز ممبر نے خواجہ محمد اسلام کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا۔)

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

فیصل آباد، محکمہ ثقافت میں ملازمین کی تعداد و دیگر تفصیلات

*6036: خواجہ محمد اسلام: کیا وزیر ثقافت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) محکمہ ثقافت فیصل آباد میں کتنے ملازمین کام کر رہے ہیں؟

(ب) اس کو سال 09-2008 اور 10-2009 کے دوران کتنی گرانٹ دی گئی؟

(ج) محکمہ ہذا کے تحت اس ضلع میں کون کون سے ادارے چل رہے ہیں اور ان کے مقاصد کیا ہیں؟

(د) سال 09-2008 اور 10-2009 کے دوران عوامی فلاح کے جو منصوبے اس ضلع میں مکمل ہوئے، ان کی تفصیل بتائیں؟

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام):

(الف) فیصل آباد آرٹ کونسل میں ملازمین کی تعداد حسب ذیل ہے:۔

ریگولر ملازمین کی تعداد	14
کنٹریکٹ ملازمین کی تعداد	5
یومیہ اجرتی ملازم	1

(ب) سال 09-2008 میں مبلغ -/3,977,415 روپے اور سال 10-2009 میں مبلغ -/3,000,000روپے کی رقم بطور گرانٹ فیصل آباد آرٹ کونسل کو مہیا کی گئی۔

(ج) ادارہ ڈویژنل صدر مقام فیصل آباد شہر میں فیصل آباد ڈویژنل آرٹ کونسل کے طور پر کام کر رہا ہے۔ ادارہ ہذا کے اغراض و مقاصد میں ادب، ثقافت و فنون لطیفہ کی سرپرستی ترقی و ترویج شامل ہے۔

(د) ادارہ ہذا کی عمارت "نصرت فتح علی خان آڈیٹوریم" ستمبر 2006 کو مکمل ہوئی جو مقامی فنکاروں، دستکاروں، دانشوروں اور فنون لطیفہ سے منسلک افراد کی تخلیقی صلاحیتوں کو نکھارنے کے لئے پلیٹ فارم مہیا کرتا ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! اس سوال کے جواب جز(د) میں کہا گیا ہے کہ نصرت فتح علی خان آڈیٹوریم مقامی فنکاروں، دستکاروں، دانشوروں اور فنون لطیفہ سے منسلک افراد کی تخلیقی صلاحیتوں کو نکھارنے کے لئے پلیٹ فارم مہیا کرتا ہے۔ فیصل آباد آرٹ کونسل کو ملتان آرٹ کونسل سے زیادہ گرانٹ مل رہی ہے۔ اگر وہاں پر ملتان کی طرز پر کوئی تربیتی پروگرام جو انہوں نے پہلے سوال میں ملتان کے بارے میں بتایا ہے وہ چلائے جا رہے ہیں تو ان کی تفصیل بتائی جائے اور اگر نہیں تو اس کی وجہ بتائی جائے؟

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام): جناب سپیکر! معزز ممبر نے پوچھا ہے کہ فنکاروں کے لئے کیا ہو رہا ہے تو یہاں clear cut بتایا ہے کہ "دستکار، دانشور اور فنون لطیفہ سے منسلک افراد کو ہم پلیٹ فارم مہیا کرتے ہیں اور نصرت فتح علی خان آڈیٹوریم میں وہ آتے ہیں اور اپنے فن کا مظاہرہ کرتے ہیں اور ان کے لئے رکھے گئے انعام انہیں دیئے جاتے ہیں"۔ اس کے علاوہ فیصل آباد میں حال ہی میں

ہم نے لاہور کی طرز پر talent tide show بھی شروع کیا ہے اور اگر مزید ان کی کوئی تجاویز ہیں تو ہمیں یہ بتائیں ہم ان پر عمل کریں گے۔

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! میرے ضمنی سوال کا جواب نہیں دیا گیا اور میں نشاندہی کرنا چاہتا ہوں کہ وہاں پر کوئی تربیتی پروگرام نہیں چل رہا اور دوسرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا انہیں اجازت ہے کہ اس بہترین ہال کو پرائیویٹ سکولوں کے functions کے لئے کرائے پر دیا جائے اور نصرت فتح علی خان آڈیٹوریم میں بچوں کے سکولوں کے تقسیم انعامات کے functions زیادہ ہوتے ہیں اور آرٹس کے کم ہوتے ہیں تو کیا پرائیویٹ سکولوں کو یہ ہال functions کے لئے کرائے پر دینے کی اجازت ہے؟

جناب سپیکر: دیگر کاموں کے لئے کرائے پر دینے کی اجازت ہے؟

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام): جناب سپیکر! بالکل اس کی اجازت ہے چونکہ وہ ایک ہال ہے اور سکول کے بچوں کے اگر کوئی functions کرنا چاہیں تو کرائے پر دینے کی اجازت ہے اور وہ ایسے ہی ہے کہ جیسے لاہور الحمراء میں اگر کوئی سکول کے بچوں کو بلا کر ان کا function کروا دیتے ہیں تو اس کی اجازت ہے اور حکومت کی طرف سے کوئی بندش نہیں ہے کہ وہاں پر بچوں کا پروگرام نہیں ہو سکتا اور according to the rules حکومت پنجاب اس ہال کو کرائے پر بھی دے سکتی ہے۔

جناب سپیکر: اگلا سوال بھی خواجہ اسلام صاحب کا ہے۔

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! on his behalf اس سوال کا نمبر 6167 ہے۔ جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔ (معزز ممبر نے خواجہ محمد اسلام کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا۔)

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ضلع فیصل آباد محکمہ کی تحویل میں عمارات کی تعداد و دیگر تفصیلات

*6167: **خواجہ محمد اسلام:** کیا وزیر ثقافت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ضلع فیصل آباد میں محکمہ ثقافت کی تحویل میں کون کون سی تاریخی عمارات کہاں کہاں واقع ہیں؟

(ب) ان عمارتوں کی تعمیر و مرمت پر کتنی رقم سال 09-2008 اور 10-2009 کے دوران خرچ کی گئی؟

(ج) ان عمارتوں کی دیکھ بھال کے لئے کتنے ملازمین کام کر رہے ہیں؟
(د) محکمہ ثقافت اس ضلع میں ثقافتی ورثہ کے تحفظ کے لئے کیا اقدامات اٹھا رہا ہے؟

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام):

(الف) نظامت اعلیٰ آثار قدیمہ پنجاب کی تحویل میں کوئی ایسی تاریخی عمارت نہیں جو کہ پنجاب سپیشل پریمیسز (پریزرویشن) آرڈیننس 1985 کے تحت محفوظ عمارت ہو۔
(ب) نظامت اعلیٰ آثار قدیمہ پنجاب نے ضلع فیصل آباد میں کسی بھی عمارت پر سال 09-2008 اور 10-2009 میں کوئی رقم خرچ نہیں کی۔
(ج) نظامت اعلیٰ آثار قدیمہ پنجاب کے تحت وہاں کوئی ملازم تعینات نہ ہے۔
(د) نظامت اعلیٰ آثار قدیمہ پنجاب ضلع فیصل آباد میں تاریخی اہمیت کی تین عمارات (گھنٹہ گھر، گمٹی اور قیصری دروازہ) کو پنجاب سپیشل پریمیسز (پریزرویشن) آرڈیننس 1985 کے تحت محفوظ عمارات نامزد کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! جز (د) میں ہے کہ نظامت اعلیٰ آثار قدیمہ پنجاب ضلع فیصل آباد میں تاریخی اہمیت کی تین عمارات (گھنٹہ گھر، گمٹی اور قیصری دروازہ) کو پنجاب سپیشل پریمیسز (پریزرویشن) آرڈیننس 1985 کے تحت محفوظ عمارات نامزد کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تو میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اگر زرعی یونیورسٹی کے اولڈ بلاک جو ایک سو سال پرانی اور نہایت خوبصورت عمارت ہے کو بھی اس میں شامل کر لیا جائے تو وزیر صاحب فرمادیں کہ اس ارادے کو حقیقت میں کب تک تبدیل کر دیا جائے گا؟

جناب سپیکر: آپ تحرک تو کریں وہ کروادیں گے۔ اس کا تحرک آپ کو کرنا پڑے گا۔

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام): جناب سپیکر! اس پر محکمہ اپنا work کر رہا ہے اس میں یہ نہیں ہوتا کہ کہیں سے اگر کوئی چیز اکھڑ گئی تو ہم نئی چیز لگادیں بلکہ ہم نے اسی کو preserve کرنا ہوتا ہے اور پھر اس کی capacity دیکھنی پڑتی ہے کہ یہ اینٹ کہاں سے اور کب لگی تھی تو اس پر ہم ارادہ رکھتے ہیں اور work بھی ہو رہا ہے۔ جہاں تک یونیورسٹی کے بلاک کی بات کی ہے تو میری فاضل ممبر صاحب سے request ہوگی کہ اگر وائس چانسلر اس کو Preservation Ordinance میں دینا چاہتے ہیں تو حکومت اسے take up کر لے گی۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! اس حوالے سے وائس چانسلر زرعی یونیورسٹی سے لکھوائیں۔ اگلا سوال محترمہ زوبیہ رباب ملک صاحبہ کا ہے۔۔۔ تشریف نہیں رکھتیں لہذا سوال dispose of ہوا۔ اگلا سوال جناب نوید انجم صاحب کا ہے۔ جی، فرمائیں!

جناب محمد نوید انجم: شکریہ۔ جناب سپیکر! میرے سوال کا نمبر 6285 ہے۔

لاہور۔شالامار باغ کے رقبہ اور آمدن و اخراجات کی تفصیل

*6285: جناب محمد نوید انجم: کیا وزیر ثقافت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) شالامار باغ لاہور کل کتنے رقبہ پر مشتمل ہے؟

(ب) اس باغ کے سال 09۔2008 اور 10۔2009 کے اخراجات بتائیں؟

(ج) اس باغ کی دیکھ بھال کے لئے کتنے ملازمین کام کر رہے ہیں؟

(د) اس باغ کی سال 09۔2008 اور 10۔2009 کی آمدن بتائیں نیز یہ آمدن کس کس مد سے ہوئی ہے؟

(ہ) اس باغ کی خصوصی مرمت اور دیکھ بھال پر 2006 سے آج تک کتنی رقم کس کس کام پر خرچ ہوئی؟

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام):

(الف) شالامار باغ 40 ایکڑ پر مشتمل ہے۔اس کے علاوہ میلہ گراؤنڈ کا رقبہ 12 کنال 9 مرلے ہے اور نقار خانہ کمپلیکس 25 کنال 6 مرلہ پر مشتمل ہے۔

(ب) سال 09-2008 اور 10-2009 کے اخراجات مندرجہ ذیل ہیں:۔

	2008-09	2009-10
تنخواہ آفیسرز	187000/-	224000/-
تنخواہ سٹاف	3312000/-	3295000/-
ریگولر آلاؤنس	3092000/-	3587000/-
تنخواہ Contingent Paid Staff	2650000/-	3300000/-
ٹوٹل	9241000/-	10406000/-
Contingencies	1269000/-	1494000/-
گراسی پلاٹس کی دیکھ بھال کے لئے	130000/-	143000/-
ٹوٹل	1399000/-	1637000/-

گرینڈ ٹوٹل	10640000/-	12043000/-

(ج)

آرکیالوجیکل کنزرویٹر	1
بکنگ کلرک	1
مالی	14
خلاصی	1
سکیورٹی سٹاف	23
الیکٹریشن	1
بیلدار	2
سپروائزر	1
ٹیوب ویل آپریٹر	1
سویپر	4
کنزرویشن فورمین	1
آئل مین	1
ماشکی	2

(کل تعداد 53+ عارضی بیلدار:56)

(د) شالامار باغ کی 2008-09 اور 2009-10 کی آمدن جن مدات سے ہوئی ان کی تفصیل درج ذیل ہے:-

نمبر شمار	نام ٹھیکہ	2008-09	2009-10
1	بکنگ کاؤنٹر	6500000/-	5400000/-
2	ٹائلٹس	22550/-	24805/-
3	کینٹین	50000/-	-
4	فروخت مچھلی	46450/-	-
5	نیلامی پھل	-	100000/-

(ہ)

مالی سال	اسٹیبلشمنٹ اخراجات	Contng. اخراجات	ADP اخراجات	ٹوٹل اخراجات
2006-07	6.734 m	1.559 m	27.616 m	35.909 m
2007-08	8.180 m	1.708m	5.651 m	15.539m
2008-09	9.241 m	1.399 m	21.378 m	32.018
2009-10	10.406 m	1.637 m	43.609 m	55.652 m
ٹوٹل	34.561 m	6.303 m	98.254 m	139.118 m

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! میرا سوال شالامار باغ سے متعلقہ ہے اور میرا سوال پھر وہی ہے کہ کیا حکومت evening میں لائٹیں لگا کر ٹریک پر چلنے والوں کے لئے سہولت میسر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

جناب سپیکر: انہوں نے پہلے جواب دے دیا ہے اور وہ کریں گے۔

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام): جناب سپیکر! یہ اپنا سوال repeat کر دیں۔

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! شالامار باغ morning میں سیر کے لئے کھول دیا گیا ہے تو evening میں بھی لائٹیں لگا کر اسے کھولنے کا حکومت ارادہ رکھتی ہے؟

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام): جناب سپیکر! فاضل ممبر صاحب evening کا فرما رہے ہیں تو فجر کے بعد walk بڑی اچھی ہوتی ہے جو کہ صحت کے لئے بہت ضروری ہے تو میں ان سے درخواست کروں گا کہ یہ فجر کے بعد walk کر لیا کریں۔

جناب سپیکر: انہیں رات کے لئے بھی کچھ کوشش کر کے دے دیں اگر وہاں پر کچھ ہو جائے۔

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام): جناب سپیکر! وہاں پر سکیورٹی کا problem تھا اس لئے شام کو انہوں نے بند کیا ہوا ہے۔

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! وہاں پر سکیورٹی کا کوئی مسئلہ نہیں ہے اور ماشاءاللہ وہاں پر صبح کے وقت بڑی سیر ہو رہی ہے۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحب! آپ سکیورٹی ان کے ذمے لگائیں اور یہ خود سکیورٹی کا بندوبست کریں گے۔ آپ ان کا کچھ کروائیں اور یہ اس محلے کے لئے بہت ضروری ہے کہ وہاں رات کے وقت walk کا انتظام کیا جائے۔ اگلا سوال محترمہ سیمل کامران صاحبہ کا ہے۔

محترمہ خدیجہ عمر: on her behalf جناب سپیکر! سوال نمبر 6397 ہے۔ جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔ (معزز ممبر نے محترمہ سیمل کامران کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا۔)

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

شالامار باغ لاہور۔ سٹاف، آمدن و خرچ کی تفصیل

*6397: **محترمہ سیمل کامران**: کیا وزیر ثقافت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) شالامار باغ لاہور سے سال 09۔2008 کے دوران بکنگ کاونٹر، فوٹو گرافی و دیگر مدات میں کتنی آمدن ہوئی؟

(ب) شالامار باغ میں مستقل اور عارضی سٹاف کتنا ہے مکمل تفصیل مع نام، عہدہ اور گریڈ کی تفصیل بیان کی جائے؟

(ج) مذکورہ بالا عرصے میں باغ کی دیواریں، فرش اور فوارے وغیرہ کی مرمت پر کتنی رقم خرچ ہوئی؟

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام):

(الف) سال 09۔2008 کے دوران بکنگ کاؤنٹر اور دیگر مدات میں کل۔/66,59,030 روپے کی آمدن ہوئی جبکہ فوٹو گرافی کا ٹھیکہ نہیں ہوا۔

(ب) شالامار باغ میں سال 09۔2008 میں مستقل طور پر تعینات سٹاف کی تفصیل درج ذیل ہے۔

سیریل نمبر	عہدہ مع گریڈ	تعداد
1	آرکیالوجیکل کنزرویٹر (BS-16)	1
2	الیکٹریشن (BS-6)	1
3	کنزرویشن فورمین (BS-6)	1
4	ایل ڈی سی (BS-5)	1
5	بکنگ کلرک (BS-5)	1
6	سپروائزر (BS-4)	1
7	ہیڈ مالی (BS-4)	1
8	گارڈن انسپکٹر (BS-4)	1
9	انجن ڈرائیور (BS-3)	1
10	ٹیوب ویل ڈرائیور (BS-3)	1
11	آئل مین (BS-2)	15
12	خلاصی (BS-1)	
13	سائٹ اٹنڈنٹ (BS-1)	15
14	مالی (BS-1)	21

15	بیلدار (BS-1)	
16	بہشتی (BS-1)	2
17	جمعدار (BS-1)	5
18	ٹوٹل	60

اس کے علاوہ باغ کی دیکھ بھال کے لئے 56 مالیوں کی عارضی اسامیاں تھیں جن کی مدت ملازمت جون 2009 تک تھی۔

(ج) سال 09-2008 میں شالامار باغ کے مختلف حصوں کی درست حالی کے لئے سالانہ ترقیاتی پروگرام کے تحت مبلغ 21.378 ملین روپے خرچ کئے گئے۔ باغ کی درست حالی کے لئے ایک جامع منصوبے پر عملدرآمد جاری ہے۔

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! یہاں پر جز (الف) میں جواب دیا ہے کہ 09-2008 کے دوران بکنگ کاؤنٹر اور دیگر مدات میں اتنی آمدن ہوئی جبکہ فوٹو گرافی کا ٹھیکہ نہیں ہوا تو اسے بغیر ٹھیکے کے کیسے چلا رہے ہیں؟

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام): جناب سپیکر! اس پر proper فوٹو گرافی کا ٹھیکہ نہیں ہوا تھا لوگ ویسے ہی وہاں پر تصویریں بنوا لیتے ہیں اور محکمہ نے فوٹو گرافی کا وہاں پر proper اس طرح کا کوئی سلسلہ نہیں کیا۔

جناب سپیکر: آپ اس کا ارادہ نہیں رکھتے؟

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام): جناب! فی الحال اس کا ارادہ نہیں ہے لیکن اب ہم اس کی auction کریں گے۔

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! اس حوالے سے کوئی ٹائم فریم ہے کہ کب تک کر لیں گے؟

جناب سپیکر: انہوں نے شروع کر دیا ہے۔

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام): جناب سپیکر! ہم پہلے اس کی auction کر رہے ہیں اس کے بعد شروع کر دیا جائے گا۔

جناب سپیکر: اگلا سوال میاں نصیر احمد صاحب کا ہے۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! شکریہ۔ میرے سوال کا نمبر 6403 ہے۔

صوبہ میں پنجابی زبان کی ترقی کے لئے اٹھائے گئے اقدامات و دیگر تفصیلات

*6403: میاں نصیر احمد: کیا وزیر ثقافت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) صوبہ پنجاب میں پنجابی زبان کی ترقی کے لئے کون سا ادارہ کام کر رہا ہے؟

(ب) 09۔2008 اور 10۔2009 میں اس ادارے کے لئے کتنا بجٹ مختص کیا گیا تھا؟

(ج) صوبائی حکومت علاقائی زبانوں کی ترقی اور فروغ کے لئے کیا اقدامات اٹھا رہی ہے مکمل تفصیل سے ایوان کو آگاہ فرمایا جائے؟

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام):

(الف) صوبہ پنجاب میں پنجابی زبان کی ترقی کے لئے محکمہ اطلاعات وثقافت و امور نوجواناں، حکومت پنجاب کے زیر انتظام، پنجاب انسٹیٹیوٹ آف لینگوئج، آرٹ اینڈ کلچر، کام کر رہا ہے۔

(ب) پنجاب انسٹیٹیوٹ آف لینگوئج، آرٹ اینڈ کلچر کے لئے متذکرہ سالوں کے لئے درج ذیل بجٹ مختص کیا گیا تھا۔

برائے سال 09۔2008:	15,625,000/۔	(ایک کروڑ چھپن لاکھ اور پچیس ہزار روپے)
برائے سال 10۔2009:	15,221,000/۔	(ایک کروڑ، باون لاکھ اور اکیس ہزار روپے)

(ج) صوبائی حکومت محکمہ اطلاعات وثقافت و امور نوجواناں مع پنجاب انسٹیٹیوٹ آف لینگوئج، آرٹ اینڈ کلچر کے ذریعے پنجابی و دیگر علاقائی زبانوں کی ترقی اور فروغ کے لئے درج ذیل اقدامات اٹھا رہی ہے:۔

1۔ پنجاب انسٹیٹیوٹ آف لینگوئج، آرٹ اینڈ کلچر پنجاب کی زبان وثقافت کے فروغ کے لئے کام کر رہا ہے۔ اس ادارے کے تحت پنجاب کی ثقافت کی ترویج و تحفظ کے لئے، پنجاب میوزیم، قائم کیا گیا ہے جس میں پنجاب کی تہذیب وثقافت اور تاریخی ورثے کو محفوظ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

2۔ پنجاب کی زبانوں کے فروغ و ترقی کے لئے، پنجابی لائبریری، کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جو پنجاب بھر کے محققین کے لئے عمدہ جائے تحقیق بن چکی ہے۔ اس لائبریری میں زبان وادب اور ثقافت وتاریخ سے متعلق قریباً 10 ہزار کتب ورسائل موجود ہیں۔ پنجاب اور پنجابی کے حوالے سے تحقیق کرنے والے طلباء وطالبات، اساتذہ اور ریسرچ سکالر اس لائبریری سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

3۔ اسی ادارہ کے تحت پاکستان کے پہلے پنجابی ایف ایم ریڈیو سٹیشن، ایف ایم۔95پنجاب رنگ، کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جو پنجاب کی زبانوں پر مشتمل پروگرام کامیابی سے نشر کر رہا ہے۔

4۔ پنجاب کی زبانوں وثقافت کی ترویج کے لئے اسی ادارہ میں، پنجاب آڈیٹوریم، بھی موجود ہے جس میں پنجاب بھر کی ادبی، سماجی وثقافتی تنظیمیں اپنے پروگرام منعقد کر رہی ہیں۔

5۔ پنجاب کے فنون وثقافت کے فروغ وترقی کے لئے، پنجاب آرٹ گیلری، بھرپور کردار ادا کر رہی ہے۔اس کے ذریعے زبان وثقافت کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی سعی کی گئی ہے۔پنجاب کی ثقافت بالخصوص مصوری کے حوالے سے نمائشوں کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

6۔ پنجاب کی زبانوں اور ثقافت کے فروغ کے لئے اس ادارہ کے تحت صوفی شعراء کرام کے کام وپیغام کی ترویج کے لئے سالانہ بنیادوں پر پروگرام منعقد کرائے جاتے ہیں جن میں بابا فرید کانفرنس، وارث شاہ کانفرنس، بابا بلھے شاہ سیمینار، میاں محمد بخش سیمینار، شاہ حسین سیمینار، خواجہ غلام فرید سیمینار، سید ہاشم شاہ سیمینار اور حضرت سلطان باہو سیمینار شامل ہیں۔ علاوہ ازیں جدید ادب وثقافت اور لوک ورثہ کے حوالے سے بھی سیمینار اور اجتماعات کا انعقاد کیا جاتا ہے۔

7۔ ممتاز علمی، ادبی وثقافتی شخصیات کے ساتھ شاموں کا اہتمام کیا جاتا ہے جس سے ان کے فن، شخصیت اور فکر سے آگاہی ہوتی ہے۔

8۔ پنجاب کی زبانوں اور ثقافت کے حوالے سے خصوصی لیکچرز کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

9۔ پنجاب انسٹیٹیوٹ کے تحت ہی زبان و ادب کے فروغ کے لئے مشاعروں، ادبی مقابلہ جات، مباحثوں، نمائشوں ومیلوں کا اہتمام بھی کیا گیا ہے۔

10۔ اسی ادارہ کے تحت زبان وادب پر مختلف کتابیں شائع کی جاچکی ہیں جن میں گیتاں دی گونج، دیس دیاں واراں، تحفتہ الفقراء قصہ مرزا صاحباں، ہیر وارث شاہ کا اردو ترجمہ، ملتان کی صوفیانہ شاعری، "Our Legendary Intellectuals"، حیات المحبوب از خواجہ غلام فرید، چوی فرید ، کروپ رنگ، اور آکھن لوک سیانے، وغیرہ شامل ہیں۔

11۔ زبان وادب کی ترویج کے لئے ماہنامہ وار رسالہ ترنجن کے نام سے شائع کیا جا رہا ہے۔

12۔ زبان سے متعلق کورس و صوفیانہ کلام شناسی کورس کامیابی سے مکمل کئے جاچکے ہیں۔ تاریخ وتاریخی ورثہ کے موضوع پر بھی کورس منعقد کیا جاچکا ہے۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر!اس سوال میں ہے کہ پنجاب میں پنجابی زبان کی ترقی کے لئے کیا اقدامات کئے جاتے ہیں تو جواب میں بڑی تفصیل کے ساتھ ان کی مختلف سرگرمیوں کے بارے

میں بتایا گیا ہے تو میں ان سے پوچھنا یہ چاہتا ہوں کہ یہ تمام سرگرمیاں جو ہوتی ہیں تو ان کے لئے کوئی تشہیری مہم چلائی جاتی ہے؟

جناب سپیکر: کون سی مہم؟

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! یہاں پر بتایا گیا ہے کہ سیمینار کروائے جاتے ہیں، کورسز کروائے جاتے ہیں تو بطور اسمبلی ممبر مجھے ان میں سے کسی چیز کا نہیں پتا تو میں ان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ ڈیڑھ کروڑ روپے کے بجٹ میں سے کوئی تشہیری مہم اس کے لئے چلائی جاتی ہے؟

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام): جناب سپیکر! فاضل ممبر کی خدمت میں عرض ہے کہ اس کے لئے ہم مختلف محکموں کو دعوت نامے بھجواتے ہیں اور اس کے علاوہ اخبار میں بھی اشتہار دیتے ہیں جبکہ الحمراء کے باہر اور قذافی سٹیڈیم میں پوسٹرز بھی لگائے جاتے ہیں۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! 10-2009 کی انٹرنیشنل لینگوئج کی رپورٹ کے مطابق پنجابی زبان ان زبانوں میں سے ہے جس کے بولنے والوں کی تعداد کم ہوتی جا رہی ہے۔ تشہیری مہم پوچھنے سے میری مراد یہی تھی کہ جز (ج) کا سیریل نمبر 11 دیکھیں تو بتایا گیا ہے کہ زبان وادب کی ترویج کے لئے مہینہ وار رسالہ ترنجن کے نام سے شائع کیا جاتا ہے اور زبان کی promotion کے لئے اتنا بڑا کام کیا جاتا ہے تو میرا سوال یہ ہے کہ کیا یہ رسالہ پنجاب اسمبلی کی لائبریری میں آتا ہے جہاں پر تمام ایم پی ایز آتے ہیں؟

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام): جی، پنجاب اسمبلی میں آتا ہے۔

جناب سپیکر: میں آپ کو ایک بات اور بتا دوں کہ یہ نیچے لائبریری میں پتا کرنے گئے تھے۔

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام): جناب سپیکر! لائبریری میں آتا ہے۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! میں ابھی پتا کر کے آیا ہوں اس لائبریری میں آج تک یہ رسالہ نہیں آیا۔ (قہقہہ)

میں یہی پتا کرنے کے لئے نیچے گیا تھا، آپ نے ٹھیک فرمایا ہے۔

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام): جناب سپیکر! اگر نہیں آتا تو آئندہ آئے گا۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! یہ بڑی بدقسمتی کی بات ہے، اگر آپ اس پر غور فرمائیں تو اس میں بتایا گیا ہے کہ "زبان سے متعلق کورس و صوفیانہ کلام سے شناسی کورس کامیابی سے مکمل کروائے جا چکے ہیں۔ تاریخی ورثہ کے حوالے سے بھی کورس منعقد کئے جاتے ہیں اور کروائے بھی جا چکے ہیں۔" بطور ممبر پنجاب اسمبلی میں سمجھتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ کسی ممبر کے علم میں نہیں ہے کہ یہ کورس کہاں کروائے جاتے ہیں، کیسے کئے جاتے ہیں اور کہاں سے ان کی certification ملتی ہے؟

جناب سپیکر: وہ ممبران کو کورس نہیں کرواتے۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! علم تو ہونا چاہئے۔ پنجابی زبان کی promotion کے لئے ڈیڑھ کروڑ روپے کا annual budget خرچ کیا جاتا ہے۔

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام): جناب سپیکر! اگر فاضل ممبر نے کبھی Punjab Institute of Language کا visit کیا ہو تو میں ان کو بتادوں کہ وہاں پر مشاعرے ہوتے ہیں، courses ہوتے ہیں، پنجابی language میں جو نئی کتب شائع ہوتی ہیں وہ بھی available ہوتی ہیں۔ وہاں فارسی کی کتب کا ترجمہ پنجابی زبان میں ہوتا ہے، full fledged لائبریری موجود ہے اور کلاسوں کا انعقاد بھی ہوتا ہے۔ کبھی یہ تشریف لائیں ان کو detail بتائی جا سکتی ہے۔

حاجی ذوالفقار علی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، ذوالفقار علی صاحب!

حاجی ذوالفقار علی: جناب سپیکر! جس کا یہ جواب دے رہے ہیں اس کا DG Language یہاں موجود نہیں ہے۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحب! آپ کے DG Language یہاں پر موجود کیوں نہیں ہیں؟

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام): جناب سپیکر! DG صاحب کو بار بار مطلع کیا گیا اس کے باوجود بھی وہ یہاں نہیں پہنچے تو میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ اس کا نوٹس لیں۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحب! نوٹس آپ نے لینا ہے۔ ہم آپ کو کہہ رہے ہیں کہ آپ اس کا نوٹس لیں۔

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام): جناب سپیکر! میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ ایک کمیٹی بنا دیں اور اس پر انکوائری ہونی چاہئے۔

جناب سپیکر: کمیٹی کس چیز کی بنائی جائے، اختیار آپ کا ہے، آپ منسٹر ہیں اور یہ کیا کر رہے ہیں؟

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام): ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر: آپ آٹھ دن کے بعد اس کی رپورٹ ہاؤس میں پیش کریں گے کہ آپ نے DG کا کیا کیا اور کیا نہیں کیا؟

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! یہ پنجابی کا رسالہ ہے اور ایک بہت بڑی سرگرمی ہے جو اس زبان کی ترویج کے حوالے سے کی جاتی ہے۔ میں آپ کی وساطت سے منسٹر صاحب سے گزارش کروں گا کہ اس رسالے کی ترسیل کو یقینی بنایا جائے۔ اس کو پنجاب اسمبلی، لاہور پریس کلب اور تمام بڑی لائبریریوں میں بھجوایا جائے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر ثقافت!

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام): جناب سپیکر! یہ تمام جگہوں پر available ہوگا۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ!

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! میں منسٹر صاحب کو یہ بتانا چاہتی ہوں کہ کون سے صوفیائے کرام ہیں جن کے کورس مکمل کروائے جا چکے ہیں، ان کے نام بتائیں، پنجابی زبان کے لئے تاریخی ورثہ کے موضوع پر کون سے courses کروائے گئے ہیں؟

جناب سپیکر: محترمہ! یہ تو fresh question بنتا ہے۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! اس میں لکھا گیا ہے کہ "صوفیائے کرام کی شناسی کورس کامیابی سے مکمل کئے جا چکے ہیں اور تاریخی ورثہ کے موضوع پر بھی یہ کورس مکمل کروائے جا چکے ہیں۔" یہ fresh question کیسے بنتا ہے؟

جناب سپیکر: محترمہ! ان کی list تو ان کے پاس نہیں ہوگی۔ یہ کوئی question نہیں ہے لہذا اس کے لئے fresh question دیں۔ اگلا سوال محترمہ سیمل کامران کا ہے۔

محترمہ قمر عامر چودھری: جناب سپیکر! یہ بہت اہم سوال ہے ان کی request ہے کہ اس کو pending کر دیا جائے۔

جناب سپیکر: یہ pending نہیں ہو سکتا، آپ ضمنی سوال کریں اگر نہیں کرنا تو پھر چھوڑ دیں۔

محترمہ قمر عامر چودھری: جناب سپیکر! ٹھیک ہے، On her behalf۔ یہ اس سوال کو پڑھ دیں تاکہ یہ کارروائی میں شامل ہو جائے۔ (معزز ممبر نے محترمہ سیمل کامران کے ایماء پر طبع سوال دریافت کیا۔)

الحمراء آرٹس کونسل لاہور۔ خالی اسامیوں کی تفصیلات

*6534: **محترمہ سیمل کامران:** کیا وزیر ثقافت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) الحمراء آرٹس کونسل لاہور میں خالی اسامیوں کی تفصیل مع عہدہ، گریڈ کیا ہے نیز یہ اسامیاں کب سے خالی ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ دفتر میں تعینات افسران و کلیریکل سٹاف کے پاس اپنی اصل پوسٹ کے علاوہ Additional Charge بھی ہیں اگر ہاں تو تفصیل بتائی جائے؟

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام):

(الف) خالی اسامیوں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

نمبر شمار	عہدہ	گریڈ	تعداد خالی اسامی	تاریخ خالی اسامی
1	پروگرام آفیسر	بی ایس۔17	1	28-06-2000
2	اسٹیج مینیجر	بی ایس۔17	3	28-06-2000
3	کمپیوٹر پروگرامر	بی ایس۔17	1	28-06-2000
4	سب ڈویژنل آفیسر	بی ایس۔17	1	28-06-2000
5	سکیورٹی آفیسر	بی ایس۔16	1	28-06-2000
6	سٹینوگرافر	بی ایس۔ 15	3	30-4-2007
				17-12-2007
				01-09-2009
7	سب انجینئر	بی ایس۔14	1	19-10-2006
8	اے سی مکینک	بی ایس۔10	1	16-05-2009
9	ریسپشنسٹ	بی ایس۔5	1	09-04-2006
10	ڈرائیور	بی ایس۔4	1	2008
11	خاکروب	بی ایس۔1	5	18-11-2005
12	سکیورٹی گارڈ	بی ایس۔1	12	19-04-2009

(ب) کسی اہلکار کے پاس ایڈیشنل چارج نہ ہے اور نہ ہی کسی کو ایڈیشنل چارج الاؤنس دیا جاتا ہے البتہ سٹاف کی کمی کی وجہ سے بعض اوقات برانچ ہیڈ اہلکاران کو وقتی طور پر حسب ضرورت کسی دوسری ڈیوٹی پر مامور کر دیتا ہے۔

ملک محمد وارث کلو: جناب سپیکر! وقفہ سوالات کا وقت ایک گھنٹہ اور دس منٹ ہو چکا ہے۔

جناب سپیکر: اب سوالات کا وقت ختم ہو چکا ہے۔

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام): جناب سپیکر! میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب سپیکر: بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

ضلع سرگودھا۔ملازمین کی تعداد و دیگر تفصیلات

*6220: **محترمہ زوبیہ رباب ملک:** کیا وزیر ثقافت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) محکمہ ثقافت کے ضلع سرگودھا میں کتنے ملازمین کام کر رہے ہیں؟

(ب) اس ضلع میں سال 09-2008 اور 10-2009 کے دوران کتنی رقم محکمہ ثقافت کو ملی؟

(ج) اس ضلع میں محکمہ کے پاس کون کون سی تاریخی عمارات کس کس جگہ ہیں؟

(د) حکومت ان تاریخی عمارات کو اصل حالت میں رکھنے کے لئے کیا اقدامات اٹھا رہی ہے؟

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام):

(الف) محکمہ ثقافت کے زیر انتظام سرگودھا آرٹس کونسل میں کل چھ ملازمین کام کر رہے ہیں۔

(ب) محکمہ ثقافت کے زیر انتظام سرگودھا آرٹس کونسل کو ان سالوں میں ترقیاتی کاموں کے لئے درج ذیل رقوم وصول ہوئی:۔

سال 09۔2008	14 لاکھ روپے
سال 10۔2009	18 لاکھ روپے

(ج) ضلع سرگودھا میں جامع مسجد بھیرہ سپیشل پریمیزز آرڈیننس 1985 کے تحت محفوظ عمارت ہے۔

(د) نظامت اعلیٰ آثار قدیمہ پنجاب ایک جامع پروگرام کے تحت محفوظ شدہ عمارتوں کی درست حالی کا کام کررہی ہے۔اس سلسلے میں سالانہ ترقیاتی پروگرام میں مخدوش عمارتوں کے لئے فنڈ حاصل کرنے کے لئے منصوبہ جات تیار کئے جاتے ہیں اور فنڈ کی دستیابی پر درست حالی کا کام کیا جاتا ہے۔

الحمراء آرٹس کونسل لاہور۔خالی اسامیوں کی تفصیلات

*6534: محترمہ سیمل کامران: کیاوزیرثقافت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :۔

(الف) الحمراء آرٹس کونسل لاہور میں خالی اسامیوں کی تفصیل مع عہدہ، گریڈ کیا ہے نیز یہ اسامیاں کب سے خالی ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ دفتر میں تعینات افسران و کلیریکل سٹاف کے پاس اپنی اصل پوسٹ کے علاوہ additional charge بھی ہیں اگر ہاں تو تفصیل بتائی جائے؟

وزیر ثقافت (جناب تنویرالاسلام):

(الف) خالی اسامیوں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

نمبر شمار	عہدہ	گریڈ	تعداد خالی اسامی	تاریخ خالی اسامی
1	پروگرام آفیسر	بی ایس۔17	1	28۔06۔2000
2	سٹیج مینجر	بی ایس۔17	3	28۔06۔2000
3	کمپیوٹر پروگرامر	بی ایس۔17	1	28۔06۔2000
4	سب ڈویژنل آفیسر	بی ایس۔17	1	28۔06۔2000
5	سکیورٹی آفیسر	بی ایس۔16	1	28۔06۔2000
6	سٹینوگرافر	بی ایس۔15	3	30۔4۔2007
				17۔12۔2007
				01۔09۔2009
7	سب انجینئر	بی ایس۔14	1	19۔10۔2006
8	اے سی مکینک	بی ایس۔10	1	16۔05۔2009
9	ریسپشنسٹ	بی ایس۔5	1	09۔04۔2006
10	ڈرائیور	بی ایس۔4	1	2008
11	خاکروب	بی ایس۔1	5	18۔11۔2005
12	سکیورٹی گارڈ	بی ایس۔1	12	19۔04۔2009

(ب) کسی اہلکار کے پاس ایڈیشنل چارج نہ ہے اور نہ ہی کسی کو ایڈیشنل چارج الاؤنس دیا جاتا ہے۔ البتہ سٹاف کی کمی کی وجہ سے بعض اوقات برانچ ہیڈ اہلکاران کو وقتی طور پر حسب ضرورت کسی دوسری ڈیوٹی پر مامور کر دیتا ہے۔

الحمراء کلچر سنٹر کا سالانہ بجٹ و دیگر تفصیلات

*6557: محترمہ خدیجہ عمر: کیا وزیر ثقافت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) الحمراء کلچر سنٹر کا سالانہ کل کتنا بجٹ ہے اور اس کا کتنا سٹاف ہے؟

(ب) الحمراء سنٹر میں ایک گریڈ تا 20 گریڈ کے ملازمین کی تفصیل؟

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام):

(الف) الحمراء کلچرل کمپلیکس فیروز پور روڈ نزد قذافی سٹیڈیم الحمراء سنٹر شاہراہ قائداعظم کا ہی حصہ ہے اس کا الگ بجٹ نہ ہے البتہ سال 10۔2009 میں لاہور آرٹس کونسل (الحمراء) مال کمپلیکس اور کلچرل کمپلیکس کا کل بجٹ مبلغ۔/68243000 روپے کا ہے۔ الحمراء کلچرل کمپلیکس میں متعلقہ اسٹاف کی تفصیل پرچم (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) الحمراء سنٹر میں گریڈ ایک تا بیس گریڈ کے اسٹاف کی تفصیل پرچم (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

شالامار باغ کی آمدن و دیگر تفصیلات

*6629: چودھری محمد اسد اللہ: کیا وزیر ثقافت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) لاہور شالامار باغ کو مختلف مدات میں سال 10۔2009 میں کتنی آمدن ہوئی، تفصیل بیان کی جائے؟

(ب) کیا مذکورہ سال میں باغ کو درست حالت میں رکھنے کے لئے کوئی خرچہ کیا گیا اگر ہاں تو کتنا اور کس کس مد میں؟

(ج) کیا شالامار باغ میں مستقل اور عارضی سٹاف بھی رکھا ہوا ہے اگر ہاں تو اس کی تفصیل بیان کی جائے؟

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام):

(الف) لاہور شالامار باغ کو سال10۔2009 کے دوران حاصل ہونے والی آمدن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

1۔ داخلہ فیس (انٹری ٹکٹ) کی مد میں ٹھیکہ برائے سال10۔2009 مبلغ ۔/54,00,000روپے

2۔ ٹھیکہ بیت الخلاء برائے سال10۔2009 مبلغ۔/50,820روپے

3۔ نیلامی پھل برائے سال10۔2009 مبلغ۔/1,00,000روپے

(ب) سالانہ ترقیاتی پروگرام کے تحت شالامار باغ کی درست حالی کے لئے پانچ سالہ منصوبہ پر کام جاری ہے۔ ماہ اپریل2010 تک درست حالی کے لئے مبلغ۔/7,44,86,000 روپے خرچ ہو چکے ہیں۔

(ج) شالامار باغ کے سٹاف کی تفصیل

مستقل سٹاف

نمبر شمار	عہدہ	تعداد	نمبر شمار	عہدہ	تعداد
1	ایس ڈی او	1	8	سکیورٹی سٹاف	23
2	آرکیالوجیکل کنزرویٹر	1	9	مالی	14
3	کنزرویشن فورمین	1	10	بیلدار	2
4	سپروائزر	1	11	سویپر	4
5	بکنگ کلرک	1	12	ماشکی	2
6	الیکٹریشن	1	13	خلاصی	1
7	ٹیوب ویل آپریٹر +آئل مین	2			

عارضی سٹاف

1۔ عارضی مالی / بیلدار 56

پنجاب آرٹس کونسل کے بورڈ آف گورنرز کی میعاد و دیگر تفصیلات

*7376: **محترمہ آمنہ الفت:** کیا وزیر ثقافت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) پنجاب آرٹس کونسل کے بورڈ آف گورنرز کی میعاد کتنی ہے، کیا اس وقت کوئی بورڈ موجود ہے، اگر ہے تو اس کا ممبر کون کون ہے؟

(ب) مذکورہ بورڈ کی سال میں کتنی میٹنگز ہوتی ہیں اور قواعد کے مطابق کتنی ہونی چاہئیں آخری میٹنگ کب ہوئی، ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

(ج) پنجاب آرٹس کونسل کے بورڈ آف گورنرز کے ممبران کے عہدے اور گریڈ کیا ہیں، تفصیل بیان کی جائے ؟

(د) اس وقت پنجاب آرٹس کونسل لاہور میں تعینات ملازمین کے نام، عہدہ اور گریڈ کی الگ الگ تفصیل بیان کی جائے ؟

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام):

(الف) پنجاب آرٹس کونسل کے بورڈ آف گورنرز کی میعاد تین سال تک ہے اور ممبران کی تعداد درج ذیل ہے۔

سرکاری ممبران کی تعداد	08
ممبران پنجاب اسمبلی کی تعداد	05
غیر سرکاری ممبران کی تعداد	16

لسٹ ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) قواعد میں میٹنگز کی کوئی تعداد موجود نہیں ہے۔ پنجاب آرٹس کونسل کے بورڈ آف گورنرز کی آخری میٹنگ مورخہ 2009۔11۔06 کو ہوئی۔

(ج) پنجاب آرٹس کونسل کے بورڈ آف گورنرز کی لسٹ ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) پنجاب آرٹس کونسل لاہور میں تعینات ملازمین کے عہدے اور گریڈ کی لسٹ ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

لاہور۔الحمراء آرٹس سنٹر کے ہالوں کی آمدن و خرچ کی تفصیل

*7442: سیدہ ماجدہ زیدی: کیا وزیر ثقافت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :۔

(الف) الحمراء آرٹس سنٹر لاہور سال 09-2008 اور 10-2009 میں ہالز کی بکنگ کی مد میں کتنی آمدن ہوئی اور کتنے اخراجات ہوئے، تفصیل فراہم کریں؟

(ب) وزارت ثقافت پنجاب مذکورہ ہالز کی آمدنی بڑھانے کے لئے کیا اقدامات اٹھا رہی ہے، تفصیل سے آگاہ فرمائیں؟

(ج) حکومت کو وزارت ثقافت قائم کرنے کے جو فوائد حاصل ہوئے ہیں، ان کی تفصیل فراہم کی جائے ؟

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام):

(الف) آمدن اور اخراجات کی تفصیل:

YEAR	INCOME	EXPENDITURE
2008-09	15491084/-	13341789/-
2009-10	15434545/-	15862369/-

(ب) لاہور آرٹس کونسل ایک غیر تجارتی ادارہ ہے جس کا مقصد صرف آرٹ اور کلچر کو فروغ دینا ہے۔ لاہور آرٹس کونسل معیاری پروگرامز کی وجہ سے پورے پاکستان میں اچھی شہرت رکھتا ہے چونکہ الحمراء پاکستان میں واحد ایک ایسا کلچر سنٹر ہے جہاں ہر روز کلچرل شو، سیمینار، مشاعرہ، میوزک شوز، میوزک کلاسز بچوں کے لئے تفریحی پروگرامز، محفل نعت اور تصاویر کی نمائش سمیت بے شمار پروگرامز ہوتے رہتے ہیں جس میں شائقین کی خاصی تعداد شرکت کرتی ہے اسی لئے الحمراء ہالز کرائے پر دینے سے اس کی شہرت میں اضافہ ہوا ہے اور اس سے بہت سی کمرشل تنظیمیں الحمراء کی طرف رخ کر رہی ہیں۔

(ج) قومیں جنگوں کے میدان میں ہار جائیں تو آئندہ جینے کے لئے کمر بستہ ہو جاتی ہیں لیکن اگر تہذیب، اقدار اور روایات کے میدان میں شکست کھا جائیں تو ایسے میں مستقل شکست ان کا مقدر بن جاتی ہے۔ کسی بھی ترقی یافتہ قوم کی تاریخ پڑھیں تو بے شمار عوامل سامنے آتے ہیں ان سب میں ایک بات common ہے وہ یہ کہ ہر ترقی یافتہ قوم نے اپنی ثقافت اور معاشرتی روایات کو خاصی اہمیت دی اور اس کے فروغ کے لئے بہت محنت کی جس کی وجہ سے وہ قومیں قوم کی شکل میں دنیا میں جانی جاتی ہیں۔ کوئی بھی ملک اور قوم تب قوم بنتی ہے جب ان کی ثقافت اور معاشرتی روایات کسی شکل میں موجود ہوتی ہیں۔ وزارت ثقافت بھی اتنی ہی اہم ہے جتنی وزارت تعلیم، وزارت صحت اور وزارت خوراک وغیرہ وزارت ثقافت کے زیر سایہ تمام ادارے ثقافت کے فروغ کے لئے بہت کوشاں ہیں اور اس کے خاطر خواہ نتائج سامنے آئے ہیں۔

لاہور آرٹس کونسل کے زیر اہتمام جشن آزادی کے پروگراموں کی تفصیلات

*7503: **محترمہ نگہت ناصر شیخ**: کیا وزیر ثقافت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) لاہور آرٹس کونسل کے زیر اہتمام جشن آزادی اگست 2010 کے لئے کل کتنے شو منعقد کئے؟

(ب) جشن آزادی کے سلسلے میں منعقد کئے گئے پروگراموں پر حکومت نے کل کتنی رقم خرچ کی، نیز یہ رقم کس کے حکم پر خرچ کی گئی؟

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام):

(الف) لاہور آرٹس کونسل کے زیر اہتمام جشن آزادی اگست 2010 کے لئے "میرا وطن" کے عنوان سے الحمراء کلچرل کمپلیکس میں مصوری کا مقابلہ منعقد کروایا گیا۔

(ب) صوبائی محکمہ اطلاعات وثقافت کے مراسلہ نمبر SO.CUL(INF)4-7/2010 مورخہ 26۔جولائی 2010 کی تعمیل میں لاہور آرٹس کونسل کے زیر اہتمام جشن آزادی کے پروگرام "میرا وطن" کے عنوان پر مبلغ۔/40,000 روپے کے اخراجات آئے جس میں سے۔/17,000 روپے کے نقد انعامات پہلے بہترین 16 بچوں کو دیئے گئے اور ان اخراجات کی منظوری ایگزیکٹو ڈائریکٹر، لاہور آرٹس کونسل نے مرحمت فرمائی۔

لاہور آرٹس کونسل کے زیر اہتمام مصوری کے مقابلوں کی تفصیلات

*7504: **محترمہ نگہت ناصر شیخ**: کیا وزیر ثقافت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ماہ اگست 2010 میں لاہور آرٹس کونسل کے زیر اہتمام "میرا وطن" کے عنوان سے الحمراء کلچرل کمپلیکس میں مصوری کا مقابلہ منعقد ہوا؟

(ب) مذکورہ مقابلے میں کل کتنے بچوں نے حصہ لیا نیز اس مقابلے پر کل کتنی رقم خرچ ہوئی، کل کتنے بچوں کو انعامات سے نوازا گیا؟

وزیر ثقافت (جناب تنویر الاسلام):

(الف) لاہور آرٹس کونسل کے زیر اہتمام جشن آزادی اگست 2010 کے لئے "میرا وطن" کے عنوان سے الحمراء کلچرل کمپلیکس میں مصوری کا مقابلہ منعقد کروایا گیا۔

(ب) مذکورہ مقابلے میں 150 سے زائد بچوں نے حصہ لیا۔ اس مقابلے میں کل۔/40,000 روپے کی رقم خرچ ہوئی جس میں سے۔/17,000 روپے کے نقد انعامات بہترین

16 بچوں کو دیئے گئے۔اس کے علاوہ شرکت کرنے والے تمام بچوں کو سرٹیفکیٹ اور ڈرائنگ بکس انعامات میں دی گئیں۔

ملک محمد وارث کلو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: نہیں،آپ نے مجھے mislead کیا ہے۔

ملک محمد وارث کلو: جناب سپیکر!میں نے mislead نہیں کیا۔

جناب سپیکر: آپ نے مجھے misguide کر دیا۔

ملک محمد وارث کلو: جناب سپیکر!میں انتہائی اہم issue پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: ابھی نہیں۔ایک دفعہ آپ تشریف رکھیں گے پھر اس کے بعد سوچیں گے۔آپ نے میرے دو منٹ ضائع کروا دیئے ہیں۔ابھی ہمارے questions کے دو منٹ باقی تھے۔

جناب اعجاز احمد کاہلوں: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جناب اعجاز احمد کاہلوں!

جناب اعجاز احمد کاہلوں: جناب سپیکر!میں آپ کی توجہ سرگودھا انتظامیہ کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔ آج کل سرگودھا انتظامیہ خصوصاً کمشنر اور DCO نے development اور administration کے حوالے سے جتنی بھی meetings کی ہیں مجھے آج تک کسی بھی میٹنگ میں call کیا گیا اور نہ ہی intimate کیا گیا۔

جناب سپیکر: کس میٹنگ میں؟

جناب اعجاز احمد کاہلوں: جناب سپیکر! development یا administration کی جو بھی meetings ہوتی ہیں مجھے آج تک کسی بھی میٹنگ میں call کیا گیا اور نہ ہی مجھے اس کی کوئی information ہے۔

جناب سپیکر: آپ اس بارے میں لاء منسٹر صاحب سے بات کر لیں۔ کلو صاحب!جلدی کریں Please

پوائنٹ آف آرڈر

خلاف روایت مہنگائی پر بحث کے وقت کورم کی نشاندہی کرنا

ملک محمد وارث کلو: جناب سپیکر! جلدی کی بات نہیں ہے۔ ہمارے ہاں جو پارلیمانی سسٹم چل رہا ہے یہ ہم نے برطانیہ کے پارلیمانی سسٹم سے اخذ کیا ہے۔ وہاں کی روایات کو بھی ہم نے follow کیا ہے۔ اب اس سسٹم کو ہم پارلیمانی لوگ خود تہس نہس کرنے چلے ہیں اور اس کی مثالیں ہر روز ہماری نیشنل اسمبلی، پنجاب اسمبلی اور سندھ اسمبلی میں آتی ہیں۔ پھر ہم یہ گلہ کرتے ہیں کہ بوٹوں والے آ گئے اور ہمارے پارلیمانی سسٹم کو چلنے نہیں دیا گیا۔ مجھے انتہائی افسوس ہے کہ کل رات جو یہاں واقعہ پیش آیا، یہاں روایات چلی آ رہی تھیں کہ سوائے government business کے کبھی بھی اس طرح کورم point out نہیں کیا گیا۔ کل کا issue "مہنگائی" تھا، پٹرول پوری قوم پر بم بن کر گرا اور اونٹ کی کوہان پر یہ آخری تنکا تھا۔ اس issue پر کل بحث ہو چلی تھی اور مجھے نہایت افسوس ہے کہ یہاں پیپلز پارٹی کے لیڈر اور پیپلز پارٹی کے سارے دوست بیٹھے ہیں انہوں نے اپنی پارلیمانی روایات کو توڑتے ہوئے باہر مل بیٹھ کر یہ تہیہ کیا کہ ہم نے مہنگائی پر بات نہیں ہونے دینی۔ ہم یہاں تمام لوگ کروڑوں روپے لیتے ہیں اور غریب لوگوں کے ادا کئے ہوئے ٹیکس سے کروڑوں روپے ایک ایک اجلاس پر لگتے ہیں۔ کل جب مہنگائی کے انتہائی اہم topic پر بات ہو رہی تھی، پٹرول کی قیمتوں کے بڑھنے سے ہر چیز میں جو تباہی آئی ہے اس پر بات ہونا تھی لیکن یہاں پر کورم point out کیا گیا۔

جناب سپیکر: میری بات سنیں!

ملک محمد وارث کلو: جناب سپیکر! میرا ایک قطعہ سن لیں جو میں پڑھنا چاہتا ہوں۔

ہم کو تو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی
گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن
وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

جناب سپیکر: کلو صاحب! میں نے تقریر کرنے کے لئے آپ کو floor نہیں دیا۔

ملک محمد وارث کلو: جناب سپیکر! میں اس روّیے کو condemn کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: اس کو آپ کیوں condemn کرتے ہیں، آپ ایوان میں خود کیوں نہیں حاضر ہوتے، آپ کورم کو کیوں پورا نہیں رکھتے، اگر کوئی نشاندہی کرتا ہے تو پھر یہ کس کا قصور ہے؟

ملک محمد وارث کلو: جناب سپیکر! آپ روایات کو پامال کرنے والوں کے ساتھ پارٹی بن رہے ہیں۔

جناب سپیکر: میں قواعد وضوابط کی بات کرتا ہوں۔ آپ بلاوجہ بات کرتے ہیں۔ مجھے آپ کی بات پر افسوس ہے۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! ملک وارث کلو صاحب نے آپ کو کہا ہے کہ آپ پارٹی بن رہے ہیں۔ آپ انہیں کہیں کہ وہ اپنے الفاظ واپس لیں۔۔۔

جناب سپیکر: نہیں، نہیں۔ ایسی بات نہیں ہے۔ یہ الفاظ آپ خود ہی حذف کر دیں۔

وزیر قانون وپارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون وپارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں انتہائی ادب کے ساتھ یہ بات آپ کے سامنے رکھنا چاہوں گا کہ وہ روایات جو پارلیمانی روایات کے نام سے، اس معزز ہاؤس کے نام سے approved ہیں اور جن پر consensus ہے میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں ان روایات کا لحاظ رکھنا چاہئے۔ یہ بالکل اس معزز ہاؤس کی پچھلی ساٹھ ستر سالہ روایات ہیں کہ Question Hour, Private Members' Day, Adjournment Motions, Privilege Motions یعنی عام ممبران سے متعلق جو مواقع ہوتے ہیں ان پر کورم point out نہیں کیا جاتا اور عام بحث پر بھی کورم point out نہیں کیا جاتا۔ ہاں legislation میں گورنمنٹ پر لازم ہے کہ وہ کورم پورا کرے اور اس کے بعد legislation کرے تو میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں ان روایات کا خیال رکھنا چاہئے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! اپوزیشن کو بھی ذرا تھوڑا سا موقع دیں۔

جناب سپیکر: جی، میں اس کے بعد ٹائم دیتا ہوں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ثقافت وامور نوجواناں (محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری): جناب سپیکر! بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے ٹائم دیا۔ آج جس department کا Question Hour تھا میں اس کی پارلیمانی سیکرٹری ہوں۔ میں نے اس حوالے سے بات کرنی تھی۔ پہلے مجھے کچھ ان باتوں کا جواب دینا پڑے گا۔ بات یہ ہے کہ یہ بھی پارلیمانی روایات ہی ہیں کہ Rules of Procedure میں کورم پورا کرنا آخر سوچ سمجھ کر رکھا گیا ہوگا تو کیا ہی اچھا ہوتا کہ ---

جناب سپیکر: جی، میں نے وہ بات کر دی ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ثقافت وامور نوجواناں (محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری): جناب سپیکر! جب مہنگائی پر بحث ہونی تھی---

جناب سپیکر: جی، اس پر میں ruling دے چکا ہوں۔ اب آپ اپنی اور بات کریں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ثقافت وامور نوجواناں (محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری): جناب سپیکر! یہ ایک اہم اور critical issue تھا اور کتنے وزراء کرام موجود تھے اگر یہ بات sensitivity کی بات ہے تو پھر ہر ایک کو اپنی responsibility feel کرنی چاہئے۔ اس طرح سے یہ کہنا کہ کورم point out کرنا ہر ممبر کا حق ہے اور کورم پورا کرنا گورنمنٹ کی ذمہ داری ہے، اگر یہ اتنے serious ہیں تو کالی پٹیاں باندھ لینے سے sensitivity نہیں آتی اور کالی پٹیاں باندھ لینے سے آپ ڈرامہ تو دکھا سکتے ہیں۔--(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: کلو صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ اپنی باری کا انتظار کریں۔ وارث کلو صاحب! ان کو بولنے دیں۔ میں نے floor ان کو دیا ہے۔ آپ کیا کرتے ہیں؟ Let hir speak

پارلیمانی سیکرٹری برائے ثقافت وامور نوجواناں (محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری): جناب سپیکر! اگر پنجاب اسمبلی میں شور مچانے کا مقابلہ کرنا ہے تو مجھ سے زیادہ شور کوئی نہیں مچا سکتا اور یہ میں guarantee سے کہہ رہی ہوں تو اس لئے جب میں کسی کی بات تحمل سے سنتی ہوں تو میری بات بھی غور سے سنی جائے۔

جناب سپیکر! میری گزارش ہے کہ یہ بالکل بہت اہم معاملہ ہے جس پر تمام Houses میں بات ہوئی تو پنجاب اسمبلی کو بھی سنجیدگی کا مظاہرہ کرنا چاہئے تھا پھر full House ہوتا اور یہاں پر پنجاب کے لوگوں کو نظر آتا کہ کتنے sensitive issue پر جب کلو صاحب کروڑوں روپے کی

دُہائی دے رہے تھے تو کلو صاحب کے آنے جانے کا ٹائم بھی نوٹ کر لیں کہ کل وہ کتنے بجے تشریف لائے تھے اور کتنے بجے گئے تھے۔اس طرح سے صرف میڈیا کو trick کر کے اور کالی پٹیاں باندھ کر مسئلہ حل نہیں ہو گا۔۔۔(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: جی،آپ اس طرح نہ کریں، کیا کرتے ہیں؟ میں نے ان کو floor دیا ہوا ہے۔ No cross talk.

پارلیمانی سیکرٹری برائے ثقافت وامور نوجواناں(محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری): جناب سپیکر! پاکستان کا 65 فیصد حصہ پنجاب پر مشتمل ہے۔۔۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! آپ نے مجھ سے commitment کی تھی کہ آپ مجھے ٹائم دیں گے۔

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

پارلیمانی سیکرٹری برائے ثقافت وامور نوجواناں(محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری): جناب ڈپٹی سپیکر صاحب! شکریہ۔خوش آمدید۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی،آپ کا بھی بہت شکریہ

محترمہ فوزیہ بہرام: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرا خیال ہے کہ جو بات ہو رہی ہے اگر باری باری کر لیں تو زیادہ اچھی بات ہے۔پہلے وہ کر لیں پھر آپ کر لیں۔پھر جو سپیکر صاحب نے بتایا ہے کہ لغاری صاحب ہیں تو اس کے بعد میں آگے دیکھ لوں گا۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! میں نے بھی بات کرنی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، میں آپ کو بھی ٹائم دوں گا۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ثقافت وامور نوجواناں(محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری): جناب سپیکر! اگر مجھے بات کرنے کا موقع دیا جائے گا تو میں بات کر سکتی ہوں otherwise پھر اگر وہ بولیں گے تو میں بھی بولوں گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی،آپ بات کریں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ثقافت وامور نوجواناں(محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری):جناب سپیکر! شکریہ۔ میں یہ گزارش کر رہی تھی کہ اس اہم issue پر تمام ہاؤس کو سنجیدگی کا مظاہرہ کرنا چاہئے اور پنجاب پاکستان کا 65 فیصد ہے تو مہنگائی کا زیادہ issue ہے وہ پنجاب کے اندر ہے تو ہمیں پوچھنا چاہئے کہ پنجاب overdraft پر کیوں چل رہا ہے؟ ہمیں پوچھنا چاہئے کہ 7۔ارب روپے تنوروں میں جھونک دیئے گئے تو اس کے ساتھ کسی غریب آدمی کا بھلا ہو سکتا تھا۔

جناب سپیکر! بہت سارے issues ہیں جن پر ہم بھی بات کرنا چاہتے ہیں لیکن بات یہ ہے کہ کورم پورا کرنا گورنمنٹ کی ذمہ داری ہے۔ جب آپ کالی پٹیاں باندھ کر آئے، آپ نے باہر تصویریں بنوائیں تو اس کے بعد ہاؤس میں بھی بیٹھنا چاہئے تھا پھر اس پر بات بھی کرنا چاہئے تھی۔ اس طرح تو صرف میڈیا گیلری کے ساتھ کھیل کر آپ سمجھتے ہیں کہ لوگوں کو مطمئن کر لیں گے تو ایسا نہیں ہوتا۔

جناب سپیکر! دوسرا میں ایک اہم issue پر اس وقت بات کرنا چاہ رہی تھی تو سپیکر صاحب نے مجھے اب ٹائم دیا تھا۔ ثقافت کے محکمہ کے بارے میں آج سوالات کے جوابات دیئے گئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، پوائنٹ آف آرڈر پر ایک اور پوائنٹ آف آرڈر ہو سکتا ہے؟ آپ کا جو پوائنٹ آف آرڈر تھا اس پر آپ کی بات ہو گئی ہے۔ اب جو بھی ہے مختصراً wind up کریں۔

(اذان ظہر)

پارلیمانی سیکرٹری برائے ثقافت وامور نوجواناں(محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری):جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر specifically اسی issue کے بارے میں تھا۔ سپیکر صاحب نے جونہی question hour ختم کیا تو میں اسی وقت کھڑی ہوئی تھی لیکن انہوں نے دو تین معزز ممبران کو ٹائم دے دیا تو میں بات نہیں کر سکی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چلیں، آپ بات کریں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ثقافت وامور نوجواناں(محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری):جناب سپیکر! میں ثقافت کے محکمہ کی پارلیمانی سیکرٹری ہوں، میرا فرض بنتا ہے اور میرے فرائض منصبی میں شامل ہے کہ جو بات سچ اور حقیقت ہے وہ اس ہاؤس کے floor پر ہونی چاہئے۔ میں نے اپنی پچھلی بجٹ

تقریر میں الحمراء آرٹ کونسل کے بارے میں کچھ facts and figures کے ساتھ بات ہاؤس میں رکھی تھی لیکن unfortunately وہ سیاسی معاملہ ہوا، پھر پریس کانفرنس ہوئی اور پھر وہ بات غائب ہو گئی۔ آج بھی اس الحمراء آرٹ کونسل کے بارے میں سوال اس question hour میں موجود تھا لیکن اس سوال کی باری نہیں آئی۔

جناب سپیکر! میری آپ سے گزارش ہے کہ یا تو اس سوال کو pending فرما دیا جائے یا میں دست بستہ آپ سے گزارش کروں گی کہ جو الحمراء آرٹ کونسل کا حال ہے اور جو الحمراء آرٹ کونسل میں کرپشن ہے، ابھی وسیم قادر صاحب جو ہمارے حکومتی بنچوں کے ممبر ہیں انہوں نے بھی الحمراء آرٹ کونسل کے بارے میں facts and proof کے ساتھ بات کرنی چاہی تھی تو میری آپ سے گزارش ہے کہ اگر آپ question pending کر سکتے ہیں تو وہ فرما دیجئے ورنہ آپ کم از کم کمیٹی تشکیل دے دیجئے جو الحمراء آرٹس کونسل کے audits کو check کرے، جو الحمراء آرٹس کونسل کی proceedings کے بارے میں facts اس ہاؤس میں لے کر آئے۔ میں سمجھتی ہوں کہ مجھے اپنی ذمہ داری پوری کرنی چاہئے کیونکہ میں اس محکمے کی پارلیمانی سیکرٹری ہوں اور میرے فرائض میں شامل ہے کہ جو سچ ہے وہ اس ہاؤس کو پتا ہو۔

جناب ڈپٹی سپیکر: منسٹر صاحب اس وقت موجود نہیں ہیں۔ میرے خیال میں بہتر یہ ہے کہ وسیم قادر صاحب اور آپ کل بیٹھ کر بات کریں اور ہمیں چیمبر میں ہی بتادیں پھر اس کے حساب سے ہم دیکھ لیں گے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ثقافت و امور نوجواناں (محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری): شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فوزیہ بہرام صاحبہ!

محترمہ فوزیہ بہرام: جناب سپیکر! میں نے جس وقت پوائنٹ آف آرڈر کی اجازت مانگی تھی تو اس وقت کلو صاحب نے بجلی اور گیس سے متعلق ایک بات کی اور اس سے متعلق میاں نصیر صاحب نے بھی add up کیا کہ گھر گھر میں صفِ ماتم بچھا ہوا ہے۔ actually بات یہ ہے کہ الزامات حکومتوں پر دینے کی بجائے، ہم لوگ یہاں سیاستدان بیٹھے ہیں پارٹیوں کو ایک طرف کریں سب سے اہم ہمارا ملک ہے اور میں سمجھتی ہوں کہ لاء اینڈ آرڈر، بجلی، گیس اس قسم کے پوائنٹ آف آرڈرز اٹھا کر الزامات حکومتوں کو دینے کی بجائے ہمیں چاہئے کہ ہم seriously بیٹھ کر ایک کمیٹی بنائیں۔ جس میں ان matters کو جو گورنمنٹ کے ہیں seriously take up کیا جائے اور

development کو چھوڑ کر ان matters کو پوری قوم کے لئے حل کریں۔اس کے علاوہ میں سمجھتی ہوں کہ اس قسم کی باتوں کا نہ تو وقت ہے نہ موجودہ اسمبلی کے ممبران کو اتنا غیر سنجیدہ معاملہ اٹھانا چاہئے کہ ایک حکومت کا گریبان پکڑیں اور دوسری حکومت کا گریبان پکڑیں۔اب سنجیدہ وقت ہے کہ ہم اس ملک کے متعلق سوچیں اور سنجیدگی کے ساتھ اپنی development کی جو سکیمیں ہیں ان کو دو سال کے لئے چھوڑ دیں۔ حکومت کو free hand دیں تاکہ حکومت ہمارے ان matters کو حل کر سکے کیونکہ یہ سب کچھ unplanned ہے۔ میری ایک Adjournment Motion بھی اسی کے متعلق آپ کے پاس pending ہے اور میں اسی موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے request کروں گی کہ مہربانی کر کے اس کو جلد اسمبلی میں پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ میاں محمد رفیق صاحب!

خواجہ عمران نذیر: جناب سپیکر! اب میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں آپ کی طرف آرہا ہوں، میں نے نام لکھے ہوئے ہیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! آپ بعد میں بولی ہیں، آپ کا نام میاں نصیر صاحب کے بعد ہے۔ جی، میاں محمد رفیق صاحب!

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! آپ کا بے حد شکریہ۔یہاں پر جناب کلو صاحب نے برطانیہ کے حوالے سے جمہوری پارلیمانی روایات کی بات کی ہے تو اس حوالے سے میں یہ گزارش کروں گا کہ we are a polarized Nation in the making. ہم دھڑے بندی کا شکار ہیں۔ ہمارے روّیے سیاسی ہیں نہ جمہوری ہیں۔اس حوالے سے یہاں جن جمہوری ممالک کی روایات کا ذکر کیا گیا ہے ان ممالک میں تو کورم کا کوئی سوال ہی نہیں ہے۔ کورم ان کے آئین میں ہی نہیں ہے اور ان کی پارلیمانی روایات میں بھی نہیں ہے۔انڈیا میں بھی کورم کا مسئلہ نہیں ہے وہاں دو ممبر بھی بیٹھے ہوں تو ایوان کی کارروائی چلتی رہتی ہے اس لئے میری آپ کے توسط سے معزز ممبران حضرات سے گزارش ہے اور خاص طور پر وزیر قانون اس پر توجہ فرمائیں کہ قواعد و ضوابط سے کورم کا section ختم کر دیا جائے۔ یہ ممبران اسمبلی کے لئے ایک test ہو گا کہ وہ حکومتی معاملات میں،

اداراتی معاملات میں، عوام کے معاملات میں کتنی دلچسپی رکھتے ہیں اور کتنے لوگ ایوان میں موجود ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی ، بہت شکریہ۔میاں صاحب !آپ تشریف رکھیں۔ جو کورم ہے یہ basicallyہمارے آئین میں ہےاورآپ کوبھی اس کی تبدیلی کاپوراprocedureمعلوم ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر!میں بھی یہ کہنا چاہتاہوں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، جن دوستوں کے نام ہیں میں ان کو باری دیتاہوں۔صرف ایک تحریک استحقاق لینے دیں اس کے بعد دوستوں کو باری دوں گا۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر!بات صرفtiming کی ہوتی ہے۔اگر timing relevant نہ ہو تو بات نہیں ہوتی۔ فجر کی نماز فجر کے وقت ہی پڑھی جائے گی اگر اس وقت میں کہوں کہ عشاء کی نماز۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی،فرمائیں!

جناب محمد محسن خان لغاری: آپ کہیں کہ دو گھنٹے بعد اس کے بارے میں بات کرو تو پھر اس کی continuation نہیں رہتی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی،فرمائیں!

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میری گزارش یہ تھی کہ ابھی پارلیمانی روایات اور کورم point out کرنے کی جو بات چل رہی ہے توPrivate Members' Dayپر اسی ہاؤس کے اندر لاء منسٹر صاحب کی میرے خیال میں تو حکومت کی ملی بھگت کے ساتھ جب ہماری ایک RGST Resolution پچھلی دفعہ ہاؤس کے ایجنڈے میں تھی تو Private Members' Dayپر مل ملا کر کورم point out کیا گیا کیونکہ اس وقت ruling coalitionپاکستان مسلم لیگ(ن)فیڈرل گورنمنٹ کے ساتھ confrontation نہیں چاہتی تھی۔ اسی طرح آج price hike کا جوissueہے، یہاں کی جو debateہے آپ بھی قانون کو بڑی اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ ہماریdebateنے کہیں نہیں جانا، ہماری debate نے صرف press کے اندر reportہونا ہے۔ ہمارے ہاؤس سے جو چیز جائے گی وہ ایک resolutionہو گی۔ جس دن سے یہ اجلاس شروع ہوا میں نے ہاؤس کے اندر ایک resolution جمع کرا دی تھی۔ میں نے لاء منسٹر صاحب اور سپیکر

صاحب سے request کی تھی کہ اسے out of turn لے لیا جائے تو مجھے کہا گیا کہ اسے out of turn نہیں لینا۔ ہمارے اس ہاؤس کے اندر rules suspend کر کے بہت دفعہ out of turn قرار دادیں لائی گئی ہیں تو میری گزارش یہ ہے کہ ایک resolution لائی جائے، مجھے credit لینے کا کوئی شوق نہیں ہے۔ بے شک اس قرارداد کو حکومت پیش کر دے میں withdraw کر لوں گا۔ حکومت یہ resolution جمع کرا دے کہ پنجاب کی اسمبلی اور پنجاب کے عوام اس چیز پر concerned ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کو واپس لیا جائے۔ میں پھر سے عرض کروں گا کہ یہاں کی debate صرف press میں رپورٹ ہو گی ہماری resolution صدر کو جائے گی، وزیر اعظم کو جائے گی، نیشنل اسمبلی کو جائے گی اور باقی اسمبلیوں کو جائے گی۔

Formal opinion of this House will be through a Resolution, not through a debate. A debate will be just a discussion in this House and the press will report it. Do we just want to report in the press or do we want to formally being conveyed to the Federal Government that we have a serious concern about this?

اس بارے میں، میں نے سپیکر صاحب سے بھی گزارش کی تھی۔ اب آپ Chair کر رہے ہیں، اب آپ سے بھی میری یہ گزارش ہے کہ اس resolution کو مہربانی کر کے take up کر لیں۔ میرے نام سے take up نہ کریں بلکہ حکومت take up کر لے۔

But the Punjab should formally convey its concern on this price hike.

یہ میری گزارش ہے اگر یہ نہیں کرنا تو پھر debate کے دوران سے کورم point out ہو سکتا ہے۔ آپ آج بھی دیکھ لیں کورم آج بھی پورا نہیں ہے کوئی point out کرے یا نہ کرے یہ بعد کی بات ہے لیکن اگر ہم ایک Resolution لے آئیں گے تو وہ کورم سے بھی آزاد ہے اور میری آپ سے یہ گزارش ہے کہ۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ میں ابھی اس کو دیکھتا ہوں۔

سید حسن مرتضیٰ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، میں نے already نام لکھے ہوئے ہیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں نے صرف ایک بات کرنی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، پلیز! دیکھیں میں نے نام لکھے ہوئے ہیں۔ جی، میاں نصیر صاحب!

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! مجھے ایک منٹ دے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: پلیز، میں آپ کو ابھی floor دیتا ہوں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! مجھے آپ کی ruling چاہئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: دیکھیں Chair کے پاس اتنا right رہنے دیں۔۔۔(قطع کلامیاں)
حسن مرتضیٰ صاحب! میں آپ کو floor دوں گا۔ تشریف رکھیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! مجھے آپ کی ruling چاہئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بالکل میں floor ابھی دوں گا، جب آپ بیٹھیں گے تو ruling بھی دوں گا اور سب کچھ کروں گا۔ آپ بیٹھیں، تشریف رکھیں۔ میاں نصیر صاحب!

سید حسن مرتضیٰ: جب وقت گزر جائے گا تو پھر بات کا کیا فائدہ؟

جناب ڈپٹی سپیکر: Chair کا اتنا آپ احترام رکھیں کہ Chair نے اگر کسی کو floor دیا ہے۔۔۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! آپ کا احترام سر آنکھوں پر، لغاری صاحب نے ایک بات کی ہے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: حسن مرتضیٰ صاحب! .This is no way جن ممبران نے ٹائم لکھوایا ہوا ہے ان کے بعد میں نے آپ کا نام لکھ دیا ہے۔ میں آپ کو ابھی floor دوں گا، تشریف رکھیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! میرا نام بھی شامل ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، ہے۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! ابھی میرے ایک معزز ممبر نے ایوان کے اندر کورم کے حوالے سے بات کی کہ کورم پورا کرنا گورنمنٹ کی ذمہ داری تھی۔ ہم آج تک یہی سمجھتے رہے ہیں کہ اگر یہ مفاہمت کی حکومت چل رہی ہے تو اس کے اندر یہ لوگ بھی ہماری اس گورنمنٹ کا حصہ ہیں، اگر یہاں گورنمنٹ سے مراد صرف جھنڈے والی گاڑی لینا، پروٹوکول کو enjoy کرنا ہی ہے اور پنجاب کے لوگوں پر آنے والی آفت کے بارے میں بات کرنے سے اجتناب کرنا ہے تو میں یہ سمجھتا ہوں

کہ ان کو اب یہ مان لینا چاہئے، اپنے کردار کو واضح کر لینا چاہئے کہ گورنمنٹ کا حصہ رہنا ہے یا ہم نے بطور اپوزیشن کردار ادا کرنا ہے؟ مجھے یہ بتائیں کہ اگر کل اس پر بحث طے ہوئی تھی تو کیا قباحت تھی کہ ہم اس پر بات کر لیتے کہ پنجاب کے اندر بجلی نہیں آ رہی؟ اس میں کیا قباحت تھی کہ اگر ہم اس پر بات کر لیتے کہ وہ گیس جس کا Prime Minister of Pakistan نے وعدہ کیا تھا کہ پنجاب کی انڈسٹری کو ہفتے کے اندر پانچ دِن گیس ملے گی۔ جس دِن یہ اعلان ہوا اس دِن کے بعد پنجاب کی انڈسٹری میں ہفتے میں پانچ دِن گیس کی لوڈ شیڈنگ کا آغاز کر دیا گیا۔ پنجاب کے اندر لاکھوں کروڑوں گھروں کا چولہا اس انڈسٹری کی وجہ سے چلتا ہے اور اس انڈسٹری میں پنجاب کے اندر پانچ دِن سے گیس کو بند کر دیا گیا۔ اس میں کیا حرج تھا کہ اگر پنجاب کے لوگوں کے بارے میں یہ بات کر لی جاتی؟ آج اگر پنڈی اور لاہور جیسے شہروں کے اندر دیکھا جائے تو صبح جو بچے سکولوں کو جاتے ہیں ان کو گیس نہ ہونے کی وجہ سے ناشتا نہیں ملتا۔ آج یہ پنجاب دوبارہ ان اندھیرے دِنوں کی طرف واپس جا رہا ہے جس میں گیس ہے، بجلی ہے اور نہ زندگی کی اور کوئی سہولت ہے۔ اس میں کیا بُرائی تھی، کیا حرج تھا کہ اگر اس دِن یہ بات کر لی جاتی کہ جو تیل کی قیمتیں بڑھائی گئی ہیں، آج پوری دُنیا کے اندر جب internationally تیل 160 ڈالر فی بیرل تھا تو اس وقت یہاں پر -/66 روپے قیمتیں تھیں آج 90 ڈالر فی بیرل قیمت ہے اور پٹرول کی قیمتیں بڑھا دی گئی ہیں تو اس میں کیا حرج تھا کہ اگر اس پر بات کر لی جاتی کہ اگر غیر ضروری طور پر پٹرول کی قیمتیں بڑھائی جائیں گی تو مہنگائی کا ایک طوفان پاکستان میں آئے گا اور ایسا مہنگائی کا طوفان آئے گا کہ یہاں پر پھر کوئی سیاسی حکومت چاہے ان کی ہو، چاہے کسی اور کی ہو نہیں بچے گی۔

جناب والا! میں یہی کہنا چاہتا ہوں کہ اس دن اس ایوان کے اندر چاہے ایک ممبر بھی بیٹھتا یہ ہمارا فرض تھا، آج پاکستان کے اندر جو مہنگائی کا طوفان دانستہ طور پر لے کر آیا جا رہا ہے اس پر بات کی جاتی۔ ابھی میری بہن نے بات کی کہ پنجاب کے ہر گھر میں صفِ ماتم بچھا ہوا ہے۔ یہ صفِ ماتم پنجاب کے گھروں میں نہیں پاکستان کے 18 کروڑ عوام کے گھروں میں بچھا ہوا ہے۔ ایک عام آدمی جس کے لئے دو وقت کی روٹی پوری کرنا بھی مشکل ہو گیا ہے آج وہاں سے بات ہونا تھی۔ اگر کل بات ہوتی تو یہ بات بھی ہونی تھی کہ پاکستان کی ایک سیاسی بھتہ خور جماعت نے پنجاب پر الزام لگایا ہے اس پنجاب میں جہاں سندھی بھی رہتے ہیں، جہاں بلوچی بھی رہتے ہیں، جہاں پٹھان بھی رہتے ہیں اس پر یہ گندہ الزام لگایا گیا ہے کہ پنجاب کے ہر گھر میں مجرا ہوتا ہے۔ میں اس سیاسی

بھتہ خور جماعت کے خلاف شدید احتجاج کرتا ہوں۔ان کے اس بیان کے خلاف کہ انہوں نے پنجاب کے صرف دس کروڑ عوام پر الزام نہیں لگایا بلکہ یہ پاکستان کی 18 کروڑ عوام کے اوپر یہ گند اچھالا ہے اور یہ گند پنجاب کے اندر رہنے والے ہر سندھی، پنجابی اور بلوچی پر لگایا گیا ہے میں اس پر بھی احتجاج کرتا ہوں۔ ہم نے اس دن یہ بھی احتجاج کرنا تھا کہ آج پاکستان کی عوام دس سال کی آمریت کے بعد جمہوریت کو دعائیں دے کر لائے تھے،ایک جوش وجذبے کے ساتھ لے کر آئے تھے لیکن آج اس جمہوریت نے پاکستان کے ہر گھر کے اندر اندھیرا کر دیا ہے۔آج زندگی کا ہر معاملہ مشکل ہے۔ابھی میرے بھائی نے جی ایس ٹی کی بات کی تو عوام یہ سمجھنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ وفاقی حکومت پاکستان کی عوام کو کسی نہ کسی طرح ہر زاویہ سے ان کی زندگی کا تانا بانا مشکل کرنے پر اڑی ہوئی ہے۔ اگر دیکھا جائے تو آج فیڈرل کے اندر 500۔ارب روپے کی کرپشن ہے۔آج یہ جی ایس ٹی کی بات کرتے ہیں کہ 350۔ارب روپے اکٹھے کرنے ہیں آج فیڈرل گورنمنٹ کے اندر 700۔ارب روپے کی کرپشن ہے۔ ہمارے لئے یہ بات باعث شرمندگی ہے کہ یورپین پارلیمنٹ یہ پالیسی بناتی ہے کہ پاکستان کے اندر کرپشن کو کس طرح سے روکا جائے۔ ہمارے لئے یہ کتنی شرم کی بات ہے کہ پاکستان کا Interior Minister یہ کہتا ہے کہ پاکستان کے سولہ محکمے کرپشن کی نذر ہو چکے ہیں۔آج آئی ایس آئی اور آئی بی کی ڈیوٹی لگائی جاتی ہے کہ خدا کے لئے پاکستان کے سولہ محکمے جن کے اندر کرپشن عروج پر ہے ان کو روکا جائے۔ یہ کتنی بدقسمتی کی بات ہے کہ یورپین پارلیمنٹ میں یہ کہا جاتا ہے کہ پاکستان کو اب کوئی aid نہیں دی جائے گی۔28۔ارب روپے فیڈرل حکومت نے ایشیئن بنک کو اس لئے ادا کئے ہیں کہ ایشیئن ڈویلپمنٹ بنک نے ہمیں جو aid دی تھی وہ aid ہم شفاف طریقے سے پاکستان کے اندر نہیں لگا سکے۔ ہم آمریت کا رونا روتے ہیں ان آٹھ سالوں کے اندر صرف 9۔ارب روپے pay کئے گئے اور ان کے اڑھائی سال کے اندر 28۔ارب روپے صرف اس لئے دیئے گئے کہ اس موجودہ وفاقی حکومت نے وہ تمام پیسے کرپشن کی نذر کر دیئے ہیں۔

جناب سپیکر! میں آخر میں یہی التجا کروں گا کہ اگر دوبارہ اس ایوان کے اندر مہنگائی پر بات ہو،ایک عام آدمی کی ضرورتوں کی بات ہو تو چاہے اس ایوان کے اندر ایک آدمی بھی بیٹھا ہو ہمیں اس بحث میں حصہ ضرور لینا چاہئے۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ محترمہ ثمینہ خاور حیات صاحبہ!

محترمہ فوزیہ بہرام: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ نے بھی اگر بولنا ہے تو میں آپ کا نام لکھ لیتا ہوں۔ آپ کو بھی floor دوں گا۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! شکریہ

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب والا! یہ debate price hike پر ہے یا پوائنٹ آف آرڈر پر ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: ابھی تو پوائنٹ آف آرڈر پر بات ہو رہی ہے۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب والا! میرے بھائی ٹائم پر detail میں بات کرتے تو زیادہ بہتر تھا لیکن آپ نے ان کو کافی موقع دیا وہ بولے ہیں لیکن محض بیانات کے اوپر تو بات نہیں چلنی چاہئے۔ ماشاءاللہ ان کی وفاق میں 91 سیٹیں ہیں تو ان کو آگے آنا چاہئے اور عدم اعتماد کی تحریک پیش کرنا چاہئے۔ اس طرح سے بحث کرنا، شور ڈالنا، ان کو تو اب اللہ تعالیٰ نے موقع دیا ہے یہ موقع کا فائدہ اٹھائیں chance avail کریں اور یہ عدم اعتماد کی تحریک کو لے کر آگے بڑھیں۔ اب تو کتنا اچھا موقع ہے۔ میں واپس اپنے پوائنٹ آف آرڈر پر آنا چاہتی ہوں اور میں آپ کی ایک بہت اہم issue کی طرف توجہ دلانا چاہتی ہوں۔ راولپنڈی اور اسلام آباد کے پنجاب ہاؤس کے daily wages کے ملازمین جنہیں چار ماہ سے تنخواہیں نہیں ملیں اور یہ وہ ملازمین ہیں جن کی تنخواہیں -/4500 سے -/5500 روپے تک ہیں۔ ایسے ملازمین کل کو جب خودکشیاں کرتے ہیں اور اس کے بعد ہم ان کو جا کر چیک دیتے ہیں جو کہ bounce ہو جاتے ہیں تو ہم ان کو پہلے ہی کیوں نہ دیکھ لیں تاکہ مزید ملازمین خودکشی نہ کریں۔ آپ کی مہربانی ہے اس issue پر میں آپ کی توجہ دلانا چاہ رہی تھی ان کی جو چار ماہ سے تنخواہیں رکی ہوئی ہیں ان پر action لیا جائے اور ان کو وہ تنخواہیں دلائی جائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ سید حسن مرتضیٰ صاحب!

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! بہت شکریہ آپ نے مجھے ٹائم دیا ہے۔ لغاری صاحب جس وقت بات کر رہے تھے اس وقت تو میں آپ کی ruling چاہتا تھا کیونکہ انہوں نے یہ کہا تھا کہ کورم آج بھی پورا نہیں ہے کیا اس قسم کی نشاندہی کے بعد ضروری نہیں کہ گنتی کروائی جاتی؟

جناب ڈپٹی سپیکر:اس کا طریقہ یہ ہے کہ کورم point out کیا جائے۔

سید حسن مرتضیٰ:جناب سپیکر!میں عرض کر رہا ہوں آپ میری بات سن لیں۔یہاں بڑی پارسائی کی باتیں ہو رہی ہیں، ایمانداری کی باتیں ہو رہی ہیں، کسی کے گریبان کو پکڑنا بہت آسان ہے، اپنے میں جھانکنا مشکل ہے۔یہاں آپ دیکھ لیں کہ House میں کتنے لوگ موجود ہیں اور باہر حاضری پر آپ دیکھ لیں کہ کتنے لوگوں کی حاضری لگی ہوئی ہے۔ کم از کم جو لوگ یہاں پارسائی کی باتیں کر رہے ہیں ایماندار بنے بیٹھے ہیں وہ جا کر اپنی جماعت کے ان لوگوں کے voluntarily sign کاٹ دیں کہ وہ لوگ نہیں آئے لہذا ان کو آج کی تنخواہ نہ ملے۔

جناب سپیکر!یہاں پر پنجاب حکومت کی بات ہے، جب مہنگائی پر بات ہوتی ہے فیڈرل حکومت پر criticize کرنے سے پہلے یہاں پر یہ تو بتایا جائے کہ پنجاب کے حکمرانوں کے پاس ملیں بھی ہیں اور اس کے علاوہ سارا کچھ ہے وہ کم از کم اپنی ملوں کی چینی تو سستے داموں بیچیں۔ پنجاب کے جو ملز مالکان ہیں ان کی چینی بھی -/100 روپے سے زیادہ میں بک رہی ہے اور جو فیڈرل گورنمنٹ نے لے کر دی ہے وہی آج -/65 اور -/70 روپے بازار میں مل رہی ہے۔اگر یہاں پر مہنگائی پر بات ہونی ہے تو اس بھنڈی، پیاز، ٹماٹر کی بھی بات ہو جس کی پرائس کنٹرول کرنا خالصتاً پنجاب گورنمنٹ کا مسئلہ ہے۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ کہاں ہیں وہ پرائس کنٹرول کمیٹیاں، وہ مارکیٹ کمیٹیاں جن کی یہ ڈیوٹی ہے کہ وہ پرائس کو کنٹرول کریں۔

جناب سپیکر!ایک آدمی نے کل کورم point out کیا انہوں نے سارا الزام اس بات پر لگا دیا کہ پاکستان پیپلز پارٹی نے کیا ہے۔یہاں پر پارٹی کے behalf پر کوئی بندہ بھی کورم point out کرتا ہے اور نہ ہی یہ پہلے سے decide ہوتا ہے۔ یہ اس کی اپنی ذاتی رائے ہے کہ وہ یہاں پر کورم point out کرے۔آج آپ بڑی خوشی سے ٹائم رکھیں بلکہ رکھنے کی ضرورت ہی نہیں ہے، آپ پوائنٹ آف آرڈر پر پوری پوری تقریر کروا رہے ہیں اس سے زیادہ بہتر موقع ان کو آخر کب ملنا ہے ؟آپ یہاں پر بحث کروائیں انشاء اللہ تعالیٰ ہم تیار ہیں جتنے ممبران بھی پاکستان پیپلز پارٹی کے یہاں موجود ہیں وہ اس پر بات کریں گے۔ جس وقت جی چاہے آپ اس پر بات کر لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر:جناب عامر سلطان چیمہ!

چودھری عامر سلطان چیمہ:جناب والا!میں دو باتیں کرنا چاہوں گا ایک تو آج مہنگائی پر کافی بحث ہو رہی ہے اور یقیناً سپیکر صاحب نے اس پر کل کا دن بھی مقرر کیا تھا لیکن بدقسمتی سے اس پر بات

نہیں ہو سکی۔Almost parties کا جو مؤقف ہے ہر پارلیمانی پارٹی کے بندوں نے یہاں پر اپنا مؤقف دے دیا ہے اور اخبارات میں بھی آگیا ہے اس پر آئندہ بھی جب کبھی آپ debate رکھیں گے تو سب کو بات کرنی چاہئے۔ مجھے صرف ایک بات کا دکھ ہوتا ہے اور تکلیف ہے، ابھی میرے ایک بھائی فیڈرل گورنمنٹ پر تنقید کر رہے تھے اور ان پر الزامات لگا رہے تھے پاکستان مسلم لیگ (ن) سے ان کا تعلق ہے، جیسا کہ میری ایک بہن نے بھی کہا ہے کہ آج اللہ تعالیٰ نے پاکستان مسلم لیگ (ن) کو اتنا اچھا موقع دے دیا ہے، ان کے پاس 91 ممبران ہیں اور 69 ممبران سے تحریک عدم اعتماد آ سکتی ہے۔ آج قومی اسمبلی میں اپوزیشن majority میں آ چکی ہے۔ حکومت اقلیت میں آ چکی ہے اور آج اللہ تعالیٰ نے ہمیں موقع دیا ہے۔[****] جس کا یہ حوالہ دے رہے ہیں [*******]

سید حسن مرتضیٰ: پوائنٹ آف آرڈر۔ یہ [****] حکومت کہہ دیں تو ان کو نہیں روکا جاتا۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ الفاظ میں کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب والا! آپ ہماری بات تو سنتے نہیں ہیں۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب والا! میں پھر یہی گزارش کروں گا کہ یہ محض تقریروں سے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چیمہ صاحب! ایک منٹ۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! پارلیمانی روایات کو آج کیوں نہیں ملحوظ خاطر رکھا جا رہا، آج کیوں اس قسم کی باتیں کرنے کی اجازت دی جا رہی ہے؟ اگر کوئی یہاں پاکستان پیپلز پارٹی کے بارے میں زبان کھولے گا، ہاں! ایک پارلیمانی روایات کے مطابق، ایک جمہوری طریقے کے ساتھ اس کو criticize کرے ہم سننے کے لئے تیار ہیں لیکن اگر کوئی [****] تو پھر وہ جواب ہم بھی دے سکتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ یہ جو دو الفاظ آپ نے کہے ہیں وہ میں کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔۔۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب والا! میں نے تو وہ بات کی ہے کہ جو ممبر نے کہا ہے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: انہوں نے یہ الفاظ نہیں کہے۔ یہ الفاظ کارروائی سے حذف کئے جائیں۔

---

* بحکم جناب ڈپٹی سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! معزز ممبر نے جو بھی تقریر کی وہ آپ کے سامنے ہے۔ میں اسی تقریر کو سامنے رکھ کر کہتا ہوں کہ ہم اس کو عملی جامہ پہنائیں۔ یہ محض تقریریں کیوں کرتے ہیں؟ ان کے اپوزیشن لیڈر کہتے ہیں کہ ہم اس حکومت کو derail کریں گے، اس کے خلاف تحریک عدم اعتماد لائیں گے اور نہ ہی انہیں اعتماد کا ووٹ دیں گے۔ یہ آدھا تیتر آدھا بٹیر والی بات کیوں کرتے ہیں؟ آئیں یہ آگے بڑھیں اور ہم ان کا ساتھ دیں گے۔ اگر یہ کہتے ہیں کہ حکومت اس قابل نہیں کہ وہ حکومت کر سکے، اس نے عوام کے ساتھ ناانصافی کی ہے، اس نے عوام کے حق کی بات نہیں کی، جمہوریت کے نام پر ووٹ لینے والی، روٹی کپڑا اور مکان کے نام پر ووٹ لینے والی حکومت نے عوام کو کچھ نہیں دیا تو آئیں پہل کریں اور ہم ان کا ساتھ دیں گے۔

جناب سپیکر! میری دوسری بات یہ ہے کہ۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: پوائنٹ آف آرڈر پر ایک ہی پوائنٹ آف آرڈر۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! میں اصل بات یہ کرنا چاہتا تھا کہ۔۔۔

ملک محمد وارث کلو: جناب سپیکر! میں ان کی بات کا جواب دینا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کلو صاحب! بیٹھیں۔ میں نے جو نام لکھے ہیں اس کے حساب سے ہاؤس چلانے دیں۔ انہیں بات تو ختم کر لینے دیں۔ کلو صاحب! پلیز تشریف رکھیں۔ کلو صاحب! اس طرح نہیں۔ پلیز، آپ بیٹھیں میں پھر آپ کو ٹائم دوں گا۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ ایک اہم مسئلے کی طرف دلانا چاہتا ہوں کہ آج کے روزنامہ "ڈان" میں ایک تصویر چھپی ہے جس میں کچھ لوگ احتجاج کر رہے ہیں کہ ملتان روڈ کی توسیع ہو رہی ہے لیکن وہاں کے متاثرین کو ادائیگیاں نہیں کی جا رہیں۔ جہاں ملتان روڈ بن رہا ہے وہاں پر لوگوں کو ان کی ادائیگیاں نہیں کی جا رہیں مگر جب مغلپورہ کے underpass اور ring road بنی تو وہاں کے لوگوں کو ادائیگیاں کر دی گئی تھیں۔ وہاں 18 لاکھ 99 ہزار 555 روپے فی مرلہ کے حساب سے ادائیگی کی گئی۔ یہ ایک خاص ممبر قومی اسمبلی کا حلقہ بنتا ہے وہاں یہ چیز دے دی گئی لیکن ملتان روڈ پر یہ نہیں کیا جا رہا لہذا میں آپ کی وساطت سے یہ عرض کرتا ہوں کہ ملتان روڈ کے ان متاثرین کو بھی کم از کم مغل پورہ والے ریٹ پر ادائیگیاں کر دی جائیں تو

بہتر ہو گا۔وہ لوگ آکر ہمیں اپوزیشن چیمبر میں ملے ہیں تو میرا فرض بنتا تھا کہ میں ان کی آواز اس ایوان کی وساطت سے ایوان بالا تک پہنچاؤں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی،بہت شکریہ۔محترمہ فوزیہ بہرام صاحبہ!

ملک محمد وارث کلو: جناب سپیکر!اب میری بات سنیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں۔کلو صاحب!اس طرح نہیں۔میرے لئے آپ بڑے محترم ہیں لیکن مجھے ہاؤس کو بھی چلانا ہے۔Then what about the points of order جو باقی سب نے raise کئے ہیں؟

ملک محمد وارث کلو: جناب سپیکر!میں نے ان کی باتوں کا جواب دینا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کلو صاحب!تشریف رکھیں،میں آپ کا جواب لیتا ہوں۔کلو صاحب!ہاؤس آپ نے چلانا ہے یا میں نے؟.This is no way پلیز آپ تشریف رکھیں۔

ملک محمد وارث کلو: آپ bulldoze نہ کریں اور مجھے بات کرنے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کلو صاحب!اس طرح نہیں۔پلیز تشریف رکھیں۔کلو صاحب!This is no way پہلے فوزیہ بہرام صاحبہ بات کریں گی ان کے بعد آپ کی باری آئے گی۔جن ممبران نے پوائنٹ آف آرڈر raise کیا ہوا ہے میں انہیں موقع دے رہا ہوں۔جی،فوزیہ بہرام صاحبہ!

محترمہ فوزیہ بہرام: جناب سپیکر!میاں نصیر صاحب نے پوائنٹ آف آرڈر پر ایک اچھی خاصی تقریر کی ہے اور انہوں نے میرا نام لے لیا کہ میں نے یہ کہا ہے کہ پنجاب کے ہر گھر میں صف ماتم بچھا ہے۔خدا نہ کرے۔ مجھے خدا کی الرحم الرحمین اور خدا کی الرحم الرحیمی اور اس کی غفور الرحیمی پر پورا یقین ہے۔ میں پنجاب کیا پورے پاکستان کے کسی گھر میں یہ نہیں چاہتی بلکہ پوری دنیا کے کسی گھر میں نہیں چاہتی کہ صف ماتم بچھے۔ میں نے یہ نہیں کہا اسے بالکل کارروائی میں نہ لایا جائے۔ خداوند تعالیٰ کی ذات پر میرا ایسا یقین نہیں ہے۔ میں نے جیسے پہلے کہا تھا میں پھر کہتی ہوں کہ ہمارے ملک کے جو حالات ہیں،مہنگائی،آئل اور گیس سب سنجیدہ مسائل ہیں براہ مہربانی سنجیدگی کے ساتھ ان matters کو discuss کرنے کے لئے ہاؤس کے سینئر ذمہ دار ممبران کی کمیٹی بنائی جائے جو ان matters کو جانتے اور سمجھتے ہوں کہ یہ کیسے حل کئے جائیں گے اور ان کی سفارشات مرکزی

حکومت اور ان محکموں کو بھیجی جائیں تاکہ ہم ان کا حل نکالیں۔ یہاں کھڑے ہو کر محض ایک دوسری حکومت کا گریبان پکڑ لینے اور ان کو گندہ کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔چودھری جاوید صاحب!

ملک محمد وارث کلو: جناب سپیکر!اب تو مجھے اجازت دے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کلو صاحب!آپ کا نام لکھا ہوا ہے۔میں آپ کو floor دیتا ہوں۔باقی لوگوں نے بھی ٹائم مانگا ہوا ہے۔I know میں نے پورا ہاؤس چلانا ہے۔میں نے آپ کا نام note کر لیا ہے۔ آپ کی باری آتی ہے تو میں آپ کو floor دیتا ہوں۔ ابھی پانچ منٹ بعد کوئی قیامت نہیں آ جائے گی۔ جی، چودھری جاوید صاحب!

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): شکریہ۔جناب سپیکر!آج مہنگائی کے بارے میں جو باتیں ہو رہی ہیں، میری بہنوں اور بھائیوں نے اس پر بہت کچھ فرمایا ہے۔میں سمجھتا ہوں کہ یہ انتہائی سنجیدہ مسئلہ ہے۔جو تجویز پیش کی گئی ہے کہ ہمارے ہاؤس کی طرف سے قرارداد کی شکل میں وفاقی حکومت کو ایک پیغام جانا چاہئے، میری گزارش ہے کہ اس پر ہمیں سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے۔ میاں نصیر صاحب نے جن جذبات کا اظہار کیا ہے وہ انہوں نے حقائق بیان کئے ہیں۔ آج ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت پنجاب کے خلاف سب کچھ ہو رہا ہے۔ ہمیں یہاں پر صرف political point scoring نہیں کرنی چاہئے اور نہ ہی زبانی کلامی باتیں کرنی چاہئیں بلکہ ہمیں ساتھ تجاویز بھی دینی چاہئیں کہ ہم اس مہنگائی کا مقابلہ کس طرح کر سکتے ہیں اور اس مہنگائی کو بڑھانے میں جو بیرونی عوامل ہیں ان کو کس طرح سے minimize کرتے ہوئے کنٹرول کیا جا سکتا ہے؟ ہم اس مہنگائی کو جس good governance کے ساتھ کنٹرول کر سکتے ہیں اس پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ جیسے میرے ایک بھائی نے چینی کے بارے میں کہا میں اس بارے میں یہ کہنا چاہوں گا کہ وفاقی حکومت چینی کی قیمتوں کو کنٹرول کرتی ہے۔وفاقی حکومت کے پاس expertise بھی ہیں، وہاں experts کی ٹیمیں بیٹھی ہیں۔ انہیں پتا کیوں نہیں چلتا کہ ہمارے ملک میں کتنی چینی پیدا ہوتی ہے اور کب اس کی shortage ہو جائے گی، کب اس کی قیمتیں کم ہیں اور کب بڑھ جائیں گی؟ان ماہرین سے کام لینا ہماری سیاسی حکومتوں کا کام ہے۔اگر سیاسی حکومتیں ان معاملات پر توجہ نہیں دے پا رہیں تو پھر سارے مسائل عوام کو face کرنا پڑتے ہیں۔میں یہ چاہوں گا کہ ہمارے اس ہاؤس کی جانب سے یہ تجاویز جائیں کہ ہر ڈیپارٹمنٹ، فوڈ آئٹمز ہوں یا دیگر چیزیں ہوں، چاہے ان میں تیل یا بجلی کا

معاملہ ہو جو تمام چیزوں پر اثر انداز ہوتا ہے ان سب کے لئے ماہرین کی ٹیمیں بنا کر ان سے آراء لیں اور اس میں ہمارے ممبران اور قومی اسمبلی کے ممبران کی بھی political will شامل کی جائے۔ یہ وہ معاملات ہیں جنہیں ہاؤس میں discuss ہونا چاہئے۔وزیراعظم صاحب یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے تیل کی قیمتیں نہیں بڑھائیں بلکہ یہ تو اوگرا نے بڑھائی ہیں۔اوگرا کس کی بنائی ہوئی اتھارٹی ہے، اوگرا کو کس نے یہ اختیار دیا،اوگرا کون سی entity ہے جو ہمارے ملک کی پارلیمنٹ سے بھی بالاتر ہے اور وہ ساری قوم کا خون چوس رہی ہے؟اسی طرح جب بجلی کی قیمتیں بڑھائی جاتی ہیں تو اس کے بارے میں بھی ایسے ہی کہہ دیا جاتا ہے۔یہ وہ چیزیں ہیں جو نہ صرف ہماری معیشت کو، ہماری زراعت کو بلکہ ہمارے ایک غریب آدمی کے کھانے پینے کی چیزوں کو بھی مہنگا ترین کر دیتی ہیں۔ میں یہ چاہوں گا کہ جس طرح ہماری پنجاب حکومت نے بہت سے محکموں میں ہمارے ساتھیوں کی کمیٹیاں بنا کر،ان سے آراء لے کر اور ان کے ماہرین کے ساتھ بیٹھ کر بہت سارے معاملات کو سلجھایا ہے۔اسی precedent کو وفاقی حکومت کے لئے بھی suggestion کے طور پر یہاں سے تجاویز بھیجی جائیں نہ کہ ہم صرف زبانی کلامی باتیں کرتے ہوئے اپنی point scoring کریں۔ میں یہ باتیں جناب کے گوش گزار کرنا چاہتا تھا۔شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ محترمہ عارفہ خالد صاحبہ!

محترمہ عارفہ خالد پرویز: شکریہ۔جناب سپیکر!میں ایک چھوٹی سی بات کرنا چاہتی ہوں کہ اس وقت حکومت سے باہر جتنی پارٹیاں بیٹھی ہیں وہ ہماری پارٹی کو صرف یہ مشورہ دیتی ہیں کہ آپ آج گورنمنٹ گرائیں اور ڈیموکریسی کو derail کریں۔ یہ مشورے اچھے نہیں ہیں، انہیں آمریت کی عادت ہے۔۔۔

سید ناظم حسین شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہ صاحب!آپ سب سے سینئر ہیں۔۔۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر!کیا ہاؤس میں بیٹھ کر کوئی چیز کھائی جا سکتی ہے؟ کلو صاحب ابھی پارلیمنٹ کی روایات کی بات کر رہے تھے یہ ان کو بتا دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بالکل نہیں کھا سکتے۔

ملک محمد وارث کلو: جناب سپیکر! میں شوگر کا مریض ہوں اور hypogly caemia کے ڈر کی وجہ سے میں ٹافی رکھتا ہوں۔ میری شوگر low ہو رہی تھی تو میں نے ٹافی کھالی ہے۔ اگر میں نے کچھ نہ کھایا تو آپ کو ابھی مجھے اٹھا کر ہسپتال لے جانا پڑے گا۔ آپ مجھے ٹائم دے دیں تو میں اپنی وضاحت کر کے چلا جاتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: تشریف رکھیں۔

سید ناظم حسین شاہ: اگر ان کو اتنی ہی کمزوری ہے تو ہم ان کو ملتانی سوہن حلوہ کھلائیں گے اور یہ ٹھیک ہو جائیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، محترمہ عارفہ خالد صاحبہ!

محترمہ عارفہ خالد پرویز: جناب سپیکر! میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ اس وقت جمہوریت کو برقرار رکھنے کے لئے سب سے بڑی قربانی ہماری پارٹی دے رہی ہے۔ پوری قوم کو اس چیز کو appreciate کرنا چاہئے۔ میں یہ بات بالکل کھل کر کہنا چاہتی ہوں کہ مہنگائی میں حکومت پنجاب کا کوئی ہاتھ نہیں ہے بلکہ یہ ایک federal issue ہے۔ آپ پٹرول کی قیمتیں دیکھ لیجئے، آپ overall قیمتیں دیکھ لیجئے۔ اگر اسے زبردستی ہمارے اوپر تھوپا جاتا ہے تو یہ بہت بڑی زیادتی ہو گی۔ سارا میڈیا بیٹھا ہے، پورا ایوان موجود ہے اور پورا پنجاب سن رہا ہے کہ یہ ایک federal issue ہے، یہ صوبے کا issue نہیں ہے۔ اس کے علاوہ ایسے مشورے دینا کہ جس سے حکومت کو derail کیا جائے، ہم نے یہ نہیں کیا اور سب سے بڑی قربانی ہم نے دی ہے۔ آپ بھی انتظار کیجئے اور اس وقت کا انتظار کیجئے جس وقت دوبارہ الیکشن ہوں گے، آئینی طور پر ہوں گے، جمہوری طور پر ہوں گے اور پھر ان الیکشن کے بعد ہی دوبارہ نئی حکومت آنی چاہئے۔ اس میں ہمیں کوئی لالچ نہیں ہے۔ ہم صرف اپنے صوبے اور ملک کا خیال کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر! میں دوسری چیز یہ کہوں گی کہ یہاں چینی کے حوالے سے بہت زیادہ باتیں کی جاتی ہیں۔ مجھے پچھلی حکومت سے یہ پوچھنا ہے کہ جب surplus چینی موجود تھی تو import کیوں کی گئی، -/21 روپے کیوں بیچی گئی؟ اس پر غور کیا جائے۔ اُس وقت بھی -/21 روپے کلو چینی فروخت نہیں ہو سکتی تھی۔ اس وقت آپ کے ملک میں چینی -/45 روپے میں پڑتی تھی تو وہ -/21 روپے میں کیوں فروخت کی گئی؟ اس وقت ہمارے ملک میں 83 شوگر ملیں ہیں جن میں سے

صرف 25 شوگر ملیں سیاست دانوں کی ہیں۔ مجھے بتائیے کہ کیا صرف ان 25 شوگر ملوں کے لئے سارا کچھ کیا جاتا ہے ؟ایسا نہیں ہے۔ ہمیں کسی بھی انڈسٹری کو برباد کرنے کا حق نہیں ہے۔ میں بڑی خوشی سے کہتی ہوں کہ (ن) لیگ نے صوبے میں نئے industrial estates بنانے کی کوشش کی ہے۔ یہ industrial estates رحیم یار خان اور بھیرہ کے قریب بن رہے ہیں۔ سندر اسٹیٹ میں جو پلاٹ فروخت کئے گئے تھے ان کو واپس لے کر دوبارہ re-sale کیا گیا ہے اور ان کے بارے میں time مقرر کیا گیا ہے کہ وہاں پر 25 فیصد کام within a certain period مکمل کیا جائے گا۔ حکومت کی طرف سے جو اقدامات ممکن ہو سکتے ہیں ہم وہ کر رہے ہیں۔ پوری امید ہے کہ نہ صرف صوبے بلکہ پورے ملک کی عوام ہمیں appreciate کرے گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ مولانا چنیوٹی صاحب!

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! میرے خیال میں یہ زیادہ بہتر ہو گا کہ جب price hike کے بارے میں بحث ہو تو یہ ساری باتیں اس وقت کر لی جائیں۔ اس طرح ہاؤس کا باقی بزنس بھی مکمل ہو سکے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ فکر نہ کریں، ہم House کا business مکمل کریں گے۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! آپ یہ clear کر دیجئے کہ کیا ہم پوائنٹ آف آرڈر پر دس یا پندرہ منٹ debate کر سکتے ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: بس دو تین لوگ بات کرنے والے رہ گئے ہیں پھر اس کے بعد میں House کے business کی طرف آ رہا ہوں۔ جی، چنیوٹی صاحب!

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: جناب سپیکر! مہنگائی کا مسئلہ چل رہا ہے، میں نے پوچھا تھا کہ اس پر بحث ہو گی یا نہیں؟ میری گزارش یہ ہے کہ یہ اس وقت اہم ترین مسئلہ ہے لہذا اس کو زیر بحث لانے کے لئے ایک وقت مخصوص کیا جائے۔ حقیقی صورتحال یہ ہے کہ ابھی حج کا سیزن گزرا ہے اور حج کے دنوں میں ہوائی ٹکٹ کی قیمت -/1,12,000 روپے تھی۔ اب وہی ٹکٹ -/45,000 روپے کا ہو گیا ہے۔ اُس وقت بھی پی آئی اے کو منافع ہو رہا تھا اور اب بھی منافع ہو رہا ہے تو یہ ایک مہینے کے اندر اتنا بڑا فرق کیوں آ گیا ہے؟ میں سمجھتا ہوں کہ یہ مصنوعی طور پر مہنگائی پیدا کی جا رہی ہے۔ حقیقی بات یہ ہے کہ اگر بازار یا منڈی میں جائیں تو آدمی کے اَوسان خطا ہو جاتے ہیں۔ ٹماٹر اس وقت -/90

روپے کلو مل رہے ہیں اس لئے ضروری ہے کہ اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے اور وفاق تک اپنی بات پہنچانے کے لئے یہاں بحث کے لئے ایک دن مختص کیا جائے اور اس مسئلے کا ضرور کوئی حل نکالا جائے۔ بڑی فیکٹریوں کے مالکان سے گزارش کی جائے کہ وہ غریب عوام کے حال پر رحم و کرم کریں۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ محترمہ حمیرا اویس شاہد صاحبہ!

محترمہ حمیرا اویس شاہد: جناب سپیکر! price hike کا ایک mechanism ہوتا ہے۔ آپ اپنی عوام کو جو food subsidy دیتے ہیں وہ اُس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک کہ آپ کی economy revenue generating نہ ہو۔

جناب سپیکر! میرا خیال ہے کہ اس وقت point of orders پر بات ہو رہی ہے لیکن میں اس وقت بات کرنا چاہوں گی جب price hike کے حوالے سے debate ہو رہی ہو گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چلیں، ٹھیک ہے۔ جناب وارث کلو صاحب!

ملک محمد وارث کلو: جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پر بات کر رہا ہوں۔ ابھی محسن خان لغاری صاحب اور میری ایک چھوٹی بہن نے یہ کہا ہے کہ (ن) لیگ کے پاس 91 ممبران ہیں اس کے باوجود یہ وزیراعظم کے خلاف تحریک عدم اعتماد کیوں نہیں لاتے؟ اس بات سے ان کا mind set سامنے آ رہا ہے۔ میں اس کے بارے میں صرف یہ عرض کروں گا کہ "خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا" یہ (ق) لیگ والے، ایم کیو ایم والے اور مولانا فضل الرحمٰن صاحب جو تماشا لگائے پھرتے ہیں اب ان پر کسی کو اعتبار نہیں ہے کہ آخر میں یہ کیا کریں گے؟ آیا یہ عدم اعتماد میں serious بھی ہیں یا صرف اپنی اپنی قیمتیں بڑھانے کے لئے یہ سارا تماشا رچا رہے ہیں؟ میں (ق) لیگ والوں کو یہ دعوت دیتا ہوں کہ یہ لوگ تحریک عدم اعتماد لے آئیں کیونکہ ان کے پاس بھی 55 ممبران ہیں، ایم کیو ایم کے پاس 25 ممبران ہیں اور 7 ممبران مولانا فضل الرحمٰن کے پاس ہیں۔ ہم کسی ایسی game کا حصہ نہیں بنیں گے کہ جو صرف اپنے rate بڑھانے کے لئے کھیلی جا رہی ہو۔ یہ (ق) لیگ والے پنجاب کے حوالے سے پیپلز پارٹی کے ساتھ بات کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ پنجاب میں آپ اپوزیشن میں بیٹھیں گے تو تب ہم آپ کا ساتھ دیں گے۔ پیپلز پارٹی کے لوگ جو کہ ہمارے ساتھ حزب اقتدار کے benches پر بیٹھ کر کورم point out کرتے ہیں، گورنمنٹ کا حصہ بن کر کورم point out کرتے ہیں ہم ان سے خود کہہ رہے ہیں کہ اگر یہ اپوزیشن کرنا چاہتے ہیں تو پھر کھل کر اپوزیشن

کریں۔اگر حکومتی benches پر بیٹھنا چاہتے ہیں تو پھر اس صورت میں انہیں behave کرنا چاہئے۔یہ ان سازشی عناصر کا حصہ نہ بنیں۔ہماری leadership کا stance بڑا clear ہے کہ ہم اس پتلی تماشے کا کبھی حصہ نہیں بنیں گے۔

جناب سپیکر!ابھی سید حسن مرتضیٰ صاحب نے چینی کے بارے میں بات کی ہے۔اس کا جواب عرض کرتا ہوں کہ Trading Corporation of Pakistan سب اجناس کو monitor کرتی ہے۔وہ سب commodities کو بھی monitor کرتی ہے تو TCP کو پتا تھا کہ اس وقت ہماری چینی کی consumption 52 million ton ہے جبکہ ہمارے پاس اپنی production 32 million ton تھی۔ان کو پتا تھا لیکن انہوں نے جان بوجھ کر import کی اجازت نہیں دی۔انہوں نے چینی کو import کرنے کی اجازت نہ دے کر خود ایک بحران پیدا کیا ہے۔ پیپلز پارٹی نے خود یہ بحران create کیا ہے۔اس کے ذریعے یہ کراچی کے سیٹھ لوگوں کو نوازنا چاہتے تھے۔یہ یہاں پر ایک رمضان شوگر مل کا نام لے کر راہ فرار اختیار نہیں کر سکتے۔بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی،بہت شکریہ۔ٹافی کھانے کے بعد توآپ کو میٹھی میٹھی باتیں کرنی چاہیئں تھیں۔

سید حسن مرتضیٰ:جناب سپیکر!میں point of personal explanation پر بات کرنی چاہتاہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی،فرمائیں!

سید حسن مرتضیٰ:جناب سپیکر!ہمیں کب انکار ہے کہ ہم اپوزیشن میں بیٹھے ہیں؟اس کے باوجود یہ ہمیں کہہ رہے ہیں کہ اپوزیشن میں جاکر بیٹھ جائیں۔وارث کلو صاحب کوئی چوتھی دفعہ تقریر کر چکے ہیں اور یہ بڑے بازو ہلا ہلا کر باتیں کر رہے تھے۔وہ کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں؟میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ اگر یہ اتنے ہی ایماندار ہیں تو آج جا کر اپنے حاضر نہ ہونے والے ممبران کے allowances رکوادیں کیونکہ وہ حاضر نہیں ہیں لیکن ان کی حاضریاں لگی ہوئی ہیں۔یہ خود تو ایک دن کی قربانی دے نہیں سکتے اور یہاں بیٹھ کر وفاقی حکومت کے حوالے سے corruption کی نشاندہی کر رہے ہیں۔انسان کو کسی کے بارے میں بات کرنے سے پہلے اپنے گریبان میں ضرور جھانک لینا چاہئے۔میں نے کلو صاحب کو پہلے بھی یہ کہا ہے کہ اگر ہم ادھر آپ کے ساتھ بیٹھے ہیں

تو بڑے کڑوے گھونٹ پی رہے ہیں۔ ہم لوٹوں کا راستہ روکنے کے لئے بیٹھے ہوئے ہیں۔ کیا یہ چاہتے ہیں کہ پنجاب میں بھی لوٹا کریسی شروع ہو جائے، پھر چھانگا مانگا کی سیاست شروع ہو جائے؟ ایسے لوگوں کو روکیں۔ یہ تو اتحاد توڑنے کی کوششیں کر رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، راجہ ریاض صاحب!

سینئر وزیر / وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! یہاں پر جس طرح میرے محترم دوست کلو صاحب نے اظہار کیا ہے اور محترم شاہ صاحب نے جو جواب دیا ہے میں اسی ضمن میں عرض کروں گا کہ ہم یہاں پر ایک بڑی سوچ کے ساتھ پنجاب کی حکومت میں شامل ہیں اور یہاں پر میاں شہباز شریف صاحب جو کہ وزیر اعلیٰ پنجاب ہیں وہ مکمل free hand کے ساتھ پنجاب حکومت کو چلا رہے ہیں اور ہماری ان کو support حاصل ہے۔ آج تک ہم نے کسی قسم کی کوئی blackmailing کی، کسی قسم کی کوئی corruption کی اور نہ پنجاب حکومت کے ان معاملات میں دخل اندازی کی ہے جس سے system کو کوئی نقصان پہنچے۔ میں دعوے کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے پچھلے دو اڑھائی سال کے عرصہ میں free hand سے اس صوبہ میں حکومت کی ہے کہ یہاں پر جو چھانگا مانگا نہیں بنا اور یہاں پر جو good governance کی بات ہوتی ہے میں اس کی گہرائی میں نہیں جاؤں گا اس کے پیچھے پاکستان پیپلز پارٹی کا خون شامل ہے اور ہمیں سبق سکھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم اس ملک کی عوام اور جمہوریت کے سب سے بڑے چیمپئن ہیں۔ محترمہ بے نظیر بھٹو (شہید) اپنے خون کی قربانی دے کر اس ملک میں derail ہوئی جمہوریت کو دوبارہ واپس لائیں اور اس ملک کے معزز سیاستدان جو اس ملک میں نہیں آ سکتے تھے انہیں ملک میں لائیں اور اس ملک میں اپنی جان کی قربانی دے کر آج وہ قبر میں ہیں لیکن ان کے خون کی وجہ سے آج ہم لوگ ان ایوانوں میں بیٹھے ہوئے ہیں، آج ہم یہاں پر تقریریں کر رہے ہیں، آج قومی اسمبلی کے اجلاس ہو رہے ہیں، ہر آدمی آزادی کے ساتھ بات کر رہا ہے اور پاکستان میں کوئی سیاسی قیدی نہیں ہے۔ اگر آپ اس کی گہرائی میں جائیں گے تو اس کے پیچھے ہماری قیادت اور ہمارے ہزاروں کارکنوں کا خون شامل ہے باقی کسی جماعت کے لیڈر تو کیا، کا ممبر کو بھی یہ اعزاز حاصل نہیں کہ اس نے اس ملک کے لئے جان کی قربانی دی ہو اس لئے یہاں پر ہمارے حوالے سے جو بات کی جا رہی ہے میں ایک دفعہ پھر کہوں گا کہ پاکستان پیپلز پارٹی کو یہ سبق نہ سکھائیں کہ آپ opposition میں بیٹھیں، ہم نے جب بیٹھنا ہو گا ہمیں کوئی روک نہیں سکے گا۔ ہم یہ سمجھتے ہیں

کہ ہم نے اداروں کو مضبوط کرنا ہے، ہم نے مفاہمت کی سیاست کرنی ہے، ہم نے چھانگا مانگا نہیں بننے دینا تو ہم اس کو جمہوریت کے لئے قربانی سمجھتے ہیں۔ اگر کچھ بے وقوف لوگ اور کچھ ایسے لوگ جنہیں عقل نہیں ہے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں کسی وزارت کا شوق ہے تو ہم یہ وزارت محترمہ کی جوتی کی نوک پر اٹھا کر پھینک دیتے ہیں اس لئے اُن عقل کے اندھوں سے میری یہ گزارش ہو گی کہ ہم اس ملک میں مفاہمت چاہتے ہیں۔

ملک محمد وارث کلو: جناب سپیکر! وسیم اختر اور حیدر عباس رضوی نے قومی اسمبلی سے باہر آ کر جو language شروع کی اگر آپ یہاں پر اُس طرح کی language کو نہیں روکیں گے تو ہمیں بھی یہ language کہنی آتی ہے، عقل کے اندھے، فلانے اور فلانے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ یہ ہزاروں کارکنوں کا خون نہیں یہ پاکستانی اداروں کا خون ہوا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کلو صاحب! بات سنیں۔(قطع کلامیاں)

کلو صاحب! آپ شوگر کے ساتھ ساتھ بلڈ پریشر کے مریض تو نہیں ہیں؟ جی، لاء منسٹر صاحب!

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! اگر راجہ ریاض کو نہ بولنے دیا گیا تو پھر یہاں کوئی بھی نہیں بولے گا۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): راجہ صاحب! اگر آپ نے اپنی بات مکمل کرنی ہے تو کر لیں۔

سینئر وزیر / وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! میرے معزز بھائی جذباتی ہو گئے ہیں۔ ہم اداروں کا احترام جانتے ہیں اور ہم نے ہمیشہ اداروں کا احترام کیا ہے۔(قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر: دیکھیں، میری بات سنیں۔ جب Senior Minister, Leader of the Opposition and Leader of the House بات کریں تو House کے decorum کا خیال رکھنا ہے۔(قطع کلامیاں)

This is very wrong. کہ Senior Minister کھڑے ہیں۔ آپ بیٹھ نہیں رہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! جب آپ تشریف لائے تھے تو اس وقت میں نے بات کرنی تھی تو آپ نے کہا، ٹھیک ہے۔ آپ نے لوگوں کو چار چار دفعہ floor دیا، مجھے floor نہیں دیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: دیکھیں، میں نے آپ کا نام لکھا ہوا ہے۔ میں ابھی آپ کو floor دیتا ہوں۔ جی، راجہ صاحب!

سینئر وزیر/وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! شکریہ۔یہاں پر میرے معزز بھائی نے اداروں کے احترام کی بات کی تو آپ ہمارا ماضی اٹھا کر دیکھیں کہ ہم نے اداروں کا کتنا احترام کیا اور ہم آئندہ بھی سمجھتے ہیں کہ اس ملک میں اداروں کا احترام کرنا کتنا ضروری ہے اور ہم نے اداروں، جمہوریت، سیاسی سوچ، اس ملک میں جمہوریت کی مضبوطی، اس ملک میں جمہوری اداروں کی مضبوطی اور اس ملک کی مضبوطی کا پہلے بھی دفاع کیا ہے، آئندہ بھی کریں گے اور جب وقت آئے گا تو ہم انشاء اللہ ثابت کریں گے، پہلے بھی ہماری قیادت نے ثابت کیا ہے اور اب بھی ثابت کریں گے کہ ہم کسی سے پیچھے نہیں بلکہ آپ ہمیں سب سے آگے پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ہماری مدد کرے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میرے محترم بھائی راجہ ریاض صاحب نے بات کی ہے، اس میں بالکل کوئی دوسری رائے نہیں کہ محترمہ بے نظیر بھٹو اس ملک کی ایک popular political leader تھیں اور جمہوریت کے لئے ان کی ایک جدوجہد تھی اور ان کے ساتھ ایک واقعہ پیش آیا جس کے نتیجے میں وہ شہید ہوئیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ پاکستان کے 17 کروڑ عوام میں سے چاہے اس کا تعلق پاکستان پیپلز پارٹی سے ہو یا نہ ہو کہ کسی کو اس کا دکھ نہ ہو لیکن محترمہ بے نظیر بھٹو یا پیپلز پارٹی نے جو جدوجہد کی، یہ کہنا کہ وہ صرف اور صرف انہی کا خاصا تھا یا انہی کا حصہ تھا یہ مناسب نہیں ہے۔ اس جدوجہد میں میاں نواز شریف، پاکستان مسلم لیگ (ن) بطور جماعت اور اس کے کامبر پوری طرح سے شامل تھے اور میں سمجھتا ہوں کہ راجہ ریاض صاحب خود اس بات کے گواہ ہیں کیونکہ اسی معزز ایوان میں وہ ہمارے ساتھ پانچ سال کا عرصہ اور اس سے پہلے بھی شامل رہے ہیں۔

جناب سپیکر! میں اس معزز ایوان کے سامنے صرف record کو درست رکھنے کی خاطر یہ بات کہہ رہا ہوں کہ ٹھیک ہے آپ اداروں کا تحفظ کرنے کی بات کرتے ہیں ہم اس کی پذیرائی کرتے ہیں لیکن بات یہ ہے کہ جب ہاتھ نہ پہنچے تو پھر ہمیشہ انگور کھٹے ہی ہوتے ہیں۔ اسی صوبے میں گورنر راج بھی لگا تھا اور اس گورنر راج کو پھر چھانگا مانگا کہنا یا کچھ اور کہنا یہ سارا کچھ ہوا تھا اور میں نے خود ایک دن ٹی وی پر اپنے بھائی راجہ ریاض کو یہ تقریر کرتے ہوئے سنا کہ ہمارے پاس 200 آدمی آ چکے ہیں تو وہ 200 آدمی جو آ چکے تھے وہ کہاں سے آئے تھے؟ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ ہمیں اس وقت اس ملک میں جمہوریت اور آئین کی بالادستی کے لئے بہت درگزر کر کے قدم آگے بڑھانا ہوگا اور آج کی موجودہ صورتحال میں، میں سمجھتا ہوں کہ disqualification، گورنر راج، وعدہ خلافی، قرآن پر وعدہ کرنے کے بعد کہنا کہ یہ کون سی حدیث لکھ دی ہے ایک وعدہ ہی کیا تھا کیا ہوا، اِن سب کچھ کے باوجود آج میں اپنے محترم بھائی اور اس معزز ایوان میں بیٹھے ہوئے سبھی معزز ممبران سے یہ گزارش کرتا ہوں اس کے باوجود کہ اب جب کراچی کے بھتہ خوروں نے جو مؤقف اختیار کیا اور کس انداز سے انہوں نے اپوزیشن میں بیٹھنے کی درخواست دی، کس انداز سے ڈیزل صاحب نے ایک نیا پینترا اختیار کیا آج اگر چھانگا مانگا نہیں لگ رہا تو میاں نواز شریف کی وجہ سے نہیں لگ رہا۔ آج اگر بھتہ خور اپنی سازش میں کامیاب نہیں ہو رہے تو صرف میاں نواز شریف کی وجہ سے نہیں ہو رہے۔ آج اگر محترم راجہ صاحب آپ کو ڈیزل کے پرمٹ نہیں دینے پڑ رہے تو وہ صرف میاں محمد نواز شریف کی وجہ سے نہیں دینے پڑ رہے ورنہ یہ ڈیزل کے پرمٹ بھی جاری ہونے تھے اور شاید کوئی ایک آدھ تھیلی لے کر رحمان ملک صاحب کو لندن بھی جانا پڑتا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! آج پاکستان مسلم لیگ (ن) کی CEC کا اجلاس ہو رہا ہے تو یقیناً اس میں جو فیصلے ہوں گے آپ خود اس بات کو تسلیم کریں گے کہ آج تک جب بھی پچھلے 60 سالوں میں کوئی سیاسی بحران پیدا ہوا تو جو فیصلے سیاسی قیادت نے کئے وہ جماعتی مفادات کی بنیاد پر کئے، گروہی مفادات کی بنیاد پر کئے اور اپنے مفادات کی بنیاد پر کئے لیکن آج میاں محمد نواز شریف اور پاکستان مسلم لیگ (ن) جو فیصلہ کرے گی وہ پاکستان کے مفاد میں کرے گی اور جمہوریت کے مفاد میں کرے گی اس لئے معاملہ یہ ہے کہ اگر آپ اس جگہ اس معزز ایوان میں تعاون کر رہے ہیں تو اس تعاون کا ایک ہی بنیادی اصول ہے اور ہمیں اس بنیادی اصول کو نہیں بھولنا چاہئے۔ 2008 کے الیکشن کے بعد جب چاروں صوبائی اسمبلیوں اور قومی اسمبلی میں کسی جماعت کے پاس قطعی اکثریت نہیں تھی آپ کے پاس بھی قومی اسمبلی میں حکومت بنانے کے لئے 172 کا figure نہیں تھا۔ آپ کے بھی وہاں تقریباً 50 سے اوپر short numbers تھے۔ اسی طرح سے اگر ہمارے یہاں پر آٹھ short numbers تھے تو باقی صوبائی اسمبلیوں میں سندھ کو چھوڑ کر کسی جماعت کے پاس قطعی اکثریت نہیں تھی۔ یہ فیصلہ اس ملک کی سیاسی لیڈرشپ کے درمیان consensus کے ساتھ ہوا تھا کہ جس جماعت کے پاس اکثریتی تعداد ہے خواہ وہ قطعی اکثریت ہے یا نہیں ہے وہاں پر

وہی جماعت حکومت بنائے۔اسی بنیاد پر آپ نے مرکز میں حکومت بنائی اسی اصول پر سرحد میں ANP نے حکومت بنائی اور اسی بنیاد پر یہاں پاکستان مسلم لیگ (ن) نے حکومت بنائی اس لئے اگر ہم دو تین جگہ پر اسی بنیاد پر تعاون کر رہے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ آپ کو اپنے تعاون کو اس انداز سے explain نہیں کرنا چاہئے اور یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ اگر آپ نے اس اصول پر پنجاب گورنمنٹ کو غیر مستحکم نہیں کیا تو مرکز میں بھی آپ دیکھ لیں لیکن تمام تر چیزوں کے باوجود آپ مجھے یہ بتائیں کہ آج سے 20 دن قبل میاں نواز شریف نے خط لکھا کیا اس خط میں یہ لکھا کہ آپ پنجاب میں ہمارے ساتھ اس طرح سے مزید تعاون کریں؟ کیا انہوں نے یہ لکھا کہ آج مرکز میں ہمیں فلاں چیز دے دیں یا انہوں نے لکھا کہ آپ ہمارے ساتھ اس طرح بہتری کا سلوک کر دیں کہ فلاں فلاں جگہ پر ہمیں facilitate کر دیں۔انہوں نے اس میں یہ بات لکھی کہ احتساب ایکٹ کو legislate ہونا چاہئے۔آپ بتائیں کہ جب ملک میں ہر دوسرے دن نیا scandle آتا ہے تو اس کا حل اس کے سوا اور کیا ہے کہ احتساب ایکٹ consensus کے ساتھ legislate ہو۔اس کے بعد اگر کسی کے خلاف الزام ہو جیسے کلو صاحب اگر یہاں اٹھ کر تقریر کریں تو ہم ان کو کہہ سکیں کہ آپ یہاں وقت ضائع نہ کریں کیونکہ احتساب کا سسٹم موجود ہے آپ وہاں جائیں اور درخواست دیں وہ independent system ہے وہاں پر آپ ثابت کریں اور ثابت کرنے کے بعد یہاں پر آ کر بات کریں لیکن وہ کیا وجوہات ہیں کہ پچھلے دو اڑھائی سال سے احتساب ایکٹ ایک سٹینڈنگ کمیٹی کے پاس پڑا ہے اور legislate نہیں ہو رہا۔اسی طرح سے انہوں نے کہا کہ جو State owned Corporations ہیں، NIC ہے، سٹیل مل ہے، PIA اور ریلوے ہے جہاں پر تقریباً چار سے پانچ سو ارب روپیہ آپ ہر سال ڈبو رہے ہیں اور صرف 50۔ارب روپے کے حصول کے لئے آپ RGST لگا کر پوری قوم کا گلا گھونٹنا چاہتے ہیں تو آپ مجھے یہ بتائیں کہ جب انہوں نے کہا کہ وہاں پر ایسے executives مقرر کئے جائیں جن پر پارلیمانی مانیٹرنگ ہو۔انہوں نے یہ نہیں کہا کہ ہماری مانیٹرنگ ہو بلکہ یہ کہا کہ آپ ایک ایسا سسٹم بنائیں جیسے جوڈیشل کمیشن اٹھارہویں ترمیم کے تحت بنا ہے جس میں ہائیکورٹ اور سپریم کورٹ کے ججوں کے لئے ایک parliamentary oversight کا طریق کار اپنایا گیا ہے تو اس طرح کا طریق کار اپنائیں لیکن اس خط کا بھی جواب نہیں دیا گیا۔میں سمجھتا ہوں کہ آپ ان تمام چیزوں کو اس انداز سے دیکھیں کہ اب ملک پاکستان کو اس انداز سے نہیں چلایا جا سکتا۔اگر پاکستان کو آگے بڑھانا ہے، اس ملک میں اگر جمہوری سسٹم کو آگے

چلانا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں ان بنیادی چیزوں پر فیصلے بھی کرنے ہوں گے اور بجائے اس کے کہ ہم ایک دوسرے پر scoring numbers کرتے رہیں ہمیں اس طرف آنا ہوگا۔آپ نے جس طرح آخر میں اس معزز ہاؤس کو یقین دہانی کرائی ہے میں on behalf of the Punjab Government اور پاکستان مسلم لیگ(ن)آپ کو یہ یقین دلاتا ہوں کہ پاکستان مسلم لیگ (ن)بطور جماعت اور اس کی قیادت قطعی طور پر کوئی ایسا فیصلہ نہیں کرے گی جو پاکستان میں democratic system کو نقصان پہنچائے، جو پاکستان میں rule of law اور آئین کی بحالی یا آئین کا جو بول بالا ہے اس میں کسی قسم کی کوئی رکاوٹ پیدا کرے۔شکریہ

تحاریک التوائے کار

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔لاء منسٹر صاحب کی بات کے بعد میرے خیال میں مزید بات کی ضرورت نہیں۔اب ہم ایجنڈے کے مطابق چلتے ہیں۔آج ایک تحریک استحقاق تھی، جس کے متعلق معزز ممبر نے بات کی تھی وہ کل پر چلی گئی ہے۔اب ہم تحاریک التوائے کار لیتے ہیں۔سب سے پہلے تحریک التوائے کار نمبر 10/900 محترمہ ثمینہ خاور حیات، ڈاکٹر سامیہ امجد، محترمہ آمنہ الفت اور جناب طاہر اقبال چودھری کی ہے۔جی، محترمہ ثمینہ خاور حیات!

لاہور میں محکمہ کی ملی بھگت سے مضر صحت دودھ کی سپلائی

محترمہ ثمینہ خاور حیات: میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "دی نیشن" مورخہ 10۔دسمبر 2010 کی خبر کے مطابق اوکاڑہ میں تیار کردہ ہزاروں لیٹر دودھ لاہور کی مارکیٹوں میں سپلائی کیا جا رہا ہے۔اس چونکا دینے والی حقیقت کا انکشاف پی سی ایس آر کے ڈائریکٹر جنرل نے وفاقی قانون سازوں کے ایک وفد سے ملاقات میں کیا۔انہوں نے مزید بتایا کہ 99 فیصد گوالے دودھ کو تازہ رکھنے کے لئے ایک انتہائی مضر صحت کیمیکل Formalin بطور preservative استعمال کرتے ہیں۔یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ packed دودھ کے متعلق reports میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ عمل صحت کے لئے موزوں نہیں جس پر عدالتوں کے نوٹس لینے کے باوجود اس کو صحت عامہ کے اصول کے مطابق نہیں بنایا گیا۔مندرجہ بالا خبر سے عوام میں زبردست ہیجان اور اضطراب پایا جاتا ہے کہ اس متعلقہ حکومتی ادارے کی بے توجہی اور ملی بھگت سے

ان کی زندگیوں سے بے دریغ کھیلا جا رہا ہے اور دودھ والے اور packed milk بنانے والی کمپنیاں اپنی من مانیاں کرتی ہیں چونکہ معاملہ انتہائی اہم ہے جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

شیخ علاؤالدین: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ صاحب! اس پر پوائنٹ آف آرڈر؟

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! آپ نے پہلے بھی ٹائم نہیں دیا اور اس پر بھی میں کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔ یہ میری تحریک التوائے کار ہے۔ اس پر محترمہ ثمینہ خاور حیات، میں اور محترم لاء منسٹر صاحب ایک میٹنگ کر چکے ہیں۔ اس پر نہ صرف میٹنگ کر چکے ہیں بلکہ اس وقت کے سیکرٹری ہیلتھ کو بلایا گیا میں نے لاء منسٹر صاحب اور محترمہ نے بیٹھ کر اس پر تین گھنٹے brain storming کی آج وہی تحریک پھر آ گئی اور میری گیارہ تحاریک disallowed کی گئیں۔ میں آج یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر میری ایک تحریک التوائے کار کو کوئی دوسرا معزز ممبر پڑھ دے تو وہ floor پر آ جائے اور میری 11 تحاریک التوائے کار کا کبھی 83C اور کبھی 83F کہہ کر بیڑا غرق کر دیا جائے اور نہ ہی مجھے ٹائم دیا جائے تو کتنی بڑی زیادتی ہے اگر میں اس چیز کو ثابت نہیں کروں گا تو resign کروں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کس بات پر؟

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! اس بات پر کہ اس تحریک پر میں نے، لاء منسٹر صاحب نے اور خود محترمہ ثمینہ خاور حیات نے کام کیا ہوا ہے۔ یہ خود کھڑی ہو کر بتائیں کہ کیا ہم نے اس تحریک پر کام نہیں کیا ہوا؟ میری تحریکوں کے لئے تو کوئی نہ کوئی بہانہ چاہئے کہ لائٹ چلی گئی والی تحریک التوائے کار علاؤالدین کی ہے لہذا disallowed جسے میں ثابت کر سکتا ہوں۔ میں پرائیویٹ کے اوپر بات کرتا ہوں تو disallowed، میں بچوں پر بات کرتا ہوں کہ یہ سمگل ہو رہے ہیں تو disallowed، میں کس کس چیز کا ذکر کروں؟ میں کہتا ہوں کہ عدالتوں میں لوگ دھکے کھا رہے ہیں اس پر بات کر لیں تو disallowed میں fresh issues لاتا ہوں لیکن all disallowed ایک repeated issue پر allowed کیسے ہو گیا؟

جناب ڈپٹی سپیکر: ویسے اصول تو یہ ہے کہ already جو issue آ چکا ہو وہ دوبارہ take up نہیں ہو سکتا۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں یہی چاہتا ہوں اور آج میں 11 تحاریک کی بات کروں گا۔ آپ میری بات سن لیجئے کہ میں نے ایک بات اس ہاؤس کے سامنے رکھی ہے اور کل بھی میں نے ایک بات بچوں کی فیس کے حوالے سے کی تھی لیکن اُس وقت سپیکر صاحب تشریف رکھتے تھے تو انہوں نے کہا کہ لاء منسٹر اس پر کل بات کریں گے۔ یہاں آج آپ نے سب کو بات کرنے کا ٹائم دیا کیونکہ بات کرنے کا سب کو حق ہے اور ظاہر ہے کہ مجھے بھی ہے۔ ایک بات تو یہ ہو گئی جسے میں ثابت کر سکتا ہوں کہ repetition نہیں ہونی چاہئے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ خود محترمہ میرے ساتھ اُس میٹنگ میں بیٹھی ہیں۔ یہ اسمبلی بہت مضبوط بلڈنگ ہے لیکن میں اگر آپ کو یہ بتاؤں کہ میری تحریک التوائے کار کو کون کون کاپی کرتا ہے تو شاید یہ ایوان ہلنے لگے۔ میری اپنی تحاریک التوائے کار گیارہ کی گیارہ disallowed ہو جاتی ہیں لیکن میری وہی تحریک التوائے کار یہاں پڑھی بھی جاتی ہے۔ میں اپنا کام پڑھ لکھ کر یہاں پر لاتا ہوں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! یہ اُس سے مختلف issue ہے اور میں rules کے مطابق رانا صاحب سے اس کا جواب لینا چاہوں گی۔ اس تحریک کو pending کیا جائے یا اس کا جواب دیا جائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہاں پر میری یا تمہاری کی بات نہیں کرنی چاہئے کیونکہ یہ پنجاب کا issue ہے۔ اگر اس تحریک کو میرے فاضل ممبر take up کرنا چاہتے ہیں تو وہ کر لیں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن یہاں پر یہ کیا طریقہ ہے کہ میرا matter تھا تو اِس نے چرا لیا۔ اگر میرے معزز ممبر کی بھی تحریک ہوتی اور میں پڑھنا چاہتی تو اِن کو اعتراض نہیں ہونا چاہئے تھا حالانکہ ایسی بات نہیں ہے۔ شیخ صاحب میرے بھائی ہیں اگر یہ take up کرنا چاہتے ہیں تو یہ کر لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ثمینہ خاور حیات صاحبہ! میری بات سنیں، جب ایک تحریک التوائے کار پیش ہوتی ہے تو اس کو اسمبلی سیکرٹریٹ باقاعدہ دیکھتا ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں ریکارڈ کی بات کر رہا ہوں۔ محترمہ خود میرے ساتھ اُس میٹنگ میں تھیں تو میں نے یہ کہا تھا کہ موبائل لیبارٹریاں gates of the cities پر بنائی جائیں جو دودھ ٹیسٹ کریں۔ فرض کیجئے کہ آپ کا نام رانا مشہود احمد صاحب ہے اور میں مشہود احمد کے آگے

رانا لگا کر یہ کہہ دوں کہ میں نے تو ایک نیا نام دیا ہے تو کیا اس پر کوئی بات بنے گی؟ میری گیارہ تحاریک التوائے کار کے حوالے سے مجھے آج اُس جلاّد کا نام بتایا جائے جو میری تحریکوں کے پیچھے پڑا ہوا ہے اور یہ کون سے لوگ ہیں جن کی تحریکیں میری ہی تحریکوں کو کاپی کر کے پاس ہو جاتی ہیں۔ دوسرا burning issue بچوں کی فیس کا ہے کہ دو سال کے بچے کو ماں یا باپ لے کر جاتے ہیں۔۔۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! میں نے ایک motion move کی ہے مجھے اس کا جواب دیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ صاحب! ویسے اس پر پوائنٹ آف آرڈر raise نہیں ہو سکتا لہذا آپ تشریف رکھیں۔

ڈاکٹر اسد اشرف: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ڈاکٹر صاحب! اس وقت پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو سکتا۔ تحاریک کے بعد بات کریں گے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! پھر یہ تحریک التوائے کار بھی repeat نہیں ہو سکتی۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! ہاؤس کو rules کے مطابق چلایا جائے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! اگر شیخ علاؤالدین کو ڈیڑھ گھنٹہ ٹائم نہیں مل سکتا تو پھر یہ تحریک التوائے کار repeat بھی نہیں ہو سکتی اور یہ میری تحریک التوائے کار ہے۔

MR. DEPUTY SPEAKER: Order in the House, order in the House.

شیخ صاحب اور محترمہ ثمینہ صاحبہ! آپ دونوں تشریف رکھیں۔ بات صرف اتنی سی ہے کہ تحاریک التوائے کار اسمبلی سیکر ٹریٹ میں جاتی ہیں اور وہاں پر دیکھا جاتا ہے۔ جہاں تک شیخ صاحب نے بات کی ہے اُس پر ہم دیکھ کر فیصلہ کریں گے۔ منسٹر صاحب! آپ بتائیں کہ اس کا کیا جواب ہے؟

وزیر زکوٰۃ و عشر (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! تحریک التوائے کار نمبر 900 جو پیش کی گئی ہے اس کا ابھی جواب نہیں آیا لہذا اس کو pending فرما دیا جائے۔

ڈاکٹر اسد اشرف: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ڈاکٹر صاحب! میں آپ کو بعد میں ٹائم دوں گا کیونکہ تحاریک التوائے کار کے وقت پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو سکتا۔ منسٹر صاحب! کب تک اس تحریک کو pending کر دیں؟

وزیر زکوٰۃ و عشر (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! اسی ہفتے جواب آ جائے گا۔ آپ اس کو سوموار تک کے لئے pending فرمادیں۔

ڈاکٹر اسد اشرف: جناب سپیکر! میں اسی تحریک التوائے کار سے متعلقہ issue پر کہنا چاہ رہا تھا۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، اس تحریک کو سوموار تک کے لئے pending کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب! Let the reply come اس پر پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو سکتا۔ آپ کے پاس جو input ہے وہ وہاں پر دے دیں۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 901/10 ڈاکٹر سامیہ امجد، ڈاکٹر فائزہ اصغر، محترمہ آمنہ الفت اور محترمہ خدیجہ عمر کی طرف سے ہے۔

لاہور کے ہسپتالوں کو جاری ہونے والی ادویات انتظامیہ کی ملی بھگت سے میڈیکل سٹوروں پر فروخت ہونے کا انکشاف

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "ایکسپریس" مورخہ 10۔دسمبر 2010 کی خبر کے مطابق لاہور سرکاری ہسپتالوں میں غریب نادار مریضوں کو فراہم کی جانے والی مفت ادویات باہر فروخت ہونے لگیں۔ ضلعی انتظامیہ نے لاکھوں روپے کی مالیت کی ادویات پکڑ کر قبضے میں لے لیں جو میو اور سروسز ہسپتال کے لئے جاری ہوئی تھیں۔ تفصیل کے مطابق حکومت پنجاب سرکاری ہسپتالوں میں ایمرجنسی اور غریب نادار مریضوں کے علاج معالجے کے لئے ادویات فراہم کرتی ہے لیکن ہسپتالوں کی انتظامیہ کی ملی بھگت سے ادویات مریضوں کی بجائے میڈیکل سٹوروں اور ادویات کا کاروبار کرنے والوں کے ہاتھ فروخت کر دی جاتی ہیں جبکہ غریب نادار مریض ادویات خریدنے کی سکت نہ رکھنے کی وجہ سے موت کے منہ میں جا رہے ہیں۔ اس خبر سے عوام میں بے چینی پائی جاتی ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر زکوۃ و عشر (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! اس تحریک میں محکمہ صحت کا issue ہے لیکن ابھی تک جواب نہیں آیا لہذا اس کو بھی Monday تک pending فرما دیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی یہ تحریک بھی Monday تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 903/10 ڈاکٹر سامیہ امجد، محترمہ آمنہ الفت، سیدہ بشریٰ نواز گردیزی اور ڈاکٹر فائزہ اصغر کی طرف سے ہے۔

محکمہ خوراک اور ضلعی انتظامیہ کی ملی بھگت سے گنے کے کاشتکاروں کا مڈل مین کے ہاتھوں لٹنا

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "نوائے وقت" مورخہ 13۔ دسمبر 2010 کی خبر کے مطابق محکمہ خوراک حکومت پنجاب کی عدم توجہ اور ضلعی انتظامیہ کی ملی بھگت سے مڈل مین نے گنے کے کسانوں کو دونوں ہاتھوں سے لوٹنا شروع کر دیا ہے۔ پنجاب کی 42 شوگر ملوں کے قریب لگے ہوئے کنڈوں پر بھی مڈل مین اور نام نہاد بیوپاریوں کا قبضہ ہے جو کسانوں سے -/160 روپے فی من گنا خریدنے کو تیار نہیں۔ پنجاب کے چار سے پانچ لاکھ خاندانوں نے تقریباً 16 لاکھ ایکڑ گنا کاشت کیا تھا مگر مناسب قیمت نہ ملنے پر ان کو ذلیل و خوار کیا جا رہا ہے۔ کسان رہنماؤں کا کہنا ہے کہ گنے کی اونے پونے داموں خرید سے کسانوں کا معاشی قتل کیا جا رہا ہے اور ان کی زندگی کو مشکل بنایا جا رہا ہے۔ اس خبر سے عوام اور بالخصوص کسان برادری میں شدید غم و غصہ پایا جاتا ہے۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر زکوۃ و عشر (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! اس سلسلے میں بھی ابھی کوئی جواب موصول نہیں ہوا لہذا اس کو بھی Monday تک کے لئے pending فرما دیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، یہ تحریک Monday تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 904/10 محترمہ نگہت ناصر شیخ کی ہے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! میں اپنی تحریک پیش کرنے سے پہلے آپ سے صرف ایک بات کرنا چاہوں گی کہ یہاں واقعی repeated تحاریک پیش ہو رہی ہیں۔

MR. DEPUTY SPEAKER: Let the Assembly Secretariat look into it.

آپ اپنی تحریک پیش کریں۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! اب جو تحریک پیش ہوئی ہے وہ میری تھی اور کل بھی دو تحاریک پیش ہوئی تھیں جو دونوں میری تھیں۔ میں نے سپیکر صاحب سے بھی بات کی تھی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ سیکرٹری اسمبلی کو مل لیں اور میں ان سے بھی کہہ دیتا ہوں کہ وہ اسے دیکھ لیں۔ آپ اپنی تحریک پیش کریں۔

پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ کے چیئرمین کی اسامی خالی رہنے کی وجہ سے کلاس اول تا میٹرک کے نصاب کی اشاعت میں تاخیر

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ چیئرمین پنجاب کا عہدے پر مزید کام کرنے سے انکار اور نئے تعینات ہونے والے چیئرمین میجر ریٹائرڈ شاہ نواز بدر نے بھی اسامی پر کام نہ کرنے کی اعلیٰ حکام سے معذرت کر لی۔ ذرائع کے مطابق وہ گریڈ 21 کے سینئر آفیسر ہیں جبکہ دوسری طرف سال کے سلیبس کے لئے بھی ٹینڈر ہو چکا ہے مگر چیئرمین نہ ہونے کی وجہ سے منظوری نہ مل رہی ہے اور آئندہ تعلیمی سال کے لئے پہلی کلاس سے میٹرک تک کا سلیبس بروقت پرنٹ نہ ہونے کا خدشہ ہے۔ ٹینڈر میں بھی مزید تاخیر نظر آتی ہے۔ پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ کی ایک سینئر آفیسر کے خلاف بھی محکمانہ انکوائریاں چل رہی ہیں اور ان کا کنٹریکٹ بھی ختم ہونے والا ہے۔ کتابوں کی بروقت اشاعت نہ ہونے سے نہ صرف طالب علموں کا پورا سال ضائع ہو جائے گا بلکہ اس کا خمیازہ پوری قوم کو ٹینڈر میں pool کے ذریعے آرڈر حاصل کر کے کروڑوں روپے کے نقصان کی شکل میں بھگتنا پڑے گا۔ بک سیلرز یونین کے

صدر کے مطابق موجودہ ٹینڈر 5روپے فی کتاب کی اضافی قیمت پر ہوا ہے جس سے حکومت پنجاب کو تقریباً37کروڑ روپے کا نقصان ہوا ہے۔اس انتہائی کرپٹ سسٹم کو توڑنے کا واحد طریقہ open biddingہے۔حکومت پنجاب کتاب کو four colours کی بجائے single colourکرے۔ اس سے حکومت کو تقریباً40کروڑ روپے کی بچت ہو گی اور غریب کا بچہ بھی تعلیم حاصل کر سکے گا۔ تعلیمی اخراجات میں اضافہ کی وجہ سے اکثر والدین بچوں کو تعلیم دلوانے کی بجائے کسی کام پر لگا دیتے ہیں۔آنے والی نسلوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنے کے لئے تعلیمی اخراجات میں کمی ازحد ضروری ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر زکوٰۃ و عشر (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! اس کا جواب موصول نہیں ہوا لہذا اسے سوموار تک pendingکر دیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، میرا خیال ہے کہ اس میں بات پیسوں کی بجائے بچوں کے مستقبل کی ہے لہذا اسے جمعہ تک کے لئے pendingکروائیں اور محکمہ کو ہدایت کریں کہ وہ اس کا جواب جمعہ تک فوری طور پر دیں۔

وزیر زکوٰۃ و عشر (ملک ندیم کامران): جی، ٹھیک ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اسے جمعہ تک pendingکیا جاتا ہے۔اس کے بعد تحریک التوائے کار نمبر 906/10جناب اعجاز احمد کاہلوں صاحب کی ہے۔جی، کاہلوں صاحب!

سرگودھا میں غربت کے باعث لوگ گردے فروخت کرنے پر مجبور

جناب اعجاز احمد کاہلوں: شکریہ۔جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "نوائے وقت" مورخہ 13۔دسمبر 2010 کی خبر کے مطابق "سرگودھا، غربت کے باعث لوگ اپنے گردے فروخت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ سرگودھا کی تحصیل کوٹ مومن میں بعض ایسے علاقے ہیں جہاں گردوں کی خرید و فروخت کا آزادانہ کاروبار ہو رہا ہے۔یہاں کے رہائشی بھوک کے باعث اور بااثر جاگیرداروں سے لئے گئے سود در سود قرضوں

سے نجات کے لئے گردے اور اعضاء تک فروخت کر چکے ہیں۔ تحصیل کوٹ مومن کے پانچ ہزار سے زائد مرد و خواتین بااثر زمینداروں کو قرضے کی ادائیگی کے لئے گردے فروخت کرنے والوں نے ایک تنظیم بھی قائم کر دی ہے۔ ظفر اقبال صدر گردہ فروش ایسوسی ایشن کا کہنا ہے کہ قرض اتارنے کے لئے لوگوں نے دو لاکھ روپے تک اپنا گردہ فروخت کیا ہے"۔اس خبر سے عوام میں بے چینی پائی جاتی ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر زکوٰۃ و عشر (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! اس کا جواب بھی موصول نہیں ہوا اور اسے سوموار تک pending کر لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سوموار کو کوئی خاص وجہ ہے؟

وزیر زکوٰۃ و عشر (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ ان سب کا جواب آنا چاہئے تھا لیکن مجھے جو فائل ملی ہے میں اس کے مطابق بتا رہا ہوں اور ہم ensure کریں گے کہ انشاء اللہ سوموار تک ان کا جواب آ جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اگلی تحریک التوائے کار بھی 907/10 جناب اعجاز احمد کاہلوں صاحب کی ہے۔ جی، کاہلوں صاحب!

مظفر گڑھ میں محکمہ کی عدم توجہ کی وجہ سے ذخیرہ شدہ گندم خراب ہونے کا انکشاف

جناب اعجاز احمد کاہلوں: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "نوائے وقت" مورخہ 13۔دسمبر 2010 کی خبر کے مطابق "محکمہ خوراک حکومت پنجاب کے افسران کی عدم توجہ کے باعث متعدد علاقوں میں گندم خراب ہونے کا انکشاف سامنے آیا ہے۔ مظفر گڑھ میں پی آر سی ون اور واہندڑ میں گوداموں میں پڑی ہوئی گندم کی بوریوں میں سے گندم نکال لی گئی ہے جبکہ پھٹی ہوئی گندم کی بوریوں میں پھپھوندی لگ گئی جس سے کروڑوں روپے مالیت کی گندم خراب ہو گئی"۔اس خبر سے صوبہ بھر کے عوام میں شدید

اضطراب اور بے چینی پائی جاتی ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر زکوٰۃ و عشر (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! اسے بھی سوموار تک کے لئے pending کر لیا جائے کیونکہ اس کا جواب ابھی موصول نہیں ہوا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔ اسے بھی سوموار تک کے لئے pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 909/10 محترمہ سیمل کامران صاحبہ کی ہے۔

لاہور کے جناح میڈیکل کالج میں اساتذہ کی خالی اسامیاں پُر نہ ہونے کی وجہ سے طالبات اور مریضوں کو پریشانی کا سامنا

محترمہ سیمل کامران: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "نوائے وقت" مورخہ 13۔دسمبر 2010 کی خبر کے مطابق "لاہور، محکمہ صحت پنجاب اور متعلقہ انتظامیہ کی عدم دلچسپی سے صوبہ بھر میں خواتین کے واحد جناح میڈیکل کالج میں گزشتہ چار برس سے 26 اساتذہ کی خالی اسامیوں پر ریگولر اساتذہ بھرتی نہ کئے جا سکے۔ اساتذہ کی عدم دلچسپی سے ایک طرف طالبات کو غیر معیاری طبی تعلیم حاصل کرنا پڑ رہی ہے جبکہ سرگنگارام ہسپتال کے سینکڑوں مریض بھی مکمل طبی سہولتوں سے محروم ہیں۔ ادارے میں چار پروفیسرز شعبہ (نیوروآئی فرانزک میڈیسن فارماکالوجی) 9 ایسوسی ایٹس پروفیسرز شعبہ اناٹومی فرانزک میڈیسن فارماکالوجی ڈرماٹالوجی سائیکاٹری پیڈیا ٹرک آرتھوپیڈک فارماکالوجی کیمونٹی میڈیسن اور ای این ٹی کی اسامیاں خالی ہیں جبکہ 13 اسسٹنٹ پروفیسرز جس میں شعبہ فیزالوجی بائیو کیمسٹری فارماکالوجی میں ایک، ایک اناٹومی کی دو فرانزک میڈیسن کے دو کیمونٹی میڈیسن میں تین شعبہ سائیکاٹری میں ایک، سرجری میں ایک اور شعبہ آئی کا ایک شامل ہے، کی اسامی خالی ہے جبکہ محکمہ صحت پنجاب نے طبی اداروں کو اساتذہ بھرتی کرنے کے حوالے سے کچھ عرصہ قبل خود مختاری دی تھی مگر انتظامیہ نے خالی اسامیوں کو پُر کرنے کے لئے کوئی قدم نہیں اٹھایا جبکہ پنجاب پبلک سروس کمیشن بھرتی کرنے میں ناکام رہی ہے"۔ اس خبر سے طلباء و طالبات اور عوام میں بے چینی

پائی جاتی ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر زکوٰۃ و عشر (ملک ندیم کامران): اس کا جواب بھی ابھی موصول نہیں ہوا اس لئے اسے سوموار تک کے لئے pending فرمادیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اسے بھی سوموار تک کے لئے pending کیا جاتا ہے۔ اب تحاریک التوائے کار کا وقت ختم ہوتا ہے۔

غیر سرکاری ارکان کی کارروائی

قراردادیں

(مفاد عامہ سے متعلق)

جناب ڈپٹی سپیکر: اب ہم غیر سرکاری ارکان کی کارروائی شروع کرتے ہیں۔ آج کے ایجنڈے پر مفاد عامہ سے متعلق قراردادیں ہیں اور پہلی قرارداد سید حسن مرتضیٰ صاحب کی ہے۔ جی، شاہ صاحب!

سیلاب کی وجہ سے ضلع جھنگ میں موضع جو گیرہ کے مقام پر کشتیوں کا پل بنانے کا مطالبہ

سید حسن مرتضیٰ: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ قرارداد پیش کرتا ہوں کہ:۔

"ضلع جھنگ کے متعدد دیہات و مواضعات جو دریائے چناب کے کنارے واقع ہیں ان میں بیس ہزار سے زائد نفوس آباد ہیں ان مواضعات کی ہزاروں ایکڑ زرعی اراضی پر اس وقت کماد کی فصل بالکل تیار ہے اور گندم و دیگر فصلات کاشت کی جارہی ہیں۔ ان فصلات کو منڈی تک پہنچانے کے لئے تمام رابطہ سڑکیں دریائے چناب میں آنے والے حالیہ سیلاب کی نذر ہو گئی ہیں۔ اب فصلات کو منڈی تک پہنچانے کے لئے کوئی راستہ نہ ہے کیونکہ سیلاب کی وجہ سے دریائے چناب نے اپنا راستہ بھی تبدیل کر لیا ہے۔ ذرائع آمد و رفت

نہ ہونے کی وجہ سے کسان بے حد پریشان ہیں لہذا صوبائی اسمبلی پنجاب کا یہ ایوان حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ موضع جوگیرہ (ضلع جھنگ) میں فوری طور پر کشتیوں کا پل بنایا جائے تاکہ کسان اپنی فصلات کو منڈی تک پہنچا سکیں۔"

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

"ضلع جھنگ کے متعدد دیہات و مواضعات جو دریائے چناب کے کنارے واقع ہیں ان میں بیس ہزار سے زائد نفوس آباد ہیں ان مواضعات کی ہزاروں ایکڑ زرعی اراضی پر اس وقت کماد کی فصل بالکل تیار ہے اور گندم و دیگر فصلات کاشت کی جارہی ہیں۔ان فصلات کو منڈی تک پہنچانے کے لئے تمام رابطہ سڑکیں دریائے چناب میں آنے والے حالیہ سیلاب کی نذر ہو گئی ہیں۔ اب فصلات کو منڈی تک پہنچانے کے لئے کوئی راستہ نہ ہے کیونکہ سیلاب کی وجہ سے دریائے چناب نے اپنا راستہ بھی تبدیل کر لیا ہے۔ ذرائع آمد و رفت نہ ہونے کی وجہ سے کسان بے حد پریشان ہیں لہذا صوبائی اسمبلی پنجاب کا یہ ایوان حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ موضع جوگیرہ (ضلع جھنگ) میں فوری طور پر کشتیوں کا پل بنایا جائے تاکہ کسان اپنی فصلات کو منڈی تک پہنچا سکیں۔"

یہ قرارداد پیش کی گئی اور اب سوال یہ ہے کہ:

"ضلع جھنگ کے متعدد دیہات و مواضعات جو دریائے چناب کے کنارے واقع ہیں ان میں بیس ہزار سے زائد نفوس آباد ہیں ان مواضعات کی ہزاروں ایکڑ زرعی اراضی پر اس وقت کماد کی فصل بالکل تیار ہے اور گندم و دیگر فصلات کاشت کی جارہی ہیں۔ان فصلات کو منڈی تک پہنچانے کے لئے تمام رابطہ سڑکیں دریائے چناب میں آنے والے حالیہ سیلاب کی نذر ہو گئی ہیں۔ اب فصلات کو منڈی تک پہنچانے کے لئے کوئی راستہ نہ ہے کیونکہ سیلاب کی وجہ سے دریائے چناب نے اپنا راستہ بھی تبدیل کر لیا ہے۔ ذرائع آمد و رفت نہ ہونے کی وجہ سے کسان بے حد پریشان ہیں لہذا صوبائی اسمبلی پنجاب کا یہ

ایوان حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ موضع جو گیرہ (ضلع جھنگ) میں فوری طور پر کشتیوں کا پل بنایا جائے تاکہ کسان اپنی فصلات کو منڈی تک پہنچا سکیں۔"

(قرارداد منظور ہوئی)

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! قرارداد متفقہ طور پر منظور ہوئی؟

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، اس میں ایک "ناں" آ گئی تھی۔ اب آپ اس کو explain نہ کریں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، لغاری صاحب!

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میری آپ سے پھر یہ گزارش ہو گی کہ آرٹیکل 234 کے تحت 115 اور باقی قواعد کو suspend کر کے high price کے خلاف Resolution کو بھی take up کر لیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آج اس کو بیٹھ کر دیکھتے ہیں۔ دوسری قرارداد ڈاکٹر فائزہ اصغر کی ہے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! انہوں نے written بھجوایا ہوا ہے کہ اس قرارداد کو میں move کر لوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: Chair کو تو written نہیں ملا۔ آپ کے پاس written ہے؟

محترمہ سیمل کامران: جی، میرے پاس written موجود ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے، پیش کریں۔

صوبے کے دیہی علاقوں میں صحت کی بہتر سہولتیں اور جدید آلات کی فراہمی کا مطالبہ

محترمہ سیمل کامران: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ قرارداد پیش کرتی ہوں کہ:

"اس ایوان کی رائے ہے کہ صوبے کے بنیادی ہیلتھ یونٹوں، تحصیل ہیڈکوارٹر اور ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر ہسپتالوں میں علاج معالجہ کی بہتر سہولتوں

اور جدید آلات کی فراہمی کو یقینی بنایا جائے تاکہ کوئی بھی مریض رقم نہ ہونے
کی وجہ سے طبی سہولتوں سے محروم نہ رہے اور اس کی جان بچائی جا سکے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

"اس ایوان کی رائے ہے کہ صوبے کے بنیادی ہیلتھ یونٹوں، تحصیل
ہیڈکوارٹر اور ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر ہسپتالوں میں علاج معالجہ کی بہتر سہولتوں
اور جدید آلات کی فراہمی کو یقینی بنایا جائے تاکہ کوئی بھی مریض رقم نہ ہونے
کی وجہ سے طبی سہولتوں سے محروم نہ رہے اور اس کی جان بچائی جا سکے۔"

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! I oppose it

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! I oppose it

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے، You also oppose it محترمہ سیمل کامران!

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! اس قرارداد میں لاہور کے جنرل ہسپتال کی بات ہو رہی ہے، سروسز ہسپتال کی بات ہو رہی ہے اور نہ ہی میو ہسپتال کی بات ہو رہی ہے۔ اسی طرح نہ ہم راولپنڈی کی بات کر رہے ہیں بلکہ ہم بات کر رہے ہیں دیہی آبادی کی۔ ہماری دیہی آبادی کا تناسب تقریباً 70 فیصد ہے۔ Economic recession کی وجہ سے already ہماری rural economy بُری طرح سے effect ہو چکی ہے۔ پہلے ہی آبادی کے اس کثیر segment کو یکسر ignore کیا گیا ہے۔ وہاں پر صحت کی بنیادی سہولتیں بھی نہیں ہیں، BHUs اور RHUs میں ڈاکٹر جانے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ وہاں دوائیاں بھی ناپید ہیں اور وہ غریب عوام جو وہاں کے باسی ہیں ان کو first of all طبی سہولیات فراہم ہی نہیں ہو سکتیں۔ اگر وہ دور دراز علاقوں میں چلے جاتے ہیں تو صرف اس صورت میں ان کو medical facilities ملتی ہیں۔ وہ غریب لوگ جن کی ہم بات کر رہے ہیں، جن کے لئے ابھی یہاں مہنگائی کے رونے روئے گئے ہیں، جن کے لئے ہم ہر روز بات کرتے ہیں اور جن کو ہم یہاں پر represent کرنے کے لئے کھڑے ہیں ان کا کیا قصور ہے؟ حالانکہ صحت اور تعلیم ہر انسان کا بنیادی حق ہے۔ اس کو مہیا کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے۔

جناب سپیکر! میں سمجھتی ہوں کہ جو حکومت عوام کو صحت اور تعلیم جیسے بنیادی حقوق سے محروم رکھتی ہے اس کو حکومت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ آپ ہمارے tribal areas کو

دیکھ لیجئے اور صوبہ پنجاب کے بہت سارے ایسے علاقے ہیں جہاں پر BHUs اور RHUs سرے سے موجود ہی نہیں ہیں۔ وہاں پر غریب لوگ بستے ہیں اور ان غریبوں کا کیا قصور ہے کہ وہ اپنی بیماریوں پر قابو پانے کے لئے دور دراز علاقوں میں جائیں؟ اگر وہ غریب لوگ وہاں تک نہیں جا سکتے تو بہت سے لوگ اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔

جناب سپیکر! میں سمجھتی ہوں کہ یہ بہت ضروری ہے کہ BHUs اور RHUs کو نہ صرف upgrade کیا جائے بلکہ ان میں جو missing facilities ہیں ان کو بھی پورا کیا جائے۔ وہاں پر ڈاکٹروں کو تعینات کیا جائے اور ان کی حاضری کو بھی ensure کیا جائے۔ وہاں پر medicines provide کی جائیں۔ جن علاقوں میں BHUs اور RHUs نہیں ہیں وہاں پر یہ قائم کئے جائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا!

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! میں اپنی بات کرنے سے پہلے انہی لائنوں کو دوبارہ پڑھنا چاہوں گی کہ "صوبے کے بنیادی ہیلتھ یونٹوں، تحصیل ہیڈ کوارٹر اور ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتالوں میں علاج معالجہ کی بہتر سہولتوں اور جدید آلات کی فراہمی کو یقینی بنایا جائے تاکہ کوئی بھی مریض رقم نہ ہونے کی وجہ سے طبی سہولتوں سے محروم نہ رہے۔"

جناب سپیکر! اس میں یہ بات شک پیدا کرتی ہے کہ خدانخواستہ کوئی اس طرح کے health units قائم ہیں جہاں پر اس طرح کی facilities موجود ہی نہیں ہیں۔ میں اس میں ایک اضافہ چاہتی ہوں کہ جہاں جہاں یہ facilities موجود ہیں وہاں پر گورنمنٹ کو appreciate کیا جائے اور جہاں پر health facilities provide کرنے کی ضرورت ہے وہاں provide کی جائیں۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، ڈاکٹر سامیہ امجد!

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! جہاں یہ اپنی نوعیت کی ایک بہت ہی serious قرارداد ہے وہاں پر میری بہن نے یہ تو کہا کہ اس میں اضافہ کرنا چاہئے، میرا ابھی خیال ہے کہ اضافہ ہونا چاہئے لیکن اس میں قصیدہ گوئی کے اضافہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس میں جو چیز کم ہے وہ ہے "تربیت یافتہ ڈاکٹر"۔ مجھے اچھی طرح سے یاد ہے کہ IMF اور تمام donors' societies سے BHUs, THQs اور DHQs میں انتہائی قیمتی اور modern machineries already موجود ہیں

مگر انہیں چلانے والا کوئی نہیں ہے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ جو cold chains قائم کی گئیں ان کے لئے deep freezers کی ایک chain قائم کی گئی جس میں مرغیوں نے انڈے دیئے ہوئے ہیں اور وہ ڈربے کے طور پر استعمال ہوتی ہیں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ DHQ خانیوال میں جدید ترین ایکسرے مشین یا ایکسرے یونٹ لگایا گیا تھا جو کسی کو چلانا نہیں آتا تھا۔ میں اچھی طرح سے گواہی دے سکتی ہوں کہ ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹروں میں پینتالیس پینتالیس لاکھ روپے کی الٹراساؤنڈ مشینیں پہنچائی گئیں لیکن وہاں qualified doctors یا qualified لوگ موجود نہ ہیں۔ ہم نے صرف یہ وتیرہ بنایا ہوا ہے کہ ہم نے کہیں پر بھی qualified لوگوں کو نہیں رکھنا۔ مشینیں لگا دینے یا پنکھے لگا دینے سے وہ چل تو نہیں سکتیں جب تک وہاں qualified doctors نہ ہوں۔ یہ قرارداد نامکمل ہے اس کے اندر یہ چیز بہت ضروری ہے کہ وہاں پر qualified لوگ ہوں۔

جناب سپیکر! مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ دو چیزوں نے اس پورے سسٹم اور facility کو imbalance کیا ہے۔ پہلا یہ کہ جب open merit MBBS لایا گیا تو 64 فیصد خواتین آ گئیں اور ساری doctors بن گئیں۔ وہ خواتین اثاثہ تھیں اور human resource تھیں جنہوں نے ان مشینوں کو چلانا تھا۔ ہم ایک اور serious crisis کی طرف جا رہے ہیں۔ دوسری چیز human resource میں یہ ہے کہ جب ڈاکٹر حضرات qualify کرتے ہیں تو ان کی ڈاکٹری پر کسی قسم کا کوئی قدغن نہیں ہے یا ان کی availability کو ensure نہیں کیا گیا۔ جس کا دل چاہتا ہے وہ منہ اٹھاتا ہے اور باہر چلا جاتا ہے۔ امریکہ کے AIDS کے ہسپتالوں میں جا کر نوکری کرنا پسند کرتا ہے لیکن اپنے مسلمان بہن بھائیوں کی خدمت کرنا پسند نہیں کرتا۔ اسی طرح ایک بہت بڑا human resource ہے ایک لاکھ 25 ہزار general practitioners جو کہ اس قوم کی خدمت کر رہے ہیں ان کی چھوٹی سے لے کر بہت بڑی محل نما ہٹیاں اور ہسپتال ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو حکومت کسی بھی نیشنل یا انٹرنیشنل پروگرام میں incorporate نہیں کرتی اور کسی طرح نہیں کرتی۔ جو qualified doctors ہیں ان کو دھکے دینا، سڑکوں پر ان پر لاٹھی چارج کروانا، ان کے colleges approve نہ کروانا اور ان کی قدر نہ کرنا یہ اس چیز میں شامل ہے۔ ان مشینوں کو آپ نے کیا کرنا ہے جس میں مرغیوں نے انڈے دینے ہیں اور اس الٹرا ساؤنڈ مشین کو میں کیا کہوں جس کے بٹن on نہیں ہیں؟ میرے اپنے دیور خدا کی قسم فوت ہو گئے صرف اتنی سی بات پر

کہ defibrillator یا وہ مشین جس سے دل کو جھٹکا لگا کر revive کیا جاتا ہے اس کی تار ڈسپنسر اتار کر گھر لے گیا تھا کیونکہ اس کی electric kettle پر بھی وہی تار لگتی تھی اور اس نے پانی ابالنا تھا۔ یہ حال ہے ان لاکھوں اربوں روپے کی مشینوں کا جنہیں سالہا سال سے مختلف حکومتوں نے آکر provide کیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ڈاکٹر صاحبہ! کیا آپ اس قرارداد میں اضافہ کرنا چاہتی ہیں؟

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! اس قرارداد میں دو الفاظ add کرانے کے لئے میں نے اس لئے یہ باتیں کہی ہیں کہ یہ مسئلہ عمیق تر ہے۔ اگر آپ MRIs وغیرہ کی مشینیں لا لا کر وہاں لگاتے رہیں گے، آج آپ دیکھیں کہ کیوں یہ مشینیں جل گئی ہیں؟ کبھی فاطمہ جناح میڈیکل کالج کی خبر آ رہی ہے، کبھی کسی اور کی خبریں آ رہی ہیں کیونکہ ان MRIs مشینوں کو چلانے کے لئے trained staff اور human resource کہیں نہیں ہے۔ اتنا پیسا خرچ کر کے بھی لوگوں کو کچھ نہیں ملا لہذا اس کے اندر اگر یہ تین الفاظ ڈال دیں تو میں اس قرارداد کی side لے سکتی ہوں اور وہ ہے "تربیت یافتہ ڈاکٹر اور عملہ"۔ جب تک یہ تین الفاظ اس میں نہیں ہوں گے یہ بے معنی ہے۔ آپ کی حکومت نے air conditioners لگائے وہ air conditioners ایک ہی کمپنی کے تھے۔ اس کے بعد تاریں نہیں تھیں، بجلی نہیں تھی، پھر جنریٹرز دیئے گئے اور جب جنریٹرز دیئے تو ان کے آئل کا کسی نے بھی کچھ نہیں کیا۔ ان ACs نے کس وارڈ کو ٹھنڈا کیا؟ یہ کسی businessman کی دی ہوئی قرارداد تو ہو سکتی ہے کہ اس کی مہنگی مشینوں کو لا کر BHUs اور THQs میں لگا دیا جائے لیکن جو human resource ہے، جو ایم بی بی ایس ڈاکٹر ہے، جو آپ کے ملک کا اثاثہ ہے اس کی قدر کرنے کے لئے، اس کو procure کرنے کے لئے، اس کی تنخواہوں کے لئے اور اس کے مسائل حل کرنے کے لئے اس پر ڈنڈے اور سوٹے اسی مال روڈ پر مارے گئے۔ میں آپ سے پرزور اپیل کرتی ہوں کہ خدارا جو آپ کے گھر کی ملائی ہے وہ human resource جس کو سب سے اچھے نمبر ملتے تھے، جو سب سے اچھے تھے ان کو کیوں نہیں اس قرارداد میں ڈالا گیا؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، آپ کی بات آ گئی ہے اور اب repetition شروع ہو گئی ہے۔ Basically آپ کا یہ مطالبہ ہے کہ اس کے اندر تربیت یافتہ ڈاکٹرز اور عملے کا اضافہ کر لیا جائے۔ کیوں، محترمہ سیمل کامران!

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! مجھے تو اس بات کی سمجھ نہیں آ رہی ہے کہ جنہوں نے Resolution کو oppose کیا ہے اس کو justify کرنے کے لئے الزام تراشیاں کرتے جا رہے ہیں۔ No doubt کہ یہ ڈاکٹر فائزہ اصغر صاحبہ کی قرارداد ہے اس میں انہوں نے ایک genuine بات کی ہے۔ اب ہم عملے اور ڈاکٹر کی تعیناتی کی بات کر رہے ہیں تو اس میں اس بات کا اضافہ کرنا بہت اچھی بات ہے کہ اگر آپ کر لیں کہ عملہ تربیت یافتہ ہونا چاہئے لیکن یہ کہنا کہ یہ کسی businessman کی قرارداد ہے یا وہ اپنی مشینیں بیچنا چاہ رہا ہے تو میرے خیال میں ان الفاظ کو آپ خارج کر دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرے خیال میں ان کی جو sense ہے وہ ایک اچھی sense ہے۔ جی، ڈاکٹر غزالہ صاحبہ!

ڈاکٹر غزالہ رضا رانا: جناب سپیکر! یہ قرارداد بہت اچھی قرارداد ہے۔ اس میں، میں صرف ایک چیز add کرنا چاہتی ہوں کہ اس میں RHC کو بھی add کیا جائے۔ BHU,THU,DHQ کی بات ہو رہی ہے۔ اس میں Rural Health Centre کو بھی add کیا جائے کیونکہ بہت سے RHCs بھی ایسے ہیں جہاں appointments نہیں ہوئی ہیں، technical staff نہیں ہے اور خاص طور پر Dental Surgeon کے نہ ہونے کی وجہ سے وہاں پر Dental Unit بیکار پڑے ہوئے ہیں۔ اتنے مہنگے مہنگے Dental Unit ہیں کہ جن کا آپ سوچ بھی نہیں سکتے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کیا آپ RHC کہہ رہی ہیں؟

ڈاکٹر غزالہ رضا رانا: جناب سپیکر! RHC یعنی Rural Health Centre

جناب ڈپٹی سپیکر: اچھا, RHC ٹھیک ہے۔

جناب طاہر احمد سندھو: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، سندھو صاحب!

جناب طاہر احمد سندھو: جناب سپیکر! شکریہ۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ جو question raise کیا گیا ہے بہت ہی اچھا ہے لیکن میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ اگر practical aspect دیکھیں تو ہمارے جو BHUs ہیں I am witness to it کہ ان میں لوگوں نے جانور باندھے ہوئے ہیں، کسی

نے توڑی ڈالی ہوئی ہے، کسی نے کچھ ڈالا ہوا ہے اور وہ جو نقشہ پیش کرتے ہیں تو میرا خیال ہے کہ اس سے مزید میں کیا کہہ سکوں گا؟

جناب سپیکر! الحمدللہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہماری گورنمنٹ نے health میں بڑی improvement کی کوشش کی ہے اور شبانہ روز محنت کی ہے تو اس میں کوئی شک نہیں ہے اسی وجہ سے ہمارے ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹرز کے ہسپتالوں میں کافی بہتری آئی ہے اور ہر لحاظ سے بہتری آئی ہے لیکن جہاں تک تحصیل ہیڈ کوارٹرز ہیں، RHCs ہیں اور BHUs ہیں ان میں genuinely بہت زیادہ کمی پائی جاتی ہے۔ ایک بات یہ ہے کہ ہمارے ملک کی شروع سے بد قسمتی رہی ہے کہ ہم نے ہمیشہ ہی bureaucracy پر rely کیا ہے اور ہمیشہ ہی bureaucracy نے اپنے آپ کو ایک all rounder کے طور پر پیش کیا ہے۔ آج کل جو brain drain کی بات ہو رہی ہے اور جو ڈاکٹر باہر جا رہے ہیں میں اپنے گاؤں کے BHU میں پچھلے تین سال کی تمام کوششوں کے باوجود ڈاکٹر نہیں لگوا سکا اور سارے BHUs اس طرح خالی پڑے ہیں لیکن ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ ہم کوئی ایسی پالیسی بنائیں کہ جس سے ڈاکٹر بجائے اس کے کہ باہر چلے جائیں وہ کیوں نہ ادھر رہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سندھو صاحب! اس وقت جو قرارداد پیش کی گئی ہے اس کو آپ oppose کر رہے ہیں یا اس کے حق میں بات کر رہے ہیں؟ کیونکہ اگر اس وقت آپ oppose کر رہے ہیں تو بات کر سکتے ہیں۔

جناب طاہر احمد سندھو: جناب سپیکر! یہ قرارداد بہت اچھی ہے اس کو تو oppose کرنے والی بات ہی نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، آپ تو وکیل ہیں۔

جناب طاہر احمد سندھو: جناب سپیکر! لیکن میری ایک عرض تو سن لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، نہیں۔ اگر آپ اس کو oppose کر رہے ہیں تو بات کر سکتے ہیں، نہیں تو وہ پوائنٹ آف آرڈر پر بعد میں بات کر لیں کیونکہ یہاں پر بڑا specific ہے اگر آپ oppose کر رہے ہیں تو بات کر سکتے ہیں۔

جناب طاہر احمد سندھو: جناب سپیکر! میں oppose نہیں کر رہا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔اس قرارداد کے متعلق جو معزز ممبران نے ابھی تک بات کی ہے کہ جہاں پر ہم بات کرتے ہیں کہ صوبے کے بنیادی ہیلتھ یونٹوں، تحصیل ہیڈ کوارٹرز، ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹرز اور رورل ہیلتھ سنٹرز میں علاج معالجہ کی بہتر سہولتوں اور جدید آلات کے ساتھ ساتھ تربیت یافتہ ڈاکٹروں اور عملہ کی فراہمی کو یقینی بنایا جائے۔اگر اس کے ساتھ اس طرح کر لیا جائے تو آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں؟

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرا خیال ہے کہ اس پر سب کا consensus ہے تو ٹھیک ہے۔اب یہ قرارداد پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ:

"اس ایوان کی رائے ہے کہ صوبے کے بنیادی ہیلتھ یونٹوں، تحصیل ہیڈ کوارٹرز، ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹرز ہسپتالوں اور رورل ہیلتھ سنٹرز میں علاج معالجہ کی بہتر سہولتوں اور جدید آلات کے ساتھ ساتھ تربیت یافتہ ڈاکٹرز اور عملہ کی فراہمی کو یقینی بنایا جائے تاکہ کوئی بھی مریض رقم نہ ہونے کی وجہ سے طبی سہولتوں سے محروم نہ رہے اور اس کی جان بچائی جا سکے۔"

(قرارداد متفقہ طور پر منظور ہوئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: اب تیسری قرارداد جناب اعجاز احمد خان صاحب کی ہے وہ اسے پیش کریں۔

حج اور عمرہ کے لئے سعودی عرب کا کرایہ عمومی فضائی کرایہ کے برابر کرنے کا مطالبہ

جناب اعجاز احمد خان: جناب سپیکر! شکریہ۔میں یہ قرارداد پیش کرتا ہوں کہ:

"یہ ایوان وفاقی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ حج اور عمرہ کے لئے سعودی عرب کا کرایہ عمومی فضائی کرایہ کے برابر کیا جائے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

"یہ ایوان وفاقی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ حج اور عمرہ کے لئے سعودی عرب کا کرایہ عمومی فضائی کرایہ کے برابر کیا جائے۔"

MRS. SEEMAL KAMRAN: I oppose it.

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، اعجاز احمد خان صاحب!

جناب اعجاز احمد خان: جناب سپیکر! اللہ کا شکر ہے کہ ہمارا وطن عزیز جو اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے۔ یہاں پر 97 فیصد آبادی مسلمانوں پر محیط ہے۔ حج اور عمرہ ہر مسلمان کی بنیادی خواہش ہوتی ہے۔ جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ آج اگر ہم اپنا internationally growth rate دیکھیں تو پوزیشن بڑی miserable ہے۔ ہمارا ملک ایک غریب ملک ہے اس کے شہریوں کے وسائل بھی محدود ہیں۔ ایسے حالات میں ریاست کو اس مذہبی فریضہ کی ادائیگی کے لئے جہاں facilitate کرنا چاہئے تو unluckily facilitate نہیں کیا جا رہا بلکہ undue بوجھ ان لوگوں پر ہے جو حج اور عمرہ کے لئے جاتے ہیں۔

جناب سپیکر! اگر میں کرایوں کی شرح آپ کے سامنے رکھوں تو آج عمومی residing visa جو کرایہ کی شرح سعودی عرب (جدہ) کے لئے -/40,000 روپے ہے۔ اگر آپ عمرہ کے لئے جائیں گے کیونکہ کچھ دنوں کے بعد جب عمرہ اوپن ہو گا تو رمضان المبارک سے پہلے دس سے پندرہ ہزار روپے عمرہ کی ٹکٹ میں اضافہ ہو جائے گا تو یہ ٹکٹ 50 ہزار روپے سے 65-60 ہزار روپے کی ہو جائے گی۔ آپ کے لئے اور ایوان میں بیٹھے معزز ممبران کے لئے یہ افسوسناک information ہو گی کہ پچھلے سال ریاست نے اسی fare کے لئے حج پر ایک لاکھ 20 ہزار روپیہ فی حاجی کرایہ وصول کیا ہے جبکہ ہمارے ساتھ ہمسایہ ملک جو کہ اپنے آپ کو secular کہتا ہے اور ہم اسے نام نہاد secular کہتے ہیں وہاں پر حاجیوں کے لئے subsidy موجود ہے جو ان کا عمومی کرایہ ہے اس سے 25 فیصد کم کرتے ہیں لہذا میں یہ سمجھتا ہوں کہ ریاست کو مذہبی فریضہ کی ادائیگی کے لئے شہریوں کو facilitate کرنا چاہئے نہ کہ اس طرح کا بوجھ ڈالا جائے اس لئے یہ ہم سب کا مذہبی اور قومی فریضہ ہے کہ جہاں جہاں پر discrimination موجود ہے، جہاں جہاں پر قوم پر غیر ضروری بوجھ ڈالا گیا ہے اور specially حج اور عمرہ کے معاملے کے حوالے سے تو وہاں پر ہم اپنی آواز اٹھائیں اور وفاقی حکومت کو اپنی ایک متفقہ قرارداد بھجوائیں کہ ان کے کرایوں کو برابر کیا جائے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ سیمل کامران صاحبہ!

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، پہلے وہ بات کر لیں؟

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! چلیں! پہلے لغاری صاحب بات کر لیں پھر میں بات کر لوں گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، لغاری صاحب!

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! اس قرار داد میں جناب اعجاز احمد خان صاحب کی جو نیت ہے یا اس کا جو مقصد ہے وہ تو بڑا ہی نیک اور بڑا اچھا ہے لیکن اگر اس کی practicality کی بات کریں تو جو airlines کے کرائے ہیں وہ حکومت پاکستان تعین نہیں کرتی اور airlines ایک بزنس ہے۔ سعودی ائرلائنز کا ایک کرایہ ہوگا، عرب امارت کا ایک کرایہ ہوگا، اتحاد کا ایک کرایہ ہوگا مطلب ہے کہ سب airlines نے اپنے کرائے رکھے ہوں گے تو حکومت پاکستان ائرلائنز کو یہ ہدایات نہیں دے سکتی کہ آپ نے یہ کرایہ رکھنا ہے تو ہم ان کے بزنس آپریشن کے اندر کوئی مداخلت نہیں کر سکتے اور وفاقی حکومت کا بھی اس کے اندر کوئی عمل دخل نہ ہے۔ ہاں اگر۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، ذرا ایک منٹ۔ یہ کرائے پی آئی اے کے ہیں یا مطلب عمومی؟

جناب اعجاز احمد خان: جناب سپیکر! یہ کرائے پی آئی اے کے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: تو اس میں اگر یہ mention کر دیا جائے کہ وفاقی حکومت سے سفارش کرتے ہیں کہ پی آئی اے کے حج اور عمرہ کے کرایوں میں برابری لائی جائے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! اگر اس کو اس طرح کر دیا جائے کہ وفاقی حکومت subsidies کرنا شروع کر دے۔ ہم تو جو بنیادی طور پر بات کہہ رہے ہیں وہ حکومت سے subsidy مانگ رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں آپ کی بات کو follow کر گیا ہوں، مطلب یہ ہے کہ بجائے اس پر آپ نے جو بات کرنی ہے، مطلب یہ کہ وہ حجاج یا ہمارے وہ معزز لوگ جو حج اور عمرہ کرنے جاتے ہیں تو ان کو تو ایک relief ملنا چاہئے۔ اگر ویسے ٹکٹ 40ہزار کی ہے جس طرح بتا رہے ہیں کہ پی آئی اے کی ٹکٹ 40ہزار روپے کی ہے تو اگر وہ 40ہزار روپے کی دینا شروع کر دے گی تو باقی airlines خود بخود اس کو follow کریں گی۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! یہ جو کرائے رکھے جاتے ہیں اس حوالے سے میں تو کوئی Travel Agent نہیں ہوں لیکن میرے خیال میں یہ IATA کے کوئی rules ہیں ان کے

تحت ائرلائنز آپس میں طے کر کے مقرر کرتی ہیں۔اب یہ نہیں ہو سکتا کہ پی آئی اے کا کرایہ 40ہزار روپیہ ہو اور سعودی ائر لائنز کا کرایہ 80ہزار روپیہ ہو اور اتحاد ائر لائنز کا کرایہ 85ہزار روپیہ ہو تو وہ آپس میں ملتے جلتے ہیں۔ ہم تو بنیادی طور پر حکومت سے subsidy مانگ رہے ہیں، پھر بنیادی طور پر اس کی لفاظی اس طرح کی جائے کہ حکومت پاکستان یا حکومت پنجاب اس کو subsidize کرے بلکہ زیادہ بہتر ہو گا کہ ہم چونکہ پنجاب کا ایوان ہیں، ہم حکومت پنجاب سے کہیں کہ حکومت پنجاب ان کرایوں کو subsidize کرے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ہاؤس کا وقت آدھا گھنٹہ بڑھایا جاتا ہے۔ویسے اس پر تھوڑی سی technical بات آ گئی ہے کہ IATA کے rules کو دیکھیں کہ اگر واقعی کرایوں کو اس طرح regulate کیا جاتا ہے تو آپ اس قرارداد کو modify کر کے لے آئیں۔

جناب اعجاز احمد خان: جناب سپیکر! میں اس حوالے سے عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب اعجاز احمد خان: جناب سپیکر! اس میں جو محسن لغاری صاحب نے فرمایا ہے، حج کا جو fare ہے کوئی بھی ایسا حاجی جو حج کرنے کے لئے جا رہا ہے اس کی اپنی choice نہیں ہے کہ وہ کسی airline کا ٹکٹ خرید سکے۔یہ ریاست وصول کرتی ہے اور عمرے کے حوالے سے جو increase آتی ہے وہ بھی PIA اور دوسری جو فضائی airlines ہیں یہ ان کی اپنی monopoly ہے کہ وہ اس کو increase کر دیتی ہیں۔ keeping in view the increase of the pilgrims to travel Saudi Arabia. میں آپ کو عرض کروں کہ یہ impression قطعاً غلط ہے کہ اس میں subsidy کی بات ہے۔ریاست کی corporation اس کو operate کرتی ہے، یہ ریاست کے تابع ہے اور ریاست جب direct کرایہ وصول کرتی ہے تو PIA کا کرایہ اتنا نہیں ہے۔ میں آپ کے سامنے یہ بھی عرض کروں گا کہ جب میں نے اس کو dig out کیا، جب میں یہ لا رہا تھا تو میں نے PIA کے ساتھ بات کی تو انہوں نے کہا کہ ہماری اس میں کچھ increase ہوتی ہے لیکن وہ اس حوالے سے ہوتی ہے کہ ہم حاجیوں کو لے جاتے ہیں اور واپسی پر aircraft خالی لانا پڑتا ہے اور جب ہم انہیں چھوڑنے کے لئے آتے ہیں تو aircraft کو سعودی عرب کی طرف خالی جانا پڑتا ہے لیکن کیا پٹرول کا اتنا خرچہ ہے کہ ٹکٹ تین گنا چلی جائے؟ میں آپ سے یہ عرض کروں گا کہ ریاست کو ایسے انتظامات کرنے چاہئیں کہ یہ عمومی کرائے کے برابر رہے اور اس میں ریاست کا کوئی اضافی

loss بھی نہیں ہو گا۔ اگر ان airlines کے argument میں وزن بھی ہو اور ہم suppose کر لیں کہ وہ ٹھیک کہتے ہیں، حالانکہ transportation رہتی ہے اور جہاز commercial transport ہے یہ اپنے passengers کو وہاں سے لے کر آتے ہیں اور ان پر کوئی bar نہیں ہے کہ حاجیوں کو چھوڑنے کے بعد aircraft کو خالی لائیں لیکن اگر passengers کی ratio کم بھی ہو تو میں سمجھتا ہوں کہ مذہبی حوالے سے یہ ریاست کی ذمہ داری ہونی چاہئے۔ آج 62 سال تک ریاست کو اس پر کوئی objection ہوا نہ اس کو seriously لیا گیا اور آج حج کرنے کے لئے دو لاکھ سے زیادہ کی amount کسی غریب آدمی کے لئے ہو تو وہ حج کر سکتا ہے؟ میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ اس پر ہاؤس کی sense لینی چاہئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرا خیال ہے کہ آپ کو اس میں تھوڑا سا modify کرنا پڑے گا کیونکہ ہم تمام airlines کو تو نہیں کہہ سکتے لیکن PIA کو تو کہہ سکتے ہیں اور اس میں simple maths کا حساب بھی بنائیں، اگر ان کا یہ کہنا ہے کہ جہاز خالی آتا ہے، اگر وہ عام دِنوں میں 40 ہزار لے رہے ہیں تو اس کو بڑھا کر ساٹھ ستر ہزار کر سکتے ہیں لیکن تین گنا زیادہ ہونا اس کی کوئی logic نہیں بنتی ہے۔ اس میں اگر آپ PIA کا اضافہ کر لیں کہ:

"یہ ایوان وفاقی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ PIA کا حج اور عمرہ کے لئے سعودی عرب کا کرایہ عمومی فضائی کرائے کے برابر کیا جائے۔"

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! I oppose.

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: جناب سپیکر! مجھے بھی ایک منٹ کے لئے floor دے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، میں آپ کو بھی floor دیتا ہوں۔ میاں صاحب! آپ oppose کر رہے ہیں؟

میاں محمد رفیق: جی، میں oppose کر رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چنیوٹی صاحب! آپ بھی oppose کر رہے ہیں؟

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: نہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: پھر آپ بات نہیں کر سکتے۔ جی، سیمل کامران صاحبہ!

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! جہاں تک تو مذہبی حوالے سے بات ہوئی ہے وہ بھی سمجھ آتی ہے۔ دوسرا ہم اگر principally یہ بات کریں کہ PIA چونکہ ہماری قومی Airline ہے اس کو ہم direct کر سکتے ہیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ already خسارے میں چل رہی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ابھی میرے بھائی نے خود ہی اس بات کی وضاحت کی ہے کہ اگر عام حالات میں ایک aircraft جاتا ہے تو اس کی واپسی کی بھی book seats ہوتی ہیں اور وہ واپسی پر خالی نہیں آتا۔ ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ اگر ایک جہاز حاجی صاحبان کو لے کر جاتا ہے تو واپس بالکل خالی آتا ہے ایسا نہیں ہوتا۔ جس طرح عمرہ اور حج کا season ہوتا ہے اسی طرح سے یہ travel line میں ایک off season کی terminology بھی use ہوتی ہے اور وہ ان دِنوں میں ہوتا ہے جب لوگ زیادہ travel نہیں کرتے ہیں۔ ان دِنوں میں یہی airlines special package بھی introduce کرواتی ہیں تو بات یہ ہے کہ ہم کسی بھی ایک airline کو direct کر سکتے ہیں اور نہ ہمیں کرنا چاہئے اس طرح سے discrimination ہو گی۔ اس ادارے نے خود بھی کام کرنا ہے، اس نے چلنا ہے۔ دوسرا ایک sector اگر لاہور سے کراچی ہے یا پاکستان سے سعودی عرب ہے تو اس پر صرف PIA نہیں ہے اس پر اور بھی بہت ساری airlines اپنا aircraft لے کر جاتی ہیں تو ہم دوسروں کو تو direct نہیں کر سکتے ہیں اور یہ جو fare increase ہوتے ہیں یہ ایسا ہرگز نہیں ہے کہ یہ بے لگام ہیں اور کوئی check and balance نہیں ہے۔ IATA کے rules اس پر apply ہوتے ہیں اور ہر airline اپنا calculate fare کرتی ہے اور اگر ایسا ہو کہ PIA بالکل بے لگام ہے اور باقی reasonable fare increase کر رہے ہیں تو لوگ PIA پر سفر کرنا بند کر دیں گے تو یہ بالکل justified نہیں ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ ہمیں وہ بات کرنی چاہئے جو زمینی حقائق کے مطابق ہو، یہ بالکل justified نہیں ہے، یہ discrimination ہے اور ہم اپنے اداروں کو مزید ڈبونے کے لئے یہاں نہیں بیٹھے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ میاں صاحب! آپ oppose کرنا چاہ رہے ہیں؟

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! میں oppose کر رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کس بات پر؟

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! میں اس بات پر oppose کر رہا ہوں کہ حج اور عمرہ دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ عمرہ پر لوگ انفرادی طور پر جاتے ہیں، پیکج میں بھی جاتے ہیں جبکہ حج پر صرف پیکج میں جاتے ہیں چاہے وہ گورنمنٹ بھیجے، وزارت حج امور بھیجے یا کوئی پرائیویٹ ادارے بھیجیں اس لئے محض کرایوں کی بات کرنا مناسب نہیں ہو گا کیونکہ یہ حج پیکج ہے اس میں کرائے بھی ہیں اور boarding and lodging بھی ہے، وہاں پر یا تو تمام میں subsidy مانگی جائے صرف کرایہ اس میں بے معنی اور مہمل بات ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

یہ قرارداد نہیں بنتی ہے، حج عمرے کے ساتھ اس کو الگ الگ رکھا جائے تو شاید یہ مناسب ہو گا اور جیسا کہ اب آپ نے دیکھا ہو گا کہ حالیہ حج کے دوران وزارت حج کے سکینڈل اور جو استحصال سامنے آیا ہے اس سے حجاج کرام کو بچایا جائے اس لئے یہ قرارداد اگر پیش کرنی ہے تو اس کو اس انداز سے پیش کیا جائے کہ package پر subsidy دی جائے اور اسے وزارت مذہبی امور کے استحصال سے بچایا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ چنیوٹی صاحب! آپ oppose کرنا چاہتے ہیں؟

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: نہیں۔ جناب سپیکر! میں اس کی تائید میں بولنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، اس کی تائید جو ہے وہ ہاؤس میں vote سے ہی ہو سکتی ہے جنہوں نے oppose کرنا ہے صرف وہی بات کر سکتے ہیں۔

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: جناب سپیکر! میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ PIA والوں کا عجیب ماحول ہے، اگر لاہور سے جدہ کا ٹکٹ خریدیں تو وہ 56ہزار روپے کا، اگر اسی دِن PIA کا ٹکٹ لاہور سے لندن کا خریدیں تو وہ بھی 56ہزار روپے کا یعنی تین گنا سفر بھی زیادہ ہے، وہاں ان کو تیل بھی ڈالروں میں ملتا ہے، سعودی عرب میں تیل ان کو آدھے ریٹ پر ملتا ہے اس کے باوجود کرائے میں کوئی difference نہیں دیکھا۔ یہ بہت بڑی زیادتی ہے، اس پر کوئی غور ہونا چاہئے۔

جناب اعجاز احمد خان: جناب سپیکر! میں ایک منٹ لینا چاہوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، اعجاز احمد خان!

جناب اعجاز احمد خان: جناب سپیکر! ابھی محترمہ سیمل کامران نے کہا ہے کہ IATA fares کو کنٹرول کرتی ہے اور میاں صاحب نے کہا ہے کہ استحصال کو ختم کیا جائے اور اس میں بہت ساری

مدات موجود ہوتی ہیں۔ میں clarify کر دوں کہ حج پیکج کے اندر fare کی مد بالکل علیحدہ ہے اور اس کے اوپر گورنمنٹ آف پاکستان arrangement کرتی ہے جتنی capacity پی آئی اے کی ہے اس کے علاوہ جس airline کی services لینی ہیں وہ گورنمنٹ آف پاکستان arrange کرتی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ نے بالکل صحیح فرمایا ہے۔

جناب اعجاز احمد خان: جناب سپیکر! یہ بہت اہم issue ہے اس لئے میں آپ کا انتہائی قیمتی وقت لے رہا ہوں۔ یہ کہتے ہیں کہ ہماری کسی ایک corporation پر بوجھ ہو گا یہ misconception ہے میں اس کو clarify کرنا چاہتا ہوں اور اس کو clear کرنا چاہتا ہوں کہ یہ ہماری جو سٹیٹ ہے وہ اس پیسے کو وصول کرتی ہے۔ Airline کسی بھی حاجی سے direct کوئی پیسا لیتی ہے اور نہ ہی airline کی choice کسی حاجی کے پاس موجود ہے۔ ریاست پھر آگے payment کرتی ہے وہ payment جو ہے وہ discriminatory کیوں ہے، جب ایک جہاز عمومی حالات میں ایک resident ویزہ رکھنے والے کو 40 ہزار میں لے جا رہا ہے اور لا رہا ہے تو پھر ایک حاجی کو 40 ہزار میں کیوں نہیں لے جایا جا سکتا اور واپس لایا جا سکتا؟ اس لئے اس کو carry کیا جانا چاہئے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، آپ کی Resolution بہت important ہے اور اس پر قرارداد جو ہے اب یہ ساری بات ہو چکی ہے یہ قرارداد پیش کی گئی ہے اور اس کے اندر ایک تبدیلی آپ نے کہا ہے کہ PIA کا ڈال دیں۔

یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

"یہ ایوان وفاقی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ PIA کا حج اور عمرہ کے لئے سعودی عرب کا کرایہ عمومی فضائی کرایہ کے برابر کیا جائے۔"

یہ قرارداد پیش کی گئی اور اب سوال یہ ہے کہ:

"یہ ایوان وفاقی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ PIA کا حج اور عمرہ کے لئے سعودی عرب کا کرایہ عمومی فضائی کرایہ کے برابر کیا جائے۔"

(قرارداد منظور ہوئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: چوتھی قرارداد محترمہ زوبیہ رباب ملک صاحبہ کی ہے وہ اسے پیش کریں۔

پنجاب حکومت سے وفاقی اور دیگر صوبوں کی طرح سرکاری ملازمین کی انکریمنٹ 2010 کے موقع پر 50 فیصد ایڈہاک الاؤنس اور 15 فیصد میڈیکل الاؤنس میں اضافہ کا مطالبہ

محترمہ زوبیہ رباب ملک: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔جناب سپیکر! بہت بہت شکریہ۔ میں یہ قرارداد پیش کرتی ہوں کہ

"محکمہ خزانہ حکومت پنجاب نے ایک مراسلہ نمبر FD.PC.2.2./2010 مورخہ 11۔نومبر 2010 کے ذریعے صوبہ پنجاب کے تمام صوبائی سرکاری ملازمین کی سالانہ انکریمنٹ 2010 میں 50 فیصد ایڈہاک الاؤنس اور 15 فیصد مہنگائی الاؤنس میں اضافہ پر پابندی لگا دی ہے جبکہ یہ یہی اضافہ وفاقی حکومت اور دیگر تینوں صوبے اپنے ملازمین کو دے رہے ہیں لہذا اس ایوان کی رائے ہے کہ دیگر صوبوں اور وفاق کی طرح صوبہ پنجاب کے صوبائی سرکاری ملازمین کو بھی سالانہ انکریمنٹ 2010 کے موقع پر 50 فیصد ایڈہاک الاؤنس اور 15 فیصد میڈیکل الاؤنس میں اضافہ دیا جائے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

"محکمہ خزانہ حکومت پنجاب نے ایک مراسلہ نمبر FD.PC.2.2./2010 مورخہ 11۔نومبر 2010 کے ذریعے صوبہ پنجاب کے تمام صوبائی سرکاری ملازمین کی سالانہ انکریمنٹ 2010 میں 50 فیصد ایڈہاک الاؤنس اور 15 فیصد مہنگائی الاؤنس میں اضافہ پر پابندی لگا دی ہے جبکہ یہ یہی اضافہ وفاقی حکومت اور دیگر تینوں صوبے اپنے ملازمین کو دے رہے ہیں لہذا اس ایوان کی رائے ہے کہ دیگر صوبوں اور وفاق کی طرح صوبہ پنجاب کے صوبائی سرکاری ملازمین کو بھی سالانہ انکریمنٹ 2010 کے موقع پر 50 فیصد ایڈہاک الاؤنس اور 15 فیصد میڈیکل الاؤنس میں اضافہ دیا جائے۔"

وزیر زکوٰۃ و عشر (ملک ندیم کامران): میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: میں اس کی مخالفت کرتی ہوں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب والا! میں بھی اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! آپ پہلے فرمائیں!

محترمہ زوبیہ رباب ملک: جناب سپیکر! میں یہ گزارش کروں گی کہ میں نے ایسے لوگوں کی بات کی ہے جن کا حق ہے اور جن لوگوں نے سالہا سال اپنے خون پسینے کے ساتھ اپنے ان اداروں کے کام کا حق ادا کیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ایڈہاک الاؤنس کیا ہوتا ہے؟

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب والا! یہ وہ الاؤنس ہے جس کو regularize نہ کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں ان سے پوچھ رہا تھا۔

محترمہ زوبیہ رباب ملک: جناب سپیکر! اس کی detail یہ ہے کہ گزشتہ روز وزیر خزانہ جناب تنویر اشرف کائرہ صاحب نے اسمبلی کے floor پر کہا کہ پنجاب کے جتنے بھی ملازمین ہیں ان کی تنخواہ یا الاؤنس میں جو بھی اضافہ ہوتا ہے وہ اضافہ وفاقی حکومت برداشت کرتی ہے۔ اگر ایسی ہی بات ہے تو جو اضافہ وفاقی حکومت نے کر دیا اور باقی تینوں صوبے بھی دے رہے ہیں تو پھر اگر یہ اضافہ پنجاب حکومت نہیں کرتی تو کیا پنجاب حکومت کے ملازمین کے ساتھ بہت بڑی زیادتی نہیں ہے؟ میں یہاں پر یہ کہنا چاہوں گی کہ پنجاب کے ان لاکھوں ملازمین کے ساتھ زیادتی نہ کی جائے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے مہنگائی کی باتیں ہو رہی تھیں اور بہت دعوے کئے جا رہے تھے کہ اس پر بحث کی جائے۔

جناب والا! میں انہی دعوؤں کو لیتے ہوئے آپ سے مؤدبانہ التجا اور گزارش کروں گی، اپنے پورے House اور ایوان کے ان نمائندوں سے بھی گزارش کروں گی کہ اس سال ساٹھ سے اسی فیصد خورد ونوش کی قیمتوں میں اضافہ ہوا ہے اس لئے آپ ان کا جو حق ہے وہ تو ان کو دیں۔ ہم ایک طرف تو یہ دعوے کرتے ہیں کہ چیزیں مہنگی ہو رہی ہیں، پٹرول مہنگا ہو رہا ہے لیکن دوسری طرف ہم ان چیزوں کو فوقیت دے رہے ہیں کہ ان کا جو حق ہے وہ بھی ان سے چھینا جائے۔ یہ عوام پھر کہاں جائے اور کس سے التجا کرے؟ میں اس ایوان اور House کی ایک ممبر ہونے کے ناتے آپ سے مؤدبانہ التجا کروں گی کہ پنجاب کے ان ملازمین کو ان کا جو حق ہے اس کا کوئی حل نکالیں اور ان کو ان کا حق دیا جائے۔ بہت شکریہ

وزیر زکوٰۃ و عشر (ملک ندیم کامران): جناب والا! میں یہ گزارش کروں گا کہ۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرے خیال میں آپ آخر میں بات کر لیجئے گا۔ پہلے ڈاکٹر صاحبہ آپ بات کر لیں اور اس کے بعد حسن مرتضیٰ صاحب!

ڈاکٹر سامیہ امجد: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں زوبیہ رباب کو سب سے پہلے اس بات کی support دینا چاہتی ہوں کہ انہوں نے ایک انتہائی اہم مسئلے کو بڑی خوبصورتی سے نہ صرف floor پر پیش کیا بلکہ اس کو express بھی کیا ہے ۔ اس میں تھوڑی سی addition کرنے کی ضرورت تھی ، addition یہی کرنے کی ضرورت تھی کہ تینوں صوبوں کی بات ہو رہی ہے تو اس کا مطلب ہے سندھ، خیبر پختو نخواہ اور بلوچستان کی بات ہو رہی ہے۔ بلتستان، آزاد جموں کشمیر اور پنجاب یہ تین صوبے کیوں اس طرح سے رہ گئے ہیں؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کو جتنا emphasize کیا جائے کم ہے۔ میں نہ صرف صوبہ پنجاب میں یہ آواز اٹھانا چاہتی ہوں بلکہ میں اس میں یہ بھی چاہتی ہوں کہ اس کو rephrase کریں اور جو دو نئے صوبے رہ گئے ہیں ان کو بھی اس میں شامل کیا جائے۔ یہ تو کوئی بات نہیں کہ آپ سرکاری ملازمین کی سالانہ increments کو کم کر دیں۔ کچھ دن پہلے بھی میں نے ایک پوائنٹ آف آرڈر پر یہ بات کہی تھی کہ سرکاری ملازمین اس حکومت سے سخت تنگ ہیں اس لئے تنگ ہیں کہ چھٹی تو ان کو ہوتی نہیں، جہاں پر 42 hours per week کام کرنے کی بات ہے تین بجے چھٹی ہونی چاہئے وہ نہیں کی جاتی overwork لیا جاتا ہے۔ چینی بند، پٹرول بند، چھٹی بند، عید بند سارا کچھ بند کرنے کے باوجود آج تنخواہ بھی بند اور الاؤنس بھی بند۔ یہ کس قسم کا trend ہے، یہ بجٹ کا کون سا package ہے جو یہ حکومت لانا چاہ رہی ہے۔ اب نہ صرف پنجاب میں بلکہ بلتستان، آزاد جموں کشمیر میں بھی۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ دو صوبے announce ہو چکے ہوئے ہیں؟

ڈاکٹر سامیہ امجد: یہ announce ہوئے ہیں یا نہیں ان کی existence تو ہے، ان کو بھی نہیں مل رہا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: دیکھیں، وہ صوبے میں announce نہیں ہوئے۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: آپ اس طرح سے نہ کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں۔ announce نہیں ہوئے۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب والا!اس technical point کی وضاحت کو بھی پڑھوں گی۔ابھی جناب محسن لغاری صاحب نے سمجھایا ہے وہ بھی ٹھیک ہے اور اس حساب سے اگر withdraw کرنے کی بات ہے تو وہ بھی ٹھیک ہے لیکن میرا پوائنٹ وہیں موجود ہے۔جب یہ لوگ کام کر رہے ہیں تو ان کی increments اگر آپ واپس لے کر جائیں گے تو جتنے بھی سرکاری ملازمین ہیں وہ پھر اس حکومت کے لئے کوئی اچھا نہیں سوچ رہے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، سید حسن مرتضیٰ صاحب!

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر!ابھی یہاں مہنگائی کی بات ہو رہی تھی تو اس وقت سارے وفاقی حکومت کے خلاف بات کر رہے تھے لیکن اب جو یہ کہا گیا ہے کہ سرکاری ملازمین کے میڈیکل الاؤنس اور ایڈہاک الاؤنس میں اضافہ نہیں کیا جائے گا یا وہ نہیں دیا جائے گا تو اس پر میں یہ عرض کروں گا اور ہماری یہ request ہے کہ لوگوں کی قوت خرید میں اضافہ کرنا چاہئے۔ مہنگائی تو ایک بین الاقوامی مسئلہ ہے جس سے ہم سب پر اثر پڑتا ہے اس لئے میری یہ گزارش ہے کہ ہماری قوت خرید میں اضافہ ہونا چاہئے۔سرکاری ملازمین کی محدود تنخواہیں ہیں ان کا اپنے گھر کا بجٹ بنانا مشکل ہوتا ہے۔اس پر کافی باتیں ہو چکی ہیں میری بھی یہ رائے ہے کہ اس کو فی الفور دینا چاہئے کیونکہ وفاقی گورنمنٹ نے اور دوسری صوبائی حکومتوں نے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ oppose کر رہے ہیں، اگر oppose نہیں کر رہے تو پھر بیٹھ جائیں۔ آپ پھر بول نہیں سکتے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر!میں عرض کر رہا تھا کہ۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جو oppose کر رہے ہیں وہ بول سکتے ہیں۔آپ oppose تو نہیں کر رہے؟

سید حسن مرتضیٰ: نہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے۔وزیر موصوف کی بات سے پہلے میں ایک بات clear کر دوں کہ جو ڈاکٹر سامیہ امجد نے بات کی ہے کہ آئین کے Introductory میں آرٹیکل 1 میں لکھا ہے کہ:

(1) Pakistan shall be a Federal Republic to be known as the Islamic Republic of Pakistan, hereinafter to as Pakistan.

(2) The territories of Pakistan shall comprise:-

(a) the Provinces of Balochistan, Khyber Pakhtunkhwa, the Punjab and Sindh;

(b) the Islamabad Capital Territory, hereinafter referred to as the Federal Capital;

(c) Federally Administered Tribal Areas; and

(d) such States and territories as are or may be included in Pakistan, whether by accession or otherwise.

اب آپ دیکھیں اس کے اندر بڑا clear لکھا ہوا ہے کہ not provinces اور اس لئے آپ کا تو بولنا بنتا نہیں ہے۔ وزیر موصوف صاحب آپ بات کر لیں۔

وزیر زکوٰۃ و عشر (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! میں معزز ممبران کو بتانا چاہتا ہوں کہ تمام ملازمین کو اس سال بنیادی تنخواہ کا پچاس فیصد ایڈہاک الاؤنس اور میڈیکل الاؤنس دیا گیا ہے جس کی کاپی بھی میرے پاس موجود ہے جس سے ملازمین کی مشکلات کافی حد تک کم ہو گئی ہیں۔ اس سے حکومت کے وسائل پر بوجھ بڑھ گیا ہے اس وقت حکومت کسی مزید سہولت دینے کے بارے میں نہیں سوچ رہی لہذا حکومت اس کے against جا رہی ہے اور میں یہ بھی معزز ممبران کو clear کرنا چاہتا ہوں کہ تمام سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں سالانہ increments جس کی بات یہاں پر کی جا رہی ہے روکنے کے لئے کوئی ہدایت جاری نہیں کی گئی، یہ غلط بات ہے، کوئی ایسی ہدایت جاری نہیں کی گئی۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب والا! ہمارے پاس حکومت کا circular ہے۔

محترمہ زوبیہ رباب ملک: جناب والا! میرے پاس بھی موجود ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: تشریف رکھیں .No cross talk. Let him talk آپ مجھے یہ circular دکھائیں۔

محترمہ زوبیہ رباب ملک: جناب والا! وفاقی حکومت ایک کام کر رہی ہے۔۔۔

وزیر زکوٰۃ و عشر (ملک ندیم کامران): یہ وفاقی حکومت کی بات نہیں ہو رہی، پنجاب حکومت کی بات ہو رہی ہے۔

محترمہ زوبیہ رباب ملک: بات یہ ہو رہی ہے کہ تینوں صوبے اور وفاقی حکومت یہ دے رہی ہے۔ یہاں پر وفاق اگر برداشت کرتا ہے تو تینوں صوبوں کو بھی کرنا پڑے گا۔ اس میں کیا حرج ہے کہ پنجاب حکومت اس کو کیوں نہیں کر رہی جبکہ وفاق یہ ذمہ داری accept کر رہی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس کے مطابق انکریمنٹ تو نہیں روکی جارہی۔

وزیر زکوٰۃ و عشر (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! میں نے بات واضح کر دی ہے کہ اسے مزید روکنے کی کوئی ہدایت جاری نہیں کی گئی لہذا ہم اس قرارداد کو oppose کرتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرے خیال میں اس پر بڑی clear بات ہو گئی ہے اور جو letter مجھے دکھایا گیا ہے اس پر انکریمنٹ تو نہیں روکی جارہی لہذا اب ہاؤس میں سوال put کرتے ہیں۔ یہ قرارداد پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ:

> "محکمہ خزانہ حکومت پنجاب نے ایک مراسلہ نمبر FD.PC.2.2./2010 مورخہ 11۔نومبر 2010 کے ذریعے صوبہ پنجاب کے تمام صوبائی سرکاری ملازمین کی سالانہ انکریمنٹ 2010 میں 50 فیصد ایڈہاک الاؤنس اور 15 فیصد مہنگائی الاؤنس میں اضافہ پر پابندی لگا دی ہے جبکہ یہی اضافہ وفاقی حکومت اور دیگر تینوں صوبے اپنے ملازمین کو دے رہے ہیں لہذا اس ایوان کی رائے ہے کہ دیگر صوبوں اور وفاق کی طرح صوبہ پنجاب کے صوبائی سرکاری ملازمین کو بھی سالانہ انکریمنٹ 2010 کے موقع پر 50 فیصد ایڈہاک الاؤنس اور 15 فیصد میڈیکل الاؤنس میں اضافہ دیا جائے۔"

میرے خیال میں فیصلہ "ناں" والوں کے حق میں ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! آپ اس پر گنتی کروالیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں۔ اس میں گنتی نہیں ہوتی بلکہ voice count ہوتی ہے۔ اگر آپ کو تسلی نہیں تو میں دوبارہ کر لیتا ہوں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! آپ گنتی کروالیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں ۔اس میں گنتی نہیں ہوتی۔Chair is sitting here اور وہ voice count کر سکتی ہے۔میں دوبارہ پوچھ لیتا ہوں۔جو اس قرارداد کے حق میں ہیں وہ "ہاں" کہیں اور جو اس کے خلاف ہیں وہ "ناں" کہیں۔فیصلہ "ناں" والوں کے حق میں ہے۔فیصلہ "ناں" والوں کے حق میں ہے۔قرارداد نامنظور ہوئی۔

(قرارداد نامنظور ہوئی)

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! چونکہ فنانس کے متعلق معاملہ چل رہا ہے اس لئے میں آپ کی توجہ آئین کے آرٹیکل 160 کی سب کلاز (V) کی طرف دلانا چاہتا ہوں جو کہ نیشنل فنانس کمیشن کے بارے میں ہے۔

> The recommendations of the National Finance Commission, together with an explanatory memorandum as to the action taken thereon, shall be laid before both Houses…

سال ہو گیا ہے لیکن ابھی ہمارے ہاؤس میں lay نہیں ہوا اور اس کے اندر جو 3(b) ہے۔۔۔

MR. DEPUTY SPEAKER: This is not right.

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! ایک منٹ میری گزارش سن لیں۔آپ نے ابھی آئین اٹھایا تو مجھے خیال آیا کہ اس ہاؤس کے اندر آئین کی ایک اور خلاف ورزی ہو رہی ہے۔3(b) میں ہے کہ:

> The Federal Finance Minister and Provincial Finance Minister shall monitor the implementation of the award by which means twice a year and lay the report before the houses. They have not been laid.

آپ سے گزارش ہے کہ مہربانی فرما کر یہ بھی lay کروائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آج فنانس سے متعلق ہی تھا تو آپ کو صبح ہی یہ point out کرنا چاہئے تھا۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! یہ آئین کہتا ہے۔ آپ اسے خود پڑھ لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چلیں، اس کو دیکھ لیتے ہیں But this is not right now. The question is something elseاور ہم نے اسے کر لیا ہے۔ اب پانچویں قرارداد چودھری عامر سلطان چیمہ صاحب کی طرف سے ہے وہ اسے پیش کریں۔

بھاگٹانوالہ سرگودھا ائرپورٹ کو دوبارہ چالو کرنے کا مطالبہ

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! میں یہ قرارداد پیش کرتا ہوں کہ:

"یہ ایوان وفاقی حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ بھاگٹانوالہ سرگودھا میں قائم ائرپورٹ دوبارہ چالو کر کے یہاں سے کراچی، اسلام آباد، لاہور اور کوئٹہ کے لئے پروازیں شروع کی جائیں تاکہ سرگودھا کے عوام کا بالعموم اور تاجروں کا بالخصوص دیرینہ مطالبہ پورا ہو سکے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

"یہ ایوان وفاقی حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ بھاگٹانوالہ سرگودھا میں قائم ائرپورٹ دوبارہ چالو کر کے یہاں سے کراچی، اسلام آباد، لاہور اور کوئٹہ کے لئے پروازیں شروع کی جائیں تاکہ سرگودھا کے عوام کا بالعموم اور تاجروں کا بالخصوص دیرینہ مطالبہ پورا ہو سکے۔"

میرے خیال میں اس پر کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: اس میں جنوبی پنجاب کے لئے ملتان بھی شامل کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ اس کے لئے علیحدہ قرارداد لے کر آئیں۔ آپ اگلے پرائیویٹ ممبرز ڈے پر اسے لے آئیں۔ اب چونکہ اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے اس لئے سوال put کرتے ہیں۔ یہ قرارداد پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ:

یہ ایوان وفاقی حکومت سے۔۔۔

وزیر زکوٰۃ و عشر (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! میں اس قرارداد کو oppose کر رہا ہوں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! سوال put ہو رہا ہے اس لئے اب oppose نہیں ہو سکتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ابھی سوال put نہیں ہوا بلکہ ابھی تو شروع ہوا تھا۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! آپ نے question put کر دیا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں۔ ابھی question put کرنے لگا تھا تو انہوں نے oppose کر دیا۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! یہ سرگودھا کا ایک دیرینہ مطالبہ ہے۔ یہ تو صرف وفاقی حکومت کو سفارش ہی جانی ہے اور اس نے سفارش پر کون سا عمل کر دینا ہے لیکن پتا نہیں منسٹر صاحب اسے کیوں oppose کر رہے ہیں؟ اگر یہ قرارداد چلی جائے تو کم از کم یہ تو ہو گا کہ پنجاب اسمبلی کے ممبران نے قرارداد بھیجی ہے۔

جناب اعجاز احمد کاہلوں: جناب سپیکر! میں بھی اس پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اگر آپ oppose نہیں کر رہے تو پھر بات نہیں کر سکتے۔

جناب اعجاز احمد کاہلوں: جناب سپیکر! میں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ وہاں ائرپورٹ بنے بیس سال ہو گئے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ چیمہ صاحب ساری بات کر رہے ہیں۔

جناب اعجاز احمد کاہلوں: ٹھیک ہے لیکن میں اس قرارداد کی حمایت کر رہا ہوں۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! اس قرارداد کو oppose کرنے پر مجھے منسٹر صاحب پر دکھ ہوا ہے۔ وفاقی حکومت نے یہ ائرپورٹ بنایا تھا اور اسے بنے بیس پچیس سال سے بھی زیادہ عرصہ گزر گیا ہے۔ آج اس ائرپورٹ پر جانور ہی سوتے ہوں گے اور وہاں کی عمارتیں بھی خستہ حال ہو رہی ہیں۔ حکومت نے اس ائرپورٹ پر لاکھوں روپیہ لگایا تھا لیکن اب اسے زیر استعمال نہیں لا رہی۔ میری یہی گزارش تھی کہ اس ائرپورٹ کو زیر استعمال لایا جائے تاکہ سرگودھا کا رابطہ بھی بڑے شہروں سے ہو سکے۔ وزیر صاحب سے میری یہ مؤدبانہ گزارش ہے کہ وہ اسے oppose نہ کریں، یہ سفارش ہے اور اسے آگے جانے دیں۔ اگر یہ اسے بھرپور طریقے سے oppose کرتے ہیں تو میں احتجاجاً اپنی قرارداد ہی واپس لے لیتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ذرا ٹھہر جائیں۔ انہیں سن تو لیں۔ آپ جمہوری طریقہ اپنائیں۔ آپ پہلے ان کی بات سن لیں پھر اسے دیکھ لیتے ہیں۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! میں نہیں چاہوں گا کہ یہاں اس ایوان سے کوئی anti-Sargodha element باہر جائے۔اگر یہ oppose کرتے ہیں تو بہتر ہو گا کہ میں یہ قرارداد ہی واپس لے لوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: منسٹر صاحب! ویسے اس پر اعتراض کیا ہے؟

وزیر زکوٰۃ و عشر (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! میں اس بارے میں بتانا چاہتا ہوں کہ زیر غور قرارداد صوبائی حکومت سے متعلقہ نہ ہے۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: اس پر سفارش کرنی ہے۔

وزیر زکوٰۃ و عشر (ملک ندیم کامران): آپ نے قرارداد میں جو لکھا ہے اس کے الفاظ پڑھ لیں۔

"یہ ایوان صوبائی حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر: وفاقی حکومت۔

وزیر زکوٰۃ و عشر (ملک ندیم کامران): یہاں پر صوبائی حکومت لکھا ہوا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں۔وفاقی حکومت لکھا ہے۔

معزز ممبران: وفاقی حکومت ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: دیکھیں! Chair بات کر رہی ہے۔

وزیر زکوٰۃ و عشر (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! میرے پاس جو قرارداد موجود ہے آپ اسے پڑھ سکتے ہیں یہاں پر صوبائی حکومت کا لفظ لکھا ہوا ہے اسی لئے اس کی مخالفت کی گئی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرے خیال میں آپ کے پاس misprint ہو کر آ گئی ہے لیکن وفاقی حکومت ہے۔

وزیر زکوٰۃ و عشر (ملک ندیم کامران): ہم وفاقی حکومت کو سفارش کرتے ہیں اور اس سلسلے میں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔

جناب اعجاز احمد کاہلوں: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کاہلوں صاحب! اگر آپ نے اس قرارداد کو oppose کرنا ہے تو پھر بات ہو سکتی ہے۔ یہ قرارداد پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ:

"یہ ایوان وفاقی حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ بھاگٹانوالہ سرگودھا میں قائم ائرپورٹ دوبارہ چالو کر کے یہاں سے کراچی، اسلام آباد، لاہور اور کوئٹہ کے لئے پروازیں شروع کی جائیں تاکہ سرگودھا کے عوام کا بالعموم اور تاجروں کا بالخصوص دیرینہ مطالبہ پورا ہو سکے"۔

(قرارداد متفقہ طور پر منظور ہوئی)

محترمہ ثمینہ خاور حیات: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! میں ابھی آپ کی طرف آتا ہوں۔ کاہلوں صاحب بڑی دیر سے بات کرنا چاہ رہے ہیں۔ میں نے ان کو floor دیا ہے۔

جناب اعجاز احمد کاہلوں: بہت شکریہ۔ جناب سپیکر! آج مہنگائی کے issue پر ایک بہت خوبصورت debate چل رہی تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک قومی issue ہے۔ یہ issue آج سے نہیں بلکہ عرصہ دراز سے چل رہا ہے۔ تمام پارٹیز کو چاہئے کہ وہ اس issue پر ایک table talk کر کے اس کا حل نکالیں۔ اگر ہم ایک دوسرے پر اعتراضات ہی کرتے رہے تو یہ اس issue کا کوئی حل نہیں ہے۔

جناب سپیکر! اب میں اپنے اصل مسئلے کی طرف جناب کی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ ہمارے سرگودھا ڈویژن کا ایک important مسئلہ سرگودھا میں ہائیکورٹ بنچ کے انعقاد کا ہے اور یہ مسئلہ آج سے نہیں بلکہ تیس چالیس سال سے آ رہا ہے۔ راولپنڈی بعد میں ڈویژن بنا لیکن وہاں ہائیکورٹ کا بنچ بن گیا۔ ملتان بعد میں ڈویژن بنا وہاں بھی بنچ بن گیا، بہاولپور بھی بعد میں ڈویژن بنا اور وہاں بھی ہائیکورٹ کا بنچ بن گیا لیکن آج تک سرگودھا ڈویژن کی عوام کا یہ دیرینہ مسئلہ حل نہیں ہوا۔ وہ لوگ بارہ گھنٹوں کی مسافت طے کر کے لاہور پہنچتے ہیں اور یہاں آ کر جب انہیں پتا چلتا ہے کہ صبح وکلاء نے ہڑتال کی ہوئی ہے تو ان لوگوں پر کیا گزرتی ہے؟ پھر وہ لوگ بارہ بارہ گھنٹے اور دو دو دن سفر کر کے واپس جاتے ہیں۔ یہ مسئلہ پوری سرگودھا ڈویژن کی عوام کا ہے لیکن آج تک اس کا کوئی حل نہیں نکلا۔ یہاں پر سرگودھا کے ممبران موجود ہیں، میں ان کی بھی حمایت چاہوں گا۔ مجھے اجازت دی جائے کہ میں اس سلسلے میں قرارداد ایوان میں پیش کر سکوں۔ میں نے پچھلے اجلاس میں پیش کی تھی لیکن

اس دن سیشن off ہونے کی وجہ سے اس پر رائے نہیں مل سکی لہذا ہمیں قرار داد پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کاہلوں صاحب! پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ sub-judice matter ہے لہذا یہ اسمبلی میں نہیں آ سکتا۔ یہ matter ہائیکورٹ میں pending پڑا ہوا ہے اور اس کا فیصلہ وہاں پر ہی ہو گا۔

جناب اعجاز احمد کاہلوں: جناب سپیکر! یہ اسمبلی کا matter ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ اس ایوان کے ممبر ہیں اور آپ کو پتا ہونا چاہئے کہ rules کیا ہیں؟ sub-judice matter یہاں take up نہیں ہو سکتا۔

جناب اعجاز احمد کاہلوں: ہمیں قرار داد پیش کرنے کی تو اجازت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جب وہ matter ہی sub-judice ہے تو کس طرح اجازت دی جائے؟

جناب اعجاز احمد کاہلوں: جناب سپیکر! یہ پوری ڈویژن کا matter ہے اور میں ڈویژن کی عوام کی بات کر رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ پھر وہی بات کر رہے ہیں۔ یہ sub-judice matter ہے اس میں میری رائے نہیں چلنی۔ اس کا فیصلہ ہائیکورٹ میں ہی ہو گا۔ جی، محترمہ ثمینہ خاور حیات صاحبہ!

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! میری آپ سے درخواست ہے کہ ہماری Petroleum price increase کے حوالے سے جو قرارداد ہے اسے take up کیا جائے۔ آپ یہ حق رکھتے ہیں، آپ اس کی ہمیں اجازت دے سکتے ہیں۔ آپ مہربانی کر کے اس کو پیش کرنے کی اجازت دے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس کے لئے ایک بات طے ہو چکی ہے۔ آپ قائد حزب اختلاف سے کہیں کہ وہ اس بارے میں بیٹھ کر بات کر لیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! انہیں تو کوئی اعتراض نہیں ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! اس ہاؤس کے اندر جس وقت out of turn Resolution لائی جاتی ہے تو کیا اس وقت قائد حزب اختلاف کو consult کیا جاتا ہے؟ اس وقت قائد حزب اختلاف کو consult نہیں کیا جاتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرا خیال ہے کہ consensus کے ساتھ Resolution کو لایا جاتا ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: ایسا نہیں ہے۔ جس وقت آپ ہماری پارٹی کے خلاف Resolution لاتے ہیں تو وہ rules کو suspend کر کے out of turn پیش کی جاتی ہے۔ عامر سلطان چیمہ بے چارہ اس وجہ سے suspend ہو جاتا ہے کہ وہ کورم point out کر رہا ہوتا ہے۔ اس وقت تو آپ قائد حزب اختلاف سے consult نہیں کرتے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ہاؤس کا وقت پانچ منٹ بڑھایا جاتا ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! آپ مہربانی کریں۔ ہمیں یہ قرارداد out of turn پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔ میری دوسری گزارش یہ ہے کہ آج Chair کی یہ ruling تھی کہ price hike پر debate رکھی جائے گی۔ رانا اقبال صاحب آج یہ بات کہہ کر گئے ہیں کہ اس حوالے سے debate رکھی جائے گی اور انہوں نے نام بھی مانگے تھے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرے علم میں ایسی بات نہیں ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! صبح ڈاکٹر طاہر علی جاوید سے ان کی بات ہوئی ہے۔ اس کے بعد Chair کی طرف سے commitment ہوئی ہے۔

محترمہ سیمل کامران: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! وہ وعدہ ہی کیا جو وفا ہو گیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: باری باری بات کریں۔ محترمہ! ابھی آپ تشریف رکھیں۔ This is no way. جب ایک معزز ممبر بات کر رہا ہو تو باقی کو بیٹھے رہنا چاہئے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں کورم point out کر رہی ہوں کیونکہ اس وقت House میں ممبران کا جو interest ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔ بہت سارے اہم issues ہیں کہ جن پر یہاں اسمبلی میں بات ہونی چاہئے، بحث ہونی چاہئے لیکن یہاں پر تو کورم ہی نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! آپ تشریف رکھیں۔ میں نے آپ کو اجازت نہیں دی۔ اب آج کے اجلاس کا ایجنڈا مکمل ہو گیا ہے لہذا اب اجلاس کل بروز بدھ مورخہ 5۔جنوری 2011 صبح 10-00 بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔

317

ڈپٹی سپیکر کا بطور قائم مقام سپیکر اعلامیہ

No.PAP/Legis-1(03)/2008/303. Dated: 4th January 2011. Pursuant to the provisions of clause (3) of Article 53 read with Article 127 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan 1973, Rana Mashhood Ahmad Khan, Deputy Speaker, Provincial Assembly of the Punjab, shall act as Speaker, Provincial Assembly of the Punjab, with immediate effect, vice Rana Muhammad Iqbal Khan, Speaker, Provincial Assembly of the Punjab, who has assumed office of Acting Governor on 04 January 2011 (A.N.).

MAQSOOD AHMAD MALIK
Secretary

319

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ،5۔جنوری 2011

تلاوت قرآن پاک وترجمہ اور نعت رسول مقبول ﷺ

سوالات

(محکمہ مقامی حکومت وسماجی ترقی)

نشان زدہ سوالات اوران کے جوابات

سرکاری کارروائی

1۔ پنجاب پبلک سروس کمیشن کی سالانہ رپورٹ بابت 2009 کا ایوان میں پیش کرنا

ایک وزیر پنجاب پبلک سروس کمیشن کی سالانہ رپورٹ بابت 2009 ایوان میں پیش کریں گے۔

2۔ مسودہ قانون (ترمیم) صوبائی موٹر گاڑیاں 2010 (مسودہ قانون نمبر 23 بابت 2010)

ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ مسودہ قانون (ترمیم) صوبائی موٹر گاڑیاں 2010، جیسا کہ سٹینڈنگ کمیٹی برائے ٹرانسپورٹ نے اس کے بارے میں سفارش کی ہے، کو فی الفور زیر غور لایا جائے۔

ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ مسودہ قانون (ترمیم) صوبائی موٹر گاڑیاں 2010 منظور کیا جائے۔

321

صوبائی اسمبلی پنجاب

پندرھویں اسمبلی کا بائیسواں اجلاس

بدھ،5۔جنوری2011

(یوم الاربعاء،29۔محرم الحرام1432ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 11بج کر40منٹ پر زیر صدارت

جناب قائم مقام سپیکر رانا مشہود احمد خان منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری عبدالغفور شاکر نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیمo

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِo

إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا ﴿٣١﴾ حَدَائِقَ وَأَعْنَابًا ﴿٣٢﴾ وَكَوَاعِبَ أَتْرَابًا ﴿٣٣﴾
وَكَأْسًا دِهَاقًا ﴿٣٤﴾ لَّا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا كِذَّابًا ﴿٣٥﴾ جَزَاءً مِّن
رَّبِّكَ عَطَاءً حِسَابًا ﴿٣٦﴾ رَّبِّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا
الرَّحْمَٰنِ لَا يَمْلِكُونَ مِنْهُ خِطَابًا ﴿٣٧﴾ يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَ
الْمَلَائِكَةُ صَفًّا لَّا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ
وَقَالَ صَوَابًا ﴿٣٨﴾ ذَٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ فَمَن شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ
مَآبًا ﴿٣٩﴾ إِنَّا أَنذَرْنَاكُمْ عَذَابًا قَرِيبًا يَوْمَ يَنظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ
يَدَاهُ وَيَقُولُ الْكَافِرُ يَا لَيْتَنِي كُنتُ تُرَابًا ﴿٤٠﴾

سُوۡرَةُ النَّبَإِ آیات31 تا 40

بے شک پرہیزگاروں کے لئے کامیابی ہے(31)(یعنی) باغ اور انگور(32)اور ہم عمر نوجوان عورتیں(33)اور شراب کے چھلکتے ہوئے گلاس (34) وہاں نہ بیہودہ بات سنیں گے نہ جھوٹ (خرافات)(35)یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے صلہ ہے انعام کثیر(36)وہ جو آسمانوں اور زمین اور جوان دونوں میں ہے سب کا مالک ہے بڑا مہربان کسی کو اس سے بات کرنے کا یارا نہیں ہوگا(37) جس دن روح (الامین)اور فرشتے صف باندھ کر

کھڑے ہوں گے تو کوئی بول نہ سکے گا مگر جس کو (خدائے رحمٰن) اجازت بخشے اور اس نے بات بھی درست کہی ہو(38) یہ دن برحق ہے۔ پس جو شخص چاہے اپنے پروردگار کے پاس ٹھکانہ بنائے(39) ہم نے تم کو عذاب سے جو عنقریب آنے والا ہے آگاہ کر دیا ہے جس دن ہر شخص ان (اعمال) کو جو اس نے آگے بھیجے ہوں گے دیکھ لے گا اور کافر کہے گا کہ اے کاش میں مٹی ہوتا(40)

وماعلیناالاالبلاغo

نعت رسول مقبول ﷺ جناب عابد رؤف قادری نے پیش کی۔

نعت رسول مقبول ﷺ

دل میں ہو یاد تیری گوشہ تنہائی ہو
پھر تو خلوت میں عجب انجمن آرائی ہو
آستانے پہ تیرے سر ہو اجل آئی ہو
اور اے جان جہاں تو بھی تماشائی ہو
آج جو عیب کسی پر نہیں کھلنے دیتے
کب وہ چاہیں گے میری حشر میں رسوائی ہو
کبھی ایسا نہ ہوا ان کے کرم کے صدقے
ہاتھ کے پھیلنے سے پہلے نہ نیند آئی ہو
یہی منظور تھا قدرت کو کہ سایہ نہ بنے
ایسے یکتا کے لئے ایسی ہی یکتائی ہو

جناب قائم مقام سپیکر: اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جیسا کہ کل یعنی مورخہ 4۔جنوری 2011 کو پیش آنے والے واقعہ کا آپ سب کو علم ہے کہ اسلام آباد میں گورنر پنجاب جناب سلمان تاثیر صاحب کو بے دردی سے قتل کر دیا گیا ہے۔ صوبائی اسمبلی پنجاب کا یہ ایوان ان کے اس بہیمانہ قتل پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتا ہے اور اس کی پرزور مذمت کرتا ہے۔ یہ ایوان جناب سلمان تاثیر کے اہل خانہ کے غم میں برابر کا شریک ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے اور یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق دے۔ آمین!

گورنر پنجاب کی ناگہانی وفات کے سوگ میں آج کے اسمبلی کے اجلاس میں کوئی کارروائی نہیں ہو گی۔ راجہ ریاض صاحب جو سینئر منسٹر ہیں وہ بات کریں گے، اپوزیشن لیڈر چونکہ موجود نہیں ہیں تو ڈاکٹر سامیہ امجد بات کریں گی اور wind up لاء منسٹر رانا ثناء اللہ خان صاحب کریں گے تو میں اب درخواست کروں گا کہ سینئر منسٹر راجہ ریاض احمد صاحب اس افسوسناک واقعہ پر اپنے خیالات کا اظہار کریں۔

گورنر پنجاب جناب سلمان تاثیر کے بہیمانہ قتل پر اظہار افسوس

سینئر وزیر / وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! جس طرح آپ نے خود فرمایا کہ کل ایک انتہائی افسوسناک واقعہ ہوا جس میں گورنر پنجاب جناب سلمان تاثیر صاحب کو انتہائی بے دردی کے ساتھ شہید کیا گیا اور افسوس کی بات یہ ہے کہ ان پر حملہ کرنے والا پنجاب پولیس کا ایک کانسٹیبل تھا۔ اتفاق سے کل کی بات ہے میں نے اسی ایوان میں یہ بات کی تھی کہ پاکستان پیپلز پارٹی کی تاریخ شہیدوں اور خون دینے والوں سے بھری ہوئی ہے۔ میرے کل کے اس بیان کے بعد یہ افسوسناک واقعہ ہوا جس سے میرے اس بیان کو مزید تقویت ملی کہ کل گورنر پنجاب نے بھی اپنی جان کی قربانی دے کر ،اپنا خون پیش کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ اس ملک کے لئے اور اس ملک کی غریب عوام کے لئے جان دینے کا جب بھی وقت آئے گا تو ہم پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ آج بھی ہمارا یہ عہد ہے، ہم اس قربانی کے لئے تیار ہیں چاہے ہماری قیادت ہو، چاہے ہمارے کارکن ہوں ہم سب یہ عزم کئے ہوئے ہیں کہ ہم حوصلہ نہیں ہاریں گے۔ ہم انشاء اللہ ان لوگوں کو جو اس ملک کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں، جو اس ملک میں افراتفری پیدا کرنا چاہتے ہیں، جو اس ملک کو کمزور کرنا چاہتے ہیں، جو اس ملک کے غریب عوام کو کچلنا چاہتے ہیں، جو آمریت کے ساتھی ہیں ان کو کبھی کامیاب نہیں ہونے دیں گے یہ ہمارا عزم ہے۔ اس کے ساتھ میں یہ

کہنا چاہوں گا کہ اگر کسی کو اختلاف ہو، سیاست میں اختلاف ضروری ہے۔ میں یہاں یہ ضرور کہوں گا کہ گورنر پنجاب ایک نڈر شخص تھے اور ان کے قول وفعل میں تضاد نہیں تھا۔ سیاسی مخالفت ہونا کوئی بُری بات نہیں لیکن بطور انسان وہ ایک عظیم آدمی تھے۔ یہ ہمارے لئے ایک لمحہ فکریہ ہے کہ گورنر پنجاب کو شہید کرنے والا کانسٹیبل ہے اور اس نے اپنے ساتھیوں کو بتایا تھا کہ میں نے گورنر پنجاب پر حملہ کرنا ہے اور اس کے ساتھیوں نے آگے کسی افسر کو، کسی جگہ یہ رپورٹ نہیں کیا کہ اس آدمی کا یہ ارادہ ہے اور یہ شخص یہ کام کرنے جارہا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ جب وہ گورنر پر حملہ کر رہا تھا تو آپ اندازہ لگائیں انہیں 27 گولیاں لگیں لیکن کسی کانسٹیبل نے جو ساتھ تھے اس پر فائر نہیں کیا، اسے زخمی نہیں کیا۔ یہ انتہائی لمحہ فکریہ ہے کہ ایک آدمی نے باقاعدہ پہلے اعلان کیا کہ میں نے یہ کرنا ہے، پہلے اس کے لئے ایک آدمی نے دو کروڑ روپیہ رقم مقرر کی، اس کے بعد ایک آدمی نے تین دِن پہلے اپنے ساتھیوں کو بتادیا کہ میں نے یہ کام کرنا ہے مگر اس کے ساتھی کسی افسر کے علم میں نہ لائے اور جب وہ یہ وقوعہ کر رہا تھا تو کسی نے اس پر action نہیں لیا۔ یہ ہمارے لئے اور پنجاب حکومت کے لئے ایک لمحہ فکریہ ہے ہمیں اس کو سوچنا پڑے گا، اس کا حل تلاش کرنا پڑے گا کہ جو ہمارے محافظ ہیں اگر وہی ہمیں قتل کرنا، ہم پر حملہ کرنا شروع کر دیں گے تو پھر ہم نے اس فورس کی جو اتنی تنخواہیں بڑھائیں ہیں، اتنی ہم نے ان کو اضافی سہولتیں دی ہیں تو اگر اس کا یہی انجام ہونا ہے تو پنجاب حکومت کے لئے یہ لمحہ فکریہ ہے۔ میں یہ ضرور کہہ سکتا ہوں کہ یہ security lapse ہے اس پر انکوائری ہونی چاہئے اور اس پر تحقیق ہونی چاہئے کہ VIP protocol پر جو آدمی تھا اس کی screening کیوں نہیں کی گئی، کیوں ایسے آدمی کو لگایا گیا؟ تو اس بارے میں حکومت پنجاب جو بھی action لے گی وہ قوم کے سامنے آئے گا۔

دوسری بات میں یہ کرنا چاہتا ہوں کہ گورنر پنجاب پاکستان پیپلز پارٹی کے کارکن تھے وہ ایک سیاسی آدمی تھے، وہ ایک سیاسی سوچ رکھنے والے آدمی تھے، وہ اس معزز ہاؤس کے ممبر رہے ہیں تو میں یہاں ضرور یہ کہوں گا کہ ان کا قتل سیاسی قتل ہے۔ انہیں ایک سیاسی سازش کے ذریعے سکرین سے ہٹایا گیا ہے تو ہم ان کے قتل کی بھرپور مذمت کرتے ہیں اور جو بھی اس جرم میں شریک ہیں ہم یہ چاہتے ہیں کہ وہ قوم کے سامنے لائے جائیں اور سب کو پتا چلے۔

آخر میں، میں یہ کہوں گا کہ وہ ایک عظیم آدمی تھے، اس معزز ہاؤس کے اس صوبے کے آئینی سربراہ تھے ان کی کمی ہمیشہ رہے گی اور وہ ہمیشہ ہمارے دلوں میں رہیں گے۔ مہربانی

جناب قائم مقام سپیکر: بہت شکریہ۔ ڈاکٹر سامیہ امجد صاحبہ!

ڈاکٹر سامیہ امجد: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! گورنر پنجاب سلمان تاثیر صاحب کے لئے سب سے پہلے یہی کہنا چاہئے کہ 'اناللہ واناالیہ راجعون' میں اور میری پارٹی کے رہنما چودھری شجاعت حسین اور چودھری پرویزالٰہی کی طرف سے بالخصوص اور Opposition Benches اور اپنی پارٹی کی طرف سے ان کی اس ناگہانی موت پر مذمت کرتے ہیں اور افسوس کا اظہار کرتے ہیں۔ گورنر پنجاب کے جو پسماندگان ہیں ان کی اہلیہ اور ان کے بچے، خُدا ان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ ہم سب پنجاب اسمبلی کے ممبران ان کے غم میں نہ صرف برابر کے شریک ہیں بلکہ دعاگو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس صدمے کو برداشت کرنے کا حوصلہ دے۔ بے شک گھروں میں جب اس قسم کا loss ہو تو اس کو برداشت کرنا ایک مشکل کام ہے۔

مجھے یہ کہنا ہے کہ پاکستان اور جمہوریت کی stability کے لئے یہ ایک مشکل دور ہے۔ یہ پُرخار راستہ ہے، بہت کانٹے ہیں، ایک بڑا صحرا ہے، خونی دریا ہے۔ اس وقت کے لوگوں کو چاہے وہ عوام ہیں، پریس ہے، میڈیا ہے، علماء ہیں، ممبران ہیں، حکومتیں ہیں، پارٹیاں ہیں جتنے بھی لوگ ہیں ہمیں انتہائی صبر و تحمل کی ضرورت ہے کیونکہ یہ پاکستان اور جمہوریت کی stability کے لئے ایک بہت ہی کڑا وقت ہے۔ میں اس کے ساتھ صرف یہ emphasize کرنا چاہوں گی کہ اس دور میں ہمیں انتہائی سنجیدگی کے ساتھ تمام security کے معاملات، تمام اقدامات جو کہ ہماری اپنی پاکستان کی stability کے لئے اور جمہوریت کی stability کے لئے ہیں ان پر غور و فکر کرنے کے علاوہ مضبوط اور positive اقدامات ضرور اٹھانے چاہئیں۔ اگر اب بھی ہم نے ان اقدامات سے تہی دامنی کی یا اپنی اس ذمہ داری کو نہ سمجھا تو ہماری جو top tier یا ہماری جو حکومتیں ہیں ان کی destability کے chances بہت زیادہ ہوں گے۔ میں انہی الفاظ کے ساتھ دوبارہ اپنی پارٹی کی طرف سے اس بہیمانہ قتل کی مذمت کرتی ہوں اور پیپلز پارٹی کے بالخصوص اور تمام پنجاب کے بالعموم سربراہ کے اس loss پر اظہار افسوس کرتی ہوں۔ شکریہ

جناب قائم مقام سپیکر: محترم تنویر اشرف کائرہ صاحب!

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ): شکریہ۔ جناب سپیکر! پاکستان پیپلز پارٹی کا ایک اور جیالا، شہید محترمہ بے نظیر بھٹو (شہید) ذوالفقار علی بھٹو، شاہنواز بھٹو اور مرتضیٰ بھٹو کے بعد اس دھرتی کو اس نے اپنا لہو دیا۔ پنجاب کے سربراہ جناب سلمان تاثیر صاحب کا جس طرح سے قتل ہوا آج پاکستان پیپلز پارٹی کا ورکر یہ پوچھتا ہے کہ پنجاب کے سربراہ کو اس کے محافظ ہی قتل کر رہے ہیں اور وہ ہم سے یہ

بھی پوچھتا ہے کہ وزیر اعلیٰ اور گورنر کے پروٹوکول اور سکیورٹی میں فرق کیوں ہے؟ پنجاب پولیس کی screening کیوں نہیں ہوئی اور وہ شخص جس نے یہ قتل کیا جس طرح ابھی راجہ صاحب نے کہا کہ اس نے علی الاعلانیہ یہ کہا تھا تو پھر اس کی وہاں پر ڈیوٹی کیوں لگی؟ اس کا جواب ہمارا ورکر ہم سے پوچھتا ہے اور ہم حکومت پنجاب سے یہ سوال پوچھتے ہیں؟

جناب سپیکر! گورنر پنجاب ایک صاف گو شخص تھے، ہمیشہ انہوں نے صاف بات کی، issues پر بات کی اور کسی شخص کو میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان کی ذات سے اختلاف یا ان کی ذات سے ان کو نقصان نہیں پہنچا، اس کے علاوہ جس طریقے سے آج اس قتل کو مذہبی رنگ دیا جا رہا ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ سلمان تاثیر ایک سیاسی شخصیت تھے اور سیاسی شخصیت کا سیاسی قتل ہوتا ہے وہ کوئی مذہبی شخص نہیں تھے اور اس لئے اس کو ہم، ہماری پارٹی، ہمارا ورکر اس نظر سے دیکھتا ہے کہ یہ ایک سیاسی قتل تھا۔

جناب سپیکر! آج پورا پنجاب رنجیدہ بھی ہے، افسردہ بھی ہے اور پاکستان پیپلز پارٹی کا آج پھر اسی جذبے کے ساتھ اسی جوش کے ساتھ غریب آدمی کو جو ہم نے آواز دی، شہید ذوالفقار علی بھٹو نے جو شناخت دی اور اس کے لئے آئندہ بھی میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ قربانیاں لیڈر شپ کی طرف سے بھی اور ورکرز کی طرف سے بھی آتی رہیں گی۔ جمہوریت کے لئے پاکستان پیپلز پارٹی ہمیشہ اسی طرح کام کرتی رہے گی۔ جو خلاء آج سلمان تاثیر صاحب کی وجہ سے ہو گیا ہے اس کو پُر کرنا یقیناً بہت مشکل ہے، جس طرح باقی لیڈرز اپنی جگہ اپنا خلاء چھوڑ گئے ہیں لیکن انشاء اللہ آئندہ بھی پاکستان پیپلز پارٹی کے ورکرز پاکستان پیپلز پارٹی کی لیڈر شپ اسی طرح قوم کی اور جمہوریت کی خدمت کرتی رہے گی۔ شکریہ

جناب قائم مقام سپیکر: بہت شکریہ۔ محترم رانا ثناء اللہ خان صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): شکریہ۔ جناب سپیکر! گورنر پنجاب کے قتل کا جو اندوہناک اور انتہائی قابل افسوس واقعہ کل ہوا ہے پاکستان مسلم لیگ (ن) بطور جماعت میاں محمد نواز شریف پاکستان مسلم لیگ کے قائد اور وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف اور ہم سب جو اس ایوان کے اندر موجود ہیں اور جو اس ایوان سے باہر ہیں ہم نہ صرف اس پر اظہار افسوس بلکہ اس واقعہ کی مذمت کرتے ہیں۔ یہ بات انتہائی تشویشناک ہے کہ کسی بھی شخص کو اس کی رائے یا اس کے کردار کی بنیاد پر، اس کے سیاسی نظریات ہوں یا اس کے اپنے مذہب سے متعلق نظریات ہوں اس کو گولی کے ذریعے یا تشدد کے ذریعے دبانے کی یا ختم کرنے کی کوشش کی جائے۔ میں یہ سمجھتا ہوں اور دنیا کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ کبھی بھی کسی بھی سوچ و فکر کو تشدد اور violence سے نہیں دبایا گیا۔ ہمارے مذہب میں، میں یہ

سمجھتا ہوں کہ ہمارے رسول حضرت محمد ﷺ نے اس سلسلے میں جو اتنا عمدہ اسوۂ حسنہ چھوڑا ہے۔ انہوں نے ایسی ایسی عمدہ مثالیں اپنی زندگی میں قائم کیں کہ اختلاف کرنے والوں یا مخالفت کرنے والوں کو انہوں نے جس حسن سلوک سے نوازا اور جس حسن سلوک سے انہوں نے ان کو اپنا گرویدہ بنایا، میں سمجھتا ہوں کہ اس کی مثال پوری دنیا کے کسی اور کردار میں ڈھونڈنے سے نہیں ملتی۔

جناب والا! ہمیں اس پر بہت افسوس ہے اور اس صورتحال کی جو سنگینی ہے اس کا بھی پوری طرح سے احساس ہے اور اس پر جو سوال اٹھائے جا رہے ہیں جن کا ذکر محترم راجہ ریاض صاحب نے اور کائرہ صاحب نے بھی کیا ہے میں انہیں یہ یقین دلاتا ہوں کہ بالکل ان کی پارٹی کے لوگ ان کے کارکن ایسے سوالات کرنے میں حق بجانب ہیں لیکن انہیں ان تمام سوالوں کا جواب دیا جائے گا اور اس مقصد کے لئے چونکہ یہ وقوعہ اسلام آباد کی territory میں ہوا اس لئے اسلام آباد پولیس ہی اس کی investigation اور رجسٹریشن کرنے کی مجاز ہے۔ پنجاب گورنمنٹ نے request کی ہے کیونکہ جناب سلمان تاثیر صاحب پنجاب کے آئینی سربراہ تھے ہم نے request کی ہے کہ اس کی judicial inquiry ہائی کورٹ کے جج کے level پر کروائی جائے اور جو دوسرے پہلو ہیں کہ ایک محافظ جسے ان کی سکیورٹی کے لئے مامور کیا گیا تھا وہی جو ہے ان کی سکیورٹی کو break کرتا ہے اور ان پر قاتلانہ حملہ کرتا ہے اس سے متعلق جو مضمرات ہیں ان کی detail اور پوری تہہ تک جا کر اس کی investigation, inquiry کے لئے محترم ایڈیشنل انسپکٹر جنرل پولیس ناصر درانی صاحب کی سربراہی میں ایک کمیٹی وزیر اعلیٰ صاحب نے رات ہی قائم کر دی تھی۔ انہوں نے کہا ہے کہ وہ جلد از جلد ہو اور ان تمام چیزوں کا بھرپور انداز سے اور detail میں جا کر answer کیا جائے، جن جذبات کا اور اس معاملے میں جن جہتوں کا ذکر آج یہاں پر ہوا ہے اور یقیناً یہ چیزیں اس کمیٹی کے terms of reference میں شامل ہیں۔ اس سلسلے میں مزید بھی کوئی رہنمائی پیپلز پارٹی کے قائدین کی طرف سے ہمیں حاصل ہوئی تو ہم اس کے منتظر ہیں اور اس کے مطابق اس معاملے کو طے کیا جائے گا۔ باقی جہاں تک security lapse کا معاملہ ہے کیونکہ یہ حملہ انہی لوگوں نے کیا جو سکیورٹی میں موجود تھے اس لئے اس بارے میں، میں یہ سمجھتا ہوں کہ زیادہ جو concerned بات ہے کہ سکیورٹی کے اس حصار میں ایک ایسا آدمی کیوں موجود تھا جس کے خیالات یہ تھے یا جو اس قسم کی violence پر آ سکتا ہے۔ وزیر اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف صاحب کل اسلام آباد میں موجود تھے اور یہ واقعہ جب پیش آیا تو وہ فوری طور پر ہسپتال پہنچے۔ وہاں پر پیپلز پارٹی کے جو ورکرز اور لوگ تھے وہ اس وقت یقیناً جذبات میں تھے اور وہاں پر تھوڑا سا ناخوشگوار

واقعہ بھی پیش آیا لیکن ہمیں اس کا قطعی طور پر کوئی ملال نہیں ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ایسی صورتحال میں جذبات پر قابو پانا یقیناً مشکل ہوتا ہے اور ہمیں پوری ہمدردی ہے ان تمام کارکنوں سے اور پیپلز پارٹی سے کہ ان کے ساتھ یہ اندوہناک واقعہ پیش آیا اور آج میں یہاں پر یہ بات اس لئے کر رہا ہوں کہ اس میں کسی کو کوئی غلط فہمی کا احتمال نہ رہے کہ آج بھی تھوڑی دیر پہلے وزیر اعلیٰ پنجاب کی مجھ سے بات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ ہمیں جنازے پر جانا چاہئے لہذا آپ اس بارے راجہ ریاض صاحب سے بات کریں۔میں نے ابھی راجہ ریاض صاحب سے بات کی تو انہوں نے یہ تجویز کیا کہ اگر آپ کچھ دن ٹھہر کر تعزیت کے لئے آئیں تو وہ زیادہ بہتر ہوگا کیونکہ وہاں ہمارے تمام ورکروں اور لوگوں میں جذباتی صورتحال ہے اس لئے میرا یہ مشورہ ہے کہ آپ جنازے میں شرکت نہ کریں۔میں سمجھتا ہوں کہ اس صورتحال میں ان کی تجویز ہمارے لئے بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ میں نے یہ بات اس لئے کی ہے کہ اس سے کوئی otherwise feelings نہ لی جائیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ سلمان تاثیر صاحب بڑے دبنگ، سیدھی اور دوٹوک بات کرنے والے انسان تھے۔ان کی باتوں سے اختلاف ہو سکتا ہے لیکن ان کی جو اپنی پارٹی کے لئے commitment تھی، ان کے دل میں جو اپنی پارٹی اور اپنے لوگوں کے لئے محبت تھی اور انہوں نے جس انداز سے اپنی پارٹی کے لئے کام کیا ہے اس میں کسی قسم کے شک و شبے کی گنجائش نہیں ہے۔میں اس واقعہ کی مذمت کے ساتھ ساتھ on behalf of پنجاب گورنمنٹ، پاکستان مسلم لیگ (ن) اور اس کی قیادت، پیپلز پارٹی کے جو معزز اراکین یہاں پر موجود ہیں اور پیپلز پارٹی کے جو کارکن، لوگ اس ایوان سے باہر ہیں میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ اس معاملے میں کوئی کوتاہی نہیں رکھی جائے گی اور اس قتل کے محرکات کو ہر angle سے پوری طرح سے investigate اور enquire کیا جائے گا۔یہاں پر ذکر ہوا کہ جس آدمی کا نام ممتاز قادری لیا جاتا ہے اس نے اپنے ساتھیوں کو پہلے بتایا ہوا تھا، میں سمجھتا ہوں کہ ابھی یہ بات قبل از وقت ہے چونکہ اس سلسلے میں ایک joint investigation team انکوائری کر رہی ہے جس میں اسلام آباد پولیس، آئی بی، آئی ایس آئی اور پنجاب پولیس بھی شامل ہے اور اس میں کوئی چیز چھپی نہیں رہے گی۔اس میں جو لوگ بھی ملوث پائے گئے، اگر کسی کی یہ ذمہ داری پائی گئی کہ اس نے اس بات میں کوتاہی برتی کہ اس نے ڈیوٹی لگانے اور سکریننگ کے عمل میں کوتاہی کی ہے تو وہ تمام لوگ جن کا جس جس درجہ کا گناہ یا قصور پایا جائے گا ان تمام کو عدالت کے کٹہرے میں پیش کیا جائے گا۔شکریہ

جناب قائم مقام سپیکر: بہت شکریہ۔جی کائرہ صاحب!

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ): جناب سپیکر! میں اپنی طرف سے، Co-Chairman جناب آصف علی زرداری صاحب کی طرف سے لاء منسٹر رانا ثناء اللہ صاحب، ڈاکٹر سامیہ صاحبہ، ان کی لیڈر شپ چودھری پرویز الہیٰ صاحب، چودھری شجاعت حسین صاحب اور باقی تمام ممبران جنہوں نے اظہار افسوس کیا یا جنہوں نے بات نہیں کی لیکن پھر بھی انہوں نے باہر ہم سے افسوس کیا ان سب کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: میں دوبارہ کہوں گا کہ یہ آج کے دن کا بڑا ہی افسوسناک واقعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پاکستان اور اس کی عوام کے لئے آئندہ آنے والے دنوں میں اچھائی لے کر آئے۔ اب اجلاس بروز جمعۃ المبارک مورخہ 7۔جنوری 2011 صبح 9 بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔

331

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ، 7۔جنوری 2011

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ اور نعت رسول مقبول ﷺ

سوالات

(محکمہ جیل خانہ جات)

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

سرکاری کارروائی

پنجاب پبلک سروس کمیشن کی سالانہ رپورٹ بابت 2009 کا ایوان میں پیش کرنا

ایک وزیر پنجاب پبلک سروس کمیشن کی سالانہ رپورٹ بابت 2009 ایوان میں پیش کریں گے۔

333

صوبائی اسمبلی پنجاب

پندرھویں اسمبلی کا بائیسواں اجلاس

جمعۃ المبارک،7۔جنوری2011

(یوم الجمع،2۔صفر المظفر1432ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 10بج کر 10منٹ پر زیر صدارت

جناب قائم مقام سپیکر رانا مشہود احمد خان منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری نور محمد نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیمo

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِo

خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ
صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ﴿١٤﴾ وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ
نَّارٍ ﴿١٥﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿١٦﴾ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ
وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ﴿١٧﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿١٨﴾
مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ ﴿١٩﴾ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ ﴿٢٠﴾
فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٢١﴾ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَ
الْمَرْجَانُ ﴿٢٢﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٢٣﴾
وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَآتُ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ ﴿٢٤﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ
رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٢٥﴾ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٦﴾ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ
ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ﴿٢٧﴾

سُوْرَۃُ الرَّحمٰن آیات14تا27

اسی نے انسان کو ٹھیکرے کی طرح کھنکھناتی مٹی سے بنایا(14) اور جنات کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا(15) تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟(16) وہی دونوں مشرقوں اور دونوں مغربوں کا مالک ہے(17) تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟(18) اسی نے دو دریا رواں کئے جو آپس میں ملتے ہیں(19) دونوں میں ایک آڑ ہے کہ (اس سے) تجاوز نہیں کر سکتے(20) تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟(21) دونوں

دریاؤں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں(22)تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے ؟(23)اور جہاز بھی اسی کے ہیں جو دریا میں پہاڑوں کی طرح اونچے کھڑے ہوتے ہیں(24)تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے ؟(25)جو (مخلوق) زمین پر ہے سب کو فنا ہونا ہے(26)اور تمھارے پرودگار ہی کی ذات (بابرکت) جو صاحب جلال وعظمت ہے باقی رہے گی(27)

وماعلینا الاالبلاغo

نعت رسول مقبول ﷺ الحاج حافظ مرغوب احمد ہمدانی نے پیش کی۔

نعت رسول مقبول ﷺ

رسول مجتبیٰ کہئے محمد مصطفیٰ کہئے
خدا کے بعد بس وہ ہیں پھر اس کے بعد کیا کہئے
جب ان کا ذکر ہو دنیا سراپا گوش ہو جائے
جب ان کا نام آئے مرحبا صلِ علیٰ کہئے
شریعت کا ہے یہ اصرار ختم الانبیاء کہئے
محبت کا تقاضا ہے کہ محبوب خدا کہئے
مدینہ یاد آتا ہے تو پھر آنسو نہیں رُکتے
میری آنکھوں کو ماہر چشمہ آبِ بقاء کہئے

تعزیت
مرحوم گورنر پنجاب جناب سلمان تاثیر کی وفات
پر دعائے مغفرت

جناب قائم مقام سپیکر: اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جیسا کہ مورخہ 4۔جنوری 2011 کو اسلام آباد میں پیش آنے والے افسوس ناک واقعہ کا آپ سب کو علم ہے جب گورنر پنجاب جناب سلمان تاثیر کو قتل کر دیا گیا تھا۔ میں اپنی طرف سے اور اس پورے ایوان کی طرف سے مقتول گورنر کے اہل خانہ سے اظہارِ افسوس کرتا ہوں اور اُن کو یقین دلاتا ہوں کہ پنجاب اسمبلی کا یہ ایوان اُن کے غم میں برابر کا شریک ہے اور مرحوم کے درجات کی بلندی کے لئے دعا گو ہے۔ جناب سلمان تاثیر کی ناگہانی وفات سے صوبہ پنجاب نہ صرف ایک فعال سیاسی کا ممبر بلکہ ایک ہمدرد اور انسانیت دوست شخص سے بھی محروم ہو گیا ہے۔ جناب سلمان تاثیر 1988 میں اس ایوان کے ممبر منتخب ہوئے تھے اور مئی 2008 سے پاکستان کے سب سے بڑے صوبے کے آئینی سربراہ کے طور پر خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ اُن کے قتل کے سوگ میں مورخہ 5۔جنوری 2011 کو اسمبلی کا اجلاس بغیر کارروائی کے ملتوی کر دیا گیا تھا اور آج بھی کوئی کارروائی نہیں ہو گی۔ ابھی دعائے مغفرت کے بعد سینئر منسٹر راجہ ریاض صاحب بات کریں گے، اپوزیشن سے بات ہو گی اور رانا ثناء اللہ صاحب کی بات کے بعد آج کا اجلاس ختم کر دیا جائے گا۔ سب سے پہلے میں قاری صاحب کو دعائے مغفرت کے لئے کہوں گا۔

وزیر مال (حاجی محمد اسحاق): جناب سپیکر! میری درخواست ہو گی کہ ایک مرتبہ سورۃ فاتحہ اور تین مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھ کر دعائے مغفرت کی جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔

(اس مرحلہ پر دعائے مغفرت کی گئی)

پوائنٹ آف آرڈر

جناب قائم مقام سپیکر: جی، راجہ صاحب!

سینئر وزیر / وزیر آبپاشی وقوت برقی (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

گورنر پنجاب جناب سلمان تاثیر کے بہیمانہ قتل پر اظہار افسوس اور غیر جانبدار انکوائری کروانے کا مطالبہ

سینئر وزیر / وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): شکریہ۔ جناب سپیکر! جس طرح پورے ہاؤس کے علم میں ہے کہ 4۔جنوری 2011 کی شام اسلام آباد میں یہ افسوسناک واقعہ ہوا اور اس صوبے کے آئینی سربراہ گورنر کو جس بے دردی کے ساتھ ایک پولیس کانسٹیبل نے شہید کیا اسے پورے ملک میں انتہائی غم وغصہ سے دیکھا گیا اور اُس کا افسوس کیا گیا۔ اس پر جتنی بھی مذمت کی جائے، کم ہے اور یہ ایک انتہائی افسوسناک واقعہ ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ جانتے ہیں کہ گورنر پنجاب اس معزز ہاؤس کے ممبر بھی رہ چکے ہیں۔ وہ ایک سیاسی کا ممبر اور ایک سیاسی سوچ رکھنے والے پاکستان پیپلز پارٹی کے لیڈر تھے، جمہوریت پر اُن کا مکمل یقین تھا اور جمہوری اداروں کی مضبوطی کے لئے وہ ہر قسم کی کوشش بھی کرتے تھے۔ وہ ایک نڈر انسان بھی تھے اور بہت سے threats کے باوجود بڑی دلیری کے ساتھ وہ اپنے فرائض انجام دیتے رہے۔ سیاست میں اختلافات ہوتے ہیں اور کچھ دوستوں کو اُن سے اختلاف بھی ہوگا لیکن سیاست اور جمہوریت کا یہ حُسن ہے کہ جو چیزیں آج اس ملک میں لوگ دیکھ رہے ہیں یہ پہلے آمریت کے دور میں کبھی دیکھنے میں نہیں آئیں کہ مذاکرات بھی ہو رہے ہیں، لڑائی بھی ہو رہی ہے، ایک دوسرے پر الزام بھی لگ رہے ہیں اور مفاہمت کی سیاست بھی اس ملک میں ہو رہی ہے۔ پہلے تو یہ ہوتا تھا کہ ایک پارٹی جیل اور دوسری اقتدار میں ہوتی تھی مگر اب اللہ کا فضل ہے کہ اس ملک میں کوئی سیاسی قیدی نہیں۔ ان سے کچھ اختلاف دوستوں کو ضرور ہو سکتا ہے اور یہ سیاست اور جمہوریت کا حسن ہے لیکن بطور انسان ان پر جس بے دردی سے ایک کانسٹیبل نے حملہ کیا وہ ہمارے لئے ایک لمحہ فکریہ بھی ہے کہ وہ کانسٹیبل جس کے بارے میں ہمارے ایک سینئر پولیس آفیسر نے لکھا کہ اسے وی آئی پی پروٹوکول پر نہ لگایا جائے کیونکہ یہ آدمی اس کام کے لئے fit نہیں ہے مگر اسے ڈیوٹی پر لگایا گیا اور جب وہ فائرنگ کر رہا تھا تو دوسرے کانسٹیبلوں نے اس پر فائر کیوں نہیں کیا، اسے زخمی کیوں نہ کیا اور کیوں نہ روکا بلکہ خاموش تماشائی کی طرح دیکھتے رہے؟ ان تمام چیزوں کی انکوائری ہو رہی ہے اور حقائق سامنے آئیں گے لیکن اس کے پیچھے یقیناً کوئی نہ کوئی سازش اور story ہے اور یہ ایک سیاسی قتل ہے جسے مختلف لوگ مختلف رنگ دینے کی کوشش کر رہے ہیں تو میری ان سے یہ گزارش ہوگی کہ ایک سیاسی سوچ والے سیاسی شخص پر دوران سیاست حملہ ایک سیاسی سازش ہے اور یہ سیاسی قتل ہے جس کی جتنی بھی مذمت کی جائے وہ کم ہے۔

جناب سپیکر! آخر میں جس طرح آپ نے فرمایا تو میں اس پورے House کی طرف سے ان کے لواحقین، ان کی اہلیہ اور بچوں سے افسوس کرتا ہوں اور دعا ہے کہ اللہ انہیں جنت میں جگہ دے۔ (آمین) بہت مہربانی

جناب قائم مقام سپیکر: ڈاکٹر سامیہ امجد صاحبہ!

ڈاکٹر سامیہ امجد: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! تاریخ میں کچھ لمحے ایسے ہیں کہ جن کی اہمیت اتنی زیادہ ہو جاتی ہے کہ ان کی حیثیت کو پہچاننا اور سمجھنا انتہائی اہم ہو جاتا ہے۔ پاکستان مسلم لیگ(ق)، چودھری شجاعت حسین، چودھری پرویزالٰہی اور ہماری پوری پارٹی کا دل و جان سے یہ موقف ہے کہ ہم اس blasphemy law کو change نہیں ہونے دیں گے اور جو بھی ناموس رسالت ﷺ کے خلاف بات کرے گا اس کی سزا موت ہی ہو گی، اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ قتل کی بھی سزا پھانسی ہے۔ کچھ ایسے جرائم ہیں کہ جن کی نوعیت پاکستان پینل کوڈ اور عدالتوں نے انتہائی deliberation کے بعد ہی تجویز کی ہے تو اس جرم کی سزا کو بھی کسی وجہ سے ہی رکھا گیا اور وہ اچانک کہیں سے نہیں آئی لیکن اس کے ساتھ ساتھ مجھے یہ بھی کہنا ہے کہ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کوئی بھی شخص بندوق اٹھا کر کہے کہ یہ ناموس رسالت ﷺ کا مرتکب ہوا ہے تو میں اسے گولی مارتا ہوں جبکہ عدالتیں اس چیز کو prove کرنے کے لئے موجود ہیں۔ اس balance کو سمجھنا انتہائی اہم ہے اور اسی کے لئے آج آواز اٹھانی اہم ہے۔ اسی بات پر تمام مکاتب فکر کے levels چاہے وہ میڈیا ہے، چاہے وہ لوگ ہیں، مولانا ہیں، اسمبلی کے لوگ ہیں، political parties ہیں، اس بات کی باریکی کو سمجھیں کیونکہ اس سے ایک بہت بڑا ایسا division create کرنے کی سازش کی جا رہی ہے تاکہ پاکستان اور democracy destabilize ہو سکیں۔

جناب سپیکر! کوئی بھی شخص جو مسلمان ہے for that matter جو اپنے بھی دین کے لوگ چاہے وہ Christ یا کوئی بھی ہیں وہ کسی بھی طور اپنے رسول اور اپنے پیغمبروں کے لئے اسی طرح ہی جان دیتے ہیں اور اسی طرح ہی اپنے ماں باپ، اولاد اور اپنی جانیں ناموس رسالت ﷺ کے لئے قربان کرتے ہیں اور اس کی قطعاً اجازت نہیں دی جا سکتی کہ اس کو lightly لیا جائے۔ ایک بات اور میں کہوں گی کہ اس law کے ہوتے ہوئے تقریباً ایک ہزار cases ایسے سامنے آئے کہ جن کی تفصیل بھی میرے پاس موجود ہے لیکن میں اس تفصیل میں نہیں جاؤں گی، جس میں یہ لوگ guilty پائے گئے ان میں احمدی بھی تھے، ہندو بھی تھے، عیسائی بھی تھے اور مسلمان خود تھے۔ جن پر ایک ہزار cases ہوئے لیکن

جب وہ condemn ہوئے تو سپریم کورٹ میں جا کر انہوں نے اس کا ریلیف لیا۔ جب کسی ایک عمل کی سزا ہی نہ دی جائے تو پھر اس قسم کی گڑ بڑ ہوتی ہے کیونکہ نتیجے میں تقریباً 35/37 قتل ہوئے یعنی لوگ اس چیز پر مجبور ہوئے کہ وہ law کو اپنے ہاتھ میں لیں۔ میں اس کو question نہیں کر رہی کہ جب ایک appellant authority ہے لیکن over the years کہیں نہ کہیں اس سزا کو نہیں دیا گیا اور اسی وجہ سے میرا خیال ہے کہ بات قتل تک جاتی ہے کہ اس آدمی کو قتل کر واس سے کم کچھ نہیں ہے جو کہ ایک افسوسناک سوچ ہے۔

جناب سپیکر! شریعت کورٹ یا سپریم کورٹ کے لئے انتہائی اہم ہے کہ وہ اس کی ذمہ داری لیں اور یہ ان عدالتوں کی ذمہ داری ہے۔ بطور ایم پی ایز، ایم این ایز اور سینیٹرز ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم لوگوں کی آواز کو balance کریں۔ کہیں پر بھی غیر ذمہ دارانہ روّیہ اس قسم کی tragedies کو جنم دیتا ہے جن سے history turn ہوتی ہے۔ یہ لمحہ فکریہ نہیں بلکہ انتہائی اہم لمحہ ہے۔ ہمیں اپنے آپ کو clear کرنا ہوگا کہ اس اسلامی جمہوریہ پاکستان میں اسلام کی کسی طرح سے مذاق کی اجازت نہیں دی جا سکتی لیکن اس کے ساتھ ساتھ کسی شخص کو بھی یہ اجازت نہیں دی جا سکتی کہ وہ اپنے طور پر قانون کو ہاتھ میں لے اور کسی ایک شخص کے جسم میں گولیاں اتار دے۔ شکریہ

جناب قائم مقام سپیکر: رانا ثناء اللہ خان صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): شکریہ۔ جناب سپیکر! اس میں کوئی شک نہیں کہ گورنر پنجاب (مرحوم) سلمان تاثیر صاحب ایک سیاسی کا ممبر تھے اور انہوں نے اپنی زندگی میں بھرپور سیاست کی اور اپنی پارٹی کے لئے بھرپور کردار ادا کیا۔ یہ بات مناسب نہیں ہوگی لیکن positive sense میں اگر یہ بات کہوں کہ ہمارے ساتھ جس بات پر کوئی اختلاف ہوتا تھا تو اس کی بنیاد بھی یہی تھی کہ ہمارا یہ موقف تھا کہ گورنر کا عہدہ ایک آئینی سربراہ کا ہے اس لئے سیاسی معاملات میں involve نہ ہوں لیکن انہوں نے اپنے تقریباً اڑھائی سالہ دور میں بھرپور انداز میں اپنی پارٹی کے موقف کو ہر جگہ رکھا اور اس کے لئے کوشش کی۔ ان کا بطور گورنر کردار پیپلز پارٹی کے ایک سیاسی کا ممبر کے طور پر کسی بھی دوسرے حوالہ سے زیادہ مضبوط ہے اور وہ خود بھی اس بات کو چھپاتے نہیں تھے کیونکہ وہ بجا طور پر یعنی ایک بے خوف، نڈر اور بڑی دو ٹوک اور سیدھی بات کرنے والے انسان تھے اور وہ یہ کہتے تھے کہ میں پیپلز پارٹی کا جیالا ہوں۔ ان کا معاملہ اب اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور ہماری یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے صغیرہ اور کبیرہ گناہ معاف کرے، انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کی family کو اس صدمہ

کو برداشت کرنے کی توفیق دے۔ جو بات یہاں پر ہوئی ہے کہ اس قتل کو کوئی اور رنگ دینے کی کوشش کی جا رہی ہے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہماری طرف سے یا پاکستان مسلم لیگ (ن) کے کسی بھی رہنما، کا ممبر یا قیادت کی طرف سے قطعی طور پر کوئی بات اب تک نہیں ہوئی۔ جب بھی بات ہوئی ہے تو ہم نے یہی کہا ہے کہ اس معاملے کی انکوائری ہو رہی ہے۔ آج میں نے پیپلز پارٹی کے ایک انتہائی ذمہ دار عہدیدار کا بیان پڑھا ہے کہ "تحقیقات پر اثر انداز ہونے کی کوشش کی جا رہی ہے اور اس مقدمے کی تفتیش پر اثر انداز ہونے کی کوشش کی جا رہی ہے" حالانکہ اس مقدمے کی تفتیش اسلام آباد پولیس کر رہی ہے۔ یہ مقدمہ اسلام آباد کے تھانہ کوہسار میں درج ہوا اور اس joint investigation team میں اسلام آباد پولیس کے علاوہ آئی ایس آئی، آئی بی اور دوسرے intelligence اداروں کے لوگ شامل ہیں ان میں سے کوئی agency بھی provincial نہیں ہے۔ صوبائی حکومت نے اپنے طور پر ایک ٹیم بنائی ہے اور اسے ان چیزوں کا جواب تلاش کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے جس کا محترم سینئر منسٹر راجہ ریاض صاحب نے بھی ذکر کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس معزز ایوان کے کسی بھی معزز ممبر کو اس بارے میں ابہام نہ رہے کہ اس وقت راولپنڈی میں SSP Special Branch ناصر خان دُرانی صاحب تھے جو اس وقت ایڈیشنل انسپکٹر جنرل پولیس (سپیشل برانچ) ہیں۔ نفری کی کمی کی وجہ سے کچھ لوگوں کو PC سے بلایا گیا کہ وہ سپیشل برانچ میں آکر ڈیوٹی کریں، جو لوگ PC سے سپیشل برانچ راولپنڈی میں ڈیوٹی کرنے کے لئے گئے ان کی جب screening کی گئی تو اس screening کے بعد گیارہ لوگ، ایک آدمی نہیں بلکہ انہوں نے گیارہ لوگوں کے متعلق یہ لکھا کہ یہ آدمی ہمیں نہیں چاہیئں۔ ان آدمیوں کی background اور ان کے معاملات کسی حساس ڈیوٹی کے لئے fit نہیں ہیں لیکن اس میں یہ نہیں لکھا گیا کہ یہ ڈیپارٹمنٹ کے لئے fit نہیں ہیں۔ اس درخواست پر ان کو وہاں سے withdraw کر لیا گیا اور یہ لوگ واپس PC میں جا کر اپنی ڈیوٹی کرتے رہے۔ مئی 2007 میں ممتاز قادری Elite Training کے لئے select ہوا اور selection کے بعد اس نے Elite Training School سے تقریباً چھ ماہ کی training حاصل کی۔ اس کے بعد وہ راولپنڈی چلا گیا۔ اس وقت سے لے کر اب تک وہ ایلیٹ فورس راولپنڈی میں اپنی ڈیوٹی کر رہا تھا۔ اس سے پہلے بھی جب گورنر صاحب یا چیف منسٹر صاحب وہاں پر جاتے رہے ہیں تو ایلیٹ فورس کے لوگوں میں یہ بھی شامل تھا اور وہ اسی طرح دو تین بار پہلے بھی ڈیوٹی کر چکا ہے۔ اس واقعہ میں کہاں negligence ہوئی، کہاں کوتاہی ہوئی، ایک انتہائی high level کی کمیٹی اس کا جائزہ لے رہی ہے اور وہ اس بات کو بھی inquire کرے گی کہ گورنر پنجاب جب یہاں سے

صبح روانہ ہوئے تو ان کی روانگی کی اطلاع کمشنر، RPO،DIG راولپنڈی کے علاوہ IG اسلام آباد کو بھی تھی؟ اس letter میں وہی کچھ لکھا تھا جو راولپنڈی کی انتظامیہ کو لکھا گیا تھا۔ Blue Book کے مطابق اسلام آباد کی jurisdiction میں سکیورٹی کی ذمہ داری اسلام آباد انتظامیہ اور پولیس کی ہے تو کیا وجہ ہے کہ وہ ایلیٹ فورس کا دستہ جو راولپنڈی سے گورنر صاحب کی سکیورٹی کے لئے اسلام آباد میں موجود تھا اور بجا طور پر ان کی ذمہ داری تھی لیکن وہاں پر اسلام آباد کا اسکواڈ کہاں تھا اور اسلام آباد کے IG صاحب نے اس خط کو کہاں پھینک دیا؟ انہوں نے اس بات کی توجہ نہیں کی کہ گورنر صاحب اسلام آباد آئے ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ Interior Ministry جو اسلام آباد کی territorial security کو manage کرتی ہے اور رینجر فورس اس کے ماتحت ہے وہاں پر رینجر کا اسکواڈ کیوں نہیں تھا؟ اللہ تعالیٰ کے کاموں میں دخل یا اندازہ تو کوئی نہیں لگا سکتا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اگر وہاں پر دو forces کے لوگ ہوتے تو شاید اس ملزم کو یہ جرأت نہ ہوتی۔ بہر حال یہ تمام وہ سوال ہیں جن کا جواب قیاس کی بنیاد پر، impression کی بنیاد پر اور رائے کی بنیاد پر قائم کر لینا مناسب نہیں ہے۔ میں محترم راجہ ریاض صاحب سے یہ گزارش کروں گا کہ اگر ہماری طرف سے کسی different angle کی کوئی کوشش ہوئی ہے تو بالکل اس کو pin point کریں۔ ہم اس بات کی حساسیت اور پاکستان پیپلز پارٹی کے تمام کارکنوں کے جذبات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ ہم قطعی طور پر کوئی ایسا عمل یا بات نہیں کرنا چاہتے جس سے کسی کے جذبات کو ٹھیس پہنچے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ کے لئے بھی ضروری ہے کہ آپ کی طرف سے کوئی صاحب اس چیز کو اس انداز سے پیش نہ کرے جس سے ایک سوال اور اس کا جواب اگر آئے تو یہ چیز دوسرے رخ پر چلی جائے۔ جو بھی وجوہات سامنے آئیں گی خواہ وہ religious extremists کا معاملہ سامنے آئے، خواہ کسی کی طرف سے سیاسی تجاوز سامنے آئے۔ اس کے بعد میں سمجھتا ہوں کہ ہم سب کو مل کر اس رجحان کو redress کرنا ہوگا کہ ہر آدمی یہ سوچے کہ میں خود ہی انصاف کروں گا اور خود ہی فیصلہ کروں گا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ رجحان ہمارے معاشرے میں پایا جاتا ہے۔ اس رجحان کو ہم سب نے مل کر redress کرنا ہے اور اس کے لئے میں سمجھتا ہوں کہ ان چیزوں کو ملحوظ خاطر رکھنا ہوگا۔ بہت شکریہ

جناب قائم مقام سپیکر: جی، راجہ صاحب!

سینئر وزیر/وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! میری آج کی تقریر کی ریکارڈنگ سن لیں میں نے کسی جگہ پر بھی رانا صاحب یا ان کی جماعت کا ذکر نہیں کیا بلکہ میں نے یہ کہا تھا

کہ کچھ لوگ اس کو اس طرح کا رنگ دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ میں نے اُن سے بھی التجاء کی تھی کہ یہ شخص ایک سیاسی سوچ کا مالک تھا اس چیز کو سیاسی ہی رکھا جائے اس کو کوئی اور شکل نہ دی جائے۔ میرے محترم بھائی جناب وزیر قانون نے جو دوسری بات کی ہے کہ اسلام آباد میں وزیر اعلیٰ پنجاب کئی دفعہ گئے، میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ جب وہ اسلام آباد تشریف لے کر جاتے ہیں تو ان کی تمام سکیورٹی پنجاب پولیس کر رہی ہوتی ہے۔ وہاں پر کوئی اسلام آباد کی پولیس نہیں ہوتی اور کوئی رینجر نہیں ہوتی۔ اسی طرح جب گورنر صاحب جاتے ہیں تو ان کی بھی تمام سکیورٹی پنجاب حکومت کی ذمہ داری ہوتی ہے اور وہ ادا کر رہی ہوتی ہے۔ اس میں کمی کہاں آئی، کیا غلطی ہوئی اس کی نشاندہی میں نے بھی پہلے کی اور انہوں نے بھی کی ہے۔ اس کی تحقیقات ہو رہی ہیں اور ہم نے صرف اس کی نشاندہی کی ہے، جو تحقیقات ہو رہی ہیں، میں اس کا اعتراف کرتا ہوں کہ اسلام آباد کے وفاقی ادارے اس کی تفتیش کر رہے ہیں اور وزیر اعلیٰ پنجاب نے بھی ایک ٹیم بنائی ہے، جو سوالات میں نے اٹھائے ہیں یہ سب کے لئے common ہیں کہ یہ کس طرح ڈیوٹی پر لگا اور جب یہ فائرنگ کر رہا تھا تو اس کے دوسرے ساتھیوں نے ایکشن کیوں نہیں لیا؟ یہ سب سوالیہ نشان ہیں اور اس کی انکوائری ہو رہی ہے۔ جب رپورٹ آئے گی تو وہ پوری قوم کے سامنے آجائے گی اور اس پر ہم نے عدم اعتماد بھی نہیں کیا ہے۔ ہمیں پورا یقین ہے کہ ہمارے ادارے، پنجاب حکومت کے ادارے جو تفتیش کر رہے ہیں انشاء اللہ اس کی رپورٹ حقائق پر مبنی ہوگی اور اصل چہرے بے نقاب ہوں گے۔ بہت شکریہ

جناب قائم مقام سپیکر: بہت شکریہ۔ اب اجلاس سوموار مورخہ 10۔جنوری 2011 سہ پہر 3 بجے تک ملتوی کیا جاتا ہے۔

343

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ،10۔جنوری 2011

تلاوت قرآن پاک وترجمہ اور نعت رسول مقبول ﷺ

سوالات

(محکمہ لائیو سٹاک اینڈ ڈیری ڈویلپمنٹ)

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

توجہ دلاؤ نوٹس

سرکاری کارروائی

1۔ پنجاب پبلک سروس کمیشن کی سالانہ رپورٹ بابت 2009 کا ایوان میں پیش کرنا

ایک وزیر پنجاب پبلک سروس کمیشن کی سالانہ رپورٹ بابت 2009 ایوان میں پیش کریں گے۔

2۔ مسودہ قانون (ترمیم) صوبائی موٹر گاڑیاں 2010 (مسودہ قانون نمبر 23 بابت 2010)

ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ مسودہ قانون (ترمیم) صوبائی موٹر گاڑیاں 2010، جیسا کہ سٹینڈنگ کمیٹی برائے ٹرانسپورٹ نے اس کے بارے میں سفارش کی ہے، کو فی الفور زیر غور لایا جائے۔

ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ مسودہ قانون (ترمیم) صوبائی موٹر گاڑیاں 2010
منظور کیا جائے۔

345

صوبائی اسمبلی پنجاب

پندرھویں اسمبلی کا بائیسواں اجلاس

سوموار،10۔جنوری 2011

(یوم الاثنین،5۔صفر المظفر1432ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور سہ پہر 4بج کر 35منٹ پر زیر صدارت جناب قائم مقام سپیکر رانا مشہود احمد خان منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اعوذ باالله من الشیطن الرجیمO

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَـٰنِ ٱلرَّحِيمِ O

إِنْ تَكْفُرُوا
فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ ۖ وَلَا يَرْضَىٰ لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۖ وَإِنْ
تَشْكُرُوا يَرْضَهُ لَكُمْ ۗ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۗ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ
مَرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝
وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهُ مُنِيبًا إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُ
نِعْمَةً مِنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُو إِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلَّهِ أَنْدَادًا
لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِهِ ۚ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيلًا ۖ إِنَّكَ مِنْ أَصْحَابِ
النَّارِ ۝

سُوۡرَةُ الزُّمَر آیات7 تا 8

اگر ناشکری کرو گے تو اللہ تم سے بے پرواہے۔اور وہ اپنے بندوں کے لئے ناشکری پسند نہیں کرتا اور اگر شکر کرو گے تو وہ اس کو تمہارے لئے پسند کرے گا۔اور کوئی اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔پھر تم اپنے پروردگار کی طرف لوٹنا ہے۔پھر جو کچھ تم کرتے رہے وہ تم کو بتائے گا۔وہ تو دلوں کی پوشیدہ باتوں تک سے آگاہ ہے(7)اور

جب انسان
کو تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے پروردگار کو پکارتا (اور) اس کی طرف دل سے رجوع کرتا ہے۔ پھر جب وہ اس کو اپنی طرف سے کوئی نعمت دیتا ہے تو جس کام کے لئے پہلے اس کو پکارتا ہے اسے بھول جاتا ہے اور اللہ کا شریک بنانے لگتا ہے تاکہ (لوگوں کو) اس کے رستے سے گمراہ کرے۔ کہہ دو کہ (اے کافر نعمت) اپنی ناشکری سے تھوڑا سا فائدہ اٹھالے۔ پھر تُو تو دوزخیوں میں ہوگا (8)

وماعلیناالاالبلاغo

نعت رسول مقبولﷺ جناب محمد افضل نوشاہی نے پیش کی۔

نعت رسول مقبولﷺ

عمزدوں کے لئے رحمت مصطفیٰﷺ
وہ سمندر ہے جس کا کنارہ نہیں
حشر کے دن بھی وہ سب کے کام آئیں گے
کون ہے جس نے ان کو پکارا نہیں
شاہد اس پر ہوا ہے کلام خدا
مصطفیٰﷺ کی رضا ہے خدا کی رضا
اپنے محبوب سے حق نے فرما دیا
جو تمہارا نہیں وہ ہمارا نہیں
منتظر چشم رحمت کے شاہ و گدا
بے بہا ان کا فیضان جُود و سخا
در پہ آئے سوالی نہ جھولی بھریں
میرے سرکارﷺ کو یہ گوارا نہیں
ہو کے وارفتہ جو بھی مدینے گیا
سبز گنبد کو بس دیکھتا رہ گیا
ساری دنیا میں ایسا حسیں دِلربا
دوسرا اور کوئی نظارہ نہیں

جناب قائم مقام سپیکر: اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اب وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔ آج کے ایجنڈا پر محکمہ امورِ پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ سے متعلق سوالات پوچھے جائیں گے اور ان کے جوابات دیئے جائیں گے۔

سینئر وزیر / وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! میں ایک تحریک پیش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: راجہ صاحب! ذرا تشریف رکھیں۔ رانا ثناء اللہ خان وزیر قانون و پارلیمانی امور، راجہ ریاض احمد سینئر وزیر اور چودھری ظہیر الدین خان قائد حزب اختلاف نے قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب بابت 1997 کے قاعدہ 234 کے تحت قاعدہ 115 اور دیگر متعلقہ قواعد کو معطل کر کے سابق گورنر پنجاب جناب سلمان تاثیر کے قتل کے سلسلہ میں ایک قرارداد پیش کرنے کی اجازت طلب کی ہے۔ محرک اپنی تحریک پیش کریں۔

قرارداد پیش کرنے کے لئے قواعد کی معطلی کی تحریک

سینئر وزیر / وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب بابت 1997 کے قاعدہ 234 کے تحت قاعدہ 115 اور دیگر متعلقہ قواعد کو معطل کر کے سابق گورنر پنجاب جناب سلمان تاثیر کے قتل کے سلسلہ میں ایک قرارداد پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔"

جناب قائم مقام سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب بابت 1997 کے قاعدہ 234 کے تحت قاعدہ 115 اور دیگر متعلقہ قواعد کو معطل کر کے سابق گورنر پنجاب جناب سلمان تاثیر کے قتل کے سلسلہ میں ایک قرارداد پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔"

یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ:

"قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب بابت 1997 کے قاعدہ 234 کے تحت قاعدہ 115 اور دیگر متعلقہ قواعد کو معطل کر کے سابق گورنر پنجاب جناب سلمان تاثیر کے قتل کے سلسلہ میں ایک قرارداد پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔"

(تحریک متفقہ طور پر منظور ہوئی)

جناب قائم مقام سپیکر: محرک قرارداد پیش کریں۔

قرارداد

گورنر پنجاب جناب سلمان تاثیر کے بہیمانہ قتل کی پُرزور مذمت

اوران کے اہل خانہ سے اظہارِ ہمدردی

سینئر وزیر / وزیرآبپاشی وقوت برقی (راجہ ریاض احمد): شکریہ۔ میں یہ قرارداد پیش کرتا ہوں کہ:

"صوبائی اسمبلی پنجاب کا یہ ایوان مورخہ 4۔جنوری 2011 کو اسلام آباد میں سابق گورنر پنجاب جناب سلمان تاثیر کے قتل پر اپنے گہرے رنج وغم کا اظہار کرتا ہے اور اس کی پرزور مذمت کرتا ہے۔ جناب سلمان تاثیر کی ناگہانی وفات سے صوبہ پنجاب نہ صرف ایک فعال سیاسی پارٹی کا ممبر بلکہ ایک ہمدرد اور انسانیت دوست شخص سے بھی محروم ہوگیا۔ جناب سلمان تاثیر 1988 میں اس ایوان کے ممبر منتخب ہوئے تھے اور مئی 2008 سے پاکستان کے سب سے بڑے صوبے کے آئینی سربراہ کے طور پر خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ ان کی سیاسی و فلاحی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ یہ ایوان سابق گورنر پنجاب کے اہل خانہ کے غم میں برابر کا شریک ہے اور یہ ایوان دعاگو ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کے اہل خانہ کو یہ صدمہ برداشت کرنے کی ہمت دے۔"

جناب قائم مقام سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

"صوبائی اسمبلی پنجاب کا یہ ایوان مورخہ 4۔جنوری 2011 کو اسلام آباد میں سابق گورنر پنجاب جناب سلمان تاثیر کے قتل پر اپنے گہرے رنج وغم کا اظہار کرتا ہے اور اس کی پرزور مذمت کرتا ہے۔ جناب سلمان تاثیر کی ناگہانی وفات سے صوبہ پنجاب نہ صرف ایک فعال سیاسی پارٹی کا ممبر بلکہ ایک ہمدرد اور انسانیت دوست شخص سے بھی محروم ہوگیا۔ جناب سلمان تاثیر 1988 میں اس ایوان کے ممبر منتخب ہوئے تھے اور مئی 2008 سے پاکستان کے سب سے بڑے صوبے کے آئینی سربراہ کے طور پر خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ ان کی سیاسی و فلاحی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ یہ ایوان سابق گورنر پنجاب کے اہل خانہ کے غم میں

برابر کا شریک ہے اور یہ ایوان دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کے اہل خانہ کو یہ صدمہ برداشت کرنے کی ہمت دے۔"

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! اس میں مغفرت کے حوالے سے کہیں ذکر نہیں آیا میں چاہوں گا کہ اس میں اس چیز کا اضافہ کر دیا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: لغاری صاحب! مغفرت کی دعا تو پہلے دن ہی ہو گئی تھی اس قرارداد میں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اس قرارداد کی چونکہ مخالفت نہیں کی گئی ہے اس لئے سوال یہ ہے کہ:

"صوبائی اسمبلی پنجاب کا یہ ایوان مورخہ 4۔جنوری 2011 کو اسلام آباد میں سابق گورنر پنجاب جناب سلمان تاثیر کے قتل پر اپنے گہرے رنج وغم کا اظہار کرتا ہے اور اس کی پرزور مذمت کرتا ہے۔ جناب سلمان تاثیر کی ناگہانی وفات سے صوبہ پنجاب نہ صرف ایک فعال سیاسی پارٹی کا ممبر بلکہ ایک ہمدرد اور انسانیت دوست شخص سے بھی محروم ہو گیا۔ جناب سلمان تاثیر 1988 میں اس ایوان کے ممبر منتخب ہوئے تھے اور مئی 2008 سے پاکستان کے سب سے بڑے صوبے کے آئینی سربراہ کے طور پر خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ ان کی سیاسی و فلاحی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ یہ ایوان سابق گورنر پنجاب کے اہل خانہ کے غم میں برابر کا شریک ہے اور یہ ایوان دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کے اہل خانہ کو یہ صدمہ برداشت کرنے کی ہمت دے۔"

(قرارداد متفقہ طور پر منظور ہوئی)

جناب قائم مقام سپیکر: اب ہم وقفہ سوالات کی طرف آتے ہیں۔

سینئر وزیر / وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، سینئر وزیر صاحب!

سینئر وزیر / وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): شکریہ۔ جناب سپیکر! یہاں پر ایک ابہام پیدا کیا جا رہا ہے۔ میں اس کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ گورنر پنجاب کی جس طرح سیاسی خدمات ہیں اسی طرح وہ ایک مسلمان تھے، ایک مسلمان گھرانے میں پیدا ہوئے تھے اور حضرت محمد ﷺ کا جس طرح ہم سب احترام اور عزت کرتے ہیں اسی طرح وہ بھی احترام اور عزت کرتے تھے۔ سب سے بڑی بات یہ

کہ ناموس رسالت ﷺ پر ایک issue بنایا جارہا ہے۔ خدا نخواستہ ہم کوئی بِل لارہے ہیں، لانا چاہتے ہیں اور نہ کسی کو لانے دیں گے اس لئے اس چیز کی غلط فہمی کو دور کر لیا جائے۔ ہماری وفاقی حکومت یا کوئی صوبائی حکومت اس طرح کا سوچ سکتی ہے اور نہ ہی کسی کے ذہن میں ہے۔ گورنر صاحب پر جب یہ الزام لگا تو انہوں نے خود کلمہ پڑھ کر کہا تھا کہ میں اس طرح کی بات نہیں سوچ سکتا، اُن کا تعویز جو تھا اُس کو چوم کر انہوں نے کہا کہ میں ناموس رسالت ﷺ کی اتنی عزت کرتا ہوں جو ایک سچا مسلمان کرتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح کی غلط فہمیاں نہیں ہونی چاہئیں اور کسی بھی پارٹی کو یہ blame نہیں دینا چاہئے کہ وہ یہ کر رہے ہیں، وہ کر رہے ہیں۔ ہماری حکومت اس قسم کا سوچتی ہے نہ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، کریں گے اور نہ کسی کو کرنے دیں گے۔ میں اس کی وضاحت کر رہا ہوں تو اس پر میری آپ سے گزارش ہو گی کہ ایسے لوگ جو اس طرح کے الزام لگا کر ایک سیاسی جماعت پر الزام تراشی کرنے کی کوشش کر رہے ہیں انہیں روکنا چاہئے۔ بہت مہربانی

سوالات

(محکمہ امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ)

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

جناب قائم مقام سپیکر: بہت شکریہ۔ اب پہلا سوال جناب محمد نوید انجم صاحب کا ہے۔۔۔نوید انجم صاحب موجود ہیں؟

MEHR ISHTIAQ AHMAD: On his behalf.

جناب قائم مقام سپیکر: سوال نمبر بولئے گا۔

مہر اشتیاق احمد: جناب سپیکر! سوال نمبر 1858 ہے۔اس کو پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔ (معزز ممبر نے جناب محمد نوید انجم کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا۔)

جناب قائم مقام سپیکر: جی، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

لاہور۔ویٹرنری ریسرچ انسٹیٹیوٹ غازی روڈ کی تفصیلات

*1858: **جناب محمد نوید انجم:** کیا وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) ویٹرنری ریسرچ انسٹیٹیوٹ غازی روڈ لاہور کب، کتنے رقبہ پر قائم کیا گیا تھا؟
(ب) اس کے قائم کرنے کے اغراض و مقاصد کیا تھے، یہ اپنے مقاصد حاصل کرنے میں کہاں تک کامیاب ہوا ہے؟
(ج) اس انسٹیٹیوٹ کی سال 2006-07 اور 2007-08 کی آمدن اور اخراجات بتائیں؟
(د) اس وقت اس انسٹیٹیوٹ میں جانوروں کی کن کن امراض پر ریسرچ کی جاتی ہے اور کون کون سی ویٹرنری ادویات تیار کی جاتی ہیں؟
(ہ) اس انسٹیٹیوٹ میں گریڈ 17 اور اوپر کے ملازمین کے نام، عہدہ، گریڈ، ڈومیسائل، پتا جات اور تعلیمی قابلیت بیان کریں؟
(و) اس انسٹیٹیوٹ کے پاس کتنی گاڑیاں ہیں یہ کن کن کے استعمال میں ہیں اور ان کے سال 2006-07 اور 2007-08 کے مرمت/پیٹرول کے اخراجات بیان کریں؟

وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) ویٹرنری ریسرچ انسٹیٹیوٹ غازی روڈ لاہور 1962 میں تقریباً 24 ایکڑ رقبہ پر قائم کیا گیا۔
(ب) ویٹرنری ریسرچ انسٹیٹیوٹ غازی روڈ لاہور کے اغراض و مقاصد:

- ❖ بڑے پیمانے پر جانوروں کو متعدی بیماریوں سے بچانے کے لئے حفاظتی ٹیکہ جات تیار کرنا اور ان کی تشخیص کے لئے ڈائیاگناسٹک انٹی جنز بنانا۔
- ❖ جانوروں کی بیماری کی تشخیص کرنا اور ان کے بچاؤ کے لئے حفاظتی اقدامات وضع کرنا۔
- ❖ حفاظتی ٹیکہ جات میں پیش آنے والے مسائل اور جانوروں کی بیماری کی تحقیق کرنا۔
- ❖ field میں موجود ڈاکٹرز اور فارمرز کی ٹریننگ کرنا۔
- ❖ پولٹری/لائیوسٹاک میں نئی نئی پھیلنے والی امراض پر تحقیق کرنا۔اس کے تمام مقاصد حاصل ہو رہے ہیں۔

(ج) سال 2006-07 اور 2007-08 کی آمدن اور اخراجات کی تفصیل

سال	اخراجات	آمدن
2006-2007	69,586,000/-	48,372,823/-
2007-2008	66,827,000/-	52,605,844/-

(د) ادارہ ہذا میں تیار کی جانے والی مختلف ویکسین کی تفصیل (Annexure-I) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ہ) ویٹرنری ریسرچ انسٹیٹیوٹ غازی روڈلاہور میں کام کرنے والے گریڈ17اوراس سے اوپر کے آفیسران کی لسٹ(Annexure –II)ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(و) ادارہ ہذا کے پاس11 گاڑیاں ہیں یہ گاڑیاں کسی خاص افسر کو الاٹ نہیں کی جاتیں بلکہ وی آر آئی کے پول میں ہوتی ہیں۔جوکہ دفتری استعمال(out break)کے دوران،بیماریوں کی تشخیص اور بیماریوں کے نمونہ جات حاصل کرنے کے لئے استعمال کی جاتی ہیں۔ سال 2006-07اور2007-08 کے مرمت /پٹرول کے اخراجات کی تفصیل

سال	گاڑیوں کی مرمت پر خرچ رقم	پٹرول پر خرچ رقم
2006-07	580,000/-	1,228,000/-
2007-08	551,000/-	800,000/-

جناب قائم مقام سپیکر: جی، کوئی ضمنی سوال؟

مہر اشتیاق احمد: جی، جناب سپیکر! جز(و) میں یہ پوچھا گیا تھا "اس انسٹیٹیوٹ کے پاس کتنی گاڑیاں ہیں یہ کن کن کے استعمال میں ہیں اور ان کے سال2006-07 اور2007-08کے مرمت /پٹرول کے اخراجات بیان کریں؟" جواب میں یہ بتایا گیا ہے کہ "یہ کسی خاص افسر کو الاٹ نہیں کی گئی"۔ میرا سوال یہ ہے کہ کس طریق کار کے تحت یہ وہاں پر استعمال کی جاتی ہیں،آج جو افسران یہاں پر تشریف لائے ہیں کیا اپنی ذاتی گاڑیوں پر آئے ہیں یا انہی گاڑیوں پر آئے ہیں کیونکہ جواب میں یہ لکھا ہوا ہے کہ "دفتری استعمال(out break) کے دوران، بیماریوں کی تشخیص اور بیماریوں کے نمونہ جات حاصل کرنے کے لئے استعمال کی جاتی ہیں۔ "کیا آج بھی یہ انہی گاڑیوں پر آئے ہیں یا کوئی نمونہ جات لینے کے لئے آئے ہیں؟

جناب قائم مقام سپیکر: منسٹر صاحب! بتائیں کن گاڑیوں پر آئے ہیں؟

وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر!ویٹرنری ریسرچ انسٹیٹیوٹ(VRI) غازی روڈ قائم ہے۔اس میں ڈی جی، ڈائریکٹر اور پھر ریسرچ افسران ہیں ان کا کام لیبارٹری کے اندر ہے۔ کہیں fieldمیں جانا ہو، کہیں وباء پھوٹتی ہے جانا پڑتا ہے، کہیں لیبارٹری میں جانا پڑتا ہے تو گاڑیاں استعمال ہوتی ہیں۔کوئی گاڑی کسیspecificافسر کے نام نہیں ہے جب کسی افسر کو ضرورت پڑتی ہے تو وہ لے کر جاتا ہے۔صرفDGڈاکٹر ظفر گل جو گریڈ19کے ہیں ان کے پاس گاڑی ہے باقی افسران کو جب ضرورت پڑتی ہے اس وقت وہ استعمال کرتے ہیں۔یہVRIکےpoolمیں ہیں اور افسران کوالاٹ نہیں ہیں۔

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال ہے۔

مہر اشتیاق احمد: جناب سپیکر! جواب میں لکھا ہوا ہے کہ "07-2006 میں پٹرول پر -/1,228,000 روپے خرچ کئے گئے اور گاڑیوں کی مرمت پر پانچ لاکھ روپیہ خرچ کیا گیا" تو گزارش یہ ہے کہ اتنے لاکھوں روپے خرچ کئے گئے کیا انہوں نے کوئی log book بنائی ہوئی ہے، کیا طریق کار رکھا ہوا ہے جس سے یہ پتا چلے کہ صرف نمونہ جات ہی حاصل کئے جا رہے ہیں یا کسی اور استعمال میں ہیں؟

وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! وہاں پر جو ویکسین تیار ہوتی ہے اس کو ملتان میں دور دراز علاقوں میں پہنچانا ہوتا ہے۔ اس میں رحیم یار خان سے راولپنڈی تک جو اضلاع ہیں وہاں ویکسین پہنچانی ہوتی ہے تو گاڑیوں کے استعمال میں یہ سارے اخراجات ہوتے ہیں۔

مہر اشتیاق احمد: جناب سپیکر! آج اسمبلی میں افسران انہی گاڑیوں پر آئے ہیں جو pool میں ہیں یا کسی اور گاڑیوں میں آئے ہیں؟

جناب قائم مقام سپیکر: ان کا پوچھنے کا مطلب یہ ہے کہ سیکرٹری صاحب ہو گئے، ایڈیشنل سیکرٹری ہو گئے ان کو تو دوسری گاڑیاں ملی ہوتی ہیں جو باقی لوگ آئے ہیں ان کے لئے تو یہ گاڑیاں استعمال نہیں ہو رہیں؟

وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! جو افسران ہیں سیکرٹری، ایڈیشنل سیکرٹری، ڈپٹی سیکرٹری ان کو اپنی گاڑیاں الاٹ ہیں۔ جو ویٹرنری ریسرچ انسٹیٹیوٹ غازی روڈ، کینٹ میں ہے وہاں پر نئی ویکسین تیار کی جاتی ہے، ویکسین تیار کر کے field میں پہنچائی جاتی ہے یا ان اضلاع میں جہاں پر خدانخواستہ کوئی وبائی امراض پھوٹتی ہیں، کہیں سے ٹیسٹ لینے ہوتے ہیں، blood sample لینے ہوتے ہیں تو field میں جانا ہوتا ہے، field میں استعمال ہوتی ہیں۔ کسی specific افسر کے نام نہیں ہیں، pool میں ہوتی ہیں جس افسر نے جانا ہوتا ہے وہ گاڑی لے کر جاتا ہے۔ صرف VRI میں 18 گریڈ، 19 گریڈ اور 17 گریڈ کے افسران ہیں ان کی فہرست ساتھ لف ہے اگر کہیں تو میں پڑھ سکتا ہوں۔ افسران کی تعداد 67 ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: مہر صاحب! میرا خیال ہے انہوں نے بتا دیا ہے کہ گاڑیاں وہاں پر pool میں استعمال ہو رہی ہیں، ادھر آنے کے لئے استعمال نہیں ہو رہیں۔

مہر اشتیاق احمد: جناب سپیکر! simple سی بات ہے کہ وہ آئے ہیں یا نہیں آئے یا تو آئے ہوں گے یا نہیں آئے ہوں گے؟

جناب قائم مقام سپیکر: نہیں، وہ انہوں نے بتادیا ہے کہ اُن گاڑیوں پر نہیں آئے۔

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ کا اس پر کوئی ضمنی سوال ہے؟

رانا محمد افضل خان: جی، ضمنی سوال ہے۔ جز (د) میں گاڑیوں کی مرمت کے جو اخراجات بتائے گئے ہیں اور پٹرول کا خرچہ بتایا گیا ہے اس سے میں نے یہ تجزیہ کیا ہے کہ اگر -/2 روپے پٹرول پر خرچ ہو رہے ہیں تو ایک روپیہ مرمت پر خرچ ہو رہا ہے۔ اسی طرح اگلے سال 08-2007 میں بڑھ کر اگر -/3 روپے پٹرول پر خرچ ہو رہے ہیں تو -/2 روپے مرمت پر خرچ ہو رہے ہیں تو یہ جو مرمت کا بِل ہے اس سے مجھے لگتا ہے کہ گاڑیاں چلتی کم ہیں اور repair زیادہ ہوتی ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ یہ تو بہت زیادہ اخراجات ہیں استعمال کی ratio اور repair کی ratio بہت lopsided ہے۔ اتنا زیادہ فرق، یہ repair کے بل جعلی تو نہیں ہیں؟

وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! میرے پاس ان گاڑیوں کی تفصیل ہے۔ 10-2009 میں پانچ لاکھ پندرہ ہزار روپے مرمت کا، آٹھ لاکھ پٹرول کا۔ جس طرح انہوں نے پڑھ کر بتایا ہے تو یہ ریکارڈ دیکھ کر تسلی کر سکتے ہیں۔ یہ آئیں میں ان کی تسلی کرا دیتا ہوں کیونکہ یہ پچھلے سالوں کے اخراجات ہیں۔ جب یہ چاہیں میں ان کو ریکارڈ سے تسلی کرا دیتا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ ذرا دیکھ لیں اور پھر ہاؤس کو بھی اس بارے میں apprise کیجئے گا۔

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! میرا مقصد تو ان کی توجہ دلانا ہے کہ یہ گاڑیاں repair زیادہ ہو رہی ہیں، چل کم رہی ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، آپ ذرا یہ دیکھ لیجئے گا کہ گاڑیوں کی repair پر زیادہ پیسا لگ رہا ہے آپ اس کو اپنے level پر check کر لیجئے گا۔

وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! میں یہ عرض کر دوں کہ ایک ٹویوٹا جیپ 1970 کی LXX 4478 ہے، دوسری LHR 4635 سوزوکی جیپ 1986 کی ہے۔ پھر 1996 کی ہے، پھر 1998 کی گاڑی ہے، ایک 1983 کی ہے، پھر اگلی 1993 کی ہے تو

یہ بہت ساری گاڑیاں پرانی ہیں۔ظاہر ہے جب پرانی گاڑیاں زیر استعمال ہوں گی تو اس پر repair کا بھی خرچ آئے گا۔

جناب قائم مقام سپیکر:بہت شکریہ

وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ(ملک احمد علی اولکھ):میرے پاس تمام گاڑیوں کی تفصیل ہے ان میں کوئی گاڑی نئی نہیں ہے۔اس میں نمبر بھی دیئے ہوئے ہیں 07-2006 کی تمام گاڑیوں کی تفصیل میرے پاس موجود ہے۔اگر یہ جیپ ٹیوٹا 1970 کی ہے تو ظاہر ہے کہ اس پر repair ہونی ہے،سوزوکی جیپ 1986 کی ہے تو اس پر بھی repair ہونی ہے،سوزوکی پوٹھوہار 1996 کی ہے،پھر سوزوکی پوٹھوہار 1998 کی ہے پھر Nisan ہے تو یہ single cabin ہے یہ 1993 کی ہے۔اس میں 67 افسران ہیں جن میں ایک DG ہے،ڈائریکٹر ہے اس سے نیچے گریڈ 18 کے ریسرچ افسران ہیں۔یہ ان گاڑیوں کی مرمت اور پٹرول کی justification ہے۔

رانا محمد افضل خان:جناب سپیکر!جب گاڑیاں پرانی ہو جائیں تو گاڑیوں کی auction کر کے نئی گاڑیاں لے لینی چاہئیں۔یہ فیصلہ ان کو کرنا چاہئے کہ یہ جو گاڑیوں کی اتنی مرمت کرا رہے ہیں ان کی auction کر کے نئی گاڑیاں لے لیں۔

وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ(ملک احمد علی اولکھ):جناب والا!راناصاحب کی تجویز مناسب ہے اس کو ہم reconsider کریں گے۔

جناب قائم مقام سپیکر:بہت شکریہ۔محترمہ زمرد یاسمین!

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا:جناب والا!جواب کے جز(ب)میں یہ بتایا گیا ہے کہ ویٹرنری ریسرچ انسٹیٹیوٹ غازی روڈ لاہور کے اغراض و مقاصد:

(1) بڑے پیمانے پر جانوروں کو متعدی بیماریوں سے بچانے کے لئے حفاظتی ٹیکہ جات تیار کرنا اور ان کی تشخیص کے لئے ڈائیگناسٹک انٹی جنز بنانا ہے۔میرا اس میں ضمنی سوال یہ ہے کہ اب تک انہوں نے کون کون سی بیماریوں کی vaccine تیار کی ہے اور دوسرا یہ کہ غازی آباد کا ریسرچ انسٹیٹیوٹ کن علاقوں کو cover کرتا ہے،کیا یہ قصور،فیصل آباد یا جو شہر ہیں ان کو بھی cover کرتا ہے اور لوگوں کی آگاہی کے لئے orientation کے لئے کیا اقدامات کئے جاتے ہیں کہ وہ اس سے آکر فائدہ اٹھائیں؟

وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ (ملک احمد علی اولکھ): جناب والا! یہ سوال repeat کروادیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: ڈاکٹر صاحبہ! سمجھ نہیں آئی آپ نے کیا کہا ہے؟

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب والا! میرا سوال بڑا simple سا ہے۔یہاں پر بیماریوں کے لئے جن دوائیوں کا ذکر کیا گیا ہے کہ تیار کی گئی ہیں۔ میرا سوال صرف یہ ہے کہ کون کون سی بیماریوں کے لئے vaccines تیار کی گئی ہیں؟ پہلے آپ اس کا جواب دے دیں پھر میں اگلا سوال کرتی ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: میرے خیال میں اس کا انہوں نے جواب میں mention کیا ہوا ہے یا پھر آپ ان سے ویسے مل کر معلوم کر لیں کیونکہ یہ ایک general قسم کا سوال انہوں نے پوچھا تھا کہ اس کو قائم کرنے کے اغراض و مقاصد کیا تھے اور یہ اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لئے محکمہ کہاں تک کامیاب ہوا ہے؟

وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ (ملک احمد علی اولکھ): جناب والا! اس میں مختلف قسم کی بیماریاں ہیں جیسے گل گھوٹو کی بیماری ہے، اسی طرح انتڑیوں کا زہر ہے، اسی طرح Anthrax ہے پھر CCPC ہے یہ بکریوں کی سانس کی بیماری ہوتی ہے، چوڑے مار ہے sheep pox, rabies, ہے اس طرح goat pox ہے، برڈ فلو ہے اسی طرح اس میں مختلف بیماریاں ہیں جن کے لئے نئے antigen تیار کر رہے ہیں، اسی طرح investigation کے لئے مختلف ٹیسٹ ہیں جس کے بعد یہ vaccine تیار کی جاتی ہے اور یہ vaccine تمام پنجاب کے اضلاع میں بھیجی جا رہی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: بہت شکریہ۔ میرے خیال میں کافی سوال ہو گئے ہیں۔اب اگلا سوال چوہدری محمد اسد اللہ صاحب کا ہے۔

SHEIKH ALLA-UD-DIN: On his behalf

چوہدری احسان الحق احسن نولاٹیا: On his behalf Question No. 4134. (معزز ممبر نے چوہدری محمد اسد اللہ کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا۔)

جناب قائم مقام سپیکر: پہلے شیخ صاحب نے کہہ دیا ہے۔ سوال نمبر بولیں۔

چوہدری احسان الحق احسن نولاٹیا: سوال نمبر 4134۔

خضرآباد ضلع سرگودھا میں لائیوسٹاک فارم کی تفصیلات

*4134:چودھری محمد اسد اللہ: کیا وزیرامور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ محکمہ لائیوسٹاک کے زیرانتظام خضرآباد ضلع سرگودھا میں لائیوسٹاک فارم قائم ہے اگر ہاں تو اس کا کل رقبہ کتنا ہے؟

(ب) کیا مذکورہ فارم کا تمام رقبہ محکمہ کے استعمال میں ہے یا اس میں سے کچھ رقبہ کو پٹا پر دیا ہوا ہے اگر پٹا پر دیا ہوا ہے تو اس سے کتنی آمدن سال 09۔2008 میں ہوئی؟

(ج) مذکورہ فارم میں کتنی قسم کے جانور رکھے ہوئے ہیں، ان سے سال 09۔2008 میں کتنی آمدن ہوئی؟

(د) مذکورہ فارم میں کتنے ملازمین کام کر رہے ہیں، سال 09۔2008 میں ان کی تنخواہ وغیرہ پر کل کتنا خرچہ آیا؟

وزیرامور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) جی ہاں! یہ درست ہے کہ نظامت لائیوسٹاک فارمز پنجاب کے زیرانتظام ضلع سرگودھا میں تجرباتی فارم مویشیاں خضرآباد قائم ہے اور اس کا کل رقبہ 7700 ایکڑ ہے۔

(ب) مذکورہ فارم کا تمام رقبہ محکمہ کے استعمال میں نہیں ہے۔اس میں 5897 ایکڑ رقبہ پٹا پر دیا ہوا ہے۔سال 2008-09 میں کل ٹھیکہ -/10537365 روپیہ بنا ہے، جس میں سے -/9021717 روپیہ وصول ہو چکا ہے اور بقایا -/1515648 روپیہ ہے جس کی وصولی کے لئے کوشش جاری ہے۔

(ج) مذکورہ فارم میں ساہیوال نسل کی گائیں اور کجلی نسل کی بھیڑیں رکھی گئی ہیں۔سال 2008-09 میں لائیوسٹاک سے -/8,202,000 روپیہ آمدن ہوئی ہے جبکہ فارم سے کل آمدنی -/30,937,000 روپیہ ہوئی۔

(د) مذکورہ فارم پر 99 ملازمین کام کر رہے ہیں سال 2008-09 میں ان کی تنخواہ وغیرہ پر کل خرچہ -/13,423,301 روپیہ آیا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: ضمنی سوال؟

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب والا! جز(ب) جس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ "مذکورہ فارم کا تمام رقبہ محکمہ کے استعمال میں نہیں ہے-اس میں 5897 ایکڑ رقبہ پٹا پر دیا ہوا ہے- سال 09-2008 میں کل ٹھیکہ -/10,537,365 روپیہ بنا ہے جس میں سے -/9,021,717 روپیہ وصول ہو چکا ہے اور بقایا -/1,515,648 روپیہ ہے جس کی وصولی کے لئے کوشش جاری ہے "اس میں میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ سرگودھا کے اندر نہری رقبہ محکمہ نے جس ریٹ پر دیا ہوا ہے وہ -/1700 روپے فی ایکڑ بنتا ہے جبکہ مارکیٹ کے اندر کم از کم ریٹ 35 ہزار روپیہ فی ایکڑ ہے۔ یہ ہمارے محکمے کی کارکردگی ہے کہ ڈسٹرکٹ مظفر گڑھ میں زمین کا ٹھیکہ 50 ہزار سے 55 ہزار ہے۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ کا سوال تو یہی ہے کہ ٹھیکے کا ریٹ کیا ہے؟ آپ تقریر نہیں کر سکتے۔

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب والا! میرا ضمنی سوال ہے کہ میں وزیر موصوف اور محکمہ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا سرگودھا کے اندر نہری رقبہ جو انتہائی fertile زمین ہے اس کے اور ہمارے فارم کے ٹھیکے میں جو فرق ہے وہ کتنے گنا بنتا ہے؟ یعنی یہ جو انہوں نے figures دی ہیں یہ -/1700 روپے فی ایکڑ بنتا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: یہ ٹوٹل کتنا ٹھیکہ ہے؟

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: ویسے سرگودھا میں 35 سے 40 ہزار روپے فی ایکڑ کا ٹھیکہ ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر: کس حساب سے ٹھیکے پر یہ جگہ دی ہوئی ہے؟

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب والا! یہ مجھے اتنا بتا دیں کہ ایسا کیوں ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر: سوال آپ کا valid ہے لیکن اس پر تقریر نہیں ہو سکتی ان سے صرف یہ پوچھ سکتے ہیں کہ یہ کس حساب سے ٹھیکے پر دی ہوئی ہے۔

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے جو میں کر سکتا ہوں، 35 ہزار روپے فی ایکڑ والی زمین کو ہمارے محکمہ نے -/1700 روپے فی ایکڑ کے حساب سے کیوں دیا ہوا ہے؟

وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! یہ خضر آباد فارم جو کہ خضر حیات ٹوانہ صاحب کی اسٹیٹ تھی اور یہ مزارعین جن کا یہ ذکر کر رہے ہیں یہ وراثتی طور پر پہلے بھی زمین پر کاشتکار تھے، اب بھی یہی آ رہے ہیں اور یہ کوئی نئے مزارعین نہیں ہیں اس لئے اس میں law and order کا مسئلہ بھی پیدا ہوا تھا اب اس کو ہم review کر رہے ہیں۔ ڈی سی او سرگودھا اس

کو review کر رہا ہے اور اس کو enhance کیا جا رہا ہے، واقعی پہلے ٹھیکے کی رقم کم ہے اس لئے اس کو بڑھایا جا رہا ہے۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ۔۔۔

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب والا! 18 کروڑ کیوں؟

جناب قائم مقام سپیکر: ایک منٹ تشریف رکھیں۔ جی، شاہ صاحب!

سید ناظم حسین شاہ: جناب والا! بات یہ ہے کہ وزیر موصوف سے پوچھیں یہ بھی لیہ کے رہنے والے ہیں، سرگودھا اور لیہ میں اتنا فرق نہیں ہے۔ یہ تقریباً 290 مربع رقبہ بنتا ہے۔ گوجرانوالہ میں ایک ایکڑ کے 40 ہزار روپے یا 45 ہزار روپے لوگ پٹا کے دے رہے ہیں۔ بات یہ ہے کہ اس حساب سے 10 لاکھ روپے فی مربع بنتا ہے۔ یہ 290 مربع بنتا ہے اگر 10 لاکھ روپے فی مربع کے حساب سے دیکھا جائے تو تقریباً 3 کروڑ روپے سے تھوڑا سا کم بنے گا۔ اب آپ دیکھیں کہ مذکورہ فارم میں ساہیوال نسل کی گائے اور بھیڑوں سے جو آمدنی انہوں نے بتائی ہے وہ آپ دیکھیں وہ ہے 3 کروڑ 9 لاکھ 37 ہزار روپے یعنی اس کے پاس رقبہ آپ دیکھیں وہ تقریباً 80 مربع بنتا ہے اس میں آپ دیکھیں ان کو تین کروڑ روپے کی آمدن ہو رہی ہے اور جو 290 مربع ہے اس میں ایک کروڑ روپے کی آمدنی ہو رہی ہے۔ اس کا آپ فرق تو دیکھیں اور یہ public money ہے۔ جیسا کہ ہمارے دوست نے کہا ہے کہ یہ ٹھیکے پر دی ہوئی ہے تو میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ کس حساب سے دی ہوئی ہے؟ اس کا فرق پورا House دیکھے اور یہ 2008-09 کو پٹا پر دیا گیا ہے 1962 میں نہیں دیا ہوا۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کون سے محرکات ہیں کہ اتنی ارزاں قیمت پر ان کو یہ پٹے پر دیا ہوا ہے؟

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب والا! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ۔۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: نولاٹیا صاحب! آپ نے بات کر لی ہے، آپ کا question valid ہے لیکن آپ اپنی بات کو repeat نہ کریں، ان کو جواب دینے دیں۔

وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! اس بات کا فیصلہ ایک تین رکنی کمیٹی کرتی ہے۔ اس میں ایک ریونیو کا آفیسر ہوتا ہے، اس میں فارم سپرنٹنڈنٹ ہوتا ہے اور اس کے علاوہ ایک D.O Agriculture ہوتے ہیں۔ یہ تین رکنی کمیٹی اس بات کو assess کرتی ہے اور ہر تین سال کے بعد اس کا review ہوتا ہے۔ ابھی جو ٹھیکہ چل رہا ہے وہ 2,180/- روپے فی ایکڑ

سرگودھا خضرآباد فارم پر چل رہا ہے۔اب اس میں DCO کو کہا گیا ہے اس نے نئی کمیٹی تشکیل کی ہے وہ اس کو review کر رہے ہیں۔آپ کو یہ بھی پتا ہے کہ پہلے بھی ملٹری فارم اوکاڑہ میں امن وامان کا مسئلہ پیدا ہوا تھا اور لوگ اس پر قابض ہو گئے ہیں۔یہ جو پٹادار ہیں عرصہ دراز سے آرہے ہیں اور وہ تو یہ پیسے بھی دینے کو تیار نہیں ہیں وہ تو کہتے ہیں کہ ہمیں مالکانہ حقوق دیئے جائیں تو اس میں ابھی موجودہ حکومت نے initiative لیا ہے میں یہ بھی مانتا ہوں کہ ان فارموں کی حالت اچھی نہیں ہے۔ہمارے لائیو سٹاک کے اس وقت 22 فارم ہیں اور 82ہزار ایکڑ ٹوٹل ان فارموں کی زمین بنتی ہے۔ماضی میں اس کی صحیح measurement نہیں تھی اس پر غور کیا جارہا ہے کہ پرائیویٹ پبلک پارٹنرشپ کے ذریعے اس کو چلایا جائے تاکہ اس میں improvement آئے۔جہاں تک پٹاداروں کی بات ہے، پٹاداران عرصہ دراز سے آرہے ہیں، وراثت میں آرہے ہیں، جب یہ فارم خضر ٹوانہ سے لیا گیا تھا جن کی یہ ملکیت تھی، جن کی اسٹیٹ تھی اس وقت سے مزارعین وراثت میں آرہے ہیں اور وہ یہ ٹھیکہ دینے کے لئے بھی تیار نہیں ہیں۔اس میں اب غور کیا جارہا ہے کہ اس کو reassess کر کے دوبارہ پٹا کی قیمت مقرر کی جائے۔

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب والا! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ ایک منٹ ٹھہر جائیں۔آپ تشریف رکھیں ابھی سب کچھ ہو جاتا ہے۔ آپ کی طرف آتا ہوں۔

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! بات صرف یہ ہے کہ۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ کا سوال رجسٹرڈ ہو چکا ہے۔

چودھری احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب والا! آپ میری بات تو سن لیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ ایک منٹ تشریف رکھیں۔نولاٹیا صاحب This is no way آپ نے ایک بات کر دی، آپ کا question valid ہے اس پر بات تو ہو لینے دیں۔

ڈاکٹر ملک مختار احمد بھرتھ: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، بھرتھ صاحب!

ڈاکٹر ملک مختار احمد بھرتھ: شکریہ۔جناب سپیکر! اس سوال کے جواب میں لکھا ہے کہ اس فارم کا ٹوٹل رقبہ 7700 ایکڑ ہے اس میں 5897 ایکڑ رقبہ زیر استعمال ہے اور 1800 ایکڑ ایسا رقبہ ہے جو استعمال نہیں ہو رہا۔سرگودھا جیسا ضلع جہاں کی زمین نہایت زرخیز ہے اور یہ نہری رقبہ ہے لہذا وزیر موصوف

جواب دیں کہ یہ 1800 ایکڑ استعمال کیوں نہیں ہو رہا، اس سے ملک کی total crop production بڑھ سکتی ہے۔یہ رقبہ نہایت زرخیز ہے اور یہ باغ والا رقبہ ہے لہذا یہ بھی بتائیں کہ یہ رقبہ اور بیج یا کوئی ایسی چیز کے لئے استعمال کیوں نہیں ہو رہا؟

جناب قائم مقام سپیکر: منسٹر صاحب! جیسے نولاٹیا صاحب نے بات کی، شاہ صاحب نے بھی حساب نکال کر بتایا کہ اتنے پیسے ہیں اور اتنے پیسوں کا استعمال نہیں ہو رہا کیا اس وقت آپ کے پاس اس بات کا جواب موجود ہے کہ اس وقت کتنی زمین استعمال ہو رہی ہے اور کتنی نہیں ہو رہی جو زمین استعمال ہو رہی ہے آپ اس کا ٹھیکہ -/2600 روپے فی ایکڑ بتا رہے ہیں۔

معزز ممبران: -/2000 روپے فی ایکڑ۔

وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! میں عرض کرتا ہوں کہ اس میں نہری زمین کا فی ایکڑ ٹھیکہ -/2180 روپے ہے اور -/1635 روپے فی ایکڑ بارانی کا ٹھیکہ ہے اس کے لئے چیف سیکرٹری صاحب نے ڈی سی او صاحب سے کہا ہے وہ وہاں موقع پر گئے ہیں اور انہوں نے ایک میٹنگ بلائی ہے۔میں بھی وہاں خود موقع پر گیا ہوں اور ساری صورتحال دیکھی ہے۔ہم enhance کرنے لئے review کر رہے ہیں لیکن ابھی وہاں agitation and protest شروع ہو گیا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: یہ بڑا important issue ہے۔یہ سوال اسمبلی میں put ہو چکا ہے اس لئے اب یہ اسمبلی کی ملکیت ہے۔سیکرٹری صاحب! آپ منسٹر صاحب کے ساتھ بیٹھ کر اس پر چھ رکنی کمیٹی بنائیں گے اور اس کے نام باقاعدہ Chair کو دیں گے اور کمیٹی اس کی پوری رپورٹ بنا کر ایک ہفتے کے اندر ہاؤس میں پیش کرے گی۔یہ بات ڈی سی او پر چھوڑنے والی نہیں ہے۔اب یہ ہاؤس کی ملکیت ہے اور اسے ہاؤس دیکھے گا۔یہ بہت بڑی زیادتی ہے۔اس کمیٹی میں نولاٹیا صاحب، ناظم شاہ صاحب، بھرتھ صاحب اور رانا افضل صاحب بھی شامل ہوں گے۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! میں آپ کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔بہت شکریہ

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال بہت ضروری ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ اب اگلے سوال پر آ جائیں۔ اب ہاؤس کی کمیٹی بیٹھ کر اس کا حل نکالے گی۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال بہت ضروری ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، فرمائیں!

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اس برائے نام شرح پر جو 1700/ یا 2000/ روپے پر فی ایکڑ زمین ٹھیکہ پر دی جا رہی ہے، یہ ٹھیکہ یا پٹا دینے کا اختیار کس اتھارٹی کے پاس ہے؟ اس اتھارٹی کا نام ایوان میں بتایا جائے۔

وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! ابھی نئی لیز پر پابندی ہے، کسی کو نئی لیز نہیں دی جا رہی۔ جب سے لائیو سٹاک کو یہ فارم ملا تھا اس وقت سے یہ مزارعین بیٹھے ہیں اور ان کی وراثت در وراثت چل رہی ہے اور وہ تو کہتے ہیں کہ ہمیں مالکانہ حقوق دیئے جائیں۔ میں پھر وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ ابھی لیز پر کوئی نئے رقبہ جات نہیں دیئے جا رہے کیونکہ نئی لیز پر پابندی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: چونکہ میں نے اس پر کمیٹی announce کر دی ہے وہ بیٹھ کر اسے دیکھے گی اس کو probe in کرے گی اور within a week ہاؤس کے اندر رپورٹ پیش کرے گی۔ اگلا سوال چودھری محمد اسد اللہ صاحب کا ہے۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! On his behalf Question No. 4135 (معزز ممبر نے محمد اسد اللہ کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا۔)

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! On his behalf

جناب قائم مقام سپیکر: آپ دونوں on his behalf کرنا چاہتے ہیں؟ ڈاکٹر صاحبہ! پہلے آپ بات کر لیں پھر حسن مرتضیٰ صاحب بات کر لیں۔ جی محترمہ! سوال نمبر بولیں۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! سوال نمبر 4135 ہے۔ میری استدعا ہے کہ اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

محکمہ کے زیر انتظام فارمز کی تعداد و دیگر تفصیلات

*4135: **چودھری محمد اسد اللہ**: کیا وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) محکمہ لائیو سٹاک کے زیر انتظام اس وقت کل کتنے فارم قائم ہیں ان کے نام کیا ہیں؟

(ب) ان فارمز کے قیام کا مقصد کیا ہے، تفصیل بیان کی جائے؟

(ج) کیا ان فارمز میں کوئی ایسا بھی فارم ہے جو نفع پر چل رہا ہے اگر ہاں تو اس سے سال 09-2008 میں کتنا منافع ہوا، اگر کوئی فارم منافع نہیں دے رہا تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) محکمہ لائیو سٹاک کے زیر انتظام اس وقت کل 22 فارم قائم ہیں، ان کے نام درج ذیل ہیں:۔

نمبر شمار	نام فارم
1	تجرباتی فارم مویشیاں رکھ غلاماں تحصیل کلور کوٹ ضلع بھکر
-2	تجرباتی فارم مویشیاں خضر آباد تحصیل شاہپور ضلع سرگودھا
-3	تجرباتی فارم مویشیاں تحصیل خوشاب، ضلع خوشاب
-4	تجرباتی فارم مویشیاں کلور کوٹ تحصیل کلور کوٹ ضلع بھکر
-5	تجرباتی فارم مویشیاں رکھ ماہنی تحصیل منکیرہ ضلع بھکر
-6	تجرباتی فارم مویشیاں جوگیت پیر ضلع بہاولپور
-7	تجرباتی فارم مویشیاں فاضل پور ضلع راجن پور
-8	تجرباتی فارم مویشیاں شیر گڑھ ضلع اوکاڑہ
-9	تجرباتی فارم مویشیاں کوٹ امیر شاہ ضلع چنیوٹ
-10	تجرباتی فارم مویشیاں شاہ جیونہ ضلع چنیوٹ
-11	تجرباتی فارم مویشیاں درکھانہ ضلع جھنگ
-12	تجرباتی فارم مویشیاں جہانگیر آباد ضلع خانیوال
-13	تجرباتی فارم مویشیاں ہارون آباد ضلع بہاولنگر
-14	تجرباتی فارم مویشیاں چک کٹورہ حاصل پور ضلع بہاولپور
-15	تجرباتی فارم مویشیاں بھونیکی پتوکی ضلع قصور
-16	تجرباتی فارم مویشیاں اللہ داد جہانیاں ضلع خانیوال
-17	گورنمنٹ انگورہ گوٹ فارم رکھ خیرے والا
-18	گورنمنٹ فائن وول شیپ فارم 295 ٹی ڈی اے سرائے مہاجر ضلع بھکر
-19	تجرباتی فارم مویشیاں اینیمل نیوٹریشن سنٹر رکھ ڈیرہ چاہل ضلع لاہور
-20	تجرباتی فارم مویشیاں خیری مورت ضلع اٹک
-21	تجرباتی فارم مویشیاں بہادر نگر ضلع اوکاڑہ
-22	تجرباتی فارم مویشیاں قادر آباد ضلع ساہیوال

(ب) ان فارمز کا مقصد مقامی جانوروں کی نسلوں کا اصلی حالت میں تحفظ اور ان کی پیداواری صلاحیتوں کو اجاگر کرنا اور بہتر بنانا ہے۔معیاری اعلیٰ صلاحیتوں کے نر پیدا کر کے ان کو نسل کشی کے لئے مویشی پال حضرات اور سیمن پروڈکشن یونٹس کو مصنوعی نسل کشی کے لئے فراہم کرنا ہے۔

(ج) جی ہاں! ان میں سے خضر آباد، شیر گڑھ اور درکھانہ فارم نفع پر چل رہے ہیں جن کا منافع بالترتیب 0.010، 0.900 اور 2.002 ملین روپے ہے۔ نظامت اعلیٰ توسیع کے زیر انتظام چلنے والے فارمز تجرباتی فارمز کے طور پر قائم کئے گئے ہیں اور یہ کمرشل بنیادوں پر کام نہیں کر رہے ہیں لہذا ان کے نفع ونقصان کا موازنہ نہیں کیا جا سکتا ہے۔یہ فارمز تجرباتی اور تحقیقاتی مقاصد کے لئے قائم کئے گئے ہیں۔ تجربہ / تحقیق پر ہمیشہ اخراجات منافع کی نسبت زیادہ ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! اس کے جز (ج) میں لکھا ہوا ہے کہ نظامت اعلیٰ توسیع کے زیر انتظام چلنے والے فارمز تجرباتی فارمز کے طور پر قائم کئے گئے ہیں اور ان کے نفع نقصان کا موازنہ نہیں کیا جا سکتا۔اس میں اہم بات ہے کہ انہیں جگہ مہیا کی گئی ہے، ٹیکنیکل سٹاف بھی ہے، جانوروں کی اچھی نسلیں بھی موجود ہیں اس لئے نقصان کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔جب اس میں نفع کا ذکر نہیں کیا گیا تو اس کا مطلب ہے کہ نقصان ہو رہا ہے لیکن یہاں ظاہر نہیں کیا گیا۔کیا حکومت ان فارمز کو کمرشل بنیادوں پر فائدہ اٹھانے کا ارادہ رکھتی ہے یا حکومت اسے کب تک کمرشلائز کر دے گی کیونکہ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ یہ مخصوص طبقے کے لوگوں کو مخصوص ریٹ پر دودھ اور جانور دیئے جاتے ہیں؟

جناب قائم مقام سپیکر: آپ نے سوال نہیں پوچھا بلکہ اپنی تجویز دی ہے۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! میرا یہ سوال ہے کہ جو تجرباتی فارمز ہیں حکومت ان سے کمرشل بنیادوں پر فائدہ اٹھانے کا کب تک ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! جیسے محترمہ نے خود پڑھا ہے کہ یہ فارمز تحقیق کے لئے ہیں، local breed کی preservation اور conservation کے لئے فارمز بنائے گئے ہیں، یہ فارمز breed improvement کے لئے بنائے گئے ہیں، وہاں semen collection ہوتی ہے اس کے بعد cross breeding میں جانوروں کی نسل بہتر کرنے کے لئے اور breed improve کرنے کے لئے فارمز بنائے گئے ہیں اور ان پر تحقیق کا کام ہو رہا ہے۔

ابھی اس پر غور کیا جا رہا ہے کہ پہلے دو تین فارمز کو ماڈل کے طور پر پرائیویٹائز کرنے کی بجائے انہیں پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ کے ذریعے چلایا جائے تاکہ اس کے رزلٹ آنے کے بعد باقی فارموں کے بارے میں بھی سوچا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، شاہ صاحب!

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! آپ دیکھیں کہ یہ ٹوٹل بائیس فارمز ہیں۔ تین فارمز کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ نفع میں چل رہے ہیں اور باقی اُنیس فارمز نقصان میں چل رہے ہیں۔ محرک نے یہ نہیں پوچھا کہ رقبہ کتنا ہے مگر آپ دیکھیں کہ اس سوال کا جواب گول مول کیا گیا ہے۔ جب تک یہ پتا نہ ہو کہ ہر فارم کے under کتنا رقبہ ہے، کیا اسے دیکھنے کے لئے بھی ہاؤس کی کوئی کمیٹی بنائی جائے گی کہ جواب واضح ہونا چاہئے؟

جناب قائم مقام سپیکر: شاہ صاحب! آپ سینئر پارلیمنٹیرین ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ جواب تسلی بخش نہیں ہے۔ ان فارمز پر قوم کا پیسا لگ رہا ہے لیکن یہ جواب دے کر ہاؤس کو مطمئن نہیں کیا جا سکتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس پر بھی ایک پندرہ رکنی کمیٹی بنائی جاتی ہے جس میں اپوزیشن کے دوست بھی ہوں گے یعنی پارٹیوں کے تناسب کے حوالے سے ممبران کی تعداد ہو گی۔ چونکہ آپ نے بات کی ہے اس لئے آپ بیٹھ کر پندرہ دوستوں کا تعین کر لیں اور وہ تین فارمز کا visit کریں اور وہاں پر جو کچھ ہو رہا ہے اس کی رپورٹ within a week ہاؤس میں لے کر آئیں اور یہ اس ہاؤس کا right ہے۔ جو محکمے اس طرح نامکمل جواب بھیجتے ہیں وہ نہیں آنے چاہئیں یہ پندرہ رکنی کمیٹی بنے گی جو میں آج ہی بیٹھ کر announce کر دوں گا اور یہ کمیٹی اس بارے میں اگلے ہفتے تک ہاؤس کو apprise کرے گی۔

وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر!۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: حسن مرتضیٰ صاحب نے کہا تھا کہ انہوں نے بات کرنی ہے۔ شاہ صاحب! ذرا ایک منٹ، پہلے منسٹر صاحب بات کر لیں۔

(اذان مغرب)

وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! میں یہ عرض کروں گا کہ یہ بائیس تجرباتی farms ہیں جن میں تقریباً 35341 ایکڑ رقبہ ابھی تک غیر آباد پڑا ہوا ہے۔ بھکر کے علاقے میں ریگستان اور ٹیلے ہیں۔ 44 ہزار ایکڑ رقبہ زیر کاشت ہے جس میں سے تقریباً

22ہزار ایکڑ رقبہ یہ فارمز خود کاشت کرتے ہیں جبکہ باقی رقبہ پٹاداروں کے پاس ہے۔یہ درست ہے کہ پٹا کی رقم تھوڑی ہے۔ملٹری فارم اوکاڑہ میں جو مزارعین ہیں وہ تو کچھ بھی نہیں دے رہے،وہ پٹا کی رقم دینے کے لئے بھی تیار نہیں ہیں۔وہاں پر امن وامان کا مسئلہ پیدا ہونے کی وجہ سے حکومت کو سوچ و بچار کرنی پڑرہی ہے۔اس زمین کو کاشت کرنے والے مطالبہ کرتے ہیں کہ ہمیں اس زمین کے مالکانہ حقوق دیئے جائیں۔ایک ویٹرنری افسر سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ اس زمین کو کاشت کرنے والوں کا مقابلہ کر سکے۔وہ لوگ جو کہ اس زمین کو کاشت کرتے ہیں،محنت کرتے ہیں ان کی condition مختلف ہوتی ہے۔میں مانتا ہوں کہ ان فارموں کے انچارج سرکاری ملازمین ہیں اور جس طرح سے ان زمینوں کی دیکھ بھال کی جاتی ہے اس پر ہماری کچھ reservations ہیں۔بہر حال محکمہ نے اس بارے میں خصوصی focus کیا ہوا ہے،میں نے اکثر فارموں کا خود visit کیا ہے۔بہت سی جگہوں پر بڑا اچھا کام بھی ہو رہا ہے۔مثلاً ہماری ساہیوال اور نیلی راوی کی breed ہے۔

تجرباتی فارم مویشیاں بھونیکی میں اچھی نسل کی تقریباً 400 بھینسیں تیار کھڑی ہیں۔ان فارموں میں جانوروں کی بہتر نسل پیدا کی جارہی ہے اور ساہیوال نسل کی بھینس کو conserve کرکے آگے breeder حضرات کو بچھڑے دیئے جاتے ہیں۔اسی طریقے سے نیلی راوی نسل کو preserve کیا جاتا ہے۔ہمارے ان تجرباتی فارموں کا اصل مقصد اچھی نسل کے جانوروں کی breed کو improve کرنا ہے۔یہ farms ذرائع آمدنی کے لئے نہیں ہیں۔یہ تجارتی یا کمرشل farms نہیں ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ کی جو Standing Committee on Livestock & Dairy Development ہے اس کے ممبران اور کچھ ممبران کے نام ہم آج ہی آپ کو بتا دیں گے ان سب کو آپ نے مختلف فارموں کا visit کروانا ہے۔یہ کمیٹی اپنی رپورٹ کے بارے میں House کو apprise کرے گی۔اب اگلا سوال شیر علی خان صاحب کا ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! نماز مغرب کے لئے وقفہ کر دیں کیونکہ اس کا وقت بہت کم ہوتا ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں سوال نمبر 4135 کے حوالے سے ایک ضمنی سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: شاہ صاحب! اس حوالے سے تو میں نے ایک کمیٹی بنادی ہے۔آپ کو بھی اس کمیٹی میں شامل کیا جائے گا۔اب آپ ساری باتیں اس کمیٹی میں کر لیجئے گا۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے اوقاف و مذہبی امور (جناب افتخار احمد خان): جناب سپیکر! شاہ جیونہ فارم میرے حلقے میں موجود ہے۔ سابق ایم این اے محترمہ عابدہ حسین کے پاس یہ زمین ہے۔ اس کا پٹا -/2500 روپے فی ایکڑ ہے۔ میں اسی زمین کو -/25000 روپے فی ایکڑ کے حساب سے لینے کے لئے تیار ہوں۔ اگر وزیر صاحب قوم کا فائدہ کرنا چاہیں تو یہ زمین مجھے پٹا پر دے دی جائے۔ مجھے یہ زمین پٹا پر الاٹ کر دی جائے تو میں اس کا قبضہ خود ہی لے لوں گا۔ بہت شکریہ

وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! میں نے یہ زمین الاٹ کی ہے اور نہ ہی میں اس کی آمدن لے رہا ہوں۔ یہ فارم عرصہ دراز سے الاٹ چلے آ رہے ہیں۔ ملٹری فارم اوکاڑہ میں مزارعین قابض ہو گئے اور وہاں پر امن وامان کا سنگین قسم کا مسئلہ پیدا ہو گیا۔ اسی طرح سیڈ کارپوریشن خانیوال کے قابضین بٹائی بھی نہیں دیتے اور ٹھیکہ بھی نہیں دے رہے، وہاں ہزاروں لوگ اکٹھے ہو جاتے ہیں اور جلوس نکال لیتے ہیں جس کی وجہ سے امن وامان کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے اور حکومت کو کچھ نرمی کرنی پڑتی ہے۔ اس میں حکومت کی کوئی بدنیتی شامل نہیں ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! جواب میں جو فہرست دی گئی ہے اس کے سیریل نمبر 10 اور 11 میں چنیوٹ اور جھنگ کے فارموں کا ذکر کیا گیا ہے تو میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ آج تک ان دونوں فارموں سے کتنے نر پیدا کئے گئے ہیں اور یہ آگے کتنے لوگوں کو نسل کشی کے لئے دیئے گئے ہیں؟ میں کہوں گا کہ وہاں پر تو ڈکیتی ہو رہی ہے۔ بڑے بڑے رقبے ہیں جو کہ اونے پونے داموں الاٹ کئے ہوئے ہیں۔ وہاں سے حکومت یا عوام کو کوئی فائدہ نہیں ہو رہا۔ ان رقبہ جات پر قابض لوگ اس زمین کو اپنی ملکیت سمجھتے ہیں۔ وزیر صاحب مجھے بتادیں کہ ان دو فارموں سے آج تک کتنے نر پیدا کئے جا چکے ہیں، وہ کن کن لوگوں کو دیئے گئے اور ان سے کتنی نسل کشی ہوئی ہے؟

وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! ہمارے چار S.P.U Centres ہیں جن کو Semen Production Units کہا جاتا ہے۔ ان units سے 2.2 ملین یعنی 22 لاکھ doses سالانہ semen تیار ہو رہا ہے۔ یہ ساہیوال نسل اور نیلی راوی نسل کا semen ہے اور یہ آگے cross breed میں کام آتا ہے۔ اس میں بہت زیادہ improvement ہوئی ہے۔ جانوروں کی نسل کو بہتر کرنے کے لئے خاصا کام ہو رہا ہے۔ اس میں خامیاں، کوتاہیاں موجود ہیں جن کو درست کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اسی مناسبت سے میں ایک شعر عرض کروں گا کہ:

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

تو یہ ہماری سوسائٹی کا مسئلہ ہے۔وہاں فارم پر جو افسران ہیں ان کو کافی زیادہ سزائیں بھی ہوئی ہیں اور ان کو جرمانے بھی کئے گئے ہیں۔اس میں improvement کی کوشش کی جارہی ہے۔آپ دیکھیں کہ ان Units سے سالانہ 2.2 million semen کی doses تیار ہو رہی ہیں۔اسی طرح ساہیوال نسل کی conservation کے لئے جھنگ میں ایک سنٹر ہے اس سنٹر میں بھی بہت زیادہ کام ہو رہا ہے۔اگر شاہ صاحب میرے ساتھ بیٹھیں تو میں ان کو تفصیل بتا دوں گا۔حکومت کی طرف سے کوشش ہو رہی ہے بہر حال خامیاں اور کوتاہیاں اب بھی موجود ہیں اور میں نے اس کا پہلے بھی اعتراف کیا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: میرا خیال ہے کہ already اس بارے میں جو کمیٹی بن چکی ہے وہ سارے معاملات کو دیکھے گی اور اس کمیٹی میں حسن مرتضیٰ صاحب بھی شامل ہوں گے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! کیا آپ نے اسی سوال کے حوالے سے کمیٹی بنائی ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر: جی، ہاں۔ میں نے اسی سوال کے حوالے سے کمیٹی بنائی ہے۔آپ شاید اس وقت سن نہیں سکے۔آپ اس کمیٹی کے ممبر ہیں اور وہاں پر آپ یہ سب کچھ discuss کر لیجئے گا۔

وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! شاہ صاحب کو علم ہے کہ یہ دونوں فارم سو فیصد پٹا پر ہیں، یہ دونوں فارم پٹادار ان کے پاس ہیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میرے سوال کا جواب منسٹر صاحب نے ابھی تک نہیں دیا۔ میں نے پوچھا تھا کہ ان فارموں سے آج تک کتنے نر پیدا ہوئے ہیں اور ان سے کتنی زیادہ production بڑھی ہے۔ ہمیں تو آج تک دو کلو سے زیادہ دودھ دینے والی گائے نہیں مل سکی۔

جناب قائم مقام سپیکر: شاہ صاحب! اب آپ تشریف رکھیں۔ یہ سب معاملات کمیٹی دیکھ لے گی۔اب اگلا سوال شیر علی خان صاحب کا ہے۔

جناب شیر علی خان: جناب سپیکر! سوال نمبر 5139۔اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: ٹھیک ہے۔اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

اٹک-شائین ٹریڈرز سے 18 لاکھ روپے کی خرید کی گئی اشیاء کی تفصیلات

*5139: جناب شیر علی خان: کیا وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ بارانی پروڈکشن ریسرچ انسٹیٹیوٹ اٹک میں بغیر ٹینڈر جاری کئے ایک ہی فرم شائین ٹریڈرز سے 18 لاکھ روپے کی مختلف اشیاء خریدی گئیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ سیکرٹری لائیو سٹاک کی جانب سے انکوائری کمیٹی بنائی گئی جس کی رپورٹ آنے کے بعد ایک تین رکنی الگ کمیٹی بھی بنائی گئی جس نے پہلی انکوائری رپورٹ کو درست قرار دیا تھا اسکے بعد تمام ذمہ دار افراد کو شوکاز نوٹس جاری کئے اور بیانات قلمبند ہونے کے باوجود مزید کارروائی نہیں کی گئی؟

(ج) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو مزید کارروائی نہ کرنے کی وجوہات سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) جی ہاں، یہ درست ہے کہ تقریباً 18 لاکھ روپے کا سامان شائین ٹریڈرز سے ٹینڈر کے بعد خرید کیا گیا اور اس کے لئے ضروری کارروائی مکمل نہیں کی گئی۔

(ب) یہ درست نہ ہے بلکہ انکوائری کی رپورٹ آنے پر حسب ضابطہ کارروائی عمل میں لائی گئی۔ قصورواران کے خلاف کارروائی کرتے ہوئے ڈائریکٹر خیری مورت کی پنشن و جی پی فنڈ ضبط کیا گیا ہے۔ اسسٹنٹ ریسرچ آفیسر کو جبراً ریٹائرڈ کیا گیا ہے دیگر چار افسران کو ملازمت سے برخاست کیا گیا اس طرح متعلقہ اہلکاران کو ریکوری بھی ڈالی گئی ہے۔

(ج) متعلقہ نہ ہے کیونکہ متعلقہ افراد کے خلاف کارروائی عمل میں لائی جاچکی ہے۔

جناب شیر علی خان: جناب سپیکر! اس کے جواب میں بتایا گیا ہے کہ انکوائری رپورٹ آنے پر حسب ضابطہ ان افسران کے خلاف کارروائی عمل میں لائی گئی ہے اور کچھ افسران کو برخاست بھی کیا گیا ہے۔ اسی طرح ان پر -/127,0000 روپے کی recovery ڈالی گئی ہے۔ یہ 22-اپریل 2010 کا فیصلہ ہے۔ میرا پہلا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا یہ recovery کر لی گئی ہے؟ میرا دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا محکمہ ان افسران کے خلاف فوجداری مقدمات درج کروانے کا ارادہ رکھتا ہے یا نہیں؟

وزیرامور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! بارانی پروڈکشن ریسرچ انسٹیٹیوٹ اٹک کے حوالے سے شکایت تھی کہ وہاں پر کچھ اشیاء مروجہ طریق کار سے ہٹ کر خریدی گئی ہیں۔ عرض یہ ہے کہ وہاں پر جو اشیاء خریدی گئیں ان کو باقاعدہ اخبارات میں advertise کیا گیا اس اشتہار کی کاپی میرے پاس موجود ہے۔ یہ اشتہار "جنگ" اور "نوائے وقت" میں دیئے گئے تھے۔ اس کے بعد کچھ اشیاء جن میں کمپیوٹر، یاماہا موٹر سائیکلیں اور ادویات خریدی گئی تھیں۔ اس حوالے سے ڈاکٹر قربان حسین نے 08-06-20 کو report کیا کہ وہاں پر بدعنوانی ہوئی ہے اس پر ڈاکٹر عرفان زاہد نے باقاعدہ انکوائری initiate کی ہے۔ اُس وقت سیکرٹری لائیوسٹاک اسلم حیات صاحب تھے انہوں نے باقاعدہ اس معاملے کی انکوائری شروع کروائی۔ 2008-7-12 کو یہ انکوائری شروع ہوئی اور اس انکوائری کے نتیجے میں یہ ثابت ہوا کہ یہاں پر سامان اور feed کی خریداری میں بہت زیادہ کرپشن ہوئی ہے۔ اس پر جب انکوائری رپورٹ آئی تو سیکرٹری لائیوسٹاک نے personal hearing کے بعد ان افسران کو مختلف penalties دیں۔ میرے پاس تفصیل موجود ہے، پوری انکوائری رپورٹ موجود ہے تو مختلف الزامات کے ساتھ ان کے جو head ڈاکٹر خدا بخش تھے ان کی پنشن اور جی پی فنڈ وغیرہ ضبط کر لیا گیا، کچھ دوسرے افسران واہلکاران کو compulsory retire کر دیا گیا اور میرے پاس اُن افسران کے نام بھی موجود ہیں۔ اُس کے بعد وہ افسران چیف سیکرٹری صاحب کے پاس اپیل میں گئے تو انہوں نے اُن کی اپیل خارج کر دی۔ اب Service Tribunal کے چیئرمین جسٹس (ر) ارشد جہانگیر صاحب کے پاس اُن کی اپیل چل رہی ہے تو اُن کی اپیل کے حتمی فیصلے کے بعد ہی اُن کے خلاف کارروائی کی جائے گی۔

جناب قائم مقام سپیکر: محکمے نے تو کارروائی کر دی ہے لیکن اس وقت وہ معاملہ عدالت میں پڑا ہوا ہے لہٰذا وہ sub-judiced matter ہے۔

جناب شیر علی خان: جناب سپیکر! انہوں نے اس سوال کے جواب میں اس کا ذکر نہیں کیا تھا۔

جناب قائم مقام سپیکر: بہت شکریہ۔ اب اگلا سوال بھی جناب شیر علی خان صاحب کا ہے۔

جناب شیر علی خان: جناب سپیکر! سوال نمبر 5141 ہے۔

بارانی پروڈکشن انسٹیٹیوٹ اٹک۔منظوری کے بغیر درختوں کی کٹائی کی تفصیلات

*5141: جناب شیر علی خان: کیاوزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیایہ درست ہے کہ بارانی پروڈکشن انسٹیٹیوٹ اٹک میں درختوں کی کٹائی میں غیر قانونی طریقہ اپنایا گیااور135 درختوں کی نیلامی بغیر کسی ٹینڈر کے کر دی گئی اور317 درختوں کی کٹائی کی منظوری حاصل کرنے کے بعد موقع سے736 درختوں کو کٹوادیا گیا؟

(ب) اگر جواب اثبات میں ہے تو کیامتعلقہ افسران کے خلاف کوئی انکوائری کی گئی، اگر ہاں تو اس کی تفصیل سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیرامور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) جی ہاں، یہ درست ہے۔

(ب) جی ہاں، متعلقہ افسران کے خلاف باقاعدہ طور پر انکوائری کر کے مختلف سزائیں دی گئیں۔ انکوائری کے نتیجہ میں کل15 افسران /اہلکاران کو برخواستگی از ملازمت وریکوری کی سزائیں دی گئیں۔

جناب شیر علی خان: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ انہوں نے اس کے اندر کوئی recovery کی ہے یا نہیں کی؟

جناب قائم مقام سپیکر: جی، اولکھ صاحب!

وزیرامور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! وہاں ایک نئے ڈائریکٹر ڈاکٹر قربان گئے تھے انہوں نے اطلاع کی تھی کہ وہاں پر misappropriation and embezzlement ہوئی ہے جس پر inquiry initiate کی گئی تھی تو وہاں پر کمپیوٹر، موٹر سائیکلیں اور دیگر اشیاء خریدی گئی تھیں اور اس کے ساتھ ساتھ وہاں پر درختوں کی نیلامی بھی کی گئی تھی۔ پہلے انہوں نے67 درختوں کی نیلامی ظاہر کی جبکہ موقع پر80 درخت نیلام کئے گئے۔18۔نومبر 2008 کو "نوائے وقت" میں اشتہار دے کر 8لاکھ روپے میں 250 درختوں کی نیلامی ظاہر کی گئی جبکہ موقع پر 656 درخت نیلام کئے گئے اس پر بھی inquiry ہوئی تو ان کیسوں کے حوالے سے بھی وہی process

ہوا ہے اور وہی 15 افسران واہلکاران تھے جن کے خلاف کارروائی ہوئی ہے تو وہ نوکری سے dismiss ہوئے ہیں، اُن پر recovery ڈالی گئی ہے اور یہ کیس بھی Service Tribunal میں ہے۔

محترمہ انجم صفدر: جناب سپیکر! پچھلے دونوں سوالوں کے جواب میں لکھا گیا ہے کہ افسران واہلکاران کو recovery کی سزائیں دی گئیں کیا ان افسران و اہلکاران سے کوئی recovery ہوئی اور اگر recovery ہوئی تو کتنی ہوئی؟

جناب قائم مقام سپیکر: جی، اولکھ صاحب!

وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! ان میں مختلف سزائیں تھیں۔ ڈاکٹر خدا بخش وہاں کے ڈائریکٹر تھے وہ ریٹائر ہو گئے تو اُن کی GP and pension fund وغیرہ ضبط کر لیا گیا ہے باقی لوگوں کو compulsory retire کیا گیا ہے اور سب لوگوں پر recovery ڈالی گئی ہے۔ یہاں تو recovery کی رقم 18 لاکھ روپے لکھی ہوئی ہے لیکن یہ recovery ایک کروڑ 27 لاکھ روپے کی بنی ہے چونکہ یہ سارا معاملہ عدالت میں چلا گیا ہے جب وہاں سے فیصلہ ہوگا تب اُن سے recovery ہوگی۔

جناب قائم مقام سپیکر: اب اگلا سوال جناب علی حیدر نور خان نیازی!

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! On his behalf Question No. 5586 ہے۔

(معزز ممبر نے جناب علی حیدر نور خان نیازی کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا۔)

نئے مویشی فارمز بنانے کی تفصیلات

*5586: جناب علی حیدر نور خان نیازی: کیا وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) محکمہ نے 09-2008 اور 10-2009 کے دوران کن کن اضلاع میں نئے مویشی فارمز بنائے؟

(ب) کیا محکمہ آئندہ بجٹ میں نئے مویشی فارمز بنانے کے لئے فنڈز مختص کر رہا ہے اگر نہیں تو کیوں؟

(ج) مذکورہ بالا عرصہ کے دوران کتنے پولٹری فارمز مزید بنائے گئے اور کہاں کہاں؟

(د) مذکورہ عرصہ میں محکمہ کو کل کتنی آمدن ہوئی اور کتنے اخراجات ہوئے،اگر اخراجات زیادہ ہوئے تو اس کی وجوہات بیان فرمائیں؟

وزیرامور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) محکمہ ہذا نے سال 10-2009 کے دوران علاقہ چولستان (ضلع بہاولپور، بہاولنگر) میں پانچ کمیونٹی فارمز کی تعمیر کی ہے جو کہ تکمیل کے آخری مراحل میں ہیں۔

(ب) محکمہ آئندہ بجٹ میں مویشی فارمز بنانے کے لئے کوئی فنڈز مختص نہیں کر رہا کیونکہ محکمہ پرائیویٹ لائیو سٹاک فارمنگ کے لئے زمینداروں کی ترغیب اور حوصلہ افزائی کر رہا ہے۔

(ج) مذکورہ بالا عرصہ کے دوران کوئی نیا سرکاری پولٹری فارم نہیں بنایا گیا۔

(د) محکمہ ہذا کی سال 09-2008 اور 10-2009 کے دوران آمدن اور اخراجات کی سالانہ تفصیل درج ذیل ہے:۔

سال	آمدن (ملین روپے)	اخراجات (ملین روپے)
2008-09	459.552	1079.47
2009–10	501.966	1192.35

چونکہ محکمہ تجارتی بنیادوں پر کام نہیں کر رہا بلکہ زمینداروں کی بھلائی کے لئے ریسرچ اور سہولیات مہیا کر رہا ہے اس لئے محکمہ ہذا میں ہونے والی آمدن سے اخراجات زیادہ ہیں۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! اس سوال کے جواب کے جز (الف) میں لکھا ہوا ہے کہ "علاقہ چولستان (ضلع بہاولپور، بہاولنگر) میں پانچ Community Farms کی تعمیر کی گئی ہے۔" اس پر میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ ان farms میں کس خاص نسل کے جانور رکھے جائیں گے اور ان فارموں کا کل کتنا رقبہ ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر: جی، اولکھ صاحب!

وزیرامور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! یہ 500/500 ایکڑ کے پانچ فارمز بنانے تھے، چیف منسٹر پنجاب نے ان فارمز کے لئے خصوصی طور پر 641 ملین روپے فراہم کئے اور ان میں سے 10–2009 میں 161 ملین روپے release ہوئے ہیں اور سال 11–2010 کے لئے 122 ملین روپے release ہو چکے ہیں۔ وہاں پر چیف منسٹر صاحب نے خود جا کر ایک فارم کا افتتاح کیا ہے، میں بھی اُن کے ساتھ گیا تھا۔ وہاں پر پچیس لوگوں کا ایک گروپ ہوگا، ہر بندہ

دس دس جانور لے کر آئے گا اور ان فارمز میں چولستانی نسل کے جانوروں کی conservation کی جائے گی۔ ان فارمز میں شمسی توانائی کے ذریعے پانی کے پمپ چلائے جائیں گے، Bio Gas Plant ہو گا، شمسی chiller بنائے جائیں گے تو اس طرح سے یہ فارمز under process ہیں ان فارمز میں تقریباً 250 ایکڑ پر چارہ کاشت بھی ہو چکا ہے۔ یہ farms وہاں کی local community کے لئے بنائے گئے ہیں جس میں ان کی partnership ہو گی اور اس کا منافع ان لوگوں کو دیا جائے گا۔

محترمہ انجم صفدر: جناب سپیکر! اس سوال کے جواب کے جز (د) میں محکمہ ہذا کی سال 09-2008 اور 10-2009 کے دوران آمدن اور اخراجات کی سالانہ تفصیل درج کی ہے جس کے بعد انہوں نے کہا ہے "چونکہ محکمہ تجارتی بنیادوں پر کام نہیں کر رہا بلکہ زمینداروں کی بھلائی کے لئے ریسرچ اور سہولیات مہیا کر رہا ہے اس لئے محکمہ ہذا میں ہونے والی آمدن سے اخراجات زیادہ ہیں۔" میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ آپ اتنے زیادہ رقبہ پر لوگوں کی بھلائی کے لئے جانور رکھ کر اور پولٹری فارم کھول کر ریسرچ کر رہے ہیں تو اتنا بڑا research area بنانے کی کیا ضرورت ہے جہاں پر آمدن کم اور اخراجات زیادہ ہیں اور محکمہ اس کو کیسے balance کرے گا؟

جناب قائم مقام سپیکر: محترمہ! آپ کو پتا ہے کہ research کے اوپر پیسا رکھنا چاہئے اور میرے خیال میں پہلے ایک سوال پر ایک بات ہوئی تھی تو اس پر ہم نے ایک کمیٹی بنا دی ہے وہ کمیٹی اس معاملے کو بھی دیکھ لے گی۔

محترمہ انجم صفدر: جناب سپیکر! اگر آپ پوری دنیا کا survey کریں تو جہاں پر research work ہو رہا ہے وہاں کی آمدنی زیادہ ہے اور اخراجات کم ہیں تو پاکستان میں اس قسم کے محکمے ہی کیوں بنائے جاتے ہیں جہاں پر اخراجات ہی اخراجات ہوتے ہیں کیا ہماری معیشت ان اخراجات کو برداشت کر سکتی ہے؟

وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! میں عرض کروں کہ ہمارے محکمہ زراعت میں Punjab Agriculture Research Board ہے ہم نے 64 کروڑ روپے کے پراجیکٹس، پراجیکٹ مینجرز کو الاٹ کئے ہیں لیکن وہاں سے ایک روپیہ بھی نہیں آیا تو فصلات اور جانوروں کی improvement کے لئے research پر پیسا خرچ کرنا پڑتا ہے مثال کے طور پر گندم سے زیادہ پیداوار لینے کے لئے نئی variety تیار کرنا اور پھر بارانی علاقوں کے لئے variety تیار کرنا، گنے میں زیادہ چینی والی variety تیار کرنا تو اس قسم کی research پر دنیا اربوں کھربوں روپیہ خرچ کر رہی ہے جبکہ ہم ان کے مقابلے میں کچھ بھی خرچ نہیں کر رہے۔ Agriculture & Live

Stock Farms میں research ہو گی تو ہماری پیداوار بڑھے گی جس سے ہماری آمدنی بڑھے گی اور ملک خوراک میں خود کفیل ہو گا لہذا research پر آمدنی نہیں ہوتی بلکہ اخراجات ہی ہوتے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ اب اگلا سوال بھی جناب علی حیدر نور خان نیازی صاحب کا ہے۔۔۔ موجود نہیں ہیں اور کسی معزز ممبر نے ان کے behalf پر بھی سوال نہیں کیا لہذا سوال نمبر 5587 disposed of۔ اس کے بعد اگلا سوال محترمہ خدیجہ عمر صاحبہ کا ہے۔

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! سوال نمبر 6238 ہے۔

گجرات، سرکاری ڈیری فارمز کی تعداد و تفصیل

*6238: **محترمہ خدیجہ عمر:** کیا وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ضلع گجرات میں حکومت کے ڈیری فارم کل کتنے ہیں؟

(ب) ہر ڈیری فارم میں بھینسوں اور گائے کی تعداد کیا ہے، ان میں دیسی گائے کتنی ہیں اور ولائتی کتنی ہیں؟

(ج) کتنی بھینس اور گائے ہر سال نیلام کی جاتی ہیں، کتنی بھینس اور گائے نئی خریدی جاتی ہیں؟

وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) ضلع گجرات میں حکومت کا کوئی ڈیری فارم نہ ہے۔

(ب) غیر متعلقہ ہے۔

(ج) غیر متعلقہ ہے۔

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! انہوں نے جواب میں لکھا ہے کہ ضلع گجرات میں کوئی ڈیری فارم نہیں ہے۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ وزیر موصوف ضلع گجرات میں ڈیری فارم بنانے کا کوئی ارادہ رکھتے ہیں اور انہوں نے اس بجٹ میں اس کے لئے کوئی funds مختص کئے ہیں؟

جناب قائم مقام سپیکر: جی، اولکھ صاحب!

وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ فارم وہاں بنتے ہیں جہاں پر کوئی state land موجود ہو، گجرات میں as such کوئی ایسی state land

موجود نہیں ہے لیکن وہاں پر تقریباً سینتیس پرائیویٹ فارم موجود ہیں تو میرے خیال میں وہاں پر گورنمنٹ فارم بنانا کوئی اچھا تجربہ نہیں رہا اور وہاں پر state land بھی نہیں ہے۔ اگر وہاں state land ہوتی تو پھر فارم بنائے جاتے۔ لائیو سٹاک فارم وہاں بنائے جاتے ہیں جہاں state land موجود ہو۔

جناب قائم مقام سپیکر: اب اگلا سوال رانا آصف محمود صاحب کا ہے۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! On his behalf سوال نمبر 6293 ہے۔ (معزز ممبر نے رانا آصف محمود کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا۔)

ضلع سیالکوٹ، محکمہ کے ملازمین کی تعداد و دیگر تفصیلات

*6293: **رانا آصف محمود:** کیا وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) ضلع سیالکوٹ میں محکمہ ہذا کے کتنے ملازمین کام کر رہے ہیں؟

(ب) ضلع ہذا کے سال 09-2008 اور 10-2009 کے اخراجات بتائیں؟

(ج) ضلع ہذا میں محکمہ کے پاس کتنی سرکاری گاڑیاں ہیں، یہ گاڑیاں کس کس ماڈل کی ہیں اور ان کی قیمت خرید کیا ہے، یہ گاڑیاں کس کس کے زیر استعمال ہیں؟

(د) ان گاڑیوں کے سال 09-2008 اور 10-2009 کے مرمت اور پٹرول وڈیزل کے اخراجات بتائیں؟

وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) ضلع سیالکوٹ میں محکمہ لائیو سٹاک کے 205 ملازمین کام کر رہے ہیں۔

(ب) ضلع ہذا میں 09-2008 اور 10-2009 میں کئے گئے جملہ اخراجات درج ذیل ہیں:۔

2008-09	2009-10
43475120/-	39132282/-

(ج) ضلع ہذا میں محکمہ کے پاس موجود چھ گاڑیوں کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

ماڈل	قیمت خرید	کیفیت استعمال
1- 1993 (نسان پک اپ SLH-529)	385,000/-	یہ گاڑی محکمہ نے ضلع ہذا میں ٹرانسفر کی اور ڈسٹرکٹ لائیو سٹاک آفیسر کے زیر استعمال ہے۔
2- 1993 (نسان پک اپ LPT-502)	385,000/-	یہ گاڑی محکمہ نے ضلع ہذا میں ٹرانسفر کی اور ڈپٹی ڈسٹرکٹ لائیو سٹاک آفیسر کے زیر استعمال ہے۔

3- 2008 (ٹویوٹاہائی لکس STG-08-1038)	1,680,000/-	بطور موبائل ویٹرنری ڈسپنسری تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال ڈسکہ کے انچارج کے زیر استعمال ہے۔
4- 2008 (ٹویوٹاہائی لکس STG-08-1039)	1,680,000/-	بطور موبائل ویٹرنری ڈسپنسری تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال پسرور کے انچارج کے زیر استعمال ہے۔
5- 2008 (ٹویوٹاہائی لکس STG-08-1040)	1,680,000/-	بطور موبائل ویٹرنری ڈسپنسری تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال سیالکوٹ کے انچارج کے زیر استعمال ہے۔
6- 2008 (ٹویوٹاہائی لکس STG-08-1041)	1,680,000/-	بطور موبائل ویٹرنری ڈسپنسری تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال سمبڑیال کے انچارج کے زیر استعمال ہے۔

(د) ان گاڑیوں کی مرمت اور پٹرول وڈیزل کے اخراجات کی تفصیل درج ہیں:-

	سال 2008-09	سال 2009-10
مرمت خرچہ	153,764/-روپے	52,890/-روپے
پٹرول خرچہ	992,707/-روپے	366,989/-روپے

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! اس کے جز (د) میں 2008-09 اور 2009-10 میں پٹرول اور مرمت کا خرچہ بتایا گیا ہے۔ محکمہ لائیو سٹاک اتنا خرچ کر کے کتنا فائدہ اٹھا رہا ہے اگر کوئی فائدہ ہو رہا ہے تو ٹھیک ہے نہیں تو لاکھوں کے حساب سے گاڑیوں پر خرچہ کرنے کی بجائے گاڑیوں کی تعداد کم نہیں کی جا سکتی؟

جناب قائم مقام سپیکر: جی، وزیر لائیو سٹاک!

وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! کچھ گاڑیاں 1993 ماڈل اور کچھ 2008 ماڈل کی بھی ہیں۔ انہوں نے پورے ضلع میں لائیو سٹاک کے لئے کام کرنا ہوتا ہے اور جانوروں کے علاج معالجہ کے لئے مختلف فارموں میں جانا ہوتا ہے اس لئے یہ اخراجات ہوئے ہیں۔ اگر یہ تسلی کرنا چاہیں گی تو اخراجات کا ریکارڈ ان کو دکھا دیا جائے گا۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ نے آگے وضاحت کی ہوئی ہے اور میرے خیال میں گاڑیوں کی تعداد کم ہی ہے۔

وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! ان میں چار گاڑیاں موبائل ڈسپنسری کے طور پر کام کر رہی ہیں جو دیہاتوں میں جاتی ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: ٹھیک ہے۔ اب اگلا سوال جناب آصف بشیر بھاگٹ صاحب کا ہے۔

جناب اعجاز احمد خان: جناب سپیکر! On his behalf سوال نمبر 6296 ہے۔(معزز ممبر نے جناب آصف بشیر بھاگٹ کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا۔)

ضلع منڈی بہاؤالدین، فنکشنل اور نان فنکشنل ہسپتالوں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*6296: جناب آصف بشیر بھاگٹ: کیا وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) ضلع منڈی بہاؤالدین میں کتنے ویٹرنری ہسپتال اور ڈسپنسریاں فنکشنل اور کتنے نان فنکشنل ہیں؟

(ب) جن ہسپتالوں میں عملہ کی تعداد کم ہے اس کمی کو کب تک پورا کر دیا جائے گا؟

وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) ضلع منڈی بہاؤالدین میں تمام ویٹرنری ہسپتال اور ڈسپنسریاں فنکشنل ہیں۔

(ب)

1- گزیٹڈ اسامیاں بذریعہ پنجاب پبلک سروس کمیشن پر ہوتی ہیں۔ان اسامیوں کو پر کرنے کے لئے پنجاب پبلک سروس کمیشن کا رزلٹ آ گیا ہے اور بھرتی کا عمل جاری ہے۔

2- سکیل نمبر 6 تا 16 تک کی اسامیوں پر صوبائی حکومت نے بھرتی پر پابندی عائد کی ہوئی ہے۔

3- سکیل نمبر 1 تا 5 کی اسامیوں کی بھرتی انڈر پراسس ہے جو کہ فروری 2011 کے آخری ہفتے تک مکمل ہو جائے گی۔

جناب اعجاز احمد خان: جناب سپیکر! جز (ب) کے جواب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سکیل نمبر 6 تا 16 تک اسامیوں پر صوبائی حکومت نے بھرتی پر پابندی عائد کی ہوئی ہے کیا وزیر موصوف فرمائیں گے کہ بھرتی پر پابندی کب تک ختم ہو جائے گی اور کب محکموں میں ملازمین کی جو ضرورت ہے وہ پوری ہو سکے گی؟

وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! جہاں تک ویٹرنری آفیسر کا سوال ہے تو روزنامہ "جنگ" 10-07-11 میں پنجاب پبلک سروس کمیشن کے ذریعے اشتہار دیا گیا تھا اور اب کمیشن کی جانب سے نتائج آ چکے ہیں۔اب 130 ویٹرنری آفیسر بھرتی کئے جا رہے ہیں۔اس کے علاوہ درجہ چہارم کے ملازمین ڈسٹرکٹ گورنمنٹ نے اشتہار دے کر بھرتی کرنے ہوتے ہیں۔اس وقت سکیل نمبر 6 سے 16 تک بھرتی پر پابندی ہے جونہی پابندی ختم ہو گی تو ملازمین بھرتی کر لئے جائیں گے۔

جناب اعجاز احمد خان: جناب سپیکر! حکومت بھرتی پر پابندی کو کب تک ختم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! سکیل نمبر 1 تا 5 DCO کے ذریعے بھرتی ہو رہی ہے اور contract policy کا ایک طریق کار بنا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ سکیل نمبر 6 تا 16 جونہی وسائل دستیاب ہوں گے ان اسامیوں پر بھرتی کی جائے گی۔ ابھی وسائل کی کمی ہے اس لئے وہاں بھرتی نہیں کی جا رہی۔

ملک اعتبار خان: جناب سپیکر! کیا وزیر موصوف یہ بتا سکتے ہیں کہ 1 تا 5 سکیل میں بھرتی کسی مخصوص ضلع میں کر سکتے ہیں یا تمام اضلاع میں DCO کر سکتے ہیں؟

وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! پنجاب کے تمام اضلاع میں 1 تا 5 سکیل میں بھرتی پر کوئی پابندی نہیں ہے تاہم مقامی طور پر DCO اشتہار دے کر بھرتی کر سکتا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: اس کا مطلب ہے کہ 1 تا 5 تک بھرتی پر پابندی نہیں ہے جہاں ضرورت ہو وہاں DCO بھرتی کر سکتا ہے۔ اب وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔

وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

ضلع میانوالی، ویٹرنری ڈسپنسریوں / ہسپتالوں میں سٹاف کی تفصیلات

*5587: جناب علی حیدر نور خان نیازی: کیا وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ضلع میانوالی میں ویٹرنری ڈسپنسریوں / ہسپتالوں میں ضرورت کے مطابق سٹاف نہ ہے، اس کی وجوہات بیان فرمائیں؟

(ب) مذکورہ ڈسپنسریوں / ہسپتالوں میں کون کون سی اسامیاں کتنے عرصہ سے خالی ہیں، ان کو کب تک پر کر دیا جائے گا؟

(ج) محکمہ مذکورہ ضلع میں دودھ کی پیداوار بڑھانے کے لئے کیا کیا اقدامات اٹھا رہا ہے؟

وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) یہ درست ہے کہ ضلع میانوالی میں ویٹرنری ہسپتالوں / ڈسپنسریوں میں ضرورت کے مطابق سٹاف نہ ہے کیونکہ ویٹرنری آفیسر کی 4 اور درجہ چہارم کی 28 اسامیاں خالی ہیں۔ ویٹرنری آفیسرز کی تقرری بذریعہ پبلک سروس کمیشن ہوتی ہے جبکہ درجہ چہارم کی اسامیوں پر بھرتی کا اختیار متعلقہ ضلعی حکومت کے پاس ہے۔

(ب) مذکورہ ڈسپنسریوں / ہسپتالوں میں ویٹرنری آفیسر کی 4 اسامیاں عرصہ چار سال سے خالی ہیں ان اسامیوں کو پر کرنے کے لئے پنجاب پبلک سروس کمیشن نے انٹرویوز لے لئے ہیں اور بھرتی کا عمل جاری ہے۔

درجہ چہارم کی 28 درج ذیل اسامیاں 2 سال سے خالی ہیں:۔

چوکیدار	7
خاکروب	15
نائب قاصد	1
ماشکی	5

ان اسامیوں پر بھرتی رواں مالی سال میں متوقع ہے۔

(ج) محکمہ لائیو سٹاک مذکورہ ضلع میں دودھ کی پیداوار بڑھانے کے لئے مندرجہ ذیل اقدامات اٹھا رہا ہے:۔

1. جناب وزیر اعلیٰ پنجاب کی ہدایات کے مطابق Pro-poor سکیم چلائی جا رہی ہے جس سے 13833 غریب فارمر حضرات مستفید ہو رہے ہیں اور ان کے جانوروں کا علاج فری ہو رہا ہے۔ جانوروں کو حفاظتی اور نسل کشی کے ٹیکے فری لگائے جا رہے ہیں، کرم کش ادویات بلا معاوضہ پلائی جا رہی ہیں اور جانوروں کی غذائی ضروریات پورا کرنے کے لئے فری ونڈا تقسیم کیا جا رہا ہے۔
2. بریڈ امپروومنٹ کے ذریعے جانوروں کی نسل کو بہتر کیا جا رہا ہے۔
3. کرم کش ادویات کے باقاعدہ استعمال کے ذریعے جانوروں کی صحت کو بہتر سطح پر رکھا جاتا ہے جس سے دودھ کی پیداوار میں اضافہ کرنے میں مدد ملتی ہے۔
4. حفاظتی ٹیکہ جات کے ذریعے جانوروں کو بیماریوں سے محفوظ کیا جا رہا ہے۔

5. لائیو سٹاک فارمرز کو جانوروں کی متوازن خوراک کی اہمیت سے آگاہ کیا جاتا ہے۔
6. پرائیویٹ ڈیری فارم بنانے کے لئے زمینداروں کو ترغیب اور ضروری تربیت دی جاتی ہے جس کے لئے تربیتی پروگرام، فارمرز ڈے اور سکولوں میں لیکچرز کا اہتمام کیا جاتا ہے۔
7. لائیو سٹاک فارمرز کو جانوروں کی افزائش کے جدید طریقوں سے روشناس کروانے کے لئے لٹریچر بلا معاوضہ تقسیم کیا جاتا ہے۔
8. سال 2006 میں جانوروں کی بیماریوں کی بروقت تشخیص کے لئے ضلعی تشخیصی لیبارٹری قائم کی گئی ہے۔

سرگودھا۔ تجرباتی فارم مویشیاں کے رقبہ، پٹاجات اور آمدن کی تفصیل

*6304: **محترمہ زوبیہ رباب ملک**: کیا وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ تجرباتی فارم مویشیاں خضرآباد (سرگودھا) کا 6040 ایکڑ رقبہ پٹا پر دیا گیا ہے؟

(ب) یہ رقبہ کب پٹا پر دیا گیا ہے اس رقبہ سے حکومت کو سال 08۔2007، 09۔2008 اور 10۔2009 کے دوران کتنی آمدن ہوئی؟

(ج) یہ رقبہ فی ایکڑ کتنی رقم میں پٹا پر کس مجاز اتھارٹی کی اجازت سے دیا گیا؟

(د) کتنی رقم حکومت نے کس کس پٹادار سے وصول کرنی ہے ان کے نام، پتہ جات اور ان کے پاس کتنا رقبہ ہے؟

وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) یہ درست ہے کہ گورنمنٹ لائیو سٹاک تجرباتی فارم مویشیاں خضرآباد ضلع سرگودھا کا 6040 ایکڑ رقبہ پٹا پر دیا گیا ہے۔

(ب) حکومت پنجاب نے 1976 میں خضر حیات ٹوانہ کی وفات کے بعد لیز پر دیا گیا رقبہ اپنے قبضہ میں لیا اور 1980 میں لائیو سٹاک تجرباتی فارم کا باقاعدہ آغاز ہوا اور اسی کے ساتھ خضر حیات ٹوانہ کے تمام مزارعین فارم کو ٹرانسفر کئے گئے اس رقبہ سے موصولہ آمدن کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

سال	آمدن (روپے)
2007-08	9221717/-
2008-09	10254484/-
2009-10	10870084/-

(ج) پٹانامہ کی شرط نمبر 6 کے مطابق سرکاری اراضی کے سالانہ ٹھیکہ کی شرح کا تعین ایک کمیٹی کرتی ہے جو کہ مہتمم فارم، محکمہ مال کے آفیسر اور علاقہ کے ڈپٹی ڈائریکٹر زراعت پر مشتمل ہوتی ہے اور تعین کردہ ٹھیکہ کی باقاعدہ منظوری ڈائریکٹر لائیو سٹاک فارمز پنجاب سے لی جاتی ہے۔تین سال کی شرح ٹھیکہ درج ذیل ہے:-

سال	شرح پٹا بارانی رقبہ فی ایکڑ	شرح پٹا نہری رقبہ فی ایکڑ
2007-08	1350/- روپے	1800/- روپے
2008-09	1485/- روپے	1980/- روپے
2009-10	1635/- روپے	2180/- روپے

(د) تفصیل درج ذیل ہے:-

نام یونٹ	2005-06	2006-07	2007-08	2008-09	2009-10	کل رقم روپے
کالرہ	-	30297	179235	716900	1742595	2669027/-
چک عمر	22849	34823	143697	416603	865953	1483925/-
میگھ کدھی	-	-	-	17542	72768	90310/-
مانکے والا	-	-	142771	645093	1375652	2163516/-
حیات پور	38969	52913	138414	1128386	1826424	3185105/-
کل رقم	61818	118033	604117	2924524	5883392	9591884/-

کل رقم بقایا 9591884/- روپے

سرگودھا-ویٹرنری ہسپتالوں سے متعلقہ تفصیلات

*6305: **محترمہ زوبیہ رباب ملک**: کیا وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:–

(الف) ضلع سرگودھا میں کتنے ویٹرنری ہسپتال کہاں کہاں ہیں؟

(ب) ان ویٹر نری ہسپتالوں کے سال09۔2008اور10۔2009کے اخراجات بتائیں؟

(ج) ان ہسپتالوں میں ویٹر نری آفیسر ز کی اسامیاں کتنی ہیں، کتنی خالی ہیں؟

(د) ان ہسپتالوں میں کس کس کی عمارت کرایہ کی ہے؟

(ہ) کیاان ہسپتالوں میں ضروری طبی آلات اورادویات ہیں؟

وزیرامور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) ضلع سرگودھامیں کل اکتیس ویٹر نری ہسپتال ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:-

1	سرگودھا	2	چک نمبر46جنوبی	3	چوکیرہ
4	چک نمبر114جنوبی	5	شاہین آباد	6	لکسین
7	بھیرہ	8	کوٹ مومن	9	گوندل
10	کوٹ چوغطہ	11	فروکہ	12	دھریمہ
13	آسیانوالہ	14	بھاگٹانوالہ	15	بہک میک
16	شاہ نکڈر	17	پھلروان	18	سردارپورنون
19	مڈھ رانجھا	20	جاوریاں	21	ساہیوال
22	جہانیاں شاہ	23	چک نمبر22شمالی	24	چک نمبر103شمالی
25	چک نمبر75جنوبی	26	سلانوالی	27	بھلوال
28	میانی	29	بچہ کلاں	30	شاہ پور
31	جلالپورجدید				

(ب) ان ویٹر نری ہسپتالوں کے سال09-2008اور10-2009کے اخراجات درج ذیل ہیں-

سال09-2008 -/19302594

سال10-2009 -/28926725

(ج) ضلع سرگودھامیں ویٹر نری آفیسر ز کی کل اکتیس اسامیاں ہیں اوراس وقت کوئی اسامی خالی نہ ہے-

(د) کسی بھی ہسپتال کی عمارت کرایہ کی نہ ہے-

(ہ) جی ہاں!ان ہسپتالوں میں ضروری طبی آلات اورادویات موجودہیں-

ضلع قصور-ڈیری فارمز کی تعدادودیگر تفصیلات

*6320: **محترمہ شگفتہ شیخ:** کیا وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ضلع قصور میں کتنے ڈیری فارمز،پولٹری فارمز ہیں، کتنے سرکاری اور کتنے پرائیویٹ ہیں؟

(ب) ضلع قصور میں کل کتنے ویٹرنری ہسپتال اور ڈسپنسریاں ہیں؟

(ج) ڈیری فارم اور پولٹری فارم بنانے کے لئے حکومت کن کن شرائط پر قرضہ فراہم کرتی ہے اور کتنی مالیت کا قرضہ دیتی ہے؟

(د) گورنمنٹ تجرباتی فارم رکھ بھونیکی کتنے رقبہ پر مشتمل ہے، کتنا سٹاف اور کس کس گریڈ کا تعینات ہے؟

(ہ) ضلع قصور میں لائیو سٹاک کی ترقی کے لئے محکمہ کیا اقدامات اٹھا رہا ہے؟

(و) مذکورہ ضلع میں جانوروں کے علاج کے لئے کیا محکمہ نے موبائل یونٹ بھی قائم کر رکھے ہیں اور کتنے؟

وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) ضلع قصور میں اس وقت 30 پرائیویٹ ڈیری فارم اور 862 کمرشل پولٹری فارم کام کر رہے ہیں جبکہ گورنمنٹ سیکٹر میں صرف ایک ڈیری فارم (تجرباتی ڈیری فارم، رکھ بھونیکی، پتوکی) میں کام کر رہا ہے۔

(ب) ضلع قصور میں 13 ویٹرنری ہسپتال اور 57 ویٹرنری ڈسپنسریاں کام کر رہی ہیں۔

(ج) حکومت ڈیری/پولٹری فارموں کے لئے کوئی قرضہ فراہم نہیں کرتی ہے۔البتہ زرعی ترقیاتی بنک ڈیری/پولٹری فارموں کے لئے زرعی رقبے کی مالیت کے مطابق آسان اقساط پر قرضہ فراہم کرتا ہے۔

علاوہ ازیں محکمہ لائیو سٹاک پولٹری/ڈیری فارم بنانے کے خواہش مند حضرات کو تکنیکی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

(د) گورنمنٹ تجرباتی فارم رکھ بھونیکی 1079 ایکڑ رقبے پر مشتمل ہے۔اس ادارہ میں 92 ملازمین تعینات ہیں جن کی گریڈوار تفصیل حسب ذیل ہے:-

گریڈ	تعداد	گریڈ	تعداد
19	1	18	1
14	2	11	2
10	1	9	2
7	2	6	1
5	11	4	2
2	3	1	64

(ہ) مالی سال 07-2006 سے حکومت پنجاب نے سکیم سپورٹ سروسز کا اجراء کیا ہے جس کے تحت چار عدد موبائل ڈسپنسریاں قائم کر دی ہیں اور ہر یونین کونسل کی سطح پر ڈسپنسریاں قائم کی جا رہی ہیں۔ان ڈسپنسریوں کے تحت مویشی پال حضرات کے جانوروں کو بہتر علاج معالجہ کی سہولت میسر ہو جائے گی۔بروقت علاج معالجہ اور حفاظتی ٹیکہ جات کی وجہ سے گوشت اور دودھ کی پیداوار میں اضافہ ہوگا۔

(و) محکمہ ہذا نے تحصیل کی سطح پر چار عدد موبائل ڈسپنسریاں قائم کی ہیں جو کہ علاقہ کے لوگوں کے علاج معالجہ کی سہولت فراہم کرتی ہیں۔

ملتان،انسداد بے رحمی حیوانات کے کردہ چالانوں کی تعداد و تفصیل

*6343:جناب محمد یار ہراج: کیا وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) یکم جنوری 2007 سے اب تک ضلع ملتان میں سوسائٹی برائے انسداد بے رحمی حیوانات نے کل کتنے چالان کئے اور کتنے عدالت میں پیش کئے؟

(ب) ان میں سے کتنے چالان جرمانہ کے بعد ختم ہو چکے ہیں اور کتنے چالان عدالت میں زیرالتواء ہیں جو عدالت میں زیرالتواء ہیں ان کا موجودہ status کیا ہے اور کب دائر ہوئے، کیا حکومت کی طرف سے عدالتوں میں مؤثر پیروی کا انتظام موجود ہے، تفصیل سے ایوان کو مطلع کیا جائے؟

وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) سوسائٹی برائے انسداد بے رحمی حیوانات نے یکم جنوری 2007 سے اب تک کل 4100 چالان کئے ہیں اور تمام 4100 چالان عدالت میں پیش کر دیئے ہیں۔

(ب) 1900 چالان جرمانے کے بعد ختم ہو چکے ہیں اور 2200 چالان عدالتوں میں زیرالتواء ہیں۔ جو چالان زیرالتواء ہیں ان کا موجودہ status یہ ہے کہ یہ چالان یکم جنوری 2007 سے اب تک متعدد بار عدالتوں میں پیش کئے گئے ہیں۔

ملتان میں تعینات انسداد بے رحمی حیوانات کا انسپکٹر (SPCA) ان چالانوں کی پیروی کرتا ہے۔

گوشت کی کمی کو پورا کرنے کے لئے حکومتی اقدامات

*6344:جناب محمد محسن خان لغاری: کیا وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ پنجاب کے ہر بڑے شہر میں خصوصاً اور چھوٹے شہروں میں عموماً گوشت بہت مہنگا اور بیمار و لاغر جانوروں کا مہیا کیا جارہا ہے جس کی بنیادی وجہ جانوروں کی شدید کمی ہے ؟

(ب) آئندہ دو سالوں کے لئے محکمہ نے ڈیری ڈویلپمنٹ کے کون کونسے منصوبے شروع کرنے کا پروگرام بنایا ہے ہر منصوبہ میں کتنے جانور رکھنے / پالنے کی گنجائش ہوگی اور پرائیویٹ سیکٹر کی حوصلہ افزائی کے لئے کیا کیا سہولیات مہیا کی جارہی ہیں، تفصیل بیان فرمائیں ؟

وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) یہ درست ہے کہ گوشت جانوروں کی شدید کمی کی وجہ سے مہنگا ہو رہا ہے۔بلکہ جانوروں کی افزائش پر اٹھنے والے اخراجات جن میں سبز چارہ کی مہنگائی بوجہ کھاد و بیج کی مہنگائی، خوراک استعمال میں ہونے والی اجناس و دیگر اجزاء کی شدید مہنگائی کی وجہ سے مویشی پالنا نہایت مہنگا کاروبار بن چکا ہے۔

(ب) محکمہ لائیو سٹاک آئندہ دو سالوں میں ڈیری ڈویلپمنٹ کے لئے مندرجہ ذیل منصوبہ جات پر کام شروع کرے گا۔

منصوبہ نمبر1: جانوروں کی خوراک اور افزائش سے متعلقہ انتظامی امور کے تحقیقاتی مرکز کا قیام عمل میں لایا جائے گا۔

منصوبہ نمبر2: علاقہ چولستان میں کمیونٹی لائیو سٹاک فارمز کا قیام۔یہ منصوبہ چولستان کے علاقہ میں جانوروں کی افزائش میں خاطر خواہ اضافہ کا باعث بنے گا جس سے دودھ اور گوشت کی پیداوار بڑھے گی۔

منصوبہ نمبر3: پبلک پرائیویٹ پارٹنر شپ کے ذریعے جانوروں کی افزائش کے جاری اور نئے منصوبہ جات کو زیادہ بہتر انداز میں چلانا۔

منصوبہ نمبر4: موجودہ گورنمنٹ لائیو سٹاک فارمز میں سے دو لائیو سٹاک فارمز کو تجرباتی بنیادوں پر پرائیویٹائز کیا جائے گا۔ نجی شعبے کی شمولیت سے جانوروں کی افزائش میں بہتری آجائے گی۔

منصوبہ نمبر 5: موجودہ حکومت نے گوشت کی پیداوار میں اضافہ اور عوام الناس کو صحت مند جانوروں کا گوشت فراہم کرنے کے لئے "میٹ انہانسمنٹ پراجیکٹ" شروع کیا ہے جس کے تحت لاہور میٹ کمپنی کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جو "کٹا بچاؤ گوشت بڑھاؤ" پروگرام پر کام کر رہی ہے۔ میٹ پراسیسنگ پلانٹ کا قیام بھی اسی پروگرام کا حصہ ہے۔

فیصل آباد۔ویٹرنری ہسپتالوں کی تعداد و تفصیل
اور سوسائٹی برائے انسداد بے رحمی حیوانات کی کارکردگی

*6345: چودھری ظہیر الدین خان: کیا وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :۔

(الف) یکم جنوری 2007 تا یکم جنوری 2010 ضلع فیصل آباد میں سوسائٹی برائے انسداد بے رحمی حیوانات نے کل کتنے چالان کئے اور کتنا جرمانہ وصول کیا گیا؟

(ب) مذکورہ عرصہ میں ضلع بھر میں کتنے ایسے جانوروں کو چیک کیا گیا جن کی حالت بہتر نہ تھی اور زخمی ہونے کے باوجود ان سے کام لیا جاتا ہے، کیا ان کے خلاف کوئی کارروائی ہوئی یا نہیں ؟

(ج) فیصل آباد میں ویٹرنری ہسپتالوں / ڈسپنسریوں کی کل تعداد کیا ہے اور کن کن یونین کونسل میں واقع ہیں، ان کو سال 2007 تا 2010 کتنی مالیت کی ادویات دی گئیں ؟

وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) یکم جنوری 2007 تا جنوری 2010 جانوروں کے چالان اور جرمانہ کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

سال	کل چالان	وصول جرمانہ
2007-08	3787	433600
2008-09	3583	435580
2009-10	2950	217420

(ب) سال 2007-08، 2008-09 اور 2009-10 کے دوران 10320 زخمی جانوروں کو چیک کیا گیا جن کی حالت بہتر نہ تھی اور ان سے کام لیا جاتا تھا ان کے مالکان کے خلاف مقدمات درج کرنے کے بعد قوانین کے تحت کارروائی کی گئی۔

(ج) ضلع فیصل آباد میں ویٹرنری ہسپتال اور ڈسپنسریوں کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

ہسپتال وڈسپنسریاں = 88

یونین کونسل وار ہسپتال اور ڈسپنسریوں کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

سال 2007تا 2010، 25.1 ملین کی ادویات درج بالا ہسپتالوں وڈسپنسریوں کو تقسیم کی گئیں۔

ویٹرنری ریسرچ انسٹیٹیوٹ لاہور۔ادویات وکارکردگی کی تفصیل

*6346: محترمہ خدیجہ عمر: کیا وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ویٹرنری ریسرچ انسٹیٹیوٹ غازی روڈ لاہور کب تعمیر کیا گیا اور اس کو قائم کرنے کے مقاصد کیا تھے؟

(ب) اس وقت اس انسٹیٹیوٹ میں کون کون سی ادویات تیار کی جارہی ہیں اور یہ ادویات کس کس بیماری کے لئے مؤثر ہیں، تفصیل سے آگاہ کیا جائے؟

(ج) کیا انسٹیٹیوٹ کو قائم کرنے کے مقاصد حاصل ہورہے ہیں، اگر نہیں تو وجہ بیان کی جائے؟

وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) ویٹرنری ریسرچ انسٹیٹیوٹ غازی روڈ لاہور 1963 میں تعمیر کیا گیا اور اس کے مقاصد مندرجہ ذیل ہیں:۔

1- بڑے پیمانے پر جانوروں کی متعدی بیماریوں سے بچانے کے لئے حفاظتی ٹیکہ جات تیار کرنا اور ان کی تشخیص کے لئے ڈائیاگناسٹک جینز بنانا۔

2- جانوروں کی بیماری کی تشخیص کرنا اور ان کے بچاؤ کے لئے حفاظتی اقدامات وضع کرنا۔

3- حفاظتی ٹیکہ جات میں پیش آنے والے مسائل اور جانوروں کی بیماری کی تحقیق کرنا۔

4- فیلڈ میں موجود ڈاکٹرز اور فارمرز کی ٹریننگ کرنا۔

(ب) انسٹیٹیوٹ میں کوئی دوائی تیار نہیں کی جاتی بلکہ حفاظتی ٹیکہ جات (ویکسینز) انٹی سیرا اور ڈائیاگناسٹک انٹی جن تیار کئے جاتے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

نام ویکسین	جس بیماری کے خلاف تیار کی جارہی ہیں۔
1۔ایچ ایس ویکسین، ایلم پریسی پیٹیٹڈ	جانوروں میں گل گھوٹو کی بیماری
2۔ایچ ایس ویکسین آئل ایڈ جوائینٹ	۔ایضاً۔
3-بلیک کوارٹر ڈیزیز ویکسین (بی کیو وی)	جانوروں میں چوڑے مار کی بیماری
4۔لیسٹیریوسیز	گائے بھینس میں دماغی بیماری

5۔انٹیروٹاکسیمیا کم ڈائی سینٹری ویکسین	بھیڑوں میں پھڑ کی بیماری
6- لنٹیجینس کیپرائن پلورونمونیا ویکسین	بکریوں میں سانس کی بیماری
7۔ینتھراکس سپورو ویکسین	مویشیوں کی انتہائی مہلک بیماری انتھراکس

وائرل ویکسین

1-نیو کاسل ڈیزیز ویکسین	مرغیوں کی رانی کھیت کی بیماری
2-فاؤل پاکس ویکسین	مرغیوں میں چیچک کی بیماری
3-ہائیڈروپیری کارڈیم ویکسین	برائلر مرغیوں میں آب قلب کی بیماری
4-رنڈرپیسٹ ویکسین	جانوروں کی بیماری ماتا
5-فٹ اینڈ ماؤتھ ڈیزیز ویکسین	مویشیوں کی منہ کھر کی بیماری
6- انٹی ریبیز.فلوری ویکسین	مویشیوں میں باؤلے پن کی بیماری
7- انٹی ریبیز.ویکسین سیمپل	مویشیوں میں کتے کے کاٹنے کے بعد کی ویکسین
8-شیپ پاکس ویکسین	بھیڑوں میں چیچک کی بیماری

ڈائیگناسٹک انٹی جن

1-ٹیوبر کیولن میمیلین	ٹی بی کی تشخیص کے لئے
2-ٹیوبر کیولن ایوین	-ایضاً-
3-بروسیلوسیس ابارٹس انٹی جن	جراثیمی اسقاط حمل کی تشخیص کے لئے
4-بروسیلوسیس ابارٹس کنسنٹریٹڈ	-ایضاً-
5-بروسیلوسیس روز بنگال انٹی جن	-ایضاً-
6-میلین انٹی جن آرڈیری	بدکنار بیماری کی تشخیص کے لئے
7-میلین کنسنٹریٹڈ	-ایضاً-
8-فٹ اینڈ ماؤتھ سیرم	منہ کھر کی بیماری کے لئے

(ج) انسٹیٹیوٹ کو قائم کرنے کے مقاصد پورے پورے حاصل ہو رہے ہیں۔

ویٹرنری ریسرچ انسٹیٹیوٹ لاہور۔سٹاف، آمدن و اخراجات کی تفصیل

***6347: سیدہ ماجدہ زیدی:** کیا وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:—

(الف) اس وقت ویٹرنری ریسرچ انسٹیٹیوٹ غازی روڈ لاہور میں گریڈ18 اور اوپر کے ملازمین کی تعداد اور ریسرچ سے منسلکہ ملازمین کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(ب) سال 2007-08 سے آج تک اس سنٹر کی آمدن اور اخراجات کی تفصیل فراہم کی جائے؟
(ج) اس سنٹر نے مذکورہ عرصہ میں جو ریسرچ کا کام سرانجام دیا اس کی تفصیل بھی فراہم کی جائے؟

وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) ویٹرنری ریسرچ انسٹیٹیوٹ میں گریڈ 18 اور اوپر کے ملازمین کی تعداد:۔

ڈائریکٹر (بی ایس 19)	1
سینیر ریسرچ آفیسر (بی ایس 19)	1
ریسرچ آفیسر (بی ایس 18)	13
ڈیزیز انوسٹی گیشن آفیسر (بی ایس 18)	1
پولٹری پتھالوجسٹ (بی ایس 18)	1
ہیلمنتھالوجسٹ (بی ایس 18)	1
بائیوکیمسٹ (بی ایس 18)	1
اسسٹنٹ ریسرچ آفیسر (بی ایس 18)	16
ریسرچ آفیسر (ٹیک) (بی ایس 18)	1
بائیولوجیکل پروڈکشن آفیسر (بی ایس 18)	3
اسسٹنٹ ڈیزیز انوسٹی گیشن آفیسر (بی ایس 18)	2
ٹوٹل	41
ویٹرنری آفیسر (بی ایس 17)	40
کوریٹر (بی ایس 17)	1
آفیسر انچارج سٹور (بی ایس 17)	1
اسسٹنٹ ریسرچ آفیسر بائیوکیمسٹ (بی ایس 17)	1
سٹیٹسٹیکل آفیسر (بی ایس 17)	1

یہ تمام کے تمام ملازمین ریسرچ سے منسلک ہیں۔

(ب) سال 2007-08، 2008-09 اور 2009-10 مئی تک اخراجات اور آمدن کی تفصیل

سال	اخراجات	آمدن
2007-2008	66826000	52605000
2008-2009	73635000	57381000
2009-2010 مئی	86207000	62147000

(ج) 2007-08 کے دوران کئے گئے ریسرچ کے کام کی تفصیل:

1- مویشیوں میں سانس کی جملہ بیماریوں پر جراثیمی اثرات کے بارے میں مطالعہ اور تحقیق۔

-2 بھیڑوں اور بکریوں میں PPR ویکسین پر قدرتی قوت مدافعت کے بارے میں جائزہ۔
-3 بھیڑوں اور بکریوں میں چیٹے کرموں میں ادویات و علامات کا جائزہ
-4 زندہ گمبوروویکسین پر درجات معینہ پر مختلف اقسام کے سٹیبلائزر کے اثرات کا تقابلی جائزہ اور تحقیق
-5 مرغیوں میں avian influenza بیماری میں خون کے تقابلی نمونوں کے بارے میں پنجاب میں دائرہ تحقیق۔
-6 مویشیوں میں ٹی بی کی بیماری میں خون کے کیمیائی تجزیہ کے بارے میں تحقیقی کام۔
-7 بڑے جانوروں یعنی مویشیوں میں پلمونری ٹی بی کے بارے میں خوردبینی جائزہ۔
-8 مویشیوں اور بھینسوں میں بروسیلوسس میں مختلف خون کے نمونوں کا تقابلی جائزہ اور تحقیق

2008-09 کے دوران کئے گئے ریسرچ کے کام کی تفصیل

-1 چارہ کھانے والے چھوٹے جانوروں میں زندہ خلیوں پر تیار شدہ PPR ویکسین کی تیاری
-2 نیلی راوی نسل کی بھینسوں میں تپ دق پر اثرانداز ہونے والے مختلف عوامل کی تحقیق۔
-3 PPR وائرس کی لیبارٹری تشخیص و تصدیق کے لئے خرگوشوں میں ہائیپرامیون سیرم کی تیاری کے بارے میں مطالعہ اور تحقیق۔
-4 برائلر چوزوں میں متعارف افلاٹاکسن زہر کے خلاف وٹامن E اور سیلینیم کے مدافعاتی اثرات کا مطالعہ۔
-5 ضلع لاہور میں بکریوں میں PPR کا ظہور
-6 VRI میں تیار شدہ اور تجارتی پیمانے پر تیار شدہ گمبوروویکسین کا تناظری مطالعہ۔
-7 تجرباتی، تشخیصی ادارہ بہادر نگر میں PPR کا بکریوں، بھیڑوں اور مویشیوں میں ظہور۔
-8 ویکسین کے ممکنہ خطرات
-9 CBP جین از BPV کی مختلف سطحوں پر شناخت اور پیدائش۔
-10 زندہ وائرس کی خشک شوئی سے PPR ویکسین کی تیاری میں مختلف stabilizer کے اثرات۔
-11 بھینسوں میں تپ دق جرثومہ ٹیسٹ اور خون کی مدافعاتی تبدیلیوں سے تپ دق کا وقوع پذیر ہونا۔
-12 کتوں میں سکرہ کے بارے ایک رپورٹ
-13 مختلف چڑیا گھروں / وائلڈ لائف پارک میں جانوروں میں پائے جانے والے طفیلی کرموں کا مطالعہ۔
-14 بکریوں اور بھیڑوں میں PPR ویکسین کے اثرات کا ایک اندازہ

یونیورسٹی آف ویٹرنری سائنسز لاہور، 08-2007 تا حال بجٹ اور استعمال کی تفصیل

*6349:ڈاکٹر سامیہ امجد: کیا وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) یونیورسٹی آف ویٹرنری اینڈ اینیمل سائنسز لاہور کو2007-08 سے آج تک کتنے فنڈز کس کس مد میں فراہم کئے گئے ہیں؟

(ب) یہ فنڈز کس کس مد میں خرچ ہوئے اور کتنے فنڈز ایک مد سے ٹرانسفر کر کے دوسری مدوں میں خرچ ہوئے؟

(ج) مذکورہ عرصہ کے دوران ملازمین کو ٹی اے / ڈی اے کی مد میں کتنی رقم ادا کی گئی؟

(د) ٹی اے / ڈی اے وصول کرنے والے ملازمین کے نام، عہدہ، گریڈ اور رقم مع ٹی اے / ڈی اے ادا کرنے کی وجوہات بیان کریں؟

وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) یونیورسٹی آف ویٹرنری اینڈ اینیمل سائنسز لاہور کو 2007-08 سے 2009-10 تک کل 899.533 ملین روپے کی رقم ترقیاتی فنڈز کی مد میں جبکہ 544.606 ملین روپے کی رقم غیر ترقیاتی فنڈز کی مد میں فراہم کی گئی۔

(ب) یہ فنڈز ترقیاتی اور غیر ترقیاتی مدوں میں خرچ کئے گئے۔ترقیاتی فنڈز کی رقم ترقیاتی سکیم کی منظوری کے بعد PC-I کے مطابق خرچ کی جاتی ہے جبکہ غیر ترقیاتی فنڈز کی رقم ملازمین کی تنخواہوں، یوٹیلیٹی بلوں اور جاری اخراجات کی مد میں خرچ کی جاتی ہے نیز 17.470 ملین روپے کے فنڈز ایک مد سے ٹرانسفر کر کے دوسری مدوں میں خرچ کئے گئے جن کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) مذکورہ عرصہ 2007-08 تا 2009-10 کے دوران ملازمین کو ٹی اے / ڈی اے کی مد میں مبلغ-/1524050 روپے ادا کئے گئے ہیں جن کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) مذکورہ عرصہ 2007-08 تا 2009-10 کے دوران ملازمین کو سرکاری امور کی انجام دہی کے عوض ٹی اے / ڈی اے رقم ادا کی گئی ہے اور مذکورہ ملازمین کے نام، عہدہ، گریڈ اور رقم مع ٹی اے / ڈی اے ادا کرنے کی وجوہات کی فہرست ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

صوبہ میں قائم مویشی پال فارمز کی تعداد و دیگر تفصیلات

*6367:چودھری ظہیرالدین خان: کیاوزیرامور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :—

(الف) حکومت پنجاب کے زیرانتظام کتنے مویشی پال فارم کہاں کہاں واقع ہیں ؟

(ب) ان فارموں کاکتنارقبہ ہےاور کتنے رقبے پر جائزاور ناجائزقابضین ہیں ؟

(ج) کیاحکومت بذریعہ بولی یہ رقبہ جات پٹاپر دیتی ہے ناجائزقابضین سے قبضہ چھڑانے کے لئے کیا اقدامات اٹھائے گئے ہیں، تفصیل سے آگاہ کیاجائے ؟

(د) ان فارموں پر اٹھنے والے اخراجات اور آمدن کی گذشتہ تین سالوں کی تفصیلات بیان فرمائیں؟

وزیرامور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) محکمہ لائیوسٹاک حکومت پنجاب کے زیرانتظام اس وقت مندرجہ ذیل بائیس فارم کام کررہے ہیں جو درج ذیل مقامات پر واقع ہیں:-

نمبر شمار	نام فارم
1	لائیوسٹاک تجرباتی فارم فاضل پور تحصیل راجن پور ضلع راجن پور
-2	لائیوسٹاک تجرباتی فارم رکھ غلاماں تحصیل کلورکوٹ ضلع بھکر
-3	لائیوسٹاک تجرباتی فارم خضرآباد تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا
-4	لائیوسٹاک تجرباتی فارم کوٹ امیر شاہ تحصیل وضلع چنیوٹ
-5	لائیوسٹاک تجرباتی فارم شاہ جیونہ تحصیل جھنگ، ضلع جھنگ
-6	لائیوسٹاک تجرباتی فارم خوشاب تحصیل خوشاب، ضلع خوشاب
-7	لائیوسٹاک تجرباتی فارم کلورکوٹ تحصیل کلورکوٹ ضلع بھکر
-8	لائیوسٹاک تجرباتی فارم جگائیت پیر تحصیل خیرپورٹامیوالی ضلع بہاولپور
-9	لائیوسٹاک تجرباتی فارم شیرگڑھ تحصیل اوکاڑہ ضلع اوکاڑہ
-10	لائیوسٹاک تجرباتی فارم درکھانہ تحصیل کبیروالا، ضلع خانیوال
-11	کیمل بریڈنگ ریسرچ سٹیشن رکھ مائنی تحصیل منکیرہ ضلع بھکر
-12	لائیوسٹاک تجرباتی فارم رکھ بھونیکی تحصیل پتوکی ضلع قصور
-13	لائیوسٹاک تجرباتی فارم چک کٹورہ تحصیل حاصل پور ضلع بہاولپور
-14	لائیوسٹاک تجرباتی فارم ہارون آباد ضلع بہاولنگر
-15	لائیوسٹاک تجرباتی فارم جہانگیرآباد ضلع خانیوال
-16	لائیوسٹاک تجرباتی فارم خیری مورت ضلع اٹک
-17	لائیوسٹاک تجرباتی فارم رکھ ڈیرہ چاہل ضلع لاہور
-18	لائیوسٹاک تجرباتی فارم رکھ خیرے والا ضلع لیہ
-19	لائیوسٹاک تجرباتی فارم TDA/205 ضلع بھکر

-20 لائیو سٹاک تجرباتی فارم جہانیاں ضلع خانیوال
-21 لائیو سٹاک تجرباتی فارم بہادر نگر ضلع اوکاڑہ
-22 لائیو سٹاک تجرباتی فارم قادر آباد ضلع ساہیوال

(ب) فارموں کا کل رقبہ 81972 ایکڑ ہے جس میں سے 18581 ایکڑ 14 مرلے پٹہ داران کے پاس ہے جبکہ 1539 ایکڑ 4 کنال 4 مرلے پر ناجائز قابضین ہیں۔

(ج) رقبہ بولی کے ذریعے پٹا پر نہیں دیا جاتا ہے۔نظامت لائیو سٹاک فارمز کو جب مختلف فارمز ٹرانسفر کئے گئے تو ساتھ ہی پٹہ داران بھی ورثہ میں ملے۔ سالانہ پٹا ایک کمیٹی جو کہ فارم انچارج، ڈپٹی ڈائریکٹر زراعت، ضلعی ریونیو آفیسر پر مشتمل ہے پٹا کی رقم کا تعین کرتی ہے۔ ناجائز قابضین سے قبضہ چھڑانے کے لئے فارم انتظامیہ DCO اور ضلعی انتظامیہ کے تعاون سے ہر ممکن کوشش کر رہی ہے۔اس کے لئے ناجائز قابضین کے خلاف متعلقہ تھانوں میں FIRs درج کرائی گئی ہیں۔

(د) ان فارموں پر اٹھنے والے اخراجات اور آمدن کی گزشتہ تین سالوں کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

ضلع لاہور۔ویٹرنری ہسپتالوں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*6434: ڈاکٹر سامیہ امجد: کیا وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) ضلع لاہور میں کل کتنے ویٹرنری ہسپتال ہیں ان میں کتنے ڈاکٹرز کام کر رہے ہیں اور ان ہسپتالوں میں روزانہ اوسطاً کل کتنے بیمار جانوروں کا علاج کیا جاتا ہے؟

(ب) کیا کسی ویٹرنری ہسپتال میں ملازم ڈاکٹر کو پرائیویٹ پریکٹس کی اجازت ہے اگر اجازت ہے تو کن شرائط کے تحت؟

(ج) لاہور میں قائم گوالا کالونیز میں گوالوں کو پرورش حیوانات اور ڈیری ڈویلپمنٹ کے لئے کیا کیا سہولیات محکمہ کی طرف سے فراہم کی جاتی ہیں کیا اس کالونی میں دودھ سٹاک اور محفوظ کرنے کی کوئی سہولت حکومت کی طرف سے فراہم کی گئی ہے؟

(د) کیا ڈاکٹرز کو دفتری اوقات میں بھی پرائیویٹ پریکٹس کی اجازت ہے؟

(ہ) کیا پرائیویٹ پریکٹس دفتر یا ہسپتال کی حدود میں کی جا سکتی ہے؟

وزیرامور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) اس وقت ضلع لاہور میں 24 ویٹرنری ہسپتال کام کر رہے ہیں، ان ہسپتالوں میں 24 ڈاکٹرز کام کر رہے ہیں اور ان میں روزانہ اوسطاً 360 جانوروں کا علاج کیا جاتا ہے۔

(ب) ویٹرنری ہسپتال میں ملازم کسی ڈاکٹر کو ڈیوٹی کے دوران پرائیویٹ پریکٹس کی اجازت نہ ہے تاہم ڈیوٹی اوقات کے بعد اجازت ہے اور اس پریکٹس کے لئے سرکاری ادویات، اوزارات اور عمارت کا استعمال ممنوع ہے۔

(ج) لاہور میں قائم گوالا کالونیز میں ایک ویٹرنری ہسپتال اور ایک ایک جدید نسل کشی کے مرکز کی سہولت مہیا کی گئی ہے۔ جس میں جانوروں کا علاج، حفاظتی ٹیکہ جات اور مصنوعی نسل کشی کا کام سرانجام دیا جاتا ہے، تاہم دودھ، سٹاک اور محفوظ کرنے کی سہولت حکومت کی طرف سے فراہم نہیں کی گئی ہے۔

(د) کسی ڈاکٹر کو دفتری اوقات میں پرائیویٹ پریکٹس کی اجازت نہ ہے۔

(ہ) جی نہیں۔

یونیورسٹی آف ویٹرنری اینڈ اینیمل سائنسز لاہور، سرکاری گاڑیوں سے متعلقہ تفصیلات

*6463: سیدہ ماجدہ زیدی: کیا وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) یونیورسٹی آف ویٹرنری اینڈ اینیمل سائنسز لاہور کے پاس کتنی گاڑیاں کس کس ماڈل کی ہیں ان کی قیمت خرید کی تفصیل بھی فراہم کی جائے؟

(ب) کتنی گاڑیاں چالو حالت میں اور کتنی کب سے خراب ہیں؟

(ج) یکم جنوری 2008 سے آج تک ان گاڑیوں کی مرمت و تیل وغیرہ کے اخراجات کی تفصیل گاڑی وار فراہم کی جائے؟

وزیرامور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) یونیورسٹی آف ویٹرنری اینڈ اینیمل سائنسز لاہور کے پاس 46 عدد گاڑیاں جن کے ماڈل اور قیمت خرید کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

قسم گاڑی	ماڈل	قیمت خرید
کار	2007	1005000
کار	2007	850000
کار	2007	969000
کار	2007	710000
کار	2007	710000
کار	2007	710000
کار	2007	710000
کار	2003	604000
کار	2003	399000
اے پی وی	2006	1029000
ہائی لکس	2006	2520000
وین	2003	367000
ہائی لکس	2003	799000
ہائی لکس	2003	799000
ہائی لکس	2004	799000
وین	2007	367000
ہائی ایس	2005	1810000
ہائی ایس	2004	1810000
ہائی ایس	2005	1810000
ہائی ایس	2007	1900000
منی بس	2006	1725000
منی بس	2004	1510000
ایمبولینس ٹرک	2006	1390000
وین	2006	1522000
یینو بس	2005	3200000
یینو بس	2005	3200000
فیٹ ٹریکٹر	2003	474000
فیٹ ٹریکٹر	2004	474000
فیٹ ٹریکٹر	2004	474000
فیٹ ٹریکٹر	2004	474000
منی ٹرک	2008	699000
ہائی لکس	2008	1049000
ایمبولینس	2009	1927574
ایمبولینس	2009	2574631

مزدا	1985	700000
لینڈکروزر	1993	1900000
ایسوزوٹرک	2008	1330000
ٹویوٹاہائی لکس	2009	1359000
ٹویوٹاہائی لکس	2009	1359000
ٹویوٹاہائی لکس	2010	1359000
ٹویوٹاہائی لکس	2010	1359000
سوزوکی	2007	1029000
ٹریکٹر	2010	469000
ٹریکٹر	2010	559000
ٹریکٹر	2010	849000
کار	2007	879000

(ب) مندرجہ بالا تمام گاڑیاں درست حالت میں ہیں اور کوئی گاڑی خراب نہیں ہے۔

(ج) یکم جنوری2008 سے آج تک ان گاڑیوں کی مرمت وتیل وغیرہ کے اخراجات کی تفصیل گاڑی وار مندرجہ ذیل ہے:۔

قسم گاڑی	ماڈل	مرمت وتیل کے اخراجات
کار	2007	550410
کار	2207	260316
کار	2007	613908
کار	2007	634514
کار	2007	167502
کار	2007	89591
کار	2007	61627
کار	2003	840879
کار	2003	353459
اے پی وی	2006	177171

تحصیل چونیاں، ویٹرنری ہسپتال / مراکز کی تعداد ودیگر تفصیلات

*7096: محترمہ انیلہ اختر چودھری: کیاوزیرامور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :۔

(الف) تحصیل چونیاں میں کل کتنے ویٹرنری ہسپتال / مراکز ہیں اور یہ کہاں کہاں واقع ہیں؟

(ب) ان اداروں میں تعینات عملہ کی تعداد کتنی ہے؟

(ج) یہ ہسپتال جانوروں کے لئے کیا کیا سہولیات فراہم کر رہے ہیں؟
(د) سال 10۔2009 میں کل کتنے جانوروں کا علاج کیا گیا؟
(ہ) 09۔2008 اور 10۔2009 کے دوران کتنے نئے مراکز قائم کئے گئے اور ان پر کتنے اخراجات آئے؟

وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) تحصیل چونیاں میں 3 ویٹرنری ہسپتال، 20 ویٹرنری ڈسپنسریاں، ایک اے آئی سنٹر اور تین اے آئی سب سنٹرز کام کر رہے ہیں۔ مزید برآں ایک موبائل ویٹرنری ڈسپنسری بھی تحصیل چونیاں میں کام کر رہی ہے جن کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

1- ویٹرنری ہسپتال (3)
کنگن پور، چونیاں، چھانگا مانگا۔

2- ویٹرنری ڈسپنسریاں (20)
گہلن، نین وال، موکل، رکھ گھمن، ججل، کل، مولا پور، تلونڈی، الہ آباد، جمشیر کلاں لنڈے، منڈے کی، جنڈوالہ، سدھا، دیو سیال، چک نمبر 18، موجو کی، بھاگی وال، کوٹ سندرس، کوٹھا کلاں۔

3- اے آئی سنٹر (1): چھانگا مانگا

4- اے آئی سب سنٹرز (3): کنگن پور، چونیاں، الہ آباد

(ب) ان اداروں میں تعینات عملہ کی کل تعداد 56 ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

ویٹرنری آفیسر	6	ویٹرنری اسسٹنٹ	29
اے آئی ٹی	9	ماشکی	3
خاکروب	1	چوکیدار	2
کیٹل اٹینڈنٹ	2	سینٹری ورکرز	4

(ج) ان شفاخانہ حیوانات میں جانوروں کو علاج معالجہ اور مصنوعی نسل کشی کی سہولیات فراہم کی جاتی ہیں نیز تمام جانوروں کو حفاظتی ٹیکہ جات پروگرام کے مطابق لگائے جاتے ہیں۔
(د) تحصیل چونیاں میں سال 10-2009 میں کل 22176 جانوروں کا علاج کیا گیا۔
(ہ) مالی سال 09-2008 اور 10-2009 میں ترقیاتی سکیم "سپورٹ سروسز فار لائیو سٹاک فارمرز پنجاب" کے تحت کل اکیس نئے مراکز قائم کئے گئے جن پر کل 17.850 ملین روپے لاگت آئی۔

یونیورسٹی آف ویٹرنری اینڈ اینیمل سائنسز لاہور میں بھرتی کی تفصیلات

*7117: سیدہ بشریٰ نواز گردیزی: کیا وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) یکم جنوری 2008 سے آج تک یونیورسٹی آف ویٹرنری اینڈ اینیمل سائنسز لاہور میں کل کتنے افراد کو بھرتی کیا گیا بھرتی ہونے والے افراد کے نام، عہدہ، گریڈ، تعلیمی قابلیت اور ڈومیسائل کی تفصیل بتائی جائے؟

(ب) اگر ان افراد کو میرٹ پر بھرتی کیا گیا تو میرٹ لسٹ فراہم کی جائے نیز میرٹ لسٹ بنانے کے طریق کار سے آگاہ کریں؟

(ج) اگر یہ بھرتی اخبارات میں مشتہر ہوئی تو ان اخبارات کے نام، تاریخ اشاعت مع نقل فراہم کی جائے؟

وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) یکم جنوری 2008 سے آج تک یونیورسٹی آف ویٹرنری اینڈ اینیمل سائنسز میں کل 176 افراد کو بھرتی کیا گیا۔ بھرتی ہونے والے افراد کے نام، عہدہ، گریڈ، تعلیمی قابلیت اور ڈومیسائل کی تفصیل ضمیمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) میرٹ لسٹ کی کاپی اور میرٹ بنانے کا طریق کار کی تفصیل ضمیمہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) گریڈ 17 اور اس سے اوپر کے ملازمین کی بھرتی کے لئے دیئے گئے اشتہارات کی تفصیل (ضمیمہ "ج") اور اشتہارات کی کاپیاں ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں۔

گریڈ 16 اور اس سے نیچے کے افراد میں سے بیشتر کو مستقل بنیاد پر بھرتی کرنے کے لئے مورخہ 15-02-10 کو روزنامہ جنگ میں اشتہار دیا گیا تھا، تاہم جناب وزیر اعلیٰ پنجاب کی جانب سے بھرتی پر پابندی کے احکام کے پیش نظر و دیگر انتظامی وجوہ کی بناء پر بھرتی کے عمل کو ملتوی کر دیا گیا ہے۔

پی پی۔165 شیخوپورہ میں شفاخانہ حیوانات کی تفصیلات

*7177: چوہدری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): کیاوزیرامور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) حلقہ پی پی۔165 ضلع شیخوپورہ کی حدود میں شفاخانہ حیوانات اور ان میں منظور شدہ عملے کی تعداد سے آگاہ کریں؟

(ب) کیاحکومت ان ہسپتالوں میں خالی اسامیوں کو فوری طور پر پُر کرنے کاارادہ رکھتی ہے؟

(ج) مذکورہ حلقہ میں کتنے سنٹرز/شفاخانہ حیوانات عملہ نہ ہونے کی وجہ سے کام نہیں کر رہے حکومت کب تک ان کو چالو کرنے اوران میں عملہ کو تعینات کرنے کاارادہ رکھتی ہے؟

وزیرامور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) حلقہ پی پی۔165 ضلع شیخوپورہ کی حدود میں دو ویٹرنری ہسپتال، پانچ ویٹرنری ڈسپنسریاں، چھ ویٹرنری سنٹراور دومراکز مصنوعی نسل کشی کام کر رہے ہیں۔
ان اداروں میں منظور شدہ عملہ کی تعداد چالیس ہے۔

(ب) جی ہاں! صوبائی حلقہ پی پی۔165 ضلع شیخوپورہ میں ویٹرنری اسسٹنٹ گریڈ9 کی دو اسامیاں خالی ہیں جو پابندی کے اٹھائے جانے کے فوری بعد پُر کر لی جائیں گی۔

(ج) مذکورہ حلقہ میں تمام شفاخانہ حیوانات/سنٹرز عمدگی سے کام کر رہے ہیں کوئی ایسا سنٹر یا شفاخانہ حیوانات نہیں ہے جو عملہ نہ ہونے کی وجہ سے کام نہ کر رہا ہو۔ صرف ویٹرنری اسسٹنٹ کی دو اسامیاں خالی ہیں جن کو جلد پر کر لیا جائے گا۔

ضلع سرگودھا۔انسداد بے رحمی حیوانات کی تفصیلات

*7209: محترمہ سیمل کامران: کیاوزیرامور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) سال 2009-10 ضلع سرگودھا میں انسداد بے رحمی حیوانات نے کل کتنے چالان اور کتنا جرمانہ وصول کیا؟

(ب) کتنے چالان عدالتوں میں پیش ہوئے؟

(ج) کتنے چالان عدالتوں میں زیر التواء ہیں اور کب سے، تفصیلاً آگاہ کیا جائے؟

وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) سال 10-2009 ضلع سرگودھا میں انسداد بے رحمی حیوانات نے کل 1067 چالان کئے اور 11000/- روپے جرمانہ وصول کیا۔

(ب) سال 10-2009 ضلع سرگودھا میں انسداد بے رحمی حیوانات نے تمام 1067 چالان عدالتوں میں پیش کئے۔

(ج) اس وقت عدالتوں میں 583 چالان زیر التواء ہیں۔ یہ چالان گزشتہ دو ماہ کے عرصہ کے دوران پیش کئے گئے ہیں۔ بیمار و لاغر جانوروں کے مالکان کے چالان عدالتوں میں پیش کرنا اور فیصلہ ہونا ایک مسلسل عمل ہے۔ ہر ہفتے کے دوران کئے جانے والے نئے چالان عدالتوں میں پیش کئے جاتے ہیں اور ان پر فیصلے لئے جاتے ہیں جبکہ جن چالانوں کا فیصلہ نہیں ہو پاتا وہ زیر التواء رہ جاتے ہیں۔

سرگودھا۔گورنمنٹ تجرباتی فارم مویشیاں خضر آباد کی تفصیلات

***7212: محترمہ سیمل کامران** : کیا وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) گورنمنٹ تجرباتی فارم مویشیاں خضر آباد ضلع سرگودھا کی سال 09۔2008 اور 10۔2009 کی آمدن اور اخراجات کی تفصیل بتائیں؟

(ب) اس فارم پر کون کون سے مویشی رکھے گئے ہیں نیز ان کی تعداد کیا ہے، تفصیلاً بتائیں؟

(ج) یکم جنوری 2009 سے آج تک اس فارم کے کتنے جانور کس قیمت پر فروخت کئے گئے؟

(د) جانوروں کی فروخت کا طریق کار کیا ہے، مکمل تفصیلات سے آگاہ کیا جائے؟

وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) گورنمنٹ تجرباتی فارم مویشیاں خضر آباد ضلع سرگودھا کی سال 09-2008 اور 10-2009 کی آمدن اور اخراجات کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

سال	آمدن	اخراجات
2008-09	30.937 ملین	30.926 ملین

2009-10	29.042ملین	28.780ملین

(ب) اس فارم پر ساہیوال نسل کی گائیں اور کجلی نسل کی بھیڑیں رکھی گئی ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

ساہیوال گائے	تعداد	کجلی بھیڑیں	تعداد
گائے	443	مینڈھے	20
نر جوان بچھڑے	16	بھیڑیں	716
مادہ بچھڑیاں	307	لیلئے	15
شیر خوار بچھڑے	111	لیلیاں	427
شیر خوار بچھڑیاں	100	شیر خوار لیلئے	25
		شیر خوار لیلیاں	131
کل تعداد	977	کل تعداد	1334

(ج) یکم جنوری 2009 سے آج تک اس فارم پر جو جانور فروخت کئے گئے ان کی تفصیل درج ذیل ہے:-

سال	ساہیوال نسل	قیمت	کجلی بھیڑیں	قیمت
2009	170راس	2.512ملین	492شاخ	1.579ملین
2010	178راس	3.113ملین	407شاخ	1.443ملین

(د) جانوروں کی فروخت کے دو طریق کار ہیں:-

1- فروخت برائے نسل کشی:

جانوروں کی نسل کشی کے لئے پرائیویٹ لائیوسٹاک فارمز کو نر جانور مقرر کردہ نرخ پر فروخت کئے جاتے ہیں۔ بھیڑوں کی کجلی نسل کے نر بچوں کی عمر کے لحاظ سے قیمت مقرر کی جاتی ہے،(ریٹ لسٹ ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے)۔

2- فروخت بذریعہ نیلام عام:

وہ جانور جو فارم پر مقرر کردہ تعداد سے زیادہ ہوں اور جو معیار سے گر جائیں ان کو نیلامی کے ذریعے فروخت کر دیا جاتا ہے۔

رپورٹ

(جو پیش ہوئی)

جناب قائم مقام سپیکر: اب جناب محمد محسن خان لغاری سپیشل کمیٹی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنا چاہتے ہیں میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ رپورٹ پیش کریں۔ جی، لغاری صاحب!

مسودہ قانون نجی قرض دہی کی ممانعت پنجاب مصدرہ 2007 کے بارے میں سپیشل کمیٹی کی رپورٹ کا ایوان میں پیش کیا جانا

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میں

An Amendment in the Punjab Prohibition of Private Money Lending Act 2007 (VI of 2007)

کے بارے میں سپیشل کمیٹی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، رپورٹ پیش ہوئی۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! اس رپورٹ کو پیش کرنے کے بعد اگر اس کو تھوڑا سا discuss بھی کر لیا جائے کہ اس رپورٹ کی recommendations کیا ہیں اور اس کو کیسے آگے لے کر چلنا ہے؟

رپورٹیں

(میعاد میں توسیع)

جناب قائم مقام سپیکر: میرے خیال میں جب ہاؤس کا ایجنڈا ختم ہو گا تو میں اس پر آپ کو دو منٹ کے لئے بات کرنے کی اجازت دوں گا۔ اب جناب اعجاز احمد خان مجلس قائمہ برائے تعلیم کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع لینا چاہتے ہیں۔ میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ توسیع کی تحریک پیش کریں۔ جناب اعجاز احمد خان!

مسودہ قانون قرشی یونیورسٹی مصدرہ 2010، نشان زدہ سوال نمبر 3435، 3436 اور 2481 کے بارے میں مجلس قائمہ برائے تعلیم کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

جناب اعجاز احمد خان: جناب سپیکر! شکریہ۔ میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"The Qarshi University Muridke Bill 2010.(Bill No.24 of 2010) and starred question no 3435, 3436 and 2481

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے تعلیم کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں ایک ماہ کی توسیع کر دی جائے۔"

جناب قائم مقام سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"The Qarshi University Muridke Bill 2010.(Bill No.24 of 2010) and starred question no 3435, 3436 and 2481

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے تعلیم کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں ایک ماہ کی توسیع کر دی جائے۔"

یہ تحریک پیش کی گئی اور اب سوال یہ ہے کہ:

"The Qarshi University Muridke Bill 2010.(Bill No.24 of 2010) and starred question no 3435, 3436 and 2481

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے تعلیم کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں ایک ماہ کی توسیع کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

شیخ علاؤالدین: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، شیخ صاحب!

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں نے کئی بار آپ کی اور اس معزز ایوان کی توجہ اس طرف مبذول کرائی ہے کہ پرائیویٹ سکولوں پر اس ایوان اور آپ کو کچھ نہ کچھ توجہ دینی چاہئے۔

جناب قائم مقام سپیکر: ابھی یہاں ایجوکیشن منسٹر بیٹھے تھے ان کو بلا کر ہاؤس میں لائیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! اس وقت حالت یہ ہے کہ۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: شیخ صاحب! آپ دو منٹ تشریف رکھیں۔ آپ کی بات بہت اہم ہے۔ میں پہلے منسٹر صاحب کو بلالوں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! آپ اریگیشن منسٹر کو بھی بلالیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: جب وہ یہاں موجود تھے تو اس وقت آپ نے بات کیوں نہ کی تھی؟

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر!اس وقت وقفہ سوالات چل رہا تھا اور میں اس میں بولنا نہیں چاہتا تھا۔اس وقت منگلا اور تربیلا میں پانی چھوڑا جا رہا ہے اور جب فصلوں کو پانی دینے کی ضرورت ہوگی تو اس وقت پانی نہیں ہوگا۔ میں نے یہ بات اریگیشن منسٹر صاحب کے notice میں لانی تھی۔ مہربانی کرکے انہیں بھی بلا لیں تو آپ کی عنایت ہوگی۔

جناب قائم مقام سپیکر:اگر اریگیشن منسٹر صاحب موجود ہیں تو ان کو بھی ہاؤس میں بلائیں۔

قائد حزب اختلاف(چودھری ظہیر الدین خان):پوائنٹ آف آرڈر۔

پوائنٹ آف آرڈر
منڈی میں آنے والی اجناس پر ساڑھے تین فیصد ٹیکس
عائد کرنے سے کسانوں کو پریشانی کا سامنا

جناب قائم مقام سپیکر:جی،قائد حزب اختلاف!

قائد حزب اختلاف(چودھری ظہیر الدین خان):جناب سپیکر!شکریہ۔میں آج ایک چیز کا advantage لیتے ہوئے کہ آپ نے اجازت مرحمت فرمائی ہے ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔ وفاقی حکومت نے ساڑھے تین فیصد withholding tax مارکیٹ کمیٹیوں کے ذریعے منڈیوں کے اندر ان تمام اجناس پر لگا دیا ہے جو وہاں پر آئیں گی۔یہ یکم جنوری سے نافذالعمل ہو چکا ہے اس میں وصولی کا طریق کار یہ ہے کہ آڑھتی اسے وصول کریں گے اور کوئی mechanism نہیں دیا گیا۔

جناب سپیکر!میں ابھی نیچے دیکھ رہا تھا کہ آپ نے بڑی دلچسپی سے لائیو سٹاک کے حوالے سے کمیٹیاں بھی بنائی ہیں اور recommendations کرنے کے لئے اپنا ارادہ ظاہر کیا ہے۔میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ پہلے ہی جو اجناس ہیں اور specially perishable commodities ہیں جن کی کھیت سے مارکیٹ تک آنے میں خاصی کمی آتی ہے اور اس کا پورا معاوضہ کسانوں کو نہیں مل رہا۔اس کے ساتھ ساتھ یہ ہے کہ یہ سارے کا سارا پیسا جو اکٹھا ہوگا۔کسی صورت بھی قومی خزانے میں نہیں جائے گا بلکہ اُس کا بہت بڑا حصہ آڑھتیوں وغیرہ کی جیبوں میں چلا جائے گا اور مارکیٹ کمیٹی میں ہی خورد برد ہو جائے گا کیونکہ مارکیٹ کمیٹی کا سسٹم پہلے ہی بہت خستہ حال ہے۔میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہ نافذالعمل ہو چکا ہے اور اس کے لئے میں آپ کے توسط سے پُرزور اصرار اور request

کرنا چاہتا ہوں کہ اس کو وفاقی حکومت کے ساتھ take up کیا جائے کہ اس کو withdraw کیا جائے کیونکہ 80 فیصد کاشتکاری پنجاب میں ہوتی ہے۔ یہ ایک مصدقہ بات ہے کہ سبزیوں کے علاوہ دوسری non perishable commodities, semi-perishable and perishable 80% commodities پنجاب میں سے ہی مارکیٹوں میں جاتی ہیں۔اِس پر 3.5 فیصد withholding tax لگا ہے جو بہت جبر کی taxation ہے جسے پنجاب اسمبلی کو بڑا seriously لینا چاہئے بے شک ایک requesting manner میں لیں۔اگر کوئی ایجنڈا دیا جانا باقی ہے تو اُس ایجنڈے میں یہ بات رکھ دی جائے یا اُس میں supplementary بات رکھ دی جائے کہ یہ ساڑھے تین فیصد withholding tax معاف کیا جائے اس کے لئے 45 دنوں کی ضرورت نہیں ہے بلکہ یہ ایک دو دنوں کے اندر ہی کیا جا سکتا ہے۔ میں یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ میری اس استدعا پر غور فرمایا جائے۔ شکریہ

جناب قائم مقام سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! محترم قائد حزب اختلاف نے جس معاملے کی طرف توجہ دلائی ہے یہ وفاقی حکومت سے متعلق ہے اور قومی اسمبلی و سینیٹ میں (ق) لیگ کی representation موجود ہے تو کیا امر مانع ہے کہ (ق) لیگ اس معاملے کو وہاں پر نہیں اٹھاتی؟ میں سمجھتا ہوں کہ انہیں یہ معاملہ وہاں پر اٹھانا چاہئے اور اُس کے بعد اگر ضروری ہوا تو یہاں پر بھی اس معاملے کو discuss کیا جا سکتا ہے۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! میں لاء منسٹر صاحب کی اس بات سے متفق ہوں کہ ہمیں کسی ضد میں نہیں آنا چاہئے اور جماعتی سطح پر جہاں جہاں بھی ہماری نمائندگی ہے، پنجاب کے حقوق کے تحفظ اور پنجاب کے پسے ہوئے کسانوں کے لئے جن کو سانس کا ناتا قائم کرنا مشکل ہو رہا ہے وہاں پر اس معاملے کو اٹھانا چاہئے۔ پنجاب میں چونکہ مسلم لیگ (ن) اور پیپلز پارٹی کی مشترکہ حکومت ہے لہذا یہاں سے ایک recommendation بھی چلی جائے۔ میں بالکل متفق ہوں کہ ہم وہاں پر اپوزیشن میں ہیں بلکہ ہم وہاں بات کریں گے لیکن وہاں اِن کے بہت ہی فعال اپوزیشن لیڈر بھی ہیں لہذا یہاں سے اُن کو recommend کیا جائے کہ مسلم لیگ (ن) کے اپوزیشن لیڈر وہاں پر اس معاملہ کو اٹھائیں کہ یہ ساڑھے تین فیصد withholding tax ختم کیا جائے۔ میں اِن سے متفق ہوں کہ ہر جگہ اس بات کو اٹھایا جائے گا لیکن جہاں سے منتخب ہو کر ہم اس وقت بیٹھے ہوئے ہیں تو اس floor پر کھڑے ہو کر اپنے فرائض کی انجام دہی کے لئے اپنے تیئں صرف بات کر سکتے ہیں جو ہم نے کی ہے اور

اس کی پذیرائی تقریباً 80 فیصد ہوئی ہے جس کے لئے میں مشکور ہوں۔ میں یہ خواہش کرتا ہوں کہ اس ایوان سے ایک مشترکہ قرارداد لائی جائے جو withholding tax کو واپس لینے کے لئے ہو۔ بہت شکریہ

جناب قائم مقام سپیکر: میرا خیال ہے کہ اگر آپ اس پر قرارداد لانا چاہتے ہیں تو کل پرائیویٹ ممبرز ڈے پر لے آئیں۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! بہت بہت شکریہ۔ ہم کل لے آئیں گے۔

جناب قائم مقام سپیکر: اریگیشن منسٹر صاحب! آپ سے لغاری صاحب کوئی بات کرنا چاہتے تھے لہذا آپ دونوں باتیں سن لیں پھر اُس پر اکٹھا ہی respond کر دیں۔

سینئر وزیر / وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! ہماری وہ بات طے ہو گئی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: اچھا، ٹھیک ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! منسٹر صاحب نے commit کیا ہے کہ وہ کل اس بارے میں اریگیشن ڈیپارٹمنٹ سے پوری تفصیلات حاصل کر کے اس ہاؤس کو دیں گے۔

جناب قائم مقام سپیکر: اب ہم توجہ دلاؤ نوٹس لیتے ہیں۔

سینئر وزیر / وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! میری ایک عرض سن لیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، فرمائیں!

تعزیت

سابق گورنر خیبر پختونخواہ اور سابق وفاقی وزیر داخلہ نصیر اللہ بابر کی وفات پر دعائے مغفرت

سینئر وزیر / وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! سابق وفاقی وزیر داخلہ اور سابق گورنر خیبر پختونخواہ جناب نصیر اللہ بابر صاحب وفات پا گئے ہیں اور اُن کا نماز جنازہ بھی ہو گیا ہے لہذا میری آپ سے استدعا ہو گی کہ اُن کے لئے دعائے مغفرت کی جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، نصیر اللہ بابر صاحب کے لئے دعائے مغفرت فرما لی جائے۔

(اس مرحلہ پر دعائے مغفرت کی گئی)

سینئر وزیر / وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! آج سے کوئی چار پانچ روز پہلے پاکستان مسلم لیگ (ن) کے قائد میاں نواز شریف صاحب نے اپنی ایک پریس کانفرنس میں وفاقی حکومت کو یہ کہا تھا کہ میرا یہ ایجنڈا ہے اگر آپ نے اس ایجنڈے پر عمل کرنا ہے تو "ہاں" میں جواب دیں، اگر عمل نہیں کرنا تو "ناں" میں جواب دیں اور "ناں" کی صورت میں ہم پنجاب سے پاکستان پیپلز پارٹی کو اپنے سے علیحدہ کر دیں گے۔ اُس کے بعد پاکستان پیپلز پارٹی کے منتخب ارکان اور صوبائی وزراء نے اس معاملے پر کہا کہ چلو اللہ کا شکر ہے کہ ہماری جان چھوٹنے لگی ہے اور ہم اپنی آزادی کے ساتھ اس صوبے میں اپنا ایک role ادا کریں گے لیکن (ق) لیگ والوں کو اپنی قیادت پر اعتماد ہے اور نہ انہیں پتا ہے کہ قیادت کا احترام کس طرح کیا جاتا ہے؟ ہمیں فخر ہے کہ ہم اپنی قیادت کا احترام بھی کرتے ہیں اور اُن کا حکم بھی مانتے ہیں۔ ہم نے اس گیلری میں یا اپنی نجی محفلوں میں بیٹھ کر کبھی اپنی قیادت پر تنقید نہیں کی۔

جناب سپیکر! اس کے بعد وزیر اعظم پاکستان سید یوسف رضا گیلانی صاحب اور صدر پاکستان جناب آصف علی زرداری صاحب کے vision کو میں سلام پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے تمام سیاسی جماعتوں سے رابطہ کیا اور میاں نواز شریف صاحب سے بھی رابطہ کیا اور کہا کہ ہم آپ کے ایجنڈے پر کام کرنے کے لئے بیٹھنے کو تیار ہیں یا آپ کی کمیٹی بیٹھے تو ہم اُس پر عمل کرنے کے لئے تیار ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اب اس ملک کے عوام ایک نیا جذبہ، نیا vision اور نئی سوچ دیکھ رہے ہیں۔ اب دوسری مخالف جماعت نے ہمیں کہا کہ اب تو ہماری عزت بے عزتی کا مسئلہ ہے اور اب ہم بات کرنا گناہ سمجھتے ہیں۔ اگر انہوں نے اتنی بڑی بات کی ہے تو اب ہم فون کریں تو ہماری عزت نہیں رہتی لیکن پاکستان پیپلز پارٹی کی قیادت اس وقت اس ملک کے لئے اور اس ملک کی بہتری کے لئے ہر وقت کوشاں ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ ہم ایک step پیچھے ہو گئے ہیں لیکن کیا جمہوریت میں ایک step پیچھے ہونا کوئی جرم ہے؟ اس ملک کو داؤ پر لگا دیں لیکن ایک step پیچھے نہیں ہونا، اس ملک کے عوام کو داؤ پر لگا دیں لیکن ایک step پیچھے ہونے سے ناک کٹ جائے گی تو اس سوچ پر میں لعنت بھیجتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ اس ملک اور اس ملک کے عوام کے لئے ایک step کیا دس steps بھی پیچھے ہونا پڑا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس ملک میں جمہوریت، جمہوری اداروں کی مضبوطی اور مفاہمت کی سیاست کے لئے ہمیں دس steps

کیا سو steps بھی پیچھے ہونا پڑا تو ہم ہوں گے اور یہاں پر جمہوری اداروں کو مضبوط کریں گے۔ ہم نے سب کو ساتھ لے کر چلنا ہے۔ ہم اپوزیشن کا احترام کرتے ہیں، سیاسی مخالفین کا احترام کرتے ہیں اور انہیں سلام بھی پیش کرتے ہیں۔ ہم یہ یقین رکھتے ہیں کہ کوئی آمر اس ملک کی بہتری نہیں کر سکتا لیکن ہم وہ لوگ ہیں اور پنجاب کا یہ معزز ہاؤس ہے جو پنجاب کی بہتری کر سکتا ہے اور قومی اسمبلی کا معزز ہاؤس پاکستان کی بہتری اور مضبوطی کر سکتا ہے اس کے علاوہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ کوئی ایسی جگہ نہیں جو اس ملک اور اس ملک کے عوام کے مسائل حل کر سکے اور آپس میں بیٹھ کر address کر سکے۔

آج اللہ کا شکر ہے کہ اس ملک کے کسی بھی صوبے اور وفاق میں کوئی سیاسی قیدی نہیں ہے۔ ہر کوئی اپنے جذبات کا اظہار بڑے کھلے دل کے ساتھ کر رہا ہے۔ یہاں پنجاب میں مسلم لیگ (ق) کی قیادت بڑے کھلے طریقے سے پنجاب حکومت پر تنقید کرتی ہے۔ وفاق اور صوبہ سندھ و خیبر پختونخواہ میں پاکستان پیپلز پارٹی کا یہ vision اور سوچ ہے جو کہ اس ملک کی بہتری کے لئے ہے۔ کل وزیر اعظم صاحب نے بڑے پن کا مظاہرہ کیا ہے جس پر میں انہیں خراج تحسین پیش کرتا ہوں اور میں صدر پاکستان جناب آصف علی زرداری صاحب کو بھی خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ یہ کہتے ہیں کہ ایم کیو ایم کے پاس چل کر گئے تو کیا وہ کوئی طالبان ہیں؟ جب ہم ان کے پاس گئے ہیں تو صرف اس ملک کے لئے اور مفاہمت کی سیاست کے لئے گئے ہیں۔ ہم یہاں پر بیٹھ کر بات کرنا چاہتے ہیں اور بیٹھ کر مسائل کو حل کرنا چاہتے ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ وفاق اور صوبوں میں بھی اپوزیشن ہمارے ساتھ بیٹھے۔ ہم نے پہلی دفعہ اپوزیشن لیڈر کو چیئرمین پبلک اکاؤنٹس کمیٹی بنایا ہے جو کہ آج تک پاکستان کی تاریخ میں پہلے کبھی نہیں ہوا۔ یہاں پر آٹھ نو سال حکومت رہی لیکن این ایف سی ایوارڈ نہیں ہو سکا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! یہ اپوزیشن والے ہمارے لئے بڑے قابل احترام ہیں چونکہ ہم تو ان بنچوں پر رہے ہیں اس لئے جو اپوزیشن میں ہوتے ہیں وہ قابل سلام ہوتے ہیں اور خاص طور پر اپوزیشن بنچوں کی خواتین کو میں سلام پیش کرتا ہوں اور چودھری ظہیر الدین صاحب جس طرح تحمل اور ایک منجھے ہوئے سیاستدان کی طرح اپوزیشن لیڈر کا کردار ادا کر رہے ہیں وہ قابل ستائش ہے جس پر میں انہیں سلام پیش کرتا ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! یہ ریکارڈ اٹھا کر دیکھ لیں کہ آج تک اس Chair سے اپوزیشن لیڈر اور اپوزیشن کو سلام پیش نہیں کیا گیا تو یہ پاکستان پیپلز پارٹی کا جذبہ ہے، یہ پاکستان پیپلز پارٹی کی سوچ ہے، یہ محترمہ

بے نظیر بھٹو کی سوچ ہے، ہم اس سوچ کو سلام پیش کرتے ہیں اور اس سوچ کو جاری رکھیں گے کیونکہ اسی سوچ سے اس ملک کے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ شکریہ

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، فرمائیں!

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): شکریہ۔ جناب سپیکر! سینئر وزیر راجہ ریاض صاحب نے اپنے خیالات کا اظہار کیا تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان کا ایک فقرہ کہ "ایوان میں بیٹھ کر بات کرنی چاہئے اور یہ ایوان ہی ایک ایسی جگہ ہے کہ جہاں پر جب جمہوریت ہو اور منتخب نمائندے بھی صوبے اور مرکز میں موجود ہوں تو مسائل کی نشاندہی اور ان کے حل کے لئے ایوان ہی سب سے بہتر جگہ ہوتی ہے"۔ میں ان سے پورا اتفاق کرتے ہوئے اسی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے مزید ایک بات کرنا چاہتا ہوں اور میں اس کا اقرار بھی کرنا چاہتا ہوں۔ آپ اسے شاید کسی بھی زمرے میں لے لیں کیونکہ تعریف و توصیف کرنا ہمارا کام نہیں۔ اس وقت صوبے اور مرکز میں split mandate ہے کیونکہ کسی کے پاس اس وقت حق حکمرانی نہیں ہے جب تک کہ ان کے ساتھ coalition میں آ کر کچھ جماعتیں یا کچھ ممبران اکٹھے نہ ہوں۔ یہاں پر ممبران اپنی اپنی حیثیت میں نہیں ہیں اور سب کے سب جماعتی حیثیت میں صوبے اور مرکز میں تشریف فرما ہیں۔ مرکز میں اے این پی، ایم ایم اے، مولانا فضل الرحمان اور ایم کیو ایم کے علاوہ ہماری جماعت اور مسلم لیگ (ن) ہے اور وہاں پر چار پانچ جماعتوں نے مل کر حکومت بنائی ہے تو میں اس بات کو واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ یہاں پر ہمارے پاس اپوزیشن کا mandate ہے اور ہم اپوزیشن میں ہیں۔ کسی کی عددی شخصیت پوری کرنے کے لئے ہماری پارٹی کی قیادت کی guideline ہوتی ہے گو کہ ہم میثاق جمہوریت کے signatory نہیں ہیں لیکن اس کے اندر کچھ اچھی باتیں بھی لکھی گئی ہیں تو اس کی spirit کے مطابق کسی صورت بھی اگر ان میں split آتی ہے تو عددی اکثریت پوری کرنا ان کا اپنا کام ہے اور یہ کس طریقے سے کرتے ہیں تو آئین، میڈیا اور عدلیہ دیکھ رہی ہے۔ عددی اکثریت split کی صورت میں اگر ان دونوں میں سے کسی نے پوری کرنی ہے تو انہوں نے اب خود کرنی ہے ہماری پارٹی کا mandate اپوزیشن کا ہے اور میں اسے واضح کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر! میں یہاں یہ ماننا چاہوں گا آپ اس کے لئے لفظ "تحسین" استعمال کر لیں کہ جب مرکز میں دو جماعتوں کے الگ ہونے کے بعد crisis آیا اور وزیر اعظم ایک اقلیتی وزیر اعظم بن گئے تو انہوں نے کسی بھی turn coat اور کسی individual کی طرف نہیں دیکھا بلکہ انہوں نے قیادت سے

بات کی جو کہ قابل تحسین بات ہے کہ وہ پارٹی کی قیادت کے پاس خود چل کر گئے اور بغیر کسی گارڈ کے اکیلے ہمارے قائد کے پاس آئے اور ان کے پاس کوئی ٹیم نہیں تھی پھر انہوں نے قیادت سے بات کی۔ یہ spirit کہ جب split mandate ہو جائے اور عددی شخصیت لینی ہو تو قیادت کے پاس جانا چاہئے جسے میں بڑی اچھی بات سمجھتا ہوں کہ وزیر اعظم پاکستان کے عہدے کی توصیف اور توقیر ہونی چاہئے۔ جب تک وہ عہدے میں ہیں اور جب تک وہ عہدے میں ہوتے ہیں تو عہدے کی توصیف و توقیر ہوتی ہے۔ ہمارے اختلافات اپنی جگہ پر لیکن ہمیں کئی جگہ پر اتفاق ہے مگر میں آج اس بات سے متفق ہوں کہ ایوان ایک ایسی جگہ ہے جہاں پر ایجنڈا تیار کیا جاتا ہے، جہاں پر address ہوتا ہے اور جہاں پر تکمیل پاتا ہے لیکن مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ پیپلز پارٹی والوں سے بھی شاید ایک چھوٹی سی چشم پوشی ہو گئی کہ جس ایجنڈے پر انہوں نے "ہاں" کی ہے وہ ایوانوں کے ہوتے ہوئے ایوان سے باہر تیار ہوا تھا۔ کاش! وہ ایجنڈا جناب نثار علی خان صاحب ایوان کے اندر پیش کرتے اور پھر وہ accept کیا جاتا تو یہ میثاق جمہوریت کی spirit میں ہوتا لیکن چلیں اسے بھی بہتری کے انداز میں لیتے ہیں کہ یہ signatory تھے اور انہوں نے باہر بیٹھ کر ایجنڈا تیار کر دیا اور حکومت نے باہر بیٹھ کر مان لیا مگر میں اس بات کو پھر بھی ایک عزت کا مقام دیتا ہوں کہ یہ ایوان اسی بات کے لئے ہوتے ہیں کہ ایوانوں میں بیٹھ کر بات کی جائے کیونکہ ایوانوں میں بیٹھ کر تلخ بات بھی ہو جاتی ہے اور جناب سپیکر اسے حذف بھی کر دیتے ہیں۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں پر کڑوی کسیلی بات کہہ کر حذف ہو جاتی ہے لیکن باہر کوئی کڑوی کسیلی کہنے کے بعد حذف نہیں ہوتی بلکہ وہ میڈیا پر چل جاتی ہے جسے لوگ سن لیتے ہیں اور وہ حذف ہو ہی نہیں سکتی بلکہ وہ ریکارڈ کا حصہ بن جاتی ہے۔ پاکستان بہت مشکل وقت سے گزر رہا ہے اور میں آپ کی وساطت سے یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ ہمارا جو role ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جن کو سنیارٹی ملی ہے تو ہم اس چکی اور اس political mill میں سے گزرے ہیں اور پس کر یہاں تک پہنچے ہیں۔ یہ ایوان اس بات کے متقاضی ہیں کہ ہم جو کہتے ہیں وہ کریں اور اپنے الفاظ کا چناؤ صحیح کریں۔ ہمیں کسی صورت بھی decency کو اپنے ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہئے اور ان ایوانوں کو توقیر و عزت دینے کا طریق کار یہی ہے کہ جو بھی ایجنڈا ذہن میں ہو اسے ایوان میں رکھا جائے۔ میں 3.5 فیصد ٹیکس معاف کروانے اور ختم کروانے کے لئے آپ کے پاس لے کر آ گیا اور باہر میں نے بات نہیں کی تو میں یہ عرض کروں گا کہ بہت مشکل حالات ہیں اور جمہوریت کے مخالف کھڑے ہیں تو split mandate میں اکٹھے ہو کر چلنا کوئی بری بات نہیں ہے بلکہ ایک اچھی بات ہے اور اچھی بات چلنے کے ساتھ ساتھ یہ ہے کہ اگر یہ چلتے ہیں تو

اعتماد کے ساتھ چلیں۔ جب تک دو جماعتیں تین سال تک اعتماد کے ساتھ نہیں چلیں تو نقصان ہوا ہے اب ان کے پاس دو سال ہیں تو ہم اپنے mandate کا احترام کرتے ہوئے یہاں پر اپوزیشن میں بیٹھیں گے اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ اعتماد کے ساتھ چلیں اور اعتماد کے ساتھ آپ دونوں قدم آگے بڑھائیں اور اعتماد کے ساتھ اس صوبے کو خوش حال صوبے کی طرف لے کر جائیں۔ شکریہ

جناب قائم مقام سپیکر: لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): شکریہ۔ جناب سپیکر! محترم سینئر منسٹر راجہ ریاض صاحب اور قائد حزب اختلاف نے جن خیالات کا اظہار کیا میں ان سے اتفاق کرتے ہوئے یہ بات ریکارڈ پر رکھنی چاہوں گا کہ اس ملک کی جتنی بھی جمہوری تاریخ بنتی ہے اس میں سے زیادہ تر عرصہ تو آمریت میں گزرا لیکن آمریت کے ان عرصوں کے دوران بھی جمہوریت اور آزادی کی بات کرنے والے لوگ جدوجہد کرتے رہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ، میں، راجہ ریاض صاحب اور بھی کچھ دوست جو اس ایوان میں موجود ہیں ہم نے پچھلے آمریت کے دور میں پانچ سال تک ہر قسم کا تشدد، torture cell اور جیلیں برداشت کر کے بھی جمہوریت اور حق کی آواز کو بلند رکھا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

آج جب میرے بھائی قائد حزب اختلاف چودھری ظہیر الدین خان جمہوریت پر بات کر رہے تھے اور charter of democracy کی بات کر رہے تھے تو میرے دل میں یہ بات آ رہی تھی کہ آج ہمارا جادو سر چڑھ کے بول رہا ہے۔

جناب سپیکر! ملک یا وفاقی حکومت ایک بحران سے دوچار ہوئی۔ کسی نے اپنے بھتے کے rate کو بڑھانے کے لئے اپنا داؤ پیچ کھیلا، کسی کو ڈیزل کے پرمٹ چاہئیں تھے اس نے اپنا حصہ بڑا کرنے کی کوشش کی اور کسی کو پنجاب کی حکومت چاہئے تھی وہ بھی اپنی طاق لگا کر بیٹھے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ کسی نہ کسی طرح سے کوئی بحران پیدا ہو اور ہمارے گھر میں آکر چاند گرے۔ ایسے موقعوں پر ہمیشہ لوگوں نے سیاست کی، لوگوں نے بحران کو گہرا کرنے کی کوشش کی اور اپنے مطالبات رکھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج اگر کوئی یہ بات کرے کہ ہم mandate کا بہت احترام کرتے ہیں، آپ بھی اس معزز ہاؤس میں موجود تھے جب یہاں پر ایک ایک آدمی کو ساتھ بٹھا کر پریس کانفرنس کی جاتی تھی اور کہا یہ جاتا تھا کہ یہ آدمی مسلم لیگ سے مسلم لیگ میں آیا ہے، اپنے گھر میں ہی آیا ہے اور یہ کون سی کسی دوسری جماعت میں گیا ہے، میں نے ان لوگوں کے خلاف سپیکر آفس میں اپنے reference دائر کئے اور کہا کہ ان لوگوں کا تعلق پاکستان مسلم لیگ (ن) سے ہے اور یہ لوگ پاکستان مسلم لیگ (ن) کے ٹکٹ پر منتخب

ہوئے ہیں جوان لوگوں کو وزیراعلیٰ صاحب اپنے ساتھ بٹھا کر پریس کانفرنس کروا کر کہتے ہیں کہ یہ اپنے گھر میں آئے ہیں۔ میں نے کہا کہ ان لوگوں کے خلاف کارروائی کی جائے۔ میرے ایک ایک referenceکے جواب میں یہ کہا گیا کہ انہوں نے کون سا جرم کیا ہے؟ یہ مسلم لیگ سے مسلم لیگ میں ہی آئے ہیں اور یہ اپنے گھر میں ہی آئے ہیں۔ حالانکہ گھر تو وہ ہوتا ہے جو پہلے ہو، نسل آگے سے نہیں بلکہ پیچھے سے چلتی ہے۔ مسلم لیگ تو پاکستان مسلم لیگ (ن) تھی، مسلم لیگ وہ تھی جو 12۔اکتوبر 1999 کو تھی اور مسلم لیگ وہ تھی جس کا سربراہ میاں نواز شریف تھا۔(نعرہ ہائے تحسین)

12۔اکتوبر 1999 کو 5 بجے جو لوگ کہتے تھے کہ میاں نواز شریف قائداعظم کا ثانی ہے، جو لوگ کہتے تھے کہ وہ ایشیا کا لیڈر ہے اور 6 بج کر 20 منٹ پر وہ کہتے تھے کہ کون نواز شریف ہم تو جانتے ہی نہیں ہیں؟

معزز ممبران حزب اقتدار: شیم، شیم۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اب ایسے لوگ اگر ہمیں mandate کا درس دیں تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ ان کی طرف سے زیادتی ہے۔آج بھتہ خوری،ڈیزل پرمٹ اور پنجاب کی حکومت کے لالچ میں جب رالیں ٹپک رہی تھیں تو اس وقت پاکستان مسلم لیگ (ن) کی قیادت میاں محمد نواز شریف نے اپنا کوئی ذاتی مطالبہ پیش نہیں کیا۔ وہ دس مطالبات سب کے سامنے ہیں اور ان میں سے ایک مطالبہ بھی ایسا نہیں ہے جو پاکستان مسلم لیگ (ن) سے متعلق ہو۔(نعرہ ہائے تحسین)

ان میں سے کوئی ایک مطالبہ بھی ایسا نہیں جو ذاتی اور جماعتی سیاست پر مبنی ہو۔ وہ پاکستان کا ایجنڈا ہے، وہ اس ملک کو آگے بڑھانے کا ایجنڈا ہے اور وہ پاکستان کے 17 کروڑ عوام کے مستقبل کا ایجنڈا ہے اور وہ ایجنڈا میاں محمد نواز شریف نے پیش کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ جیسے میرے سینئر منسٹر راجہ ریاض صاحب نے کہا اور ہمیں اس بات کی قدر ہے کہ انہوں نے اس ایجنڈے کو قبول کر کے ان جماندرو لوٹوں کو جن کا خمیر ہی لوٹا گری سے اٹھا ہے، جو خود لوٹا گری سے پیدا ہوئے ہیں، ان کو بھی، بھتہ خوروں اور ڈیزل پرمٹوں کو بھی shut up call دی۔اب میں سمجھتا ہوں کہ راجہ ریاض صاحب نے جو بات کی ہے ہم امید کرتے ہیں کہ پاکستان پیپلز پارٹی، پاکستان پیپلز پارٹی کی قیادت اور وفاقی حکومت اس قومی ایجنڈے پر عمل کرے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ ان لوٹوں، ان بھتہ خوروں اور ان ڈیزل پرمٹوں کو اس ملک میں سیاست کرنے کے لئے کوئی جگہ نہیں ملے گی۔(نعرہ ہائے تحسین)

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: لیڈر آف دی اپوزیشن کی بات سے پہلے میں صرف اتنا کہوں گا کہ یہ ایک معزز ہاؤس ہے۔ اس میں اگر آپ کسی کی بات کو interrupt کریں گے تو پھر میرے لئے اُدھر سے بھی کنٹرول کرنا مشکل ہو جائے گا اس لئے بات سننے کا حوصلہ پیدا کریں اور لاء منسٹر صاحب نے جو بات کی ہے ان کی بات کا جواب دینے کے لئے اپوزیشن لیڈر کھڑے ہوئے ہیں لیکن decorum of the House کا بھی خیال رکھیں۔ جب رانا ثناء اللہ صاحب بات کر رہے تھے تو اس وقت میں نے آپ کو interrupt کرنا مناسب نہیں سمجھا but this is a wrong way اور آئندہ اس پر دھیان رکھیں۔ جی، لیڈر آف دی اپوزیشن!

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): شکریہ۔جناب سپیکر!۔۔۔(قطع کلامیاں)

جناب قائم مقام سپیکر: منڈا صاحب! آپ تشریف رکھیں۔

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! اگر یہ ہمارے منسٹر کو interrupt کریں گے تو ہم بھی اپوزیشن لیڈر کو بولنے نہیں دیں گے۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: منڈا صاحب! decorum of the House کا خیال رکھیں، یہ آپ کا فیصلہ نہیں ہے کہ کس کو بولنے دینا اور کس کو نہیں بولنے دینا۔ آپ تشریف رکھیں، آپ کا point note ہو گیا ہے اب آپ تشریف رکھیں۔ جی، چودھری ظہیر الدین خان! (قطع کلامیاں)

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! اچھا ہوا کہ آپ نے منڈا صاحب کو کہہ دیا ورنہ منڈا صاحب کو سمجھانے کے لئے پھر مجھے بھی کچھ عرض کرنا پڑتا۔ میری عرض کرنے کے باوجود لاء منسٹر صاحب نے کافی ترش زبان استعمال کی ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس ہاؤس میں ہمیں پھر بھی try کرتے رہنا چاہئے کہ ہم بہتر طریقے سے بات کر سکیں۔ ٹیڑھی بات کس کو کرنی نہیں آتی؟ ٹیڑھی بات کرنے کے لئے special training کی ضرورت نہیں ہوتی۔ میں نے ان کی ملاقاتوں سے ہی وہ سب کچھ سیکھا ہوا ہے لیکن میں ایسی بات نہیں کروں گا۔ میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جس ایجنڈے کی یہ بات کر رہے ہیں میں نے پہلے بھی بات کی تھی کہ یہ ایک fixed میچ تھا جو کھیلا گیا اور اس fixed میچ کا لوگوں کو پہلے ہی پتا تھا۔ یہ میچ پہلی دفعہ نہیں کھیلا گیا یہ الٹی میٹم کئی دفعہ دیئے گئے۔ یہ ایجنڈا پیش کرنے والے اور ایجنڈا قبول کرنے والے دونوں کو ہی ریلیف مل گیا لیکن ایوان کی ریلیف کہاں چلی گئی؟

معزز ممبران حزب اقتدار: لوٹے، لوٹے، لوٹے۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: آرڈر، آرڈر۔ (شور و غل)

ایک منٹ ذرا تشریف رکھئے گا۔ Order in the House. This is very wrong. آپ ہاؤس کے decorum کا خیال رکھیں۔ وہ بات کر رہے ہیں ان کی بات پوری ہونے دیں اس کے بعد اگر respond کرنا ہو گا تو آپ کے لاء منسٹر کے پاس پورا اختیار ہے وہ respond کریں لیکن اس طرح نہیں۔ جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر!۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: ذرا یہ بات کر لیں پھر آپ کر لیں۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): شکریہ۔ جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے یہ بات واضح کر دوں کہ یہ غلط فہمی دُور کر لیں، یہ مجھے یہاں بات نہیں کرنے دیتے نہ کرنے دیں لیکن ان میں سے کوئی شخص میرے بعد یہاں پر کوئی بات کر کے دِکھائے۔ ان کا کون بندہ یہاں پر بات کرتا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب قائم مقام سپیکر: آپ کی بات complete ہو گئی ہے؟

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جی، نہیں۔ (شور و غل)

جناب قائم مقام سپیکر: پہلے ان کی بات ہو جائے، بھئی! چپ کریں۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب والا! جس دِن یہ 45 دِن کا ایجنڈا دیا گیا جس میں سے پٹرول کی قیمتیں واپس لینے کے لئے کہا گیا جبکہ وہاں یہ تقریر ہو رہی تھی تو وہ واپس ہو چکا تھا۔ اس کے بعد دوسری بات RGST کی کی گئی کہ اسے واپس لیا جائے۔ پیپلز پارٹی پہلے ہی کہہ چکی ہے کہ وہ RGST واپس لے گی۔ اس کے علاوہ بجلی اور گیس کا 45 دِن کا ایجنڈا دیا گیا تھا تو 45 دِن بعد جب سردی کم ہو گی تو گیس کی demand ویسے ہی ختم ہو جائے گی۔ باقی کے چار پانچ نکات sub-judiced matter میں ہیں۔ یہ آپس میں ان کا relief دینے کا چکر ہے، یہ سارے کا سارا پتلی تماشا ہے ہم اس کا حصہ نہیں بنتے۔ ہم نے صرف یہ کہا ہے کہ آپ یہ ایجنڈا ایوان میں لے کر آئیں، اگر چودھری نثار صاحب وہاں سے دے دیتے تو زیادہ بہتر تھا۔ چھوٹی چھوٹی چیزیں تو یہ forgive نہیں کر سکتے کسی کو دینے کے لئے اور یہاں پر یہ کہا جاتا ہے کہ ہم اس پر بات نہیں کرنے دیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ اس کا اعلان کریں اور آپ میں سے کوئی یہاں پر بات کر کے دکھائے، کون اس طرح یہاں پر بات کر سکتا

ہے ؟ ہم آرام سے بات کر رہے ہیں، ہم ٹیڑھی بات نہیں کرتے۔ کون سی آپ کی یہاں پر اکثریت ہے جو ہمیں بات کرنے سے روک سکتی ہے یا کون خود بات کر سکتا ہے ؟

معزز ممبران حزب اقتدار: لوٹا، لوٹا۔۔۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): میں یہاں پر پھر کہوں گا، میں اس بات کو دہراؤں گا جو تھوڑی سی دِل کو لگی ہے کہ یہاں پر اپنی اقلیتوں کو اکثریت میں بدلنے کے لئے جو رویّہ وزیر اعظم نے اختیار کیا ہے کہ وہ قیادتوں سے بات کرتے ہیں وہی اختیار کیا جائے۔ میں یہ بات دوبارہ دہراؤں گا۔ یہ ایجنڈے سارے کے سارے، کبھی ہوا ہے کہ ایجنڈا دینے کے بعد ٹیلیفون کا انتظار کیا جائے کہ ہمیں ایجنڈا ماننے کا ٹیلیفون آئے گا تو پھر کوئی بات کریں گے۔ یہ ٹیلیفونک انتظار کرنے والی بات۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ ماحول کو اچھا رکھا جائے۔ ہم ہمیشہ ماحول کو بہتر کرنے کا تعاون پیش کرتے ہیں۔ ان باتوں سے اور یہ جو آپ چھوٹی چھوٹی نعرہ بازی کرتے ہیں تو ہم گھبرانے والے ہیں نہ گھبرائے ہیں لیکن یہ بات ہے کہ آپ جیسا رویّہ اختیار کریں گے ویسا ہی رویّہ یہاں سے اختیار کیا جائے گا۔ شکریہ (شور و غل)

جناب قائم مقام سپیکر: جی، لغاری صاحب!

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: شیخ صاحب! میں floor دیتا ہوں۔ Let him speak.

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! ہمارے اس ہاؤس میں بہت سارے ممبران ایسے ہیں جو پہلی دفعہ elect ہو کر آئے ہیں اور انہیں یہ نہیں پتا کہ Leader of the Opposition کا status کیا ہے؟ ان بہنوں اور بھائیوں کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ اس ایوان کے اندر یہ دو کرسیاں، Leader of the House اور Leader of the Opposition برابر کی کرسیاں ہیں۔ حکومت اس ایوان کا ایک sub-set ہے اور جتنا احترام اور عزت Leader of the House کو ملتی ہے اتنا ہی احترام اور عزت Leader of the Opposition کو ملنی چاہئے اور یہ جو ہم شور مچا کر بد تمیزی کر کے سمجھتے ہیں کہ ہم نے کوئی اچھا کام کیا ہے۔ (شور و غل)

جناب افتخار احمد خان بلوچ: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: پلیز! بلوچ صاحب! تشریف رکھیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! جس وقت بھی چیف منسٹر Leader of the House بولتے ہیں ہمارے ہاؤس میں سے کوئی نہیں بولتا، لاء منسٹر صاحب ایک منسٹر ہیں He is not the Leader of the House, ان بھائیوں کو یہ بھی بتادیں یہ خوشامد سے اپنے نمبر تو ضرور ٹانگ رہے ہیں لیکن یہ بالکل اصول کے خلاف بات کر رہے ہیں اور مہربانی کر کے ہم یہ روایت پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ افتخار بلوچ صاحب نے اگر شور مچانا ہے تو مہربانی کر کے ان کو چُپ کروادیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: لغاری صاحب! ایک منٹ ذرا آپ بھی تشریف رکھئے گا۔ جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! محترم لغاری صاحب نے جو بات کی ہے بالکل درست ہے کہ Leader of the Opposition کا مقام Leader of the House کے بعد ہے اور جو پارلیمانی لیڈران ہیں اُن کا مقام اُن کے بعد ہے اور جب وزیراعلیٰ یا قائد ایوان موجود نہ ہوں تو روایت یہ ہے کہ Minister for Law and Parliamentary Affairs ان کو represent کرتے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

میرے معزز بھائی اور بہنیں جو opposition benches پر بیٹھی ہیں میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ کبھی بھی Leader of the Opposition جب اپنی بات کر رہے ہوں گے تو انہیں interrupt نہیں کیا جائے گا۔ اگر جذبات میں آکر کسی معزز ممبر نے بات کی بھی ہے تو میں اس کی ذمہ داری لیتا ہوں کہ اس طرف سے کوئی بھی معزز ممبر ان کو interrupt نہیں کرے گا۔ اس وقت صورتحال یہ پیدا ہوئی کہ جب Leader of the Opposition نے بات کی تو سب نے ان کی بات بہت خاموشی اور تحمل سے سُنی، جو ہمارے سینئر منسٹر ہیں وہ بھی اپنی پارٹی کے پارلیمانی لیڈر ہیں جب انہوں نے بات کی تو وہ بھی سُنی گئی لیکن اس دوران بھی اس طرف سے آوازیں آتی رہیں اور جب میں نے بات کی تو اس وقت بھی اس طرف سے آوازیں آئیں جس کی وجہ سے یہاں سے reaction ہوا۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اقتدار کی جانب سے شیر، شیر کی نعرہ بازی)

اس کے بعد میں سمجھتا ہوں کہ جب ایک مرتبہ Leader of the Opposition نے بات کر لی، راجہ ریاض صاحب نے بطور پارلیمانی لیڈر اپنی جماعت کی بات کر لی اور اس کے بعد میں نے بھی عرض کر دیا تو اس کے بعد جواب الجواب کا سلسلہ نہیں ہونا چاہئے تھا لیکن قائد حزب اختلاف نے چونکہ بات کی ہے اور پھر انہوں نے ایجنڈے کو hit کیا ہے کہ فلاں چیز تو فروری میں پندرہ دِن، سولہ دِن بعد ختم ہو جائے گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ اُس ایجنڈے کے نکات سے واقف نہیں ہیں۔ میں آج ہی ان کی

خدمت میں ان نکات کی ایک کاپی پیش کر دوں گا اور اب میری ان قوتوں سے جو blackmailing کرنا چاہتی تھیں ان کی خدمت میں یہی عرض ہے کہ :

جا اپنی حسرتوں پہ آنسو بہا کے سو جا

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب قائم مقام سپیکر: میرا خیال ہے کہ پہلے ذرا وہ کر لیں یا پہلے یہ ذرا بات کر لیں؟ پھر آپ کر لیں۔ آپ دیکھیں اس وقت ہاؤس کا ایک decorum ہے kindly اس کو follow کریں۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): شکریہ۔ جناب سپیکر! میں ہاؤس کے علم میں لانے کے لئے ایک بہت اہم بات کرنا چاہتا تھا لیکن اس سے پہلے چونکہ رانا صاحب نے آج بڑے عرصے کے بعد ایک شعر پڑھا ہے تو ایجنڈے والی میٹنگ کے بعد ایک شعر رہ گیا تھا وہ جو تھا کہ :

لکھ رکھا ہے ترک عہد الفت

مگر دل دستخط کرتا نہیں ہے

معزز ممبران: سمجھ نہیں آئی۔

پوائنٹ آف آرڈر

واپڈا اور ارسا کا بجلی بنانے کے لئے طے شدہ فارمولے سے زیادہ منگلا ڈیم سے پانی کے اخراج سے فصلوں کے نقصان کا خدشہ

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): بعد میں سمجھ لیں جس کسی کو سمجھ آتی ہے۔ واپڈا نے اور ارسا نے نہروں کی بندش کے لئے season میں یہ طے کیا تھا کہ منگلا ڈیم سے اس پیریڈ میں دس ہزار کیوسک سے زیادہ out flow نہیں ہو گا اور واپڈا غیر قانونی طور پر بجلی کی پیداوار بڑھانے کے لئے بیس ہزار کیوسک اس وقت نکال رہا ہے جو پنجاب کے حصے کا پانی ہے وہ ضائع ہو رہا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: یہ میں ذرا بتاؤں کہ آپ کے آنے سے پہلے لغاری صاحب نے بات کی تھی راجہ ریاض صاحب نے اس کا جواب دینا تھا وہ جواب لے کر آئیں گے۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): اگر راجہ صاحب اس پر جواب دینا چاہتے ہیں تو میں نے صرف نشاندہی کرنی تھی۔ آپ کا شکریہ اگر آپ جواب دینا چاہتے ہیں میں اس میں کہنا چاہوں گا کہ

واپڈا کو اس سے باز رکھا جائے کہ وہ پنجاب کا جو Irrigation کا پانی ہے وہ other sources کے لئے استعمال نہ کرے۔

سینئر وزیر / وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! میری خواہش تھی کہ میں اپنے جو محترم اپوزیشن کے دوست ہیں آج ان کے احترام کی انتہا کر دوں لیکن چودھری ظہیر صاحب، یہاں پر بات ہو رہی تھی کہ اپوزیشن لیڈر اور قائد ایوان کا ایک جیسا استحقاق ہے اور یہ جو بات اپوزیشن لیڈر نے کی ہے یہ مجھے انتہائی دُکھ کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ انہوں نے ایک خبر جو غلط ہے کم از کم وہ اپنے کسی ممبر سے یہ بات کہلوا لیتے، ایک غلط خبر پر انہوں نے بات کی ہے اور یہاں پر آج جواب کی رپورٹ ہے اس میں منگلا سے دس ہزار کیوسک اور تربیلا سے انہوں نے تیس ہزار کیوسک کہا ہے اور تربیلا سے دس ہزار کیوسک جو بہت تھوڑا پانی ہے وہ چھوڑا گیا اور یہ سندھ اور پنجاب کا اکٹھا ہے یہ پانی ہم total draw کر رہے ہیں۔ کوئی ایسی بات نہیں ہے، خدانخواستہ کوئی غیر قانونی کام نہیں ہو رہا، جو ہم پانی draw کر رہے ہیں میں نے اس معزز ہاؤس کے سامنے رکھ دیا ہے۔ پچھلے دِنوں جب ضرورت نہیں تھی مکمل بند تھا اب سارا سال تو پانی بند نہیں رکھنا آہستہ آہستہ اس کو کھولنا ہے اب ہم بھل صفائی کی مہم بھی ہمارے آدھے مرحلے سے آگے جا چکی ہے تو اب آہستہ آہستہ اس کو کھولنے کا جو procedure ہے وہ adopt کیا جا رہا ہے، کسی جگہ انہوں نے ایک الفاظ استعمال کیا کہ غیر قانونی بجلی پیدا کی جا رہی ہے۔ (قہقہہ)

یہ مجھے سمجھ نہیں آئی کہ غیر قانونی بجلی کس طرح پیدا کی جاتی ہے لیکن ہم ان کے جذبات کا احترام کرتے ہیں اور انشاء اللہ کوشش کریں گے کہ کسی جگہ غیر قانونی بجلی پیدا ہو اور نہ کوئی غیر قانونی کام ہو۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب والا! میں یہ گزارش کروں گا کہ ۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: لغاری صاحب! میں آپ کو ابھی floor دیتا ہوں کیونکہ آپ نے جو سوال کیا تھا اس پر انہوں نے respond کیا ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب والا! یہ کہہ رہے ہیں کہ پانی نہیں کھولا گیا تو کیا یہ اس House کے floor پر assurance دیتے ہیں، ان کی یہ بات پکی ہے۔25۔دسمبر سے 5۔فروری تک closure کا جو period ہوتا ہے ابھی 5۔فروری تو نہیں آیا، 25۔دسمبر سے اب تک 10 ہزار کیوسک سے زیادہ پانی نہیں کھولا گیا، کیا اس بات کی House میں assurance دیتے ہیں؟ بات تو یہ ہے کہ 10 ہزار کیوسک سے زیادہ پانی چھوڑا گیا ہے، یہ کہہ رہے ہیں کہ آج کی یہ پوزیشن ہے تو میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا اس سے پہلے کبھی نہیں چھوڑا گیا، یہ clarify کر دیں پانی چھوڑا گیا یا نہیں؟ میں نے تو ان کو ٹائم دیا تھا کہ جائیں

یہ کل اپنا پورا home work کر کے آئیں۔ اگر تو یہ اس پر فوراً جواب دینا چاہتے ہیں تو کیا یہ گارنٹی کر رہے ہیں کہ 10 ہزار کیوسک سے زیادہ منگلا ڈیم سے پانی نہیں چھوڑا گیا؟

سینئر وزیر / وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): جناب والا! انہوں نے 25۔ دسمبر سے لے کر۔۔۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب والا! میں نے کہا ہے کہ closure کا جو ٹائم ہے canal closure time کے اندر۔۔۔

سینئر وزیر / وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): جناب والا! میں کل اس کی مکمل تفصیل ان کو بتا دوں گا۔

جناب قائم مقام سپیکر: کل مکمل تفصیل لے کر آئیں۔ جی، شیخ علاؤالدین صاحب!

شیخ علاؤالدین: شکریہ۔ جناب والا! میں یہ چاہوں گا کہ میرے بھائی چودھری ظہیر الدین صاحب ایک منٹ بیٹھ جائیں میں چند سیکنڈ کے اندر اپنی بات ختم کر دوں گا۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمن رانا: جناب والا! میں بھی کچھ گزارش کرنا چاہتا ہوں۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: میجر صاحب! ان کے بعد میں آپ کو floor دوں گا۔

مال روڈ پر احتجاجی جلوسوں سے تاجروں اور پرائیویٹ سکولوں کی فیسوں میں بے جا اضافہ سے عوام کو پریشانی کا سامنا

شیخ علاؤالدین: جناب والا! مجھے صرف دو منٹ کے لئے House in order چاہئے کیونکہ اوپر میرے جرنلسٹ بھائی بیٹھے ہیں وہ ایک بات پر ہنس رہے تھے، میں جانتا ہوں کہ وہ کیوں ہنس رہے تھے اور میں مجبور ہوں کہ اس بات کا جواب دوں۔ میں نے چودھری ظہیر الدین صاحب کو انتہائی seasoned Parliamentarian پایا ہے اور ان کی میں دل سے قدر کرتا ہوں لیکن آج ایک بات ایسی ہوئی ہے جس کا جواب اگر میں نہیں دوں گا تو یہ مناسب نہیں ہو گا، میں خاموشی بھی چاہتا ہوں، اگر آپ تھوڑا سا سن لیں تو آپ کی مہربانی ہو گی۔ یہ سارے House کے علم کا معاملہ ہے جس پر میں بات کرنے لگا ہوں۔ چودھری صاحب نے بات شروع کی تھی، میں جو بات کرنا چاہتا تھا وہ انتہائی اہم public issue ہے اس کو ایک طرف رکھ کر چودھری صاحب نے یہ بات کی اور ان کا حق ہے وہ ضرور کریں۔

انہوں نے یہ کہا کہ ساڑھے تین فیصد withholding tax فیڈرل گورنمنٹ نے آڑھتی پر لگایا ہے۔ میں اس بات کا اس لئے جواب دینا چاہتا ہوں کہ کیا withholding tax اور capital value tax پچھلے پانچ سال سے پنجاب گورنمنٹ on behalf of Federal Government collect نہیں کر رہی تھی، آڑھتی پر اگر ٹیکس لگا ہے تو اس کا کسان سے کیا تعلق ہے؟ withholding tax اس کی income پر ہے اور اس کو کسان کے نام پر لگا کر یہ بدنام کرنا کہ پنجاب حکومت لگا رہی ہے یہ ایک seasoned parliamentarian کی زبان سے آنا میرے لئے دکھ کی بات ہے۔ وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ withholding tax اور capital value tax پنجاب حکومت اکٹھا کر رہی ہے۔ یہ پراپرٹی، موٹر وہیکل اور اس کے علاوہ اور چیزوں پر بھی پنجاب حکومت اکٹھا کر رہی ہے۔ اب اگر انہوں نے یہ آڑھتیوں پر ٹیکس لگایا ہے تو کسان اس میں کہاں hit ہوا ہے؟ میں یہ بھی چاہوں گا کہ میرے بھائی چودھری ظہیر الدین اس کا بھی جواب دیں۔

دوسری بات میں یہ کروں گا کہ یہ جو آئے دن مال روڈ پر جلوس آتے ہیں چودھری ظہیر الدین صاحب اور میں 2006 میں Loss Assessment Committee کے ممبر بن گئے تھے، مجھے تو پتا نہیں کہ کیسے اچانک بنا دیا گیا تھا؟ اس وقت مال روڈ تباہ ہو گیا تھا اور اس وقت بھی میں نے اس House میں یہ گزارش کی تھی کہ خدا کے لئے مال روڈ کو no protest area declare کر دیا جائے۔ میرے بھائی میرے ساتھ تھے اور میں یہ بات repeat نہیں کرنا چاہتا جب کروڑوں روپے کا مال روڈ کا نقصان ہوا تھا تو مجھے انہوں نے کیا کہا تھا کہ ہم نے کیا کرنا ہے۔ آج تک مال روڈ کو no protest area ہم نہیں بنا سکے، یہ بات بالکل ٹھیک ہے کہ لوگوں کا protest کرنا حق ہے لیکن اس کے لئے بڑا آسان طریقہ ہے کہ یہاں سامنے جہاں summit مینار ہے تین چار سو آدمیوں کو آنے دیا جائے اور وہاں سے دو تین لوگ آئیں، جیسے بین الاقوامی طور پر United Nations کے دفتروں کے سامنے protest ہوتا ہے، پرسوں جب جمعہ والے دن میں آپ کے پاس آیا تھا تو اس وقت بھی باہر نرسوں کی ریلی تھی اور تمام ٹریفک بند تھی، ایمبولینسیں کھڑی تھیں اور لوگ ہمیں بُرا بھلا کہہ رہے تھے۔ اب آپ یہ بتائیں کہ ہمارے اس House کا اس میں کیا قصور ہے، لوگوں کا تو حق ہے کہ وہ protest کریں، کیا ہم ان کو ایک safe passage نہیں دے سکتے؟ 2006 میں مال روڈ تباہ ہوا اور اس کے علاوہ ہر وقت یہ خطرہ ہوتا ہے، پچھلے اجلاس کے دوران ہمارے ایم پی ایز حضرات کی گاڑیاں توڑی گئیں، سکیورٹی سٹاف کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ بھی آپ کے سامنے ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور افسوسناک بات کہ میں نے جب

اس پر تحریک التوائے کار پیش کی آپ ایک سیکنڈ میں سمجھ جائیں گے جو کچھ میں کہنا چاہ رہا ہوں۔ جواب اس کا یہ آیا کہ .Matter is subjudiced with the court حالانکہ یہ ایک چیف جسٹس کا suo motu action تھا۔ انہوں نے ٹیچروں کو بلایا اور کہا کہ یہ آپ مت کریں اور معاملہ dispose of ہو گیا یعنی معاملہ subjudice تھا ہی نہیں۔

جناب والا! میری تیسری بات یہ ہے کہ میں نے بارہا یہ بات کہی ہے کہ لوگ ان private institutions سے بہت پریشان ہیں، 60ہزار روپے ایک بچے کی فیس ہے۔ آپ خود درد دل رکھنے والے ہیں آپ بتائیں کہ بچوں کی فیس کیسے دی جائے گی؟ اسی طرح پرائیویٹ میڈیکل کالج سات سات لاکھ روپے ایک سال کا لے رہے ہیں۔ اب آپ مجھے بتائیں کہ یہ کتنا آسان کام ہے، ان دونوں issues پر آج آپ ایک کمیٹی بنا دیں اور تین دن کے اندر اس کا فیصلہ ہو جائے گا کہ مال روڈ کا کیا کرنا ہے اور ان بچوں کی فیسوں کا کیا کرنا ہے؟ باقی رہ گئی بات capital value tax اور withholding tax کی تو میں چودھری صاحب کے علم کو salute کرتا ہوں مجھے یہ بتائیں کہ کیا پنجاب حکومت اس کی collection نہیں کر رہی اور withholding tax پر کسان کا کہاں interest آ گیا؟

جناب قائم مقام سپیکر: شیخ صاحب! ایک طرف رہ جائیں۔ پرائیویٹ سکول اور then withholding tax وغیرہ۔

شیخ علاؤالدین: کیا کروں؟ جناب! آج مجھے ٹائم مل گیا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: میں نے آپ کے کہنے پر specifically ایجوکیشن منسٹر کو بلایا ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب والا! میری عرض یہ ہے اور میرا حال اس بھوکے جیسا ہے جس کو غلطی سے اس کے مالک نے کہہ دیا کہ آؤ کھانا کھالو، وہ تو باہر نہیں نکلے گا وہ تو کچھ اور ہی سمیٹ کر جائے گا۔ مجھے ٹائم کہاں ملتا ہے اور میں نے جو بات کی ہے میں چاہوں گا کہ حکومت کی طرف سے اس کا جواب آنا چاہئے لیکن میں نہ صرف اس معاملے کا عینی شاہد ہوں بلکہ اس بات کو سمجھتا ہوں کہ withholding tax کون لے رہا ہے۔ شکریہ

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب والا! میں یہ گزارش کروں گا کہ۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: وزیر تعلیم صاحب! آپ نے اس پر بھی respond کرنا ہے اور ان کے بعد آپ بات کریں گے۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): شکریہ۔ جناب سپیکر! محترم شیخ علاؤالدین صاحب کی توجہ میں چاہوں گا۔ میں یہاں حاضری کے لئے اور ان کے ارشادات سننے کے لئے بیٹھا تھا۔ میں یہ عرض کروں گا کہ میں یہ نہیں کہوں گا کہ وہ سمجھے نہیں بلکہ میں شاید ان کو سمجھا نہیں پایا اور ان کی توجہ کسی اور طرف تھی۔ میں نے یہی بات کہی تھی کہ 31۔دسمبر کو یہ نوٹیفکیشن ہوا ہے میں اس کی کاپی آپ کو پیش کر دوں گا۔

دوسری بات میں نے یہ کہی ہے کہ اس میں اس کا mechanism of collection نہیں دیا گیا۔ آڑھتی سے یہ ٹیکس لینا ہے تو وہ اپنے پاس سے کیوں دے گا؟ وہ جو مولی اور گاجر آتی ہے آپ تک مولی پہنچنے سے پہلے وہ یہ ٹیکس کسان سے لے گا، ہر وہ مولی گاجر جو آپ تک پہنچے گی اس پر withholding tax تو لگے گا اور یہ آڑھتی پر ہی لگے گا لیکن آڑھتی نے کبھی اپنے پاس سے یا اپنے منافع میں سے ٹیکس نہیں دیا۔ وہ لامحالہ کسان کی کھال میں سے اتارے گا اس لئے میں نے ایک تجویز دی ہے اور اگر اس میں کوئی اچھائی ہے تو اس میں میرا ساتھ دیں اور اگر کوئی خامی ہے تو مجھے حکم صادر فرمائیں میں اپنے آپ کو اس کا مجرم سمجھتے ہوئے بیٹھ جاؤں گا۔ میں یہی کہنا چاہتا تھا کہ یہ جو کسان کی product ہے اس نوٹیفکیشن کو بھی ملاحظہ فرمالیں نہیں تو مغل صاحب ہیں وہ دو دن سے ٹیلی ویژن پر بیٹھے فرما رہے ہیں ان کے پاس بھی نوٹیفکیشن ہے اور کچھ اور دوستوں کے پاس بھی ہوگا اور اگر آپ کے پاس اس سے کوئی بہتر چیز ہے تو ہم اس کو مانیں گے، جیسے آپ حکم صادر فرمائیں گے ہم مانیں گے۔ (قطع کلامیاں)

جناب قائم مقام سپیکر: سارے دوست تشریف رکھیں۔ شیخ صاحب نے جو بات کی ہے ابھی ہمارے وزیر تعلیم صاحب۔۔۔

شیخ علاؤالدین: جناب والا! میں چودھری صاحب کی مسکراہٹ پر مسکرا رہا ہوں۔ وہ یہ سمجھ گئے ہیں کہ میں صحیح کہہ رہا ہوں۔ اب یہ اس کی collection پر آ گئے ہیں کہ 31۔دسمبر کو یہ نوٹیفکیشن آیا ہے۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب والا! میں یہ گزارش کروں گا کہ۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: وزیر تعلیم صاحب!

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! پانچ چھ مہینے پہلے ایک تحریک التوائے کار اس ایوان کے اندر لانے کی کوشش کی گئی تھی۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمن رانا: جناب والا! آپ مجھے بات ہی نہیں کرنے دیتے۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ Let the Chair decide کہ کس نے بات کرنی ہے اب آپ اس طرح سے نہ کریں۔ میں آپ کو ابھی floor دیتا ہوں۔ میں House کا ایجنڈا چھوڑ کر آپ لوگوں کو floor دے رہا ہوں تھوڑی دیر کے لئے تسلی رکھیں۔ (قطع کلامیاں)

میاں نصیر احمد: جناب والا! پانچ چھ مہینے پہلے جو تحریک التوائے کار اس ایوان کے اندر لائی گئی تھی، جو لانے کی کوشش کی گئی تھی اس کا بنیادی مقصد سکولوں کی فیسوں کے حوالے سے تھا لیکن جو جواب دیا گیا اس میں یہ کہا گیا کہ سندھ اسمبلی سے ایک law پاس ہوا ہے کہ اگر کوئی پرائیویٹ سکول سالانہ فیس بڑھانا چاہتا ہے تو ایک law ہے جس کے تحت وہ پانچ فیصد سے زیادہ فیس نہیں بڑھائے گا۔ اس law کی کاپی بھی منگوالی گئی اور وہ تحریک التوائے کار اس لئے approve نہ کی گئی۔ اس ایوان کے اندر مجھے یہ بھی بتایا گیا کہ ایک کمیٹی تشکیل دی گئی ہے جو پرائیویٹ سکولوں کی فیسوں کے حوالے سے legislation لا رہی ہے لیکن اس کے بعد جب تین دفعہ فیسیں بڑھائی گئیں تو متاثرہ والدین کی ایک کمیٹی بنائی گئی۔ یہ واقعہ میرے حلقے کے اندر ہوا وہ متاثرہ والدین جو بچوں کی فیسیں afford نہیں کرتے تھے جب انہوں نے سکولوں کے باہر احتجاج کیا تو انہیں پرائیویٹ سکولوں کے مالکان نے تحریری notices جاری کر دیئے اور ان میں mention کیا گیا کہ اگر والدین نے دوبارہ اس قسم کی حرکات یعنی احتجاج کیا تو ان کے بچوں کو سکول سے نکال دیا جائے گا۔ یہ notices آج سے چار ماہ پہلے جاری کئے گئے تھے۔ اس کے بعد متاثرہ والدین کی جو تنظیم بنی تھی وہ رجسٹرڈ کرائی گئی جس دن سے وہ تنظیم رجسٹرڈ ہوئی اس نے کوئی احتجاج نہیں کیا میں اس سکول کا نام نہیں لینا چاہتا لیکن اس سکول کی آرگنائزیشن کی طرف سے دوبارہ انہیں notices جاری کئے کہ اگر متاثرہ والدین نے ایک مہینے کے اندر اندر اس تنظیم کو ختم نہ کیا تو ان کے بچوں کو سکول سے نکال دیا جائے گا۔ کیا اس ملک کے اندر بچوں کے والدین احتجاج بھی نہیں کر سکتے، بات بھی نہیں کر سکتے؟ آج سے چھ ماہ پہلے یہ کہا گیا کہ اس پر قانون سازی کے لئے کمیٹی بنائی گئی ہے لہذا آپ ایوان کے اندر کوئی تحریک التوائے کار یا قرارداد لے کر نہ آئیں، چھ ماہ گزر چکے ہیں لیکن اس پر کون سی قانون سازی ہوئی ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر: پہلے آپ سکول کا نام لیں۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! اس میں کریسنٹ پبلک سکول ہے۔DHA کے schools ہیں بلکہ تمام schools ہیں اور وہ on record ہے کہ 42 city اور جیو چینل پر احتجاج ہوا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

سینئر وزیر / وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! قبل اس کے کہ میرے معزز بھائی جواب دیں یہاں پر چودھری ظہیر صاحب نے شعر پڑھا تھا میں اس سلسلے میں ان سے گزارش کروں گا۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: چودھری صاحب ابھی ہاؤس میں نہیں ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: ابھی بات ہوئی ہے کہ interrupt نہیں کرنا۔

سینئر وزیر۔ وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر!

جب بھی خون کی ضرورت پڑی سب سے پہلے گردن ہماری کٹی
پھر یہ اہل چمن کہتے ہیں یہ چمن ہمارا ہے تمہارا نہیں

جناب قائم مقام سپیکر: جی، وزیر تعلیم!

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: میجر صاحب! اس کے بعد آپ کی ہی باری ہے۔ ذرا یہ بات ختم ہو جائے۔ جی، وزیر تعلیم!

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! یہ بڑے important issue پر بات کر رہے ہیں۔ اس وقت پرائیویٹ سیکٹر بہت grow کر گیا ہے اور پرائیویٹ سیکٹر میں سکولوں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ جیسے شیخ صاحب اور میاں نصیر صاحب نے یہاں اس issue کو raise کیا ہے۔ ہماری موجودہ حکومت نے وزیراعلیٰ صاحب کے حکم پر ایک کمیٹی constitute کی تھی۔ اس وقت ہمارے پاس existing law 1984 کا ایکٹ ہے جس کے تحت ہم پرائیویٹ سکولوں، کالجوں کو اپنے پاس رجسٹرڈ کرتے ہیں مگر اس law میں یہ provision نہیں ہے کہ ہم ان سکولوں اور کالجوں کی فیسوں میں جو اضافہ کیا جاتا ہے اسے کنٹرول کر سکیں۔ انہوں نے بالکل یہ بات بجا کہی ہے۔ اس وقت ہمارے پاس جو data ہے اس کے مطابق پنجاب میں پرائیویٹ سیکٹر میں تقریباً تین سے چار فیصد ایسے سکول ہیں جو ماہانہ

فیس پانچ ہزار سے لے کر پچاس ساٹھ ہزار روپے تک وصول کر رہے ہیں۔دیگر پرائیویٹ سکول بھی جو فیسیں بڑھاتے ہیں ہم نے اس کے لئے ایک regulatory body suggest کی ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ اس کے لئے قانون سازی ہو کر ہمارے پنجاب کے Rules of Business کا حصہ بن جائے پھر ہی ہم ان کو کنٹرول کر سکتے ہیں تب وہ گورنمنٹ کی اجازت کے بغیر فیسوں میں اضافہ نہیں کر سکیں گے ۔ہم نے اس کے لئے جو کمیٹی constitute کی تھی اس کمیٹی نے regulatory body کے لئے ایک law draft کر دیا ہے۔میں لاء منسٹر صاحب سے بھی درخواست کروں گا کہ وہ law اسمبلی میں لائیں اور اس پر قانون سازی کر کے regulatory body بنائی جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: بہت شکریہ۔میجر صاحب کی بات کافی دیر سے pending ہے۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! چھ ماہ پہلے بھی یہی بات ہوئی تھی۔

جناب قائم مقام سپیکر: ذرا ایک منٹ صبر کیجئے۔منسٹر صاحب! آپ اس law کے لئے کوئی cut of date دیں گے کیونکہ یہ بڑا burning issue ہے؟

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! میں نے آپ کو بتایا ہے کہ ہم نے regulatory body کے لئے جو law بنانا ہے اس کی کچھ شقیں بنالی ہیں۔میاں نصیر صاحب نے درست کہا ہے کہ پاکستان میں صرف صوبہ سندھ میں حکومت سندھ نے ایک ایسی regulatory body بنائی ہے جو پرائیویٹ سیکٹر میں سکولوں کی فیسیں اور ان کے دیگر معاملات کو regulate کرتی ہے۔ہم نے اس کو بھی اس کمیٹی کے سامنے رکھا ہے۔ہم کوشش کریں گے کہ اگلے اجلاس میں یہ law لے کر آئیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، بہت شکریہ

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: میجر صاحب کافی دیر سے بات کرنا چاہ رہے ہیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میری بات سن لیں اگر یہ 1984 کے کمپنی ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہیں تو ساری عمران پر کنٹرول نہیں ہو سکتا چونکہ وہ تو پھر SECB کے تحت ہے۔پہلے میجر صاحب بات کر لیں پھر میں ابھی بات کرتا ہوں۔

(اذان عشاء)

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! وزیر تعلیم صاحب نے کہا ہے کہ ایک کمیٹی بنا دی گئی ہے جو اسے دیکھ رہی ہے۔ میری گزارش ہے کہ جمہوریت کی خوبصورتی یہ ہے کہ یہ ہاؤس اس کا فیصلہ کرے۔ ہم نے پہلے ایک health care کا بل بنایا تھا وہ بھی باہر سے بن گیا تھا، لوکل گورنمنٹ کی ایڈمنسٹریشن کا جو اتنا اہم بل ہے وہ بھی ہاؤس کی کمیٹی کے پاس نہیں ہے۔پتا نہیں وہ کہاں پر discuss ہو رہا ہے ؟ یہ بل بھی کہیں باہر discuss ہو رہا ہے۔ ہم اس ہاؤس کی کمیٹیاں استعمال کیوں نہیں کرتے ؟ خدارا یہ issue ہاؤس کی ایجوکیشن کمیٹی کے سپرد کر دیں اور وہ اسے دیکھ لے۔ ہم نے اس ہاؤس کو through the working of these committees empower کرنا ہے لیکن ہم ان committees کو ignore کر رہے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: میرے خیال میں اس پر کافی بات ہو گئی ہے۔ یہ issue کافی دیر سے pending پڑا ہوا ہے۔ جی، منسٹر صاحب! فرمائیں۔

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمن): جناب سپیکر! میں صرف یہ بتانا چاہوں گا کہ ہم نے ایجوکیشن سیکٹر میں جتنی بھی قانون سازی کی ہے وہ ساری ہاؤس کی ایجوکیشن کمیٹی کے ذریعے ہی کی ہے۔ جب ایک issue پر policy making finalize ہو جائے گی تو اس کے بعد اس کمیٹی میں آئے گا اور اسے ہمارے منتخب نمائندے ہی finalize کریں گے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میں ایجوکیشن منسٹر صاحب سے differ کروں گا کیونکہ ہمیں اس ہاؤس میں دانش سکول پر جو documents دیئے گئے تھے اس میں کمیٹی کی جو recommendations تھیں اسے بعد میں حکومت نے پھر تبدیل کر کے ہاؤس میں پیش کیا تھا۔

جناب قائم مقام سپیکر: یہ prerogative تو حکومت کے پاس ہے کہ جب law making ہوتی ہے تو اس کے اندر recommendations وہاں سے آتی ہیں۔ لغاری صاحب! ذرا تشریف رکھیے میں اس کا حل بتانے لگا ہوں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ایک سپیشل کمیٹی بنائی جائے جس کے نام میں آج بیٹھ کر final کر لوں گا جس میں اپوزیشن اور سب کے نام۔۔۔let me do that یہ کمیٹی منسٹر صاحب کی سربراہی میں ہو گی اور وہ دیکھ لے گی کہ اس نے کتنی دیر میں اپنی رپورٹ ہاؤس میں پیش کرنی ہے اور کیا کیا ہونا چاہئے کیونکہ یہ ایک بہت بڑا burning issue ہے۔ آج والدین بچوں کی فیسوں کے ہاتھوں پریشان ہیں لہذا اس پر بات بھی ہونی چاہئے اور اس پر کام بھی ہونا چاہئے۔ میں آج بیٹھ کر تینوں کمیٹیوں

کی constitution کر کے صبح ہاؤس میں announce کر دوں گا۔میجر صاحب!اب آپ بات کر لیں اس کے بعد میں نے ایجنڈے کی طرف آنا ہے۔(قطع کلامیاں)

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا:جناب سپیکر!میں اس سلسلے میں ایک بات کرنا چاہتی ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر:نہیں۔میجر صاحب کافی دیر سے کھڑے ہیں۔دیکھیں!یہ طریقہ نہیں ہے۔جی، میجر صاحب!

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا:جناب سپیکر!بہت مہربانی کہ آپ نے مجھے ٹائم دیا۔میں سوا پانچ بجے سے ٹائم مانگ رہا تھا اور اب سات بجنے والے ہیں۔اگر آپ مجھ سے ناراض ہیں تو میں اپنی ناکردہ غلطی کی معافی چاہتا ہوں۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر:پہلے تو نہیں تھا اب ہو گیا ہوں۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا:میں پھر بھی معافی مانگتا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر:جی، بات کریں۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا:جناب سپیکر!مجھے یہ احساس ہوا کہ میں بھی کل سے پینٹ کوٹ پہن کر آیا کروں گا کیونکہ جتنے بھی پینٹ کوٹ والے کھڑے ہوئے آپ نے ان کو ٹائم دے دیا۔میرا قصور یہ ہے کہ میں شلوار قمیض میں آتا ہوں؟ یہ زیادتی ہے اور پھر جواب الجواب پر بہت زیادہ debate شروع ہوتی ہے۔ ایک ایک پوائنٹ آف آرڈر پر چھ چھ points آرہے ہیں۔یہ بتادیں کہ ہم جیسا جو غریب آدمی یہاں آتا ہے اس کا role کیا ہے، کیا اس کا role صرف باتیں سننا ہی ہے ؟ میں سوا پانچ بجے سے لے کر سات بجے تک اٹھ بیٹھ، اٹھ بیٹھ کر تھک گیا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر:پہلی بات تو یہ ہے کہ وقفہ سوالات پونے چھ بجے ختم ہوا ہے اور اس کے اندر کوئی سوال نہیں لیا جا سکتا تھا۔اب اگلی بات کریں۔

لیسکو اور محکمہ کے افسران کی ملی بھگت سے لاہور فیصل آباد روڈ کی تعمیر میں تاخیر سے ٹریفک حادثات میں مسلسل اضافہ

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا:ہو سکدا اے مینوں ٹائم دیکھنا نہ آندا ہوئے۔ میری بڑی مختصر سی گزارش ہے کہ میں اپریل 2008 میں ایم پی اے بنا اور جون 2008 میں ایک تحریک استحقاق اس ہاؤس

میں پیش کی۔وہ تحریک استحقاق میری ذات کے متعلق نہیں تھی بلکہ وہ فیصل آباد سے لاہور تک کے ایریا کی عوام سے متعلق تھی اس کے بعد اس سے متعلقہ چار تحاریک استحقاق اور پیش ہوئیں۔اس پر تین کمیٹیاں بنیں، کمیٹیوں نے اپنا کام کیا لیکن گورنمنٹ آف پنجاب کا ایک ڈیپارٹمنٹ جس کے سر پر جوں نہیں رینگی وہ ہے C&W۔ میں اب بھی جب صبح فیصل آباد سے آتا ہوں اور شام کو جاتا ہوں تو راستے میں جو ایکسیڈنٹ دیکھتا ہوں تو میں اپنے آپ کو کوستا ہوں کہ میں ایم پی اے کیوں بنا؟ اس ایریا کے پانچ ایم پی ایز کس لئے ایم پی اے بنے ہوئے ہیں، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہر روز ایکسیڈنٹ، یہ صرف C&W کی کوتاہی ہے کہ وہ اس agreement کے تحت اپنے ٹھیکیدار سے کام نہیں لے سکے۔ میری تحریک استحقاق بھی پیش ہو گئی اور تین سال سے اس پر کام بھی ہو رہا ہے، ہر مہینے اس پر meetings بھی ہوتی ہیں لیکن اس کا نتیجہ ندارد۔ میں چاہوں گا کہ آپ اس کے متعلق کوئی رولنگ دے دیں تاکہ فیصل آباد سے لاہور تک سفر کرنے والے لوگوں پر جو ظلم ہو رہا ہے، ہر روز ان کی جو اموات ہو رہی ہیں، ان کے ہر روز جو accidents ہو رہے ہیں اس سے نجات مل سکے۔ آپ دھند میں وہاں سفر کریں تو پانچ چھ گاڑیاں ضرور آپ کو وہاں پر الٹی ہوئی نظر آئیں گی کیونکہ وہاں پر کوئی safety measures adopt نہیں کئے گئے۔ ٹھیکیدار پیسے لوٹ کر چلا گیا ہے۔ پچھلی میٹنگ میں سیکرٹری C&W نے کہا کہ مجھے ایک مہینے کا وقت دے دیں، میں ایک مہینے میں آسمان سے تارے توڑ لاؤں گا۔ آج تین ہفتے گزر چکے ہیں لیکن ایک مرتبہ بھی اس حوالے سے کوئی میٹنگ call نہیں کی گئی۔ ہم پانچوں ممبران نے پیدل چل کر ان افسران کو وہ سڑک دکھائی، اس کے نقائص دکھائے تھے جس پر وعدہ کیا گیا کہ یہ تمام نقائص دور کئے جائیں گے۔ آج چھ مہینے سے اوپر ہو چکے ہیں لیکن اس حوالے سے کوئی پیشرفت نہیں ہو سکی۔ میں عرض کرنی چاہتا ہوں کہ اگر اس House کے ذریعے یہ کام نہیں ہو سکتا تو پھر اس سے بڑا forum کون سا ہے جو کہ اس کام کو کر سکتا ہے، مجھے وہ forum بتا دیں تاکہ میں وہاں پر چلا جاؤں؟ بہت شکریہ

جناب قائم مقام سپیکر: پہلی بات یہ ہے کہ Chair سب کو دیکھ رہی ہوتی ہے کہ بات کرنے کے لئے کون کھڑا ہوا ہے۔ جس جس نے بات کرنی ہے مجھے indication آ گئی ہے۔ میں باری باری سب کو floor دوں گا۔ جی، رانا ارشد صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! میجر عبدالرحمٰن صاحب نے جو بات کی ہے وہ بالکل درست ہے اور ہم بالکل متاثرین میں شامل ہیں۔ شاہ کوٹ کے علاقے میں روزانہ حادثات ہو رہے ہیں اور ان حادثات کے نتیجے میں جو لوگ مارے جاتے ہیں ان کی کوئی شنوائی نہیں

ہوتی۔وہاں پر LAFCO والے بے لگام گھوڑا بنے ہوئے ہیں۔جب محکمہ C&W کے افسران، LAFCO کے نمائندوں اور ایم۔پی۔اے حضرات نے on ground وہاں پر visit کر لیا ہے تو اب سیکرٹری C&W ہماری میٹنگ call کیوں نہیں کرتے اور وہ اس visit کے دوران کئے گئے فیصلوں پر عمل درآمد کیوں نہیں کرواتے؟

جناب قائم مقام سپیکر: وزیر قانون صاحب کھڑے ہو گئے ہیں میرا خیال ہے کہ پہلے ان کی بات سن لیں۔جی، وزیر قانون صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! جس حوالے سے پہلے میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن راناصاحب اور اس کے بعد رانا ارشد صاحب نے بات کی ہے۔غالباً اصغر علی منڈاصاحب بھی اسی کے متعلق بات کرنا چاہتے ہیں۔اس National Highway پر جتنے بھی ایم پی اے صاحبان کے حلقے پڑتے ہیں وہ سب مل کر مجھے وقت بتادیں میں اس کے مطابق سیکرٹری C&W کو یہاں بُلا لیتا ہوں وہ ان کے ساتھ بیٹھے گا اور ان کے ساتھ جن جن معاملات کے حوالے سے پہلے بات ہوئی ہے اس کے مطابق اس بات کو ensure کیا جائے گا کہ وہ معاملات resolve ہوں۔

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں اسی حوالے سے ایک چھوٹی سی گزارش کرنی چاہتا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: اگر آپ اسی حوالے سے بات کرنا چاہتے ہیں تو پھر بالکل میں اجازت نہیں دوں گا۔آپ تشریف رکھیں اور پہلے میری بات سن لیں۔بات یہ ہے کہ وزیر قانون صاحب نے on the floor of the House یقین دہانی کروادی ہے اب اگر آپ سب ممبران اس بات پر اکٹھے ہوتے ہیں اور سیکرٹری C&W کچھ نہیں کرتا تو پھر آپ اس معاملے کو دوبارہ House میں لے کر آئیں اور اس موضوع پر اب مزید بات کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔جس طرح راناصاحب نے فرمایا ہے کہ اس National Highway پر جن جن ممبران کے حلقے آتے ہیں وہ سب ابھی نام لکھ کر راناثناء اللہ صاحب کو دے دیں۔راناصاحب جو وقت بتائیں گے اس کے مطابق آپ سیکرٹری C&W اور وزیر قانون صاحب کے ساتھ میٹنگ کریں گے۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! اس حوالے سے کل کے لئے کوئی وقت مقرر کر دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: وزیر قانون صاحب سیکرٹری C&W سے بات کر کے ہی کوئی وقت مقرر کریں گے۔ آپ اپنے سارے نام وزیر قانون صاحب کو دے دیں۔ جی، میاں رفیق صاحب!

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! آج اس معزز ایوان میں جو controversy چلی ہے اس پر حسبِ حال ایک شعر کی آمد آمد ہے۔ شعر یہ ہے کہ:

آ عندلیب مل کر کریں آہ و زاریاں
تو پُکارے ہائے گل میں پُکاروں ہائے دل

جناب قائم مقام سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، حمیرا اویس شاہد صاحبہ!

قانون نجی قرض دہی کی ممانعت پر عملدرآمد نہ ہونے کی وجہ سے لوگوں کی پریشانی میں اضافہ

محترمہ حمیرا اویس شاہد: جناب سپیکر! آج Private Money Lending Act کے حوالے سے کمیٹی کی رپورٹ پیش ہوئی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ بہت سارے ممبران نے اس کو پڑھا نہیں ہوگا اور دیکھا بھی نہیں ہوگا۔ شاید دنیا کا سب سے مشکل کام کسی legislation کو بنانا ہے لیکن اس سے زیادہ مشکل کام اس کو نافذ کرنا ہوتا ہے۔ Money Lending Private مافیا لوگوں پر ظلم کر رہا ہے۔ اس قانون کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ ان لوگوں کے ہاتھ باندھے جائیں جو کہ لوگوں کی زرعی زمین، جائیداد اور گھر چھین لیتے ہیں۔ یہ لوگ آج بھی اسی طریقے سے اپنا کام جاری رکھے ہوئے ہیں۔ وزیر قانون اور محکمہ پولیس کے پاس تو اس حوالے سے تفصیلات بھی ہوں گی۔ آج تک ان کا کوئی کچھ بگاڑ سکتا ہے اور نہ ہی وہ کسی سے ڈرتے ہیں۔ یہاں تک کہ میں نے چار سال قبل جب یہ legislation move کی تھی تو مجھے بہت زیادہ threats آتے تھے اور ابھی بھی آتے ہیں کہ آپ ہمارا کیا بگاڑ لیں گی؟ اگر آپ statistics check کریں گے تو پنجاب کی جو core criminal activities ہیں ان میں Private Money Lending مافیا کا بہت بڑا کردار ہے اور آگے crimes میں اسی کی شاخیں جا رہی ہیں۔ یہ ابھی جو recommendations پیش ہوئی ہیں اگر ان پر بحث نہیں ہونی، اگر ان کو ایوان کے معزز ممبران نے پڑھنا اور سمجھنا نہیں تو پھر اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ ہم نے ہی اپنے اپنے حلقوں میں جا کر اس کو نافذ کرنا ہے۔ میں سود لینے والوں میں اور نہ ہی دینے والوں میں ہوں۔ میں اس بارے میں

legislationاس لئے لے کر آئی تھی کہ یہ ہم سب کا مسئلہ ہے۔یہ ہمارے گلی محلوں، ہمارے شہروں، صوبے اور ملک کا مسئلہ ہے۔اس میں ایک recommendation ہے کہ آپ کو Private Money Lendingکے ہاتھ کاٹنے پڑیں گے لیکن اس سے قرضے لینے کی need ختم نہیں ہو گی۔اس کو آپ consumptive loan or productive loan کہہ لیں یہ حکومت کی ذمہ داری ہے۔آپ کسی کو بھی جب ایک بنک بننے کی powerدیں گے تو وہ اسی طرح خون چُوسے گا جس طرح Private Money Lendingوالے لوگ چُوس رہے ہیں۔آپ چاہےNGOsکو لے آئیں وہ بھی interest charge کر رہی ہیں۔شروع میں تو ہر NGOچار یا پانچ فیصد پر قرض دیتی ہے جبکہ بعد میں یہ اس کو increase کرتے جاتے ہیں۔Micro Credit Financing کی طرف سے جو lending کی جاتی ہے وہ اس پر لوگوں سے 38 فیصد تک سود chargeکر رہی ہے اور جب آپ یہ سود نہیں دے پاتے تو غنڈے بھیجتی ہے بالکل اسی طرح جیسا کہ Private Money Lendingمافیا والے کرتے ہیں۔میری آپ سے گزارش ہے کہ اس رپورٹ کے لئے special timeدیا جائے اور اس پر بحث کی جائے کیونکہ یہ صوبے کے لوگوں کا مسئلہ ہے اور اس پر ایک policyوضع کی جائے۔بہت شکریہ

جناب قائم مقام سپیکر: میرا خیال ہے کہ یہ بڑی important بات ہے اس کو ہم Business Advisory Committee میں رکھ کر اس کے اوپر کوئی دن مقرر کروا لیں گے It is an important issue.اس کو میں خود بھی take upکروں گا۔(قطع کلامیاں)

توجہ دلاؤ نوٹس

جناب قائم مقام سپیکر: میں تھوڑا سا ایجنڈا چلا لوں اس کے بعد میں سب کو floor دیتا ہوں۔اب Call Attention Notices ہیں اس میں پہلا توجہ دلاؤ نوٹس 605 محترمہ ساجدہ میر صاحبہ کا ہے۔ جی، محترمہ!

ضلع بہاولنگر۔ڈاکوؤں کی فائرنگ سے خاتون کی ہلاکت و دیگر تفصیلات

605: **محترمہ ساجدہ میر:** کیا وزیراعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مورخہ یکم جنوری 2011 کی ایک مؤقر اخبار کی خبر کے مطابق ناتھے والا ڈونگہ بونگہ (ضلع بہاولنگر) میں ڈاکوؤں نے فائرنگ کرکے بیوی کو قتل اور شوہر کو زخمی کر دیا؟

(ب) اس کا مقدمہ کس تھانہ میں کن کن دفعات کے تحت درج ہوا ہے؟

(ج) اس سلسلہ میں پولیس نے کیا اقدامات اٹھائے ہیں، تفصیلاً بیان کریں؟

جناب سپیکر! میں اس میں مختصراً یہ کہنا چاہوں گی کہ بعض اوقات پولیس مدعیوں سے یہ کہتی ہے کہ FIR ہماری مرضی سے درج کی جائے گی اگر اس توجہ دلاؤ نوٹس کی رپورٹ گورنمنٹ کے پاس آ گئی ہے تو میں سمجھتی ہوں کہ ہمیں بھی اس پر تھوڑا سا غور کرنا چاہئے کہ پولیس کی طرف سے مدعیوں پر pressure ڈالا جاتا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ کرامت بی بی جو وہاں پر قتل ہوئی ہے اُس کا eye witness اُس کا شوہر ہے۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: محترمہ! توجہ دلاؤ نوٹس پر بحث نہیں ہو سکتی اس پر صرف ضمنی سوال ہو سکتا ہے۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! یہ لوگ چوری یا ڈکیتی کے دوران اگر پہچانے جائیں تو وہ بندے کو قتل کر دیتے ہیں اور پولیس ضمنیوں میں کچھ اور لکھ دیتی ہے اور پھر کہتے ہیں کہ صلح کر لیں میں سمجھتی ہوں کہ اس طرح کے ایک دو criminal لوگوں کو سزائیں ملیں گی تو اس مسئلے کا کوئی حل نکلے گا۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، رانا صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان):

(الف) یہ اس حد تک درست ہے کہ مقدمہ مدعی کے بیان پر درج ہوا لیکن اس بیان میں ڈکیتی کا ذکر نہیں تھا اس لئے یہ قتل کا مقدمہ درج ہوا۔

(ب) اس واردات کا مقدمہ نمبر 2011/01 مورخہ 2011-01-01 بجرم 302/460/324 ت پ تھانہ ڈونگہ بونگہ ضلع بہاولنگر میں درج کیا گیا۔

(ج) اس میں دو ملزم نامزد FIR تھے۔ عابد عرف باوا ولد ممتاز قوم راون سکنہ موضع ناتھے خان اور دوسرا نذیر عرف نموں ولد بشیر قوم ماچھی سکنہ موضع ناتھے والا، یہ دونوں ملزم گرفتار ہو چکے ہیں ان سے آلہ قتل بھی برآمد ہو چکا ہے، ایک ملزم کی گرفتاری ابھی باقی ہے ان ملزمان کا چالان بہت جلد مکمل کر کے عدالت میں پیش کیا جائے گا اور ان کو قرار واقعی سزا دلانے کی کوشش کی جائے گی۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے زراعت (جناب آصف منظور موہل): جناب سپیکر! ناتھے والا میرا گاؤں ہے۔ یہ معاملہ میرے ہی گاؤں کا ہے۔ میں لاء منسٹر صاحب کی تائید ہی کر رہا ہوں کہ یہ معاملہ اُسی رات

کو ہی میرے نوٹس میں آ گیا تھا اور جس طرح لاء منسٹر صاحب نے بتایا ہے اس پر فوری طور پر کارروائی کی گئی اور پولیس کی کارروائی کے حوالے سے مدعی بھی بالکل مطمئن ہے اور کسی طرح کی کوئی پریشانی نہیں ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ اب اگلا Call Attention Notice No. 607 میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا صاحب کا ہے۔ جی، رانا صاحب!

ضلع فیصل آباد۔ چک نمبر 69رب ڈاکوؤں کی گھر میں گھس کر لوٹ مار، فائرنگ اور گھر والوں پر تشدد کی تفصیلات

607: میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ یکم جنوری کی رات 12:00 بجے چک نمبر 69رب گاؤں گھسیٹ پورہ تھانہ بلوچنی ضلع فیصل آباد 12 / 10 ڈکیت اسلحہ سمیت مشتاق احمد صوبیدار (ریٹائرڈ) کے گھر داخل ہوئے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ ان ڈاکوؤں نے مردوں، عورتوں اور چھوٹے بچوں کو تشدد کا نشانہ بنایا اور گھر سے 5 تولہ زیور اور -/25000 روپے نقدی لوٹ کر فرار ہو گئے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ اسی رات ڈاکوؤں کا یہی گروہ رات 2 بجے رانا انور کے گھر داخل ہوا؟

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ ڈاکوؤں نے 75 سالہ شخص رانا محمد انور اور گھر کے دوسرے افراد پر تشدد کیا اور گھر سے نقد -/283,000 روپے اور 24 عدد سونے کی چوڑیاں، 4 عدد سونے کے سیٹ اور بچیوں کی سونے کی بالیاں، وزن 45 تولہ لوٹ کر فرار ہو گئے؟

(ہ) کیا یہ بھی درست ہے کہ علاقہ کے اندر پولیس کی کارکردگی ناقص ہونے کی وجہ سے یہ وارداتیں عروج پر پہنچ گئی ہیں اگر یہ درست ہے تو حکومت اس واقعہ میں ملوث ملزمان کو گرفتار کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجہ کیا ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر: جی، رانا صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان):

(الف) یہ درست ہے۔

(ب) یہ درست ہے۔

(ج) یہ درست ہے۔

(د) یہ درست ہے۔

(ہ) ان وارداتوں کو trace کرنے کے لئے SP CIA اور لوکل پولیس کو special task دیا گیا ہے۔ اس طرح کی واردات کرنے والے 3/2 گینگ کو trace کرنے کی کوشش جاری ہے۔ گزشتہ شب ان میں سے ایک گینگ کے ساتھ SHO جڑانوالہ کا اس وقت مقابلہ ہوا جب وہ ایک گاڑی چھین کر فرار ہو رہے تھے جن میں سے دو ملزمان اس مقابلہ میں ہلاک ہوئے جبکہ دیگر ملزمان کی گرفتاری کے لئے چھاپے مارے جا رہے ہیں۔ ہلاک شدگان کی مدعی مقدمہ ہذا سے شناخت کرائی جائے گی جبکہ باقی ملزمان کو گرفتار کر کے مقدمہ ہذا کی تفتیش کر کے چالان عدالت میں پیش کئے جائیں گے۔ تھانہ ہذا میں سال 2010 میں درج ہونے والے تمام سنگین مقدمات میں سے 60 فیصد سے زائد چالان کئے گئے ہیں تاہم علاقہ میں ڈکیتی اور راہزنی کی وارداتوں کو کنٹرول کرنے کے لئے SHO تھانہ بلوچنی اور DSP حلقہ کو سختی سے ہدایت کی گئی ہے کہ وہ علاقہ میں گشت کے نظام کو موثر بنائیں اور اس سلسلہ میں کسی قسم کی کوتاہی یالاپروائی ہرگز نہ کریں۔

جناب سپیکر! اس سلسلہ میں جن گینگز کو trace کرنے کی کوشش کا ذکر ہوا ہے تو اُن میں سے ایک گینگ پکڑا گیا ہے اور یہ "اوڈ گینگ" کے نام سے جانا جاتا تھا۔ یہ لوگ ڈکیتی کی وارداتوں اور اس قسم کے بہت سارے مقدمات میں ملوث تھے، جو ملزمان پکڑے گئے ہیں اور اُن سے جو leads مل رہی ہیں پولیس اُن پر پوری commitment اور تندہی کے ساتھ محنت کر رہی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ ان گینگز کو break کریں گے اور ان ملزمان کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے گا۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! میرا ایک اضافی سوال ہے کہ کیا وزیر موصوف بتانا پسند کریں گے کہ وہاں پر سراغ رساں کتے منگوائے گئے اور کھوجیوں کا کھرا ایک بہت ہی بااثر آدمی کی مل کے اندر جاتا ہے تو کیا یہ اُن کو شامل تفتیش کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں کیونکہ میری اطلاع کے مطابق ابھی تک اُنہیں touch نہیں کیا گیا۔ لاء منسٹر صاحب نے پولیس افسر سے میری تفصیلی بات کرائی ہے تو انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ ہم ایک مہینے کے اندر اندر ان ملزمان کو trace out کر لیں گے اگر یہ اپنے وعدے پر قائم ہیں پھر تو میری تسلی ہے کیونکہ میں نے آپ کو صرف ایک واردات بتائی ہے۔ اسی گینگ نے اس سے ایک دن پہلے ایک گاؤں میں ایک واردات کی، اُس سے اگلے دن اسی گینگ نے پھر واردات کی اور وہ

ایک گھر کے اندر دو سے اڑھائی گھنٹے رہے ہیں اُن کے اڑھائی سالہ بچے کی گردن پر اڑھائی گھنٹے تک چھری پڑی رہی جسے اُس کے ماں باپ دیکھتے رہے اور ڈکیت گھر کی تلاشی لیتے رہے۔ اس طرح کی سنگین وارداتوں سے عوام اپنی safety and security کے حوالے سے بہت ہی زیادہ فکر مند ہیں۔ محترم لاء منسٹر کے کہنے پر پولیس افسر نے مجھے یقین دہانی کرائی ہے کہ ان ملزمان کو گرفتار کیا جائے گا اور یہ اسمبلی میں رپورٹ پیش کریں گے کہ اس پر عملدرآمد ہو چکا ہے۔ بہت مہربانی۔

جناب قائم مقام سپیکر: بہت شکریہ

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں نے SSP Investigation ڈاکٹر عابد سے راناصاحب کی sitting کرائی ہے تاکہ ان کے پاس جو information ہے وہ اُن کو دیں اور جہاں تک سراغ رساں کتوں والی بات ہے تو آپ اس پر پورے طور پر believe نہیں کر سکتے کیونکہ وہ سراغ رسانی بعض اوقات درست ہو جاتی ہے لیکن اکثر اوقات اس میں غلطی کا بھی احتمال ہوتا ہے۔ رانا صاحب جس مل کا ذکر کر رہے ہیں اُس مل کی labour کو پہلے بھی اس نقطہ نظر سے چیک کیا گیا ہے اور اب بھی چیک کیا جائے گا لیکن جب تک کسی کے خلاف اس قسم کا سنگین جرم ثابت نہ ہو تو اس وقت تک میں سمجھتا ہوں کہ کسی کو بھی بلاوجہ پریشان کرنا قطعی طور پر حکومت کا اور نہ قانون کا منشا ہے۔ اس میں جو گروہ پکڑے گئے ہیں جن کی وجہ سے تقریباً اُن cases پر کام مکمل ہو چکا ہے۔ اب تفتیشی پولیس کو معلوم ہے کہ جرائم میں کون کون سے لوگ ملوث ہیں اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ معزز ممبر پولیس کے ساتھ رابطہ رکھیں اور اپنی معلومات انہیں دیتے رہیں تو انشاء اللہ تعالیٰ اس معاملے میں پوری محنت کی جائے گی تاکہ یہ گروہ trace out ہوں۔

تحاریک استحقاق

(کوئی تحریک پیش نہ ہوئی)

جناب قائم مقام سپیکر: بہت شکریہ۔ اب ہم تحاریک استحقاق لیتے ہیں۔ تحریک استحقاق نمبر 1، جناب جاوید علاؤالدین ساجد کی ہے۔۔۔ وہ موجود نہیں ہیں۔ میں اس تحریک استحقاق کو pending کرتا ہوں کیونکہ اس میں انہوں نے کافی serious قسم کے allegations لگائے ہیں۔

تحاریک التوائے کار

جناب قائم مقام سپیکر: اب ہم تحاریک التوائے کار لیتے ہیں۔سب سے پہلی تحریک التوائے کار نمبر 2010/734 محترمہ نگہت ناصر شیخ صاحبہ کی ہے یہ 5۔جنوری کے لئے pending کی گئی تھی،اس دن اجلاس نہیں ہوا تھا۔راناصاحب!کیااس کا جواب آگیا ہے ؟

راوی نیشنل پارک کا منصوبہ التواء کا شکار ہونے سے حکومت کو لاکھوں روپے کا نقصان

(۔۔۔جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور(راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر!اس کا جواب آ چکا ہے۔یہ بات مصدقہ حقیقت ہے کہ دریائے راوی کے دونوں جانب عرصہ دراز سے لوگ اپنی زمینوں پر کاشتکاری کیا کرتے تھے۔پچھلی چند دہائیوں سے لوگوں نے بغیر کسی منصوبہ بندی کے دریاؤں کے دونوں جانب تعمیرات کیں اور ہر طرح کی مختلف چھوٹی صنعتوں کا نکاس دریا میں ڈالنا شروع کر دیا۔یہ فاضل آبی نکاس راوی سائفن سے لے کر مراکہ گاؤں تک بہتات میں نظر آتا ہے،اس نکاس کی وجہ سے مذکورہ علاقے میں آبی حیات بُری طرح متاثر ہوئی ہے اس صورتحال کو مدنظر رکھتے ہوئے محکمہ تحفظ ماحولیات نے نوٹیفکیشن نمبر 57-333 مورخہ 09-3-23 کو دریا میں ہر طرح کی نکاسی پر پابندی عائد کرنے کے علاوہ کوڑاکرکٹ کے ڈھیر لگانے پر پابندی عائد کر دی ہے۔اس صورتحال کے پیش نظر محکمہ پبلک ہیلتھ انجینئرنگ نے چند سکیموں کا آغاز کیا جو آلودہ نکاس کے پانی کو filter کر کے دریا میں ڈالنے کے لئے بنائی گئی ہیں۔اس حصہ میں حکومت فرانس کے مالی تعاون سے ایک منصوبہ زیر عمل ہے اس صورتحال کا جائزہ لینے کے لئے محکمہ انہار نے بھی ایک جائزہ رپورٹ مرتب کی ہے،محکمہ جنگلات پنجاب نے بھی دریا کے دونوں جانب چند علاقوں کی نشاندہی کی ہے جس پر شجرکاری کر کے ماحول میں مثبت تبدیلی لائی جا سکتی ہے۔یہ درست ہے کہ ریونیو ڈیپارٹمنٹ نے سیکشن 4 کا نوٹیفکیشن جاری کر دیا ہے مگر فی الحال وہ سرکاری گزٹ میں شائع نہ ہوا ہے۔مزید عرض ہے کہ سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ نے بھی رقبہ صرف کاشت کے لئے مختص کیا ہے جس پر ناجائز پکی عمارتیں اور صنعتیں قائم کرنے پر پابندی ہے۔اس وقت محکمہ جنگلات کے زیرانتظام کوئی منصوبہ زیر غور نہ ہے جس کے تحت زمین خرید کی جا سکے اور مذکورہ علاقے کو پارک کی شکل دی جا سکے لہذاایسی کوئی بات نہیں جس سے ہزاروں لوگوں کے بے گھر ہونے کا خدشہ ہو جن کی ذاتی مالیاتی

زمین دریا کے دونوں جانب ہے جن پر وہ کاشتکاری سے اپنا معاشی روزگار حاصل کرتے ہیں۔ محکمہ جنگلات نے کسی بھی غیر ملکی ادارے سے funds کی فراہمی کے لئے رجوع نہ کیا ہے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! میں اس پر یہ بات کہوں گی کہ سیکشن 4 کے متعلق آپ مجھ سے زیادہ بہتر جانتے ہیں کہ جب وہ نافذ ہوتا ہے تو اس کے تحت بھی زمین کی خرید وفروخت ہوتی رہتی ہے جبکہ اسے بھی ختم کر دیا گیا ہے اور وہاں پر زمین کی خرید وفروخت نہیں ہو سکتی۔ میں صرف اس بارے میں کہوں گی لاء منسٹر صاحب بتادیں کہ کیا اسے ختم کیا جا سکتا ہے کہ لوگوں کا نقصان نہ ہو؟

جناب قائم مقام سپیکر: محترمہ نے سوال کیا ہے کہ وہاں پر زمین کی خرید وفروخت روک دی گئی ہے۔ رانا صاحب! کیا وہاں پر زمین کی خرید وفروخت روکی گئی ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! زمین کی فروخت روکنے سے متعلق یہاں جواب میں specifically درج نہیں ہے لیکن اس میں یہ ہے کہ بعض علاقوں میں اس لحاظ سے کہ لوگ ایک ایک ایکڑ اراضی کا تتمہ کاٹ کر وہاں گھر بنوا دیتے ہیں اور وہ ایک کالونی بن جاتی ہے۔ اس میں کوئی سڑک نہیں ہوتی، گیس، بجلی، سولنگ اور کچھ بھی نہیں ہوتا۔ اس طرح وہ ایک slummed areas بن جاتے ہیں۔ اب بڑے شہروں میں اس بات کا خیال رکھا جا رہا ہے۔ محترمہ جو بات کر رہی ہیں شاید وہ یہی ہو کہ شہروں کے باہر ملحقہ زمین میں جب کچی آبادیاں جنم لیتی ہیں اور پھر وہاں صورتحال کافی خراب ہو جاتی ہے۔ اس میں ایسی کوئی بات نہیں ہے کہ یہ زمین کسی باہر کے ملک یا کسی ادارے کو دی جا رہی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: ٹھیک ہے۔ یہ تحریک التوائے کار dispose of کی جاتی ہے۔ اب تحریک التوائے کار نمبر 776/2010 لیتے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اسے pending کر دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: یہ کل تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔ اب محترمہ نگہت ناصر شیخ صاحبہ کی تحریک التوائے کار نمبر 868/2010 لیتے ہیں، اس کا جواب آنا تھا۔ جی، رانا صاحب!

صوبائی دارالحکومت میں تین فیصد سے زائد سڑکیں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہونے سے شہریوں کو مشکلات کا سامنا

(۔۔۔جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! راوی ٹاؤن کی جن سڑکات پر واسا نے road cut لگائے تھے ان کو بحال کر دیا گیا تھا تاہم واسا سے پیسے وصول نہ ہوئے ہیں باقی سڑکات جن کی حالت خراب ہے ان پر patch work جاری ہے موسم کی خرابی کی وجہ سے یہ کام زیر التواء ہے جو نہی موسم بہتر ہو گا ان تمام سڑکات پر ہنگامی بنیادوں پر patch work کر کے ان کی حالت بہتر بنا دی جائے گی۔

جناب سپیکر! شالامار ٹاؤن کے زیر کنٹرول تقریباً 62 سڑکیں ہیں جن میں سے تقریباً 22 سڑکوں پر patch work کروایا گیا ہے جبکہ باقی ماندہ سڑکوں پر رواں مالی سال کے دوران patch work کروا دیا جائے گا نیز واسا نے شالامار ٹاؤن کے علاقہ میں تقریباً ایک کروڑ روپے کے Demand Notice کے عوض cut لگائے ہیں، road cut بحالی کے charges وصول ہوتے ہی ان پر مرمت کروا دی جائے گی۔

جناب سپیکر! واہگہ ٹاؤن کے علاقے میں محکمہ سوئی نادرن گیس پائپ لائن نے اپنے مین پائپ بچھانے کے لئے دیہاتی علاقہ یونین کونسل نمبر 53,51,50 اور 62 میں road cut کیا لیکن محکمہ سوئی گیس نے ابھی تک واہگہ ٹاؤن کو road cut کی بحالی کے charges ادا نہیں کئے ان کی دستیابی کے لئے کوشش کی جا رہی ہے جو نہی وہ رقم وصول ہو گی تو ان کا patch work بھی مکمل کر دیا جائے گا۔

جناب سپیکر! عزیز بھٹی ٹاؤن کے بقایا جات محکمہ واسا کے ذمہ ہیں۔ اس کے علاوہ PTCL اور سوئی گیس کے ذمہ بھی رقوم واجب الادا ہیں جن کی وجہ سے مذکورہ سڑکیں مرمت نہ کی جا سکی ہیں جو نہی ان محکمہ جات سے رقوم وصول ہوں گی تو سڑکیں مکمل کر دی جائیں گی۔ اس کے لئے محکمہ کوشش کر رہا ہے کہ جلد از جلد رقوم وصول ہو جائیں۔

جناب سپیکر! داتا گنج بخش ٹاؤن کی حدود میں واقع سڑکوں پر patch work اپنے وسائل کے مطابق کروایا جا رہا ہے۔

جناب سپیکر! گلبرگ ٹاؤن میں محکمہ واسا نے سیوریج بچھانے کے لئے کھدائی کی ہے۔ سڑک کی بحالی کے لئے Demand Notice مبلغ ایک کروڑ 21 لاکھ 66 ہزار روپے بنام انجینئرنگ محمد

یوسف، سینئر کنسٹرکشن انجینئر گلشن راوی واسا، ایل ڈی اے ارسال کیا گیا ہے لیکن محکمہ کی طرف سے جواب موصول نہیں ہوا جیسے ہی رقم وصول ہو جائے گی ان سڑکوں پر patch work مکمل کر دیا جائے گا اور رقم کی وصولی کے لئے کوشش کی جا رہی ہے۔

جناب سپیکر! سمن آباد ٹاؤن کی انتظامیہ مجموعی طور پر 32 سڑکوں کی تعمیر و مرمت کرنے کی ذمہ دار ہے۔ اس حصہ میں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہونے والی سڑکوں پر patch work شروع کروا دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر! اقبال ٹاؤن کی حدود میں ٹاؤن میونسپل ایڈمنسٹریشن اقبال ٹاؤن کی حدود میں واقع سڑکات پر مرحلہ وار مرمت کا کام کیا جا رہا ہے۔ پہلے مرحلہ میں محرم الحرام کے routes پر patch work مکمل کیا گیا تھا اس وقت دوسرے مرحلہ میں یونین کونسل کے مطابق سڑکات کی مرمت اور patch work جاری ہے جو کہ جلد مکمل کر دیا جائے گا۔

جناب سپیکر! نشتر ٹاؤن انتظامیہ نے مندرجہ ذیل سڑکات کی مرمت کا کام جاری کیا ہوا ہے جن میں ریس کورس، بیدیاں روڈ، سوئے آصل، کچا جیک روڈ اور فیروزپور روڈ شامل ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، محترمہ!

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! میں صرف یہ بات کہوں گی کہ یہ جواب اتنا تسلی بخش ہے تو کیا آپ اس جواب سے مطمئن ہیں؟

جناب قائم مقام سپیکر: چونکہ کچھ علاقے میرے بھی اس میں آتے ہیں اس لئے میں تو مطمئن ہوں کہ وہاں پر کام ہو رہا ہے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! میں یہاں صرف ایک سڑک کی مثال دے دیتی ہوں جو عرصہ دراز سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔ اسمبلی ہال کے بالکل سامنے والی سڑک جو "نوائے وقت" اخبار کی عمارت کی طرف جاتی ہے وہ کب سے ٹوٹی ہوئی ہے اور اس کی حالت زار بالکل ابتر ہے۔ میرے اپنے علاقے حلقہ 147 گڑھی شاہو میں بے شمار سڑکیں ہیں جہاں پر بڑے سکول Queen Mary اور Convent of Jesus and Mary ہیں وہاں پر سڑکوں کی کھدائی کی گئی اور اُس کے بعد ان کو ویسے ہی چھوڑ دیا گیا۔ لاہور کی بے شمار سڑکیں ایسی ہیں جو میرے خیال میں سالہا سال سے ویسی کی ویسی ہیں جن پر کوئی کام نہیں ہو رہا۔ بہر حال میں اس جواب سے مطمئن نہیں ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! جن سڑکوں کے متعلق انہوں نے کہا ہے کہ وہاں پر پیچ ورک شروع ہے یا مکمل ہو گیا ہے تو یہ بھی جواب میں موجود ہے اور جہاں پر کام نہیں ہوا اُس کا بھی ذکر ہے۔ محترمہ اس جواب کی کاپی مجھ سے لے لیں اگر اس میں جواب غلط دیا گیا ہے تو یہ Assurance Committee یا Privilege Committee میں بالکل لے آئیں وہاں محکمے کو بلا کر پوچھا جائے گا۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، مناسب بات ہے۔ محترمہ! آپ لاء منسٹر صاحب سے کاپی لے لیں اور اس کو verify کریں۔ اگر غلط جواب دیا گیا ہے تو بالکل اسے Assurance Committee میں لے کر جائیں۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! بالکل غلط جواب دیا گیا ہے کیونکہ بے شمار سڑکیں ایسی ہیں جو واقعی ٹھیک نہیں ہوئیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: چلیں، آپ دیکھ لیں کیونکہ پیچ ورک کا تو جواب میں بتایا گیا ہے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! علامہ اقبال روڈ اتنی بڑی سڑک ہے جو کئی سالوں سے ٹوٹی ہوئی ہے۔ اُس سڑک پر بہت رش ہوتا ہے اور ٹریفک کا سارا load بھی اسی پر ہوتا ہے۔ بہر حال یہ جواب بالکل غلط ہے۔ میں اس کی کاپی لے لیتی ہوں لیکن آپ خود ہی اس پر کوئی ruling فرمائیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: نہیں، اس پر ruling اس طرح نہیں دی جا سکتی کیونکہ اس کا specific law ہے اور ہم نے rules کو follow کرنا ہے۔ آپ جواب کی کاپی لے کر اُس کو دیکھ لیں۔ اگر آپ مطمئن نہیں ہوتیں تو پھر اس کو آپ Assurance Committee میں لے کر آئیں ہم اُس میں بالکل آپ کو support کریں گے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جی، ٹھیک ہے۔ مجھے اس کی کاپی دے دی جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: یہ تحریک التوائے کار dispose of کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 872/10 بھی محترمہ نگہت ناصر شیخ صاحبہ کی ہے۔ رانا صاحب! اس کا جواب آگیا ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس کا جواب ابھی موصول نہیں ہوا لہذا اس کو آپ pending فرما دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: کب تک کے لئے pending کر دیں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): اگلے ہفتے تک کے لئے pending کر دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، یہ تحریک اگلے ہفتے تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! کب تک اسے pending کریں گے؟

جناب قائم مقام سپیکر: جی، اگلے ہفتے میں اسے دیکھ لیتے ہیں۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 900/10 محترمہ ثمینہ خاور حیات، ڈاکٹر سامیہ امجد، محترمہ آمنہ الفت اور جناب طاہر اقبال چودھری کی طرف سے ہے۔ یہ بھی آج کے لئے pending کی گئی تھی۔ جی، رانا صاحب!

ملک سیف الملوک کھوکھر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: اس کے بعد میں آپ کو اجازت دوں گا کیونکہ تحاریک التوائے کار میں پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو سکتا۔

اوکاڑہ میں محکمہ کی ملی بھگت سے مضر صحت دودھ کی سپلائی

(۔۔۔جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس تحریک التوائے کار کے سلسلے میں ایگزیکٹو ڈسٹرکٹ آفیسر ہیلتھ اوکاڑہ کا ایک لیٹر میرے پاس ہے جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ اس سلسلہ میں عرض ہے کہ ضلع اوکاڑہ کی تینوں تحصیلوں اوکاڑہ، رینالہ خورد اور دیپالپور میں محکمہ صحت ضلع اوکاڑہ کے افسران ایگزیکٹو ڈسٹرکٹ آفیسر ہیلتھ، ڈسٹرکٹ آفیسر ہیلتھ، ڈپٹی ڈسٹرکٹ آفیسر ہیلتھ، ڈسٹرکٹ فوڈ انسپکٹر اور تحصیل فوڈ انسپکٹر گورنمنٹ کے مروجہ قوانین کے مطابق اپنی ذمہ داریاں احسن طریقے سے سرانجام دے رہے ہیں اور گورنمنٹ کے قوانین کے مطابق گوالوں یعنی Milkmen اور جعلی دودھ بنانے والی فیکٹریوں کے خلاف قانونی کارروائی کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں انہوں نے 27 عدد FIRs درج کرنے کی تفصیل یہاں پر دی ہے کہ مختلف پولیس سٹیشنوں میں درج کرائی گئی ہیں اور 2009 تا 2010 میں جعلی دودھ بنانے والوں سے 224 عدد دودھ کے نمونہ جات لے کر تجزیہ کے لئے فوڈ لیبارٹری بھیجے گئے ہیں۔ کورٹ نے فیل نمونہ جات کو 2009 تا 2010 میں کل -/271300 روپے جرمانہ کیا ہے۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! میں جواب سے مطمئن ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: بہت شکریہ۔ یہ تحریک dispose of کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 901/10 ڈاکٹر سامیہ امجد، ڈاکٹر فائزہ اصغر، محترمہ آمنہ الفت اور محترمہ خدیجہ عمر صاحبہ کی طرف سے ہے۔ یہ بھی آج تک کے لئے pending کی گئی تھی۔ جی، رانا صاحب!

لاہور کے ہسپتالوں کو جاری ہونے والی ادویات انتظامیہ کی ملی بھگت سے میڈیکل سٹوروں پر فروخت

(۔۔۔جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ بات درست ہے کہ لاہور کے ڈرگ انسپکٹروں نے مورخہ 10۔دسمبر 2010 کو اندرون لاہور گیٹ میں واقع ایک گودام پر چھاپہ مار کر کچھ ادویات قبضہ میں لیں جن پر سرکاری ہسپتال/گورنمنٹ پراپرٹی کی مہر لگی ہوئی تھی۔ محکمہ صحت حکومت پنجاب نے فوری کارروائی کرتے ہوئے ایک کمیٹی تشکیل دی۔ انکوائری کمیٹی کی رپورٹ کی روشنی میں ذمہ دار عملے کے کچھ لوگوں کو نوکری سے معطل کر دیا گیا اور ان کے خلاف باضابطہ انکوائری کا حکم دے دیا گیا جس کی کاپی لف ہے۔ محکمہ صحت اس سلسلے میں اپنے فرائض سے باخبر ہے اور اس واقعہ سے بھی بخوبی آگاہ ہے۔ ہسپتالوں سے ادویات کی چوری روکنے کے لئے ضروری اقدامات کئے جا رہے ہیں تاکہ کوئی دوائی عملے کی ملی بھگت سے میڈیکل سٹور تک نہ پہنچ سکے۔ یہ بات درست نہیں ہے کہ ادویات کی عدم فراہمی کی وجہ سے غریب اور نادار مریض متاثر ہو رہے ہیں کیونکہ بجٹ کی مقرر کردہ حدود میں رہتے ہوئے ہسپتالوں میں ادویات کی فراہمی کا معقول بندوبست موجود ہے۔ مزید برآں ہر ہسپتال کی ایمرجنسی میں ہر قسم کے مریضوں کو 100 فیصد مفت ادویات فراہم کی جا رہی ہیں۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! اس پر ایک شعر عرض ہے کہ:

ظالم نے اس ادا سے دیا ہے مجھے جواب
میں بھول ہی گیا کہ میرا کیا سوال تھا

آپ یہاں سے کمیٹی بنائیں اور کسی بھی ہسپتال میں جا کر دیکھیں۔ میں آج چیلنج کرتی ہوں کہ آپ میو ہسپتال یا کسی بھی ہسپتال جائیں تو 100 فیصد ادویات کہیں بھی نہیں مل رہیں۔ مجھے اتنا دکھ ہو رہا ہے کہ اگر ہم اس تحریک التوائے کار کو لے بھی آئے ہیں تو اس کا کس طرح جواب دیا گیا ہے۔ آپ مجھے بتائیں کہ میں کیا کروں؟

جناب قائم مقام سپیکر: اس پر بحث نہیں ہو سکتی۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! بحث نہ کریں تو کیا کریں؟ پلیز آپ اس پر ruling دے دیں۔ پہلے تو انہوں نے کہا کہ سیلاب زدہ علاقوں میں ادویات چلی گئی تھیں جو divert ہو گئیں۔ مجھے معلوم ہے کہ میں اس پر بحث نہیں کر سکتی اس لئے میں شعر ہی پڑھ سکتی تھی جو میں نے پڑھ دیا ہے۔ یہ "ع" کو "ی" سمجھ لیں گے اور شعر کو "ش ی ر" سمجھ لیں گے کیونکہ یہ شیر ہیں اس لئے سمجھ سکتے ہیں لیکن آپ مجھے یہ بتادیں کہ میں اس پر کیا کروں؟

جناب قائم مقام سپیکر: دیکھیں، جواب میں انہوں نے بتادیا ہے۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! انہوں نے جواب یہ دیا ہے کہ میرا تو جواب ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: چلیں، لاء منسٹر صاحب کو سن لیں کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! محترمہ نے شعر میں سوال کیا ہے تو میں نثر میں ان کا جواب دے سکتا ہوں کہ:

بھول ہی جاتا ہے وہ ظالم سوال
کیونکہ جھوٹ کا حافظہ نہیں ہوتا

جناب سپیکر! اس کا تحریری جواب میرے پاس موجود ہے محترمہ اس کی کاپی مجھ سے حاصل کر لیں۔ اگر محکمہ نے اس میں جھوٹ بولا ہے یا غلط جواب دیا ہے تو Assurance Committee اور Privilege Committee موجود ہے یہ وہاں پر معاملہ اٹھا سکتی ہیں۔ اگر انہوں نے ثابت کر دیا کہ محکمے نے فلاں لائن یا فلاں figure غلط دی ہے تو میں کسی کو defend نہیں کروں گا۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! میں ان کے اس جواب کو accept کرتی ہوں اور واقعی میں اس طرح action کروں گی۔ Kindly مجھے جواب کی کاپی provide کر دی جائے تاکہ میں اس کو prove کر سکوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: محترمہ کو جواب کی کاپی provide کی جائے۔ محترمہ! تحریک میں چاروں ممبران کے نام لکھے تھے لیکن سیکرٹری صاحب بتا رہے ہیں کہ اس تحریک التوائے کار کی mover محترمہ خدیجہ عمر صاحبہ ہیں اور آپ اس کی signatory ہیں اس لئے کاپی انہی کو ہی ملے گی، آپ کو نہیں مل سکتی لہذا ہم اُن کو provide کرادیں گے۔ یہ تحریک التوائے کار dispose of کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک

التوائے کار نمبر 903/10 ڈاکٹر سامیہ امجد، محترمہ آمنہ الفت، سیدہ بشریٰ نواز گردیزی اور ڈاکٹر فائزہ اصغر کی طرف سے ہے۔ راناصاحب! یہ بھی آج تک کے لئے pending تھی۔

محکمہ خوراک اور ضلعی انتظامیہ کی ملی بھگت
سے گنے کے کاشتکاروں کا مڈل مین کے ہاتھوں لٹنا

(۔۔۔جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس کا جواب یوں ہے کہ مندرجہ بالا تحریک کے ذریعے محرک نے پنجاب میں شوگر ملوں کی طرف سے لگائے گئے کنڈوں پر مڈل مین کے کردار کے حوالہ سے بات کی ہے۔ یہ تحریک مورخہ 13-12-2010 کو جمع کرائی گئی۔ محرک کے مطابق پنجاب میں مڈل مین گنے کے کسانوں کو لوٹ رہا ہے اور کنڈوں پر مڈل مین اور نام نہاد بیوپاریوں کا قبضہ ہے۔ کین کمشنر آفس کی طرف سے پنجاب کے تمام اضلاع کی انتظامیہ کو مڈل مین کے کردار کو ختم کرنے کے لئے مورخہ 12-10-10 اور 11-12-10 کو خطوط بھجوائے گئے ہیں جن کی کاپیاں لف ہیں۔ اس سلسلے میں پنجاب کی شوگر ملوں کی طرف سے بھی جن مڈل مین اور غیر قانونی کنڈوں کی نشان دہی کی گئی ہے ان کے خلاف کارروائی کے لئے متعلقہ اضلاع کے ڈسٹرکٹ کوآرڈینیشن آفیسروں کو کین کمشنر آفس کی طرف سے خطوط لکھے گئے ہیں اور ان اضلاع میں جھنگ، قصور، مظفر گڑھ، ننکانہ صاحب، بھکر، لیہ اور ٹوبہ ٹیک سنگھ شامل ہیں۔ کین کمشنر کے علاوہ ضلعی سطح پر مڈل مین اور غیر قانونی کنڈوں کے خلاف کارروائی کا اختیار ڈی سی اوز کے پاس ہوتا ہے۔ مورخہ 7-1-11 کی رپورٹ کے مطابق مندرجہ ذیل اضلاع میں غیر قانونی کنڈوں اور مڈل مین کے خلاف کارروائی عمل میں لائی گئی ہے۔ اس میں فلاں فلاں یہ سارے اضلاع شامل ہیں اور اس بارے میں دیگر اضلاع میں بھی ہدایات جاری کی جارہی ہیں۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! میں مطمئن ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: یہ تحریک التوائے کار dispose of کی جاتی ہے۔ محترمہ نگہت ناصر شیخ صاحبہ کی تحریک التوائے کار نمبر 904/10 آج تک کے لئے pending تھی اور اس کا بھی جواب آنا ہے۔ جی، لاء منسٹر صاحب!

پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ کے چیئر مین کی اسامی خالی رہنے کی وجہ سے کلاس اول تا میٹرک کے نصاب کی اشاعت میں تاخیر

(۔۔۔جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): تحریک التوائے کار نمبر 904/10 کا تحریری جواب ہے کہ پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ کے مستقل چیئر مین جج کی رخصت پر تھے اور بعد ازاں ان کی تبدیلی کے بعد میجر (ر) شاہنواز بدر کی تقرری ہوئی تو انہوں نے بورڈ کو join نہ کیا جس کی ذمہ داری پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ پر عائد نہیں ہوتی یہ بات درست نہ ہے۔ چیئر مین صاحب کی تاخیر سے تقرری کی وجہ سے وقتی طور پر مشکلات کا ضرور سامنا رہا لیکن اب جناب اظہار شیخ صاحب نے مورخہ 10-12-11 کو چیئر مین پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ کا اضافی چارج سنبھال لیا ہے۔ تمام چیزوں کی منظوری ہو چکی ہے اور اب بورڈ کے معاملات بہتر انداز میں چلائے جا رہے ہیں اور انشاء اللہ کتب بر وقت شائع کر کے مارکیٹ اور سکولوں کے لئے فراہم کر دی جائیں گی۔ بورڈ کے ریکارڈ کے مطابق کسی سینئر آفیسر کے خلاف کوئی محکمانہ انکوائری نہیں ہو رہی یہ بات درست نہ ہے۔ درسی کتب کی بر وقت فراہمی کے لئے بورڈ کا عملہ مسلسل طباعت وغیرہ کی نگرانی کر رہا ہے انشاء اللہ کتب بر وقت شائع ہوں گی اور طلباء کو مہیا کر دی جائیں گی۔ درج اعداد و شمار ظاہر کرتے ہیں کہ گورنمنٹ سکولوں کو مہیا کی جانے والی جیکٹ جو دو سے تین درسی کتب پر مشتمل ہے، کی لاگت میں تعلیمی سال 11-2010 کے مقابلے میں تعلیمی سال 12-2011 کے لئے صرف 12 کروڑ روپے کا اضافہ ہوا جبکہ جیکٹ کی تعداد میں اضافہ 28 لاکھ 14 ہزار 418 کا ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔ آگے اس کی پوری تفصیل دی گئی ہے تاہم یہ امر قابل ذکر ہے کہ گزشتہ سال کے مقابلے میں کاغذ کی قیمت پر تقریباً 12 ہزار روپے فی ٹن اضافہ ہوا ہے جبکہ افراط زر کی وجہ سے درسی کتب کی طباعت میں استعمال ہونے والے مٹیریل وغیرہ کی قیمتوں میں بھی اضافہ ہوا ہے جس کی وجہ سے یہ معمولی اضافہ ناگزیر تھا۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! لاء منسٹر صاحب نے کہا ہے کہ طلباء کو کتابیں بر وقت مہیا ہو جائیں گی تو میں اس جواب سے مطمئن ہوں لیکن مجھے ایک اعتراض ہے کہ tendering پر کوئی زیادہ خرچہ نہیں آتا اور میں نے figures بتائے تھے کہ 37 کروڑ روپے کا اضافی خرچہ ہے اور میں یہ بات ثابت کر سکتی ہوں کہ حکومت پر صرف اس لئے اتنا بوجھ پڑ رہا ہے کہ من پسند ٹھیکیداروں سے کمیشن لے کر انہیں

ٹھیکے دیئے جاتے ہیں۔اگر open bidding کے ذریعے tender کروائے جائیں تو میں سمجھتی ہوں کہ تقریباً 40 کروڑ روپے کا حکومت کو فائدہ ہوگا۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ نے جو کہا کہ جواب غلط ہے تو جس طرح لاء منسٹر صاحب نے بھی کہا ہے تو آپ اس پر Assurance Committee میں جائیں اور تحریک استحقاق لے کر آئیں تاکہ محکمے کو پتا چلے کہ ہم نے House میں غلط جواب نہیں دینا اس لئے آپ اگر سمجھتی ہیں تو اس پر تحریک استحقاق move کریں۔ تحریک التوائے کار نمبر 906/10 جناب اعجاز احمد کاہلوں صاحب کی move ہو چکی تھی جو کہ آج تک کے لئے pending تھی اور اس کا جواب لاء منسٹر صاحب نے دینا ہے۔

سرگودھا میں غربت کے باعث گردے فروخت کرنے کے کاروبار میں مسلسل اضافہ

(۔۔۔جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! تحریک التوائے کار نمبر 906/10 کے ضمن میں عرض ہے کہ سرکل کوٹ مومن کے کسی تھانہ میں بھی گردے فروخت کرنے سے متعلق کوئی شکایت موصول نہ ہوئی ہے تاہم تھانہ میلہ میں 2007 میں مقدمہ نمبر 196 مورخہ 07-08-07 بجرم 201,316 (ت،پ) درج ہوا جس میں مسمی منیر احمد ولد شیر محمد قوم مسلم شیخ سکنہ سلطان پور کو حسب ضابطہ گرفتار کر کے judicial بھجوایا گیا اور چالان مرتب کر کے داخل عدالت کروایا گیا۔ سرکل کوٹ مومن کے کسی تھانہ میں اب گردے فروخت کرنے سے متعلق کوئی شکایت موصول نہ ہوئی ہے۔

جناب اعجاز احمد کاہلوں: جناب سپیکر! لاء منسٹر صاحب نے بتایا ہے کہ ابھی کوئی بھی اس قسم کا legal action نہیں ہوا تو میں بڑے prove کے ساتھ بتاتا ہوں کہ وہاں ایک آدمی گردے فروخت کرنے اور خریدنے والوں کے ایجنٹ کا کردار ادا کرتا ہے۔ وہاں ان لوگوں کے نام declare ہوئے ہیں اور ان کے خلاف شکایات پولیس کے پاس درج ہیں لیکن ابھی تک ان کے خلاف کوئی تادیبی کارروائی نہیں کی گئی تو میری یہی request ہے کہ ان کے خلاف کارروائی کی جائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): انہوں نے بڑا categorically کہا ہے کہ ہمیں کوئی شکایت موصول نہیں ہوئی۔ اگر ان کے پاس کوئی شکایت ہے تو مجھے میرے دفتر میں دے دیں جس پر مقدمہ درج کروا دیا جائے گا۔

جناب قائم مقام سپیکر: کاہلوں صاحب! آپ متعلقہ کوائف کے ساتھ لاء منسٹر صاحب سے مل لیں۔ یہ تحریک التوائے کار dispose of کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 907/10 بھی کاہلوں صاحب کی ہے جو کہ پڑھی جا چکی ہے اور یہ آج کے لئے pending تھی۔ جی، لاء منسٹر صاحب!

مظفر گڑھ میں محکمہ خوراک کی عدم توجہ کی وجہ سے ذخیرہ شدہ گندم خراب ہونے کا انکشاف

(۔۔۔جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! تحریک التوائے کار نمبر 907/10 کا موصول ہونے والا تحریری جواب وزیر خوراک پنجاب کے ضلع مظفر گڑھ کے دورہ سے متعلق ہے کہ وزیر خوراک نے 12-12-2010 کو ضلع ہذا کے دو سنٹروں کا معائنہ کیا تھا۔ بارش کی وجہ سے پی آر سنٹر پر ذخیرہ کردہ بوریوں کے اوپر پانی کے نشانات تھے۔ وزیر خوراک پنجاب نے برہمی کا اظہار کیا اور ذمہ داران کے خلاف کارروائی کا حکم صادر فرمایا۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ ڈپٹی ڈائریکٹر خوراک نے سنٹر ہذا کا مورخہ 7-12-2010 کو دورہ کیا اور صورتحال دیکھنے کے بعد نقصان گندم کم کرنے کے لئے چھانٹی کا عمل شروع کروا دیا۔ جب وزیر خوراک نے سنٹر کا دورہ کیا تو اس وقت زیادہ تر کام مکمل ہو چکا تھا اور باقی کام مکمل کیا جا رہا تھا۔ وزیر خوراک کے احکامات کی روشنی میں جناب ناظم خوراک پنجاب نے ڈپٹی ڈائریکٹر اور ڈسٹرکٹ فوڈ کنٹرولر کو موقع پر ہی کیمپ کرنے کا حکم صادر کیا کہ وہ اپنی موجودگی میں گندم کی چھانٹی کا کام کروائیں تاکہ کسی قسم کے نقصان کا احتمال نہ رہے۔ حکومت پنجاب کی good governance policy اور قومی مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے صحت مند گندم فلور ملوں اور پرائیویٹ پارٹیوں کو سرکاری نرخ پر فروخت کی جا رہی ہے۔ پی آر مظفر گڑھ سنٹر پر سکیم 2009-10 کی گندم بالترتیب 7305 میٹرک ٹن اور 2499 میٹرک ٹن ذخیرہ تھی جس میں سے بالترتیب 712 اور 99 میٹرک ٹن گندم فلور ملوں کو فروخت کے لئے ترسیل ہو چکی ہے۔ اس طرح بقایا گندم بالترتیب 6593

اور 2400 میٹرک ٹن موجود ہے اس کے علاوہ ان سنٹروں سے تمام گندم کی allocation لاہور اور راولپنڈی کے لئے کی جاچکی ہے جس کی ترسیل جلد ہی شروع کر دی جائے گی۔

جناب اعجاز احمد کاہلوں: جناب سپیکر! مظفر گڑھ میں اس وقت 20 فیصد گندم خراب ہے اور اس کی لاہور ترسیل کا میرے علم میں نہیں ہے لیکن وہاں ابھی تک کوئی بھی جو yard ہے ان کا کوئی مستقل لائحہ عمل اختیار نہیں کیا گیا اور ابھی تک وہاں پر گندم open پڑی ہوئی ہے اور اب یہ سن رہے ہیں کہ بارشوں کا نیا سلسلہ شروع ہونے والا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس سے مزید نقصان ہونے کا احتمال ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جس طرح لاء منسٹر صاحب نے پہلے کہا ہے تو آپ ان سے مل لیں اور تمام چیزیں ان کے نوٹس میں لائیں۔ یہ تحریک التوائے کار dispose of کی جاتی ہے۔ اب تحریک التوائے کار کا وقت ختم ہوتا ہے۔

رپورٹ
(جو پیش ہوئی)

MR. ACTING SPEAKER: Now Laying of Annual Report of the Punjab Public Service Commission for the year 2009. Minister for Law!

پنجاب پبلک سروس کمیشن کی سالانہ رپورٹ برائے سال 2009 کا ایوان میں پیش کیا جانا

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: (Rana Sana Ullah Khan): Mr Speaker! I move to lay the Annual Report of the Punjab Public Service Commission for the year 2009.

محترمہ سیمل کامران: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، فرمائیں!

کورم کی نشاندہی

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! کورم پورا نہیں ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: کورم point out ہوا ہے تو گنتی کی جائے۔(اس مرحلہ پر گنتی کی گئی) کورم پورا نہ ہے لہذا پانچ منٹ کے لئے گھنٹیاں بجائی جائیں۔

(اس مرحلہ پر پانچ منٹ کے لئے گھنٹیاں بجائی گئیں)

جناب قائم مقام سپیکر: دوبارہ گنتی کی جائے۔(اس مرحلہ پر گنتی کی گئی) کورم پورا نہ ہے لہذا اب اجلاس بروز منگل 11۔جنوری 2011 کی صبح 10 بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔

452

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ،11۔جنوری 2011

تلاوت قرآن پاک وترجمہ اور نعت رسول مقبول ﷺ

سوالات

(محکمہ داخلہ)

نشان زدہ سوالات اوران کے جوابات

سرکاری کارروائی

غیر سرکاری ارکان کی کارروائی

(مفاد عامہ سے متعلق قراردادیں)

1. محترمہ ثمینہ خاور حیات: یہ ایوان حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ صوبہ بھر میں خواتین کے لئے مشترکہ ٹرانسپورٹ کے ساتھ ساتھ علیحدہ ٹرانسپورٹ چلانے کے لئے جامع پالیسی بناکراس پر عملدرآمد کو یقینی بنایا جائے۔

2. محترمہ ثمینہ نوید،ایڈووکیٹ: اس ایوان کی رائے ہے کہ دوسرے محکمہ جات کی طرح پاپولیشن ویلفیئر کے کنٹریکٹ ملازمین کو بھی ریگولر کیا جائے۔

3. میاں نصیر احمد: یہ ایوان حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ صوبہ پنجاب کے تمام شہری علاقوں کے مین روڈز کے دونوں اطراف پیدل چلنے والوں کے لئے فٹ پاتھ (walkway) بنانالازمی قرار دیا جائے۔

4. جناب محمد محسن خان لغاری: اس ایوان کی رائے ہے کہ مستقبل میں پانی کے issue پر کسی تنازعہ سے بچنے کے لئے اور صوبوں کے مابین 1991 کے معاہدہ پر عملدرآمد کو یقینی

بنانے کے لئے ارسا کی تشکیل نو کی جائے نیز ارسا کا پانچواں ممبر غیر جانبدار ہونا چاہئے جو اسلام آباد یا آزاد کشمیر کا رہائشی ہو۔

453

5. خواجہ محمد اسلام: یہ ایوان وفاقی حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ پنجاب کے لئے جاری کردہ گیس کی لوڈشیڈنگ کا شیڈول جو دوسرے صوبوں بلوچستان، سندھ اور خیبر پختونخواہ کے لئے نہ ہے واپس لیا جائے کیونکہ وفاقی حکومت کے اس فیصلے کی وجہ سے صوبہ پنجاب کی ہزاروں فیکٹریاں، کارخانے اور صنعتیں بند ہو چکی ہیں۔ ان کی بندش کی وجہ سے لاکھوں مزدور بے روزگار ہو گئے ہیں۔ نیز صوبائی اور وفاقی حکومت کو ان اربوں روپے کا نقصان ہو رہا ہے جو ٹیکسوں اور دیگر مدوں میں سرکاری خزانہ میں جمع ہونے تھے۔

454

صوبائی اسمبلی پنجاب

پندرھویں اسمبلی کا بائیسواں اجلاس

منگل، 11-جنوری 2011

(یوم الثلاثہ، 6-صفر المظفر 1432ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 10 بج کر 24 منٹ پر زیر صدارت جناب قائم مقام سپیکر رانا مشہود احمد خان منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری عبدالغفور شاکر نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیمo

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَـٰنِ ٱلرَّحِيمِo

يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنسَانُ مَا سَعَىٰ ﴿٣٥﴾
وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِمَن يَرَىٰ ﴿٣٦﴾ فَأَمَّا مَن طَغَىٰ ﴿٣٧﴾ وَآثَرَ الْحَيَاةَ
الدُّنْيَا ﴿٣٨﴾ فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ﴿٣٩﴾ وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ
رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ ﴿٤٠﴾ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ﴿٤١﴾
يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا ﴿٤٢﴾ فِيمَ أَنتَ مِن ذِكْرَاهَا ﴿٤٣﴾
إِلَىٰ رَبِّكَ مُنتَهَاهَا ﴿٤٤﴾ إِنَّمَا أَنتَ مُنذِرُ مَن يَخْشَاهَا ﴿٤٥﴾
كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحَاهَا ﴿٤٦﴾

سورۃ النّٰزعَات آیات 35 تا 46

اُس دن اِنسان اپنے کاموں کو یاد کرے گا(35)اور دوزخ دیکھنے والے کے سامنے نکال کر رکھ دی جائے گی(36)تو جس نے سرکشی کی(37)اور دنیا کی زندگی کو مقدم سمجھا(38)اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے(39)اور جو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا اور جی کو خواہشوں سے روکتا رہا(40)اس کا ٹھکانہ بہشت ہے(41)(اے پیغمبرؐ، لوگ) تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ

اُس کا وقوع کب ہو گا؟(42) سو تم اس کے ذِکر سے کس فکر میں ہو؟(43) اس کا منتہا (یعنی واقع ہونے کا وقت) تمہارے پروردگار ہی کو (معلوم ہے)(44) جو شخص اس سے ڈر رکھتا ہے تم تو اسی کو ڈر سنانے والے ہو(45) جب وہ اُس کو دیکھیں گے (تو ایسا خیال کریں گے) کہ گویا (دنیا میں صرف) ایک شام یا صبح رہے تھے(46)

وماعلینا الاالبلاغ o

نعت رسول مقبول ﷺ الحاج اختر حسین قریشی نے پیش کی۔

نعت رسول مقبول ﷺ

خُدا کی عظمتیں کیا ہیں محمدؐ مصطفیٰ ﷺ جانے
مقامِ مصطفیٰ ﷺ کیا ہے محمدؐ کا خُدا جانے
صدا کرنی میرے بس میں تھی میں نے صدا کر دی
وہ کیا دیں گے میں کیا لوں گا سخی جانے گدا جانے
میری مٹی کو مدینے شہر کی راہ میں بچھا دینا
کہاں لے جائے گی اس کو مدینے کی ہوا جانے
کہا جبریل نے سدرہ تک میری رسائی ہے
ہیں کتنی منزلیں آگے نبی جانے خدا جانے
ہمیں تو سُرخرو ہونا ہے آقا کی چوکھٹ پر
زمانے کا ہے کیا ناصرؔ بُرا جانے بھلا جانے

سوالات

(محکمہ داخلہ)

نشان زدہ سوالات اور اُن کے جوابات

جناب قائم مقام سپیکر: اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اب وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔ آج کے ایجنڈے پر محکمہ داخلہ سے متعلق سوالات پوچھے جائیں گے اور ان کے جوابات دیئے جائیں گے۔ سب سے پہلے سیدہ بشریٰ نواز گردیزی کا سوال ہے۔

MR MUHAMMAD MOHSIN KHAN LEGHARI: On her behalf. Question No.1007, answer taken as read.

(معزز ممبر نے سیدہ بشریٰ نواز گردیزی کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا۔)

تھانہ بھونگ رحیم یار خان میں مقدمات کی تفصیلات

*1007: **سیدہ بشریٰ نواز گردیزی:** کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) تھانہ بھونگ، تحصیل صادق آباد ضلع رحیم یار خان میں سال2000 سے آج تک چوری ڈکیتی، قتل، اقدام قتل، زناء بالجبر اور اغواء کے کتنے مقدمات درج ہوئے؟

(ب) مذکورہ بالا تھانے میں سال2000 سے آج تک گاڑی / موٹر سائیکل چوری اور چھیننے کے کتنے مقدمات درج ہوئے، تفصیل فراہم کی جائے؟

(ج) ان مقدمات میں نامزد کتنے ملزمان گرفتار کئے گئے اور کتنے ضمانت پر رہا کئے گئے؟

(د) مذکورہ بالا تھانے کی موجودہ نفری کی تفصیل فراہم کی جائے؟

وزیر داخلہ (راناثناء اللہ خان):

(الف)

جرائم	2000	2001	2002	2003	2004	2005	2006	2007	2008
چوری	2	5	4	8	18	9	22	15	5
ڈکیتی	3	2	3	_	1	_	1	_	_
قتل	8	8	13	9	5	4	4	3	4
اقدام قتل	11	13	6	11	6	7	4	7	3
زناء بالجبر	_	_	1	_	_	_	3	1	1
اغواء	1	6	1	3	9	6	_	3	4

(ب)

جرائم	2000	2001	2002	2003	2004	2005	2006	2007	2008
کارچوری	-	-	-	-	-	-	-	-	-
موٹر سائیکل	-	-	-	-	3	2	-	2	3
کارچھیننا	-	-	-	-	-	-	-	-	-
موٹر سائیکل چھیننا	-	-	-	-	-	-	1	-	2

(ج)

جرائم	تعداد ملزمان گرفتار	تعداد ملزمان برضمانت
چوری	260	152
ڈکیتی	38	25
قتل	159	81
اقدام قتل	145	109
زناء بالجبر	12	8
اغواء	75	36

(د)

انسپکٹر	SI	ASI	HC	Constables
1	2	4	1	38

جناب قائم مقام سپیکر: جی، کوئی ضمنی سوال؟

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اس جواب کی تاریخ وصولی 6۔اکتوبر 2008 ہے اور آج 11۔جنوری 2011 ہے تو وزیر قانون صاحب ان تین سالوں میں اس کی latest position بتادیں اور میری ایک اور بھی گزارش ہے کہ تین، تین سال تک سوالوں کے جواب نہیں آتے یہ بھی reason for concern ہے آپ اس کا بھی نوٹس لیں اور جو بھی طریق کار ہو اس کو expedite کرادیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: نہیں، اگر آپ آگے جواب پڑھیں تو وہ 6۔اکتوبر 2008 کو آ گیا ہوا ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میں یہی تو کہہ رہا ہوں کہ 6۔اکتوبر 2008 کو جواب آ گیا ہے اور اسمبلی میں 2011 میں پیش ہو رہا ہے۔

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس سوال کے جواب سے پہلے میں یہ بات کرنا چاہوں گا کہ آج اجلاس شروع ہوا ہے اور حاضری آپ کے سامنے ہے۔ پریس میڈیا اکثر اوقات اس بات کی ذمہ داری معزز ممبران پر ڈالتا ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس میں ذمہ داری بجا طور پر سپیکر آفس اور سپیکر کے

conduct پر آتی ہے۔ یہ کوئی طریقہ نہیں ہے کہ ایک دن آپ اجلاس ڈیڑھ گھنٹہ دیر سے شروع کریں اور دوسرے دن آپ بالکل in time شروع کریں۔ اس سے معزز ممبران کو confusion ہوتی ہے اور مجھے اس بات کا بھی افسوس ہے کہ آج آپ نے صبح telephonically message بھیجا کہ اجلاس دس بجے شروع ہو گا لیکن آپ نے اجلاس دس بج کر بائیس منٹ پر شروع کیا یعنی خود آپ نے بات کرنے کے بعد 22 منٹ کی delay سے اجلاس شروع کیا۔ آپ اگر اس بات کو کنٹرول کر لیں، سب کو معلوم ہو کہ اجلاس بروقت شروع ہونا ہے تو لوگ بروقت آنا شروع کر دیں گے اگر لوگوں کو پتا ہو کہ ایک گھنٹہ بعد شروع ہونا ہے تو لوگ اسے اس طرح سے لیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ اور سپیکر صاحب کو بیٹھ کر اس معاملے کو بہتر انداز سے once for all decide کرنا چاہئے اور اس سے معزز ممبران کو آگاہ بھی کرنا چاہئے۔

جناب سپیکر! لغاری صاحب نے جو question کیا ہے کہ up to date نہیں ہے، میری لغاری صاحب سے گزارش ہے کہ انہوں نے ذرا سوال کو پڑھ لیا ہوتا۔ سوال یہ ہے کہ "تھانہ بھونگ، تحصیل صادق آباد ضلع رحیم یار خان میں سال 2000 سے آج تک "آج تک سے مراد ہے 3۔ جولائی 2008 جس دن یہ سوال موصول ہوا۔ اب سوال بھی میں پڑھ دیتا ہوں "تھانہ بھونگ، تحصیل صادق آباد ضلع رحیم یار خان میں سال 2000 سے آج تک چوری ڈکیتی، قتل، اقدام قتل، زناء بالجبر اور اغواء کے کتنے مقدمات درج ہوئے "اب معاملہ یہ ہے کہ اس میں ایک عرصہ کا تعین ہے یہ اس کا جواب آج دیں یا دو مہینے بعد دیں یہ تو ایک fixed period ہے اس کے مطابق جواب آنا ہے اور اس کی پوری information answer sheet میں موجود ہے۔ اس کو آپ دیکھ لیں اور اس کی اگر آپ تفصیل چاہتے ہیں تو وہ بھی میں دینے کے لئے تیار ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: سب سے پہلے میں صرف اتنی بات کہوں گا کہ ٹائم اس کے اندر mention کیا ہوا ہے اگر آپ اگلا سوال چاہتے ہیں تو اس کے لئے نیا سوال بنتا ہے وہ آپ کریں۔ Basically محکمے کی ذمہ داری اس لئے نہیں بنتی کہ محکمہ نے جواب timely جمع کروا دیا ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میری وہی گزارش تھی کہ محکمے نے تو ٹائم پر جواب جمع کرا دیا اور یہ 2008 سے لے کر جس تاریخ کو سوال کیا ہے یہ تب تک کے سوال ہیں اگر میں یہ پوچھ لوں کہ آج کی کیا situation ہے تو کیا وہ سپلیمنٹری سوال نہیں بنتا اور دوسرا میرا سوال اس میں یہ ہے کہ یہ جو اعداد و شمار۔۔۔

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): لغاری صاحب! یہ fresh question بنتا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: لغاری صاحب! اب اس پر ایک چیز اور بھی ہے کہ جب معزز ممبر سوال ڈالتے ہیں تو constraint ہوتی ہے کہ ایک محکمے میں اگر چالیس سوال ہیں تو پھر ان کے دو سوال take up کئے جائیں گے۔ اس وجہ سے ان کا سوال late take up کیا گیا ہے اور اس کے لئے ایک rule ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جس طرح محترم لاء منسٹر نے بھی فرمایا کہ ہم سیشن ٹائم پر شروع نہیں کرتے۔ میڈیا یہ بھی دیکھ رہا ہوتا ہے کہ کون سا ممبر کتنے بجے اسمبلی میں داخل ہوتا ہے تو یہ سب کا فرض بنتا ہے اور زیادہ حکومت کا فرض بنتا ہے کہ یہاں پر حاضری کو پورا کرائے۔

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): میں عرض کر دوں کہ میڈیا یہ بھی دیکھ رہا ہوتا ہے کہ اگر آپ اجلاس دس بجے شروع کریں تو لوگوں کو پتا چل جائے گا کہ اجلاس دس بجے شروع ہونا ہے، آپ نے کل ساڑھے گیارہ بجے شروع کیا آج لوگوں کا بالکل یہ تاثر ہو گا کہ گیارہ، ساڑھے گیارہ بجے اجلاس شروع نہیں ہو گا۔ معاملہ یہ ہے کہ لوگوں کی ٹائم سے متعلق جو punctuality ہے وہ آپ سے متعلق ہے، سپیکر صاحب سے متعلق ہے، یہ کوئی طریقہ نہیں کہ آپ ایک دِن اجلاس دس بجے شروع کر دیں اور دوسرے دن ساڑھے گیارہ بجے کریں، تیسرے دن ساڑھے دس بجے شروع کریں یعنی آپ کے روّیے میں ٹائم سے متعلق ایک یکسانیت ہونی چاہئے۔ معزز ممبران کو اس بارے میں بالکل ایک واضح message ہو کہ اتنے بجے اجلاس شروع ہو گا۔ جب میں question hour کی تیاری کر رہا تھا تو مجھ سے officials نے بھی پوچھا کہ کتنے بجے اجلاس شروع ہو گا تو میں نے کہا آپ احتیاط کے مطابق ساڑھے دس پونے گیارہ بجے تک آ جائیں کیونکہ routine یہی ہے کہ کوئی 45 منٹ بعد اجلاس شروع ہوتا ہے۔ آج کیونکہ میرا question hour تھا تو مجھے یہ پتا تھا کہ آج اس بات کے امکانات ہیں کہ آپ دس بجے آ کر Chair پر بیٹھیں گے تو اس لئے میں پہلے سے ہی تیار تھا۔ میں تو یہاں پر پورے دس بجے پہنچ گیا لیکن مجھے یہ انتہائی افسوس ہوا کہ آپ نے اجلاس 22 منٹ دیر سے شروع کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس بات کی بھی آپ کو وضاحت کرنی چاہئے کہ آپ نے مجھے message دینے کے بعد آج اجلاس 22 منٹ دیر سے کیوں شروع کیا؟

جناب قائم مقام سپیکر: یہ بات بھی آپ ذہن میں رکھیں کہ میں نے 9 بجے آپ کو message کیا تھا کہ ہم اجلاس آج ٹائم پر شروع کریں گے۔

وزیر داخلہ (راناثناء اللہ خان): میں آپ کا message لے کر پورے 10 بجے پہنچ گیا تھا۔

جناب قائم مقام سپیکر: باقی ممبران تو نہیں آئے۔

وزیر داخلہ (راناثناء اللہ خان): آپ 22 منٹ لیٹ آئے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ آپ کو ان 22 منٹوں کی چوالیس مرتبہ یہ وضاحت کرنی چاہئے اور یہ کرنی پڑے گی۔

جناب قائم مقام سپیکر: وضاحتوں کا بھی ٹائم آتا رہے گا، میں اس پر مزید بات نہیں کرنا چاہتا۔ اب اگلا سوال سیدہ بشریٰ نواز گردیزی صاحبہ کا ہے۔ She is not here?

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! On her behalf Question No. 1009.

(معزز ممبر نے سیدہ بشریٰ نواز گردیزی کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا۔)

صوبہ میں خواتین کے لئے علیحٰدہ عدالتوں کے قیام کا مسئلہ

*1009: سیدہ بشریٰ نواز گردیزی: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا صوبے بھر میں اب تک خواتین کے لئے علیحٰدہ علیحٰدہ عدالتوں کا قیام ہو چکا ہے اور اس ضمن میں اب تک کیا پیشرفت ہو چکی ہے؟

(ب) کیا خواتین کی عدالتوں میں صرف خواتین ججز کو مقرر کرنے کی کوئی تجویز زیر غور ہے؟

وزیر داخلہ (راناثناء اللہ خان):

(الف) ویسٹ پاکستان فیملی کورٹس ایکٹ 1964 کے سیکشن (3) کے مطابق حکومت پنجاب نے (35) سول ججوں کی اسامیاں اور دیگر سٹاف منظور کی ہیں جو کہ ہر ضلع میں بطور پریزائیڈنگ آفیسر فیملی کورٹس تعینات کی جائیں گی اس ضمن میں لاہور ہائیکورٹ کی طرف سے پنجاب پبلک سروس کمیشن کو requisition بھی ارسال کر دی گئی ہے جو کہ اخبارات میں شائع بھی ہو چکی ہے۔

(ب) فی الحال خواتین کی عدالتوں میں خواتین ججز کو مقرر کرنے کی کوئی تجویز زیر غور نہ ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب والا! اس میں بھی میرا وہی سوال ہو گا جو میرے خیال میں تو valid supplementary question بنتا ہے اب وزیر قانون صاحب کی جیسے منشاء ہو۔ اس میں

پوچھا گیا تھا کہ کیا پیشرفت ہوئی ہے؟2008میں یہ سوال پوچھا گیا تھا اور2010میں ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ پبلک سروس کمیشن کو کہہ دیا گیا ہے اور اخبارات میں اس کے اشتہارات جمع ہو گئے ہیں، کیا پچھلے دو سالوں میں اخبارات میں اشتہارات شائع ہوئے ہیں یا کوئی پیشرفت بھی ہوئی ہے؟اس جواب کے مطابق دو سال میں صرف اشتہار دیا گیا ہے۔

وزیر داخلہ (راناثناءاللہ خان):میں یہ عرض کرتا ہوں کہ جس وقت یہ سوال پوچھا گیا تھا اور اس وقت جو صورتحال تھی اس کے مطابق answer sheet پر جواب درج ہے۔اب صورتحال یہ ہے کہ ہائیکورٹ نے ماسوائے میانوالی اور بھکر کے باقی تمام جگہوں پر فیملی کورٹوں میں خواتین سول جج تعینات ہو چکی ہیں اور فیملی cases طلاق سے متعلقہ یا دوسرے جو جہیز وغیرہ کے معاملات ہوتے ہیں تو وہ انہی خواتین سول ججوں کے پاس cases لگتے ہیں۔ میانوالی اور بھکر میں ابھی یہ سہولت میسر نہیں ہو سکی یا پھر یہ ہے کہ جن اضلاع میں load زیادہ ہوتا ہے وہاں پر یہ family cases male Judges کے پاس بھی جاتے ہیں لیکن 35اضلاع میں اس وقت خواتین سول جج موجود ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: شکریہ

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب والا!یہاں پر خواتین سول ججوں کی تعیناتی کے حوالے سے بات کی گئی ہے۔ میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ خواتین کے مسائل فیملی کورٹوں کی حد تک محدود نہیں ہیں۔ ہم جس معاشرے میں رہتے ہیں وہاں پر ظاہر ہے جو problems male members کو ہیں وہ خواتین کو بھی ہو سکتی ہیں اس لئے ان کی تعیناتی کے حوالے سے زیادہ concern ہونا چاہئے لیکن جز(ب)میں یہ کہا گیا ہے کہ فی الحال خواتین کی عدالتوں میں خواتین ججوں کو مقرر کرنے کی کوئی تجویز زیر غور نہ ہے۔ میں اس سلسلے میں وزیر موصوف سے صرف یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ اس کی کیا وجوہات ہیں، کیا ہمارے پاس فنڈز کی کمی ہے یا کوئی اور بات ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر:اگر آپ وزیر موصوف کا جواب غور سے سن لیتیں تو وہ اس بات کا جواب already دے چکے ہیں اور آپ کا سوال ضمنی سوال نہیں بنتا، نیا سوال بنتا ہے۔اس میں specific جو mention کیا ہوا ہے اسی کی بات ہو گی۔تشریف رکھیں۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب والا!یہ اسی کا ہی ضمنی سوال ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ رولز کو پڑھیں اور پھر اس کے مطابق بات کریں۔ اگلا سوال میاں نصیر احمد صاحب کا ہے۔

میاں نصیر احمد: شکریہ۔ جناب سپیکر! سوال نمبر 2492۔

جرائم کی روک تھام کے لئے فون لوکیٹر کی اہمیت

*2492: **میاں نصیر احمد:** کیا وزیر اعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ کسی بھی ملک میں جرائم کی روک تھام کے لئے Phone Locator کی بہت اہمیت ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ پنجاب پولیس کے پاس کسی بھی موبائل فون، وائر لیس فون یا لینڈ لائن فون کی location معلوم کرنے کے آلات یعنی Phone Locator موجود ہیں، اگر ہیں تو یہ آلات کن شہروں میں نصب ہیں، اگر نہیں تو اس کی وجوہات سے ایوان کو آگاہ فرمایا جائے؟

(ج) اگر پنجاب پولیس کے پاس Phone Locator موجود نہیں ہیں تو کس ادارے سے Phone Location کے بارے میں معلومات حاصل کی جاتی ہیں؟

وزیر داخلہ (راناثناء اللہ خان):

(الف) جی ہاں!

(ب) پنجاب پولیس کے پاس ایسی کوئی بھی سہولت میسر نہ ہے۔

(ج) IB سے یہ معلومات حاصل کی جاتی ہیں۔

میاں نصیر احمد: جناب والا! میرا سوال Cell Phone Tracking System کے بارے میں تھا اور اس Cell Phone Tracking System کے بارے میں جس کو 2005 کے اندر کراچی پولیس وہاں کے چند تاجروں کے ساتھ مل کر launch کر چکی ہے اور یہی tracking system پشاور کے اندر بھی پولیس نے لگانے کی تیاری شروع کر دی ہے۔ پنجاب پولیس کے پاس اور اس پنجاب کے پاس جہاں پر ساڑھے چھ کروڑ موبائل استعمال کئے جاتے ہیں یہ سسٹم ابھی تک کیوں نہیں آیا؟

جناب قائم مقام سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر داخلہ (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس سوال کا جواب بڑا مختصر ہے میں اس کو پڑھ دیتا ہوں کہ پنجاب پولیس کے پاس ایسی کوئی بھی سہولت میسر نہ ہے جس کا ذکر سوال میں کیا گیا ہے یعنی phone locate کرنے کی جو سہولت ہے جسے Phone Locator کہتے ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی پوچھا گیا تھا کہ اس وقت یہ سہولت پولیس کس طرح سے حاصل کرتی ہے؟ اس میں میری گزارش ہے کہ IB سے یہ معلومات حاصل کی جاتی ہیں۔ اس میں معاملہ یہ ہے کہ یہ بات جو معزز ممبر نے اپنے سوال میں دریافت کی ہے بالکل درست ہے کہ یہ سہولت بلکہ میں تو کہوں گا کہ یہ ایک necessity ہے اس کے بغیر کوئی بھی Law Enforcing Agency Crimes کے خلاف موثر طریقے سے operate نہیں کر سکتی۔ اس کی بڑی اشد ضرورت ہے اور وفاقی حکومت کو ہم نے متعدد بار request کی ہے کہ ہمیں یہ سہولت یا یہ necessity پورا کرنے کی اجازت دی جائے بلکہ وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف نے وفاقی حکومت کو یہ offer بھی کی کہ آپ ہمیں import کرنے کی اجازت دے دیں تو ہم خود اپنے پیسوں سے اسے import کر لیتے ہیں لیکن اس کی بھی اجازت نہیں دی گئی۔ پھر آج سے تین ماہ قبل رحمٰن ملک صاحب تشریف لائے تھے اور انہوں نے یہاں ہمارے ساتھ میٹنگ کی تھی، اس میٹنگ میں لاء اینڈ آرڈر کی تمام ایجنسیوں کے صوبائی سربراہ بھی موجود تھے۔ رحمٰن ملک صاحب نے باتیں تو بہت کیں لیکن مجھے یہ بات کہتے ہوئے افسوس ہے کہ بعض لوگوں کی طبیعت ایسی ہوتی ہے کہ وہ ہر بات میں چکر اور گیڑا دیتے ہیں اور انہوں نے ہر بات میں کسی نہ کسی کو چکر دینے کی کوشش کرنی ہوتی ہے۔ میں دوسرے لفظوں میں یہی کہوں گا کہ انہوں نے جو باتیں کی تھیں وہ ہمیں گیڑا ہی کروا گئے۔ انہوں نے یہ کہا تھا کہ ہم آپ کو with in a month اس سہولت کے بارے میں definite بتائیں گے لیکن انہوں نے ہمیں اس بارے میں نہیں بتایا اور میں on the floor of the House یہ بات پر زور انداز میں کرتا ہوں کہ اس necessity کے بغیر پولیس کو اپنے فرائض کی ادائیگی اور خاص طور پر جو دہشت گردی کے cases ہیں انہیں بہتر انداز سے locate کرنے، investigate کرنے اور inquire کرنے میں کافی دقت کا سامنا ہے۔ وفاقی حکومت ہمیں جتنا جلدی اس necessity کو حاصل کرنے میں مدد یا اجازت دے گی تو اس سے پنجاب میں لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال اتنی ہی بہتر ہو گی۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! آپ کے توسط سے عرض ہے کہ لاء منسٹر صاحب تھوڑی توجہ فرمائیں کہ پشاور اور کراچی پولیس اس equipment کی acquisition final stage پر ہے اور اس کے final stage پر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ global security firm کے data کے مطابق اغواء برائے تاوان

کے حوالے سے پاکستان دنیا کا پانچواں خطرناک ملک ہے اور وہ وارداتیں سو فیصد موبائل فونز کی وجہ سے cater کی جاتی ہیں۔اگر پشاور اور کراچی کی پولیس equipment کی final stage پر ہے یعنی اب وہ اس کی تعیناتی کرنے لگے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ وزیراعلیٰ پنجاب جنہوں نے چند روز پہلے بھی پنجاب اور overall بڑھتی ہوئی۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر:تقریر نہیں بلکہ ضمنی سوال ہو سکتا ہے۔

میاں نصیر احمد:جناب سپیکر!کیا ان سے ہمارا liaison ہے کہ اگر ان دونوں صوبوں کے اندر وہ final stage پر ہیں تو ہمیں ابھی تک اس کی permission کیوں نہیں مل رہی؟

جناب قائم مقام سپیکر:لاء منسٹر صاحب کی بات کے بعد بنیادی طور پر سوال یہ بنتا ہے کہ کیا یہ equipment لینے کے لئے اجازت وفاقی حکومت دیتی ہے تو وہ کہہ رہے ہیں کہ ہم نے اجازت مانگی ہوئی ہے اور جیسے ہی اجازت ملے گی تو یہ بھی لگا لیں گے۔جہاں یہ equipments لگ رہے ہیں،ان کو اجازت مل گئی ہو گی۔

میاں نصیر احمد:جناب سپیکر!دو صوبوں کو اجازت مل گئی ہے اگر آپ website پر جائیں تو پشاور کے اندر تو انہوں نے inaugurate کر دیا ہے۔پھر کیا وجہ ہے کہ پنجاب کو اجازت نہیں دی جا رہی؟

وزیر داخلہ (راناثناء اللہ خان):جناب سپیکر!میں یہ وضاحت کر دوں کہ ایک ایسا سسٹم جو کہ میرے خیال میں کچھ لوگوں کے پاس privately بھی ہو گا وہ اس قسم کا کوئی سسٹم acquire کر لیں یا صوبے کر لیں تو وہ علیحدہ بات ہے لیکن جو ایک باقاعدہ سسٹم ہے وہ آئی ایس آئی یا دوسری ایجنسیوں کے پاس ہے غالباً ایم آئی کے پاس بھی ہو گا اس سسٹم کے لئے اجازت درکار ہے، اسے import کرنے کے لئے بھی اجازت درکار ہے اور وہ پاکستان میں available بھی نہیں ہے اس لئے اس کی اجازت نہیں مل رہی۔باقی جو چھوٹا موٹا معاملہ ہے اس سے تو ہم بھی تھوڑا بہت گزارہ کرتے ہیں لیکن اس کی موجودہ صورت میں کوئی اہمیت نہیں ہے۔

میاں نصیر احمد:جناب سپیکر!اس میں میرا ایک ضمنی سوال بنتا ہے کہ جس طرح پوری دنیا میں پولیس کا اس equipment کو رکھنا استحقاق ہے لیکن پاکستان کے اندر یہ نظام صرف ایجنسیوں کے پاس ہے کیا یہ کوئی law ہے کہ پاکستان کے اندر یہ equipment صرف ہماری فیڈرل خفیہ ایجنسیاں رکھیں اور صوبہ نہیں رکھ سکتا؟یہ باقاعدہ law ہے یا routine میں permission مانگنا چاہ رہے ہیں؟

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ باقاعدہ law ہے اور اس میں کافی احتیاط سے کام لیا جانا چاہئے کیونکہ اس سے لوگوں کی privacy ختم ہوتی ہے اور اگر کسی regular اور responsible ایجنسی کے علاوہ کسی کو یہ سسٹم رکھنے کی اجازت دی جائے تو پھر لوگوں کی privacy اور ان کا استحقاق مجروح ہونے کا احتمال ہے اس لئے یہ ہر کسی کو اجازت نہیں دی جا سکتی بلکہ اس کے لئے باقاعدہ قانون موجود ہے اور کوئی ذمہ دار ایجنسی یا Law Enforcing Agencies ہی in the larger public interest اسے استعمال کر سکتی ہیں یا رکھ سکتی ہیں۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے گزارش کروں گا کہ ۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: پہلے تو میں آپ سے درخواست کروں گا کہ جب کوئی بھی معزز ممبر کھڑا ہو تو باقی بیٹھ کر بات سنا کریں۔ میں بھی اس میں یہ کہنا چاہوں گا کہ اب دور بہت آگے نکل چکا ہے۔ اگر آپ face book پر جائیں تو پتا ہوتا ہے کہ کون کس ایریا میں موجود ہے۔ میرے خیال میں ویسے بھی اس law کو دیکھنے کی ضرورت ہے، اگر یہ federal law ہے تو پھر اس پر recommendations بھیج دی جائیں چونکہ آج دنیا اتنی ترقی کر گئی ہے کہ Google search میں جائیں تو عام لوگ بھی ایک دوسرے کو locate کر لیتے ہیں۔ اب بہت کچھ آگے جا چکا ہے تو اس پر ہمیں بھی دیکھنا چاہئے۔ میاں صاحب! بہت شکریہ۔ اگلا سوال شفیق احمد گجر صاحب کا ہے۔۔۔ گجر صاحب تشریف نہیں رکھتے لہذا یہ dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال جناب محمد نوید انجم صاحب کا ہے۔

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 3210 ہے۔ میری استدعا ہے کہ اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

تھانہ سبزہ زار لاہور کے ملازمین کے خلاف مقدمات کی تفصیلات

*3210: جناب محمد نوید انجم: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) تھانہ سبزہ زار لاہور میں یکم جنوری 2009 سے آج تک کن کن پولیس ملازمین کے خلاف مقدمات کن کن وجوہات کے تحت درج ہوئے، ان ملازمین کے نام، عہدہ، گریڈ اور جگہ تعیناتی بتائیں؟

(ب) کیا جن ملازمین کے خلاف مقدمات درج ہوئے ان کو گرفتار کیا گیا تو ان کے نام، عہدہ اور گریڈ بتائیں اگر ان کو گرفتار نہیں کیا گیا تو اس کی وجوہات بتائیں؟

(ج) کیا حکومت جن ملازمین کے خلاف مقدمات صحیح درج ہوئے ہیں ان کو ملازمت سے برخاست کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان):

(الف) یکم جنوری 2009 سے آج تک ملازمان پولیس کے خلاف 4 مقدمات درج ہوئے ہیں جن کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) جن پولیس افسران و ملازمان کے خلاف مقدمات درج ہوئے ہیں ان کے خلاف محکمانہ کارروائی عمل میں لائی جارہی ہے۔

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! انہوں نے اس کے جز (ج) میں کہا ہے کہ محکمہ ان کے خلاف کارروائی کر رہا ہے۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ ان کے خلاف کیا کارروائی جاری ہے، یہ پرانا سوال ہے اب موجودہ صورتحال بتادیں؟

جناب قائم مقام سپیکر: جو تفصیل رکھی گئی ہے آپ نے وہ پڑھ لی ہے؟

جناب محمد نوید انجم: جی، میں نے وہ تفصیل پڑھ لی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! جو تفصیل ایوان کی میز پر رکھی گئی تھی اس کی کاپی میرے پاس بھی ہے۔ اگر محترم نوید انجم صاحب نے اسے پڑھا ہو تو اس میں یہ درج ہے کہ ان چار مقدمات میں جو لوگ چالان ہوئے ان میں شاہد عزیز، شاہ زیب، زاہد سلیم، عاطف اور شافع بخت لیڈی سب انسپکٹر اس میں گرفتار ہوئیں، ممتاز بیگم اس میں گرفتار نہیں ہوئیں بلکہ اسے اشتہاری declare کیا گیا اور ملازمت سے dismiss کیا گیا۔ بشیر احمد سب انسپکٹر ملازمت سے dismiss ہوا اور محمد اقبال بے گناہ ہوا۔ اس میں سب کے متعلق درج ہے کہ کون لوگ گرفتار ہوئے اور بعد میں ضمانت پر ہیں اور کون لوگ ملازمت سے dismiss ہوئے اور جو لوگ بے گناہ ثابت ہوئے ان کے متعلق بھی پوری تفصیل ہے۔

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! میں نے صرف یہ پوچھا ہے کہ اب ان کی کیا صورتحال ہے، کیا یہ بحال ہیں، معطل ہیں یا dismiss ہو چکے ہیں؟

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس میں مختلف ہیں۔شاہد عزیز بے گناہ ہو گئے تھے اس لئے یقیناً وہ اپنی نوکری پر بحال ہو گئے ہیں۔ بشیر احمد dismiss ہوئے تھے وہ ابھی تک بحال نہیں ہوئے۔ دوسرے لوگوں میں سے کچھ عدالتوں سے بے گناہ ثابت ہو کر اس وقت اپنی نوکریوں پر بحال ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: نوید انجم صاحب! تفصیل آ چکی ہے اس لئے آپ تشریف رکھیں۔اگلا سوال بھی جناب محمد نوید انجم صاحب کا ہے۔

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! سوال نمبر 3219 ہے۔ میری استدعا ہے کہ اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

گورنمنٹ گلبرگ ہائی سکول لاہور کینٹ کی اراضی پر قبضہ ودیگر تفصیلات

*3219: **جناب محمد نوید انجم**: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ گورنمنٹ گلبرگ ہائی سکول لاہور کینٹ کی اراضی پر ایک بااثر شخص نے قبضہ کر کے تین کوٹھیاں بنا رکھی ہیں اور مزید دس مرلے زمین پر قبضہ کر لیا ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ جب اس قبضہ گروپ کے خلاف متعلقہ تھانہ اور دیگر اعلیٰ افسران کو درخواست دی تو اس قبضہ گروپ کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی گئی؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس قبضہ گروپ نے غلط مقدمہ دیوار گرانے کا ہیڈ ماسٹر، ڈپٹی ہیڈ ماسٹر اور ایک ٹیچر سکول ہذا کے خلاف تھانہ سرور روڈ لاہور کینٹ میں درج کروایا ہے؟

(د) کیا حکومت اس قبضہ گروپ کے خلاف سرکاری اراضی پر قبضہ کرنے کا مقدمہ درج کرنے، ان کو گرفتار کرنے، ان کے سرپرست پولیس ملازمین کے خلاف کارروائی کرنے اور سکول ہذا کے جن ملازمین کے خلاف غلط مقدمہ درج کیا گیا ہے خارج کروانے کو تیار ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر داخلہ (راناثناء اللہ خان):

(الف) گورنمنٹ ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر اور سلیم حسن وغیرہ کے مابین اراضی کے قبضہ کے تنازع پر کیس بعدالت جناب کاشف قیوم سول جج لاہور زیر سماعت ہے۔

(ب) پڑتال ریکارڈ کی گئی ہے۔ تھانہ ہذا میں قبضہ کے متعلق کوئی درخواست موصول نہ ہوئی ہے(معاملہ زیر سماعت عدالت ہے)

(ج) علاقہ تھانہ سرور روڈ میں دیوار گرانے کا کوئی مقدمہ درج نہ ہوا ہے۔

(د) پڑتال ریکارڈ کی گئی ہے۔تھانہ گلبرگ میں سکول ہیڈ ماسٹر محمد اکرم وغیرہ کے خلاف اراضی کے تنازع کے سلسلہ میں کوئی مقدمہ درج ہونا نہ پایا گیا ہے۔معاملہ زیر سماعت عدالت ہے۔فیصلہ ہونے پر مطابق حکم تعمیل کی جائے گی۔

جناب محمد نوید انجم:جناب سپیکر!3۔جولائی2008کو اسمبلی میں ایک تحریک التوائے کار پیش کی گئی تھی اس میں لاء منسٹر صاحب نے جواب دیا تھا کہ اس سکول کی اراضی پر قبضہ کیا گیا ہے۔سابقاً حکومت کے ممبر فاروق امجد میر صاحب نے اپنی ساس کے نام پر یہ جگہ کروائی تھی۔میں اس کی کاپی بھی پیش کر دیتا ہوں راناصاحب نے اس پرon the floor of the Houseکہا تھا کہ انہوں نے قبضہ کیا ہوا ہے اور ہم ان سے چھڑائیں گے۔یہ 2008کی بات ہے اور اب 2011 شروع ہو گیا ہے۔ اس وقت انہوں نے سات مرلوں پر کوٹھی بنائی تھی لیکن بعد میں انہوں نے سکول کی مزید دس مرلے جگہ پر چار دیواری بنالی ہے۔جہاںback sideپر بچوں کے لئے سکول کا گیٹ تھا جہاں سے بچے گزر کر اپنے گھروں کو جاتے تھے۔انہوں نے پہلے سات مرلوں پر کوٹھی بنائی پھر مزید دس مرلوں پر قبضہ کر لیا جہاں وہ گاڑی کھڑی کرتے تھے وہاں بھی چار دیواری بنا کر گیٹ لگا لیا ہے، کیا حکومت اب اسے گرانے کا ارادہ رکھتی ہے ؟

وزیر داخلہ (راناثناء اللہ خان):جناب سپیکر!اس کے جواب میں تو یہ کہا گیا ہے کہ کیس بعدالت جناب کاشف قیوم سول جج،لاہور زیر سماعت ہے اور معاملہ sub-judice ہے۔یہاں سوال میں ذکر ہے کہ ایک بااثر شخص نے قبضہ کر کے تین کوٹھیاں بنا رکھی ہیں۔رات جب میں سوالات کی تیاری کر رہا تھا تو میں نے نوید انجم صاحب کو فون کیا اور ان سے کہا کہ آپ کے سوال میں ذکر ہے کہ وہاں پر تین کوٹھیاں بنی ہوئی ہیں جبکہ محکمہ کی طرف سے اس کے جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ "گورنمنٹ ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر اور سلیم حسن وغیرہ کے مابین اراضی کا تنازع ہے،یہ کیس عدالت میں زیر سماعت ہے اور معاملہ

sub-judice ہے"کیا آپ نے یہ کوٹھیاں وغیرہ دیکھی ہیں، موقعے پر کیا صورتحال ہے؟اس وقت میرے پاس محکمہ کے لوگ بیٹھے ہیں۔میں چاہتا ہوں کہ ان سے اس بارے میں وضاحت طلب کروں۔نوید انجم صاحب نے مجھے رات کو بتایا کہ میں نے ابھی تک وہ جگہ دیکھی نہیں ہے۔اس پر میں نے ان سے عرض کیا کہ آپ صبح اس جگہ کو دیکھ کر آئیں اور اس کے مطابق جو correct information ہو وہ میرے ساتھ discuss کر لیجئے گا۔اگر نوید انجم صاحب صبح وہاں سے ہو آئے ہیں تو یہ میرے ساتھ بیٹھ کر اپنی information discuss کر لیں۔اگر واقعی وہاں پر کوئی کوٹھیاں وغیرہ بنی ہوئی ہیں اور جو کیس عدالت میں چل رہا ہے یہ اراضی اس کے علاوہ ہے تو بالکل اس کو واگزار کرانے کے لئے کارروائی کی جائے گی۔

جناب محمد نوید انجم:جناب سپیکر!یہ دس یا سات مرلے مزید encroachment کی گئی ہے اور یہ 2007 کے بعد کی گئی ہے۔میں آج صبح اسی وجہ سے لیٹ پہنچا ہوں کیونکہ میں اس جگہ کا visit کر کے آیا ہوں۔صورتحال یہ ہے کہ کوئی بھی مکان ایک دن میں تو نہیں بنتا۔کیا ہماری انتظامیہ سوئی ہوئی ہوتی ہے؟یہ سب کچھ انتظامیہ کے ساتھ مل کر کیا جاتا ہے۔یہ لوگ بڑے بااثر ہیں۔رانا ثناء اللہ صاحب نے 2008 میں جب تحریک التوائے کار کا جواب دیا تو اس میں admit کیا تھا کہ اس زمین پر قبضہ کیا گیا اور ہم اس کو واگزار کرائیں گے۔2008,2009,2010 گزر گئے اور اب 2011 شروع ہو گیا ہے لیکن یہ قبضہ ابھی تک واگزار نہیں ہو سکا۔کیا ہماری انتظامیہ کیس کو عدالت میں proper pursue نہیں کرتی یا پھر عدالت بھی اس میں involve ہے؟وہ پہلے زمین پر قبضہ کرتے ہیں،پھر عمارت بنانا شروع کرتے ہیں اور جب عمارت مکمل ہو جاتی ہے تو عدالت سے stay لے آتے ہیں اور یہ stay کئی سالوں تک چلتا رہتا ہے۔میری خواہش ہے کہ اس معاملے پر ایک کمیٹی بنا دی جائے۔یہ سکول کے بچوں کا معاملہ ہے اور پڑھائی کا معاملہ ہے۔انہوں نے سکول کی جگہ پر قبضہ کیا ہوا ہے۔وہ ہیڈ ماسٹر،سابق parliamentarian اور انتظامیہ کے لوگ سب ملے ہوئے ہیں۔مل جُل کر یہ قبضے در قبضے کئے جا رہے ہیں اور انہوں نے یہ چوتھی جگہ پر قبضہ کیا ہے۔

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان):جناب سپیکر!معزز ممبر کی یہ بات درست ہے کہ 2008 کے بعد 2009 گزر گیا،2010 گزر گیا اور اب 2011 آ گیا ہے۔اگر اس جانب حکومت کے افسران نے کوئی توجہ نہیں دی تو نوید انجم صاحب نے بھی مجھ سے دوبارہ کوئی رابطہ نہیں کیا۔رات میرے ہی کہنے پر وہ آج صبح موقع پر گئے ہیں۔اگر یہ 2008,2009 یا 2010 میں وہاں پر گئے ہوتے اور اس تحریک کے بعد جو صورتحال

وہاں پر پیدا ہوئی ہے اس کو میرے علم میں لائے ہوتے تو اب تک ہم اس کا حل نکال چکے ہوتے۔اس تحریک التوائے کار کے جواب میں کروائی گئی یقین دہانی پر عملدرآمد نہ ہونے پر Assurance Motion دی جا سکتی تھی۔یہاں پر نئی کمیٹی بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔نوید انجم صاحب اس معاملے کو Assurance Committee میں agitate کر سکتے تھے کہ یہ جواب دیا گیا تھا اور اس کے بعد بھی وہاں پر مزید زمین پر قبضہ ہو رہا ہے یا قبضہ واگزار نہیں کروایا گیا۔رات تک تو نوید انجم صاحب کو خود بھی معلوم نہیں تھا، میرے کہنے پر وہ وہاں پر گئے ہیں۔اب نئی صورتحال کے حوالے سے وہ میرے ساتھ بیٹھ کر discuss کر لیں۔اس معاملے کو Assurance Committee میں لے جانا ضروری ہوا تو وہاں پر لے جائیں گے اور اگر سول جج صاحب کے پاس زیر سماعت ہونے کے باوجود اس پر متعلقہ ادارے action لے سکتے ہیں تو انشاء اللہ تعالیٰ وہ action کرائیں گے۔

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر!ویسے تو ناجائز تعمیرات کو گرانا میری ڈیوٹی میں شامل نہیں ہے اگر وزیر قانون صاحب سمجھتے ہیں کہ یہ parliamentarians کی ڈیوٹی ہے تو پھر میں انشاء اللہ تعالیٰ اس کو پورا کروں گا کہ میں ایک مثال quote کروں گا کہ میں نے تین مرتبہ اپنے ایم این اے کے خلاف اس House میں تحریک جمع کرائی کہ میرے ایم این اے نے 200 کنال پر قبضہ کیا ہوا ہے اس House نے تین مرتبہ اس تحریک کو reject کیا۔وزیر اعلیٰ صاحب نے چار ماہ پہلے اس بارے میں orders کئے تھے کہ اس جگہ کو واگزار کرایا جائے۔یہ جگہ لاہور کالج یونیورسٹی کے نام ہے۔ڈی سی او لاہور اس معاملے میں پوری طرح involve تھا۔رمضان المبارک 2008 میں اس زمین پر قبضہ شروع ہوا۔پہلے اس کی چار دیواری کی گئی پھر سڑکیں بنائی گئیں، سیوریج ڈالا گیا، پول لگائے گئے لیکن انتظامیہ کے کسی ذمہ دار نے ان کو منع نہیں کیا۔کیا یہ میری ذمہ داری ہے یا انتظامیہ کی ذمہ داری ہے؟ڈی سی او لاہور اس کے ساتھ ملا ہوا تھا، ڈی ڈی او(آر) کینٹ اس کے ساتھ ملی ہوئی تھی، ای ڈی او(ریونیو) اس کے ساتھ ملا ہوا تھا۔یہ سب کچھ ہو رہا ہے اور اس کی روک تھام کرنا کیا parliamentarians کی ڈیوٹی ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر: وزیر قانون صاحب!میرا خیال ہے کہ جس طرح نوید انجم صاحب نے وہاں پر جا کر اس جگہ کو نہیں دیکھا اسی طرح متعلقہ انتظامیہ نے بھی اس کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر!یہ کوئی طریقہ نہیں ہے کہ نوید انجم صاحب یہاں اس House میں ایک ایم این اے پر الزامات لگا رہے ہیں۔ان کے اپنے ایم این اے کے ساتھ بہت سارے معاملات چل رہے ہیں۔اُن کی طرف سے بھی ان پر بہت سارے الزامات لگائے گئے ہیں۔الیکشن کے

دوران سے یہ الزامات چل رہے ہیں۔ وہاں حلقے میں ان کی جس قسم کی بھی صورتحال ہے اس کو یہاں اس House میں اس انداز سے discuss کرنا اور ساری دنیا کو درمیان میں ملوث کرنا کسی طرح بھی مناسب اور قرین انصاف نہیں ہے اگر ان کا ایم این اے صاحب کے ساتھ کوئی معاملہ ہے تو یہ اس کو اس ایوان سے باہر یا اپنے حلقے میں طے کریں۔

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! میرا اُن کے ساتھ کوئی ذاتی معاملہ تو نہیں ہے۔

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): ذاتی معاملات بھی ہوتے ہیں۔ بہر حال میرے پاس جو معلومات ہیں میں ان کو یہاں پر discuss کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ آپ parliamentarians ہیں اگر آپ کے حلقے میں کوئی غیر قانونی کام ہو رہا ہے تو ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ اس کی روک تھام کریں لیکن باہمی چپقلش کو House میں لا کر discuss کرنا کسی طور پر بھی مناسب نہیں ہے جبکہ دوسرا آدمی یہاں پر آکر جواب دینے کی پوزیشن میں نہیں ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: دیکھیں! میری بات سنیں۔ وزیر قانون صاحب بھی آپ کی approach میں ہیں اور حکومت بھی آپ کی ہے۔ اگر کوئی چیز غلط ہو رہی ہے تو اس کی روک تھام کریں لیکن اپنی ذاتی لڑائیوں کو اسمبلی کے floor پر نہ لائیں۔

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! یہ میری کوئی ذاتی لڑائی نہیں ہے۔ وہاں کالج کی زمین پر قبضہ کیا گیا ہے، یہ زمین کالج کے نام پر ہے، میرے نام پر ہے اور نہ ہی یہ زمین میرے باپ دادا کی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: نوید انجم صاحب! میری بات سن لیں۔ اس کے اندر valid بات یہ ہے کہ اگر تین سال تک آپ نے وہ جگہ جا کر نہیں دیکھی تو وہ محکمہ جو کہ اس کا جواب دے رہا ہے کل رات تک ان کو بھی معلوم نہیں تھا کہ وہاں پر کیا صورتحال ہے اس لئے محکمہ کی بھی اس میں نااہلی بنتی ہے کیونکہ کل رات تک انہوں نے بھی جا کر اس جگہ کو دیکھا نہیں ہے۔ اس کا حل نکالیں اور اس حوالے سے آپ وزیر قانون صاحب کو ملیں۔ اگر پہلے وزیر قانون صاحب کی طرف سے آپ کو کوئی یقین دہانی کرائی گئی تھی اور اس پر عمل نہیں ہوا تو آپ اس معاملے کو Assurance Motion کے ذریعے لے کر آئیں اور Assurance Committee میں اس کو فوری طور پر take up کرائیں۔ آپ اس معاملے کو ایک legal طریقے سے اور rules کے تحت لے کر آئیں۔

وزیر داخلہ (راناثناء اللہ خان): محترم نوید انجم صاحب خود اس بات کے گواہ ہیں کہ ہم نے کبھی بھی کسی حلقے کے معاملات میں مداخلت کی ہے اور نہ ہی ہمیں کسی کے حلقے میں مداخلت کرنی چاہئے۔ایک معاملے میں نوید انجم کے خلاف ان ہی کی ایک عزیزہ کے ذریعے ایک غلط درخواست دلوائی گئی تھی۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! یہ مناسب نہیں ہو گا کہ ہم House میں ایک دوسرے پر اس قسم کے allegations لگائیں۔

وزیر داخلہ (راناثناء اللہ خان): لغاری صاحب! بات allegations کی نہیں ہے بلکہ اگر ایک بات ہو رہی ہے تو اس کی وضاحت ہونی چاہئے کیونکہ باقی سارے ممبران بھی سن رہے ہیں۔ میں عرض کر رہا تھا کہ ایک معاملے میں نوید انجم صاحب کے خلاف جھوٹا مقدمہ درج کروایا گیا اور ان کے خلاف Media پر باقاعدہ ایک campaign چلائی گئی۔ میں نے اس معاملے میں ان کی بھرپور مدد کی تھی۔ میں نے اس معاملے میں ان کی یہاں تک مدد کی تھی کہ میں خود ان کے ساتھ پریس کلب میں گیا اور میں نے ان کے ساتھ پریس کلب میں بیٹھ کر پریس کانفرنس کی تھی۔اس کے بعد ایک channel مجھ سے ناراض ہوا اور اس پر میرے خلاف خبر چل رہی تھی کہ وزیر قانون کے دہشت گردوں کے ساتھ تعلقات ہیں۔اس میں وہ channel جو footage چلا رہا تھا اس میں ان کی پریس کانفرنس دکھائی جا رہی تھی اور کہا جا رہا تھا کہ یہ دیکھیں رانا صاحب ایک دہشت گرد کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے تو یہاں تک نوید انجم صاحب کی مدد کی ہے۔اس سوال کے حوالے سے بھی میں آپ کی ہر ممکن مدد کروں گا۔ میں نے رات بھی آپ سے کہا تھا کہ آپ آئیں، میرے ساتھ بیٹھیں، اپنی information کے حوالے سے میرے ساتھ discuss کریں اگر کوئی ایسا معاملہ ہو گا تو انشاء اللہ تعالیٰ اس میں بھی ہم آپ کی مدد کریں گے۔

جناب قائم مقام سپیکر: یہ ٹھیک ہے۔اب اگلا سوال جناب طاہر اقبال چودھری صاحب کا ہے، وہ موجود نہیں ہیں تو اس کو dispose of کیا جاتا ہے۔اگلا سوال محترمہ آمنہ الفت صاحبہ کا ہے۔

محترمہ حمیرا اویس شاہد: جناب سپیکر! ان کے ایماء پر سوال نمبر 3711۔اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔(معزز ممبر نے محترمہ آمنہ الفت کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا۔)

جناب قائم مقام سپیکر: ٹھیک ہے۔اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

پنجاب میں چائلڈ پروٹیکشن بیورو کے اداروں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*3711: محترمہ آمنہ الفت: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) صوبہ پنجاب میں چائلڈ پروٹیکشن بیورو کے تحت بچوں کی فلاح کے کل کتنے ادارے کام کر رہے ہیں یہ کہاں کہاں واقع ہیں اور ان میں کل کتنے بچے موجود ہیں ؟

(ب) مذکورہ بیورو میں بچے کس کس حوالے سے متاثر ہونے کے بعد آتے ہیں؟

(ج) متاثرہ بچوں میں جنسی تشدد کے بچوں کا تناسب کیا ہے اور ان کی rehabilitation کے لئے کیا خاص اقدامات اٹھائے جاتے ہیں ؟

(د) بچوں کی والدین یا عزیز واقارب کو واپسی کا طریق کار کیا ہے؟

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان):

(الف) صوبہ پنجاب میں چائلڈ پروٹیکشن بیورو کے کل پانچ ادارے کام کر رہے ہیں جیسے لاہور، گوجرانوالہ، ملتان، فیصل آباد اور راولپنڈی اور ان میں بچوں کی کل تعداد 806 ہے۔ برائے ملاحظہ تتمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

(ب) والدین میں علیٰحدگی سے یا ان کے فوت ہو جانے کی وجہ سے یا نجی جھگڑے کی وجہ سے اور غربت کی وجہ سے، بے روزگاری کی وجہ سے مدرسوں اور سکول میں مار پٹائی کی وجوہات سے بچے بیورو میں آتے ہیں۔

(ج) ایسے متاثر بچوں میں جنسی تشدد کا تناسب تقریباً 12 فیصد ہے ایسے بچوں کو محفوظ ماحول مہیا کیا جاتا ہے ان کی سائیکالوجسٹ کے ذریعے کونسلنگ کی جاتی ہے اور مزید exploitation سے بچایا جاتا ہے۔

(د) بچوں کے والدین چائلڈ پروٹیکشن کورٹ میں پریزائیڈنگ آفیسر کو درخواست دیتے ہیں اور اس درخواست کو مدنظر رکھتے ہوئے پریزائیڈنگ آفیسر بچے کا ریکارڈ طلب کرتے ہیں۔ درخواست اور ریکارڈ کو سامنے رکھتے ہوئے فیصلہ دیتے ہیں اور والدین سے ایک ضمانتی ضمانت کے طور پر لیتے ہیں کہ دوبارہ بچہ destitute & neglect نہ ہو۔

محترمہ حمیرا اویس شاہد: جناب سپیکر! اس سوال کے جواب میں ایوان کی میز پر جو تفصیل رکھی گئی ہے اس میں figures غلط ہیں۔ یہاں جواب میں چائلڈ پروٹیکشن بیورو میں بچوں کی تعداد 806 بتائی گئی ہے جبکہ ایوان کی میز پر جو تفصیل رکھی گئی ہے اس کی counting کرنے کے بعد یہ تعداد 600 کے قریب بنتی ہے تو میں وزیر قانون صاحب سے یہ پوچھنا چاہوں گی کہ اس کی صحیح تفصیل ایوان کی میز پر کیوں نہیں رکھی گئی، دوسرا بچوں کو rescue اور reunite کرنے کا کیا مطلب ہے، کیا گھروں میں جا کر

بچوں کو rescue کیا جاتا ہے اور اگر reunite کیا جاتا ہے تو کیسے locate کیا جاتا ہے کہ یہ کس کا بچہ ہے، کہاں سے تعلق رکھتا ہے اور کیا یہ بچے صحیح ہاتھوں میں واپس جا رہے ہیں یا پھر مزید exploitation کا شکار ہو رہے ہیں؟

جناب قائم مقام سپیکر: محترمہ! یہ آپ rescue اور reunite کے الفاظ کہاں سے پڑھ رہی ہیں، یہ جواب میں کہاں پر لکھا ہوا ہے؟

محترمہ حمیرا اویس شاہد: جناب سپیکر! اس کی جو تفصیل ایوان کی میز پر رکھی گئی ہے یہ میں اس کے اندر سے پڑھ رہی ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: اچھا ٹھیک ہے۔ جی، وزیر قانون صاحب!

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! ہماری معزز ممبر نے calculation کر کے یا otherwise اگر کوئی غلطی detect کی ہے تو میں وہ ان کے ساتھ discuss کر لیتا ہوں لیکن اس میں یہ ساری چیز بڑی وضاحت کے ساتھ درج ہے کہ والدین کی علیحدگی، نجی جھگڑے، اُن کے فوت ہو جانے کی وجہ سے، غربت، بے روزگاری، مدرسوں اور سکول میں مار پٹائی کی وجہ سے یہ بچے گھر یا سکول سے بھاگ کر

دربار داتا صاحب یا سڑکوں پر آوارہ پھرتے ہیں لیکن ابھی تک یہ trend تو نہیں ہے کہ کوئی بچوں کو وہاں پر آ کر چھوڑ جائے۔ اس سلسلے میں ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کے عہدے کے ایک پریذائیڈنگ آفیسر Child Court Protection کو preside کرتے ہیں تو وہاں پر کسی بچے کے حقیقی ماں باپ آئیں یا کوئی مخیر حضرات آئیں جو یتیم اور بے سہارا بچوں کو اپنی کفالت میں لینا چاہیں تو عدالت میں باقاعدہ ایک procedure کے مطابق انہیں اپنے بارے میں ساری information دینی پڑتی ہے اور وہاں پر اشٹامپ پر یہ بات guaranteed کرنا پڑتی ہے کہ وہ آئندہ سے ان بچوں کی تعلیم و تربیت کا بہتر انداز سے خیال رکھیں گے اُس کے بعد بچوں کو اُن کے سپرد کیا جاتا ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! اس سوال کے جواب میں کہا گیا ہے کہ 806 بچے ہیں۔ میرے پاس جو کاپی ہے اس میں گوجرانوالہ میں 193، ملتان میں 72 اور فیصل آباد میں 78 بچے ہیں تو یہ 806 بچوں والا نمبر درست نہ ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر: لاء منسٹر صاحب! یہ تعداد میں کمی بیشی کیوں آ رہی ہے؟

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میرے پاس جو تفصیل ہے اس کے مطابق total rescued in Gujranwala 2934 ہیں، present in Gujranwala 88 ہیں تو اس طرح سے پانچوں بڑے شہروں میں Grand Total of CPI 8579 ہیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! محترم لاء منسٹر جو تعداد بتا رہے ہیں اور جو تعداد اس جواب میں درج ہے اس میں فرق ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں یہ document اپنے معزز ممبر کو بھیج دیتا ہوں یہ اس کو confirm کر لیں اگر اس میں کوئی فرق ہے تو اُس کو دیکھ لیتے ہیں۔ میرے پاس جو تفصیل ہے اس کے مطابق لاہور میں 227، ملتان میں 45، گوجرانوالہ میں 88، فیصل آباد میں 37 اور راولپنڈی میں 53 بچے ہیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میں لاء منسٹر صاحب کی بات کو چیلنج نہیں کر رہا لیکن میں کہہ رہا ہوں کہ ایوان میں جو تفصیل دی گئی ہے اور محترم لاء منسٹر جو اعداد و شمار بیان کر رہے ہیں وہ آپس میں نہیں ملتے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! ایوان میں اس date کی تفصیل دی جائے گی جس date کو سوال موصول ہوا۔ صوبہ پنجاب میں Child Protection Bureau کے کل پانچ ادارے کام کر رہے ہیں جیسے لاہور، گوجرانوالہ، ملتان، فیصل آباد اور راولپنڈی، ان میں بچوں کی کل تعداد 806 ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! ہمارے پاس جو تفصیل ہے وہ میں لاء منسٹر صاحب کو بھجوا دیتا ہوں اور ساتھ ہی calculator بھی بھجوا دیتا ہوں، یہ اس کو چیک کر لیں۔

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں اس کو چیک کر لیتا ہوں۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! جیسے لاء منسٹر صاحب نے ابھی فرمایا کہ parents میں سے کسی ایک سے ضمانت لے کر بچے کو واپس کر دیا جاتا ہے، جب بچے کو واپس کر دیا جاتا ہے تو کیا ادارہ دوبارہ یہ چیک کرتا ہے کہ اب بچے کس حال میں ہیں، کیا وہ دوبارہ اُن مسائل کا شکار تو نہیں ہو گئے؟ میں دوسری بات یہ پوچھنا چاہ رہی تھی کہ جواب کے جز (د) کی آخری لائن ہے کہ "اور والدین سے ایک ضمانتی ضمانت

کے طور پر لیتے ہیں۔" تو اس کا مطلب ہے کہ وہ بچے جن کے والدین میں سے کوئی زندہ نہ ہو تو کیا اُن بچوں کو کوئی شخص بھی اپنی کفالت میں نہیں لے سکتا؟

جناب قائم مقام سپیکر: محترمہ! یہ تو established law ہے کہ وہاں پر guardian آ جاتا ہے۔ لاء منسٹر صاحب! آپ محترمہ کے پہلے ضمنی سوال کا جواب دے دیں۔

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس سوال کے جواب میں بڑی وضاحت کی گئی ہے کہ پریذائیڈنگ آفیسر درخواست اور ریکارڈ کو سامنے رکھتے ہوئے فیصلہ دیتے ہیں اور والدین سے ایک ضمانتی ضمانت کے طور پر لیتے ہیں۔ ضامن کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ عدالت میں لکھ کر دے جاتا ہے کہ میں اس چیز کو چیک کرتا رہوں گا اور اگر اس میں کوئی کمی بیشی ہوگی تو میں عدالت کو inform کروں گا۔

جناب قائم مقام سپیکر: اب اگلا سوال محترمہ آمنہ الفت صاحبہ کا ہے۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! On her behalf سوال نمبر 3714۔ (معزز خاتون ممبر نے محترمہ آمنہ الفت کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا)

پی پی۔152 لاہور تھانوں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*3714: **محترمہ آمنہ الفت:** کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) حلقہ پی پی۔152 لاہور میں کل کتنے تھانے اور چوکیاں موجود ہیں ان میں کتنی نفری ہے؟

(ب) مذکورہ حلقہ میں جنوری 2008 سے جون 2009 تک اغواء، چوری، ڈکیتی، موٹر سائیکل و موٹر کار چھیننے، موبائل فون چھیننے، قتل اور زناء کے کتنے کیس رجسٹر ہوئے ہیں ہر تھانے کی تفصیل سے ایوان کو آگاہ فرمایا جائے؟

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان):

(الف) پی پی حلقہ۔152 میں کل 6 پولیس سٹیشن اور 4 چوکیاں ہیں جن کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) حلقہ نمبر۔152 پی پی میں جنوری 2008 سے جون 2009 تک اغواء، چوری، ڈکیتی، موٹر سائیکل و موٹر کار چھیننے، موبائل فون چھیننے قتل اور زناء کے مقدمات کی تفصیل تھانہ وار ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! اس سوال کے جواب کے جز (الف) میں بیان کیا گیا ہے کہ "حلقہ پی پی۔152 میں 6 پولیس سٹیشن اور 4 چوکیاں ہیں۔" تفصیل میں 2 تھانوں کا ذکر ہے شاید مجھے misunderstanding ہو رہی ہے تو لاء منسٹر صاحب اس کی ذرا وضاحت کر دیں گے؟

جناب قائم مقام سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس کی تفصیل میں جواب جز (الف) ہے کہ "حلقہ پی پی۔152 میں کل دو تھانے ہیں جن کی تفصیل ذیل ہے۔ answer sheet میں ہے کہ حلقہ پی پی۔152 میں کل 6 پولیس سٹیشن اور 4 چوکیاں ہیں جن کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔" یہ بالکل contradiction ہے اس کو pending فرمالیں تو اس کی correction کروا لیتے ہیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ سوالات کے بار بار، بار بار، بار بار غلط جوابات آتے ہیں۔ سپیکر صاحب نے بہت دفعہ اس پر ناراضگی کا اظہار کیا، آپ بھی مہربانی کر کے کوئی ذرا سخت سے جملے کہہ دیں شاید آپ کے الفاظ کا کچھ اثر ہو جائے۔ محکمے اسمبلی کے بزنس کو seriously نہیں لیتے، یہ ایک established fact ہو گیا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: رانا ثناء اللہ صاحب! ہر محکمے کے حوالے سے بار بار mind set سامنے آ رہا ہے کہ اسمبلی بزنس کو serious لیا ہی نہیں جا رہا اور اس سوال کے جواب میں اتنا بڑا فرق ہے کہ کہاں پر 6 تھانے اور کہاں پر 2 تھانے؟ ان میں ایک تھانہ تو شاید سمن آباد لکھا ہوا ہے لیکن سمن آباد تو حلقہ پی پی۔152 میں fall ہی نہیں کرتا۔

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): میرا خیال ہے کہ جناب سپیکر! 2 تھانوں اور 4 چوکیوں کا figure شاید confuse ہوا ہے تو میں اس کی تفصیل لے لیتا ہوں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! اپوزیشن کا مطلب یہ نہیں کہ ہم مخالفت برائے مخالفت کرتے رہیں، ہم گورنمنٹ کی بار بار correction کر رہے ہیں، ہماری طرف سے بار بار بتایا جاتا ہے اور I am sorry to say. کہ میں "تڑی" لگا دوں کہ ہم Privilege Motion لے آئیں گے کیونکہ اس کا یہ حل نہیں ہے۔ یہ چیز آپ کے سامنے موجود ہے اور اس کو easily کہہ دینا کہ:

This is misunderstanding. It is not misunderstanding.

جناب قائم مقام سپیکر: راناصاحب!آپ اس چیز کو دیکھ کر متعلقہ بندے کے خلاف کارروائی کریں۔

وزیرداخلہ (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر!حلقہ پی پی۔152 میں اگر 2 تھانے اور 4 چوکیاں ہیں اس طرح سے یہ 6 کا figure بنتا ہے یا 6 تھانے ہیں تو کیا اس سے کوئی difference آ سکتا ہے؟اس سے پبلک کا کون سا مفاد متاثر ہو جائے گا کہ اس پر یہی بات بار بار کی جارہی ہے کہ 6 کی جگہ 2 کیوں آگیا اور 2 کی جگہ 4 کیوں آ گیا ہے، معاملہ یہ ہے کہ پی پی۔152 کا علاقہ طے ہے جہاں پر چار چوکیاں اور دو تھانے ہیں اس طرح یہ چھ ہیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! بات یہ نہیں ہے۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: اب اس پر بحث نہیں ہو سکتی صرف سوال ہی ہو سکتا ہے۔ آپ نے جو بات point out کی ہے وہ ٹھیک ہے اس پر وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ چیک کریں گے۔ میں راناصاحب سے بھی کہوں گا کہ وہ متعلقہ لوگوں سے اس بارے میں پوچھیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! یہ کہہ دینا کہ اس سے کیا فرق پڑتا ہے میں یہ کہتی ہوں کہ فرق کیونکہ نہیں پڑتا؟2009 میں یہ جواب آیا ہے اور دو سال میں وہاں کتنی چوکیوں کو extend کیا گیا ہے۔ آپ دیکھیں کہ دو سال میں دہشتگردی بڑھی ہے اس حساب سے ہم نے کتنی نفری بڑھائی ہے، کتنے تھانے بنائے ہیں؟راناصاحب کا یہ کہہ دینا کہ دو یا تین تھانوں سے کیا فرق پڑتا ہے تو بہت فرق پڑتا ہے اگر سمجھا جائے۔اگر home work کیا جائے تو بہت فرق پڑتا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: بہت شکریہ۔ آپ تشریف رکھیں۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ وہ چیک کر کے بتائیں گے۔اگلا سوال محترمہ نگہت ناصر شیخ صاحبہ کا ہے۔جی، محترمہ!

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر!سوال نمبر 3761 ہے۔

سول ڈیفنس لاہور میں رضاکاروں کی تعداد و تفصیل

*3761: محترمہ نگہت ناصر شیخ: کیا وزیراعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) سول ڈیفنس لاہور میں رضاکاروں کی کل کتنی تعداد ہے؟

(ب) حلقہ پی پی۔147 لاہور میں سول ڈیفنس کے کل کتنے مراکز ہیں نیز یہ مراکز کہاں کہاں پر واقع ہیں اگر نہیں تو وجہ بیان فرمائیں؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ حکومت اگلے مالی سال10۔2009 میں اس حلقے میں سول ڈیفنس کے مراکز بنانے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان):

(الف) لاہور میں رضاکاروں کی تعداد سات ہزار ہے۔

(ب) حلقہ پی پی۔147 لاہور میں سول ڈیفنس کے دو مراکز ہیں۔

1۔ ڈویژنل آفس تنظیم شہری دفاع علامہ اقبال روڈ۔

2۔ گروپ آفس عقب تھانہ گڑھی شاہو۔

(ج) لاہور سول ڈیفنس کے مزید مراکز قائم کرنے کے لئے سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ لاہور کو ADP سکیم بھجوائی جا چکی ہے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! اس کے جز (الف) میں رضاکاروں کی جو تعداد بتائی گئی ہے تو میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جو رضاکار رکھے جاتے ہیں وہ کس criteria کے تحت رکھے جاتے ہیں، کیا ان کی تربیت کا کوئی باقاعدہ انتظام کیا جاتا ہے اور کس شیڈول کے مطابق ان کو تربیت دی جاتی ہے؟

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس سوال کا جز (الف) یہ ہے کہ "سول ڈیفنس لاہور میں رضاکاروں کی کل کتنی تعداد ہے؟" اس کا جواب یہ ہے کہ "لاہور میں رضاکاروں کی تعداد 7000 ہے۔" سوال میں اس کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں پوچھی گئی۔

جناب قائم مقام سپیکر: محترمہ! Criteria سے متعلق آپ کا نیا سوال بنتا ہے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! جب رضاکار کی بات ہو رہی ہے تو پھر رضاکاروں کو کیا تربیت دی جاتی ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر: نہیں۔ آپ کا سوال تعداد، مراکز اور مزید مراکز بنانے کے بارے میں ہے۔ Criteria تو بالکل نیا سوال بنتا ہے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! چلیں، میں جز (ج) سے متعلق ضمنی سوال کر لیتی ہوں کہ اس سوال کے جواب کو آئے ہوئے ڈیڑھ سال ہو گیا ہے کہ ADP کو سکیم بھجوائی جا چکی ہے تو اب اس کا status کیا ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر: آپ کا یہ سوال valid ہے۔ جی، رانا صاحب!

وزیر داخلہ (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! جو سکیم بھجوائی گئی تھی وہ local ADP تھی یعنی سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کی ADP تھی وہ take up نہیں ہوئی تو اس لئے اب اس کی کوئی پوزیشن نہیں ہے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! کیا آئندہ گورنمنٹ مزید دفاتر بنانے کا کوئی ارادہ رکھتی ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر: راناصاحب! کیا مزید دفاتر بنانے کا ارادہ ہے؟

وزیر داخلہ (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! سر دست اس میں میرے پاس information نہیں ہے کیونکہ نہ ہی آئندہ کے متعلق پوچھا گیا تھا۔ یہ ADP close ہو چکی ہے اس لئے آئندہ کے لئے کوئی information نہیں ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: ٹھیک ہے۔ اگلا سوال محترمہ عائشہ جاوید صاحبہ کا ہے۔

محترمہ حمیرا اویس شاہد: جناب سپیکر! On her behalf سوال نمبر 3868 ہے۔ (معزز خاتون ممبر نے محترمہ عائشہ جاوید کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا۔)

خواتین کو آگ لگانے / تیزاب پھینکنے سے متعلقہ تفصیلات

*3868: **محترمہ عائشہ جاوید:** کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ صوبہ میں پچھلے تین ماہ (یکم اپریل تا 30۔جون 2009) کے دوران 40 خواتین کو تیزاب اور 101 کو آگ سے جلایا گیا؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ واقعات ناقص قوانین اور ان پر مؤثر عملدرآمد نہ ہونے کے باعث پیش آئے؟

(ج) کیا مذکورہ کیسز میں ملزمان کو گرفتار کر کے سزا دی گئی ہے، اگر ہاں تو تفصیل سے آگاہ کیا جائے، اگر نہیں تو وجوہات کیا ہیں؟

(د) حکومت مذکورہ سنگین مسئلہ سے نپٹنے کے لئے کون سے خصوصی اقدامات کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، تفصیلی رپورٹ ایوان کی میز پر رکھی جائے؟

وزیر داخلہ (راناثناء اللہ خان):

(الف) یہ درست نہ ہے جبکہ مذکورہ عرصہ میں صرف 4 خواتین کو تیزاب سے جلانے کے مقدمات رپورٹ ہوئے ہیں اور آگ سے جلانے کا کوئی مقدمہ رپورٹ نہ ہوا ہے۔

(ب) اس سلسلہ میں موجودہ قوانین کے تحت فوری طور پر کارروائی عمل میں لائی جاتی ہے لیکن اکثر مقدمات میں مدعیان کی عدم پیروی کی وجہ سے خاطر خواہ نتائج برآمد نہ ہو پاتے ہیں۔

(ج) دوران عرصہ درج ہونے والے 4 مقدمات کا چالان عدالت میں بھیجا جا چکا ہے جو کہ زیر سماعت ہیں۔

(د) مذکورہ واقعات کی روک تھام کے لئے تمام ضلعی پولیس افسران کو مندرجہ ذیل ہدایات جاری کی جا چکی ہیں۔

1۔ اس سلسلہ میں آپ اپنے اپنے حلقہ میں تعینات SDPO/SHOs/I..Os کو مناسب ہدایات دیں کہ جیسے ہی ان میں کسی لڑکی / عورت پر تیزاب پھینکنے یا اس کے کسی گیس یا مٹی کے تیل کا چولہا پھٹنے سے زخمی ہونے کی اطلاع ملے تو فوراً اپنے سینئر آفیسر SHO/SDPO کو ہمراہ لے کر وقوعہ پر پہنچ کر واقعہ کی تصدیق و تفتیش کریں کیونکہ متعلقہ سینئر پولیس احکام موقعہ پر پہنچ کر کم وقت میں آسانی سے حقائق کی تہہ تک پہنچ سکتے ہیں۔ اگر لڑکی / عورت ابھی تک جائے وقوعہ پر موجود ہو تو فوراً نزدیک ترین ہسپتال میں برائے طبی امداد منتقل کریں۔ اگر لڑکی / عورت بیان دینے کے قابل ہو تو ڈاکٹر کی موجودگی میں تفتیشی آفیسر اس کا بیان زیر دفعہ 161 ض ف قلمبند کرے۔ اگر متاثرہ لڑکی / عورت کی زندگی خطرے میں ہو تو اس کا بیان نزع بمطابق پولیس رولز 21.25 قلمبند کیا جانا چاہئے۔

2۔ ابتدائی طبی امداد کے بعد متاثرہ لڑکی / عورت کو ڈاکٹر کے مشورے / رائے کی روشنی میں کسی ایسے ہسپتال میں منتقل کیا جائے جہاں پر باضابطہ Burn Unit موجود ہو اور متاثرہ لڑکی / عورت کا مناسب علاج ہو سکے۔

3۔ دوران تفتیش اگر متاثرہ لڑکی / عورت اپنی زندگی کے حوالے سے ملزم فریق کی جانب سے کسی قسم کے خطرے کا امکان ظاہر کرے تو ایسی صورت میں متاثرہ لڑکی / عورت کو مکمل تحفظ فراہم کیا جائے۔

4۔ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ لڑکی کو جان بوجھ کر تیزاب پھینک کر یا مٹی کا تیل پھینک کر جلانے سے اس کی موت واقع ہوئی ہے تو پولیس افسران کو حسب ضابطہ کارروائی بابت قتل عمد عمل میں لانی چاہئے۔

5۔ پولیس کا یہ بھی فرض ہے کہ دوران سماعت مقدمہ متاثرہ لڑکی / عورت کو مکمل تحفظ اور اگر اس کے لواحقین اسے قبول نہ کریں یا ملزمان سے اسے کوئی خطرہ ہو تو پولیس ایسی صورت میں متاثرہ لڑکی / عورت کو دارلامان میں بھجوائے۔

6۔ ایسے واقعات کا چالان عدالت میں دیئے جانے کی صورت میں متعلقہ SHO کا فرض ہے کہ وہ شہادت استغاثہ کی پہلی تاریخ پیشی پر تمام گواہان استغاثہ کی تعمیل کروا کر انہیں پیش عدالت کرے تاکہ ملزمان کم از کم وقت میں کیفر کردار تک پہنچ سکیں۔

محترمہ حمیرا اویس شاہد: جناب سپیکر! میں نے جز(ب) کے حوالے سے یہ پوچھنا ہے کہ جب کسی عورت پر تیزاب گرتا ہے تو اس کا مقدمہ کس قانون کے تحت درج ہوتا ہے، کیا دفعہ 302 لگائی جاتی ہے یا وہ injury کے شمار میں آتا ہے؟

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! تیزاب پھینکنے کے کیسوں میں 302 تو اسی وقت ہو سکتا ہے جب اس عمل سے کوئی خاتون یا مرد جس پر تیزاب پھینکا جائے، وہ ہلاک ہو جائے لیکن اس میں injury کی نوعیت کے مطابق جو میڈیکل رپورٹ بنائی جاتی ہے اس کے مطابق دفعات لگتی ہیں۔ پچھلے سال یہ واقعات بہت زیادہ ہوئے تھے اس لئے ہماری ایک کمیٹی ہے جو ایسے heinous offences کو deal کرتی ہے اور اس کی ماہانہ میٹنگ ہوتی ہے۔ اس میں یہ فیصلہ ہوا تھا جسے بعد میں چیف منسٹر صاحب نے approve بھی کیا کہ خواتین پر تیزاب پھینکنے والے کیس میں ATA-7 کا اطلاق ہو گا۔ اب پچھلے سال سے جتنے بھی اس قسم کے مقدمات درج ہوئے ہیں ان میں ATA-7 کا اطلاق ہوا ہے۔ ان مقدمات میں زیادہ تر خاوند، بھائی یا اسی علاقہ کا کوئی اوباش آدمی ملوث ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ہمارا خاندانی سسٹم ایسا ہے کہ لوگ ادھر ادھر سے pressurize کر کے صلح کر لیتے ہیں اور وہ مظلوم عورت اس قابل نہیں ہوتی کہ وہ تمام معاشرے کے pressure کو sustain کرے اور اپنے کیس کی پیروی کرے۔ اس لئے ATA-7 کا اطلاق کیا گیا تھا تاکہ ایسا مقدمہ قابل راضی نامہ نہ رہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ standing orders بھی ہیں کہ وہ تھانہ جس کے علاقہ میں یہ واقعہ رونما ہو گا اگر ملزم ایک ہفتے کے اندر گرفتار نہیں ہو گا تو اس تھانے کے SHO کے خلاف فوری طور پر تادیبی کارروائی کی جائے گی۔ میں یہ کہتے ہوئے مطمئن ہوں کہ تیزاب پھینکنے کے واقعات میں بہت نمایاں کمی ہوئی ہے پہلے معاملہ یہ تھا کہ ایک ایک ماہ میں چھ سات واقعات ہو جاتے تھے اب ان کی تعداد بالکل نہ ہونے کے برابر ہے۔

محترمہ حمیرا اویس شاہد: جناب سپیکر! مجھے یاد ہے کہ 2003 میں، میں نے ایک قرارداد پیش کی تھی کہ Acid throwing کو murder attempt recognize کیا جائے اس قانون میں problem یہ ہے کہ جب کوئی کسی پر تیزاب پھینکتا ہے۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: اس پر ضمنی سوال کریں۔ اس پر بحث نہیں ہو سکتی۔

محترمہ حمیرا اویس شاہد: جناب سپیکر! میں صرف ایک پوائنٹ لاء منسٹر صاحب کو پیش کرنا چاہتی ہوں کہ جب کوئی کسی پر تیزاب پھینکتا ہے تو وہ ایک slow death ہوتی ہے اور ایک victim کو موت کے منہ میں جاتے ہوئے تین چار ہفتے لگ جاتے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: محترمہ! آپ جو بات کہنا چاہتی ہیں کہ سیکشن کا اضافہ کیا جائے کہ تیزاب پھینکنے سے موت ہو گئی ہے اور پہلے پرچہ درج ہو گیا ہے اور وہ injuries کی بنیاد پر درج ہوا ہے تو 302 بعد میں بھی لگ سکتی ہے اس پر کوئی پابندی نہیں ہے یعنی بعد میں دفعہ 302 کا اضافہ ہو سکتا ہے اس میں law بڑا clear ہے۔ جی، محترمہ عائشہ جاوید صاحبہ!

محترمہ عائشہ جاوید: جناب سپیکر! یہ سوال تقریباً دو سال پرانا ہے۔ کیا معزز منسٹر صاحب فرما سکیں گے کہ جب سے سوال دیا گیا ہے اس وقت سے اب تک کتنے کیس رجسٹرڈ ہوئے ہیں؟

وزیر داخلہ (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میرے پاس ہر ضلع کے مطابق تفصیل موجود ہے۔ میں نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ پچھلے سال ان کی تعداد کافی زیادہ تھی لیکن جب سے ATA-7 کا اس میں اطلاق ہوا ہے تو اس کے بعد latest information یہ ہے کہ اپریل تا جون چار مقدمات، باقی اضلاع میں یا پورے پنجاب میں اور دو مقدمات لاہور میں درج ہوئے ہیں، ان میں کافی کمی اور کنٹرول پایا گیا ہے۔

محترمہ عائشہ جاوید: کافی سے تو تعداد پتا نہیں چلتی۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ نے exact figure نہیں مانگی تھی۔ آپ ان سے مل لیں تو وہ آپ کو exact figure دے دیں گے۔

محترمہ عائشہ جاوید: ٹھیک ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: ڈاکٹر زمرد یاسمین راناصاحبہ!

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! جواب کے جز(ب) میں لکھا گیا ہے کہ "اکثر مقدمات میں عدم پیروی کی وجہ سے خاطر خواہ نتائج برآمد نہ ہو پاتے ہیں۔ مقدمات کی عدم پیروی کی بہت بڑی وجہ غربت بھی ہے" کیا حکومت ان لوگوں کو قانونی چارہ جوئی کے لئے وکیل کی سہولت فراہم کرتی ہے اگر کرتی ہے تو اب تک کتنے لوگوں کو وکیل کی سہولت فراہم کی جا چکی ہے؟

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! جن کیسوں کا specifically ذکر ہو رہا ہے ان میں عدم پیروی کی وجہ سو فیصد راضی نامہ ہے چونکہ خواتین اسی علاقے، اسی خاندان اور اسی گھر سے ہوتی ہیں اس کو ہم نے cure اس طرح کیا ہے کہ ATA-7 کے اطلاق کے بعد وہ معاملہ قابل راضی نامہ نہیں رہے گا۔

جناب قائم مقام سپیکر: بہت شکریہ۔ اگلا سوال محترمہ نگہت ناصر شیخ صاحبہ کا ہے۔ جی، محترمہ!

محترمہ نگہت ناصر شیخ: میرا سوال نمبر 3879 ہے۔

لاہور جنوری تا جولائی 2009 کے دوران جلائی جانے والی خواتین کی تعداد و دیگر تفصیلات

*3879: محترمہ نگہت ناصر شیخ: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) لاہور میں جنوری تا جولائی 2009 کے دوران کتنی خواتین کو جلایا گیا ہے؟

(ب) لاہور میں متذکرہ پیریڈ کے دوران کتنی خواتین زندہ بچیں اور کتنی خواتین اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھیں؟

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان):

(الف) ڈسٹرکٹ لاہور میں جنوری تا جولائی 2009 کے دوران خواتین کو جلائے جانے کے 6 مقدمات درج ہوئے جن کی تفتیش انوسٹی گیشن ونگ عمل میں لا رہا ہے۔

(ب) جنوری 2009 تا جولائی 2009، چار عورتیں جاں بحق ہو گئیں جبکہ تین عورتیں زندہ بچ گئیں۔ (ڈویژنل رپورٹ برائے ملاحظہ ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے)

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! اس میں مجھے جو تفصیل دی گئی ہے اور میرے سوال کے جواب میں بتایا گیا ہے کہ 6 مقدمات درج ہوئے ہیں جن میں سے چار خواتین ہلاک ہو گئی ہیں اور جو تفصیل مجھے دی گئی ہے اس میں ایک مقدمہ جو 2009-06-10 کو دفعہ 324 کے تحت درج ہوا تھا جو بعد میں خاتون کی وفات کی وجہ سے دفعہ 302 میں ایزاد ہو گیا اور بوٹا عرف وکی کو گرفتار کیا گیا اسی طرح ایک اور ملزم عبدالجبار بھی فرار ہو گیا اور ملزم شہزاد بھی اشتہاری ہے کیا ان کو اب تک گرفتار کیا جا چکا ہے کیونکہ سوال کو تقریباً ڈیڑھ سال سے زیادہ عرصہ ہو گیا ہے؟

وزیر داخلہ (راناثناءاللہ خان): جناب سپیکر! سوال میں اس تفصیل کے متعلق نہیں پوچھا گیا تھا بہر حال محترمہ یہ ایف آئی آر مجھے دے دیں تو اگر وہ ملزمان گرفتار نہیں ہوئے تو یہ ہدایت دی جائے گی کہ اُن کو گرفتار کیا جائے اور اگر گرفتار ہو چکے ہیں تو ان کی information دی جائے گی۔

جناب قائم مقام سپیکر: محترمہ! آپ لاء منسٹر صاحب سے مل لیں وہ آپ کو latest information provide کر دیں گے۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! میرا ایک ضمنی سوال ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، فرمائیں!

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! میں اس میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ acid سے جلنے والی خاتون خود بھی witness ہوتی ہے جو میرے خیال میں اُس سے بڑی گواہی کوئی نہیں ہوتی لیکن اس کا follow up تو آج تک آیا ہی نہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ پچھلے سوال پر بات کر رہی ہیں؟

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! میں نگہت ناصر شیخ والی بات کر رہی ہوں۔ پچھلا اور یہ دونوں ایک جیسے ہی سوال ہیں۔ میں اس پر بات کرنا چاہتی ہوں کہ جب خاتون خود witness ہے اور وہ زندہ بھی ہے تو آیا legal aid کی ضرورت جو state نے دینی ہے اُس میں کوئی follow up نظر آئے تاکہ آئندہ سے کوئی تیزاب نہ پھینکے اس پر حکومت کیا کر رہی ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر: لاء منسٹر صاحب! ویسے تیزاب اور زندہ جلانے والے دونوں معاملات کافی serious ہیں لیکن جو legal aid کی بات محترمہ کر رہی ہیں کیا اس کا as such کوئی procedure ہے کہ ان کو دونوں طرح کی legal aid provide کی جائے؟

وزیر داخلہ (راناثناءاللہ خان): جناب سپیکر! Criminal Justice System کے مطابق ہر عدالت میں ایک پراسیکیوٹر جس نے مدعی کی طرف سے کیس کی پیروی کرنی ہے موجود ہوتا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: شکریہ۔ اگلا سوال خواجہ محمد اسلام صاحب کا ہے۔

خواجہ محمد اسلام: میرا سوال نمبر 3932 ہے۔ اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

2009 سے آج تک تھانہ چک جھمرہ فیصل آباد میں قتل کے مقدمات کی تفصیلات

*3932: خواجہ محمد اسلام: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) یکم جون 2009 سے آج تک تھانہ چک جھمرہ (فیصل آباد) میں قتل کے کتنے مقدمات درج ہوئے، ان مقدمات کے نمبر ز اور تاریخ مع نام مدعی بیان کریں؟

(ب) ان مقدمات میں کتنے ملزمان گرفتار ہوئے، کتنے ملزمان مفرور ہیں، مفرور ملزمان کے نام و پتاجات بتائیں؟

(ج) قتل کے کتنے نامزد ملزمان کو گرفتار کر کے چھوڑ دیا گیا، ان کے نام و پتا جات بتائیں نیز ان کو چھوڑنے کی وجوہات کیا ہیں کیا پولیس کو نامزد ملزمان کو چھوڑنے کا اختیار ہے یا عدالت کو؟

وزیر داخلہ (راناثناء اللہ خان):

(الف) یکم جون 2009 سے آج تک تھانہ چک جھمرہ ضلع فیصل آباد میں قتل کے 11 مقدمات درج ہوئے، جن کی فہرست ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) ان مقدمات میں اب تک چھ ملزمان گرفتار ہو چکے ہیں جبکہ بارہ ملزمان تا حال مفرور ہیں۔ فہرست ملزمان گرفتار شدہ و مفروران ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) اگر ملزم گرفتاری سے قبل بے گناہ ہو جائے تو پولیس اسے چھوڑ سکتی ہے لیکن اگر ملزم گرفتاری کے بعد دوران تفتیش بے گناہ ہو جائے تو اس کو عدالت میں پیش کیا جاتا ہے اسے عدالت کو چھوڑنے کا اختیار ہے۔ ان مقدمات میں اب تک 11 ملزمان کو دوران تفتیش بے گناہ ثابت ہونے پر چھوڑ دیا گیا جو کہ درج ذیل ہیں۔

عنوان مقدمہ	بے گناہ ملزمان کے نام
1۔ مقدمہ نمبر 294 مورخہ 09-06-08 بجرم 149/148/324/302 ت پ تھانہ چک جھمرہ	1۔ اعجاز عرف پپو ولد اکرم راجپوت سکنہ 293 رب
	2۔ خالد محمود ولد اکرم راجپوت سکنہ 293 رب
	3۔ غضنفر شاہ ولد مراد قوم سید سکنہ 293 رب
	4۔ حسنین شاہ ولد چراغ شاہ سکنہ 355 رب
2۔ مقدمہ نمبر 318 مورخہ 09-06-20 جرم 34/302 ت پ تھانہ چک جھمرہ	1۔ ناظم ولد منور حسین قوم جٹ سکنہ 151 رب
	2۔ علی شاہ ولد ثناء اللہ قوم جٹ سکنہ 151 رب
	3۔ وقار عرف مٹھو ولد محمد بوٹا قوم جٹ سکنہ 151 رب

3۔ مقدمہ نمبر415 مورخہ 09۔06۔20 جرم 149/148/109/302ت پ تھانہ چک جھمرہ	1۔ محمد نعیم ولد محمد سلیم راجپوت سکنہ چک نمبر195رب 2۔ محمد امجد ولد محمد سرور قوم راجپوت سکنہ چک نمبر195رب 3۔ محمد اعظم ولد محمد سرور قوم راجپوت سکنہ چک نمبر195رب 4۔ محمد ناصر ولد انور قوم راجپوت سکنہ چک نمبر195رب

جناب قائم مقام سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

خواجہ محمد اسلام: جناب سپیکر! جز(ب) میں جواب ہے کہ ان مقدمات میں اب تک 6 ملزمان گرفتار ہو چکے ہیں اور 12 ملزمان تاحال مفرور ہیں۔ فہرست ملزمان گرفتار شدہ مفروران ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ یہ جواب مورخہ 22۔جولائی 2009 کو آیا ہے لہذا میری request ہے کہ اشتہاری ملزمان کی update list مجھے دے دی جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: خواجہ صاحب! یہ جواب یکم فروری 2010 کو آیا ہے لیکن آپ اب تک کی update list مانگ رہے ہیں لہذا آپ لاء منسٹر صاحب سے رابطہ کر لیں وہ آپ کو لسٹ دے دیتے ہیں۔

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اُس وقت کی پوزیشن answer sheet میں درج ہے لیکن update list میرے پاس موجود ہے جو میں ان کو مہیا کر دیتا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: چلیں، ٹھیک ہے۔ اگلا سوال بھی خواجہ محمد اسلام صاحب کا ہے۔

خواجہ محمد اسلام: سوال نمبر 3933۔ اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

تھانہ چک جھمرہ فیصل آباد میں مقدمات کی تعداد و ملزمان کی گرفتاری کی تفصیلات

*3933: **خواجہ محمد اسلام:** کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) تھانہ چک جھمرہ (فیصل آباد) میں یکم جنوری 2009 سے آج تک کتنے مقدمات درج ہوئے ہیں اور کس کس جرم کے تحت درج ہوئے ہیں؟

(ب) ان مقدمات کے کتنے ملزمان گرفتار ہوئے اور کتنے ملزمان مفرور ہیں، مفرور ملزمان کے نام، پتاجات اور مقدمہ کی تفصیل بتائیں؟

(ج) کتنے ملزمان اشتہاری ہیں ان ملزمان کے نام، پتاجات اور مقدمہ کی تفصیل بتائیں؟

(د) کتنے ملزمان کو ایس ایچ او یا دیگر پولیس ملازمین نے تفتیش کے دوران بے گناہ قرار دے کر چھوڑا ان کے نام، پتاجات اور مقدمہ جات بتائیں؟

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان):

(الف) تھانہ چک جھمرہ فیصل آباد میں یکم جنوری 2009 تا 09-08-28 درج ہونے والے مقدمات کی تفصیل درج ذیل ہے۔

کل مقدمات=473

قتل =15	زناء =5	382ت پ =2	سرقہ عام =35
اقدام قتل =13	ضرر =43	وہیکلز چھیننا=6	سرقہ مویشی =18
اغواء برائے تاوان=2	ڈکیتی =12	وہیکلز چوری =9	ناجائز اسلحہ =126
اغواء =11	راہزنی =15	نقب زنی =7	منشیات =85
			متفرق =72

(ب) ان مقدمات میں 705 ملزمان گرفتار ہوئے جبکہ 101 ملزمان مفرور ہیں جن کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) ان مقدمات میں 26 ملزمان کو اشتہاری قرار دیا گیا ہے جن کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) ان مقدمات میں پولیس نے دوران تفتیش 59 ملزمان کو بے گناہ قرار دیا جن کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

خواجہ محمد اسلام: اس سوال کے متعلق بھی میری یہی گزارش ہے کہ جواب 8۔نومبر 2009 کو آیا ہے۔ جواب میں بتایا گیا ہے کہ 705 ملزمان گرفتار ہوئے جبکہ 101 ملزمان مفرور ہیں جن کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ اس میں بھی میری یہ request ہے کہ اگر اس سوال کو بھی update کر دیا جائے تو مجھے پتا چل جائے گا؟

جناب قائم مقام سپیکر: لاء منسٹر صاحب اس کی بھی update list آپ کو provide کر دیں گے۔ اگلا سوال جناب شاہجہان احمد بھٹی صاحب کا ہے۔

جناب شاہجہان احمد بھٹی: جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 3935 ہے اور ریکارڈ کے لئے میری درخواست ہو گی کہ لاء منسٹر صاحب اس کا جواب پڑھ کر ایوان کو سنادیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: لاء منسٹر صاحب! جواب پڑھ کر سنائیں۔

ننکانہ صاحب میں اسلحہ برانچ میں بے ضابطگیوں کی تفصیلات

*3935: جناب شاہجہان احمد بھٹی: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ننکانہ صاحب اسلحہ برانچ میں بڑے پیمانے پر بے ضابطگیاں پکڑی گئی ہیں؟

(ب) ان بے ضابطگیوں کی نوعیت کیا تھی، تفصیل بتائی جائے؟

(ج) بے ضابطگی میں ملوث افسران واہلکاران کے نام بھی بتائیں؟

(د) حکومت نے اب تک یہ بے ضابطگیاں کرنے والوں کے خلاف کیا کارروائی کی ہے، تفصیلاً بتائیں؟

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان):

(الف) درست ہے۔

(ب) ڈی سی او ننکانہ صاحب کے حکم نامہ نمبر HC(C)/585 مورخہ 2009-5-05 کے تحت تشکیل شدہ ٹیم نے 2009-05-05 کو اسلحہ برانچ کے ریکارڈ کی چھان بین کی تو مندرجہ ذیل بے ضابطگیاں پکڑی گئیں۔ ڈی سی او آفس جب تحصیل آفس تھا تو وہاں پر پتا نہیں کب سے اسلحہ برانچ کے کلرک صاحبان یہ سارا معاملہ کر رہے تھے تو 09-05-05 کو انکوائری ہوئی جس کے مطابق تفصیل اس طرح سے ہے کہ۔

- ❖ 46 اسلحہ لائسنس کی تیار کاپیاں پکڑی گئیں جو کہ تمام بوگس ہیں۔
- ❖ 21 جعلی لائسنس رجسٹر پکڑے گئے جن پر 27355 بوگس اسلحہ لائسنس ہائے کا اندراج کیا گیا ہے۔ ان میں سے 3 رجسٹر ضلع ننکانہ صاحب قائم ہونے کے بعد کے اور 18 رجسٹر تحصیل ننکانہ صاحب کے ہیں۔
- ❖ 62 ممنوعہ بور 44 بور کی رسیدیں پکڑی گئیں۔
- ❖ 99 اسلحہ لائسنسوں کے اندراج پر رجسٹر میں افسر مجاز کے دستخط نہ ہیں۔
- ❖ مہریں جو دفتر میں موجود ہیں وہ ان مہروں سے مختلف ہیں جو کہ اسلحہ لائسنسوں پر لگائی گئی ہیں۔

- ضلع ننکانہ صاحب کا ماہانہ کوٹا غیر ممنوعہ بور اسلحہ لائسنسوں کے اجراء کا 25 مقرر شدہ ہے جبکہ ضلع ننکانہ صاحب میں واقع ڈاکخانوں سے PT-6 سٹیٹمنٹ منگوائی گئی تو نومبر 2008 سے اپریل 2009 تک 1549 اسلحہ لائسنسوں کا اندراج پایا گیا۔
- تھانہ بڑا گھر اور تھانہ منڈی فیض آباد کے اسلحہ لائسنس رجسٹر موجود نہ ہیں۔

(ج) محمد اسلم لائسنس کلرک دفتر ڈی سی او ننکانہ صاحب۔

(د) ڈسٹرکٹ کوآرڈینیشن افسر ننکانہ صاحب نے بذریعہ منسلکہ الف (برائے ملاحظہ ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے) مطلع کیا ہے کہ اہلکار مذکورہ کے خلاف انٹی کرپشن اسٹیبلشمنٹ ننکانہ صاحب نے چالان مکمل کر لیا ہے اور تمام ریکارڈ مقدمہ نمبر 159/09 مورخہ 09-05-05 اور 249/09 مورخہ 09-07-26 میں جناب سپیشل جج انٹی کرپشن لاہور کو بھیج دیا ہے۔

جناب سپیکر! جب یہ بات میرے علم میں آئی تو میں نے خصوصی طور پر سیکرٹری پراسیکیوشن سے کہا کہ وہ investigation اور جو چالان مرتب ہوا ہے اُس کو دوبارہ evaluate کر لیں اور اگر اس میں کسی قسم کی کوئی کوتاہی ہے تو اُس کو بھی پورا کیا جائے۔

جناب شاہجہان احمد بھٹی: میں ضمنی سوال کروں گا۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب شاہجہان احمد بھٹی: جناب سپیکر! اس حوالے سے لاتعداد ضمنی سوال ذہن میں آتے ہیں لیکن لاء منسٹر صاحب نے بتا دیا ہے کہ وہ خود کارروائی کر رہے ہیں۔ کیا صرف ننکانہ صاحب میں ہی یہ مسئلہ پیش آیا ہے یا دوسرے اضلاع میں بھی اس طرح کے واقعات سامنے آئے ہیں؟

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں معزز ممبر جناب شاہجہان بھٹی صاحب سے بھی گزارش کروں گا کہ وہ اس سلسلے میں سیکرٹری پراسیکیوشن کو اپنی input دیں تاکہ اس معاملے کو بہتر انداز سے check کیا جا سکے اور اس کے علاوہ ضلع گجرات میں بھی ایک ایسا ہی scandal سامنے آیا ہے جس پر بھرپور طریقے سے کارروائی ہو رہی ہے۔

جناب شاہجہان احمد بھٹی: جناب سپیکر! کیا اس matter کے بعد حکومت نے لائسنس جاری کرنے کی پالیسی کو re-frame کیا ہے، دوبارہ computerization کرنے کا process لایا گیا ہے یا پرانا سلسلہ ہی جاری ہے؟ میری یہ بھی درخواست ہوگی کہ یہ matter بہت sensitive ہے جس سے لاء منسٹر صاحب بھی واقف ہیں تو بہتر یہ ہے کہ اس ہاؤس کی کمیٹی بنا دیں تاکہ ہم اس matter کو پورے پنجاب کی

سطح پر inquire کریں کیونکہ ہمارے پاس بہت سے ایسے ممبران جیسے کرنل شجاع خانزادہ صاحب ہیں جو کمیٹی میں آ سکتے ہیں اس لئے میری آپ سے گزارش ہو گی کہ اس پر ایک کمیٹی بنا دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں بھٹی صاحب سے یہ کہوں گا کہ وہ اس کیس کے متعلق سیکرٹری پراسیکیوشن سے cooperate کر کے اپنی input دیں تا کہ اس کیس کو منطقی اور حتمی نتیجے تک پہنچایا جا سکے۔ دراصل یہ طریق کار سے متعلقہ معاملہ ہی نہیں ہے کیونکہ باقاعدہ ہر ضلع کا کوٹا fix ہے اس لئے ڈی سی او خود اس بات کا انچارج ہے کہ اُس کے اپنے دستخط سے اسلحہ لائسنس جاری کیا جائے۔ اس سلسلے میں ہدایات دی گئی ہیں کہ ڈی سی او یا تو خود دستخط کرے ورنہ گریڈ 17 سے نیچے کسی سپرنٹنڈنٹ یا کلرک کو یہ اتھارٹی delegate نہ کرے۔ یہ تو ایک جرم اور جعلسازی ہے کہ کوئی بھی آدمی کسی جگہ پر بھی اس معاملے میں ملوث ہو سکتا ہے بہر حال جو آدمی ملوث ہو اُس کے خلاف قانونی کارروائی ہونی چاہئے۔

جناب قائم مقام سپیکر: بھٹی صاحب! لاء منسٹر صاحب سیکرٹری پراسیکیوشن کے پاس آپ کا ٹائم رکھواتے ہیں آپ اُن سے مل کر سب دیکھ لیں اور اگر آپ سمجھتے ہیں کہ اس پر مزید کچھ کام کرنے کی ضرورت ہے تو پھر اس محکمے کی سٹینڈنگ کمیٹی میں کچھ مزید دوستوں کو شامل کر کے اسے active کر دیں گے۔ لاء منسٹر صاحب! آپ ان کا سیکرٹری پراسیکیوشن کے ساتھ ٹائم رکھوائیں تا کہ اُن کے ساتھ بیٹھ کر یہ اس معاملے کو discuss کر لیں۔

رانا تنویر احمد ناصر: جناب سپیکر! ضمنی سوال ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، فرمائیں!

رانا تنویر احمد ناصر: شکریہ۔ جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اس case میں بھی بیوروکریسی نے اپنا روایتی طریق کار اختیار کرتے ہوئے کلرک کو قربانی کا بکرا بنا دیا ہے۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: رانا صاحب! میرا خیال ہے کہ لاء منسٹر صاحب نے بھی اسی لئے کہا ہے کہ سیکرٹری پراسیکیوشن کے ساتھ بیٹھ جائیں اور وہ پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ اسے دیکھ رہے ہیں اور اسے دوبارہ دیکھنے کا بھی کہا ہے تو انہیں بیٹھنے دیں اور اس کے بعد دیکھ لیں گے۔

رانا تنویر احمد ناصر: جناب سپیکر! ایک بات بڑی ضروری ہے کہ پرویز مشرف کے ولی عہد اعجاز شاہ کا ننکانہ صاحب اور گجرات میں گجراتیوں کا راج تھا تو دونوں اضلاع میں جعلی لائسنسوں کی بھر مار ہے اس لئے وہاں پر کوئی نہ کوئی طریق کار ضرور وضع کرنا چاہئے۔

جناب قائم مقام سپیکر: اب وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔

وزیر داخلہ (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں باقی سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

لاہور ایلیٹ ٹریننگ سکول پولیس بیدیاں روڈ میں اہلکاران و آفیسران کی تعداد و دیگر تفصیلات

*2790: جناب شفیق احمد گجر: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ایلیٹ فورس ٹریننگ سکول پولیس بیدیاں روڈ لاہور میں اس وقت کتنے اہلکاران و افسران ڈیوٹی سر انجام دے رہے ہیں، ان کے نام، عہدہ، گریڈ کی تفصیل سے آگاہ فرمائیں؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ مذکورہ بالا سکول میں strength سے زیادہ ملازمین ڈیوٹی سر انجام دے رہے ہیں، ایسا کیوں ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ موجودہ حکومت غیر ضروری سٹاف اور غیر ضروری اخراجات کے راستے بند کرنے کے لئے حکمت عملی تیار کر رہی ہے، تفصیلات سے آگاہ کریں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) فہرست ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) یہ درست نہ ہے تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) کوئی غیر ضروری سٹاف نہ ہے۔

ضلع وہاڑی میں تھانوں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*3533: جناب طاہر اقبال چودھری: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ضلع وہاڑی میں تھانوں کی تعداد کیا ہے؟

(ب) مذکورہ تھانوں میں 18۔فروری 2008 سے 18۔فروری 2009 تک کتنے ایس ایچ اوز تعینات ہو چکے ہیں؟

(ج) مذکورہ تھانوں میں عملہ کی تعداد کیا ہے؟

(د) مذکورہ عرصہ میں کوئی ایس ایچ او یا عملہ بد عنوانی کی وجہ سے معطل ہوا ہے، اگر ہاں تو تفصیل بتائی جائے؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) ضلع وہاڑی میں تھانوں کی کل تعداد 17 ہے۔

(ب) مذکورہ عرصہ میں 50 ایس ایچ اوز تعینات ہو چکے ہیں۔

(ج) مذکورہ تھانوں میں عملہ کی تعداد ذیل ہیں۔

نمبر شمار	نام تھانہ	انسپکٹرز	سب انسپکٹرز	اسسٹنٹ سب انسپکٹرز	ہیڈ کانسٹیبل	کانسٹیبل
1	صدر وہاڑی	1	8	3	2	25
2	سٹی وہاڑی	1	4	5	2	25
3	دانیوال	1	4	5	5	24
4	لڈن	1	5	7	5	28
5	ماچھیوال	1	4	5	3	15
6	کھینکی	1	2	4	3	17
7	سٹی بورے والا	1	3	5	9	39
8	صدر بورے والا	2	7	5	10	56
9	گگو	1	4	5	2	27
10	فتح شاہ	1	3	1	2	17
11	ساہوکا	1	1	3	3	25
12	صدر میلسی	1	4	4	4	17
13	سٹی میلسی	ـ	5	5	1	19
14	مترو	1	5	3	5	22
15	ٹبہ سلطان پور	1	5	2	3	22
16	کرمپور	1	3	3	3	18
17	میراں پور	1	2	4	5	16

(د) مذکورہ عرصہ میں کوئی ایس ایچ او یا عملہ بد عنوانی کی وجہ سے معطل نہ ہوا ہے۔

راولپنڈی میں جرائم کی شرح میں اضافے کی تفصیلات

*3996:جناب محمد شفیق خان:کیاوزیراعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ راولپنڈی میں 6۔فروری سے 6۔مئی 2009 تک 77 قتل، 437 گاڑیاں اور موٹر سائیکل چوری ہونے اور ڈکیتی، سرقہ بالجبر اور چوری کی 379 وارداتیں ہوئی اور کل درج کئے جانے والے مقدمات کی تعداد 5215 ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ پولیس کی برآمدگی کی شرح نہایت مایوس کن رہی، پولیس کی ناقص کارکردگی کی وجوہات کیا ہیں نیز عوام کے جان و مال کے تحفظ اور امن عامہ کے لئے حکومت کون سے ٹھوس اقدامات کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، آگاہ فرمائیں؟

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) ضلع راولپنڈی میں 6۔فروری سے 6۔مئی 2009 تک قتل کے 66، گاڑیاں اور موٹر سائیکل چوری ہونے کے 351 مقدمات درج ہوئے جبکہ ڈکیتی سرقہ بالجبر اور سرقہ عام کے 234 مقدمات درج کئے گئے جبکہ اس عرصہ کے دوران درج ہونے والے مقدمات کی تعداد 3989 ہے۔

(ب) اس عرصہ کے دوران کل 167 مقدمات ٹریس ہوئے اور ملزمان کو چالان عدالت کیا گیا جبکہ -/29061620 روپے مالیت کا مال مسروقہ برآمد کیا گیا ہے۔ اس طرح پولیس ضلع راولپنڈی کی کارکردگی تسلی بخش ہے۔

وہاڑی، تین بھائیوں سمیت چار افراد کے قاتلوں کو پولیس کی طرف سے وی آئی پی پروٹوکول کی تفصیلات

*4078:جناب شیر علی خان:کیاوزیراعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ وہاڑی پولیس نے 3 بھائیوں سمیت 4 افراد کے گرفتار 9 قاتلوں کو VIP پروٹوکول دے دیا ہے جبکہ دیگر 7 بااثر اشتہاریوں کو پکڑنے کی بجائے کھلی چھٹی دے دی ہے ملزمان میں 10 لاکھ سر کی قیمت والا اشتہاری عباس عرف عباسہ اور اس کے ساتھی تاج محمد عرف تاجی، عبدالرزاق، محمد رمضان، محمد رشید شامل ہیں اشتہاریوں کے خلاف مقدمہ نمبر 518/06 اور 585/06 درج ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ پولیس کہتی ہے کہ ان پر مقامی سیاسی افراد کا پریشر ہے؟
(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا اس قدر سنگین جرائم کے مجرموں کے ساتھ پولیس کی نوازشات کی وجوہات کیا ہیں، کیا حکومت کوئی ٹھوس اقدامات اٹھانے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) مقدمہ نمبر 167/09 مورخہ 09۔04۔09 بجرم 149/148/427/302 ت پ تھانہ گگو مدعی مقدمہ محمد اشفاق ہانس اور عباس عرف عباسہ چوہان کی دیرینہ دشمنی ہے۔ جن کے مقدمات زیر سماعت ہیں اس دشمنی کی بناء پر محکمہ پولیس کی جانب سے غلام فرید 806/C اور عبدالغفار 989/C جن کے پاس سرکاری اسلحہ بھی ہوتا ہے۔ محمد اشفاق مدعی مقدمہ کو دیئے ہوئے ہیں۔ مورخہ 09۔04۔09 کو مدعی کا بھائی محمد صادق، عبدالرزاق اور گن مین غلام فرید 806/C مسلح رائفل سرکاری بسواری کار نمبر 7546LHV تاریخ پیشی پر عدالت بورے والا جا رہے تھے۔ جب 8:00 بجے دن مغل پورہ چوک گگو پہنچے تو اچانک سامنے سے عباس عرف عباسہ، ادیب عرف دیبا شاہد چوہان وغیرہ نے اپنے اپنے اسلحہ آتشیں سے کار پر اندھا دھند سیدھی فائرنگ شروع کر دی جس سے محمد صادق، عبدالرزاق اور گن مین غلام فرید 806/C موقع پر ہی جاں بحق ہو گئے اور ملزمان موٹر سائیکلوں پر اسلحہ سمیت فرار ہو گئے۔

یہ بات درست ہے کہ مقدمہ عنوان بالا میں 1۔ شاہد ولد جرنیل 2۔ سعید ولد خوشی محمد 3۔ رشید عرف پپو ولد خوشی محمد 4۔ رمضان ولد طفیل 5۔ ایوب ولد طفیل اقوام چوہان سکنائے 243/EB اور 6۔ افراہیم عرف لالہ ولد سلطان پٹھان سکنہ گگوڈھاریاں ملزمان مقدمہ ہذا میں شامل تفتیش ہو رہے ہیں جو بے گناہی کا واویلا کرتے ہیں تفتیش مقدمہ ہر پہلو پر کی جا رہی ہے۔ انشاءاللہ مقدمہ کو اصل حقائق پر یکسو کیا جائے گا۔ 7۔ اشفاق ولد شیر بہادر 8۔ عباس عرف عباسہ ولد اشفاق 9۔ فیاض ولد اشفاق اقوام چوہان 10۔ ادیب عرف دیبا ولد شبیر قوم آرائیں سکنائے 243/EB کی گرفتاری کے لئے ہر ممکن کوشش کی جا رہی ہے۔ ملزمان کے خلاف کارروائی 87 ض ف عمل میں لائی گئی ہے۔

یہ بات بھی درست ہے کہ عباس عرف عباسہ اور اس کے ساتھی تاج محمد عرف تاجی، عبدالرزاق ، محمد رمضان ، محمد رشید ملزمان مقدمات نمبری1۔مقدمہ نمبر518مورخہ 06۔09۔27بجرم379ت پ تھانہ گگو2۔مقدمہ نمبر586مورخہ 06۔11۔08بجرم 149/148/324ت پ تھانہ گگو میں مجرمان اشتہاری ہیں جبکہ ان میں سے ملزمان تاج محمد عرف تاجی اور رشید احمد گرفتار ہو چکے ہیں۔مزید طارق فوجی مجرم اشتہاری کو گرفتار کر کے جیل بھجوایا گیا ہے۔

یہ بات غلط ہے کہ پولیس نے 7اشتہاریوں کو کھلی چھٹی دے رکھی ہے بلکہ گرفتاری کے لئے دن رات محنت کی جارہی ہے اس سلسلہ میں ادیب عرف دیپااور عباس عرف عباسہ گینگ کی گرفتاری کے لئے شاہ فیض کالونی بورے والا ریڈ کیا گیا تو ملزمان نے پولیس پر سیدھی فائرنگ شروع کردی جس سے دوپولیس ملازمان ایک کرم حسینASIایلیٹ فورس 2۔عظمت علیC/43شہید ہوئے جبکہ عباس عرف عباسہ کا بھائی سجاد عرف سجادی چوہان بھی موقع پر ہلاک ہوا جس پر مقدمہ نمبر918مورخہ08۔12۔16بجرم149/148/353/ 324/302ت پAO۔13/20/65،ATA۔7تھانہ سٹی بورے والادرج ہوا۔

(ب) یہ بات درست نہ ہے مقامی پولیس پر سیاسی پریشر ہے بلکہ مقامی پولیس حقائق پر تفتیش کر رہی ہے۔

(ج) یہ بات درست نہ ہے۔شاہد وغیرہ شامل تفتیش ہورہے ہیں مقامی پولیس ہر پہلو پر حقائق کے مطابق تفتیش کر رہی ہے اور مجرمان اشتہاریوں کی گرفتاری کے لئے دن رات محنت کی جارہی ہے۔

سال2009،تحصیل بھلوال کے تھانہ جات میں درج ایف آئی آرز کی تفصیلات

*4307: **محترمہ زوبیہ رباب ملک:** کیاوزیراعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :۔

(الف) یکم جنوری2009 سے آج تک تحصیل بھلوال کے تھانہ جات میں درج ہونے والی ایف آئی آرز کی تعداد تھانہ واراور جرم واربتائیں؟

(ب) ان تھانہ جات میں اس عرصہ کے دوران درج ایف آئی آرز میں کتنی جھوٹی اور کتنی درست ثابت ہوئی ہیں؟

(ج) ان میں کتنے ملزمان گرفتار ہوئے اور کتنے ملزمان مفرور ہیں مفرور ملزمان کے نام،پتاجات اور مقدمہ مع جرم کی نوعیت بتائیں؟

(د) مفرور ملزمان کی گرفتاری کے لئے حکومت کیا اقدامات اٹھا رہی ہے؟

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) تحصیل بھلوال کے تھانہ جات میں درج ہونے والی ایف آئی آرز تھانہ وار اور جرم وار ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں۔

(ب) تھانہ بھلوال۔اس عرصہ کے دوران تھانہ بھلوال میں کل 83ایف آئی آرز جھوٹی اور 706درست پائی گئی ہیں جبکہ 150ابھی زیر تفتیش ہیں۔

تھانہ پھلروان۔اس عرصہ کے دوران تھانہ میانی میں کل 55ایف آئی آرز جھوٹی اور 338 درست پائی گئی ہیں۔

تھانہ بھیرہ۔اس عرصہ کے دوران کل 35ایف آئی آرز جھوٹی اور 265درست پائی گئی ہیں جبکہ 27زیر تفتیش ہیں۔

تھانہ میانی۔اس عرصہ کے دوران کل 53ایف آئی آرز جھوٹی اور 503درست پائی گئی ہیں جبکہ 89زیر تفتیش ہیں۔

(ج) تھانہ بھلوال۔ تھانہ بھلوال میں اس عرصہ کے دوران کل 1100ملزمان گرفتار ہوئے جبکہ 31مفرور ہیں جن کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) جملہ سرکل کے افسران کو مفرور ملزمان کی گرفتاری کے سلسلہ میں مناسب ہدایات دی گئی ہیں کہ وہ مفرور ملزمان کی گرفتاری کے لئے خصوصی ٹیمیں تشکیل دے کر مفرور ملزمان کی گرفتاری کو یقینی بنائیں۔

سال 2009،تحصیل بھلوال کے تھانہ جات میں زناء بالجبر اور خواتین پر تشدد کے مقدمات کی تفصیلات

*4308: محترمہ زوبیہ رباب ملک: کیا وزیراعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) تحصیل بھلوال میں یکم جنوری 2009 سے آج تک زناءٔ بالجبر اور خواتین پر تشدد کے کتنے مقدمات کس کس تھانہ میں درج ہوئے،ان مقدمات کے نمبر، تھانہ وار بتائیں؟

(ب) ان مقدمات میں کتنے ملزمان گرفتار ہوئے ہیں؟
(ج) کتنے ملزمان مفرور ہیں ان کے نام، پتاجات اور مقدمہ نمبر بتائیں نیز مفرور ملزمان کو کب تک گرفتار کیا جائے گا؟
(د) ان مقدمات کے تفتیشی افسران کے نام، عہدہ، گریڈ بتائیں؟
(ہ) مفرور ملزمان کو گرفتار نہ کرنے پر کتنے پولیس ملازمین کے خلاف قانونی / محکمانہ کارروائی کی گئی ہے؟

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف،ب) تحصیل بھلوال کے تھانہ بھلوال، تھانہ بھیرہ، تھانہ پھلروان اور تھانہ میانی میں زناء اور خواتین پر تشدد کے درج مقدمات اور ان میں گرفتار ملزمان کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) تحصیل بھلوال کے کسی تھانہ میں درج مقدمات بسلسلہ جرائم زناء بالجبر اور خواتین پر تشدد کا کوئی ملزم مفرور نہ ہے۔

(د) تفتیشی افسران کے نام و عہدہ

تھانہ بھلوال۔ نذیر احمد SI (2) محمد ارشد SI (3) احمد شیر SI
تھانہ بھیرہ۔ خدابخش SI (2) ارشد علی ASI (3) محمد امیر ASI (4) ربنواز SI
تھانہ پھلروان۔ محمد نواز SI (2) طارق محمود ASI (3) محمد رفیق ASI (4) محمد علی ASI (5) خالد محمود ASI

تھانہ میانی۔
ذوالفقار احمد ASI (2) حق نواز ASI (3) مشتاق حسین ASI (4) سجاد حسین ASI (5) محمد رفیق ASI

(ہ) جرائم زناء بالجبر اور خواتین پر تشدد کے مقدمات میں کوئی ملزم مفرور نہ ہے جس کی وجہ سے کسی پولیس افسر کے خلاف کوئی قانونی / محکمانہ کارروائی نہ کی گئی ہے۔

ضلع حافظ آباد۔ چوری کے مقدمات کی تفصیلات

*4370: چودھری محمد اسد اللہ: کیا وزیراعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) سال2008 میں ضلع حافظ آباد میں کتنی کاریں، موٹر سائیکل / سکوٹر اور ٹریکٹر چوری ہوئے ان میں سے کتنے برآمد کئے گئے اور کتنے تاحال برآمد نہیں ہوئے؟

(ب) ضلع حافظ آباد میں مندرجہ بالا چوری کی سب سے زیادہ وارداتیں کس تھانہ میں ہوئیں اور کس تھانہ نے سب سے زیادہ برآمدگیاں کیں؟

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) ضلع حافظ آباد میں سال 2008 میں 10 کاریں چوری ہوئیں 8 کاریں برآمد ہو چکی ہیں اور 2 کاریں تاحال برآمد نہ ہو سکیں۔ 52 موٹر سائیکل / سکوٹر چوری ہوئے اور 22 موٹر سائیکل برآمد ہو چکے ہیں ابھی تک 30 موٹر سائیکل برآمد نہ ہو سکے ہیں۔ 7 ٹریکٹر چوری ہوئے جن میں سے 5 ٹریکٹر برآمد ہو چکے ہیں اور 2 ٹریکٹر برآمد نہ ہو سکے ہیں۔

(ب) ضلع ہذا میں کل 9 تھانہ جات میں سب سے زیادہ وہیکل چوری کی وارداتیں تھانہ سٹی حافظ آباد میں ہوئیں اور تھانہ ونیکی تارڑ میں 100 فیصد برآمدگی ہوئی جو ضلع ہذا میں سب سے زیادہ برآمدگی کا تھانہ ہے۔

پی پی۔7 میں تھانہ جات کی تعداد و دیگر تفصیلات

*4376: جناب محمد شفیق خان: کیا وزیراعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) پی پی۔7 راولپنڈی میں کتنے تھانہ جات کس کس جگہ ہیں؟

(ب) ان تھانوں میں یکم جنوری 2008 سے آج تک کتنے مقدمات کس کس جرم کے تحت درج ہوئے ہیں؟

(ج) ان تھانوں میں یکم جولائی 2009 سے آج تک مویشی چوری کے کتنے مقدمات درج ہوئے، ان کی ایف آئی آر نمبر زاور تھانہ کا نام مع مدعی کا نام و پتاجات بتائیں؟

(د) مویشی چوری کے کتنے مقدمات میں ملزمان گرفتار ہوئے اور کتنے ملزمان گرفتار نہ ہوئے ہیں؟

(ہ) کیا حکومت کے علم میں ہے کہ ان تھانہ جات کی حدود میں مویشی چوری کی وارداتیں بڑھ گئی ہیں حکومت اس سلسلہ میں کیا اقدامات اٹھا رہی ہے؟

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) حلقہ پی پی۔7 راولپنڈی میں کل 4 تھانہ جات ہیں۔ جن میں تھانہ چونترہ، تھانہ صدر بیرونی، تھانہ ویسٹرج اور تھانہ ٹیکسلا شامل ہیں۔

(ب) حلقہ پی پی۔7 راولپنڈی کے ان تھانوں میں کل 5065 مقدمات درج رجسٹر ہوئے۔ تفصیل اپنڈکس "A" ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) ان تھانوں میں یکم جولائی 2009 تا 09۔11۔30 مویشی چوری کے کل 16 مقدمات درج رجسٹر ہوئے جن میں درج ہونے والی ایف آئی آر نمبر زاور تھانہ کا نام مع مدعی کا نام وپتاجات کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) مویشی چوری کے مندرجہ بالا 16 مقدمات میں ملزمان نامعلوم ہیں جن کی گرفتاری بقایا ہے جس کے لئے مقامی پولیس دن رات کوشاں ہے۔

(ہ) سرقہ مویشی کی وارداتوں کے انسداد کے لئے پیدل گشت و موبائل گشت کے نظام کو مؤثر بنایا گیا ہے پولیس پکٹس لگائی گئی ہیں اور کڑی نگرانی جاری ہے۔

ضلع بہاولنگر میں خواتین پولیس سٹیشن قائم کرنے کا مسئلہ

*4449: محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): کیا وزیراعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ضلع بہاولنگر میں خواتین پولیس سٹیشن قائم نہیں کیا گیا؟

(ب) اگر جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت ضلع بہاولنگر میں بھی خواتین پولیس سٹیشن قائم کرنے کو تیار ہے، اگر ہاں تو کب تک، نہیں تو وجوہات سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) ماضی میں بڑے شہروں میں علیحدہ خواتین پولیس سٹیشن سے خاطر خواہ نتائج برآمد نہیں ہوئے۔ اس کی بجائے یہ غفلت، نااہلیت اور انتظامی مسائل کا باعث بنے۔

(ب) ماضی کے تجربہ کو مدنظر رکھتے ہوئے ضلع بہاولنگر میں علیحدہ خواتین پولیس سٹیشن قائم کرنے کی تجویز زیر غور نہیں ہے۔

قصور۔تحصیل کوٹ رادھا کشن میں ڈکیتی، قتل کے مقدمات کی تفصیلات

*4525: ملک اختر حسین نول: کیا وزیراعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) یکم فروری2008 سے آج تک تحصیل کوٹ رادھا کشن ضلع قصور میں ڈکیتی اور قتل کی کتنی ایف آئی آرز درج ہوئی ہیں تھانہ وار تفصیل بتائیں؟

(ب) اس عرصہ کے دوران کتنی ایف آئی آرز خواتین کے قتل کی درج ہوئی ہیں، ان کے مقدمہ نمبر اور مقتول خواتین کے نام وپتاجات بتائیں؟

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) تھانہ راجہ جنگ پانچ مقدمات ڈکیتی اور چودہ مقدمات قتل کے درج ہوئے (تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے)۔

(ب) تھانہ راجہ جنگ دومقدمات اور تھانہ رائیونڈ میں بارہ مقدمات خواتین کے قتل کے درج ہوئے۔ تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

ٹریفک وارڈنز کی بے قاعدگی

*4549: سید حسن مرتضیٰ: کیاوزیراعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیایہ درست ہے کہ حکومت نے تمام ٹریفک وارڈنز کو روزانہ کم ازکم دس چالان فی وارڈن کرنے کے زبانی احکامات جاری کئے ہیں؟

(ب) کیایہ بھی درست ہے کہ ٹریفک وارڈن مجبوراًبغیر جرم کے بھی چالان کر دیتے ہیں؟

(ج) حکومت اس سلسلہ میں اصلاحی احکامات جاری کرنے کاارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیاہیں؟

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) یہ درست نہ ہے کہ ٹریفک وارڈنز کو اس سلسلہ میں محکمہ کی جانب سے اس قسم کی کوئی ہدایات ہیں کہ وہ دس چالان روزانہ کریں۔

(ب) یہ درست نہ ہے کہ ٹریفک وارڈن مجبوراًبغیر جرم کے بھی چالان کر دیتے ہیں صرف چالان ٹریفک قوانین کی خلاف ورزی پر کیا جاتا ہے اور اگر اس ضمن میں کوئی ٹریفک وارڈن اختیارات سے تجاوز کرتا ہے یاافسران بالا کی monitoring کے دوران شکایت / غفلت کی صورت میں محکمانہ کارروائی عمل میں لائی جاتی ہے۔ ٹریفک وارڈن کابنیادی کام smooth flow of traffic ہے اس سلسلہ میں جب کسی قسم کی ٹریفک قوانین کی خلاف ورزی ہوتی

ہے تو خلاف ورزی کی نوعیت کو دیکھتے ہوئے MVO کی مختلف دفعات کے تحت کارروائی عمل میں لائی جاتی ہے تاہم ٹریفک پولیس زیادہ تر minor violation کے cases میں خلاف ورزی کرنے والے کو مناسب تاکید وغیرہ بھی کرتی ہے اس کے علاوہ ایجوکیشن یونٹ مختلف اداروں اور عوامی حلقوں میں جاکر ٹریفک قوانین کی پاسداری کا شعور اجاگر کرنے میں کوشاں ہے۔

(ج) جہاں پر ضرورت ہوتی ہے حکومت اصلاحی احکامات جاری کرتی ہے۔

ضلع گجرات، مقدمات کے اندراج کی تفصیلات

*4579: چودھری عرفان الدین: کیا وزیراعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ضلع گجرات محکمہ پولیس نے 09-01-01 سے آج تک زیر دفعہ 452ت پ مع دیگر دفعات کل کتنے مقدمات درج کئے، تمام مقدمات کی فہرست تفصیل سے دیں؟

(ب) ان میں سے کتنے مقدمات چالان ہوئے، کتنے مقدمات سے دفعہ 452ت پ یا دیگر دفعات حذف ہوئیں یا ایزاد ہوئیں؟

(ج) جھوٹے مقدمات درج کرنے یا کروانے والوں کے خلاف کیا قانونی یا تادیبی کارروائی ہوئی، تفصیل سے بتائیں؟

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) ضلع گجرات محکمہ پولیس میں مورخہ 09۔01۔01 سے آج تک زیر دفعہ 452ت پ یا دیگر دفعات کل 175 مقدمات درج کئے گئے ہیں جن کی فہرست ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) 90 مقدمات چالان ہوئے 4 مقدمات میں دفعہ 452ت پ یا دیگر دفعات حذف ہوئیں ایزاد ہوئیں۔

(ج) جھوٹے مقدمات درج کرنے یا کروانے والوں کے خلاف تاحال کوئی کارروائی نہ ہوئی ہے۔

مال مقدمہ میں تحویل میں لی گئی گاڑیوں کی صورتحال

*4613: الحاج محمد الیاس چنیوٹی: کیا وزیراعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مال مقدمہ میں تحویل میں لی گئی موٹر سائیکلیں، کاریں و دیگر گاڑیاں پڑی پڑی گل سڑ جاتی ہیں اور ان کے مختلف پارٹس جو قیمتی ہوتے ہیں چوری ہو جاتے ہیں اس طرح کروڑوں روپے کا عوامی اور حکومتی نقصان عرصہ دراز سے ہو رہا ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ ان گاڑیوں کی مناسب دیکھ بھال اور نیلامی کا کوئی باقاعدہ طریق کار نہ ہے؟

(ج) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مال مقدمہ میں پکڑی جانے والی گاڑیوں کی مناسب دیکھ بھال، پرزہ جات کی چوری کو روکنے کے لئے مناسب اقدامات اور ان گاڑیوں کو نیلام کرنے کا کوئی واضح طریقہ اپنانے کو تیار ہے تو کب تک، نہیں تو وجوہات سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) ضلع لاہور میں جو موٹر سائیکلیں یا کاریں یا دیگر گاڑیاں قبضہ پولیس میں لی جاتی ہیں۔ سپرد داری پر اصل مالکان کے حوالے کی جاتی ہیں یا پھر مالخانہ میں جمع کروا دی جاتی ہیں۔ جہاں پر حفاظت کی جاتی ہے۔ قیمتی پارٹس چوری نہ ہوتے ہیں۔

(ب) مالخانہ میں جمع شدہ گاڑیوں کی مناسب دیکھ بھال کی جاتی ہے اور ان کی نیلامی کا باقاعدہ طریق کار ہے۔

(ج) مال مقدمہ میں پکڑی جانے والی گاڑیوں کی مناسب دیکھ بھال کی جاتی ہے اور قیمتی پارٹس چوری سے بچانے کے لئے مناسب اقدامات کئے جاتے ہیں۔

مال مقدمہ میں تحویل میں لی گئی گاڑیوں کی صورتحال

*4614: چودھری عرفان الدین: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مال مقدمہ میں پکڑی جانے والی موٹر سائیکلیں / کاریں اور مختلف قسم کی گاڑیوں کی تعداد ہزاروں میں ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مال مقدمہ میں پکڑی جانے والی مختلف قسم کی گاڑیاں کئی کئی سال تک کھلے آسمان کے نیچے پڑی پڑی گل سڑ جاتی ہیں اور ان کے قیمتی پرزہ جات چوری ہو جاتے ہیں جس سے عوام اور حکومت کے کروڑوں اور اربوں روپے کا نقصان ہو رہا ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ مال مقدمہ میں تحویل میں لی گئی گاڑیوں کو مناسب جگہ پر کھڑا کرنے اور نیلام عام کا کوئی مناسب طریق کار نہ ہے؟

(د) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مال مقدمہ میں پکڑی جانے والی مختلف گاڑیوں کی دیکھ بھال، مناست پارکنگ اور نیلام عام کا مناسب بندوبست کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، تو کب تک نہیں تو وجوہات سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) جو موٹر سائیکلیں یا کاریں یا دیگر گاڑیاں وغیرہ زیر دفعہ 550ض ف قبضہ پولیس میں لی جاتی ہیں۔ مال خانہ میں جمع کروادی جاتی ہیں یا کوئی سپرداری آجائے تو گاڑی درست حالت میں اصل مالکان کے حوالے کی جاتی ہے۔

(ب) پکڑی جانے والی گاڑیوں کی مکمل دیکھ بھال کی جاتی ہے۔ نیلامی حکومت پنجاب کی منظوری سے ہوتی ہے۔

(ج) جب گاڑیاں اور موٹر سائیکلیں قبضہ پولیس میں لی جاتی ہیں سپرد داری نہ ہونے کی صورت میں مال خانہ میں حسب ضابطہ جمع کروائی جاتی ہیں۔ نیز گاڑیوں کے پرزہ جات کی بابت کوئی شکایت نہ ہے اور مناسب دیکھ بھال کی جاتی ہے۔

(د)

1۔ جو گاڑیاں محکمہ پولیس بطور مال مقدمہ قبضہ پولیس میں لیتی ہے ان کے مالکان متعلقہ مجاز عدالت سے سپرداری کروا لیتے ہیں۔

2۔ جو گاڑیاں زیر دفعہ 550ض ف قبضہ پولیس میں آتی ہیں ان کے مشترک عدد ہونے کے بعد اگر کوئی مالک نہ آئے تو ڈسٹرکٹ کورٹ میں نظارت برانچ ای ڈی او(آر) مال خانہ میں جمع کروادی جاتی ہیں جن کی نیلامی لاہور ہائیکورٹ کے حکم سے سیشن جج لاہور نے سینئر سول جج کی نگرانی میں ایک کمیٹی قائم کی تھی جس نے ضابطہ کے مطابق نیلامی کی ہے جو زیر تکمیل ہے۔

3۔ یہ گاڑیاں نظارت برانچ ضلع کچہری میں ہے جو کہ براہ راست ای ڈی او(آر) کے ماتحت ہیں جنہوں نے کچہری میں گاڑیوں کی پارکنگ کا مناسب انتظام کر رکھا ہے۔

ضلع سرگودھا۔ مختلف مقدمات کے اندراج کی تفصیلات

*4634: محترمہ سیمل کامران: کیا وزیراعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع سرگودھا میں سال 09-2008 میں ڈکیتی چوری، راہزنی، مویشی چوری، اغواء اور قتل کے کتنے مقدمات درج ہوئے؟

(ب) مذکورہ عرصہ میں مقدمات کے اندراج کے بعد حکومت نے برآمدگی اور گرفتاری کے سلسلہ میں جو اقدامات اٹھائے، ان کی تفصیلات ایوان کو مہیا کی جائے؟

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف)

سال 09۔2008 میں ڈکیتی کے مقدمات	=	141
سال 09۔2008 میں چوری کے مقدمات	=	1732
سال 09۔2008 میں راہزنی کے مقدمات	=	1254
سال 09۔2008 میں مویشی چوری کے مقدمات	=	1364
سال 09۔2008 میں اغواء زناء کے مقدمات	=	651
سال 09۔2008 میں قتل کے مقدمات	=	466

(ب)

سال 09۔2008 میں ڈکیتی کے مقدمات میں برآمدگی -/48792606 روپے ملزمان گرفتار=699

سال 09۔2008 میں چوری کے مقدمات میں برآمدگی -/69950307 روپے ملزمان گرفتار= 2442

سال 09۔2008 میں راہزنی کے مقدمات میں برآمدگی -/91310137 روپے ملزمان گرفتار=2070

سال 09۔2008 میں مویشی چوری کے مقدمات میں برآمدگی -/97316210 روپے ملزمان گرفتار=2640

سال 09۔2008 میں قتل کے مقدمات میں ملزمان گرفتار=1236

سال 09۔2008 میں اغواء زناء کے مقدمات میں ملزمان گرفتار=880

ٹوبہ ٹیک سنگھ چک نمبر 269 گ ب میں منشیات کی فروخت کی تفصیلات

*4635: محترمہ سیمل کامران: کیا وزیراعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ کمالیہ کے اردگرد گاؤں بالخصوص چک نمبر 269 گ ب تحصیل و ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں چرس، ہیروئن و دیگر منشیات کا دھندہ کھلے عام ہو رہا ہے؟

(ب) اگر جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت نئی نسل کو منشیات کی لعنت سے بچانے کے لئے منشیات فروشوں کے خلاف قانونی کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) یہ غلط ہے۔ ضلع ہذا میں یا ضلع ہذا کے چک نمبر 209گ ب میں چرس، ہیروئن و دیگر منشیات کا دھندہ نہ ہو رہا ہے۔ تاہم نگرانی جاری ہے۔ جو بھی کوئی شخص ایسا مکروہ دھندہ کرتا ہے تو اس کے خلاف فوری قانونی کارروائی عمل میں لائی جاتی ہے۔

(ب) حکومت پنجاب کی طرف سے نئی نسل کو منشیات کی لعنت سے بچانے کے لئے سخت ہدایات ہیں کہ منشیات فروشوں کے خلاف سخت ایکشن لیا جائے۔ اس بارہ میں SDPOs/SHOs کو قبل ازیں ہدایات جاری کر دی گئی ہیں۔

سیالکوٹ، تھانہ جات اور ان سے متعلقہ دیگر تفصیلات

*4759: رانا آصف محمود: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ضلع سیالکوٹ کی حدود میں کون کون سے تھانہ جات اور چوکیاں کس کس جگہ قائم ہیں؟

(ب) ان میں سے کس کی اپنی عمارت ہے اور کس کی اپنی عمارت نہ ہے؟

(ج) ان میں سے کون کون سے کرایہ کی عمارت میں کام کر رہے ہیں؟

(د) ان کا ماہانہ کرایہ کتنا ہے، تفصیل تھانہ اور چوکی وار بتائیں؟

(ہ) ان کو عمارات کب تک فراہم کی جائیں گی؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) ضلع سیالکوٹ کی حدود میں 32 تھانے اور چوکیاں قائم ہیں تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) ان میں سے 18 تھانوں/چوکیوں کی اپنی عمارت ہے اور 14 کی اپنی عمارت نہ ہے تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) ان میں سے 14 تھانے/چوکیاں کرایہ کی عمارت میں کام کر رہی ہیں۔ تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) ان 14 تھانوں/چوکیوں کے کرایہ کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ہ) تھانہ سول لائن، رانگپورہ، صدر سیالکوٹ، کوٹلی سیدامیر، کوٹلی لوہاراں، سبزپیر، بیگو والہ، ہڈیانہ کی عمارات کی تعمیر کے لئے تمام محکمانہ formalities مکمل ہو چکی ہیں۔ جس کی فارمل

اپروول کے لئے پراسس عمل میں آ چکا ہے اور جناب آئی جی صاحب کو project cost-1 کے لئے برائے approval بھجوایا جا چکا ہے۔ ضلع ہذا کی بقایا بلڈنگ ہائے تھانہ جات جو کہ اس وقت کرایہ پر ہیں کی سرکاری اراضی لینے کے لئے تحریک کیا جا رہا ہے۔

سیالکوٹ شہر۔تھانہ جات انچارج صاحبان اور درج مقدمات کی تفصیل

*4762: رانا آصف محمود: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) سیالکوٹ شہر کی حدود میں تھانہ اور چوکی کے نام، ان کے انچارج ملازمین کے نام، عہدہ، گریڈ، تعلیمی قابلیت اور پتاجات بتائیں؟

(ب) ان تھانوں کی حدود میں یکم جنوری 2008 سے آج تک کتنے مقدمات درج ہوئے ہیں، تفصیل تھانہ وار بتائیں؟

(ج) ان میں کتنے ملزمان گرفتار ہوئے ہیں اور کتنے ملزمان مفرور ہیں؟

(د) مفرور ملزمان کے نام و پتاجات بتائیں نیز ان کی گرفتاری کے لئے حکومت کیا اقدامات کر رہی ہے؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف)

نمبر شمار	نام تھانہ	نام انچارج تھانہ	عہدہ	گریڈ	تعلیم
1	تھانہ کوتوالی	ساجد حمید ورک	انسپکٹر F/144	16	بی کام
2	سول لائن	مختار احمد	انسپکٹر GL/344	16	میٹرک
3	حاجی پورہ	ملک ندیم منور	سب انسپکٹر 451/GL	14	ایف اے
4	نیکا پورہ	زبیر اختر	انسپکٹر GL/301	16	ایف اے
5	رنگپورہ	محمد ریاض باجوہ	انسپکٹر GL/485	16	میٹرک
6	کینٹ	عمران عباس	پروبیشنر	16	بی کام
7	چوکی سچیت گڑھ	فیاض احمد	ASI463/SKT	09	میٹرک
8	چوکی لاری اڈہ	غلامہ مرتضٰے	ASI431/SKT	09	میٹرک
9	چوکی رجمنٹ بازار	گلزار خان	سب انسپکٹر 684/GL	14	انڈر میٹرک

(ب)

نمبر شمار	نام تھانہ	ٹوٹل درج مقدمات
1	کوتوالی	1123
2	حاجی پورہ	1567
3	نیکا پورہ	1072
4	رنگپورہ	972

5	سول لائن	1253
6	کینٹ	1011

(ج) یکم جنوری 2008 سے آج تک کل 8913 ملزمان سٹی سرکل میں گرفتار ہوئے جبکہ عرصہ متذکرہ کے دوران 190 ملزمان مفرور ہوئے۔

(د) تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

پنجاب کے اضلاع میں ٹریفک وارڈنز کی تفصیلات

*4797: انجینئر قمر الاسلام راجہ: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) پنجاب کے کتنے اضلاع میں ٹریفک وارڈن سسٹم نافذ ہے اور پنجاب میں ٹریفک وارڈنز کی کل کتنی تعداد ہے؟

(ب) کیا ان اضلاع میں ٹریفک وارڈنز کی تعیناتی صرف شہری علاقہ میں کی گئی ہے یا یہ پورے ضلع کی حدود میں کام کر رہے ہیں، کیا حکومت اس نظام کو دوسرے اضلاع میں بھی رائج کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اور اگر رکھتی ہے تو اس سلسلے میں کیا ٹھوس پیشرفت ہوئی ہے؟

(ج) کیا جرمانوں میں سے کچھ رقم چالان کرنے والے وارڈن کو بھی دی جاتی ہے، اس کا تناسب کیا ہے کیا ان وصولیوں کا کچھ تناسب وارڈنز کی فلاح و بہبود پر بھی خرچ کیا جاتا ہے اور اگر نہیں تو کیا اس کی ضرورت نہیں ہے؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) پنجاب کے پانچ سٹی ڈسٹرکٹ لاہور، راولپنڈی، گوجرانوالہ، فیصل آباد، ملتان میں ٹریفک وارڈنز سسٹم نافذ ہے اور پنجاب میں ٹریفک وارڈنز کی منظور شدہ سیٹوں کی تعداد 6850 ہے۔

(ب) ٹریفک وارڈنز ان شہروں میں پورے ضلع میں تعینات ہیں اور پنجاب کے باقی اضلاع میں ٹریفک وارڈنز کے نظام کو لانے کے سلسلہ میں ابھی تک کوئی تجویز زیر غور نہ ہے۔

(ج) چالان جرمانوں کی مد میں وصول ہونے والی رقم سے ٹریفک وارڈن / چالاننگ آفیسر کو کوئی رقم نہیں دی جاتی ہے نہ ہی یہ رقم ان کی فلاح و بہبود پر خرچ کی جاتی ہے بلکہ تمام رقم خزانہ سرکار میں جمع ہوتی ہے۔

تھانہ صدر رائیونڈ کی بلڈنگ کی تعمیر کے لئے متعلقہ تفصیلات

*4813: ملک اختر حسین نول: کیا وزیر اعلیٰ نشان زدہ سوال نمبر2438 جس کا جواب مورخہ 3۔نومبر2009 کو ایوان میں پیش ہوا کے حوالے سے ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) تھانہ صدر رائیونڈ کی ملکیتی اراضی 12 کنال کلارک آباد کے قریب نہر پر موجود ہے اس جگہ تھانہ صدر رائیونڈ کی بلڈنگ تعمیر کرنے کے لئے rough cost estimate تیار کر کے برائے منظوری جناب آئی جی پنجاب کو بھجوایا جا چکا ہے؟

(ب) کیا rough cost estimate منظور ہو گیا ہے اگر منظور ہو گیا ہے تو تھانہ صدر رائیونڈ کی بلڈنگ کے لئے کتنے پیسے منظور کئے گئے ہیں، اس کا ٹینڈر کب ہو گا، کام کب شروع ہو گا اور کتنے عرصہ میں تھانہ صدر رائیونڈ کی بلڈنگ تعمیر ہو جائے گی، تفصیل بیان فرمائیں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) گزارش ہے کہ تھانہ رائیونڈ صدر کی تعمیر کے لئے rough cost estimate برائے منظوری جناب آئی جی پنجاب کو بھجوایا گیا تھا جس کی منظوری ہو چکی ہے۔

(ب) جس کی تعمیر کے لئے 19.289(M) کی منظوری آ چکی ہے جبکہ تعمیر کے لئے محکمہ بلڈنگ کی جانب سے ٹینڈر بھی ہو چکا ہے۔ نیز تھانہ رائیونڈ صدر کی تعمیر کا کام شروع ہے۔ تھانہ ہذا کی تعمیر ایک سال تک مکمل ہو جائے گی جبکہ انسپکٹر بلڈنگ کام کی نگرانی کر رہا ہے۔

سال2009، تھانہ باغبانپورہ لاہور ڈکیتی وراہزنی کی وارداتوں کی تفصیلات

*4883: شیخ علاؤالدین: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) تھانہ باغبانپورہ لاہور میں مورخہ یکم جنوری2009 سے آج تک ڈکیتی و راہزنی کی کتنی وارداتیں ہوئیں؟

(ب) مذکورہ تھانہ میں جون2009 سے آج تک موٹر سائیکل چوری کی کتنی ایف آئی آرز کا اندراج ہوا؟

(ج) موٹر سائیکل چوری کے اب تک کتنے ملزمان گرفتار ہوئے اور ان سے کتنی موٹر سائیکلیں برآمد ہوئیں گرفتار ملزمان کے خلاف آج تک کیا کارروائی کی، مکمل تفصیل سے ایوان کو آگاہ فرمایا جائے؟

(د) مذکورہ عرصہ کے دوران چوری کی جو موٹر سائیکلیں برآمد ہوئیں ان کے نمبرز سے بھی آگاہ فرمائیں؟

(ہ) کتنی موٹر سائیکلیں ایسی ہیں جن کی ایف آئی آر ز کا اندراج ہوا لیکن وہ ابھی تک برآمد نہیں ہوئیں، ان کے نمبرز و مالکان کے ناموں سے آگاہ کریں یہ کب تک برآمد کر لی جائیں گی؟

(و) کیا یہ درست ہے کہ گرین پارک یو سی نمبر 37 داروغہ والا سے متعدد موٹر سائیکلیں چوری کرنے والا ملزم غازی آباد تھانہ لاہور نے پکڑا ہوا ہے کیا تھانہ باغبانپورہ لاہور نے اس ملزم سے تفتیش کی ہے اگر کی ہے تو اس نے کتنی موٹر سائیکلیں چوری کرنے کا اعتراف کیا ہے ان موٹر سائیکلوں کے نمبرز سے آگاہ کریں، اگر اس سے ابھی تفتیش نہیں کی گئی تو اس کی وجوہات سے بھی آگاہ کریں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) تھانہ باغبانپورہ لاہور میں مورخہ 09۔01۔01 سے آج تک ڈکیتی کی 04 اور راہزنی کی 17 وارداتیں ہوئیں ہیں۔

(ب) مذکورہ تھانہ میں 09۔06۔01 سے لے کر آج تک کل موٹر سائیکل چوری کے 78 مقدمات کا اندراج ہوا۔

(ج) گرفتار ملزمان کی تعداد 11 ہے اور ان سے برآمد کی گئی موٹر سائیکلیں 07 ہیں۔ تمام چالان مرتب کر کے برائے سماعت ارسال عدالت کیا گیا ہے۔

(د) (1) موٹر سائیکل نمبر LEW/76 ہنڈا 125
(2) موٹر سائیکل نمبر LEL/8725 ہنڈا CD-70
(3) موٹر سائیکل نمبر LEL/4494 سہراب
(4) موٹر سائیکل نمبر LZO/5886 یاماہا
(5) موٹر سائیکل نمبر LEV/8837 ہنڈا CD-70
(6) موٹر سائیکل نمبر LWB/4066 ہنڈا CD-70
(7) موٹر سائیکل نمبر LZZ/7082 ہنڈا CD-70

(ہ) مکمل تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(و) کل چوری شدہ موٹر سائیکلوں کے سلسلہ میں گرین پارک نمبر 1 تھانہ غازی آباد لاہور نے جو ملزم پکڑا تھا اس کو شامل تفتیش کیا گیا تھا جس نے تھانہ ہذا کے کسی مقدمہ کا انکشاف نہ کیا ہے۔

رانا محمد افضل خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، فرمائیں!

رانا محمد افضل خان: شکریہ۔ جناب سپیکر! ہوم سیکرٹری صاحب بھی اس وقت تشریف فرما ہیں۔ میں نے کئی مرتبہ آؤٹ فال روڈ پر ڈی آئی جی (آپریشن) کی طرف سے سڑک کو block کرنے کے معاملے کو اس ایوان میں raise کیا ہے۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: رانا صاحب! چونکہ اس وقت لاء منسٹر ایوان میں نہیں ہیں اور دوسرے اس پر آپ کوئی تحریک التوائے کار لے کر آئیں۔۔۔

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! میں تحریک التوائے کار لے کر آیا تھا لیکن اس پر assurance دی گئی تھی کہ ہم ڈی آئی جی (آپریشن) اور پولیس سے پوچھ کر اس کا حل ڈھونڈیں گے لیکن یہ معاملہ بڑا سنگین اور شدید ہے۔ پل سگیاں کی طرف جانے کے لئے بننے والا bridge جس پر کروڑوں روپے خرچ ہوئے تو یہ سڑکیں ایک دفتر کی protection کے لئے block کر دی گئی ہیں۔ میں بار بار request کر چکا ہوں کہ اس ایوان کی کمیٹی بنائی جائے۔ ہم بھی ان کی protection چاہتے ہیں۔ ہم یہ نہیں چاہتے کہ ان کے ساتھ کوئی زیادتی ہو، protection کے طریق کار ہیں اور یہ لاہور کے عوام کے ساتھ ہی نہیں بلکہ شیخوپورہ، سرگودھا اور فیصل آباد سے آنے والے پورے پنجاب کی عوام کے ساتھ بڑی زیادتی ہے۔ ہم آدھا آدھا گھنٹہ وہاں کھڑے رہتے ہیں، سکول کے بچے آدھا آدھا گھنٹہ وہاں پر کھڑے رہتے ہیں اور یہ معاملہ کوئی پچیس بار اس ایوان میں raise ہوا ہے لیکن بیوروکریسی ٹس سے مس نہیں ہو رہی۔ اس پر آپ ایوان کی ایک کمیٹی بنائیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ان افسران اور دفاتر کو protection ملے اور protection دینے کے کئی طریقے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: لاء منسٹر صاحب ایوان میں نہیں ہیں اس لئے آپ تشریف رکھیں۔ وہ آتے ہیں تو اس پر بات کریں گے۔

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، فرمائیں!

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: شکریہ۔ جناب سپیکر! کہا گیا کہ باقی سوالوں کے جواب ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہماری باری بالکل آخر میں آتی ہے اور اس پر ضمنی سوال کرنے کا کوئی

موقع نہیں ملتا۔ میں نے سوال کیا تھا کہ "ہمارے ہاں مقدمہ مال میں تحویل میں لی گئی گاڑیوں کی تفصیلات کیا ہیں؟" جس کا جواب دیا گیا ہے کہ ہمارے ہاں گاڑیوں کو محفوظ کرنے کا بڑا اچھا طریقہ ہے۔ صورتحال یہ ہے کہ مال مقدمہ کی گاڑی پر تھانہ صدر چنیوٹ کا ASI یہاں ہائیکورٹ میں آیا جہاں پر اس نے تاریخ پیشی پر آئے ہوئے لوگوں کو فائرنگ کر کے شدید زخمی کر دیا۔ یہ تو مال مسروقہ کے تحفظ کا کوئی طریق کار نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ وہاں پر نیلام کرنے کا طریقہ موجود ہے لیکن ہم یہ دیکھتے ہیں کہ بیسیوں سالوں سے موٹر سائیکلیں اور گاڑیاں پڑی پڑی گل سڑ جاتی ہیں لیکن ان کا کوئی نیلام نہیں ہوتا جس کی وجہ سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ حکومت کا کافی سارا نقصان ہو رہا ہے۔ میرا مطالبہ یہ ہے کہ ہمارے جو سوالات آج take up نہیں ہو سکے انہیں آئندہ اجلاس میں رکھا جائے تاکہ ان پر بحث ہو سکے۔ ہمیں خدا کے لئے کبھی کوئی پہلا نمبر دے دیا جائے۔ اس حوالے سے آپ سوالات ترتیب دینے والوں کو ہدایت فرمادیں۔

پوائنٹ آف آرڈر

مال روڈ پر احتجاجی جلوسوں سے تاجروں اور عوام کو پریشانی کا سامنا

(---جاری)

شیخ علاؤالدین: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، فرمائیں!

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! شکریہ۔ کل آپ نے مہربانی فرماتے ہوئے کہا تھا کہ پرائیویٹ سکولوں کے معاملے پر ایک کمیٹی تشکیل دیں گے تو یقیناً آپ تشکیل دے رہے ہوں گے یاد دے دی ہو گی۔ اس کے ساتھ ہی میں نے مال روڈ کو no protest area قرار دینے کے لئے آپ کی توجہ دلائی تھی اور آپ بھی اسے سمجھتے ہیں کہ اس روڈ پر کئی کئی گھنٹے ٹریفک block ہوتی ہے اور لوگ ائرپورٹ اور ہسپتالوں میں جانے کے لئے پھنسے رہتے ہیں جس سے اب تک کروڑوں روپے کا نقصان ہو چکا ہے جو کہ ریکارڈ پر موجود ہے۔ میں نے کل بھی عرض کیا تھا کہ میں اس Law Assessment Committee کا ممبر بھی تھا اور میں نے اس کی تفصیل intentionally نہیں دی تھی کہ جو کچھ ہوا تھا۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ جو لوگ آکر protest کرنا چاہیں ان کے لئے ایک specified area کر دیا جائے ورنہ کبھی کوئی جلوس، کبھی کوئی جلوسی اور کچھ نہ کچھ ایسا ہو جاتا ہے جس سے مال روڈ بند ہو جاتا ہے۔ اسمبلی کے

معاملات لازم ہیں کیونکہ ہم نے یہاں پر کام بھی کرنا ہے لیکن عوام بہت زیادہ پریشان ہوتی ہے جس کا ہم پر منفی اثر پڑتا ہے۔ میں آپ سے صرف یہ چاہتا ہوں کہ اس پر تمام stakeholders اس معزز ایوان کے ارکان اور پولیس مل بیٹھ کر ایسا کوئی طریقہ اپنائیں کہ اسے ایک specified area کر دیا جائے جہاں دو چار سو آدمی کھڑے ہو کر protest کر لیں۔ آپ کی اجازت سے کوئی delegation یا تین چار معزز ارکان جائیں اور ان کی بات سن لیں یا انہیں اندر لے آئیں so that یہ سڑکوں پر نہ روزانہ ہو۔ شکریہ

جناب قائم مقام سپیکر: باقی کمیٹیاں تو آج بن جائیں گی۔ اس پر پہلے آپ لاء منسٹر صاحب کے ساتھ بیٹھ جائیں اور ان کے ساتھ discuss کر کے جو آپ چاہتے ہیں وہ اس کے متعلق plan بنا کر دیں تاکہ ہم اس پر عملدرآمد کروا سکیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! آپ مجھے کوئی دو تین آدمی دے دیں کیونکہ آپ بھی سمجھتے ہیں کہ ہمارے پاس ایک area ہے جس کے لئے ہم انہیں کہیں کہ بھائی یہاں آ جاؤ کیونکہ عوام بہت پریشان ہے، کس وجہ سے protest ہوتا ہے اور پچھلے اجلاس میں بھی ہوا ہے۔ آپ کو اختیار ہے کہ آپ کمیٹی بنا دیں۔ لاء منسٹر صاحب کمیٹی کو Chair کریں۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ کی بات میں بڑی logic ہے۔ میں اس معاملے کو دیکھتا ہوں۔

محترمہ سیمل کامران: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، فرمائیں!

محترمہ سیمل کامران: شکریہ۔ جناب سپیکر! سنتے ہیں ایوان میں بھی اور ایوان سے باہر بھی کہ اب ہمارے ملک اور خاص طور پر صوبہ پنجاب میں جمہوریت ہے جو کہ بڑی خوش آئند بات ہے۔ یہ جمہوریت اگر صوبہ پنجاب میں ہے تو پنجاب اسمبلی میں بھی ہونی چاہئے کیونکہ جب ہم باہر ایک طرف دیکھتے ہیں کہ بہت ہی زیادہ آرام دہ صوفہ اور بڑا اچھا ٹی وی پڑا ہوا ہے جبکہ اپوزیشن کی لابی میں رکھے ٹی وی میں تصویر آتی ہے نہ آواز تو اپوزیشن جو کہ جمہوریت کا حسن ہوتی ہے۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: محترمہ! یہ کام سپیکر آفس کا ہے اور اس کا حکومت سے کوئی تعلق نہیں ہے اس لئے آپ سپیکر کے چیمبر میں آئیں۔۔۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں Chair سے گزارش کر رہی ہوں۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ نے یہ پہلی دفعہ بات کی ہے اور اس سے پہلے کم از کم میرے ساتھ کبھی بات نہیں کی اور اس حوالے سے یہاں پر نہیں بلکہ سپیکر چیمبر میں بات ہو گی۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میرے خیال میں ہمارے لئے یہ ایوان سب سے بہتر forum ہے کہ یہاں پر ہم اپنی بات کر سکیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ اس حوالے سے rules پڑھ لیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! کیا یہ بات سپیکر آفس میں جا کر کی جائے؟

جناب قائم مقام سپیکر: جی، بالکل۔ آپ تشریف رکھیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! یہ بات کون سے rule میں لکھی ہے، kindly آپ مجھے بتادیں؟

جناب قائم مقام سپیکر: آپ rules پڑھ لیں اور پھر مجھ سے بات کریں۔ matters of the Assembly کو سپیکر آفس deal کرتا ہے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میرا پوائنٹ Assembly matter ہی ہے لیکن ہمارے ساتھ ایک عرصے سے discrimination ہو رہی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: محترمہ! آپ rule 202 پڑھیں اور میرے پاس آئیں پھر اس کے بعد بات ہو گی۔

جناب عبدالوحید چودھری: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب عبدالوحید چودھری: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں بڑے اہم مسئلہ کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ ملتان روڈ پچھلے تقریباً 9 ماہ سے گزرنے والے لوگوں کے لئے ایک عذاب بنا ہوا ہے اور تقریباً ڈیڑھ دو کلو میٹر کی سڑک اتنے عرصے سے نہیں بن رہی جبکہ اسی وجہ سے main ہائی وے پر ہر وقت ٹریفک block رہتی ہے تو اتنی اہم شاہراہ ہونے کے باوجود اتنے مہینوں سے وہاں کام کیوں نہیں ہو رہا اور وہ کیوں بند ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر: اس پر چند دن پہلے ایک تحریک التوائے کار بھی آئی تھی جس پر حکومت نے assurance دی ہے کہ اس پر کام ہو رہا ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔

سید ناظم حسین شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، فرمائیں!

پنجاب ہاؤس اسلام آباد کا کرایہ بڑھانے کے ساتھ ساتھ معزز ممبران کا ٹی اے / ڈی اے بھی بڑھانے کا مطالبہ

سید ناظم حسین شاہ: شکریہ۔ جناب سپیکر! ایک بہت اہم مسئلے کی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ پنجاب ہاؤس اسلام آباد میں ایک کمرے کا کرایہ پہلے -/300 روپے تھا جسے -/1200 روپے کر دیا ہے حالانکہ سندھ ہاؤس کا سندھ والے -/200 روپے لیتے ہیں، بلوچستان ہاؤس، بلوچستان کے ایم پی ایز کے لئے free ہے اور خیبر پختون خواہ ہاؤس بھی وہاں کے ایم پی ایز کے لئے free ہے جبکہ ہمارے پنجاب ہاؤس کا -/1200 روپے کر دیا ہے یا تو ہمارا ٹی اے / ڈی اے بھی اس ratio سے بڑھائیں یعنی ہمیں -/5 روپے فی کلو میٹر ملتے ہیں۔ میرا گھر ملتان یہاں سے 360 کلو میٹر ہے اور ہمیں -/1800 روپے ملتے ہیں جبکہ ایک طرف کا ڈیزل کا خرچہ 40 لیٹر جو کہ تقریباً -/4000 روپے بنتا ہے اور موبائل آئل اور wear and tear علیحدہ ہے تو میری گزارش یہ ہے کہ جب ہر چیز increase ہو رہی ہے اور وہاں پر پنجاب ہاؤس کا کرایہ -/1200 روپے کر دیا ہے تو ہمارا ٹی اے / ڈی اے بھی اسی حساب سے بڑھائیں۔ اس میں کم از کم similarity تو ہونی چاہئے۔ سندھ والے -/200 روپے لے رہے ہیں، آپ -/300 روپے لے رہے تھے اب جو یکدم -/1200 روپے کر دیا گیا ہے تو مجھے اس میں کوئی جواز نظر نہیں آتا۔

(نعرہ ہائے تحسین)

ہمیں کیا سمجھا ہوا ہے؟ یا تو بالکل ہی کچھ نہ دیں اور اگر دینا ہے تو اس میں کوئی reasonable بات ہونی چاہئے۔ بے شک آپ اس کا پتا کرا لیں بلوچستان کے ایم پی ایز کے لئے free ہے۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: شاہ صاحب! آپ کا point آ گیا ہے۔ لاء منسٹر صاحب! یہ کیا مسئلہ ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس میں معاملہ یہ ہے کہ شاید بلوچستان اور سندھ کے residential houses میں صرف سرکاری لوگ یا پارلیمنٹیرین ہی آتے ہوں otherwise اتنی دور سے شاید لوگوں کا آنا ممکن نہیں ہوتا۔ پنجاب ہاؤس میں on ground

reality یہ ہے کہ وہاں پر لوگوں نے ایک ایک، ڈیڑھ ڈیڑھ سال سے کمرے لئے ہوئے ہیں اور یہ کمرے مختلف ناموں سے لئے ہوئے ہیں۔ میرے نام پر، آپ کے نام پر یا کسی اور کے نام پر لئے ہوئے ہیں اور وہاں لوگوں نے مستقل ڈیرے لگائے ہوئے ہیں۔ اس چیز کو discourage کرنے کے لئے، کیونکہ جو آدمی ایک دن کے لئے اسلام آباد جائے گا اسے وہاں اس معیار کی سہولت کم از کم آٹھ سے -/10,000 روپے میں ملے گی۔ اگر اسے ہزار -/1200 روپے میں رہائش ملے تو وہ اتنے میں لے لیتا ہے لیکن جو آدمی مہینے کے لئے یا سال کے لئے وہاں بیٹھا ہے تو پھر اس کے لئے مشکل ہو جائے گا۔ وہ -/200 روپے کے حساب سے تو کہتا ہے کہ دے دو لیکن جب اسے مہینے کا تیس ہزار، چالیس ہزار اور پچاس ہزار روپے دینا پڑے گا تو انہوں نے اس practice کو discourage کرنے کے لئے rates بڑھائے تھے کیونکہ فرق بہت زیادہ تھا۔ لوگوں نے کافی کافی عرصے سے کمرے سنبھالے ہوئے ہیں۔ یہاں پر ایک سوال تھا جس کی میں نے تفصیل دی تھی تو اس میں بھی بعض ممبران کو بلکہ یہاں پر ہمارے ایک منسٹر صاحب کہہ رہے تھے کہ مجھے پتا ہی نہیں ہے اور میرے نام سے وہاں پر دو سال سے کمرہ book تھا۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! اس کا مطلب ہے کہ ہمیں کسی اور کے گناہ کی سزا مل رہی ہے، یہ کون سا انصاف ہے؟ وہاں پر ڈی بلاک صرف Secretaries کے لئے مختص ہے۔ وہاں پر ایم پی اے کو کمرہ نہیں ملتا صرف سیکرٹری کو ہی ملتا ہے۔ اب سیکرٹری کا گناہ ہم بھگت رہے ہیں، یہ کون سے انصاف کے تقاضے پورے ہو رہے ہیں؟ اس لئے میری گزارش یہ ہے کہ ہمیں انصاف چاہئے، وہ کچھ ہو جو visible بھی ہو اور جس کو لوگ بھی کہیں کہ یہ انصاف ہے۔ آپ اس طرح کر دیں کہ اگر ایم پی اے پندرہ دن کے لئے رہتا ہے تو اس سے -/1200 روپے لئے جائیں، اگر وہی ایم پی اے دوبارہ کمرہ لیتا ہے تو اس سے بھی -/1200 روپے لئے جائیں مگر ایک آدمی دو دن کے لئے، تین دن کے لئے رہے تو اس سے بھی -/1200 روپے لینا درست نہیں۔ میں اِس دوران صرف تین یا چار مرتبہ گیا ہوں اگر چار دن رہ کر بھی ہمیں -/1200 روپے دینا پڑے تو یہ زیادتی ہے۔ گناہ کسی اور کا ہے سزا ہم بھگت رہے ہیں۔ آپ ہمارے Custodian ہیں you have to protect our rights اس لئے میری آپ سے یہ گزارش ہے کہ ہمارے rights کی حفاظت کریں۔ گناہ کسی اور کا سزا ہمیں مل رہی ہے۔ شکریہ

پارلیمانی سیکرٹری برائے خزانہ (ڈاکٹر محمد اختر ملک): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، ڈاکٹر صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے خزانہ (ڈاکٹر محمد اختر ملک): جناب سپیکر! ہر ایم پی اے کے پاس ایم پی اے کا کارڈ ہے اگر ایم پی اے خود جاتا ہے تو اُس کو کم از کم دو یا تین سو روپے میں ہی accommodate کرنا چاہئے۔ اگر کسی کی فیملی رہتی ہے یا کسی کے عزیز رہتے ہیں تو ان کے پاس ایم پی اے کا کارڈ تو نہیں ہو گا۔ پنجاب ہاؤس والے ایم پی ایز کو جانتے ہیں، پنجاب ہاؤس کے لوگوں کو یہ بتانا چاہئے کہ وہ کم از کم ایم پی ایز کو ان کی due respect ضرور دیں اور ہمیں اس طرح سے disgrace نہ کیا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: لاء منسٹر صاحب! میرا خیال ہے کہ اس سلسلے میں دوستوں کے ساتھ بیٹھ کر کچھ طے فرمالیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! جو سرکاری یا بیوروکریسی کو T.A/D.A ملتا ہے ان سے ان کے حساب سے وصول کیا جاتا ہے۔ اب اگر ہم ممبر پر یہ چیز لاگو کریں گے تو میرا خیال ہے کہ وہ بہت زیادہ ہو جائے گا کیونکہ شاہ صاحب کو پتا ہے کہ جب ایک ممبر اجلاس میں یا اسلام آباد اپنے پارلیمانی business کے لئے جاتا ہے تو اس کو اس مقصد کے لئے جو پیسے ملتے ہیں وہ -/1200 روپے سے بہت زیادہ ہیں۔ اس کو پھر اُس طرح سے match نہیں کیا جا سکتا۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! میں نے پنجاب ہاؤس کے T.A/D.A کی بھی بات کی ہے۔ 1970 سے by the grace of God I am the member of this House اُس وقت یہ ہوتا تھا کہ ٹیکسی والا ایک میل کے آٹھ آنے لیتا تھا اور ہمیں بھی آٹھ آنے ملتے تھے۔ آج ٹیکسی والا -/20 روپے فی کلو میٹر لے رہا ہے اور ہم -/5 روپے لے رہے ہیں۔ میں نے آپ سے عرض کیا کہ میرے گھر کا فاصلہ 360 کلو میٹر بنتا ہے اور ہمیں صرف -/1800 روپے ملتے ہیں جبکہ ہمارا خرچہ چار ہزار روپے ہوتا ہے۔ جب سب چیزیں بڑھ رہی ہیں اور یہ کہا جاتا ہے کہ Federal نے تیل کی قیمت بڑھا دی ہے I do admit مگر ہم پر تو وہی لاگو ہے اس لئے میری گزارش یہ ہے کہ ہمارے ساتھ انصاف کیا جائے۔ I just want the justice to be done ہمارے ساتھ یہ نہیں ہونا چاہئے کہ اگر ہم ممبر بن گئے ہیں تو ہمیں ہر طریقے سے victimize کیا جائے۔ پنجاب ہاؤس میں بھی ہماری victimization شروع ہے۔ راولپنڈی میں جو پنجاب ہاؤس ہے آپ اس کی انکوائری کروالیں وہاں ایک suite چیف سیکرٹری کے لئے مختص ہے۔ مجھے بتائیں کہ ایم پی اے کا status کیا ہے؟ ایم پی اے کا status سیکرٹری سے زیادہ ہے اور order of precedent کیا ہے؟ اس حساب سے we are above the level of a Secretary ہمارا یہ پروٹوکول ہے کہ If we go to visit Commissioner Office,

اگر ہم یہ Commissioner is bound to come out and receive us claim نہیں بھی کرتے مگر ہمارا یہ privilege تو ہے ناں۔

جناب والا! سندھ والے بھی recognize کرتے ہیں، بلوچستان والے بھی recognize کرتے ہیں، وہ آتے ہیں، دو دن رہتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ آپ انکوائری کروالیں کہ آپ کو وہاں ممبران بہت کم ملیں گے جو پندرہ دن سے زیادہ رہ رہے ہوں۔ اگر وہاں ملیں گے تو سیکرٹری ملیں گے، اب گناہ ان کا ہے اور سزا ہم بھگت رہے ہیں۔ ان کو تو T.A/D.A پورا ملتا ہے یا جس ہوٹل میں بھی وہ رہیں ان کو allowed ہے، چاہے وہ Five Star Hotel میں رہیں مگر ایک ممبر کے لئے ایسا نہیں ہے۔ ہم تو ایسے ہیں کہ جب کسی کی مرضی ہو وہ ہمارے گلے میں پھولوں کی مالا ڈال دے اور جب اس کا دل چاہے تو پھر کچھ اور ہمارے گلے میں ڈال دے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ جو ہمارے rights اور privileges ہیں یا تو ان کو totally ختم کردیں ورنہ ہمیں پورے دیں، ہمیں half measures نہیں چاہیئں۔

جناب قائم مقام سپیکر: بہت شکریہ

محترمہ سیمل کامران: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، محترمہ!

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! ممبر چاہے حکومتی بنچ کا ہو یا اپوزیشن کا، ممبر ممبر ہی ہوتا ہے اور ان کے privileges equal ہوتے ہیں۔ میرا personal experience ہے۔ میں نے ایک مرتبہ پنجاب ہاؤس call کی کیونکہ مجھے ویزے کے لئے اسلام آباد جانا تھا انہوں نے مجھے refuse کر دیا اور کہا کہ میڈم چونکہ آپ اپوزیشن کی ہیں .we are sorry ہم آپ کو room نہیں دے سکتے۔ پھر میں نے اپنی پی ایم ایل(ن) کی friend سے request کی انہوں نے مجھے کہا کہ تم چھوڑو میں تمہیں اپنے نام پر room لے کر دے دیتی ہوں۔ یہ discrimination ہے اور بہت غلط ہے۔ اگر اس طرح اس level پر جا کر ممبر کی تذلیل کی جائے گی کیونکہ مجھے بحیثیت ممبر insult کیا گیا اس نے مجھے یہ کہہ کر refuse کیا کہ چونکہ آپ اپوزیشن میں ہیں اس لئے آپ کا یہ privilege نہیں ہے اس لئے ان چیزوں کا serious notice لیا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، شیخ علاؤالدین!

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! جو محترم شاہ صاحب نے فرمایا ہے وہ بالکل صحیح ہے اور یہ ہر ممبر کا حق ہے لیکن میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں جولاء منسٹر صاحب نے کہا ہے کہ کچھ معزز ارکان ایسے ہیں جن کے پاس عرصہ دراز سے کمرے موجود ہیں یا repeatedly ان کا duration of stay repeat ہو رہا ہے۔ یہ بھی ذرا غور کر لینا چاہئے کیونکہ پچھلے tenure میں بھی میں نے کبھی کمرہ مانگا، نہ مجھے ملا اور اس tenure میں بھی تین سالوں میں نہ مانگا، نہ ملا۔ وہاں پر جو لوگ اِن کے behalf پر رہ رہے ہیں وہ تو ویسے ہی غلط ہے اور اخلاقی طور پر بھی غلط ہے۔ اگر اس طرح کے ہمارے ارکان ہوں یا کوئی بھی لوگ ہوں چاہے وہ بیوروکریسی سے ہوں تو ان کے نام اس ایوان کو ضرور بتائے جائیں۔ بے شک وہ genuinely رہ رہے ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: اس اسمبلی میں already نام بتائے جا چکے ہیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! وہ تو ایک یا ڈیڑھ سال پہلے کی بات ہے۔ اس کے بعد بھی تو کئی پردہ نشین آئے ہوں گے جن کی وجہ سے پنجاب ہاؤس book ہی رہتا ہے، جن کو تو واقعی genuinely ضرورت ہے ان کو تو کمرہ ملنا چاہئے جن کو ضرورت نہیں ان کا کوئی مسئلہ نہیں ہے اور جو لوگ وہاں پر بلاوجہ رہ رہے ہیں ان وجوہات کو ہمیں discuss نہیں کرنا لیکن کم از کم ان ناموں کو تو دیکھا جائے کہ کون لوگ رہ رہے ہیں؟

جناب قائم مقام سپیکر: بالکل ٹھیک ہے۔ جی، کرنل صاحب!

کرنل (ریٹائرڈ) نوید اقبال ساجد: جناب سپیکر! کوئی بھی facility جو گورنمنٹ کی طرف سے دی جاتی ہے اس کو facility کے طور پر ہی دینا چاہئے اس کو ایک دم بڑھانا نہیں چاہئے۔ اگر ہم چیزوں کو statistically value کریں تو -/300 روپے سے -/1200 روپے کرنا کوئی justification نہیں بنتی ہے اور کسی بھی جگہ پر اتنا بڑا quantum jump نہیں ملتا۔ یہ economically بھی unviable ہے۔ اگر دوسری طرف سے administratively بھی دیکھیں تو اس میں یہ نہیں بنتا کہ ایک دم سے rates کو اتنا بڑھا دیا جائے کیا ملک میں ایسا کوئی مسئلہ ہے کہ ہم نے اس کو بڑھا دیا؟ commodities کی prices in relation to surrounding environment بڑھتی ہیں۔ یہ بلڈنگ تو بنی ہوئی ہے اور جو facility دی ہوئی ہے اس کو -/1200 روپے کر دیا جائے گا تو یہ facility نہیں رہ جائے گی یہ تو پھر وبالِ جان بن جائے گا کیونکہ اسلام آباد میں ہزار روپے میں تو گیسٹ ہاؤس میں جگہ مل جاتی

ہے۔اگر گیسٹ ہاؤس میں جاکر ٹھہرنا شروع کر دیں گے تو کل کو ہمارے لئے security problem ہو جائے گی۔یہ جگہ اس لئے دی جاتی ہے کہ یہاں پر security ہے، یہاں facilities ہیں اور یہاں پر لوگ status کے حساب سے ٹھہرتے ہیں تاکہ ان کو یہ محسوس ہو سکے کہ وہ اس اسمبلی کے معزز ممبران ہیں تو اس کو اُسی طرح کیا جائے کیونکہ یہ اتنا بڑا quantum jump unjustified ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب! میرا خیال ہے کہ اس پر کافی زیادہ ممبران کا concern ہے اس پر کمیٹی بنا کر کوئی طریق کار رکھ لیں۔ یہ معاملہ ہاؤس کمیٹی کو refer کر دیتے ہیں کہ وہ اس پر آپ کے ساتھ بیٹھ کر دیکھ لے کیونکہ ایم پی ایز کا privilege breach نہیں ہونا چاہئے تو میں اس معاملہ کو ہاؤس کمیٹی کے سُپرد کر رہا ہوں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے انسانی حقوق و اقلیتی امور (جناب خلیل طاہر سندھو): جناب سپیکر! ہاؤس کمیٹی نہیں ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے خزانہ (ڈاکٹر اختر ملک): جناب سپیکر! ہاؤس کمیٹی نہیں ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: اچھا، پھر میں ایک سپیشل کمیٹی بنا رہا ہوں، وہ میں آج ہی بیٹھ کر بنالوں گا۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے خزانہ (ڈاکٹر محمد اختر ملک): جناب سپیکر! time limit دے دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: پہلے کمیٹی تو بنا لینے دیں پھر time limit بھی دے دیں گے۔

تحاریک استحقاق

(کوئی تحریک پیش نہ ہوئی)

جناب قائم مقام سپیکر: اب ہم تحاریک استحقاق لیتے ہیں۔ آج ایک ہی تحریک استحقاق جناب جاوید علاؤالدین ساجد صاحب کی ہے۔یہ کل سے آج پر آئی تھی، موجود نہیں ہیں۔ان کی طرف سے کوئی درخواست بھی نہیں آئی ہوئی تو اس کو dispose of کرتے ہیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں پڑھ دیتا ہوں۔

تحاریک التوائے کار

جناب قائم مقام سپیکر: نہیں۔اس کے بعد تحاریک التوائے کار لیتے ہیں۔سب سے پہلے میاں طارق محمود صاحب کی تحریک التوائے کار نمبر 776/10 ہے۔یہ آج تک کے لئے pending کی گئی تھی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ معاملہ کافی complicated ہے۔اس کا جواب موصول ہو گیا ہے میں میاں طارق محمود کو اس کی کاپی فراہم کر دیتا ہوں۔ وہ اس کو دیکھ لیں اور اس کے بعد وہ جیسے فرمائیں گے اس کے مطابق کر لیں گے۔

جناب قائم مقام سپیکر: میاں صاحب! ٹھیک ہے ؟آپ پہلے اس کے جواب کو دیکھ لیں پھر اس کے حساب سے اس کو دیکھ لیں گے ابھی اس کو pending کر دیتے ہیں۔

میاں طارق محمود: جی، ٹھیک ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: اب محترمہ سیمل کامران صاحبہ کی تحریک التوائے کار نمبر 909 ہے۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! وہ دوائی کھانے گئی ہیں ابھی آ رہی ہیں۔اس کو pending فرما دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، یہ next week تک pending کی جاتی ہے۔اب محترمہ ثمینہ خاور حیات، جناب طاہر اقبال چودھری، چودھری عامر سلطان چیمہ کی تحریک التوائے کار نمبر 915 ہے۔

پنجاب پولیس کے تعمیر و مرمت کے منصوبوں میں کروڑوں روپے خُورد بُرد ہونے کا انکشاف

محترمہ ثمینہ خاور حیات: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "جناح" مورخہ 11۔دسمبر 2010 کی خبر کے مطابق پنجاب پولیس میں کروڑوں روپے کا فراڈ جو فنڈز پولیس لائن قلعہ گجر سنگھ، قربان لائن کی باؤنڈری وال، سٹریٹ لائٹس، مصری شاہ، ٹبی اور سی آئی اے صدر کے ڈی ایس پیز کے دفاتر کے لئے جاری کئے گئے تھے وہ خُورد بُرد کر لئے گئے۔ لاہور پولیس کے 32 پراجیکٹس کاغذوں میں مکمل لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ سابقا

سی سی پی او لاہور پرویز راٹھور کی زیر نگرانی پراجیکٹس میں کروڑوں روپے کے فراڈ سامنے آئے ہیں جن میں تھانہ ہنجروال، لیاقت آباد، گلبرگ، ماڈل ٹاؤن، اچھرہ، پرانی انار کلی، نواں کوٹ اور تھانہ رنگ محل کی تعمیر ومرمت کرنا شامل تھا۔ پولیس لائن قلعہ گجر سنگھ میں 23 کوارٹروں کی مرمت کے لئے بھاری فنڈز جاری کئے گئے ایک بھی کام نہ ہونے کے باوجود الرحمٰن "یونائیٹڈ" سٹار کنٹرکشن کمپنیوں مون ٹریڈرز کو ادائیگی کی گئی۔ 11ہزار کی سٹریٹ لائٹس کی قیمت سرکاری کاغذوں میں ساڑھے 23ہزار روپے وصول کی گئی۔ اس سارے فراڈ میں ایس پی علی ارسلان ملک، ایکسیئن چودھری شریف، تین ایس ڈی اواور پانچ سب انجینئرز بھی ملوث ہیں۔ موجودہ سی سی پی او اسلم ترین نے بلڈنگوں کی خستہ حالی اور ناقص سکیورٹی سسٹم دیکھ کر فنڈز جاری کرنا چاہے تو سابقہ سی سی پی او کا فراڈ بے نقاب ہوگیا۔ اس سے صوبہ بھر کی عوام میں شدید غم وغصہ اور بے چینی پائی جاتی ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس کو next week تک pending فرمادیں۔ اس کا جواب ابھی موصول نہیں ہوا۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، یہ next week تک pending کی جاتی ہے۔ اب سردار خالد سلیم بھٹی صاحب کی تحریک التوائے کار نمبر 982/10 ہے۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ کوئی درخواست بھی نہیں آئی ہوئی۔ It is disposed of اب سیدہ ماجدہ زیدی، محترمہ سیمل کامران، جناب طاہر اقبال چودھری کی تحریک التوائے کار نمبر 950/10 ہے۔۔۔ تینوں لوگ موجود نہیں ہیں، کوئی درخواست بھی نہیں آئی ہوئی تو It is disposed of اس کے بعد چودھری عامر سلطان چیمہ صاحب کی تحریک التوائے کار نمبر 958 ہے۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! pending کر دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: نہیں، اس طرح نہیں کوئی درخواست آنی چاہئے۔ ایک proper طریقہ ہوتا ہے۔ .It is disposed of اب خواجہ محمد اسلام صاحب کی تحریک التوائے کار نمبر 968/10 ہے۔ جی، پیش کریں۔

انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی فیصل آباد میں متعلقہ ڈاکٹروں کی عدم تعیناتی سے مریضوں کو پریشانی کا سامنا

خواجہ محمد اسلام: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ حکومت فیصل آباد شہر میں فیصل آباد انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی کا قیام عمل میں لائی ہے جس پر کروڑوں روپے خرچ کئے ہیں تاکہ اس سے فیصل آباد، ٹوبہ ٹیک سنگھ، جھنگ، چنیوٹ، لیہ، بھکر، سرگودھا اور دیگر ملحقہ اضلاع کی عوام مستفید ہو سکے۔ مگر اس ادارے میں ڈاکٹر، خاص طور پر اسسٹنٹ پروفیسر، ایسوسی ایٹ پروفیسرز، پروفیسرز، کارڈیک سرجن، کارڈئیک فزیشن کی اسامیاں خالی پڑی ہیں جس کی وجہ سے یہ ادارہ جس مقصد کے لئے بنایا گیا تھا وہ مقصد حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا جبکہ اس میں دیگر کارڈیک سنٹر کی طرز پر مشینری خاص کر ٹیسٹوں کی مشینری فراہم نہ کی گئی ہے۔ کروڑوں روپے لگانے کے باوجود اس میں ابھی تک دل کے بڑے آپریشن نہ ہوتے ہیں جس کی وجہ سے نہ صرف اوپر بیان اضلاع بلکہ صوبہ کی عوام میں شدید اضطراب پایا جاتا ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس تحریک میں فیصل آباد انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی میں خالی اسامیوں سے متعلق معاملہ اٹھایا گیا ہے اس وقت جو پوزیشن ہے میں عرض کر دیتا ہوں۔ خالی اسامیوں کو پُر کرنے کے سلسلے میں عرض ہے کہ پروفیسر اور ایسوسی ایٹ پروفیسر کی زیادہ تر اسامیاں پنجاب پبلک سروس کمیشن کو ارسال کی جا چکی ہیں تاہم contract پر کام کرنے والے پروفیسروں اور ایسوسی ایٹ پروفیسروں اور اسسٹنٹ پروفیسروں نے عدالت عالیہ میں ان کی سروس کو regular کرنے کے لئے درخواست دائر کی ہوئی ہے اور عدالت عالیہ نے stay order جاری کیا ہوا ہے جس میں محکمہ ہذا اور پنجاب پبلک سروس کمیشن کو ہدایات جاری کی گئی ہیں کہ جب تک ان cases کا فیصلہ نہیں ہو جاتا اس وقت تک کوئی appointment order جاری نہ کئے جائیں۔ جس کی وجہ سے خالی اسامیاں پُر کرنے میں مشکلات پیش آ رہی ہیں۔ تاہم promotion case ہر ماہ Service Selection Board کو ارسال کئے جا رہے ہیں اور ڈاکٹروں کی ترقیاں ہو رہی ہیں اس میں

problem ہے لیکن فیصل آباد انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی میں جو اسامیاں خالی ہیں ان کو جلد سے جلد پُر کرنے کے متعلق ہدایات محکمے کو جاری کی جا چکی ہیں۔

خواجہ محمد اسلام: جناب والا! اس سلسلے میں تھوڑی سی یہ بات کرنا چاہتا ہوں کہ ادھر حالت یہ ہے کہ ایک 6 کروڑ روپے کی مشین وہاں پر آئی ہے جس میں ایک چھوٹا سا کوئی problem ہے، ایک Technician تک وہاں پر نہیں آیا اور پچھلے چار ماہ سے وہ مشین بند پڑی ہوئی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: رانا صاحب! جیسے باقی چیزوں کے بارے میں کہا ہے اس بارے میں بھی کوئی direction issue کریں۔ اب یہ تحریک التوائے کار dispose of کی جاتی ہے۔ اس کے بعد تحریک التوائے کار نمبر 980/2010 محترمہ سیمل کامران، محترمہ قمر عامر چودھری، سیدہ ماجدہ زیدی کی طرف سے ہے۔

پنجاب ایگزامینیشن کمیشن کے امتحانی شیڈول برائے جماعت پنجم و ہشتم میں تبدیلی کا مطالبہ

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ایک مؤقر اخبار مورخہ 23۔ دسمبر 2010 کی خبر کے مطابق پنجاب ایگزامینیشن کمیشن نے پنجاب ان پڑھ پروگرام شروع کر دیا ہے۔ امتحانات کا شیڈول تبدیل کیا جائے اور ایک دن میں ایک پرچہ لیا جائے۔ ملک ناصر نوید تفصیلات کے مطابق روڈ سلطان و گرد و نواح کے پرائیویٹ سکول مالکان نے پنجاب ایگزامینیشن کمیشن کی جانب سے جماعت پنجم اور ہشتم کے ایک ہی دن میں تین تین امتحانی پرچے لینے کے شیڈول کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ ایسا کر کے ابتدائی تعلیم کے رزلٹ میں کمی show کرنے کا منصوبہ بنایا گیا ہے۔ محکمہ تعلیم حکومت پنجاب شرح خواندگی کا گراف نیچے کی جانب لے جانا چاہتی ہے۔ پنجاب ایگزامینیشن کمیشن نے فروغ تعلیم کی مثال بے مثال قائم کر دی ہے۔ ان کا پچھلے سال بھی شیڈول غیر منصفانہ تھا جس سے 65 فیصد بچے فیل ہو گئے تھے۔ وزیر اعلیٰ پنجاب سے اپیل کی ہے کہ فروری سے شروع ہونے والے امتحانات کے شیڈول تبدیل کر کے معصوم بچوں پر احسان عظیم کریں۔ اس خبر سے صوبہ بھر کے عوام، طلبہ اور ان کے والدین میں شدید بے چینی پائی جاتی ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): تحریک التوائے کار نمبر 980۔ پنجاب ایگزامینیشن کمیشن جماعت پنجم اور ہشتم کے 25لاکھ طلباء کا ہر سال امتحان منعقد کرتا ہے۔ طلباء سے فیس کی مد میں ایک پیسا بھی نہیں لیا جاتا۔ اس امتحانی طریق کار میں حکومت پنجاب کے 500 ملین روپے خرچ ہوتے ہیں۔ ایک دن میں ایک پرچہ لینے سے اخراجات بڑھ جائیں گے جو کہ تقریباً550 بلین روپے پر چلے جائیں گے۔ پنجاب ایگزامینیشن کمیشن جماعت پنجم کا امتحان چار یوم میں لیتا ہے جس میں دو ایام میں آسان ترین مضامین کے پرچہ جات لئے جاتے ہیں اور analysis کی بنیاد پر یہ بات سامنے آئی ہے کہ ایک یوم میں دو پرچہ جات لینے سے نتیجہ متاثر نہیں ہوتا۔ پچھلے سال جماعت پنجم کا نتیجہ 94.30فیصد رہا۔ جماعت ہشتم کا نتیجہ 92.6فیصد رہا۔ تمام مضامین کے پرچہ جات کے سوالات MCQs پر مشتمل ہوتے ہیں لہذا مضمون کی تیاری ایک دن میں کرنا ممکن نہیں اور اس طرح طالب علم کا نتیجہ متاثر نہیں ہوتا۔ چونکہ اس میں subjective حصہ نہیں ہوتا لہذا طلباء کو تھکاوٹ نہیں ہوتی۔ پنجاب ایگزامینیشن کمیشن بین الاقوامی معیار کے مطابق امتحانات کا انعقاد کرتا ہے جس پر دو پرچہ جات ایک دن میں لینا کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ یہ امتحانات تین سال سے پرائیویٹ پبلک سکولوں سے لیا جا رہا ہے۔ طلباء اور والدین سے اس شیڈول پر کسی قسم کی شکایات اور درخواستیں وصول نہیں ہوئیں۔ تعلیمی سال کا آغاز یکم اپریل سے ہوتا ہے۔ پنجاب ایگزامینیشن کمیشن نے طلباء کا نتیجہ 30۔مارچ کو ضلعی سربراہان کے حوالے کرنا ہوتا ہے۔ اگر امتحان کا دورانیہ بڑھا دیا جائے گا تو مطلوبہ نتائج تک نتیجہ کا اعلان کرنا مشکل ہو جائے گا اور اس سے اگلا تعلیمی سال بھی متاثر ہوگا۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! جو بچے پنجم یا ہشتم میں پڑھ رہے ہیں وہ اسی level کے بچے ہیں تو میں نہیں سمجھتی کہ اگر ایک دن میں تین پرچے لئے جائیں گے تو وہ بچے اس طرح سے deliver کر پائیں گے۔

جناب قائم مقام سپیکر: وہ کہہ رہے ہیں کہ ایک دن میں دو پرچے ہیں، تین نہیں ہیں۔ ٹھیک ہے سکولوں میں ہوتا ہے اور سکولوں میں چلتا بھی ہے۔ اس تحریک التوائے کار کو بھی dispose of کیا جاتا ہے۔981/2010 محترمہ سیمل کامران، سیدہ ماجدہ زیدی اور محترمہ قمر عامر چودھری!

لاہور میں سٹیزن کمیونٹی کے فنڈ سے بنائے گئے بس شیلٹروں
کی خراب حالت سے مسافروں کو پریشانی کا سامنا

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "خبریں" مورخہ 24۔دسمبر 2010 کی خبر کے مطابق سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کے ذیلی ادارے شہری سہولیات کے افسران بس سٹینڈوں پر بنائے جانے والے بس شیلٹروں کے کروڑوں روپے کے فنڈ کھا گئے۔ ضلع لاہور میں 100 سے زائد بس سٹینڈز ناکارہ ہو گئے۔ درجنوں بس شیلٹرز تجاوزات قائم ہیں۔ گھنٹوں بسوں کا انتظار کرنے والے سینکڑوں مسافر ٹوٹے بس شیلٹروں اور سڑکوں پر بیٹھنے پر مجبور ہیں جبکہ کئی جگہوں پر پانی کے پینے کے الیکٹرانک کولر اور بنچ غائب ہو چکے ہیں جبکہ دو سال قبل ان کو سٹیزن کمیونٹی بورڈ کے فنڈز سے بنایا گیا اور فی بس شیلٹر 6 لاکھ روپے سے تین لاکھ روپے کا منافع کمایا گیا۔ افسران کی ملی بھگت سے اعلیٰ افسران خاموش تماشائی بنے بیٹھے ہیں۔ اس خبر سے صوبہ بھر کی عوام اور بالخصوص لاہور شہر کی عوام میں شدید بے چینی اور تشویش پائی جاتی ہے۔ لہٰذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب والا! اس کو pending کر دیں، اس کا جواب موصول نہیں ہوا۔

جناب قائم مقام سپیکر: کب تک کے لئے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): اگلے ہفتے تک کے لئے۔

جناب قائم مقام سپیکر: اسے اگلے ہفتے تک کے لئے pending کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد تحریک التوائے کار نمبر 985/10 محترمہ سیمل کامران، سیدہ ماجدہ زیدی اور محترمہ قمر عامر چودھری!

محکمہ تحفظ ماحولیات اور ضلعی انتظامیہ کی غفلت سے غیر قانونی فیکٹریوں اور کارخانوں سے لاہور میں آلودگی میں اضافہ

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "اوصاف" مورخہ 23۔دسمبر 2010 کی خبر کے مطابق محکمہ تحفظ ماحولیات ضلعی انتظامیہ اور متعلقہ محکموں کی غفلت اور ملی بھگت سے صوبائی دارالحکومت کے رہائشی علاقوں میں شاپر بیگ بنانے والے کارخانے، فیکٹری، ملز، فرمیں اور ڈائی میکر کارخانے مقامی آبادیوں کے لئے وبال جان بن گئے۔ متعلقہ محکموں میں دی گئی شکایات رسمی کارروائی کے بعد ردی کی ٹوکری کی نذر ہو جاتی ہیں۔ شمالی لاہور میں آلودگی میں حیرت انگیز اضافہ شہریوں پر خطرات کے بادل منڈلانے لگے۔ گزشتہ چند سالوں سے محکمہ تحفظ ماحولیات ضلعی انتظامیہ کی غفلت لاپروائی اور مال بناؤ پالیسی کے سبب غیر قانونی فیکٹریوں، ملز، کارخانوں کی تعداد میں اضافہ ہوا جبکہ صفائی و ماحولیاتی آلودگی کے ساتھ بہرہ پن بھی عام ہے۔ جن کی وجہ سے شہری شدید مشکلات کا شکار ہیں۔ شہر کے مختلف علاقوں خصوصاً وسن پورہ، کوٹ خواجہ سعید، سلامت پورہ، فتح گڑھ، تاج پورہ، چائنہ سکیم، ہربنس پورہ، سلامت پورہ، تاج باغ سمیت دیگر علاقوں میں متعلقہ اداروں کی ملی بھگت اور ماتحت عملہ کی ماہانہ وصولی کے باعث غیر معیاری شاپر بنانے والے، سپیئر پارٹس فیکٹریاں مصروف عمل ہیں۔ لاہور شہر کی عوام نے اپیل کی ہے کہ رہائشی علاقوں میں عوام کے لئے دردسر بنی فیکٹریوں کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے۔ اس خبر سے صوبہ بھر کی عوام اور بالخصوص لاہور شہر کی عوام میں شدید غصہ اور بے چینی پائی جاتی ہے۔ لہٰذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): اسے بھی اگلے ہفتے تک کے لئے pending فرما دیں اس کا بھی جواب موصول نہیں ہوا۔

جناب قائم مقام سپیکر: اس تحریک کو بھی اگلے ہفتے تک کے لئے pending کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد تحریک التوائے کار نمبر 988/2010 محترمہ ثمینہ خاور حیات!

چیچہ وطنی کے علاقے کی رہائشی دو لڑکیوں کا اغواء، زیادتی
اور متاثرہ خاندان کا اعلیٰ حکام سے انصاف کا مطالبہ

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "خبریں" لاہور مورخہ 13- دسمبر 2010 کی اشاعت میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ "چیچہ وطنی میں 2 لڑکیاں اغواء 3 ماہ تک اجتماعی زیادتی" تفصیل یوں ہے کہ چیچہ وطنی میں دو لڑکیوں کو مقامی اوباشوں نے اغواء کر لیا اور انہوں نے تین ماہ تک گینگ ریپ کرتے رہے، بتایا جاتا ہے کہ نواحی گاؤں 20/14L کی 14 سالہ (س) کو اسی گاؤں کے نور احمد، غلام شبیر عرف شبو، نصیر احمد، منظور حسین اور زاہد اقبال نے زبردستی کار میں ڈال کر اغواء کر لیا اور مختلف مقامات پر لے جایا گیا اور تین ماہ زیادتی کا نشانہ بناتے رہے اور اس کے کانوں سے ایک تولہ کے کانٹے اور نقدی رقم بھی چھین لی۔ اس طرح گاؤں 30/14L سے بھی ایک لڑکی (ر) کو اغواء کیا گیا اور نجابت نامی شخص نے اسے اغواء کر کے اپنے ہمراہ ساتھیوں محمد امین اور محمد جمیل نے ان کے ساتھ زیادتی کرتے رہے۔ پولیس نے ابھی تک ملزمان کو گرفتار نہیں کیا، لڑکیوں کے والدین نے متعدد مرتبہ مقامی پولیس کو ملزمان کی گرفتاری کے لئے گزارشات کیں لیکن پولیس ٹس سے مس نہیں ہو رہی ہے۔ ان غریب گھرانوں کے والدین نے اعلیٰ حکام سے انصاف کی اپیل کی ہے کہ ملزمان سرعام دندناتے پھرتے ہیں۔ ملزمان بااثر ہیں جس کی وجہ سے ان کو گرفتار نہیں کیا جا رہا ہے۔ ان لڑکیوں کو زیادتی کا نشانہ بنایا گیا ہے ان کے والدین کو دھمکیاں دی جا رہی ہیں کہ وہ ملزمان سے صلح کر لیں ورنہ ان کو جان سے مار دیا جائے گا۔ پولیس ملزمان کو پکڑنے کی بجائے الٹا ان لڑکیوں کے والدین کے اوپر دباؤ ڈال رہی ہے اور معاملہ رفع دفع کرنے کے لئے کہہ رہی ہے۔ یہ ایک واقعہ نہ ہے ایسے بے شمار واقعات رونما ہوتے ہیں لیکن پولیس اصل ملزمان کو پکڑنے کی بجائے الٹا مدعیوں پر ہی زور دیتی ہے۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ ایسا لائحہ عمل بنایا جائے کہ پولیس ایسے واقعات جو گینگ ریپ کے ہوں تو اس میں براہ راست مدعیوں کو ڈرایا دھمکایا نہ جا سکے۔ اس واقعہ سے چیچہ وطنی کی عوام میں بالخصوص اور صوبہ بھر کی عوام میں بالعموم غم و غصہ پایا جاتا ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اسے بھی next week تک کے لئے pending فرمادیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، یہ تحریک التوائے کار بھی next week تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 2010/992 محترمہ ثمینہ خاور حیات صاحبہ!

فیکٹری ایریا کوٹ عبدالمالک شیخوپورہ کے رہائشی کے اکلوتے بیٹے کا قتل، ورثاء کا ملزمان کو گرفتار کرنے کا مطالبہ

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روز نامہ "جناح" لاہور مورخہ 14۔دسمبر 2010 کی اشاعت میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ "کوٹ عبدالمالک پانچ بہنوں کے اکلوتے بھائی کا قتل، ملزم گرفتار نہ ہونے پر اہل علاقہ سراپا احتجاج" تفصیل یوں ہے کہ تھانہ فیکٹری ایریا کوٹ عبدالمالک میں پانچ بہنوں کے اکلوتے بھائی کا بہیمانہ قتل اور پولیس کی جانب سے ملزم کی عدم گرفتاری پر پورا علاقہ سراپا احتجاج بن گیا۔ مقامی پولیس کے اے ایس آئی سے رابطہ کیا اور ان کو بتایا گیا کہ بیٹا گم ہو گیا ہے، جب کھیتوں میں جا کر دیکھا تو وقار مردہ پڑا تھا۔ گلے میں رسی کا پھندہ تھا۔ محلے داروں نے مقتول وقار کو ملزم کے ساتھ باہر جاتے دیکھا وہ اس کی دکان پر گیا۔ ملزم کے ورثاء نے مقامی پولیس سے مک مکا کر لیا ہے اس وجہ سے پولیس نے ملزم گرفتار کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ جب مقتول کے ورثاء کی پولیس نے نہ سنی تب انہوں نے احتجاج کیا۔ مقتول کا والد کہتا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے مسلسل 18 سال تک دعائیں مانگیں تب جا کر پانچ بچیوں کے بعد بیٹے جیسی نعمت نصیب ہوئی، وہ بھی ظالموں نے نہ رہنے دیا اور اس کو چھین لیا۔ اب مقامی پولیس ملزم کو پکڑنے کی بجائے ٹال مٹول سے کام لے رہی ہے۔ اہل محلہ نے ملزم کو سر عام پھانسی لگانے کا مطالبہ کیا ہے۔ اہل محلہ نے اپنے تھانہ کی پولیس پر یہ بھی الزام عائد کیا ہے کہ اس پولیس نے کبھی کسی واردات کے قاتل کو بے نقاب نہیں کیا۔ اس بے رحمانہ قتل سے کوٹ عبدالمالک سمیت صوبائی دارالحکومت کی عوام میں بالخصوص اور صوبہ بھر کی عوام میں بالعموم غم و غصہ پایا جاتا ہے۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! تحریک التوائے کار نمبر 992 کے ضمن میں عرض ہے کہ مورخہ 10-12-12 کو مدعی مقدمہ نے تحریر کروایا کہ ملزم یاسر کا ہمارے گھر آنا جانا تھا مورخہ 10-12-11 کی شام ملزم ہمارے گھر آیا اور مقتول وقار کو ساتھ لے کر نماز عشاء پڑھنے کے لئے چلا گیا جب کافی دیر تک ہمارا بیٹا وقار گھر نہ آیا تو ہم نے اس کی تلاش کی لیکن وہ نہ ملا تو ہم نے یاسر کے گھر جا کر پتا کیا تو اس نے بتایا کہ میں نماز پڑھ کر اکیلا گھر آ گیا تھا جبکہ وقار کا مجھے کوئی علم نہ ہے وہ وہیں تھا۔ صبح ہمیں اطلاع ملی کہ ابو خیر گلاب کے پھولوں کے کھیت میں ایک بچے کی نعش پڑی ہوئی ہے ہم نے جا کر دیکھا تو یہ نعش ہمارے بچے کی تھی اور اس کے گلے میں پھندہ پڑا ہوا تھا۔ ملزم یاسر نے وقار کو اس وجہ سے قتل کیا کہ اس کا ہمارے گھر آنا جانا تھا جو وقار کو پسند نہ تھا اور اس نے اسے گھر آنے سے منع کیا تھا اسی رنجش کی بنا پر ملزم یاسر نے ہمارے بیٹے وقار کو گلے میں پھندہ ڈال کر قتل کیا ہے جس پر مقدمہ درج رجسٹرڈ ہو کر تفتیش بذریعہ محمد اسحاق سب انسپکٹر عمل میں لائی گئی۔ ملزم کی گرفتاری کے لئے اس کے گھر متعدد بار ریڈ کیا گیا جو دستیاب نہ ہوا۔ ملزم کے تمام اہل خانہ گرفتاری سے بچنے کے لئے روپوش ہو چکے ہیں۔ مورخہ 2011-01-03 کو مذکورہ ملزم کے بھائی قیصر ولد نصیر احمد شیخ کے خلاف مقدمہ نمبر 6/2011 مورخہ 2011-01-03 جرم زیر دفعہ 212(ت پ) تھانہ فیکٹری ایریا ضلع شیخوپورہ درج رجسٹرڈ کیا گیا ہے اور ملزم کی گرفتاری کے لئے بھرپور کوشش کی جا رہی ہے۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: شکریہ

جناب قائم مقام سپیکر: یہ تحریک التوائے کار dispose of کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 994/2010 محترمہ زوبیہ رباب ملک صاحبہ کی طرف سے ہے لیکن ان کی درخواست آئی ہوئی ہے لہذا یہ تحریک التوائے کار pending کی جاتی ہے۔ اس کے بعد تحریک التوائے کار نمبر 1003/2010 محترمہ ثمینہ خاور حیات صاحبہ!

پنجاب کی گرین ٹریکٹر سکیم میں بے ضابطگیوں کا انکشاف

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "نوائے وقت" مورخہ 27۔دسمبر 2010 کی خبر کے مطابق حکومت پنجاب کی گرین ٹریکٹر سکیم میں بڑے پیمانے پر بے ضابطگیوں کا انکشاف ہوا ہے اور بے شمار درخواستوں پر پڑتال کئے بغیر

قانونی تقاضے پورے کرنے اور طے شدہ طریق کار کے بغیر من پسند افراد کو ٹریکٹر الاٹ کر دیئے گئے ہیں اور بعض casesایسے بھی ہیں کہ ایک ہی گھر کو دو یا دو سے زیادہ ٹریکٹر الاٹ کر دیئے ہیں۔اس خبر سے صوبہ کی کسان برادری میں بہت غم وغصہ پایا جاتا ہے اور وہ سراپا احتجاج ہیں۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس کا جواب موصول نہیں ہوا لہذا اسے pendingفرمادیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: یہ تحریک التوائے کار next weekتک کے لئے pendingکی جاتی ہے۔اس کے بعد تحریک التوائے کار نمبر 2010/1007 ڈاکٹر محمد اشرف چوہان صاحب کی طرف سے ہے۔ ڈاکٹر صاحب موجود نہیں ہیں لہذا یہ تحریک التوائے کار dispose of کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر2010/1009 چودھری عامر سلطان چیمہ ، محترمہ سیمل کامران ، محترمہ قمر عامر چودھری، سیدہ ماجدہ زیدی کی طرف سے ہے۔

یوریا کھاد کی قیمتوں میں بے جا اضافہ سے کسانوں کو پریشانی کا سامنا

سیدہ ماجدہ زیدی: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "وقت" مورخہ 27۔دسمبر 2010 کی خبر کے مطابق کھاد کمپنیوں نے یوریا کھاد کی قیمتوں میں -/200 روپے فی بوری اضافہ کر دیا ہے جس سے یوریا کھاد کی بوری -/850روپے سے بڑھ کر -/1050روپے میں فروخت ہو رہی ہے۔قیمتوں میں اضافے سے کھاد کمپنیوں کو 12۔ارب 44کروڑ 16لاکھ روپے کا اضافی منافع حاصل ہو گا، کاشتکار گندم اور دیگر فصلوں کے لئے مقررہ تناسب سے کھاد استعمال نہیں کر سکیں گے۔ ربیع سیزن 11-2010 کے دوران ملک میں یوریا کھاد کے استعمال کا تخمینہ 31لاکھ 80ہزار میٹرک ٹن لگایا گیا ہے، گندم اور دیگر فصلات کے لئے 6 کروڑ 91لاکھ بوری یوریا کھاد استعمال ہو گی۔ ربیع کی فصلات کے لئے 35لاکھ میٹرک ٹن کھاد دستیاب ہو گی جس میں سے 2لاکھ 50 ہزار میٹرک ٹن کھاد امپورٹ کی جا رہی ہے۔انٹرنیشنل مارکیٹ میں یوریا کھاد کے نرخ -/1400 روپے سے بڑھ کر -/1500روپے فی بوری تک پہنچ گئے ہیں۔کسان بورڈ کے مرکزی ترجمان اختر فاروق نے

کہا ہے کہ کھاد کمپنیاں قیمتوں میں اضافہ کر کے اربوں روپے کی ناجائز منافع خوری کر رہی ہیں۔یوریا کھاد زیادہ تر مقامی سطح پر تیار کی جاتی ہے اس لئے قیمتوں میں اضافے کا جواز نہیں، مہنگی ہونے کے باعث کسان کھاد کا استعمال کم کریں گے جس سے گندم کی پیداوار کم ہو گی۔اس خبر سے عوام میں بے چینی پائی جاتی ہے لہذا استدعا ہے کہ میری اس تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اسے بھی اگلے ہفتے تک کے لئے pending کر دیا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: یہ تحریک التوائے کار بھی next week تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔ اب اگلی تحریک التوائے کار نمبر 2010/1010 ڈاکٹر محمد اشرف چوہان کی طرف سے ہے۔۔۔ وہ تشریف نہیں رکھتے لہذا یہ dispose of کی جاتی ہے۔اگلی تحریک التوائے کار نمبر 2010/1011 بھی ڈاکٹر محمد اشرف چوہان کی طرف سے ہے۔۔۔ وہ تشریف نہیں رکھتے لہذا یہ بھی dispose of کی جاتی ہے۔اگلی تحریک التوائے کار نمبر 2010/1015 میاں طارق محمود صاحب!

بلدیہ ڈنگہ ضلع گجرات میں قائم بس سٹینڈ کو ختم کرنے سے ٹریفک بلاک اور بھتہ خوری میں اضافہ

میاں طارق محمود: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔مسئلہ یہ ہے کہ بلدیہ ڈنگہ ضلع گجرات نے devolution plan سے قبل شہر میں ایک بس سٹینڈ بنایا ہوا تھا جس میں بسیں کھڑی ہوتی تھیں اس سٹینڈ سے حکومت کو آمدن بھی ہوتی تھی اور سرکاری خزانہ میں یہ آمدن جمع کرائی جاتی تھی مگر جب سے نیا بلدیاتی نظام آیا ہے اور T.M.A کھاریاں نے takeover کیا ہے اُس وقت سے آج تک T.M.A کھاریاں کے سابق ناظم، عملہ اور افسران کی ملی بھگت سے یہ بس سٹینڈ ختم کر دیا گیا ہے۔چند بااثر افراد اس جگہ پر ہر بس سے بھتہ وصول کر رہے ہیں۔بسیں سڑک پر ہر وقت کھڑی رہتی ہیں جس کی وجہ سے اس شہر میں ٹریفک بلاک رہتی ہے اور حکومت کے خزانہ میں بھی کوئی رقم جمع نہ ہو رہی ہے۔اس طرح یہ بااثر افراد T.M.A افسران و اہلکاران کی ملی بھگت سے حکومت کو لاکھوں روپے

کا نقصان پہنچا رہے ہیں جس کی وجہ سے عوام میں شدید اضطراب پایا جاتا ہے۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، وزیر قانون صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس تحریک کو next week تک کے لئے pending کر دیا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، ٹھیک ہے اس تحریک کو next week تک کے لئے pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 1/2011 محترمہ زوبیہ رباب ملک صاحبہ کی طرف سے ہے۔ ان کی طرف سے درخواست آئی ہوئی ہے اس لئے اس تحریک کو بھی کل تک کے لئے pending کیا جاتا ہے۔ اب تحاریک التوائے کار کا وقت ختم ہو گیا ہے۔

اب ہم غیر سرکاری ارکان کی کارروائی شروع کرتے ہیں۔ آج کے ایجنڈا پر درج ذیل کارروائی ہے۔ مفاد عامہ سے متعلق قراردادیں۔

پوائنٹ آف آرڈر

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، فرمائیں!

بلا باری قرارداد پیش کرنے کا مطالبہ

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! کل میں نے ایک اہم مسئلہ کی طرف نشاندہی کرائی تھی جس پر آپ نے فرمایا تھا کہ آپ اس کے لئے قرارداد لے آئیں تو آپ کے وعدے اور حکم کے مطابق آج میں یہ دو سطروں کی قرارداد پیش کرنا چاہتا ہوں۔ میری آپ سے گزارش ہو گی کہ مجھے یہ قرارداد out of turn پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! کل قرارداد لانے سے مقصد یہ تھا کہ آپ یہ قرارداد procedure کے مطابق جمع کرائیں۔ اگر آپ اس قرارداد کو out of turn لانا چاہتے ہیں تو پھر جو بات بزنس ایڈوائزری کمیٹی میں طے ہوئی ہے اس طریقے سے لے کر آئیں۔ اگر میں اور قائد

حزب اختلاف بزنس ایڈوائزری کمیٹی کے اُس فیصلے کو violate کریں گے تو پھر دوسرے ممبران اس کی پابندی کیسے کریں گے؟

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! میں کسی بھی commitment یا rules کو violate نہیں کرنا چاہتا۔ بہت سی تحاریک out of turn take up ہوئی ہیں۔ پیپلز پارٹی کے تمام وزراء تو شاید اب 45 دن کے ایجنڈے پر کام کرنے کے لئے چلے گئے ہیں، یہاں پر اس وقت صرف وزیر قانون صاحب تشریف رکھتے ہیں اگر ان کو کوئی اعتراض ہے تو میں اپنی قرارداد کو پیش نہیں کرتا۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ تو خود ماشاءاللہ اس میٹنگ میں موجود تھے۔ بزنس ایڈوائزری کمیٹی میں یہ طے ہوا تھا کہ جو بھی out of turn تحریک یا قرارداد لانی مقصود ہو تو اس پر سب پارلیمانی لیڈرز بیٹھ کر consensus کے ساتھ فیصلہ کریں گے۔ دیکھیں! ایک چیز جو آپ نے خود decide کی ہوئی ہے اس کی violation نہیں ہونی چاہئے۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! میں آپ کی بات سے متفق ہوں چونکہ کل آپ نے ارشاد فرمایا تھا اور یہاں پر بیٹھے ہوئے کسی ممبر یا وزیر قانون نے اعتراض نہیں کیا تھا۔ میں اسی زعم میں تھا کہ آپ کا کہا ہوا انہوں نے تسلیم کر لیا ہے اور اعتراض نہیں کیا۔

جناب قائم مقام سپیکر: دیکھیں! میں تو اس حوالے سے کہہ رہا ہوں کہ ایک بات آپ سب نے خود ہی طے کی ہوئی ہے لہذا اس پر عمل ہونا چاہئے۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! وزیر قانون صاحب یہاں پر تشریف فرما ہیں اگر یہ چاہتے ہیں کہ میں یہ قرارداد اس وقت یہاں پیش نہ کروں تو پھر میں نہیں کرتا، میں procedure کے تحت اپنی قرارداد کو لے آؤں گا۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! جس طرح بزنس ایڈوائزری کمیٹی میں خود قائد حزب اختلاف نے باقی ساتھیوں کے ساتھ مل کر یہ فیصلہ کیا ہے کہ کوئی بھی تحریک یا قرارداد out of turn اس وقت آئے گی جب تمام پارلیمانی لیڈر اس پر consensus کے ساتھ متفق ہوں گے۔ ہم ممبران کو refuse کرتے ہیں اگر ہم خود ہی اس کو violate کریں گے تو پھر کسی دوسرے ممبر کو refuse نہیں کر سکتے اگر قائد حزب اختلاف in time آئے ہوتے تو پھر راجہ ریاض صاحب کا بھی پتا

کروا لیتے۔ میرا خیال ہے کہ قائد حزب اختلاف 45 دن کے ایجنڈے پر کام کر کے آ گئے ہیں اور اب راجہ صاحب گئے ہیں تو یہ بڑی اچھی بات ہے کہ 45 دن کے ایجنڈے پر بڑی شد و مد سے کام ہو رہا ہے۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! میں صرف ایک گزارش Chair کے حضور کرنی چاہتا ہوں کہ یہ قرارداد withholding tax کے بارے میں ہے۔ میں اپنی قرارداد کو آج جمع کروا دیتا ہوں۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ پچھلے دنوں میں کچھ تحاریک out of turn take up ہوئی ہیں جن کے بارے میں مجھ سے consent نہیں لی گئی لیکن میں اس کو کوئی test case نہیں بنانا چاہتا کیونکہ ہم نے اجلاس کی کارروائی کو آپ کی Chairmanship میں احسن انداز سے چلانا ہے۔ میں آج اپنی اس قرارداد کو جمع کرا دوں گا اور میری استدعا ہو گی کہ اس حوالے سے وزیر قانون صاحب اپنی consent دے دیں۔

غیر سرکاری ارکان کی کارروائی

قراردادیں

(مفاد عامہ سے متعلق)

جناب قائم مقام سپیکر: وزیر قانون صاحب! چودھری ظہیر الدین صاحب اپنی یہ قرارداد آج جمع کرا دیں گے۔ آپس میں جو ایک فیصلہ ہو چکا ہے اس کے حوالے سے آپ اس کو دیکھ لیجئے گا۔

اب غیر سرکاری ارکان کی کارروائی شروع کی جاتی ہے۔ آج کی پہلی قرارداد محترمہ ثمینہ خاور حیات صاحبہ کی طرف سے ہے وہ اسے پیش کریں۔

صوبہ میں خواتین کے لئے علیحدہ ٹرانسپورٹ چلانے کا مطالبہ

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! میں یہ قرارداد پیش کرتی ہوں کہ:

"یہ ایوان حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ صوبہ بھر میں خواتین کے لئے مشترکہ ٹرانسپورٹ کے ساتھ ساتھ علیحدہ ٹرانسپورٹ چلانے کے لئے جامع پالیسی بنا کر اس پر عملدرآمد کو یقینی بنایا جائے۔"

جناب قائم مقام سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

"یہ ایوان حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ صوبہ بھر میں خواتین کے لئے مشترکہ ٹرانسپورٹ کے ساتھ ساتھ علیحدہ ٹرانسپورٹ چلانے کے لئے جامع پالیسی بنا کر اس پر عملدرآمد کو یقینی بنایا جائے۔"

جناب اعجاز احمد خان: جناب سپیکر! میں اس کو oppose کرتا ہوں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں بھی اس کو oppose کرتا ہوں۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! میں بھی اس کو oppose کرتا ہوں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ ایک عوامی سہولت ہے میں اس کو oppose تو نہیں کرنا چاہتا لیکن میں یہ تین لائنوں کا جواب پڑھنا چاہتا ہوں جس میں لکھا ہے کہ:

"اربن ٹرانسپورٹ سسٹم کے تحت چلنے والی بسوں میں خواتین کے لئے علیحدہ سیٹیں اور compartments مختص کئے گئے ہیں جن میں صرف خواتین ہی سفر کر سکتی ہیں۔ مکمل طور پر خواتین کے لئے علیحدہ ٹرانسپورٹ کی فراہمی حکومت کے لئے فی الحال ممکن نہ ہے تاہم اربن ٹرانسپورٹ کے نظام میں بہتری آنے کے بعد علیحدہ بسیں چلانے پر غور کیا جا سکتا ہے۔"

جناب قائم مقام سپیکر: میرا خیال ہے کہ یہ مناسب بات ہے کیونکہ پوری دنیا میں کہیں پر بھی ایسا نہیں ہے۔ خواتین کے لئے بسوں میں علیحدہ حصہ ہی مختص کیا جاتا ہے۔ دوسرا انہوں نے اپنے جواب میں بتایا ہے کہ اس کو مزید بہتر بنانے کی کوشش کی جائے گی تو وہ اس سسٹم کو مزید improve کر لیں۔ اس یقین دہانی پر آپ اپنی اس قرارداد کو withdraw کر لیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! اگر حکومت پنجاب خواتین کے لئے 25 فیصد سیٹیں مخصوص کر دے، 25 فیصد سیٹیں مختص کر دی جائیں تو پھر ٹھیک ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: وہ تو already مختص ہیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! 25 فیصد سیٹیں مختص نہیں ہیں۔ میری بھی فلائنگ کوچیں چلتی ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: تو آپ اپنے سے شروع کریں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! ہم نے تو ایسا کیا ہوا ہے لیکن ہم تو بڑے غریب اور normal سے ٹرانسپورٹر ہیں اگر حکومت کی طرف سے سختی سے قانون بن جائے گا تو پھر اس کو ہر کوئی obey کرے گا، چونکہ وزیر قانون نے اس کو oppose نہیں کیا اس لئے میں نے آپ سے یہ درخواست کی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: وزیر قانون نے oppose نہیں کیا لیکن دوسرے لوگوں نے تو کیا ہے۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! کیا آپ مجھے اس قرارداد کو withdraw کرنے کی تجویز دے رہے ہیں؟

جناب قائم مقام سپیکر: وزیر قانون نے بتایا ہے کہ ٹرانسپورٹ سسٹم کو overall بہتر کرنے کی ضرورت ہے۔ حکومت نے یقین دہانی کرائی ہے کہ ہم اس سسٹم کو بہتر کریں گے تو اس یقین دہانی پر آپ اپنی قرارداد withdraw کر لیں تو بہتر ہے۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! وزیر قانون صاحب مجھے کوئی time period بتا دیں کہ کب تک حکومت اس سسٹم کو بہتر کر لے گی؟

جناب قائم مقام سپیکر: میرا خیال ہے کہ اس طرح وہ time period کا نہیں بتا سکتے۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: کیا یہ اس سسٹم کو بھی 45 days میں بہتر کریں گے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! 45 days میں تو صرف بلیک میلروں سے democratic system کو بچانے کا کام ہو سکتا ہے، وہ ہم کر رہے ہیں باقی اس کے لئے زیادہ دن چاہیئں اس لئے میں time line دینے کی position میں نہیں ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: میرا خیال ہے کہ وزیر قانون صاحب نے یقین دہانی کرا دی ہے اس لئے آپ اپنی قرارداد withdraw کر لیں تو زیادہ بہتر ہے۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جی، ٹھیک ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: چلیں، شکریہ۔ اب دوسری قرارداد محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ) صاحبہ کی طرف سے ہے وہ اسے پیش کریں۔ ثمینہ نوید صاحبہ موجود نہیں ہیں اس لئے اس کو dispose of کیا جاتا ہے۔ تیسری قرارداد میاں نصیر احمد صاحب کی ہے وہ اسے پیش کریں۔

صوبہ پنجاب کے تمام شہروں میں سڑکوں کے دونوں اطراف پیدل چلنے والوں کے لئے فٹ پاتھ بنانے کو لازمی قرار دینے کا مطالبہ

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! میں یہ قرارداد پیش کرتا ہوں کہ:

"یہ ایوان حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ صوبہ پنجاب کے تمام شہری علاقوں کے main roads کے دونوں اطراف پیدل چلنے والوں کے لئے فٹ پاتھ (walkway) بنانا لازمی قرار دیا جائے۔"

جناب قائم مقام سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

"یہ ایوان حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ صوبہ پنجاب کے تمام شہری علاقوں کے main roads کے دونوں اطراف پیدل چلنے والوں کے لئے فٹ پاتھ (walkway) بنانا لازمی قرار دیا جائے۔"

میرا خیال ہے کہ یہ ایک ایسی چیز ہے کہ جس کو کوئی بھی oppose نہیں کرے گا۔

یہ قرارداد پیش کی گئی اور اب سوال یہ ہے کہ:

"یہ ایوان حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ صوبہ پنجاب کے تمام شہری علاقوں کے main roads کے دونوں اطراف پیدل چلنے والوں کے لئے فٹ پاتھ (walkway) بنانا لازمی قرار دیا جائے۔"

(قرارداد متفقہ طور پر منظور ہوئی)

جناب قائم مقام سپیکر: چوتھی قرارداد جناب محمد محسن خان لغاری صاحب کی طرف سے ہے وہ اسے پیش کریں۔

صوبوں کے مابین پانی کے 1991 کے معاہدہ پر عملدرآمد
اور ارسا کی تشکیل نو کا مطالبہ

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میں یہ قرارداد پیش کرتا ہوں کہ:

"اس ایوان کی رائے ہے کہ مستقبل میں پانی کے issue پر کسی تنازع سے بچنے کے لئے اور صوبوں کے مابین 1991 کے معاہدہ پر عملدرآمد کو یقینی بنانے کے لئے ارسا کی تشکیل نو کی جائے نیز ارسا کا پانچواں ممبر غیر جانبدار ہونا چاہئے جو اسلام آباد یا آزاد کشمیر کا رہائشی ہو۔"

جناب قائم مقام سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

"اس ایوان کی رائے ہے کہ مستقبل میں پانی کے issue پر کسی تنازع سے بچنے کے لئے اور صوبوں کے مابین 1991 کے معاہدہ پر عملدرآمد کو یقینی بنانے کے لئے ارسا کی تشکیل نو کی جائے نیز ارسا کا پانچواں ممبر غیر جانبدار ہونا چاہئے جو اسلام آباد یا آزاد کشمیر کا رہائشی ہو۔"

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں یہ جواب پڑھنا چاہتا ہوں کہ حکومت پنجاب نے بارہا وفاقی حکومت کو عرضداشت بھیجی ہیں اور مطالبہ کیا ہے کہ ارسا کی ابتدائی شکل کو بحال کیا جائے تاکہ صوبوں کے درمیان پانی کی تقسیم کو 1991 کے معاہدے کے مطابق اور 1992 کے ارسا ایکٹ کے مطابق یقینی بنایا جا سکے تاہم اس وقت کے چیف ایگزیکٹو اور آمر ڈکٹیٹر جنرل پرویز مشرف اور اس کے حواریوں نے 10۔ جولائی 2000 کو ایک ڈائریکٹو کے ذریعے حکم جاری کیا کہ وفاقی ممبر بھی صوبہ سندھ سے لیا جائے تاکہ ارسا کے فیصلے ارکان کے درمیان اکثریتی بنیاد پر کئے جائیں اس لئے صوبہ پنجاب کو اس تفاوت کی وجہ سے پانی کی تقسیم میں حق تلفی کا سامنا ہے۔

جناب سپیکر! ہم بالکل اس کے حق میں ہیں لیکن میں لغاری صاحب کے علم میں یہ بات لانا چاہتا تھا کہ پنجاب کی یہ حق تلفی اُسی ڈکٹیٹر اور آمر کی وجہ سے ہوئی ہے جس کے لئے یہاں سیٹوں کے اوپر چڑھ کر ڈانس بھی ہوتا رہا ہے اور یہاں پر وہ قرارداد بھی پیش کی گئی کہ دس مرتبہ اُس کو وردی میں صدر منتخب کرنا ہے اور مجھے یقین ہے کہ ہم نے اُس قرارداد کی مخالفت کی تھی جبکہ محسن خان لغاری صاحب نے اُس قرارداد کی حمایت کی تھی۔ (قطع کلامیاں)

جناب قائم مقام سپیکر:.Order in the House. Order in the House ایک منٹ ذرا ٹھہر جائیں۔ راناصاحب! یہ technical سا matter ہے کیا آپ اس کو oppose کر رہے ہیں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں نے اس قرارداد کو oppose نہیں کیا میں نے تو صرف آئینہ دکھایا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: راناصاحب! اگر آپ نے اس قرارداد کو oppose نہیں کیا تو پھر میں صرف سوال put کر سکتا ہوں۔ (قطع کلامیاں)

دیکھیں، یہ قراردادیں ہیں ان پر ہم نے rules کو follow کرنا ہے۔ جب oppose نہیں کیا گیا تو اس پر بات نہیں ہو گی۔ اس پر صرف House کی consent لی جائے گی۔

یہ قرارداد پیش کی گئی اور اب سوال یہ ہے کہ:

"اس ایوان کی رائے ہے کہ مستقبل میں پانی کے issue پر کسی تنازع سے بچنے کے لئے اور صوبوں کے مابین 1991 کے معاہدہ پر عملدرآمد کو یقینی بنانے کے لئے ارسا کی تشکیل نو کی جائے نیز ارسا کا پانچواں ممبر غیر جانبدار ہونا چاہئے جو اسلام آباد یا آزاد کشمیر کا رہائشی ہو۔"

(قرارداد متفقہ طور پر منظور ہوئی)

سینئر وزیر / وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! یہ قرارداد محکمہ آبپاشی سے متعلقہ تھی اس لئے میں نے اس قرارداد کا جواب دینا تھا اور میں اُس وقت House میں بھی موجود تھا۔

جناب قائم مقام سپیکر: تو پھر آپ نے اُس وقت بات کرنی تھی۔

سینئر وزیر / وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! آپ نے مجھے موقع ہی نہیں دیا تو میں کیسے جواب دیتا؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں ریکارڈ کو درست کر دوں اُس وقت سینئر منسٹر راجہ ریاض احمد صاحب قائد حزب اختلاف کے ساتھ بیٹھے تھے۔ (قہقہے)

جناب قائم مقام سپیکر: پانچویں قرارداد خواجہ محمد اسلام کی ہے وہ اسے پیش کریں۔

پنجاب کے لئے جاری کردہ گیس کی لوڈشیڈنگ
کے شیڈول میں کمی کرنے کا مطالبہ

خواجہ محمد اسلام: جناب سپیکر! میں یہ قرارداد پیش کرتا ہوں کہ:

"یہ ایوان وفاقی حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ پنجاب کے لئے جاری کردہ گیس کی لوڈشیڈنگ کا شیڈول جو دوسرے صوبوں بلوچستان، سندھ اور خیبر پختونخواہ کے لئے نہ ہے واپس لیا جائے کیونکہ وفاقی حکومت کے اس فیصلے کی وجہ سے صوبہ پنجاب کی ہزاروں فیکٹریاں، کارخانے اور صنعتیں بند ہو چکی ہیں۔ اُن کی بندش کی وجہ سے لاکھوں مزدور بے روزگار ہو گئے ہیں نیز صوبائی اور وفاقی حکومت کو ان اربوں روپے کا نقصان ہو رہا ہے جو ٹیکسوں اور دیگر مدوں میں سرکاری خزانہ میں جمع ہونے تھے۔"

جناب قائم مقام سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

"یہ ایوان وفاقی حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ پنجاب کے لئے جاری کردہ گیس کی لوڈشیڈنگ کا شیڈول جو دوسرے صوبوں بلوچستان، سندھ اور خیبر پختونخواہ کے لئے نہ ہے واپس لیا جائے کیونکہ وفاقی حکومت کے اس فیصلے کی وجہ سے صوبہ پنجاب کی ہزاروں فیکٹریاں، کارخانے اور صنعتیں بند ہو چکی ہیں۔ اُن کی بندش کی وجہ سے لاکھوں مزدور بے روزگار ہو گئے ہیں نیز صوبائی اور وفاقی حکومت کو ان اربوں روپے کا نقصان ہو رہا ہے جو ٹیکسوں اور دیگر مدوں میں سرکاری خزانہ میں جمع ہونے تھے۔"

سینئر وزیر/وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! I oppose it.

جناب قائم مقام سپیکر: خواجہ صاحب! پہلے آپ اس قرارداد کی حمایت میں بات کر لیں بعد میں اس قرارداد کو oppose کرنے والے معزز ممبر اس پر بات کریں گے۔

خواجہ محمد اسلام: جناب سپیکر! مجھے خاص طور پر راجہ صاحب کی طرف سے اس قرارداد کو oppose کرنے پر دُکھ ہوا ہے کہ فیصل آباد وہ شہر تھا جو کبھی چمنیوں اور دھوئیں کا شہر گنا جاتا تھا اور فیصل آباد کی فیکٹریاں پاکستان کے ٹیکسوں کی مد میں پورے ملک کی معیشت پر اثرانداز ہوتی تھیں۔ آج اس پالیسی کی

وجہ سے وہ شہر، شہر خاموشاں بن چکا ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ راجہ صاحب نے آج اپنا نام فیصل آباد کے اُن لوگوں میں شامل کر لیا ہے جو فیصل آباد کے بد خواہ ہیں انہیں خدا کا خوف کرنا چاہئے۔ پنجابی کی ایک مثال ہے کہ "اول خویش بعد درویش۔"فیصل آباد فاختہ جیسا ایک پُر امن شہر گنا جاتا تھا جس کی آمدنی پاکستان کی معیشت کی 60 فیصد تھی آج فیصل آباد کی پوری فیکٹریاں بند ہو چکی ہیں اور مجھے یہ بات کہنے میں بھی عار نہیں ہے کہ آج فیصل آباد اور پاکستان کے دوسرے شہروں میں یہ باتیں کی جاتی ہیں کہ فیصل آباد کی products کو ایکسپورٹ کرنے والے دنیا کے سارے کنٹریکٹر فیصل آباد کی بجائے کراچی اور بنگلہ دیش میں shift ہونا شروع ہو گئے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ فیصل آباد کے ساتھ یہ قاتلانہ سلوک وفاقی حکومت تو کر ہی رہی تھی اور آج راجہ ریاض احمد نے میری اس قرارداد کو oppose کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ فیصل آباد کی معیشت کو قتل کرنے میں راجہ صاحب کا بھی کردار ہے اور فیصل آباد کے لوگ اس بات پر خون کے آنسو روئیں گے اور فیصل آباد کے اس سپوت کے خلاف وہاں صف ماتم بچھے گی۔ میں یہ بات بھی کہنا چاہوں گا کہ فیصل آباد کی معیشت کا آج یہ حال ہے کہ اس وقت فیکٹریوں والے 90 فیصد defaulter ہو چکے ہیں جس کی وجہ صرف اور صرف سوئی گیس اور واپڈا ہے اِن دونوں شعبوں نے اپنا ٹارگٹ اتنا وسیع کر دیا ہے کہ آج فیصل آباد میں ایک ہفتے میں پانچ دن لوڈ شیڈنگ ہوتی ہے۔ میں یہ کہنا چاہ رہا ہوں کہ اگر ہم اپنی معیشت کی ریڑھ کی ہڈی یعنی اپنی فیکٹریوں کو damage کرنے کی کوشش کر رہے ہیں تو اس اقدام سے جو مزدور بے روزگار ہو رہے ہیں وہ جب سڑکوں پر آئیں گے تو پھر دمادم مست قلندر ہو گا۔ میں یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ اربوں روپے کی ایکسپورٹ آج سمٹ کر کروڑوں روپے میں رہ گئی ہے۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ جہاں فیکٹریاں چلتی ہیں وہاں وافر سوئی گیس دی جاتی۔ میں یہاں پر حکومت پنجاب کو خراج تحسین پیش کروں گا کہ جب گندم کی باری آئی تھی تو حکومت پنجاب نے نہ صرف خیبر پختونخواہ بلکہ بلوچستان کو بھی اپنا بھائی سمجھتے ہوئے یہ قربانی دی تھی۔ میری اس قرارداد کو جب راجہ صاحب نے oppose کیا تو میرے دل میں یہ بات آئی کہ:

دیکھا جو تیر کھا کے کمین گاہ کی طرف
اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہو گئی

جناب سپیکر! میں راجہ صاحب کی خدمت میں یہ بھی کہوں گا کہ:

اپنی مٹی سے بغاوت کی ہے
جس نے کبھی شہر سے ہجرت کی ہے

راجہ صاحب!آپ فیصل آباد میں رہتے ہیں، اگر آپ فیصل آباد کے لئے نہیں سوچتے تو پھر آپ کو چکوال یا گوادر چلے جانا چاہئے۔ شکریہ

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! میں اس میں ایک قانونی نکتہ کے متعلق گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ Cabinet کی collective responsibility ہوتی ہے۔ جب کوئی منسٹر کسی کو oppose کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ گورنمنٹ نے اس کو oppose کیا ہے۔ اس قرارداد کو oppose کرنے کے بعد میرے خیال میں یہ بات ریکارڈ پر آ جائے گی۔ اگر یہ آپس میں کوئی فیصلہ نہیں کرتے کہ منسٹر صاحب نے oppose کیا ہے یعنی گورنمنٹ نے oppose کیا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: نہیں۔ اگر آپ Member کی definition دیکھیں تو اس کے اندر ہے کہ Member includes Minister ہے اور Private Members Day تو Minister اپنی private capacity کے اندر بھی اس کو oppose کر سکتا ہے، اس میں بڑا clear ہے۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! Constitution میں سیکشن 130 کی clause(4) بڑی clear ہے کہ:

> The Cabinet shall be collectively responsible to the Provincial Assembly, and the total strength of the cabinet shall not be…

جناب قائم مقام سپیکر: آپ کی بات ٹھیک ہے لیکن cabinet کے اندر Minister وہ گا جو پہلے Member بنے گا۔ definition میں Member includes Minister ہے۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! میں نے Constitution کے مطابق point out کیا ہے لیکن آپ کی ruling صائب ہے اس لئے میں سر تسلیم خم کرتا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: بہت مہربانی۔ بہت شکریہ

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میں جو سمجھا ہوں کہ منسٹر ممبر ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ منسٹر کے لئے جو seat reserved ہوتی ہے۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: نہیں۔ منسٹر وہ ہو گا جو پہلے ممبر ہو گا۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! لیکن جس وقت وہ منسٹر بن گیا تو وہ قرارداد نہیں لا سکتا۔ کیا منسٹر قرارداد لا سکتا ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر: نہیں لا سکتا لیکن اس definition کے مطابق as a Member oppose کر سکتا ہے۔ یہ بات House کی ہے اس لئے میں اسے clear کرنا ضروری سمجھتا ہوں:

"Member" means a Member of the Assembly, and for purposes of moving or opposing a Bill an amendment, a motion or a Resolution, includes a Minister

اس میں بڑا clear ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میرا یہاں کا جو تجربہ اور روایت ہے کہ منسٹر کبھی قرارداد، Call Attention Notice، تحریک التوائے کار پیش کرتے ہیں اور نہ oppose کرتے ہیں۔ اسمبلی کا precedent یہی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جمہوری اسمبلی میں ایسے ہی ہوتا ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں لغاری صاحب کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ منسٹر قرارداد کیوں پیش نہیں کر سکتے؟ سب سے زیادہ قراردادیں تو میں نے پیش کی ہیں۔ منسٹر قرارداد پیش کر سکتا ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! راناصاحب نے on the behalf of Government move کی ہیں۔ کیا راجہ صاحب اس کو as Government oppose کر رہے ہیں؟

جناب قائم مقام سپیکر: جی، راجہ ریاض صاحب!

سینئر وزیر / وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! پاکستان پیپلز پارٹی نے ہمیشہ یہ چاہا ہے کہ صوبوں اور وفاق میں کسی قسم کی کوئی misunderstanding نہیں ہونی چاہئے اور صوبوں کے درمیان بھی ایک بھائی چارے والا ماحول ہونا چاہئے۔ اس کی واضح مثال ہے کہ ابھی دو تین ماہ پہلے NFC Award ہوا اور بہت سارے معاملات صوبوں نے بیٹھ کر طے کئے۔ ہم چاہتے ہیں کہ وفاق اور صوبے بیٹھ کر معاملات طے کریں۔ میرے بھائی خواجہ اسلام صاحب نے ایک لمبی چوڑی تقریر کی اور مجھے قاتل بھی قرار دے دیا۔ انھوں نے میرے خلاف کہا کہ فیصل آباد میں یہ ہو جائے گا۔ اللہ کے فضل

سے یہ جو مرضی کر لیں یہ فیصل آباد میں میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے کہ جب تک مجھے اللہ کی مدد حاصل ہے۔ ان کی بڑی خواہش ہے کہ شہر میں ہم پیپلز پارٹی کو فارغ کریں،انشاء اللہ پیپلز پارٹی شہر سے فارغ نہیں ہو گی۔اگلی بار یہ اپنی خیر منائیں۔ انھوں نے اپنی قرارداد میں کہا ہے کہ دوسرے صوبوں بلوچستان، سندھ اور خیبر پختون خواہ میں لوڈشیڈنگ نہیں ہو رہی لیکن وہاں پر بھی لوڈشیڈنگ ہو رہی ہے۔اس کے علاوہ ہمیں اپنے لئے مانگنا چاہئے بجائے اس کے کہ صوبوں میں غلط فہمیاں بڑھیں کہ پنجاب نے یہ قرارداد دی ہے ہمیں یہ ختم کرنا چاہئے۔ہمیں یہ قرارداد ضرور لانی چاہئے کہ پنجاب کو زیادہ سے زیادہ گیس دی جائے اور یہ جو تاثر دینے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ پنجاب کے ساتھ وفاقی حکومت کوئی زیادتی کر رہی ہے یا دوسرے صوبے کر رہے ہیں تو مجھے اس پر اعتراض ہے۔اگر یہ الفاظ تبدیل کر لیں اور یہ کہیں کہ صوبہ پنجاب کو زیادہ سے زیادہ گیس دی جائے اور اس طرح management کی جائے کہ کم سے کم لوڈشیڈنگ ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔

خواجہ محمد اسلام:جناب سپیکر!راجہ صاحب نے جو فرمایا ہے تو میں اس پر صرف اتنا کہوں گا کہ

وارث مان نہ کر وارثاں دا
رب بے وارث کر ماردا ای

اس کے علاوہ دوسری بات یہ ہے کہ میرا مطمع نظر یہ تھا کہ لوڈشیڈنگ تمام صوبوں میں برابر ہونی چاہئے۔پنجاب میں بہت زیادہ یعنی پانچ پانچ دن اور دوسرے صوبوں میں ایک دن یا اٹھارہ گھنٹے یا سولہ گھنٹے لوڈشیڈنگ ہوتی ہے۔میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ جہاں پر کارخانے ہیں جو پاکستان کی معیشت میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں اگر ہم نے اپنی export بڑھانی ہے،اپنے ملک کی معیشت کو مضبوط کرنا ہے تو وہاں پر لوڈشیدڈنگ کم ہونی چاہئے تھی۔

جناب سپیکر!میں آپ کی وساطت سے راجہ صاحب کو ایک information دینا چاہتا ہوں کہ پیپلز پارٹی کے آدھے بندے آپ نے خود فارغ کئے ہیں باقی ہمیں زور لگانے کی ضرورت نہیں۔

سینئر وزیر/وزیر آبپاشی وقوت برقی(راجہ ریاض احمد):جناب سپیکر!۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر:راجہ صاحب!اس پر جواب الجواب نہیں ہو سکتا۔انھوں نے اپنی بات کرنی ہے اور آپ نے اپنی بات کرنی ہے۔

سینئر وزیر / وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! میں دوبارہ یہ بات کرنا چاہتا ہوں کہ یہ اس قرارداد کے الفاظ تبدیل کر لیں اس میں دوسرے صوبوں کو touch نہ کریں اور صوبہ پنجاب کے لئے زیادہ سے زیادہ گیس کا مطالبہ کریں تو ہم اس قرارداد کے حق میں ہیں اور یہ جائز ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: راجہ صاحب نے قرارداد میں ترمیم کی جو بات کی ہے کیا آپ ترمیم کرنا چاہتے ہیں یا اسی طرح لانا چاہتے ہیں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میرا خیال ہے کہ راجہ صاحب اگر اپنی یہ بات پہلے کر دیتے تو شاید اتنے راز افشاں نہ ہوتے۔ میں ویسے خواجہ صاحب کی اس بات سے متفق نہیں ہوں کہ وہاں پر پیپلز پارٹی کے امیدوار کو فارغ کروانے میں راجہ صاحب کا کوئی ہاتھ ہے البتہ رانا آفتاب کا جو الیکشن ہے اس میں پہلے الیکشن کا تو مجھے پتا نہیں لیکن جو ضمنی الیکشن تھا وہ انھوں نے بھرپور طریقے سے لڑا تھا۔ ان کی یہ جو تجویز ہے کہ اس میں سے دوسرے صوبوں کا نام حذف کر کے پنجاب کو زیادہ گیس دینے کے مطالبے پر زور دیا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات صائب ہے اور اس پر خواجہ اسلام صاحب کو بھی اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔ آپ اس ترمیم کو incorporate کر کے اس کے مطابق اس قرارداد کو ہاؤس میں پیش کر دیں۔

خواجہ محمد اسلام: جناب سپیکر! میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ پنجاب میں جو گیس کی لوڈ شیڈنگ ہو رہی ہے وہ دوسرے صوبوں کے برابر نہ ہے جب وفاق دوسرے صوبوں اور صوبہ پنجاب کے ساتھ بھائیوں جیسا سلوک چاہتا ہے تو پھر لوڈ شیڈنگ برابر ہونی چاہئے۔

جناب قائم مقام سپیکر: میں آپ کو ایک بات بتاتا ہوں کہ لغاری صاحب نے چونکہ اس قرارداد کو oppose نہیں کیا تھا اس لئے انھوں نے مجھ سے یہاں آ کر ایک بات کی تھی کہ اس میں ایک technical چیز بھی ہے کہ بلوچستان یا جہاں سے گیس نکلتی ہے تو ان کا ایک الگ حق ہوتا ہے اس لئے لاء منسٹر صاحب نے جو بات کی ہے آپ اس قرارداد کو دیکھ لیں اور اس میں سے صوبوں کا نام نکال دیں۔

خواجہ محمد اسلام: جناب سپیکر! اگر اس بات کو لمبا کرنا ہے تو پھر 58-C کو بھی تبدیل کرنا چاہئے۔ کیا ہم نے پاکستان کی معیشت کو مضبوط نہیں کرنا اور کیا ہم نہیں چاہتے کہ ہماری export دنیا میں جائے؟

جناب قائم مقام سپیکر: آپ کا نقطہ نظر بالکل ٹھیک ہے لیکن اگر آپ اس میں سے صوبوں کا نام نکال کر پیش کر دیں تو بہتر ہے۔

خواجہ محمد اسلام: جناب سپیکر! میں نے اسے پیش کر دیا ہے، اگر آپ اسے ترمیم کر کے لانا چاہتے ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

"یہ ایوان وفاقی حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ صوبہ پنجاب میں گیس کی لوڈشیڈنگ کی وجہ سے صوبہ پنجاب کی ہزاروں فیکٹریاں، کارخانے اور صنعتیں بند ہو چکی ہیں۔ ان کی بندش کی وجہ سے لاکھوں مزدور بے روزگار ہو گئے ہیں۔ نیز صوبائی اور وفاقی حکومت کو اربوں روپے کا نقصان ہو رہا ہے جو ٹیکسوں اور دیگر مدوں میں سرکاری خزانہ میں جمع ہونے تھے اس لئے پنجاب میں گیس کی لوڈشیڈنگ کے شیڈول کو کم کیا جائے"

یہ قرارداد پیش کی گئی ہے اور اب سوال یہ ہے کہ:

"یہ ایوان وفاقی حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ صوبہ پنجاب میں گیس کی لوڈشیڈنگ کی وجہ سے صوبہ پنجاب کی ہزاروں فیکٹریاں، کارخانے اور صنعتیں بند ہو چکی ہیں۔ ان کی بندش کی وجہ سے لاکھوں مزدور بے روزگار ہو گئے ہیں۔ نیز صوبائی اور وفاقی حکومت کو اربوں روپے کا نقصان ہو رہا ہے جو ٹیکسوں اور دیگر مدوں میں سرکاری خزانہ میں جمع ہونے تھے اس لئے پنجاب میں گیس کی لوڈشیڈنگ کے شیڈول کو کم کیا جائے"

(قرارداد متفقہ طور پر منظور ہوئی)

جناب قائم مقام سپیکر: محترمہ شمیلہ اسلم صاحبہ بات کرنا چاہ رہی تھیں۔ جی، محترمہ!

محترمہ شمیلہ اسلم: جناب سپیکر! میں آج ہاؤس کی توجہ ایک انتہائی اہم مسئلے کی جانب مبذول کرانا چاہتی ہوں۔ 10۔نومبر 2010 کو وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف صاحب کے پروگرام کے تحت پنجاب کے تمام کالجوں میں تقریری اور تحریری مقابلہ جات شروع کئے گئے جن کا مقصد طالب علموں کی خوابیدہ صلاحیتوں کو اُجاگر کرنا تھا مگر افسوس کہ بچوں کو مناسب ٹائم نہ ملنے کی وجہ سے یہ تمام پروگرام انتہائی بدنظمی کا شکار ہو کر رہ گئے اور میں اُن تمام پروگراموں میں موجود تھی۔

جناب قائم مقام سپیکر: محترمہ! آپ حکومتی بنچوں سے ہیں۔ مجھے بتائیں کہ کیا آپ نے اس بارے میں ایجوکیشن منسٹر یا لاء منسٹر سے پہلے بات کی ہے؟

محترمہ شمیلہ اسلم: جناب سپیکر! میں محکمے سے جواب لینا چاہتی ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: نہیں، جواب اس طرح نہیں دیا جا سکتا۔ آپ لوگ حکومتی بنچوں پر بیٹھے ہیں لہذا آپ ہاؤس کے اندر وہ بات لے کر آئیں جس پر آپ کی دادرسی نہ ہو رہی ہو۔ اگر آپ نے متعلقہ منسٹر یا سیکرٹری سے بات کی ہے اور انہوں نے آپ کی بات نہیں سنی تو پھر آپ ہاؤس میں لے کر آئیں۔ براہِ مہربانی تشریف رکھیں اور اُن سے بات کرنے کے بعد اس معاملہ کو ہاؤس میں لے کر آئیں۔

اب چونکہ آج کے اجلاس کا ایجنڈا مکمل ہو گیا ہے لہذا اب اجلاس کل بروز بدھ مورخہ 12۔جنوری 2011 صبح 10 بجے تک ملتوی کیا جاتا ہے۔

سرکاری رپورٹ

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات 2011

سرکاری رپورٹ

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات 2011

(بدھ 12، جمعرات 13، جمعتہ المبارک 14، سوموار 17، منگل 18۔جنوری 2011)
(یوم الاربعاء 7، یوم الخمیس 8، یوم الجمع 9، یوم الاثنین 12، یوم
الثلاثہ 13۔صفر المظفر 1432ھ)

پندرھویں اسمبلی: بائیسواں اجلاس

جلد 22: (حصہ دوم): شمارہ جات : 8 تا 12

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات

مندرجات

بائیسواں اجلاس

بدھ،12۔جنوری 2011

جلد 22:شمارہ 8

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
1۔	ایجنڈا ------------	549
2۔	تلاوت قرآن پاک و ترجمہ ------------	551

3۔	نعت رسول مقبولﷺ ------------	552
	سوالات (محکمہ لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ)	
4۔	نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات ------------	553
نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
	پوائنٹ آف آرڈر	
5۔	معزز ممبران کی ایوان میں حاضری کو حاضری رجسٹر کے مطابق یقینی بنانا------------	561
6۔	نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (۔۔۔جاری) ------------	567
7۔	نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (جو ایوان کی میز پر رکھے گئے) ------------	592
	تحاریک التوائے کار	
8۔	حلقہ پی پی۔113 ڈنگہ (گجرات) میں محکمہ کی ملی بھگت سے اراضی کا جعلی انتقال ------------	612
9۔	محکمہ صحت کو مختص فنڈز جاری نہ ہونے کی وجہ سے سرگنگارام ہسپتال لاہور کے جاری منصوبے تعطل کا شکار ------------	616
10۔	محکمہ پی ڈبلیو ڈی ساہیوال کے ملازمین تنخواہیں نہ ملنے کی وجہ سے شدید مالی مشکلات کا شکار ------------	617
11۔	ہنجروال لاہور میں حضرت گلاب شاہ رحمۃ اللہ علیہ مسجد کی ناقص تعمیر ------------	617
	پوائنٹ آف آرڈر	
12۔	اسمبلی سیکرٹریٹ کے متعلقہ شعبہ سے پسند اور ناپسند کی بنیاد پر تحاریک التوائے کار کا منظور اور نامنظور کیا جانا ------------	619
	سرکاری کارروائی	
	مسودات قانون (جو متعارف ہوئے)	
13۔	مسودہ قانون (ترمیم) اوقاف مصدرہ 2011 ------------	622
14۔	مسودہ قانون (ترمیم) انتقال جائیداد مصدرہ 2011 ------------	622
15۔	مسودہ قانون (ترمیم) تقسیم مصدرہ 2011 ------------	623

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
16۔	مسودہ قانون (ترمیم) بچوں کی ملازمت مصدرہ2011 ------------	623
17۔	مسودہ قانون (ترمیم) (سروس کاریکارڈ) ملازمت مصدرہ2011 ------------	624
18۔	مسودہ قانون (پرنٹنگ اور ریکارڈنگ) قرآن حکیم پنجاب مصدرہ2011 ------------	624
	رپورٹیں (جو پیش ہوئیں)	
19۔	نشان زدہ سوال نمبر1619اور2211کے بارے میں مجلس قائمہ برائے ہاؤسنگ، اربن ڈویلپمنٹ اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ کی رپورٹوں کا ایوان میں پیش کیا جانا ------------	625
	رپورٹیں (میعاد میں توسیع)	
20۔	تحریک التوائے کار نمبر1038/08اور نشان زدہ سوال نمبر2012 کے بارے میں مجلس قائمہ برائے صحت کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع ------------	626
	مسودات قانون (جو زیر غور لائے گئے)	
21۔	مسودہ قانون (ترمیم) صوبائی موٹر گاڑیاں مصدرہ2010 ------------	627
22۔	قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب1997کے قاعدہ225(2)کے تحت مسودہ قانون گلوبل انسٹیٹیوٹ لاہور مصدرہ2010کے تسلسل کے لئے خصوصی حکم کا اجراء ------------	643
23۔	مسودہ قانون (ترمیم) گلوبل انسٹیٹیوٹ لاہور مصدرہ2010 ------------	644
24۔	قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب1997کے قاعدہ225(2)کے تحت مسودہ قانون دی لاہور لیڈز یونیورسٹی مصدرہ2010کے تسلسل کے لئے خصوصی حکم کا اجراء ------------	651
25۔	مسودہ قانون دی لاہور لیڈز یونیورسٹی مصدرہ2010 ------------	653

	پوائنٹ آف آرڈر	
26۔	وزیر قانون سے لوٹا کریسی کی مخالفت کرنے کا مطالبہ	660
27۔	معزز ممبران کے حاضری رجسٹر کو روایات کے مطابق ایوان سے باہر رکھنے کا مطالبہ	664

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
	تعزیت	
28۔	وفاقی وزیر جناب شہباز بھٹی کے والد محترم کی وفات پر اظہار افسوس کے لئے ایوان میں ایک منٹ کے لئے خاموشی	667
	پوائنٹ آف آرڈر	
29۔	معزز ممبران کے حاضری رجسٹر کو روایات کے مطابق ایوان سے باہر رکھنے کا مطالبہ (۔۔۔جاری)	673
	جمعرات،13۔جنوری2011	
	جلد 22: شمارہ 9	
30۔	ایجنڈا	679
31۔	تلاوت قرآن پاک و ترجمہ	681
32۔	نعت رسول مقبولﷺ	682
	سوالات (محکمہ خوراک)	
33۔	نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات	683
34۔	نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)	726
	پوائنٹ آف آرڈر	
35۔	سٹاک شدہ گندم کی بار برداری پر کثیر رقم خرچ آنے	

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
	سے صوبہ کو مالی مشکلات کا سامنا -----------	745
	توجہ دلاؤ نوٹس	
36۔	ضلع شیخوپورہ، اڈا فیروز وٹواں میں استقبالی کیمپ پر ہوائی فائرنگ سے نوجوان کی ہلاکت -----------	747

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
	رپورٹیں (میعاد میں توسیع)	
37۔	حکومت پنجاب کے حسابات برائے سال 05-2004 اور ان پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ برائے سال 06-2005 کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر۔2 کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع -----------	748
38۔	حکومت پنجاب کے آڈٹ پیراز (ریونیو وصولیاں) اور (سول ورکس) برائے سال 07-2006 پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر 1 کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع -----------	749
	تحاریک استحقاق	
39۔	(کوئی تحریک پیش نہ ہوئی) -----------	750
	تحاریک التوائے کار	
40۔	منڈی مویشیاں شہر کے نزدیک قائم کرنے سے ٹریفک بلاک اور شہریوں کو پریشانی کا سامنا (۔۔۔جاری) -----------	750
41۔	وزیرآباد میں تعمیر ہونے والے انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی کو چالو کرنے کا مطالبہ -----------	752
42۔	لینڈ مافیا کا محکمہ کے عملے کی ملی بھگت سے موضع بھائی کوٹ	

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
	نواز شریف فارم سے ملحقہ سرکاری اراضی پر قبضہ اور فروخت -----------	754
43۔	لاہور کی ڈسٹرکٹ جیل اور کوٹ لکھپت جیل میں گنجائش سے زیادہ قیدی رکھنے سے قیدیوں کے مسائل میں اضافہ -----------	755
44۔	صوبہ میں خواتین کے لئے مزید الگ جیلیں تعمیر کرنے کا مطالبہ -----------	756
45۔	لاہور، ضلعی حکومت کے عملہ کی ملی بھگت سے مضر صحت پتی کی سر عام فروخت -----------	757
46۔	ملتان، جھگیوں میں خسرہ کی وباء سے سات بچے ہلاک اور متعدد شدید متاثر -----------	757
نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
47۔	دریائے راوی میں زہریلا پانی آنے سے ہزاروں ٹن مچھلی ہلاک نیز مردہ مچھلی کی شہروں میں سر عام فروخت جاری -----------	758
48۔	لاہور بورے والا روڈ سیوریج پائپ لائن ناقص مٹیریل کی وجہ سے تعمیر کے فوراً بعد ٹوٹ پھوٹ کا شکار -----------	759
49۔	سرگودھا جنرل بس سٹینڈ پر سکیورٹی کے ناکافی انتظامات کی وجہ سے دہشتگردی کے خدشات میں اضافہ -----------	760
	پوائنٹ آف آرڈر	
50۔	رحیم یار خان میں دانش سکول کے افتتاح پر وزیر اعلیٰ کو خراج تحسین کا پیش کیا جانا -----------	760
51۔	معزز ممبران کی حاضری قومی اسمبلی کے ممبران کی طرح لگوانے کا مطالبہ -----------	769
52۔	رحیم یار خان میں دانش سکول کے افتتاح پر وزیر اعلیٰ کو خراج تحسین کا پیش کیا جانا (۔۔۔جاری) -----------	773
	سرکاری کارروائی	
	بحث	

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
53۔	اشیاء ضروریہ کی قیمتوں کی ہوشربا گرانی پر عام بحث -----------	791
	جمعتہ المبارک،14۔جنوری 2011	
	جلد 22: شمارہ 10	
54۔	ایجنڈا -----------	823
55۔	تلاوت قرآن پاک و ترجمہ -----------	825
56۔	نعت رسول مقبول ﷺ -----------	826
	سوالات (محکمہ جات قانون و پارلیمانی امور، پبلک پراسیکیوشن اور بہبود آبادی)	
57۔	نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات -----------	827
58۔	نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (جو ایوان کی میز پر رکھے گئے) -----------	867
	تحاریک التوائے کار	
59۔	سابق چیف جسٹس لاہو ہائیکورٹ کو وزیر اعلیٰ کی جانب سے سرکاری رہائش گاہ کی خلاف پالیسی الاٹمنٹ -----------	879
60۔	حکام کے غلط فیصلے سے محکمہ خوراک کو پی پی بیگز کی فروخت سے مالی نقصان کا خدشہ -----------	882
61۔	لاہور میں اربن و دیگر ٹرانسپورٹروں کا از خود کرایہ بڑھانے سے مسافروں کو پریشانی کا سامنا -----------	882
62۔	لاہور میں خاتون سے نوجوانوں کی اجتماعی زیادتی -----------	883
63۔	ٹی ایم اے قصور کی جانب سے شہر میں کوئی وجہ بتائے بغیر متعدد دکانوں کو سیل (seal) کرنے سے دکانداروں کو پریشانی کا سامنا -----------	884
64۔	ای ڈی او ایجوکیشن گجرات کی کرپشن کا انکشاف -----------	885
65۔	لاہور میں محکمہ صحت کی عدم توجہی کی بناء پر سوائن فلو کے مریضوں کی تعداد میں اضافہ -----------	886

66۔	بلڈنگ ڈیپارٹمنٹ کے ورک چارج ملازمین کو تنخواہوں کی عدم ادائیگی ------------	886
67۔	فیصل آباد اڈا مونگی بنگلہ گوجرہ میں چیف سیکرٹری کے حکم پر عملہ ریونیو اور پولیس نفری کا متعدد دکانوں کو مسمار کرنا ------------	887
68۔	عرب ہاؤسنگ سوسائٹی میں قبرستان کے لئے مختص زمین کو فروخت کرنے سے رہائشیوں کو پریشانی کا سامنا ------------	888
69۔	لاہور رنگ روڈ لینڈ ریکوزیشن میں متعلقہ عملے کی کروڑوں روپے کی کرپشن کا انکشاف ------------	889
	پوائنٹ آف آرڈر	
70۔	معزز ممبران کی حاضری سے متعلق میڈیا پر دکھائے جانے والے تضحیک آمیز مناظر کو روکنے کا مطالبہ ------------	890
نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
	سرکاری کارروائی	
	بحث	
71۔	اشیاء ضروریہ کی قیمتوں کی ہوشربا گرانی پر عام بحث (۔۔۔جاری) ------------	904
72۔	کورم کی نشاندہی ------------	920
	سوموار، 17۔جنوری 2011	
	جلد 22: شمارہ 11	
73۔	ایجنڈا ------------	922
74۔	تلاوت قرآن پاک و ترجمہ ------------	924
75۔	نعت رسول مقبول ﷺ ------------	925
76۔	جناب سپیکر کی زیر صدارت حاضری رجسٹر کے معاملے پر ہونے والی میٹنگ میں کئے گئے فیصلے کا اعلان ------------	926

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
	سوالات (محکمہ سکولز ایجوکیشن)	
77۔	نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات ------------	926
78۔	نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (جو ایوان کی میز پر رکھے گئے) ------------	966
	پوائنٹ آف آرڈر	
79۔	بھکر میں مسجد مکتب سکولوں کی بندش سے زیر تعلیم بچے تعلیم سے محروم ------------	988
	توجہ دلاؤ نوٹس	
80۔	ضلع شیخوپورہ، اڈا فیروز وٹواں میں استقبالی کیمپ میں ہوائی فائرنگ سے نوجوان کی ہلاکت ------------	991
81۔	ضلع شیخوپورہ، ڈاکوؤں کی فائرنگ سے دو اشخاص کی ہلاکت کا معاملہ ------------	993
82۔	ملتان، گلشن مارکیٹ میں ڈکیتی کی تفصیلات ------------	995
	تحاریک استحقاق	
83۔	(کوئی تحریک پیش نہ ہوئی) ------------	996
	تحاریک التوائے کار	
84۔	چیک اینڈ بیلنس کا مؤثر نظام نہ ہونے کی وجہ سے لاہور میں مردہ گوشت کی سر عام فروخت (۔۔۔جاری) ------------	999
85۔	لاہور کے فاطمہ جناح میڈیکل کالج میں اساتذہ کی خالی اسامیاں پُر نہ ہونے کی وجہ سے طالبات و مریضوں کو پریشانی کا سامنا (۔۔۔جاری) ------------	1001
	سرکاری کارروائی	
	بجٹ	
86۔	بجٹ 12-2011 کے لئے ممبران سے پری بجٹ تجاویز	

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
	لینے کے لئے عام بحث -----------	1002
	منگل، 18۔جنوری 2011	
	جلد 22: شمارہ 12	
87۔	ایجنڈا -----------	1047
88۔	تلاوت قرآن پاک وترجمہ -----------	1049
89۔	نعت رسول مقبولﷺ -----------	1050
	تحاریک استحقاق	
90۔	(کوئی تحریک پیش نہ ہوئی) -----------	1051
	تحاریک التوائے کار	
91۔	منڈی مویشیاں کھاریاں شہر کے نزدیک قائم کرنے سے ٹریفک بلاک اور شہریوں کو پریشانی کا سامنا (---جاری) -----------	1052
92۔	برائٹ پبلیکیشن راولپنڈی کی جانب سے کلاس اول کی سائنس کتاب میں نبی پاکﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی -----------	1055
93۔	محکمہ تحفظ ماحولیات اور ضلعی انتظامیہ کی غفلت سے غیر قانونی فیکٹریوں اور کارخانوں سے لاہور میں آلودگی میں اضافہ (---جاری) -----------	1057
94۔	یوریا کھاد کی قیمتوں میں بے جا اضافہ سے کسانوں کو پریشانی کا سامنا (---جاری) -----------	1059
95۔	بلدیہ ڈنگہ ضلع گجرات میں قائم بس سٹینڈ کو ختم کرنے سے ٹریفک بلاک اور بھتہ خوری میں اضافہ (---جاری) -----------	1060
96۔	لاہور کی ڈسٹرکٹ اور کوٹ لکھپت جیل میں گنجائش سے زیادہ قیدی رکھنے سے قیدیوں کے مسائل میں اضافہ (---جاری) -----------	1062
	سوالات (محکمہ جات ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ)	

97۔	نشان زدہ سوالات اوران کے جوابات	1064
98۔	نشان زدہ سوالات اوران کے جوابات (جوایوان کی میز پر رکھے گئے)	1106
99۔	درخواست ہائے رخصت	1128
	قراردادیں (مفاد عامہ سے متعلق)	
100۔	اسلام میں خواتین کو دیئے گئے حقوق پر عملدرآمد کو یقینی بنانے کا مطالبہ	1133
101۔	چھوٹے شہروں کے ملازمین کو بڑے شہروں کے ملازمین کے برابر الاؤنسز دینے کا مطالبہ	1139
102۔	وفاقی حکومت کی طرح صوبائی حکومت بھی اپنے ملازمین کی سپیشل پے اور الاؤنسز کو ڈگنا کرے	1141
103۔	چنیوٹ ساڑمرادوالہ روڈ کو جلد از جلد تعمیر کرنے کا مطالبہ	1149
	پوائنٹ آف آرڈر	
104۔	این ایف سی ایوارڈ کی رپورٹ کا ایوان میں پیش نہ کیا جانا	1150
105۔	فیصل آباد کے لینڈ ریکارڈ کو کمپیوٹرائزڈ کرنے پر وزیراعلیٰ کو خراج تحسین کا پیش کیا جانا	1154

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
106۔	اسلحہ لائسنس کے طریق کار کو آسان بنانے کا مطالبہ	1155
107۔	چوکی جنڈیالی میاں چنوں پر ڈاکوؤں کا حملہ	1161
108۔	انڈکس	

549

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ،12۔جنوری2011

تلاوت قرآن پاک وترجمہ اور نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سوالات

(محکمہ لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ)

نشان زدہ سوالات اوران کے جوابات

سرکاری کارروائی

1۔ مسودہ قانون(ترمیم)اوقاف(مسودہ قانون نمبر1بابت2011)

ایک وزیر مسودہ قانون(ترمیم)اوقاف ایوان میں پیش کریں گے۔

2۔ مسودہ قانون(ترمیم)انتقال جائیداد2011(مسودہ قانون نمبر2بابت2011)

ایک وزیر مسودہ قانون(ترمیم)انتقال جائیداد2011ایوان میں پیش کریں گے۔

3۔ مسودہ قانون(ترمیم) تقسیم2011(مسودہ قانون نمبر3بابت2011)

ایک وزیر مسودہ قانون(ترمیم) تقسیم2011ایوان میں پیش کریں گے۔

4۔ مسودہ قانون(ترمیم)بچوں کی ملازمت2011(مسودہ قانون نمبر4بابت2011)

ایک وزیر مسودہ قانون(ترمیم)بچوں کی ملازمت2011ایوان میں پیش کریں گے۔

5۔ مسودہ قانون(ترمیم)(سروس کاریکارڈ)ملازمت2011(مسودہ قانون نمبر5بابت 2011)

ایک وزیر مسودہ قانون(ترمیم)(سروس کاریکارڈ)ملازمت 2011ایوان میں پیش کریں گے۔

6۔ مسودہ قانون (پرنٹنگ اور ریکارڈنگ) قرآن حکیم، پنجاب 2011 (مسودہ قانون نمبر 6 بابت 2011)

ایک وزیر مسودہ قانون (پرنٹنگ اور ریکارڈنگ) قرآن حکیم، پنجاب 2011 ایوان میں پیش کریں گے۔

550

7۔ مسودہ قانون (ترمیم) صوبائی موٹر گاڑیاں 2010 (مسودہ قانون نمبر 23 بابت 2010)

ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ مسودہ قانون (ترمیم) صوبائی موٹر گاڑیاں 2010، جیسا کہ سٹینڈنگ کمیٹی برائے ٹرانسپورٹ نے اس کے بارے میں سفارش کی ہے، فی الفور زیر غور لایا جائے۔

ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ مسودہ قانون (ترمیم) صوبائی موٹر گاڑیاں 2010 منظور کیا جائے۔

8۔ مسودہ قانون (ترمیم) گلوبل انسٹیٹیوٹ لاہور 2010 (مسودہ قانون نمبر 18 بابت 2010)

ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ مسودہ قانون گلوبل انسٹیٹیوٹ لاہور 2010 کے تسلسل کے لئے قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب 1997 کے قاعدہ (2)225 کے تحت خصوصی حکم جاری کیا جائے۔

ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ مسودہ قانون گلوبل انسٹیٹیوٹ لاہور 2010، جیسا کہ سٹینڈنگ کمیٹی برائے تعلیم نے اس کے بارے میں سفارش کی ہے، فی الفور زیر غور لایا جائے۔

ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ مسودہ قانون گلوبل انسٹیٹیوٹ لاہور 2010 منظور کیا جائے۔

9۔ مسودہ قانون لاہور لیڈز یونیورسٹی 2010 (مسودہ قانون نمبر 17 بابت 2010)

ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ مسودہ قانون لاہور لیڈز یونیورسٹی 2010 کے تسلسل کے لئے قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب 1997 کے قاعدہ (2)225 کے تحت خصوصی حکم جاری کیا جائے۔

ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ مسودہ قانون لاہور لیڈز یونیورسٹی 2010، جیسا کہ سٹینڈنگ کمیٹی برائے تعلیم نے اس کے بارے میں سفارش کی ہے، فی الفور زیر غور لایا جائے۔

ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ مسودہ قانون لاہور لیڈز یونیورسٹی 2010 منظور کیا جائے۔

551

صوبائی اسمبلی پنجاب

پندرھویں اسمبلی کا بائیسواں اجلاس

بدھ، 12۔جنوری 2011

(یوم الاربعاء، 7۔صفر المظفر 1432ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 10 بج کر 10 منٹ پر زیر صدارت جناب قائم مقام سپیکر رانا مشہود احمد خان منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری خالد محمود نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیمo

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَـٰنِ ٱلرَّحِيمِo

تَحِيَّتُهُمۡ يَوۡمَ يَلۡقَوۡنَهُۥ سَلَٰمٞۚ وَأَعَدَّ لَهُمۡ أَجۡرٗا كَرِيمٗا ﴿٤٤﴾
يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ إِنَّآ أَرۡسَلۡنَٰكَ شَٰهِدٗا وَمُبَشِّرٗا وَنَذِيرٗا ﴿٤٥﴾

سُوْرَةُ الأحزَاب آیات 44 تا 45

جس روز وہ اس سے ملیں گے اُن کا تحفہ اللہ کی طرف سے سلام ہو گا اور اُس نے اُن کے لئے بڑا ثواب تیار کر رکھا ہےO اے پیغمبر ﷺ! ہم نے تم کو گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہےO

وما علینا الاالبلاغo

نعت رسول مقبول ﷺ جناب عابد رؤف قادری نے پیش کی۔

نعت رسول مقبول ﷺ

کرم آج بالائے بام آ گیا ہے
زباں پہ محمد ﷺ کا نام آ گیا ہے
مجھے مل گئی دو عالم کی شاہی
میرا اُن کے منگتوں میں نام آ گیا ہے
مزہ تب ہے سرکار محشر میں کہہ دیں
وہ دیکھو ہمارا غلام آ گیا ہے
میرے پاس کچھ بھی نہ تھا روزِ محشر
نبی کا وسیلہ ہی کام آ گیا ہے
جہاں چھڑ گیا ذکر شاہِ مدینہ
لبوں پر درود و سلام آ گیا ہے

سوالات

(محکمہ لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ)

نشان زدہ سوالات اور اُن کے جوابات

جناب قائم مقام سپیکر: اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اب وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے اور آج کے ایجنڈا پر محکمہ لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ سے متعلق سوالات پوچھے جائیں گے اور اُن کے جوابات دیئے جائیں گے۔ پہلا سوال محترمہ راحیلہ خادم حسین صاحبہ کا ہے۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: On her behalf Question No. 1532 اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔ (معزز ممبر نے محترمہ راحیلہ خادم حسین کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا۔)

جناب قائم مقام سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ضلعی حکومت لاہور کے 2002 تا 2005 کے بجٹ اخراجات کی تفصیلات

*1532: **محترمہ راحیلہ خادم حسین:** کیا وزیر لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) تحصیل لاہور میں سال 2002 تا 2005 کون کون سی، سی سی بیز بنائی گئیں ان کے نام و پتا جات اور انہیں کتنی رقم ادا کی گئی ہے؟

(ب) تحصیل لاہور کی ایک سی سی بی نے کتنے waiting sheds بنائے ہیں اور ان sheds کی specification کیا ہے اور کہاں کہاں واقع ہیں؟

(ج) محکمہ لوکل گورنمنٹ نے کون سا ایسا نظام وضع کیا ہے جس سے قومی پیسے کا ضیاع تحصیل کونسل و ضلعی حکومت میں روکا جا سکتا ہے؟

(د) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت فنڈ کے غلط استعمال کو روکنے کا ارادہ رکھتی ہے اور بہتر استعمال کے لئے کیا اقدامات اٹھا رہی ہے، تفصیل فراہم کی جائے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ(چودھری عبدالرزاق ڈھلوں):

(الف) Devolution کے بعد تحصیل لاہور ختم ہو چکی ہے اور لاہور کو 9ٹاؤنز میں تقسیم کر دیا گیاہے لہذا تحصیل لاہور کا وجود نہ ہونے کی وجہ سے اس میں موجود سی سی بیز کے متعلق معلومات فراہم نہیں کی جا سکتیں۔

(ب) جواب جز(الف)میں دے دیا گیاہے۔

(ج) لوکل گورنمنٹ آرڈیننس 2001، سی سی بی رولز2003،بجٹ رولز اور ورکس رولز بنائے جا چکے ہیں اور تمام مقامی حکومتیں، ضلعی حکومت، ٹی ایم اے اور یونین ایڈمنسٹریشن کو ان قوانین وضوابط کے مطابق فنڈز استعمال کرنے کا پابند بنایا گیاہے۔پیسے کا ضیاع قوانین وضوابط کی خلاف ورزی کرنے پر ہوتاہے۔اس سلسلے میں تمام مقامی حکومتوں کو محکمہ ہذااور فنانس ڈیپارٹمنٹ کی جانب سے قوانین کی پابندی کرنے کے لئے مسلسل ہدایات کی جارہی ہیں۔

(د) سی سی بیز کی کارکردگی جانچنے کے متعلق معلومات اکٹھی کرنے کے لئے تمام ضلعی حکومتوں کو مورخہ 15-09-2010(کاپی تتمہ(الف)ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے)کو ہدایات جاری کر دی گئی ہیں۔ مطلوبہ معلومات فراہم ہونے پر جانچ پڑتال کا عمل شروع کر دیا جائے گا۔

جناب قائم مقام سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر!جواب کے جز (ج)کی تیسری لائن میں انہوں نے لکھا ہے کہ "اس سلسلے میں تمام Local Governments کو محکمہ ہذا اور فنانس ڈیپارٹمنٹ کی جانب سے قوانین کی پابندی کرنے کے لئے مسلسل ہدایات کی جارہی ہیں۔"میرا سوال یہ ہے کہ تمام Local Governments کا کیا تعلق ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ(چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر!جواب میں یہ کہا گیاہے کہ تمام Local Governments سے متعلقہ جتنے بھی افسران ہیں اُن کو ہدایات جاری کر دی گئی ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: محترمہ!آپ نے کیاپوچھاہے؟

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! انہوں نے لکھا ہے کہ لوکل گورنمنٹ آرڈیننس 2001 سی سی بی رولز 2003 کے تحت فلاں فلاں رولز بنائے گئے تھے اور اس سلسلے میں تمام Local Governments کو محکمہ ہذا اور فنانس ڈیپارٹمنٹ کی جانب سے قوانین کی پابندی کرنے کے لئے مسلسل ہدایت دی جا رہی ہے۔ میں پوچھ رہی ہوں کہ تمام Local Governments سے ان کی کیا مراد ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر! یہ ایک clerical mistake ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ تمام افسران، ضلعی حکومتوں اور TMAs کو ہدایات جاری کر دی گئی ہیں۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! اگر یہ misprint ہوا ہے تو محکمہ کے خلاف یہ کیا کارروائی کریں گے یا کیا یہ assure کریں گے کہ اس کو روانی میں لکھ گئے ہیں لیکن اگر اس کا کوئی اور مطلب ہے یا کوئی ایڈمنسٹریشن کے under مطلب ہے تو اُس کو واضح کیا جائے کیونکہ میرے حساب سے Local Governments ہیں اور نہ ہی ان کے آنے کا کوئی chance ہے۔ یہ اس جواب کا کس کو ذمہ دار ٹھہرائیں گے؟ سوال کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ سی سی بی میں جو رقوم involve ہیں وہ کوئی چند ہزار نہیں بلکہ کروڑوں، اربوں میں ہیں اور اس کا کسی کو responsible ہونا پڑے گا۔ اگر ہمیں یہی نہیں پتا کہ لوکل گورنمنٹ کے اس لفظ سے مطلب کیا ہے تو ہم اُس کی responsibility place نہیں کر سکتے۔ اس وقت میرا مقصد political نہیں ہے بلکہ اصل مقصد یہ ہے کہ who is responsible? لوکل گورنمنٹس کون ہیں جن کے پاس یہ ساری ہدایات، پیسا، سی سی بی کے حساب کتاب اور جانچ پڑتال ہے اگر ایڈمنسٹریٹو یونٹ بھی ہے تو بتائیں تاکہ ہمیں پتا ہو کیونکہ کروڑوں روپے کا مسئلہ ہے؟ میں یہ بھی بتا دوں کہ اس سلسلے میں ہماری حکومت کے زمانے میں جو C.C.B's دی گئی تھیں اس میں جتنی انکوائریاں اور جتنی ذلت ان C.C.B's کو بھگتنی پڑی تو یہاں پر میں خانیوال کی تین مثالیں دے سکتی ہوں کہ C.C.B's hold کرنے والے لوگوں کو تقریباً ناک میں رسہ ڈال کر گھسیٹا جا رہا ہے۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: ڈاکٹر صاحبہ! آپ ضمنی سوال کریں۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! responsibility place کرنے کے لئے یہ کوئی چھوٹا سا سوال نہیں ہے بلکہ اس کی اہمیت کو سمجھ کر اس کا مجھے جواب دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: انہوں نے جو بات کی ہے میرا خیال ہے کہ اس سے clear تو ہو جاتا ہے اس لئے جواب کی ضرورت نہیں ہے۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! ضمنی سوال ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، فرمائیں!

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: شکریہ۔ جناب سپیکر! جز (د) کے جواب میں لکھا گیا ہے کہ C.C.B's کی کارکردگی جانچنے کے متعلق معلومات اکٹھی کرنے کے لئے تمام ضلعی حکومتوں کو مورخہ 10-09-15 کو ہدایات جاری کر دی گئی ہیں تو میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جب یہ letter لکھا گیا تو کیا ضلعی حکومتیں تھیں؟

جناب قائم مقام سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر! لوکل گورنمنٹ سے مراد اس وقت ڈی سی او صاحبان ہیں جو کہ ایڈمنسٹریٹرز لگائے گئے ہیں۔ تمام ضلعی حکومتوں، (D.D.O.(R's اور T.M.A's میں موجود ایڈمنسٹریٹرز کو یہ ہدایات جاری کی گئی تھیں اور انہوں نے ہی ان پر عملدرآمد کرنا تھا۔

جناب قائم مقام سپیکر: یہ بات understood ہے۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! تتمہ کے ساتھ لگے ہوئے letter کا reference نمبر بھی ہے جس میں لکھا ہے کہ information regarding C.C.B's جس میں instruction دی گئی ہے کہ نئے سرے سے ان تمام headings کے under اس کو tabulate کیا جائے اور اس کا پتا چلایا جائے۔ میرا سوال یہ ہے کہ جو پچھلی C.C.B's چلتی رہی ہیں تو آخر ان کا بھی کوئی انچارج تھا، ہم کہتے ہیں over دینا تو انہوں نے وہ فائلیں کہیں بند یا غائب تو نہیں کر دیں کہ نئے سرے سے یہ letter D.C.O's کو ہی جاری کیا جائے تو آپ کو اس کی کیا ضرورت محسوس ہوئی اور کیا پچھلا ریکارڈ کافی نہ تھا اور کیا پچھلے ریکارڈ میں سارا کچھ غلط تھا کہ یہ letter جاری کیا ہے کہ اس کا نئے سرے سے پتا کیا جائے تو پچھلا ریکارڈ کہاں گیا؟

جناب قائم مقام سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر!۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: کل لاء منسٹر صاحب نے بھی بات کی تھی اور کہا تھا کہ اسمبلی اجلاس وقت پر شروع ہونا چاہئے کیونکہ جس طرح حکومت کی ذمہ داری ہے تو اسی طرح سپیکر اور Chair کی بھی ذمہ داری ہے کہ اجلاس وقت پر شروع ہو۔ میں اس پر زیادہ بات نہیں کرنا چاہتا لیکن لاء منسٹر صاحب! میں آج چاہتا ہوں کہ باہر رکھی ہوئی attendance sheet کو مستقل طور پر سیکرٹری صاحب کے پاس رکھ دیا جائے تاکہ وہ ممبر جو آکر اس ایوان کی کارروائی میں حصہ لیتے ہیں اور جو نہیں آتے ان میں کوئی فرق ہو۔(نعرہ ہائے تحسین)

وزیر قانون و پارلیمانی امور(راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ جو معزز ممبران وقت پر آئیں تو اجلاس کو attend کرتے ہوئے ہی حاضری لگائیں تو اس کے لئے آپ کا یہ فیصلہ یا measure بہت affective ہوگا لیکن میری ایک گزارش ہے کہ اگر آپ نے attendance register کو یہاں in House رکھوانا ہے تو پھر اس فیصلے پر آئندہ بھی عمل ہونا چاہئے اور یہ فیصلہ پھر reverse نہیں ہونا چاہئے کیونکہ اگر reverse ہوگا تو پھر میں سمجھتا ہوں کہ اس کے اور بُرے اثرات ہوں گے۔

جناب قائم مقام سپیکر: ہم نے اچھائی کی طرف جانا ہے اور میرا خیال ہے کہ جب Chair اس بات کو announce کر رہی ہے تو پھر سیکرٹری اسمبلی اس attendance sheet کو باہر سے اٹھوا کر اندر رکھوائیں اور آئندہ سے جس ممبر نے حاضری لگانی ہے تو جب وہ ایوان میں آئے تو وہ آکر حاضری لگائے تاکہ سب کو نظر آئے کہ یہاں پر ممبر موجود ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ(چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): لوکل گورنمنٹ کی طرف سے تمام D.C.O's کو letter جاری ہو گیا تھا کہ سابقہ اور موجودہ دور کا C.C.B ریکارڈ مہیا کر دیا جائے۔اس وقت D.C.O's کے پاس ریکارڈ موجود ہے اور جب بھی معلومات چاہئیں ہوں گی وہ ہم فراہم کر دیں گے۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران کی attendance sheet باہر لابی سے لاکر
ایوان میں سیکرٹری اسمبلی کی table پر رکھ دی گئی)

جناب قائم مقام سپیکر: اگلا سوال بھی محترمہ راحیلہ خادم حسین صاحبہ کا ہے۔

(اس مرحلہ پر attendance sheet وزیر قانون و پارلیمانی امور نے ملاحظہ فرمائی)

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! On her behalf سوال نمبر 1533 ہے۔ جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔ (معزز خاتون ممبر نے محترمہ راحیلہ خادم حسین کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا۔)

جناب قائم مقام سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔ جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

لاہور۔دھرم پورہ بازار میں تجاوزات کا مسئلہ

*1533: محترمہ راحیلہ خادم حسین: کیا وزیر لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ دھرم پورہ مین بازار میں ناجائز تجاوزات کی بھرمار ہو چکی ہے اور جگہ جگہ گندگی کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ یہ ناجائز تجاوزات سرکاری اہلکاروں اور افسران کی ملی بھگت سے قائم ہوئی ہیں؟

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت ان ناجائز تجاوزات کو کب تک ختم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو، اس کی وجوہات بیان کی جائیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں):

(الف) یہ درست ہے کہ مین بازار دھرم پورہ میں ناجائز تجاوزات ہیں اس سلسلہ میں ٹاؤن انتظامیہ عزیز بھٹی ٹاؤن نے مین بازار دھرم پورہ اور گلی نمبر 39، 43، 44، 47، 48 اور 49 میں عارضی و پختہ ناجائز تجاوزات کے خلاف آپریشن کیا ہے۔اس کے علاوہ انجمن تاجران کے ساتھ مل کر بھی پروگرام بنایا گیا ہے تاکہ از خود ناجائز تجاوزات ختم کی جائیں مزید کارروائی جاری ہے۔جہاں تک دھرم پورہ مین بازار میں صفائی کا تعلق ہے اس سلسلہ میں دھرم پورہ مین بازار کو صاف کر دیا گیا ہے اب گندگی کے ڈھیر وغیرہ نہ ہیں۔

(ب) یہ درست نہ ہے۔

(ج) جیسا کہ جز (الف) میں وضاحت کر دی گئی ہے کہ ٹی ایم اے عزیز بھٹی ٹاؤن نے مین بازار دھرم پورہ میں آپریشن کیا ہے مزید کام ابھی جاری ہے جبکہ اس بازار کو صاف کر دیا گیا ہے۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! جز(الف) میں بتایا گیا ہے کہ "ناجائز تجاوزات ختم کرنے کے لئے آپریشن کیا جارہا ہے"۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جن لوگوں نے ناجائز تجاوزات قائم کی ہوئی تھیں کیا انہیں کوئی جرمانہ بھی کیا گیا اور کتنے لوگوں کو جرمانہ کرکے کتنی رقم اکٹھی کی گئی؟

جناب قائم مقام سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر! میرے پاس latest report کے مطابق اس ضمن میں 36ہزار روپے کے قریب جرمانہ کیا گیا ہے۔

جناب وسیم قادر: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب وسیم قادر: شکریہ۔ جناب سپیکر! ناجائز تجاوزات کے متعلق اسی ٹاؤن میں پہلے ہی آپ کے بھی علم میں ہوگا اور ایوان کے علم میں بھی ہے کہ ایک کمیٹی آپ کے حکم سے بنی تھی جس میں دو اشخاص کا نام آیا تھا لیکن ابھی تک انہیں remove نہیں کیا گیا اور اسی وجہ سے وہاں پر ناجائز تجاوزات موجود ہیں تو میری پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے پہلے ہی دو تین دفعہ اس مسئلے پر بات ہو چکی ہے۔ کھلے عام پیسے لینے والے لوگ تبدیل کرنے تک ناجائز تجاوزات ختم نہیں ہو سکتیں، پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے میرے ساتھ تین دفعہ وعدہ کیا اور سمری لکھی گئی جس میں ان دو آدمیوں کا نام بھی mention تھا لیکن ابھی تک وہ as it is وہیں پر کام کر رہے ہیں تو اس کی کیا وجہ ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر: وسیم صاحب! آپ کی شکایت کسی ضمنی سوال کے زمرے میں نہیں آتی اس لئے آپ پارلیمانی سیکرٹری سے مل کر بات کر لیں۔ پارلیمانی سیکرٹری صاحب! آپ ان کی grievance کو redress کریں۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! ضمنی سوال ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، فرمائیں!

ڈاکٹر سامیہ امجد: شکریہ۔ جناب سپیکر! ناجائز تجاوزات کو جب بھی حکومت نے گرایا ہے تو اس کے بعد main مسئلہ re-encroachment کا ہے یعنی ایک دفعہ جب کسی بازار کو چوڑا کر دیا جائے یا encroachment کو ہٹا دیا جائے تو چند دنوں کے بعد ہی اس پر دوبارہ encroachment ہو جاتی ہے

تو میرا ضمنی سوال اور یہ تجویز بھی ہے کہ کیا حکومت rules اور by rules میں یہ لکھنے کو تیار ہے کہ re-encroachment کے مسئلے کو کیسے حل کرنا ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ(چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر!میں محترمہ سے پہلے تو یہ گزارش کروں گا کہ اگر ان کے علم میں کوئی ایسی جگہ سامنے آئی ہے تو یہ ہمارے علم میں لائیں ہم وہاں پر سخت action لیں گے۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: وہ کہہ رہی ہیں کہ جب encroachment ہو گئی تو اسے ہٹا دیا پھر جب دوبارہ ہو جاتی ہے تو اس پر کیا کیا جاتا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ(چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر!ایک encroachment ایسی ہے جسے مستقل encroach کہا جاتا ہے اس کا حل نکلنے کے بعد دوبارہ وہاں پر encroachment نہیں ہوتی لیکن جب وہ کرسیاں اور اس قسم کا سامان وغیرہ ہمارے عملہ کو دیکھ کر اندر رکھ لیتے ہیں اور پھر دوبارہ باہر لے آتے ہیں تو وہاں پر بھی ہم انہیں جرمانہ کرتے ہیں۔ ہماری یہ کوشش ہوتی ہے کہ شہریوں کو سہولت ملے اور encroachments زیادہ سے زیادہ ختم ہوں۔ شکریہ

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر!انہوں نے یہ بات درست کی ہے کہ ایک عارضی encroachment ہوتی ہے کہ کرسیاں اور بنچ وغیرہ اٹھالیں یا کھوکھے ہٹالیں اور اس کے پیچھے جو malpractices ہوتی ہیں وہ malpractices جو وہاں کے تھڑے ٹھیکے پر دے دیتے ہیں تو اس کے لئے re-encroachment کے کیا rules ہیں کیونکہ re-encroachment میں وہ دوبارہ پکے کر کے بنا لیتے ہیں اور انہیں کوئی چیک کرنے نہیں آتا اور کئی کئی سال وہ قائم رہتی ہیں کیونکہ جب ایک دفعہ بلڈوزر گزر گیا تو اس کے بعد دوبارہ ناجائز تجاوزات بن جاتی ہیں تو کیا اس پر rule موجود ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر: آپ کا supplementary question valid ہے، پارلیمانی سیکرٹری صاحب! کوئی re encroachment کا rule ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ(چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر! محترمہ نشاندہی کریں تو ان کے خلاف سخت کارروائی کی جائے گی۔

جناب قائم مقام سپیکر: re-encroachment specific پر کوئی rules ہیں کہ نہیں کیونکہ encroachment تو encroachment ہی ہے چاہے وہ ایک دفعہ ہو یا دس دفعہ تو اس پر encroachment کے basic rules ہی apply ہوں گے یا کوئی اور؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر! وہی rules ہیں۔

محترمہ عائشہ جاوید: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، فرمائیں!

پوائنٹ آف آرڈر

معزز ممبران کی ایوان میں حاضری کو حاضری رجسٹر کے مطابق یقینی بنانا

محترمہ عائشہ جاوید: شکریہ۔ جناب سپیکر! It is regarding the attendance آپ کے احکام جاری ہوئے ہیں تو میں آپ سے صرف یہ عرض کرنا چاہوں گی کہ جن لوگوں کی attendance لگی ہوئی ہے وہ اس وقت لاء منسٹر صاحب دیکھ رہے ہیں تو kindly جو لوگ اس وقت ایوان میں موجود نہیں ہیں اور ان کی attendance لگ چکی ہے تو please ان کے نام delete کئے جائیں اور یہ چیز ختم ہونی چاہئے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ اس مسئلے کی جانب مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ اس وقت جو ممبران یہاں پر تشریف فرما ہیں وہ آپ کے سامنے ہیں اور جو حاضری لگی ہوئی ہے میں وہ بتانا چاہتا ہوں کہ اجلاس دس بج کر دو یا تین منٹ پر شروع ہوا ہے اور ابھی 20 منٹ ہوئے ہیں اور 20 منٹ میں جو ہوا ہے وہ میں on record لانا چاہتا ہوں۔ یہ آپ note فرمائیں اور اس بات کی انکوائری کروائیں کہ یہ signature جو ہیں یہ کس کے ہیں، معزز ممبران پر بھی الزام لگایا جاتا ہے، معزز ممبران کی بجائے کوئی آپ کے سیکرٹریٹ کا عملہ تو اس میں ملوث نہیں ہے؟ جو آتے ہی، یعنی اجلاس بعد میں شروع ہوتا ہے اور وہ signatures پہلے ہی کر دیتا ہے۔ مجھے اس میں محسوس بھی ایسے ہی ہو رہا ہے کیونکہ اس میں کافی سارے signatures ایک ہی آدمی نے کئے ہیں۔ میں نام بتاتا ہوں۔ میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا، یہ بڑے punctual، بڑے معزز اور بڑے law knowing

ہیں ان کے یہاں پر signature موجود ہیں مگر وہ خود نہیں ہیں۔ اب یہ انہوں نے کسی کو کہا ہے کہ میری حاضری لگاؤ یا کسی نے خود ہی لگائی ہے، یہ اب آپ کو پتا کرانا ہوگا۔ اس کے بعد آپ note فرمائیں ملک فیاض احمد یہاں موجود نہیں ہیں مگر حاضری لگی ہوئی ہے۔ چودھری محمد اسد اللہ موجود نہیں ہیں، حاضری لگی ہوئی ہے۔ میاں شاہد حسین خان موجود نہیں ہیں مگر حاضری لگی ہوئی ہے۔ یہ تینوں دستخط ایک ہی قلم اور ایک ہی handwriting کے معلوم ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر طاہر علی جاوید موجود نہیں ہیں اور حاضری لگی ہوئی ہے۔ چودھری شہباز احمد پی پی۔143 بھی موجود نہیں ہیں اور حاضری لگی ہوئی ہے۔ مسٹر محمد نوید انجم صاحب، اب ان کی حاضری لگی ہوئی دیکھ کر مجھے بڑی پریشانی ہوئی ہے کہ وہ ہمارے اتنے معزز ممبر ہیں اور ان کی حاضری لگی ہوئی ہے۔ مسٹر اللہ رکھا کی حاضری لگی ہوئی ہے مگر موجود نہیں ہیں۔ مسٹر محسن لطیف موجود نہیں ہیں اور حاضری لگی ہوئی ہے۔ یہ پانچوں کی handwriting ایک ہی ہے بلکہ قلم بھی ایک ہے۔ آگے آ جائیں پی پی۔166 مسٹر منور حسین منج، میں نے ان کو یہاں پر کبھی نہیں دیکھا اور حاضری ان کی سب سے پہلے لگی ہوئی ہے۔ مسٹر محمد جاوید بھٹی، خبر یہ چل رہی ہے کہ وہ زخمی ہیں، شاید کسی ہسپتال میں ہیں اور ان کے ساتھ کل کا کوئی مسئلہ بنا ہوا ہے لیکن یہاں پر حاضر ہیں۔ اس کے بعد چودھری طارق محمود باجوہ موجود نہیں ہیں اور حاضری لگی ہوئی ہے۔ مسٹر سید ابرار حسین شاہ موجود نہیں ہیں اور حاضری لگی ہوئی ہے۔ رائے محمد اسلم خان موجود نہیں ہیں حاضری لگی ہوئی ہے۔ یہ بھی ایک ہی ballpoint سے ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ یہ ساری حاضریاں کسی معزز ممبر نے لگائی ہیں۔ یہ حاضریاں کسی سیکرٹریٹ کے آدمی نے لگائی ہیں اور یہ ایک ہی آدمی ہے۔ پھر اس بات کی انکوائری ہونی چاہئے کہ اسے کسی نے کہا ہے کہ تم یہ کام کرو یا وہ اپنے طور پر کر رہا ہے؟ سردار خالد سلیم بھٹی موجود ہیں اور ان کی حاضری بھی موجود ہے۔ محترمہ راحیلہ خادم، یعنی ان کے behalf پر سارے questions ہو رہے ہیں بہر حال وہ یہاں موجود ہیں۔ مسز لیلیٰ مقدس ان کی حاضری لگی ہوئی ہے۔ مسز رفعت سلطانہ ڈار یہ فیصل آباد سے ہیں۔۔۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! ان کی بیٹی فوت ہو گئی ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): ان کی بیٹی فوت ہو گئی ہے اور وہ اتنے افسوس کے باوجود یہاں پر حاضر ہیں۔ مسز فرحانہ افضل حاضری لگی ہوئی ہے۔ مسز خدیجہ عمر، یعنی اپوزیشن نے بھی اس میں پورا حصہ ڈالا ہوا ہے، وہ موجود نہیں ہیں اور حاضری لگی ہوئی ہے۔ اس کے بعد مسز آمنہ الفت،

کتنے افسوس کی بات ہے، اس بات کی انکوائری ہونی چاہئے کہ یہ ان کے کہنے پر ہوا ہے یا کسی نے خود کیا ہے؟اس کے بعد مسز قمر عامر چودھری موجود نہیں ہیں حاضری لگی ہوئی ہے۔

جناب سپیکر! یہ صورتحال ہے اور میں یہ چاہوں گا کہ اس پر آپ نے جو بھی طریق کار اپنانا ہے، ہاؤس کی کمیٹی بنانی ہے یا کیا کرنا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ یہ معاملہ زیادہ تر کسی اہلکار کی طرف ہی جائے گا کیونکہ یہ سارے signatures میری دانست میں ایک ہی قلم سے ہیں اور یہ ایک ہی آدمی کی handwriting لگتی ہے۔اس کو یا تو ماہانہ مل رہا ہے اس بنیاد پر وہ کر رہا ہے یا اگر اس کی خود سے کوئی وجہ ہے تو پھر وہ بتائے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ آپ کے level پر ہو کیونکہ یہ administrative معاملہ ہے، آج آپ نے اس کو اٹھایا ہے، آپ کے level پر ہی اس کی انکوائری ہونی چاہئے اور اس سلسلے میں سیکرٹری صاحب آپ کے ساتھ ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ معاملہ بھی ہاؤس میں پیش ہونا چاہئے۔

جناب قائم مقام سپیکر: رانا صاحب! یہ بتائیں کہ ہاؤس کمیٹی بنائے یا اس کو سپیکر آفس دیکھے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! چونکہ یہ سیکرٹریٹ سے متعلقہ معاملہ ہے اور میں ابھی کوئی بات with confirmation نہیں کر سکتا لیکن میرا اندازہ یہ ہے کہ یہ معاملہ سیکرٹریٹ کے کسی اہلکار کے اوپر جا کر ختم ہوگا۔ وہ یہ کیوں کرتا ہے، اس کا اس میں کیا مفاد ہے، کسی نے اسے کہا ہے یا وہ از خود ہی تمام ممبران کا ہمدرد بنا ہوا ہے؟ یہ بات تو پھر investigation میں سامنے آئے گی اس لئے مناسب یہ ہوگا کہ یہ کمیٹی آپ کی direct supervision میں اس کی انکوائری کرے اور اس میں آپ کے سیکرٹریٹ سے متعلقہ لوگ شامل ہوں۔ آپ کی زیر نگرانی اس کی انکوائری ہو کیونکہ یہ معاملہ اُسی طرف جائے گا۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، محترمہ!

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! یہ مسئلہ کوئی آج کا نہیں ہے بلکہ یہ کئی سالوں کا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ ہماری گورنمنٹ کے زمانے میں ہی اسمبلی سیکرٹریٹ نے حاضری کے لئے cards issue کئے تھے جو کمپیوٹر میں feed ہو کر punch ہوتے تھے۔ میرا کارڈ میرے پاس شاید ابھی بھی موجود ہے اور وہ واپس بھی نہیں لیا گیا۔ ویسے تو آپ لوگ number plates اور ID cards بھی واپس لے لیتے ہیں لیکن میرا وہ حاضری کارڈ ڈبلیو۔333 میرے پاس ہے۔ وہ punch machines لگی ہوئی ہیں یا سٹور میں

پڑی ہیں ان کا پتا کیا جائے؟ یہاں لا کر رجسٹر رکھ دینے اور حاضری لگوانے کی بجائے اس system کو revive کیا جائے۔ اس کی ایک اور بڑی serious complication یہ ہے کہ اگر کسی کی کوئی FIR کٹی ہوئی ہے، جیسے پیپلز پارٹی کے ایک ایم پی اے ہسپتال میں موجود ہیں اور وہ ایک medico legal case ہے۔ یہاں اسمبلی کی حاضری کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص یہاں موجود ہے اور یہ ایک court evidence کا کام دیتا ہے۔ اگر میں یہاں موجود نہیں ہوں اور میرے یہاں signature ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ میں یہاں پر موجود ہوں اور جا کر کہیں قتل کر کے واپس آ جاؤں۔ یہ انتہائی serious مسئلہ ہے کیونکہ یہاں legislators کی موجودگی اور FIR ایک importance رکھتی ہے۔ یہاں پر کسی کی تذلیل کرنا مقصد نہیں ہے کہ اس نے اپنے دوست کی حاضری لگا دی یا سیکرٹریٹ نے پیسے لے کر حاضری لگا دی۔ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اس کے لئے آپ کے پاس ایک foolproof طریقہ موجود ہے، وہ مشینیں خریدی ہوئی ہیں، cards issue ہوئے ہیں، اس کو revive کریں اور اس کو دیکھیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! ڈاکٹر سامیہ امجد نے جو بات کی ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح اتنے foolproof طریقے سے دھوکا دیا جائے گا کہ آپ پکڑ ہی نہیں سکتے۔ یہاں پر ہی لوگوں کے پاس دس دس کارڈ ہوا کریں گے اور وہ کارڈ چلا دیا کریں گے۔ ویسے تو کل کو ہاؤس جو بھی فیصلہ کرے، میں کوئی فیصلہ مسلط تو نہیں کر سکتا لیکن اگر آپ نے حاضری کو ensure کرنا ہے کہ اسی کی attendance لگے جو یہاں حاضر ہو تو پھر یہاں پر رجسٹر رکھنے کے علاوہ اور کوئی طریقہ نہیں ہے۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! اگر CCTV کیمرہ اس حاضری مشین پر لگا ہوا ہو تو پتا چل جائے گا کہ ایک ہی بندہ دس کارڈ feed کر رہا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: ڈاکٹر صاحبہ! آپ کا point of view آ گیا اور یہ ریکارڈ ہو گیا ہے میں اس کو دیکھ لیتا ہوں۔

محترمہ عائشہ جاوید: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، محترمہ عائشہ جاوید!

محترمہ عائشہ جاوید: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں آپ کو ایک suggestion دینا چاہ رہی تھی کہ biometrics کا طریقہ ہر جگہ پر ہے اس سے ہم کارڈ کی بھی بچت کر سکتے ہیں۔ اس سے fooling بھی

نہیں ہو سکتی۔ جب تک آپ خود آ کر اپنا thumb impression نہیں دیں گے تب تک آپ کے signatures نہیں ہوں گے اور آپ کی entry نہیں ہو گی۔

It's just a suggestion. It's up to you now. You can incorporate.

جناب قائم مقام سپیکر: بالکل صحیح ہے۔ جی، رانا صاحب!

رانا تنویر احمد ناصر: جناب سپیکر! پارلیمانی سیکرٹری بھی موجود نہیں ہیں ان کی بھی حاضری لگی ہوئی ہے تو پھر اس پر بھی کوئی طریق کار وضع کر لیا جائے کیونکہ وہ بھی حکومت کا حصہ ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: وہ تو حکومت نے اپنی سطح پر دیکھنا ہے۔ ہم تو اسمبلی میں اپنے ممبران کو دیکھ سکتے ہیں اور جب ہم باہر rule of law کی بات کرتے ہیں تو یہاں پر بھی ہونا چاہئے۔ یہ جو حاضری ہے اس حوالے سے بالکل میں آپ کو بتاؤں گا، اگر اس میں اسمبلی سیکرٹریٹ ملوث ہوا تو اس کے خلاف پوری کارروائی ہو گی۔

رانا تنویر احمد ناصر: یہ آج بڑی اچھی exercise ہوئی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس سے اچھا اثر پڑے گا۔ شکریہ

وزیر مال (حاجی محمد اسحاق): جناب سپیکر! میں ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر مال (حاجی محمد اسحاق): جناب سپیکر! جہاں تک حاضریوں کا تعلق ہے ہم پہلے بھی لگاتے رہے ہیں اور ممبران بھی شاید سیکرٹریٹ کے علاوہ بھی کوئی بندہ درمیان میں ملوث ہو جو کسی دوسرے دوست کی حاضری لگاتا ہو، اس میں میری رائے یہ ہے کہ اجلاس وقت پر شروع ہونا چاہئے اور اجلاس شروع ہونے کے ایک گھنٹے بعد حاضری رجسٹر اُٹھا لیا جائے۔ اس کے علاوہ یہ جو موجودہ بات ہو رہی ہے اس میں signatures دیکھ لئے جائیں کہ کیا دستخط آپس میں ملتے ہیں؟ یہ اُسی قلم سے کئے گئے ہیں یا اُسی handwriting میں کئے گئے ہیں یہ بھی check کیجئے۔

جناب قائم مقام سپیکر: نہیں، جو حاضری رجسٹر ہے اس کے ساتھ pen رکھا ہوتا ہے۔ رانا صاحب! میرا خیال ہے کہ جو اوپر والا مسئلہ ہے کہ یہ کس نے sign کئے یا جو ہوا اس کو تو ہم خود دیکھ لیں گے لیکن in future course of action کے لئے آج بیٹھ کر ایک کمیٹی بنا لی جائے جس میں حکومت اور اپوزیشن کے لوگوں کو شامل کر کے جس طرح یہاں پر مختلف suggestions آ رہی ہیں ان کو دیکھتے

ہوئے آئندہ کے لئے کوئی چیز بنالیں۔ سب سے اچھی suggestion تو یہی ہے کہ حاضری رجسٹر ہاؤس کے اندر رہو اور یہاں پر آکر حاضری لگائی جائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! آپ نے ایک فیصلہ کیا، فیصلے کے بعد آپ نے رجسٹر منگوائے اور رجسٹر منگوا کر آپ نے یہاں ایوان کی میز پر رکھوا دیئے ہیں۔ جب آپ نے یہ رجسٹر منگوائے تو میں نے سوچا کہ بھئی اس کو check کریں کہ اس وقت کتنے لوگ ہیں؟ جب دیکھا تو وہ ایک ہی بندے نے دستخط کئے ہوئے ہیں، ایک ہی قلم ہے اور یقیناً وہ ایک کون ہو سکتا ہے؟ اب اس میں میرا خیال ہے کہ کمیٹیوں میں پڑنے والی بات نہیں ہے۔ آپ نے فیصلہ کر کے ٹیبل پر رجسٹر رکھوا دیئے ہیں اس کے بعد کوئی کمیٹی بنے گی اور فیصلہ کرے گی لیکن اس وقت تک آپ اس فیصلہ پر implement کریں۔

جناب سپیکر! دوسری بات یہ ہے کہ چوری اور جرم وہی ہوتا ہے جو پکڑا جائے۔ اب اگر ایک چیز پر ایک سال، دو سال یا دس سال تک کوئی ایکشن نہیں ہوا جو موجودہ بات آج یہاں پر ثابت ہوئی ہے تو اس کو اس بنیاد پر نہیں چھوڑا جا سکتا کہ دس سال تک اس پر کوئی ایکشن نہیں ہوا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جو چیز سامنے آئی ہے اس کو منطقی انجام تک پہنچنا چاہئے کہ یہ signatures کس نے کئے اور کس بنیاد پر کئے؟ میں سمجھتا ہوں کہ یہ دونوں چیزیں implement ہونی چاہئیں باقی اس کے بعد اگر سپیکر آفس یا آپ اس میں کوئی کمیٹی for further action بنانا چاہیں تو ٹھیک ہے، بنائیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: بہت شکریہ

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: میاں صاحب! اب سوالات کی طرف دوبارہ آجاتے ہیں۔ اس پر وقفہ سوالات کے بعد بات کرتے ہیں۔

میاں طارق محمود: جناب سپیکر! میری بھی عرض سُن لیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: پہلے وہ کر لیں پھر آپ کر لیجئے گا۔ جی، میاں صاحب!

میاں محمد رفیق: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں اس میں تھوڑا سا اظہار اور اضافہ کرنا چاہوں گا۔ کبھی کبھی دیر ہو جاتی ہے جیسے آج بھی میں تھوڑی دیر سے آیا۔ آپ بھی دیکھتے ہیں، وزیر قانون بھی دیکھتے ہیں کہ میں ہمیشہ حاضر ہوتا ہوں اور شاید سب سے آخر میں ایوان سے باہر نکلتا ہوں۔ جہاں تک ایک ہی pencil

کے دستخط کی بات ہے۔ میں proxy لگانے والوں کو اور لگوانے والوں کو defend نہیں کرتا اور میں یہ چیلنج کرتا ہوں کہ میں نے کبھی اپنی proxy نہیں لگوائی، کسی ایک دِن کی بھی نہیں، یہ میرا چیلنج ہے۔ باقی ایک بات میں آپ کے توسط سے معزز ایوان کے نوٹس میں لانا چاہوں گا وہ یہ ہے کہ حاضری رجسٹر کے اوپر ایک pencil پڑی رہتی ہے اسی سے ہر کوئی اپنی حاضری لگاتا ہے۔ جو بذات خود لگاتا ہے وہ بھی اسی سے لگاتا ہے اور جو کسی کی proxy لگاتا ہے وہ بھی اسی سے لگاتا ہے۔ چاہے وہ کوئی عملے کا آدمی ہے یا ممبران میں سے کوئی ہے۔ میں یہ طوطا فال نہیں نکال سکتا۔ یہ ہو سکتا ہے کہ آپ وہاں سے pencil اُٹھوا دیں ہر کوئی اپنی اپنی pencil سے حاضری لگائے پھر تو اس میں فرق آ سکتا ہے۔ (قہقہے)

جناب قائم مقام سپیکر: بہت شکریہ۔ تشریف رکھئے گا۔ جی، میاں طارق محمود صاحب!

میاں طارق محمود: جناب سپیکر! میری آپ سے یہ درخواست ہے کہ وقت کی پابندی سب سے پہلے Chair کو کرنی چاہئے اور اس کے بعد تمام ممبران کو کرنی چاہئے۔ اگر ہم لوگ ہی وقت کی پابندی نہ کریں اور ٹائم پر نہ آئیں تو ہم باقی لوگوں کو کیا سبق دیں گے ؟ میری آپ سے یہ درخواست ہے کہ سب سے پہلے Chair وقت کی پابندی کرے اور اس کے بعد ممبران بھی وقت کی پابندی کریں۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

(۔۔۔جاری)

جناب قائم مقام سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ اب ہم سوالات کی طرف واپس آتے ہیں۔ اگلا سوال محترمہ نگہت ناصر شیخ صاحبہ کا ہے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: شکریہ۔ جناب سپیکر! سوال نمبر 1660 ہے۔ اس کو پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، اسے پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ریلوے سٹیشن لاہور پر قائم بسوں کے اڈوں کی تفصیلات

*1660: محترمہ نگہت ناصر شیخ: کیا وزیر لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) ریلوے سٹیشن لاہور پر کن کن کمپنی کے مالکان کو اڈے فراہم کئے گئے ہیں مالکان کے نام مکمل تفصیل کے ساتھ فراہم کریں؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ حکومت نے بغیر کسی criteria کے ریلوے سٹیشن پر پرائیویٹ مالکان کو اڈے دیئے ہوئے ہیں؟

(ج) محکمہ ان اڈوں سے ٹیکس کی وصولی کس حساب سے کرتا ہے، تفصیل فراہم کی جائے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں):

(الف) ریلوے سٹیشن پر کسی کمپنی کو اڈا فراہم نہ کیا گیا ہے۔

(ب) یہ درست نہ ہے۔

(ج) چونکہ کسی کمپنی کو کوئی اڈا فراہم نہ کیا گیا ہے لہذا کسی قسم کی ٹیکس وصولی کا کوئی سوال نہ ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، کوئی ضمنی سوال؟

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! اس میں، میں نے سٹیشن کے اڈوں کے متعلق معلوم کیا تھا جس کا جواب "نہیں" میں ہے۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا سٹیشن میں پرائیویٹ کمپنیوں کو بسیں پارک کرنے کے لئے کوئی ڈپو دیئے گئے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر! جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے کہ ریلوے سٹیشن پر کوئی ٹرانسپورٹ اڈا منظور شدہ نہ ہے۔ بمطابق Motor Vehicle Rules 1969 اڈے کی تعریف کے ضمن میں صرف A,B,C,D category کے اڈے آتے ہیں جن کی منظوری و دیگر امور کے بارے میں تفصیلات Rule No.253,255, 256,259,263 میں وضاحت شدہ ہیں جبکہ ریلوے سٹیشن کے نواح میں کوئی ایسا اڈا منظور کیا گیا ہے اور نہ ہی یہ علاقہ ایسے زون میں ہے جہاں پر ایسے کسی اڈے کی منظوری دی جا سکے۔ دراصل ریلوے سٹیشن پر دو کمپنیوں، ڈائیوو سٹی اور نیو خان کو محکمہ ٹرانسپورٹ حکومت پنجاب نے بسیں پارک کرنے کے لئے سابقاً پی آر ٹی سی ڈپو کی زمین الاٹ کر رکھی ہے جہاں پر وہ اپنی بسیں پارک کرتے ہیں۔ یہ ڈپو اڈے کا تاثر پیدا کرتا ہے جبکہ دراصل یہ اڈے نہ ہیں۔ مزید برآں ریلوے سٹیشن کے نواح میں کافی تعداد میں bays بنے ہوئے ہیں جہاں routes پر چلنے والی بسیں، ویگنیں اپنے routes کا آغاز واختتام کرتی ہیں۔ یہ ان bays میں ترتیب سے چلتی رہتی ہیں، ایسی bays کو عمومی طور پر اڈے کی جگہ شمار کیا جاتا ہے جبکہ فی الحقیقت صورتحال اس سے مختلف ہے اور میں اس کی وضاحت کرتا جاؤں کیونکہ یہ سوال discuss ہو چکا ہے یہاں پر گیارہ bays ہیں ان میں سے پانچ bays کا کنٹرول ریلوے کے پاس اور ان میں سے چھ bays میں سے تین bays کا کنٹرول سیکرٹری آر ٹی اے کے پاس ہے اور تین bays کا کنٹرول TMA کے

پاس ہے۔یہ سوال پہلے بھی کیا گیا ہے میں اس کی مزید وضاحت کرتا چلوں کہ ہمارے پاس تین bays کی تفصیلات موجود ہیں وہاں پر جو auction ہوتی ہے اس کی سالانہ تفصیلات میرے پاس موجود ہیں۔ بہت شکریہ

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! یہ تین bays کی تفصیلات بتا دیں کہ سالانہ ان سے کتنی income آتی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): یہ تین bays جو ہیں ان میں Route No.105,111,122 ہیں۔اس میں 2005-06 میں اٹھارہ ہزار، Route No 105 کی موجودہ تفصیل میں 2009-10 میں 31 ہزار 200 روپے کی annual auction ہوئی ہے۔Route No.111 کی 34 ہزار 2 سو روپے ہے اور Route No.122 کی 13 ہزار 800 روپے ہے اس کی میں یہاں پر وضاحت کرتا چلوں کہ ہر ویگن کو دِن میں ایک دفعہ صرف -/10 روپے کی پرچی لینا پڑتی ہے۔اس کو ہم نے وہاں پر لوگوں کی خدمت کے لئے چلایا ہوا ہے تاکہ یہاں پر auction کا ریٹ بڑھے اور نہ ہی لوگوں کے سر پر کرائے کے اخراجات بڑھیں۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! اس میں جو انہوں نے تین routes بتائے ہیں ان میں کتنی بسیں چلتی ہیں اور اگر یہ لوگوں کی خدمت کے لئے ہے تو۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: یہ تو fresh question ہے۔اتنی تفصیل تو ان کے پاس نہیں ہو گی۔جب انہوں نے ایک چیز کہہ دی ہے کہ وہاں پر اڈے دیئے ہی نہیں ہوئے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! انہوں نے جو 31 ہزار روپے بتائے ہیں کیا ان کو جو 31 ہزار روپے ملتے ہیں یہ اتنے کا ٹھیکہ بنتا ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر: منسٹر صاحب! ابھی آپ کہہ رہے ہیں کہ اڈے دیئے نہیں ہوئے، اب آپ تین bays گنوا رہے ہیں یہ تین bays کون سی ہیں، جب آپ نے کہا ہے کہ ہم نے کسی کو اڈے دیئے ہی نہیں ہیں تو پھر آپ یہ کیسے کہہ رہے ہیں کہ ہم نے تین bays دیئے ہوئے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر! اس میں جو bays ہیں وہ پبلک کی سہولت کے لئے ہیں وہ ویگن کور کنے کے لئے دیئے گئے ہیں اس میں ہم نے کہا ہے کہ۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: اس کا مطلب ہے کہ routes دیئے ہوئے ہیں مگر کسی پرائیویٹ کمپنی کو ٹھیکہ نہیں دیا ہوا؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جی!

جناب قائم مقام سپیکر: ٹھیک ہے، تشریف رکھیں۔ اب اگلا سوال جناب وسیم قادر صاحب کا ہے۔

جناب وسیم قادر: جناب سپیکر! سوال نمبر 1673 ہے۔ اس کو پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، اسے پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

لاہور۔سکھ نہر سلطان محمود روڈ پر چارہ منڈی کی منتقلی کا مسئلہ

*1673: **جناب وسیم قادر:** کیا وزیر لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سکھ نہر سلطان محمود روڈ جی ٹی روڈ شالامار کے نزدیک چارہ منڈی ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ منڈی میں چارہ لے کر آنے والے ٹریکٹر وغیرہ سکھ نہر سلطان محمود روڈ پر کھڑے ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے سلطان محمود روڈ کی ٹریفک جام ہو جاتی ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ حکومت نے چارہ منڈیاں لاہور شہر سے باہر منتقل کرنے کے احکامات صادر فرمائے تھے؟

(د) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت سکھ نہر سلطان محمود روڈ سے چارہ منڈی کو شہر سے باہر منتقل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تو کب اگر نہیں تو وجہ بیان فرمائیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں):

(الف) درست ہے۔

(ب) یہ درست نہ ہے۔ منڈی میں چارہ لے کر آنے والے ٹریکٹر وغیرہ چارہ منڈی کے اندر ہی کھڑے ہوتے ہیں تاہم اگر چارہ منڈی کے اندر وافر جگہ نہ ہو تو کبھی کبھار جگہ نہ ہونے کی وجہ سے کچھ ٹریکٹر باہر کھڑے ہو جاتے ہیں جو کہ بعد میں جگہ مل جانے پر اندر چلے جاتے ہیں۔

(ج) یہ درست نہ ہے کہ حکومت نے چارہ منڈیاں لاہور شہر سے باہر منتقل کرنے کے احکامات صادر فرمائے تھے۔

(د) TMA واہگہ ٹاؤن حکومت پنجاب / ضلعی حکومت لاہور کی طرف سے وقتاً فوقتاً موصول ہونے والے احکامات وہدایات کی تکمیل کے لئے کوشاں ہے اگر مجاز اتھارٹی چارہ منڈی کو اس کی موجودہ جگہ سے منتقل کرنے کا حکم صادر فرماتی ہے تو ٹاؤن انتظامیہ موصولہ ہدایات واحکامات کی تکمیل میں ضلعی حکومت سے تعاون کرے گی اور باضابطہ قانونی کارروائی عمل میں لائی جائے گی۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، کوئی ضمنی سوال؟

جناب وسیم قادر: جناب سپیکر! میں نے جز(ب) میں یہ پوچھا تھا کہ ٹرک اور ٹریکٹر سلطان محمود روڈ پر کھڑے ہو جاتے ہیں تو ان کا جواب آیا ہے کہ "یہ درست نہ ہے۔ منڈی میں چارہ لے کر آنے والے ٹریکٹر وغیرہ چارہ منڈی کے اندر ہی کھڑے ہوتے ہیں تاہم اگر چارہ منڈی کے اندر وافر جگہ نہ ہو تو کبھی کبھار جگہ نہ ہونے کی وجہ سے کچھ ٹریکٹر باہر کھڑے ہو جاتے ہیں جو کہ بعد میں جگہ مل جانے پر اندر چلے جاتے ہیں۔" میں صرف یہی کہنا چاہ رہا تھا کہ یہ کبھی کبھار والا مسئلہ نہیں ہے یہ ہمیشہ کھڑے ہوتے ہیں اور اس سے ساری ٹریفک disturb ہوتی ہے اور specially صبح کے وقت اور جب سکول میں چھٹی ہوتی ہے اس لئے یہ بات ٹھیک نہ ہے اور دوسرا جز (د) میں یہ کہتے ہیں کہ TMA واہگہ ٹاؤن حکومت پنجاب / ضلعی حکومت لاہور کی طرف سے وقتاً فوقتاً موصول ہونے والے احکامات وہدایات کی تکمیل کے لئے کوشاں ہے اگر مجاز اتھارٹی چارہ منڈی کو اس کی موجودہ جگہ سے منتقل کرنے کا حکم صادر فرماتی ہے تو ٹاؤن انتظامیہ موصولہ ہدایات واحکامات کی تکمیل میں ضلعی حکومت سے تعاون کرے گی اور باضابطہ قانونی کارروائی عمل میں لائی جائے گی۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا کوئی ایسی پلاننگ ہے کہ چارہ منڈی کو لاہور شہر یا رِنگ روڈ سے باہر منتقل کر دیا جائے؟

جناب قائم مقام سپیکر: کوئی ایسی planning in future میں ہے کہ چارہ منڈی کو شہر سے باہر منتقل کر دیا جائے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر! میرا پہلا جواب تو صرف یہ ہے کہ وہاں پر اگر ٹریکٹر ٹرالیاں کھڑی ہو جاتی ہیں تو یہ ٹریفک پولیس والوں کا کام ہے، کوئی ناجائز تجاوزات ہیں تو ہم اس کا حل نکالیں گے۔ میں یہ بھی عرض کرتا چلوں اور ایک چھوٹی سی مثال دینا چاہتا ہوں کہ اگر میرے شہر میں ٹریفک پولیس کے معاملات آتے ہیں تو میں ایس پی ٹریفک کو فون کر کے کہتا ہوں کہ اس کا فوری حل نکالا جائے۔ ہم عوامی نمائندے ہیں ہمیں

کچھ معاملات اپنے طور پر بھی چلانے چاہئیں۔ یہ ٹریفک پولیس کا کام ہے، ہم نے اس بارے میں ٹریفک پولیس کو کہہ دیا ہے کہ آپ اس کا فوری حل نکالیں اور یہاں پر جو ٹریکٹر اور ٹرالیاں باہر کھڑی ہوتی ہیں ان کے چالان کئے جائیں۔ ہم نے اپنی رپورٹ ٹریفک پولیس والوں کو بھیج دی تھی، اپنی طرف سے آگاہ کرنا تھا وہ بھی کر دیا ہے۔

جناب سپیکر! دوسری بات یہ ہے کہ TMA واہگہ ٹاؤن لاہور، ایس پی ٹریفک سے چارہ منڈی کے باہر کھڑے ہونے پر ٹریکٹروں اور ریڑھوں کے خلاف کارروائی عمل میں لانے کی درخواست کر چکا ہے۔ چارہ منڈی کے مالک غلام حسین ولد طارق کے پاس منڈی کا لائسنس ہے۔ ٹریکٹروں اور ریڑھوں کو منڈی میں کھڑے ہونے کی جگہ فراہم کی جاتی ہے۔ سیکرٹری مارکیٹ کمیٹی چارہ منڈی کو زرعی اشیاء کا لائسنس جاری کرتا ہے جس کی ہر سال تجدید ہوتی ہے۔ سیکرٹری مارکیٹ کمیٹی بھی خلاف ورزی کرنے والوں کے خلاف ضابطہ کی کارروائی کر سکتا ہے اور ویسے بھی یہ محکمہ زراعت کے متعلق سوال ہے۔

میاں نصیر احمد: جناب والا! جز (ج) کے جواب میں یہ بتایا گیا ہے کہ "حکومت نے چارہ منڈیاں لاہور شہر سے باہر منتقل کرنے کے احکامات صادر فرمائے تھے"۔ جنوری 2009 کا سوال تھا اور آج اس کو دو سال ہو گئے ہیں کوئی چارہ منڈی لاہور شہر سے باہر منتقل ہو سکی ہے یا نہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر! یہ سوال چونکہ محکمہ زراعت سے متعلق ہے ہمارے متعلقہ نہیں ہے، ہمیں تو جو احکامات موصول ہوں گے ہم ان پر عملدرآمد کریں گے۔

جناب قائم مقام سپیکر: انہوں نے تو فرمایا ہے کہ کوئی احکامات صادر نہیں فرمائے تھے۔ یہ آپ پڑھیں اس میں لکھا ہے کہ "یہ درست نہ ہے کہ حکومت نے چارہ منڈیاں لاہور شہر سے باہر منتقل کرنے کے احکامات صادر فرمائے تھے"۔

میاں نصیر احمد: جناب والا! اس میں سے دو منڈیاں تو already shift بھی ہو چکی ہیں، احکامات صادر کیوں نہیں فرمائے، دو منڈیاں تو ویسے ہی shift ہو چکی ہیں اور میں ان سے یہی پوچھنا چاہ رہا ہوں اگر ان کو یہ بھی نہیں پتا تو پھر یہ management کس چیز کی کر رہے ہیں؟

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! گزارش کروں گا کہ ۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: اکٹھا جواب دے دیں ادھر سے بھی ایک سوال آیا ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب والا! میاں نصیر صاحب حکومتی بنچوں پر بیٹھے ہوئے حکومت کو embarrass کر رہے ہیں، یہ ہمارا کام ہے، یہ ہمیں کرنے دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر! میں اپنے بھائی کے علم میں اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ یہ Agriculture Marketing Department کا شعبہ ہے اور یہ انہوں نے فیصلہ کرنا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: شکریہ۔ میاں محمد رفیق!

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! چارہ منڈی تو جانوروں کے لئے ہوتی ہے، اگر شہر سے باہر منتقل ہونے کے احکامات تھے تو کیا یہ بیان فرمائیں گے کہ جانور شہر کے اندرون ہیں یا شہر سے باہر ہیں؟

جناب قائم مقام سپیکر: یہ دونوں طرف ہی ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب والا! میں یہ گزارش کروں گا کہ ---

جناب قائم مقام سپیکر: بس، ٹھیک ہے۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب والا! میرا ضمنی سوال ہے کہ ٹرالیاں جو جا رہی ہوتی ہیں ان پر overloading ہوتی ہے اور ان پر جو کچھ بھی ہوتا ہے، ان کا پھیلاؤ ٹرالیوں کے سائز سے بہت زیادہ ہوتا ہے۔ کیا محکمہ ان کے خلاف کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اور اگر رکھتا ہے تو کب تک؟

جناب قائم مقام سپیکر: وہ ان سے متعلقہ نہیں ہے۔ اگلا سوال محترمہ نگہت ناصر شیخ صاحبہ!

محترمہ نگہت ناصر شیخ: شکریہ۔ سوال نمبر 1962۔

رائے علی نواز سٹیڈیم چیچہ وطنی کی تفصیلات

*1962: **محترمہ نگہت ناصر شیخ:** کیا وزیر لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) رائے علی نواز سٹیڈیم چیچہ وطنی کی تعمیر کے لئے حکومت نے کتنا فنڈز رکھا تھا؟

(ب) رائے علی نواز سٹیڈیم چیچہ وطنی میں تعمیر کئے جانے والے سٹیڈیم کا کل کتنا رقبہ ہے؟
(ج) رائے علی نواز سٹیڈیم کے لئے مختص جگہ کے علاوہ باقی کتنی سرکاری جگہ خالی پڑی ہے؟
(د) سٹیڈیم کی تعمیر کے لئے ٹھیکہ کن کن شرائط پر دیا گیا؟
(ہ) سٹیڈیم کی تعمیر کے لئے ٹھیکہ کس کمپنی کو دیا گیا، ٹھیکیدار کا نام اور کمپنی کا نام فراہم کیا جائے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں):
(الف) رائے علی نواز سٹیڈیم چیچہ وطنی کی تعمیر پر 20.817 ملین کے کل اخراجات ہوئے تھے۔ کاپی تتمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔
(ب) رائے علی نواز سٹیڈیم چیچہ وطنی 40 کنال 17 مرلہ رقبہ پر تعمیر ہوا۔
(ج) رائے علی نواز سٹیڈیم کے لئے کوئی رقبہ مختص نہ ہے۔ سٹیڈیم 44 کنال 18 مرلے پر تعمیر شدہ ہے اور یہ رقبہ گورنمنٹ ہائی سکول (بوائز) کا ہے۔ سٹیڈیم کے لئے کوئی جگہ مختص ہے اور نہ ہی سٹیڈیم کا کوئی رقبہ خالی پڑا ہے۔
(د) سٹیڈیم کی تعمیر کی شرائط تتمہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں۔
(ہ) سٹیڈیم کی تعمیر کا ٹھیکہ خادم برادرز B/1 طارق کالونی ملتان روڈ لاہور کو دیا گیا اور ٹھیکیدار کا نام شاہد بٹ ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب والا! میرے سوال کے جواب میں مجھے یہ ایک لسٹ دی گئی ہے۔ میں پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے یہ کہوں گی کہ میں نے جو شرائط پوچھی تھیں اس میں سے صرف دو شرائط مجھے بتادیں کیونکہ میری eye sight الحمد للہ بالکل ٹھیک ہے لیکن مجھ سے اس میں سے ایک لفظ بھی نہیں پڑھا گیا اور جب میں نے اسے پڑھا ہی نہیں تو اس پر ضمنی سوال کیسے کر سکتی ہوں؟ میری یہ گزارش ہو گی کہ یہ مجھے دو تین شرائط بتادیں کہ کن شرائط کے تحت یہ ٹھیکہ دیا گیا تھا، میرا سوال یہ ہے کہ یہ سٹیڈیم کتنے عرصہ میں مکمل ہو گیا تھا اور جو ٹینڈر دیا گیا تھا اس میں کیا time limit تھی؟

جناب قائم مقام سپیکر: شرائط پڑھ کر سنائیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیو نٹی ڈویلپمنٹ(چودھری عبدالرزاق ڈھلوں):
جناب سپیکر!اس میں کچھ misprinting ہے، شرائط کی تفصیلات بھی ہمارے پاس موجود ہیں۔
جناب قائم مقام سپیکر:آپ کے پاس جو کاپی ہے وہ پڑھی جارہی ہے؟
پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیو نٹی ڈویلپمنٹ(چودھری عبدالرزاق ڈھلوں):
جناب والا!معزز ممبر صاحبہ کو اس کی نئی کاپی فراہم کر دی جائے گی۔
جناب قائم مقام سپیکر:آپ کے پاس اگر کاپی نہیں ہے تو آپ کو محکمے سے لینی چاہئے تھی۔
پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیو نٹی ڈویلپمنٹ(چودھری عبدالرزاق ڈھلوں):
جناب والا!میرے پاس موجود ہے۔
جناب قائم مقام سپیکر: پڑھی جارہی ہے؟
پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیو نٹی ڈویلپمنٹ(چودھری عبدالرزاق ڈھلوں):
جی، میں پڑھ دیتا ہوں۔۔۔
جناب قائم مقام سپیکر:اگر یہ نہیں پڑھی جارہی تو آپ متعلقہ بندے کے خلاف کارروائی کروائیں۔ یہ کوئی طریقہ نہیں ہے کہ ایک بندہ اگر اسمبلی کے اندر document دے رہا ہے۔۔۔
پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیو نٹی ڈویلپمنٹ(چودھری عبدالرزاق ڈھلوں):
جناب سپیکر!یہ revised technical function کی بات کر رہی ہیں؟
جناب قائم مقام سپیکر: معزز ممبر نے کہا ہے کہ شرائط پڑھ کر سنائیں، آپ کے پاس جو لسٹ ہے وہ پڑھی جارہی ہے؟
پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیو نٹی ڈویلپمنٹ(چودھری عبدالرزاق ڈھلوں):
جناب سپیکر!construction of stadium کے متعلق پوچھا گیا ہے۔ میں یہ عرض کروں گا کہ 18.816 ملین کی رقم ہے۔
جناب قائم مقام سپیکر:آپ پڑھ کر نہ سنائیں۔ میں یہ پوچھ رہا ہوں کہ یہ لسٹ جو آپ کے پاس ہے وہ پڑھی جارہی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ(چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب والا! یہ لسٹ ٹھیک ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: ایک کاپی ان کو provide کر دیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ(چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): میں کر دیتا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: ٹھیک ہے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب والا! میں نے تو ضمنی سوال کرنے ہیں یا تو آپ اس سوال کو pending کر دیں کیونکہ میں پڑھ کر ضمنی سوال کر سکتی ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: اس سوال کو pending کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال جناب وسیم قادر صاحب کا ہے۔

جناب وسیم قادر: سوال نمبر 2033۔

ڈینگی / ملیریا بخار سے بچاؤ کے لئے سپرے کرنے کی تفصیلات

*2033: **جناب وسیم قادر:** کیا وزیر لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ گورنمنٹ آئی ہسپتال کوا پ سٹور لاہور میں ملیریا اور ڈینگی بخار سے بچاؤ کے لئے سپرے سنٹر ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ گورنمنٹ نے بچوں کے گورنمنٹ، پرائیویٹ سکولوں اور گلیوں محلوں میں سپرے مفت کرنے کے احکامات کئے تھے، لیکن سپرے مین پرائیویٹ سکولوں کالجوں میں شکایت درج کروانے کے باوجود سپرے نہیں کرتے، وجہ بیان فرمائی جائے؟

(ج) کیا حکومت مذکورہ علاقے کے سکولوں میں ڈینگی / ملیریا بخار سے بچاؤ کے لئے سپرے کروانے کا ارادہ رکھتی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ(چودھری عبدالرزاق ڈھلوں):

(الف) یہ درست ہے کہ گورنمنٹ آئی ہسپتال کوا پ سٹور تیزاب احاطہ میں عملہ ملیریا کا سنٹر موجود ہے۔

(ب) ڈینگی آؤٹ بریک کے دوران ماہ نومبر اور دسمبر میں لاہور کی تمام یونین کونسلز میں ہر گلی محلے میں سپرے کیا گیا ہے جن میں سکول بھی شامل تھے۔

(ج) مذکورہ علاقوں گورنمنٹ آئی ہسپتال کواپ سٹور تیزاب احاطہ یونین کونسل نمبر 19 ڈینگی فیور / ملیریا کے خاتمے کے لئے مورخہ 2010-04-12 اور 2010-04-13 کو علاقہ کے تمام 14 سکولوں میں سپرے کرادیا گیا ہے۔جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:۔

1- ایم ایس ماڈل سکول سوامی نگر شالامار ٹاؤن
2- فتح میموریل ہائی سکول جناح پارک سلطانپورہ
3- سی ڈی جی ایل بوائز ہائی سکول تیزاب احاطہ
4- سی ڈی جی ایل گرلز ہائی سکول ڈوڈی پیر
5- سی ڈی جی ایل گرلز ہائی سکول چھوٹا سکول
6- سی ڈی جی ایل گرلز ہائی سکول بڑا سکول
7- سی ڈی جی ایل بوائز ہائی سکول سوامی نگر
8- سی ڈی جی ایل بوائز مڈل سکول کوچہ محمدی
9- گورنمنٹ فرخ پرائمری سکول سوامی نگر
10- عمیر ماڈل ہائی سکول سوامی نگر
11- نیو ماڈل سکول تیزاب احاطہ
12- حنیف میموریل ماڈل سکول تیزاب احاطہ
13- لٹریسی ہائی سکول کوچہ محمدی سطانپورہ
14- الائیڈ پبلک سکول کوچہ محمدی

اس کے علاوہ شہر کے دیگر علاقوں میں بھی باقاعدہ شیڈول کے مطابق سکولوں، مارکیٹوں، بازاروں اور آبادیوں میں آئی ایس آر سپرے جاری و ساری ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

جناب وسیم قادر: جناب سپیکر! میں نے جو سوال پوچھا تھا انہوں نے جز(ج) میں ایک UC کی لمبی چوڑی تفصیل دے دی۔ میں نے 23۔اکتوبر کو کوئی دو سال پہلے یہ سوال پوچھا تھا اور اب دو سال کے بعد اس کا جواب آیا ہے۔اسی دوران پچھلے سال میں ڈینگی / ملیریا بخار سے سب سے زیادہ یہی علاقہ متاثر ہوا ہے جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ انہوں نے سکولوں میں سپرے کیا ہے اور نہ ہی بچوں کو کوئی ایسی ادویات دیں جس سے وہ اس بیماری سے بچ سکیں۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جب دو سال پہلے میں نے یہ

point out کیا کہ اس علاقے میں سپرے اور ڈینگی وائرس کے متعلق کوئی information نہیں دی جا رہی تو اس کا رزلٹ یہ آیا کہ پورے لاہور میں سب سے زیادہ patients اسی علاقے سے آئے۔ ایسا کیوں ہوا اور اب ان کی planning کیا ہے؟

محترمہ ساجدہ میر: جناب والا! اگر اجازت ہو تو میرا بھی ایک ضمنی سوال ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر: جی، فرمائیں!

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! جز (ج) میں یہ لکھا ہوا ہے کہ "مذکورہ علاقوں گورنمنٹ آئی ہسپتال کو اپ سٹور تیزاب احاطہ یونین کونسل نمبر 19 ڈینگی فیور / ملیریا کے خاتمے کے لئے مورخہ 10-04-12 اور 10-04-13 کو علاقہ کے تمام 14 سکولوں میں سپرے کرا دیا گیا ہے جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔" کیا یہ یونین کونسل حلقہ 144 میں ہے یا 145 میں ہے؟ یونین کونسل 19 میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن صاحب کے حلقے میں آتی ہے اور جو جناب وسیم قادر صاحب نے سوال کیا ہے انہوں نے پورے لاہور کے لئے کیا ہے تو میں یہ سمجھتی ہوں کہ باقی لاہور کی یونین کونسلوں میں سپرے کے سنٹر بنائے گئے تھے؟

جناب قائم مقام سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری!

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کیمونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر! ایک تو میرے بھائی محترم وسیم قادر صاحب نے جو سوال پوچھا ہے میں اس کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ تمام ان سکولوں میں جن کی یہ بات کر رہے ہیں وہاں پر سپرے کئے گئے، محلوں میں سپرے کئے گئے اور اس سلسلے میں قائد محترم نے specially duty لگائی کہ پورے لاہور میں سپرے کیا جائے، یہاں تک کہ ہمارے تمام ممبران کی بھی یہ ڈیوٹی تھی کہ لوگوں کی بہتری کے لئے ہم سپرے کرنے والوں کے ساتھ تعاون کریں اور نشاندہی کریں جہاں کہیں سپرے نہیں ہوا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ کم از کم لاہور میں کوئی ایسی جگہ miss نہیں ہوئی جہاں پر سپرے نہ کیا گیا ہو۔ بہت شکریہ

جناب قائم مقام سپیکر: محترمہ! آپ کا جو سوال ہے، آپ جز (الف) پڑھیں اس میں لکھا ہے کہ "کیا یہ درست ہے کہ گورنمنٹ آئی ہسپتال کو اپ سٹور لاہور میں ملیریا اور ڈینگی بخار سے بچاؤ کے لئے سپرے سنٹر ہے"؟ پھر اسی سے متعلقہ (ج) جز ہے کہ "کیا حکومت مذکورہ علاقے کے سکولوں میں ڈینگی / ملیریا بخار سے بچاؤ کے لئے سپرے کروانے کا ارادہ رکھتی ہے"؟ اس کے ساتھ اگر آپ relate کر کے پڑھیں تو پھر آپ کو معلوم ہو جائے گا۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب والا! یہ دو حلقوں میں divide ہوتا ہے۔ یہ بات وسیم قادر صاحب بھی جانتے ہیں کہ اس کی جو delimitation ہوئی تھی تو آدھا حلقہ 145 میں چلا گیا، آدھا 144 میں آ گیا۔ ان کا جو کواپ سٹور ہے، ٹھیک ہے اس میں میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن کا گھر بھی ہے اور ان کا حلقہ بھی ہے اس لئے میں یہ سمجھتی ہوں کہ ان کا سوال درست ہے لیکن میں پوچھنا چاہتی ہوں کہ کیا یہ سپرے کوئی اثر بھی کرتا تھا یا یہ صرف یونین کونسل نمبر 19 کے لئے specially بنوایا تھا؟

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! محترم پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے فرمایا ہے کہ پورے لاہور میں سپرے کیا گیا تھا۔ اگر سپرے کیا گیا ہے تو وہ ناقص تھا کیونکہ ڈینگی outbreak میں تو ہزاروں کی تعداد میں مریض پہنچے ہیں۔ میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ کیا اس طرح کے outbreak کے بعد عملے کے خلاف کوئی کارروائی کی گئی اور سپرے کی quality کس طرح check کی جاتی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر! ایک طریق کار ہے، کمپنیاں موجود ہیں وہ apply کرتی ہیں اور auction کے ذریعے یہ کیا جاتا ہے لیکن یہ ایسی بیماری ہے کہ کہیں کوئی ایک مچھر بھی رہ جائے تو اس نے اپنا کام دکھانا ہوتا ہے۔ ہم نے اس کی روک تھام کے لئے احتیاطی تدابیر تو ضرور کی ہیں لیکن ہمارے پاس یہ حل نہیں ہے کہ کسی کو ڈینگی وائرس نہ ہونے دیں۔ جہاں تک ہماری ذمہ داری کا تعلق ہے وہ ہم نے بھرپور طریقے سے ادا کی ہے۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! جیسے انہوں نے جواب میں فرمایا ہے کہ کمپنیاں سپرے بناتی ہیں یعنی اگر میں سپرے بنانا شروع کر دوں تو وہ بھی ہو جائے گا؟ میں پوچھنا چاہتی ہوں کہ سپرے کی quality control کرنے کے لئے کوئی طریق کار تو ہوگا؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر! کمپنیاں رجسٹرڈ ہوتی ہیں اور وہ apply کرتی ہیں۔

جناب عبدالوحید چودھری: جناب سپیکر! میں پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا ڈینگی وائرس صرف لاہور تک محدود ہے اور ہر یونین کونسل میں سپرے کا جو طریق کار ہے کیا یہ پورے پنجاب کے لئے تھا یا صرف لاہور کے لئے تھا؟

جناب قائم مقام سپیکر: آپ سوال پڑھیں وہ ایک specific علاقے کے متعلق ہے۔

جناب عبدالوحید چودھری: جناب سپیکر! وہ اس پر اپنا پالیسی بیان تو دے سکتے ہیں کہ یہ لاہور کے ساتھ ساتھ باقی پنجاب کے لئے بھی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: اب یہ آخری سوال ہے چونکہ میں دو سے زیادہ ضمنی سوالوں کی اجازت نہیں دوں گا۔

محترمہ عائشہ جاوید: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: پلیز! تشریف رکھئے۔ وسیم قادر صاحب کا سوال ہے وہ بات کر رہے ہیں۔

جناب وسیم قادر: جناب سپیکر! میرے سوال کا جواب نہیں آیا۔ دو سال پہلے مجھے خطرہ تھا کہ اس علاقے میں ڈینگی وائرس اور ملیریا کا مسئلہ بنے گا لیکن انہوں نے دو سالوں میں کچھ نہیں کیا جس کا یہ رزلٹ آیا کہ اسی علاقے میں ڈینگی کے سب سے زیادہ مریض آئے، ایسا کیوں ہوا؟

جناب قائم مقام سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب! معزز ممبر کا سوال ہے کہ اگر پچھلے سال کے مقابلے میں اس سال ڈینگی کے زیادہ مریض آئے ہیں تو اس کی وجہ کیا تھی اور اگر اس میں محکمے کی کوئی نااہلی تھی تو اس پر آپ نے کوئی کارروائی کی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر! ہم نے سپرے کے سلسلے میں تو بھرپور کوشش کی ہے جہاں جہاں سپرے کی ضرورت پڑی وہاں کیا گیا۔ اگر کہیں سپرے نہیں ہو سکا اور ہمارے پاس اس کی complaint موجود ہوتی تو ہم اسی وقت متعلقہ افراد کے خلاف کارروائی کرتے لیکن اب میرے محترم ایم پی اے صاحب نے فرمایا ہے تو ہم اس کے متعلق بھی ضرور تحقیق کریں گے۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! میرے سوال کا جواب نہیں آیا۔

جناب قائم مقام سپیکر: بہت زیادہ سوال ہو گئے ہیں۔ میں دو سے زیادہ ضمنی سوالوں کی اجازت نہیں دوں گا۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! میں نے سوال کیا ہوا ہے لیکن ابھی جواب موصول نہیں ہوا۔ میں تو اس سوال کا جواب چاہ رہی ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب! سپرے کی کوالٹی چیک کرنے کا طریق کار بتا دیں۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! یہ تو نہیں ہو سکتا کہ میں کہوں کہ میں سپرے بنا رہی ہوں اور میں اس میں پانی بھر کر بیچ دوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ کا یہ سوال اس سے related نہیں بلکہ نیا سوال بنتا ہے۔ پلیز تشریف رکھیں۔ اگلا سوال محترمہ زوبیہ رباب ملک صاحبہ کا ہے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! On her behalf سوال نمبر 2176۔

جناب قائم مقام سپیکر: ریکارڈ پر موجود ہے کہ آپ دو سوال کر چکی ہیں۔ آپ نے ایک سوال on behalf کیا ہے۔ پلیز تشریف رکھیں۔ یہ سوال dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال چودھری جاوید احمد صاحب کا ہے۔

رانا تنویر احمد ناصر: جناب سپیکر! On his behalf سوال نمبر 2527 میری استدعا ہے کہ اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔ (معزز ممبر نے چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ) کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا۔)

جناب قائم مقام سپیکر: جی، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ضلعی حکومت پاکپتن میں کروڑوں کی خُورد بُرد کا مسئلہ

*2527: **چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ):** کیا وزیر لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ضلعی حکومت پاکپتن میں تقریباً آٹھ کروڑ روپے سے زائد کی رقم سال 2005 تا 2008 خُورد بُرد ہوئی ہے؟

(ب) اس خُورد بُرد کے ذمہ دار افراد / ملازمین کے نام، عہدہ، گریڈ اور جگہ تعیناتی کی تفصیل بیان کریں؟

(ج) اس خُورد بُرد کردہ رقم کی وصولی کے لئے حکومت کیا اقدامات اٹھا رہی ہے؟

(د) اس خُورد بُرد کے ذمہ داران کے خلاف حکومت کیا تادیبی کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ(چودھری عبدالرزاق ڈھلوں):

(الف) ضلعی حکومت پاکپتن سے موصولہ رپورٹ کے مطابق ریکارڈ کی پڑتال کرنے پر سال 2005 تا 2008 میں کوئی ایسی خُورد بُرد نہ پائی گئی ہے۔البتہ لوکل گورنمنٹ کمیشن کی رپورٹ کے مطابق ضلعی حکومت پاکپتن کی سپیشل آڈٹ رپورٹ، آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی طرف سے موصول ہوچکی ہے آڈٹ رپورٹ کے مطابق 185.244 ملین روپے نقصان / خُورد بُرد ہوئی ہے۔آڈٹ رپورٹ پر پنجاب لوکل گورنمنٹ کمیشن میں انکوائری ہورہی ہے۔انکوائری مکمل ہونے کے بعد ہی اس نقصان / خُورد بُرد شدہ رقم کے بارے میں بتایا جاسکے گا۔

(ب) لوکل گورنمنٹ کمیشن کی طرف سے انکوائری رپورٹ ملنے پر ہی ذمہ دار افراد / ملازمین کے نام، عہدہ، گریڈ اور جگہ تعیناتی کی تفصیل دی جاسکے گی۔

(ج،د) انکوائری رپورٹ کی روشنی میں ہی مزید اقدامات اٹھائے جاسکیں گے۔

رانا تنویر احمد ناصر: جناب سپیکر! جز(ج) اور (د) میں بتایا گیا ہے کہ انکوائری رپورٹ کی روشنی میں ہی مزید اقدامات اٹھائے جاسکیں گے۔یہ انکوائری رپورٹ کب تک مکمل ہوجائے گی کیا اس میں کوئی time frame دے سکتے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ(چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر! سوال کے جز(ج) میں یہ پوچھا گیا ہے کہ اس خُورد بُرد کردہ رقم کی وصولی کے لئے حکومت کیا اقدامات اٹھارہی ہے جس کے جواب میں بتایا گیا ہے کہ انکوائری رپورٹ کی روشنی میں ہی مزید اقدامات اٹھائے جاسکیں گے۔اس وقت اس کی انکوائری ڈی جی اینٹی کرپشن کے پاس ہے جیسے ہی ہمیں انکوائری رپورٹ موصول ہوگی تو اس کے مطابق فوری اقدامات کئے جائیں گے۔

رانا تنویر احمد ناصر: جناب سپیکر! جز(الف) میں یہ کہا گیا ہے کہ آڈٹ رپورٹ پر پنجاب لوکل گورنمنٹ کمیشن میں انکوائری ہورہی ہے انکوائری مکمل ہونے کے بعد اس خُورد بُرد رقم کے بارے میں بتایا جاسکے گا لیکن محترم پارلیمانی سیکرٹری کہہ رہے ہیں کہ ڈی جی اینٹی کرپشن کے پاس انکوائری ہورہی ہے دونوں میں سے کون سا جواب درست ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ(چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر! یہ درست ہے کہ ضلعی حکومت پاکپتن موصولہ رپورٹ کے مطابق ریکارڈ کی پڑتال کرنے

پر2005اور2008تک خُورد بُرد رقم نہ پائی گئی البتہ لوکل گورنمنٹ کمیشن کی رپورٹ کے مطابق ضلع حکومت پاکپتن کی سپیشل آڈٹ رپورٹ آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی طرف سے موصول ہو چکی ہے۔آڈٹ رپورٹ کے مطابق 185.244 ملین روپے کی رقم خُورد بُرد ہوئی ہے، آڈٹ رپورٹ پر پنجاب لوکل گورنمنٹ کمیشن میں انکوائری ہو رہی ہے اور ایسی جتنی بھیreportsہیں ان کی تمام انکوائریاں ڈی جی انٹی کرپشن کے پاس بھجوادی ہیں وہاں سے جیسے ہیreportsمکمل ہوں گی توان کے خلاف سخت تادیبی کارروائی کی جائے گی۔

رانا تنویر احمد ناصر: جناب سپیکر! ڈی جی انٹی کرپشن خود انکوائری کر رہے ہیں یا انہوں نے انکوائری کے لئے کسی ڈائریکٹر کو مقرر کیا ہوا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): ان کے پاس انکوائری جانے کے بعد پھر ان کے اپنے فیصلے ہوتے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: ڈی جی انٹی کرپشن کے پاس ہے آگے وہ جسے مرضی مقرر کر دیں۔

رانا تنویر احمد ناصر: جناب سپیکر! اس سوال میں جواب دیا گیا ہے کہ پنجاب لوکل گورنمنٹ کمیشن اس کی انکوائری کر رہا ہے لیکن پارلیمانی سیکرٹری صاحب اس بارے میں کچھ نہیں بتا رہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: انہوں نے بتایا ہے کہ کیس ڈی جی انٹی کرپشن کے پاس بھیج دیا گیا ہے، ادھر انکوائری ہو رہی ہے جو بھی رپورٹ آئے گی وہ اسے دیکھ لیں گے۔

رانا تنویر احمد ناصر: جناب سپیکر! پھر اس حوالے سے تو غلط جواب دیا گیا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: وہ کیسے؟

رانا تنویر احمد ناصر: اگر ڈی جی انٹی کرپشن انکوائری کر رہے ہیں تو اس کا اس جواب میں ذکر نہیں کیا گیا۔ اس طرح تو یہparallelدو انکوائریاں ہو گئیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب! جواب میں ہے کہ پنجاب لوکل گورنمنٹ کمیشن میں انکوائری ہو رہی ہے لیکن آپ کہہ رہے ہیں کہ انکوائری ڈی جی انٹی کرپشن کو بھیج دی گئی ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر! دوران انکوائری ہی یہ طے ہوا تھا کہ special performance unit سے انکوائری کرائی جائے گی اس لئے اس انکوائری کی پوری رپورٹ ڈی جی انٹی کرپشن کے پاس بھیج دی گئی تھی۔

جناب قائم مقام سپیکر: وہ اتنے پیار سے کہہ رہے ہیں آپ بھی مان جائیں۔

رانا تنویر احمد ناصر: جی، مان جاتے ہیں۔ ہم تو ہمیشہ ہی مان جاتے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: شکریہ۔ اگلا سوال جناب محمد نوید انجم صاحب کا ہے۔۔۔ موجود نہیں ہیں لہذا یہ سوال dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال بھی جناب محمد نوید انجم صاحب کا ہے۔۔۔ لیکن وہ موجود نہیں ہیں لہذا یہ بھی dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال محترمہ زوبیہ رباب ملک صاحبہ کا ہے۔۔۔ موجود نہیں ہیں لہذا یہ سوال dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال محترمہ سکینہ شاہین خان صاحبہ کا ہے۔۔۔ موجود نہیں ہیں لہذا یہ سوال dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال بھی محترمہ سکینہ شاہین خان صاحبہ کا ہے لیکن وہ موجود نہیں ہیں۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! On her behalf

جناب قائم مقام سپیکر: آپ کے بھی دو سوال ہو چکے ہیں۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! نہیں ہوئے۔

جناب قائم مقام سپیکر: مجھے لسٹ پہنچی ہوئی ہے آپ کے دو سوال ہو چکے ہیں۔ پلیز تشریف رکھیں۔ محترمہ سکینہ شاہین خان صاحبہ موجود نہیں ہیں لہذا یہ سوال dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال میاں شفیع محمد صاحب کا ہے۔۔۔ موجود نہیں ہیں لہذا یہ سوال بھی dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال رانا بابر حسین صاحب کا ہے۔۔۔ موجود نہیں ہیں لہذا یہ سوال بھی dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال جناب ضیاء اللہ شاہ صاحب کا ہے۔۔۔ موجود نہیں ہیں لہذا یہ سوال بھی dispose of کیا جاتا ہے اس سے اگلا سوال محترمہ عائشہ جاوید صاحبہ کا ہے۔

محترمہ عائشہ جاوید: بہت شکریہ۔ جناب سپیکر! I am lucky today میرا سوال نمبر 3204 ہے میری استدعا ہے کہ question and answer both be taken as read.

جناب قائم مقام سپیکر: جی، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

لاہور شہر میں پارکنگ سٹینڈز پر ڈبل پیسے وصول کرنے کی تفصیلات

*3204: محترمہ عائشہ جاوید: کیا وزیر لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ لاہور شہر میں سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ 32 مین سڑکوں پر واقع پارکنگ سٹینڈز کو چلانے کا اختیار رکھتی ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ ان پارکنگ سٹینڈز کی اکثریت گورنمنٹ ریٹ سے ڈبل پیسے وصول کر رہی ہے، خصوصاً شاہ عالمی بازار، حفیظ سنٹر، شادمان مارکیٹ میں موٹر سائیکل کے -/5 روپے کی بجائے -/10 روپے وصول کئے جا رہے ہیں؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ متعلقہ انتظامیہ کو متعدد بار تحریری اور زبانی طور پر شکایات کی گئیں لیکن تاحال اس پر کوئی عملدرآمد نہیں کیا گیا؟

(د) کیا حکومت پنجاب ایک خصوصی انسپکشن ٹیم بنانے کو تیار ہے، جو ان پارکنگ سٹینڈز پر surprise visit انسپکشن کرے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں):

(الف) درست ہے۔

(ب) درست نہ ہے دفتر شہری سہولیات کے 32 مین سڑکوں پر قائم پارکنگ سٹینڈز اپنے نوٹیفائیڈ ریٹس کے مطابق فیس وصول کر رہے ہیں اس جز میں جن خصوصاً پارکنگ سٹینڈز کا ذکر کیا گیا ہے ان میں حفیظ سنٹر موٹر سائیکل سٹینڈ (دفتر شہری سہولیات) شاہ عالم مارکیٹ موٹر سائیکل سٹینڈ (ٹی ایم اے راوی ٹاؤن) جبکہ شادمان مارکیٹ موٹر سائیکل سٹینڈ (ٹی ایم اے داتا گنج بخش ٹاؤن) کے زیر انصرام ہیں ان کے ٹھیکیداران بھی بمطابق شرح شیڈول پارکنگ ریٹس وصول کر رہے ہیں۔نوٹیفکیشن کی کاپیاں بر تتمہ (الف،ب) اور (پ) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں۔

(ج) جیسا کہ جز (ب) بالا میں وضاحت کر دی گئی ہے کہ شاہ عالم مارکیٹ پارکنگ سٹینڈ ٹی ایم اے راوی ٹاؤن، شادمان پارکنگ سٹینڈ داتا گنج بخش ٹاؤن اور حفیظ سنٹر پارکنگ سٹینڈ دفتر شہری سہولیات کے زیر انصرام ہیں ان پارکنگ سٹینڈوں پر اوورچارجنگ کی کوئی شکایت موصول نہیں ہوئی ہے سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ (دفتر شہری سہولیات)، ٹی ایم اے راوی ٹاؤن اور داتا گنج بخش ٹاؤن کسی بھی شہری کی طرف سے شکایت پر فوری اور مناسب کارروائی عمل میں لاتے ہیں۔البتہ دفتر شہری سہولیات اپنے زیر انصرام 32 مین سڑکوں پر قائم پارکنگ سٹینڈوں کے ٹھیکیداران کے خلاف پہلے ہی مختلف تھانہ جات میں 16 ایف آئی آر ز کٹوا چکا

ہے۔ایف آئی آرز کی کاپیاں برتتمہ (ج) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں۔سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ (دفتر شہری سہولیات) نے اوور چارجنگ کے خلاف شرائط کو مزید سخت کر دیا ہے۔

(د) پنجاب لوکل گورنمنٹ آرڈیننس شیڈول چہارم پارٹ۔1 کے آئٹم نمبر 1 کے تحت زائد ستانی overcharging کے خلاف درج ذیل افسران کارروائی کرنے کے مجاز ہیں۔

(i) ایگزیکٹوڈسٹرکٹ آفیسر ریونیو برائے ضلعی حکومت

(ii) ٹاؤن/تحصیل آفیسر فنانس برائے ٹاؤن/تحصیل میونسپل انتظامیہ

(iii) سیکرٹری یونین کونسل برائے یونین کونسل انتظامیہ

لہذا مندرجہ بالا افسران قانونی طور پر شکایات کا ازالہ کرنے کے پابند ہیں۔

محترمہ عائشہ جاوید: جناب سپیکر!اس جواب سے میرا مکمل اختلاف ہے اور یہ جواب بالکل غلط ہے۔یہاں پر جو rates دیئے ہیں کہ respectively کار اور موٹر سائیکل سے -/5 اور -/10 روپے وصول کئے جا رہے ہیں میرے بلکہ ہم کافی لوگوں کے نزدیک یہ بالکل غلط ہے۔8۔جنوری 2008 کے نوٹیفکیشن کے مطابق جو specified rates ہیں ان کے مطابق کہیں بھی وصولی نہیں کی جارہی بلکہ منہ مانگی رقم وصول کر رہے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر!ہمارے پاس 8۔جنوری 2005 کا notification موجود ہے۔اس میں کار کے لئے -/10 روپے ٹوکن فیس ہے اور موٹر سائیکل کی فیس -/5 روپے ہے۔میرے قابل احترام ممبران اسمبلی یہ کہتے ہیں کہ وہاں پر overcharges کئے جارہے ہیں اگر ایسا ہو رہا ہے تو پھر یہ بڑے افسوس کی بات ہے۔ہمارے پاس اس قسم کی جو بھی شکایت آتی ہے ہم اس پر کارروائی کرتے ہیں۔ایسی حرکت کرنے والوں کے خلاف ہم F.I.R درج کراتے ہیں۔جب معزز ممبر تحریری طور پر اس حوالے سے کوئی رپورٹ کریں گے،ثبوت دیں گے تو پھر اس پر سخت کارروائی کی جائے گی۔ان کے خلاف F.I.R بھی درج کروائی جائے گی اور ان کو گرفتار بھی کیا جائے گا۔میں درخواست کرتا ہوں کہ معزز ممبر مجھے کوئی نشاندہی کر دیں،میں خود بھی اس معاملے کو check کر لیتا ہوں۔اصل میں کارروائی کرنے کے لئے ہمارے پاس properly ثبوت موجود ہونا چاہئے۔

محترمہ عائشہ جاوید: جناب سپیکر! اگر ان کی انسپکشن ٹیم اس وقت جا کر معائنہ کرے تو میں on the floor of the House کہتی ہوں کہ لبرٹی مارکیٹ، حفیظ سنٹر، گلبرگ اور دوسری بہت سی جگہوں پر لوگوں نے خود ساختہ کاپیاں بنائی ہوئی ہیں اور وہ منہ مانگی رقم وصول کر رہے ہیں۔ جہاں پر گاڑی کی فیس -/10 روپے لکھی ہے وہاں سے -/20 تا -/30 روپے وصول کئے جا رہے ہیں۔ انہوں نے موٹر سائیکل کی فیس -/5 روپے بتائی ہے جبکہ وہاں پر -/10 سے -/15 روپے وصول کئے جا رہے ہیں۔ ان رسیدوں پر حکومت کی کوئی stamp وغیرہ نہیں ہے۔ کیا یہ پارکنگ سٹینڈ آگے sublet ہو رہے ہیں؟

جناب قائم مقام سپیکر: میاں نصیر صاحب! آپ بھی اپنا ضمنی سوال کر لیں پھر پارلیمانی سیکرٹری صاحب اکٹھا جواب دے دیں گے۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! ابھی پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے فرمایا ہے کہ اگر کہیں پر کوئی پارکنگ سٹینڈ غیر قانونی چل رہا ہے اور وہ notified ہے تو اس کی نشاندہی کریں، ان کے خلاف کارروائی عمل میں لائی جائے گی۔ میں عرض کرتا ہوں کہ درجنوں ایسے پارکنگ سٹینڈ ہیں کہ جن کی auction ہوئی اور نہ ہی وہ notified ہیں۔ ان پارکنگ سٹینڈ کی پچھلے ڈیڑھ سال سے auction ہوئی اور نہ ہی کوئی notification ہوا ہے لیکن اس کے باوجود وہ daily collection پر چل رہے ہیں اس بات کی قانون اجازت دیتا ہے اور نہ ہی محکمہ کو ایسا اختیار حاصل ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر! میرے معزز ممبر لاہور کے رہنے والے ہیں اگر ان کے پاس کوئی ایسا ثبوت ہے تو وہ مجھے دیں۔ زبانی کلامی کسی کے خلاف ایکشن نہیں لیا جا سکتا۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ یہ بتائیں کہ اگر وہ ثبوت دیں گے تو پھر آپ کیا کریں گے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر! اگر مجھے ثبوت دیں تو میں اس پر فوری کارروائی کروں گا۔ محکمہ لوکل ڈیپارٹمنٹ کا پورا عملہ موجود ہے، میں آج ہی اس پر کارروائی کروں گا۔ معزز ممبران تعاون کریں اور مجھے اس کی نشاندہی کر دیں میں ان کے ساتھ آج ہی چلنے کے لئے تیار ہوں۔

میاں نصیر احمد: آپ یقین دہانی کرائیں، میں اجلاس کے بعد آپ کے ساتھ میٹنگ کر لیتا ہوں۔اس میٹنگ کا جو نتیجہ نکلے گا میں اس بارے میں سپیکر صاحب کو تحریری طور پر آگاہ کرناچاہوں گا اور پھر اس پر پارلیمانی سیکرٹری صاحب جو کارروائی کریں گے یہ بھی اس بابت ایوان کو آگاہ کریں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر! یہ اپنے قیمتی وقت میں سے مجھے چند منٹ دیں اور اس حوالے سے ثبوت فراہم کریں۔ میں انشاءاللہ تعالیٰ اس پر فوری کارروائی کروں گا۔

جناب قائم مقام سپیکر: وزیر قانون صاحب! یہ ایک بہت بڑی controversy آ رہی ہے اور میرا اپنا بھی یہی experience ہے کہ جواب میں پارکنگ سٹینڈ کی فیس کے جو پیسے لکھے گئے ہیں اس سے زیادہ وصول کئے جا رہے ہیں اور بہت سی جگہوں پر notified کئے بغیر ٹھیکے چل رہے ہیں۔اس پر اگر ایک کمیٹی بنادی جائے اور وہ کمیٹی لاہور کے تمام پارکنگ سٹینڈ کا visit کرے اور جہاں جہاں پر اس طرح کے پارکنگ سٹینڈ چل رہے ہیں ان کی رپورٹ بنا کر پیش کی جائے تاکہ ان کے خلاف کارروائی ہو سکے، آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناءاللہ خان): جناب سپیکر! مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ آپ بے شک House کی ایک کمیٹی بنادیں۔ میں بالکل ان کو support کرنے اور ان کے ساتھ بیٹھنے کے لئے بھی تیار ہوں۔ میری گزارش صرف یہ ہے کہ آپ specially ٹھیکے mention کر دیں تو پھر کمیٹی اپنا کام within time line مکمل کر لے گی اور اس کا کوئی فائدہ بھی ہو سکے گا۔اگر آپ اس کو generalize کریں گے تو پھر یہ معاملہ control میں نہیں رہے گا۔

جناب قائم مقام سپیکر: میرا خیال ہے کہ لاہور کے جتنے ممبران اس وقت House میں بیٹھے ہوئے ہیں اور لاہور سے تعلق رکھنے والی خواتین ممبران وہ سب آج ہی بیٹھ کر اس بارے میں اپنی سفارشات مرتب کریں۔ جہاں جہاں وہ سمجھتے ہیں کہ غلط پارکنگ سٹینڈ چل رہے ہیں یا ان پر overcharge کیا جا رہا ہے ان کے حوالے سے پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ اور وزیر قانون کے ساتھ بیٹھ جائیں اور ایک رپورٹ مرتب کر لیں۔اس رپورٹ کو وزیر قانون اور پارلیمانی سیکرٹری لوکل گورنمنٹ check کروالیں گے اور پھر اس پر کارروائی کی جائے۔ میرا خیال ہے کہ یہ better option ہے۔

محترمہ عائشہ جاوید: جی، ٹھیک ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: اس کمیٹی کا notification سیکرٹری اسمبلی آج ہی کر دیں گے۔اگلا سوال محترمہ عائشہ جاوید صاحبہ کا ہے۔

محترمہ عائشہ جاوید: جناب سپیکر! سوال نمبر 3217۔اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

لاہور۔گلبرگ ٹاؤن میں 36 غیر قانونی پلازہ نما عمارات کی تفصیلات

*3217: **محترمہ عائشہ جاوید:** کیا وزیر لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ گلبرگ ٹاؤن کی حدود میں 36 عدد غیر قانونی پلازہ نما عمارات موجود ہیں، ان کے ناموں سے آگاہ کریں؟

(ب) ان غیر قانونی پلازہ نما عمارات کی تعمیر میں جن افسران واہلکاران کی سرپرستی حاصل تھی اور ان کے خلاف حکومت پنجاب نے آج تک کیا کارروائی کی، اگر نہیں کی تو اس کی وجوہات سے ایوان کو آگاہ کریں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں):

(الف) گزارش ہے کہ محترمہ عائشہ جاوید، ایم پی اے نے 36 عدد غیر قانونی پلازہ نما عمارات کا ذکر کیا ہے اس ضمن میں تحریر ہے کہ گلبرگ ٹاؤن کی حدود میں واقع زیادہ تر سٹرکیں ایل ڈی اے کے زیر کنٹرول ہیں۔گلبرگ ٹاؤن کے زیر کنٹرول علاقہ میں صرف دو غیر قانونی پلازے واقع تھے جو کہ ڈیوس روڈ پر واقع تھے ان کو مسمار کر دیا گیا ہے۔ان کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

نمبر:1	انٹر ورلڈ ٹریولز	25 A ڈیوس روڈ لاہور
نمبر:2	دیوان پلازہ	25 A ڈیوس روڈ لاہور

(ب) گلبرگ ٹاؤن کے پاس ایسے افسران واہلکاران کی کوئی تفصیل موجود نہ ہے مطلوبہ فہرست کے مہیا ہونے کے بعد ہی کسی افسر واہلکار کے خلاف کارروائی کا تعین کیا جا سکے گا۔

محترمہ عائشہ جاوید: جناب سپیکر! یہاں جواب کے جز (الف) میں کہا گیا ہے کہ "گلبرگ کے زیر کنٹرول علاقہ میں 36 عدد پلازوں میں سے صرف دو پلازے غیر قانونی ہیں جن کو گرایا جا چکا ہے" باقی 34

پلازوں کی کوئی explanation نہیں دی گئی، یہ جواب میری سمجھ سے باہر ہے اور کیا معزز پارلیمانی سیکرٹری صاحب مجھے ذرا سمجھانا پسند کریں گے ؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیو نٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر! یہاں جواب میں بڑا واضح طور پر لکھا گیا ہے کہ "گلبرگ ٹاؤن کی حدود میں واقع زیادہ تر سڑکیں ایل۔ڈی۔اے کے زیر کنٹرول ہیں۔گلبرگ ٹاؤن کے زیر کنٹرول علاقے میں صرف دو غیر قانونی پلازے واقع تھے جو کہ ڈیوس روڈ پر موجود تھے ان کو مسمار کر دیا گیا ہے "ان سب پلازوں کی تفصیل میرے پاس موجود ہے اگر محترمہ دیکھنا چاہیں تو میں حاضر ہوں۔

محترمہ عائشہ جاوید: جناب سپیکر! یہاں پر لکھا ہوا جواب تو میں بھی پڑھ چکی ہوں۔ میں نے اب اس کی وضاحت طلب کی ہے۔ پارلیمانی سیکرٹری صاحب یہ فرما رہے ہیں کہ زیادہ تر سڑکیں ایل ڈی اے کے زیر کنٹرول ہیں تو کیا ڈیوس روڈ ایل ڈی اے کے کنٹرول میں نہیں ہے، انہیں چاہیئے تھا کہ اس سوال کا جواب دینے کے لئے محکمہ ہاؤسنگ کو کہتے، یہ اس کا جواب خود کیوں دے رہے ہیں ؟ ایک جگہ پر یہ اس کو own کر رہے ہیں جبکہ دوسری جگہ پر یہ disown کرتے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: میرا خیال ہے کہ آپ نے اپنے سوال میں گلبرگ ٹاؤن کی حدود کے بارے میں پوچھا ہے۔

محترمہ عائشہ جاوید: جناب سپیکر! اس سوال کا جواب صحیح نہیں دیا گیا، اس کا جواب یہ نہیں بنتا کہ یہ علاقہ ایل ڈی اے کے زیر کنٹرول ہے۔ اگر ایل ڈی اے کے زیر کنٹرول ہے تو پھر اس کا جواب محکمہ ہاؤسنگ سے لیا جانا چاہیئے کیونکہ اس حوالے سے administrative department محکمہ ہاؤسنگ بنتا ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیو نٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر! جو دو پلازے ٹی ایم اے کی jurisdiction میں ہیں ان کے بارے میں ہم نے وضاحت کر دی ہے باقی وضاحت محکمہ ہاؤسنگ والے کریں گے۔

جناب قائم مقام سپیکر: چلیں، آپ اس سوال کو محکمہ ہاؤسنگ کو بھجوادیں وہ خود اس کا جواب دے دیں گے۔

محترمہ عائشہ جاوید: جناب سپیکر! میں آخری اور بڑا اہم ضمنی سوال کرنا چاہتی ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، فرمائیں!

محترمہ عائشہ جاوید: جناب سپیکر! جواب کے جز(ب) میں کہا گیا ہے کہ "گلبرگ ٹاؤن کے پاس ایسے افسران واہلکاران کی کوئی تفصیل موجود نہیں ہے" یہ کیسے ممکن ہے کہ ان کے پاس کوئی فہرست موجود نہ ہو؟ جب کسی رہائشی یا کمرشل علاقے میں کوئی پلازہ بنایا جاتا ہے تو اس کی سکیم submit کرائی جاتی ہے، اس کے complete construction plans submit کئے جاتے ہیں۔اس کی منظوری جو افسر دیتا ہے کیاان کے پاس اس کا کوئی ریکارڈ نہیں ہے؟ یہ کیسے ممکن ہے کہ ان کے پاس اس کا کوئی ریکارڈ نہ ہو؟

ڈاکٹر محمد اشرف چوہان: جناب سپیکر! جز(ب) کا جو جواب دیا گیا ہے میرے خیال میں یہ اسمبلی کی توہین ہے۔ محکمہ یہ بھی نہیں بتا سکا کہ وہ اہلکار کون ہیں کہ جنہوں نے اس غلط کارروائی کی اجازت دی تھی؟ یہ بات پہلے عام public میں بھی discuss ہو چکی ہے کہ جب کروڑوں، اربوں روپے کی investment سے بنے ہوئے پلازے گرائے گئے ہیں تو جن افسران نے یہ پلازے بنانے کی اجازت دی تھی ان کے خلاف کوئی کارروائی کیوں نہیں کی گئی؟ جب ان پلازوں کی construction ہو رہی تھی تو جو لوگ اس وقت اس کام کی نگرانی کے لئے متعین تھے وہ بچ نکلے ہیں جبکہ لوگوں کی اربوں روپے کی investment ضائع ہو گئی ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ سراسر ناانصافی ہے، جن لوگوں نے یہ اجازت دی تھی ان کے اسمبلی کے floor پر نام آنے چاہئیں اور ان کے خلاف کارروائی بھی لازمی ہونی چاہئے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر! ایل ڈی اے کے ملازمین کی فہرست ٹی ایم اے گلبرگ ٹاؤن کے پاس موجود ہے۔ یہ تفصیل محکمہ ہاؤسنگ کو دی جا چکی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب! آپ نے جز(ب) کا جو جواب دیا ہے ذرا اس کو repeat کر دیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر! اگر واقعی ایسے لوگوں کی نشاندہی نہیں ہوئی تو پھر میں سمجھتا ہوں کہ یہ بڑی غلط بات ہے۔ ہم اس کی پوری تفصیلات لیں گے اور اس پر action لیا جائے گا۔

جناب قائم مقام سپیکر: نہیں، آپ کیا action لیں گے؟ ابھی آپ ذرا جز(ب) کا جواب دوبارہ پڑھیں۔ آپ کے پاس جز(ب) کا جو جواب ہے وہ پڑھیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ(چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر!اس میں لکھا ہوا ہے کہ "گلبرگ ٹاؤن کے پاس ایسے افسران واہلکاران کی تفصیل موجود نہ ہے مطلوبہ فہرست کے مہیا ہونے کے بعد ہی کسی افسر و اہلکار کے خلاف کارروائی کا تعین کیا جا سکے گا۔" میں عرض کروں گا کہ اس وقت ایل ڈی اے کے جو افسران تھے یہ ان کی بات ہو رہی ہے جن افسران نے اُن پلازہ والوں کی سرپرستی کی تھی یہ ان کی بابت بات ہو رہی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: تو پھر آپ کو یہ جواب دینا چاہئے تھا کہ اس کا جواب محکمہ ہاؤسنگ والے دیں گے یا پھر آپ کو محکمہ ہاؤسنگ سے جواب لے کر ان افسران کی فہرست House میں provide کرنی چاہئے تھی۔ میں سیکرٹری اسمبلی سے کہتا ہوں کہ گلبرگ ٹاؤن میں ہمارے جو بھی ایم پی اے صاحبان ہیں، وہ اور محسن لغاری صاحب کو شامل کر کے ایک کمیٹی بنائی جائے۔ یہ کمیٹی پارلیمانی سیکرٹری لوکل گورنمنٹ کے ساتھ بیٹھے گی اور اس سارے معاملے کو دیکھے گی۔ کمیٹی ان افسروں کے ناموں کا تعین کرے گی اور ان کے خلاف کیا کارروائی ہوئی اس بارے میں کل House کو apprise کرے گی۔ عائشہ جاوید صاحبہ کو بھی اس کمیٹی میں شامل کیا جائے کیونکہ ان کا سوال ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ(چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر! بہتر ہے، ایسا ہی ہو گا۔

جناب قائم مقام سپیکر: اب وقفہ سوالات ختم ہو چکا ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ(چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر! میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

فیصل آباد شہر میں فائر بریگیڈ کی گاڑیوں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*2176: **محترمہ زوبیہ رباب ملک:** کیا وزیر لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) فائر بریگیڈ فیصل آباد کے پاس آگ بجھانے والی کتنی گاڑیاں ہیں یہ کس کس ماڈل کی ہیں ان میں سے کتنی چالو حالت میں اور کتنی خراب ہیں؟

(ب) فائر بریگیڈ فیصل آباد کے پاس آگ بجھانے کے لئے کون کون سے آلات اور مشینری ہے، یہ کب خرید کی گئی تھی، اس میں کتنی چالو حالت اور کتنی خراب ہیں؟

(ج) کیا فائر بریگیڈ فیصل آباد کے پاس 9 سے اوپر کی منزلوں کی آگ پر قابو پانے کے لئے گاڑیاں ہیں، اگر ہاں تو کتنی ہیں؟

(د) فائر بریگیڈ فیصل آباد کی ٹیم میں اس وقت کتنے فائر فائٹر کام کر رہے ہیں اور ان فائر فائٹر کو کہاں کہاں سے آگ پر قابو پانے کی تربیت دلوائی گئی ہے؟

(ہ) کیا فائر بریگیڈ فیصل آباد کے پاس آٹھ سے اوپر کی منزلوں پر آگ پر قابو پانے کے لئے مطلوبہ آلات اور مشینری ہے، اگر نہیں تو کیا حکومت موجودہ دور کے مطابق مشینری اور آلات فراہم کرنے کو تیار ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) فائر سروسز ڈیپارٹمنٹ فیصل آباد کے پاس 19 فائر وہیکلز ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:-

-1 12 گاڑیاں چالو حالت میں ہیں۔ -2 2 گاڑیاں قابل مرمت ہیں۔

-3 5 گاڑیاں نیلام ہونی ہیں۔

چالو گاڑیوں کی تفصیل درج ذیل ہے:-

-1 2 گاڑیاں ماڈل 2007 -2 5 گاڑیاں ماڈل 2008

-3 3 گاڑیاں ماڈل 1993 -4 ایک گاڑی ماڈل 1987

دو عدد گاڑیاں ماڈل 1993 قابل مرمت ہیں جبکہ نیلام ہونے والی گاڑیوں کی تفصیل درج ذیل ہے:-

-1 1 عدد گاڑی ماڈل 1987 -2 1 عدد گاڑی ماڈل 1982

-3 2 عدد گاڑیاں ماڈل 1975 -4 2 عدد گاڑیاں ماڈل 1970

(ب) فائر سروسز فیصل آباد کے پاس آگ بجھانے کے لئے درج ذیل آلات موجود ہیں۔

ہوز پائپ	76 عدد
نوزل مع برانچ پائپ	12 عدد
فوم نوزل	8 عدد
گن نوزل	6 عدد
فوم کیمیکل	350 لٹر

بیلچے	56عدد
سیڑھیاں ایلومونیم	12عدد

(ج) فائر سروسز فیصل آباد کے پاس زیادہ سے زیادہ 30 فٹ تک کی سیڑھیاں ہیں جبکہ زیادہ اونچی سیڑھی والی گاڑی موجود نہ ہے۔ محکمہ 1122 فیصل آباد کے لئے 200 فٹ لمبائی والی گاڑی منگوا رہا ہے۔

(د) فائر سروسز فیصل آباد ڈیپارٹمنٹ میں 101 فائر فائٹر کام کر رہے ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

71 فائر مین جنہوں نے فائر مین کا کورس سول ڈیفنس سکولس لاہور اور سول ڈیفنس فیض آباد سے کیا ہوا ہے۔ان میں سے 10 اہلکاروں نے ہیڈ فائر مین کا اور 10 اہلکاروں نے سٹیشن فائر آفیسر کا کورس اسلام آباد اکیڈمی سے کیا ہوا ہے۔4 ہیڈ فائر مینوں نے ہیڈ فائر مین کا کورس سول ڈیفنس لاہور سکول سے کیا ہوا ہے۔22 ڈرائیورز نے سول ڈیفنس سکول لاہور اور فیصل آباد سے فائر فائٹنگ کی تربیت حاصل کی ہوئی ہے۔

(ہ) فیصل آباد فائر سروسز کے پاس 8 منزلہ عمارت تک آگ بجھانے کے لئے مطلوبہ گاڑی نہ ہے۔ مطلوبہ گاڑی زر کثیر سے خرید ہونا ہے جس کے لئے فنڈز نہ ہیں اور فنڈز 5 کروڑ روپے درکار ہیں۔

لاہور کی یونین کونسلز کی تعداد و دیگر تفصیلات

*2536: جناب محمد نوید انجم: کیا وزیر لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) لاہور کی کتنی یونین کونسلز ہیں؟

(ب) ان یونین کونسلز میں صفائی کے لئے کمیٹیاں کب بنائی گئی تھیں؟

(ج) کیا حکومت ان یونین کونسلز کی کمیٹیاں موجودہ آبادی کے مطابق بڑھانے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) ضلع لاہور 150 یونین کونسلز پر مشتمل ہے۔

(ب) ان یونین کونسلز میں صفائی کے لئے کمیٹیاں اگست 2001 میں بنائی گئی تھیں۔

(ج) حکومت ان یونین کونسلز کی بیٹیں موجودہ آبادی کے مطابق بڑھانے کا ارادہ رکھتی ہے اور اس سلسلے میں کیس حکومت کو بھجوایا گیا ہے جس کی منظوری جلد متوقع ہے۔

لاہور میں یونین کونسلز کی طرف سے شہریوں سے صفائی ٹیکس لینے کی تفصیلات

*2552: جناب محمد نوید انجم: کیا وزیر لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

کیا یہ درست ہے کہ لاہور میں یونین کونسلز شہریوں سے صفائی ٹیکس وصول کر رہی ہے جبکہ واسا لاہور بھی شہریوں سے اپنے بلوں کے ساتھ صفائی ٹیکس وصول کر رہا ہے، ڈبل ٹیکس لینے کی وجوہات سے آگاہ فرمائیں؟

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ لاہور منظور شدہ نوٹیفکیشن کے مطابق محکمہ واسا کے ذریعے صرف ان رہائشی اور کمرشل یونٹس سے صفائی فیس 30 فیصد پانی کے بلوں کے مطابق وصول کرتی ہے جو کہ محکمہ واسا نے اپنے سروے میں پانی کے بلوں میں شامل کئے ہوئے ہیں۔ان میں سے محکمہ SWM وصول نہیں کرتا بلکہ وصول شدہ رقم پر 15 فیصد بطور ریکوری چارجز محکمہ واسا کو ادا کئے جاتے ہیں۔

دیگر تمام کمرشل دکانات اور فیکٹریوں سے سینیٹی ٹیشن فیس بذریعہ عملہ محکمہ SWM خود صول کرتا ہے جو کہ محکمہ واسا کے پانی کے سروے میں شامل نہیں ہیں اور ان کو پانی کے بل جاری نہیں ہوتے۔اس طرح یہ تاثر بالکل درست نہ ہے کہ ایک ہی پراپرٹی سے محکمہ واسا اور SWM دونوں ہی صفائی فیس وصول کرتے ہیں بلکہ ایک ہی محکمہ کسی ایک پراپرٹی کے مالک سے صفائی فیس وصول کرتا ہے۔

دیگر تمام کمرشل دکانات، رہائشی مکانات اور فیکٹریوں جن سے واسا کا عملہ بوجہ ان کے ریکارڈ میں شامل نہ ہونے کی بناء پر صفائی فیس وصول نہیں کرتا ان سے SWM کا عملہ فیس کلکٹر مندرجہ ذیل شرح سے صفائی فیس وصول کرتا ہے:-

1-	دکان	-/50 روپے ماہوار
2-	فیکٹری	-/100 روپے ماہوار
3-	رہائشی	Nil

مندرجہ بالا سے یہ عیاں ہے کہ جن کمرشل یونٹس اور رہائشی مکانات سے واسا صفائی فیس وصول کرتا ہے ان سے محکمہ SWM وصول نہیں کرتا جبکہ یونین کونسل صفائی فیس وصول نہیں کرتی اس طرح صفائی فیس کے ضمن میں کسی قسم کی ڈبل وصولی نہیں ہو رہی۔

ضلعی حکومت سرگودھا کو فنڈز کی فراہمی و دیگر تفصیلات

*2737: **محترمہ زوبیہ رباب ملک:** کیا وزیر لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) مالی سال08۔2007اور09۔2008 کے دوران ضلع سرگودھا کو صوبائی حکومت کی طرف سے کتنے فنڈز فراہم کئے گئے؟

(ب) ان سالوں کے دوران ضلعی حکومت سرگودھا کا اپنا بجٹ کتنا تھا؟

(ج) ان سالوں کے دوران ضلعی حکومت کی طرف سے T.M.A بھلوال کو کتنی رقم سالانہ دی گئی؟

(د) ضلعی حکومت نے ان سالوں کے دوران اس تحصیل میں کتنی رقم ترقیاتی منصوبوں پر خرچ کی؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) صوبائی حکومت نے مالی سال08-2007اور09-2008 کے دوران ضلعی حکومت سرگودھا کو بالترتیب934.960ملین روپے اور750.309ملین روپے فراہم کئے۔

(ب) ضلعی حکومت سرگودھا کا اپنا بجٹ08-2007اور 09-2008میں بالترتیب493.109 ملین روپے اور74.457ملین روپے تھا۔

(ج) ٹی ایم اے بھلوال کو4.200 ملین روپے (یونین ناظم) چک نمبر7جنوبی ماڈل ویلج کو2.802 ملین روپے اور2.500ملین روپے ماڈل ویلج چک نمبر8جنوبی کے لئے دیئے گئے۔

(د) ضلعی حکومت سرگودھا نے سال08-2007اور09-2008 کے دوران ٹی ایم اے بھلوال میں ترقیاتی منصوبوں پر جو رقم خرچ کی اس کی تفصیل درج ذیل ہے:-

محکمہ	سیکٹر	رقم 2007-08	2008-09	ٹوٹل
ای ڈی او (سی ڈی)	سی سی بی (ڈی اے ڈی پی)	56.062	4.568	60.630
واٹر مینجمنٹ	واٹر کورسز (ٹائڈ گرانٹ)	17.800	1.823	19.623

این ایل سی	ای ایس آر (ٹائڈ گرانٹ)	دونوں سالوں میں مجموعی طور پر 23.600 ملین روپے کی رقم خرچ کی گئی۔		23.600
این ایل سی	ایچ ایس آر (ٹائڈ گرانٹ)	دونوں سالوں میں مجموعی طور پر 17.236 ملین روپے کی رقم خرچ کی گئی۔		17.236
ڈسٹرکٹ لائیو سٹاک	ٹائڈ گرانٹ	4.377	1.302	5.679
ڈی او بلڈنگ	(ٹائڈ گرانٹ)	137.949	215.535	353.484
	ڈی اے ڈی پی	31.825	26.155	57.980
ڈی او (روڈز)	(ٹائڈ گرانٹ)	47.121	20.877	67.998
	ڈی اے ڈی پی	67.543	10.887	78.430
	ٹوٹل	362.677	281.147	684.66

ضلعی ناظم کے صوابدیدی فنڈز کی تفصیلات

*2846: محترمہ سکینہ شاہین خان: کیا وزیر لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

ضلع ناظم کے صوابدیدی فنڈز کتنے ہوتے ہیں، ضلع ناظم لاہور نے پچھلے دو سالوں میں اپنے صوابدیدی فنڈز کا استعمال کہاں کہاں کیا، آگاہ فرمائیں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

ضلع ناظم لاہور کے استعمال میں کوئی صوابدیدی فنڈ نہ ہیں اور نہ ہی ان کا کبھی استعمال ہوا ہے۔

سلاٹر ہاؤس لاہور میں گوشت کو جراثیم سے بچانے کے اقدامات

*2849: محترمہ سکینہ شاہین خان: کیا وزیر لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) سلاٹر ہاؤس لاہور میں اوسطاً روزانہ کتنے جانور ذبح کرنے کے لئے لائے جاتے ہیں؟

(ب) گوشت کو مچھروں اور دیگر خطرناک جراثیم سے بچانے کے لئے کیا انتظامات موجود ہیں، آگاہ فرمائیں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) سلاٹر ہاؤس کوٹ کمبوہ میں ذبح کرنے کے لئے درج ذیل جانور لائے جاتے ہیں:۔

-1 راس (بڑاجانور) تقریباً 350 اوسطاً روزانہ
-2 شاخ (چھوٹاجانور) تقریباً 5000 اوسطاً روزانہ

(ب) سلاٹرہاؤس کوٹ کمبوہ میں مچھروں سے بچاؤ کے لئے آہنی جالیوں پر مبنی انتظامات کئے ہوئے ہیں جبکہ خطرناک جراثیم سے بچاؤ کے لئے روزانہ جراثیم کش ادویات مثلاً چونا اور سپرے وغیرہ کاانتظام موجود ہے۔

2002تا2007پی پی-288میں ترقیاتی منصوبے ودیگر تفصیلات

*2853: میاں شفیع محمد: کیاوزیرلوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) سال 2002 سے 2007 تک حکومت نے حلقہ پی پی-288 رحیم یار خان میں کون کون سے ترقیاتی منصوبے شروع کئے تھے ان منصوبوں کے نام مع مختص کی گئی رقم کی تفصیل بتائی جائے؟

(ب) جو منصوبہ جات مکمل کئے جاچکے ہیں ان کی تکمیل کی تاریخ مع ان منصوبہ جات کی تکمیل کے لئے مقرر کردہ مدت کی تفصیل فراہم کی جائے؟

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) حلقہ پی پی-288 رحیم یار خان میں سال 2002 سے 2007 تک جو منصوبہ جات شروع کئے گئے ان منصوبہ جات کی سال وار تفصیل درج ذیل ہے:-

نمبر شمار	سال	تعداد منصوبہ جات	تخمینہ لاگت (روپے)
1	2002-03	2	49,98,000/-
2	2003-04	6	48,90,000/-
3	2004-05	19	48,80,000/-
4	2005-06	12	47,91,000/-
5	2006-07	5	32,46,280/-

سکیموں کے نام اور تخمینہ لاگت کی تفصیل تتمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) تمام منصوبہ جات جو سال 2002 سے 2007 تک شروع کئے گئے تھے جن کی تفصیل جز (الف) میں بیان کر دی گئی ہے مکمل ہو چکے ہیں۔ سکیموں کی تکمیل کے لئے مقرر کردہ مدت کی تفصیل تتمہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

بائی پاس میاں چنوں نہر لوئر باری دوآب پل 16
براستہ چک 128/15ایل روڈ کی مرمت

*2881: رانا بابر حسین: کیا وزیر لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) بائی پاس میاں چنوں سے نہر لوئر باری دوآب پل 16 والی براستہ چک 128/15-ایل سڑک کی سال 08-2007 اور 09-2008 کے دوران کتنی رقم سالانہ مرمت پر خرچ ہوئی ہے؟

(ب) ہر دفعہ کس کس ٹھیکیدار نے کام کیا ہے، ان کے نام اور پتاجات بتائیں؟

(ج) کیا یہ درست ہے کہ اس سڑک کی حالت انتہائی خستہ ہے اور جگہ جگہ سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے؟

(د) کیا حکومت اس سڑک کی مرمت کروانے اور مٹی ڈلوانے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) سال 08-2007 اور 09-2008 کے دوران بائی پاس میاں چنوں سے نہر لوئر باری دوآب پل 16 والی براستہ چک L-15/128 سڑک کی کوئی مرمت نہ کی گئی ہے۔

(ب) چونکہ مذکورہ سڑک کی کوئی مرمت نہ کی گئی ہے لہذا کسی ٹھیکیدار نے کوئی کام نہ کیا ہے۔

(ج) اندرون چک L-15/128 سڑک قابل مرمت ہے۔

(د) ضلعی حکومت اس سڑک کی مرمت کروانے کا ارادہ رکھتی ہے فنڈز کی دستیابی پر مذکورہ سڑک کی مرمت کر دی جائے گی۔

ضیاء الحق کالونی پیرودھائی راولپنڈی کی کچی آبادی کی تفصیلات

*2887: جناب ضیاء اللہ شاہ: کیا وزیر لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ضیاء الحق کالونی پیرودھائی راولپنڈی میں کچی آبادی واقع ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس کچی آبادی کے مالکانہ حقوق مکینوں کو مل چکے ہیں؟

(ج) کتنے مکینوں کو مالکان حقوق مل گئے ہیں اور کتنے رہ گئے ہیں، تفصیل سے آگاہ فرمائیں؟

وزیراعلیٰ(میاں محمد شہباز شریف):

(الف) یہ درست ہے کہ ضیاء الحق کالونی راولپنڈی میں کچی آبادی واقع ہے۔یہ ایک منظور شدہ کچی آبادی ہے جس کی زمین پاکستان ریلوے کی ملکیت ہے۔پاکستان ریلوے نے اس کچی آبادی کا جزویNOCجاری کیا ہے جس کی بناء پر ابھی تک باقاعدہ نوٹیفکیشن نہ کیا جاسکا ہے۔

(ب) 204قابضین کو مالکانہ حقوق عرصہ 2003تا2007 میں دیئے جا چکے ہیں۔

(ج) 204قابضین کو مالکانہ حقوق مل چکے ہیں اور 200 قابضین کو مالکانہ حقوق نہ دیئے گئے ہیں کیونکہ پاکستان ریلوے کی طرف سے مکملNOCجاری نہ کیا گیا ہے۔جونہیNOCموصول ہوگا اس کچی آبادی کے مالکانہ حقوق کی تفویض کا کام شروع کردیا جائے گا۔

سیالکوٹ شہر کی سڑکوں کی صورتحال

*3237:رانا آصف محمود:کیا وزیر لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) سال08۔2007اور09-2008 کے دوران سیالکوٹ شہر کی جن سڑکوں کی تعمیر کی گئی ان کے نام اور تخمینہ لاگت بتائیں؟

(ب) ان میں سے کتنی سڑکیں مکمل ہو چکی ہیں اور کون کون سی نامکمل ہیں؟

(ج) نامکمل سڑکیں کب تک مکمل ہوں گی؟

وزیراعلیٰ(میاں محمد شہباز شریف):

(الف)سیالکوٹ شہر میں سال08-2007اور09-2008میں کل29سڑکوں کی تعمیر کی گئی ان کے نام اور تخمینہ لاگت کی تفصیل تتمہ (الف)ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب)ان میں سے20 سڑکیں مکمل ہو چکی ہیں اور 9 سکیمیں ابھی تک نامکمل ہیں جن کی تفصیل تتمہ (ب)ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) نامکمل سڑکیں30۔جون2009تک مکمل ہو جائیں گی۔

موضع فیض آباد تحصیل دیپالپور(اوکاڑہ)کے قبرستان کی تفصیلات

*3355:رانا آصف محمود:کیا وزیر لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ موضع فیض آباد کھولے مرید تحصیل دیپالپور ضلع اوکاڑہ کے قبرستان کی چار دیواری نہ ہے اور نہ ہی جنازگاہ ہے؟

(ب) مذکورہ قبرستان کا کل کتنا رقبہ ہے اور اس وقت کتنے رقبے پر بااثر لوگوں نے ناجائز قبضہ کر رکھا ہے؟

(ج) کیا حکومت مذکورہ قبرستان میں جنازگاہ تعمیر کرنے، چار دیواری بنانے، قبرستان کا رقبہ پورا کرنے، ناجائز قابضین سے رقبہ واپس لینے اور ان کے خلاف کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر ہاں تو کب تک، اگر نہیں تو اس کی وجوہات سے آگاہ فرمائیں؟

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) یہ درست ہے۔

(ب) مذکورہ قبرستان کا کل رقبہ 8 ایکڑ ہے جبکہ 5 ایکڑ رقبہ پر درج ذیل افراد نے ناجائز قبضہ کر رکھا ہے۔

1- محمد منشاء ولد دارا وٹو
2- محمد سرور ولد دارا وٹو
3- گوہر علی ولد احمد یار وٹو
4- محمد نواز ولد محمد امیر وٹو
5- محمد اسلم ولد سعید وٹو
6- نور احمد ولد فتح محمد وٹو

(ج) اس قبرستان کی زمین TMA کی ملکیت نہ ہے۔ بورڈ آف ریونیو کو البتہ درخواست کی گئی ہے کہ قبرستان کی حد بندی کر کے ناجائز قابضین کی نشاندہی کی جائے۔ اس درخواست کی کاپی تتمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

ضلع منڈی بہاؤالدین کی سڑکوں کی از سر نو تعمیر کا مسئلہ

*3399: جناب وسیم افضل گوندل: کیا وزیر لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ گوجرہ تا تحصیل ہیڈ کوارٹر ملکوال روڈ اور پنڈی راواں تا ملکوال براستہ مونا سیداں ضلع منڈی بہاؤالدین روڈز ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں؟

(ب) سال 08-2007 اور 09-2008 کے دوران ان روڈز کی سالانہ مرمت پر کتنی رقم خرچ ہوئی؟

(ج) کیا حکومت ان روڈز کی از سر نو تعمیر جلد از جلد کروانے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) یہ درست ہے کہ گوجرہ تا تحصیل ہیڈ کوارٹر ملکوال روڈ اور پنڈی راواں تا ملکوال براستہ مونا سیداں ضلع منڈی بہاؤالدین روڈز ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں۔

(ب) ملکوال تا گوجرہ روڈ کی بہتری اور کشادگی کا کام 08-2007 میں ملکوال کی طرف سے ابتدائی تین کلو میٹر لمبائی پر شروع کیا گیا۔ سڑک کے اس حصے پر کام کا تخمینہ لاگت اس وقت تیس ملین روپے تھا جبکہ صوبائی حکومت نے اس مقصد کے لئے ضلعی حکومت کو ابتدائی طور پر دس ملین روپے کے فنڈز جاری کئے۔ ضلعی محکمہ روڈز نے ٹھیکیدار کو کام الاٹ کیا جس نے اسی مالی سال (08-2007) کے دوران جاری شدہ فنڈز کے برابر مالیت کا کام مکمل کر دیا جبکہ مزید فنڈز کی عدم دستیابی کے باعث کام رکا پڑا ہے۔

پنڈی راواں تا ملکوال براستہ مونا سیداں روڈ کا ایک حصہ جس کی لمبائی 1.68 کلو میٹر ہے کی مرمت شوگر کین (ڈویلپمنٹ) سیس پروگرام برائے سال 09-2008 کے تحت کی جا رہی ہے جو کہ انشاء اللہ مکمل ہو جائے گی۔ اس کام کا تخمینہ لاگت مبلغ 2.767 ملین روپے ہے۔

(ج) جناب نذر محمد گوندل وفاقی وزیر خوراک و زراعت نے مورخہ 18-07-2009 کو جناب وزیر اعلیٰ پنجاب سے اپنی ملاقات میں سڑک از گوجرہ تا ملکوال کی مرمت / توسیع کے لئے فنڈز جاری کرنے کی درخواست کی۔ جناب وزیر اعلیٰ پنجاب نے اس مقصد کے لئے مبلغ 15 ملین روپے جاری کرنے کی منظوری دے دی۔ اس سڑک کی کشادگی، بہتری اور تعمیر نو کا تخمینہ تقریباً مبلغ 252.930 ملین روپے ہے۔ سڑک از پنڈی راواں تا ملکوال براستہ مونا سیداں کی کشادگی و بہتری اور تعمیر نو کا تخمینہ تقریباً 350 ملین روپے ہے۔ سڑک از پنڈی راواں تا ملکوال براستہ مونا سیداں کی کشادگی و بہتری اور تعمیر نو کا تخمینہ تقریباً 350 ملین روپے ہے۔ دونوں سڑکوں کی کشادگی، بہتری اور تعمیر نو کے پراجیکٹس بہت بڑے سائز کے

ہیں جو کہ صوبائی محکمہ شاہرات کے ذریعے صوبائی حکومت کی طرف سے ضروری فنڈز کی فراہمی پر زیر عمل لائے جا سکتے ہیں۔

ضلع چنیوٹ میں ڈی سی او، ڈی پی او کی تعیناتی و دیگر تفصیلات

*3442: سید حسن مرتضیٰ: کیا وزیر لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ چنیوٹ ضلع بن چکا ہے اور یکم جولائی 2009 سے operative ہو جائے گا؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ ضلع چنیوٹ میں ڈی سی او اور ڈی پی او بھی تعینات ہو چکے ہیں؟

(ج) اگر درج بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت اے ڈی پی میں ضلع جھنگ کے لئے مختص شدہ تمام ترقیاتی منصوبوں میں چنیوٹ کے حصے کو الگ رکھنے کا ارادہ رکھتی ہے یا ڈی سی او چنیوٹ کو اس کمیٹی میں ممبر بنانے کا ارادہ رکھتی ہے مکمل وضاحت سے جواب دیا جائے اگر نہیں تو اس کی وجوہات سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

(د) ضلع جھنگ کے تمام دفاتر میں جو بھرتیاں ہو رہی ہیں اس میں جو چنیوٹ کا حصہ ہے اسے pending کر کے چنیوٹ کو دینے کا بھی کوئی ارادہ ہے اگر ہاں تو تمام بھرتیوں میں چنیوٹ کا کتنا حصہ ہے اور اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) بمطابق رپورٹ BOR چنیوٹ ضلع بن چکا ہے اور یکم جولائی 2009 سے operative ہو چکا ہے کاپی تتمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) درست ہے۔

(ج) ضلع جھنگ کے اکاؤنٹ IV میں 1707.003 ملین روپے میں سے نئے ضلع چنیوٹ کا حصہ 327.832 ملین روپے بذریعہ چٹھی نمبری DO(F&B)/G/1234 مورخہ 24-07-2009 ٹرانسفر کر دیا گیا ہے۔ کاپی تتمہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) عنوان بالا میں سکیل نمبر ایک تا سکیل نمبر 4 کی بھرتیوں کے لئے اپریل / مئی 2009 میں اخبار اشتہار دیئے گئے تھے لیکن حکومت پنجاب کی طرف سے بھرتی کی اجازت نہ دی گئی ہے۔

کل 573 اسامیوں میں سے چنیوٹ کی 175 اسامیاں علیحدہ ظاہر کی گئی ہیں۔ان اسامیوں پر ضلع چنیوٹ میں ہی بھرتیاں کی جا سکتی ہیں۔تفصیل خالی اسامیاں تتمہ (ج) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

فیصل آباد۔مذبحہ خانہ کو آبادی سے باہر منتقل کرنے کا مسئلہ

*3445: محترمہ انجم صفدر: کیا وزیر لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ کسی بھی رہائشی علاقے میں مذبحہ خانہ نہیں بنایا جا سکتا؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ فیصل آباد میں نڑوالہ روڈ پر گلشن کالونی اڈا مدن پورہ کے درمیان گنجان آباد رہائشی علاقہ میں مذبحہ خانہ موجود ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ مذبحہ خانہ کی وجہ سے علاقہ میں بدبو اور تعفن کی وجہ سے مکینوں کو بہت سی مشکلات کا سامنا ہے؟

(د) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا مذکورہ مذبحہ خانہ کو یہاں سے دوسری جگہ شفٹ کرنے کا حکومت کوئی ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک اور نہیں تو کیوں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) درست ہے۔

(ب) درست ہے لیکن یہ مذبحہ خانہ جب مذکورہ جگہ پر قائم کیا گیا تھا تو اس وقت یہ رہائشی علاقہ نہ تھا۔

(ج) درست ہے تاہم مذبحہ خانہ اور علاقہ میں صفائی کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے تاکہ اہل علاقہ کو کوئی پریشانی نہ ہو۔نیز ٹی ایم اے جناح ٹاؤن نے اب تک مذبحہ خانہ کی مرمت و صفائی کی بہتری کے لئے مبلغ۔/4000000 روپے خرچ کئے ہیں۔

(د) مذبحہ خانہ کو رہائشی علاقہ سے باہر منتقل کرنے کے لئے ٹی ایم اے کے پاس اتنے وسائل نہ ہیں اور نہ ہی اس مقصد کے لئے کوئی سرکاری اراضی ہے۔البتہ حکومت کی ہدایت پر بذریعہ مراسلہ نمبر GB/744 مورخہ 04-06-2009 ڈسٹرکٹ آفیسر (ریونیو) فیصل آباد کو تحریر کیا گیا کہ منڈی مویشیاں رہائشی علاقہ سے منتقل کرنے کے لئے شہر سے باہر (10 سے 12) ایکڑ رقبہ چک نمبر GB/67-66 اور نڑوالہ روڈ بائی پاس کے نزدیک کوئی سرکاری اراضی دستیاب

ہو تو ٹی ایم اے کو بتایا جائے تا کہ ٹی ایم اے اسے خرید سکے۔شہر سے باہر زمین دستیاب ہونے پر منڈی مویشیاں کے ساتھ ہی مذبحہ خانہ بھی رہائشی علاقہ سے باہر منتقل کرنے کی کارروائی عمل میں لائی جائے گی۔

پی پی۔233 میں واٹر سپلائی سکیموں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*3540: سردار خالد سلیم بھٹی: کیا وزیر لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) حلقہ پی پی۔233 بورے والا میں کتنی واٹر سپلائی سکیمیں ہیں؟

(ب) شہر بورے والا میں واٹر سپلائی کا منصوبہ کب اور کتنی لاگت سے شروع کیا گیا، کتنا مکمل ہو گیا ہے اور کتنا باقی ہے؟

(ج) منصوبے کی تکمیل میں تاخیر کی وجوہات بیان فرمائی جائیں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) حلقہ پی پی۔233 بورے والا میں 30 واٹر سپلائی سکیمیں ہیں۔ تفصیل تتمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) اربن واٹر سپلائی سکیم بورے والا کا منصوبہ محکمہ پبلک ہیلتھ انجینئرنگ وہاڑی نے سال 2009 میں شروع کیا۔ کل 22 عدد ٹیوب ویل لگانے ہیں جن کا تخمینہ لاگت 75.318 ملین روپے ہے اور یہ منصوبہ ایک سال میں مکمل ہونا ہے موقع پر تقریباً 30 فیصد کام مکمل ہو چکا ہے اور بمطابق رپورٹ محکمہ پبلک ہیلتھ انجینئرنگ وہاڑی تتمہ (ب) یہ کام آئندہ تین ماہ میں مکمل کر لیا جائے گا۔

(ج) رپورٹ محکمہ پبلک ہیلتھ انجینئرنگ وہاڑی تتمہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

لاہور شہر سے مویشی باہر لے جانے کی تفصیلات

*3593: محترمہ آمنہ الفت: کیا وزیر لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت نے گوالوں کو مویشی لاہور شہر سے باہر لے جانے کا حکم دیا اور اس کے لئے انہیں ایک کالونی کی صورت میں جگہ بھی فراہم کی؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ کچھ عرصہ بعد مویشیوں کی واپسی کا سلسلہ شروع ہو گیا اور کالونی کے لئے فراہم کردہ جگہ فروخت کرنے کی شکایات بھی سامنے آنے لگیں؟

(ج) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مویشیوں کو شہر سے باہر لے جانے کا فوری حکم جاری کرنے کو تیار ہے؟

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) درست ہے۔

(ب) جملہ 9 ٹاؤنز نے تحریر کیا ہے کہ انہوں نے لاہور شہر کی حدود سے مویشیوں کے انخلاء کی بھرپور مہم شروع کی ہوئی تھی اور تقریباً تمام گوالوں کو لاہور شہر کی حدود سے باہر نکال دیا تھا لیکن ان ٹاؤنز کے چند گوالوں نے مل کر عدالت عالیہ سے حکم امتناعی حاصل کر لیا جو تاحال جاری ہے۔ جونہی حکم امتناعی خارج ہو جائے گا تو تمام ٹی ایم ایز اپنی اپنی حدود میں موجود گوالوں کے انخلاء کی بھرپور کارروائی عمل میں لائیں گے چند گوالوں نے حکم امتناعی کا فائدہ اٹھا کر رات کی تاریکی میں مویشی دوبارہ اپنے اپنے گھروں میں لانا شروع کر دیئے۔ جہاں تک فراہم کردہ جگہ کی فروخت کا تعلق ہے اس سلسلہ میں کوئی بات ٹی ایم ایز کے علم میں نہ ہے۔

(ج) جیسا کہ جز (ب) میں وضاحت کر دی گئی ہے کہ چند گوالوں نے مل کر عدالت عالیہ سے حکم امتناعی حاصل کر رکھا ہے جس کی وجہ سے ٹی ایم ایز گوالوں کے خلاف کارروائی کرنے سے قاصر ہیں جونہی حکم امتناعی خارج ہو جائے گا تو تمام ٹی ایم ایز مویشیوں کے انخلاء کی بھرپور کارروائی عمل میں لائیں گے۔

ضلع شیخوپورہ کی کچی آبادیوں کو بجلی فراہم کرنے کی تفصیلات

*3813: چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): کیا وزیر لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

کیا حکومت پنجاب ماچس فیکٹری تحصیل فیروزوالا ضلع شیخوپورہ کے قریب واقع کچی آبادی کو بجلی کے کنکشن فراہم کرنے کے لئے واپڈا سے بات کر کے اس مسئلے کو حل کرنے کو تیار ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

کچی آبادی اسلام پورہ ماچس فیکٹری ایل ڈی اے لاہور کی باقاعدہ منظور شدہ / منتقل شدہ کچی آبادی ہے جو کہ ضلع لاہور میں تحصیل فیروز والا ضلع شیخوپورہ سے ملحقہ واقع ہے۔اس آبادی میں تمام بنیادی سہولیات زندگی مثلاً پانی، بجلی، سوئی گیس وغیرہ میسر ہیں۔

اسمبلی سوال میں جس آبادی کے متعلق تحریر کیا گیا ہے وہ ماچس فیکٹری (اسلام پورہ) سے ملحقہ واقع ہے جو کہ لال دین کالونی (اسلام پورہ نمبر2) کے نام سے آباد ہوئی ہے اور ضلع شیخوپورہ میں واقع ہے جو کہ نہ تو باقاعدہ طور پر منظور شدہ ہے اور نہ ہی یہ پنجاب کی منظور شدہ کچی آبادیوں کی فہرست میں شامل ہے۔

حکومت پنجاب صرف انہی کچی آبادیوں میں بنیادی سہولیات زندگی مہیا کرتی ہے جو کہ حکومتی پالیسی کے مطابق باقاعدہ طور پر منظور شدہ اور جس کی زمین متعلقہ بلدیاتی ادارے کو منتقل شدہ ہو۔

تحصیل level پر رہائشی کالونی کی رجسٹریشن کے لئے اراضی کا مسئلہ

*3855: سردار خالد سلیم بھٹی: کیا وزیر لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت پنجاب کے لاز کے تحت نئی رہائشی کالونی رجسٹرڈ کروانے کے لئے کم از کم رقبہ 160 کنال ہونا لازمی ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ تحصیل لیول کے شہروں میں جہاں پر آبادی کا زیادہ مسئلہ ہے وہاں بھی اس قانون پر عمل کیا جاتا ہے؟

(ج) کیا حکومت تحصیل لیول کے شہروں میں نئی کالونی بنانے کے لئے کم از کم رقبہ 80 کنال مختص کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) پنجاب پرائیویٹ سائٹ ڈویلپمنٹ سکیم (ریگولیشن) رولز 2005 کے قاعدہ نمبر 4(d) کے مطابق رہائشی سکیم کے لئے کم از کم رقبہ 160 کنال درکار ہے۔

(ب) درست ہے یہ قانون صوبہ بھر میں بلاتفریق نافذ العمل ہے۔

(ج) چونکہ یہ قانون صوبہ بھر میں نافذالعمل ہے لہذااس میں کسی قسم کی رعائیت کی گنجائش نہ ہے مجوزہ قانون کے مطابق ہر رہائشی کالونی میں قبرستان، کھیل کے لئے میدان / پارک وغیرہ کے لئے جگہ مختص کرنالازم ہے جوکہ اس سے کم رقبہ میں ممکن نہ ہے لہذا نئی کالونی بنانے کے لئے160 کنال سے کم رقبہ کی اجازت نہ دیناہی مناسب ہے۔

محکمہ کے اشتہاری قرار دیئے گئے آٹھ ملازمین کی تفصیلات

*4119:جناب محمد محسن خان لغاری:کیاوزیر لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ صوبہ میں محکمہ لوکل گورنمنٹ کے8ملزمان افسران اور ملازمین اشتہاری قرار دیئے گئے ہیں؟

(ب) اگر جواب اثبات میں ہے تومذکورہ افسران کے نام، عہدے اور جرم کی نوعیت سے ایوان کو آگاہ کیاجائے؟

(ج) مذکورہ افسران وملازمین کب سے اشتہاری ہیں اورانہیں ابھی تک گرفتار نہ کرنے کی وجوہات کیاہیں؟

(د) مذکورہ اشتہاریوں میں کتنے ایسے ہیں جن کے خلاف انٹی کرپشن نے مقدمات درج کئے اور کتنے ایسے ہیں جن کو عدالتوں نے اشتہاری قرار دیا، دونوں categories کی علیٰحدہ علیٰحدہ فہرستیں اور تفصیل مع افسر یاملازم کانام، عہدہ، گریڈاور جرم کی نوعیت سے ایوان کو مطلع کیا جائے؟

وزیراعلیٰ(میاں محمد شہباز شریف):

(الف) درست نہ ہے۔صوبہ پنجاب میں لوکل گورنمنٹ کے پانچ ملزمان افسران اور ملازمین اشتہاری قرار دیئے گئے ہیں۔

(ب) ضلع راولپنڈی:

مسمی محمد اقبال سینئر کلرک سابقہ دفتر ڈائریکٹر لوکل گورنمنٹ راولپنڈی ڈویژن کے خلاف محکمانہ انکوائری بسلسلہ سرکاری رقم مبلغ۔/681435روپے خُورد بُرد کرنے پر ہوئی جس میں مذکورہ اہلکار باوجود نوٹس کے اور اخباری اشتہار کے حاضر نہ ہوا۔ اس مجاز اتھارٹی نے بذریعہ حکم نمبر(24/8R(p-7 مورخہ 02-01-1993نوکری سے برطرف کر دیااور خُورد بُرد رقم کی وصولی کا حکم دے دیا۔ خُورد بُرد رقم کی

وصولی کے لئے ڈپٹی کمشنر چکوال کو تحریر کیا جس کے جواب میں ڈپٹی کمشنر چکوال نے تحریر فرمایا کہ یہ کیس قانون کے مطابق لینڈ ریونیو ایکٹ 1967 کے سیکشن 114 کے مطابق نہ ہے جبکہ محکمہ انٹی کرپشن نے بذریعہ لیٹر مورخہ 19-11-1996 تصدیق کی ہے کہ انہوں نے کیس مکمل کر کے جوڈیشل ایکشن کے لئے منظور کیا ہے۔

ضلع چکوال:

مسمی نثار احمد سیکرٹری یو سی سسرال کے خلاف درج ہوا جس پر الزام ہے کہ وہ میٹرک کی جعلی سند پر محکمہ میں بھرتی ہوا اور دوران انکوائری ملزم بیرون ملک ابوظہبی چلا گیا جس کی وجہ سے انکوائری نہ ہو سکی۔مذکورہ سیکرٹری کو اشتہاری قرار دے کر چالان زیر دفعہ 512 کے تحت عدالت مجاز میں داخل کر دیا گیا ہے۔

ضلع پاکپتن

(i) محمد شفیق صابر، سابق اسسٹنٹ ڈائریکٹر لوکل گورنمنٹ پاکپتن
(13-10-1994 to 1-5-1996)

(ii) شہزادہ ریاض القدیر سابق اسسٹنٹ انجینئر لوکل گورنمنٹ پاکپتن
(20-4-1994to 17-4-1996)

(iii) امتیاز احمد سابق اسسٹنٹ لوکل گورنمنٹ پاکپتن
(4-4-1995 to 30-6-1996)

درج بالا دونوں افسران اور ماتحت (اسسٹنٹ) پاکپتن کے خلاف بجرم مالی بے ضابطگیاں مالیتی -/97,27,248 روپے محکمانہ انکوائری پر دونوں افسران اور ماتحت اسسٹنٹ کو نوکری سے فارغ کر دیا گیا ہے۔مزید برآں ان تینوں کے خلاف NAB اور انٹی کرپشن میں مقدمات درج ہیں۔مذکورہ بالا ملازمین کے متعلق رائے ہے کہ یہ ملک سے باہر ہیں۔

(ج) ضلع راولپنڈی:

مسمی محمد اقبال سینئر کلرک سابقہ دفتر ڈائریکٹر لوکل گورنمنٹ راولپنڈی ڈویژن 1992 سے اشتہاری ہے۔

ضلع چکوال:

مسمی نثار احمد سیکرٹری یو سی سسرال 2000-03-02 سے اشتہاری ہے اور ملک سے باہر ہے۔

ضلع پاکپتن:

(i) محمد شفیق صابر سابقہ اسسٹنٹ ڈائریکٹر لوکل گورنمنٹ پاکپتن

(ii) شہزادہ ریاض القدیر سابقہ اسسٹنٹ انجینئر لوکل گورنمنٹ پاکپتن

(iii) امتیاز احمد سابقہ اسسٹنٹ لوکل گورنمنٹ پاکپتن

مذکورہ بالا ملازمین1996 سے اشتہاری ہیں اور ان کے متعلق رائے ہے کہ یہ تینوں ملک سے باہر ہیں لہذا ملزموں کا سراغ ملے بغیر گرفتاری عمل میں نہیں لائی جا سکتی۔

(د) مذکورہ ملازمین میں دو کے خلاف عدالتوں میں جبکہ تین کے خلاف NAB اور انٹی کرپشن میں کیس درج ہیں۔ تفصیل درج ذیل ہے:۔

عدالتوں میں:

ضلع راولپنڈی: ایک (محمد اقبال، سینئر کلرک)

ضلع چکوال: ایک (نثار احمد، سیکرٹری، یونین کونسل)

(NAB Courts)

ضلع پاکپتن: تینوں افسران اور اہلکاران جن کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

محمد شفیق صابر سابقا اسسٹنٹ ڈائریکٹر

شہزاد ریاض القدیر سابقا اسسٹنٹ انجینئر

امتیاز احمد سابقا اسسٹنٹ

وضاحت جز(ب) میں کر دی گئی ہے۔

فیصل آباد شہر۔سڑکوں کے پیچ ورک کی مد میں خرچ کی گئی رقم کی تفصیلات

*4151: خواجہ محمد اسلام: کیا وزیر لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) یکم جنوری2008 سے آج تک فیصل آباد شہر میں پیچ ورک کی مد میں کتنی رقم خرچ کی گئی ہے؟

(ب) یہ رقم کن کن سڑکوں / روڈز کی پیچ ورک کے کام پر خرچ ہوئی ہے، ان کے نام اور خرچ کردہ رقم بتائیں؟

(ج) اس وقت کن کن سڑکوں کے پیچ ورک کا کام ہونا باقی ہے، ان کے نام بتائیں؟

(د) اس عرصہ کے دوران کتنی رقم پیچ ورک کی مد میں کن کن اداروں کی طرف سے ڈسٹرکٹ گورنمنٹ فیصل آباد کو موصول ہوئی، تفصیل سال وار بتائیں؟

وزیراعلیٰ(میاں محمد شہباز شریف):

(الف) یکم جنوری2008 سے آج تک فیصل آباد شہر میں پیچ ورک پر-/5511137روپے خرچ ہوئے۔

(ب) درج بالا رقم جن سڑکوں کے پیچ ورک پر خرچ ہوئی ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

نمبر شمار	نام سڑک	تخمینہ لاگت
1	جھنگ روڈ فیصل آباد	0.300
2	چارٹرڈ بنک تا سٹیشن	0.360
3	سٹیشن چوک تا عبداللہ پور	0.474
4	ڈی گراؤنڈ	0.242
5	کینال روڈ	0.250
6	اوور ہیڈ برج خانوآنہ جھال	0.355
7	ستیانہ روڈ	0.150
8	اوور ہیڈ برج نشاط آباد	0.300
9	کینال بنک روڈ	0.250
10	جڑانوالہ روڈ	0.145
11	فیصل آباد شیخوپورہ	0.150
12	سوساں روڈ	0.200
13	ڈی گراؤنڈ فوارہ چوک	0.150
14	سمندری روڈ سے ناولٹی روڈ گاؤشالہ موڑ	0.300
15	جیل روڈ تا کمشنر آفس فیصل آباد	0.250
16	امام بارگاہ کوتوالی روڈ فیصل آباد	0.135
17	جامعہ چشتیہ تا ملت چوک فیصل آباد	0.230
18	نڑوالہ روڈ تا جناح کالونی	0.140
19	سمندری روڈ فیصل آباد	0.150
20	ملت روڈ فیصل آباد	0.100
21	جناح کالونی روڈ فیصل آباد	0.150
22	جیل روڈ فیصل آباد	0.050
23	علامہ اقبال روڈ	0.330
24	سٹیڈیم روڈ	0.050
25	لاری اڈا تا بولے دی جگھی روڈ	0.200
26	فیصل آباد چک جھمرہ روڈ	0.100

(ج) پیچ ورک سڑکوں پر ضرورت کے مطابق لیبر کے ذریعے کرایا جاتا ہے۔ضلع فیصل آباد کی تمام سڑکوں پر ضرورت کے مطابق پیچ ورک کروایا جاتا ہے۔

(د) اس سال 2009-10 میں پیچ ورک کے لئے سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ فیصل آباد نے 60لاکھ روپے رکھے ہیں۔

جناب آصف بشیر بھاگٹ: جناب سپیکر! ہمارے colleague اور پاکستان پیپلز پارٹی کے ایم پی اے جاوید بھٹی صاحب پر کل قاتلانہ حملہ ہوا ہے جس میں اُن کے دو باڈی گارڈ جاں بحق ہو گئے ہیں، اُن کا ایک ساتھی اور ڈرائیور زخمی ہو کر ہسپتال میں پڑے ہیں تو آپ کے توسط سے وزیر قانون اور پنجاب حکومت سے میری گزارش ہے کہ لاء اینڈ آرڈر کی بگڑتی ہوئی صورتحال میں کسی جج کے والدین بچ پا رہے ہیں، ایم پی اے یا ایم این اے محفوظ ہیں اور نہ ہی پنجاب کے کسی شہری کی جان و مال یا عزت محفوظ ہے تو میری گزارش ہو گی کہ وزیر قانون یہاں پر آکر ہمیں کچھ ایسی یقین دہانی کرائیں کہ محترم ایم پی اے پر حملہ کرنے والے اور اُن کے دو باڈی گارڈز کے قاتلوں کو کتنے ٹائم میں گرفتار کر لیا جائے گا؟

تحاریک التوائے کار

جناب قائم مقام سپیکر: آپ کے آنے سے پہلے جب لاء منسٹر صاحب سے میری بات ہو رہی تھی تو وہ بھٹی صاحب پر قاتلانہ حملے اور جسٹس جاوید اقبال صاحب کے والدین کو جس بہیمانہ طریقے سے قتل کیا گیا اُس issue پر بھی بات کرنا چاہتے تھے لیکن اُس وقت House میں حاضری بڑی کم تھی تو وہ ابھی ان دونوں issues پر respond کریں گے۔ اب تحریک التوائے کار نمبر 01/2011۔ محترمہ زوبیہ رباب ملک صاحبہ کی ہے۔۔۔ موجود نہیں ہیں اُن کی طرف سے کوئی درخواست بھی نہیں آئی ہوئی، disposed of۔ اس کے بعد تحریک التوائے کار نمبر 02/2011۔ میاں طارق محمود صاحب کی ہے۔ جی، میاں صاحب!

حلقہ پی پی۔113 ڈنگہ (گجرات) میں محکمہ کی ملی بھگت سے اراضی کا جعلی انتقال

میاں طارق محمود: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ میرے حلقہ پی پی۔113، گجرات کے قصبہ ڈنگہ میں 2423 کنال اراضی موجود ہے۔ یہ اراضی اندراج شاملات دیہہ ہے مگر عملہ مال نے اس اراضی کا status اندراج شاملات دیہہ سے آسائش دیہہ چراگاہ کر

دیا جبکہ یہ اراضی مالکان دیہہ کی مشترکہ ملکیت ہوتی ہے۔اس کی منتقلی یاالاٹمنٹ نہیں ہو سکتی۔ مگر اب عملہ محکمہ مال اور متعلقہ افسران نے اس کا statusتبدیل کر کے اس کی منتقلی اور ٹرانسفر جعل سازی سے شروع کر رکھی ہے۔اس کے خلاف سینئر ممبر بورڈآف ریونیو پنجاب کو درخواست دی گئی ہے۔ ای ڈی او(آر) گجرات نے اس کے خلاف ضابطہ ٹرانسفر کو کینسل کر دیا مگر بعدازاں کسی لالچ / پریشر میں آکر اسی آفس نے اپنے آرڈر واپس لے لئے۔اب اس اراضی کی بندر بانٹ کی جارہی ہے اور اس پر قبضہ کروایاجارہاہے۔ محکمہ مال کے افسران واہلکاران چندروپوں کی خاطر حکومت کی اس اربوں روپے کی اراضی پر جعل سازی سے قبضہ کروارہے ہیں جس کی وجہ سے عوام میں شدید غم وغصہ پایاجاتاہے لہذااستدعاہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کراس پرایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی،لاءمنسٹرصاحب!

وزیر قانون وپارلیمانی امور (راناثناءاللہ خان): جناب سپیکر!اس تحریک کا جواب موصول نہیں ہوا، اس کو آپ next weekکے لئےpendingفرمادیں۔

جناب سپیکر!میں نے اس سے پہلے آپ سے بات کی تھی لیکن آپ نے فرمایا تھاکہ آپ Question Hour کے بعد بات کر لیں۔ کل دن کے وقت انتہائی افسوسناک واقعہ پیش آیا جس کی اطلاع رات 09:40 پر دی گئی۔most senior Judge Supreme Courtمسٹر جسٹس جاوید اقبال صاحب کے والد جوکہ خود بھی ڈی آئی جی پولیس ریٹائرڈ تھے وہ اپنی اہلیہ کے ساتھ کیولری گراؤنڈکے علاقہ میں رہائش پذیر تھے۔ موصوف کوئٹہ میںsettle تھے تو اس لئے سردیوں میں کوئی دوتین ماہ کے لئے لاہور تشریف لے آتے اور اپنی لاہور والی رہائش گاہ میں رہتے لیکن اُن کا زیادہ وقت کوئٹہ میں گزرتا تھا۔اُن کے مکان کی بالائی منزل میں دو ورکنگ خواتین کرایہ دار تھیں تو اُن سے ابتدائی معلومات کے مطابق وہ صبح4:00بجے اپنے آفس گئیں تو اُس وقت دونوں بزرگ بالکل ٹھیک تھے اور ٹی وی لاؤنج میں بیٹھے ہوئے ناشتہ وغیرہ کر رہے تھے لیکن جب وہ6:00بجے اپنے آفس سے واپس آئیں تو گھر میں اندھیرا دیکھ کر اُنہیں تشویش ہوئی تو انہوں نے کچھ لوگوں کو بتایااور اُس کے بعد جب مکان کے اندر گئے تو ٹی وی لاؤنج میں دونوں بزرگوں کی dead bodiesپڑی تھیں۔Crime sceneسے ملنے والی ابتدائی معلومات کے مطابق دونوں بزرگوں کے چہروں کے اوپر گدی وغیرہ سے دبا کر suffocationکے ذریعے deathہوئی ہے۔اُن کے جسم کے اوپر مزاحمت کے علاوہ زخموں کے کوئی اور نشان نہیں ہیں۔ باقی اُن کا پورا گھر بالکل intactہے وہاں پر کسی قسم کی کسی چیز کا کوئی نقصان نہیں

ہوا۔ وہ جس رہائشی کمرے میں سوتے تھے اُس کمرے میں سکیورٹی ایجنسی کے لوگوں نے کچھ mix سی صورتحال رات دیکھی ہے کہ وہاں پر کچھ سامان کو بکھیرا گیا ہے اور کچھ سامان اُدھر ہی intact ہے تو اس سے دونوں طرح کی صورتحال سامنے آتی ہے کہ شاید کوئی پیسے یا زیور وغیرہ ڈھونڈنے کے لئے یہ کیا گیا ہے یا شاید یہ create scene کیا گیا ہے۔ بہر حال جسٹس جاوید اقبال صاحب کی اجازت سے dead bodies کو وہاں سے remove کر دیا گیا تھا لیکن وہاں پر پولیس اور دوسری ایجنسیوں نے بڑی detailed and professionally investigation کی ہے وہاں سے finger prints اور باقی کچھ ایسے ثبوت ملے ہیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ ان ملزموں کو بہت جلد گرفتار کر کے کیفر کردار تک پہنچایا جائے گا۔ باقی یہ انتہائی افسوسناک واقعہ ہے میں گورنمنٹ کی طرف سے اور اس معزز ایوان کی طرف سے بھی اس واقعہ کی پُرزور مذمت کرتا ہوں اور ہم جسٹس جاوید اقبال صاحب اور اُن کے خاندان سے اظہارِ ہمدردی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُن کو اس صدمے کو برداشت کرنے کی ہمت اور توفیق دے۔ اس قسم کے واقعات مقامی طور پر، nationally and internationally بھی ہمارے متعلق کوئی اچھا تاثر قائم نہیں کرتے، بہر حال اُمید بھی ہے اور پوری کوشش بھی ہے کہ اس کیس کو within days resolve کر کے ان ملزموں کو قرار واقعی سزا دی جائے۔ چونکہ ابھی مرحومین کی تدفین نہیں ہوئی تو اُن کی دعائے مغفرت کل انشاء اللہ تعالیٰ کریں گے۔ میں یہ چاہتا تھا کہ میں اپنے جذبات اس معزز ہاؤس کے سامنے رکھوں کہ ہمیں اس واقعہ کے اوپر انتہائی افسوس ہے اور جس خاندان کے ساتھ یہ صدمہ پیش آیا ہے ہمیں اُن سے بھی ہمدردی ہے کہ اللہ تعالیٰ اُنہیں صبر کی توفیق دے۔ اس کے ساتھ ساتھ میں اس واقعے کی بھی مذمت کرنا چاہتا ہوں کہ جس میں ہمارے ایک معزز ممبر جاوید بھٹی صاحب جن کا پاکستان پیپلز پارٹی سے تعلق ہے ان پر قاتلانہ حملہ کیا گیا ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ وہ بال بال بچ گئے لیکن ان کے ساتھ ان کا ڈرائیور اور گن مین ہلاک ہو گئے ہیں تو اس سلسلہ میں بھی مقامی پولیس سے میرا رابطہ ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کی مکمل رپورٹ ایک دو دنوں میں معزز ہاؤس کے سامنے رکھی جائے گی اور جو ملزمان ہیں ان کو گرفتار کرنے کے لئے کہہ دیا گیا ہے۔ انشاء اللہ ان کو بہت جلد گرفتار کر کے انصاف کے کٹہرے میں پیش کیا جائے گا۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، لغاری صاحب!

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے لاء منسٹر صاحب سے پوچھوں گا کہ یہ کل کا ہی ایک بڑا tragic واقعہ ہے تو پچھلے گھنٹوں میں کیا progress ہوئی ہے، کتنے لوگ پکڑے

گئے ہیں اور کن lines پر انوسٹی گیشن چل رہی ہے؟ اگر ان کے متعلق یہاں بتانے سے انوسٹی گیشن میں کوئی حرج نہ ہو تو ضرور بتائیں because ہمارے لئے یہ بڑی پریشانی کی بات ہے۔ ہمارے لئے یہ لمحہ فکریہ ہے کہ کچھ دن پہلے گورنر صاحب والا tragic incident ہوا اور اب یہ ہو گیا۔ اس کے باوجود ہم ہر جگہ دیکھتے ہیں کہ پولیس کے ناکے لگے ہوئے ہیں، لوگوں کو چیک کیا جارہا ہے، گاڑیوں کی ڈگی کھول کر دیکھی جاتی ہے اور حکومت کی کوششیں تو کہیں نہ کہیں نظر آتی ہیں لیکن اس طرح کے high profile incident ہونے سے ہمیں ان سے کوئی خاص فائدہ نظر نہیں آرہا۔ کیا اس کو دہشتگردی کے نقطہ نظر سے دیکھا جارہا ہے، کیا جسٹس جاوید اقبال صاحب کے والد ہونے کی وجہ سے ایک high profile آدمی کے ساتھ یہ tragedy ہونے سے اس کا impact ہے یا یہ ایک petty crime ہے؟ اس میں بہت سارے elements آتے ہیں۔ اگر یہ disclose کرنے سے انوسٹی گیشن میں کوئی حرج نہ ہو تو یہ ہم سے ضرور share کریں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس میں جسٹس جاوید اقبال صاحب کی ذات کا ایک حوالہ ہے کہ مقتولین ان کے والدین تھے اس لئے اس کیس کے تمام پہلوؤں پر انکوائری ہو گی۔ اس پہلو کے اوپر کہ کون سے کیس جسٹس جاوید اقبال صاحب کی عدالت میں زیر سماعت ہیں اور ان میں کون کون سی پارٹیاں interested ہیں۔ کیا اس واردات کے محرکات میں ان کی judicial professional ذمہ داریاں ہیں، کیا ان کے لئے کوئی message تو نہیں ہے، آیا یہ دہشتگردی کی واردات ہو سکتی ہے یا نہیں، آیا یہ ڈکیتی کی واردات ہے اور وہ کچھ لوٹنے کے لئے کیا گیا ہے یا اس میں ایسے لوگ ملوث ہیں کہ جو لوگ ان کو جانتے تھے، کوئی ملازم رہے ہوں یا کوئی عزیز ہو کہ جس کو ان سے کسی قسم کا لالچ ہو یا جس کو ان سے کسی قسم کی مخاصمت ہو اس وجہ سے کہ اس کی کوئی توقع پوری نہ ہوئی ہو اور انھوں نے وہاں پر آکر پہلے کوئی معاملہ کیا ہو جس کے بعد انھوں نے ضروری سمجھا کہ evidences کو ختم کر دیا جائے اور دونوں بزرگوں کو ہلاک کر دیا جائے تو ان تمام پہلوؤں کے اوپر ابتدائی طور پر انکوائری ہو رہی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ ان تمام پہلوؤں کو چیک کیا جائے گا۔

جناب قائم مقام سپیکر: بہت شکریہ۔ میاں صاحب! آپ کی تحریک التوائے کار اگلے ہفتے تک pending کی جاتی ہے۔ اس کے بعد تحریک التوائے کار نمبر 4/2011 محترمہ زوبیہ رباب ملک صاحبہ کی ہے۔

محکمہ صحت کو مختص فنڈز جاری نہ ہونے کی وجہ سے سرگنگارام ہسپتال لاہور کے جاری منصوبے تعطل کا شکار

محترمہ زوبیہ رباب ملک: میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "وقت" مورخہ 31۔ دسمبر 2010 کی اشاعت میں خبر شائع ہوئی ہے کہ فنڈز بحال نہ ہونے پر گنگارام ہسپتال کے منصوبے التواء کا شکار، تفصیل یوں ہے کہ حکومت پنجاب کی جانب سے محکمہ صحت کے فنڈز بحال نہ کرنے پر گنگارام ہسپتال میں 410 ملین لاگت کے نئے منصوبہ جات مکمل طور پر رک گئے جبکہ ہسپتال بلڈنگ کی تعمیر و مرمت سمیت آئی ٹی سے وابستہ کام بھی التواء کا شکار ہیں جبکہ مسلسل فنڈز کی بندش کے باعث منصوبوں کی لاگت میں کئی گنا اضافے کا امکان ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ محکمہ صحت نے ماسوائے ادویات کی خریداری کے باقی تمام فنڈز روک لئے ہیں جس کے باعث ہسپتالوں میں مختلف مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ ذرائع کے مطابق اس وقت صوبائی دارالحکومت کے صرف ایک ہسپتال، گنگارام ہسپتال میں 410 ملین کے نئے منصوبہ جات بالکل رکے ہوئے ہیں جس میں 160 ملین کا بلڈنگ کی اپ گریڈیشن، 120 ملین کا شعبہ نیورو سرجری کا قیام اور 130 ملین کا طبی آلات کی خریداری کا منصوبہ شامل ہے جبکہ ہسپتال میں بلڈنگ کی تعمیر و مرمت اور تزئین و آرائش کے ساتھ ساتھ خراب ہونے والے طبی آلات، خراب ہونے والے کمپیوٹر سمیت دیگر معاملات کے فنڈز تاحال بحال نہ ہونے کے باعث تعطل کا شکار ہیں جس کے باعث مریضوں کو بھی مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ حکومت کا فنڈز کی عدم فراہمی اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ مالی طور پر دیوالیہ ہو چکی ہے۔ ہسپتال کے فنڈز روکنے کے معاملہ کو حل کروانے کے لئے ضروری ہے کہ اسمبلی دخل اندازی کرے۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ ساری تحاریک التوائے کار recently موصول ہوئی ہیں اس لئے ان کو اگلے ہفتے کے لئے pending فرما دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: ٹھیک ہے۔ یہ تحریک التوائے کار بھی اگلے ہفتے کے لئے pending کی جاتی ہے۔ اب تحریک التوائے کار نمبر 5/2011 بھی محترمہ زوبیہ رباب ملک صاحبہ کی ہے۔ جی، محترمہ!

محکمہ پی ڈبلیو ڈی ساہیوال کے ملازمین تنخواہیں نہ ملنے کی وجہ سے شدید مالی مشکلات کا شکار

محترمہ زوبیہ رباب ملک: میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "وقت" مورخہ 31۔دسمبر 2010 کی اشاعت میں خبر شائع ہوئی ہے کہ ساہیوال پی ڈبلیو ڈی کے ملازمین پچھلے چار ماہ سے تنخواہوں سے محروم، تفصیل یوں ہے کہ حکومت پنجاب محکمہ پی ڈبلیو ڈی ساہیوال کے ملازمین کو پچھلے چار ماہ سے تنخواہیں نہیں دے رہی ہے۔ تنخواہوں کی عدم ادائیگی کی وجہ سے ملازمین شدید مالی مشکلات کا شکار ہیں۔ بتایا جاتا ہے کہ ملازمین کو اگست سے نومبر تک تنخواہ ابھی تک ادا نہیں کی گئی ہے جس کی وجہ سے ان ملازمین کے گھروں میں فاقوں کی نوبت آ گئی ہے۔ ملازمین اپنے بچوں کے سکول واجبات بھی ادا کرنے سے قاصر ہیں اور اگر ان تنخواہوں کی ادائیگی جلد نہ کی گئی تو انہیں سکولوں سے نکالے جانے کا خدشہ بھی ہے۔ متاثرین نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ فوری طور پر تنخواہیں ادا کی جائیں۔ حکومت کا ملازمین کو پچھلے چار ماہ سے تنخواہیں نہ دینا اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ شدید مالی بحران کا شکار اور دیوالیہ ہو چکی ہے۔ ملازمین کو تنخواہیں دلوانے کے لئے ضروری ہے کہ اسمبلی دخل اندازی کرے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ بھی اگلے ہفتے کے لئے pending کر دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: ٹھیک ہے۔ یہ تحریک التوائے کار بھی اگلے ہفتے کے لئے pending کی جاتی ہے۔ اب تحریک التوائے کار نمبر 2011/27 محترم ملک سیف الملوک کھوکھر صاحب کی ہے۔ جی، ملک صاحب! آپ اپنی تحریک پڑھیں۔

ہنجروال لاہور میں حضرت گلاب شاہ رحمتہ اللہ علیہ مسجد کی ناقص تعمیر

ملک سیف الملوک کھوکھر: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ معاملہ یہ ہے کہ اہل دیہہ

ہنجروال کی جانب سے حضرت گلاب شاہ ولی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے ایک مسجد کی تعمیر کے لئے اراضی رقبہ تعداد 8 کنال15مرلے وقف کی گئی تھی۔ اس اراضی پر مسجد کی تعمیر کر کے باقاعدہ پانچوں وقت کی نماز باجماعت کے علاوہ نماز جمعۃ المبارک کا بھی اہتمام کیا جاتا تھا۔ ایل ڈی اے کی جانب سے نااہلی یا کسی کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے وقف اراضی برائے مسجد پر پلاٹوں کے نمبر لگا دیئے گئے۔ اس کے بعد مسجد مذکورہ کے پلاٹ پر ایل ڈی اے کے نمبر لگانے کے خلاف اور تعمیر و ترقی کے حوالے سے اسلامی ویلفیئر سوسائٹی نے لاہور ہائیکورٹ لاہور میں ایک رٹ پٹیشن نمبر 11795/2009 دائر کر دی۔ چیف جسٹس لاہور ہائیکورٹ لاہور کے احکامات کی روشنی میں زونل ایڈمنسٹریٹر اوقاف لاہور زون لاہور نے مسجد گلاب شاہ ولی رحمۃ اللہ علیہ واقع موضع نیاز بیگ لاہور زیر تحویل محکمہ اوقاف پنجاب لاہور ایک سال کے لئے مورخہ 16۔دسمبر 2009 کو سات افراد پر مشتمل امور مذہبیہ کمیٹی تشکیل دی۔ اس کمیٹی کا کام مذکورہ مسجد کی تعمیر و ترقی و رفاعی ادارے بنانے میں محکمہ اوقاف کی معاونت کرنا، اسلامک ویلفیئر سوسائٹی کے پاس جمع رقم سے جوائنٹ اکاؤنٹ کھلوانا اور مسجد کی تعمیر و ترقی و رفاعی ادارہ جات کے لئے اپنی سکیم محکمہ اوقاف پنجاب کو عملی شکل دینے کے لئے پیش کرنا تھا۔ امور مذہبیہ کمیٹی اور محکمہ اوقاف کے ذمہ داران نے اپنی حدود سے تجاوز کرتے ہوئے محکمہ ایل ڈی اے سے نقشہ کی منظوری کے بغیر مذکورہ مسجد کی ناقص تعمیر شروع کر دی۔ قوانین کے مطابق مین کینال روڈ پر کسی بھی عمارت کی تعمیر سے پہلے محکمہ ایل ڈی اے کے ذریعے High Level Design Committee سے اجازت لینا ضروری تھا جو نہیں لی گئی۔ ڈی سی او لاہور کی واضح ہدایات کے باوجود مسجد کا lay out plan منظور نہیں کرایا گیا۔ پبلک سکیورٹی کے قوانین کے مطابق مسجد کے چاروں طرف 15 سے 20 فٹ جگہ چھوڑنا ضروری ہے جو نہیں چھوڑی گئی۔ بیت الخلاء کی تعمیر بھی راستے میں کی گئی جو کسی بھی حوالے سے درست نہیں ہے۔ مذکورہ مسجد جس کی تعمیر کی ذمہ داری محکمہ اوقاف کی ہے اس نے بغیر ٹینڈر جاری کئے ٹھیکہ الاٹ کیا اور اپنے اختیارات سے تجاوز کیا۔ مسجد کی تعمیر میں ناقص مٹیریل استعمال کرنے کی وجہ سے لینٹر کھولنے کے بعد جیک لگا کر سہارا دیا گیا ہے۔ عوام کی طرف سے جمع شدہ رقم ایک کروڑ 12 لاکھ روپے کے نامناسب اور بے دریغ استعمال پر محکمہ اوقاف اور مذہبیہ کمیٹی جو ایک سال کے لئے بنائی گئی تھی اس کے غلط فیصلوں اور ناقص کارکردگی پر اہل علاقہ میں بالخصوص اور اہل لاہور میں بالعموم انتہائی غم و غصہ، اضطراب اور بے چینی پائی جاتی ہے لہٰذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب! یہ بھی pending کر دیں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس تحریک کو بھی اگلے ہفتے کے لئے pending فرمادیں کیونکہ جواب موصول نہیں ہوا۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، یہ تحریک التوائے کار اگلے ہفتے تک pending کی جاتی ہے۔ تحاریک التوائے کار کا وقت ختم ہو چکا ہے۔ اب ہم سرکاری کارروائی شروع کرتے ہیں۔

شیخ علاؤالدین: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، فرمائیں!

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں آپ کے صرف دو تین منٹ لوں گا۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میری گیارہ تحاریک التوائے کار disallowed ہوئیں ان میں ایک تحریک التوائے کار ایسی تھی جس میں، میں نے معاملہ اٹھایا تھا کہ پنجاب کی 250 لڑکیاں PIMS میں نرسنگ کر رہی ہیں اُن میں سے کسی کو بھی promote نہیں کیا گیا اور ان کے ساتھ انتہائی discriminatory سلوک کیا گیا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ کی صرف چار disallowed ہوئی ہیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! گیارہ تحاریک ہوئی ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: شیخ صاحب! یہ forum نہیں ہے آپ چیمبر میں آئیے گا ہم وہاں اس کو دیکھ لیتے ہیں۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ ٹھیک نہیں ہوا تو ہم بیٹھ کر دوبارہ اسے نمبر لگوا دیتے ہیں۔

پوائنٹ آف آرڈر

اسمبلی سیکرٹریٹ کے متعلقہ شعبہ سے پسند اور ناپسند کی بنیاد پر تحاریک التوائے کار کا منظور اور نامنظور کیا جانا

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! آپ کی مہربانی ہے and you are always kind لیکن آپ دیکھئے کہ میں نے اپنی ایک تحریک التوائے کار میں ذکر کیا کہ ایک ڈویلپر نے کروڑوں روپے قوم کے کھا لئے اور اس وقت جہاں آپ تشریف فرما ہیں یہاں سے صرف چند سو میٹر فاصلے پر اُس کا دفتر ہے۔ اسمبلی سیکرٹریٹ یہ کہتا ہے کہ چونکہ یہ حال ہی میں وقوع پذیر واقعہ نہیں ہے لہذا disallowed۔ اگر میں فورنزک لیبارٹری کی بات کرتا ہوں کہ اس میں گڑ بڑ ہوئی ہے تو disallowed۔ میں نے ذکر کیا کہ

ایسی خواتین کو امریکہ بھیجا گیا جنہوں نے وہاں پر جا کر بچوں کو جنم دیا اور امریکیوں نے ہمارا وہاں پر ban لگا دیا جس کے لئے حکومت پنجاب کو چالیس ہزار ڈالر دینا پڑا لیکن disallowed کر دی گئی۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ آپ میری disallowed تحاریک منگوا لیں اور جس نے یہ زیادتی کی ہے اسے penalty لگائیں یا پھر مجھے penalty لگائیں۔ میرا یہ احتجاج ہے کہ میں نے اب اسی وجہ سے کوئی تحریک التوائے کار جمع نہیں کرائی۔ میں یہ ثابت کروں گا کہ انتہائی اہم معاملات کو intentionally disallowed کیا جاتا ہے اور ایسے معاملات جو میں نے ایک سال پہلے اٹھائے تھے اُن کو repeat کیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر! میں نے کہا تھا کہ گلبرگ۔II میں سڑکیں کھودی جا رہی ہیں جس پر آپ نے مہربانی فرماتے ہوئے ایجوکیشن منسٹر سے کہا کہ اس پر انکوائری کریں تو وہ فوراً میرے پیچھے آئے اور کہا کہ کہاں کھودی جا رہی ہیں؟ میں نے in writing ثبوت دیا کہ یہ pay order جعلی بنا ہے جو خزانے میں جمع نہیں ہوا لیکن سڑکیں کھودی جا رہی ہیں۔ ابھی آپ کو سن کر مزید دکھ ہو گا کہ گلبرگ۔II میں پھر سڑکیں کھودی جا رہی ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ جون آئے گا اور اُس سے پہلے پہلے پیسا کھایا جائے گا۔ کروڑوں روپوں میں وہی سڑک توڑی جاتی ہے اُسی کو بنایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ PTCL سے ہم نے پیسے لے لئے۔ میرے پاس ثبوت ہیں کہ وہ pay order اکاؤنٹ میں جمع نہیں ہوتے۔ جب میں اس قسم کی بات تحریک التوائے کار میں کرتا ہوں تو اسے کسی دوسرے فاضل ممبر سے repeat کرا دیا جاتا ہے۔ میں آج اپنی گیارہ تحاریک التوائے کار آپ کے چیمبر میں پیش کروں گا اور چاہوں گا کہ اُس پر انکوائری کی جائے۔ شکریہ

جناب قائم مقام سپیکر: اسمبلی سیکرٹریٹ کے حوالے سے صبح بھی بات ہوئی کہ حاضری لگا دی جاتی ہے اس لئے اب ہم نے رجسٹر ہاؤس کے اندر رکھ کر حاضری لگوانی شروع کر دی ہے جس کے لئے ہم انکوائری بھی کر رہے ہیں۔ اگر آپ کی تحاریک کو غلط طریقے سے استعمال کیا جاتا ہے تو اُس کو بھی آج دیکھ لیں گے۔

جناب محمد حفیظ اختر چودھری: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب محمد حفیظ اختر چودھری: بہت شکریہ۔ جناب سپیکر! آج سے سات ماہ پہلے اسمبلی کو یہ جواب دیا گیا تھا کہ نئی اسمبلی کی completion دسمبر 2010 تک ہو جائے گی۔ اب اس کا کیا status ہے اور اگر اس بارے میں ہاؤس کو آگاہ کر دیا جائے کہ بلڈنگ کب تک بن جائے گی تو مہربانی ہو گی؟

جناب قائم مقام سپیکر: ایک additional building اور ایک extension building کا کام ہے جس میں سے ایک پر کنٹریکٹر سے کنٹریکٹ واپس لے لیا گیا ہے اور دوسرے کام پر اُس کو deadline دے دی گئی ہے۔ اب ہم اُس کو تیزی سے کروا رہے ہیں کیونکہ اس میں کافی زیادہ problems ہیں جنہیں یہاں نہیں بتا سکتے بلکہ جب بھی ممبران اسمبلی کہیں گے ہم اس پر انہیں پوری briefing کرا دیں گے۔

ملک محمد عباس راں: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ چاہوں گا۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، فرمائیں!

ملک محمد عباس راں: شکریہ۔ جناب سپیکر! میرا آپ کی خدمت میں یہ سوال ہے کہ ہم ممبران اسمبلی کا گریڈ کون سا ہوتا ہے جس طرح گورنمنٹ ملازمین اور آرمی کا گریڈ ہوتا ہے اس لئے مجھے بتائیں کہ ہمارا کون سا گریڈ بنتا ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر: دیکھیں، ہمارا کوئی گریڈ نہیں ہے Because we are above the grade.

ملک محمد عباس راں: ہم گریڈ سے اوپر ہیں لیکن اس کے باوجود بھی ہمارے ساتھ مختلف دفاتر اور مختلف محکموں میں جو سلوک ہوتا ہے اُس سے کم از کم مجھے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہم above نہیں ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ over and above ہو جاتے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

ملک محمد عباس راں: جناب سپیکر! جب ہم یہاں پر آتے ہیں تو ہمیں معزز ممبران اسمبلی کہا جاتا ہے لیکن جب ہم کسی بھی محکمے میں ناجائز کاموں کے لئے نہیں جائز کاموں کے لئے جاتے ہیں تو اپنے حلقے اور صوبے کے عوام کی خیر خواہی کے لئے جاتے ہیں۔ ہمارے ساتھ محکموں میں وہ سلوک نہیں ہوتا جیسے یہاں پر کہا جاتا ہے کہ ہم معزز ممبر ز ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: تشریف رکھیں۔ آپ نے بڑی important بات کی ہے لیکن میری معزز ممبران سے یہ درخواست ہو گی کہ وفاقی حکومت ایک warrant of precedence جاری کرتی ہے اُس کو اگر سارے ممبران پڑھ لیں تو جہاں جہاں متعلقہ افسر آپ کو عزت نہیں دے رہا کیونکہ یہاں پر ایک ignorance بھی ہے جس کا فائدہ بیوروکریسی بھی اٹھاتی ہے اور محکمے بھی اٹھاتے ہیں۔ اگر تمام ممبران اُس کو پڑھ لیں تو اُس کے مطابق پیش کریں۔ آپ کے پاس forum بھی ہے کہ آپ valid

points پر تحاریک استحقاق بھی لا سکتے ہیں۔اگر آپ کا استحقاق ہو گا تو اسمبلی کی عزت ہو گی۔اگر آپ صحیح کاموں کے لئے افسران کے پاس جاتے ہیں لیکن آپ کی بات نہیں سنی جاتی تو اُن کا یہ فرض ہے کہ وہ آپ کی بات سنیں۔اب ہم business کی طرف آتے ہیں۔

میاں محمد رفیق: پوائنٹ آف آرڈر۔

سرکاری کارروائی

مسودات قانون

(جو متعارف ہوئے)

جناب قائم مقام سپیکر: میاں صاحب!آج میں نے آپ کو دو مرتبہ پوائنٹ آف آرڈر دیا ہے۔پلیز تشریف رکھیں۔اب سرکاری کارروائی شروع کرتے ہیں۔

Now Minister for Law to introduce the Trusts (Amendment) Bill, 2011.

مسودہ قانون (ترمیم) اوقاف مصدرہ 2011

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS (Rana Sana Ullah Khan): Mr. Speaker, I move to introduce the Trusts (Amendment) Bill, 2011.

MR ACTING SPEAKER: The Trusts (Amendment) Bill, 2011 has been introduced in the House under Rule 91(5) of the Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab 1997 and is referred to the Standing Committee on Revenue, Relief and Consolidation for report within one month.

Now Minister for Law to introduce the Transfer of Property (Amendment) Bill, 2011.

مسودہ قانون (ترمیم) انتقال جائیداد مصدرہ 2011

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS (Rana Sana Ullah Khan): Mr. Speaker, I move to introduce the Transfer of Property (Amendment) Bill, 2011.

MR ACTING SPEAKER: The Transfer of Property (Amendment) Bill, 2011 has been introduced in the House under Rule 91(5) of the Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab 1997 and is referred to the Standing Committee on Revenue, Relief and Consolidation for report within one month.

Now Minister for Law to introduce the Partition (Amendment) Bill, 2011.

مسودہ قانون (ترمیم) تقسیم مصدرہ 2011

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS (Rana Sana Ullah Khan): Mr. Speaker, I move to introduce the Partition (Amendment) Bill 2011.

MR ACTING SPEAKER: The Partition (Amendment) Bill 2011 has been introduced in the House under Rule 91(5) of the Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab 1997 and is referred to the Standing Committee on Revenue, Relief and Consolidation for report within one month.

Now, Minister for Law to introduce the Employment of Children (Amendment) Bill 2011.

مسودہ قانون (ترمیم) بچوں کی ملازمت مصدرہ 2011

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS (Rana Sana Ullah Khan):Mr Speaker, I move to introduce the Employment of Children (Amendment) Bill 2011.

MR ACTING SPEAKER: The Employment of Children (Amendment) Bill 2011 has been introduced in the House under Rule 91(5) of the Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab 1997 and is referred to the Standing Committee on Labour and Human Resources for report within one month.

Now, Minister for Law to introduce the Employment (Record of Services) (Amendment) Bill 2011.

مسودہ قانون (ترمیم) (سروس کا ریکارڈ) ملازمت مصدرہ 2011

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS (Rana Sana Ullah Khan): Mr Speaker, I move to introduce the Employment (Record of Services) (Amendment) Bill 2011.

MR ACTING SPEAKER: The Employment (Record of Services) (Amendment) Bill 2011 has been introduced in the House under Rule 91(5) of the Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab 1997 and is referred to the Standing Committee on Labor and Human Resource for report within one month.

Now, Minister for Law to introduce the Punjab Holy Quran (Printing and Recording) Bill 2011.

مسودہ قانون (پرنٹنگ اور ریکارڈنگ) قرآن حکیم پنجاب مصدرہ 2011

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS (Rana Sana Ullah Khan): Mr Speaker, I move to introduce the Punjab Holy Quran (Printing and Recording) Bill 2011.

MR ACTINTG SPEAKER: The Punjab Holy Quran (Printing and Recording) Bill 2011 has been introduced in the House under Rule 91(5) of the Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab 1997 and is referred to the Standing Committee on Religious Affairs and Auqaf for report within one month.

رپورٹیں

(جو پیش ہوئیں)

جناب قائم مقام سپیکر: اب محترمہ سفینہ صائمہ کھر صاحبہ مجلس قائمہ برائے ہاؤسنگ، اربن ڈویلپمنٹ اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنا چاہتی ہیں تو میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ رپورٹیں پیش کریں۔

نشان زدہ سوال نمبر 1619 اور 2211 کے بارے میں مجلس قائمہ برائے ہاؤسنگ، اربن ڈویلپمنٹ اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ کی رپورٹوں کا ایوان میں پیش کیا جانا

محترمہ سفینہ صائمہ کھر: شکریہ۔جناب سپیکر!

"میں نشان زدہ سوال نمبر 1619 پیش کردہ میاں نصیر احمد اور نشان زدہ سوال نمبر 2211 پیش کردہ رانا محمد افضل خان کے بارے میں مجلس قائمہ برائے ہاؤسنگ، اربن ڈویلپمنٹ اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرتی ہوں۔"

جناب قائم مقام سپیکر: نشان زدہ سوال نمبر 1619 پیش کردہ میاں نصیر احمد اور نشان زدہ سوال نمبر 2211 پیش کردہ رانا محمد افضل خان کے بارے میں مجلس قائمہ برائے ہاؤسنگ، اربن ڈویلپمنٹ اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ کی رپورٹیں ایوان میں پیش ہوئیں۔

رپورٹیں

(معیاد میں توسیع)

جناب قائم مقام سپیکر: اب چودھری طاہر محمود ہندلی (ایڈووکیٹ) مجلس قائمہ برائے صحت کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع لینا چاہتے ہیں میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ توسیع کی تحریک پیش کریں۔

تحریک التوائے کار نمبر1038/08اور نشان زدہ سوال نمبر2012کے بارے میں مجلس قائمہ برائے صحت کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

چودھری طاہر محمود ہندلی (ایڈووکیٹ): شکریہ۔جناب سپیکر!میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"تحریک التوائے کار نمبر1038/08 پیش کردہ شیخ علاؤالدین ایم پی اے پی پی۔181اور نشان زدہ سوال نمبر2012پیش کردہ جناب محمد نوید انجم ایم پی اے پی پی۔145کے بارے میں مجلس قائمہ برائے صحت کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں ایک ماہ کی توسیع کر دی جائے۔"

جناب قائم مقام سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"تحریک التوائے کار نمبر1038/08 پیش کردہ شیخ علاؤالدین ایم پی اے پی پی۔181اور نشان زدہ سوال نمبر2012پیش کردہ جناب محمد نوید انجم ایم پی اے پی پی۔145کے بارے میں مجلس قائمہ برائے صحت کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں ایک ماہ کی توسیع کر دی جائے۔"

یہ تحریک پیش کی گئی اور اب سوال یہ ہے کہ:

"تحریک التوائے کار نمبر1038/08 پیش کردہ شیخ علاؤالدین ایم پی اے پی پی۔181اور نشان زدہ سوال نمبر2012پیش کردہ جناب محمد نوید انجم ایم پی اے پی پی۔145کے بارے میں مجلس قائمہ برائے صحت کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں ایک ماہ کی توسیع کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

مسودات قانون

(جو زیر غور لائے گئے)

MR ACTING SPEAKER: Now, we take up the Provincial Motor Vehicles (Amendment) Bill 2010. Minister for Law may move the motion for consideration of the Bill. Minister for Law!

مسودہ قانون (ترمیم) صوبائی موٹر گاڑیاں مصدرہ 2010

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS (Rana Sana Ullah Khan): Mr Speaker, I move:

> "That the Provincial Motor Vehicles (Amendment) Bill 2010 as recommended by the Standing Committee on Transport be taken into consideration at once."

MR ACTING SPEAKER: The motion moved is:

> "That the Provincial Motor Vehicles (Amendment) Bill 2010 as recommended by the Standing Committee on Transport be taken into consideration at once."

There are two amendments in this motion. The first amendment is from Ch Zahir ud din Khan, Mr Muhammad Mohsin Khan Leghari, Mr Muhammad Shafiq Khan, Mr Khalid Javed Asghar Ghural, Sardar Aamir Talal Gopang, Dr Samia Amjad, Syeda Bushra Nawaz Gardezi, Mrs Khadija Umar, Dr Faiza Asghar, Mrs Embesat Hamid, Mrs Qamar Aamir Ch, Mr Muhammad Yar Hiraj, Ch Moonis Elahi, Mr Khurram Nawab, Mr Tahir Iqbal Chaudhary, Hafiz Muhammad Qamar Hayat Kathiya, Mrs Amna Ulfat, Mrs Seemal Kamran, Syeda Majida Zaidi, Mrs Samina Khawar Hayat, Ms Zobia Rubab Malik, Engineer Shahzad Elahi and Ms Humaira Awais Shahid. Any mover may move it.

DR. SAMIA AMJAD: I move:

"That the Provincial Motor Vehicles (Amendment) Bill 2010 as recommended by the Standing Committee on Transport be circulated for the purpose of eliciting opinion thereon by 31st January 2011."

MR ACTING SPEAKER: The motion moved is:

"That the Provincial Motor Vehicles (Amendment) Bill 2010 as recommended by the Standing Committee on Transport be circulated for the purpose of eliciting opinion thereon by 31st January 2011."

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS (Rana Sana Ullah Khan): I oppose.

جناب قائم مقام سپیکر: جی، محترمہ!

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! موٹر وہیکل بل کا main فلسفہ صرف جرمانہ ادا کرنے پر ہے کہ اگر کسی کا حادثہ ہوا ہے تو متاثرین یا جس کے جسم کو چوٹ لگی ہے کو کتنا جرمانہ دیا جائے گا۔ سب سے پہلے تو اس پر public opinion یہ لینی چاہئے کہ کس کی جان کسی کو کتنی پیاری ہے مثلاً یہاں پر انہوں نے سب سے پہلے شیڈول 13 میں یہ لکھا ہے کہ in case of death اڑھائی لاکھ روپے جرمانہ دیا جائے گا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک 60 سال کا شخص فوت ہوا ہے اور ایک 24 سال کا شخص فوت ہوا ہے تو ان دونوں کی اپنے اپنے خاندان کے لئے ذمہ داریاں مختلف ہوتی ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جان ہر ایک کی پیاری ہے اور ہر ایک کی قیمتی ہوتی ہے لیکن سب کو اڑھائی لاکھ روپے لکھ دینا کیا انصاف ہے؟ اس کی ایک range ہونی چاہئے یعنی اڑھائی لاکھ سے لے کر دس لاکھ روپے تک اور پھر اسے systemize طریقے سے apply کرنا چاہئے۔ کسی کی جان کی قیمت تو خیر نہیں دی جا سکتی۔ اسی طرح loss کی بات ہے تو یہاں پر لکھا ہے کہ اگر ایک شخص کی ایک آنکھ کا loss ہوا ہے تو اس کا جرمانہ loss of one eye- 75 thousand اور loss of both eyes-140 thousand تو میں ایک مثال دے رہی ہوں کہ اس میں public opinion تو کیا ڈاکٹر کی بھی opinion لے لیں تو وہ اس سے اتفاق نہیں کریں گے اور میں نے specific ہونے کے لئے reference لیا ہے۔ بات یہ ہے کہ ایک ڈاکٹری fact ہے

کہ اگر آپ کی ایک آنکھ ہے تب بھی اتنا ہی نظر آتا ہے جتنا دونوں آنکھوں سے نظر آتا ہے اور اس میں صرف جرمانے کو double لکھ دیا گیا ہے جو کہ اتنی sensible بات نہیں ہے۔ مقصد یہ کہ ایک آنکھ ہو یا دو آنکھیں تو اس میں فرق ہی نہیں پڑتا لیکن اس میں جس طرح سے لکھا گیا ہے تو یوں لگتا ہے کہ جیسے آدھی نظر ہو اور پوری نظر تو یہ opinion/ re-opinion والی چیزیں ہیں۔ اسی طرح میں ایک اور مثال پیش کروں گی کہ اگر کسی کے ایک دانت کا نقصان ہو تو -/12500 روپے لکھا ہوا ہے اور اگر دو دانت ٹوٹ جائیں تو 25 ہزار روپے ہے۔ میں as a ڈاکٹر آپ کو بتاؤں کہ آپ finest کلینک میں جاکر ایک دانت کو re-implant کروائیں تو 75 ہزار روپے لگتے ہیں تو یہ consider کئے اور public اور مارکیٹ کو دیکھے بغیر اس کی قیمتیں یہاں پر لگا دی گئی ہیں اور میرا خیال ہے کہ اسے re-circulate کرنا چاہئے اس لئے کہ جس نے وہ دانت replace کرنا ہے تو کیا وہ ساڑھے بارہ ہزار روپے میں دانت لگ جائے گا؟ تو میرا جواب ہے کہ نہیں بلکہ وہ 75 سے 85 ہزار روپے دانت کے implant کرنے کے لیتے ہیں؟ اسی طرح میں نے پہلے نظر کی بات کی اور اس سے پہلے death کی بات کی ہے تو فلاسفی صرف اتنی ہے کہ جو چیز جتنی قیمتی ہے اسے assess کرنے کے لئے ایک range میں پیسے ہونے چاہئیں تھے جو کہ ایک public opinion ہے اور یہ میں نے مختلف لوگوں سے پوچھی ہے۔ اگر بازو چلا گیا تو اس کی قیمت اتنی ہے کہ جتنا ایک نوجوان جس نے ایک خاندان کو چلانا ہے یا وہ ایک ادارے کا سربراہ ہے یا کسی بہت بڑے institution کو head کرتا ہے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اس میں سوچنے کی گنجائش ہے اور آپ ان چیزوں کو categorize نہیں کر سکتے جس طرح سے categorize کئے ہوئے ہیں اور کہیں پر بھی یہ نہیں لکھا گیا کہ ہر پانچ سال بعد یہ چیز revise ہو گی اور revise ہونے کا بھی کوئی provision نہیں ہے لہذا میرا خیال یہ ہے کہ اس میں بہت سارے lacunas ابھی بھی موجود ہیں اور public opinion کے مطابق ان lacunas کو change کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ ہر سال اتنی تیزی سے مہنگائی ہو رہی ہے اور آج 75 ہزار میں دانت لگ رہا ہے تو کل ڈیڑھ لاکھ روپے میں لگے گا اور یہ inflation کی تیزی بھی اس چیز میں آتی ہے۔ ایک بہت broad based ہونا چاہئے تھا اور یہ جس طریقے سے specify کیا گیا ہے وہ کسی بھی طرح انسانی ضروریات اور ان کی زندگی و اعضاء کی اہمیت کو cover نہیں کر رہا لہذا میرا یہ خیال ہے کہ اس پر دوبارہ public opinion لی جائے۔ یہاں پچیس Clauses لکھ کر انہیں revise کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ٹرانسپورٹر پر لکھ دیا گیا ہے کہ وہ اتنے پیسے دے گا، پھر لکھا ہے کہ زیادہ سے زیادہ ایک لاکھ 40 ہزار روپے آپ دیں گے۔ کسی کی ٹانگ، آنکھ، بازو چلا گیا یا

دونوں بازوکٹ گئے تو اس میں یہ ایک بہت بڑا lacuna ہے۔اس کے علاوہ ایک آدمی جس نے ٹھیکے پر ٹرانسپورٹ لی ہے اور ایک وہ جو ٹرانسپورٹ chain چلارہا ہے تو اس پر تو کوئی ذمہ داری نہ آئی۔ظاہر ہے کہ ٹھیکہ لینے والے ٹرانسپورٹر تو غریب ہیں اور ان کے پاس تو اتنا پیسا نہیں ہے کہ وہ جاکر اس طرح کریں لہذا جہاں پوری ذمہ داری صرف ایک ٹھیکے پر لئے ہوئے transporter کو دی گئی ہے اس پر دوبارہ سوچیں کیونکہ انہوں نے آواز اٹھائی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ ہم کیوں سارا کچھ بھریں؟ جو کسی بھی transport chain کا مالک ہے، کسی بھی کمپنی کا مالک ہے، میں کسی ایک کا نام یہاں نہیں لوں گی کیونکہ کسی ایک کا نام لینا غلط ہو گا جو بھی مالک ہے وہ ظاہر ہے لکھ پتی، کروڑ پتی اور کھرب پتی ہو سکتا ہے۔ساری ذمہ داری ایک ٹھیکیدار پر ڈالنا غلط ہے اس پر اُن کی طرف سے آواز آئی ہے اور یہ discussion اتنی آسان نہیں ہے۔ ٹرانسپورٹ میں ایکسیڈنٹ، loss of organ ایک انتہائی baseline and gross roots لوگوں کا مسئلہ ہے۔ میرے خیال میں اس کو adequately کرنے کی کوشش تو ضرور کی گئی ہے لیکن یہ کوشش نامکمل ہے لہذا میری استدعا ہے کہ اس bill کو تھوڑی دیر کے لئے مزید روکیں۔آنے والی مہنگائی، جن لوگوں نے زندگی کی قیمت ادا کرنی ہے ان کی غربت اور مالکوں کا امیر ہونا، میں کہوں گی کہ اس کو public opinion کے لئے circulate کیا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، لاء منسٹر!

وزیر قانون و پارلیمانی امور(رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس bill پر سٹینڈنگ کمیٹی نے کافی غور و خوض کیا ہے اس لئے اس کو مشتہر کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا کیونکہ legislation کا اختیار اس معزز ہاؤس اور اس کی سٹینڈنگ کمیٹی کو ہے۔ legislation public at large level پر نہیں کی جاسکتی۔

جناب قائم مقام سپیکر: میرا خیال ہے کہ اس پر کافی بات ہو گئی ہے۔

The amendment moved and the question is:

"That the Provincial Motor Vehicles (Amendment) Bill 2010 as recommended by the Standing Committee on Transport, be circulated for the purpose of eliciting opinion, thereon by 31st January 2011."

(The motion was lost.)

MR ACTING SPEAKER: The second amendment is from Ch Zahir ud Din Khan, Mr Muhammad Mohsin Khan Leghari, Mr Muhammad Shafiq Khan, Mr Khalid Javed Asghar Ghural, Sardar Aamir Talal Gopang, Dr Samia Amjad, Syeda Bushra Nawaz Gardezi, Mrs Khadija Umar, Dr Faiza Asghar, Mrs Embesat Hamid, Mrs Qamar Aamir Ch, Mr Muhammad Yar Hiraj, Ch Moonis Elahi, Mr Khurram Nawab, Mr Tahir Iqbal Chaudhary, Hafiz Muhammad Qamar Hayat Kathiya, Mrs Amna Ulfat, Mrs Seemal Kamran, Syeda Majida Zaidi, Mrs Samina Khawar Hayat, Ms Zobia Rubab Malik, Engineer Shahzad Elahi and Ms Humaira Awais Shahid. Any mover except the one who has moved or discussed the earlier motion may move it.

MR MUHAMMAD MOHSIN KHAN LEGHARI: I move:

> "That the Provincial Motor Vehicles (Amendment) Bill 2010, as recommended by the Standing Committee on Transport, be referred to a Select Committee, consisting of the following members with instructions to report thereon by 31st January 2011:
>
> 1. Mr Muhammad Mohsin Khan Leghari, MPA
> 2. Mrs Seemal Kamran, MPA
> 3. Engineer Shahzad Elahi, MPA
> 4. Mr Muhammad Yar Hiraj, MPA
> 5. Miss Zaib Jaffar, MPA
> 6. Mrs Ghazala Saad Rafique, MPA
> 7. Ch Sarfraz Afzal, MPA
> 8. Mrs Arifa Khalid Pervez, MPA
> 9. Mrs Laila Muqadas, MPA
> 10. Mrs Nazma Jawad Hashmi, MPA

MR ACTING SPEAKER: The motion moved is:

"That the Provincial Motor Vehicles (Amendment) Bill 2010, as recommended by the Standing Committee on Transport, be referred to a Select Committee, consisting of the following members with instructions to report thereon by 31st January 2011."

1. Mr Muhammad Mohsin Khan Leghari, MPA
2. Mrs Seemal Kamran, MPA
3. Engineer Shahzad Elahi, MPA
4. Mr Muhammad Yar Hiraj, MPA
5. Miss Zaib Jaffar, MPA
6. Mrs Ghazala Saad Rafique, MPA
7. Ch Sarfraz Afzal, MPA
8. Mrs Arifa Khalid Pervez, MPA
9. Mrs Laila Muqadas, MPA
10. Mrs Nazma Jawad Hashmi, MPA

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS (Rana Sana Ullah Khan): I oppose it.

جناب قائم مقام سپیکر: جی، لغاری صاحب!

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! اگر ہم اسی قانون کا Statement of Objects and Reasons دیکھیں جس کا دوسرا پیرا گراف ہے اور basically ہم نے یہ قانون Thirteenth Schedule کو update کرنے کے لئے بنایا ہے۔

The existing Thirteenth Schedule was inserted in 1970 and substituted in 1978 after the lapse of a period of 32 years. It is advisable and inevitable that the amount of compensation in case of death…

اس کو ہم نے update کرنا ہے۔ جس قانون کو ہم نے 32 سال تک نہیں چھیڑا اس کی ہم نے صرف ایک ہی میٹنگ کی ہے۔ جو رپورٹ ہمیں دی گئی اسی میں بتایا گیا ہے کہ یہ کمیٹی 3۔ دسمبر 2010 کو بیٹھی اور

اس نے صرف ایک sitting میں ہی اس کو change کر دیا۔ جیسا کہ ڈاکٹر صاحبہ پہلے واضح کر چکی ہیں کہ یہ جو compensation دی جا رہی ہے، کیونکہ وہ ایک ڈاکٹر ہیں اس لئے اِن چیزوں کو مجھ سے بہتر سمجھا سکتی ہیں کہ loss of sight یعنی صرف ایک آنکھ سے نظر آنا بھی نقصان ہے لیکن دونوں آنکھوں سے بھی اتنا ہی نظر آتا ہے جتنا کہ ایک آنکھ سے نظر آتا ہے۔ میرے خیال میں Insurance Industry اس پر بہت زیادہ کام کرتی ہے۔ اس پر compensation دینے اور اس Schedule Thirteenth کو revise کرنے کے لئے اس کو Select Committee کو refer کیا جائے۔ Insurance Companies کو بلا کر ان سے compensation والے mechanism کو سمجھا جائے اور اس پر تھوڑی سوچ بچار کر لی جائے۔ صرف ایک sitting کر کے قانون کو update کرنا مناسب نہیں ہے۔ اس پر بہتر طریقے سے debate کر کے، کمیٹی میں پیش کر کے اگر discuss کر لیا جائے تو اس میں کوئی برائی نہیں ہو گی۔

جناب قائم مقام سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، لاء منسٹر!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! سٹینڈنگ کمیٹی نے اس معاملے کا پوری طرح سے جائزہ لیا اور انہوں نے جو Special Committee suggest کی ہے، میں سمجھتا ہوں کہ Special Committee کے ممبران اور سٹینڈنگ کمیٹی کے وہ ممبران جنہوں نے اس bill پر غور و خوض کیا competency wise ان میں کوئی فرق نہیں ہے اس لئے سٹینڈنگ کمیٹی نے جو چیز approve کی ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس کو preference ملنی چاہئے۔

MR ACTING SPEAKER: The amendment moved and the question is:

> "That the Provincial Motor Vehicles (Amendment) Bill 2010, as recommended by the Standing Committee on Transport, be referred to a Select Committee, consisting of the following members with instructions to report thereon by 31st January 2011:"

1. Mr Muhammad Mohsin Khan Leghari, MPA
2. Mrs Seemal Kamran, MPA
3. Engineer Shahzad Elahi, MPA
4. Mr Muhammad Yar Hiraj, MPA
5. Miss Zaib Jaffar, MPA

6. Mrs Ghazala Saad Rafique, MPA
7. Ch Sarfraz Afzal, MPA
8. Mrs Arifa Khalid Pervez, MPA
9. Mrs Laila Muqadas, MPA
10. Mrs Nazma Jawad Hashmi, MPA

(The motion was lost.)

MR ACTING SPEAKER: Now the motion moved and the question is:

"That the Provincial Motor Vehicles (Amendment) Bill 2010, as recommended by Standing Committee on Transport, be taken into consideration at once.

(The motion was carried.)

CLAUSE 2

MR ACTING SPEAKER: Now, we take up the Bill clause by clause. Now, Clause 2 of the Bill is under consideration. There is an amendment in it. The amendment is from Ch Zahir ud din Khan, Mr Muhammad Mohsin Khan Leghari, Mr Muhammad Shafiq Khan, Mr Khalid Javed Asghar Ghural, Sardar Aamir Talal Gopang, Dr Samia Amjad, Syeda Bushra Nawaz Gardezi, Mrs Khadija Umar, Dr Faiza Asghar, Mrs Embesat Hamid, Mrs Qamar Aamir Ch, Mr Muhammad Yar Hiraj, Ch Moonis Elahi, Mr Khurram Nawab, Mr Tahir Iqbal Chaudhary, Hafiz Muhammad Qamar Hayat Kathiya, Mrs Amna Ulfat, Mrs Seemal Kamran, Syeda Majida Zaidi, Mrs Samina Khawar Hayat, Ms Zobia Rubab Malik and Engineer Shahzad Elahi. Any mover may move it.

MR MUHAMMAD MOHSIN KHAN LEGHARI: Sir, I move:

"That in Clause 2 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Transport, after the proposed sub-section (1) of Section 50 of the Principal Ordinance, the following proviso may be added:

"Provided that the amount specified in the Thirteenth Schedule shall be subject to revision after every five years."

MR ACTING SPEAKER: The motion moved is:

"That in clause 2 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Transport, after the proposed sub-section (1) of Section 50 of the Principal Ordinance, the following proviso may be added:-

"Provided that the amount specified in the Thirteenth Schedule shall be subject to revision after every five years."

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS (Rana Sana Ullah Khan)**:** I oppose.

جناب قائم مقام سپیکر: جی، لغاری صاحب!

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میری لاء منسٹر اور باقی معتبر و معزز ممبران سے گزارش ہو گی کہ اس بل کا purpose دیکھیں کہ ہم نے اس کو کیوں پیش کیا ہے؟ میں بتاتا ہوں کہ:

"The existing Thirteenth Schedule was inserted in 1970 and substituted in 1978 after a lapse of 32 years. It is very much advisable…"

یہ law کہہ رہا ہے کہ یہ advisable ہے اور inevitable بھی ہے کہ ہم نے اس کو revise کرنا ہے۔ بجائے اس کے کہ ہمیں پھر بتیس سال انتظار کرنا پڑے ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ

"Provided that the amount specified in the Thirteenth Schedule shall be subject to revision after every five years."

ہم چاہ رہے ہیں کہ اس کی revision recurring ہوتی رہے۔ یہ بڑی مناسب سی suggestion ہے تاکہ پھر بتیس سال انتظار نہ کرنا پڑے اور اس کو کرنے سے law current رہے گا۔ اس amendment کو accept کرنے سے law کی spirit میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی، law کے مقصد

میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی بلکہ law ایک بہتر law بن کر سامنے آئے گا۔ یہ بد قسمتی ہے کہ بتیس سال بعد اس کی revision ہمارے سامنے پیش ہوئی ہے ہم آئندہ اس چیز سے بچ جائیں گے اور پھر اس ہاؤس کی ذمہ داری ہو جائے گی کہ وہ ہر پانچ سال کے بعد اس کو revise کر کے current کر لے۔ میرے خیال میں تو یہ بڑی مناسب تجویز ہے باقی اب لاء منسٹر صاحب کی مرضی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، لاء منسٹر!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ جو schedule ہے اس کی revision کا اختیار اس ایوان کو ہے۔ گورنمنٹ اپنے طور پر اس کو revise نہیں کر سکتی۔ یہ ایوان نے revise کرنا ہے اور ایوان اس کو سال بعد بھی revise کر سکتا ہے، تین سال بعد بھی کر سکتا ہے، پانچ سال بعد بھی کر سکتا ہے۔ اس مرتبہ جو اتنے لمبے عرصے کے بعد اس میں amendments آ رہی ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ڈاکٹر سامیہ امجد جو معزز ممبر ہیں ان کا اس میں contribution ہے۔ انہوں نے یہ معاملہ اُٹھایا تھا اور ان کی نشاندہی پر ڈیپارٹمنٹ بِل لے کر آیا اور یہ revisions ہوئی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ open رہنا چاہئے تاکہ اگر کوئی معزز ممبر یہ سمجھے کہ اس میں دو سال بعد revision کی ضرورت ہے تو پھر دو سال بعد بھی کی جا سکتی ہے۔

MR ACTING SPEAKER: The amendment moved and the question is:

> That in Clause 2 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Transport, after the proposed sub-section (1) of Section 50 of the Principal Ordinance, the following proviso be added:-
>
> "Provided that the amount specified in the Thirteenth Schedule shall be subject to revision after every five years."

(The motion was lost.)

MR ACTING SPEAKER: Now, the question is:

"That Clause 2 of the Bill, do stand part of the Bill.''

(The motion was carried.)

CLAUSE-3

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 3 of the Bill is under consideration. There is an amendment in it. The amendment is from Ch. Zahir-ud-Din Khan, Mr Muhammad Mohsin Khan Leghari, Mr Muhammad Shafiq Khan, Mr Khalid Javed Asghar Ghural, Sardar Aamir Talal Gopang, Dr Samia Amjad, Syeda Bushra Nawaz Gardezi, Mrs Khadija Umar, Dr Faiza Asghar, Mrs Embesat Hamid, Mrs Qamar Aamir Ch, Mr Muhammad Yar Hiraj, Ch Moonis Elahi, Mr Khurram Nawab, Mr Tahir Iqbal Chaudhary, Hafiz Muhammad Qamar Hayat Kathiya, Mrs Amna Ulfat, Mrs Seemal Kamran, Syeda Majida Zaidi, Mrs Samina Khawar Hayat, Ms Zobia Rubab Malik and Engineer Shahzad Elahi.

Since this amendment is substantially identical to the amendment which has been lost therefore, the same is inadmissible under Rule 106(b) and 198(4) and it is ruled out of order.

Now, the question is:

"That Clause 3 of the Bill, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-4

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 4 of the Bill is under consideration. There are two amendments in it. The first amendment is from Ch. Zahir-ud-Din Khan, Mr Muhammad Mohsin Khan Leghari, Mr Muhammad Shafiq Khan, Mr Khalid Javed Asghar Ghural, Sardar Aamir Talal Gopang, Dr Samia Amjad, Syeda Bushra Nawaz Gardezi, Mrs Khadija Umar, Dr Faiza Asghar, Mrs Embesat Hamid, Mrs Qamar Aamir Ch, Mr Muhammad Yar Hiraj, Ch Moonis Elahi, Mr Khurram Nawab, Mr Tahir Iqbal Chaudhary, Hafiz Muhammad Qamar Hayat Kathiya, Mrs Amna Ulfat, Mrs Seemal Kamran, Syeda Majida Zaidi,

Mrs Samina Khawar Hayat, Ms Zobia Rubab Malik and Engineer Shahzad Elahi. Any mover may move it.

MRS KHADIJA UMAR: I move:

> "That in Clause 4 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Transport, in the proposed sub-section (1) of Section 67 of the Principal Ordinance, for the words “in the absence of the permit”, the words” if no permit has been granted’’ be substituted."

MR ACTING SPEAKER: The motion moved is:

> "That in Clause 4 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Transport, in the proposed sub-section (1) of Section 67 of the Principal Ordinance, for the words "in the absence of the permit", the words "if no permit has been granted" be substituted."

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS (Rana Sana Ullah Khan): I oppose.

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! اس میں جو الفاظ استعمال کئے گئے ہیں "in the absence of permit" یہ بہت vague سی statement ہے اس میں clear نہیں ہو سکتا کہ اگر اس کے پاس permit ہے اور وہ گھر میں موجود ہے تو اس لئے اس کو "if no permit has been granted specify" کیا جائے کیونکہ اگر ان کے پاس permit گھر میں موجود ہو تو اس لئے یہاں پر تھوڑی سی confusion ہے۔ یہ بہت vague statement ہے اس لئے ہماری request ہے کہ اس کو دیکھا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: شکریہ۔ جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس میں legally جو الفاظ استعمال کئے گئے "absence of the permit" یہی مناسب ہیں۔

MR ACTING SPEAKER: The amendment moved and the question is:

> "That in Clause 4 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Transport, in the proposed sub-section (1) of Section 67 of the Principal Ordinance, for the words "in the absence of the permit", the words "if no permit has been granted" be substituted.

(The motion was lost.)

MR ACTING SPEAKER: Now the second amendment is from Ch. Zahir-ud-Din Khan, Mr Muhammad Mohsin Khan Leghari, Mr Muhammad Shafiq Khan, Mr Khalid Javed Asghar Ghural, Sardar Aamir Talal Gopang, Dr Samia Amjad, Syeda Bushra Nawaz Gardezi, Mrs Khadija Umar, Dr Faiza Asghar, Mrs Embesat Hamid, Mrs Qamar Aamir Ch, Mr Muhammad Yar Hiraj, Ch Moonis Elahi, Mr Khurram Nawab, Mr Tahir Iqbal Chaudhary, Hafiz Muhammad Qamar Hayat Kathiya, Mrs Amna Ulfat, Mrs Seemal Kamran, Syeda Majida Zaidi, Mrs Samina Khawar Hayat, Ms Zobia Rubab Malik and Engineer Shahzad Elahi. Since this amendment is substantially identical to the amendment in Clause 2 which has been lost, therefore, the same is inadmissible under Rules 106(b) and 198(4) and it is ruled out of order.

Now, the question is:

"That Clause 4 of the Bill, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-5

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 5 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

“That Clause 5 of the Bill, do stand part of the Bill.’’

(The motion was carried.)

CLAUSE-6

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 6 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

That Clause 6 of the Bill, do stand part of the Bill.

(The motion was carried.)

CLAUSE-1

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 1 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 1 of the Bill, do stand part of the Bill.''

(The motion was carried.)

PREAMBLE

MR ACTING SPEAKER: Now, Preamble of the Bill is under consideration. There is an amendment in it. The amendment is from Ch. Zahir-ud-Din Khan, Mr Muhammad Mohsin Khan Leghari, Mr Muhammad Shafiq Khan, Mr Khalid Javed Asghar Ghural, Sardar Aamir Talal Gopang, Dr Samia Amjad, Syeda Bushra Nawaz Gardezi, Mrs Khadija Umar, Dr Faiza Asghar, Mrs Embesat Hamid, Mrs Qamar Aamir Ch, Mr Muhammad Yar Hiraj, Ch Moonis Elahi, Mr Khurram Nawab, Mr Tahir Iqbal Chaudhary, Hafiz Muhammad Qamar Hayat Kathiya, Mrs Amna Ulfat, Mrs Seemal Kamran, Syeda Majida Zaidi, Mrs Samina Khawar Hayat, Ms Zobia Rubab Malik and Engineer Shahzad Elahi. Any mover may move it.

سید ناظم حسین شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، بِل کے درمیان میں پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہوتا۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! میں ایک اہم بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ تو ماشاء اللہ سینئر ہیں۔ پلیز! آپ اس کے بعد پوائنٹ آف آرڈر لے لیں۔ جی، سامیہ امجد صاحبہ!

DR SAMIA AMJAD: Sir, I move:

"That in the Preamble of the Bill as recommended by the Standing Committee on Transport, the word "further" be deleted."

MR ACTING SPEAKER: The motion moved is:

"That in the Preamble of the Bill as recommended by the Standing Committee on Transport, the word "further" be deleted."

جی، محترمہ!

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! اس سے پہلے کہ میں اس پر بحث کروں یہ غیر ضروری سا ہی لفظ تھا جتنا کچھ لکھا ہوا ہے وہ اتنا ہی کافی رہتا کہ Preamble میں جو Proviso دی ہوئی ہے اس میں لفظ further کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ Further to amend کا کیا مطلب ہے؟ a Bill to amend ہی کافی ہے۔ یہ لفظ further ایک قسم کا اس کو bind کر رہا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ جہاں پر میری یہ recommendation ہے وہاں اس موقع پر میں گورنمنٹ بنچ کا اور وزیر قانون رانا ثناء اللہ صاحب کا شکریہ ضرور ادا کرنا چاہوں گی کہ اس august House میں میری suggestion پر اور میرے point out کرنے پر Motor Vehicles Bill کے اندر amendments لانے کے لئے ان سارے لوگوں نے تگ و دو کی ہے اور اس کو update کیا ہے۔ اس میں شکریہ کے ساتھ ساتھ میں یہ caution دینا چاہتی ہوں کہ اگر ہم اسی طرح خاموش رہے تو بہت ساری ایسی amendments ہیں جو پھر کئی کئی سال رہ جائیں گی لہذا ہم سب کو conscious رہنا چاہئے، میں ان کی acknowledgement کا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب! اس پر کوئی بات تو نہیں کرنی؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس میں لفظ further کا صرف اس لئے ہوتا ہے کہ پھر سے Law کو amend کیا جا رہا ہے اور اس سے پہلے بھی amendments ہو چکی ہیں to clarify this event.

MR ACTING SPEAKER: The amendment moved and the question is:

"That in the Preamble of the Bill as recommended by the Standing Committee on Transport, the word “further’’ be deleted."

(The motion was lost.)

MR ACTING SPEAKER: Now, the question is:

"That Preamble of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

LONG TITILE

MR ACTING SPEAKER: Now, Long Title of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Long Title of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

MR ACTING SPEAKER: Minister for Law!

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS (Rana Sana Ullah Khan) Mr. Speaker, I move:

"That the Provincial Motor Vehicles (Amendment) Bill 2010 be passed."

MR ACTING SPEAKER: The motion moved is:

"That the Provincial Motor Vehicles (Amendment) Bill 2010 be passed."

The motion moved and the question is:

"That the Provincial Motor Vehicles (Amendment) Bill 2010 be passed."

(The motion was carried.)

(The Bill is passed.)

MR ACTING SPEAKER: Now, we take up the Global Institute Lahore Bill 2010. Minister for Law!

قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب 1997 کے قاعدہ 225(2) کے تحت مسودہ قانون گلوبل انسٹیٹیوٹ لاہور مصدرہ 2010 کے تسلسل کے لئے خصوصی حکم کا اجراء

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS (Rana Sana Ullah Khan): Mr. Speaker, I move:

> "That a special order be made under rule 225 (2) of the Rules of Procedure of Provincial Assembly of the Punjab 1997, for the continuance of the Global Institute Lahore Bill 2010."

MR ACTING SPEAKER: The motion moved is:

> "That a special order be made under rule 225 (2) of the Rules of Procedure of Provincial Assembly of the Punjab 1997, for the continuance of the Global Institute Lahore Bill 2010."

> The motion moved and the question is:

> "That a special order be made under rule 225 (2) of the Rules of Procedure of Provincial Assembly of the Punjab 1997, for the continuance of the Global Institute Lahore Bill 2010."

(The motion was carried.)

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب والا! ہم oppose کرنے کے لئے اٹھے تھے آپ نے بولنے کا موقع ہی نہیں دیا؟

جناب قائم مقام سپیکر: آپ نے oppose کیا ہی نہیں ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب والا! آپ نے کرنے ہی نہیں دیا۔

جناب قائم مقام سپیکر: چلیں sorry میں اب move کر چکا ہوں۔ تشریف رکھیں۔ مجھے اس وقت آپ نے یہ نہیں کہا کہ میں نے oppose کرنا ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب والا! میں تو oppose کرنے کے لئے اٹھا تھا۔

جناب قائم مقام سپیکر: تشریف رکھیں۔ I am very sorry.

سید ناظم حسین شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ تو سینئر ہیں، آپ کو پتا ہے legislation ہو رہی ہے اس میں پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو سکتا۔

Minister for Law may move the motion for consideration of the Bill.

مسودہ قانون (ترمیم) گلوبل انسٹیٹیوٹ لاہور مصدرہ 2010

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS (Rana Sana Ullah Khan): Mr. Speaker, I move:

> "That the Global Institute Lahore Bill 2010, as recommended by the Standing Committee on Education, be taken into consideration at once."

MR ACTING SPEAKER: The motion moved is:

> "That the Global Institute Lahore Bill 2010, as recommended by the Standing Committee on Education, be taken into consideration at once."

Since there is no amendment in it, the motion moved and the question is:

> "That the Global Institute Lahore Bill 2010, as recommended by the Standing Committee on Education, be taken into consideration at once."

(The motion was carried.)

CLAUSE-3

MR ACTING SPEAKER: Now, we take up the Bill Clause by Clause. Now, Clause 3 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 3 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-4

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 4 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 4 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-5

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 5 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 5 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-6

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 6 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 6 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE- 7

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 7 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 7 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-8

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 8 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 8 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-9

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 9 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 9 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-10

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 10 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 10 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-11

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 11 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 11 of the Bill, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-12

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 12 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 12 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-13

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 13 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 13 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-14

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 14 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 14 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-15

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 15 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 15 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-16

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 16 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 16 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-17

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 17 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 17 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-18

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 18 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 18 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-19

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 19 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 19 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-20

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 20 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 20 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-21

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 21 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 21 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-22

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 22 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 22 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-23

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 23 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 23 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-24

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 24 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 24 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-25

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 25 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 25 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-26

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 26 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 26 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-27

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 27 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 27 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-28

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 28 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 28 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-29

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 29 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 29 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-30

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 30 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 30 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-31

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 31 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 31 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

SCHEDULE

MR ACTING SPEAKER: Now Schedule of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That the Schedule of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-2

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 2 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 2 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-1

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 1 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 1 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

PREAMBLE

MR ACTING SPEAKER: Now, Preamble of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Preamble of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

LONG TITLE

MR ACTING SPEAKER: Now, Long Title of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Long Title of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

MR ACTING SPEAKER: Minister for Law!

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS (Rana Sana Ullah Khan): Mr. Speaker, I move:

"That the Global Institute Lahore Bill 2010 be passed."

MR ACTING SPEAKER: The motion moved is:

"That the Global Institute Lahore Bill 2010 be passed."

The motion moved and the question is:

"That the Global Institute Lahore Bill 2010 be passed."

(The motion was carried.)

(The Bill is passed)

MR ACTING SPEAKER: Now, we take up the Lahore Leads University Bill 2010 (Bill No. 17 of 2010). Minister for Law!

جناب پرویز رفیق: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: No, no point of order، قانون سازی کے بعد۔

قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب 1997 کے قاعدہ (2)225 کے تحت مسودہ قانون دی لاہور لیڈز یونیورسٹی مصدرہ 2010 کے تسلسل کے لئے خصوصی حکم کا اجراء

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS (Rana Sana Ullah Khan): Mr. Speaker, I move:

"That a special order be made under rule 225(2) of the Rules of Procedure of Provincial Assembly of the Punjab 1997, for the continuance of the Lahore Leads University Bill 2010."

MR ACTING SPEAKER: The motion moved is:

"That a special order be made under rule 225 (2) of the Rules of Procedure of Provincial Assembly of the Punjab 1997, for the continuance of the Lahore Leads University Bill 2010."

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! oppose it. میں یہ عرض کروں کہ اسمبلی کے میرے بہت سارے دوستوں کو اس چیز کے بارے میں پتا نہیں ہے کہ ہم کس چیز کی dispensation لے رہے ہیں۔ ہم (2)225 rule کے تحت یہ اجازت لے رہے ہیں کہ ایک بل جو ہاؤس میں introduce ہوا تھا لیکن وہ دو اجلاسوں تک take up نہیں کیا گیا یہ اس کے لئے اجازت لی جا رہی ہے۔ یہ بل پیش ہوا تھا اس پر کمیٹی میں debate بھی ہوئی لیکن لاء منسٹر صاحب اور حکومتی benches سے میری گزارش ہے کہ یہ بل پیش کیوں نہیں ہوا؟ ہم نے اسے اسمبلی کے دو اجلاسوں میں take up کیوں نہیں کیا؟ اس ہاؤس کے پاس قانون سازی کا کوئی اتنا زیادہ business ہے ہی نہیں کہ ہمیں وقت نہیں ملا اور اسے نہیں لے سکے لہذا لاء منسٹر صاحب یہ justify کر دیں کہ دو اجلاسوں میں یہ بل take up کیوں نہیں کیا گیا کہ آج اس کے لئے specially dispensation لی جا رہی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں لغاری صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا کہ جہاں پر (2)225 rule ہے وہاں پر 226 rule بھی ہے۔ بعض اوقات کچھ بل ایسے ہوتے ہیں جن کی پبلک اہمیت کی وجہ سے انہیں جلدی legislate کرنا ضروری ہوتا ہے۔ چونکہ پچھلا اجلاس جتنے دن جاری رہنا تھا اسے اس سے پہلے ختم کرنا پڑا اس لئے یہ بل اس اجلاس میں take up نہیں ہو سکا۔

MR ACTING SPEAKER: The motion moved and the question is:

> "That a special order be made under rule 225(2) of the Rules of Procedure of Provincial Assembly of the Punjab 1997, for the continuance of the Lahore Leads University Bill 2010."

(The motion was carried.)

MR ACTING SPEAKER: Now, we take up the Lahore Leads University Bill 2010. Minister for Law may move the motion for consideration of the Bill. Minister for Law!

مسودہ قانون دی لاہور لیڈز یونیورسٹی مصدرہ 2010

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS (Rana Sana Ullah Khan): Mr. Speaker, I move:

> "That the Lahore Leads University Bill 2010, as recommended by Standing Committee on Education, be taken into consideration at once."

MR ACTING SPEAKER: The motion moved is:

> "That the Lahore Leads University Bill 2010, as recommended by Standing Committee on Education, be taken into consideration at once."

Since there is no amendment in it, the motion moved and the question is:

> "That the Lahore Leads University Bill 2010, as recommended by Standing Committee on Education, be taken into consideration at once."

(The motion was carried.)

CLAUSE-3

MR ACTING SPEAKER: Now, we take up the Bill Clause by Clause. Now, Clause 3 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 3 of the Bill do standing part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-4

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 4 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 4 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-5

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 5 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 5 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-6

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 6 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 6 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-7

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 7 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 7 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-8

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 8 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 8 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-9

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 9 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 9 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-10

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 10 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 10 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-11

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 11 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause11 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-12

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 12 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 12 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-13

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 13 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 13 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-14

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 14 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 14 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-15

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 15 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 15 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-16

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 16 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 16 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-17

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 17 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 17 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-18

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 18 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 18 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-19

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 19 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 19 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-20

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 20 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 20 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-21

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 21 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 21 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-22

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 22 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 22 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-23

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 23 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 23 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-24

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 24 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 24 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-25

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 25 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 25 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-26

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 26 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 26 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-27

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 27 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 27 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-28

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 28 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 28 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-29

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 29 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 29 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

SCHEDULE

MR ACTING SPEAKER: Now Schedule of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Schedule of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-2

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 2 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 2 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE-1

MR ACTING SPEAKER: Now, Clause 1 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 1 of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

PREAMBLE

MR ACTING SPEAKER: Now, Preamble of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Preamble of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

LONG TITLE

MR ACTING SPEAKER: Now, Long Title of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Long Title of the Bill do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

MR ACTING SPEAKER: Minister for Law!

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS (Rana Sana Ullah Khan): Mr. Speaker, I move:

"That the Lahore Leads University Bill 2010 be passed."

MR ACTING SPEAKER: The motion moved is:

"That the Lahore Leads University Bill 2010 be passed."

The motion moved and the question is:

"That the Lahore Leads University Bill 2010 be passed."

(The motion was carried.)

(The Bill is passed.)

پوائنٹ آف آرڈر

سینئر وزیر / وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، فرمائیں!

وزیر قانون سے لوٹا کریسی کی مخالفت کرنے کا مطالبہ

سینئر وزیر / وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! چند دن پہلے مسلم لیگ (ن) کے قائد میاں نواز شریف صاحب نے ایک ایجنڈا دیا جس میں انہوں نے کہا کہ اگر وزیراعظم صاحب نے اس پر "ہاں" نہ کی تو پھر ہمیں مجبوراً پیپلز پارٹی سے پنجاب میں علٰیحدگی اختیار کرنی پڑے گی۔ ان کے اس اعلان کے بعد مسلم لیگ (ق) کی ٹکٹوں پر جیتے ہوئے، ان کے نشان پر جیتے ہوئے ممبران کے ایک Unification Group کے منہ میں پانی آنا شروع ہو گیا۔ انہوں نے شورا شورا پیا اس کے بعد اچکنیں سلوائیں۔ ان اچکنوں کی ابھی درزی کے پاس double and triple فیس پر سلائی ہو رہی تھی کہ اسی دوران وزیراعظم صاحب نے ایک اعلان کر دیا۔ میں صدر پاکستان جناب آصف علی زرداری اور وزیراعظم صاحب کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے اس ملک میں مفاہمت کی سیاست کو آگے بڑھایا اور میاں نواز شریف صاحب کو فون کر کے ان کے ایجنڈے پر بات کرنے کے لئے آمادگی کا اظہار کیا۔ انشاء اللہ تعالیٰ جب تک ہماری قیادت کا حکم ہے ہم پنجاب میں مسلم لیگ (ن) کی حکومت کو مضبوط رکھیں گے۔ میں معذرت کے ساتھ کہوں گا کہ مسلم لیگ (ن) اور پاکستان پیپلز پارٹی کے منتخب

نمائندوں کو پچھلے دور میں توڑ کر، ان کو لوٹا بنا کر پریس کانفرنس کی جاتی تھی۔ میں اور مسلم لیگ (ن) کے رانا ثناء اللہ حزب اختلاف کے بنچوں پر بیٹھ کر ان دوستوں کو مشورہ دیتے تھے کہ خدا کے لئے ایسا نہ کریں، یہ لوٹا کریسی والا کام نہ کریں۔ اگر آپ لوٹا کریسی کرتے رہے تو پھر اس ملک میں جمہوریت کو نقصان پہنچے گا لیکن اُس وقت ان کو ہماری بات سمجھ نہیں آئی۔ آج میں اپنے بھائی رانا ثناء اللہ صاحب سے گزارش کرتا ہوں کہ ان حزب اختلاف کے بنچوں پر بیٹھ کر ہم جو مشورہ چودھری پرویز الٰہی اور چودھری ظہیر الدین خان کو دیتے تھے آج آپ خود بھی اس پر عمل کریں۔ لوٹا کریسی کی پرورش نہ کریں اور اس Unification Group کو اپنے سے علیحدہ کریں۔ یہ لوٹے ہیں اور ہم جمہوری لوگ ہیں۔ ہم نے آمریت کے دور میں مقابلہ کیا ہے، جمہوریت کا دفاع کیا ہے اور ہم نے جمہوری اداروں کو مضبوط کیا ہے۔ آمروں کے ساتھی جو مرضی کریں لیکن کم از کم ہمیں ایسا نہیں کرنا چاہئے کیونکہ یہ ہمیں زیب نہیں دیتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہم نے جمہوریت کے لئے جو ماریں کھائی ہیں، جدوجہد کی ہے، جیلیں کاٹی ہیں اور کوڑے کھائے ہیں یہ اس کی خلاف ورزی ہے۔ ہم جمہوری ذہن رکھنے والے لوگوں کو لوٹا کریسی کی پرورش کرنی چاہئے، ان کی پشت پناہی کرنی چاہئے، ان پر ہاتھ رکھنا چاہئے اور نہ ہی ان کو اپنے ساتھ لے کر چلنا چاہئے کیونکہ ایسے عمل سے جمہوریت اور جمہوری اداروں کو نقصان پہنچے گا۔ بہت مہربانی

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں محترم سینئر منسٹر راجہ ریاض صاحب کا انتہائی مشکور ہوں کہ ان کی جماعت نے پاکستان مسلم لیگ (ن) کے قائد میاں نواز شریف کے دیئے ہوئے ایجنڈے پر عمل کرنے کی حامی بھری اور آج انہوں نے یہاں on the floor of the Punjab Assembly اس کا اعادہ کیا ہے۔

جناب سپیکر! راجہ ریاض صاحب نے Unification Group کے حوالے سے بات کی ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے کہا کہ ہم مل کر پانچ سال تک جمہوریت کے لئے جدوجہد کرتے رہے ہیں اور یہ کہتے رہے ہیں کہ لوٹا کریسی نہیں ہونی چاہئے۔ میرے بھائی نے ایک لفظ استعمال کیا ہے کہ ان کو شورا وغیرہ پینے کے لئے دیا گیا۔ میں اپنے معزز بھائی سے یہ گزارش کروں گا کہ ہم نے انہیں جب بھی بُلایا اس ایوان کے معزز ممبر کے طور پر بُلایا اور انہیں باقاعدہ کھانا پیش کیا لیکن وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب گورنر راج میں راجہ ریاض صاحب ہمیں بُلاتے تھے تو انہوں نے آگے سے شورا پکا کر رکھا ہوتا تھا۔ مجھے اپنے بھائی راجہ ریاض صاحب کے غصے کا بالکل احساس ہے کیونکہ Unification Group نے اُس وقت وہ شورا نہیں پیا تھا۔ یہ تقریباً ایک مہینے تک وہ شورا سجائے بیٹھے رہے اور ان کو بُلاتے رہے۔ ایک مرتبہ تو

انہوں نے باقاعدہ ٹیلیویژن پر آ کر کہا کہ ہمارے پاس دو سو بندے ہو گئے ہیں۔ بہر حال وہ شور اپکا پکا پارہ گیا لیکن اس شورے کو پکانے میں راجہ ریاض صاحب کے ساتھ ایک پی سی او چیف جسٹس بھی شامل تھے۔ انہوں نے اُس وقت میری قیادت کو نااہل قرار دیا ہوا تھا۔ جہاں تک میرے بھائی نے یہ کہا کہ ہم وہاں پر بیٹھ کر جس کام پر تنقید کرتے تھے وہ کام آج ہمیں نہیں کرنا چاہئے۔ میں اپنے بھائی کو یہ یقین بھی دلاتا ہوں اور انہیں یاد بھی دلاتا ہوں کہ میں نے مسلسل پانچ سال اُن بنچوں پر بیٹھ کر یہ بات کہی کہ لوٹا کریسی بھی بُری بات ہے اور (ق) لیگ کوئی سیاسی جماعت نہیں ہے، یہ لوٹا لیگ ہے۔ میں نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر چور کو مارنا ہے تو اُسے نہ مارو، چور کی ماں کو مارو۔ اگر لوٹا کریسی ختم کرنی ہے تو لوٹا کریسی کی ماں کو ختم کیا جائے۔ میں یونیفکیشن بلاک کے ممبران کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ وہ چوروں کی ماں کو مارنے جا رہے ہیں۔ اس ملک کے لوگوں نے 18۔فروری 2008 کو چوروں کی اس ماں کو مارا اور اس وقت ان کا جدامجد اس وقت لندن کے ایک چھوٹے سے فلیٹ میں بیٹھا ہے۔

جناب سپیکر! غالباً 2006 میں پرویز مشرف فیصل آباد آیا، معزز ممبران اسمبلی یقین کریں کہ وہ پورے فیصل آباد میں سمائے نہیں سماتا تھا یعنی پورا فیصل آباد close تھا وہاں پر کمانڈو کی بے پناہ پلاٹون تھی وہاں پر ایک ایک درخت کے ساتھ کمانڈو کھڑے تھے۔ خدا کی قسم آج وہ لندن میں ڈیڑھ مرلے کے فلیٹ میں مقید ہے۔ میں پچھلے سال لندن گیا اور خصوصی طور پر اس فلیٹ کو دیکھ کر اُس پر لعنت بھیجی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! وہ اُس وقت اس ملک کا صدر تھا اس لئے چوروں کی وہ ماں 18۔فروری کو تھوڑا بہت بچ گئی یعنی پوری طرح سے نہیں مری۔ اب انشاء اللہ تعالیٰ یونیفکیشن بلاک بھی اُس کو مارے گا، پاکستان کے عوام بھی ماریں گے اور جب چوروں کی ماں مر جائے گی تو راجہ ریاض صاحب! "نہ رہے گا بانس اور نہ بجے گی بانسری۔" اُس کے بعد چوروں کی ماں ہو گی، کوئی لوٹا ہو گا، نہ اس پر کوئی بات ہو گی۔

سید ناظم حسین شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: شاہ صاحب! ابھی پارلیمانی لیڈر بات کر رہے ہیں۔ آپ ابھی تشریف رکھیں۔ میں بعد میں آپ کو ٹائم دوں گا۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! یہ مجھے بتا دیں کہ جب منسٹر صاحب بات کر رہے ہوں یا کوئی اور صاحب بات کر رہے ہوں تو پوائنٹ آف آرڈر کیسے نہیں کیا جا سکتا؟

جناب قائم مقام سپیکر: جی، قائدِ حزب اختلاف!

قائدِ حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! ابھی ایک شکوہ اور جوابِ شکوہ چل رہا تھا۔ اس ایوان کے اندر سیاسی طور پر باتیں کرنے سے کسی کو غصہ کرنا چاہئے، temper lose کرنا چاہئے اور نہ ہی اس قسم کی کوئی ایسی بات کرنی چاہئے کہ اپنی طرف کی ہوئی بات کو divert کرنے کے لئے کسی دوسری گلی میں داخل ہوا جائے۔ میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ لاء منسٹر صاحب نے ابھی جتنی بھی باتیں کی ہیں اور اُن میں خراج تحسین دو متضاد باتیں ہیں۔ ایک تو یہ لوٹا کریسی کے خلاف جہاد کرتے رہے ہیں اور دوسرا یہ لوٹوں کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ میڈیا بھی سن رہا ہے کہ ایک ہی تقریر کے اندر دو متضاد باتیں صرف انہی کو زیب دیتی ہیں۔ انہوں نے ایک بات کی ہے کہ چوروں کی ماں کو مارنا چاہئے، چوروں کی ماں وہ ہے جو چھانگا مانگا میں گئی تھی جس نے چھانگا مانگا میں انڈوں کے اوپر بیٹھ کر چوزے نکالے تھے اور چھانگا مانگا کے چوزوں کے ماتھے سے ابھی تک کلنک کے ٹیکے نہیں اُترے۔ میں on the floor of the House کہتا ہوں کہ پیپلز پارٹی کی قیادت کو یہ credit جاتا ہے کہ جب اُن کی عددی اکثریت اقلیت میں تبدیل ہو گئی تو انہوں نے مرکز کے اندر لوٹا کریسی نہیں کی بلکہ وہ قیادت کے پاس گئے، وہ نائن زیرو کراچی گئے، وہ فضل الرحمٰن کے پاس گئے، وہ چودھری شجاعت کے پاس گئے، یہ ایک علیحدہ بات ہے کہ چودھری صاحب اُن کی بات نہیں مانے انہوں نے ایسے لوٹے تلاش کرنے کی کوشش نہیں کہ جو استعمال ہونے کے لئے بے تاب ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! لوٹا، لوٹا ہی ہوتا ہے، وہ 1988 کا لوٹا ہو اور چاہے 2005 کا لوٹا ہو۔ 2005 کی حکومت کو اپنی عددی اکثریت کے لئے لوٹوں کی ضرورت نہیں تھی لیکن اب عددی اکثریت کے لئے لوٹوں کی ضرورت ہے۔ مصدقہ طور پر ایک established لوٹوں کی ماں ہے جو کہ ان کی قیادت ہے اگر انہوں نے لوٹوں کی ماں مارنی ہے تو ان کو اپنی قیادت کی طرف قدم بڑھانا پڑے گا جو میں ان سے کہوں گا کہ ایسا نہ کریں کیونکہ ان کی قیادت نے انہیں بڑی عزت بخشی ہوئی ہے اس لئے یہ اُن کی طرف قدم نہ بڑھائیں۔ میں یہاں پر جس قسم کی بات کروں گا اُس طرح کی بات سننے کے لئے بھی تیار ہوں لیکن پہل کبھی کی ہے اور نہ آئندہ کریں گے۔ میں یہی گزارش کروں گا کہ ایک احترام کا رشتہ، بات کرنے کے لئے اچھے الفاظ کا چناؤ اور متضاد باتوں سے باہر نکل کر بات کرنی چاہئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جنہوں نے بنیادی طور پر لوٹے پیدا کئے اور لوٹوں کی ماں بنے، لوٹوں کی اُس ماں کو مارنے کے لئے اب سب لوگ لگے ہوئے ہیں اور ہم بھی اُن میں شامل ہیں۔ شکریہ

جناب قائم مقام سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں نے اپنی پولیٹیکل جدوجہد میں جو فلسفہ دیا کہ لوٹوں کی ماں کون ہے اور لوٹے کون ہیں، میں نے کسی کا نام لیا اور نہ ہی میں نے ان کی قیادت کے لئے کوئی reference پاس کیا کیونکہ قائدِ حزبِ اختلاف کے initiative پر آپ کی صدارت میں Business Advisory Committee میں یہ بات طے ہے لیکن مجھے افسوس ہے کہ انہوں نے قیادت کی طرف reference دیا ہے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر! یہ طریقہ دیکھیں اور ان کا یہ طریقہ ان کی نئی ایجاد ہے۔ (قطع کلامیاں)

جناب قائم مقام سپیکر: No cross talk. جب چودھری صاحب بول رہے تھے تو میں نے کسی کو نہیں بولنے دیا۔ جی، رانا صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں نے اپنے پورے arguments دیئے ہیں اور اب میں صرف اتنا کہوں گا کہ جب گورنر راج لگا تھا تو کون گیا تھا، کس روڈ پر گیا تھا، وہاں پر کیا باتیں ہوئی تھیں اور وہاں پر کیا offers ہوئی تھیں؟ میرا خیال ہے کہ چودھری ظہیر الدین صاحب کو یہ ساری باتیں معلوم ہیں اور یہ کچھ بھی کر لیں ہم نے لوٹوں کی ماں کو مارنا ہی مارنا ہے۔ بہت بہت شکریہ

سید ناظم حسین شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، ناظم حسین شاہ صاحب!

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! پہلے تو میں یہ جاننا چاہوں گا کہ کل میں نے پوائنٹ آف آرڈر raise کیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا کہ میں کمیٹی بناؤں گا تو آپ پہلے اُس کے بارے میں بتادیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: ہم نے وہ کمیٹیاں آج بنادی ہیں جنہیں آج یا کل صبح تک announce کر دیں گے۔

معزز ممبران کے حاضری رجسٹر کو روایات کے مطابق ایوان سے باہر رکھنے کا مطالبہ

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! میری دوسری بات یہ ہے کہ یہاں پر حاضری رجسٹر رکھا ہوا ہے We feel insulted, sir. کیا ہم کسی سکول یا کسی کالج کے سٹوڈنٹ ہیں یا آپ کا role کسی ہیڈ ماسٹر کا ہے اور آپ نے چیک کرنا ہے کہ یہاں پر کون سا بچہ آیا اور کون سا نہیں آیا۔ آپ یہاں پر ایک tradition دیکھیں کہ:

By the grace of God, I have been member of this House from 1970 onward.

یہ رجسٹر ہمیشہ اس ایوان سے باہر رہا ہے اس لئے میری یہ گزارش ہے کہ آپ اس فیصلے کو reconsider کریں کیونکہ اس طرح سے اخباروں والے بہت کچھ لکھیں گے۔ آج کے اخبار میں دیکھیں کہ الیکشن کمیشن کی طرف سے آیا ہوا ہے کہ پنجاب اسمبلی کے 102 ممبران کی ڈگریاں جعلی ہیں اور ہم میں سے کسی کو کوئی نوٹس نہیں آیا۔ آپ کو بھی پتا ہے کہ جاوید ہاشمی صاحب یونیورسٹی میں پڑھتے رہے ہیں اور یونیورسٹی کے صدر بھی رہے ہیں۔ اسی طریقے سے شاہ محمود قریشی اور چودھری پرویز الٰہی کے نام بھی اخبار میں آئے ہیں۔ کیا ہم اس لئے ممبر بنے ہیں کہ روزانہ اپنی تضحیک برداشت کریں اور آپ یہ سمجھتے ہیں کہ یہاں رجسٹر رکھنا تضحیک کا باعث نہیں ہے؟ میری آپ سے یہی گزارش ہے کہ پہلے سے جو tradition ہے آپ اُس کے مطابق رجسٹر حاضری کے حوالے سے فیصلہ کریں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

آخر ہمارا قصور کیا ہے؟ وہ ملک ہمیشہ ترقی یافتہ ہوتا ہے جس میں makers of the country کی عزت ہو۔ جن کی عزت ہو، وہ کون ہیں؟ وہ تین لوگ role play کرتے ہیں۔ ان میں ایک educationist، ایک مذہبی head اور ایک Political head یا leader ہوتا ہے۔ We play the role of a maker. Now, we destroy, sir... یہ ٹھیک ہے کہ اختلاف رائے ہمیشہ ہوتا ہے۔ ہماری یہاں روزانہ تضحیک صحیح نہیں ہے۔ میں نے یہاں پریس کے متعلق ایک تقریر کی تھی، آج تک مجھے اس کی کاپی نہیں ملی۔ اس میں کون سا امر مانع ہے؟ آخر مجھے بتائیں یہ کوئی فرشتے تو نہیں ہیں۔ میں آج پھر دہراتا ہوں کہ "جیو" ایک سیکنڈ advertisement کا 9ہزار روپیہ لیتا ہے۔ آپ اس کو calculate کریں تو 5لاکھ 40ہزار روپیہ ایک منٹ کا بنتا ہے اور ایک گھنٹے کا آپ خود calculate کر لیں تقریباً یہ تین چار کروڑ روپیہ بنتا ہے۔ وہ تو فرشتے بن جاتے ہیں جو اس ملک کو دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہے ہیں۔ اگر ہم کسی کے بچے کو ملازمت دیتے ہیں۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! جہاں تک ان کی بات کا پہلا حصہ ہے اس کے متعلق تو میں یہی کہوں گا کہ Chair نے ہاؤس کی sense لینے کے بعد ایک فیصلہ کیا ہے لیکن اب وہ جس طرف آ رہے ہیں تو میں ان کی خدمت میں یہ گزارش کروں گا کہ اس ہاؤس میں میڈیا کے روّیے

پر بات ہوئی اور اس کے بعد ایک consensus بنا کہ ایک قرار داد لائی جائے۔ وہ قرار داد لائی گئی اور اس سے کن لوگوں نے انحراف کیا، اس میں ان کی جماعت کے لوگ بھی شامل تھے جنھوں نے اس کو own کرنے سے انکار کیا اور پھر پوری ذمہ داری پنجاب حکومت پر ڈالی گئی۔ جب پوری ذمہ داری پنجاب حکومت پر آئی تو اس وقت مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے coalition partner نے بھی اس میں حصہ یا share کو acknowledge کرنے سے انکار کیا اس پر پھر بعد میں باقاعدہ ایک قرار داد لائی گئی۔ آپ دیکھیں کہ جس طرح ہم میں بھی اچھے اور بُرے لوگ موجود ہیں اسی طرح میڈیا میں بھی اچھے اور بُرے لوگ ہو سکتے ہیں۔ اب یہ کہنا کہ سارا میڈیا اس طرف لگا ہوا ہے تو یہ بھی غلط ہے اور یہ کہنا بھی کہ میڈیا میں صرف قرآن و حدیث کے مطابق ہر بات حق سچ ہو رہی ہے تو یہ بھی درست نہیں ہو گا۔ اس کے بعد ایک قرار داد لائی گئی اس قرار داد کو لانے کے بعد میڈیا اور اس معزز ایوان کا ایک confidence develop ہوا اور ایک کمیٹی بنی۔ اس کمیٹی میں یہ بات طے پائی تھی کہ اب اگر میڈیا کی طرف سے کوئی تجاوز ہو گا اور وہ جس ممبر سے متعلق ہو گا یا ہاؤس سے متعلق ہو گا تو اس معاملہ کو کمیٹی میں لا کر فیصلہ کیا جائے گا اس پر میڈیا کے نمائندوں نے ہمیں یہ یقین دہانی کرائی اور وہ اس یقین دہانی پر قائم ہیں۔ اب جیسا کہ شاہ صاحب فرما رہے ہیں تو اس معاملہ میں بالکل ایسا substance ہے کہ ان کے ساتھ بیٹھ کر بات کی جا سکتی ہے کہ آپ ان لوگوں کی ڈگری کو جعلی بنا رہے ہیں جن لوگوں کے متعلق پورا ملک گواہ ہے کہ ان کی ڈگریاں بھی صحیح ہیں اور ان لوگوں کا academic career بھی ہے اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ جب ہمارے درمیان ایک معاہدہ ہو گیا ہے اور اگر اس میں ہمیں کوئی شکایت ہے، معزز شاہ صاحب کو کوئی شکایت ہے تو بے شک یہ تحریری طور پر لے آئیں یا اگر انھوں نے زبانی بھی فرما دیا ہے تو میں اس کو بھی take up کرنے کے لئے تیار ہوں لیکن اب ہمیں اس طریق کار سے انحراف نہیں کرنا چاہئے۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! میں نے جو بات کی ہے I say with authority ایک ممبر صاحب کل بھی میرے بھائی سے بات کر رہے تھے کہ نام لیں تو میں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ممبر جو محسوس کرتا ہے اس کو بیان کرتا ہے۔ اگر وہ بیان نہیں کرتا تو He is a good informer but he is not a member of Parliament میں نے یہ بات کی ہے۔ I still say with authority آپ دیکھیں کہ یہاں ہماری ہر طریقے سے تضحیک کی جاتی ہے کہ ممبران نے پلاٹ لے لئے، مجھے بتائیں کون سا ایسا طبقہ ہے کیا پریس والوں نے پلاٹ نہیں لئے؟ ان کے لئے تو رہائشی علاقے بن

جاتے ہیں اگر کوئی ممبر پلاٹ لے لیتا ہے تو بڑی شہ سرخیوں کے ساتھ اس کی تضحیک کی جاتی ہے اس لئے میری یہ گزارش ہے کہ آپ نے جو فیصلہ کیا ہے اس کو reconsider کریں۔

جناب والا! اس کے علاوہ الیکشن کمیشن کو بھی کہیں کہ جب یہ law ختم ہو گیا ہے تو ہماری روزانہ تضحیک کیوں ہوتی ہے؟ ہم کیوں اخبارات میں پڑھتے ہیں کہ کسی کی ڈگری غلط ہے یا کسی کی ڈگری نہیں ہے؟ اب اس طریقہ سے تضحیک بند ہونی چاہئے۔ رجسٹر کے حوالے سے we feel insulted آگے آپ مالک ہیں، بہت شکریہ

جناب قائم مقام سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، پرویز رفیق صاحب!

تعزیت

وفاقی وزیر جناب شہباز بھٹی کے والد محترم کی وفات پر اظہار افسوس کے لئے ایوان میں ایک منٹ کے لئے خاموشی

جناب پرویز رفیق: جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ وفاقی وزیر برائے اقلیتی امور جناب شہباز بھٹی، چیئرمین آل پاکستان بینارٹی الائنس کے والد محترم جناب جیکب بھٹی صاحب گزشتہ شب قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔ وہ بہت مشہور مسیحی معلم اور سماجی رہنما تھے۔ میری گزارش ہے کہ یہ معزز ایوان شہباز بھٹی سے اظہار ہمدردی اور ان کے خاندان کے ساتھ اظہار افسوس کے لئے ایک منٹ کی خاموشی اختیار کرے۔

جناب قائم مقام سپیکر: ٹھیک ہے۔ ایک منٹ کی خاموشی اختیار کی جائے۔

(اس مرحلہ پر جناب جیکب بھٹی (مرحوم) کے لئے ایوان میں ایک منٹ کی خاموشی اختیار کی گئی)

سینئر وزیر / وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! میں جناب شہباز بھٹی صاحب کے ساتھ پوری مسلم امہ کی طرف سے اظہار افسوس کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جوار رحمت میں جگہ دے۔ ہم تمام ان کے غم میں شامل ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: رائے اسلم کھرل صاحب!

رائے محمد اسلم خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! پارلیمانی لیڈروں کی طرف سے لوٹا کریسی کی بات ہو رہی تھی۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: وہ بات ختم ہو گئی ہے۔

رائے محمد اسلم خان: جناب سپیکر! لوٹا گول ہو یا تکون ہو کسی بھی دور کا ہو لوٹا لوٹا ہوتا ہے، کل بھی لوٹے لوٹے تھے اور آج بھی لوٹے لوٹے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: بہت شکریہ۔ آپ تشریف رکھیں۔

رائے محمد اسلم خان: جناب سپیکر! میں ایک گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ لوٹوں کا بازار گرم کرنے کی بات چھوڑیں۔ کل ہمارے معزز ممبر اسمبلی جاوید بھٹی پر قاتلانہ حملہ ہوا۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ کے آنے سے پہلے اس پر بھی بات ہو چکی ہے۔ اس پر لاء منسٹر صاحب نے بھی بات کی ہے۔ ہاؤس میں بار بار ایک بات کرنا اچھا نہیں ہے، already ایک ممبر نے بات کی تھی اور اس پر لاء منسٹر صاحب نے respond بھی کر دیا ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔ جناب عباس راں صاحب!

ملک محمد عباس راں: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں نے ایک انتہائی اہم مسئلہ آپ کی خدمت میں پیش کیا تھا میں اس سلسلے میں تفصیل سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ آپ مناسب سمجھتے ہیں تو مجھے کل کا وقت دے دیں، میں اس مسئلہ کو تفصیلاً عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ سیکرٹری اسمبلی کو مل لیں اور طریق کار decide کر لیں اور پھر اس کو کل کے لئے کر لیں گے۔

ملک محمد عباس راں: جی، شکریہ

جناب قائم مقام سپیکر: جناب طاہر سندھو صاحب!

جناب طاہر احمد سندھو: جناب سپیکر! میں نہایت احترام سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں، میں کوئی غلط بات نہیں کرنا چاہتا لیکن میری ایک منٹ کے لئے عرض سن لیں۔

جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ ابھی ہمارے محترم تینوں بھائیوں نے لوٹا کریسی کی بات کی ہے تو میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ once for all لوٹے کی definition کر لیں تو یہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کی definition کافی وسیع ہے، جو بھی ممبران اس ہاؤس میں عوام کی نمائندگی کرنے کے لئے آتے ہیں اور مصلحت کا شکار ہو جاتے ہیں اور ضمیر کی بات نہیں کرتے تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ سارے لوٹے ہیں۔ میں بہادر شاہ ظفر کا شعر عرض کروں گا لیکن اللہ نہ کرے کہ اُس stage پر جا کر

جب ہم یہ شعر پڑھیں کیونکہ ابھی بھی میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے پاس کچھ کم وقت ہے کہ ہم اپنی صفحیں درست کر لیں۔ بہادر شاہ ظفر جب رنگون کی جیل میں گئے تو وہاں ایک شعر کہا تھا کہ :

نہ حال کی تھی جب ہمیں اپنے خبر
رہے دیکھتے اوروں کے عیب و ہنر
پڑی جب اپنی برائیوں پہ نظر
نگاہ میں کوئی بُرا نہ رہا

جناب سپیکر! میرا خیال ہے کہ اس touch stone پر جب ہم دیکھیں گے تو مجھے لگے گا کہ شاید سارا ایوان ہی لوٹا نہ بن جائے اس لئے یہ topic چھوڑ کر ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالنا بند کر دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ پوائنٹ آف آرڈر پر to the point ہی رہا کریں۔

جناب طاہر احمد سندھو: جناب سپیکر! میں نے to the point ہی بات کی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، بات کریں۔

جناب طاہر احمد سندھو: جناب سپیکر! میری ایک عرض سنیں کیونکہ میرے خیال میں جب میری باری آتی ہے تو آپ بڑی جلدی میں پڑ جاتے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ وکیل ہیں اس لئے آپ کو تو to the point ہی رہنا چاہئے۔

جناب طاہر احمد سندھو: میں وکیل ہوں اس لئے آپ مجھے بات نہیں کرنے دیتے تاکہ کہیں کوئی سچی بات نہ ہو جائے۔ میں نے عرض کرنے کے لئے ٹائم اس لئے مانگا تھا کہ کل میری constituency میں ہائی وے پر شام کے سات بجے پٹرولنگ پوسٹ کے بالکل ساتھ پھاٹک بند کر کے لوگوں کو لوٹا گیا ہے۔ ویسے تو میرا حلقہ سارا ہی tribal area ہے اور میں ہر طرح کوشش کر بیٹھا ہوں۔ قائد محترم وزیراعلیٰ صاحب کی خدمت میں بارہا عرض کیا ہے اور ہر forum پر آئی جی، ڈی آئی جی اور ڈی پی او کو بھی کہہ چکا ہوں۔ میں دیانتداری سے کہہ رہا ہوں کہ اگر مجھ میں کوئی شرم ہو تو مجھے اب اپنے حلقے میں نہیں جانا چاہئے۔ لوگوں کا وہاں پر جو حال ہے حقیقت تو یہ ہے کہ اگر میں اُن کا نمائندہ ہوں اور وہ اس طرح لٹتے جا رہے ہیں اور پولیس کا اُن کے ساتھ اس طرح روّیہ ہے تو یہ کیا ہاؤس ہے اور میں یہاں کیا بات کروں؟ تین چار دن پہلے میرے محترم بھائی رانا ثناء اللہ صاحب نے فرمایا تھا اور میں نے عرض کی تھی کہ دو بجے بسوں کے نیچے آ گئے اور مسلسل اُن کے اوپر سے بسیں گزرتی رہیں۔ افسوس کی بات تو یہ

ہے اور میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے کہ کسّی سے اُن کے اعضاء زمین سے جدا کر کے لائے گئے ہیں۔ وزیر قانون صاحب نے مہربانی فرماتے ہوئے commitment کی کہ ہم ASP کو بلا کر اس مسئلے کو حل کریں گے اور اُن کے culprits ڈھونڈیں گے۔ ASP صاحب تشریف لائے اور نہ ہی شاید اس قابل سمجھا گیا کہ اُن کو بلایا جائے۔ ویسے ہم اور تو کچھ نہیں کر سکتے لیکن خدارا اُن کو کچھ compensate ہی کر دیں۔ کیا کل کو کسی کے یا میرے بچے گاڑی کے نیچے نہیں آ سکتے؟ دوسری بات میں یہ بتادوں کہ آج جسٹس جاوید اقبال صاحب کے والدین کا قتل ہوا ہے اور کل ہم سب کی باری آئے گی۔ میرا بھائی آج سے دس سال پہلے ڈکیتی میں قتل ہوا تھا۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ پوائنٹ آف آرڈر پر اب تیسری بات کر رہے ہیں۔

جناب طاہر احمد سندھو: جناب سپیکر! آپ میری بات تو سنیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ کیا کر رہے ہیں؟ آپ نے پوائنٹ آف آرڈر پر ایک بات شروع کی اور اب آپ چوتھی بات پر آ گئے ہیں لیکن اصل میں آپ کا پوائنٹ آف آرڈر کیا ہے؟

جناب طاہر احمد سندھو: جناب سپیکر! آپ مجھے یہ بتادیں کہ کل جو ڈکیتی ہوئی ہے اُس پر آپ کا کیا ردعمل ہے اور لاء منسٹر صاحب کیا فرمائیں گے؟

جناب قائم مقام سپیکر: آپ لاء منسٹر صاحب اور گورنمنٹ سے پوچھیں کیونکہ آپ حکومتی بنچوں پر ہی بیٹھے ہیں۔

جناب طاہر احمد سندھو: کیا میں حکومتی بنچوں پر بیٹھ کر سچی بات نہیں کر سکتا، آپ کیا سمجھتے ہیں کہ میں حکومتی بنچوں پر اس لئے آیا ہوں کہ چُپ بیٹھوں؟ میں اپنے حلقے کی نمائندگی کرنے کے لئے یہاں آیا ہوں کوئی منافقت کرنے کے لئے نہیں آیا۔

جناب قائم مقام سپیکر: لاء منسٹر صاحب! کل کیا بات ہوئی ہے؟

جناب طاہر احمد سندھو: جناب سپیکر! مجھے بتایا جائے کہ اس پر گورنمنٹ کا کیا ردعمل ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میرے محترم بھائی طاہر سندھو صاحب نے جو بات کی ہے کہ اگر اُن کو شرم ہو تو وہ اپنے حلقے میں نہ جائیں۔ اس کا فیصلہ تو وہ خود ہی کریں گے کیونکہ یہ انہیں ہی معلوم ہوگا کہ شرم آئی ہے یا نہیں آئی لیکن میں اس بارے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ میں ان سے صرف یہ گزارش کروں گا کہ وہ دو منٹ کا ٹائم نکال لیں جو انہوں نے چند دن پہلے فرمایا تھا اور جواب

فرما رہے ہیں اسے شامل کر لیں اور اس ہاؤس کے procedure کے تحت کوئی چیز لکھ کر دے دیں تاکہ اسے regulate کرنے اور اُس کا جواب حاصل کرنے میں مجھے بھی آسانی رہے بلکہ یہاں پر اس کی جواب دہی بھی ہو۔ اگر اُس کا جواب آج نہیں آئے گا تو کل آ جائے گا اور آفیسر گیلری میں جو لوگ بیٹھے ہیں اُن کی بھی ذمہ داری بن جائے گی۔ میرا خیال ہے کہ انہوں نے کافی لمبی بات کی ہے تو اگر میری وہ گزارش مان لیں تو دو منٹ کا ٹائم نکال لیں۔ جو اتنے دکھ اور desperation میں بات کر رہے ہیں تو چار لفظ لکھ کر دے دیں اس میں کوئی حرج نہیں ہو گا۔

جناب قائم مقام سپیکر: سندھو صاحب! آپ لکھ کر دے دیں۔

جناب طاہر احمد سندھو: جناب سپیکر! مجھے جواب تو دینے دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ اس پر توجہ دلاؤ نوٹس لائیں۔ آپ وکیل اور پارلیمنٹیرین ہو کر بھی اسمبلی کے procedure کو adopt نہیں کر رہے۔

جناب طاہر احمد سندھو: جناب سپیکر! میری بات تو سن لیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب طاہر احمد سندھو: جناب سپیکر! الحمد للہ ہم سیاست دیانتداری سے کرتے ہیں۔ عوام کے حقوق پر جب ڈاکا پڑتا ہے تو اُس پر شرم آتی ہے لیکن ذاتی کردار کی وجہ سے کبھی شرم نہیں آتی۔ الحمد للہ سیاست ایک عبادت سمجھ کر اور لوگوں کے حقوق کے دفاع کے لئے کرتے ہیں۔ بہت شکریہ (نعرہ ہائے تحسین)

(اذانِ ظہر)

جناب اعجاز احمد کاہلوں: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، کاہلوں صاحب!

جناب اعجاز احمد کاہلوں: بہت شکریہ۔ جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ اپنے شہر سرگودھا کے ایک بہت بڑے حادثے کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔ آج سے تین دن پہلے سرگودھا شہر میں ایک بہت بڑے تجارتی مرکز کے اندر ایک حادثہ ہوا جہاں شارٹ سرکٹ کی وجہ سے آگ لگی اور کروڑوں روپے کا پلازہ جل کر راکھ ہو گیا۔ آج تک حکومت پنجاب نے اور نہ ہی انتظامیہ نے وہاں پر رجوع کیا ہے۔ لوگوں کا کروڑوں روپے کی مالیت کا تمام سرمایہ راکھ ہو گیا ہے اور وہ بے روزگار ہو گئے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: اب آپ اس پر کیا چاہتے ہیں؟

جناب اعجاز احمد کاہلوں: جناب سپیکر! ہم چاہتے ہیں کہ حکومت پنجاب اور انتظامیہ کو اُن کی معاونت کرنی چاہئے اور ان کے نقصانات کو share کرنا چاہئے۔

جناب قائم مقام سپیکر: کاہلوں صاحب! آپ اسی بات پر ہی رُک جائیں۔ جس طرح لاء منسٹر صاحب نے پہلے بات کی ہے کہ کچھ تحریری طور پر لے کر آئیں۔ آپ کا پوائنٹ آف آرڈر اسمبلی کے ریکارڈ اور اخبار میں آ جائے گا لیکن کارروائی کا باقاعدہ ایک طریق کار اور رولز ہیں جن کو پڑھ کر point out کریں۔ ہم Parliamentarians ہیں اور اگر آپ اس پر on the floor of the House کوئی کارروائی اور حکومت سے respond کرانا چاہتے ہیں تو اُس پر باقاعدہ rules کو follow کریں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں اسی بات سے relevant یہ معاملہ بھی آپ کے notice میں لانا چاہتا ہوں کہ پہلے ایک بھائی نے بات کی کہ جب ہم دفتروں میں جاتے ہیں تو ہمیں due respect نہیں دی جاتی لیکن پچھلے تین دنوں سے ایک بھی تحریک استحقاق نہیں آئی۔ اگر کسی کو کوئی grievance ہے تو وہ procedure کے تحت لائے۔ اس کے علاوہ آپ یقین کریں کہ توجہ دلاؤ نوٹس کسی ہفتے میں ایک اور کسی ہفتے میں دو ہوتے ہیں لیکن اگر آپ اُس معیار کو دیکھیں کہ کس معاملے کی اہمیت ہے کہ اُس کو توجہ دلاؤ نوٹس میں لیا جائے، جو معاملات توجہ دلاؤ نوٹس میں آنے چاہئیں اُن کو کوئی آدمی پیش نہیں کرتا لیکن routine کے معاملات جو تحاریک التوائے کار کے ذریعے لائے جانے چاہئیں اُن پر توجہ دلاؤ نوٹس آ رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب آپ اس میں اتنا concern show کر رہے ہیں تو کتنا وقت لگتا ہے کہ آپ ایک توجہ دلاؤ نوٹس، تحریک استحقاق یا تحریک التوائے کار لکھ کر دفتر میں جمع کرا دیں؟

جناب اعجاز احمد کاہلوں: جناب سپیکر! میں کسی ریکارڈ کا حصہ نہیں بننا چاہتا لیکن یہ بات باقاعدہ تمام اخباروں میں واضح ہو چکی ہے اور تین دن گزرنے کے بعد ابھی تک حکومت کے کسی آدمی یا وہاں کی انتظامیہ نے اُن کی طرف ایک دفعہ بھی رجوع نہیں کیا کہ اُن کے ساتھ کوئی share بھی کیا جاتا کیونکہ وہ لوگ کروڑوں اور اربوں روپے کے مالک تھے جو آج zero پر آ گئے ہیں۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ کے sentiments بالکل ٹھیک ہیں اور ڈھلوں صاحب بھی مجھے اخبار کا ایک تراشا دکھا رہے ہیں تو جب آپ کا اتنا concern ہے تو آپ اسمبلی کے Rules of Procedure کو follow کیوں نہیں کرتے؟ آپ باقاعدہ طریقے سے لے کر آئیں۔ اب آپ تشریف رکھیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور(راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر!رات جسٹس جاوید اقبال صاحب کے والدین کی ہلاکت کا انتہائی افسوس ناک حادثہ پیش آیا ہے تو ان کی نماز جنازہ ڈیفنس کے علاقہ عسکری فلیٹ میں دو بجے ہے اور وہاں تک پہنچنے کے لئے کافی ٹائم لگ سکتا ہے تو میں اجازت چاہوں گا۔

جناب قائم مقام سپیکر: میرا خیال ہے کہ نوانی صاحب بھی بات کرنا چاہتے ہیں تو وہ کر لیں کیونکہ مجھے بھی ادھر پہنچنا ہے۔

پوائنٹ آف آرڈر

جناب سعید اکبر خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، فرمائیں!

معزز ممبران کے حاضری رجسٹر کو روایات کے مطابق ایوان سے باہر رکھنے کا مطالبہ (۔۔۔جاری)

جناب سعید اکبر خان: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اس ایوان کی روایات میں ہے کہ جب بھی ممبران اسمبلی کسی اہم معاملہ کو پوائنٹ آف آرڈر پر take up کرتے ہیں تو یہ ایوان اور یہ Chair اس کا notice لیتی ہے اور definitely rules میں ہے کہ اسے through proper channel لے کر آئیں لیکن آپ اس ایوان کی روایات دیکھیں کہ جب بھی کسی اہمیت کے حامل معاملے کو پوائنٹ آف آرڈر پر take up کیا گیا تو اس پر notice لیتے ہوئے حکومت کو directions دی گئی ہیں تو جیسے ہمارے دوستوں نے بات کی ہے تو یہ relevant ہے اور ایسا اس ایوان کی روایات میں ہے۔

جناب سپیکر! میرے محترم اور بزرگ ناظم شاہ صاحب نے حاضری رجسٹر کی بات کی ہے تو پہلی بات یہ ہے کہ جب ہم اس House میں enter ہوتے ہیں تو یہ سارا House کا ایک حصہ ہے۔ دوسرا میرے اوپر لازم نہیں ہے کہ میں حاضری لگا کر ضرور House میں آؤں۔ یہ میرا اپنا prerogative ہے کہ میں House میں حاضری لگاؤں۔ اگر عوام یا اپنے حلقے کے کسی اور کام کے لئے مجھے ضروری جانا ہے تو اس کے لئے کوئی پابندی نہیں ہے۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: لیکن حاضری تو کم از کم خود لگائیں کیونکہ یہاں پر بات کریں گے تو وہ اخبارات میں بھی جائے گی اس لئے آپ اسے چھوڑ دیں اور ہم اس پر سپیکر چیمبر میں بیٹھ کر بات کریں گے۔

جناب سعید اکبر خان: میری ممبران سے یہ submission ہے کہ وہ حاضری خود لگائیں۔ اگر اس طرح کی بات ہے تو کل سے ہم میں سے کوئی بھی ممبر حاضری نہیں لگائے گا اور ہم اس حاضری کے پابند ہیں، اس طرح حاضری لگانے کے عادی ہیں اور نہ ہی ہم حاضری لگائیں گے۔ اگر ٹی اے/ ڈی اے کا معاملہ ہے تو آج ہی اسے بند کر دیں کیونکہ جب ہم ممبر نہیں ہوتے تو پھر بھی روٹی پانی کا بندوبست کرتے ہیں اور یہ ایک insulting بات ہے۔ آپ کوئی ایسا بندوبست کریں کہ آج کل مکینیکل ایجادیں ہیں تو جب کوئی ممبر enter ہو تو وہ بٹن دبائے تو اس کی حاضری لگ جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: نوانی صاحب! آپ ماشاء اللہ بڑے سینئر پارلیمنٹیرین ہیں تو اسمبلی کے rules 37 attendance register میں ہے کہ:

> The Secretary shall cause a register or an attendance sheet to be kept showing the attendance of each member at each sitting and shall make the register or as the case may be the attendance sheet available for inspection of the members.

جناب سعید اکبر خان: جناب سپیکر! مجھے طریق کار پر objection ہے اور میں نے یہ rule پڑھا ہوا ہے---

جناب قائم مقام سپیکر: میرا خیال ہے کہ اس پر مزید ہم کل دوبارہ بات کریں گے۔

جناب سعید اکبر خان: جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ جب سے یہ اسمبلی معرض وجود میں آئی ہے تو یہ رجسٹر وہاں رکھا جاتا ہے اور میں پہلے اپنے ممبران سے یہ گزارش کرتا ہوں کہ وہ مہربانی فرما کر خود حاضری لگائیں۔ اگر آپ کو ہم پر بے یقینی ہے تو آج کل کئی مکینیکل نظام آئے ہوئے ہیں تو کوئی ایسا انتظام کریں کہ جب ہم enter ہوں اور بٹن دبائیں تو ہماری حاضری ہو جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: اس کا ہم کچھ کرتے ہیں اس لئے آپ تشریف رکھیں۔

جناب سعید اکبر خان: جناب سپیکر! میری آپ سے یہ اپیل ہے کہ یہاں سے رجسٹر اٹھوا کر وہیں رکھوائیں اور میری تمام ممبران سے اپیل ہے کہ وہ مہربانی فرما کر آئندہ حاضری خود لگائیں کیونکہ اس طرح کا نظام نہیں چلتا اور کم از کم ہم پر اس بات کا اعتراض نہیں آنا چاہئے کہ اگر ہم آئیں تو ہماری حاضری ہو اور نہ آئیں تو نہ ہو۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! نوانی صاحب نے دو باتیں کی ہیں، ایک پوائنٹ آف آرڈر کی ہے تو پوائنٹ آف آرڈر پر کوئی ایسی بات raise کی جا سکتی ہے جس پر آپ direction بھی دے سکتے ہیں جو کہ ایک general نوعیت کی ہو لیکن اگر آپ particular کسی case کا حوالہ دیں گے تو پھر یقیناً اس کے لئے متعلقہ محکمہ یا ایجنسی سے information لینی پڑتی ہے تو اس کے لئے کچھ نہ کچھ انہیں لکھ کر بھیجیں گے تو پھر ہی بات بنے گی۔ نوانی صاحب نے حاضری رجسٹر کی بات کی ہے تو rules میں سیکرٹری کا نام ہے کہ وہ حاضری رجسٹر رکھے گا اور یہ کہیں نہیں ہے کہ وہ اسے لابی میں، سیڑھیوں یا اپنی table پر رکھے گا لیکن اب جبکہ یہ معاملہ سامنے آیا ہے کہ یہاں ایوان میں 11 ممبران بیٹھے ہیں اور حاضری 35 ممبران کی لگی ہوئی ہے اور اس وقت یہ چیز confront ہو گئی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اب ہمیں اس معاملے کو منطقی انجام تک پہنچانا چاہئے ورنہ جس طرح سے نوانی صاحب نے بات کی ہے تو وہ اس معزز ایوان اور تمام معزز ممبران کے لئے کوئی نیک نامی نہیں لائے گی بلکہ ہمارے لئے embarrassment ہو گی۔

شیخ علاؤالدین: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، فرمائیں!

شیخ علاؤالدین: شکریہ۔ جناب سپیکر! ہمارے بھائی پیر ناظم شاہ صاحب بات کر رہے تھے تو میں اس پر صرف یہ چاہتا ہوں کہ جب میں اسمبلی میں داخل ہو رہا تھا تو مجھے کچھ صحافی بھائیوں نے کہا کہ آپ بتائیں کہ اس پر آپ کا کیا خیال ہے تو میں نے اس کی مذمت کی۔ بات یہ ہے کہ جو بھی لوگ اس اسمبلی میں بیٹھے ہیں ان سب کا کردار لوگوں کے لئے role model ہونا چاہئے۔ آپ نے جو طریقہ اپنایا ہے میں اس کی بالکل تائید کرتا ہوں اور میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ آپ touch counting system لگائیں جو کہ اتنا مہنگا بھی نہیں ہے اور thumb impression سے ہر آنے والے معزز ممبر کی حاضری ہو۔ میں اس بات کو تھوڑا سا آگے اس لئے بڑھاؤں گا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ اس معزز ایوان کے ہر ممبر کی عزت ہو۔ جب میرا کوئی بھائی یا بہن یہاں کھڑے ہو کر یہ کہے کہ ہماری فلاں آدمی نے عزت نہیں کی اور فلاں نے کی تو ہمیں خود چاہئے کہ ہم اس قابل بنیں۔ میں آج اس بات کو اور آگے بڑھانا چاہتا ہوں کہ معزز ممبران اسمبلی جتنے میڈیکل بل لے رہے ہیں تو انہیں وہ تکلیف ہی نہیں ہے جس کا وہ بل لے رہے ہیں آخر وہ بھی تو اس قوم کا پیسا ہے تو جو بات میں آج کہہ رہا ہوں اس کا مجھے پتا ہے کہ بہت سے لوگوں کو تکلیف ہو گی لیکن ہم سب اللہ کو جواب دہ ہیں۔ انتہائی اہم کام چھوڑ کر میں اور میرے ساتھی یہاں صرف اس لئے

آتے ہیں کہ ہم پانچ پانچ لاکھ آدمیوں کے نمائندے شاید کچھ اللہ کی راہ میں آج بھلا کر سکیں اور ہم ان کے سامنے بھی سرخرو ہوں اور اللہ کے سامنے بھی سرخرو ہوں۔ یہ انتہائی بری بات ہے کہ باہر حاضریاں لگتی ہیں اور ان حاضریوں کی بنیاد پر وہ لوگ بھی جواب دہ ہیں جو اپنی اور ان ممبران کی آخرت بھی خراب کر رہے ہیں اور وہ انہیں بہت بڑا ہمدرد بن کر کہتے ہیں کہ جناب والا! "اسیں تہاڈی حاضری لا دتی اے" وہ لوگ بیڑا غرق کر رہے ہیں اپنا بھی اور ان کا بھی تو میں یہ چاہتا ہوں کہ فوری طور پر touch counting system چلائیں جو کہ اتنا مہنگا بھی نہیں ہے اور دوسرے نمبر پر ممبران اپنی حاضری خود لگائیں۔

جناب سپیکر! جمخانہ کلب میں آپ کسی کو اپنا کارڈ دے کر بھیجیں تو وہ ممبر کی شکل دیکھتے ہیں کہ ممبر ہے اگر نہیں تو وہ اسے اندر نہیں گھسنے دیتے اور آپ یقین کریں کہ اگر ممبر نہ ہو تو وہ پانی تک نہیں پلاتے بلکہ کہتے ہیں باہر بھاگ جاؤ حالانکہ وہ اس کا حقیقی بیٹا اور حقیقی بیوی ہوتی ہے again repeated real wife ہوتی ہے وہ کہتے ہیں no card no service وہاں لکھ کر لگایا ہوا ہے کہ no card no service تو یہاں کیوں نہیں لگایا جاتا۔ اگر ممبر آئے ہیں تو وہ دستخط کریں۔ شکریہ

محترمہ سیمل کامران: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، فرمائیں!

محترمہ سیمل کامران: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں لاء منسٹر صاحب کی موجودگی میں یہ بات کرنا چاہتی تھی لیکن still میں سمجھتی ہوں کہ ان تک یہ بات پہنچ ہی جائے گی۔ تقریباً ایک سال ہونے کو ہے کہ لوکل گورنمنٹ کا ایک بل آنا فاناً آیا اور یہاں سے پاس ہو گیا پھر اسے ایک سال کے لئے extend کر دیا گیا۔ اس وقت پنجاب میں law & order کی صورتحال یہ ہے کہ یہاں پر تو عدلیہ بھی محفوظ نہیں رہی۔ کوئی بھی segment of society عام آدمی کی ہم بات کریں، ہم وکلاء گردی کی بات کر لیں۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ کا پوائنٹ آف آرڈر کیا ہے؟

محترمہ سیمل کامران: If you kindly let me finish میں نے بہت دیر انتظار کیا۔ یہاں پر صورتحال یہ ہے کہ یہ میرے بھائی اپنے اپنے حلقوں کی بات کر رہے ہیں تو یہ بالکل justified ہیں تو kindly ان کی آواز کو نہ snub کیا جائے تو بہتر ہے کیونکہ حکومتی بنچوں پر بیٹھنے کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ سچ نہ بولیں۔ ہمارے ہی (ن) لیگ کے حکومتی بنچوں کے بھائی جن کا وہاڑی سے تعلق ہے نے

مجھے خود یہ بتایا اور مجھے بڑا افسوس ہوا یہ بات سن کر کہ ان کی دن دہاڑے گاڑی چھین لی گئی اور جب وہ تھانے گئے تو تھانیدار نے کہا کہ "صاحب جی چھڈ دیو تہاڈی جان تے بچ گئی اے ناں، گڈی چھڈ و فیر آ جائے گی" صوبے میں یہ کس قسم کی good governance ہے؟ حد ہو گئی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ میں لاء منسٹر صاحب سے گزارش کرنا چاہتی تھی کہ وہ ساری فضولیات، لوٹا کریسی کو defend کرنے اور ایک دوسرے کی قیادت پر کیچڑ اچھالنے کو چھوڑیں کیونکہ جب آپ اپنے پانچ سال کی کہی ہوئی باتوں کو خود deny کرتے ہیں۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: محترمہ! دیکھیں، آپ پوائنٹ آف آرڈر پر صرف ایک specific point پر ہی بات کر سکتی ہیں۔ اب آپ خود دیکھ لیں کہ کتنے points لے رہی ہیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں یہ بات کر رہی ہوں کہ جتنی دیر تک ہاؤس چلتا ہے، جو لوگ یہاں بیٹھتے ہیں ان پر پنجاب کے بے گناہ غریب اور مظلوم عوام کا پیسہ لگتا ہے اس لئے ہمیں یہاں صرف constructive چیزیں ہی پیش کرنی چاہئیں اور ایک دوسرے کی قیادت پر کیچڑ اچھالنا justified نہیں ہے۔ میں آپ کے توسط سے لاء منسٹر اور حکومت پنجاب سے یہ گزارش کرنا چاہتی ہوں کہ وہ اسی session میں I repeat کہ وہ اسی session میں اپنی policy statement دیں۔ تحفظ عدلیہ، امن و امان اور لوکل گورنمنٹ کے بارے میں ان کی حکومت کے پاس کچھ ہے اگر ہے تو وہ ہمارے سامنے لے کر آئیں؟

جناب قائم مقام سپیکر: بہت شکریہ۔ اب آج کے اجلاس کا ایجنڈا مکمل ہو گیا ہے لہٰذا اب اجلاس بروز جمعرات مورخہ 13۔جنوری 2011 صبح 10 بجے تک ملتوی کیا جاتا ہے۔

679

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ،13۔جنوری 2011

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ اور نعت رسول مقبول ﷺ

سوالات

(محکمہ خوراک)

نشان زدہ سوالات اوران کے جوابات

توجہ دلاؤنوٹس

سرکاری کارروائی

اشیاء ضروریہ کی قیمتوں کی ہوشربا گرانی پر عام بحث

681

صوبائی اسمبلی پنجاب

پندرھویں اسمبلی کا بائیسواں اجلاس

جمعرات،13۔جنوری2011

(یوم الخمیس،8۔صفر المظفر1432ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 10بج کر 5منٹ پر زیر صدارت جناب قائم مقام سپیکر رانا مشہود احمد خان منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری نور محمد نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیمo

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَـٰنِ ٱلرَّحِيمِo

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۭ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا
مَا اكْتَسَبَتْ ۭ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ
رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَي الَّذِيْنَ
مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ
وَاعْفُ عَنَّا ۪ وَاغْفِرْ لَنَا ۪ وَارْحَمْنَا ۪ اَنْتَ مَوْلٰىنَا
فَانْصُرْنَا عَلَي الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ؁

سُوْرَةُ الْبَقَرَة آیت 286

اللہ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔اچھے کام کرے گا تو اس کو ان کا فائدہ ملے گا بُرے کرے گا تو اسے ان کا نقصان پہنچے گا۔اے پروردگار!اگر ہم سے بھول یا چُوک ہو گئی ہو تو ہم سے مؤاخذہ نہ کیجیو۔اے پروردگار! ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈالیو جیسا تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا۔اے پروردگار! جتنا بوجھ اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں اتنا ہمارے سر پر نہ رکھیو۔اور (اے پروردگار) ہمارے

گناہوں سے در گزر کر اور ہمیں بخش دے۔ اور ہم پر رحم فرما۔ تو ہی ہمارا مالک ہے اور ہم کو کافروں پر غالب فرما(286)

وماعلینا الاالبلاغo

نعت رسول مقبول ﷺ جناب سرور حسین نقشبندی نے پیش کی۔

نعت رسول مقبول ﷺ

دلوں سے غم مٹاتا ہے محمد ﷺ نام ایسا ہے
نگر اجڑے بساتا ہے محمد ﷺ نام ایسا ہے
انہی کے نام سے پائی فقیروں نے شہنشاہی
خدا سے بھی ملاتا ہے محمد ﷺ نام ایسا ہے
محبت کے کنول کھلتے ہیں ان کو یاد کرنے سے
بڑی خوشبوئیں لاتا ہے محمد ﷺ نام ایسا ہے
مدد حاصل ہے مجھ کو ہر گھڑی شاہ مدینہ کی
میری بگڑی بناتا ہے محمد ﷺ نام ایسا ہے

سوالات

(محکمہ خوراک)

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

جناب قائم مقام سپیکر: اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اب وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔ آج کے ایجنڈے پر محکمہ خوراک سے متعلق سوالات پوچھے جائیں گے اور ان کے جوابات دیئے جائیں گے۔ پہلا سوال چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ) کا ہے۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! On his behalf سوال نمبر 1025 ہے۔ (معزز خاتون ممبر نے چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ) کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا۔)

پنجاب کی خوراک پالیسی و دیگر تفصیلات

*1025: **چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ):** کیا وزیر خوراک ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) صوبہ پنجاب کی خوراک پالیسی کیا ہے، کیا محکمہ خوراک صرف گندم کی خرید و فروخت کرتا ہے؟

(ب) محکمہ خوراک کہاں سے معلومات حاصل کر کے خریداری کا ہدف مقرر کرتا ہے، خریداری قیمت کا تعین کن عوامل پر انحصار کرتے ہوئے کیا جاتا ہے؟

(ج) محکمہ خوراک کے پاس گندم و دیگر اجناس کے کتنے سٹور پختہ، نیم پختہ یا دیگر موجود ہیں اور ان کی گنجائش کتنی ہے، تفصیلات سے آگاہ فرمائیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک (جناب محمد سعید مغل):

(الف) صوبہ پنجاب کی خوراک پالیسی کسان کی گندم کی پیداوار کی مناسب قیمت کی بروقت ادائیگی پر مبنی ہے، تاکہ صوبہ کے عوام کی آٹا وغیرہ کی ضروریات مستقل طور پر بغیر کسی دقت کے پوری کی جاسکیں۔ جی ہاں محکمہ خوراک صرف گندم کی خرید وفروخت کرتا ہے۔

(ب) محکمہ خوراک خریداری کا ہدف مقرر کرنے کے لئے محکمہ شماریات اور محکمہ زراعت کے مہیا کردہ اعداد و شمار بابت بجائی کردہ زمین اور فی ایکڑ اوسط پیداوار کے علاوہ سابقہ سالوں کے دوران خرید کردہ مقدار گندم کی اوسط بنیاد پر خریداری کا ہدف مقرر کرتا ہے، خریداری کی قیمت کا تعین وفاقی حکومت کی ذمہ داری ہے۔

(ج) محکمہ خوراک کے پاس گندم ذخیرہ کرنے کے لئے صوبہ بھر میں 21.76لاکھ میٹرک ٹن قابل استعمال معیاری گنجائش ذخیرہ ہے جس کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! جز(الف) کے جواب میں لکھا ہوا ہے کہ محکمہ خوراک صرف گندم کی خرید وفروخت کرتا ہے۔ میرا سوال یہ ہے کہ کیا محکمہ خوراک کا اور کوئی کام نہیں ہے، کیا فوڈ انسپکٹر وغیرہ ان کے under نہیں آتے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک(جناب محمد سعید مغل): جناب سپیکر! آج تک کی practice تو یہی ہے کہ محکمہ خوراک پنجاب صرف گندم خریدتا ہے اور سٹور کرنے کے بعد سارا سال پورے پنجاب میں گندم کی حسب ضرورت supply دیتا ہے۔ اس کے ابھی اور کوئی ارادے نہیں ہیں کہ اور اجناس purchase کی جائیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! یہ سوال 2008 میں بھیجا گیا تھا اور اس کا جواب جنوری 2009 میں آیا تھا۔ اس کے جز(ج) میں لکھا ہے کہ محکمہ خوراک کے پاس گندم ذخیرہ کرنے کے لئے صوبہ بھر میں 21.76لاکھ میٹرک ٹن قابل استعمال معیاری گنجائش ذخیرہ ہے جس کی تفصیل دی گئی ہے۔ مجھے صحیح یاد پڑتا ہے کہ ہم نے 2009 والے سال میں 60لاکھ ٹن کا target دیا تھا اور اس میں سے 21لاکھ ٹن سٹور کرنے کی ہماری capacity تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ 40لاکھ ٹن گندم ہم نے کھلی جگہ پر رکھی تھی۔ اب 2009 سے 2011 آگیا ہے ہمیں اپنی جو کمی نظر آئی ہے کہ ہمارے پاس storage capacity نہیں ہے تو پھر پچھلے دو سالوں میں اس capacity کو بڑھانے کے لئے کیا اقدامات کئے گئے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک(جناب محمد سعید مغل): جناب سپیکر! حکومت پنجاب نے storage capacity بڑھانے کے لئے کچھ تجاویز تیار کی ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: کیا دو سال میں storage capacity بڑھی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک(جناب محمد سعید مغل): جناب سپیکر! storage capacity فی الحال نہیں بڑھی۔ ابھی open تھڑاجات پر ہی گندم کو سٹور کیا جا رہا ہے۔ یہ سرکاری گودام ہیں جہاں گندم کو سٹور کیا جا رہا ہے۔ ان کے علاوہ پرائیویٹ گودام بھی ہیں لیکن ان کی capacity بھی تھوڑی ہے اور ہماری procurement پچھلے سال زیادہ رہی ہے جو 60لاکھ ٹن کے قریب تھی۔ اب تجاویز آئی ہیں

کہ کنکریٹ یا سٹیل کے نئے silos بنائے جائیں تو ان کے لئے 200 ملین روپے مختص کر دیئے گئے ہیں جن کے لئے کچھ کمپنیوں کو بلایا گیا کہ سروے کر کے اپنی رپورٹ دیں تو ایک کمپنی republican Engineering کمپنی نے اپنی رپورٹ دی ہے۔ اس کا ڈیزائن اور فائنل ڈرائنگ تیار کرنے کے بعد انشاء اللہ اس پر کام ہو گا۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! مجھے تو یہ یاد پڑتا ہے کہ اخبارات میں، میں نے اشہارات دیکھے ہیں کہ لاہور میں محکمہ خوراک کا گودام نیلام کیا جا رہا ہے، اسی طرح شاید رحیم یار خان میں بھی بیچا جا رہا ہے۔ یہ میری نظر سے گزرے ہیں، میں غلط بھی ہو سکتا ہوں تو کیا گوداموں کو بیچا نہیں جا رہا، آپ بڑھانے کی بات کر رہے ہیں جبکہ میری اطلاع کے مطابق جو پہلے گودام موجود ہیں ان کو بیچا جا رہا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک (جناب محمد سعید مغل): جناب سپیکر! لغاری صاحب ٹھیک کہہ رہے ہیں کہ جو congested area یعنی آبادی کے اندر گودام آ گئے ہیں تو پروگرام یہ ہے کہ ان کو فروخت کر کے جو funds raise ہوں ان سے نئے گودام تعمیر کئے جائیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! یہ سوال جولائی 2008 میں پوچھا گیا تھا۔ میں پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ جب 2008 میں بھی آپ کے پاس پرائیویٹ گوداموں میں گندم ذخیرہ کرنے کی capacity موجود تھی تو 17 ہزار 160 میٹرک ٹن گندم open کیوں رکھی گئی؟

جناب قائم مقام سپیکر: یہ اس سے متعلقہ نہیں ہے۔ یہ نیا سوال بنتا ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔ اگلا سوال محترمہ نگہت ناصر شیخ صاحبہ کا ہے۔ جی، محترمہ!

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 3923 ہے۔

پنجاب میں گندم خریدنے کی تفصیلات

*3923: **محترمہ نگہت ناصر شیخ:** کیا وزیر خوراک از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

پنجاب میں یکم اپریل تا 31۔ مئی 2009 گندم خریداری مراکز پر حکومت نے کتنی گندم خریدی؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک (جناب محمد سعید مغل):

یکم اپریل تا 31۔ مئی 2009 خریداری مراکز پر 5724655 میٹرک ٹن گندم خرید کی گئی، ضلع وار خرید گندم کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! اس پر میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جب گندم خرید کی گئی تو گندم سٹور کرنے کے لئے گوداموں کی capacity کیا تھی، کتنی گندم گوداموں میں سٹور ہوئی تھی اور کتنی کھلے آسمان تلے پڑی رہی؟

جناب قائم مقام سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب! کیا آپ کے پاس یہ details ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک (جناب محمد سعید مغل): جناب سپیکر! میرے پاس ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: محترمہ! وہ دیکھ کر آپ کو تفصیل بتادیں گے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! یہ انتہائی اہم سوال ہے۔ گندم کے جو گودام فروخت ہو رہے ہیں اُن کے بارے میں یہ کیا فرمائیں گے؟

جناب قائم مقام سپیکر: آپ کے آنے سے پہلے یہی بات ہوئی ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ congested areas میں واقع گوداموں کو فروخت کر کے جو رقم ملے گی اُس سے بڑے گودام لیں گے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! اگر یہ بات ہو چکی ہے تو کب تک یہ plan ہو گا کیونکہ گندم کی فصل آنے میں صرف تین ماہ رہ گئے ہیں، جب گندم کی فصل آ جائے گی تو اُس کو سٹور کرنے کے لئے کیا اقدامات کئے ہیں اور کیا اس کا کوئی نعم البدل کر لیا گیا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک (جناب محمد سعید مغل): جناب سپیکر! حکومت پنجاب نے وفاقی حکومت کو لکھا ہے کہ ہمارے پاس surplus گندم سٹاک میں کافی موجود ہے لہذا اس کو export کرنے کا کوئی بندوبست کیا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: وہ یہ نہیں پوچھ رہیں۔ جس طرح لغاری صاحب نے بھی سوال کیا تھا کہ آیا کوئی پالیسی بنی ہو گی کہ کب تک مزید گودام بننا شروع ہو جائیں گے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک (جناب محمد سعید مغل): جناب سپیکر! اس کے فائنل design and drawings آ رہے ہیں جس پر discussion کے بعد فوری طور پر بننا شروع ہو جائیں گے۔

جناب قائم مقام سپیکر: شکریہ

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! ابھی اس پر discussion ہو گی لیکن فصل آنے میں صرف تین ماہ رہ گئے ہیں۔ جب گندم کی فصل آ جائے گی تو اُس کا یہ کیا بندوبست کریں گے ؟

جناب قائم مقام سپیکر: جو پہلے کیا تھا۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: اس طرح گندم تو کھلے آسمان تلے پڑی رہے گی۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ پہلے جو گندم کھلے آسمان تلے پڑی رہی یا hygienic پڑی رہی تو اُس کی فروخت میں کیا نقصان ہوا؟

جناب قائم مقام سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک (جناب محمد سعید مغل): جناب سپیکر! کھلے آسمان تلے پڑی ہوئی گندم ایسے ہی کھلی نہیں پڑی بلکہ اُس پر باقاعدہ ترپال اور پولی تھین کی sheets پڑی ہوئی ہیں اور گندم کی protection کے لئے زہر آلود دھونی اور سپرے وغیرہ کے انتظامات بھی کئے جاتے ہیں۔ گندم کے خراب ہونے کا قطعاً کوئی امکان نہیں ہے لہذا یہ بے فکر رہیں۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! اس طرح کیا یہ گندم خراب نہیں ہو گی ؟

جناب قائم مقام سپیکر: محترمہ! صرف دو ضمنی سوال کرنے کی اجازت ہے اور آپ نے چار کر لئے ہیں۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! یہ مجھے کوئی satisfied جواب دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: محترمہ! کھلے آسمان تلے گندم کی جو بات آپ کر رہی ہیں اس حوالے سے میں آپ کو بتاتا ہوں کہ جب procurement ہو رہی تھی تو اُس وقت ہم تمام لوگ وہاں گئے تھے اور دیکھا تھا کہ گندم کے نیچے باقاعدہ base بنائی جاتی ہے اور اُس کا نیچے سے لے کر اوپر تک پورا بندوبست کیا جاتا ہے۔ اب انہوں نے اس پر کہہ بھی دیا ہے لہذا آپ تشریف رکھیں۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! انہوں نے یہ بات کی ہے کہ گندم خراب نہیں ہوئی اس کا یہی مطلب ہے کہ کوئی گندم ضائع نہیں ہوئی ؟

جناب قائم مقام سپیکر: نہیں، انہوں نے یہ نہیں کہا۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: اس کا مطلب ہے کہ گندم خراب یا ضائع ہوئی ہے یعنی دونوں میں سے ایک چیز ضرور ہوئی ہے ؟

جناب قائم مقام سپیکر: محترمہ! آپ کا وہ سوال ہی نہیں ہے۔ آپ نے سوال میں simple یہ چیز پوچھی ہے کہ گندم کتنی خریدی گئی جس کا انہوں نے جواب دے دیا ہے۔ اب ضمنی سوال اسی سوال سے related ہی بنے گا ورنہ مزید ضمنی سوال تو نئے سوال کے زمرے میں آ جاتے ہیں۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! پھر ضمنی سوال کا کیا مقصد ہوا؟

جناب قائم مقام سپیکر: ضمنی سوال اُسی معاملہ سے متعلقہ ہی ہونا چاہئے لیکن آپ بالکل نئی چیز پوچھ رہی ہیں۔ اس پر بحث بھی نہیں ہوتی۔ پلیز! تشریف رکھیں۔

جناب اعجاز احمد خان: جناب سپیکر! میرا ایک ضمنی سوال ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: اس پر already فیصلہ ہو چکا ہے کہ دو سے زیادہ ضمنی سوال کرنے کی اجازت نہیں ہو گی اور پہلے ہی اس پر چار ضمنی سوال ہو چکے ہیں۔ پلیز تشریف رکھیں۔

جناب اعجاز احمد خان: جناب سپیکر! آپ میری چھوٹی سی عرض سن لیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: دیکھیں، آپ خود وکیل ہو کر ایسا کریں تو مناسب نہیں ہے۔

جناب اعجاز احمد خان: جناب سپیکر! آپ کا حکم نامہ مل گیا ہے لیکن مجھے اجازت عنایت فرمائی جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: چلیں، فرمائیں!

جناب اعجاز احمد خان: جناب سپیکر! اس سے پہلے سوال میں بھی چار ضمنی سوال ہوئے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: میں نے اُس وقت بھی منع کیا تھا بہر حال فرمائیں!

جناب اعجاز احمد خان: جناب سپیکر! یکم اپریل تا 31۔ مئی 2009 تک کا بتایا گیا ہے کہ 57 لاکھ 24 ہزار 655 میٹرک ٹن گندم خریدی گئی ہے۔ میرا سوال یہ ہے کہ اس سال کے دوران کتنی گندم استعمال ہوئی ہے کیونکہ bank loan لے کر اس کی procurement کی گئی تھی، بتایا جائے کہ بقایا کتنی گندم ذخائر میں موجود ہے اور اُس کی export کے لئے کون سے steps لئے گئے ہیں؟

جناب قائم مقام سپیکر: یہ بالکل نیا سوال ہے۔

جناب اعجاز احمد خان: جناب سپیکر! بالکل بھی نیا سوال نہیں ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: یہ بالکل نیا سوال بنتا ہے۔ اسے Chair نے decide کرنا ہے کہ کون سا نیا سوال ہے اور کون سا نیا نہیں ہے۔ پلیز! تشریف رکھیں۔ اگلا سوال سردار خالد سلیم بھٹی صاحب کا ہے۔

سردار خالد سلیم بھٹی: سوال نمبر 4199۔اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ضلع وہاڑی، گندم سٹور کرنے کے لئے گوداموں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*4199: سردار خالد سلیم بھٹی: کیا وزیر خوراک ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) وہاڑی میں گندم سٹور کرنے کے گودام کہاں کہاں واقع ہیں؟

(ب) ان میں گندم سٹور کرنے کی capacity کتنی ہے؟

(ج) اس وقت ان گوداموں میں کتنی گندم سٹور ہے؟

(د) اس ضلع میں اس وقت کتنی گندم کھلے آسمان کے نیچے پڑی ہے؟

(ہ) کھلے آسمان کے نیچے پڑی ہوئی گندم کو محفوظ کرنے کے لئے حکومت کیا اقدام اٹھا رہی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک (جناب محمد سعید مغل):

(الف) ضلع وہاڑی میں گودام شہر میں بنی شیل وہاڑی، پی آر وہاڑی، بورے والا، پی آر سنٹر میلسی اور گگو میں واقع ہیں۔

(ب) ان سنٹروں میں معیاری ذخیرہ کاری گوداموں کی گنجائش کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

نام سنٹر	معیاری ذخیرہ کاری کی گنجائش (میٹرک ٹن)
پی آر وہاڑی	11500
بنی شیل وہاڑی	74500
بورے والا	11000
گگو	5000
پی آر میلسی	8000
میزان	110000

(ج) اس وقت ان گوداموں کی ذخیرہ کاری گندم کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

نام سنٹر	ذخیرہ کردہ گندم (میٹرک ٹن)
پی آر وہاڑی	13973
بنی شیل وہاڑی	65012
بورے والا	9135
گگو	2775

پی آر میلسی	8742
میزان	99637

(و) اس وقت ضلع میں111106.300 میٹرک ٹن گندم کھلے آسمان تلے پڑی ہوئی ہے۔

(ہ) کھلے آسمان تلے ذخیرہ کردہ گندم کو تھڑاجات پر سٹور کیا گیا۔ گندم کو موسمی اثرات اور کیڑے مکوڑوں سے بچانے کے لئے ترپالوں سے ڈھانپا گیا اور زہر آلود دھونی کا عمل بھی پولی تھین شیٹ کے نیچے کیا گیا۔

جناب وزیراعلیٰ پنجاب نے اعلیٰ سطحی کمیٹیاں بنائیں جن میں منتخب نمائندے بھی شامل تھے۔ ہر ضلع کے خریداری مراکز کا معائنہ کیا۔ محکمہ خوراک کے گندم کے حفاظتی انتظامات کو سراہا۔

جناب قائم مقام سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

سردار خالد سلیم بھٹی: جناب سپیکر! انہوں نے جز(ہ) میں بتایا ہے کہ کھلے آسمان تلے ذخیرہ کردہ گندم کو تھڑاجات پر سٹور کیا گیا ہے اور وزیراعلیٰ کی ٹیم نے بھی ہمارے انتظامات کو سراہا ہے۔ میرا اس میں ضمنی سوال یہ ہے کہ میرے حلقہ میں دو سنٹر میاں پکھی اور پُل48 جہاں کھلے آسمان تلے پڑی گندم تقریباً 30 فیصد خراب ہو گئی ہے۔ بات یہ ہے کہ ابھی پارلیمانی سیکرٹری صاحب بتارہے تھے کہ ترپالوں کا انتظام ہوتا ہے مگر نئی ترپالیں بازار میں چلی جاتی ہیں اور پرانی گندم پر آجاتی ہیں۔ بارش کے پانی نے اس گندم کو خراب کیا ہے جو نیچے تک جاتا ہے۔ جو گندم کھلے آسمان تلے پڑی ہوئی ہے اُس کا ریٹ بھی گودام کی گندم سے -/25روپے کم ہے اور وہ -/975روپے میں مل رہی ہے۔ اگر ایک سال کھلے آسمان تلے گندم رہ جائے تو اُس میں غذائیت کا سسٹم بھی ختم ہو جاتا ہے لہذا میری یہ گزارش ہو گی کہ ابھی نیا سسٹم بنا رہے ہیں تو ضلع وہاڑی چونکہ زرعی علاقہ ہے اس لئے وہاں پر گودام زیادہ سے زیادہ بنائے جائیں۔ میں یہ کہوں گا کہ جن افسران نے وہاں پر انتظامات کئے تھے، جنہیں وزیراعلیٰ کی ٹیم نے سراہا بھی تھا اس کی انکوائری کی جائے کہ وہ گندم کیوں خراب ہوئی اور نئی ترپالیں کہاں گئیں؟

جناب قائم مقام سپیکر: آپ کی بات بڑی valid ہے لیکن اس پر آپ سٹیٹمنٹ نہیں دے سکتے اور صرف ضمنی سوال کر سکتے ہیں۔ پارلیمانی سیکرٹری صاحب! جو بات بھٹی صاحب نے کی ہے اس کو note کریں اور متعلقہ افسران کو پہنچائیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! بھٹی صاحب نے بڑی important بات کی ہے کہ سٹور کی گئی گندم میں سے 30 فیصد گندم خراب ہو گئی ہے اس لئے اس کا جواب پارلیمانی سیکرٹری کو دینا چاہئے ورنہ یہ confusion رہ جائے گی۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک (جناب محمد سعید مغل): جناب سپیکر! میرے محترم بھائی نے 30 فیصد گندم خراب ہونے کا جو خدشہ ظاہر کیا ہے ابھی تک اُس کے بارے میں کوئی رپورٹ یا اطلاع نہیں ہے کہ ایسا واقعتاً ہے۔ ان کا ارشاد کہ پرانی ترپالیں گندم کے اوپر ڈال دی جاتی ہیں اور نئی ترپالیں بازاروں میں چلی جاتی ہیں اس کی بھی کوئی شکایت ابھی تک موصول نہیں ہوئی۔ اصل پوزیشن سامنے آ جائے تو اس پر action بھی لیا جا سکتا ہے۔

سردار خالد سلیم بھٹی: جناب سپیکر! اس کی پھر انکوائری ٹیم بنالیں کیونکہ میں نے دو سنٹر میاں پکھی اور پُل 48 کی نشاندہی کی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: بھٹی صاحب! مجھے یہ بتائیں کہ آپ جو بات بتا رہے ہیں کیا اس پر کسی آدمی نے محکمے کو کوئی شکایت کی تھی یا لوگوں نے اس پر احتجاج کیا تھا کیونکہ 30 فیصد گندم کی خاصی بڑی amount بنتی ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! بہت بڑی amount کے ساتھ ساتھ quantity بھی کافی بنتی ہے اگر توان کے پاس figures ہیں تو بتائیں ورنہ یہ بات بالکل بے بنیاد ہے۔

سردار خالد سلیم بھٹی: جناب سپیکر! وہاں جہانگیر فلور مل ہے اس لئے وہاں سے گندم اٹھانی پڑتی ہے اور احتجاج بھی ہوتا ہے کہ یہ گندم ہمیں نہ دیں بلکہ گودام سے دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: ماشاء اللہ آپ خود پارلیمنٹیرین ہیں۔ آپ یہ بتائیں کہ کیا یہ چیز کہیں پر رجسٹرڈ ہوئی ہے کیونکہ آپ یہاں پر پہلی دفعہ یہ نشاندہی کر رہے ہیں؟ آپ کے بقول جہاں پر 30 فیصد گندم خراب ہوئی ہے وہاں پر کسی نے رجسٹرڈ کرایا ہو، محکمے کے لوگوں کو بلا کر کہا ہو، تحریری دیا ہو یا کوئی احتجاج ہوا ہو یعنی کوئی چیز تو ریکارڈ پر ہونی چاہئے؟

سردار خالد سلیم بھٹی: جناب سپیکر! میں یہی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ ہمیں open store میں پڑی 2009 والی گندم -/975 روپے میں دے رہے ہیں اور گودام والی یا 2010 والی گندم کا ریٹ -/25 روپے زیادہ ہے جس کے ایک ہزار روپے بنتے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: معذرت کے ساتھ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہو سکتا ہے آپ کی بات valid ہے لیکن وہ اس سوال کے ambit میں نہیں آتی البتہ آپ اس پر پوری تحقیق کر کے اسمبلی میں کوئی تحریک التوائے کار وغیرہ لائیں اُس کو ہم بالکل take up کریں گے۔

سردار خالد سلیم بھٹی: بہت شکریہ۔

جناب قائم مقام سپیکر: اگلا سوال بھی آپ کا ہے۔

سردار خالد سلیم بھٹی: سوال نمبر 4200۔اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

جدید طرز کے گودام برائے سٹوریج گندم بنانے کی تفصیلات

*4200: سردار خالد سلیم بھٹی: کیا وزیر خوراک از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت صوبہ کے پانچ بڑے شہروں میں جدید طرز کے گودام برائے سٹوریج گندم بنا رہی ہے؟

(ب) ان شہروں کے نام کیا ہیں؟

(ج) یہ منصوبہ کن مراحل میں ہے اور اس کا تخمینہ لاگت بتائیں؟

(د) ان میں گندم سٹور کرنے کی capacity کتنی ہو گی؟

(ہ) کیا حکومت یہ گودام ان شہروں میں بنا رہی ہے جہاں گندم کی پیداوار زیادہ ہوتی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک (جناب محمد سعید مغل):

(الف) یہ درست نہ ہے کہ حکومت پنجاب 5 بڑے شہروں میں جدید طرز کے گودام برائے ذخیرہ کاری گندم بنا رہی ہے۔ حقیقت یوں ہے کہ حکومت پنجاب جدید قسم کی ذخیرہ کاری گندم کے لئے مطالعہ بذریعہ P&D ڈیپارٹمنٹ کروا رہی ہے۔ ان کی پیشگی سفارشات کی روشنی میں 20 فیصد گودام جن علاقوں میں گندم کی کمی ہے اور 80 فیصد ان علاقوں میں جہاں پر گندم زیادہ ہوتی ہے بنائے جائیں گے۔

(ب) حکومت پنجاب نے ایک اعلیٰ سطحی کمیٹی تشکیل دی ہے اس کمیٹی نے فی الوقت 19 اضلاع میں 770000 میٹرک ٹن گنجائش کے گودام تعمیر کرنے کی سفارش کی ہے جس کی تفصیل گوشوارہ (اے) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) گندم ذخیرہ کرنے کے منصوبے ابھی ابتدائی مراحل میں ہیں اس کی لاگت کا تخمینہ ابھی ہونا باقی ہے تاہم P&D ڈیپارٹمنٹ کے مطالعہ کی روشنی میں کون سے جدید گودام حاضر ضرورت کے لئے موزوں ہیں، تعمیر کئے جائیں گے۔

(د) ان میں گندم ذخیرہ کرنے کی گنجائش 770000 میٹرک ٹن ہو گی تفصیل کا گوشوارہ (اے) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ہ) یہ درست ہے کہ حکومت گندم کے پیداواری علاقوں میں زیادہ گودام بنانے کا ارادہ رکھتی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

سردار خالد سلیم بھٹی: جناب سپیکر! جز (الف) میں انہوں نے یہ کہا ہے کہ کچھ علاقوں میں 20 فیصد نئے گودام بنائے جائیں گے جہاں پر گندم کم کاشت ہوتی ہے جسے حکومت ایک study کے ذریعے محکمہ P&D سے کروا رہی ہے اور 80 فیصد اُن علاقوں میں بنائے جائیں گے جہاں گندم زیادہ کاشت ہوتی ہے۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ 20 فیصد جہاں گندم کم کاشت اور 80 فیصد جہاں زیادہ کاشت ہوتی ہے وہ کون سے علاقے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک (جناب محمد سعید مغل): جناب سپیکر! تمام اضلاع کی ہمارے پاس statistical reports موجود ہیں۔ جن علاقوں کا یہاں بتایا گیا ہے کہ 20 فیصد گودام کم کاشت علاقوں میں تعمیر کئے جائیں گے اُن کے حساب سے ہی تعمیر کے لئے جگہ کا تعین کیا جائے گا۔

جناب قائم مقام سپیکر: ان علاقوں کے نام آپ کے پاس ہیں کہ نہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک (جناب محمد سعید مغل): 80 فیصد گندم کی پیداوار سدرن پنجاب کے علاقوں میں پیدا ہوتی ہے۔

سردار خالد سلیم بھٹی: جناب سپیکر! جہاں گندم 20 فیصد ہوتی ہے وہ بارانی علاقے ہیں جن کے کوٹا کا کہا ہے اور 80 فیصد ایسے علاقے ہیں جہاں پر شاید حکومت زرعی ادویات یا کوئی سبسڈی دے رہی ہے۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب! علاقوں کی بات آپ نے کی ہے تو اگر ان علاقوں کے نام کا پتا ہے تو ابھی بتا دیں نہیں تو House کو اس کے بارے میں apprise ضرور کریں کیونکہ یہ سب کے علم میں ہونا چاہئے کہ کون کون سے علاقے ہیں اور آپ انہیں کس طرح define کر رہے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک (جناب محمد سعید مغل): جناب سپیکر! راولپنڈی میں گوجر خان سے اوپر کا جتنا بھی علاقہ ہے وہ بارانی علاقہ ہے جہاں پر گندم کی پیداوار کم ہوتی ہے جبکہ 80 فیصد گندم کے علاقے سدرن کے ہیں جہاں گندم زیادہ پیدا ہوتی ہے۔

سردار خالد سلیم بھٹی: جناب سپیکر! اگر بارانی علاقہ ہے تو مصنوعی بارش کے نئے drip system جس کے ذریعے مصنوعی بارش وغیرہ کی جاتی ہے تو اس پر کیوں تجربے کئے جاتے ہیں؟

جناب قائم مقام سپیکر: وہ تو بعد کا مسئلہ ہے اور فی الحال انہوں نے اپنے پاس موجود سسٹم کے مطابق کی جانے والی study کی ہو گی اور وہ اس کے مطابق بنا کر دے رہے ہیں۔

سردار خالد سلیم بھٹی: جناب سپیکر! جو نیا سسٹم پاکستان میں آیا ہے تو میں کہتا ہوں کہ اسے چلانا چاہئے تاکہ وہاں پر بھی زیادہ گندم کاشت ہو کیونکہ 80 فیصد علاقوں میں ہمارا ضلع وہاڑی بھی شامل ہے، موجودہ طریق کار کے مطابق حکومت ہمیں کوئی ایسی سہولت نہیں دیتی مگر یہاں سے گندم ان 20 فیصد علاقوں میں بھی جاتی ہے جہاں گندم کم پیدا ہوتی ہے، افغانستان بھی جاتی ہے اور بیرون ملک بھی جاتی ہے اگر حکومت ہمیں سہولتیں زیادہ سے زیادہ دے تو زیادہ گندم پیدا ہو سکتی ہے۔ اگر بارانی علاقوں میں بھی مصنوعی بارشوں کا سسٹم بنا لیں تو وہاں پر بھی انشاء اللہ تعالیٰ 80 فیصد گندم پیدا ہو گی۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک (جناب محمد سعید مغل): جناب سپیکر! اس میں کوئی شک نہیں کہ irrigation میں sprinkler irrigation کو encourage کرنا ضروری ہے کیونکہ ہمارے ہاں پانی کی زیر زمین مقدار اب کم ہوتی جا رہی ہے اور بارشوں کا سلسلہ بھی کم ہے جبکہ بارشیں بے وقت ہوتی ہیں کیونکہ جب بارش کی ضرورت ہوتی ہے تب نہیں ہوتی اور جب ضرورت نہیں ہوتی تب ہو جاتی ہے

تو sprinkler irrigation کو رواج دینا ہماری ضرورت بن گیا ہے اور پانی کی بچت کے ساتھ تیل اور بجلی کی بھی اس میں بچت ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: اگلا سوال چودھری محمد اسد اللہ صاحب کا ہے!۔۔۔ موجود نہیں ہیں لہذا یہ سوال dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال بھی چودھری محمد اسد اللہ صاحب کا ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میں اس سوال میں ایک نشاندہی کرنا چاہتا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: لغاری صاحب! آپ کا یہ دوسرا سوال ہے، اس چیز کو دیکھ لیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: میں پھر سے یہ عرض کروں گا کہ حکومت کی طرف سے بڑے بڑے منصوبے بنانے کے اعلانات کئے جاتے ہیں اور یہ 2009 میں جواب دیا گیا ہے کہ حکومت نئے گودام تیار کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اور اس کی مد میں 100 ملین روپے مختص کئے گئے ہیں جبکہ ڈیرہ غازی خان، تونسہ اور کروڑ ضلع لیہ میں 35 ہزار میٹرک ٹن capacity بڑھائی جائے گی اور آج 2011 ہے۔ 100 ملین بھی اس کے لئے رکھا گیا تو کیا پچھلے دو سالوں میں یہ capacity بڑھادی گئی ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر: لغاری صاحب! پہلا سوال تو میں نے dispose of کر دیا تھا اور آپ نے اسی پر کھڑے ہو کر بات کی ہے؟

جناب محمد محسن خان لغاری: جی، میں سوال نمبر 4213 پر بات کر رہا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: وہ تو میں نے dispose of کر دیا تھا اور اگلا سوال چودھری اسد اللہ صاحب کا ہے۔ جی، چودھری صاحب!

چودھری محمد اسد اللہ: جناب سپیکر! میرے سوال کا نمبر 4214 ہے۔ جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔ میں اس سے مطمئن ہوں۔

گوجرانوالہ ڈویژن میں فلور ملز کی تعداد و دیگر تفصیلات

*4214: **چودھری محمد اسد اللہ:** کیا وزیر خوراک ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) گوجرانوالہ ڈویژن میں کتنی فلور ملز ہیں، ان کے نام اور کہاں واقع ہیں نیز ان میں آٹے کی grinding کی کتنی capacity ہے؟

(ب) یکم جنوری 2007 تا 31۔دسمبر 2008 کے دوران ہر ایک ملز کو کتنی مقدار میں گندم کا کوٹا دیا گیا اور کوٹا فراہم کرنے کا طریق کار کیا ہے؟

(ج) کیا مذکورہ عرصہ میں کسی ملز کو سپیشل کوٹا دیا گیا، اگر ہاں تو اس ملز کا نام اور مہیا کیا گیا کوٹا کیا تھا، تفصیل بیان کی جائے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک (جناب محمد سعید مغل):

(الف) گوجرانوالہ ڈویژن میں فلور ملز کے نام، جہاں واقع ہیں اور ان کی پسائی کی گنجائش گوشوارہ (اے) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) یکم جنوری 2007 تا 31۔دسمبر 2008 جن فلور ملوں کو گندم فراہم کی گئی اس کی تفصیل منسلکہ گوشوارہ (بی) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ ضلع وار گندم کا اجراء شہری آبادی کو مدنظر رکھتے ہوئے مقرر کیا جاتا ہے اور یہ کوٹا ضلع میں واقع فلور ملوں میں پسائی کی گنجائش کے تناسب کو مدنظر رکھ کر تقسیم کیا جاتا ہے۔

(ج) اس عرصہ میں کسی فلور ملز کو سپیشل کوٹا جاری نہ ہوا ہے۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! ضمنی سوال ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر: جی، فرمائیں!

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: شکریہ۔ جناب سپیکر! اس سوال میں ملوں کا ذکر ہوا ہے تو میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ ایک مل کو کتنا کوٹا دیا جاتا ہے اور یہ ماہانہ ہوتا ہے یا سالانہ اور یہ کیسے ensure کیا جاتا ہے کہ ان کو جو گندم دی جاتی ہے۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ نے اس کا جز (ب) پڑھا ہے؟

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جی، پڑھا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: گوشوارہ ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے اور اگر آپ اسے study کر لیتیں تو پھر آپ کو یہ سوال کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! اس کو کیسے ensure کیا جاتا ہے کہ جو گندم انہیں دی جاتی ہے اس کی پسائی ہوتی ہے یا وہ اسے اسی طرح سے آگے بیچ بھی سکتے ہیں تو کیا اس کے لئے کوئی surety ہوتی ہے؟

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! ضمنی سوال ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، فرمائیں!

محترمہ سیمل کامران: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ بتانا چاہوں گی کہ محترمہ کو اس لئے گوشوارہ نظر نہیں آیا کہ ایوان کی میز پر حاضری رجسٹر ہے اور سب کو وہی نظر آ رہا ہے۔ (قہقہہ)

جناب قائم مقام سپیکر: ڈاکٹر صاحبہ! آپ پہلے پڑھ لیں پھر بات کریں۔ اب آپ تشریف رکھیں۔ اگلا سوال چودھری ظہیر الدین صاحب کا ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! On his behalf question No 5027 پارلیمانی سیکرٹری صاحب اس کا جواب پڑھ دیں (معزز ممبر نے چودھری ظہیر الدین خان کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا۔)

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری صاحب اس کا جواب پڑھ دیں۔

جدید معیار کے مطابق ذخیرہ گاہوں کی تعمیر سے متعلقہ تفصیلات

*5027: **چودھری ظہیر الدین خان:** کیا وزیر خوراک از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت پنجاب زرعی اجناس کے لئے حفظان صحت کے اصولوں کے مطابق جدید معیار کی ذخیرہ گاہیں قائم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تاکہ انہیں زیادہ عرصہ تک محفوظ رکھا جا سکے اگر ہاں تو تفصیل سے آگاہ کیا جائے؟

(ب) کیا یہ سہولت کاشتکاروں کو فراہم کی جائے گی اگر ہاں تو اس کی شرائط کیا ہوں گی تفصیل بتائی جائے؟

(ج) مذکورہ منصوبہ پر تخمینہ لاگت کیا ہو گا اور ان ذخیرہ گاہوں کا منصوبہ ابھی کس مرحلہ پر ہے کیا اس میں پرائیویٹ سیکٹر کو بھی شامل کیا جائے گا، منصوبہ کی مکمل تفصیل سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک (جناب محمد سعید مغل): جناب سپیکر! میں یہ پڑھ دیتا ہوں۔

(الف) محکمہ خوراک کے پاس زیادہ تعداد میں گندم ذخیرہ کرنے کے لئے گھر نما گودام ہیں جن میں گندم بوریوں کی شکل میں ذخیرہ کی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ پنجاب حکومت کے پاس بنز بھی

موجود ہیں جن میں کھلی گندم سٹور کی جاتی ہے۔یہ ذخیرہ گاہیں زیادہ تر اپنی مدت پوری کر چکی ہیں اور اس وقت ذخیرہ کاری کے لئے مکمل طور پر موزوں نہیں ہیں۔
ترقی یافتہ ممالک میں زرعی اجناس کو ذخیرہ کرنے کے لئے سائیلوز تعمیر کئے جاتے ہیں۔لمبا عرصہ ذخیرہ کرنے کے لئے کنکریٹ کے سائیلوز جبکہ مختصر عرصہ کے لئے سٹیل سائیلوز فارموں کی سطح پر تعمیر کئے جاتے ہیں۔ ہمارے ملک میں سائیلوز تعمیر کرنے کا رجحان اب ہو رہا ہے لیکن سائیلوز تعمیر کرنے کی تکنیکی صلاحیت موجود نہ ہے۔ محکمہ خوراک نے اس نئی سٹوریج کو تعمیر کروانے سے پہلے مناسب سمجھا کہ ماہرین سے سٹڈی کروایا جائے کہ کس قسم کے گودام ہمارے موسم میں زیادہ موزوں ہو سکتے ہیں۔ محکمہ منصوبہ بندی پنجاب نے TAMA سے اس پر سٹڈی کروائی، انہوں نے کنکریٹ کے سائیلوز کو ہمارے موسمی لحاظ سے موزوں قرار دیا نیز یہ بھی کہا کہ سٹوریج کا سائز ایک جگہ پر 20000 میٹرک ٹن سے کم نہیں ہونا چاہئے۔اس رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ پنجاب کی سٹوریج کی مزید ضروریات 2025 تک 30 لاکھ ٹن تک ہو جائیں گی۔

(ب) اس قسم کی ذخیرہ گاہیں سرکاری سطح پر تعمیر کی جائیں گی محکمہ خوراک کاشتکاروں سے گندم خرید کر ان میں سٹور کرے گا۔

(ج) اوپر درج سٹڈی پر عملدرآمد کرتے ہوئے محکمہ خوراک نے کنکریٹ سائیلوز کی تعمیر کا کام ڈی جی خان، تونسہ اور کڑر میں شروع کرنے کے لئے محکمہ C&W سے درخواست کی کہ کنکریٹ سائیلوز کی ڈرائینگ اینڈ ڈیزائننگ مکمل کر کے لاگت کا تخمینہ مکمل کیا جائے۔مزید برآں حکومت پنجاب نے محکمہ C&W کو اس کام کے لئے 100 ملین روپے جاری کئے ہیں۔ بد قسمتی سے محکمہ C&W نے واپس لکھا کہ محکمہ C&W مطلوبہ اہلیت نہ ہونے کی بناء پر کام نہیں کر سکتا۔اس بناء پر ابھی تک کام شروع نہ ہو سکا ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میرا پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے جواب پڑھانے کا مقصد یہ تھا کہ ہمارے سارے دوست سن لیں کہ محکمہ کی طرف سے کیا جواب آیا ہے۔ ہم admit کر رہے ہیں کہ ہمارے پاس گودام موزوں نہیں ہیں جس میں گندم کو رکھا جا رہا ہے۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: یہ بھی ایک بہادری ہے کہ admit کر رہے ہیں کہ ہم نہیں کر سکتے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: اس کے بعد کہا ہے کہ جو ہم نے study کروائی ہے تو 2025 تک 30 لاکھ میٹرک ٹن گندم storage کرنے کی ضرورت ہو گی۔ 2025 کی ہم بات کر رہے ہیں جبکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہماری ضرورت 21 لاکھ ٹن ہے مگر ہم نے 60 لاکھ ٹن procurement کی تھی تو کیا ہم یہ توقع کر رہے ہیں کہ 2025 تک ہماری پیداوار 50 لاکھ ٹن تک ہو گی؟ ہماری آبادی بڑھے گی انشاء اللہ اور ہماری پیداوار کی techniques سے yield بڑھے گی اور ہم نئے areas under cultivation لائیں گے اور امید یہ کی جارہی ہے کہ ہماری پیداوار بڑھے گی تو ہمیں capacity بھی 30 لاکھ ٹن سے زیادہ ہی چاہئے ہو گی تو اس جواب سے ہمارے C&W کی تو نااہلی خود ہی محکمہ خوراک والے کہہ رہے ہیں کہ "وہ کہتے ہیں کہ ہم اہل ہی نہیں ہیں ایک کام کرنے کے "تو محکمہ خوراک کا اپنا سروے اور estimate بھی logical نہیں بنتا کہ 2025 تک صرف ان کو 20 لاکھ ٹن ابھی اور 2025 تک 30 لاکھ ٹن کی ضرورت ہو گی تو یہ بھی logical نہیں ہے۔ میری بار بار ایک ہی گزارش ہوتی ہے کہ ہم اسمبلی کے سوالات محض ایک information اکٹھی کرنے کے لئے نہیں کرتے بلکہ ہمارا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جہاں کہیں کمی کوتاہیاں ہوں ان کے بارے میں حکومت کو باور کرایا جائے کہ اس پر ہماری پالیسی کیا ہو؟

جناب قائم مقام سپیکر: آپ کا اس پر ضمنی سوال کیا ہے؟

جناب محمد محسن خان لغاری: میرا سوال یہ ہے کہ ہمیں سال سے پتا ہے اور C&W نے کہا ہے کہ ہمارے پاس اہلیت نہیں ہے۔ ہم جی ٹی روڈ پر جاتے ہوئے دیکھتے ہیں کہ بڑی بڑی flour mills نے اپنے سائیلوز بنائے ہوئے ہیں۔ اگر C&W والے اس ایک سال کے اندر نہیں کر سکتے تو کیا حکومت نے کوئی اور اقدامات کئے ہیں؟

جناب قائم مقام سپیکر: جی، لاء منسٹر!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں محترم لغاری صاحب کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے بہت ہی اچھے انداز سے ایک معاملہ کی طرف جو اس صوبے کی ضرورت ہے توجہ دلائی۔ واقعی موجودہ storage کی capacity کافی پرانی اور بوسیدہ ہو چکی ہے۔ کوئی بھی چیز سال ڈیڑھ سال میں بوسیدہ نہیں ہوتی بلکہ اس کو بوسیدہ ہونے میں کوئی آٹھ، دس سال لگتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ لغاری صاحب کی اس نشاندہی کے بعد اُس لاڈلے کو بھی احساس ہونا چاہئے جس نے کوئی

چار پانچ سال قبل صرف اپنے آفس کے لئے 2۔ارب روپے کا 8 کلب میں آفس بنایا تھا۔ کاش وہ 2۔ارب روپیہ اس پر خرچ کر دیا ہوتا تو شاید آج یہ capacity ہمارے پاس ضرورت سے زیادہ ہوتی۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے لاء منسٹر صاحب سے گزارش کروں گا کہ issue at hand پر ہی رہا کریں۔ وہ 2۔ارب روپیہ کیا استعمال نہیں ہو رہا ہے؟ آج صبح جب میں گھر سے نکل رہا تھا تو ہمارے اسی حکومت کے اہم اہلکار کے ساتھ پولیس کی اسکواڈ تھی اور وہ نہایت بدتمیزی سے لوگوں کو اِدھر اُدھر کرا رہے تھے۔ اگر ہم ذاتیات پر attack کرنا شروع کریں گے تو یہ انگلیاں سب پر اُٹھیں گی۔ راناصاحب اعتراض کر رہے ہیں اور یہ خود بہت بڑی سرکاری گاڑی میں بہت ساری پولیس اسکواڈ کے ساتھ پھرتے ہیں۔ ہم یہ کیا بات کرتے ہیں؟ اس وقت storage، silos، food اور needs کی بات ہو رہی ہے۔ اگر اس پر بھی ہم نے چبھتے ہوئے personal attacks کرنے ہیں تو یہ مناسب نہیں ہے۔ میں آپ کے توسط سے راناصاحب سے یہ گزارش کروں گا کہ ایسی باتیں نہ کیا کریں اور جو issue at hand ہو اُسی تک رہا کریں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ اتنا تڑپنے کی بات نہیں ہے۔ (قہقہہ) اگر بات کرنی ہے تو پھر سننے کا بھی تھوڑا حوصلہ ہونا چاہئے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ انہوں نے کہا کہ راناثناء اللہ صاحب بہت بڑا اسکواڈ لے کر پھرتے ہیں۔ یہ آئیں اور یہاں پر اس بات کی bet لگائیں کہ مونس الٰہی کے ساتھ ایلیٹ فورس کا اسکواڈ زیادہ ہے یا میرے ساتھ زیادہ ہے؟ (نعرہ ہائے تحسین) چودھری پرویز الٰہی، چودھری شجاعت۔۔۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر!۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): میری بات سن لیں، اس کے بعد پھر آپ بات کریں، میں نے کہیں چلے نہیں جانا، میں آپ کی بات سن کر جاؤں گا۔ (قطع کلامیاں)

آپ ذرا بیٹھیں اور بیٹھ کر سن لیں۔ یہ آئیں، ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ کس کے ساتھ کتنے لوگوں کی اسکواڈ ہے؟ میرے ساتھ ایلیٹ فورس کا کوئی ایک آدمی بھی نہیں ہے بلکہ regular پولیس ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ آپ یہ بات نہ کریں، وہ بات نہ کریں۔ ہمارا تو یہ مؤقف ہے کہ آج یہ ملک جس مصیبت، جس سازش اور جن بُرے سے بُرے حالات سے گزر رہا ہے اس سے بُرے حالات اور کیا ہو سکتے ہیں کہ یہاں پر گیس نہیں ہے، یہاں پر بجلی نہیں ہے اور بنیادی ضرورتیں حاصل نہیں ہیں؟ ہمارا تو مؤقف ہی یہ ہے کہ اس ملک کا بیڑا غرق کرنے میں، اس ملک کو اس انتہا پر پہنچانے میں کہ ہر طرف تباہی ہی تباہی ہے

ان لوگوں کا ہاتھ ہے جنہوں نے اس ملک پر دس دس سال، گیارہ گیارہ سال اور نو نو سال حکومت کی ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

ان لوگوں پر ہم لعنت کیوں نہ بھیجیں، جو لوگ ایسی ڈکٹیٹر شپ جن کی وجہ سے ملک اس تباہی کا شکار ہوا ہے ان کے لئے یہاں پر قرار دادیں پاس کرواتے تھے کہ ہم ان کو ایک دفعہ نہیں ابھی ہم نے ان کو دس مرتبہ اور منتخب کروانا ہے۔ وہ ڈکٹیٹر شپ جس نے اس ملک کو تباہی کے اس دھانے پر پہنچایا، جس کو ابھی مزید یہ لوگ پچاس سال تک مسلط رکھنا چاہتے تھے اور اُن کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ ہم بات نہ کریں۔ یہ تو ہمارااور پوری قوم کا رونا ہے کہ اس ملک کو ان لوگوں نے تباہ کیا جن لوگوں نے یہاں دس دس سال اور نو نو سال حکومت کی اور اس کے بعد ملک کو اس حالت میں چھوڑا۔ ٹھیک ہے، آپ نے ان لوگوں کا ساتھ دیا، آپ ان کے ساتھ رہے، آج بھی ان کے ساتھ ہیں اور پچھلا سارا کچھ بھول بُھلا کر لوگوں کو نئی کہانیاں سنانا چاہتے ہیں تو وہ آپ سنائیں۔ آپ اپنی بات کریں لیکن ہمیں اور قوم کو اپنا دکھ بھی رونے دیں اور وہ بھی سنیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! اس پرانے دُکھڑے کو رونے کے لئے مہینہ رکھ لیں، چار مہینے رکھ لیں اور جتنا مرضی ٹائم رکھ لیں جس میں یہ اپنے سارے دُکھڑے رو لیں۔ اس وقت wheat storage کی بات ہو رہی ہے، مہربانی کریں اس کا محکمہ خوراک کے ساتھ کیا تعلق ہے ؟ ایک لطیفہ ہے کہ ایک بچے نے کرکٹ میچ پر مضمون لکھا تو اس کو بڑے اچھے نمبر ملے۔ اگلے ہفتے جب استاد نے مضمون Visit to a Park لکھنے کو کہا تو اس نے لکھا کہ میں پارک میں گیا، بچے کرکٹ میچ کھیل رہے تھے اور اس نے پھر وہی کرکٹ میچ کا مضمون لکھ دیا۔ پھر استاد نے کہا کہ Journey by Train پر مضمون لکھو تو بچے نے لکھ دیا کہ I was traveling by train and look out the window and boys were playing cricket match۔ رانا صاحب بھی ہر بات گھما پھرا کر اسی طرف لے آتے ہیں۔ مجھے بتائیں کہ food کی storage کا اس بات سے کیا تعلق ہے ؟ جہاں تک باتیں یاد کرانے کا تعلق ہے تو پرانی باتوں میں نہ جانا مناسب ہے۔ میں آپ کے توسط سے پھر سے یہ گزارش کروں گا کہ پرانی باتیں کرنے کے لئے کوئی ٹائم مقرر کر لیتے ہیں کہ جنوری کے مہینے میں ہم پرانی باتیں کریں گے اور اس کے بعد فروری میں ہم issues at hand کو دیکھیں گے۔

جناب قائم مقام سپیکر: اصل میں رانا ثناء اللہ صاحب کہتے ہیں کہ:

یاد ماضی عذاب ہے یارب
چھین لے مجھ سے حافظہ میرا

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب والا! ماضی کی ہماری بھی یادیں ہیں۔ آپ والی کرسی پر ایک ڈکٹیٹر کو لایا گیا تھا اور پچھلے دنوں ٹی وی پر رانا صاحب کی لیڈر شپ کے مرحوم صدر ضیاء الحق کے بارے میں دکھا رہے تھے۔۔(قطع کلامیاں)

جناب قائم مقام سپیکر: No cross talk۔ لغاری صاحب! میرا خیال ہے کہ ہم دوبارہ سوالات کی طرف آتے ہیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میری بھی یہی گزارش ہو گی۔

جناب قائم مقام سپیکر: بہت شکریہ۔ آپ کا اس پر کیا ضمنی سوال ہے؟

جناب محمد محسن خان لغاری: اس کا جواب تو نہیں آیا۔

جناب قائم مقام سپیکر: جواب تو انہوں نے دے دیا ہوا ہے۔ پارلیمانی سیکرٹری صاحب! صرف یہ بتا دیں کہ جب C&W نے کہہ دیا کہ وہ نہیں بنا سکتے تو اس کے بعد محکمے نے کچھ کیا کیونکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ یہ بننے چاہئیں اور اس کا latest status کیا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک (جناب محمد سعید مغل): جناب سپیکر! اس کا status یہ ہے کہ ایک پرائیویٹ Republic Commercial Engineering Company کو یہ contract دیا گیا ہے کہ وہ اس کا survey کرنے کے بعد اس کے سائیلوز کا design final کرے اس کے لئے ہم نے ان کو 10.09 ملین روپے دیا ہے کہ وہ اس پر کام کرے۔ انہوں نے اس کا final design دینے کے لئے آٹھ ہفتوں کی مہلت مانگی ہے جو شاید 15۔دسمبر سے 15۔فروری تک ہے۔ اس کے بعد انشاء اللہ اس سال ایک لاکھ ٹن storage کے لئے نئے store بن جائیں گے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب قائم مقام سپیکر: چلیں، بہت اچھی بات ہے۔ سیمل صاحبہ! آپ کا ضمنی سوال ہے؟

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میری آپ سے گزارش ہے کہ یہ جو Question Hour میں اتنا وقت ضائع ہوا ہے kindly ہمیں وہ ٹائم چاہئے۔ دوسرا میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جز (الف) میں محکمہ

جواب دے رہا ہے کہ "یہ ذخیرہ گاہیں زیادہ تر اپنی مدت پوری کر چکی ہیں اور ذخیرہ کاری کے لئے موزوں نہیں ہیں۔" 09-2008 اور 2010 ان تین seasons میں موجودہ گورنمنٹ گندم خرید چکی ہے اور فروخت بھی کر چکی ہے۔ اگر یہ آٹھ سال کا رونا روتے رہیں گے تو تین سال تو انہیں بھی ہو چکے ہیں اور چوتھا سال آنے والا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: اب سوال کی طرف آ جائیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ اس آٹھ سال کا رونا روتے روتے انہوں نے چار سال تو گنوا دیئے، کیا باقی چار سال بھی رونا روتے روتے اور ڈکٹیٹر کو لعنت بھیجتے بھیجتے گنوائے جائیں گے یا اس storage capacity کو improve کیا جائے گا؟ جہاں تک لعنت بھیجنے کی بات ہے تو آئیں! آج ہم سب مل کر ہر اُس ڈکٹیٹر جس کا نام ڈیڈی تھا، ہر اُس ڈکٹیٹر جس کو آپ کی اس کرسی پر بٹھایا گیا تھا چاہے وہ سول ڈکٹیٹر تھا یا وردی والا تھا ان سب پر لعنت بھیجتے ہیں۔ صرف ایک مشرف ڈکٹیٹر پر لعنت بھیجنے سے ان کے رونے ختم نہیں ہوں گے اور ان کے دل کا غبار ختم نہیں ہوگا۔ اگر یاد ماضی عذاب ہے تو پھر وہ رب یہ بھی بتاتا ہے کہ تھوڑا اور بھی پیچھے جاؤ اور اپنے گریبانوں میں جھانکو۔ ہر روز House کا ٹائم اس طرح کی من گھڑت کہانیوں پر ضائع کیا جاتا ہے آخر کس لئے؟

جناب قائم مقام سپیکر: محترمہ! یہ کیا کر رہی ہیں؟ اب آپ تشریف رکھیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ ایک طرف تو کہتے ہیں کہ جو ہمارا ٹائم ضائع ہوا ہے وہ ٹائم ہمیں دیں اور دوبارہ پھر اُسی پر بات کرتے ہیں۔ معاملہ یہ ہے کہ یہ بات on record ہے کہ پاکستان مسلم لیگ (ن) کی قیادت میاں محمد نواز شریف اور پیپلز پارٹی کی قیادت محترمہ بینظیر بھٹو شہید نے جب Charter of Democracy پر signature کئے تو انہوں نے پوری قوم کے سامنے اس بات پر معذرت کی کہ اس سے پہلے اگر کسی ڈکٹیٹر شپ کا ساتھ دیا گیا ہے، کیونکہ انہوں نے کہا تھا کہ اس ملک کا بیڑا غرق کرنے میں اور اس ملک کو تباہ کرنے میں ان ڈکٹیٹروں کا ہاتھ ہے۔ دِکھ کی بات تو یہ ہے کہ آج تک (ق) لیگ کی قیادت کو یہ نصیب نہیں ہوا کہ یہ اپنی اس بات پر معذرت کرے باوجود اس بات کے کہ وہ ڈکٹیٹر لندن میں بیٹھا ان پر لعنت بھیج رہا ہے پھر بھی یہ آگے سے جواب نہیں دے رہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: میرا خیال ہے کہ اب سیاسی باتیں ختم کریں۔

محترمہ سیمل کامران: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: ایک منٹ تشریف رکھیں۔

محترمہ سیمل کامران: اب یہ جواب بھی سُنیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: اس طرح تو جواب الجواب چلتا رہے گا۔(قطع کلامیاں)
پلیز اب سوالات کے اندر کوئی سیاسی بات نہیں ہو گی۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: چیمہ صاحب! تشریف رکھیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! آپ ان کو ٹائم دے دیتے ہیں یا توان کو بھی ٹائم نہ دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔اب آپ سوالات کو چلانے دیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! ان کو تو ٹائم دیا جاتا ہے ہمیں بھی ٹائم دیا جائے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! یہ کوئی طریقہ نہیں ہے، ہمیں بھی بات کرنے کا موقع ملنا چاہئے۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپس میں فیصلہ کر لیں ورنہ بیٹھ جائیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! اگر کسی کو باپ بنا کر، کسی کو والد کا درجہ دے کر اور جب کوئی دوسرا ڈکٹیٹر آکر آپ کو جھنڈی کرادے اور آپ کو باہر بھگا دے تو آپ اپنے باپ سے منحرف ہو جائیں اور آپ آکر معافیاں مانگ لیں تو مجھے نہیں سمجھ آتی کہ یہ کس قسم کی ولدیت ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر: دیکھیں! بات کو اس طرف نہ لے کر جائیں۔

محترمہ سیمل کامران: ایک ڈکٹیٹر کو یہ کہا جائے کہ وہ ڈکٹیٹر ہمارا روحانی باپ ہے۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: دیکھیں! This is very wrong.

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! پہلے کس نے شروع کیا؟

جناب قائم مقام سپیکر: بس، اب تشریف رکھیں۔اگلا سوال جناب محمد نوید انجم صاحب کا ہے۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! ایک شعر کی آمد ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: پلیز! اب تھوڑی دیر سوالات بھی چلانے دیں۔ جی، نوید انجم صاحب کا سوال ہے۔۔۔ موجود نہیں ہیں لہذا dispose of ہوا۔ اب اگلا سوال بھی جناب محمد نوید انجم صاحب کا ہے۔۔۔ موجود نہیں ہیں لہذا dispose of ہوا۔ اب اگلا سوال محترمہ نسیم لودھی صاحبہ کا ہے۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! on her behalf. (معزز ممبر نے محترمہ نسیم لودھی کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا۔)

جناب قائم مقام سپیکر: جناب! سوال نمبر بولئے۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! سوال نمبر 5619 ہے اس کو پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

سال 2009، دھان کی فروخت کی تفصیلات

*5619: محترمہ نسیم لودھی: کیا وزیر خوراک از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) سال 2009 میں دھان کی سرکاری خریداری کے لئے حکومت نے کیا قیمت مقرر کی تھی؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ سال 2009 کے دوران کسان مارکیٹ میں -/600 روپے فی من دھان فروخت کرنے پر مجبور تھے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ سال 2009 میں حکومت نے دھان کی خریداری کی قیمت -/1250 روپے مقرر کر رکھی تھی؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک (جناب محمد سعید مغل):

(الف) سال 2009 میں سپر باسمتی کی خریداری قیمت -/1250 روپے فی چالیس کلو گرام وفاقی حکومت نے مقرر کی تھی۔

(ب) یہ درست نہ ہے۔ سال 2009 میں حکومت پنجاب نے گوجرانوالہ اور شیخوپورہ کے اضلاع میں دھان کی خریداری -/1250 روپے فی چالیس کلو گرام پر کی اگرچہ حکومت پنجاب کی ذمہ داری میں دھان کی خریداری شامل نہ ہے۔ حکومت پنجاب کی اس مداخلت کی وجہ سے دھان کے نرخ مارکیٹ میں انتہائی معقول اور مناسب ہو گئے تھے لہذا یہ کہنا درست نہ ہے کہ کسان -/600 روپے فی من دھان فروخت کرنے پر مجبور تھے۔

(ج) یہ درست ہے کہ سال 2009 میں وفاقی حکومت نے سپر باسمتی کی خریداری کی قیمت -/1250 روپے مقرر کی تھی۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، کوئی ضمنی سوال؟

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! اس سوال کے جز(ب) کو پڑھ دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، جز(ب) پڑھئے گا۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک (جناب محمد سعید مغل): جناب سپیکر! "یہ درست نہ ہے۔ سال 2009 میں حکومت پنجاب نے گوجرانوالہ اور شیخوپورہ کے اضلاع میں دھان کی خریداری -/1250 روپے فی چالیس کلوگرام پر کی اگرچہ حکومت پنجاب کی ذمہ داری میں دھان کی خریداری شامل نہ ہے۔ حکومت پنجاب کی اس مداخلت کی وجہ سے دھان کے نرخ مارکیٹ میں انتہائی معقول اور مناسب ہو گئے تھے۔ لہذا یہ کہنا درست نہ ہے کہ کسان -/600 روپے فی من دھان فروخت کرنے پر مجبور تھے۔"

جناب قائم مقام سپیکر: جی، چیمہ صاحب!

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ 2009 میں حکومت پنجاب نے گوجرانوالہ اور شیخوپورہ کے اضلاع میں جو دھان خریدی تھی کیا اب وہ سٹور میں پڑی ہوئی ہے یا ساری dispose of کر دی گئی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک (جناب محمد سعید مغل): جناب سپیکر! جو دھان گوجرانوالہ اور شیخوپورہ سے خریدی گئی تھی مارکیٹ کے اندر اس کی قیمت کو stabilize کرنے کے لئے اور کسان کے فائدے کے لئے وہ بات کی گئی تھی اور اب وہ دھان مکمل طور پر sale out ہو چکی ہے۔ وہ no profit no loss پر فروخت ہوئی ہے۔ اب کچھ باقی نہیں ہے۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! جس طرح گندم کی سٹوریج کی جاتی ہے تو اس طرح دھان کی سٹوریج بھی حکومت کرتی ہے اور کیا دھان کی خریداری حکومت کرتی ہے یا پرائیویٹ سیکٹر کرتا ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر: جی، بتائیں کہ یہ خریداری پرائیویٹ سیکٹر کر رہا ہے یا حکومت کر رہی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک (جناب محمد سعید مغل): جناب سپیکر! حکومت کر رہی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، بہت شکریہ

ملک محمد عباس راں: جناب سپیکر! میں ایک ضمنی سوال کرنا چاہتا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: بس یہ آخری ضمنی سوال ہے کیونکہ ایک سوال پر دو سے زیادہ ضمنی سوال نہیں ہو سکتے۔

ملک محمد عباس راں: جناب سپیکر! جز(ب) میں یہ سوال ہے کہ "کیا یہ درست ہے کہ سال 2009 کے دوران کسان مارکیٹ میں -/600 روپے فی من دھان فروخت کرنے پر مجبور تھے؟" ان کا جواب اس طرح کا آیا ہے کہ "-/600 روپے فی من دھان فروخت کرنے پر مجبور نہ تھے" تو میں پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے یہ گزارش کرتا ہوں کہ یہ دھان کی کون سی variety کی بات کر رہے ہیں؟ دھان کی تو کئی varieties ہیں، سُپر بھی ہے، اری بھی ہے اور دونوں کے rates میں فرق ہے تو یہ کون سی variety کے rate کی بات کر رہے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک (جناب محمد سعید مغل): جناب سپیکر! یہ سُپر باسمتی چاول ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، اب اگلا سوال انجینئر قمر الاسلام راجہ صاحب کا ہے۔

انجینئر قمر الاسلام راجہ: جناب سپیکر! سوال نمبر 5744 ہے۔ اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

پنجاب میں گندم ذخیرہ کرنے کی گنجائش کو بڑھانے کی تفصیلات

*5744: **انجینئر قمر الاسلام راجہ:** کیا وزیر خوراک از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) پنجاب میں گندم ذخیرہ کرنے کی کتنی گنجائش حکومت کے پاس موجود ہے، کیا یہ گنجائش کافی ہے اور اگر نہیں تو اس گنجائش کو بڑھانے کے لئے حکومت کہاں کہاں مزید گودام بنا رہی ہے؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ گندم کو ذخیرہ کرنے کے لئے پہلے فائبر گلاس کے بھڑولے استعمال کرنے کی تجویز تھی مگر اب کنکریٹ کے پختہ گودام بنانے کا منصوبہ ہے؟

(ج) موجودہ مالی سال 10-2009 کے لئے اس ضمن میں کتنی رقم مختص کی گئی ہے اور اس سے گندم ذخیرہ کرنے کی گنجائش میں کتنا اضافہ متوقع ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک (جناب محمد سعید مغل):

(الف) گندم ذخیرہ کرنے کے لئے حکومت پنجاب کے پاس 21.71 لاکھ میٹرک ٹن زیر استعمال معیاری گنجائش کے گودام موجود ہیں۔ ان گوداموں میں ذخیرہ کاری دھانکیں بڑھانے سے تقریباً 27 لاکھ ٹن گندم ذخیرہ ہو سکتی ہے۔ حکومت پنجاب ہر سال فلور ملوں کو تقریباً 30 لاکھ ٹن گندم جاری کرتی ہے۔ گوداموں کی کمی کو پورا کرنے کے لئے 3.000 لاکھ میٹرک ٹن گندم کی ذخیرہ کاری کی گنجائش میں اضافے کا پروگرام بنایا اس سلسلے میں سائیلوز بنانے کے لئے ڈی جی خان، تونسہ، روجھان، جام پور، کوٹ ادو، جلال پور، نارووال، میانوالی، بھکر اور لاہور تحصیلوں کا انتخاب کیا۔

(ب) حکومت سٹیل یا کنکریٹ کے گوداموں میں سے انتخاب علاقے اور دوسرے ضروری عوامل کو مدنظر رکھ کے کرے گی۔ اس سلسلے میں E.O.I اخبار میں شائع کر دیا گیا ہے جس کی کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ فائبر گلاس کے بھڑولے استعمال کرنے کی کوئی تجویز زیر غور نہ تھی۔

(ج) سال 10۔2009 میں ذخیرہ کاری کی گنجائش میں اضافہ کرنے کے لئے 100 ملین روپے مختص کئے گئے جن میں سے 10.900 ملین روپے مستقل تھڑاجات تعمیر کرنے کے لئے استعمال کئے گئے جن پر تقریباً 36,000 میٹرک ٹن گندم سٹور ہو سکے گی۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، کوئی ضمنی سوال؟

انجینئر قمر الاسلام راجہ: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ سال 10-2009 میں صرف 100 ملین روپے مختص کئے گئے ہیں جبکہ ہم بارہا دیکھ چکے ہیں کہ پچھلے دو سالوں میں بھی آٹے کا crises آ تا رہا ہے تو کیا یہ رقم کافی سمجھی گئی ہے اور دوسرا یہ کہ 10-2009 میں کتنی رقم استعمال ہوئی ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر: جی۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک (جناب محمد سعید مغل): جناب سپیکر! اس کے لئے ایک 100 ملین روپے کی رقم رکھی گئی تھی جو اس دفعہ بڑھا کر 200 ملین روپے کر دی گئی ہے۔ اس میں سے 10.9 ملین روپے تھڑاجات کی تعمیر کے لئے استعمال کئے گئے۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: ذرا یہ دوبارہ بتائیں، اس میں تو100 ملین روپے لکھا ہے آپ دو سو ملین روپے کہہ رہے ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک (جناب محمد سعید مغل): جناب سپیکر! 2009 میں 100 ملین روپے ہے اور 11-2010 کے دوران اس کو بڑھا کر دو سو ملین کر دیا گیا ہے جس میں سے 10.9 ملین روپے تھڑا جات کے لئے خرچ ہوئے ہیں باقی رقم پڑی ہوئی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: یعنی کہ بڑھا دیا ہوا ہے۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! میں ضمنی سوال کرنا چاہتی ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، فرمائیں!

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! جز (الف) میں انہوں نے لکھا ہے کہ "گوداموں کی کمی کو پورا کرنے کے لئے 3.000 لاکھ میٹرک ٹن گندم کی ذخیرہ کاری کی گنجائش میں اضافے کا پروگرام بنایا اس سلسلے میں silo بنانے کے لئے ڈی جی خان، تونسہ، روجھان، جام پور، کوٹ ادو، جلال پور، نارووال، میانوالی، بھکر اور لاہور تحصیلوں کا انتخاب کیا۔" ابھی پچھلے سوال میں ہی انہوں نے یہ جواب دیا ہے کہ انہوں نے Republic Engineering کو ڈیڑھ لاکھ ٹن گندم سٹوریج کے لئے گوداموں کی construction کا ٹھیکہ دیا ہے۔ کیا یہ commitment کر رہے ہیں کہ یہ گودام فروری کے آخر تک بن جائیں گے؟ 15۔دسمبر سے گندم کی تاریخ شروع ہو چکی ہے اور انہوں نے پچھلے سوال میں اس چیز کی commitment کی ہے اور اس میں بھی کر رہے ہیں کہ ہم گندم کی سٹوریج کے اضافے کے لئے گودام بنا رہے ہیں تو کیا یہ فروری کے آخر تک بن جائیں گے کیونکہ گندم کا season شروع ہو رہا ہے اور اگر نہیں تو میں Assurance Motion لانے کی اہل ہوں؟

جناب قائم مقام سپیکر: نہیں، وہ نہیں بنیں گے۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: کیونکہ انہوں نے ابھی commit کیا ہے کہ انہوں نے Republic Engineering کو ٹھیکہ دیا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: نہیں، انہوں نے ٹھیکہ دیا ہے، بنانے کا تو نہیں کہا۔ انہوں نے پچھلے سوال میں کہا ہے کہ سی اینڈ ڈبلیو نے بنانے سے انکار کر دیا ہے اس کے بعد Republic Engineering پتا نہیں

جو بھی ہے اس کو ٹھیکہ دیا ہے۔ اب یہ نہیں پتا کہ اس کی کیا deadline ہے ان کو بنانے کے لئے ٹھیکہ دیا ہے یا designing کے لئے دیا ہے۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: انہوں نے ابھی خود کہا ہے کہ ایک لاکھ ٹن سٹوریج کے لئے ہم نے ٹھیکہ دے دیا ہے وہ بنے گا۔ کیا یہ assure کراتے ہیں کہ فروری کے آخر تک یہ گودام بن جائیں گے، یہ بتا دیں کہ کب تک بن جائیں گے ؟ اور اگر نہیں بنیں گے تو پھر Assurance Motion آئے گی۔

جناب قائم مقام سپیکر: اس میں کوئی date تو نہیں دی گئی ناں؟

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! گندم کا season چلا جائے گا پھر اس کو بنانے کا کیا فائدہ؟

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! ان کے جواب پر میں نے بھی clap کیا تھا اور آپ نے بھی اس کو بڑا اچھا کہا تھا۔ اس میں انہوں نے کہا تھا کہ ایک لاکھ ٹن storage capacity والے گودام Republic Engineering والے بنا کر دیں گے تو ابھی تو دو مہینے رہ گئے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، بتائیں کب تک بنا دیں گے ؟ اگر ان کے ساتھ کوئی کنٹریکٹ ہوا ہے تو اس کے مطابق انہوں نے کب تک مکمل کر کے دینے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک (جناب محمد سعید مغل): جناب سپیکر! اس پر ابتدائی کام designing اور drawing کی تکمیل کا ہے وہ مکمل کر لیں گے اس کے بعد یہ شروع ہو گا اور اس سال میں انشاء اللہ ایک لاکھ ٹن گندم سٹوریج کی capacity بڑھالی جائے گی۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! اس فصل کے بعد بنائے جائیں گے ؟

جناب قائم مقام سپیکر: جی، اس فصل کے بعد ہی۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: تو پھر آپ نے سٹوریج کا کیا کرنا ہے، season تو چلا جائے گا؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک (جناب محمد سعید مغل): جناب سپیکر! فصل کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے، فصل تو routine سے آتی رہتی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: ویسے میں ان کی بات جو سمجھا ہوں وہ یہی ہے کہ وہ اس سال بن جائیں گے، اب فصل تو اپنے ٹائم پر ہی آنی ہے، جب آئے گی تو وہ پچھلی طرح ہی سٹور کریں گے in the meanwhile بن جائیں گے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک (جناب محمد سعید مغل): جناب سپیکر! جی، اگر اس سال بنیں گے تو اگلے سال گندم اس میں سٹور ہو جائے گی۔

جناب قائم مقام سپیکر: بہت شکریہ۔ تشریف رکھیں۔ اب اگلا سوال خواجہ محمد اسلام صاحب کا ہے۔۔۔ موجود نہیں ہیں، disposed of اب اگلا سوال چودھری ظہیر الدین خان صاحب کا ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! .On his behalf

جناب قائم مقام سپیکر: نہیں، آپ کے دو سوال پہلے ہی ہو چکے ہیں۔ میں نے آپ کو اس وقت بھی کہا تھا، تشریف رکھیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! یہ بڑا اہم issue ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جو بھی ہے، آپ کے دو سوال ہو چکے ہیں۔ تشریف رکھیں۔ آپ کے اتنے لوگ بیٹھے ہیں کوئی دوسرا آدمی سوال کر لے۔ جی، کوئی نہیں ہے، disposed of اس کے بعد اگلا سوال محترمہ سیمل کامران صاحبہ کا ہے۔ جی۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! سوال نمبر 6204 ہے۔ اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

سال 09-2008 میں ضلع سرگودھا کے لئے گندم خرید سے متعلقہ تفصیلات

*6204: محترمہ سیمل کامران: کیا وزیر خوراک از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ضلع سرگودھا میں گندم سٹور کرنے کے کتنے گودام کس کس جگہ واقع ہیں؟

(ب) سال 2008 اور 2009 میں ضلع سرگودھا کے لئے سرکاری ہدف گندم خرید کرنے کا کیا تھا کیا اس کے مطابق گندم خرید کی گئی اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

(ج) مذکورہ گوداموں میں کتنی گندم کو سٹور کیا گیا کتنے سٹور ناکارہ ہیں اور کتنی گندم کھلی جگہ پر سٹور کی گئی؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک (جناب محمد سعید مغل):

(الف) ضلع سرگودھا میں گندم سٹور کرنے کے لئے موجود گوداموں کی تفصیل درج ذیل ہے:

نمبر شمار	نام سنٹر	تعداد گودام	گنجائش ذخیرہ (میٹرک ٹن)
1	سرگودھا-I	1	500

2	سرگودھا-II	21	15000
3	آسیانوالہ	10	50000
4	بھلوال	4	2000
5	پھلروان	6	3000
6	سلانوالی	7	4100
7	شاہ نکدر	3	3000
8	شاہپور	13	8300
		میزان	85900

(ب) سکیم2008-09

حکومت پنجاب محکمہ خوراک کی وضع کردہ پالیسی کے مطابق سال2008-09 میں ضلع سرگودھا کے لئے گندم کی خریداری کا ہدف99000 ٹن مقرر کیا گیا تھا اور62638 ٹن گندم خرید کی گئی، کاشتکاروں کی طرف سے مراکز خریداری گندم پر فروخت کے لئے لائی جانے والی تمام گندم بمطابق محکمانہ پالیسی خرید کی گئی،اس سال گندم کی سرکاری قیمت مارکیٹ کی قیمت سے کم تھی لہذا کسان اپنی فصل منڈی میں فروخت کرنے کو ترجیح دیتے رہے۔

سکیم2009-10

حکومت پنجاب محکمہ خوراک کی وضع کردہ پالیسی کے مطابق سال2009-10 میں ضلع سرگودھا کے لئے گندم کی خریداری کا ہدف198000 ٹن مقرر کیا گیا تھا اور194683 ٹن گندم خرید کی گئی کاشتکاروں کی طرف سے مراکز خریداری گندم پر فروخت کے لئے لائی جانے والی تمام گندم بمطابق محکمانہ پالیسی خرید کی گئی۔

(ج) مندرجہ بالا گوداموں اور کھلی جگہ پر ذخیرہ کی گئی گندم سکیم2008-09 اور2009-10 کی تفصیل درج ذیل ہے:-

سکیم2008-09			سکیم2009-10		
نمبر شمار	گودام	مقدار گندم (میٹرک ٹن)	نمبر شمار	گودام	مقدار گندم (میٹرک ٹن)
1	گورنمنٹ گوداموں میں ذخیرہ	45478	1	گورنمنٹ گوداموں اور بنوں میں ذخیرہ	82140
2	پرائیویٹ گوداموں میں ذخیرہ	-	2	پرائیویٹ گوداموں میں ذخیرہ	1111
3	اوپن	17160	3	اوپن	111432

ضلع ہذا میں گندم صرف اور صرف ذخیرہ کاری کے قابل گوداموں میں ہی ذخیرہ کی گئی تاہم ضلع ہذا میں کل 335 بنز ناکارہ ہیں جن کی گنجائش ذخیرہ 11725 ٹن تھی۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، کوئی ضمنی سوال؟

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! اس سوال کے جز (ب) میں یہ کہا گیا ہے کہ 09-2008 میں ضلع سرگودھا میں گندم کی خریداری کے لئے اتنا ہدف تھا جس میں سے اتنی گندم انہوں نے خرید لی ہے اور باقی گندم کا انہوں نے ذکر کیا ہے کہ اس سال گندم کی سرکاری قیمت مارکیٹ کی قیمت سے کم تھی لہذا کسان اپنی فصل منڈی میں فروخت کرنے کو ترجیح دیتا رہا۔ اس حوالے سے میرا پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے یہ ضمنی سوال ہے کہ یہ جیسے ابھی میں نے ذکر کیا تھا کہ تیسری دفعہ گندم لے لی گئی ہے اور چوتھی دفعہ یہ گندم خریدیں گے۔ ایک طرف تو ہم ایک عرصے سے دُہائیاں سُنتے آرہے ہیں کہ حکومت کی اتنی اچھی پالیسیاں ہیں کہ انہوں نے آڑھتیوں کا کردار سرے سے ختم کر دیا ہے۔

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب والا! یہ تقریر کب تک سنیں گے؟

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! منڈا صاحب ایک تو interrupt کرتے ہیں، دوسرا ان سے کہیں کہ کھڑے ہو کر بات کیا کریں۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ کا ضمنی سوال کیا ہے؟

محترمہ سیمل کامران: جناب والا! منڈا صاحب بار بار interrupt کر رہے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: منڈا صاحب اس لئے interrupt کر رہے ہیں کہ آپ تقریر کر رہی ہیں، آپ اس پر ضمنی سوال کریں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب والا! میں تقریر نہیں کر رہی، ضمنی سوال کر رہی ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: منڈا صاحب کو interrupt کرنے کا کوئی حق نہیں ہے، آپ ضمنی سوال کریں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب والا! ان کو حق ہے یا نہیں وہ آپ جانتے ہیں لیکن میری ان سے گزارش ہے کہ وہ کھڑے ہو کر بات کیا کریں۔

محترمہ ساجدہ میر: ویسے وہ کھڑے بھی ہو جائیں بیٹھے ہی لگتے ہیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! ساجدہ بہن اتنی پیاری ہیں کہ ہمیشہ سچی بات کرتی ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، آپ سوال کریں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے یہ گزارش کرنا چاہتی ہوں، وہ مجھے اس بات کا جواب دینا پسند کریں گے، میرا پہلا ضمنی سوال یہ ہے کہ ہم تین سال سے حکومت کی یہ دُہائیاں سنتے آرہے ہیں کہ حکومت نے آڑھتیوں کا کردار ختم کر دیا ہے اور گندم کا دانہ، دانہ خریدنے کی بات ہوتی رہی ہے۔ اب آپ کے محکمے نے خود ہی جواب میں یہ کہا ہے کہ گندم کی قیمت اتنی کم تھی کہ لوگ مارکیٹ میں جا کر گندم خریدنے پر مجبور رہے۔ ایک تو مجھے اس failure کی وجوہات بتائیں؟ میں اپنا دوسرا ضمنی سوال بعد میں کرتی ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، فرمائیں!

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک (جناب محمد سعید مغل): جناب سپیکر! محترمہ نے اپنے سوال کا جواب خود ہی دے دیا ہے کہ قیمت کم ہونے کی وجہ سے زمیندار کو اپنی گندم مارکیٹ میں لے جانے کی خواہش تھی جس کے نتیجے میں 99ہزار ٹن کا ہدف مقرر کیا گیا جو صرف 62ہزار 6سو رہ گیا۔ حکومت پنجاب نے جب اس کی price increase کی تو کسانوں کو اس میں کشش ہوئی اور پھر زیادہ رقبہ کاشت ہوا جس سے پیداوار بھی بڑھ گئی اور حکومت کے اس وعدے پر کہ ہم دانہ، دانہ خریدیں گے، حکومت نے جب 60لاکھ ٹن کا target دیا تو عوام تک وہ ساری خوشحالی پہنچی۔

محترمہ سیمل کامران: جناب والا! اس وقت بھی انہی کی حکومت تھی اور انہی کی policies تھیں اگر اتنی پیاری policies بعد میں دینی تھیں تو وہ پہلے بھی دی جا سکتی تھیں۔ دوسرا ان کا یہ جواب، انہوں نے جو figures quote کئے ہیں یہ غلط ہیں۔ اگلا سوال بھی میرا ہی ہے اور یہ ضمنی سوال میں اس لئے کر رہی ہوں کیونکہ مجھے پتا ہے کہ Question Hour ختم ہو گیا ہے۔ ان کے محکمے نے مجھے اگلے سوال کا جواب دیا ہے جس میں یہ لکھا ہے کہ ---

جناب قائم مقام سپیکر: اگلے سوال کے لئے ابھی وقت ہے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب والا! انہوں نے جواب میں جو figures quote کئے ہیں کہ 2008-09 میں 62638ٹن گندم خریدی گئی۔ اسی طرح 2009-10 کے متعلق یہ بتا رہے ہیں کہ 194683ٹن گندم خریدی گئی۔ ان کے محکمے کا جواب میرے ہاتھ میں ہے اور اس میں 2008-09 کی جو figures

221334.288تو جو figuresیہ ہیں 2009-10کی اور 70476.935ہیں وہ quoteکر رہے ہیں
2008-09کا differenceبنتا ہے وہ 7838یعنی 7ہزار 8سو 38اعشاریہ 93ہے اور 2009-10کا جو difference ہے وہ 26651.28بنتا ہے، یہ اتنا differenceکہاں سے آ گیا، ان کے محکمے نے یہ جواب کیوں غلط دیا؟ یہ کوئی traditionبن گئی ہوئی ہے۔ دوسرا یہ مجھے بتاتے چلیں کہ جز(الف) میں انہوں نے سرگودھاIاور سرگودھاIIکا لکھا ہے۔ اسی طرح سلانوالی اور شاہ نکدر کا جو آپ نے ذکر کیا ہے یہ وہ علاقہ ہے جہاں پر بہت زیادہ گندم پیدا ہوتی ہے اور آپ نے godownsکا بھی ذکر کیا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ specificہوں تو بات بنے گی، اس طرح تو آپ انہیں confuseکر دیں گی۔

محترمہ سیمل کامران: جناب والا! میں نے پارلیمانی سیکرٹری صاحب کو یہ بتایا ہے کہ ان کا جواب غلط ہے، اس کا میں نے proofدیا ہے۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ پہلے اس کی بات کر لیں۔

محترمہ سیمل کامران: ٹھیک ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب! یہ جو بات کر رہی ہیں، جو differenceبتا رہی ہیں وہ کیا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک (جناب محمد سعید مغل): آپ price differenceکی بات کر رہے ہیں؟

جناب قائم مقام سپیکر: آپ نے میرے خیال میں بات سنی نہیں ہے۔ آپ specificallyاس کو repeatکریں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب والا! یہ میرا ضمنی سوال نہیں ہے۔ This is just for your information. ضمنی سوال میں بعد میں کروں گی۔ آپ کے محکمے نے جز(ب) میں۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: دیکھیں! آپ میری بات سنیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب والا! جز(ب) کا جواب غلط ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جز(ب) کا جواب یہ دیا ہے کہ سکیم سال 2008-09میں ضلع سرگودھا کے لئے گندم کی خریداری کا ہدف 99000ٹن مقرر

کیا گیا تھا اور 62638 ٹن گندم خرید کی گئی۔آپ کا محکمہ جواب دے رہا ہے کہ 09-2008 میں 70476.65 ٹن گندم خریدی گئی ایک جگہ پر یہ ہے اور دوسری جگہ پر۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر:اب یہ جو difference ہے۔۔۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک (جناب محمد سعید مغل):جناب والا!اگر کوئی clerical mistake ہوئی ہے تو میں اس کا ذمہ دار نہیں۔

محترمہ سیمل کامران:جناب سپیکر!7840 ٹن گندم۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر:ایک منٹ،آپ تشریف رکھیں۔ابھی محکمہ یہاں پر بیٹھا ہوا ہے،House میں جو detail رکھی گئی ہے وہ اور ہے ان سے actual بات پوچھ کر House کو apprise کریں کہ What is the difference اور یہ کیوں ہے؟ابھی دو منٹ میں معلوم کرکے آپ کو بتاتے ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک (جناب محمد سعید مغل):ٹھیک ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر:اتنی دیر میں اگلا سوال take up کر لیتے ہیں۔

محترمہ سیمل کامران:ٹھیک ہے۔جناب والا!میرا جو next supplementary question ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے جز(الف)میں جو تحریر کیا ہے کہ سرگودھا 1 اور سرگودھا 11 سلانوالی اور شاہ نکدر،یہ وہ areas ہیں جہاں پر بہت زیادہ گندم پیدا ہوتی ہے اور یہاں پر جو godowns ہیں۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر:دیکھیں،آپ نے کیا کیا ہے؟آپ نے ایک سوال کو اٹھا کر دوسرے سوال کے annexure میں ڈال دیا ہے اور اس پر آپ ان سے ضمنی سوال کر رہی ہیں حالانکہ وہ سوال ہی different ہے۔اس میں لکھا ہوا ہے کہ یکم جنوری سے کتنی رقم فراہم کی گئی ہے؟

محترمہ سیمل کامران:جناب والا!اگر پارلیمانی سیکرٹری صاحب اس کی تفصیل بھی بتا دیتے تو زیادہ بہتر ہوتا۔تحصیل سرگودھا کے بارے میں یہ وہ تفصیل ہے جو محکمے نے مجھے provide کی ہے کہ 09-2008 میں ٹوٹل quantity purchased 70476.935 کی گئی اور یہ اس کی سالانہ تفصیل ہے۔میں بھی اسی تفصیل کی بات کر رہی ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر:چلیں،اس کو چیک کر لیتے ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک (جناب محمد سعید مغل): جناب والا! اس کا ہدف 99 ہزار ٹن تھا اور جب اس کی خریداری کی گئی تو 62 ہزار 6 سو 38 ٹن گندم خرید کی گئی۔ یہ ہمارے محکمے کی طرف سے جواب دیا گیا ہے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب والا! میں یہ گزارش کر رہی ہوں کہ محکمے کا جواب غلط ہے اور یہ غلط جواب پر time waste کرنے کی بجائے۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: ایک منٹ، میری بات سنیں۔ یہ 09-2008 ہے پھر 10-2009 ہے۔ آپ نے سوال کیا ہوا ہے کہ یکم جنوری 2008 سے یکم جنوری 2010 کے متعلق۔ ویسے یہ کافی material difference ہے اور یہ کیا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک (جناب محمد سعید مغل): جناب والا! میں اس کو check کر لیتا ہوں انشاء اللہ ان کی confusion دور ہو جائے گی۔

جناب قائم مقام سپیکر: House میں جواب جو دیا گیا ہے اس میں بہت زیادہ difference ہے۔ آپ کل House کو اس کے بارے میں apprise کریں گے۔ اس کے بعد بھی اگر سوال کی محرک سمجھتی ہیں کہ اس کا جواب غلط ہے تو آپ کے پاس اس کا right ہے آپ کمیٹی میں بھی جا سکتی ہیں۔ اگلا سوال بھی آپ کا ہے۔

رانا منور حسین المعروف رانا منور غوث خان: جناب والا! اگر آپ مہربانی فرمائیں تو میرا بھی ایک ضروری ضمنی سوال ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: نہیں، اب نہیں۔

جناب اعجاز احمد خان: جناب والا! Question Hour کا وقت ختم ہو گیا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ kindly Secretariat کو dictate نہ کریں۔ جب ٹائم ختم ہو گا تو وہ مجھے بتا دیں گے۔ تلاوت کو وقفہ سوالات میں consider نہ کریں، تشریف رکھیں۔ جی، محترمہ سیمل کامران!

محترمہ سیمل کامران: میرا سوال نمبر 6436 ہے۔ اس کے جواب کو اس لئے پڑھنا اور consider کرنا نہیں چاہتی کہ یہ اسی کے بارے میں ہے جو سوال میں already کر چکی ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب ان دونوں سوالوں کو اکٹھا کر کے کل House کو بتائیں گے۔اس میں رانا منور غوث صاحب بھی آپ کے ساتھ ہوں گے۔

محکمہ خوراک کا بجٹ و دیگر تفصیلات

*6436: **محترمہ سیمل کامران:** کیا وزیر خوراک ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) یکم جنوری2008 سے یکم جنوری2010 تک محکمہ خوراک ضلع سرگودھا کو کتنی رقم فراہم کی گئی؟

(ب) کتنی رقم سے گندم خریدی گئی اور کتنی رقم افسران اور اہلکاران کی تنخواہوں اور ٹی اے / ڈی اے پر خرچ کی گئی؟

(ج) کتنی رقم افسران کی سرکاری گاڑیوں کی مرمت اور پٹرول وغیرہ پر خرچ ہوئی؟

(د) کتنی رقم کا ان سالوں کے دوران خُورد بُرد کا انکشاف ہوا اور اس خُورد بُرد کے ذمہ داران کے خلاف جو کارروائی کی گئی، اس کی تفصیل فراہم کی جائے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک (جناب محمد سعید مغل):

(الف) یکم جنوری2008 سے یکم جنوری2010 تک محکمہ خوراک ضلع سرگودھا کو گندم خرید کرنے کی مد میں مبلغ۔/6398622181 روپے فراہم کئے گئے۔(Annex-A) ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

(ب) ضلع سرگودھا میں مذکورہ عرصہ کے دوران مبلغ۔/6398622181 روپے کی گندم خریدی گئی اور افسران اور اہلکاران کی تنخواہوں اور ٹی اے / ڈی اے پر مبلغ۔/55146475 روپے خرچ کئے گئے۔

(ج) ضلع سرگودھا میں اسی عرصہ کے دوران افسران کی سرکاری گاڑیوں کی مرمت اور پٹرول وغیرہ پر مبلغ۔/973477 روپے خرچ ہوئے۔(Annex-B) ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

(د) مذکورہ عرصہ کے دوران ضلع سرگودھا میں کسی قسم کی خورد برد کا نہ کوئی انکشاف ہوا اور نہ ہی کوئی کارروائی اس ضمن میں عمل میں لائی گئی۔

جناب شیر علی خان: جناب والا! میرا ایک ضمنی سوال ہے۔
جناب قائم مقام سپیکر: آپ بھی اسی میں شامل ہو جائیں کیونکہ اس پر اب بات ہو نہیں سکتی۔
جناب شیر علی خان: مختصراً عرض ہے کہ یہ جو figures لکھی ہوئی ہیں ان کو پڑھ دیں۔
جناب قائم مقام سپیکر: کون سی figures، کون سے جز میں ہیں؟
جناب شیر علی خان: جناب والا! جز (الف) میں جو انہوں نے لکھا ہے کہ مبلغ -/6398622181 روپے کی گندم خریدی گئی۔
جناب قائم مقام سپیکر: یہ کوئی -/6398622181 روپے لکھی ہوئی ہے؟
پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک (جناب محمد سعید مغل): جناب والا! -/6398622181 روپے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)
جناب قائم مقام سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ کل آپ دیکھ کر بتائیں گے اور House کو apprise کریں گے۔ اگلا سوال خواجہ محمد اسلام صاحب کا ہے۔۔۔ موجود نہیں ہیں، dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال جناب محمد شفیق خان صاحب کا ہے۔۔۔ موجود نہیں ہیں لہذا یہ سوال dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال محترمہ آمنہ الفت صاحبہ کا ہے۔۔۔ موجود نہیں ہیں لہذا یہ سوال dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال جناب محمد محسن خان لغاری صاحب کا ہے وہ دو سوال کر چکے ہیں اس لئے یہ سوال dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال چودھری عامر سلطان چیمہ صاحب کا ہے۔ چودھری صاحب! آپ کا یہ دوسرا سوال ہے۔
چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! سوال نمبر 7046 ہے، میری استدعا ہے کہ اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔
جناب قائم مقام سپیکر: جی، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

سرگودھا۔ شوگر سیس فنڈ سے سڑکوں کی تعمیر و مرمت کی تفصیلات

*7046: چودھری عامر سلطان چیمہ: کیا وزیر خوراک از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔
(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت شوگر ملوں سے ہر شوگر مل کے حلقہ میں سڑکوں کی تعمیر و مرمت کے لئے شوگر سیس فنڈ وصول کرتی ہے؟

(ب) اگر جواب اثبات میں ہے تو ضلع سرگودھا کی نیشنل شوگر مل کے زون میں گذشتہ دو سال میں کتنی سڑکیں تعمیر ومرمت کے لئے منظور کی گئی ہیں؟

(ج) ان سڑکوں میں سے کون کون سی سڑکیں مکمل ہو چکی ہیں اور کتنی ابھی تک نامکمل ہیں اور کیوں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک (جناب محمد سعید مغل):

(الف) جی ہاں! صوبائی حکومت Punjab Finance Act, 1964 کی دفعہ 12 کے تحت شوگر ملوں سے ہر سال شوگر سیس وصول کرتی ہے۔متعلقہ دفعہ کی کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ جس کے مطابق سڑکوں کی تعمیر ومرمت پر اخراجات کا پچاس فیصد گنے کے کاشتکار برداشت کرتے ہیں اور بقیہ پچاس فیصد شوگر ملیں ادا کرتی ہیں۔

(ب) سال 09-2008 اور 10-2009 میں نیشنل شوگر مل کے زون میں تعمیر ومرمت کے لئے کوئی سکیم فنڈز کی عدم دستیابی کی وجہ سے مجاز اتھارٹی سے منظور نہ ہوئی ہے۔

(ج) چونکہ سال 09-2008 اور 10-2009 میں کوئی سکیم شروع ہی نہ ہوئی، اس لئے تکمیل بھی نہیں ہوئی۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: انہوں نے جواب کے جز (الف) میں بتایا ہے کہ سڑکوں کی تعمیر ومرمت پر اخراجات کا پچاس فیصد گنے کے کاشتکار برداشت کرتے ہیں اور بقایا پچاس فیصد شوگر ملیں ادا کرتی ہیں۔ یہ collections on behalf of growers کی جاتی ہیں، پارلیمانی سیکرٹری صاحب واضح کر دیں کہ شوگر ملوں نے خاص طور پر 09−2008 اور 10−2009 میں کسانوں سے جو collection کی تھی کیا وہ محکمے کی disposal پر آ گئی ہے یا نہیں اور کن کن شوگر ملوں نے کسانوں سے لی گئی رقم اور شوگر مل کی مد سے جو پچاس فیصد رقم دینی تھی وہ حکومت کے خزانے میں جمع نہیں کرائی ان کی تفصیل بتادیں اور دوسرا سوال یہ ہے کہ۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: پہلے کا جواب آ لینے دیں اس کے بعد اگلا سوال کریں۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جی، ٹھیک ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب! کاشتکاروں سے جو پچاس فیصد لیا جاتا ہے وہ اور جو ملوں نے پچاس فیصد دینا ہوتا ہے کیا وہ سارے پیسے گورنمنٹ کے خزانے میں آ چکے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک (جناب محمد سعید مغل): جناب سپیکر! پہلے اس کی شرح ڈیڑھ روپیہ فی چالیس کلوگرام تھی جو پچاس فیصد کسان دیتا تھا اور پچاس فیصد شوگر مل ادا کرتی تھی لیکن اب اس کی شرح بڑھا کر -/2 روپے کر دی گئی ہے اور اس میں ایک روپیہ کسان اور ایک روپیہ شوگر مل ادا کرتی ہے۔ یہ سارے کا سارا cess fund ہے اور یہ ترقیاتی سکیموں میں خرچ ہوتا ہے، خاص طور پر جو سڑکیں ملوں کو جاتی ہیں یہ پیسا ان پر خرچ کیا جاتا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: کیا یہ cess fund حکومت کے خزانے میں جمع ہو چکا ہوا ہے؟

چوہدری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! چونکہ جز(ب) میں ایک مخصوص مل کے بارے میں پوچھا گیا ہے لیکن میں جز(الف) کے بارے میں پوچھ رہا ہوں کہ اگر کسی مل کے بقایاجات رہ جائیں تو وہ لینے کے لئے حکومت کے پاس کیا طریق کار ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر: جو کاشتکاروں سے لینا ہوتا ہے؟

چوہدری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! کاشتکار سے بھی مل پیسے لیتی ہے اور پھر اس مل نے وہ پیسے حکومتی خزانے میں جمع کرانے ہوتے ہیں۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ جو پچاس فیصد کاشتکار کے اور پچاس فیصد مل کے پیسے ہیں کیا وہ حکومت کے خزانے میں جمع ہو چکے ہیں یا ابھی کسی مل کے بقایا ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک (جناب محمد سعید مغل): جناب سپیکر! چھیالیس کی چھیالیس ملوں میں سے تقریباً 99 اعشاریہ something collection ہو چکی ہے صرف عبداللہ شوگر مل کے کچھ dues باقی ہیں اس کی amount ایک کروڑ ایک ہزار ہے اس کا کیس شوگر کین کمشنر کے پاس ہے۔

چوہدری عامر سلطان چیمہ: صرف ایک شوگر مل ہے جو پیسے نہیں دیتی کیا وہ ہمیشہ پیسے نہیں دیتی یا انہوں نے صرف ایک ہی سیزن کے نہیں دیئے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک (جناب محمد سعید مغل): ان کے پاس کچھ arrears ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب کہہ رہے ہیں کہ سارے نہیں بلکہ کچھ arrears ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک (جناب محمد سعید مغل): ابھی وہ کیس چل رہا ہے جونہی فائنل ہو گا اس کے مطابق ان سے پیسے وصول کئے جائیں گے۔

چوہدری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! انہوں نے جز (ب) میں بتایا ہے کہ 09-2008 اور 10-2009 میں نیشنل شوگر مل کے زون میں تعمیر و مرمت کے لئے کوئی سکیم فنڈز کی عدم دستیابی کی

وجہ سے مجاز اتھارٹی نے منظور نہ کی ہے جبکہ ابھی انہوں نے جواب دیا ہے کہ تمام ملوں نے cess funds دے دیئے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، فنڈز اکٹھے ہو چکے ہیں۔

چوہدری عامر سلطان چیمہ: تو اس میں میرا یہ ضمنی سوال ہے کہ کیا وجہ ہے کہ نیشنل شوگر مل کے زون میں۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب! چیمہ صاحب کی یہ بات ہے کہ اگر پیسے نہیں دیئے تو وہ عبداللہ شوگر مل نے نہیں دیئے اور آپ کے بیان کے مطابق نیشنل شوگر مل نے پیسے دیئے ہوئے ہیں تو پھر یہاں پر فنڈز کیوں نہیں لگائے گئے؟

چوہدری عامر سلطان چیمہ: انہوں نے کہا ہے کہ فنڈز کی عدم دستیابی کی وجہ سے کوئی سکیم منظور نہیں کی -

جناب قائم مقام سپیکر: میں نے آپ کی ہی بات کی ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک (جناب محمد سعید مغل): جناب سپیکر! ہوتا یہ ہے کہ اگر ایک علاقے میں تین شوگر ملیں ہیں اور ان سب کی collection ہو گئی ہے، ان میں سے دو ملوں نے کوئی سکیم دے دی ہے اور سارے کا سارا فنڈ اس میں لگ گیا ہے اور اب تیسری مل کی سکیم کے لئے فنڈ نہیں بچا اس لئے اگر کوئی سکیم بعد میں آئی ہے تو وہ رہ گئی ہے۔ جونہی فنڈز دستیاب ہوں گے تو اس کی سکیم پوری ہو جائے گی۔

جناب قائم مقام سپیکر: ٹھیک ہے۔

چوہدری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر!۔۔۔

چوہدری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جن کا سوال ہے پہلے ان کو تو بات کر لینے دیں۔

چوہدری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! انہوں نے مجھے جو act دیا ہے اس میں کہا ہے کہ concerned شوگر مل کا جو ایریا ہوتا ہے اس میں اس کی تجویز سے فنڈز لگائے جاتے ہیں یعنی اس میں واضح ہے کہ یہ جس شوگر مل سے sugarcane development cess fund لیتے ہیں اس کی recommendations پر ڈسٹرکٹ کمیٹی یا ڈی سی او مرمت اور نئی تعمیرات کے لئے وہاں فنڈز

مہیا کرتا ہے لیکن انہوں نے واضح جواب نہیں دیا۔ فنڈز تو لے لئے گئے ہیں لیکن اس مل کی recommendation پر کوئی سکیم منظور نہیں کی ، اس کی کیا وجوہات ہیں، کیا یہ اس مل کی recommendation پر سکیم منظور کریں گے اور کیامتعلقہ ڈسٹرکٹ آفیسر ،ڈی سی او کو کوئی ایسی ہدایت جاری کرنے کاارادہ رکھتے ہیں کہ وہ قواعد کے مطابق اس مل سے سکیمیں لے کراس کی جلداز جلد utilization کر سکیں؟

جناب قائم مقام سپیکر: میرے خیال میں انہوں نے بتایاہے کہ باقی توکوئی مسئلہ نہیں ہےاورانہوں نے جو فنڈز کی عدم دستیابی کی بات کی ہے اس کی ایک logic بھی بتائی ہے جیسے ہی فنڈز available ہوں گے وہ اسے بھی complete کروادیں گے۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر!انہوں نے کہاہے کہ سارے فنڈز اکٹھے کر کے ایک جگہ لگا دیئے جاتے ہیں ایسا نہیں ہوتابلکہ جس مل کے فنڈز ہوتے ہیں وہ اسی کے زون میں لگائے جاتے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، بالکل ٹھیک ہے۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر!یہ فنڈز حکومت کے خزانے میں پڑے ہوئے ہیں۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: یہ فنڈز release نہیں کر رہے؟

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر!میں بتاتا ہوں کہ ابھی فنانس ڈیپارٹمنٹ نے صرف ایک قسط جاری کی ہے اوراس کی دوسری قسط جاری نہیں کی گئی۔ان سے یہی گزارش ہے کہ دوسری قسط کب تک جاری کرواکر ڈی سی اوکے متعلقہ اکاؤنٹ میں مہیاکر دیئے جائیں گے ؟

جناب قائم مقام سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب!منڈا صاحب کا سوال بھی سن لیں پھر اکٹھا جواب دے دیں۔

چودھری علی اصغر منڈا(ایڈووکیٹ): جناب سپیکر!میراضمنی سوال یہ ہے کہ آج تک نیشنل شوگر مل کے ذمے sugarcane cess fund کی کتنی رقم بقایاہے، یہ کیوں نہیں دے رہے اوراس کے مالک کانام کیاہے؟

جناب قائم مقام سپیکر: وہ کہہ رہے ہیں کہ صرف ایک ہی شوگر مل کے بقایاجات ہیں لیکن اس مل کا تو انہوں نے نام ہی نہیں لیا۔

چودھری علی اصغر منڈا(ایڈووکیٹ):جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ نیشنل شوگر مل کے ذمے sugarcane cess کا کتنا فنڈ بقایا ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر:اس کے ذمے کوئی بقایا ہے؟

چودھری علی اصغر منڈا(ایڈووکیٹ):اس کے مالکان کے ذمے کتنا فنڈ ہے، وہ کیوں نہیں دے رہے، محکمہ یا ڈی سی او نے آج تک ان کے خلاف کیا کارروائی کی ہے اور اس کے مالک کا کیا نام ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب! آپ پہلے چیمہ صاحب کی بات کا respond کر دیں۔

میاں محمد رفیق:جناب سپیکر!۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر:آپ تشریف رکھیں۔چار سے زیادہ ضمنی سوال ہو چکے ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک(جناب محمد سعید مغل):جناب سپیکر! چیمہ صاحب جن سکیموں کی بات کر رہے ہیں یہ ضلع کی بنیاد پر کی جاتی ہیں اور اگر ایک علاقے میں ایک سال کا ترقیاتی کام نہ ہو تو اسے اگلے سال میں مکمل کر لیا جاتا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: چلیں، آپ اسے priority پر رکھیں اور جو کام رہ گئے ہیں وہ آگے ہونے چاہئیں۔اب وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔

چودھری علی اصغر منڈا(ایڈووکیٹ):جناب سپیکر! میرا سوال بڑا relevant ہے لیکن اس کا جواب نہیں آیا۔

جناب قائم مقام سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب! ان کا بھی بتائیں۔

جناب شیر علی خان:پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر:پلیز، تشریف رکھیں۔پہلے اس کو تو ختم کر لینے دیں۔

جناب شیر علی خان:جناب سپیکر! اگلا سوال میرا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر:اب اس میں آپ کی قسمت ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک(جناب محمد سعید مغل):جناب سپیکر! منڈا صاحب کا سوال تھا کہ نیشنل شوگر مل کے مالک کا کیا نام ہے؟ میری اطلاع کے مطابق اس کے مالک کا نام عامر سلطان چیمہ ہے۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! یہ غلط بیانی کر رہے ہیں۔ میں ان کے خلاف عدالت میں دعویٰ کروں گا۔ یہ ثابت کر دیں اور مجھے اس مل کا مالک بنا دیں اور اس کا قبضہ دلوادیں۔اب میں ان کے خلاف تحریک استحقاق لاؤں گا۔اب یہ ثابت کریں گے کہ میں اس مل کا مالک ہوں اور یہ مجھے اس کا قبضہ دلوائیں گے۔

جناب قائم مقام سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب! آپ نے On the floor of the House یہ سٹیٹمنٹ کیسے دی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک (جناب محمد سعید مغل): جناب سپیکر! میں اس کی مکمل تفصیل جان کر پھر بات کروں گا۔

جناب قائم مقام سپیکر: پھر آپ نے پہلے نام کیوں لیا ہے؟

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! میں عدالت میں ان کے خلاف دعویٰ کروں گا اور یہاں ان کے خلاف تحریک استحقاق بھی لاؤں گا۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ کے پاس right ہے، آپ جو کرنا چاہتے ہیں وہ move کریں۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جی، میں کروں گا۔شکریہ

جناب قائم مقام سپیکر: بالکل۔جی، لغاری صاحب!

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! آپ کی بہت مہربانی کہ آپ نے مجھے ٹائم دیا آج خوراک پر ہی سوالات ہو رہے تھے۔ہماری گندم کی نئی فصل آنے والی ہے۔پارلیمانی سیکرٹری صاحب! میں آپ کی توجہ چاہوں گا۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک (جناب محمد سعید مغل): جناب سپیکر! میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

صوبہ میں پختہ گوداموں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*4213: چودھری محمد اسد اللہ: کیا وزیر خوراک از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) محکمہ کے 2009 میں صوبہ میں اپنے پختہ گوداموں کی تعداد کیا تھی اور کرایہ پر کتنے تھے اور ان میں گندم ذخیرہ کرنے کی کتنی گنجائش تھی؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ گندم کو پختہ گوداموں کے علاوہ اوپن گوداموں میں بھی رکھا جاتا ہے اگر ہاں تو 2009 میں ضلع وار ان کی تعداد کیا تھی؟

(ج) کیا حکومت اوپن گوداموں کی بجائے نئے پختہ گودام تعمیر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر خوراک (چودھری عبدالغفور):

(الف) محکمہ خوراک پنجاب کے پاس قابل استعمال گوداموں کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

نمبر شمار	قسم گودام	تعداد	معیاری ذخیرہ کاری گنجائش (میٹرک ٹن)
1	گھر نما گودام	1768	1585600
2	سائیلوز	21	82000
3	بنز	4297	153515
4	بنی شیل	216	350400
5	پرائیویٹ گودام		600592
	میزان		2772107

ضلع وار گوداموں کی تفصیل گوشوارہ "A" ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) یہ درست ہے کہ دوران سال 2009 گندم گوداموں کے علاوہ کھلے آسمان تلے تھڑا جات پر رکھی گئی ہے جس کی تفصیل گوشوارہ "B" ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) حکومت نئے گودام تعمیر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اس سال تعمیر کی مد میں 100 ملین روپے مختص کئے ہیں۔ سکیموں کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

نمبر شمار	نام جگہ جہاں گودام تعمیر ہونے ہیں۔	معیاری ذخیرہ کاری گنجائش (میٹرک ٹن)
1	ڈیرہ غازی خان	15000
2	تونسہ	15000
3	کروڑ ضلع لیہ	5000
	میزان	35000

لاہور۔محکمہ خوراک میں بھرتی کی تفصیلات

*5569: جناب محمد نوید انجم: کیا وزیر خوراک از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) یکم جنوری 2009 سے آج تک ڈپٹی ڈائریکٹر فوڈ لاہور کے تحت کتنے ملازمین کو کس کس گریڈ اور اسامی پر بھرتی کیا گیا ان کے نام، ولدیت، تعلیمی قابلیت، عہدہ اور گریڈ بتائیں؟

(ب) کیا ان ملازمین کو میرٹ پر بھرتی کیا گیا تو میرٹ کا طریق کار و میرٹ لسٹ فراہم کریں؟

(ج) کتنے ملازمین کو رولز میں نرمی کر کے بھرتی کیا گیا؟

وزیر خوراک (چودھری عبدالغفور):

(الف) ڈپٹی ڈائریکٹر فوڈ لاہور کے تحت یکم جنوری 2009 سے آج تک کوئی بھرتی نہ ہوئی ہے۔

(ب) چونکہ کوئی بھرتی نہ ہوئی ہے اس لئے میرٹ کا سوال پیدا نہ ہوتا ہے۔

(ج) چونکہ کوئی بھرتی نہ ہوئی ہے اس لئے رولز میں نرمی کا سوال پیدا نہ ہوتا ہے۔

لاہور۔گندم کی خرید کے لئے رقم کی فراہمی کی تفصیلات

*5570: جناب محمد نوید انجم: کیا وزیر خوراک از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ڈپٹی ڈائریکٹر فوڈ لاہور کو سال 08۔2007 اور 09۔2008 کے دوران گندم کی خرید کے لئے کتنی رقم فراہم کی گئی؟

(ب) ان دو سالوں کے دوران کتنا باردانہ فراہم کیا گیا؟

(ج) کتنا باردانہ تقسیم کیا گیا اور کتنا خورد بُرد کر لیا گیا؟

(د) ان دو سالوں کے دوران ڈپٹی ڈائریکٹر لاہور نے کتنی گندم خرید کی، تفصیل سنٹر وار بتائیں؟

(ہ) ان دو سالوں کے دوران کتنی رقم کی خورد بُرد کا انکشاف ہوا اور کتنے ملازمین کے خلاف قانونی اور محکمانہ کارروائی کی گئی؟

وزیر خوراک (چودھری عبدالغفور):

(الف) لاہور ڈویژن کو سال 08-2007 اور 09-2008 کے دوران گندم کے لئے مبلغ -/45397308096 اور -/2252667079 روپے فراہم کئے گئے۔

(ب) لاہور ڈویژن کو سال 08-2007 میں 724294 لاکھ جیوٹ بیگ (100 کلو گرام فی بیگ) اور 974446 لاکھ پی پی بیگ (50 کلو گرام فی بیگ) فراہم کئے گئے اور 09-2008 کے

دوران 190790 لاکھ جیوٹ بیگ (100 کلو گرام فی بیگ) اور 3241310 لاکھ پی پی بیگ (50 کلو گرام فی بیگ) فراہم کئے گئے۔

(ج) لاہور ڈویژن میں 499599 لاکھ جیوٹ بیگ (100 کلو گرام فی بیگ) اور 3388248 لاکھ پی پی بیگ (50 کلو گرام فی بیگ) تقسیم کئے گئے جس میں کسی قسم کی کوئی خورد برد نہ ہوئی۔

(د) لاہور ڈویژن نے سال 2007-08 اور 2008-09 کے دوران مندرجہ ذیل گندم خرید کی:-

نام سنٹر	خرید کردہ گندم 2007-08	خرید کردہ گندم سال 2008-09
رائیونڈ	1085.600 M.T	1260.150 M.T
رکھ چھبیل	1859.600 M.T	1055.300 M.T
برکی	2057.250 M.T	2410.860 M.T
کاہنہ	14.860 M.T	676.8
شیخوپورہ	3220 M.T	21512 M.T
فاروق آباد	7199 M.T	1119.9 M.T
مریدکے	1265 M.T	7167 M.T
مانانوالہ	2440 M.T	5291 M.T
نارنگ	3817 M.T	5716 M.T
خانقاہ ڈوگراں	5131 M.T	14050 M.T
صفدر آباد	3012 M.T	4897 M.T
سانگلہ ہل	3000 M.T	2548 M.T
شاہ کوٹ	3443 M.T	1323 M.T
ننکانہ	3722 M.T	19505 M.T
واربرٹن	2484 M.T	7000 M.T
پنواں	2001 M.T	3470 M.T
فیض آباد	0	1310 M.T
مقبول پور میانی	1309 M.T	0
قصور	238.500 M.T	3306.900 M.T
کھڈیاں	2156.600 M.T	2519.400 M.T
عثمان والا	4741.600 M.T	3438 M.T
چونیاں	2724.100 M.T	4813.500 M.T
تلونڈی	1787.900 M.T	4459.400 M.T
پتوکی	2900 M.T	5652.500 M.T
حبیب آباد	3830.800 M.T	4063 M.T

کوٹ رادھا کشن	155.400 M.T	1817.200 M.T
شام کوٹ	0	4009.600 M.T

(ہ) لاہور ڈویژن میں ان دو سالوں کے دوران کسی قسم کی خورد برد کا کوئی انکشاف نہیں ہوا لہذا محکمانہ کارروائی کی نوبت نہ آئی۔

فیصل آباد شہر میں فلور ملز کی تعداد و دیگر تفصیلات

*5942: خواجہ محمد اسلام: کیا وزیر خوراک از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :۔

(الف) فیصل آباد شہر کی فلور ملز اوران کے مالکان کے نام بتائیں؟

(ب) ان فلور ملز کو مالی سال 09-2008 اور 10-2009 کے دوران کتنی گندم فراہم کی گئی؟

(ج) اس وقت کون کون سی فلور ملز کب سے بند پڑی ہیں؟

(د) کس کس فلور مل سے گندم چوری فروخت کرنے کی شکایت وصول ہوئی، ان کے نام کیا ہیں اور حکومت نے ان کے خلاف کیا کارروائی کی، آگاہ کریں؟

وزیر خوراک (چودھری عبدالغفور):

(الف) ضلع فیصل آباد میں فلور ملز اور ان کے مالکان کے نام کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) ضلع فیصل آباد میں مالی سال 09۔2008 اور 10۔2009 کے دوران جو گندم صوبائی ذخائر گودام سے فلور ملز کو جاری کی گئی اس کی ملز وار تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) ضلع فیصل آباد میں بمطابق ریکارڈ صرف تین فلور ملز بند ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

نمبر شمار	نام فلور ملز	تاریخ
1	رحمان فلور ملز	07۔04۔2010
2	فیصل فلور ملز	07۔04۔2010 ان دونوں ملز نے ماہ
3	خان فلور ملز	16۔04۔2010 رمضان 2010
		میں کوٹا گندم اٹھایا ہے۔

(د) مالی سال 09۔2008 اور 10۔2009 کے دوران ضلع فیصل آباد میں کسی فلور ملز کے خلاف گندم چوری فروخت کرنے کی کوئی شکایت موصول نہ ہوئی ہے۔

گزشتہ دو سالوں کے دوران خرید کردہ گندم و اخراجات کی تفصیل

*6203: چودھری ظہیر الدین خان: کیا وزیر خوراک از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) حکومت پنجاب نے گزشتہ دو سالوں میں کل کتنی مقدار میں کسانوں سے براہ راست گندم خریدی ہے ہر سال کی ٹوٹل مقدار الگ الگ بیان فرمائیں؟

(ب) اس گندم کی خریداری کے لئے حکومت کی کل کتنی رقم خرچ ہوئی اور یہ رقم کن ذرائع سے حاصل کی گئی اگر بنک سے حاصل کی گئی تو کس بنک سے حاصل کی اور کیا شرح سود ادا کیا گیا؟

(ج) پنجاب حکومت نے بیرون ملک گندم برآمد کرنے کے لئے براہ راست خود بھی سودے کئے یا صرف ٹریڈنگ کارپوریشن آف پاکستان کے ذریعے گندم فراہم کی گئی اور کس ریٹ پر؟

وزیر خوراک (چودھری عبدالغفور):

(الف) گزشتہ دو سالوں میں خرید کی گئی گندم کی مقدار درج ذیل ہے:۔

1)	سال 10۔2009	57.83 ملین ٹن
2)	سال 11۔2010	37.21 ملین ٹن

(ب) امسال 11۔2010 میں گندم خریداری کے لئے مبلغ -/88645600000 روپے تمام شیڈولڈ بنکوں سے حاصل کئے گئے۔ اپریل تا جون 2010 شرح سود 15.09 فیصد تھا۔

(ج) گندم برآمد کرنے کا اختیار وفاقی حکومت کو ہے۔ پنجاب حکومت کا اس میں کوئی عمل دخل نہ ہے۔ بہر حال ابھی تک کوئی گندم بیرون ملک برآمد نہ کی گئی ہے۔

فیصل آباد۔گندم کے گودام و دیگر تفصیلات

*6818: خواجہ محمد اسلام: کیا وزیر خوراک از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) فیصل آباد میں کتنے گندم کے گودام کہاں کہاں واقع ہیں، ان میں گندم سٹور کی گنجائش کتنی ہے؟

(ب) اس وقت کتنی گندم ان میں سٹور ہے کتنی گندم ان میں سٹور کرنے کی گنجائش باقی ہے؟

(ج) سال 2009 کے دوران کتنی گندم ان گوداموں سے فروخت کی گئی؟

(د) یہ گندم کس مجاز اتھارٹی کے حکم تحت فروخت کی گئی؟

وزیر خوراک (چودھری عبدالغفور):

(الف) ضلع فیصل آباد میں کل 133 گودام ہائے ذخیرہ گندم ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

نمبر شمار	نام سنٹر	محل وقوع	تعداد گودام	معیاری ذخیرہ کاری گنجائش (میٹرک ٹن)
1	سیٹ۔I فیصل آباد	فیکٹری ایریا فیصل آباد	6	3000.000
2	سیٹ II فیصل آباد	فیکٹری ایریا فیصل آباد	8	4000.000
3	سیٹ III فیصل آباد	نزدار شد مارکیٹ فیصل آباد	14	12000.000
4	سیٹ IV۔ فیصل آباد	بالمقابل امریکن ہسپتال فیصل آباد	1	1000.000
5	سیٹ V فیصل آباد	نزد ناولٹی پل فیصل آباد	5	5500.000
6	سیٹ VI فیصل آباد	نزدار شد مارکیٹ فیصل آباد	1+15 = 16	52500.000
7	دارالاحسان	نزد ریلوے سٹیشن دارالاحسان	4	2000.000
8	سر شمیر روڈ	نزد ریلوے سٹیشن سر شمیر روڈ	2	2000.000
9	جڑانوالہ	نزد ریلوے سٹیشن جڑانوالہ	17	1200.000
10	بچیانہ	نزد ریلوے سٹیشن بچیانہ	8	4000.000
11	روڈالہ روڈ	نزد ریلوے سٹیشن روڈالہ روڈ	2	2000.000
12	جھوک دتہ	نزد ریلوے سٹیشن جھوک دتہ	8	4000.000
13	سمندری	نزد غلہ منڈی سمندری	5	5000.000
14	کنجوانی	نزد ریلوے سٹیشن کنجوانی	10	5000.000
15	تاندلیانوالہ	نزد ریلوے سٹیشن	10	5500.000
16	ماموں کانجن	نزد ریلوے سٹیشن ماموں کانجن	17	65000.000
	میزان		133	184500.00

(ب) ضلع فیصل آباد کے گودام گندم ہائے ذخیرہ میں جو گندم ذخیرہ ہے وہ سکیم 2009-10 اور 2010-11 کی گندم ہے جس کی سنٹر وار ذخیرہ کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

نمبر شمار	نام سنٹر	ذخیرہ کردہ گندم (میٹرک ٹن)	بقایا گنجائش ذخیرہ
1	سیٹ۔I فیصل آباد	5873.950	--
2	سیٹ II فیصل آباد	6124.841	--
3	سیٹ III فیصل آباد	17564.000	--
4	سیٹ IV۔ فیصل آباد	1457.000	--
5	سیٹ V فیصل آباد	7453.700	--
6	سیٹ VI فیصل آباد	47862.325	--
7	دارالاحسان	2918.400	--
8	سر شمیر روڈ	2805.300	--
9	جڑانوالہ	20187.900	--

10	بچیانہ	5661.800	--
11	روڈالہ روڈ	3301.700	--
12	جھوک دتہ	5268.950	--
13	سمندری	12677.900	--
14	کنجوانی	6813.900	--
15	تاندلیانوالہ	9060.500	--
16	ماموں کانجن	73287.300	--
	میزان	228319.266	

(ج) ضلع فیصل آباد سے مالی سال10-2009کے دوران مورخہ2010-4-15تک 151606.647 میٹرک ٹن گندم سرکاری گوداموں سے فروخت کی گئی ہے۔

(د) حکومت پنجاب ہر سال گندم کا اجراء پالیسی مجاز اتھارٹی یعنی چیف منسٹر پنجاب کی منظوری سے جاری کرتی ہے۔

ضلع راولپنڈی، گوداموں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*6954:جناب محمد شفیق خان: کیا وزیر خوراک از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :۔

(الف) ضلع راولپنڈی میں گندم سٹور کرنے کے کتنے گودام ہیں اور یہ کس کس جگہ واقع ہیں؟

(ب) ان میں سے کتنے محکمہ کی ملکیت ہیں اور کتنے کرایہ پر ہیں؟

(ج) سال2008،2009اور2010میں گندم سٹور کرنے کا ضلع راولپنڈی میں کتنا ہدف مقرر تھا؟

وزیر خوراک(چودھری عبدالغفور):

(الف) تفصیل درج ذیل ہے:۔

نمبر شمار	نام پی آر سنٹر	تعداد گودام	جہاں واقع ہیں۔
1	اسلام آباد- I	26	سیکٹر آئی الیون فور نزد ریلوے کیرج فیکٹری
2	اسلام آباد-II	10	۔ایضاً۔
3	اسلام آباد-III	11	۔ایضاً۔
4	بنزراولپنڈی	32	ٹیپو روڈ نزد وقار النسا کالج راولپنڈی
5	گوجر خان	15	نزد ریلوے سٹیشن گوجر خان
6	سہالہ	09	نزد ریلوے سٹیشن سہالہ
7	کہوٹہ	04	کہوٹہ شہر
8	واہ	03	نزد پیپر نمبر2واہ کینٹ
9	ٹیکسلا	03	نزد ریلوے سٹیشن ٹیکسلا

(ب) تمام گودام محکمہ کی ملکیت ہیں۔

(ج) ضلع راولپنڈی میں مذکورہ سالوں میں گندم سٹور کرنے کا کوئی ہدف مقرر نہ کیا گیا تھا تاہم ضلع راولپنڈی میں جو گندم خرید کی گئی اس کی سال وار تفصیل درج ذیل ہے:۔

سکیم	خریداری
2008-09	1255 میٹرک ٹن
2009-10	1850 میٹرک ٹن

ضلع کی آبادی کی آٹے کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے گندم کی کمی کو باقی اضلاع سے پورا کیا جاتا ہے۔

لاہور۔ محکمہ خوراک کے خرید کردہ باردانہ سے متعلقہ تفصیلات

*6958: محترمہ آمنہ الفت: کیاوزیر خوراک ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) یکم جنوری 2008 سے آج تک محکمہ خوراک ضلع لاہور نے کتنا باردانہ کتنی رقم کا خرید کیا؟

(ب) کتنا باردانہ کسانوں کو ان سالوں میں برائے خرید گندم فراہم کیا گیا؟

(ج) کتنا باردانہ ان سالوں کے دوران خراب یا damage ہوا؟

(د) کتنا باردانہ مذکورہ سالوں کے دوران محکمہ کے ملازمین نے خُورد بُرد کیا؟

(ہ) خُورد بُرد کرنے والے ملازمین کے خلاف جو کارروائی کی گئی، اس کی تفصیل سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

(و) کیا جیوٹ اور پولی تھین کے بیگ میں storage سے گندم کی gluten میں فرق پڑتا ہے، اگر ہاں تو پولی تھین بیگ کو prefer کرنے کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر خوراک (چودھری عبدالغفور):

(الف) محکمہ خوراک ضلع لاہور باردانہ خرید نہ کرتا ہے لہذا ضلع لاہور نے باردانہ کی خرید میں کوئی رقم خرچ نہ کی ہے۔

(ب) ان سالوں میں برائے خرید گندم فراہم کردہ باردانہ کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

سال	بوریاں
2008-09	54033
2009-10	642554
2010-11	418278

(ج) کوئی نہیں۔

(د) کوئی نہیں۔

(ہ) کوئی نہیں۔

(و) پنجاب میں جب گندم کی کٹائی و گہائی ہوتی ہے موسم شدید گرم اور خشک ہوتا ہے۔جس بناء پر گندم میں نمی کا تناسب ذخیرہ کاری کے لئے نہایت موزوں ہوتا ہے۔لہذا ذخیرہ کاری کے دوران گندم جیوٹ کی بوریوں میں ہو یا پولی پراپلین تھیلوں میں ہو، گلوٹن کی کوالٹی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔مزید براں جیوٹ کی بوریاں پولی پراپلین کے تھیلے سے چار گنا مہنگی ہیں۔ مہنگی بوریاں خریدنے کی صورت میں اس کے اثرات آٹے کی قیمت بڑھنے پر بھی ہو سکتے ہیں لیکن پولی پراپلین کے تھیلے صرف covered میں استعمال ہو سکتے ہیں لہذا اوپن لگانے کے لئے جیوٹ کی بوریوں کا ہونا ضروری ہے۔

صوبہ میں شوگر سیس فنڈز سے متعلقہ تفصیلات

*6960:جناب محمد محسن خان لغاری:کیا وزیر خوراک از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) صوبہ پنجاب کے کون کون سے اضلاع شوگر سیس فنڈز کے حقدار تھے لیکن 2008-09 میں ان کے شوگر سیس میں فنڈز جاری نہیں کئے گئے؟

(ب) ضلع فیصل آباد، گجرات، وہاڑی، منڈی بہاؤالدین، شیخوپورہ، قصور، جھنگ، خوشاب، بھکر، لیہ اور ڈیرہ غازی خان کے لئے 2007-08 اور 2008-09 میں کتنی رقم شوگر سیس فنڈز میں مختص / وصول ہوئی، اور کتنی سکیموں کے لئے ان دو سالوں میں کتنے فنڈز release کئے گئے؟

(ج) کیا حکومت نے یہ ہدایات جاری کی ہیں کہ شوگر سیس فنڈ کے ذریعے جو سکیمیں بنائی جائیں ان کی مشاورت میں صوبائی اور قومی اسمبلی کے ممبران کو بھی شامل کیا جائے اگر جواب نہ میں ہے تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

(د) کون سے شوگر مل مالکان ہیں جن کے ذمہ شوگر سیس کی ایک کروڑ روپے سے زائد رقم واجب الادا ہے، یہ رقم کتنے عرصہ سے واجب الادا ہے مالکان کے نام اور شوگر ملز کے نام سے مطلع فرمائیں؟

وزیر خوراک (چودھری عبدالغفور):

(الف) صوبہ پنجاب سال 09-2008 میں جو اضلاع شوگر سیس فنڈ کے حق دار تھے ان کی فہرست ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔اور وہ تمام اضلاع جن کو محکمہ خزانہ نے سال 09-2008 میں سیس فنڈ کی رقم بمطابق حصہ جاری کرنا تھی مگر کی نہ ہے ان کی فہرست (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) سال 08-2007 اور 09-2008 میں ان اضلاع کے لئے -/550608855 روپے کی رقم شوگر سیس فنڈ میں وصول ہوئی جس کی ضلع وار تفصیل (ج) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ اضلاع مذکورہ کے لئے برائے سال 08-2007 اور 09-2008 میں ٹوٹل 96 سکیموں کے لئے -/419129612 روپے کی رقم release ہوئی جس کی ضلع وار تفصیل مندرجہ ذیل ہے:-

ضلع	ترقیاتی منصوبوں کی تعداد	جاری شدہ فنڈ سال 2007-08	جاری شدہ فنڈ سال 2008-09	ٹوٹل جاری شدہ فنڈ
فیصل آباد	26	79752222	1818232	97934554
منڈی بہاؤالدین	28	35201145	31213538	66414683
وہاڑی	2	11458888	2037435	13496323
قصور	8	39890686	33459324	73350010
جھنگ	4	89119884	26715633	11583551
لیہ	3	20459887	0	20459887
بھکر	7	17275417	0	17275417
گجرات	0	1043581	591274	1634855
شیخوپورہ	0	245998	344302	590300
ڈیرہ غازی خان	0	423976	252495	676471
خوشاب	18	11312806	148789	11461595
ٹوٹل	96	306184490	112945122	419129612

مذکورہ اضلاع میں سے صرف گجرات، شیخوپورہ، ڈیرہ غازی خان میں ان سالوں میں کوئی ڈویلپمنٹ سکیم نہ شروع کی گئی۔

(ج) شوگر سیس کے ذریعے جو سکیمیں بنائی جاتی ہیں ان کی منظوری 31-12-2008 تک صوبائی سیس کمیٹی دیا کرتی تھی جبکہ یکم جنوری 2009 کے بعد تمام شوگر سیس کے منصوبہ جات کی منظوری ڈویژنل سیس کمیٹی دیتی ہے۔شوگر سیس رولز 1964 کے رول 9 میں یہ دیا گیا ہے

کہ متعلقہ ممبر صوبائی اسمبلی جس کے حلقہ میں شوگر ملز واقع ہو وہ ڈسٹرکٹ سیس کمیٹی کا ممبر ہوگا۔متعلقہ قانون کی کاپی(د)ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) شوگر سیس کی رقم تمام شوگر ملز سے سال 09-2008 تک پوری وصول کی جاچکی ہے۔موجودہ سیزن 10-2009 میں صرف عبداللہ شوگر مل اوکاڑہ کے ذمہ سیس کی مد میں ایک کروڑ سے زیادہ رقم کی ادائیگی باقی ہے۔مذکورہ مل کے مالک کا نام میاں وقاص ریاض ہے تاہم سیس کی مد میں چار شوگر ملز کی طرف کل -/17027073 روپے کی رقم واجب الادا ہے۔جن شوگر ملز سے سیس کی رقم وصول ہونا باقی ہے۔ان کی فہرست (ہ)ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ان تمام شوگر ملز کے خلاف قانون کے مطابق کین کمشنر نے فیصلہ کر دیا ہے۔اصل رقم کی ریکوری مع جرمانہ کی رقم کے لئے ملز مذکورہ کو احکامات جاری کر دیئے گئے ہیں۔چونکہ مذکورہ ملز قانون کے مطابق کین کمشنر کے فیصلہ کے خلاف اپیل کا حق رکھتی ہیں جس کی میعاد 30 دن ہے۔ مروجہ معیار کے ختم ہونے پر ملز مذکورہ سے سیس کی رقم کو مع جرمانہ Arrears of Land Revenue کے تحت وصول کر لی جائے گی۔

پنجاب میں گندم خریدنے کی تفصیلات

*7122: جناب شیر علی خان: کیا وزیر خوراک از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) حکومت پنجاب نے اپریل 2008 سے اپریل 2010 تک کل کتنی مقدار میں کسانوں سے براہ راست گندم خریدی ہے، ہر سال کی کل مقدار الگ الگ بیان فرمائیں؟

(ب) اس گندم کی خریداری کے لئے حکومت کی کل کتنی رقم خرچ ہوئی اور یہ رقم کن ذرائع سے حاصل کی گئی، اگر بنک سے حاصل کی گئی تو کس بنک سے حاصل کی اور کیا شرح سود ادا کیا گیا؟

(ج) پنجاب حکومت نے بیرون ملک گندم برآمد کے لئے براہ راست خود بھی سودے کئے یا صرف ٹریڈنگ کارپوریشن آف پاکستان کے ذریعے گندم فراہم کی گئی اور کس ریٹ پر؟

وزیر خوراک (چودھری عبدالغفور):

(الف) اپریل 2008 تا اپریل 2010 خرید کی گئی گندم کی تفصیل درج ذیل ہے:

نمبر شمار	سال	خرید گندم (ملین ٹن)
1	2008-09	2.55
2	2009-10	5.78
3	2010-11	3.72

(ب) مذکورہ سالوں میں گندم خریداری کے لئے خرچ کی گئی رقم کی تفصیل درج ذیل ہے:-

سال	شرح سود	رقم (روپے)
2008-09	11.09 فیصد	40451897255/-
2009-10	14.77 اور 15.73 فیصد	138232200251/-
2010-11	15.09 فیصد	88645600000/-

یہ رقوم تمام شیڈولڈ بنکوں سے حاصل کی گئیں جن کے نام درج ذیل ہیں:-
نیشنل بنک، یونائٹڈ بنک، مسلم کمرشل بنک، حبیب بنک، الائیڈ بنک، بنک آف پنجاب، نب بنک، عسکری بنک، فسٹ وومن بنک، الحبیب بنک، حبیب میٹرو بنک، سنہری بنک، فیصل بنک، الفلاح بنک، الحبیب اسلامی بنک، HMP اسلامی، سنہری اسلامی بنک، فیصل اسلامی بنک، الفلاح اسلامی بنک، البراکا اسلامی بنک، خیبر اسلامی بنک، ایمرٹس گلوبل بنک، داوًد اسلامی بنک، بنک اسلامی۔

(ج) گندم برآمد کرنے کا اختیار وفاقی حکومت کو ہے۔پنجاب حکومت کا اس میں کوئی عمل دخل نہ ہے۔بہر حال ابھی تک کوئی گندم بیرون ملک برآمد نہ کی گئی ہے۔

سیالکوٹ، فلور ملز اور کوٹا گندم سے متعلقہ تفصیلات

*7260: رانا آصف محمود: کیا وزیر خوراک ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) سیالکوٹ میں کل کتنی فلور ملز ہیں، ان کے اور مالکان کے نام بتائیں؟

(ب) ان فلور ملز کو سال 10-2009 کے دوران کتنی گندم فراہم کی گئی ہے، تفصیل ملز وار بتائیں؟

(ج) ان میں سے کتنی کب سے بند پڑی ہیں، کیا حکومت ان تمام ملوں کے سال 10-2009 کے بل بجلی چیک کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

(د) کتنی فلور ملز کو گندم کا کوٹا ان کے مقررہ ہدف سے زیادہ دیا گیا؟

(ہ) کس کس فلور ملز کے خلاف گندم چوری کے تحت تحقیقات ہو رہی ہیں؟

وزیر خوراک(چودھری عبدالغفور):

(الف) سیالکوٹ میں کل اٹھارہ فلور ملز ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

نمبر شمار	نام فلور ملز	نام مالک
1	ملک فلور ملز، حاجی پورہ سیالکوٹ	ملک عبدالغفار
2	حیدر فلور ملز، ڈیفنس روڈ سیالکوٹ	شیخ ظہور احمد
3	المنیر فلور ملز، پسرور روڈ سیالکوٹ	چودھری محمد یونس
4	ستارہ فلور ملز، پسرور روڈ سیالکوٹ	چودھری محمد یونس
5	شاہ آباد فلور ملز، حاجی پورہ سیالکوٹ	سید نور احمد گیلانی
6	چیمہ فلور ملز، حاجی پورہ سیالکوٹ	غلام غوث چیمہ
7	حاجی اللہ رکھا، ایضاً۔	غلام میراں چیمہ
8	سلیم فلور ملز، حاجی پورہ سیالکوٹ	محمد سلیم بٹ
9	پاک رائس فلور ملز، سرکلر روڈ، سیالکوٹ	میاں عابد جاوید
10	شاہین فلور ملز، سرکلر روڈ، سیالکوٹ	محمد انور
11	سلطان فلور ملز، چپراڑ روڈ سیالکوٹ	چودھری صابر سلطان
12	الفلاح فلور ملز، نئی غلہ منڈی، سیالکوٹ	جاوید اینڈ برادرز
13	سیالکوٹ فلور ملز، ڈسکہ روڈ سیالکوٹ	احسن بشیر
14	ملکھانوالہ فلور ملز سیالکوٹ	سلیمان چیمہ
15	عنایت چیمہ فلور ملز، سمبڑیال	محمد اشفاق چیمہ
16	پاک فلور ملز، سمبڑیال	محمد اشفاق چیمہ
17	چونڈہ فلور ملز، ڈسکہ	محمد ارشد چیمہ
18	النور فلور ملز، پسرور	میاں محمد انور

(ب) سیالکوٹ کی فلور ملز کو سال 10-2009 میں دی گئی گندم کی تفصیل یہ ہے:۔

نمبر شمار	نام فلور ملز	تعداد میٹرک ٹن
1	ملک فلور ملز، حاجی پورہ سیالکوٹ	4570.300
2	حیدر فلور ملز، ڈیفنس روڈ سیالکوٹ	4510.700
3	المنیر فلور ملز، پسرور روڈ سیالکوٹ	956.650
4	ستارہ فلور ملز، پسرور روڈ سیالکوٹ	2932.900
5	شاہ آباد فلور ملز، حاجی پورہ سیالکوٹ	2346.100
6	چیمہ فلور ملز، حاجی پورہ سیالکوٹ	1384.200
7	حاجی اللہ رکھا، ایضاً۔	825.500
8	سلیم فلور ملز، حاجی پورہ سیالکوٹ	2074.500
9	پاک رائس فلور ملز، سرکلر روڈ، سیالکوٹ	1697.400
10	شاہین فلور ملز، سرکلر روڈ، سیالکوٹ	474.150
11	سلطان فلور ملز، چپراڑ روڈ، سیالکوٹ	3484.750

12	الفلاح فلور ملز، نئی غلہ منڈی، سیالکوٹ	4793.300
13	سیالکوٹ فلور ملز، ڈسکہ روڈ سیالکوٹ	_
14	ملکھانوالہ فلور ملز سیالکوٹ	1702.700
15	عنایت چیمہ فلور ملز، سمبڑیال	3864.550
16	پاک فلور ملز، سمبڑیال	–
17	چونڈہ فلور ملز، ڈسکہ	5149.250
18	النور فلور ملز، پسرور	1776.140
	کل میزان	41543.090

(ج)

1) سیالکوٹ فلور ملز مورخہ 2005-10-28 سے تاحال بند ہے۔

2) پاک فلور ملز، سمبڑیال مورخہ 2009-04-16 تا 2010-09-06 بند رہی ہے۔

3) تمام فلور ملز کے بجلی کے بل کی چیکنگ حکومت کی پالیسی وہدایات پر عمل کرتے ہوئے ماہانہ کی بنیاد پر کی جاتی ہے۔

(د) کسی فلور ملز کو بھی گندم کا کوٹا مقررہ ہدف سے زائد نہیں دیا گیا۔

(ہ) مندرجہ بالا فلور ملز میں سے کسی کے خلاف بھی گندم چوری کی تحقیقات نہیں ہو رہی ہیں۔

گوجرانوالہ، گوداموں میں پڑی لاکھوں روپے مالیت کی گندم خراب ہونے کی تفصیلات

*7346: **محترمہ خدیجہ عمر**: کیا وزیر خوراک از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ گوجرانوالہ میں محکمہ فوڈ کے گوداموں میں پڑی لاکھوں روپے مالیت کی سینکڑوں ٹن گندم کیڑا لگنے سے خراب ہونا شروع ہو گئی ہے۔پی آر سنٹر 2 میں اس وقت تین لاکھ 79 ہزار ٹن نئی اور 2 لاکھ میٹرک ٹن پرانی اور 360 ٹن imported گندم کا سٹاک موجود ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ imported گندم کے خراب ہونے کی وجہ سے فلور ملوں نے بھی اسے خریدنے سے انکار کر دیا ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ کیڑا لگنے کی وجہ سے لاکھوں میٹرک ٹن دیسی گندم کے خراب ہونے کا خدشہ پیدا ہو گیا ہے؟

(د) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا مذکورہ گندم کو محفوظ کرنے کے انتظامات کئے گئے ہیں نیز غفلت کے ذمہ دار افسروں اور اہلکاروں کے خلاف کیا کارروائی کی گئی ہے، تفصیل سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر خوراک (چودھری عبدالغفور):

(الف) درست نہ ہے-پی آر سنٹر 2 گوجرانوالہ میں اس وقت نئی سکیم 11-2010 کی 11428.900 میٹرک ٹن جبکہ پرانی سکیم 10-2009 کی 8812.600 میٹرک ٹن اور غیر ملکی گندم 1329.558 میٹرک ٹن ذخیرہ ہے-تمام ذخیرہ گندم درست حالت میں ہے-

(ب) یہ درست نہ ہے-کسی بھی فلور ملز نے گندم خریدنے سے انکار نہ کیا ہے، کیونکہ گندم درست حالت میں ذخیرہ شدہ ہے-

(ج) یہ درست نہ ہے-اس سلسلہ میں عرض ہے کہ ذخیرہ گندم کو سسری کھپرا سے محفوظ رکھنے کے لئے زہریلی دھونی دی گئی ہے جس کی وجہ سے گندم کے خراب ہونے کا خدشہ نہ ہے-

(د) جزہائے بالا درست نہ ہیں-تمام ذخیرہ شدہ گندم محفوظ ہے اور مستقبل میں بھی محفوظ رکھنے کے انتظامات مکمل ہیں چونکہ کوئی گندم خراب نہ ہوئی ہے اس لئے عملہ کے خلاف کارروائی نہ کی گئی ہے-

ضلع گجرات، محکمہ کے گودام و دیگر تفصیلات

*7349: محترمہ خدیجہ عمر: کیا وزیر خوراک از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ضلع گجرات میں محکمہ فوڈ کے کتنے گودام ہیں ہر گودام میں اس وقت کتنی کتنی گندم سٹور ہے؟

(ب) ہر گودام پر کتنا عملہ کام کر رہا ہے، گندم کو محفوظ رکھنے کے لئے حکومت کیا اقدامات اٹھا رہی ہے؟

وزیر خوراک (چودھری عبدالغفور):

(الف) اس وقت ضلع گجرات میں محکمہ خوراک کے دو عدد سرکاری سنٹر ہیں۔ تفصیل درج ذیل ہے:

نمبر شمار	سنٹر کا نام	تعداد گودام	سٹور کردہ گندم (میٹرک ٹن)
1	پی آر سنٹر گجرات	11	10757.300
2	پی آر سنٹر لالہ موسیٰ	05	5027.700

اس کے علاوہ پرائیویٹ سنٹر ہیں جہاں گندم اوپن (گنجیوں میں) سٹور کی گئی ہے۔

1	پرچیز سنٹر، منگوال	10	2629.300
2	پرچیز سنٹر ڈنگہ	1	283.500

(ب) ضلع گجرات میں گودام وار سٹاف کی تعیناتی درج ذیل ہے:۔

نمبر شمار	سنٹر	اے ایف سی	ایف جی آئی	ایف جی ایس	چوکیدار
1	گجرات	1	2	1	7
2	لالہ موسیٰ	1	1	1	3
3	منگوال	–	2	–	4
4	ڈنگہ	–	2	–	2

1۔ پی آر سنٹر گجرات اور لالہ موسیٰ میں گندم سرکاری گوداموں میں ذخیرہ کی گئی ہے۔ گندم محفوظ رکھنے کے لئے کیمیائی دھونی دی گئی ہے۔ مزید گندم کی حفاظت کے لئے دن اور رات کو چوکیدار ڈیوٹی کرتے ہیں۔

2۔ پرچیز سنٹر منگوال اور ڈنگہ میں گندم اوپن (گنجیوں میں) ذخیرہ کی گئی ہے۔ ذخیرہ گندم کی حفاظت کے لئے ترپالیں اور پولی تھین کیپ استعمال کئے گئے ہیں اور کیمیائی دھونی بھی دی گئی ہے۔ اس وقت ضلع گجرات میں ذخیرہ کردہ گندم کی حالت تسلی بخش ہے۔

ضلع چنیوٹ، بجٹ کی فراہمی ودیگر تفصیلات

*7354: سید حسن مرتضیٰ: کیا وزیر خوراک از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) یکم جنوری2009 سے اب تک محکمہ خوراک ضلع چنیوٹ کو کتنی رقم فراہم کی گئی؟

(ب) کتنی رقم سے گندم خرید کی گئی اور کتنی رقم افسران اور اہلکاران کی تنخواہوں اور ٹی اے / ڈی اے پر خرچ کی گئی؟

(ج) کتنی رقم سرکاری افسران کی گاڑیوں کی مرمت اور پٹرول وغیرہ پر خرچ کی گئی، تفصیل فراہم کی جائے؟

وزیر خوراک (چودھری عبدالغفور):

(الف) چنیوٹ میں محکمہ خوراک کا ضلعی دفتر مورخہ یکم اپریل2010 کو قائم ہوا اب تک اس ضلع کو مبلغ-/3218277587 روپے فراہم کئے گئے ہیں۔

(ب) گندم کی خریداری پر مبلغ۔/3212812678روپے خرچ ہوئے۔جہاں تک دفتر کے عملہ کی تنخواہوں کا تعلق ہے اس پر اور ٹی اے/ڈی اے کی مد میں مبلغ۔/286299روپے خرچ ہوئے۔

(ج) چونکہ اس ضلع میں خوراک کے دفتر میں کوئی گاڑی نہیں ہے لہذا اس مد میں کوئی رقم خرچ نہ ہوئی ہے۔

ضلع چنیوٹ، فلور ملز کی تفصیلات

*7360: سید حسن مرتضیٰ: کیا وزیر خوراک ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع چنیوٹ میں کتنی فلور ملز کام کر رہی ہیں؟

(ب) ان ملوں کا سالانہ کتنا گندم کا کوٹا مختص شدہ ہے؟

(ج) کیا ان فلور ملوں کو ان کی ضرورت کے مطابق گندم حکومت فراہم کرتی ہے، اگر کم فراہم کرتی ہے تو اس کی وجوہات بیان کی جائیں؟

وزیر خوراک (چودھری عبدالغفور):

(الف) ضلع چنیوٹ میں دو فلور ملز لغاری اور حسن فلور ملز کام کر رہی ہیں۔

(ب) امسال محکمہ خوراک پنجاب نے تاحال کوئی گندم کوٹا مختص نہ کیا ہے۔

(ج) محکمہ خوراک حکومت پنجاب فلور ملز کو ان کی استعداد پسائی کے مطابق اوپن پالیسی کے تحت ان کی ضرورت کے مطابق گندم فراہم کر رہا ہے۔

ضلع سرگودھا۔مراکز گندم کی تعداد و دیگر تفصیلات

*7472: محترمہ زوبیہ رباب ملک: کیا وزیر خوراک ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع سرگودھا میں گندم خرید کے مراکز کتنے ہیں اور کہاں کہاں واقع ہیں؟

(ب) اس ضلع میں سال 10-2009 کے دوران کتنی گندم خرید کی گئی؟

(ج) اس ضلع میں کتنے مستقل مراکز خرید گندم اور کتنے عارضی ہیں؟

(د) اس ضلع میں سال 2009 کے دوران کتنی گندم کس کس جگہ کس کس بناء پر خراب ہوئی اور اس کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے؟

وزیر خوراک(چودھری عبدالغفور):

(الف) ضلع سرگودھا میں کل پندرہ خریداری مراکز ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

نمبر شمار	نام سنٹر
1	پی آر سنٹر سرگودھا۔I
2	پی آر سنٹر سرگودھا۔II
3	پی آر سنٹر آسیانوالہ
4	پی آر سنٹر بھلوال
5	پی آر سنٹر پھلروان
6	پی آر سنٹر سلانوالی
7	پی آر سنٹر شاہ نکدر
8	پی آر سنٹر شاہپور
9	عارضی سنٹر فروکہ
10	عارضی سنٹر سالموڑ
11	عارضی سنٹر کوٹھ من
12	عارضی سنٹر بلال پور
13	عارضی سنٹر سوبھاگہ
14	عارضی سنٹر جھاوریاں
15	عارضی سنٹر میانی

(ب)

خریداری سکیم10۔2009	خریداری سکیم11۔2010
193578.438 میٹرک ٹن	124594.550 میٹرک ٹن

(ج)

مستقل مراکز خرید	عارضی مراکز خرید
آٹھ(8)	سات(7)

(د) اس ضلع میں سال 10۔2009 کے دوران کسی بھی مرکز خریداری پر گندم خراب نہ ہوئی ہے۔

ضلع سرگودھا۔شوگر ملز کی تعداد ودیگر تفصیلات

*7473: **محترمہ زوبیہ رباب ملک**: کیاوزیر خوراک ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع سرگودھا میں کتنی شوگر ملز کہاں کہاں واقع ہیں؟

(ب) ان فلور ملز سے سال 09-2008 اور 10-2009 کے دوران کتنی رقم شوگر سیس کی مد میں وصول ہوئی؟

(ج) ان سالوں کے دوران کتنی رقم کن کن ترقیاتی منصوبوں پر خرچ ہوئی، ان منصوبوں کے نام اور تخمینہ لاگت بتائیں؟

(د) یہ منصوبے کس کس کی سفارش پر شروع ہوئے؟

(ہ) شوگر سیس فنڈ خرچ کرنے کی مجاز اتھارٹی کون ہے؟

(و) شوگر سیس فنڈ کہاں کہاں خرچ ہو سکتا ہے؟

وزیر خوراک (چودھری عبدالغفور):

(الف) ضلع سرگودھا میں چار شوگر ملز ہیں جن کا محل وقوع مندرجہ ذیل ہے:-

1- چشتیہ شوگر ملز سلانوالی، تحصیل ساہیوال ضلع سرگودھا

2- نیشنل شوگر ملز سیال موڑ، تحصیل کوٹ مومن ضلع سرگودھا

3- عبداللہ II شوگر ملز، تحصیل شاہپور ضلع سرگودھا

4- نون شوگر ملز، تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا

(ب) ان شوگر ملز سے جو رقم شوگر سیس کی مد میں موصول ہوئی اس کی تفصیل یوں ہے۔

مل کا نام	وصول شدہ سیس 09-2008	وصول شدہ سیس 10-2009
عبداللہ II شوگر ملز	69,40,445	74,13,484
چشتیہ شوگر ملز	1,05,11,901	59,33,252
نون شوگر ملز	1,34,30,171	1,10,45,068
نیشنل شوگر ملز	78,70,314	40,21,106
میزان	3,87,52,831	2,84,12,910

(ج) سال 09-2008 اور سال 10-2009 میں جو ترقیاتی منصوبہ جات شروع ہوئے ان کے نام اور تخمینہ لاگت منسلکہ (الف) اور (ب) ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔

(د) یہ منصوبے ملز انتظامیہ اور علاقہ کے کاشتکاروں کی سفارش پر شروع ہوئے۔

(ہ) شوگر سیس فنڈ کو خرچ کرنے کی مجاز اتھارٹی متعلقہ ضلع کا ڈسٹرکٹ کوآرڈینیشن آفیسر ہوتا ہے۔

(و) پنجاب فنانس ایکٹ 1964 کے سیکشن (4)12 اور شوگر سیس رولز 1964 کے رول (4)8 میں ان تمام مدات جن پر سیس کی رقم خرچ کی جا سکتی ہے اس کا تفصیلی ذکر موجود ہے۔متعلقہ قوانین کی کاپی منسلکہ (ج) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، محسن لغاری صاحب!

پوائنٹ آف آرڈر
سٹاک شدہ گندم کی بار برداری پر کثیر رقم خرچ آنے سے صوبہ کو مالی مشکلات کا سامنا

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! کچھ دن پہلے میں نے اخبار میں ایک رپورٹ پڑھی جس میں ہمارے پنجاب کی گندم کے stock کی carrying cost کے حوالے سے بڑے alarming numbers تھے اس پر ہمیں interest 24 million rupees a day دینا پڑ رہا ہے جو کہ 729 million rupees a month اور 8.7 billion rupees a year بنتے ہیں یعنی ہم اپنی گندم کے stock کو carry over کرنے کے لئے بنکوں کو سود کی مد میں 8.7 بلین روپے دے رہے ہیں۔اس وقت حکومت پنجاب کی مالی مشکلات میں جو ایک بہت بڑی addition ہے وہ ہماری wheat کی inventory carrying cost ہے۔ نئی فصل آنے والی ہے اس لئے میری آپ سے گزارش ہے کہ مہربانی کر کے ابھی سے اس کے لئے کوئی finances arrange کرنے کی کوشش کریں کیونکہ آپ کا اس وقت جو debt ہے وہ بہت بڑا ہے۔اس رپورٹ کے مطابق ہمارا 104 بلین روپے کا debt ہے اس حوالے سے زیادہ بہتر figures آپ مجھے محکمہ سے لے کر دے دیں گے۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ گندم کی نئی فصل کی خریداری کے لئے ابھی سے انتظامات کرنا شروع کریں۔حکومت پنجاب کے پاس store بھی نہیں ہے اور اس خبر کے مطابق آپ کے پاس پیسے بھی نہیں ہیں تو مہربانی کر کے اس کے لئے ابھی سے انتظامات کئے جائیں کیونکہ store آناً فاناً نہیں بن سکتے۔گندم کی خریداری کے لئے پیسوں کا arrangement ابھی سے شروع کریں تاکہ آپ کو بروقت پیسے مل سکیں اور آپ wheat procure کر سکیں۔میں آپ سے یہ درخواست بھی کروں گا کہ دس، پندرہ دن یا ایک مہینے کے بعد آپ

ہمیں یہ خوشخبری خود دیں کہ ہم نے پیسوں کاانتظام کر لیا ہے اور محکمہ خوراک کے پاس اب اتنے پیسے ہیں کہ جن سے ہم اپنی آنے والی فصل خریدیں گے۔

رانامنور حسین المعروف رانامنور غوث خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: کیاآپ بھی اسی حوالے سے بات کرنا چاہتے ہیں؟

رانامنور حسین المعروف رانامنور غوث خان: جی، ہاں۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، فرمائیں!

رانامنور حسین المعروف رانامنور غوث خان: جناب سپیکر! جس طرح سے محسن لغاری صاحب نے فرمایا ہے کہ گندم کی خریداری کے لئے حکومت مناسب رقم کا انتظام کرے تاکہ کسانوں کو پریشانی نہ ہو۔ میرے خیال میں جب سے پاکستان پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ(ن) کی پنجاب میں coalition government قائم ہوئی ہے اُس وقت سے لے کر آج تک کبھی حکومت کو پیسے دینے میں ناکامی ہوئی ہے اور نہ ہی زمینداروں کو اس حوالے سے کبھی کوئی پریشانی لاحق ہوئی ہے۔ گندم کی procurement میں جو problem آتی ہے وہ باردانہ کی فراہمی کے حوالے سے آتی ہے۔ زمینداروں کو باردانہ لینے میں پریشانی ہوتی ہے۔ محکمہ خوراک اور ریونیو کا field staff لوگوں کو پریشان کرتا ہے۔ میری گزارش ہے کہ اس سسٹم کو تھوڑا سا بہتر کر دیں اور باردانہ کی ترسیل آسان بنائی جائے تاکہ زمیندار پریشان نہ ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب! محسن لغاری صاحب اور رانامنور حسین صاحب نے جو points raise کئے ہیں ان پر عملدرآمد یقینی بنائیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک (جناب محمد سعید مغل): جی، بہتر ہے۔

توجہ دلاؤ نوٹس

جناب قائم مقام سپیکر: اب ہم توجہ دلاؤ نوٹس کو take up کرتے ہیں۔ پہلا توجہ دلاؤ نوٹس خواجہ محمد اسلام صاحب کا ہے۔۔۔ موجود نہیں ہیں اس لئے اس کو dispose of کیا جاتا ہے۔ دوسرا توجہ دلاؤ نوٹس رانا تنویر احمد ناصر صاحب کی طرف سے ہے۔ جی، راناصاحب!

ضلع شیخوپورہ،اڈا فیروز وٹواں میں استقبالی کیمپ پر ہوائی فائر نگ سے نوجوان کی ہلاکت

رانا تنویر احمد ناصر: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ایک مؤقر اخبار کی خبر مورخہ 31۔دسمبر 2010 کے مطابق فیروز وٹواں ضلع شیخوپورہ میں چودھری پرویز الٰہی کے استقبالی کیمپ میں فائر نگ سے نوجوان ہلاک ہو گیا؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مسلم لیگ(ق) پنجاب کے صدر چودھری پرویز الٰہی کی ننکانہ صاحب آمد کے موقع پر اڈا فیروز وٹواں ضلع شیخوپورہ پر قائم استقبالی کیمپ میں ہوائی فائر نگ سے عمران نامی شخص ہلاک ہو گیا جبکہ مظہر اور عرفان وغیرہ پانچ نوجوان زخمی ہو گئے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ بوقت وقوعہ ضلع شیخوپورہ میں دفعہ 144 ضابطہ فوجداری نافذ تھی،اس مقدمہ اور پولیس کارروائی کی مکمل تفصیل سے معزز ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر!اس توجہ دلاؤ نوٹس کا جو جواب آیا ہے اس میں کچھ further details required ہیں اس لئے آپ اس کو Monday تک کے لئے pending فرمادیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: چلیں، ٹھیک ہے اس کو Monday تک کے لئے pending کیا جاتا ہے۔

رپورٹیں

(میعاد میں توسیع)

جناب قائم مقام سپیکر: اب جناب شاہجہان احمد بھٹی صاحب پبلک اکاؤنٹس کمیٹی۔II کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع لینا چاہتے ہیں میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ توسیع کی تحریک پیش کریں۔

حکومت پنجاب کے حسابات برائے سال 2004-05 اور ان پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ برائے سال 2005-06 کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر 2 کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

جناب شاہجہان احمد بھٹی: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"حکومت پنجاب کے حسابات برائے سال 2004-05 اور آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ برائے سال 2005-06 کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی۔II کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 18۔فروری 2011 سے ایک سال کی توسیع کر دی جائے۔"

جناب قائم مقام سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"حکومت پنجاب کے حسابات برائے سال 2004-05 اور آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ برائے سال 2005-06 کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی۔II کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 18۔فروری 2011 سے ایک سال کی توسیع کر دی جائے۔"

یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور اب سوال یہ ہے کہ:

"حکومت پنجاب کے حسابات برائے سال 2004-05 اور آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ برائے سال 2005-06 کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی۔II کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 18۔فروری 2011 سے ایک سال کی توسیع کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

جناب قائم مقام سپیکر: اب جناب محمد محسن خان لغاری پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر I کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع لینا چاہتے ہیں میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ توسیع کی تحریک پیش کریں۔

حکومت پنجاب کے آڈٹ پیراز (ریونیو وصولیاں) اور (سول ورکس) برائے سال 07-2006 پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر 1 کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

جناب محمد محسن خان لغاری: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"حکومت پنجاب کے آڈٹ پیراز (ریونیو وصولیاں) اور (سول ورکس) برائے سال 07-2006 پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر I کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 18۔فروری 2011 سے ایک سال کی توسیع کر دی جائے۔"

جناب قائم مقام سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"حکومت پنجاب کے آڈٹ پیراز (ریونیو وصولیاں) اور (سول ورکس) برائے سال 07-2006 پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر I کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 18۔فروری 2011 سے ایک سال کی توسیع کر دی جائے۔"

یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور اب سوال یہ ہے کہ:

"حکومت پنجاب کے آڈٹ پیراز (ریونیو وصولیاں) اور (سول ورکس) برائے سال 07-2006 پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر I کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 18۔فروری 2011 سے ایک سال کی توسیع کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

تحاریک استحقاق

(کوئی تحریک پیش نہ ہوئی)

جناب قائم مقام سپیکر: اب ہم تحاریک استحقاق لیتے ہیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! کل پلازوں اور پارکنگ سٹینڈ وغیرہ کے حوالے سے آپ نے ایک کمیٹی بنانے کا حکم دیا تھا اور اس کمیٹی نے informationاکٹھی کر کے آج اپنی رپورٹ پیش کرنی تھی۔

جناب قائم مقام سپیکر: میں نے آج وہ کمیٹی بنادی ہے۔ اب وہ شاید آج میٹنگ کریں گے۔ چودھری شاہد انجم صاحب کی تحریک استحقاق ہے۔ انہوں نے لکھ کر دیا ہے کہ اس کو مورخہ 17-01-2011 بروز سوموار تکpending کیا جائے تو اس تحریک کو Monday تک کے لئےpending کیا جاتا ہے۔

تحاریک التوائے کار

جناب قائم مقام سپیکر: اب ہم تحاریک التوائے کار لیتے ہیں۔ پہلی تحریک التوائے کار نمبر 776/2010 میاں طارق محمود صاحب کی ہے۔ یہ pending کی گئی تھی۔ جی، وزیر قانون صاحب!

منڈی مویشیاں شہر کے نزدیک قائم کرنے سے ٹریفک بلاک اور شہریوں کو پریشانی کا سامنا

(۔۔۔جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناءاللہ خان): جناب سپیکر! میاں طارق محمود صاحب نے جو تحریک پیش کی ہے یہ انتہائی اہمیت کا حامل معاملہ ہے۔ محکمہ کی طرف سے جو جواب دیا گیا ہے میں اسے پڑھ دیتا ہوں لیکن اس سے پہلے میں ہاؤس میں موجود معزز ممبران سے یہ گزارش کروں گا کہ وہ ذرا توجہ سے سنیں۔ میں پورے ہاؤس کی توجہ چاہوں گا۔

گزارش ہے کہ Camping ground جی ٹی روڈ کھاریاں شہر میں جو منڈی مویشیاں لگائی جارہی ہے وہ ٹی ایم اے کھاریاں کی زیر نگرانی نہ ہے بلکہ کور ہیڈ کوارٹر منگلا کینٹ کی زیر نگرانی بروز منگل اور جمعرات کو لگائی جارہی ہے۔ آپ دیکھیں کہ یہ معاملہ کتناserious ہے، Defence Housing

Societies کے بعد اب منڈیاں لگانے کا کام بھی شروع ہے۔یہ کب سے شروع ہے؟ میں آگے بیان کرتا ہوں۔اس سلسلے میں ٹی ایم اے کھاریاں کو کوئی فیس ادا نہیں کی جارہی ہے جبکہ اس منڈی کی جو اس وقت capacity ہے اگر اس کو نیلام کیا جائے تو یہ کم از کم 20 کروڑ روپے میں نیلام ہو گی۔اس کا سالانہ 20 کروڑ روپے ٹھیکہ ادا کرنے کے لئے وہاں پر لوگ موجود ہیں اگر ان کا competition کرایا جائے تو یہ 25/30 کروڑ روپے میں بھی نیلام ہو سکتی ہے۔

جناب سپیکر!اس منڈی کے لگائے جانے کے بارے میں وضاحت کچھ یوں ہے کہ یہ منڈی مویشیاں آرمی اتھارٹی کی زیر نگرانی 2006 سے لگنا شروع ہوئی تھی جس پر ٹی ایم اے کھاریاں نے ادارے کے مفاد کی خاطر آرمی اتھارٹی کو خطوط لکھنا شروع کئے کہ آپ غیر قانونی منڈی مویشیاں لگانا بند کر دیں۔میرا خیال ہے کہ اُس وقت ٹی ایم اے کھاریاں کے تحصیل ناظم اپوزیشن سے تعلق رکھتے تھے۔ایک طرف ان سے خطوط لکھوائے جا رہے تھے اور دوسری طرف ایک منڈی مویشیاں سرائے عالمگیر جو کہ before partition دریائے جہلم اور گجرات کے درمیان کے علاقے میں لگتی تھی اس کو بند کرانے کے لئے جو اُس وقت کا ڈی پی او راجہ منور تھا وہ باقاعدہ نفری لے کر جاتا تھا اور اُس منڈی سے ٹرک زبردستی اس منڈی کو بھیجے جاتے تھے۔مفاد کی خاطر آرمی اتھارٹی کو فون کرنے شروع کئے کہ آپ غیر قانونی منڈی مویشیاں لگانا بند کر دیں کیونکہ لوکل گورنمنٹ آرڈیننس 2001 کے تحت یہ ٹی ایم اے کا کام ہے جس پر خط وکتابت کے بعد ٹی ایم اے نے مورخہ 2008-01-01 سے کمانڈنگ آفیسر۔1 کور ہیڈ کوارٹر منگلا کینٹ اور ٹھیکیدار سے تحریری معاہدہ طے کیا کہ وہ ٹی ایم اے کو مبلغ 12 لاکھ روپے سالانہ 10 فیصد اضافہ کے ساتھ ادا کریں گے۔یعنی اُس وقت گجرات کے Don نے جب یہ دیکھا کہ یہ تو غیر قانونی کام ہے تو انہوں نے کور ہیڈ کوارٹر کے لوگوں سے مل کر ٹی ایم اے کا معاہدہ کرا دیا اور اُس میں یہ طے پایا کہ 12 لاکھ روپیہ سالانہ فیس ادا کی جائے گی اور باقی رقم بمطابق "جثہ" تقسیم کی جانے لگی۔طے ہوا کہ ٹی ایم اے سالانہ 12 لاکھ روپیہ ادا کرے گی جس کی ذمہ داری ٹھیکیدار پر ہو گی یعنی وہاں پر کوئی پرائیویٹ آدمی ٹھیکیدار بنا کر dummy کھڑا کر دیا۔بذریعہ چٹھی نمبری SO/TAX(LG) P11-97/2252 محکمہ لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ حکومت پنجاب کی طرف سے حکم موصول ہوا کہ ٹی ایم اے کے علاقہ میں آرمی کی جگہ پر جو منڈی مویشیاں لگائی جارہی ہے اسے بند کرائیں اور اگر ٹی ایم اے نے کوئی NOC جاری کیا ہے یا کوئی معاہدہ کیا ہے تو اسے منسوخ کر دیں کیونکہ یہ camping ground آرمی کو دفاعی مقاصد کے لئے دی گئی ہے، نہ کہ منڈی مویشیاں لگانے کے لئے دی گئی ہے اور

وہ گراؤنڈ اردگرد کے علاقے کے حساب سے کافی بارونق پلاٹ ہے۔ تو کوئی NOC جاری کیا ہے یا کوئی معاہدہ کیا ہے تو اس کو منسوخ کر دیں۔ گورنمنٹ کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے چٹھی نمبر 854 مورخہ 30-09-2010 کور ہیڈ کوارٹر۔1 منگلا کینٹ اور ٹھیکیدار سے معاہدہ ختم کر دیا گیا اور اس منڈی مویشیاں کو ختم کرنے کے لئے نوٹس جاری کر دیئے گئے لیکن یہ منڈی اس وقت تک بھی لگ رہی ہے اور اس معاملے میں وزارتِ دفاع کی بھی involvement ہے اور اس میں کور ہیڈ کوارٹر منگلا کا بھی ذکر ہے کیونکہ یہ جگہ آرمی کی ہے اس لئے میری یہ گزارش ہے کہ ڈی سی او گجرات نے جو جواب بھیجا ہے یہ درست ہی ہوگا اور یہ درست ہی ہونا چاہئے لیکن میں نے ڈی سی او گجرات سے کہا ہے کہ اس کو re-verify کریں تاکہ اُس کے بعد اس تحریک التواء کو اس ہاؤس میں discussion کے لئے accept ہونا چاہئے اور اس پر discussion کے بعد اس معزز ایوان کی جو بھی رائے ہوگی اُس کے مطابق اس کو متعلقہ اتھارٹی تک بھی بھیجا جائے گا اور اس کے اوپر حکومت پنجاب کی طرف سے بھی جو رہنمائی حاصل ہوگی اُس کے اوپر بھی عمل کیا جائے گا اس لئے میں آپ سے گزارش کروں گا کہ آپ اس کو اگلے ہفتے منگل تک کے لئے pending فرمالیں۔

میاں طارق محمود: جناب سپیکر! اس میں میری request یہ ہے کہ اس سے گورنمنٹ کا جتنا نقصان ہوا ہے اور جن لوگوں نے یہ نقصان پہنچایا ہے آج مسئلہ یہ ہے کہ source of income ختم کئے جا رہے ہیں اور لوگ اپنے ذاتی مفاد کی خاطر یہ source of income ختم کرتے رہے ہیں اس سے جن لوگوں نے جتنا جتنا مفاد اٹھایا ہے اُن سب سے recover کر کے گورنمنٹ کے خزانے میں جمع ہو اور اگر اس کیس کی صحیح انکوائری کی جائے تو یہ بہت بڑا کیس ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: میرا خیال ہے کہ آپ نے اس پر بڑی اچھی چیز point out کی ہے اور لاء منسٹر نے جس طرح کہہ دیا ہے اس کو اگلے ہفتے تک کے لئے pending کرتے ہیں تاکہ اس پر مزید جواب آ جائے پھر اس کے بعد اس کو دیکھتے ہیں۔ اس کے بعد اگلی تحریک التوائے کار ملک عباس راں صاحب کی ہے۔ جی، راں صاحب!

وزیر آباد میں تعمیر ہونے والے انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی کو چالو کرنے کا مطالبہ

ملک محمد عباس راں: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ

حکومت پنجاب نے کروڑوں روپے کی لاگت سے وزیر آباد انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی جی ٹی روڈ وزیر آباد قائم کیا ہے۔اس کی عمارت مکمل ہو چکی ہے مگر اس ادارے کو ابھی تک چالو نہ کیا گیا ہے جبکہ اس کے ساتھ شروع ہونے والے دیگر دو ادارے مکمل ہو کر ورکنگ کنڈیشن میں ہیں جبکہ اس پر کروڑوں روپے کی لاگت کے باوجود اس کو شروع نہ کیا جا رہا ہے۔اس ادارے کے چالو ہونے سے گوجرانوالہ، سیالکوٹ، گجرات، نارووال، جہلم، منڈی بہاؤالدین، حافظ آباد اور آزاد کشمیر کے علاقہ جات جن میں کروڑوں افراد رہائش پذیر ہیں جنہوں نے اس سے مستفید ہونا تھا اب ان علاقہ جات کے لوگوں کو مجبوراً لاہور یا راولپنڈی اسلام آباد جانا پڑتا ہے جس سے ان شہروں میں مزید دباؤ بڑھ رہا ہے اگر اس ادارے کو چالو کر دیا جائے تو اس سے لاہور اور اسلام آباد / راولپنڈی سے کافی مریضوں کا دباؤ کم ہو سکتا ہے مگر ایسا نہ ہونے کی وجہ سے متذکرہ اضلاع کی عوام میں شدید اضطراب پایا جاتا ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس اجلاس کے دوران تحاریک التوائے کار کے کوئی 33 کے قریب notices موصول ہوئے ہیں تو ان کو متعلقہ محکموں کو بھیجا ہے لیکن ان میں سے ابھی تک کسی notice کا جواب موصول نہیں ہوا تو آپ اس کو next week تک کے لئے pending فرمالیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: اس تحریک کو next week تک کے لئے pending کیا جاتا ہے۔اگلی تحریک التوائے کار نمبر 2011/17 چوہدری عامر سلطان چیمہ، محترمہ سیمل کامران کی طرف سے ہے۔

ملک محمد عباس راں: جناب سپیکر! آپ نے میری تحریک کو next week تک کے لئے pending کیا ہے تو next week کی کوئی date بتادیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: 17۔جنوری ہے۔

ملک محمد عباس راں: بہت شکریہ

لینڈ مافیا کا محکمہ کے عملے کی ملی بھگت سے موضع بھائی کوٹ نواز شریف فارم سے ملحقہ سرکاری اراضی پر قبضہ اور فروخت

چودھری عامر سلطان چیمہ: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "اوصاف" مورخہ 4۔جنوری کی خبر کے مطابق نواز شریف فارم کے پڑوس میں قبضہ گروپ نے آٹھ کنال سرکاری اراضی قبضہ کے بعد فروخت کر ڈالی۔ محکمہ مال کے راشی افسران کی ملی بھگت سے قبضہ گروپ کی سرگرمیاں جاری، لمبردار نے وزیراعلیٰ کو درخواست دی۔ تفصیلات کے مطابق واقع موضع بھائی کوٹ میں صوبائی حکومت کی سرکاری اراضی کھیوٹ نمبر 301، کھتونی نمبر 483، خسرہ نمبران 3638,3650,3651,3654,3658,3660,3661,3662,3666,3667,3668 کو مقامی بااثر افراد کی آشیر باد سے قبضہ کر کے فروخت کیا جا رہا ہے۔ موضع بھائی کوٹ کے لمبردار چودھری ریاست علی سندھو نے بتایا کہ وزیراعلیٰ کے پڑوس میں قبضہ گروپ کی کارروائی نہ ہونے کی وجہ سے حکومت پنجاب بدنامی کا سبب بن رہی ہے۔ مذکورہ قبضہ گروپ کو مقامی اہم سیاسی شخصیت کی پشت پناہی حاصل ہے۔ سابق وزیراعظم محمد خان جونیجو دور میں علاقہ کے غریب و مسکین لوگوں کے لئے 81 کنال 2 مرلہ اراضی مختص کی گئی تھی۔ حکومت پنجاب کی عدم توجہ اور محکمہ مال کی بے حسی کی وجہ سے قبضہ گروپ اس قیمتی اراضی پر قبضہ کر کے اس کو فروخت کر رہا ہے اور ان کو کوئی پوچھنے والا نہیں۔ اس خبر سے صوبہ بھر کی عوام بالخصوص لاہور شہر کی عوام میں شدید بے چینی پائی جاتی ہے۔ نیز محکمہ مال کے جو کرپٹ افسران ان کے ساتھ شامل ہیں ان کے خلاف سخت کارروائی کی جائے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس تحریک کا بھی جواب موصول نہیں ہوا لہذا اس کو بھی next week تک کے لئے pending کر دیا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: یہ تحریک بھی next week تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 18/2011 ڈاکٹر محمد اشرف چوہان کی ہے۔۔۔ موجود نہیں ہیں لہذا

dispose of کی جاتی ہے۔اگلی تحریک التوائے کار نمبر 2011/19 محترمہ ساجدہ میر کی طرف سے ہے۔جی، محترمہ!

لاہور کی ڈسٹرکٹ جیل اور کوٹ لکھپت جیل میں گنجائش سے زیادہ قیدی رکھنے سے قیدیوں کے مسائل میں اضافہ

محترمہ ساجدہ میر: میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔مسئلہ یہ ہے کہ لاہور شہر میں قیدیوں / حوالاتیوں کے لئے حکومت نے دو جیلیں بنا رکھی ہیں۔ڈسٹرکٹ جیل المعروف کیمپ جیل اچھرہ اور سنٹرل جیل المعروف کوٹ لکھپت لاہور ان دونوں کے نام ہیں ان میں قیدیوں / حوالاتیوں کو رکھا ہوا ہے۔ان میں قیدیوں / حوالاتیوں کو گنجائش سے دس گناہ زیادہ رکھا ہوا ہے جس کی وجہ سے ان قیدیوں / حوالاتیوں کو ان جیلوں میں انسانی حقوق کے جو حقوق ملنے چاہئیں وہ نہ مل رہے ہیں۔یہ قیدی / حوالاتی صحیح طور سے ان میں اٹھ اور بیٹھ بھی نہ سکتے ہیں۔ان قیدیوں / حوالاتیوں نے آرام کے لئے شفٹیں بنا رکھی ہیں۔ان شفٹوں میں یہ قیدی اپنی اپنی باری پر آرام کرتے ہیں اور دوسرے قیدی اپنی باری کا انتظار کرتے ہیں۔ان قیدیوں کے لئے بستر، کمبل، رضائیوں اور اسی طرح کی دوسری اشیاء کی شدید قلت ہے۔اگر کوئی مخیر حضرات یہ چیزیں ان قیدیوں / حوالاتیوں کے لئے جیل حکام کے حوالہ کرتے ہیں تو یہ اشیاء ان قیدیوں / حوالاتیوں میں تقسیم کرنے کی بجائے جیل میں تعینات افسران آپس میں بانٹ لیتے ہیں جس کی وجہ سے ان تک یہ سہولیات میسر نہ ہو سکتی ہیں۔اگر ان جیلوں کا پچھلے دو سالوں کا ریکارڈ چیک کیا جائے تو ان میں مخیر حضرات کی جانب سے ملنے والی اربوں روپوں کی ایسی اشیاء کا ریکارڈ تو مل جائے گا مگر عملی طور پر یہ اشیاء جیلوں میں بند قیدیوں / حوالاتیوں کی بجائے ان جیلوں میں تعینات افسران / اہلکاران کے گھروں سے ملیں گی جس کی وجہ سے عوام سخت نالاں ہیں لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر! اس پر میں مزید یہ کہوں گی کہ واقعی یہ بات سچ ہے کہ کوٹ لکھپت جیل میں قیدی بہت زیادہ ہیں، اسی طرح کیمپ جیل میں ایک ہزار یا پندرہ سو قیدی رکھنے کی گنجائش ہے لیکن تین ہزار پانچ سو قیدی رکھے جا رہے ہیں۔میں سمجھتی ہوں کہ اس پر آپ بحث کے لئے اجازت دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: پہلے اس کا جواب آ جائے۔ یہ تحریک التوائے کار بھی اگلے ہفتے تک pending کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 2011/20 بھی محترمہ ساجدہ میر صاحبہ کی ہے۔ جی، محترمہ!

صوبہ میں خواتین کے لئے مزید الگ جیلیں تعمیر کرنے کا مطالبہ

محترمہ ساجدہ میر: میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ صوبہ میں خواتین قیدیوں کے لئے صرف ایک جیل یعنی ویمن جیل ملتان ہے جہاں پر خواتین قیدیوں کو رکھا جاتا ہے جبکہ صوبہ کے دیگر شہروں میں قیدیوں / حوالاتی خواتین کے لئے علیحدہ جیلیں نہ ہونے کی وجہ سے ان کو مردوں کی جیلوں میں رکھا جاتا ہے۔ ان کے لئے صرف چند بیرکوں کو مخصوص کر دیا گیا ہے جبکہ ان قیدی / حوالاتی خواتین کے لئے نگرانی پر مامور سرکاری ملازمین بھی اکثر مرد ہوتے ہیں اگر کہیں چند خواتین ملازمین ہیں تو وہ بھی ادنیٰ ملازمین ہیں۔ ان کے انچارج مرد حضرات ہیں جن کی وجہ سے ان قیدی / حوالاتی خواتین کو یہ مرد ملازمین مختلف طریقوں سے ہراساں کرتے ہیں اور ان کو مجبور کر کے ان سے مختلف قسم کے ناجائز کام کرواتے ہیں اور ان کو جسم فروشی پر بھی مجبور کیا جاتا ہے۔ اس قسم کے کاموں میں ان مرد ملازمین کو محکمہ جیل خانہ جات کے اعلیٰ ملازمین کی سرپرستی بھی حاصل ہوتی ہے اگر ان کے خلاف کوئی شکایت موصول ہوتی ہے تو ان ملازمین کے خلاف کوئی کارروائی نہ ہوتی ہے بلکہ اُلٹا ان قیدی / حوالاتی خواتین کو تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ جیلوں میں ایسی صورتحال کی وجہ سے عوام سخت نالاں ہیں لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر! خواتین کی ایک ہی جیل ملتان میں ہے اور میں سمجھتی ہوں کہ کوٹ لکھپت جیل یا اڈیالہ جیل میں بھی خواتین کو مردوں کی جیل میں رکھا جاتا ہے۔ قیدی خواتین کوئی جرم کرتی ہیں یا نہیں کرتیں لیکن ایسی جیلیں ہونی چاہیئں جہاں انھیں عزت سے رکھا جائے تاکہ ان کی تربیت بھی اچھی ہو لہذا میں درخواست کروں گی کہ خواتین کی جیلوں سے متعلق آج بحث کے لئے وقت رکھا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ کی اس تحریک پر جواب آ جائے تو پھر اس کو دیکھ لیں گے۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! کتنے دن لگیں گے؟

جناب قائم مقام سپیکر: 17۔جنوری تک جواب آ جائے گا۔اس تحریک التوائے کار کو بھی اگلے ہفتے تک pending کیا جاتا ہے۔اگلی تحریک التوائے کار نمبر 2011/21 محترمہ سیمل کامران، محترمہ خدیجہ عمر اور ڈاکٹر سامیہ امجد صاحبہ کی طرف سے ہے۔جی، محترمہ خدیجہ عمر صاحبہ!

لاہور، ضلعی حکومت کے عملہ کی ملی بھگت سے مضر صحت پتی کی سر عام فروخت

محترمہ خدیجہ عمر: میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "خبریں" مورخہ 6۔جنوری 2011 کی خبر کے مطابق سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ لاہور کے اہلکاروں کی ملی بھگت سے شہر میں مضر صحت پتی کی فروخت کھلے عام جاری ہے۔تفصیل کے مطابق دکاندار جعلی پتی کی ایک بوری جو رنگے ہوئے چھلکوں پر مشتمل ہوتی ہے دو ہزار میں خریدتے ہیں اور -/200 روپے فی کلو فروخت کرتے ہیں۔یہ پتی لاہور کے مختلف علاقوں میں کھلے عام ملتی ہے جن میں راوی ٹاؤن، شاہدرہ، شالامار ٹاؤن، کینٹ، داتا گنج بخش شامل ہیں۔نہ صرف لاہور بلکہ دوسرے شہروں میں بھی سپلائی کی جا رہی ہے۔یہ بھی بتایا گیا ہے کہ سال 2009 میں پکڑی گئی جعلی پتی کو سٹور سے غائب کر کے لاکھوں روپے میں فروخت کیا جا رہا ہے۔اس مذموم کاروبار میں سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کے فوڈ انسپکٹر بھی ملوث ہیں، اس سے عوام میں شدید غم و غصہ پایا جاتا ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: یہ تحریک التوائے کار بھی اگلے ہفتے تک pending کی جاتی ہے۔اگلی تحریک التوائے کار نمبر 2011/23 سیدہ بشریٰ نواز گردیزی، سیدہ ماجدہ زیدی اور محترمہ ثمینہ خاور حیات صاحبہ کی ہے۔جی، سیدہ ماجدہ زیدی صاحبہ!

ملتان، جھگیوں میں خسرہ کی وباء سے سات بچے ہلاک اور متعدد شدید متاثر

سیدہ ماجدہ زیدی: میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "ایکسپریس" مورخہ 6۔جنوری 2011 کی خبر کے مطابق ملتان میں جھگیوں میں رہائش پذیر بچوں میں خسرہ کی وباء سے دو مہینے میں تقریباً 30 بچے متاثر ہوئے ہیں جن میں سے 7 بچوں کی ہلاکت ہو چکی ہے

لیکن محکمہ صحت کی طرف سے اس مرض سے متاثرہ بچوں کو مناسب علاج مہیا کرنے کے لئے کوئی خصوصی یا عمومی اقدامات نہیں اٹھائے گئے اس لئے یہ خطرہ لاحق ہو گیا ہے کہ یہ وباء دوسرے علاقوں تک پھیل جائے گی۔ اس خبر سے عوام میں خوف اور سراسیمگی پائی جاتی ہے۔ یہ خبر انتہائی اہمیت کی حامل ہے اور اسمبلی کی دخل اندازی کی متقاضی ہے۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: یہ تحریک التوائے کار بھی اگلے ہفتے تک pending کی جاتی ہے۔ اب تحریک التوائے کار نمبر 2011/25 چودھری عامر سلطان چیمہ، محترمہ سیمل کامران، محترمہ خدیجہ عمر اور محترمہ قمر عامر چودھری صاحبہ کی ہے۔ جی، محترمہ سیمل کامران صاحبہ!

دریائے راوی میں زہریلا پانی آنے سے ہزاروں ٹن مچھلی ہلاک
نیز مردہ مچھلی کی شہروں میں سرعام فروخت جاری

محترمہ سیمل کامران: میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "جناح" مورخہ 5۔جنوری 2011 کی خبر کے مطابق دریائے راوی میں زہریلا پانی آنے سے ہزاروں ٹن مچھلی مر گئی جبکہ مردہ اور زہریلی مچھلی کو شہروں میں فروخت کرنے کا سلسلہ جاری ہے۔ فیکٹریوں کے زہریلے پانی کی آمد کے ساتھ مچھلیاں مردہ حالت میں تیرتی نظر آنے لگی ہیں۔ گزشتہ تین دنوں کے دوران ہیڈ بلوکی سے لے کر سید والا تک ہزاروں ٹن مچھلی مر چکی ہے۔ سینکڑوں مقامی افراد اور شہروں سے تعلق رکھنے والے مچھلی کے بیوپاری مردہ اور زہر آلودہ مچھلی شہروں میں لے جا کر فروخت کرنے میں مصروف ہیں جس کی وجہ سے وبائی امراض پھوٹنے کا شدید خطرہ پیدا ہو گیا لیکن تاحال کسی بھی حکومتی ادارے کی جانب سے اس واقعہ کا کوئی نوٹس لیا گیا اور نہ ہی مردہ مچھلی کی فروخت کو روکنے کے لئے کوئی اقدام کیا گیا۔ اس خبر سے صوبہ بھر کی عوام میں شدید بے چینی پائی جاتی ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: یہ تحریک التوائے کار بھی اگلے ہفتے تک pending کی جاتی ہے۔ اب تحریک التوائے کار نمبر 2011/33 اعجاز احمد کاہلوں صاحب کی ہے۔۔۔ موجود نہیں ہیں یہ تحریک التوائے کار

بھی dispose of کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 48/2011 سردار خالد سلیم بھٹی صاحب کی ہے۔ جی، سردار صاحب!

لاہور بورے والا روڈ سیوریج پائپ لائن ناقص مٹیریل کی وجہ سے تعمیر کے فوراً بعد ٹوٹ پھوٹ کا شکار

سردار خالد سلیم بھٹی: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ حکومت پنجاب نے بورے والا کی عوام کے مطالبہ پر لاہور روڈ بورے والا ضلع وہاڑی میں ایک سیوریج پائپ لائن بچھانے کی منظوری دی اور اس سیوریج کے لئے مبلغ 47 لاکھ روپے فنڈز منظور کر کے محکمہ پبلک ہیلتھ انجینئر نگ کو تمام رقم ریلیز کر دی جس پر محکمہ نے ناقص مٹیریل استعمال کر کے اور غیر معیاری کام کر کے سیوریج مکمل کر دیا اور پائپ لائن کا معائنہ کروائے بغیر اسے کھول دیا گیا، جب گندے پانی کا نکاس شروع کیا گیا تو اسی وقت ہی پانی overflow ہو گیا اور گٹر ابلنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے چند دنوں میں سڑک بھی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گئی، اس بارے میں اہل علاقہ نے اعلیٰ حکام کو شکایات درج کرائیں لیکن کوئی شنوائی نہ ہوئی اور یہ سیوریج لائن دن بدن مزید خراب ہوتی رہی حتیٰ کہ جو سڑک تھی وہ اس قدر ٹوٹ چکی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کبھی بنی ہی نہیں تھی۔ جب متعلقہ محکمہ نے کوئی کارروائی نہ کی تو اہل علاقہ نے انٹی کرپشن کو درخواست دی جس پر محکمہ کے ملازمین نے معائنہ کیا تو انہوں نے موقع پر گٹروں کا گندہ پانی سڑک پر کھڑا پایا اور اس گندے پانی کی وجہ سے موقع پر سڑک ٹوٹ پھوٹ کا شکار پائی گئی اور تمام گٹر overflow پائے گئے، اس کی رپورٹ متعلقہ محکمہ کو کر دی گئی اور ان کو انکوائری کرنے کی ہدایت کی گئی لیکن اس کے باوجود محکمہ پبلک ہیلتھ انجینئر نگ نے کوئی ایکشن نہ لیا اور معاملہ جوں کا توں ہے۔ اس پر اہل علاقہ سراپا احتجاج بنے ہوئے ہیں اور انہوں نے مطالبہ کیا ہے کہ حکومت اس کی مکمل انکوائری کر کے ذمہ داران کے خلاف کارروائی عمل میں لائے جنہوں نے قومی خزانہ کو نقصان پہنچایا ہے۔ یہ معاملہ اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: اس تحریک کو بھی اگلے ہفتے تک کے لئے pending کیا جاتا ہے۔ کاہلوں صاحب! جس وقت آپ کا نام پکارا گیا تھا اُس وقت آپ موجود نہیں تھے لیکن آپ اپنی تحریک التوائے کار نمبر 33/2011 پیش کر دیں۔

سرگودھا جنرل بس سٹینڈ پر سکیورٹی کے ناکافی انتظامات کی وجہ سے دہشتگردی کے خدشات میں اضافہ

جناب اعجاز احمد کاہلوں: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ایک مؤقر اخبار کے مطابق "جنرل بس سٹینڈ سرگودھا پر سکیورٹی کے ناکافی انتظامات کے باعث دہشت گردی کے خدشات میں اضافہ، ذمہ داران کی صورتحال کی سنگینی سے صرف نظر کرتے ہوئے خاموشی اور بڑے حادثہ کا امکان" تفصیلات کے مطابق ابرو ناگہانی ملکی حالات کے باوجود نیو جنرل بس سٹینڈ سرگودھا کی سکیورٹی کے حوالہ سے حقیقی اقدامات کا فقدان دہشتگردوں اور تخریب کاروں کو دعوت دینے لگا۔ بس سٹینڈ پر ملک بھر سے ہزاروں افراد کی آمدورفت کے باوجود سکیورٹی انتظامات نہ ہونے کی وجہ سے صوبہ بھر کی عوام اور بالخصوص سرگودھا شہر کی عوام میں شدید بے چینی اور اضطراب پایا جاتا ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: یہ تحریک بھی اگلے ہفتے تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔ اب تحاریک التوائے کار کا وقت ختم ہو گیا ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، فرمائیں!

پوائنٹ آف آرڈر

رحیم یار خان میں دانش سکول کے افتتاح پر وزیر اعلیٰ کو خراج تحسین کا پیش کیا جانا

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! میں آج پورے ہاؤس کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ وہ خواب جو غریبوں کے بچوں نے دانش سکول کی شکل میں دیکھا تھا آج رحیم یار خان میں

اُس سکول کا افتتاح ہو رہا ہے اور چھ ہزار سے کم آمدن والے غریبوں کے بچوں کے لئے وہ ادارہ بن گیا ہے۔ وہاں پر اُن کی رہائش، کتابیں اور وردیاں مفت ہوں گی۔ میں آج خادمِ اعلیٰ پنجاب اور پنجاب کے تمام ایم پی اے صاحبان کو بھی خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ غریب عوام کے خواب کو عملی شکل دی گئی ہے۔ اس دانش سکول کی آج کی افتتاحی تقریب میں سینکڑوں کی تعداد میں غیر ممالک سے آئے وفود اور ماہرین تعلیم بھی شرکت کر رہے ہیں۔ انشاء اللہ بہت جلد ہم بہاولنگر کی تحصیل چشتیاں کے مقام پر بھی دوسرے سکول کا افتتاح کریں گے۔ شکریہ (نعرہ ہائے تحسین)

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، منڈا صاحب!

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): شکریہ۔ جناب سپیکر! جیسا کہ میرے معزز ممبر نے دانش سکول کے حوالے سے بات کی ہے تو میں اس موقع پر قائد ایوان وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف کو پورے پنجاب کی عوام کی جانب سے آج اس افتتاحی پروگرام پر دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ جیسا کہ یہ پہلا دانش سکول صرف اور صرف غریب لوگوں کے بچوں کے لئے ہے تو آج اللہ کے فضل و کرم سے اس کا آغاز جنوبی پنجاب کے اُس ضلع سے کیا جا رہا ہے جہاں پر اس کی ضرورت تھی۔ آج تک جتنے بھی دانش سکول منظور ہوئے ہیں جن کی تعمیر کا کام شروع ہو چکا ہے یا process میں ہے وہ تمام پسماندہ اضلاع میں ہیں۔ کوئی بھی سکول اُس علاقہ میں نہیں ہے جس پر ہمارے ناقدین اعتراض کیا کرتے تھے۔ اس موقع پر میں ایک اہم نکتے کی طرف بھی آپ کی توجہ دلانا چاہوں گا کہ کل اجلاس میں لوکل گورنمنٹ کے وقفہ سوالات کے موقع پر جناب نے فرمایا تھا کہ غیر قانونی پلازوں میں جو افسران ملوث تھے اُن کے خلاف محکمہ نے آج تک کیا کارروائی کی ہے اور اُس کی رپورٹ آج ایوان میں پیش ہونی تھی۔ میں اس اہم نکتہ کی طرف جناب کی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ بہت شکریہ

جناب قائم مقام سپیکر: پلیز! آپ تشریف رکھیں، ہم نے کمیٹی بنا دی ہے۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا!

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: شکریہ۔ جناب سپیکر! 21ویں اجلاس کے آخری روز مورخہ 8۔دسمبر 2010 کو اسمبلی کے باہر طلباء کا ایک احتجاجی جلوس آیا تھا اور بعد میں کچھ نامعلوم وجوہات کی بناء پر وہ مشتعل ہو

گیا تھا۔ اُس جلوس نے باہر بہت زیادہ نقصان کیا تھا جس نقصان کی زد میں میری گاڑی بھی آئی تھی۔ آپ کی طرف سے مجھے assurance دی گئی تھی کہ اس کے لئے اسمبلی کی طرف سے کچھ کیا جائے گا۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ ذرا تشریف رکھیں، جب لاء منسٹر صاحب آتے ہیں تب میں آپ کی بات کراتا ہوں۔

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، فرمائیں!

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے وقت دیا۔ میں اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سب سے پہلے آپ کو خراج تحسین پیش کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے ممبران کی genuine حاضری کو یقینی بنانے کے لئے جو کام کیا ہے اُس پر ہم بجا طور پر یہ سمجھتے ہیں کہ ایک sense of responsibility آئے گی اور میڈیا میں ہماری جو بدنامی ہو رہی تھی اُس پر کنٹرول ہو سکے گا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! آپ ایک اور بھی اچھا کام کریں کہ میڈیکل سٹوروں سے جو ادویات لی جاتی ہیں اُس کا بھی کچھ خیال کیا جائے کیونکہ مجھے یقین ہے کہ جب ہماری اسمبلی کا ہی کوئی بندہ لسٹ دے گا تو اُس میں لکھا جائے گا کہ ممبران اسمبلی کروڑوں روپے کی ادویات ڈکار گئے اور اس چیز میں شیخ صاحب، میں اور ڈاکٹر صاحب بھی شامل ہوں گے جنہوں نے شاید کبھی دوائی لی ہی نہ ہو یا زیادہ سے زیادہ ایک ہزار کی بنے لیکن اُن کروڑوں روپوں والوں میں ہمیں شامل نہ کیا جائے۔ اس کے لئے میں آپ سے request کرتا ہوں کہ scrutiny کریں اور صرف genuine patients ہی ادویات لیں۔ (شور وغل)

جناب قائم مقام سپیکر: .Order in the House اگر ممبران نے آپس میں بات کرنی ہے تو لابی میں جا کر کریں۔ میجر صاحب! اب آپ تشریف رکھیں۔

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! میں کوئی illogical بات نہیں کروں گا۔ میرا اصل پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ جس طرح رانا ارشد صاحب نے دانش سکولوں کا ذکر کیا وہ بہت اچھا project ہے جس پر ہم وزیراعلیٰ پنجاب کو مبارکباد پیش کرتے ہیں لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ میرے حلقے کی بیٹیوں اور بیٹوں کا کیا قصور ہے کہ وہاں پر پانچ گرلز ہائی سکول اور پانچ بوائز سکول building کے لحاظ سے مکمل پڑے ہیں لیکن پچھلے دو سال سے اُن کے لئے SNE کے پیسے grant نہیں ہو رہے۔ کیا ہم

اس ملک میں ایک اور elite class پیدا کرنا چاہتے ہیں جو دانش سکولوں سے پیدا ہوگی، وہ غریب بچے جوان سکولوں میں بھی شاید نہیں آ سکتے اُن کا کیا قصور ہے؟ ہم اُن کے لئے دفتروں میں SNE grant کے لئے جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ سیلاب آ گیا ہے۔ ایک گاؤں جس کا نام "کالا شادیاں خورد" ہے وہاں پر 1996 سے بلڈنگ بنی ہوئی ہے۔ میں دس مرتبہ سیکرٹری (سکولز) کے پاس جا چکا ہوں اور 7 کلب کے چکر لگا چکا ہوں لیکن کہتے ہیں کہ فنڈز نہیں ہیں۔ میرا آپ کے ذریعے یہ مطالبہ ہے کہ ہمارے حلقوں کے rural areas میں جتنے ہائی، ایلیمنٹری اور پرائمری سکولز ہیں ان کے لئے SNE priority basis پر in special case اس ایوان کی کمیٹی بنائی جائے اور انہیں upgrade کیا جائے۔ ان دانش سکولوں سے اشرافیہ کی ایک اور class پیدا ہونے جا رہی ہے، ہم یہ کہتے ہیں کہ ہر سکول دانش سکول ہونا چاہئے تو کم از کم ایک سال سے pending تمام SNEs کو ایوان کی کمیٹی کے ذریعے consider کریں اور وزیر اعلیٰ پنجاب کو کمیٹی recommendation دے کہ ان تمام سکولوں کو upgrade کیا جائے۔ شکریہ

جناب طاہر اقبال چودھری: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب طاہر اقبال چودھری: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں صرف یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ جیسے مجھ سے پہلے کچھ دوستوں نے یہاں پر دانش سکولوں کی بات کی ہے کہ آج ہم جنوبی پنجاب کے اندر ایک دانش سکول کا افتتاح کرنے جا رہے ہیں تو مجھے اس سے پہلے یہ بتایا جائے کہ پورے پنجاب میں حکومت پنجاب نے تقریباً ساڑھے پانچ سو پرائمری سکولوں کو بند کر دیا ہے۔ اگر آپ ایک دانش سکول کا افتتاح کرنے جا رہے ہیں تو یہ ضرور ہونا چاہئے لیکن موجودہ حکومت کا یہ بھی کارنامہ ہے کہ ساڑھے پانچ سو سے زیادہ پرائمری سکولوں کو بند کر دیا گیا ہے اور بہت سارے ایسے سکول ہیں جنہیں این جی اوز کو دیا گیا ہے اور ہمارے کالجوں میں جہاں پر طالب علم تعلیم سے آراستہ ہو رہے تھے انہیں یہ حکومت privatize کر رہی ہے جو کہ حکومت پنجاب پر ایک بدنما داغ ہے۔ موجودہ دور حکومت میں تعلیمی اداروں کا یہ حشر ہو رہا ہے کہ جب ایک طرف سکول کھولنے جا رہے ہیں تو حکومت یہ بتائے کہ کتنے سکولوں کو اس نے بند کیا ہے اور ان کے فنڈز بند کئے ہیں؟

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، فرمائیں!

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں آپ کے حکم کے مطابق لاء منسٹر صاحب کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی تھی تو انہوں نے فرمایا تھا کہ یہ یقین دہانی تو Chair کی جانب سے کرائی گئی تھی اور میرا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: محترمہ! آج Chair ہی آپ کو ان کے پاس بھیج رہی ہے تو آپ چلی جائیں تو پھر ہو جائے گا۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! میں آپ ہی کے کہنے پر ان کے پاس گئی تھی۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ اب جائیں تو سہی اور اجلاس ابھی چل رہا ہے اس لئے آپ لاء منسٹر صاحب کے پاس جائیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! محترمہ میرے پاس تشریف لائی تھیں اور انہوں نے مجھے کہا تھا کہ کمشنر لاہور نے میرے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ انہیں compensate کیا جائے گا تو یقینی طور پر کمشنر لاہور کے پاس فنڈز موجود ہیں تو میں نے انہیں کہا تھا کہ آپ دوبارہ ان سے بات کر لیں اور اگر اس سلسلے میں کوئی رکاوٹ ہے تو مجھے بتائیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: لاء منسٹر صاحب! اس سلسلے میں آپ ان کی پوری help کریں۔ ڈاکٹر صاحبہ! آپ لاء منسٹر صاحب سے مل لیں اور یہ آپ کے ساتھ مل کر کمشنر لاہور سے بات کریں گے۔

شیخ علاؤالدین: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، شیخ علاؤالدین صاحب!

شیخ علاؤالدین: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اسمبلی کے باہر ہونے والے احتجاج کے دوران ایم پی ایز کی گاڑیاں توڑی گئی تھیں یا جو بھی نقصانات ایک دفعہ، دو دفعہ ہوئے اور 2006 میں بھی اسمبلی کو نقصان پہنچا تھا تو میری ایک تجویز ہے کہ آپ ایک کمیٹی بنا دیں تو میں دو انشورنس کمپنیوں کو آج یا کل بلا لیتا ہوں اور ڈاکٹر صاحبہ کی گاڑی کا بھی مسئلہ حل کروا دوں گا حالانکہ وہ retrospective ہے یعنی وہ مہینہ بیس دن پہلے کا واقعہ ہے لیکن انشورنس کمپنی سے بہت معمولی premium پر یہ کام ہو جائے گا اس لئے آپ اپنی بھی اور تمام معزز ممبران کی گاڑیاں insured کروا لیں اور یہ مسئلہ ہمیشہ کے لئے حل ہو جائے گا اور اگر یہ نہ کیا گیا تو یہ واقعہ پھر بھی ہو سکتا ہے۔ اس کا ایک بڑا آسان حل ہے اور اس کے لئے آپ کے پاس precedent ہے اور نہ ہی head ہے۔ لاء منسٹر صاحب اور آپ پیسے دے سکتے

ہیں اور نہ ہی کمشنر دے سکتا ہے تو اس کا ایک ہی حل ہے کہ تمام لوگوں کی گاڑیاں اسی طرح ہی باہر کھڑی ہوتی ہیں تو یہ بڑے معمولی premium پر جو ایم پی اے کے اپنے فنڈ سے لے لیں یا اس کا بھی کوئی حل میں نکال دوں گا تو آپ اس کے لئے دو تین رکنی کمیٹی بنا دیں اور میں کل ہی انشورنس کمپنیوں کو بلا تا ہوں اور اس مسئلے کا حل کرا دیتا ہوں۔ شکریہ

سید ناظم حسین شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: شاہ صاحب! میں چونکہ نام کے حساب سے چل رہا ہوں تو پھر اس طرح ان کے ساتھ زیادتی ہوگی۔ میں سب کے نام note کر رہا ہوں۔ میں نے ہمیشہ آپ کو پہلے وقت دیا ہے اور اس وقت میں نے آپ کا نام لیا تو آپ نے بات نہیں کی۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! جب دوسرا issue ہو تو اس پر بات نہیں ہو سکتی؟

جناب قائم مقام سپیکر: آپ پھر کر لیں۔

سید ناظم حسین شاہ: ٹھیک ہے۔ میں بعد میں بات کر لوں گا۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں):

پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، فرمائیں!

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں):

شکریہ۔ جناب سپیکر! ابھی میرے ایک معزز بھائی نے یہ کہا ہے کہ پنجاب میں ساڑھے پانچ سو کے قریب پرائمری سکولوں کو ختم کیا جا رہا ہے تو میں اس بات کی وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ چونکہ میں اپنے علاقے سرگودھا میں محکمہ تعلیم سے وابستہ ہوں اور جن سکولوں میں بیس ٹیچرز اور دس طلباء ہیں تو خاص طور پر ایسے سکولوں کو چیک کرنے اور دیکھنے کے بعد ان اداروں میں ضم کیا جا رہا ہے جن اداروں میں طلباء باقاعدہ تعلیم حاصل کر سکیں اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ الزام موجودہ حکومت پنجاب پر بالکل غلط ہے کہ وہ تعلیم کو بہتر کرنے کے لئے اپنا کردار ادا نہیں کر رہی۔ آج میں اس ایوان میں بڑے یقین سے یہ کہتا ہوں کہ دانش سکول جنوبی پنجاب میں ان لوگوں کے لئے کھولا گیا ہے جن کی تنخواہ اور آمدن 6000/- روپے ماہانہ سے کم ہے۔ ان غریب لوگوں کے بچوں کے لئے وہاں پر ہر قسم کی سہولیات میسر کرنے کے لئے دانش سکول کا اجراء کیا گیا ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ پنجاب کی تاریخ میں جنوبی پنجاب

میں جاگیرداروں نے بچوں کو پڑھنے نہیں دیا لیکن آج اس موقع پر میں قائد محترم میاں محمد شہباز شریف کو سلام پیش کرتا ہوں کہ وہ جنوبی پنجاب میں ایک نئی روایت کو لے کر چلے اور وہ بچے جنہوں نے کئی کئی سال تعلیم حاصل نہیں کی آج ان بچوں کی بہتری کے لئے جنوبی پنجاب میں دانش سکول قائم کیا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بات بالکل واضح ہے اور یہ بات وضاحت سے میں کرتا ہوں کہ جن ساڑھے پانچ سو سکولوں کو ضم کرنے کا پروگرام بنایا گیا ہے وہاں پر تعلیم ناکافی تھی اور طلباء کی تعلیم کو بہتر کرنے کے لئے سب کچھ کیا گیا ہے۔ شکریہ

محترمہ سیمل کامران: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، فرمائیں!

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! اتنی جذباتی تقریر کے بعد میں تو بھول ہی گئی کہ مجھے کیا بات کرنا ہے۔ سب سے پہلے میں یہ گزارش کرنا چاہوں گی کہ شیخ علاؤالدین صاحب نے جو بات کی وہ بالکل genuine ہے اور kindly اسے ضرور consider کیا جائے۔ ایک بہت افسوسناک بات یہ ہے کہ 49 ہزار 700 لیڈی ہیلتھ ورکروں کو پچھلے تین ماہ سے تنخواہ نہیں ملی اور آپ کے سامنے جب کسی کو ایک ماہ تنخواہ نہیں ملتی تو اس کے ساتھ کیا ہوتا ہے یہ ہم سب assume کر سکتے ہیں۔ اتنی زیادہ مہنگائی ہے تو وہ لوگ فاقہ کشی پر مجبور ہو چکے ہیں جو کہ اپنے گھروں کو چلا رہے ہیں اور اپنے بچوں کو پال رہے ہیں اور ان کا محکمہ صرف یہ کہہ کر فارغ ہو گیا ہے کہ انہیں Federal Government سے grant نہیں ملی تو آج چونکہ معزز سینئر منسٹر راجہ ریاض صاحب ایوان میں تشریف فرما ہیں تو میں اس موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ان سے یہ request کروں گی کہ وہ بتائیں کہ کیا واقعی یہ سچ ہے کہ مرکزی حکومت سے پچھلے تین ماہ سے گرانٹ نہیں ملی اور اگر نہیں ملی تو یہ ان 49 ہزار 700 خاندانوں کے ساتھ سراسر زیادتی اور بہت بڑا ظلم ہے۔ اس کے لئے ضرور کچھ کریں اور میری راجہ ریاض صاحب سے بھی اور لاء منسٹر صاحب سے بھی گزارش ہے اور kindly پچاس ہزار خاندانوں کا اس بات سے تعلق ہے تو please میری اس بات کو serious لیا جائے۔

رانا عبدالرؤف: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، فرمائیں!

رانا عبدالرؤف: جناب سپیکر! ابھی ہمارے ایک فاضل ممبر فرما رہے تھے، انہوں نے دانش سکول پر اعتراض فرمایا اور سکولوں کی بندش کے بارے میں بات کی۔ میرا تعلق جنوبی پنجاب ضلع بہاولنگر سے ہے۔ مجھے احساس ہے، اندازہ ہے اور پتا ہے کہ دانش سکول سے کیسا انقلاب آئے گا۔ آپ یقین کیجئے کہ آج کا دن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تعلیم کے میدان میں سبز انقلاب کا پہلا دن ہے۔ ہمارے غریب بچے ایچی سن، صادق پبلک سکول، مری میں گھوڑا گلی جیسے سکولوں میں جانے کا کبھی تصور بھی نہیں کر سکتے تھے لیکن دانش سکول میں یتیموں کو داخلہ ملا ہے، مسکینوں کو داخلہ ملا ہے اور انتہائی کم آمدنی والے لوگوں کے بچوں کو داخلہ ملا ہے۔ وہ اتنا اچھا سکول بنا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارے بچے بھی آئندہ دو، چار، پانچ سالوں میں پنجاب کے برابر آ جائیں گے۔ انہوں نے دوسری بات فرمائی ہے کہ سکول بند کر دیئے ہیں۔ وہ سکول بند نہیں کئے بلکہ وہ rationalization کئے ہیں۔ جن علاقوں میں ٹیچروں کی ضرورت زیادہ ہے ان علاقوں میں زیادہ ٹیچر بھیجنے کے پابند کئے گئے ہیں۔ جب ان سکولوں میں بچوں کی تعداد پوری ہو جائے گی تو وہ سکول کھل جائیں گے، وہ بند نہیں کئے گئے بلکہ وہاں پر عارضی طور پر ایجوکیشن روکی گئی ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب قائم مقام سپیکر: شکریہ۔ جی، رائے اسلم صاحب!

رائے محمد اسلم خان: جناب سپیکر! پچھلے سال جب گنے کا season شروع ہوا تھا تو اس وقت میں نے ہاؤس میں request کی تھی کہ فیصل آباد لاہور روڈ براستہ جڑانوالہ شرقپور میں میرے حلقہ انتخاب میں بُچیکی کے مقام پر دو رویہ سڑک فیصل آباد سے مانگٹانوالا تک مکمل ہو چکی ہے لیکن بُچیکی کے مقام پر نالا ڈیک پر پل تعمیر کیا گیا ہے اور نہ ہی وہاں approach road دی گئی ہے۔ اس وجہ سے گنے کا season شروع ہوتے ہی اکثر ٹرالیاں وٹرک الٹ جاتے ہیں۔ پچھلے سال جب میں نے بات کی کہ یہ سڑک تعمیر ہوئے دو سال ہو گئے ہیں لیکن وہ پل کیوں نہیں مکمل ہو رہا تو جناب لاء منسٹر نے فرمایا تھا کہ متعلقہ منسٹر ہاؤس میں نہیں ہیں۔ مجھے لگتا ہے کہ آج بھی متعلقہ منسٹر ہاؤس میں نہیں ہیں۔ جو ممبران ہاؤس میں حاضر ہوں ان کی بھی دو دو دن تک ٹی وی پر خبریں چلتی رہتی ہیں کہ وہ ہاؤس میں نہیں ہیں حالانکہ میں کل ہاؤس میں حاضر تھا، میں نے ہاؤس میں بات بھی کی تھی لیکن رات ٹی وی پر یہ چل رہا تھا کہ اُن کی حاضری لگی ہوئی تھی لیکن وہ ہاؤس میں موجود نہیں تھے۔ دوسری بات یہ ہے کہ میرے بھائی rationalization اور سکولوں کے merger کے سلسلے میں فرما رہے تھے تو اس سلسلہ میں میری گزارش ہے کہ جو سکول بند کئے گئے ہیں وہ اکثر دور دراز علاقوں اور اکثر پسماندہ علاقوں میں ہیں۔ آپ

نے rationalization میں ایک طریق کار طے کیا ہے کہ چالیس بچوں پر ایک ٹیچر ہو گا۔ کم از کم جن سکولوں میں بچوں کی تعداد چالیس ہے وہ سکول تو بند نہیں ہونے چاہئیں بلکہ انہیں تو رہنا چاہئے۔ وہاں واقعی تعداد کم ہوتی ہے، تعلیم کم ہے تو ایسے علاقوں میں بھی تعلیم کی روشنی ہونی چاہئے۔ جب میرے وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف گاؤں گاؤں علم کی روشنی پہنچا رہے ہیں تو وہ علاقے جو پسماندہ ہیں اور جہاں جہالت ہے وہاں پر بھی تعلیم ہونی چاہئے۔ ہمارے بچوں سے کلاشنکوف چھڑوا دینی چاہئے، ان کے ہاتھوں میں بھی قلم دینا چاہئے اور وہ سکول بند نہیں کرنے چاہئیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: شکریہ۔ محترمہ انجم صفدر!

محترمہ انجم صفدر: شکریہ۔ جناب سپیکر! ابھی ڈاکٹر زمرد نے اپنے مسئلے کو پیش کیا اور شیخ علاؤالدین صاحب نے اس مسئلے کو حل کرنے کا طریقہ بھی بتایا۔ یقیناً مال روڈ ایسی جگہ ہے جہاں پر آئے دن احتجاجی ریلیاں اور جلوس نکلتے ہیں۔ جن دنوں ہمارا اجلاس ہو رہا ہوتا ہے ان دنوں میں خاص طور پر لوگ احتجاج کے لئے آتے ہیں اور یقیناً عوام کا حق بھی ہے کہ وہ اپنے جائز مطالبات کے لئے احتجاج کرے۔ میری آپ سے درخواست ہے کہ بیماری کے مختلف علاج ڈھونڈنے کی بجائے کیوں نہ بیماری کو آنے سے پہلے ہی روکا جائے۔ لاہور کی سب سے مصروف سڑک مال روڈ ہے اور جب یہاں کوئی احتجاجی ریلی آتی ہے تو اس قدر بے ہنگم انداز ہوتا ہے کہ عوام کو گھنٹوں تک ٹریفک کے مسائل سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ مال روڈ پر احتجاج ہونے کی وجہ سے پورے لاہور کی ٹریفک درہم برہم ہو جاتی ہے۔ میری آپ سے درخواست ہے کہ احتجاج کرنے کے لئے کوئی جگہ مخصوص کر دینی چاہئے۔

جناب قائم مقام سپیکر: محترمہ! میری بات سن لیں، آپ جو بات کر رہی ہیں یہی بات آپ سے پہلے شیخ علاؤالدین نے on floor of the House کر دی ہے چونکہ اس پر بات ہو چکی ہے اور جب Business Advisory Committee کی میٹنگ ہو گی تو تب ہم اس کو discuss کریں گے۔

محترمہ انجم صفدر: جناب والا! اس کو seriously لیں کیونکہ یہ بڑا گھمبیر مسئلہ ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: بہت شکریہ۔ اب ناظم شاہ صاحب ہیں لیکن میں شاہ صاحب کی بات شروع ہونے سے پہلے یہ کہہ دوں کہ جو ممبران بات کرنے کے لئے کہتے ہیں میں ان کا نام لکھ لیتا ہوں اس لئے جلد بازی نہ کریں، جس جس نے نام لکھوائے ہوئے ہیں میں ان سب کو بات کرنے کا موقع دوں گا۔ جی، شاہ صاحب!

معزز ممبران کی حاضری قومی اسمبلی کے ممبران کی طرح لگوانے کا مطالبہ

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ آپ ہر چیز کو in order کر رہے ہیں مگر اس چیز کو بھی in order کر دیں کہ جو یہاں پر commitment ہوتی ہے اس کو بھی پورا کیا جائے۔ جو ممبران point out کرتے ہیں اُن پر نشستن، گفتن، برخاستن والی بات نہ ہو بلکہ اس پر عمل بھی کیا جائے۔ میں نے کل بھی آپ سے عرض کی تھی کہ یہ ہمارے لئے بہت تضحیک ہے کہ ہم یہاں آکر حاضری لگائیں۔ آج میں پھر repeat کرتا ہوں، پہلی بات تو یہ ہے کہ اسمبلی کے rules میں ہے کہ جب کوئی ممبر بات کر رہا ہو تو اس کی بات کے درمیان کوئی disturbance نہ ہو لیکن اس طرح حاضری لگانے سے automatically disturbance ہوتی ہے۔ آپ دیکھ لیں کہ نیشنل اسمبلی میں کیا ہے؟ وہاں پر بھی یہی ہے کہ کوئی ممبر حاضری نہیں لگاتا۔ آپ اپنے سٹاف میں سے کوئی آدمی مقرر کر دیں کہ جب ہم یہاں enter ہوں تو وہ حاضری لگا دے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

ہم ممبران کے یہاں آنے کی بجائے یہ خود حاضری لگا لیں۔ باقی میں آپ سے یہ عرض کر دوں کہ:

As a protest I will not sign it whether you make me absent or present. That is your discretion

میں اجلاس میں بھی آؤں گا۔

But I feel to be insulted.

کیونکہ یہ بچوں والی حرکات ہیں۔ میں یہاں 1970 سے آ رہا ہوں، یہاں کچھ لوگ یہ بات تو کرتے ہیں کہ چھوٹی سی بات پر ان کا ضمیر پھڑ پھڑانے لگتا ہے مگر جب وہ ایک پارٹی سے دوسری پارٹی میں جاتے ہیں تو وہاں ضمیر سو جاتا ہے۔ ان کو چھوٹی سی چیز تو agitate کرتی ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب سے بڑی بد دیانتی ہوتی ہے کہ جب آدمی commitment کرے اور اسے پورا نہ کرے۔ حضرت علی سے ایک دفعہ کسی آدمی نے پوچھا کہ عورت اور مرد میں کیا فرق ہے؟ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ جس کی مونچھیں ہوں وہ مرد ہے بلکہ آپ نے فرمایا کہ مرد وہ ہے جو تحفظ فراہم کرے، مرد وہ ہے جس میں عاجزی و انکساری ہو، مرد وہ ہے جو حقیقت کا قائل ہو، حقیقت کی کڑواہٹ برداشت کرنا ہی مردانگی ہے اور چوتھا آپ نے فرمایا کہ مرد وہ ہے جس کو اپنی زبان کا پاس ہو اور پانچواں فرمایا کہ مرد وہ ہے جس کے ساتھ کوئی حادثہ رونما ہو تو He does not lose his heart کیونکہ وہ اس کو incentive کا کام دیتا ہے۔

جناب والا! جس کو اپنی commitment کا پاس نہ ہو، ایک دن commitment توڑے اور دوسرے دن وہ سچائی کی بات کرے تو اس کی کون سی بات کو ماننا چاہئے؟ آپ خود یہ اندازہ کر سکتے ہیں اس لئے میں نے عرض کی ہے کہ نیشنل اسمبلی میں بھی یہی ہے۔ مستی خیل صاحب بھی یہاں پر بیٹھے ہیں، یہ بھی پچھلی بار وہاں پر ایم این اے تھے، چٹھہ صاحب بھی بیٹھے ہیں ان سے بھی پوچھ لیں اور میں بھی 1970 سے آ رہا ہوں ہم نے کبھی بھی یہ حاضری نہیں لگائی۔ آپ یہاں پر یا تو کسی کو nominate کر دیں کہ جب ممبر enter ہو تو وہ اس کی حاضری لگائے، اگر نہیں لگائیں گے تو I will not sign for present. That is up to you. Thank you. (نعرہ ہائے تحسین)

جناب قائم مقام سپیکر: لاء منسٹر!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! جو بات محترم سید ناظم حسین شاہ صاحب نے کی ہے میں اس کی بھرپور تائید کرتا ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

یہ arrangement ہونا چاہئے کہ جو ممبر ہاؤس میں داخل ہو تو سیکرٹری صاحب اس کی attendance mark کر لیں کیونکہ آپ نے کل جو rule پڑھا تھا اس میں attendance register کے ساتھ ساتھ attendance sheet کا بھی ذکر ہے جو کہ سیکرٹری صاحب نے prepare کرنی ہوتی ہے لیکن routine میں ایسا ہوتا نہیں ہے۔ لہذا سیکرٹری صاحب جب کوئی ممبر ہاؤس میں داخل ہو تو اس کی attendance mark کریں اور اگر کوئی ممبر یہاں آ کر signature کرنا مناسب سمجھے تو وہ کر لے اور میں شاہ صاحب کی خدمت میں یہ گزارش کروں گا کہ آپ چند دِن تک تو اسے نہ روکیں اس کی وجہ یہ ہے کہ شاہ صاحب! آپ یقین کریں کہ آج میں نے یہاں پر وہ وہ چہرے دیکھے ہیں جن کو میں اڑھائی سال سے دیکھنے کو ترستا تھا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

اڑھائی سال سے میں نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا تھا جن کو میں نے آج یہاں دیکھا ہے اور میری یہ بھی خواہش تھی کہ کسی دِن چٹھہ صاحب بھی یہاں پر تشریف لائیں، وہ بھی بیٹھے ہوں، ان کو اس ہاؤس میں دیکھیں لیکن وہ اُمید کبھی پوری نہیں ہوئی تھی مگر آج جب چٹھہ صاحب یہاں پر تشریف لائے تو ہم نے thumping بھی کی تھی کہ چلو! آج چٹھہ صاحب ہاؤس میں موجود ہیں اس لئے محترم شاہ صاحب! ابھی اس کو mix ہی رہنے دیں کہ اگر کوئی یہاں پر آنا چاہے تو اس میں بھی قدغن نہ ہو لیکن آپ کی یہ بات بھی بالکل درست ہے کہ جو ممبر ہاؤس میں آ کر بیٹھے اس کی attendance سیکرٹری صاحب کو mark کرنی چاہئے۔

جناب قائم مقام سپیکر: دوستوں کی بات سے پہلے میں بھی ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔۔۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: مستی خیل صاحب! آپ تشریف رکھیں، میں آپ کو ابھی floor دیتا ہوں۔ بات صرف اتنی سی ہے کہ آپ خود دیکھیں جب ہم بات کرتے ہیں اور آج جو ملک کے حالات ہیں، ہم کہتے ہیں کہ ہم عوام کی نمائندگی کرتے ہیں تو ہمارا کردار وہ ہونا چاہئے کہ ہم صحیح معنوں میں عوام کی نمائندگی کر سکیں۔ آج یہ رجسٹر اِدھر رکھنے کا مقصد کسی کی تضحیک کرنا نہیں ہے۔ مقصد صرف یہ ہے کہ عوام کا ان اسمبلیوں پر اعتماد بحال ہو۔ دیکھنے میں یہ بات بہت چھوٹی سی لگتی ہے لیکن یہ بہت بڑی بات ہے کہ آپ عوام کو یہ message دے رہے ہیں کہ آپ یہاں پر آتے ہیں اور ان کے حقوق کے لئے جنگ کرتے ہیں۔ میں زیادہ لمبی بات نہیں کروں گا کیونکہ پھر میڈیا اس کو اور طرف بھی لے جاتا ہے۔ جس طرح رانا ثناء اللہ صاحب نے کہا کہ حکومت ہر چیز کا زور لگاتی رہی کہ اس ہاؤس کے اندر کورم پورا ہو۔ ایک چھوٹی سی بات یہ کہ بُرا نہ مانئے گا کہ آج ہاؤس کا کورم نہ point out ہوتا ہے، دوست بھی موجود ہوتے ہیں اور وہ وہ دوست نظر آئے ہیں، واقعی میں نے خود سیکرٹری صاحب سے تین چار دفعہ پوچھا ہے کہ فلاں ساتھی جو حاضری لگانے آئے تھے ان کا نام کیا ہے اور custodian of the House ہو کر مجھے نہیں پتا کہ فلاں ساتھی جو آیا ہے وہ کون ہے؟

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! 371 ممبران کے نام یاد رکھنا بھی کوئی معمولی بات نہیں ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: میرا خیال ہے کہ ہم سسٹم کی بہتری کی بات کریں اور آہستہ آہستہ ہم ایک سسٹم evolve کر لیں گے لیکن اتنے دِنوں تک اس کو یہاں پر ہی چلنے دیں۔ اس کو ہم اچھائی کی طرف لے کر آئیں گے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں آپ کے علم میں یہ بات بھی لے آؤں کہ آج صبح بھی بات ہوئی ہے، کل بھی یہاں پر غالباً شاہ صاحب نے یا کسی دوست نے بات کی تھی کہ کوئی ایسا مکینیکل سسٹم ہے جس پر اگر کوئی ممبر enter ہو تو اس کا thumb impression لے لیا جائے۔ غالباً شیخ علاؤالدین صاحب نے بات کی تھی تو وزیر اعلیٰ پنجاب کی طرف سے میں اس معزز ایوان کو یہ آگاہ کرنا چاہوں گا کہ وہ اس کے لئے تیار ہیں۔ آپ وہ سسٹم جب بھی یہاں پر install کرنا چاہیں اس کے لئے جو رقم درکار ہوگی حکومت پنجاب اس کو pay کرنے کے لئے تیار ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، بہت اچھی بات ہے۔اب چودھری عبدالوحید صاحب!

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! میں بھی اس حوالے سے بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: مستی خیل صاحب! میں نے آپ کا نام لکھا ہوا ہے۔ میں سب کو بُلا رہا ہوں، بس آپ کا نمبر آنے والا ہے۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! میں نے بہت اہم بات کرنی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: سب کی بات اہم ہے، آپ تشریف رکھیں۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ یہ ہماری insult ہے۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: مستی خیل صاحب! ابھی نہیں۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ یہ ہماری insult ہے، ہماری توہین ہے۔ ہم اس کو قبول نہیں کریں گے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب قائم مقام سپیکر: مستی خیل صاحب! پہلے آپ Chair کی بات تو سُن لیں۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! یہ ہماری توہین ہے، ہم نیشنل اسمبلی میں بھی رہے ہیں ایسا کبھی نہیں ہوا۔ ہم اس کو نہیں مانتے یہ تذلیل ہے اور یہ زیادتی ہے اسے ختم کیا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: مستی خیل صاحب! This is wrong آپ Chair کو اس طرح dictate نہیں کر سکتے۔ (قطع کلامیاں)

آپ کا بہت شکریہ۔ جو دوست نام شامل کرنے کا کہہ رہے ہیں میں ان کا نام لکھتا جا رہا ہوں، میں ان کو floor دوں گا۔ جی، میاں وحید صاحب!

(اس مرحلہ پر معزز ممبر جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل ایوان سے واک آؤٹ کر گئے)

رحیم یار خان میں دانش سکول کے افتتاح پر وزیر اعلیٰ کو خراجِ تحسین کا پیش کیا جانا

(۔۔۔جاری)

جناب عبدالوحید چودھری: جناب سپیکر! میں آج پنجاب کی عوام اور خصوصاً وزیر اعلیٰ پنجاب کو دِل کی اتھاہ گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ آج وہ ایک ایسے علاقے میں دانش سکول کا افتتاح کر رہے ہیں جو علاقہ حقیقت میں بہت محرومیوں کا شکار تھا۔ آج جب دانش سکول کی بات آتی ہے تو وہ لوگ اس کی مخالفت کرتے ہیں جن کے بیٹے صادق پبلک سکول یا ایچی سن میں پڑھتے تھے۔ آج غریب کے بیٹے کو اُس معیار کی تعلیم میسر ہونے جا رہی ہے، آج مزدور کے بیٹے کو غریب اور بے کس و بے سہارا کے بیٹے کو دانش سکول میں ایچی سن اور صادق پبلک سکول کے برابر تعلیم مہیا ہونے جا رہی ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: لغاری صاحب! ذرا ایک منٹ تشریف رکھیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! دانش سکول کی debate ہو رہی ہے تو اس میں میرا نام بھی شامل کر لیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: ٹھیک ہے۔ میں رانا ارشد صاحب، ڈھلوں صاحب اور علی نور نیازی صاحب سے گزارش کروں گا کہ لگتا ہے مستی خیل صاحب کا بلڈ پریشر ہائی ہو گیا تھا آپ ان کو منا کر واپس لے آئیں۔

جناب عبدالوحید چودھری: جناب سپیکر! آج حکومت جانے کے بعد جن کو دس سال بعد جنوبی پنجاب کی محرومیوں کا احساس ہوا ہے ان کو تو یہ توفیق نہیں ہوئی تھی۔ آج ہم وزیر اعلیٰ کو سلام پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے بہاولنگر میں لائیو سٹاک یونیورسٹی قائم کی، بہاولپور میں ڈویلپمنٹ اتھارٹی قائم کی، ڈیرہ غازی خان میں میڈیکل کالج کا افتتاح کیا۔ ملتان میں اربوں روپے سے روڈ کی توسیع کی گئی۔۔۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! یہ دانش سکول پر debate ہے یا جنوبی پنجاب پر؟

جناب قائم مقام سپیکر: نہیں، کچھ نہیں ہے۔ وہ اپنا point of view دے رہے ہیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر پر کیا بولا جا سکتا ہے، ذرا مجھے اس کی وضاحت کر دیں؟

جناب قائم مقام سپیکر: آپ تشریف رکھیں، ابھی آپ نے بھی بولنا ہے۔

جناب عبدالوحید چودھری: جناب سپیکر! میں پی ایم صاحب کا شکر گزار ہوں جنہوں نے جنوبی پنجاب کے لئے وہ کچھ کیا جو آج تک کسی اور نے نہیں کیا۔ بے شک ہم ان کے مخالف ہیں لیکن ہم ان کی خدمات کا اعتراف کرتے ہیں کہ پی ایم صاحب نے ملتان اور جنوبی پنجاب کے لئے وہ کچھ کیا جو آج تک کسی اور نے نہیں کیا۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبر جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل واک آؤٹ
ختم کر کے ایوان میں واپس تشریف لے آئے)

جناب قائم مقام سپیکر: ہم مستی خیل صاحب کو ہاؤس میں welcome کرتے ہیں۔

جناب عبدالوحید چودھری: آج جنوبی پنجاب کی محرومیوں کا احساس ختم ہو رہا ہے۔ آج ان لوگوں کو اس بات کا اعتراف کرنا چاہئے کہ اب جنوبی پنجاب میں بھی لوگوں کو تعلیم کا ایک معیار مل رہا ہے۔ میں اپنے دوستوں کی خدمت میں عرض کروں گا کہ:

اساں شوق دے پنجرے بھن چھوڑے ہن
ُہن فصلی بٹیرے نہیں رکھنے
جتھاں پیار دے کل گستاخ ہوون
اُتھاں پیار دے ایرے نہیں رکھنے
زمین بھاویں شاکر سُنجھ رکھسُوں
پر بےایمان مزارع نہیں رکھنے

جناب قائم مقام سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، نگہت ناصر شیخ صاحبہ!

جناب علی حیدر نور خان نیازی: جناب سپیکر! میری عرض سُن لیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: محترمہ! ایک منٹ، ذرا ان کی بات سُن لیں۔

جناب علی حیدر نور خان نیازی: جناب سپیکر! آپ نے ابھی ہمیں مستی خیل صاحب کو منا کر لانے کے لئے بھیجا تھا۔ انہوں نے اس شرط پر واک آؤٹ ختم کیا ہے کہ آپ ان کی بات سُنیں گے تو ہم آپ سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ آپ ان کی بات سُنیں۔ دوسری بات میں یہ کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے کل سے جو ایک روایت شروع کی ہے۔ یہ اچھی بات ہے ہم اس چیز کو appreciate کرتے ہیں کہ ایک آدمی جو غلط حاضری لگاتا تھا تو وہ حاضری نہیں لگانی چاہئے اس trend کو ختم ہونا چاہئے اور اس کے لئے جس طرح

لاء منسٹر صاحب نے کہا ہے کہ biometrics یا جو thumb impression لگانے کا سسٹم ہے آپ اس کو فوری طور پر شروع کریں لیکن یہ جو طریقہ ہے جس طرح ناظم حسین شاہ صاحب نے کہا، آپ مجھے یہ بتائیں کہ اگر میں نے حاضری لگا دی ہے تو اب میرے اوپر کون سی پابندی ہے کہ میں ہاؤس کے اندر بیٹھوں؟ اس طریقے سے آپ لوگوں کو پابند نہیں کر سکتے کہ وہ ہاؤس میں آکر بیٹھیں اور اجلاس attend کریں۔ واقعی ہمیں یہ محسوس ہو رہا ہے کہ اس طرح سے میڈیا کے اندر معزز ممبران کو بے عزت کرایا جا رہا ہے اور ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ مہربانی کر کے رجسٹر کو یہاں سے اٹھوائیں۔ آپ اپنے سیکرٹری صاحب کی ڈیوٹی لگائیں کہ جو ممبر اس ہاؤس کے اندر داخل ہوتا ہے وہ اس کی حاضری لگائیں اور جو biometric والا نظام ہے اسے فوری طور پر بے شک کل سے یہاں پر رائج کریں لیکن یہ کوئی طریقہ نہیں ہے۔ میں بھی سید ناظم حسین شاہ صاحب کی اس بات کی تائید کرتا ہوں اور اس protest میں، میں بھی یہاں پر حاضری نہیں لگاؤں گا۔ میں روز آتا ہوں لیکن میں بھی ادھر حاضری لگانے سے بالکل انکار کرتا ہوں اور میں آپ سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ اسے kindly یہاں سے اٹھوایا جائے۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: مستی خیل صاحب تشریف رکھیں۔ میں آپ کو ابھی floor دیتا ہوں۔ میں نے ان کا نام بول دیا ہے اس کے بعد آپ کو موقع دیتا ہوں۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! میں عرض کروں گی کہ۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: محترمہ! تشریف رکھیں۔ مستی خیل صاحب House میں آئے ہیں۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم o الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علیٰ خاتم النبیین اما بعد o

جناب سپیکر! میں آپ کا انتہائی مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے بات کرنے کا موقع دیا۔ ہم جمہوری لوگ ہیں، عوام کے منتخب نمائندے ہیں اور ہم منتخب نمائندے عوام کو جواب دہ ہیں، ہم اپنے اللہ کو جوابدہ ہیں، اپنی عوام کو جواب دہ ہیں اور ہماری monitoring کے لئے یہاں Judiciary بھی موجود ہے، میڈیا بھی موجود ہے، ہم ان کو بھی welcome کہتے ہیں۔ میری گزارش یہ ہے کہ میں کل House میں آیا تھا، میں نے رات کو ٹی وی نہیں دیکھا، مجھے دوستوں نے بتایا ہے کہ کیا ہوتا رہا

ہے۔ہماری جنگ حق کی جنگ ہے، اصولوں کی جنگ ہے،civilization کی جنگ ہے اور Supremacy of Parliament, Rule of Law کی جنگ ہے،ہم اس پر قطعاً کوئی compromise نہیں کریں گے۔ایسے عناصر جو پارلیمنٹ کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں،جو پارلیمنٹ کو defame کرنا چاہتے ہیں،جو politician کو گندا show کرنا چاہتے ہیں۔ان میں capability نہیں ہے،ان میں صلاحیتیں نہیں ہیں کہ یہ عوام کی خدمت کر سکیں۔میں ان کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ سیاست دانوں میں صلاحیتیں بھی ہیں competency اور capability بھی ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا!وہ لوگ ملک اور قوم کی منجھدار میں پھنسی ہوئی کشتی کو steer کر کے لے بھی جا سکتے ہیں۔ میرے بڑے بھائی محترم سید ناظم حسین شاہ صاحب نے فرمایا، ہم بھی قومی اسمبلی کا حصہ رہے ہیں الحمد للہ اس موجودہ صوبائی اسمبلی میں دس سابق ایم این ایز بھی موجود ہیں۔میری گزارش یہ ہے کہ جو طریق کار یہاں پر adopt کیا گیا، میں قطعاً ان لوگوں کے حق میں نہیں ہوں،آپ کی وساطت سے یہ عرض کروں گا، میڈیا بھی گواہ رہے، میرا پورا House بھی گواہ رہے، میں ان لوگوں کو قطعاً support نہیں کر رہا جو کسی جگہ proxy لگاتے ہیں. Let it be clear categorically. میں یہ چاہتا ہوں کہ حاضری کا جو طریق کار ہے Are we children, Are we students of primary, Are we living in old stone age? No sir no. ہم یہ بات نہیں مانیں گے،یہ بات تسلیم نہیں کریں گے، ہم عوام کو جوابدہ ہیں،اپنے پاکستان کے غریب عوام کو جوابدہ ہیں۔

جناب والا!طریق کار جو adopt کیا گیا ہے question mark ہے۔جب سے یہ پنجاب اسمبلی بنی ہے،اس کی proceedings ہوتی رہی ہیں آپ کے اس step نے This means to say کہ آپ نے 80,100 سالہ جو شاندار روایات ہیں، پنجاب اسمبلی کی جو تاریخ ہے آپ نے اس کو ختم کر کے رکھ دیا ہے۔دوسرا طریق کار یہ ہے کہ رانا صاحب یہاں پر کمپیوٹر لگائیں، رانا صاحب یہاں جو چیز لگائیں ہم ان کو endorse کرتے ہیں، ہم ان کی بات کی تائید کرتے ہیں۔میں یہ بات بھی House میں قطعاً clear کر دوں کہ ہم -/2000 روپے کے لئے اس House میں نہیں آتے، یہ ہماری توہین ہے، یہ ہماری بے عزتی ہے، یہ ہمارے منہ پر گالی ہے، یہ ہمارے منہ پر طمانچہ ہے اور اگر کسی نے آئندہ یہ بات کی کہ کورم پورا کیوں نہیں ہو رہا، یہ اس کی وجہ تلاش کریں، کورم کیوں پورا نہیں ہو رہا؟(نعرہ ہائے تحسین)

یہ اس کی وجہ تلاش کریں کہ کورم پورا کیوں نہیں ہو رہا اور اس کو sort out کریں کہ کورم پورا کیوں نہیں ہو رہا؟ میں بھی یہ کہتا ہوں کہ ہاں میں بطور protest، سید ناظم حسین شاہ اور علی حیدر نور خان نیازی نے جو کہا ہے اس کی تائید کرتے ہوئے میں بھی حاضری نہیں لگاؤں گا۔ قومی اسمبلی میں یہ طریق کار رہا ہے کہ وہاں پر خورشید نامی لڑکا ہے، کوئی ممبر جب enter ہوتا ہے وہ اسے دیکھ کر اس کی حاضری لگا دیتا ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

آپ بھی کسی کو depute کریں لیکن یہ طریقہ، جناب! ہم مر جائیں گے حاضری نہیں لگائیں گے۔

جناب قائم مقام سپیکر: مستی خیل صاحب! آپ میری بات سنیں گے؟

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: جی، فرمائیں!

جناب قائم مقام سپیکر: میری صرف اتنی بات سنیں، پہلی بات یہ ہے کہ یہ سسٹم، مجھے صرف اتنا بتادیں کہ جو 70,80 سال کی practice تھی، جو دوست باہر حاضری لگانے کو تیار ہیں وہ یہاں پر حاضری لگانے کے لئے تیار کیوں نہیں ہیں؟ دوسری بات یہ ہے کہ سسٹم جس طرح میں نے کہا ہے evolve کرتا ہے، آپ نے جو بات کی ہے ہم بھی اس کا ایک سسٹم بنائیں گے۔ مطلب اس میں ہمارا کسی طرح بھی، کسی کی تضحیک کا پہلو نکالنا مقصد نہیں ہے بلکہ مقصد صرف یہ ہے، آج کا دور اس طرح کا دور ہے اور ہم نے بھی ثبوت دینا ہے کہ ہمارا ضمیر زندہ ہے اس لئے آپ کی جو بات ہے اس پر کل بیٹھ کر، کل جو بات ہوئی تھی اس پر بھی یہ طے ہوا تھا اور وزیر قانون نے بھی یہ کہا تھا کہ آپ اس پر ایک سسٹم بنا دیں اور سسٹم کی طرف ہم جا رہے ہیں، وہ بن جائے گا۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، وزیر قانون صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میرا خیال ہے کہ ۔۔۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر پر پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو سکتا۔

جناب قائم مقام سپیکر: دیکھیں! میرے خیال میں آپ decorum کا خیال رکھیں۔ آپ سینئر ممبر ہیں۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب والا! آپ ہمیں مجبور نہ کریں، کل جب میں یہاں پوائنٹ آف آرڈر پر تھا وزیر قانون صاحب نے interfere کیا آپ نے کہا بیٹھ جائیں میں بیٹھ گیا۔ آج بھی یہ پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں اور پوائنٹ آف آرڈر پر پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو سکتا۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ یہ دیکھیں کہ یہ سب کے لئے نہیں ہوتا۔ آپ اس اسمبلی کے اندر ماشاء اللہ most senior ہیں، بات صرف اتنی سی ہے۔

سید ناظم حسین شاہ: میں نے صرف اس لئے یہ نکتہ point out کیا ہے، میں کوئی تقریر نہیں کر رہا۔

جناب قائم مقام سپیکر: راناصاحب! یہ بات complete کر لیں پھر آپ بات کر لیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جی، ٹھیک ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، مستی خیل صاحب!

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب والا! میں عرض کر رہا تھا آپ نے درمیان میں بات کر دی اور مجھے Chair کے احترام میں خاموشی اختیار کرنا پڑی۔ ماشاء اللہ آپ ان Speakers میں سے ہیں کہ جب آپ آتے ہیں تو لوگ دل سے آپ کا regard کرتے ہیں، respect کرتے ہیں اور clapping بھی کرتے ہیں۔ آپ House کو خوبصورتی کے ساتھ اور smoothly چلاتے ہیں جس سے مجھے خوشی محسوس ہوتی ہے کہ باہر کا اگر کوئی visitor پنجاب اسمبلی کی proceedings کو دیکھتا ہے، ملاحظہ کرتا ہے تو یہ کہتا ہے کہ واقعی پنجاب کا ایک elected forum ہے۔

جناب والا! کیونکہ یہ ایک evolutionary process ہے، جیسے جیسے یہ چلتا جا رہا ہے تو اس میں بہتری آتی جا رہی ہے۔ میں نے رات ٹی وی نہیں دیکھا۔ مجھے یہاں پر بتایا گیا اور میں نے جیسا کہ شروع میں بات کی ہے خدارا، خدارا اس پاکستان کو بچائیں۔ میاں محمد نواز شریف نے، محترمہ بے نظیر بھٹو نے اور ان elected لوگوں نے جو قربانیاں دیں، راناثناء اللہ جو جیلوں میں گئے، بڑے بڑے لوگ جو جیلوں میں گئے وہ اس لئے نہیں گئے بلکہ ایک اصول کی خاطر گئے ایک cause کے لئے گئے، ایک نصب العین کی خاطر گئے۔

میری گزارش کا مقصد یہ ہے کہ ہم نے تو حاضری لگانے والا system introduce نہیں کروایا، آپ نے یہ system introduce کروایا ہے۔ جب آپ نے یہ system introduce کروایا ہے جو میرے بھائی یہ سمجھتے ہیں، یہ بات پورے House میں clear ہونی چاہئے کہ ہم عزت دار لوگ

ہیں، ہم خاندانی لوگ ہیں اور ہم اس 2ہزار کی خاطر سیاست نہیں کرتے۔ وہ لوگ جو یہاں پر گورنمنٹ کی مراعات سے فائدہ اٹھا رہے ہیں ان کا شاید یہ کوئی مسئلہ ہو گا۔ ہمیں گورنمنٹ کی مراعات کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ ہماراprivilege ہے اور ہمprivilege لے رہے ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

ہم تو سرکار کی گاڑی پر سوار ہوتے ہیں، نہ سرکار کا ٹیلی فون استعمال کرتے ہیں، کانے ہیں سرکار کے سامنے تو وہ ہیں ہم کانے نہیں ہیں۔ میری گزارش یہ ہے کہ اس میں immediately آپ decision دیں جو ہماری پارلیمنٹ میں طریق کار ہے کہ بے شک آپ کسی کو depute کر دیں، وہ حاضری لگائیں ہمارا اس طریق کار پر احتجاج ہے، ہم حاضری نہیں لگائیں گے اور نہ یہ ہم چاہتے ہیں، آج honourable Chief Minister Punjab دانش پبلک سکول کا افتتاح کرنے جا رہے ہیں، پاکستان اور پنجاب کی ہسٹری میں یہ ایک بہت بڑا step ہے کہ غریبوں کے لئے، مفلوک الحال طبقے کے لئے انہوں نے جو دانش پبلک سکول سسٹم چلایا ہے یہ غریب لوگوں کا ایچی سن کالج ہے۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: نوانی صاحب! اگر کوئی بات چیت کرنی ہے تو مہربانی فرما کر لابی میں جا کر کریں۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: غریب لوگوں کا یہ کیڈٹ کالج ہے لیکن جناب ہم اسمبلی میں اس لئے نہیں آتے ، رانا صاحب! ہم وہ لوگ بھی نہیں ہیں جو آنکھیں بند کر کے ہاتھ کھڑے کر دیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

مت توقع رکھیں ہم سے اور اگر کوئی یہ توقع رکھتا ہے تو وہ اپنی غلط فہمی دور کر لے۔ ہم عوام کے نمائندے ہیں اگر یہ طریق کار درست نہیں کیا جائے گا تو میں اس وقت تک اسمبلی کا بائیکاٹ کروں گا۔

جناب قائم مقام سپیکر: تشریف رکھیں۔ وزیر قانون صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میرے بھائی ثناء اللہ مستی خیل صاحب نے جو بات کی ہے کہ پاکستان کو بچانا ہے اگر میرے بھائی اس بات کو ثابت کر دیں کہ اس رجسٹر کے یہاں lobby میں جانے سے پاکستان بچ سکتا ہے تو میں ابھی مطالبہ کر دیتا ہوں کہ اس رجسٹر کو فوراً وہاں پر رکھ دیا جائے۔ معاملہ یہ نہیں ہے۔ کل مستی خیل صاحب یہاں موجود نہیں تھے میں نے کل on the floor of the House یہ بات بڑی وضاحت سے کی تھی کہ اس وقت تقریباً کوئی 8 یا 9 لوگ House میں بیٹھے ہیں جبکہ حاضری وہاں پر 37 کی لگی ہوئی ہے اور میں نے مستی خیل صاحب یہ بھی point out کیا تھا کہ مجھے لگتا ہے کہ ایک ہی hand writing ہے اور میں نے آپ سے یہ گزارش بھی کی تھی کہ یہ حاضریاں ایک ہی ہاتھ سے لگی ہوئی ہیں۔ میں اس حد تک تسلیم کرنے کے لئے تیار ہوں کہ

کوئی ساتھ کے حلقے کا یا شہر کا کوئی ممبر دوسرے ممبر بھائی سے کہہ دے کہ یار میری حاضری لگا دینا۔میں اس حد تک تو قسم نہیں دیتا لیکن میں حلفاً یہ بات کہتا ہوں کہ کل وہاں پر جو صرف پندرہ بیس منٹ میں تیس کے قریب proxy لگی تھیں وہ قطعی طور پر، قطعی طور پر کسی معزز ممبر نے نہیں لگائی تھیں لیکن آخر وہ کس نے لگائیں؟وہ رجسٹر یہاں موجود تھے۔میں نے کل بھی آپ سے گزارش کی تھی کہ آپ اس بات کی انکوائری کریں مجھے یہ لگتا ہے کہ اس میں اسمبلی کا کوئی اہلکار ملوث ہے،وہ یہ کام کیوں کر رہا ہے،وہ کسی کے کہنے پر کر رہا ہے،کسی لالچ سے کر رہا ہے یا وہ خود ہی اس قسم کا خدائی خدمت گار بنا ہوا ہے؟کل آپ نے وعدہ کیا تھا کہ آپ اس کی انکوائری کرائیں گے۔میں آج بھی آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ اس کی انکوائری کرائیں تاکہ یہ چیز سامنے آئے۔

جناب سپیکر!جو بات شاہ صاحب اور مستی خیل صاحب نے کی ہے میں تو اس سے پہلے بھی تسلیم کر چکا ہوں کہ یہ بالکل درست ہے کہ کوئی صاحب یہاں پر آ کر حاضری لگانا یا signature کرنا مناسب نہ سمجھے تو آپ بالکل سیکرٹری صاحب کی ڈیوٹی لگائیں یہ حاضری mark کریں اور جونہی اجلاس ختم ہو اس کے بعد حاضری رجسٹر close ہو جانا چاہئے۔جہاں تک اس بات کا تعلق ہے یا تو ایک برائی ہوتی نہ ہو لیکن کل جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ وہاں پڑے رجسٹر میں proxy لگتی ہے۔میں کہتا ہوں کہ وہ ہم نہیں کرتے،ہمارا کوئی معزز ساتھی نہیں کرتا لیکن ہمارے ذمے لگ رہی ہے۔اس کو روکنے کے لئے جو سسٹم لانا ہے یا جو تبدیلی کی ہے اور اس کے نتائج بھی کل سے آپ کے سامنے ہیں۔میں سمجھتا ہوں کہ ہم نے character اور عمل کے ساتھ ان مافیاز کو defeat دینی ہے جو پارلیمنٹ کے خلاف ہیں،جو جمہوریت کے خلاف ہیں،جو معزز ممبران کے خلاف ہیں اور ہم نے ہر اس سوراخ کو جس سے ہمیں ڈسنے کی کوشش کی جا رہی ہے اسے اپنے عمل اور کردار سے بند کرنا ہے۔اگر اس چیز پر کسی کو ہمارے اوپر تنقید کرنے کا موقع ملتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ ہم کیوں نہ ایک ایسا عمل کریں کہ اس کے بعد کسی کو موقع ہی نہ ملے۔یقیناً اس کے مطابق عمل ہوا ہے۔باقی جہاں تک دوسری بات ہوئی ہے کہ thumb impression کی جو technique ہے اس کے متعلق شیخ علاؤالدین صاحب نے بات کی تھی میں نے انہیں ابھی تھوڑی دیر پہلے کہا ہے کہ آپ اس کے متعلق ابھی پتا کریں اور جتنا جلد possible ہو آپ اس کی قیمت کا پتا کروا کر دیں ہم procedural معاملات میں نہیں پڑیں گے اور انشاء اللہ اسے بہت جلد install کریں گے۔

جناب سعید اکبر خان: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: نوانی صاحب! ایک منٹ پلیز! ڈھکو صاحب! آپ بھی تشریف رکھیں گے۔ رانا صاحب! میں یہ سمجھتا ہوں کہ ممبران کی ایک بات تو ٹھیک ہے کہ ہاؤس میں جو داخل ہو وہ چاہے ادھر آ کر حاضری نہ لگائے لیکن یہاں جو Chair پر بیٹھے ہوئے ہیں وہ ان کو indicate کر دیں تاکہ ان کی حاضری خود لگائی جائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ بھی درست ہے لیکن میں اس میں ایک اور بات کرنا چاہتا ہوں کہ غالباً میرے چھوٹے بھائی نور خان نیازی نے بات کی ہے کہ کہاں پر پابندی ہے کہ آپ حاضری لگائیں اور اس کے بعد ہاؤس میں ضرور بیٹھیں؟ یقیناً rules میں اس قسم کی کوئی پابندی نہیں ہے لیکن وہ پابندی اس لئے ہے کہ rules and laws یہ expect ہی نہیں کرتے کہ ایک ممبر ہاؤس میں آئے اور پھر وہ ہاؤس میں contribute نہ کرے اور صرف حاضری لگا کر چلا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: میں سمجھتا ہوں کہ یہ تو کردار کے خلاف ہے۔ فوزیہ بہرام صاحبہ! پہلے نوانی صاحب بات کر لیں ان کے بعد میں آپ کو floor دیتا ہوں۔ جی، نوانی صاحب!

میاں محمد رفیق: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: میاں صاحب! میں نے آپ کا نام بھی لکھ لیا ہے۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! میرا نام ہی لکھا جاتا ہے لیکن مجھے ہر روز محروم رکھا جاتا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ کو محروم نہیں کرتے۔ تشریف رکھیں۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: یہ طریقہ انتہائی غلط ہے کہ آپ لوگ بات کر کے چاہتے ہیں کہ Chair آپ کو ٹائم دے دے، جو ٹائم لکھا ہے اسی پر ہی ملے گا۔

جناب سعید اکبر خان: جناب سپیکر! میں اپنے بھائی کی تصدیق کرتے ہوئے عرض کرتا ہوں کہ انہوں نے پہلے ایک بات کی کہ اگر کوئی غلط حاضری لگاتا ہے تو ہم قطعاً اس بات کو support نہیں کرتے لیکن انہوں نے کہا کہ ہمیں اس طریق کار پر objection ہے کہ جہاں ہم نے آ کر ہاؤس میں بیٹھنا ہے اور اپنے اپنے علاقے اور عوام کی نمائندگی کرنی ہے۔ ہم یہاں پہلے آپ کے کلرک کے سامنے آ کر اپنی حاضری لگائیں۔ انہوں نے ایک بہت خوبصورت طریقہ بتایا کہ قومی اسمبلی میں کلرک موجود ہیں جب ممبران

ایوان میں enter ہوتے ہیں تو انہیں این اے نمبر یاد ہوتا ہے یا وہ پوچھ لیتے ہیں اور وہ ان کے نام لکھ لیتے ہیں۔کوئی بھی ایم پی اے یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ کوئی غلط بات ہو اور وہ غلط کرے۔انہوں نے دوسری بات پاکستان بچانے کی کی ہے۔انہوں نے حاضری کے متعلق نہیں کہا کہ حاضری لگے گی تو۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر:انہیں اپنی explanation خود کرنے دیں۔

جناب سعید اکبر خان:جناب سپیکر!انہوں نے یہ بات کی کہ ہم اپنی بہترین کارکردگی اور نمائندگی سے اس ملک اور صوبے کو بہترین سمت دیں گے جس سے ملک بہتری کی طرف جائے گا اور صوبہ بھی۔ہمیں رجسٹر کے اس طریق کار پر objection ہے۔ہم کہتے ہیں کہ آپ آج ہی کہیں کہ ہم ٹی اے / ڈی اے نہیں دیتے اور اسے ختم کر دیں otherwise انہوں نے جو طریقہ بتایا ہے کہ ایک کلرک ادھر بیٹھ جائے اور ایک دوسری طرف بیٹھ جائے۔جب ہم کبھی بھی کسی function میں جاتے ہیں تو وہ ہمارا پی پی لکھ لیتے ہیں ، نام لکھ لیتے ہیں۔یہاں پر بھی جب ہم enter ہوتے ہیں تو وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ کے لوگ کھڑے ہوتے ہیں جو ہمارا پی پی اور نام لکھتے جاتے ہیں۔اگر mechanical طریق کار میں کوئی دقت ہے تو آپ دو آدمیوں کی یہاں ڈیوٹی لگا دیں وہ نام اور پی پی لکھتے جائیں گے اور automatic حاضری لگتی جائے گی۔

جناب سپیکر!رانا صاحب نے جو دوسری بات فرمائی کہ یہاں بیٹھنے کی پابندی نہیں ہے میں اس سلسلے میں کہنا چاہتا ہوں کہ جب کوئی ایم پی اے اتنا سفر کر کے گھر سے آتا ہے تو وہ ہاؤس میں contribute کرنے کے لئے اور نمائندگی کرنے کے لئے آتا ہے۔چونکہ ہمارے علاقے کے لوگ اپنے کاموں کے لئے یہاں آتے ہیں تو ہمیں ان کا بھی احساس ہوتا ہے اور ہم نے ان کے کاموں کے لئے بھی جانا ہوتا ہے۔میں نے کوئی ایم پی اے نہیں دیکھا اگر وہ ہاؤس میں نہ ہو تو وہ کسی دفتر میں موجود ہو گا وہ اپنے عوام کے مسائل کے لئے دفاتر میں جاتا ہے۔یہاں دوسری بہت اہم بات ہوئی ہے کہ کورم پورا نہ ہونے کی وجوہات کا پتا چلایا جائے جو سب سے اہم ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!میں لاء منسٹر صاحب سے کہتا ہوں کہ اس کی تحقیق کی جائے کہ کورم پورا نہ ہونے کی کیا وجہ ہے؟ حاضری اس کی وجہ نہیں ہے اگر اس کی وجوہات کا پتا چل جائے تو میرے خیال میں اس سے بہت زیادہ بہتری ہو جائے گی۔

جناب قائم مقام سپیکر:بہت شکریہ۔جی،لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! جہاں تک طریق کار کا تعلق ہے کہ سیکرٹری صاحب اس بات کو mark کریں یا ان سے کوئی نیچے کا آفیسر mark کرے وہ تو آپ اپنے office میں decide کر لیں گے۔ اس پر تو جو بات ہوئی ہے اس پر کسی کو اعتراض نہیں ہے۔ باقی جو نوانی صاحب نے فرمایا ہے کہ کورم پورا نہ ہونے کی وجوہات تلاش کی جائیں۔ میں نوانی صاحب کو یہ خوشخبری دینا چاہتا ہوں کہ ہم نے یہ وجوہات بھی تلاش کر لی ہیں آج صبح ان پر بات ہوئی ہے اور possibility ہے کہ شاید آنے والے دنوں میں اس وجہ کا بھی تدارک ہو جائے گا۔

جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ حاضری کے معاملے کی کوئی اور بہتری آئی ہو یا نہ آئی ہو لیکن آپ اس کا بابرکت ہونا دیکھیں کہ آخر میں بھی دو اڑھائی سال سے اپنے بھائی مستی خیل اور نوانی صاحب کو بھی deal کر رہا ہوں اور ان سے مل رہا ہوں، ان سے باتیں کر رہا ہوں لیکن آج اس کی وجہ سے مستی خیل کی باتوں کی نوانی صاحب کو سمجھ آ گئی ہے۔ (قہقہے)

اللہ کرے یہ سلسلہ جاری رہے اور یہ دونوں ایک دوسرے کی باتوں کو سمجھیں اس سے ہمارا بہت بڑا مسئلہ حل ہو جائے گا۔

جناب سعید اکبر خان: جناب سپیکر! میں کسی عہدے کا candidate ہوں، ان تین سالوں میں کسی آدمی کو کہا ہے اور نہ ہی میں نے وزیر اعلیٰ سے بات کی۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: انہوں نے یہ بات نہیں کی۔

جناب سعید اکبر خان: جناب سپیکر! یہ وجوہات نہیں ہیں کہ میں وزیر نہیں بنا۔ وجوہات یہ ہیں کہ عوام کے جائز مسائل حل کرنے میں عوامی نمائندوں کو تکلیف آ رہی ہے۔ اصل وجہ یہ ہے۔ کیا دو بندے منسٹر بن جائیں تو مسائل حل ہو جائیں گے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! point of explanation

جناب علی حیدر نور خان نیازی: جناب سپیکر! رجسٹر یہاں سے اٹھوائیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: This is no way ذرا تشریف رکھیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! نوانی صاحب غلط سمجھے ہیں، میں نے بالکل یہ بات نہیں کی، میں نے cabinet induction کی بات نہیں کی بلکہ جن مسائل کی یہ بات کر

رہے ہیں میں نے وہی بات کی اس سلسلے میں اس سے پہلے بھی معاملات ہوتے رہے ہیں اور آج صبح بھی بات ہوئی آپ بھی وہاں موجود تھے۔

جناب قائم مقام سپیکر: پہلی بات تو یہ ہے کہ معزز ممبران سے میری گزارش ہے کہ میں نام لکھتا جارہا ہوں۔مستی خیل صاحب! آج کے ایجنڈے پر ضروری اشیاء کی مہنگائی پر بحث رکھی ہوئی ہے اور جتنے معزز ممبران ٹائم مانگتے جارہے ہیں میں سب کو ٹائم دے رہا ہوں۔رانا صاحب! میرے خیال میں اب بحث تو ہو ہی گئی ہے اور یہ بحث چل رہی ہے۔فوزیہ بہرام صاحبہ! میں نے آپ سے پہلے نگہت ناصر شیخ صاحبہ کو floor دیا ہوا تھا وہ بات کر لیں پھر آپ بات کر لیں۔چونکہ مستی خیل صاحب کا نام آیا ہے اس لئے یہ دوبارہ بات کر لیں۔ایک issue چل رہا ہے اس لئے یہ پہلے بات کر لیں۔مستی خیل صاحب! ذرا مختصر بات کرنا، آپ کی مہربانی۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! راناثناء اللہ صاحب بڑے زیرک اور ٹھنڈے مزاج کے آدمی ہیں۔میں آپ کی وساطت سے ان سے عرض کروں گا کہ رانا صاحب! میرے اور سعید اکبر نوانی صاحب کے درمیان پاکستان کی بہتری، solidarity, rule of law, supremacy of constitution اور غریبوں کے مسائل کے حوالے سے understanding موجود ہے۔دوسری گزارش یہ ہے کہ آپ نے اپنے House کا جو جنگ تماشا کروایا ہے یہ مناسب نہیں ہے۔اس معاملے کو آپ سپیکر چیمبر میں طے کر سکتے تھے۔

جناب قائم مقام سپیکر: مستی خیل صاحب! میں آپ کو ایک بات بتادوں، یہ بات میں بالکل ذمہ داری کے ساتھ کر رہا ہوں کہ کورم پورا کرانا حکومت کی ذمہ داری ہے اور یہ میرا فرض نہیں ہے۔میرا فرض House کو اچھے طریقے سے چلانا ہے اگر کورم نہیں ہوتا تو میں House کو ختم کر دیتا ہوں۔یہ حاضری والا فیصلہ میں نے خود کیا ہے، راناثناء اللہ صاحب نے اس کو acknowledge کیا اور انہوں نے اس میں میری مدد بھی کی ہے کیونکہ اس Chair کا احترام پورا House کراتا ہے۔ہم نے یہ ایک کاوش کی ہے، میں یہ نہیں کہہ رہا کہ اب یہ hard and fast rule بن گیا ہے کہ صرف یہاں House میں آ کر ہی حاضری شیٹ پر دستخط ہوں گے۔اس کو ہم بہتر کریں گے اور جب تک biometric system نہیں آتا اس وقت تک اس کو کسی بہتر انداز سے چلایا جا سکتا ہے۔ابھی میں اپنے سیکرٹری صاحب سے بات کر رہا تھا، کل سے ہم کوئی ایسا سسٹم کر لیں گے کہ جو ممبر یہاں سے داخل ہو گا اس کے بارے میں گیٹ پر کھڑا ہونے والا ملازم حافظ شفیق صاحب، جن کے پاس یہ حاضری لگ رہی ہے کو بتائے گا کہ فلاں

ممبر صاحب House میں داخل ہو گئے ہیں اور اس طرح وہ یہاں پر خود ہی اُن کی حاضری لگاتے رہیں گے اور جس وقت اجلاس ختم ہو گا تو یہ رجسٹر close ہو جائے گا۔ ہم نے اپنے معزز ممبران کی عزت میں کمی نہیں کرنی لیکن اُن ممبران کو بھی خیال کرنا چاہئے کہ جن کی آج تک proxy لگتی رہی ہے۔ میں ایک ایسی فہرست بھی تیار کروا رہا ہوں کہ جو لوگ یہاں پر نہیں آئے، جن کے بارے میں پتا ہے کہ وہ نہیں آئے لیکن ان کی پوری پوری حاضریاں لگی ہوئی ہیں۔ اس کا کیا جواز ہے؟ یہ قوم کا پیسا ہے جو ٹیکسوں کے ذریعے collect ہوتا ہے اور ہم سب اس کے لئے جواب دہ ہیں۔ جب ایک بات اچھائی کی طرف جا رہی ہے تو ہمیں اس کو resist نہیں کرنا چاہئے۔ آپ کی عزت میں کمی نہیں آنی چاہئے، اس بات کا Chair نے خیال رکھنا ہے کیونکہ میں آپ کا Custodian ہوں۔ اگر آپ کو یہ چیز بُری لگی ہے، یہاں House کے اندر آ کر دستخط کرنے میں آپ کو مسئلہ ہے تو حافظ شفیق صاحب بیٹھے ہیں ان کو House میں داخل ہونے والے معزز ممبران کے بارے میں بتایا جائے گا اور وہ یہاں پر ان کی حاضری خود ہی لگا لیا کریں گے۔ جب یہ اجلاس ختم ہو گا، جب sitting of the Assembly ختم ہو گی تو اسی وقت یہ رجسٹر close کر دیا جائے گا۔ اس پر تو کوئی اعتراض نہیں ہے؟

معزز ممبران: نہیں ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: تو بس ٹھیک ہے۔ ہم یہ شروع کر دیتے ہیں، یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! میرے بارے میں الفاظ استعمال کئے گئے ہیں کہ مستی خیل کا blood pressure high ہو گیا ہے۔ یہ الفاظ واپس لئے جائیں۔ [*********]

جناب قائم مقام سپیکر: مستی خیل صاحب! خدا کا خوف کریں، ایسا بالکل نہیں ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں مستی خیل صاحب کی اس بات پر سخت اعتراض کرتا ہوں۔ میں بھرپور انداز سے اس بات کو مسترد کرتا ہوں۔ آپ کے ذہن میں کوئی ایسی intention ہو ہی نہیں سکتی جبکہ آپ کا تعلق وکلاء برادری، عدلیہ، بار اور bench سے ہے۔ میرا خود اپنا background بھی ہے تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ ہم اس قسم کی کوئی بات سوچ بھی سکیں۔

* بحکم جناب قائم مقام سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب قائم مقام سپیکر: میں یہ کہوں گا کہ This was in very bad taste. یہ ٹھیک ہے کہ ہر ایک کو اپنی اپنی رنجشیں ہوتی ہیں لیکن اس طرح کی بات کرنا مناسب نہیں تھا۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! یہ بڑی زیادتی والی بات ہے۔ بات کرنے کے بعد مستی خیل صاحب ہاؤس سے باہر چلے گئے ہیں۔ یہ تو ہم سب کے لئے ایک اور مسئلہ بن جائے گا۔ یہ باہر کیا news جائے گی؟

جناب قائم مقام سپیکر: آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ میں مستی خیل صاحب کے یہ الفاظ کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔ جی، محترمہ نگہت ناصر شیخ صاحبہ!

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! میں بڑی دیر سے پوائنٹ آف آرڈر تو کسی اور مسئلے کے لئے مانگ رہی تھی۔ یہ ٹھیک ہے کہ یہ senior parliamentarians ہیں، جب وہ بات کرتے ہیں تو ہمیں ان کا احترام کرنا چاہئے میں یہ کہتی ہوں کہ کچھ ایسے ممبران بھی ہیں جو کہ آتے ہیں، کھڑے ہوتے ہیں، پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرتے اور پھر دوسروں کی بات سنے بغیر چلے جاتے ہیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ یہ بھی ایک غلط طریقہ ہے۔ آپ نے ممبران کو House کے اندر حاضری لگانے کا کہا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ کچھ ممبران کو اس پر اعتراض ہے لیکن ہم اپنے دستخط کرنے وہاں پر بھی تو جاتے تھے اگر ہم یہاں دستخط کر لیں گے تو اس میں کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ آپ نے اس کا بڑا اچھا حل بتا دیا ہے لہذا اب اس بات کو یہیں پر ختم کر دینا چاہئے۔

جناب سپیکر! میں ایک اور مسئلہ کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتی ہوں جس کا اس House میں پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے۔ ہماری تحاریک اور قرار دادوں کے ساتھ جو سلوک ہوتا ہے میں اس حوالے سے بات کرنا چاہتی ہوں۔ میری ایک تحریک التوائے کار نمبر 561 تھی۔ یہ پچھلے اجلاس کی تھی، ایجنڈے پر آئی لیکن اُس دن چونکہ بحث تھی اور یہ topic زیر بحث تھا اس لئے یہ پڑھی نہ جا سکی۔ اس کے بعد میں نے ایک اور تحریک جمع کرائی جو اس سے totally مختلف تھی لیکن اس کو یہ کہہ کر disallow کر دیا گیا کہ یہ repeat topic ہے اور میری اس پہلے والی تحریک کا reference دیا گیا۔ عجیب بات یہ ہے کہ آج House میں میری وہی تحریک پڑھی گئی ہے۔ وہی تحریک کہ جس کو repeat topic کہا گیا تھا وہ کسی اور ممبر نے پڑھ دی ہے تو میں آپ سے گزارش کروں گی کہ ان باتوں کا نوٹس لیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ ادھر ہی رُک جائیں۔ وہ دونوں تحریکیں اور جو پڑھی گئی ہے وہ میرے پاس لے کر آئیں۔ جس افسر یا اہلکار نے یہ کیا ہے میں اس کے خلاف بالکل کارروائی کروں گا۔ آپ یہ تحریکیں میرے پاس لے کر آئیں۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! اگر اجازت ہو تو میں ایک اور اہم مسئلہ کے بارے میں بھی بات کرنا چاہتی ہوں۔ میں صرف دو منٹ میں اپنی بات ختم کرلوں گی۔

جناب قائم مقام سپیکر: میری سارے معزز ممبران سے ایک اور بھی گزارش ہے کہ جب ہم کہتے ہیں کہ بہتری لانی ہے اور House کو احسن انداز سے چلانا ہے تو پھر آپ کو یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ ایک پوائنٹ آف آرڈر پر آپ تین تین، چار چار چیزیں point out نہیں کر سکتے۔ پوائنٹ آف آرڈر تو ایک specific point کے بارے میں ہوتا ہے۔ اس میں ایک specific بات کی جاتی ہے۔ اس وقت آپ تشریف رکھیں، میں آپ کو تھوڑی دیر بعد دوبارہ floor دے دوں گا۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! آپ تو پوائنٹ آف آرڈر پر لمبی لمبی تقریریں بھی سُن رہے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: دیکھیں! میری بات سنیں۔ مجھے اس بات پر بھی بہت زیادہ افسوس ہے کہ اب ہمارے معزز ممبران کوشش کرتے ہیں کہ کھڑے ہو کر زور لگا کر اپنی بات کو منوا لیں۔ اس ہاؤس کا decorum آپ لوگوں نے بنانا ہے، اس ہاؤس کو ہم سب نے مل کر چلانا ہے اس طرح پھر ہاؤس کی کارروائی میں بہتری نہیں آئے گی۔ اگر میں نے آپ کو کہہ دیا ہے تو آپ تشریف رکھیں، میں تھوڑی دیر بعد آپ کو پھر floor دے دوں گا۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: چلیں، ٹھیک ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، فوزیہ بہرام صاحبہ!

محترمہ فوزیہ بہرام: جناب سپیکر! میں نے یہاں حاضری رجسٹر پر دستخط تو نہیں کئے لیکن ہاؤس میں اس سے متعلق کافی باتیں ہوئی ہیں۔ شیخ علاؤالدین صاحب نے جس سسٹم کے بارے میں کہا ہے اس کو install کرنے میں کافی وقت لگے گا۔ اگر گیٹ پر بیٹھے ہوئے ملازم حاضری لگاتے ہیں تو میرا خیال ہے کہ یہ ایک better way ہے۔ میں ایک old parliamentarian ہوں اور اس وقت 253 ممبران سے senior ہوں۔ میں سمجھتی ہوں کہ یہ انتہائی بُری اور تضحیک کی بات ہے کہ جب ہم ہاؤس میں آئیں تو یہاں پر ہاؤس کے اندر حاضری لگائیں۔ کیا ہم کوئی پرائمری کلاس کے students ہیں؟ میں

کہوں گی کہ اس کے لئے ایک proper way adopt کیا جانا چاہئے۔ میری ایک بہن نے ابھی اس کو appreciate کیا ہے. Perhaps she does not know میں سمجھتی ہوں کہ ہر ایک کا اپنا opinion ہوتا ہے۔

جناب سپیکر! آج مہنگائی کے حوالے سے بحث رکھی ہوئی ہے تو میں اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک بات کہنا چاہتی ہوں کہ چھوٹے اضلاع میں مہنگائی کمیٹیاں، price control کمیٹیاں بالکل ناکارہ ہو چکی ہیں۔ میں ایک دن چکوال کے چھپڑ بازار میں خود گئی ہوں، وہاں ایک دکان پر جس بھاؤ میں سبزیاں مل رہی تھیں اس سے اگلی دکان پر کسی اور بھاؤ میں فروخت ہو رہی تھیں۔ اسی طرح تیسری دکان میں سبزیوں کے نرخ ان دونوں سے مختلف تھے۔ میں صرف مہنگائی check کرنے کے لئے وہاں گئی تھی اور میں نے سنجیدگی سے نوٹس لیا کہ وہاں دکانوں پر ڈی۔ سی۔ او کی طرف سے جاری کردہ نرخ نامہ تو موجود تھا لیکن دکاندار مرضی اپنی کر رہے تھے۔ جب تک آپ ان کمیٹیوں کو فعال نہیں کرتے، ان کمیٹیوں میں فعال ممبر نہیں ڈالتے اور ان کمیٹیوں کے اندر سے پارٹی بازی کو نہیں نکالتے تو اس وقت تک یہ معاملات درست نہیں ہو سکتے۔ میں کہتی ہوں کہ جو لوگ national spirit میں کام کرنا چاہتے ہیں انہیں ان کمیٹیوں میں ڈالا جائے تاکہ اس مہنگائی کا سدباب ہو سکے کیونکہ جو پیاز لاہور میں -/30روپے کلو مل رہا ہے وہ پیاز چکوال میں -/70روپے کلو نہیں ہو سکتا۔ حکومت کو اس جانب سنجیدگی سے توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ متعلقہ اضلاع کے ڈی۔ سی او صاحبان کو خبردار کرنا چاہئے

جناب سپیکر! میں یہ بھی کہنا چاہتی ہوں کہ اگر کوئی ممبر یہاں ہاؤس میں بات کرتا ہے تو اس کا نوٹس لینا چاہئے ابھی ناظم شاہ صاحب نے کہا کہ "نشستن، گفتن، برخاستن" اُن کی یہ بات بالکل میرے دل کو لگی ہے۔ کل نوانی صاحب نے جو بات کی تھی میں اس کو بھی appreciate کرتی ہوں کہ رجسٹر یہاں پر رکھنا اور اس طریقے کے ساتھ جانا جس کو اچھا لگتا ہو وہ جائے لیکن It is ridicules میں جتنے دن اسمبلی نہیں آتی ان دنوں کی میں اپنی غیر حاضری کا نوٹس بھیجتی ہوں اور میں بہت سے ایسے معزز ممبران کو جانتی ہوں جو دس دس، پندرہ پندرہ ممبران کی حاضریاں لگا دیتے ہیں ایسا کر کے وہ بھی غلط کرتے ہیں کیونکہ یہ قوم کا پیسا ہے تو روزِ قیامت جب ساڑھے بارہ کروڑ عوام کا ہاتھ گریبان پر ہو گا تو وہ جواب نہ دے سکیں گے۔ دوسرے ممبران کی حاضریاں لگانے والے ممبران یہ نہیں سمجھ سکتے کہ وہ کتنی بڑی مذہبی غلطی بھی کر رہے ہیں اس لئے میں سمجھتی ہوں کہ یہ better way ہے کہ ہاؤس کے تمام دروازوں پر ایک آدمی ہو وہ ہاؤس میں داخل ہونے والے معزز ممبر کی حاضری لگا دے۔

جناب قائم مقام سپیکر: بہت شکریہ۔جی، چودھری صاحب!

چودھری عرفان الدین: جناب سپیکر! کھاریاں شہر میرا حلقہ انتخاب ہے جس کے بارے میں صبح تحریک التوائے کار نمبری 2010/776 پیش ہوئی اور اس کا جواب آیا کہ منڈی مویشیاں کھاریاں غیر قانونی ہے۔ میں آپ کی وساطت سے لاء منسٹر صاحب کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں کہ اُس غیر قانونی منڈی میں گجرات کے معروف بھتہ خور گن پوائنٹ پر آج بھی فی دودھیہ جانور -/2000روپے اور فی گوشت دینے والے جانور کا -/1000روپے جگا ٹیکس وصول کر رہے ہیں لہذا اس غیر قانونی کام کو رکوایا جائے۔ شکریہ

جناب قائم مقام سپیکر: چودھری صاحب! اس معاملے پر already لاء منسٹر صاحب نے بات کر دی ہے۔ اب رانا تنویر ناصر صاحب!

رانا تنویر احمد ناصر: جناب سپیکر! یہاں پر ڈاکٹر زمرد یاسمین صاحبہ کی گاڑی کی بات ہو رہی تھی کہ اُس کو نقصان پہنچا لیکن شیخ علاؤالدین صاحب نے گاڑیوں کے premium کی بات کر دی تو میں سمجھتا ہوں کہ سر درد کا علاج بخار کی دوائی سے کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے جس سے میں disagree کرتا ہوں۔ جس واقعہ میں ڈاکٹر زمرد یاسمین کی گاڑی کو نقصان پہنچا تو پولیس اور سکیورٹی نے proper role play نہیں کیا، اُس دن یونیورسٹی کے سٹوڈنٹس کالجوں میں بورڈ آف گورنرز کے قیام کے خلاف احتجاج کر رہے تھے تو اگر پولیس اپنی ذمہ داری پوری کرتی تو وہ سٹوڈنٹس اسمبلی کے گیٹ تک نہیں پہنچ سکتے تھے اور بعد میں ہم نے دیکھا کہ جب پولیس کے ایک ڈی ایس پی نے اپنی فورس کو اکٹھا کیا تو پھر وہ سٹوڈنٹس بھاگ گئے اس لئے میں شیخ صاحب کی premium والی بات سے disagree کرتا ہوں۔ یہاں پر میں ایک اور بات کرنا چاہوں گا کہ آج رحیم یار خان میں دانش سکول کا افتتاح ہو رہا ہے وہ بہت اچھی بات ہے، میں اُسے غریبوں کا ایچی سن سکول کہوں گا اور میں سمجھتا ہوں کہ اس سے پنجاب اور خصوصاً جنوبی پنجاب میں ایک انقلاب آئے گا۔

جناب سپیکر! آپ نے معزز ممبران کی حاضری کا رجسٹر ایوان کے اندر رکھوایا ہے یہ بڑی اچھی بات ہے اور آپ حاضری کے حوالے سے جو بھی introduce system کریں گے وہ ہم سب کے لئے بہتری کا باعث بنے گا۔ بہت شکریہ

جناب قائم مقام سپیکر: رانا منور غوث صاحب!

رانا منور حسین المعروف رانا منور غوث خان: جناب سپیکر! میرے حلقہ پی پی۔36، سرگودھا میں 2001 سے 2010 تک جتنے بھی سکول بنے ہیں آج تک کسی سکول کی SNE جاری نہیں کی گئی وہاں پر کلاسوں کا اجراء نہیں کیا گیا اور وہاں پر سٹاف بھی مہیا نہیں کیا گیا تو حکومت پنجاب سے یہ گزارش ہے کہ یہ بڑا اہم مسئلہ ہے لہذا 2001 سے 2010 تک پی پی۔36، سرگودھا میں جتنے سکول بنے ہیں سب کی SNE جاری کر کے وہاں پر سٹاف مہیا کیا جائے اور اُن کی تنخواہوں کے لئے فنڈز دیئے جائیں تاکہ وہاں پر کلاسوں کا اجراء ہو سکے۔ اس کے ساتھ ساتھ تحصیل سلانوالی ایک brackish area ہے جہاں پر واٹر سپلائی سکیم اور نہری پانی کا خاطر خواہ انتظام نہیں ہے تو اس حوالے سے وزیر آبپاشی صاحب سے میری گزارش ہو گی اور یہاں پر اس وقت سیکرٹری پنجاب ہیلتھ انجینئرنگ بھی موجود ہیں اُن سے میری یہ گزارش ہے کہ واٹر سپلائی سکیموں کے لئے خصوصی طور پر توجہ دی جائے۔

جناب سپیکر! جہاں تک آپ نے مہنگائی کنٹرول کرنے کے حوالے سے اس معزز ایوان میں آج بحث کا آغاز کیا ہے تو آپ سے میری یہ گزارش ہے کہ یہاں پر ہر روز پریس کانفرنسیں سننے میں ملتی ہیں اور ہر روز لوگ میڈیا پر آ کر یہ باتیں کرتے ہیں کہ فیڈرل گورنمنٹ مہنگائی کنٹرول نہیں کر رہی، غریب آدمی کو کوئی incentive نہیں دیا جا رہا تو آپ کے علم میں ہے کہ فیڈرل گورنمنٹ نے محترمہ بے نظیر بھٹو شہید کے نام پر بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام شروع کیا ہوا ہے ہر دیہات، ہر گلی اور ہر محلے میں اُس سے لوگوں کو فائدہ پہنچ رہا ہے۔ مہنگائی کو کنٹرول کرنے کے حوالے سے جہاں تک پنجاب حکومت کی ذمہ داری ہے آپ کی وساطت سے پنجاب حکومت سے میری یہ گزارش ہے کہ مہنگائی کو کنٹرول کرنے کے لئے جو develop mechanism کیا گیا تھا تو 2001 میں جب ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کا devolution plan آیا۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: رانا صاحب! ایک منٹ تشریف رکھیں۔ لاء منسٹر صاحب! آج مہنگائی پر بحث کا ٹائم تھا لیکن معزز ممبران نے اس سے پہلے پوائنٹ آف آرڈر پر اتنا زیادہ بولنا شروع کر دیا ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! پہلے آپ پارلیمانی سیکرٹری صاحب کو موقع دیں کہ وہ اس پر بات کر لیں اور اُس کے بعد سارے معزز ممبران باری باری اس پر بحث کر لیں گے۔

سرکاری کارروائی

بحث

اشیاء ضروریہ کی قیمتوں کی ہوشربا گرانی پر عام بحث

جناب قائم مقام سپیکر: آج ایجنڈا پر چونکہ ضروری اشیاء کی مہنگائی پر عام بحث رکھی ہوئی ہے تو پارلیمانی سیکرٹری صاحب اس پر بحث کا آغاز کریں۔ میرے پاس معزز ممبران کی لسٹ already موجود ہے اس کے علاوہ جو دوست اس بحث میں حصہ لینا چاہیں وہ اپنے نام بھیجتے جائیں پھر ہم اُن کو باری کے حساب سے بلاتے جائیں گے۔ جی، پارلیمانی سیکرٹری خوراک!

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک(جناب محمد سعید مغل): جناب سپیکر! شکریہ۔ جیسا کہ معزز ممبران جانتے ہیں کہ ہمارے ملک میں مہنگائی ہر دم بڑھتی جارہی ہے اور رُکنے کا کوئی نام نہیں لیتی۔ اس کے عوامل انٹرنیشل مارکیٹ کے اندر prices کا بڑھنا ایک ثانوی سی بات ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے ہاں مقامی طور پر productivity کافی حد تک مفلوج ہو کر رہ گئی ہے اگر productive activities بڑھ جائیں گی تو مہنگائی بھی کنٹرول میں آجائے گی۔ حکومت بہت سے شعبوں میں عوام کو relief دینے کے لئے خاص طور پر خوراک کی چیزوں کو subsidize کرتی ہے لیکن میں ذاتی طور پر سمجھتا ہوں کہ یہ اس کا حل نہیں ہے جب تک ہمارے پورے ملک میں پیداواری صلاحیت میں اضافہ نہیں ہوتا تب تک شاید مہنگائی کا یہ جن ہمارے قابو میں نہیں آئے گا۔ ابھی پچھلے دنوں میں چائنا کی ایک رپورٹ پڑھ رہا تھا اُس میں یہ تھا کہ چائنا نے جتنی productivity increase کی ہے اُتنی کسی اور ملک نے بھی productivity increase نہیں کی۔ اُس کے بعد انڈیا، تائیوان یا دوسرے ممالک آتے ہیں اور اُس میں پاکستان شاید تیسویں چالیسویں نمبر پر بھی نہیں آتا تو میں سمجھتا ہوں کہ اس کی بنیادی وجہ productivity میں بہت کمی ہے اور اُس کے عوامل کیا ہیں ایک تو ہمارے پاس بجلی نہیں ہے جس کی وجہ سے صنعتیں تقریباً بند ہو چکی ہیں اور سوئی گیس بھی ناپید ہے جس کی وجہ سے ہماری انڈسٹری کو بہت بڑا دھچکا لگا ہے جس سے ہماری productivity ختم ہو کر رہ گئی ہے اور خاص طور پر انڈسٹری بحران کا شکار ہے۔ اس کے اور بھی بہت سے عوامل ہوں گے لیکن وزیر اعلیٰ پنجاب اور اُن کی پوری ٹیم نے اس حوالے سے جو steps اُٹھائے ہیں میں اُن پر تو اطمینان کا اظہار کرتا ہوں لیکن ان steps کے field کے اندر جو اثرات ہونے چاہئیں وہ اس طرح نہیں ہوتے شاید اس کے اندر بیوروکریسی کا بھی کچھ نہ

کچھ دخل ضرور ہوگا۔ خاص طور پر کمشنر حضرات اور ڈی سی اوز کو جو اختیارات دیئے گئے کہ پرائس کنٹرول کمیٹیاں بنائیں تو ڈی سی اوز نے اپنے اپنے اضلاع میں پرائس کنٹرول کمیٹیاں بنائیں جن کے اندر 12/12 official members اور 10/10 non official members ہیں۔ یہ لوگ اپنا کام تو کرتے ہیں لیکن ہمیں فیلڈ کے اندر اُس طرح کے اثرات نظر نہیں آتے جیسے کہ ہونے چاہیئں۔ میں چاہوں گا کہ اس حوالے سے ہمارے پاس جو باتیں پہنچی ہیں اُن کے ساتھ ساتھ معزز ممبران بھی اس پر اپنی اپنی رائے کا اظہار کریں اور اس میں ہمیں جو جو weak points نظر آئیں گے انشاء اللہ اُن پر مثبت اقدامات اُٹھائے جائیں گے۔ میں اس کے ساتھ ہی آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور آپ معزز ممبران کو دعوت دیجئے کہ وہ مہنگائی کے عنوان کے اوپر اپنی اپنی تجاویز کے ساتھ بات کریں۔ شکریہ

جناب قائم مقام سپیکر: اب اپوزیشن کی طرف سے جناب محمد محسن خان لغاری صاحب open کریں گے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! ہمارے پارلیمانی سیکرٹری نے جب بحث کا آغاز کیا تو انھوں نے اس چیز کو تسلیم کیا، مجھے تو یہی سمجھ لگی ہے کہ یہ admittance of the failure of Government to do anything about this جب انھوں نے کہا کہ D.C.Os نے پرائس کنٹرول کمیٹیاں بنائیں جن میں official 12 اور non-official 12 رکھے گئے جن کا کام یہ تھا کہ وہ اس چیز کو دیکھیں کہ اشیاء کی قیمتیں کنٹرول میں رہیں۔ ہمارے پارلیمانی سیکرٹری نے یہ بھی کہا کہ بجلی اور سوئی گیس نہ ہونے کی وجہ سے ہماری productivity low ہوئی ہے جس کی وجہ سے ہمارے یہاں پر مہنگائی ہو رہی ہے۔ میں ان کی یہاں پر تھوڑی سی یہ تصحیح کر دوں کہ ہماری essential food items کی production میں کمی نہیں ہوئی۔ ہماری food items کی price inflation over 60 percent ہے اور ہماری basic commodities اور essential needs کی price میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ ہم تھوڑا ساجذبات سے ہٹ کر اگر اسے حقائق کے مطابق دیکھنے کی کوشش کریں تو price hike اس وقت ہوتی ہیں جب آپ کے روپے کی قدر کم ہوتی ہے۔ ہماری حکومت بے تحاشا نوٹ چھاپ رہی ہے جس کی وجہ سے ہمارے نوٹوں کی قدر نہیں ہے۔ میں نے جب اس پر تھوڑی سی research کی تو یہ دیکھ کر مجھے حیرانی ہوئی کہ پچھلے 33 مہینوں کے اندر جب سے یہ حکومت آئی ہے اس دوران ہماری money circulation 55 percent increase ہو گئی ہے۔ اگر پہلے -/100 روپے in circulation تھے تو آج

155/- روپے circulate کر رہے ہیں۔ اس طرح 55 percent increase in money circulation ہے۔ اس طرح ہمارا national debt جس حساب سے بڑھ رہا ہے اس حساب سے ہمارے revenues اور expenditures کے درمیان gap کو fill کرنے کے لئے ہماری حکومت نوٹ چھاپ رہی ہے، جب وہ نوٹ چھپ رہے ہیں تو ان نوٹوں کی قدر کم ہو رہی ہے۔ آپ نے یا کسی دوسرے بھائی نے نشاندہی کی کہ بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام یا حکومت پنجاب کا جو 1000/- روپے دینے والا پروگرام تھا اس سے مہنگائی کم نہیں ہوئی بلکہ اس سے مہنگائی بڑھی ہے۔ آپ کسی کو پیسے دے دیں اور کہیں کہ اس سے مہنگائی کم ہو جائے گی تو نہیں ہو گی۔ اس کے لئے حکومت کو ایسی policies بنانی پڑتی ہیں کہ ان کو کس طرح check کیا جائے۔ یہ حکومت کا کام ہے اور حکومت کا بنیادی کام بھی یہی ہے کہ governance ہے۔ ہم پچھلے کئی سالوں سے بتدریج دیکھ رہے ہیں کہ حکومت کا governance کرنے کا style آہستہ آہستہ disinterested ہوتا جارہا ہے۔ گورنمنٹ دلچسپی نہیں لے رہی۔ ہم کوئی ایسی policies نہیں بنا رہے کہ جن کا اس ملک کی economy پر long term positive affect ہو اور جن کی وجہ سے ہماری productivity بھی بڑھے اور price hike بھی کم ہو۔ میں کہتا ہوں کہ ایک چیز جو آج 10/- روپے کی ہے کل 1000/- روپے کی ہو جائے لیکن اگر آپ کے پاس اس کو خریدنے کے لئے قوت خرید ہے تو مہنگائی نہیں ہے۔ ہم یہاں جا کر میکڈونلڈ کا برگر کھاتے ہیں تو ہمیں وہ 200/- روپے میں ملتا ہے اور جب ہم ولایت میں جا کر کھاتے ہیں تو ہمیں وہ پانچ پاؤنڈ کا ملتا ہے اور لوگ وہ خرید رہے ہیں۔ یہ چیزیں ایسی ہیں کہ ہماری حکومت نے ایسی policies بنانی ہیں کہ جن میں لوگوں کے پاس آمدنی کے ذرائع ہوں گے اور ان کی آمدنی ہو گی تو وہ ہر چیز خرید سکیں گے۔ اس طرح مہنگائی کا یہ جن ہمارے تابع ہو گا۔ اس کا جواب قیمتیں کم ہونا نہیں ہے بلکہ قوت خرید ہونا اس کا جواب ہے۔ ہمارے پارلیمانی سیکرٹری نے کہا کہ بجلی اور سوئی گیس کی وجہ سے کام نہیں چل رہا۔ اس کے علاوہ یہ fashion بن چکا ہے کہ پچھلے دور حکومت پر تنقید کی جاتی ہے کہ ان کی policies کی وجہ سے بجلی کی پیداوار میں اضافہ نہیں ہوا۔ میں تھوڑی سی تاریخ آپ کے سامنے رکھتا ہوں کہ 1999 میں جس وقت پچھلا دور حکومت شروع ہوا تھا تو اس وقت ملک کے اندر بجلی کی پیداوار ہماری demand سے زیادہ تھی اور IPP سے ہم مہنگی بجلی خرید رہے تھے اور ہمیں اس کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ ہم نے ان کی capacity کے اوپر پیسا دینا تھا اس لئے اس وقت consider ہو رہا تھا کہ ہم بجلی اپنے ہمسایہ ملک بھارت کو بیچنا شروع کریں کیونکہ ہماری production capacity اتنی زیادہ ہے اور ہم نے ان کو

capacity کے اوپر پیسے دینے ہیں تو ہم IPP سے مہنگی بجلی خرید کر باہر بیچ دیں کہ شاید ہمارے پاس کچھ پیسے آ جائیں۔ اس میں ہوا یہ کہ پچھلے دور حکومت میں stability کی وجہ سے ہماری industrial output اور GDP نے جو ترقی کی وہ unprecedented ہے۔ ہمارے کوئی بھائی اگر ٹیکسٹائل انڈسٹری سے وابستہ ہیں تو وہ جانتے ہوں گے کہ اس انڈسٹری میں spindle کی installed base double ہو گئی ہے تو ہماری ضروریات بڑھ گئیں۔ ہماری جب ضروریات بڑھ گئیں تو ہمارے energy کے resources ان کو پورا کرنے کے لئے کافی نہیں تھے۔ اس کے علاوہ energy بنانے کے لئے power generation ایسی چیز نہیں کہ آپ پرچون کی دکان سے جا کر اٹھا لائیں۔ ان منصوبوں کے gestation periods ہیں۔ ان کو بننے پر وقت لگتا ہے۔ ہمارے موجودہ وزیراعظم بار بار جا کر جن منصوبوں کا افتتاح کر رہے ہیں یہ وہ منصوبے ہیں جو کہ پچھلے دور حکومت میں شروع ہوئے تھے۔

(اذان ظہر)

جناب قائم مقام سپیکر: لغاری صاحب! قائد حزب اختلاف آ گئے ہیں۔ میں نے ان کا وقت آپ کو دیا تھا otherwise باقی ممبران کے لئے پانچ منٹ کی restriction ہے۔

چودھری صاحب! آپ اس وقت موجود نہیں تھے تو میں نے لغاری صاحب کو floor دے دیا تھا۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! بہت اچھا کیا تھا۔ میرے behalf پر جناب لغاری صاحب ہی ارشاد فرمائیں گے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں ایک اور گزارش کرنا چاہتا ہوں۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ تقریباً ایک ماہ پہلے جو اجلاس ہوا تھا تو اس میں price hike پر بڑی کھلی بحث ہوئی تھی اور تمام لوگوں نے حصہ لیا تھا۔ غالباً دو تین محکمے ایسے تھے جن کو wind up نہیں کیا گیا تھا ان میں سے ایک یہ بھی تھا۔ اگر تو wind up کرنے کے سلسلہ میں ہی دوبارہ اس موضوع پر بحث رکھ لی گئی ہے تو یہ ٹھیک ہے، otherwise ایڈوائزری کمیٹی کی میٹنگ میں 17 تاریخ سے pre budget proposals کے متعلق طے ہوا تھا اور price hike پر debate نہیں رکھی گئی تھی۔ اس وقت لاء منسٹر صاحب تشریف نہیں رکھتے، میں ان کی عدم موجودگی میں بات کر رہا ہوں اگر موجود ہوتے تو ان کی موجودگی میں بھی یہ بات کرتا کہ جو debates ہوتی ہیں جیسا کہ Law and Order, Price hike, Health علیٰ ہذالقیاس اور بھی جتنے موضوعات ہیں اگر چند دن پہلے معزز ممبران کو پتا ہو تو ان میں participation زیادہ ہو جاتی اور preparation بھی ہو جاتی جیسا کہ پہلے ہوا کرتا تھا۔ اس دفعہ یہ abruptly رکھ دی گئی ہے، ویسے بھی ایک ماہ کے اندر قیمتوں میں اضافہ ہی ہوا ہے کوئی فرق

نہیں پڑا کہ کم ہو گئی ہوں کہ ہم اس پر کوئی اچھی گفتگو کرنے کے لئے دوبارہ بلا لیں۔ میری استدعا یہ ہے کہ اگر آپ کے چیمبر کی طرف سے کوئی تبدیلی آتی ہے تو کم از کم دو دن پہلے بتا دیا جائے کہ ایک نئی بحث رکھی جا رہی ہے جس کے لئے میری تجویز ہے کہ معزز حکومتی اور اپوزیشن ممبران کو تیاری کے لئے اگر ٹائم مل جائے تو اس کے لئے ہم آپ کے مشکور ہوں گے۔ میں نے یہی گزارش کرنی تھی اور میرے behalf پر آج لغاری صاحب بات کریں گے کیونکہ میں نے پچھلے اجلاس میں price hike پر اپنی contribution کر دی تھی۔

جناب قائم مقام سپیکر: میں معزز ممبران کو یہ بھی بتا دوں کہ یہ بحث کل بھی جاری رہے گی اس لئے ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے لہذا جن کے نام آج آئے ہیں وہ آج بات کر لیں گے جو باقی رہ جائیں وہ کل بات کر لیں گے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میری آپ سے یہ گزارش ہو گی کہ یہاں ایک منسٹر تو بٹھا دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: بٹھا دیں گے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! ہمارے لئے اگر یہاں پر حاضریاں لگانی ہیں تو منسٹروں کے لئے بھی یہاں پر حاضریاں لگوانا شروع کرائیں کیونکہ منسٹر صاحبان کی دلچسپی کا یہ عالم ہے کہ ایک بھی منسٹر نہیں ہے اور آپ کے سامنے یہ سارے بنچ خالی پڑے ہوئے ہیں۔ یہ بھی ایک لمحہ فکریہ ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: بالکل صحیح بات ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میرے خیال میں پارلیمانی سیکرٹری بھی ایک ہی بیٹھے ہیں جو محکمہ خوراک کے ہیں ورنہ باقی کوئی بھی نہیں بیٹھے۔ حکومت کے مراعات یافتہ لوگوں کو شاید price hike سے فرق نہیں پڑتا۔

جناب قائم مقام سپیکر: اب چونکہ حاضری کی بات ہو رہی ہے تو جس طرح میں نے پہلے بات کی تھی تو کل صبح سے حاضری انہی معزز ممبران کی لگے گی جو ہاؤس میں داخل ہوں گے۔ وہاں پر ہم لوگوں کو تعینات کر دیں گے اور وہ نام لے کر حافظ شفیق صاحب کو دے دیں گے اور یہاں پر وہ حاضری لگایا کریں گے لیکن جیسے ہی اُس دن کا اجلاس ختم ہو گا تو اس وقت وہ رجسٹر close ہو جایا کرے گا۔ یہ میں پورے ہاؤس یعنی دونوں اطراف والوں کو بتا رہا ہوں۔ جی، لغاری صاحب!

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! ہم بات کر رہے تھے کہ پیسے کی قیمت کیوں گھٹتی ہے جس کی وجہ سے چیزیں مہنگی ہوتی ہیں۔ میں آپ کے توسط سے پارلیمانی سیکرٹری صاحب اور حکومت سے یہ گزارش کروں گا کہ جن چیزوں کا میں نے ذکر کیا تھا یہ وفاقی حکومت کے دائرہ کار میں آتی ہیں اور وفاقی حکومت ہر وقت سب سے جو بڑا بہانہ بناتی ہے اور حکومت کے جو apologists ہیں وہ بھی اس کے لئے fuel price hike کی بات کرتے ہیں۔ آپ لوگوں کو میں ایک بڑی مزیدار بات بتاؤں کہ میں ابھی انٹرنیٹ سے research کر کے آیا ہوں کہ مارچ 2008 میں جب موجودہ حکومت برسرِ اقتدار آئی تو oil کی قیمت اُس وقت 96 ڈالر فی بیرل تھی اور آج جنوری 2011 میں 91.27 ڈالر فی بیرل ہے it is a drop of about 5 percent یعنی تیل کی قیمتیں انٹرنیشنل مارکیٹ میں پانچ فیصد کم ہو چکی ہیں۔ اگر یہ بہانہ بنایا جائے کہ petroleum prices کی hike کی وجہ سے ہر چیز مہنگی ہو جاتی ہے تو وہ بہانہ بھی facts پر مبنی نہیں ہے۔ تیل کی قیمت مارچ 2008 سے لے کر اب تک پانچ فیصد کم ہوئی ہے اور اگر ہم اسی کا موازنہ باقی commodities سے کریں جس طرح ہر گھر کی ضرورت میں آٹا، گھی اور چینی آتی ہے یہ وہ چیزیں ہیں جو ایک غریب آدمی اور امیر دونوں نے کھانی ہیں۔ میں پھر عرض کروں گا کہ ہمارے اس ملک میں food inflation کا بجلی یا گیس کی قیمت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ سوئی گیس بھی کوئی ساتھ لے کر نہیں چلا گیا کہ پچھلی حکومت ختم ہوئی تو انہوں نے کہا کہ یہ گیس اور بجلی بھی ہم اپنے ساتھ لے کر جا رہے ہیں۔ اصل بات resource management کی ہوتی ہے۔ بدقسمتی سے ہم دیکھ رہے ہیں کہ وفاقی حکومت اور صوبائی حکومت دونوں resource management میں بہت کمزور ہیں۔ ہم اس وقت اپنی گندم کو سٹور کرنے کی بات کرتے ہیں تو میری research کے مطابق جس وقت آپ اپنی گندم open رکھتے ہیں تو آٹھ سے دس فیصد ضائع ہو جاتی ہے اور جس وقت ہم اسے نکالتے ہیں تو میرا نہیں خیال کہ ہماری ایسی کوئی پالیسی ہو گی کہ ہم پہلے عارضی سٹوروں سے گندم نکالیں اور بعد میں مستقل سٹوروں سے نکالیں کیونکہ وہاں پر گندم محفوظ رہتی ہے۔ ہماری منصوبہ بندی میں کمی کی وجہ سے یہ سارے factors آتے ہیں۔ ہمارے گھر میں میری بیوی کے ساتھ اس بات پر ذرا سی چپقلش رہتی ہے کہ گھر کا خرچہ کم کرو اس طرح نہیں چل سکتا اور وہ آگے سے مجھے یہی arguments دیتی ہے کہ میں کیا خرچہ کم کروں؟ میں نے کہا کہ "دال کھادی کرو، اوہ کہندی اے کہ دال دی قیمت دا پتا اے؟" اب دال اور پیاز بھی مہنگے ہو گئے ہیں۔ غریب آدمی پہلے کہتا تھا کہ "پیاز نال روٹی کھا لے گا" لیکن اب تو وہ بھی نہیں کھا سکتا۔ پرائس کنٹرول کمیٹیوں کا mechanism جو writ of the

Government ہے جو حکومت نے اپنا حکومت ہونے کا ثبوت دینا ہے، ہمارے اسی ہاؤس کے اندر یہ issues بھی discuss ہوئے ہیں کہ پانچ کلو کا pack پانچ کلو کا نہیں ہوتا جو ایک لیٹر کا دودھ ہے وہ پورا ایک لیٹر نہیں ہوتا۔ حکومت کسی چیز کو کہیں پر بھی کنٹرول نہیں کر پا رہی اور اس وقت حکومت ہمیں تمام معاملات میں بالکل بے بس نظر آتی ہے۔ حکومت اب کوئی پالیسی تو بنائے کیونکہ ہم بغیر پالیسیوں کے چل رہے ہیں۔ میں اس معزز ہاؤس کا ممبر ہوں اور میرا خیال ہے کہ کافی دلچسپی سے کام کرنے کی کوشش کرتا ہوں لیکن میں پچھلے تین سال میں یہ determine نہیں کر سکا کہ اس حکومت کی ایجوکیشن پالیسی کیا ہے؟ دانش سکول کو بھی سب praise کر رہے ہیں۔ چلیں، اگر یہ ایک تحصیل میں 200 بچوں پر مشتمل سکول چلا بھی سکیں اور afford بھی کر سکیں تو باقی اُس تحصیل کے tens of thousands of children کی بہتری کے لئے ہم نے کیا سوچا ہے؟ مہربانی کر کے حکومت اس پر کوئی پالیسی بنائے کہ اگر ہم نے commodities import or export کرنی ہیں تو کس وقت کرنی ہیں اور اس کے لئے financing کہاں سے کرنی ہے؟ آج بھی پیاز اور ٹماٹر کی ہماری جنگ انڈیا کے ساتھ trade کی لگی ہوئی ہے کیونکہ ہم بغیر کسی پالیسی کے چل رہے ہیں۔ اس ساری مہنگائی کی وجہ حکومت کی lack of policy and lack of vision ہے۔ یہ نہیں کہ ہمارے ہاں essential commodities کی production کم ہو گئی ہے بلکہ ہمارے ہاں حکومت کی writ ختم ہو گئی ہے۔ میری یہی گزارش ہو گی کہ جب یہ اپنی winding up speech کریں تو مہربانی کر کے حکومت سے consult کر کے کریں کہ اس پر حکومت کی پالیسی کیا ہے؟ ہمیں وہ پالیسی دے دیں تو ہم انشاء اللہ اس کو پورا سال آپ کے ساتھ monitor کرانے میں آپ کی مدد کریں گے کہ حکومت کی اس اہم issue پر یہ policy statement تھی اور ہم اس کو کس طرح سے follow کر رہے ہیں اور کس حد تک ہم اس پالیسی کے ساتھ stick to کر رہے ہیں؟ شکریہ

جناب قائم مقام سپیکر: بہت شکریہ۔ اب میں باقی ممبران کے نام پکاروں گا جس طرح میرے پاس لسٹ آئی ہوئی ہے اور پانچ منٹ کا ٹائم ہے لیکن اس سے پہلے میں یہ بتا دوں کہ کل صبح point out ہوا تھا کہ حاضری رجسٹر میں آٹھ ممبر موجود تھے اور 37 ممبران کی حاضری لگی ہوئی تھی لہذا میں اسمبلی سیکرٹریٹ کے اوپر سپیشل سیکرٹری آفتاب مقبول جوئیہ کی سربراہی میں کمیٹی بنا دیتا ہوں جس میں حافظ شفیق ڈپٹی سیکرٹری قانون سازی اور غلام معین الدین چشتی اسسٹنٹ سیکرٹری شامل ہوں گے۔ یہ پورا

probe into کر کے ذمہ داران کے نام ہمیں بتائیں گے اور ہم اُس پر کارروائی کریں گے۔ جی، اعجاز احمد خان صاحب!

جناب اعجاز احمد خان: شکریہ۔ جناب سپیکر! آج مہنگائی پورے پاکستان کی عوام کا مسئلہ ہے۔ قائد ایوان اور آپ اس بات پر مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس اہم issue پر debate open کی ہے۔ یہ اُس commitment کی indication ہے کہ مسائل ان ایوانوں میں زیر بحث آئیں اور اُن کے حل کے لئے ٹھوس تجاویز کو لے کر آگے چلا جائے۔ بلاشبہ آج جتنی ضرورت اس مسئلے کو address کرنے کی ہے ماضی میں شاید کبھی نہیں تھی لیکن جس طرح اپوزیشن کی طرف سے بالکل آنکھیں بند کر کے وفاقی حکومت اور صوبائی حکومت کو برابر کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے میں چاہوں گا کہ اس کو تھوڑا سا differentiate کیا جائے۔۔۔

سید ناظم حسین شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، فرمائیں!

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! یہ note کر لیں کہ مہنگائی کا اتنا اہم issue ہے لیکن گورنمنٹ کی presence دیکھ لیں کہ کوئی بھی منسٹر نہیں ہے۔ آپ تو سن رہے ہیں مگر جنہوں نے عملدرآمد کرنا ہے اُن میں سے بھی تو کوئی صاحب موجود ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: میرے خیال میں گیلری میں اس وقت سیکرٹری خوراک اور اس سے متعلقہ دوسرے لوگ بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ پارلیمانی سیکرٹری صاحب بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! میں نے تو صرف یہ point out کیا ہے لیکن اگر آپ سمجھتے ہیں تو ٹھیک ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: گیلری میں اور بھی افسران بیٹھے ہوئے ہیں۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! میرا مقصد صرف آپ کے سامنے point out کرنا تھا۔ If you justify it باقی آپ کی discretion ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: دراصل وزیراعلیٰ صاحب آج دانش سکول کی تقریب میں گئے ہوئے ہیں اور کابینہ کے بھی کافی زیادہ ممبران اُن کے ساتھ گئے ہوئے ہیں۔ ویسے میں ابھی direction بھی دے دیتا ہوں کہ جو یہاں پر موجود ہیں وہ ہاؤس میں آ کر بیٹھیں۔ باقی آپ کی بات بالکل صحیح ہے۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ:

Secretary is in the subjective position and Minister Incharge is the policy maker.

وہ policy makers ہوتے ہیں اور اسی لئے کسی بھی institution کا head minister ہوتا ہے تو:

Secretary can suggest but he cannot dictate. The Minister can dictate.

اس لئے سیکرٹری صاحب ہیں تو ہمیں ان کا احترام ہے مگر یہ دوسری بات ہے کہ ہم کہیں کہ ساری power بیوروکریسی کے پاس ہے لیکن آپ Rules and Regulation میں دیکھ لیں اور Constitution بھی دیکھیں کہ:

Minister is the head of the department. He is the policy maker.

اور سیکرٹری صاحب

Has to implement it? If it is Judiciary or Secretary, they are the executioner. They have to execute the policy of the State. They cannot make the policy Sir. Thank you

ڈاکٹر سامیہ امجد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: ابھی آپ کی باری نہیں آئی اس لئے آپ تشریف رکھیں۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! اس وقت وزراء ایوان میں موجود نہیں ہیں تو یہ اچھی بات نہیں ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: ڈاکٹر صاحبہ! آپ کی جب باری آئے گی تو آپ اس وقت یہ بات کرنا اب آپ تشریف رکھیں۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، فرمائیں!

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): شکریہ۔ جناب سپیکر! ہم سب بھی دیکھ رہے ہیں اور میڈیا بھی دیکھ رہا ہے کہ حکومتی ارکان کی آج کی بحث میں کتنی دلچسپی ہے اور اس کے لئے یہ وجہ بھی ہو

سکتی ہے کہ ہماری کابینہ کے ارکان آج جمعرات بازار میں سستی چیزیں خریدنے کے لئے گئے ہوں اس لئے آپ جاری رکھیں اور ہم آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، اعجاز خان صاحب!

جناب اعجاز احمد خان: مرکزی اور صوبائی حکومت کی ذمہ داری کا احاطہ کرنا ضروری ہے کیونکہ انہوں نے دونوں کو موردِالزام ٹھہرایا ہے۔ پٹرولیم، گیس، فرٹیلائزرز کے rates مرکزی حکومت fix کرتی ہے اور صوبائی حکومت ان rates پر عملدرآمد کروانے کی ذمہ دار ہوتی ہے تو ان اہم commodities کے بارے میں مرکزی حکومت کو دیکھنا چاہئے کہ آج عوام کی آمدنی کے ذرائع اس ratio سے نہیں بڑھ رہے جتنی کہ ایک مارکیٹ کے اندر گرانی ہو رہی ہے تو اس حوالے سے check & balance اور rates fixation کے ذریعے ہم عوام کو ریلیف دے سکتے ہیں۔ کچھ general commodities ہیں جن کے rate مارکیٹ طے کرتی ہے لیکن ہم ایک چیز دیکھتے ہیں کہ ایک مارکیٹ کے اندر commodity کا ایک rate ہوتا ہے اور دوسری shop پر اس کا دوسرا rate ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انتظامی افسران جن کی یہ ڈیوٹی ہے کہ وہ rate کو کنٹرول میں رکھیں، انہیں functional کرنے کی ضرورت ہے اور ان پر بھی check & balance لانے کی ضرورت ہے۔

جناب سپیکر! وزیر اعلیٰ پنجاب مبارکباد کے مستحق ہیں کہ رمضان المبارک میں اس حوالے سے انہوں نے خصوصی مہم شروع کی تھی اور ایک marginal difference market کے اندر ہم نے دیکھا تھا کہ مجسٹریٹ ٹاؤن کے اندر move کر رہے ہوتے تھے اور ٹاؤن کی مشینری ان کی back پر ہوتی تھی جس کے نتیجے میں لوگوں میں ایک sense create ہو گئی تھی کہ ہم نے rates کنٹرول کرنا ہے ورنہ ہم پر penalty clause بھی impose ہو گی تو میری یہ تجویز ہے کہ اس اچھی روایت کو پورے سال پر محیط ہونا چاہئے اور اسے continue کرنا چاہئے کیونکہ ہماری سوسائٹی کے اندر اس کے لئے باقاعدہ ایک مہم شروع کی جائے کہ different rates of markets پر check & balance کے لئے ایک مہم شروع کی جائے لیکن میڈیا کی campaign نہ ہونے کے برابر ہے اور اس میں نتیجتاً ریاستی اہلکاران کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے۔ آخری دفعہ مہینہ پہلے جب اس پر بات ہوئی تھی تو میں نے گزارش کی تھی کہ اگر میں لاہور سے ممبر ہوں تو میں نے خود اپنے area کو check کیا ہے کہ بہت سارے پٹرول پمپ کم مقدار اور ناقص پٹرول دیتے ہیں تو میں نے ایوان کے اندر یہ گزارش کی تھی کہ ان کے لئے Labour Department کو activate کیا جائے کہ وہ جا کر ان کی checking کریں

اور آج میں یہ بات آپ کے سامنے دعوے کے ساتھ کرتا ہوں کہ لاہور کے اندر 95 فیصد پٹرول پمپ کم مقدار میں تیل فروخت کرتے ہیں اور وہ ناقص ہوتا ہے تو اس کے لئے میری ایک تجویز ہو گی کہ حکومتی سطح پر ایک مہم شروع کی جائے اور نرخ تو پہلے ہی آسمان سے باتیں کر رہے ہیں لیکن جب آپ کو ایک لیٹر کی بجائے پونا لیٹر مل رہا ہو تو یہ double زیادتی اور ظلم ہے جس کی روک تھام کی جانی چاہئے۔ حکومتی اہلکاران کو activate کیا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ پرائس کنٹرول کمیٹیوں کے concept کو review کرنے کی ضرورت ہے کہ پرائس کنٹرول کمیٹیاں بنائی جائیں جن میں منتخب نمائندے اور مارکیٹ کے عہدیداران موجود ہوں تاکہ مارکیٹ کے اندر انہی کے نمائندگان کو شامل کر کے price controlling کے لئے اقدامات کریں۔

جناب سپیکر! آپ دیکھتے ہیں کہ ہماری نوجوان نسل تعلیم یافتہ ہو رہی ہے اور اس کی بڑی تعداد میں potential موجود ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ اس ratio کے ساتھ ملازمتیں پیدا نہیں ہو رہیں اور پرائیویٹ سیکٹر بُری طرح under pressure ہے کیونکہ ملک کے اندر امن وامان کے حالات نامساعد ہیں جن کی وجہ سے foreign investment بند ہو چکی ہے تو ایسے حالات میں ضرورت اس امر کی ہے کہ مرکزی حکومت کی طرف سے فوڈ سپورٹ سکیم کے ذریعے جو پیسے دیئے جا رہے ہیں تو میری اس ایوان کی وساطت سے مرکزی حکومت کو humble گزارش ہو گی کہ اس کے لئے چھوٹے کاروبار کے قرضوں کا اجرا کیا جائے۔ میں ذاتی طور پر بڑے محتاط انداز میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ ایک ہزار روپیہ کسی خاندان کو دینے سے وہ results نہیں دیتا جو results چھوٹے کاروبار شروع کرنے اور opportunity فراہم کرنے سے ہیں۔

جناب سپیکر! بنکوں نے بھی آج کل cottage industry کے لئے اپنے loans بند کئے ہوئے ہیں تو مرکزی حکومت کو ایسے حالات create کرنے چاہئیں کہ ہمارے منفی رجحانات کی طرف راغب نوجوانوں کو کاروبار کرنے کے لئے قرض کی سہولت فراہم کرے تاکہ street crimes اور سوسائٹی میں create ہونے والے upset کی روک تھام ہو سکے۔ شکریہ

جناب قائم مقام سپیکر: رانا منور غوث خان صاحب!

رانا منور حسین المعروف رانا منور غوث خان: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں بات کر رہا تھا کہ پنجاب میں اس وقت بہت زیادہ مہنگائی ہے جو کہ پورے ملک اور پوری دنیا میں ہے اور اس چیز کو realize کیا جا رہا ہے کہ پوری دنیا اس وقت مہنگائی کی لپیٹ میں ہے لیکن خاص طور پر پاکستان اور پنجاب کی حکومت کو

موردِ الزام ٹھہرا دیا جاتا ہے کہ مہنگائی کو حکومت کنٹرول نہیں کرتی اور ان کے بس کی بات نہیں ہے اور اس حوالے سے ہر روز criticize کیا جاتا ہے۔ میری یہ گزارش ہے کہ چینی، آٹا، گھی جہاں سے یہ ساری چیزیں تیار ہوتی ہیں یعنی فیکٹریوں کے گرد مافیا گھومتا ہے اور ان چیزوں پر ایک مافیا کا کنٹرول ہے اور جب وہ چاہتے ہیں اور جب ان کی مرضی ہوتی ہے تو وہ ان چیزوں کو سٹاک کر لیتے ہیں اور ان کی black market کر دیتے ہیں اور پھر اپنی مرضی سے قیمتیں لگاتے ہیں۔ حکومت پنجاب نے پرائس کنٹرول کمیٹیاں بنائی ہیں اور عوامی نمائندوں کے علاوہ مارکیٹوں کے لوگوں کو شامل کیا گیا ہے جو کہ میرا خیال ہے کہ affective role play نہیں کر رہیں تو میری آپ کی وساطت سے پنجاب حکومت سے یہ گزارش ہے کہ جس طرح سے پہلے مجسٹریٹ چھاپے مارتے تھے اور عوامی نمائندوں کو ساتھ لے کر انہیں آگاہ کرتے تھے کہ ہماری یہ performance ہے تو فوری طور پر ایسے اقدامات کر کے مہنگائی کو کنٹرول کرے۔ مہنگائی ضرور ہے اور یہ ہمارے ملک کی problem ہے کہ dictatorship کی حکومت کی وجہ سے اس ملک میں اتنی مہنگائی ہوئی ہے اور قیمتیں بڑھی ہیں اور ان قیمتوں کو کنٹرول کرنے کے لئے دو تین سال کا عرصہ کافی نہیں بلکہ اس پر کچھ وقت لگے گا اور انشاء اللہ یہ چیزیں ٹھیک ہو جائیں گی۔

جناب سپیکر! مہنگائی کو کنٹرول کرنے کے لئے پہلے کمیٹیاں بڑا affective role play کرتی تھیں اور ان کے پاس اختیارات بھی ہوتے تھے تو میری پنجاب حکومت سے یہ گزارش ہے کہ ان کمیٹیوں کو بااختیار کیا جائے اور جو لوگ مہنگائی کر کے چیزوں کو عام آدمی کی پہنچ سے باہر کر رہے ہیں یا عوام کے مفاد کے خلاف کام کر رہے ہیں انہیں فوری طور پر سزائیں اور جرمانے کئے جائیں تاکہ یہ مہنگائی کنٹرول ہو سکے۔ اس وقت دالوں، سبزیوں، آٹا، چینی، گھی اور اشیائے خورد و نوش عوام کی reach سے باہر ہو چکی ہیں تو ان کو کنٹرول کرنے کے لئے، چونکہ یہ روزمرہ کی ضروریات ہیں، ہر بندے نے اس سے فائدہ اٹھانا ہے اور ہر بندے کی یہ ضرورت ہے۔ ان کو مہنگائی سے بچانے کے لئے پنجاب حکومت کو ہنگامی بنیادوں پر، جس طرح ہر سال رمضان المبارک میں ایک ہنگامی پروگرام بناتے ہیں اسی طرح سے یہ ہنگامی پروگرام پورے صوبہ پنجاب کے لئے بنانے چاہئیں اور ان پر خصوصی توجہ دینی چاہئے۔ جہاں تعلیم کو عام کرنے کے لئے، نہری پانی کی چوری روکنے کے لئے اور لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال بہتر بنانے کے لئے حکومت فوری اقدامات کر رہی ہے اسی طرح مہنگائی روکنے کے لئے بھی اقدامات کرے۔ ہماری عوام جو مہنگائی کے crises کو face کر رہی ہے پنجاب حکومت کو ان crisis کو روکنے کے لئے اور ان پر فوری اقدامات کرنے کے لئے ایک special task لینا چاہئے۔ چاہے عوام کے لوگ ہوں، چاہے عوامی نمائندے

ہوں، چاہے سرکاری آفیسران ہوں ان تمام کو ان میں contribute کرنا چاہئے اور وزیر اعلیٰ پنجاب کو خصوصی focus کرنا چاہئے۔ بہت شکریہ

جناب قائم مقام سپیکر: شکریہ۔ جناب احمد خان بلوچ!

جناب احمد خان بلوچ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! آپ نے دو issues اکٹھے کر دیئے ہیں اور اجازت دی ہے کہ دونوں issues پر بات کر سکتے ہیں۔ میں پہلے issue میں حصہ لینا چاہتا تھا اور اس میں میرا نام بھی تھا۔ میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے جو کچھ کیا ہے اس میں خدا نخواستہ یہ نہیں ہے کہ آپ نے ممبران کی insult کرنی ہے یا ہاؤس کی insult کرنی ہے۔ آپ Custodian ہیں، آپ تو ہماری حفاظت کے لئے ہیں بلکہ جہاں ہماری insult ہوتی ہے ہم اپنی بات آپ تک پہنچاتے ہیں۔ آپ کا مقصد اچھا کام کرنا ہے اور اس میں کوئی شک بھی نہیں ہے لیکن گزارش یہ ہے کہ یہ تھوڑا سا کرنے پر میڈیا نے جو ہمارے ساتھ سلوک کیا ہے، آپ نے دیکھا یا نہیں دیکھا، میڈیا نے کہا ہے کہ چور پکڑے گئے اور ممبران کی چالاکیاں پکڑی گئیں۔ انہوں نے وہ الفاظ کہے ہیں کہ یہاں کہتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔ حالانکہ اس میں چور والی بات تھی نہ چالاکی والی بات تھی۔ رجسٹر باہر ہوتا ہے کوئی ممبر آ کر اپنی حاضری لگا کر وہیں سے ہی باہر چلا جائے کیونکہ وہ پابند نہیں ہے کہ ضرور ہاؤس میں آئے اور کارروائی میں حصہ لے۔ جب رجسٹر اندر لایا جائے گا تو اس پر اس کی حاضری تو لگی ہو گی لیکن وہ ممبر ہاؤس میں نہیں ہو گا۔ اس چیز کو دیکھتے ہوئے میڈیا نے اس کو بہت اچھالا کہ چوروں کی چالاکیاں پکڑی گئیں اور چور پکڑے گئے حالانکہ اس میں کوئی چوری والی بات نہیں ہے۔ یہ معزز ممبران ہیں اور دو دو لاکھ لوگوں کے نمائندے ہیں۔ یہ چھ سو یا سات سو کلو میٹر دور سے اس لئے نہیں آتے کہ انہوں نے یہاں آ کر صرف -/2000 روپے لینے ہیں حالانکہ وہ روزانہ -/5000 روپے اپنی جیب سے خود خرچ کر جاتے ہیں۔ انہوں نے صرف -/2000 روپے کی خاطر اتنی بے عزتی والا کام کیوں کرنا ہے؟ میں ایک تجویز دیتا ہوں کہ -/2500 روپے کو ختم کر دیں لیکن خدا کے لئے ممبران کی بے عزتی نہیں ہونی چاہئے۔ یہ ہماری بے عزتی ہے، ہماری insult ہے اور ہم دو اڑھائی ہزار روپے قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اگر آپ نے حاضری سسٹم سرمائے کی حفاظت کے لئے کیا ہے تو بے شک وہ ہمیں دینے بند کر دیں، ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔ یہ پابندی لگانا کہ بچوں کی طرح آئیں، پھر قطار میں کھڑے ہوں اور حاضریاں لگائیں یہ غلط ہے۔ یہ ہاؤس شاید 1945 یا کب سے چل رہا ہے، 1977 کی بات تو شاہ صاحب نے کی ہے اور میں

بھی 1985 سے آرہا ہوں لیکن یہ پہلی دفعہ دیکھا ہے کہ یہاں رجسٹر رکھا ہوا ہے اور ممبران بچوں کی طرح آکر حاضریاں لگا رہے ہیں۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: بلوچ صاحب! یہ بات تو ہو گئی ہے اب آپ price hike پر بات کر لیں۔

جناب احمد خان بلوچ: جناب والا! میری اس میں ایک تجویز ہے، آپ مہربانی کریں یہاں بندے کھڑے کرنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کے عملے میں سے کوئی دو دیانتدار آدمی وہاں کھڑے ہو جائیں اور وہ غلط حاضری لگانے ہی نہ دیں۔ یہاں کہا جا رہا ہے کہ ایک ممبر کی حاضری دوسرا ممبر لگا رہا ہے اگر وہاں پر دو آدمی کھڑے ہو جائیں گے تو کوئی بھی دوسرے کی حاضری نہیں لگائے گا، آپ کا مقصد بھی حل ہو جائے گا اور ممبران کی عزت بھی بحال رہے گی۔ مہربانی کریں، ہم یہاں سات سو اور ہزار کلو میٹر سفر کر کے اس مقصد کے لئے نہیں آتے۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: بلوچ صاحب! آپ نے price hike پر تو بات ہی نہیں کی۔ پانچ منٹ تک آپ نے اس پر بات کر لی جس کا ہم نے فیصلہ کر لیا ہے۔

جناب احمد خان بلوچ: جناب سپیکر! میں صرف دو باتیں کہہ کر ختم کر دیتا ہوں۔ میں نے تو کبھی آپ کی حکم عدولی نہیں کی ہے۔ اگر آپ کہتے ہیں کہ بیٹھ جاؤ تو میں بیٹھ جاتا ہوں۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ کا بہت شکریہ

جناب احمد خان بلوچ: جناب سپیکر! ایسی بات نہیں ہے۔ ہمیں آپ کی Chair کا طریق کار پسند ہے، آپ کے بیٹھنے سے یہاں ہاؤس میں رونق ہی کچھ اور ہوتی ہے، ہاؤس میں rules کی پابندی بھی ہوتی ہے اور یہاں اچھا اور بُرا بھی کہا جاتا ہے۔ میں خوشامد والی بات نہیں کر رہا ہوں بلکہ میں سیدھی سی بات کر رہا ہوں۔۔۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! میں احمد خان بلوچ سے معذرت کے ساتھ کہتا ہوں۔ یہ حدیث مبارکہ بھی ہے کہ اگر کسی کی اچھائی ہو تو اس کے سامنے کی جائے تاکہ اس میں حوصلہ پیدا ہو۔ بلوچ صاحب خوشامد کرنے والے نہیں ہیں۔

جناب احمد خان بلوچ: جناب سپیکر! اس وقت کاشتکار کے لئے سب سے بڑا مسئلہ کھاد کا ہے۔ کھاد بلیک ہو رہی ہے، یوریا اور DAP بلیک ہو رہی ہے۔ اس وقت گندم کے لئے کھاد کی ضرورت ہے، سورج مکھی کے لئے کھاد کی ضرورت ہے اور مکئی کے لئے کھاد کی ضرورت ہے۔ اس وقت وہ ٹائم ہے کہ کھاد کی انتہائی

ضرورت ہے مگر وہ بلیک ہو رہی ہے۔ مہربانی کر کے اس پر کنٹرول کریں، اگر آپ کاشتکار کو خوشحال بنا دیں گے تو مہنگائی پر کنٹرول ہو جائے گا۔ مہنگائی پر کنٹرول تب ہو گا جب کاشتکار خوشحال ہو گا۔ آپ کے پاس دالیں، پیاز، گھی، چینی اس وقت پہنچیں گی جب آپ کاشتکار کو خوشحال کریں گے۔ اگر پیاز کے سات سو ٹرک انڈیا جائیں گے، ان کو تو اب روک لیا گیا ہے لیکن اس سے پہلے پتا نہیں کتنے چلے گئے ہیں۔ پہلے غیر ممالک میں پیاز بھیج دیتے ہیں پھر ہمیں مہنگی پیاز دوسرے ملکوں سے لینی پڑتی ہے۔ خدا کے لئے اس پالیسی کو صحیح کریں۔ جب اپنی چیزیں ہوتی ہیں، جب وہ ہمارے غریب لوگوں تک پہنچنے لگتی ہیں تو اسے ہم دوسرے ملکوں کو دینا شروع کر دیتے ہیں جب یہاں جلوس نکلتے ہیں تو پھر ہم وہی چیزیں چار گنا مہنگے داموں اپنے ملک میں لاتے ہیں خدا کے لئے اس پالیسی کو صحیح کریں۔ ہمیں افسوس اس چیز کا ہے کہ چینی بھی ہمارے پاس ہے، گھی بھی ہمارے پاس ہے، دالیں بھی ہمارے پاس ہیں اور وہ کون سی چیز ہے جو ہمارے ملک میں نہیں ہے؟ ان چیزوں کے ہونے کے باوجود بھی اگر یہ نہیں ملتیں تو پھر افسوس ہوتا ہے۔ اس کا واحد حل یہ ہے کہ آپ ذخیرہ اندوزوں پر کنٹرول کریں کیونکہ جب یہ چیزیں ذخیرہ اندوز ہوتی ہیں تو پھر ہی یہ مہنگی ہوتی ہیں۔ ذخیرہ اندوزی کو کنٹرول کر لیں، یہ چیزیں ہمارے ملک میں کبھی کم ہوئی ہیں اور نہ ہو سکتی ہیں۔ مہربانی

جناب قائم مقام سپیکر: بہت شکریہ۔ ڈاکٹر سامیہ امجد!

ڈاکٹر سامیہ امجد: شکریہ۔ جناب سپیکر! ہمارے ایک محترم شاعر انور مسعود صاحب ہیں جن کی شاعری National اور International level پر بہت مشہور ہے۔ ان سے معذرت کے ساتھ میں ان کی نظم "اج کی پکائیے" پر parody عرض کرتی ہوں۔

اَج کی پکائیے دس تیرا کی خیال اے
میں کی خیال دساں میری کی مجال اے
رحمیا چل اج فیر چسکے ای لائیے
لبھ جان سستیاں تے بھنڈیاں پکائیے
وچ ہووے بکرے دی پُٹھ دیاں بوٹیاں
نال ہوون چھنڈیاں تندور دیاں روٹیاں
اُٹھاں فیر میاں صاحب پھڑاں میں تیاریاں
بھنڈیاں بناواں اَج رَج کے کراریاں

میاں صاحب سنیا نئی منڈی دیاں چوریاں
ڈیڑھ سو کلو بھنڈیاں ڈیڑھ سو کلو توریاں
تڑکے دی گل کیتی رال وگ پئی اے
مزہ مک نہ جائے حساب کر لئی اے
بھنڈیاں دے نخرے تے چار سواں دا گرم مصالحہ ہوئے
سینتی سواں دی الیچی دی آیا خشبو ہوئے
بُھنن لئی اک سو پچاسیاں دا گھیو ہوئے
ڈھائی سو کلو تھوم لہسن
اک سو چالیاں دا ادرک
تن سو وی دیاں لال مرچاں
سو دیاں ہریاں مرچاں
ساڈھے پنج سو دی پین گیاں بکرے دی بوٹیاں
نال ہو جان گیاں -/2روپے تندور والیاں روٹیاں

جناب قائم مقام سپیکر: جی، عبدالوحید چودھری صاحب!

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! محترمہ نے ابھی ایک نظم پڑھی ہے، میں بھی ایک شعر عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، ناظم حسین شاہ!

سید ناظم حسین شاہ:

اعتبار نہ کر انہاں سوہنیاں تے
اَج کجھ ہوندن کل کجھ ہوندن
منہ زور مزاج دے مالک ہن
گھڑی کجھ ہوندن پل کجھ ہوندن
انہاں حسن دیاں بھریاں بوتلاں دے
گل کجھ ہوندن تل کجھ ہوندن

ہن شاکر مثل کریہاں دے
بُھل کجھ ہوندن بُھل کجھ ہوندن

جناب عبدالوحید چودھری: جناب سپیکر! میں آپ کا انتہائی ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے ٹائم دیا۔ یہ انتہائی اہم اور حساس قسم کا مسئلہ ہے۔ آج غریب غربت کی چکی میں پس رہا ہے۔ غریب کا جینا حرام ہو گیا ہے اُسے دو وقت کی روٹی بھی میسر نہیں ہے۔ آج غریب کا پورا خاندان صبح سے لے کر رات تک روز روزی کی تلاش میں نکلتا ہے اور بڑی مشکل سے شام کو اس کا چولہا گرم ہوتا ہے۔ اس مہنگائی کے جِن کو کنٹرول کرنا بہت مشکل ہو چکا ہے۔ یہ مہنگائی کا جن بوتل سے باہر آ چکا ہے۔ آج سے تقریباً دس سال پہلے جب 2001 کا آرڈیننس پیش کیا گیا تھا تو اس میں مجسٹریسی نظام کو ختم کیا گیا اس نظام کو ختم کرنے کے بعد پرائس پر کنٹرول رہا، نہ کوالٹی پر۔ اس وقت سے آج تک یہ جن کسی کے قابو میں نہیں آ رہا۔ آج اگر ہم اس مہنگائی کو ختم کرنا چاہتے ہیں، آج اگر ہم غریبوں کو ریلیف دینا چاہتے ہیں تو میں کہوں گا کہ بے نظیر انکم سپورٹ سکیم کے ذریعے پنجاب کے غریبوں کو -/1000 روپے دینے سے ان کی روزی کا مسئلہ حل نہیں ہو جاتا۔ ہم اس قوم کو بھکاری بنا رہے ہیں، ہم اس قوم کو غربت کی طرف لے کر جا رہے ہیں۔ ہم اس قوم کو کیا سکھا رہے ہیں؟ اس طرح سال میں 60۔ارب روپیہ ضائع ہو رہا ہے۔ اس سے بہتر تھا کہ ہم بنگلہ دیش کی طرف دیکھتے اور ہوم انڈسٹری کی طرف جاتے، 60۔ارب روپے میں کتنے شہروں میں چھوٹی ہوم انڈسٹری لگائی جا سکتی تھی جس سے غریبوں کو روزگار بھی ملتا، مہنگائی پر بھی کنٹرول ہوتا، ان کا چولہا بھی جلتا۔ کہنے کو تو کمیٹیاں بنا دی گئیں، تمام ڈی سی اوز نے اپنے اضلاع میں کمیٹیاں بنا دیں لیکن کمیٹیاں بنانے سے مہنگائی پر کنٹرول نہیں ہوتا۔ ان کمیٹیوں کو فعال بنانے اور اختیارات دینے سے مہنگائی پر کنٹرول ہو گا۔ جب رمضان میں خصوصی ٹیمیں چلتی ہیں، سپیشل ٹاسک فورس بنتی ہے تو مہنگائی پر کنٹرول ہو جاتا ہے۔ میں وزیر اعلیٰ صاحب سے یہ بھی گزارش کروں گا کہ ان کمیٹیوں کو بااختیار بنا کر ان کو مجسٹریسی اختیارات دیئے جائیں۔ اسلام میں سزا کا قانون کیوں ہے؟ اس لئے کہ خوف سے جرم کم ہو جاتا ہے۔ جب کسی کو خوف نہیں ہو گا تو جرم کم نہیں ہو گا۔ آج پورے ملک میں ذخیرہ اندوزوں کا قبضہ ہے۔ جب تمام شوگر ملوں والے اکٹھے ہو جاتے ہیں تو پھر صوبائی حکومت کچھ کر سکتی نہ وفاقی حکومت۔ قیمتیں آسمان تک جا پہنچتی ہیں پھر ہمیں بادل نخواستہ باہر سے چینی منگوانی پڑتی ہے۔ اس وقت وفاقی اور صوبائی حکومت کو سخت سے سخت اقدامات کرنے کی ضرورت ہے اس کے لئے ان کو عبرت کا نشان بنایا جائے جب تک ہم ان لوگوں کو سخت سے سخت سزا نہیں دیں گے تو یہ ذخیرہ اندوزی ختم نہیں ہو گی۔ اس

کے لئے ہمیں اپنی حکومتوں میں کرپشن ختم کرنی ہو گی، ہمیں سب سے پہلے این آر او پر عملدرآمد کرنا ہو گا، جو عدالتی فیصلے ہیں ان پر عملدرآمد کرنا ہو گا۔ ہمیں اپنے ایوان میں اپنے وزراء میں اور اپنے تمام محکموں میں کرپشن ختم کرنا ہو گی۔ بے جا اخراجات ختم کرنے ہوں گے، کیبنٹ کا حجم کم کرنا ہو گا، سرکاری اخراجات کو کم کرنا ہو گا اور پھر زراعت پر انحصار کرنا پڑے گا۔ آج ہم نے اپنے ملک کو سنگاپور اور ہانگ کانگ بنانے کی مثالیں تو بہت دیں لیکن ground reality یہ ہے کہ جب تک ہم اپنے ملک کی زراعت پر انحصار نہیں کریں گے، اپنے ملک کے وسائل کو بروئے کار نہیں لائیں گے، اپنے ملک کی زمینوں میں چھپے ہوئے خزانوں کو نکال کر ان پر انحصار نہیں کریں گے تو ہمارا ملک ترقی نہیں کر سکتا۔ آج ہم ڈی ڈی او (آر) اور ڈی او (آر) پر انحصار کرتے ہیں کہ وہ پرائس پر کنٹرول کریں گے۔

آخر میں، میں آپ کی توسط سے یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ خُدا کے لئے تمام ایم پی ایز کو کم از کم ان کے حلقوں تک اختیارات دیئے جائیں کہ وہ ان کو check کر سکیں۔ جب آپ رمضان میں ان کو اختیارات دیتے ہیں تو مہنگائی پر کنٹرول ہوتا ہے۔ مہنگائی کو کنٹرول کرنے کے لئے سرمایہ دارانہ سسٹم میں جو مڈل مین ہے، جو سب کچھ ہڑپ کر جاتا ہے اس پر کنٹرول کرنا بہت ضروری ہے اور جو ذخیرہ اندوز ہیں ان کو کڑی سے کڑی اور عبرتناک سزا دی جائے۔ بہت شکریہ

جناب قائم مقام سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، محمد الیاس چنیوٹی صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ جلال الدین ڈھکو صاحب!

ملک جلال الدین ڈھکو: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! آج مہنگائی کے issue پر بات ہو رہی ہے لیکن کوئی سرکاری منسٹر یہاں پر نہیں بیٹھا ہے، بنچ خالی پڑے ہیں ہم دس، پندرہ آدمی بیٹھے ہیں پھر چند باتیں تو ہم گوش گزار کریں گے لیکن آئندہ ایسا نہ ہو، آپ نے ہاؤس کو چلانا ہے، ماشاءاللہ آپ مدبر سپیکر ہیں۔ آپ کم از کم ان کو یہ احکامات جاری کریں کہ جب بھی کسی issue پر بات ہو اور خاص طور پر جب کسی اہم اور ضروری issue پر بات ہو تو وہاں پر کم از کم متعلقہ منسٹر ضرور موجود ہونے چاہئیں۔ آپ دیکھیں کہ نہ تو لابی میں کوئی آدمی بیٹھا ہے، بس بولنے والے چند آدمی بیٹھے ہیں۔ آپ اس پر عمل کروائیں۔

اس کے علاوہ میں مہنگائی کے issue پر بات کرنے سے پہلے ایک اور بات بھی کرنا ضروری سمجھتا ہوں جو میرے بھائیوں نے کی ہے۔ میں پہلے بات کرنا چاہتا تھا مگر مجھے ٹائم نہ ملا۔ یہ جو رجسٹر اندر رکھوانے کا معاملہ آپ کی زیر صدارت آیا ہے تو میں اس پر صرف ایک یہی بات کروں گا کہ 1935 سے

یہ اسمبلی قائم ہے اور آج پہلی دفعہ اسمبلی میں جو ممبران حضرات یہاں پر موجود ہیں یہ بڑے ہی معزز ہیں آج آپ کو ان پر اعتماد نہیں رہا کہ غلط حاضریاں لگتی ہیں تو مہربانی کر کے یہ تمام ہاؤس کا مسئلہ ہے، سارے لوگ اس پر اتفاق کرتے ہیں کہ آپ ان دروازوں پر آدمی کھڑا کر دیں جس طرح نیشنل اسمبلی میں ہے کم از کم کل سے آپ یہ طریقہ اپنائیں۔ مہربانی کریں تاکہ یہ معاملہ ختم ہو جائے۔

اس کے بعد میں مہنگائی پر بات کرنا چاہتا ہوں کہ اس وقت کسی بھی حکومت کا اولین فرض یہ ہے کہ وہ اپنے ملک میں امن قائم رکھے۔ آج کل اس وقت مہنگائی کا issue امن سے بھی بڑھ گیا ہے اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اس مسئلے کو حل کرنا اولین فرض ہے۔ اس کی بنیادی وجوہات پر میں تین چار باتیں عرض کروں گا۔ جب انگریز اس ملک سے گیا تو وہ اس پنجاب کو سونے کی چڑیا کہہ گیا تھا کہ پنجاب golden sparrow ہے۔ ہمارا ملک ایک زرعی ملک ہے اور صوبہ پنجاب بھی ایک زرعی صوبہ ہے اس کی زمین بڑی زرخیز ہے یہاں پر بسنے والے لوگ بھی بڑے جفاکش اور محنتی ہیں لیکن حالات اب اس نہج پر پہنچ چکے ہیں کہ مہنگائی جو اس ملک اور صوبے میں بہت زیادہ ہو گئی ہے، اس کی بنیادی وجہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ کسان کو کمزور کیا جا رہا ہے۔ اگر کاشتکار دن بدن مزید کمزور ہوتا چلا گیا تو مہنگائی بھی مزید بڑھتی چلی جائے گی۔ وہ کس طرح؟ اس لئے کہ کسان کو ڈیزل، کھاد اور ٹیوب ویل کے لئے بجلی بہت مہنگی مل رہی ہے۔ ہمارا پڑوسی ملک بھارت، قریبی ملک ہے آپ خود اس بات سے اندازہ لگائیں کہ وہاں پر بجلی کے ٹیوب ویل کے لئے جب apply کیا جاتا ہے تو ایک ہفتے کے اندر اندر حکومت مجبور ہوتی ہے کہ وہاں پر بجلی کا ٹیوب ویل لگا دیا جائے تاکہ کاشتکاری میں بہتری ہو سکے۔ یہاں پر ایک ٹیوب ویل لگوانے کے لئے دوڑ لگ جاتی ہے، وفاقی حکومت اس کی اجازت دیتی ہے پھر priority لگتی ہے پھر دو چار سال بعد اس کا نمبر آتا ہے اور ٹیوب ویل لگتا ہے۔ جب لگ جاتا ہے تو پھر اس کا بل اتنا زیادہ آتا ہے کہ کاشتکار مجبور ہو جاتا ہے اور فصل کاشت کرنے میں اسے دِقت آ جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ تھوڑے رقبے پر فصل کاشت کرتا ہے۔ زیادہ رقبے پر فصل کاشت کرے تو پھر وہ اس میں کھاد نہیں ڈالتا جس کی وجہ سے اس کی فی ایکڑ پیداوار کم ہو جاتی ہے۔ ہندوستان میں بجلی کے جو ٹیوب ویل لگتے ہیں ان کی زیادہ سے زیادہ average flat rate ایک ہزار روپیہ ہے۔ یہ خود سوچیں اس ملک میں 75 سے 80 فیصد لوگ کسان ہیں کاشتکار ہیں، اسمبلیوں میں بھی بیٹھے ہیں۔ خدارا اس بات کو بھی مدنظر رکھیں کہ کسان کو اور کاشتکار کو مضبوط کریں، فصلیں اچھی طرح کاشت ہوں اور فصلیں بہتات کے ساتھ منڈیوں میں آئیں اور لوگوں کے پاس اچھے طریقے سے چلی جائیں تاکہ اس مہنگائی میں کمی آ سکے۔ اس طرح مہنگائی میں کمی نہیں آ سکتی کہ

دُکان پر ریٹ لسٹیں لٹکا دی جائیں آلو -/15 روپے کلو، مرچیں -/80 روپے کلو اس سے مہنگائی کم نہیں ہو گی۔

جناب سپیکر! دوسری میں گزارش یہ کروں گا کہ آپ کا پڑوسی ملک ہندوستان ہے وہاں پر زون مقرر ہیں، پانچ اضلاع میں آلو، مکئی کاشت ہوتی ہے اور پانچ اضلاع میں گنا اور دوسری فصلیں کاشت ہوتی ہیں۔ اسی طرح ہر فصل کے لئے زون مقرر ہیں اور فصلیں بھی بڑی بہتات سے ہوتی ہیں۔ وہاں پر گندم کی average بھی 40 سے 45 من فی ایکڑ ہے۔ ہندوستان کی آخری average بھی 20 سے 25 من فی ایکڑ ہے۔ آپ کس طرح مہنگائی پر کنٹرول حاصل کریں گے؟ گندم تو آپ کے پاس موجود ہے لیکن باقی جو اجناس ہیں وہ تو آپ کے پاس ہیں ہی نہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: بہت شکریہ

ملک جلال الدین ڈھکو: مہربانی۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، نگہت ناصر شیخ صاحبہ!

محترمہ نگہت ناصر شیخ: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں بڑی مختصر اًبات کروں گی۔ میں یہ سمجھتی ہوں کہ مہنگائی کو کنٹرول کرنا حکومت کی بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ prices کو control کرے اس کے لئے مختلف اقدامات کئے جاتے ہیں Price Control Committees بھی بنائی جاتی ہیں لیکن صرف کمیٹیاں بنا دینے سے قیمتیں کنٹرول نہیں کی جا سکتیں جب تک کہ ان کمیٹیوں کو اختیارات نہ دئیے جائیں، ان کو فعال بنانے کے اقدامات نہ کئے جائیں۔ میں یہاں یہ بات بھی کروں گی کہ ہماری سبزی یا پھل کی منڈی میں جو قیمتیں ہوتی ہیں جب وہ retail price پر آتی ہیں تو ان میں ایک بڑا difference ہوتا ہے اس difference میں ایک تو middleman کا ہاتھ ہوتا ہے۔ پہلے جو قانون تھا اس کے تحت یہ نظام ضلعی ناظم اور تحصیل ناظم کے کنٹرول میں تھا لیکن اب لوکل گورنمنٹ کا نظام ختم ہو چکا ہے اور اب ان کو کنٹرول کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ میری suggestion یہ ہو گی کہ کمشنری نظام کو یہ اختیارات واپس ملنے چاہئیں تاکہ وہ price control کریں اور جو Price Control Committees ہیں ان میں منتخب نمائندوں کی شمولیت ضروری ہے۔ ممبران کے انتخاب میں ایسے لوگوں کو منتخب کیا جائے جو دیانت دار ہوں اور جو اپنے فرض کو بخوبی سرانجام دیں اور قیمتوں کو کنٹرول کرنے میں بھرپور کردار ادا کریں۔ اس کے علاوہ میں دوائیوں کے بارے میں بھی بات کرنا چاہوں گی کہ جو مہنگی دوائیاں فروخت کی جاتی ہیں ایسی کمپنیوں کے خلاف کارروائی ہونی چاہئے کہ ایک دوائی جو -/10

روپے میں مل رہی ہوتی ہے دوسری کمپنی اس میں R&D کا کہہ کر -/200روپے میں فروخت کرتی ہے جس سے مہنگائی میں اضافہ ہوتا ہے اور جو عام صارف ہے اس کی قوتِ خرید سے باہر ہو جاتی ہے۔ یہاں میں صارفین کے رویے کی ضرور بات کروں گی، میڈیا کے ذریعے یا حکومت کو ایسے اقدامات کرنے چاہئیں کہ جس سے صارفین کے رویوں میں بھی تبدیلی آنی چاہئے کیونکہ طلب اور رسد کا معاملہ ہے، جب ایک چیز کی طلب بڑھ جاتی ہے تو اس کی قیمت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ہمارے ہاں عموماً دیکھنے میں آیا ہے کہ اگر کسی چیز کی shortage ہو جاتی ہے یا کوئی چیز مارکیٹ میں کم ملنا شروع ہو جائے تو لوگوں کا خیال ہوتا ہے کہ شاید اب یہ کتنے عرصہ تک نہیں ملے گی اور لوگ اس کو خریدنے میں زیادہ دلچسپی لیتے ہیں، زیادہ سے زیادہ خریدنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ وہ سٹور کر لی جائیں۔ ہمارے اپنے رویوں میں بھی تبدیلی لانے کی ضرورت ہے۔ یورپین ممالک میں محلہ کی سطح پر ایسی کمیٹیاں بنی ہوئی ہیں جن میں یہ decide ہوتا ہے کہ اگر اس محلے میں، اس area میں کسی چیز کی قیمت میں ناجائز اضافہ کر دیا جاتا ہے تو اس community کے لوگ اس چیز کو خریدنا چھوڑ دیتے ہیں، اس وقت تک نہیں خریدتے جب تک اس چیز کی قیمت واپس اپنی اصل قیمت پر نہ آ جائے۔ میں سمجھتی ہوں کہ ہمیں بھی اس طرح کے کچھ اقدامات کرنے کی ضرورت ہے، ہماری جو درآمدی اور برآمدی پالیسی ہے اس پر ہمیں اس طرح سے عمل کرنا چاہئے جو صرف چند طبقات کو نوازنے کے لئے نہ ہو بلکہ غریب عوام کی بہتری کے لئے ہو۔ ہم اپنی اجناس کو باہر کے ممالک میں دے دیتے ہیں جو ہمارے صارفین ہیں، ہماری عوام ہے اس کو وہی چیز ڈبل سے بھی زیادہ قیمت پر مل رہی ہوتی ہے۔ شکریہ

جناب قائم مقام سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، اویس اسلم مڈھانہ صاحب!

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: جناب والا! میرا بھی نام تھا۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ کا نام آیا تھا، آپ تشریف نہیں رکھتے تھے، اب end پر آئے گا۔

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: جناب سپیکر! اگر ابھی اجازت دے دیں تو مہربانی ہو گی۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ کو بلایا تھا، آپ موجود نہیں تھے۔ اب جب تمام مقرر بول لیں گے پھر آپ کی باری آئے گی۔

چودھری محمد اویس اسلم مڈھانہ: جناب سپیکر! مہنگائی ایک ایسی عفریت ہے جس نے ہمارے ملک کو ہمیشہ ہر دور میں اپنی لپیٹ میں لئے رکھا ہے۔

مفلسی حس لطافت کو مٹا دیتی ہے
بھوک آداب کے سانچوں میں نہیں ڈھل سکتی
نور سرمایہ سے ہے روئے تمدن کی جلا
ہم جہاں ہیں وہاں تہذیب نہیں پل سکتی

ساحؔر نے شاید یہ مہنگائی کے لئے ہی کہا تھا کہ نہ جانے کتنے گھروں میں بن بیاہی ایسی عمر رسیدہ عورتیں بیٹھی ہیں جن کے جہیز کے لئے ان کے والدین کے پاس اتنے وسائل ہی نہیں ہیں۔۔۔

محترمہ عارفہ خالد پرویز: مہنگائی کا اس سے کیا تعلق ہے؟

چودھری محمد اویس اسلم مڈھانہ: مہنگائی سے اس کا بہت زیادہ تعلق ہے، اگر حساسیت سے سوچا جائے تو عوام کو اس چیز سے کوئی دلچسپی نہیں کہ ان ایوانوں میں کیا ہو رہا ہے؟ گزارش یہ ہے کہ ابھی دانش سکول سسٹم کا بھی ذکر ہوا میرے حلقہ میں کم و بیش دس سکول ایسے ہیں جن کی SNEs بھی ہیں لیکن عملے کے لئے funds available نہیں ہیں، غریبوں کے جو بچے ہیں وہ سکولوں میں جا نہیں سکتے اور ادھر واویلا پڑا ہوا ہے وزیر اعلیٰ صاحب کے دانش سکول سسٹم کا۔ گزارش یہ ہے کہ جو عمارات بنی ہوئی ہیں جن سے غریب لوگ استفادہ کر سکتے ہیں، مستفید ہو سکتے ہیں وہ عمارات کھنڈروں کا نمونہ بنی جا رہی ہیں اور نئے سسٹم متعارف کروائے جا رہے ہیں، نئی نئی financial policies متعارف کروائی جا رہی ہیں۔ اس بات کی طرف بھی دھیان دیا جائے۔ میرے حلقہ میں کوئی کم و بیش پانچ ہسپتال پچھلے دور کے بنے ہوئے ہیں اور کھنڈرات کا نمونہ پیش کر رہے ہیں۔

(اس مرحلہ پر جناب چیئرمین ڈاکٹر اسد اشرف کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب چیئرمین: جی، چودھری محمد اویس اسلم مڈھانہ صاحب!

چودھری محمد اویس اسلم مڈھانہ: ارباب بست و کشاد سے میری یہ گزارش ہے کہ غریب آدمی کو جب تک اس کی اپنی آمدنی کے حساب سے طبی سہولیات نہیں ملیں گی تو اسے اس بات سے کیا دلچسپی ہے کہ ان ایوانوں میں کیا کیا پتلی تماشے ہو رہے ہیں۔ دوسری مہنگائی کی بات میں یہ کروں گا کہ کھاد ہم زمینداروں کے لئے ایک انتہائی اہم جز ہے اور بلاشبہ ہمارے ملک کی معیشت کا انحصار بھی اسی پر ہے اور ہماری معیشت agriculture based ہے، اس پر کاشتکار حضرات کو بھی کوئی subsidy دی جائے۔ چلیں جو بڑے زمیندار حضرات ہیں ان کا issue علیحدہ ہے۔ اس کے علاوہ پچھلے عرصہ میں سستی روٹی کی سکیم میں جو

کھیلے ہوئے، جن جن لوگوں کو نوازا گیا میں سمجھتا ہوں کہ ان کا احتساب ضروری ہے ہر ایم پی اے کو اس کے حلقے میں اتنا بااختیار کیا جائے کہ وہ عوام کے مسائل کو مثبت طریقے سے حل کرنے کا جذبہ رکھے تاکہ اس کی struggle کا کچھ فائدہ بھی ہو۔ میں اپنے سکولوں اور ہسپتالوں کی SNEs کے لئے پانچ، دس دفعہ سیکرٹری فنانس سے ملا لیکن ہر دفعہ یہی جواب ملا کہ ابھی financial crises ہیں، ابھی سیلاب آگیا ہے۔ میں اس سے پہلے سیکرٹری فنانس سے ملا تو انہوں نے کہا کہ وزیر اعلیٰ صاحب اپنوں کے فنڈز منظور کر دیتے ہیں لیکن پیپلز پارٹی اور دوسری جماعتوں کے ایم پی ایز کے فنڈز منظور نہیں کرتے۔ ہمارے مڈھ رانجھا کالج کا ایک issue تھا یہ کم و بیش بیس ہزار افراد پر مشتمل ٹاؤن ہے۔ اس کالج کی SNE بنی ہوئی تھی، اس کی منظوری بھی ہو گئی تھی لیکن جب وہ وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ میں پہنچی تو اسے reject کر دیا گیا۔ میرے ساتھ سات آٹھ ایم پی ایز کے حلقوں میں کالجوں کی بلڈنگیں بن چکی ہیں اور کچھ کی زیر تعمیر ہیں لہٰذا گزارش ہے کہ پہلے ان ایوانوں میں منصفانہ تقسیم کا کوئی نظام رائج کیا جائے تاکہ ہمارے حلقوں میں جو تہی دست لوگ بیٹھے ہوئے ہیں ہم ان کی فلاح کے لئے کچھ سوچ سکیں۔ جب ہمارے ساتھ ہی زیادتیاں ہوں گی تو ہم آگے کسی کو کیا relief دے سکیں گے۔

امیر شہر غریبوں کو لوٹ لیتا ہے
کبھی باحیلہ مذہب کبھی بنام وطن
شکریہ

جناب چیئرمین: حمیرا اویس شاہد صاحبہ!

محترمہ حمیرا اویس شاہد: شکریہ۔ جناب چیئرمین! پاکستان کے تین major factors ہیں جو inflation کو directly affect کرتے ہیں ان میں 1.prices of the essential items 2.unemployment چونکہ purchasing power نہیں ہوتی اور تیسرا factor کرپشن کا ہے۔ اگر آپ اس tenure کے شروع میں rate of inflation دیکھیں تو وہ 14 فیصد تھی اور آج اڑھائی تین سال کے بعد کی increase ہو کر 25 فیصد ہو گئی ہے۔ اس میں صرف food inflation انتالیس فیصد پر چلی گئی ہے۔ میرے خیال میں ہم ان چند ملکوں میں آتے ہیں جن کی اتنی rapid inflation ہوئی ہے۔ اب اگر اس کی وجہ دیکھیں تو 07-2006 سے جو monetary policy چل رہی ہے اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی اور جو تمام indicators سامنے آرہے تھے وہ آج کے حالات کی نشاندہی کر رہے تھے اور جو کل حالات ہونے ہیں وہ بھی ان indicators پر ہیں لیکن اس کے باوجود

اگر federal monetary policy میں changes نہیں آئیں اور صوبائی اداروں نے اس پر اپنا role ادا نہیں کیا تو آج ہم سب اس inflation کے مجرم ہیں۔

جناب سپیکر! inflation ہے کیا؟ inflation یہ ہے کہ آپ rupees چھاپتے جائیں، چھاپتے جائیں اور اسے circulation میں پھینکتے جائیں اس کی دوسری وجہ یہ ہوتی ہے کہ آپ کا budgetary deficit چل رہا ہے اور پھر ان دو چیزوں پر previous federal monetary policy میں جو effective changes ہونی چاہئیں تھیں وہ نہ ہونے کی وجہ سے ہم آج اس موڑ پر کھڑے ہیں۔ میرا خیال تھا کہ اس بحث کی شروعات یا پچھلے اجلاس میں یہ بات ہو گی کہ ایک federal monetary policy ہے کیا اور کیا وجہ ہے کہ پچھلے چھ، سات یا آٹھ سالوں میں اس پالیسی میں کوئی change نہیں کی گئی؟ جو fallacy create کی گئی ہے کہ باہر کی commodities کی price بڑھتی ہے تو یہاں پر بھی اس کی price hike پر فرق پڑتا ہے۔ یہ fallacy ہے اب ہم عوام کو بے وقوف بنانا بند کر دیں۔ دراصل جو آپ دھڑا دھڑ rupees print کر رہے ہیں صرف ہم ہی یہ نہیں کر رہے بلکہ اور بھی بہت سارے ممالک کر رہے ہیں اور آج امریکہ بھی اس میں شامل ہے۔ اس طرح اس کا affect trickle down ہوتا ہے۔

جناب سپیکر! coming to the macro economy آپ کا 124 billion Dollars floating loan ہے۔ آپ کی economy کا جو revenue generate ہوتا ہے اس کا 40 percent پچھلے قرضوں کے debt کا سود دینے میں دیتے ہیں۔ آپ 40 percent revenue الگ کر لیں تو اس کے بعد آپ کی economy ویسے ہی deflateve ہو رہی ہے کیونکہ اکانومی generate کرنے کے نئے طریقے نہیں ہیں، لوگ ٹیکس نہیں دیتے، لوگ defaulted ہو جاتے ہیں اس کی سب سے بڑی وجوہات یہ ہیں کہ lack of change in the federal monetary policy plus corruption جب آپ ان ساری چیزوں کو دیکھیں کہ 124 billion dollars floating loan ہے اس میں آپ کا domestic loan 51 billion Dollars سے اوپر ہے اور یہ فلڈ سے پہلے پرانے figures ہیں، ابھی نئے figures available نہیں ہیں۔ اس کے مطابق پاکستان کا ہر شہری پانچ ہزار ڈالر کا under debt ہے، اس وقت ہم سب مقروض ہیں اور آج پھر سوچ رہے ہیں کہ ہم آئی ایم ایف کے پاس جائیں۔ یہ کب تک ہوتا جائے گا، کتنی حکومتوں نے آنا اور جانا ہے؟ آج ہم تو آلو اور گوبھی کی not being able to give a federal monetary policy

قیمتوں پر بحث کر رہے ہیں-یہ تو price hike کا ایک certain aspect ہے، آپ اس کے پیچھے intricacies تو دیکھیں اس پر کوئی debate نہیں ہے، اس پر کوئی پالیسی نہیں ہے اور اس پر کوئی سوال جواب نہیں ہے-اب پاکستان کی inflation تین جگہوں پر effect ہو گی, savings down, investments نہیں ہو پائیں گی اور minimum purchasing power سے minimum ہوتی جا رہی ہے لیکن میرے جیسے لوگوں کے لئے کیا hope ہے؟ میرے جیسے لوگوں کے لئے یہ hope ہے کہ آج جو پاکستان کی demographic figures اور ان کا جو rapid increase ہے- آج ہم سترہ کروڑ عوام کو کھانا کھلا رہے ہیں یہ کوئی چھوٹی achievement نہیں ہے- اگر آج ہمارے ملک میں famine نہیں ہے تو یہ بہت بڑی achievement ہے-ہاں! regulatory policy! آپ کی government کی policy، آپ کے سٹیٹ بنک کی federal monetary policy، policy اسے implement کرنا اور صوبوں کا اس federal policy پر اپنا role play کرنا ہے-یہ ساری چیزیں create کریں گی، یہ macro problem ہے-آج micro level پر کیا ہو رہا ہے؟ انسان انسان کا قتل کرنا شروع ہو گیا ہے-آپ کی ٹیبل پر کھانا نہیں آتا آپ جانور بن جاتے ہیں، آپ کی morality ختم ہو جاتی ہے-فلڈ میں جو اتنے ملین لوگ متاثر ہوئے ہیں وہ ہمارے future criminals ہیں چونکہ ہم نے انہیں سکیورٹی دی، خوراک دی، compensation دی اور نہ ہی ان کا کوئی future ہے-

جناب سپیکر! کل بھی price hike پر بحث ہونی ہے، میری گزارش ہے کہ ہمیں ایک سٹیٹمنٹ چاہئے کہ ہماری federal monetary policy کیا ہے-وہ federal policy کیوں ہے؟ ہمیں اس پر سٹیٹمنٹ چاہئے اور federal policy میں changes کیوں نہیں کی گئیں؟ There have been repetitively media reports، سٹیٹ بنک کی reports وہ indicators سامنے ہیں لیکن اگر ہم نے آنکھیں بند کی ہوئی ہیں تو یہ الگ بات ہے-ہمیں اس پر جواب دیا جائے-بہت شکریہ

MR. CHAIRMAN: Thanks for highlighting the main irritants for causes of inflation and the House is more informed than it was before.

اگلے مقرر راجہ شوکت عزیز بھٹی صاحب!

راجہ شوکت عزیز بھٹی: جناب چیئرمین! میں سب سے پہلے تو آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ آپ یہاں پر بہت اچھے لگ رہے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو اور کامیابیاں عطا فرمائے۔

MR. CHAIRMAN: For a brief session.

راجہ شوکت عزیز بھٹی: جناب چیئرمین! آج ایک انتہائی حساس issue پر بات ہو رہی ہے۔ میری بہن نے facts and figures کے ساتھ بڑی اچھی باتیں کی ہیں لیکن اس معاشرے میں جو مہنگائی کی صورت میں "جن" پل رہا ہے، اس ہاؤس کے ممبران، اس حکومت کے وزراء، وزیراعلیٰ اور وزیراعظم ہم سب ہی اس کی دلدل میں ہیں۔ اگر اس کا بغور مطالعہ کریں تو شاید ہم اس ملک میں ایک انتہائی red zone کی طرف جا رہے ہیں۔ میں رات کو ٹیلی ویژن چینل پر سن رہا تھا اس میں میرے لاء منسٹر صاحب کو سوال ہوا کہ آپ کی پولیس لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال پر کیا کر رہی ہے؟ انہوں نے بتایا کہ پولیس مسجدوں اور امام بارگاہوں کی حفاظت کرتی ہے۔ جب مہنگائی بڑھتی ہے، قوت خرید کم ہوتی ہے تو جرائم بڑھتے ہیں اور پھر Law and Order کے اخراجات بھی بڑھ جاتے ہیں اگر ہم اس ملک کو اس دلدل سے نکالنا چاہتے ہیں تو پھر ہمیں اس معاملے کو one priority پر رکھ کر دیکھنا پڑے گا کہ ہمارا کاشتکار اس طرف کیوں نہیں جا رہا، اسے وہ سہولتیں کیوں مہیا نہیں ہو رہیں، ہماری وہ اجناس، ضروریات ہماری مارکیٹ تک کیوں نہیں پہنچ رہیں، اس کے پیچھے basically کیا حالات پیدا ہو گئے ہیں کہ ہم باہر سے چیزیں تو مہنگے داموں خرید لیتے ہیں؟ جب پاکستان بنا تھا تو اُس وقت ایک میجر کی تنخواہ پانچ تولے سونا کے برابر ہوا کرتی تھی۔ سونے کی قیمت، چیزوں کی قیمتیں اور تنخواہوں کے بڑھنے کی ratio کا اندازہ لگائیں تو معلوم ہو گا کہ شاید ہم نے ground reality کے مطابق وقت کے ساتھ تنخواہوں کو increase نہیں کیا۔ ان عوامل کے باعث ملک کی دشمن قوتوں نے اس بات کا اندازہ لگا لیا ہے کہ یہ لوگ جو کہ کلمہ پڑھ کر مرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں، مذہبی طور پر مرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں انہیں لڑ کر نہیں مارا جا سکتا۔ انہوں نے ہماری اس psycie کا مطالعہ کر لیا کہ یہ شاید اپنے ایک پاؤ گوشت کے لئے اگلے کی بھینس گرا دیں گے لہٰذا ان کے بچے بھوکے مریں گے، ان پر مہنگائی کا "جن" پڑے گا تو پھر ہمارا مقصد پورا ہو گا۔ اس طرح انہیں جو کام کرنے میں دس یا بیس سال لگنے تھے وہ ہماری ان اپنی مشکلات کے باعث بہت جلدی ہو گیا۔ اسی مہنگائی کے باعث local facilitators پیدا ہو جاتے ہیں جو کہ یہاں پر تباہی و بربادی کا سبب بنتے ہیں۔ یہ ایک بہت بڑا issue ہے اور اس کی وجہ سے Law and Order کی صورتحال بھی بہت خراب ہو جاتی ہے۔ حکومت کو چاہئے کہ ان معاملات کو priority one پر رکھ کر

توجہ دے کیونکہ آج سے کچھ عرصہ پہلے اور موجودہ حالات میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔زندگی کی بنیادی ضروریات کی بیس بائیس چیزوں کے لئے کوئی جامع پالیسی بنائی جانی چاہئے۔اس حوالے سے پارٹی وابستگی سے ہٹ کر بات کرنی چاہئے۔اب تو حالات اس جانب جارہے ہیں کہ کل شاید عوام ان نمائندوں کے گریبان پکڑیں گے کیونکہ انہیں تو کھانے کے لئے روٹی بھی میسر نہیں ہو رہی۔پچھلے دنوں بات ہوئی کہ minimum wages کو-/6000 کی بجائے-/7000 روپے کر دیا گیا ہے جس پر میں نے کہا تھا کہ آپ بے شک-/20,000 روپے کر دیں تب بھی اس ملک کے غریب آدمی کا گزارا نہیں ہوگا۔اس ملک کا کوئی سفید پوش آدمی اگر بیس،پچیس ہزار روپے میں بھی گزارا کر کے بتادے تو میں مان جاؤں گا۔اصل میں یہاں پر ground reality سے ہٹ کر فیصلے کر دیئے جاتے ہیں۔میں سمجھتا ہوں کہ یہ بڑا ظلم اور زیادتی ہے۔آپ ایک کمیٹی بنائیں جو ان حالات و واقعات پر تجاویز مرتب کرے اور پھر ان پر implementation ہونی چاہئے۔بات یہ ہے کہ اوپر بیٹھ کر فیصلے کچھ اور لوگ کر دیتے ہیں جبکہ ان کے لئے جواب دہ مجھے اور یہاں پر بیٹھے ہوئے دوسرے دوستوں کو ہونا پڑتا ہے کیونکہ ہمیں عوام کے پاس جانا ہوتا ہے۔اس ملک کی سب سے بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ جس آدمی نے ملکی معاملات کے فیصلے کرنے ہوتے ہیں وہ عوام کے پاس ووٹ لینے کے لئے نہیں جاتا۔اس ملک کے وزیر خزانہ نے عام آدمی سے ووٹ نہیں لینے اسی وجہ سے اسے عوام کے دکھ درد اور تکالیف کا صحیح علم نہیں ہوتا۔اس ملک کے وزیر داخلہ نے عوام سے ووٹ نہیں لینے اسی وجہ سے وہ اس قسم کے فیصلے کر دیتے ہیں کیونکہ انہیں عام آدمی کے پاس جواب دینے کے لئے نہیں جانا پڑتا۔میں کہتا ہوں کہ ایسے لوگ فیصلے کریں جو کل عوام کے پاس جائیں اور عوام کو جواب دہ ہوں۔پنجاب ایک بڑی آبادی والا صوبہ ہے،پاکستان کے تقریباً 70 فیصد لوگ یہاں بستے ہیں لیکن یہاں پر گیس اور بجلی کی لوڈ شیڈنگ کی وجہ سے ہزاروں،لاکھوں لوگ بے روزگار ہو کر گھروں میں بیٹھے ہوئے ہیں جن کی وجہ سے Law and Order کی صورتحال خراب ہوتی جارہی ہے۔بھئی!آپ کھانے کو دیں،آپ رہنے کی سہولت دیں،پڑھنے کے لئے سکول دیں اور لوگوں کی باقی ضروریات پوری کریں تو پھر Law and Order کی صورتحال خود بخود بہتر ہو جائے گی۔اگر میری قوت خرید نہ ہو اور میرے بچے بھوکے مر رہے ہوں تو پھر مجھے کوئی اصول،قانون اور انصاف کی بات نہیں سوجھے گی۔مجھے سب سے پہلے بھوکے بچوں کے لئے روٹی کی سوجھے گی خواہ وہ کسی بھی طریقے سے آئے کیونکہ یہ میرا فرض بنتا ہے اس لئے ایسی پالیسیاں بنائی جائیں کہ جن کا ground reality سے تعلق ہو۔اس حوالے سے پرانا mechanism بہت بہتر تھا اگر کسی دکان پر کوئی چیز

تھوڑی بہت مہنگی فروخت ہوتی تھی تو اسے موقع پر ہی سو، پانچ سو یا ہزار روپے جرمانہ ہو جایا کرتا تھا اور دوسری مرتبہ وہ پھر ایسی جرأت نہیں کرتا تھا۔ابھی پچھلے کچھ سالوں سے یہ mechanism نہیں ہے۔یہ پرائس کنٹرول کمیٹیاں بے جان ہیں۔اب تو حالات یہ ہیں کہ اگر کوئی ایک عام آدمی سڑک پر گھر بنا کر سول کورٹ سے stay order حاصل کر لیتا ہے تو ایسا کوئی mechanism موجود نہیں ہے کہ آپ اس کا گھر وہاں سے ختم کرا سکیں۔مجسٹریسی نظام میں یہ power تھی کہ اگر کوئی locally encroach کرتا یا کوئی آدمی مہنگی چیزیں فروخت کرتا تھا تو اسے وہیں پر فی الفور جرمانہ ہوا کرتا تھا یا اسے گرفتار کر لیا جاتا تھا اور اس مجسٹریسی نظام کی وجہ سے ایک کنٹرول تھا۔میں سمجھتا ہوں کہ by conspiracy ہمارے ہاں یہ کنٹرول چھین لیا گیا تاکہ ایسے حالات پیدا ہو سکیں کہ ہم ایک عجیب کیفیت میں گھرے رہیں اور ہمیں یہ سمجھ ہی نہ لگ سکے کہ حالات کس وجہ سے خراب ہو رہے ہیں۔بہت مہربانی

جناب چیئرمین: بہت شکریہ۔علی اصغر منڈا صاحب!

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب چیئرمین!سب سے پہلے تو میں آپ کو اس Chair پر بیٹھنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔آج جس issue پر بحث ہو رہی ہے یہ پاکستان کی 16 کروڑ عوام کا ایک سب سے اہم، ضروری اور بنیادی مسئلہ ہے۔اگر کوئی غریب ہے تو وہ بھی اس سے متاثر ہے اور اگر کوئی مڈل کلاس سے تعلق رکھنے والا یا امیر آدمی ہے تو وہ بھی اس مہنگائی سے متاثر ہے یعنی اپنے اپنے لحاظ سے ہر شخص اس مہنگائی سے متاثر ہے۔اگر کوئی یہ کہے کہ اس بڑھتی ہوئی مہنگائی سے صرف غریب متاثر ہوا ہے تو یہ کہنا درست نہیں ہوگا۔پاکستان کی 16 کروڑ عوام کا ہر شخص اس سے متاثر ہوا ہے۔

جناب سپیکر!ہمارے جو دوست، معزز ممبران صرف موجودہ پنجاب حکومت کو اس کا مورد الزام ٹھہراتے ہیں وہ اپنی معلومات کو ذرا درست فرما لیں کہ ایسا نہیں ہے۔وہ لوگ ہمیں یہ بتا دیں کہ گزشتہ نو سالوں میں انہوں نے اس پاکستان کی عوام کے لئے، اس صوبے کی عوام کے لئے کتنی نئی صنعتیں لگائی ہیں اور جو ملیں بند کی گئی تھیں ان میں سے کتنی ملوں کو دوبارہ کھول کر لوگوں کے لئے روزگار پیدا کیا ہے، ہمیں یہ بتا دیں کہ انرجی کی پیداوار کو بہتر کرنے کے لئے انہوں نے کیا اقدامات اٹھائے ہیں اور ہمارے وہ ساتھی کہ جنہوں نے آٹھ سالوں تک ایک آمر کا ساتھ دیا انہوں نے انرجی کو بہتر کرنے کے لئے، بجلی کی پیداوار کو بڑھانے کے لئے کیا اقدامات اٹھائے ہیں؟میں challenge کے ساتھ کہتا ہوں کہ بجلی کا ایک یونٹ بھی نہیں بڑھایا گیا۔

جناب چیئرمین! آپ نے وقت بڑا محدود عنایت فرمایا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر ہم اسلام کے معاشی نظام کو follow کر لیں تو یہ سب کچھ ٹھیک ہو سکتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آمر اور اس کے ساتھی سب سے بڑے قومی مجرم ہیں۔ آج مہنگائی کی سب سے بڑی وجہ اس آمر کے وہ کام ہیں جو کہ انہوں نے اسلام، ملک پاکستان اور اس میں بسنے والی عوام کے خلاف کئے ہیں۔ اسلام سب سے پہلے اقتصادیات کی بات نہیں کرتا، میں قرآن پاک کے حوالے سے ذکر کروں گا کہ اسلام سب سے پہلے امن کی بات کرتا ہے۔ مجھے بتادیں کہ آمر اور اس کے ساتھیوں نے گزشتہ آٹھ، نو سالوں میں امن وامان کی صورتحال کو بہتر کرنے کے لئے کیا اقدامات اٹھائے ہیں، کیا انہوں نے ایک جمہوری حکومت کا تختہ الٹ کر، زبردستی دیواریں پھلانگ کر، ایوان وزیراعظم اور ایوان صدر میں ڈکیتی ڈال کر قبضہ نہیں کیا، کیا کوئی شخص اپنے گھر میں دروازے سے آتا ہے یا دیواریں پھلانگ کر آتا ہے؟ آپ 13-اکتوبر 1999 کی وہ اخبارات، وہ میڈیا دیکھ لیں کہ کس طرح اس آمر اور اس کے ساتھیوں نے جمہوری حکومت کے ایوانوں پر قبضہ کر کے اس ملک کے آئین کو پامال کیا اور مجھے یہ جواب دے دیں کہ انہوں نے کون سی کرپشن نہیں کی؟ مجھے یہ بتادیں کہ موضع وڑائچ، ڈونگی گراؤنڈ، وارث روڈ اور ٹھوکر نیاز بیگ تک کو آ پریٹو کی پراپرٹی کن لوگوں نے ہتھیائی ہے، یہ کون سی بات کرتے ہیں؟ ان کو پنجاب حکومت کے خلاف مالی خولیا ہو چکا ہے اور میاں محمد شہباز شریف کے اچھے اقدامات نے ان کی راتوں کی نیندیں اُڑادی ہیں۔ گزشتہ آٹھ سالوں میں آمریت کی چھتری کے نیچے انہوں نے عدلیہ کا کیا حال کیا، ججوں کے ساتھ کیا سلوک کیا اور کیا پارلیمنٹ کو ربڑ سٹمپ نہیں بنایا؟ یہ ساری وجوہات آج ہمیں مہنگائی کی طرف لے کر جارہی ہیں۔ میں اس موقع پر صرف ایک منٹ میں اپنی بات ختم کرتا ہوں کہ مشرف کے ساتھی اس مہنگائی کے اصل ذمہ دار ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ہم وفاقی حکومت کو خبردار کرتے ہیں کہ وہ بھی ہوش کے ناخن لے۔ میرے بھائی محسن لغاری صاحب ابھی کہہ رہے تھے کہ یہ بجلی، سوئی گیس اور کھاد کی بات کرتے ہیں تو پھر ہم کس چیز کی بات کریں، کیا بجلی کے بغیر کوئی چیز پیدا ہوتی ہے، کیا اس ملک کی آدھی سے زیادہ اجناس سوئی گیس اور تیل کے بغیر پیدا ہوتی ہیں، کیا کھاد کے بغیر کوئی فصل اگائی جا سکتی ہے؟ جب cost of production بڑھا دی جائے گی، جب پیداواری اخراجات بڑھ جائیں گے تو پھر ہم مہنگائی پر کیسے کنٹرول کریں گے تو وفاقی حکومت ہوش کے ناخن لے اور cost of production پر جو چیزیں خرچ ہوتی ہیں اُن کی قیمت پر کنٹرول کرے اور اس میں میری طرف سے ایک تجویز یہ ہے کہ جب کسی چیز کی قیمت بڑھانی مقصود ہو تو صوبائی حکومتوں کی رضامندی کے ساتھ ایسا کیا جائے کیونکہ وہ بھی عوام کی

نمائندہ حکومتیں ہیں۔اس میں میری ایک اور تجویز ہے کہ ہماری پرائس کنٹرول کمیٹیوں کو reorganize کر کے پوری طرح active کیا جائے اور قانون میں ترمیم کر کے پرانے مجسٹریسی نظام کو بحال کرنا چاہئے تاکہ بھرپور طریقے سے چھاپے مارے جائیں، ذمہ داران کے خلاف مقدمات چلیں اور حکومت کو جرمانے وصول ہوں۔ جو لوگ سستی چیزیں خرید کر مہنگی فروخت کرتے ہیں ہم اس نظام کی مدد سے اُن کے خلاف سخت ایکشن لے کر نمٹ سکتے ہیں تو میں آخر میں یہی گزارش کروں گا کہ بہتری لانے کے لئے ہر اقدام اٹھانا چاہئے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ہم سب کچھ کر رہے ہیں لیکن ہم یہ ضرور کہیں گے کہ ہم پہلے سے زیادہ بہتر کر رہے ہیں اور ہر وقت ہر جگہ پر بہتری کی گنجائش موجود ہوتی ہے۔ بہت شکریہ

جناب چیئرمین: شکریہ۔ منڈا صاحب نے بہت اچھی تقریر کی ہے اور آخر میں انہوں نے crux of the matter بیان کیا ہے۔ اب عارفہ خالد پرویز صاحبہ کی باری ہے اور ان سے گزارش ہے کہ مہنگائی کے سد باب کے لئے تجاویز دیں۔

محترمہ عارفہ خالد پرویز: Thank you and congratulations on your sitting in this Chair.

جناب چیئرمین! میں صرف یہ کہوں گی کہ ہم مہنگائی کے اس مسئلے کو صرف صوبے کی حد تک discuss نہیں کر سکتے کیونکہ یہ economic, media and border war کا دَور ہے۔ اس وقت ساری دنیا اس کا شکار ہے اور میرے خیال میں اس وقت پاکستان اس قسم کی wars سے maximum hurt ہوا ہے تو اس میں میری سب سے بڑی تجویز یہ ہے کہ ہمیں practically fail نہیں ہونا چاہئے اور یہ سوچنا بہت ضروری ہے کہ ہم کہاں پر fail ہوئے ہیں؟ ہمارا ملک اس مہنگائی کی وجہ سے 60 سال سے suffer کر رہا ہے تو ہمیں اس کی وجوہات ڈھونڈنے کی اشد ضرورت ہے تو ہمیں سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہئے کہ کیا research authentic نہیں ہے، data authentic نہیں ہے، future planning نہیں ہے یا سسٹم کرپٹ ہے؟ کون سی ایسی چیز ہے جس کو ہم نے لے کر آگے بڑھنا ہے کیونکہ اس کے بغیر مہنگائی کو کنٹرول کرنا کسی کے بس کی بات نہیں ہے اور اس مہنگائی کو کنٹرول کرنے کے لئے کوئی لیڈر شپ آسمان سے نہیں اُتر سکتی ہے، آپ کو اس سسٹم میں سے کرپشن کو مکمل طور پر ختم کرنا پڑے گا۔ میں بڑی خوشی سے یہ کہتی ہوں کہ کم از کم چیف منسٹر صاحب نے کرپشن کو ختم کرنے کی ہر طرح سے کوشش کی ہے، ہر محکمہ میں بڑے سخت ایکشن لئے ہیں اور آج اگر ہم نے وفاق سے co-operate کیا ہے تو صرف اس لئے کہ ہم جمہوریت کو derail نہیں کرنا چاہتے تھے،

otherwise اگر آج ہم مہنگائی اور اس طرح کی دوسری چیزوں کے بارے میں آواز نہیں اٹھاتے تو ہم جمہوریت کو بالکل support نہیں دے رہے ہیں کیونکہ اس وقت being another party ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم مہنگائی کے issue کو سامنے لے کر آئیں۔ کسی بھی قوم کی تعمیر کے لئے جس لیڈر شپ کی ضرورت ہے اُس طرح کی لیڈر شپ کے معانی کو صرف میڈیا explain کر سکتا ہے تو میں میڈیا سے ایک گزارش کرتی ہوں کہ وہ ٹی وی یا اخباروں میں جو چیز دیتے ہیں وہ research based ہونی چاہئے کیونکہ آج کل کی دنیا میں کوئی ملک اس طرح نہیں چل سکتا کہ آپ research کے بغیر جو مرضی بیانات دیتے چلے جائیں اور یہ چیز for the sake of their own country انتہائی ضروری ہے۔ آپ ہم پارلیمنٹیرین کو چھوڑ دیئے اور اپنے ملک کو دیکھئے اگر آپ ہی research based بات نہیں کریں گے تو کیا اس سے ہمارا ملک hurt نہیں ہو گا؟ میں سمجھتی ہوں کہ اس حوالے سے ایک بہت اہم تجویز ہے، میں ایک مثال دیتی ہوں کہ امریکہ بہت بڑا cotton grower country ہے اور انگور بھی بہت زیادہ اگا سکتا ہے لیکن انہوں نے فرانس کو vines trade کرنے کے لئے دے دیا، cheese کی پیداوار ہالینڈ کو دے دی اور cotton Egypt کو دے دی اور انہوں نے خود weapons بنائے لیکن ہم آج تک یہی decide نہیں کر سکے کہ ہم نے پاکستان میں کون سی چیز کی trade کرنی ہے جس کے ہاتھ میں جو چیز آتی ہے وہ trade کر رہا ہے کیا اس طرح مہنگائی کنٹرول ہو گی، کیا اس طرح آپ کی آئندہ future planning ہو گی؟ میرے خیال میں This is the time we should realize. all اور اس میں parliamentarians کے علاوہ میڈیا سے میری سب سے بڑی request ہے کہ for God sake اپنے role کو پہچانیں اور چونکہ آپ کے پاس بڑے بڑے brains بیٹھے ہوئے ہیں تو دوسرے ممالک پر research کر کے ان چیزوں پر کام کریں کیونکہ leg pulling بہت آسان ہے جبکہ healthy criticism کرنا بہت مشکل ہے تو خدا کے لئے مشکل targets کو اپنائیں کیونکہ ہمارا ملک مزید suffering برداشت نہیں کر سکتا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئرمین: میرا خیال ہے کہ ضروری اشیاء کی مہنگائی پر عام بحث تقریباً مکمل ہو گئی ہے اور معزز ممبران کی لسٹ بھی ختم ہو گئی ہے۔ آج کے اجلاس کا ایجنڈا مکمل ہوا لہذا اب اجلاس جمعۃ المبارک مورخہ 14۔جنوری 2011 صبح 9 بجے تک ملتوی کیا جاتا ہے۔

823

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ،14۔جنوری 2011

تلاوت قرآن پاک وترجمہ اور نعت رسول مقبول ﷺ

سوالات

(محکمہ جات قانون وپارلیمانی امور،پبلک پراسیکیوشن اور بہبودِ آبادی)

نشان زدہ سوالات اوران کے جوابات

سرکاری کارروائی

''اشیاء ضروریہ کی قیمتوں کی ہوشربا گرانی پر جاری عام بحث اوراس کا اختتام''

825

صوبائی اسمبلی پنجاب

پندرھویں اسمبلی کا بائیسواں اجلاس

جمعۃ المبارک،14۔جنوری2011

(یوم الجمع،9۔صفر المظفر1432ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 9بج کر 20منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر رانا محمد اقبال خان منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری محمد علی قادری نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیمo

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَـٰنِ ٱلرَّحِيمِo

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ
اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۱ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ
كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝۲
اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ
امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝۳

سُوْرَۃُ الحُجرَات1 تا 3

مومنو!(کسی بات کے جواب میں)اللہ اور اس کے رسول سے پہلے نہ بول اٹھا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ سنتا جانتا ہے(1)اے اہل ایمان!اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اونچی نہ کرو اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو(اس طرح)ان کے روبرو زور سے نہ بولا کرو(ایسا نہ ہو)کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو(2)بے شک جو لوگ رسول اللہ کے سامنے دبی آواز سے بولتے ہیں اللہ نے ان کے دل تقویٰ کے لئے آزما لئے ہیں۔ان کے لئے بخشش اور اجر عظیم ہے(3)

وماعلینا الاالبلاغo

نعت رسول مقبول ﷺ الحاج حافظ مرغوب احمد ہمدانی نے پیش کی۔

نعت رسول مقبول ﷺ

کوئی سلیقہ ہے آرزو کا نہ بندگی میری بندگی ہے
یہ سب تمھارا کرم ہے آقا ﷺ کہ بات اب تک بنی ہوئی ہے
بشیر کہئے نذیر کہئے انھیں سراجؐ منیر کہئے
جو سربسر ہے کلام ربیؔ وہ میرے آقا ﷺ کی زندگی ہے
عمل کی میرے اساس کیا ہے بجز ندامت کے پاس کیا ہے
رہے سلامت تمھاری نسبت میرا تو بس آسرا یہی ہے
عطا کیا مجھ کو دردِ اُلفت کہاں تھی یہ پُر خطا کی قسمت
میں اس کرم کے کہاں تھا قابل حضور ﷺ کی بندہ پروری ہے

جناب محمد محسن خان لغاری: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میرے سوال کے جواب میں لکھا گیا ہے کہ کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔۔۔

جناب سپیکر: پہلے مجھے تو بات کر لینے دیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! وقفہ سوالات شروع ہونے سے پہلے میں پوائنٹ آف آرڈر کر رہا ہوں جو وقفہ سوالات کے بارے میں ہی ہے۔ میرے سوال کے جواب میں لکھا گیا ہے کہ کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے لیکن آپ کا عملہ کہتا ہے کہ لاء ڈیپارٹمنٹ نہیں دے رہا اس لئے میں وقفہ سوالات شروع ہونے سے پہلے آپ سے یہ گزارش کر رہا ہوں کہ مہربانی کر کے مجھے کاپی منگوا دیں۔ اگر کاپی مل جائے گی تو میں اُس پر کوئی سوال کر سکوں گا لیکن اُس کو اتنا secret رکھنا ہے کہ کاپی نہیں دینی اور صرف یہ لکھ دینا کہ جواب ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے تو آپ کی مرضی ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! محترم لغاری صاحب سوال نمبر بتائیں گے کہ انہیں کس سوال کی تفصیل چاہئے؟

جناب محمد محسن خان لغاری: سوال نمبر 4380 ہے جس کی کاپی اسمبلی کے عملے کے پاس نہیں ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں اپنی کاپی لغاری صاحب کو بھیج دیتا ہوں یہ اسے دیکھ لیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! اسمبلی کے عملے کو بھی کاپی دے دینی چاہئے تاکہ ہم تک آ سکے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): عملے کو بھی دے دیتے ہیں لیکن پہلے اس کو دیکھ لیں۔

سوالات

(محکمہ جات قانون و پارلیمانی امور، پبلک پراسیکیوشن اور بہبود آبادی)

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اب وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے اور آج کے ایجنڈا پر محکمہ جات قانون و پارلیمانی امور، پبلک پراسیکیوشن اور بہبود آبادی سے متعلق سوالات پوچھے جائیں گے اور اُن کے جوابات دیئے جائیں گے۔ پہلا سوال چودھری جاوید احمد صاحب کا ہے۔ سوال نمبر پکاریں۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): شکریہ۔ جناب سپیکر! سوال نمبر 522۔

جناب سپیکر: کیا اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے؟

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! جواب کا جز (ب) ذرا تفصیل سے پڑھ دیا جائے کیونکہ اس میں سروس ایکٹ 2006 کی شق نمبر 8(4) لکھا ہوا ہے اس کی تفصیل بتا دی جائے۔

محکمہ پبلک پراسیکیوشن میں 2005 تا 2008 بھرتی کی صورتحال

*522: چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): کیا وزیر پبلک پراسیکیوشن ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) یکم جنوری 2005 سے 31۔ مئی 2008 تک کتنے افسران و عملہ کی بھرتی کی گئی ہے ہر ضلع میں کتنے آفیسرز اور عملہ کی تعداد مقرر ہے ہر ضلع کی تفصیل سے آگاہ فرمائیں؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ آفیسرز کی بھرتی کنٹریکٹ پر کی جاتی رہی ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ آفیسرز اور عملہ کی بھرتی منسوخ بھی کی گئی ہے اس کی تفصیل سے آگاہ کیا جائے؟

(د) محکمہ پراسیکیوشن میں ضلع لاہور اور گجرات سے کتنے آفیسرز اور عملہ کی بھرتی کی گئی ہے، ان کے نام، پتا جات، قومیت و اہلیت کی تفصیلات سے آگاہ فرمائیں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان):

(الف) محکمہ پبلک پراسیکیوشن نومبر 2005 میں بنا۔ اس وقت سے لے کر 31۔ مئی 2008 تک جتنے افسران و عملہ کی بھرتی کی گئی ہے ان کی تفصیل ضمیمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ اس طرح ہر ضلع میں تعینات افسران و عملہ کی تعداد و تفصیل ضمیمہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) یہ درست نہ ہے۔ اگرچہ محکمہ پراسیکیوشن میں اکثر بھرتی کنٹریکٹ بنیادوں پر کی گئی ہے لیکن پنجاب کریمینل پراسیکیوشن سروس ایکٹ 2006 کی شق نمبر 8(4) کے تحت کچھ افسران کو حکومت پنجاب کے دوسرے محکموں سے مستقل بنیادوں پر اس محکمہ میں induct کیا گیا ہے کیونکہ ان کی تقرری ان کے سابقہ محکموں میں مستقل تھی۔

(ج) جی ہاں۔ یہ درست ہے کہ محکمہ پبلک پراسیکیوشن نے انتظامی وجوہات کی بنا پر 31۔مئی 2008 تک کچھ افسران اور عملہ کی بھرتی منسوخ کی۔افسران کی بھرتی کی منسوخی کی تفصیل ضمیمہ (ج)اور عملہ کی بھرتی کی منسوخی کی تفصیل ضمیمہ (د)ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ مزید برآں 25۔جولائی 2008 کو محکمہ نے انٹرویو میں ناکامی کی بناء پر تقریباً 488افسران کی بھرتی کو منسوخ کیا لیکن لاہور ہائیکورٹ نے محکمہ کے اس آرڈر پر تاحال عملدرآمد روک دیا ہے۔

(د) محکمہ پبلک پراسیکیوشن کے ضلع لاہور میں تعینات افسران کی کل تعداد 133 اور عملہ کی تعداد 237 ہے جبکہ ضلع گجرات میں تعینات افسران کی تعداد 30اور عملہ کی تعداد 39 ہے۔ ضلع لاہور میں تعینات افسران و عملہ کی تفصیل ضمیمہ (س) پر اور ضلع گجرات میں تعینات افسران و عملہ کی تفصیل ضمیمہ (ش)ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

جناب سپیکر: جی،لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر!اس میں پنجاب کریمینل پراسیکیوشن سروس ایکٹ 2006 کی شق نمبر 8(4) کے تحت حکومت دوسرے محکموں سے افسران کو اس محکمہ میں induct کرسکتی ہے۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر!میں یہی عرض کر رہا ہوں کہ شق نمبر 8(4) کے تحت induction کی اجازت کس محکمہ سے ہے کیونکہ صرف محکمہ قانون سے پراسیکیوشن میں induction کی اجازت دی گئی تھی لیکن شق نمبر 8(4) کے تحت کس کی اجازت ہے kindly اسے explain کر دیں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ ایک legal معاملہ ہے کہ اس شق کے تحت جس جس محکمے سے permission ہو گی اُسی سے ہی لوگ induct کئے جائیں گے، باہر سے induct نہیں کئے جا سکتے۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! جز (ب) کے جواب میں یہ لکھا ہوا ہے کہ مختلف محکموں سے induction کی گئی ہے جبکہ اس شق کے تحت صرف محکمہ قانون سے induction ہو سکتی ہے۔بتایا جائے کہ باقی محکموں سے induction کس قانون کے تحت کی گئی ہے؟

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں پوری وضاحت سے کہہ رہا ہوں کہ کوئی بھی تقرری یا induction غیر قانونی طور پر نہیں کی گئی بلکہ جن محکموں سے اجازت ہے اس کے مطابق ہی کی گئی ہے۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! صرف محکمہ قانون سے اجازت ہے لیکن اس میں مختلف محکموں کا ذکر کیا گیا ہے کہ مختلف محکموں سے induction کی گئی ہے کیا یہ غلطی جواب میں ہوئی ہے؟

جناب سپیکر: نہیں، آپ اُن کی بات بھی سمجھیں اور اپنی بات بھی اچھی طرح سے سمجھ لیں۔ جن کی انہیں ضرورت ہے ان کی ہی induction کرتے ہیں۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! میرا اس پر ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: محترمہ! یہ چودھری صاحب کا سوال ہے اس کا جواب آنے دیں اس کے بعد آپ کو ٹائم دیتا ہوں۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! اس شق کے تحت صرف اور صرف محکمہ قانون کے افسران جو District Attorneys اور Assistant Attorneys تھے اُن کو one time choice دیا گیا تھا کہ اگر آپ پراسیکیوشن ڈیپارٹمنٹ میں آنا چاہتے ہیں تو آپ کی induction ہو سکتی ہے لیکن اس قانون کے تحت باقی کسی کو induct کرنے کی اجازت نہ تھی بلکہ افسران کی direct پبلک سروس کمیشن کے ذریعے بھرتی ہونا تھی جبکہ جز(ب) کے جواب کے شروع میں لکھا ہوا ہے کہ "یہ درست نہ ہے کہ کنٹریکٹ پر بھرتی کی گئی ہے۔" اسی طرح اگلے فقرے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ "اکثر بھرتی کنٹریکٹ پر کی گئی ہے۔" یہ contradiction ایک ہی جواب میں کیسے ہے؟

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ contradiction ان کے سوال میں ہے۔ ان کا سوال یہ ہے کہ "کیا یہ درست ہے کہ افسران کی بھرتی کنٹریکٹ پر کی جاتی رہی ہے"؟ اب اس میں ایک پیریڈ وہ ہے جس میں کی جاتی رہی ہے اور ایک پیریڈ وہ ہے جس میں نہیں کی جاتی رہی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ جب یہ محکمہ 2006 میں معرضِ وجود میں آیا تو اس میں maximum 90 to

95 percent بھرتی کنٹریکٹ پر کی گئی اور بھرتی ہونے کے بعد وزیر اعلیٰ صاحب نے اس کی approval دے دی۔ اب صوبے کا Chief Executive کسی بھی rule کو relax کر کے approval دے سکتا ہے۔اس کے بعد یہ معاملہ Courts میں گیا، ہائیکورٹ نے اس چیز کو تسلیم نہ کیا اور کہا کہ یہ غلط ہوا ہے پھر ہائیکورٹ نے ہائیکورٹ کے ایک ریٹائرڈ جج کی سربراہی میں کمیٹی بنائی جس نے ان تمام لوگوں کا انٹرویو کیا۔انٹرویو کرنے کے بعد انہوں نے کہا کہ کچھ لوگوں کو رکھ لیں کیونکہ یہ اس قابل ہیں کہ ان کی capacity/ competency ہے اور کہا کہ تقریباً 488 کے قریب لوگوں کو نکال دیں لیکن اس کے باوجود ان کو نہ نکالا گیا۔اس کے بعد جب present Government آئی تو ہم نے 488 لوگوں کو نکال دیا تو وہ لوگ پھر دوبارہ ہائیکورٹ میں چلے گئے جہاں سے انہوں نے stay لے لیا۔ پھر یہ معاملہ وہاں پر چھ، آٹھ مہینے چلتا رہا۔اس کے بعد ہائیکورٹ نے فیصلہ حکومت کے حق میں کر دیا اور وہ لوگ سپریم کورٹ میں چلے گئے اور پھر سپریم کورٹ نے فیصلہ کیا کہ آپ ان کی جگہ کنٹریکٹ پر لوگ صرف اس وقت تک رکھ سکتے ہیں کہ جب تک آپ پبلک سروس کمیشن کے طریق کار کے مطابق نہ لے لیں اور پبلک سروس کمیشن سے ہمیں 800 کے قریب requirement یکدم کیا ایک سال میں بھی نہیں ہو سکتی یعنی پبلک سروس کمیشن کے طریق کار کے مطابق اسامیاں دو تین سال میں مکمل fill ہوں گی۔ سپریم کورٹ نے کہا کہ آپ ایڈہاک arrangement کے طور پر اس وقت تک جب تک کہ پبلک سروس کمیشن سے سارے لوگ نہ آ جائیں تو اس وقت تک آپ ان لوگوں کو retain کر لیں یا رکھ لیں۔ محکمہ میں مستقل ریگولر بھرتی اسی صورت ہو گی جب پنجاب پبلک سروس کمیشن سے وہ clear ہو کر آئیں گے۔اس صورتحال میں تھوڑا سا confusion ہے لیکن اگر آپ تفصیل میں دیکھیں تو ساری بات واضح ہو جاتی ہے اور یہ تفصیل میں نے چودھری جاوید صاحب کے لئے عرض کی ہے کہ شاید اس میں انہیں تھوڑی سی confusion ہو رہی تھی۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں اس بارے میں مزید بحث میں نہیں پڑنا چاہتا کیونکہ یہ law ہمارے ہی ہاتھوں سے پچھلی اسمبلی میں نکلا تھا اور میں سمجھتا ہوں کہ Act of Parliament کی supremacy ہوتی ہے جس میں عدالت مداخلت کر سکتی ہے نہ کوئی اور ادارہ اپنے طور پر مداخلت کر سکتا ہے۔۔۔

جناب سپیکر: لیکن عدالت تشریح تو کر سکتی ہے۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! تشریح کرنا اور بات ہے اور اسے overrule کرنا اور بات ہے لیکن وہ اسے overrule نہیں کر سکتی، یہی وجہ ہے کہ سپریم کورٹ نے upheld کیا ہے کہ Act of Parliament میں جو شق رکھی گئی ہے کہ through پبلک سروس کمیشن ہو گا تو پھر اسی طرح سے ہو گا۔ یہ 2006 سے لاگو ہے اس کے باوجود اگر آج پانچ سال بعد بھی کنٹریکٹ پر بھرتیاں ہو رہی ہیں یا اب تک وہی چل رہے ہیں تو یہ نالائقی اور نااہلی ہمارے پبلک سروس کمیشن کی ہے یا ہماری اس legislation میں ہے یا اس procedure میں ہے کہ پانچ سالوں میں بھی ہم وہ نہیں لے سکے جو کہ وہاں سے آنے چاہئیں تھے۔ اس سے اگلے جز (د) میں تفصیل پوچھی تھی کہ "ضلع لاہور اور گجرات میں کل افسران کی تعداد کتنی ہے"؟ ان کی تعیناتی کی تفصیل کے ساتھ ساتھ ان کی قومیت کا بھی میں نے پوچھا تھا۔۔۔

جناب سپیکر: قومیت تو سب کی پاکستانی ہو گی۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! بحیثیت قوم ہم سب پاکستانی ہیں لیکن ہماری ذات پات کو بھی قوم ہی کہا جاتا ہے اور اس میں ایک بڑے اہم عنصر کی وجہ سے یہ سوال پوچھا گیا تھا کہ خاص clan سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو اس وقت اس محکمہ میں بھرتی کیا گیا تھا تو میں نے اس حوالہ سے یہ point out کیا تھا کہ ایسی discrimination ہمارے معاشرے یا صوبے میں نہیں ہونی چاہئے۔ یہ موجودہ حکومت کے آنے سے پہلے کا شاید واقعہ ہے اور اسی لئے میں نے اسی عرصے کی تفصیل پوچھی ہے مگر جواب نامکمل ہے کیونکہ اس میں ان کے addresses تو دے دیئے گئے ہیں مگر میرے سوال کے اس حصے کو touch نہیں کیا گیا۔

جناب سپیکر: کس حصے کو touch نہیں کیا گیا؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! جس قومیت کی محترم جاوید احمد صاحب بات کر رہے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ قومیت nationally or internationally تو ہم اپنی پاکستانی ہی بتاتے ہیں۔

جناب سپیکر: میں نے کہہ دیا ہے۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! یہی لکھ دیتے لیکن انہوں نے تو کوئی جواب ہی نہیں دیا۔

جناب سپیکر: جی، راناصاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس کے بعد پھر انہوں نے اور بات بھی کرنی ہے کہ ان کی "گوت" بتائیں کہ وہ وڑائچ تھے یا کوئی اور تھے ؟ یہ جتنی تفصیل چاہتے ہیں میں انہیں خود فراہم کر دوں گا اور اس میں سے اگر کوئی اور بات نکلتی ہوئی تو پھر بے شک یہ اسے through any motion ایوان میں لے آئیں۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! باہر کے علاقوں سے لوگوں کو لا کر لاہور میں بھرتی کر دینا یا ایک خاص طبقے کو مستفید کرنا جبکہ ایک عام غریب آدمی جو کہ باصلاحیت بھی ہو تو اس کا حق مار لینے کی طرف توجہ مبذول کروانے کے لئے میں نے یہ سوال اٹھایا تھا اور مجھے یقین ہے کہ آئندہ ہماری یہ حکومت اس چیز کا سدباب بھی کرے گی اور انشاء اللہ اسے ملحوظ خاطر بھی رکھے گی۔

جناب سپیکر: جی، راناصاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): چودھری جاوید صاحب ہمارے بڑے پڑھے لکھے اور learned ممبر ہیں لیکن یہ بات تو ٹھیک ہے کہ اس چیز کو ملحوظ خاطر رکھا جانا چاہئے۔۔۔

جناب سپیکر: ایک لفظ ہی بول دیں کہ ملحوظ رکھا جائے گا بس اور خاطر لفظ نہیں ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! Constitution اس قسم کی bar نہیں لگاتا کہ اگر ایک پاکستانی لاہور، راولپنڈی یا گجرات میں رہ رہا ہے تو اسے یہ حق حاصل ہے کہ وہ جہاں چاہے رہائش اختیار کرے اور جہاں چاہے ملازمت اختیار کرے تو یہ constitutional right ہے۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! یہ حق صرف گجرات اور لاہور کے لوگوں کا ہی نہیں ہے بلکہ ہمارے ضلع پاکپتن اور راجن پور کے لوگوں کا بھی ہے بہر حال آپ کی correction کا شکریہ

جناب سپیکر: میرے خیال میں آپ پر کوئی ایسی پابندی ہے اور نہ ہی لگنے دیں گے۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

محترمہ ساجدہ میر: انہوں نے جواب میں لکھا ہے کہ "کنٹریکٹ ملازمین یہاں پر ہیں" تو اگر دوسرے محکموں سے ملازمین لئے گئے ہیں تو ان محکموں کا کام کیسے چلتا ہوگا؟ لاء منسٹر صاحب بتائیں کہ دوسرے محکموں سے لئے گئے ملازمین کے بعد ان کا متبادل کیا انتظام کیا گیا ہے کیونکہ پہلے انہیں confirm کیا جاتا یا پھر دوسرے محکموں سے انہیں لیا جاتا؟

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! جب کسی بھی دوسرے محکمے سے کسی اور محکمے میں کسی ملازم کو لیا جاتا ہے تو اس محکمے سے این او سی جاری ہوتا ہے تو پھر ہی اسے induct کیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر: اگلا سوال محترمہ نگہت ناصر شیخ صاحبہ کا ہے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! میرے سوال کا نمبر 2663 ہے۔

محکمہ سولیسٹر لاہور میں خواتین کی ملازمت کا کوٹا و دیگر تفصیلات

*2663: محترمہ نگہت ناصر شیخ: کیا وزیر قانون و پارلیمانی امور ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) دفتر سولیسٹر پنجاب لاہور میں خواتین کی ملازمت کے لئے منظور شدہ کوٹا کتنا ہے؟

(ب) متذکرہ محکمہ میں سال 2007 کے دوران کتنی خواتین کو ملازمت دی گئی نیز ملازمت دی گئی خواتین کے نام، عہدہ اور گریڈ کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(ج) کیا یہ درست ہے کہ متذکرہ محکمہ میں ملازمت پر رکھی گئی خواتین کو پبلک سروس کمیشن کے ذریعے بھرتی کیا گیا؟

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ سال 2007 کے دوران رکھی گئی خواتین کو بغیر میرٹ کے بھرتی کیا گیا؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان):

(الف) بروئے نوٹیفکیشن حکومت پنجاب نمبر SOR-III-I-35/93 مورخہ 17-04-2002 سولیسٹر ڈیپارٹمنٹ پنجاب میں خواتین کے لئے پانچ فیصد کوٹا کی تفصیل درج ذیل ہے:

سیریل نمبر	نام اسامیاں	سکیل نمبر	کل تعداد اسامیاں	پانچ فیصد کوٹا برائے خواتین کی تعداد
1	سٹینوگرافر	12	82	4
2	اسسٹنٹ	14	46	2

3	اکاؤنٹنٹ	10	36	2
4	جونیئر کلرک	07	249	13
5	نائب قاصد	01	284	14

(ب) سولیسٹر ڈیپارٹمنٹ میں سال 2007 کے دوران کوئی بھرتی نہ کی گئی ہے لہذا کسی خاتون کی بھرتی بھی ممکن نہ تھی۔

(ج) چونکہ سولیسٹر ڈیپارٹمنٹ میں مذکورہ بالا اسامیاں سکیل نمبر 1 تا 14 کی ہیں لہذا سال 2007 سے قبل بھرتی شدہ خواتین کا بذریعہ پبلک سروس کمیشن بھرتی کرنا ضروری نہ تھا۔

(د) سال 2007 کے دوران کسی مرد یا خاتون کو بھرتی نہ کیا گیا ہے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا Solicitor Department میں ایڈہاک بھرتیاں کی گئی تھیں اور اگر کی گئی تھیں تو یہ کتنی ہیں؟

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں اس کی تفصیل پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ پہلے کنٹریکٹ پر اور اس کے بعد پھر مختلف courts کے ذریعے سے اس وقت تک بھرتی کا عمل پہنچا ہے جس میں سٹینو گرافر، اسسٹنٹ، اکاؤنٹنٹ، جونیئر کلرک اور نائب قاصد کی اسامی پر کوئی ایڈہاک بھرتیاں نہیں کی گئیں بلکہ انہیں ریگولر طریق کار کے مطابق بھرتی کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: وہ اصل میں خواتین کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہیں گی؟

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! میرا سوال خواتین کے حوالے سے تھا اور میں اسی حوالے سے بات کر رہی ہوں کہ کیا ایڈہاک پر بھرتیاں کی گئی تھیں؟

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں نے categorically کہا ہے کہ نہیں کی گئیں۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا اس وقت اس محکمہ میں خالی اسامیاں ہیں اگر ہیں تو خواتین کی کتنی ہیں؟

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! چونکہ 2007 کے دوران کسی مرد یا خاتون کو بھرتی نہ کیا گیا ہے اور یہ جواب کے جز (د) میں درج ہے تو یقیناً خالی اسامیاں ہیں۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! ان کی تعداد کتنی ہے؟

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! ان کی تعداد سوال میں نہیں پوچھی گئی تھی اس لئے ان کی تعداد یہاں پر درج نہیں ہے لیکن جیسے سوال ہے کہ "کیا یہ بھی درست ہے کہ سال 2007 کے دوران رکھی گئی خواتین کو بغیر میرٹ کے بھرتی کیا گیا؟ یہ آپ نے پوچھا تھا تو اس کا جواب یہی ہے کہ اس سال کے دوران کسی مرد یا خاتون کو بھرتی نہیں کیا گیا۔ اگر آپ تفصیل کہیں تو پڑھ دیتا ہوں کہ سٹینوگرافر کا سکیل 12 ہے۔ اسامیوں کی کل تعداد 83 ہے، خواتین کے پانچ فیصد کوٹا کے تحت خواتین کی اسامیوں کی تعداد چار اور male کی تعداد 30 ہے۔ اسسٹنٹ کا سکیل 14 ہے، کل تعداد 46 ہے۔ اسی طرح سے اکاؤنٹنٹ کا سکیل 10 ہے، کل اسامیاں 37 ہیں، جن میں خواتین 2 اور مرد ملازمین 22 ہیں۔ جونیئر کلرک کا سکیل 7 ہے، کل اسامیاں 234 ہیں، خواتین کی تعداد 12 اور مرد ملازمین کی تعداد 220 ہے۔ نائب قاصد کا سکیل ایک ہے، کل اسامیاں 275 ہیں، خواتین کی تعداد 14 اور مرد ملازمین کی تعداد 242 ہے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! میں اپنے سوال کو تھوڑا بدل کر کر لیتی ہوں کہ جن خواتین کا کوٹا پانچ فیصد دیا گیا ہے تو کیا اُن تمام سیٹوں پر خواتین کی تعیناتی ہو چکی ہے یا ابھی کچھ سیٹیں خالی ہیں؟

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں نے اتنی تفصیل سے عرض کیا ہے اور میں نے جو تعداد بتائی ہے یہ لوگ serve کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: اگلا سوال بھی محترمہ نگہت ناصر شیخ کا ہے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 4023 ہے۔

جناب سپیکر: کیا اسے پڑھا ہوا تصور کیا جائے؟

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جی،اسے پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

سال 2008، پنجاب میں موبائل سروس یونٹ و تولیدی مراکز قائم کی تفصیلات

*4023: **محترمہ نگہت ناصر شیخ:** کیا وزیر بہبود آبادی از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :—

(الف) محکمہ صحت نے پنجاب میں سال 2008 کے دوران کل کتنے موبائل سروس یونٹ قائم کئے ؟

(ب) محکمہ صحت نے پنجاب میں سال 2008 کے دوران کل کتنے تولیدی مراکز قائم کئے ؟

وزیر بہبود آبادی (محترمہ نیلم جبار چودھری):

(لف) محکمہ بہبود آبادی پنجاب نے پانچ سالہ منصوبہ (08-2003) کے تحت موبائل سروس یونٹس کی تعداد 71 سے بڑھا کر 117 کی ہے- یہ اہداف 2008 سے پہلے مکمل کر لئے گئے تھے- (تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے)

(ب) محکمہ بہبود آبادی پنجاب نے سال 08-2007 میں 25 مراکز تولیدی صحت کا قیام عمل میں آنا تھا۔ جن میں سے آٹھ مکمل ہو چکے ہیں اور نو مراکز پر کام تکمیل کے مراحل پر ہے جبکہ آٹھ مراکز پر سرکاری زمین کی عدم دستیابی کی وجہ سے کام شروع نہ ہو سکا۔ تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جز (الف) میں بتایا گیا ہے کہ Service Units کی تعداد 71 سے بڑھا کر 117 کی ہے۔ میں یہ بات پوچھنا چاہوں گی کہ ان Units کو بڑھانے پر کتنا سرمایہ خرچ ہوا اور اس کے کیا نتائج برآمد ہوئے، کوئی ایک ایسا مثالی ضلع بتا دیں جس میں اس کے results سامنے آئے ہوں؟

جناب سپیکر: جی۔

وزیر بہبود آبادی (محترمہ نیلم جبار چودھری): جناب سپیکر! انہوں نے اکٹھے ہی دو سوال پوچھ لئے ہیں۔ ایک سوال یہ کہ اس میں سرمایہ کتنا خرچ ہوا ہے اور دوسرا یہ کہ اس کے کیا فوائد حاصل ہوئے ہیں؟ یہ Mobile Service Units ان علاقوں کو cover کرتے ہیں، ان far flung areas میں جاتے ہیں اور ان remote areas میں جاتے ہیں جہاں پر کوئی بھی Basic Health Units اور Rural Health Centres موجود نہیں ہیں۔ یہ وہاں جا کر لوگوں کو ان کے door steps پر family

planning کی services provide کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ میں یہ بھی بتاتی چلوں کہ 117 Mobile Service Units میں جو عملہ ہوتا ہے اس میں ایک کوالیفائیڈ ڈاکٹر ہوتی ہے جو میڈیکل آفیسر ہوتی ہے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! میں نے یہ سوال نہیں پوچھا۔

جناب سپیکر: آپ اور کیا پوچھنا چاہتی ہیں؟

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! میں یہ پوچھ رہی ہوں کہ 71 Units کی تعداد کو بڑھا کر 117 Units کر دیا گیا ہے تو ان پر کل کتنا پیسا خرچ ہوا ہے؟

جناب سپیکر: جی۔

وزیر بہبود آبادی (محترمہ نیلم جبار چودھری): جناب سپیکر! انہوں نے amount کے بارے میں پوچھا ہے تو یہ ایک fresh question بنتا ہے لیکن میں ان کو amount بھی تھوڑی دیر تک بتا دیتی ہوں۔ انہوں نے دوسرا جو main question کیا ہے، اس وقت عوام بھی جاننا چاہتے ہیں اور اس ایوان کے معزز ممبران بھی جاننا چاہتے ہیں تو میں نے وہ جواب ان کو دے دیا ہے۔ اگر انہوں نے اس کی amount پوچھنی تھی تو یہ fresh question بھی کر سکتی تھیں۔ Mobile Service Units کا جو بنیادی مقصد تھا وہ میں بتا چکی ہوں کہ یہ اُن areas کو cover کرتے ہیں جہاں پر family planning کی services موجود نہیں ہوتیں۔ خاص طور پر وہ علاقے جہاں پر کوئی بھی Rural Health Centres یا Basic Health Units قائم نہیں ہیں، یہ وہاں کے لوگوں کی دہلیز پر جا کر family planning کی services provide کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ خواتین کے لئے counselling اور motivation بھی provide کی جاتی ہے۔ ظاہر ہے ان علاقوں میں کوئی نزدیک ہسپتال نہیں ہے تو ان علاقوں میں خاص طور پر بچوں کی ailments کے لئے بھی medicine provide کی جاتی ہیں۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! میرا ساتھ ہی ایک اور سوال تھا جس کا جواب نہیں آیا کہ کوئی ایک ایسا مثالی ضلع بتا دیں جہاں پر ان کے ڈیپارٹمنٹ نے کوئی خاطر خواہ نتائج دیئے ہوں؟ اس پر اتنا پیسا بھی خرچ ہو رہا ہے لیکن کوئی results سامنے نہیں آ رہے ہیں۔

وزیر بہبود آبادی (محترمہ نیلم جبار چودھری): جناب سپیکر! انہوں نے پوچھا ہے کہ کوئی ایک ایسا ضلع بتا دیں۔ میں بتانا چاہوں گی کہ پورے پنجاب میں 117 Mobile Health Units تحصیل کی سطح

پر قائم ہیں اور وہ کام کر رہے ہیں۔اب اگر یہ پوچھیں کہ کوئی ایک ضلع بتادیں تو میرا خیال ہے کہ یہ کوئی ایک ضلع نہیں۔۔۔

جناب سپیکر: اب اس کا جواب آگیا ہے۔ محترمہ!اب آپ تشریف رکھیں، کسی اور کو بھی سوال کرنے دیں۔ محترمہ انجم صفدر!

محترمہ انجم صفدر: جناب سپیکر!انہوں نے اس سوال کے جز (ب)میں جواب دیا ہے کہ محکمہ بہبود آبادی پنجاب 08-2007 میں 25 مراکز تولیدی صحت کا قیام عمل میں آنا تھا۔ جن میں سے 8 مراکز مکمل ہو چکے ہیں،9مراکز پر کام تکمیل کے مراحل میں ہے اور 8 مراکز پر سرکاری زمین کی عدم دستیابی کی وجہ سے کام شروع نہ ہو سکا۔اس سوال کا جواب 19۔مارچ 2010 کو موصول ہوااور آج جنوری 2011 ہے۔تقریباًاس جواب کو آئے ہوئے 10 ماہ ہو چکے ہیں،ان 10 ماہ میں وہ 9مراکز جو تکمیل کے مراحل میں تھے کیاوہ مکمل ہو چکے ہیں، دوسرا سوال یہ ہے کہ ان 10 ماہ میں وہ مراکز جن کے لئے زمین کی عدم دستیابی تھی کیاان کے لئے زمین حاصل کی گئی ہے؟

جناب سپیکر: جی۔

وزیر بہبود آبادی(محترمہ نیلم جبار چودھری): جناب سپیکر!پہلے میں ان کے دوسرے سوال کا جواب دیتی چلوں کہ ان کے لئے زمین حاصل کی گئی ہے یا نہیں؟چونکہ یہ پانچ سالہ منصوبہ ہے،اس کو فیڈرل گورنمنٹ funding کر رہی تھی اور ہم پانچ سالوں کااکٹھا PC-1 بناکر بھیج دیتے تھے۔انہوں نے پوچھا ہے کہ باقی آٹھ مراکز جہاں پر سرکاری زمین کی عدم دستیابی کی وجہ سے کام شروع نہ ہو سکا تو اسے next PC-1 میں بناکر بھیج دیا گیا ہے۔چونکہ سرکاری زمین available نہیں تھی اس لئے یہ مراکز نئے PC-1 کے مطابق 2015 تک بڑھائے جائیں گے۔

جناب سپیکر: جی،زمرد یاسمین صاحبہ!

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر!میں یہ سوال پوچھنا چاہتی ہوں کہ محکمہ بہبود آبادی کے فنڈز کیا صرف پنجاب حکومت ہی provide کرتی ہے یا فیڈرل گورنمنٹ کی طرف سے بھی آتے ہیں،اگر دونوں کی طرف سے آتے ہیں تو اُن کی percentage کتنی ہے، اس محکمے پر اتنا خرچ کیا جاتا ہے اس کا outcome کیا ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر بہبود آبادی!

وزیر بہبود آبادی (محترمہ نیلم جبار چودھری): جناب سپیکر! آج کی date تک اس محکمے کے تمام تر اخراجات جن میں ملازمین کی salaries بھی شامل ہیں یہ فیڈرل گورنمنٹ کی ہی ذمہ داری رہی ہے اور آج تک اس کے لئے سارا بجٹ فیڈرل گورنمنٹ نے ہی فراہم کیا ہے۔ پنجاب حکومت کی طرف سے ابھی تک اس محکمے کے لئے کچھ بھی contribute نہیں کیا گیا۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! اتنی آبادی بڑھ رہی ہے تو یہ محکمہ کیا کام کر رہا ہے؟

جناب سپیکر: انہوں نے سوال بہت عجیب کیا ہے، اب آپ اس کا جواب دیں۔

وزیر بہبود آبادی (محترمہ نیلم جبار چودھری): جناب سپیکر! بالکل انہوں نے بڑا valid question کیا ہے۔ میں بتاتی چلوں کہ اگر میں تھوڑا سا پیچھے جاؤں تو 1951 سے لے کر 1961 تک population growth rate 2.45 percent تھا۔ اس کے بعد 1961 سے لے کر۔۔۔

جناب سپیکر: نہیں، وہ latest پوچھ رہی ہیں۔

وزیر بہبود آبادی (محترمہ نیلم جبار چودھری): اس وقت 2.05 ہے۔ میں یہ بھی بتاتی چلوں کہ جب سے یہ محکمہ وجود میں آیا ہے، مختلف سیاسی حکومتیں آتی رہیں اور بعض حکومتوں کے دور میں اس کو بالکل neglect کیا جاتا رہا جس کی وجہ سے آبادی کے بڑھنے کا دباؤ بھی اُسی ratio سے بڑھ جاتا تھا۔ جب گورنمنٹ تبدیل ہوتی تھی یا جس کی priorities میں یہ شامل ہوتا تھا تو پھر اس کو focus کیا جاتا تھا اور لوگوں میں awareness پیدا کی جاتی تھی۔ Gradually اس کی percentage میں کمی آئی ہے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے، تشریف رکھیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میرا ایک ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: نہیں، اب اس پر کوئی ضمنی سوال نہیں ہوگا کیونکہ اس سوال کا ٹائم ختم ہو چکا ہے۔ اگلا سوال جناب محمد یار ہراج کا ہے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! On his behalf میں نے صرف یہ پوچھنا تھا کہ آبادی کس دباؤ کے تحت بڑھتی ہے؟ (معزز ممبر نے جناب محمد یار ہراج کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا۔)

جناب سپیکر: نہیں، آپ سوال نمبر بولیں اور اس کو چھوڑیں۔

MS SEEMAL KAMRAN: Question No 1064. Answer to be taken as read.

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ضلع خانیوال میں پبلک پراسیکیوٹرز کی تعداد و دیگر تفصیلات

*1064: جناب محمد یار ہراج: کیا وزیر پبلک پراسیکیوشن ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) ضلع خانیوال میں کتنے پبلک پراسیکیوٹرز فرائض سرانجام دے رہے ہیں ان کی تنخواہ و دیگر مراعات پر کل کتنی رقم خرچ ہو رہی ہے؟

(ب) کیا حکومت ضلع خانیوال میں مزید پبلک پراسیکیوٹر تعینات کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو اس کے لئے کتنے فنڈز مختص کئے گئے ہیں، کتنے contract اور کتنے permanent basis پر تعینات کئے جانے کی تجویز ہے؟

(ج) پبلک پراسیکیوٹرز کی کارکردگی جانچنے کے لئے کیا criteria ہے اور ان کی تعلیمی قابلیت اور کتنا تجربہ درکار ہوتا ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان):

(الف) ضلع خانیوال میں اس وقت 27 منظور شدہ اسامیوں پر پچیس پراسیکیوٹرز فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ جن میں گریڈ 19 کا ایک ڈسٹرکٹ پبلک پراسیکیوٹر، گریڈ 18 کے چار ڈپٹی ڈسٹرکٹ پبلک پراسیکیوٹرز اور گریڈ 17 کے بیس اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ پبلک پراسیکیوٹرز شامل ہیں۔فی الحال دو ڈپٹی ڈسٹرکٹ پبلک پراسیکیوٹرز کی اسامیاں خالی ہیں۔ ضلع خانیوال میں پراسیکیوٹرز کی تنخواہ اور دیگر مراعات پر جتنی رقم خرچ ہو رہی ہے اس کی تفصیل ضمیمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) جی، نہیں۔فی الحال حکومت کا ایسا کوئی ارادہ نہ ہے۔

اس وقت ضلع خانیوال میں ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کی ایک، ایڈیشنل سیشن ججز کی چھ اور سول جج کم جوڈیشل مجسٹریٹ کی پندرہ عدالتوں میں مقدمات کی تعداد اور ضرورت کے مطابق پچیس پراسیکیوٹرز فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ جن کی تعداد کافی ہے اس لئے نئی تعیناتی اور مزید فنڈز مختص کرنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔البتہ ڈپٹی ڈسٹرکٹ پبلک پراسیکیوٹرز

کی جو دو اسامیاں خالی ہیں جونہی پراسیکیوٹرز میسر ہوں گے ان کو ضلع خانیوال میں تعینات کر دیا جائے گا۔

(ج) پبلک پراسیکیوٹرز کی کارکردگی جانچنے کا سب سے اہم ذریعہ ان کی Annual Confidential Reports (ACRs) یا Performance Evaluation Reports(PERs) ہیں۔ اس کے علاوہ پراسیکیوٹرز کی کارکردگی جانچنے کے لئے پبلک پراسیکیوشن ڈیپارٹمنٹ نے 8 ریجنل مانیٹرنگ سیل بنائے ہیں جن کی تفصیل ضمیمہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ ضلع کا ہر پراسیکیوٹر چار مختلف قسم کے فارم جن کی تفصیل ضمیمہ (ج) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے، پُر کر کے ہر ماہ اپنے ڈسٹرکٹ ہیڈ کو بھجواتا ہے۔ ڈسٹرکٹ پبلک پراسیکیوٹر ان فارم میں درج اعداد و شمار کو اکٹھا کر کے پورے ضلع کی رپورٹ ریجنل مانٹیرنگ سیل کو بھجواتا ہے اور آٹھ ریجنل مانیٹرنگ سیل اپنی رپورٹ صوبائی مانیٹرنگ سیل کو بھجواتے ہیں۔اس طرح سے پراسیکیوٹرز کی کارکردگی کو جانچنے اور اس کو بہتر بنانے میں کافی آسانی ہوئی ہے۔

جہاں تک پراسیکیوٹرز کی تعلیمی قابلیت اور تجربہ کا تعلق ہے تو ڈسٹرکٹ پبلک پراسیکیوٹر کے لئے ایل ایل بی کے بعد بارہ سال وکالت کا تجربہ، ڈپٹی ڈسٹرکٹ پبلک پراسیکیوٹر کے لئے ایل ایل بی کے بعد سات سال وکالت کا تجربہ اور اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ پبلک پراسیکیوٹر کے لئے ایل ایل بی کے بعد دو سال وکالت کا تجربہ درکار ہے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! اس میں جو جواب کی details دی گئی ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: کون سے جز کی؟

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں بتا رہی ہوں کہ جز (ج) کی جو تفصیل بیان کی گئی ہے اس میں یہ لکھا ہے کہ جہاں تک پراسیکیوٹرز کی تعلیمی قابلیت اور تجربہ کا تعلق ہے، اس کے لئے جو details بتائی گئی ہیں کہ ڈسٹرکٹ پبلک پراسیکیوٹر کے لئے ایل ایل بی کے بعد بارہ سال وکالت کا تجربہ اور ڈپٹی پراسیکیوٹر کے لئے ایل ایل بی کے بعد سات سال وکالت کا تجربہ ہونا چاہئے تو میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ ایسے تو بہت سے لوگ ہوں گے جو اس criteria کو پورا کرتے ہوں گے کیا کوئی اس کے علاوہ extra qualification بھی ہونی چاہئے یا ہوتی ہو گی یعنی میرٹ کو کس طرح سے ملحوظ خاطر رکھا جاتا ہے، کیا کوئی written test or interview ہوتا ہے، میرا مطلب ہے کہ میرٹ کو ensure کرنے کے لئے کیا طریق کار ہوتا ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر موصوف!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس میں پراسیکیوٹرز کو induct کرنے یا بھرتی کرنے کے لئے qualification درج ہے کہ انہوں نے قانون کی ڈگری حاصل کی ہوتی ہے اس کے بعد پھر پبلک سروس کمیشن کے تحت محکمہ میں آتے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، Order please order. معزز ممبران! میری بات سنیں کہ سوال کا جواب آرہا ہے، آپ ایوان میں گپ شپ لگا رہے ہیں۔ This is not good. اگر کسی نے گپ شپ لگانی ہے تو لابی آپ کے پاس موجود ہے۔ مہربانی کر کے interrupt نہ کریں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس میں جہاں تک پراسیکیوٹرز کی qualifications کا معاملہ ہے تو یہ قانون اور ایکٹ میں درج ہے کہ Law Graduates کو through Public Service Commission محکمہ میں بھرتی کیا جاتا ہے اور جب تک وہاں سے تعداد پوری نہیں ہو گی تو اس وقت تک stopgap arrangement یعنی contract پر کی جاتی رہی ہیں اور اس وقت بھی موجود ہیں لیکن جہاں تک کارکردگی کا معاملہ ہے تو ڈیپارٹمنٹ کی کارکردگی اس سے دیکھی جاتی ہے کہ جو cases زیر سماعت ہیں تو اس کے متعلق ڈیپارٹمنٹ نے اس میں کیا contribute کیا ہے تو اس میں جو terrorism کے cases ہیں یعنی high profiled cases تو اس کی جو کارکردگی 01-01-2010 to 31-12-2010 یعنی ایک سال کے دوران اس میں جو ڈیپارٹمنٹ کی کارکردگی ہے تو اس میں total decided cases 380 ہیں یعنی high profiled cases اور terrorist court میں جو cases سال 2010 میں decide ہوئے ان کی تعداد 380 ہے۔ اس میں 268 کیسز میں conviction ہوئی ہے جو کہ 71 فیصد ہے اور 112 کیسز میں acquittal ہوا ہے جو کہ 29 فیصد ہے۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ میں یہ بھی معزز ایوان کے سامنے رکھ دوں کہ اس میں 172 ملزمان کو death sentenced ہوئی ہے اور 205 ملزمان کو life imprisonment ہوئی ہے۔ اسی طرح سے 160 لوگوں کو conviction اور other than life imprisonment ہوئی ہے تو یہ کارکردگی کے حساب سے جو cases decided ہیں یہ ایک عمدہ اور بہترین کارکردگی ہے۔۔۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! جس طرح سے میرے سوال کا جواب دیا جا رہا ہے اس طرح سے تو میرے سوال کا ٹائم ختم ہو جائے گا۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! نہیں، اگر کارکردگی کے بارے میں پوچھ رہی ہیں تو پھر آپ کو کس طرح سے بتایا جائے؟

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں نے گزارش کی تھی کہ اگر اسی criteria کو follow کرتے ہوئے جو criteria اس میں لکھا ہوا ہے اور qualification کے ساتھ بارہ اور سات سال کا تجربہ بتایا گیا ہے اگر ایک سے زیادہ لوگ اس criteria پر پورا اترتے ہیں تو ان میں سے ایک right person کو chose کرنے کے لئے میرٹ کو ensure کرنے کا کیا طریق کار ہوتا ہے، کیا کوئی additional test لیا جاتا ہے یا کوئی انٹرویو ہوتا ہے. This was the question actually

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اب آپ خود اندازہ کریں کہ یہ بھی کوئی سوال ہے؟

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں تو میرٹ کی بات کر رہی ہوں، یہ کیا بات ہوئی؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں نہیں سمجھتا کہ ان کو اتنی ignorance ہے کہ ان کو یہ بھی نہیں پتا کہ اگر ایک criteria پر ایک سے زیادہ لوگ پورا اترتے ہوں تو پھر ان میں ایک کو کس طرح select کیا جاتا ہے یعنی اگر اسامیاں پانچ ہیں، امتحان میں پچاس لوگ appear ہوئے ہیں اور ان میں سے 20 لوگ پاس ہو گئے ہیں اس کے بعد باقاعدہ انٹرویو وغیرہ ہوتے ہیں تو ان کی ایک priority list تیار ہوتی ہے، اس priority list میں جو پہلے پانچ لوگ ہوتے ہیں وہ select ہو جاتے ہیں، باقی دس رہ جاتے ہیں اور یہ کون سی بات ہے جو آپ کو بتائی جائے؟

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! سب سے پہلے تو مجھے اس بات پر اعتراض ہے کہ میرا supplementary question ہے، میں لاء منسٹر ہوں اور نہ ہی میں کوئی قانون کی ماہر ہوں۔ میں نے اگر کوئی supplementary question کیا ہے تو وہ میرا right ہے۔ یہ کیا جواب ہے کہ یہ بھی کوئی سوال ہے؟ مطلب آپ جواب دینے کی بجائے ایک اور سوال کریں۔

جناب سپیکر: جی، انہوں نے criteria کے حوالے سے تو آپ کو جواب بتا دیا ہے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! اس طرح سے ممبران کی insult نہیں کی جا سکتی۔ میری Chair سے یہ درخواست ہے کہ آپ اس سلسلے کو بند کرائیں۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ! مہربانی۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! یہ جو انہوں نے بات کرنے کے بعد تمہید باندھی ہے ان کو وہ جواب دینا چاہئے تھا۔

جناب سپیکر: جی، جی۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! دوسرا میرا supplementary question یہ ہے کہ کیا اب تک پیپلز پارٹی کا کوئی اسسٹنٹ یا ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل مقرر کیا گیا ہے ان سب میں سے جو اس criteria کو پورا کرتا ہو؟

جناب سپیکر: کس کا اور کیا کیا؟

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! پنجاب میں کیونکہ coalition government ہے تو کیا اب پنجاب میں پیپلز پارٹی کا ان میں سے کوئی اسسٹنٹ یا ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل مقرر کیا گیا ہے؟

جناب سپیکر: میرا خیال ہے کہ یہ سوال تو ان کو خود پوچھنا چاہئے، آپ کیوں پوچھ رہی ہیں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناءاللہ خان): جناب سپیکر! معاملہ یہ ہے کہ ضمنی سوال کرنے کے لئے تھوڑی بہت محنت کرنی چاہئے اور تھوڑا بہت معاملے کو دیکھ لینا چاہئے۔ اب یہ جو انہوں نے سوال کیا ہے اب اس کا آپ جواب دیں کیونکہ پھر اگر میں یہ کہوں کہ ---

جناب سپیکر: جی، relevant question کریں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناءاللہ خان): جناب سپیکر! اگر میں کچھ کہوں گا تو پھر ان کو اس بات پر اعتراض ہو گا۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! ---

جناب سپیکر: جی، انہوں نے آپ کو criteria بتا دیا ہے۔ محترمہ! آپ میری بات سنیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! وہ تو مجھے پتا ہے کہ آپ ٹریژری بنچز کا defence کریں گے۔

جناب سپیکر: نہیں تو پھر آپ کا سوال ہی کسی قسم کا نہیں ہے۔آپ کیا کرتی ہیں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: جی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں جواب دے دیتا ہوں اور اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت میرٹ پر لوگوں کو رکھا جارہا ہے اور وہ دور دفن ہو گیا ہے جب اس بنیاد پر لوگوں کو رکھا جاتا تھا کہ اس کی ذات کیا ہے،اس کی برادری کیا ہے،اس کا ضلع کیا ہے،اس کی تحصیل کیا ہے اور اس کے پیچھے سفارشی کون ہے؟ان لوگوں پر عوام نے 18۔فروری 2008 کو منوں مٹی پھینک دی ہے اور وہ لوگ دفن ہو چکے ہیں۔اب اس طرح کا دور نہیں ہے کہ اس قسم کی بھرتی کی جائے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! اگر میں اپنے ضمنی سوال میں میرٹ کی وضاحت پوچھنا چاہوں تو منسٹر صاحب کو اعتراض ہے۔۔۔

جناب سپیکر: محترمہ! میرٹ کا تو انہوں نے بتادیا ہے۔اب آپ اور کیا پوچھتی ہیں؟

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! پلیز، ایک منٹ آپ میری گزارش سن لیں۔ اگر میں میرٹ کی تفصیل پوچھنا چاہتی ہوں تو اس پر منسٹر صاحب کو اعتراض ہے،اگر میں نے coalition government کا پوچھا تو کیا وہاں پر ان کا حق نہیں ہے۔

جناب سپیکر: جی، نہیں۔ یہاں coalition government کی بات نہیں ہے۔ انہوں نے criteria بتادیا ہے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! کیا خواجہ حارث صاحب کوئی آسمانی صحیفہ ہیں،ان کا کسی سیاسی پارٹی سے تعلق نہیں ہے اور اس ہاؤس میں یہ کس طرح کی گفتگو ہوتی ہے؟

جناب سپیکر: جی، آپ لوگ ہی کرتے ہیں اور آپ خود ہی یہ باتیں کر رہی ہیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! جب یہاں پر گندم کے گوداموں کی بات ہو رہی تھی تو یہاں پر لوگوں کے قائدین اور ڈکٹیٹر کی دہائی دینی شروع کر دی گئی۔ یہ روز Question Hour میں کیا ہوتا ہے؟

جناب سپیکر: جی،آپ اپنے ضمنی سوال پر آئیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر!یہ میرا ضمنی سوال تھااس پر میں نہیں سمجھتی کہ۔۔۔

جناب سپیکر: جی تو پھر آپ بات کیوں نہیں سنتیں؟

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر!میں کیا سنوں؟

جناب سپیکر: جی،criteriaانہوں نے بتایا ہے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر!اگرcriteriaانہوں نے بتایا ہے تو مجھے کیا کہنے کے بعد بتایا ہے۔

جناب سپیکر: جی،کیا؟

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر!کیا مجھے ٹریژری بنچز سے dictationلینی پڑے گی کہ میں نے کیاsupplementary questionکرنا ہے اور کیا نہیں کرنا؟

جناب سپیکر: وہاں پر کوئی ایسا کالم نہیں لکھا ہوتا کہ یہ کس پارٹی سے ہے یا کس گروپ سے ہے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر!اگر کوئیcriteriaنہیں ہے تو پھر آپ کہہ دیں کہ کوئیcriteria نہیں ہے۔

جناب سپیکر: جی،آپ کی بہت مہربانی،اگلا سوال اگر پوچھنا ہے تو پوچھیں،نہیں تو پھر آگے چلتے ہیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر!بس ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر: جی،نہیں ہے تو پھر اب اگلا سوال جناب محمد محسن خان لغاری صاحب کا ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر!میرا سوال نمبر4380 ہے اور اسے پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی،پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ایڈووکیٹ جنرل پنجاب کے متعلقہ تفصیلات

*4380: **جناب محمد محسن خان لغاری:** کیا وزیر قانون و پارلیمانی امور از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ایڈووکیٹ جنرل پنجاب کی موجودگی کے باوجود خواجہ حارث اور مصطفیٰ رمدے ایڈووکیٹ صاحبان عدالتوں میں حکومت کی طرف سے پیش ہو رہے ہیں؟

(ب) اگر جواب اثبات میں ہے تو مذکورہ ایڈووکیٹ صاحبان کس کے behalf پر پیش ہو رہے ہیں اور آج تک کس کس کیس میں پیش ہوئے اور انہیں کتنی فیس کس مد سے ادا کی گئی، ہر کیس کی تفصیل علیٰحدہ علیٰحدہ بتائی جائے؟

(ج) کیا قواعد وضوابط کے تحت ایڈووکیٹ جنرل کی موجودگی کے باوجود مذکورہ ایڈووکیٹ صاحبان عدالتوں میں پیش ہو سکتے ہیں اگر ہاں تو متعلقہ قواعد ایوان کی میز پر رکھے جائیں؟

(د) مذکورہ ایڈووکیٹ صاحبان کی بھاری فیسوں کی ادائیگی کے لئے کس مجاز اتھارٹی سے منظوری حاصل کی جاتی ہے، تفصیل سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر قانون وپارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان):

(الف) یہ درست ہے کہ خواجہ حارث احمد اور جناب مصطفیٰ رمدے، ایڈووکیٹس، ایڈووکیٹ جنرل کی موجودگی میں حکومت کی طرف سے چند مقدمات میں عدالتوں میں پیش ہوئے۔

(ب) محکمہ قانون وپارلیمانی امور نے حکومت پنجاب کے تحت چلنے والے تمام محکموں سے اس بابت معلومات حاصل کی ہیں لہذا ان معلومات کے مطابق خواجہ حارث احمد ایڈووکیٹ اور جناب مصطفیٰ رمدے ایڈووکیٹ مندرجہ ذیل مقدمات میں حکومت کی طرف سے عدالت عالیہ میں پیش ہوئے ہیں:۔

1- خواجہ حارث احمد ایڈووکیٹ نے مندرجہ ذیل مقدمات میں حکومت کی نمائندگی کی:۔

نمبر شمار	تفصیل کیس	محکمہ	عدالت	فیس
1	1-رٹ پٹیشن نمبر 6470/2008 سید خرم شاہ بنام میاں محمد شہباز شریف	قانون وپارلیمانی امور	عدالت عالیہ، لاہور	پانچ لاکھ روپے
	2-رٹ پٹیشن نمبر 654/2008 سید خرم شاہ بنام میاں محمد شہباز شریف		عدالت عالیہ، لاہور	پانچ لاکھ روپے
2	رٹ پٹیشن نمبر 9394/2008 محمد سلیم وغیرہ بنام حکومت پنجاب	پبلک پراسیکیوشن	عدالت عالیہ، لاہور	دس لاکھ روپے
3	رٹ پٹیشن نمبر 15744/2009 سٹیٹ بنام فیڈریشن آف پاکستان	محکمہ خوراک	عدالت عالیہ، لاہور	پندرہ لاکھ روپے

4	1۔رٹ پٹیشن نمبر 18515/2009 حکومت پنجاب بنام چیف الیکشن کمشنر	محکمہ داخلہ	عدالت عالیہ،لاہور	پانچ لاکھ روپے
	2۔اپیل نمبر 843/2009 محمد اظہر صدیق بنام حکومت پنجاب وغیرہ		عدالت عالیہ،لاہور	پانچ لاکھ روپے

-2 جناب مصطفیٰ رمدے ایڈووکیٹ نے مندرجہ ذیل مقدمات میں حکومت کی نمائندگی کی:

نمبر شمار	تفصیل کیس	محکمہ داخلہ	عدالت	فیس
1	1۔رٹ پٹیشن نمبر 18515/2009 حکومت پنجاب بنام چیف الیکشن کمشنر	محکمہ داخلہ	عدالت عدلیہ،لاہور	دس لاکھ پچاس ہزار روپے
2	1۔رٹ پٹیشن نمبر 18024/2008 اورنگزیب شفیع برکی بنام گورنمنٹ آف پنجاب 2۔رٹ پٹیشن نمبر 18025/2008 اورنگزیب شفیع برکی بنام گورنمنٹ آف پنجاب	ایس اینڈ جی اے ڈی (سروسز۔1)	عدالت عالیہ لاہور	چھ لاکھ روپے

(ج) کسی قانون یا رولز میں ایسی کوئی پابندی نہ ہے کہ ایڈووکیٹ جنرل کی موجودگی میں حکومت پرائیویٹ کونسل مقرر نہ کر سکتی ہے۔وکلاء سے متعلق معاملات بشمول فیس پنجاب، گورنمنٹ رولز آف بزنس 1974 کے شیڈول II کے تحت محکمہ قانون و پارلیمانی امور کے ذمہ ہیں (کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے) محکمہ قانون حسب ضرورت پرائیویٹ وکلاء کے تقرر کے لئے مناسب اقدامات کرتا ہے جس میں جناب چیف منسٹر کی منظوری بھی شامل ہے۔

(د) چونکہ مندرجہ بالا مقدمات انتہائی اہمیت کے حامل تھے لہذا پرائیویٹ وکلاء کا تقرر جناب وزیراعلیٰ پنجاب کی منظوری سے کیا گیا اور ان کی فیس بھی جناب وزیراعلیٰ پنجاب کی منظوری سے مقرر کی گئی۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! اس میں میرا ضمنی سوال یہ ہے جیسا کہ ابھی لاء منسٹر صاحب نے کہا ہے کہ کوئی برادری نہیں دیکھی جاتی اور کوئی کچھ نہیں دیکھا جاتا تو اس سوال کے جز(ب) میں یہ پوچھا گیا تھا کہ "ہمارے ایڈووکیٹ جنرل کی موجودگی میں باقی لوگوں کو کیوں appoint کیا جاتا ہے" تو جن لوگوں کو appoint کیا جاتا ہے تو ان کی برادری کا بتادیں؟ یہ سوال ویسے ہی بن گیا لیکن جو serious question ہے وہ یہ ہے کہ جز(ج) کے جواب میں کہا گیا ہے کہ کسی قانون یا رولز میں ایسی کوئی پابندی نہ ہے کہ ایڈووکیٹ جنرل کی موجودگی میں حکومت پرائیویٹ کونسل مقرر نہ کر سکتی ہے اور

میرا سوال یہ تھا کہ کیا قواعد وضوابط کے تحت ایڈووکیٹ جنرل کی موجودگی کے باوجود ایڈووکیٹ صاحبان عدالتوں میں پیش ہو سکتے ہیں اگر ہاں تو متعلقہ قواعد ایوان کی میز پر رکھے جائیں، یہ وہ قانون ہے جو آپ کی مدد سے مجھے دیا گیا اور اسمبلی کو نہیں دیا گیا تھا۔ اس کے جز(د) میں لکھا گیا ہے کہ "مذکورہ ایڈووکیٹ صاحبان کی بھاری فیسوں کی ادائیگی کے لئے کس مجاز اتھارٹی سے منظوری لی گئی، تفصیل سے ایوان کو آگاہ کیا جائے"۔

جناب سپیکر: جی، Chief Executive کو وہ اختیارات حاصل ہوتے ہیں؟

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! اگر آپ مجھے عرض کرنے دیں تو کچھ زیادہ ہی بہتر ہوگا اگر آپ میری بات کاٹ دیں گے تو میں بیٹھ ہی جاتا ہوں۔

جناب سپیکر: نہیں، نہیں۔ آپ آگے چلیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! جواب آپ نے نہیں دینا، جواب لاء منسٹر صاحب نے دینا ہے۔

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب جواب دے رہے ہیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! مہربانی کر کے مجھے سوال کرنے دیا کریں اور ان کو جواب دینے دیا کریں۔ آپ اگر مجھے چپ کروا کر بٹھا دیں گے تو میں چپ کر کے بیٹھ جاتا ہوں۔ آپ کا جیسے حکم ہو۔ اس میں میرا سوال یہ تھا کہ ---

جناب سپیکر: کئی چیزیں common sense کی ہوتی ہیں لیکن میں کیا کروں؟

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! شاید مجھ میں common sense نہیں ہے، میں شاید بیوقوف آدمی ہوں۔

جناب سپیکر: نہیں، آپ ماشاءاللہ بہت سمجھدار ہیں۔ یہ بات میں آپ کے بارے میں نہیں کہہ رہا۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میری آپ سے گزارش ہے کہ اگر آپ میری کم عقلی کا مذاق نہ اُڑائیں تو آپ کی بہت مہربانی ہوگی۔

جناب سپیکر: جی، بولتے جائیں۔ وہ جواب دیں گے۔

جناب محمد محسن خان لغاری:جناب سپیکر!ایک تو میں نے یہ پوچھا تھا کہ جو لسٹ مجھے یہاں پر دی گئی ہے اس میں قانون و پارلیمانی امور ڈیپارٹمنٹ کی جو ذمہ داریاں بتائی گئی ہیں اس میں لاء ڈیپارٹمنٹ کا advice to department on legal ہے، conduct of government litigation matters ہے، appointment, removal, transfers, leaves, Advocate General, Additional Advocate General وغیرہ ہیں۔اس کے بعد چوتھا حصہ جس کو مجھے underline کر کے دیا گیا ہے matters relating to legal practitioners including scale of fees. یہ جز(ج) کے لئے تو شاید ہو سکتا ہے لیکن میرے پوچھنے کا مقصد یہ تھا کہ اس میں تو لاکھوں روپے کی فیس کہی گئی ہے کیا یہ ایڈووکیٹ جنرل کی competence سے زیادہ مشکل کیس تھے،ایڈووکیٹ جنرل صاحب ان کو handle نہیں کر سکتے تھے جو private practitioners کو hire کیا گیا؟ اور یہ جو دونوں private practitioners ہیں ان دونوں کا ایک background ہے، جس context سے یہ نکلتے ہیں خواجہ حارث صاحب اور مصطفیٰ رمدے صاحب ان کا ایک background بھی تو ہے،ان کی ایک linking بھی ہے تو کیا حکومت کو سب سے زیادہ یہی قابل وکیل ملے تھے،اس کی کیا وجہ ہے کہ ان دونوں کو hire کیا گیا؟

چودھری علی اصغر منڈا(ایڈووکیٹ):یہ تقریر ہے یا ضمنی سوال ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور(رانا ثناء اللہ خان):جناب سپیکر!محترم محسن لغاری صاحب نے جو بات کی ہے اس میں ایک تو انہوں نے یہ کہا ہے کہ کیا ایڈووکیٹ جنرل کی موجودگی میں ضروری تھا کہ کوئی اور وکیل hire کیا جاتا تو اس کے جواب میں عرض یہ ہے کہ گورنمنٹ کو یہ اتھارٹی یا اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنے کسی بھی کیس میں سرکاری وکلاء،ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل یا ایڈووکیٹ جنرل صاحب کے علاوہ اگر مناسب سمجھے تو کسی پرائیویٹ وکیل کو hire کر سکتی ہے۔جس طرح اس کی مثال یہ ہے کہ جو ابھی سانحہ سیالکوٹ ہوا تو اس میں بھی ایک مطالبہ یہ تھا کہ اس کو آپ صرف public prosecutors کے سر پر نہ رکھیں، ساتھ ایک private counsel بھی کر دیں تاکہ تھوڑی بہت ایک دوسرے کی evaluation ہوتی رہے لہذا گورنمنٹ کو یہ اختیار حاصل ہے۔اب جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ان کی background کیا ہے تو اگر کوئی اور background آپ کے ذہن میں ہیں تو آپ بتائیں۔ ڈیپارٹمنٹ کے پاس ان کی background یہ ہے کہ خواجہ حارث انتہائی قابل وکیل ہیں اور اس سلسلے میں نہ صرف ہائیکورٹ اور سپریم کورٹ کے فیصلے موجود ہیں بلکہ ان کی practice کا ریکارڈ بھی موجود

ہے اور اسی طرح مصطفیٰ رمدے بھی ایک قابل وکیل ہیں اور مختلف cases میں جہاں پر گورنمنٹ نے یہ محسوس کیا کہ ان کی competency موجود ہے تو اس کے مطابق ان کو فیس ادا کی گئی۔ یہ تو صرف لاکھوں کی بات ہے، یہاں پر تو اس قسم کے بھی cases ہیں کہ لوگوں نے ساڑھے تین، تین کروڑ روپے فیس لی ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ ہم نے بطور وکیل فیس لی ہے۔ یہ تو اس وقت professional and senior lawyers کی فیس ہے جو اُن کے مقابلے میں بہت کم ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! ابھی رانا صاحب نے کہا تھا کہ وہ دور گزر گئے جب یہ سارا کچھ ہوتا تھا تو کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ مصطفیٰ رمدے صاحب کے چچا مسلم لیگ (ن) کے candidate ہیں، وہ ایم این اے رہ چکے ہیں؟ یہ جو اسد الرحمٰن صاحب ٹوبہ ٹیک سنگھ سے ہیں کیا ان کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے اور اسی طرح سے کیا خواجہ حارث صاحب پاکستان مسلم لیگ (ن) کی leadership کے بہت قریب نہیں ہیں؟ میرے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ آپ جس وقت طنز کرتے ہیں تو یہ طنز دونوں طرف جاتی ہیں۔ میری آپ سے بار بار یہی گزارش ہوتی ہے کہ یہ نہ کیا کریں۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! ان کو اتنا گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر آپ تفصیل میں جائیں گے تو پھر وہ تو آپ سے سُننا مشکل ہو جائے گا، جواب دینا مشکل ہو جائے گا اور پھر جس طرح آج آپ کی ناشتے کے اوپر کھچائی ہوئی ہے اور آپ کو سکھا پڑھا کر بھیجا گیا ہے کہ آپ یہ کریں، وہ کریں۔۔۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! ہم ناشتے کئے بغیر آئے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): نہیں تو پھر آپ اس قسم کی باتیں کیوں کرتے ہیں؟ آپ میں بات سُننے کا بھی حوصلہ ہونا چاہئے۔ لغاری صاحب! میرا تعلق پاکستان مسلم لیگ (ن) سے ہے، میں پاکستان مسلم لیگ (ن) میں ایک active role play کر رہا ہوں تو کیا اب میرے تمام رشتہ داروں پر ban لگ جائے کہ کوئی وکالت کر سکے اور نہ کوئی کسی سرکاری محکمے میں نوکری کر سکے۔ یہ کون سا طریقہ ہے، یہ آپ کون سا اعتراض کر رہے ہیں؟ میں آپ سے یہ کہہ رہا ہوں کہ اگر خواجہ حارث اور مصطفیٰ رمدے کے بطور وکیل ہونے یا ان کی competency کے حوالے سے کوئی question ہے تو آپ وہ کریں۔ باقی یہ بات کہ اگر کسی کا چچا، کسی کا ماما، کسی کا کوئی اور رشتہ دار کسی سیاسی جماعت میں ہے تو پھر کیا وہ لوگ گھر بیٹھ جائیں؟

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میری یہی گزارش ہے کہ جب انہوں نے کہا کہ وہ دور گزر گیا جب اس قسم کی چیزیں ہوتی تھیں تو کیا وہ لوگ جو اس دور میں بھرتی ہوتے تھے تو کیا ان کے ساتھ کسی کا تعلق ہوتا تھا یا competency ہوتی تھی تو ان کی یہ بات کرنا بنتی تھی؟ میری بار بار آپ کی Chair کے توسط سے لاء منسٹر صاحب سے یہ گزارش ہے کہ طنزیہ اور چبھتے ہوئے جملے کہنا سب کو آتے ہیں۔ ہم اس سے اجتناب کیا کریں، یہ نہ کیا کریں اور جو matter in hand ہو ہم سب اسی کو discuss کیا کریں۔

جناب سپیکر: آپ کی مہربانی۔ جی۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! آپ کی اجازت ہو تو میں ایک ضمنی سوال کر لوں؟

جناب سپیکر: نہیں، آپ تشریف رکھیں۔ آپ کی مہربانی۔ جی، اگلا سوال محترمہ نسیم لودھی صاحبہ کا ہے۔۔۔ تشریف فرما نہیں ہیں؟ لہذا یہ disposed of کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال میاں نصیر احمد کا ہے۔ سوال نمبر بولئے۔

میاں نصیر احمد: سوال نمبر 1612 ہے۔

شعبہ پراسیکیوشن میں بھرتی کا طریقہ اور پراسیکیوٹرز کی بھرتی سے متعلقہ تفصیلات

*1612: **میاں نصیر احمد:** کیا وزیر پبلک پراسیکیوشن از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) صوبہ پنجاب میں ایڈیشنل پراسیکیوٹر جنرل، ڈسٹرکٹ پبلک پراسیکیوٹر، ڈپٹی پراسیکیوٹر جنرل، ڈپٹی ڈسٹرکٹ پبلک پراسیکیوٹر، اسسٹنٹ پراسیکیوٹر جنرل اور اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ پبلک پراسیکیوٹر کی کل کتنی اسامیاں ہیں مکمل تفصیل سے ایوان کو آگاہ فرمایا جائے؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ صوبہ پنجاب میں ایڈیشنل پراسیکیوٹر جنرل، ڈسٹرکٹ پبلک پراسیکیوٹر، ڈپٹی پراسیکیوٹر جنرل، ڈپٹی ڈسٹرکٹ پبلک پراسیکیوٹر، اسسٹنٹ پراسیکیوٹر جنرل اور اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ پبلک پراسیکیوٹر کی اسامیوں پر تعیناتی دی پنجاب کریمنل پراسیکیوشن سروسز ایکٹ 2006 (ایکٹ 111 آف 2006) کے سیکشن 8(4) کے تحت بوساطت پنجاب پبلک سروس کمیشن ہو گی؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ بالا اسامیوں پر تعیناتی کے حوالے سے محکمہ نے پنجاب پبلک سروس کمیشن کو اہل امیدواروں کی بھرتی کے لئے کہا تھا اور پنجاب پبلک سروس کمیشن کی طرف سے اس سلسلہ میں اشتہار بھی مختلف اخبارات میں شائع ہوا تھا؟

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ پنجاب پبلک سروس کمیشن کو اس سلسلہ میں مزید کام سے روک کر سابقا حکومت نے میرٹ کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے اپنے من پسند وکیلوں کو مذکورہ بالا اسامیوں پر سفارش اور رشوت کی بنیاد پر بھرتی کیا؟

(ہ) اگر درج بالا سوالات کے جوابات اثبات میں ہیں تو سابقا حکومت نے جو پراسیکیوٹر بھرتی کئے تھے ان کی مکمل تفصیل ایوان میں فراہم کی جائے نیز دی پنجاب کریمینل پراسیکیوشن سروسز ایکٹ 2006 (ایکٹ 111 آف 2006) کے سیکشن 8(4) کے تحت بوساطت پنجاب پبلک سروس کمیشن پراسیکیوٹر بھرتی نہ کرنے والوں کے خلاف کوئی قانونی کارروائی کی گئی ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان):

(الف) تفصیل ضمیمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) درست ہے۔

(ج) درست ہے۔

(د) یہ درست نہ ہے۔ پنجاب پبلک سروس کمیشن کو وقتی طور پر پراسیکیوٹرز کی بھرتی سے اس لئے روکا گیا تھا کہ کمیشن نے مختلف اسامیوں کے تحریری امتحان کے لئے جو syllabus دیا تھا اس میں آسانی اور کمی بیشی کی ضرورت محسوس کی گئی تھی اور یہ فیصلہ اس وقت کے وزیر اعلیٰ کی منظوری کے بعد ہوا تھا (ضمیمہ ب) ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

مزید یہ کہ لاہور ہائیکورٹ کے فیصلے کے مطابق مختلف اسامیوں کے لئے اعلیٰ عہدیداران پر مشتمل ایک کمیٹی (بشمول سابقا جج لاہور ہائیکورٹ لاہور اور سابقا ممبر پنجاب پبلک سروس کمیشن) سے باقاعدہ انٹرویو کے بعد ان پراسیکیوٹرز کو عارضی طور پر اس شرط کے ساتھ بھرتی کیا گیا کہ جونہی کمیشن سے پاس شدہ پراسیکیوٹرز میسر ہوگئے ان کے کنٹریکٹ کو ختم کر دیا جائے گا۔ ضمیمہ (ج) ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

(ہ) سابقا دور حکومت میں کنٹریکٹ کی بنیاد پر جو پراسیکیوٹرز بھرتی کئے گئے ان کی تفصیل ضمیمہ (د) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ جہاں تک پراسیکیوٹرز کی بھرتی بوساطت پنجاب پبلک سروس کمیشن نہ کرنے والوں کے خلاف قانونی کارروائی کا تعلق ہے تو جواب (د) میں ذکر ہو چکا ہے کہ وقتی طور پر یہ فیصلہ اس وقت کے وزیر اعلیٰ کی منظوری اور لاہور ہائیکورٹ

کے حکم کے مطابق ہوا تھااور ان کے خلاف قانونی کارروائی محکمہ کے متعلقہ نہ ہے۔مزید یہ کہ مستقل بنیادوں پر پراسیکیوٹرز کی بھرتی کے لئے کمیشن کو کہا گیا ہے اور اس پر کام ہو رہا ہے۔

جناب سپیکر: جی، کوئی ضمنی سوال؟

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر !اس سوال کے جز(د) میں یہ پوچھا گیا تھا کہ "کیا یہ بھی درست ہے کہ پنجاب پبلک سروس کمیشن کو اس سلسلہ میں مزید کام سے روک کر سابقہ حکومت نے میرٹ کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے اپنے من پسند وکیلوں کو مذکورہ بالا اسامیوں پر سفارش اور رشوت کی بنیاد پر بھرتی کیا؟" میرا ان سے یہ ضمنی سوال ہے کہ ان سفارشی بھرتیوں کے خلاف جو کمیشن کا کہا گیا تھا کہ اس پر کام ہو رہا ہے اور اس پر کمیشن کی تشکیل دی جا رہی ہے اس کے بعد ان Prosecutors کو رکھا جائے گا۔ایک تو اس کمیشن کے حوالے سے بتا دیں کہ مستقل بنیادوں پر بھرتی کے لئے جو کام ہو رہا تھا کیا اس کی تشکیل کر دی گئی ہے اور اس کے بعد جب یہ بن گیا ہے تو پھر ان Prosecutors کا کیا کیا گیا ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر !اس میں جو لوگ پہلے کنٹریکٹ پر بھرتی کئے گئے تھے اس کے متعلق میں پہلے بھی جواب دے چکا ہوں۔اب محترم میاں نصیر صاحب نے اپنے سوال کے جز(د) کے متعلق بات کی ہے تو اس میں یہ ہے کہ وقتی طور پر یہ فیصلہ اس وقت کے وزیر اعلیٰ کی منظوری اور بعد میں جو ہائیکورٹ کی کمیٹی بنی تھی تو اس کے فیصلے کے مطابق ہوا تھا اور اس وقت جو ہائیکورٹ کے بنچ نے فیصلہ کیا تھا وہ اس وقت تو implement نہیں ہو سکا لیکن اس کے بعد ہم نے اس کو implement کیا۔اس کے بعد وہ دوبارہ ہائیکورٹ میں گئے پھر دوبارہ وہاں پر کیس کا فیصلہ گورنمنٹ کی favour میں ہوا، اس کے بعد سپریم کورٹ سے ان کی اپیل خارج ہوئی اب اس کے مطابق implementation ہو رہی ہے۔ابھی کچھ لوگوں کی پبلک سروس کمیشن سے induction ہوئی ہے اور یہ process جاری ہے اور اس وقت تک جو کمی ہے وہ ہم اس طرح سے پوری کر رہے ہیں کہ وہ لوگ جو ابھی کنٹریکٹ پر ہیں جیسے جیسے پبلک سروس کمیشن سے لوگ آتے جائیں گے تو اسی طرح وہ باہر ہوتے جائیں گے۔

جناب سپیکر: جی، اگلا سوال؟

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! جو پرانی لسٹ دی گئی ہے وہ ساٹھ سے چھیانوے آدمیوں کی ہے۔اس میں سے اب تک کتنے لوگوں کی induction ہو چکی ہے؟

جناب سپیکر: جی، وہ پوچھ رہے ہیں کہ کتنے لوگوں کی induction ہوئی ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس کی جو تفصیل ہے وہ ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے اور اس کی ایک کاپی میرے پاس بھی موجود ہے جس میں figures اور مختلف قسم کی اسامیوں کی تفصیل ہے جو میں بتادیتا ہوں۔

ایڈیشنل پراسیکیوٹر جنرل گریڈ 18 اور 19 کی اسامیاں ہیں، ڈسٹرکٹ پبلک پراسیکیوٹر کی 40 اسامیاں ہیں، ڈپٹی پراسیکیوٹر جنرل کی 50 اسامیاں ہیں، ڈپٹی ڈسٹرکٹ پبلک پراسیکیوٹر کی 328 اسامیاں ہیں، اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ پبلک پراسیکیوٹر کی 796 اسامیاں ہیں اور اسسٹنٹ پراسیکیوٹر جنرل کی تین اسامیاں ہیں۔ ان میں سے تقریباً 50 فیصد کے قریب اسامیاں پبلک سروس کمیشن سے پُر ہو چکی ہیں اور باقی کا process جاری ہے۔

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! ہماری یہ observation ہے کہ پچھلے دور میں ایک نالائقوں کی فوج بھرتی کی گئی جن کی کورٹوں میں zero standing تھی، سیاسی بنیادوں پر اسسٹنٹ پراسیکیوٹروں، ڈپٹی پراسیکیوٹروں کو تمام اضلاع میں بھرتی کیا گیا اور اس میں گجرات، منڈی بہاؤالدین کے ایسے وکیل شامل ہیں جو کبھی کسی سول کورٹ میں appear ہی نہیں ہوئے تھے۔ کیا ان کی courts میں standing کا ریکارڈ منگوایا جا سکتا ہے اور ایسے نالائقوں سے اس قوم کی، صوبے کی جان چھڑائی جا سکتی ہے، کیا اس سلسلے میں انکوائری زیر غور ہے تاکہ وہ وکیل جو کبھی عدالتوں میں حاضر ہی نہیں ہوئے ان سے جان چھڑائی جا سکے؟

جناب سپیکر: یہ ضمنی سوال ہے یا تقریر ہے؟ جی، بتائیں وہ کہہ رہے ہیں کہ نالائق اور پتا نہیں کیسے کیسے لوگ بقول ان کے بھرتی کئے گئے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب والا! 2006 میں نالائقوں اور سفارشیوں کی جو فوج اکٹھی کی گئی تھی اور اس وقت ڈپٹی پراسیکیوٹر اور اسسٹنٹ پراسیکیوٹر کے orders آپ یقین کریں signature کر کے لوگوں میں تقسیم ہوئے۔ یہ order لے جائیں، نام بھر کے بھیج دیں اور joining کر لیں۔ اس طرح سے قانون اور rules کا مذاق اڑایا گیا۔

جناب سپیکر: مجھے نہیں پتا کہ 2006 میں کون تھا اور کون نہیں تھا؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور(رانا ثناء اللہ خان):جناب والا!کورٹوں کے فیصلوں میں یہ چیزیں موجود ہیں، ہائیکورٹ کے فیصلے میں موجود ہیں، سپریم کورٹ کے فیصلے میں بھی موجود ہیں۔ان تمام نالائقوں کو فارغ کیا گیا ہے اور اب through Public Service Commission process ہو رہا ہے۔اس process سے اچھے لوگ آ رہے ہیں لیکن اس میں اگر ایک ہزار applications آتی ہیں اور اس کے بعد exam ہوتا ہے تو پاس ایک ہزار میں سے صرف 163 ہوتے ہیں۔ اس کا process slow ہے بہر حال آہستہ آہستہ یہ لوگ replace ہو جائیں گے۔

جناب سپیکر:چلیں، ٹھیک ہے۔اگلا سوال چودھری عبداللہ یوسف صاحب کا ہے۔

چودھری عبداللہ یوسف:سوال نمبر 7449 ہے۔اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

لاہور۔ایڈووکیٹ جنرل ودیگر عہدیداران کی تفصیلات

*7449:چودھری عبداللہ یوسف:کیا وزیر قانون و پارلیمانی امور ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) لاہور میں ایڈووکیٹ جنرل کے ساتھ ایڈیشنل ایڈووکیٹس اور اسسٹنٹ ایڈووکیٹس جنرل کی کتنی تعداد ہے؟

(ب) ان کے تقرر کا کیا معیار ہے؟

(ج) سال مئی 2008 سے مئی 2010 تک مذکورہ عہدیداران کو کتنا معاوضہ پنجاب حکومت نے ادا کیا؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور(رانا ثناء اللہ خان):

(الف) اس وقت دفتر ایڈووکیٹ جنرل پنجاب لاہور میں لاء افسران کی تعداد درج ذیل ہے:۔

I-	ایڈووکیٹ جنرل پنجاب	1
II-	ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل پنجاب	13
III-	اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل پنجاب	23

(ب) ایڈووکیٹ جنرل پنجاب کے تقرر کا معیار۔

I- ایڈووکیٹ جنرل پنجاب وہ شخص مقرر ہو سکتا ہے جو ہائیکورٹ کا جج بننے کا اہل ہو۔

ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل پنجاب کے تقرر کا معیار۔

I- کم از کم عمر 40 سال ہونی چاہئے۔

II- اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل ہو یا ایڈووکیٹ سپریم کورٹ ہو۔

III- کم از کم 30 مقدمات میں ایڈووکیٹ ہائیکورٹ یا سپریم کورٹ پیروی کی ہو۔

اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل پنجاب کے تقرر کا معیار۔

I- کم از کم عمر 35 سال

II- کم از کم 7 سال کا تجربہ بطور ایڈووکیٹ ہائیکورٹ ہو۔

III- کم از کم 20 مقدمات میں بطور ایڈووکیٹ ہائیکورٹ یا سپریم کورٹ میں پیروی کی ہو۔

نوٹ: ایڈووکیٹ جنرل پنجاب، ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل پنجاب اور اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل پنجاب کے لئے پاکستان کا شہری ہونا لازم ہے۔

(ج)

ایڈووکیٹ جنرل پنجاب

بتاریخ	رقم
جون 2008 تا فروری 2009	Rs.18,94,200/-
مارچ 2009 تا مئی 2009	عہدہ خالی رہا۔
جون 2009 تا اگست 2009	Rs.2,84,860/-
ستمبر 2009 تا فروری 2010	عہدہ خالی رہا۔
مارچ 2010 تا مئی 2010	Rs. 18,36,077/-
ٹوٹل:	Rs.40,15,137/-

ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل پنجاب

بتاریخ	رقم
مئی 2008 تا مئی 2009 (برائے 11 سیٹس)	Rs.2,52,25,200/-
جون 2009 تا مئی 2010 (برائے 11 سیٹس)	Rs.2,36,89,050/-
ٹوٹل	Rs.4,89,14,250/-

اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل پنجاب

بتاریخ	رقم
مئی 2008 تا مئی 2009 (برائے 22 سیٹس)	Rs.3,76,80,500/-
جون 2009 تا مئی 2010 (برائے 23 سیٹس)	Rs.3,67,90,800/-
ٹوٹل	Rs.7,44,71,300/-

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

چودھری عبداللہ یوسف: جناب والا! میں راناصاحب کی تعریف کرتا ہوں کہ انہوں نے بڑے اچھے جوابات دیئے ہیں۔ میں صرف ایک بات کروں گا کہ ابھی انہوں نے میرٹ کی بات کی ہے، میں کہوں گا کہ ہمارے House میں بھی میرٹ نہیں ہے؟

جناب سپیکر: جی۔

چودھری عبداللہ یوسف: جناب والا! ہمارے House میں اس وقت generally merit نہیں ہے کیونکہ قائد حزب اختلاف کے بعد میرٹ پر سینئر منسٹر کا نمبر آتا ہے، جونیئر منسٹر راناصاحب کا نمبر نہیں آتا اور ہر بات میں یہ spokesman بن جاتے ہیں۔ آخر یہاں میرٹ کیوں نہیں رکھا گیا؟

جناب سپیکر: یہ کوئی ضمنی سوال نہیں ہے۔

چودھری عبداللہ یوسف: جناب والا! سینئر منسٹر کی بجائے جونیئر منسٹر جواب دے رہے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں عرض کروں گا کہ۔۔۔

جناب سپیکر: میں اس کی اجازت نہیں دوں گا۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں یہ عرض کروں گا کہ۔۔

جناب سپیکر: آپ اس بات کو چھوڑ دیں۔ میں اس کو overrule کرتا ہوں۔ آپ مہربانی فرما کر ضمنی سوال کریں۔

چودھری عبداللہ یوسف: میں تو یہی کہوں گا کہ سینئر منسٹر کی بجائے جونیئر منسٹر کیوں جواب دے رہے ہیں؟

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں صرف یہ عرض کروں گا کہ آپ آئین دیکھیں، قانون دیکھیں وہاں پر کوئی منسٹر سینئر ہوتا ہے اور نہ ہی جونیئر ہوتا ہے۔

جناب سپیکر: سب کو پتا ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): دوسری بات یہ ہے کہ اس وقت تو Question Hour ہے وزیر قانون و پارلیمانی امور نے ہی respond کرنا ہوتا ہے۔

چودھری عبداللہ یوسف: سینئر کو سینئر ہی سمجھیں۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب والا! میرا ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

محترمہ سیمل کامران: جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جز(ج) میں جو تفصیلات بیان کی گئی ہیں ان میں 2008 سے مئی 2010 کے معاوضوں کا پوچھا گیا ہے تو میں معزز وزیر قانون سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ جون 2008 سے فروری 2009 تک آٹھ ماہ کا تقریباً 2لاکھ 36ہزار 775روپے ماہانہ بنتا ہے۔ اسی طرح جون 2009 سے اگست 2009 تک تین مہینے کا 94ہزار 953روپے ماہانہ بنتا ہے، مارچ 2010 سے مئی 2010 تک تین مہینے کا تقریباً 6لاکھ 12ہزار 25.66 ماہانہ بنتا ہے۔ میں صرف یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ ان کے معاوضے stable نہیں ہیں، اتنے واضح difference کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! سوال یہ تھا کہ سال مئی 2008 سے مئی 2010 تک مذکورہ عہدیداران کو حکومتِ پنجاب نے کتنا معاوضہ ادا کیا؟ اس میں معاوضے کے analysis کا ذکر نہیں تھا اگر ہوتا تو اس کا بھی جواب دے دیا جاتا۔ میں یہ سوال اس لئے پڑھ رہا ہوں کہ جو صاحب ان کو سوال تیار کر کے دیتے ہیں ان کو چاہئے کہ وہ تیاری بھی کرا دیا کریں۔ جو سوال تھا اس کا جواب ہم نے دے دیا ہے۔ یہ fresh question بنتا ہے اس لئے یہ دوبارہ نیا سوال دیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب والا! اس میں سوال بنانے کی ضرورت نہیں ہے، جواب میں جو تفصیل دی گئی ہے اور اگر آپ نے ریاضی تھوڑا سا بھی پڑھا ہوا ہے تو آپ خود calculate کر سکتے ہیں کہ per month معاوضہ کیا بنتا ہے؟

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب والا! میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ۔۔۔

جناب سپیکر: لغاری صاحب! آپ کے دو سوال ہو چکے ہیں۔ اب آپ سوال نہیں پوچھ سکتے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب والا! میں نے ضمنی سوال کیا ہے۔

جناب سپیکر: آپ نے ویسے تو دو ضمنی سوال کر لئے ہیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب والا! میں نے ایک ہی ضمنی سوال کیا ہے۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

محترمہ سیمل کامران: جناب والا! یہ مجھے معاوضے کی تفصیل تو بتادیں۔ آپ نے جو figures دیئے ہیں میں اسی کا per month آپ سے پوچھنا چاہ رہی ہوں کہ یہ per month اتنا زیادہ difference کیوں ہے؟ یہ معاوضہ آپ نے تحریر کیا ہے میں نے نہیں کیا، میرا سوال بھی معاوضے کے بارے میں ہی ہے۔ اگر مہربانی فرماکر اس کا جواب دے دیں تو ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! جو معاوضہ ہوتا ہے اس میں مختلف heads ہوتے ہیں اگر یہ fresh question کرکے پوچھیں تو اس کی تفصیل بھی دے دی جائے گی۔ اب تو انہوں نے یہ پوچھا ہے کہ مئی 2008 سے مئی 2010 تک کتنا معاوضہ پنجاب حکومت نے ادا کیا؟ اس کی تفصیل ہم نے دے دی ہے جو کہ ٹوٹل 40 لاکھ 15 ہزار 137 روپے دے دیا ہے۔ اگر آپ اس کا analysis چاہتے ہیں یا break up چاہتے ہیں تو اس کے لئے نیا سوال کریں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب والا! میں نے آپ سے ضمنی سوال یہ کیا تھا کہ معاوضہ کی جو تفصیل دی گئی ہے، معاوضہ کیا ہوتا ہے؟

جناب سپیکر: یہ case to case مختلف معاوضہ ہوتا ہے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب والا! یہ perks and privileges ہوتے ہیں یا کیا ہوتے ہیں؟

جناب سپیکر: آپ بچوں والے سوال کر رہی ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): انہوں نے پوچھا ہے کہ معاوضہ کیا ہوتا ہے؟ معاوضہ وہ رقم ہوتی ہے جو کسی سرکاری ملازم کو مہینہ کام کرنے کے بعد ادا کی جاتی ہے اس کو معاوضہ کہتے ہیں اور اس معاوضے کو تنخواہ بھی کہا جاتا ہے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب والا! یہی میں پوچھ رہی ہوں کہ ہر مہینے معاوضہ بدل کیوں رہا ہے؟ کبھی 6 لاکھ کسی کو معاوضہ دے رہے ہیں، کبھی 94 ہزار کسی کو معاوضہ دے رہے ہیں ایسا کیوں ہے؟ اگر آپ تنخواہ کو stable نہیں رکھ سکتے۔۔۔

جناب سپیکر: ہر کیس کی نوعیت کے حساب سے ہوتا ہے۔

محترمہ سیمل کامران: تنخواہ بھی stable نہیں رکھ سکتے، ان کی تو ہر سال increment لگنی چاہئے، ان کی تنخواہ decrease کیسے ہو رہی ہے؟

جناب سپیکر: یہ کوئی سوال نہیں ہے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب والا! میرے اپنے سوال پر تو آپ نے دو سے زیادہ ضمنی سوال کرنے کی اجازت نہیں دی، یہاں آپ کئی ضمنی سوال کرنے کی اجازت دے رہے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، آپ تشریف رکھیں۔ یہ آپ مجھ پر پابندیاں نہ لگائیں، میں آپ کا پابند نہیں ہوں۔ House میں نے چلانا ہے یا آپ نے چلانا ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! جو معاوضہ ہے وہ پاکستانی روپوں میں ہوتا ہے اور وہ نقد کیش کی صورت میں ہوتا ہے۔ اس معاوضے میں تنخواہ کے علاوہ TA/DA بھی ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی مختلف heads ہوتے ہیں اور TA/DA میں بعض اوقات فرق آتا ہے۔ ایڈووکیٹ جنرل کے یا ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل کے جو cases عدالتوں میں ہوتے ہیں ان cases کی pendency اور disposal کے حساب سے رقم میں کمی بیشی ہوتی ہے۔ ان ساری چیزوں کو ملا کر جو تنخواہ بنتی ہے اس کو معاوضہ کہتے ہیں اور وہ ہر ماہ ادا کیا جاتا ہے۔

محترمہ سیمل کامران: ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر: اگلا سوال چودھری اسد اللہ صاحب کا ہے۔ شکر ہے چودھری اسد اللہ صاحب خود تشریف لے آئے ہیں۔ بڑی خوشی کی بات ہے۔ میں نے تو آج پہلے دن دیکھا ہے کہ آپ اپنے سوال کے لئے آئے ہیں۔

چودھری محمد اسد اللہ: جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 6455 ہے۔ میری استدعا ہے کہ اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

حافظ آباد۔ بہبود آبادی کے مراکز، فنڈز اور اسامیوں کی تعداد و تفصیل

*6455: **چودھری محمد اسد اللہ:** کیا وزیر بہبود آبادی از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع حافظ آباد میں بہبود آبادی کے کتنے مراکز ہیں؟

(ب) مذکورہ مراکز کو سال 09-2008 اور سال 10۔2009 میں کتنے فنڈز فراہم کئے گئے؟

(ج) مذکورہ مراکز کو سال 09-2008 اور سال 10۔2009 میں کتنی مالیت کی ادویات مہیا کی گئیں؟

(د) مذکورہ مراکز میں منظور شدہ اسامیاں کتنی ہیں اور خالی اسامیوں کی تعداد کیا ہے؟

وزیر بہبود آبادی (محترمہ نیلم جبار چودھری):

(الف) ضلع حافظ آباد میں محکمہ بہبود آبادی کے مراکز کی تفصیل درج ذیل ہے:-

(I) فیملی ویلفیئر سنٹرز (فلاحی مراکز)	24
(ii) موبائل سروس یونٹ	02
(iii) مراکز تولیدی صحت	02

(ب) سال 09-2008 میں فراہم کئے گئے فنڈز کی تفصیل درج ذیل ہے:-

(i)	فلاحی مراکز	7.379 ملین روپے
(ii)	موبائل سروس یونٹ	0.758 ملین روپے
(iii)	مراکز تولیدی صحت	1.476 ملین روپے
	کل فنڈز	9.613 ملین روپے

(6.426 ملین روپے تنخواہوں کی مد میں اور 3.187 ملین روپے دیگر اخراجات)

سال 10-2009 میں فراہم کئے گئے فنڈز کی تفصیل درج ذیل ہے:-

(i)	فلاحی مراکز	14.984 ملین روپے
(ii)	موبائل سروس یونٹ	1.252 ملین روپے
(iii)	مراکز تولیدی صحت	2.264 ملین روپے
	کل فنڈز	18.500 ملین روپے

(14.504 ملین روپے تنخواہوں کی مد میں اور 3.996 ملین روپے دیگر اخراجات)

کل فنڈز برائے سال 09-2008 اور 10-2009، 28.113 ملین روپے

(ج) دفتر ہذا کو 09-2008 کے دوران ڈائریکٹوریٹ جنرل پنجاب نے جو ادویات فراہم کیں ان کی مالیت 0.374 ملین روپے تھی جبکہ سال 10-2009 میں کوئی ادویات نہیں خریدی گئیں۔

(د)

	کمپونینٹ(Component)	منظور شدہ اسامیاں
(i)	ایڈمن	24
(ii)	تحصیل پاپولیشن ویلفیئر آفس	06
(iii)	موبائل سروس یونٹ پراجیکٹ	08
(iv)	فلاحی مراکز	120
(v)	میل موبیلائزرز	42
(vi)	مرکز تولیدی صحت (حافظ آباد)	10
(vii)	مرکز تولیدی صحت (پنڈی بھٹیاں)	10
	کل تعداد	220

	کمپونینٹ(Component)	خالی اسامیاں
(i)	ایڈمن	01
(ii)	تحصیل پاپولیشن ویلفیئر آفس	03
(iii)	موبائل سروس یونٹ پراجیکٹ	04
(iv)	فلاحی مراکز	14
(v)	میل موبیلائزرز	06
(vi)	مرکز تولیدی صحت (حافظ آباد)	03
(vii)	مرکز تولیدی صحت (پنڈی بھٹیاں)	06
	کل تعداد	40

(ان میں گریڈ01تا05کی08اسامیاں خالی ہیں جن کے انٹرویو کا پراسس مکمل ہو چکا ہے اور مستقبل قریب میں منتخب امیدواروں کے تقرری کے خطوط ارسال کر دیئے جائیں گے)

چوہدری محمد اسد اللہ: جناب سپیکر! ضلع حافظ آباد میں چالیس اسامیاں خالی ہیں، میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ حکومت یہ اسامیاں کب تک fill کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اور کرنا بھی چاہتی ہے یا نہیں؟

جناب سپیکر: وہ ساری باتیں بتا چکے ہیں لیکن آپ تھوڑی تاخیر سے آئے ہیں اب میں کیا کہوں؟ محترمہ! ذرا دوبارہ بتا دیں۔

وزیر بہبود آبادی (محترمہ نیلم جبار چوہدری): جناب سپیکر! انہوں نے جز (د) کا جواب پوچھا ہے کہ کتنی اسامیاں خالی ہیں اور کتنی پر recruitment ہو چکی ہے۔ جب یہ جواب موصول ہوا تھا تو اس

وقت گریڈ ایک تا پانچ تک کی جو آٹھ اسامیاں خالی تھیں ان پر انٹرویو کا process مکمل ہو چکا تھا لیکن اس وقت تک ان کی تقرری کے خطوط ارسال نہیں کئے گئے تھے۔اب ان کا present status یہ ہے کہ ان آٹھ اسامیوں پر recruitment کا عمل مکمل ہو چکا ہے اور باقی 23 اسامیوں پر ابھی تک حکومت پنجاب کی طرف سے ban ہے، جونہی ban lift ہو گا اس کے بعد recruitment کا عمل دوبارہ سے شروع کیا جائے گا۔(نعرہ ہائے تحسین)

رانا تنویر احمد ناصر: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: جن کا سوال ہے، جنہوں نے اس پر محنت کی ہے ان کو تو بات کرنے دیں۔ جی، چودھری صاحب!

چودھری محمد اسد اللہ: جناب سپیکر! حکومت کب تک ban lift کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر بہبود آبادی (محترمہ نیلم جبار چودھری): جناب سپیکر! میں اس کا جواب دے چکی ہوں کہ انہوں نے جو آٹھ اسامیوں کا ذکر کیا ہے یہ fill ہو چکی ہیں اور ان پر recruitment کا عمل مکمل ہو چکا ہے اور باقی جو سکیل پانچ سے اوپر کی اسامیاں ہیں ان پر حکومت پنجاب کی طرف سے ban ہے، جونہی ban lift ہو گا اس کے بعد ان اسامیوں پر recruitment کا عمل شروع کر دیا جائے گا۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! آپ جواب سے مطمئن ہیں؟

چودھری محمد اسد اللہ: جی، شکریہ

جناب سپیکر: مہربانی۔ اگلا سوال جناب محمد نوید انجم صاحب کا ہے، تشریف فرما ہیں؟۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے لہذا یہ سوال dispose of کیا جاتا ہے۔ چودھری صاحب! آپ کا ایک اور سوال بھی ہے۔

چودھری محمد اسد اللہ: جناب سپیکر! سوال نمبر 6456 ہے۔ میری استدعا ہے کہ اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

نس بندی سے متعلقہ تفصیلات

*6456: چودھری محمد اسد اللہ: کیا وزیر بہبود آبادی از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ نس بندی کروانے پر کوئی وظیفہ دیا جاتا ہے اگر ہاں تو کتنا اور کیا اس میں خواتین بھی شامل ہیں؟

(ب) کیا مذکورہ وظیفہ صوبے کے تمام اضلاع میں دیا جاتا ہے؟

(ج) نس بندی کروانے کے لئے عمر کی حد کیا ہے؟

(د) کیا نس بندی کی رقم صوبائی سطح پر یا ضلع کی سطح پر خرچ کی جاتی ہے نیز سال 09۔2008 میں کتنی رقم خرچ کی گئی؟

وزیر بہبود آبادی (محترمہ نیلم جبار چودھری):

(الف) جی ہاں! یہ درست ہے کہ نس بندی کروانے پر ہر مرد کو -/500 روپے ادا کئے جاتے ہیں- نس بندی کا آپریشن صرف مردوں کے لئے ہوتا ہے جبکہ خواتین کے لئے نل بندی کا آپریشن ہوتا ہے جس کے لئے -/250 روپے فی خاتون ادا کئے جاتے ہیں-

(ب) جی ہاں! مذکورہ شرح سے رقم صوبے کے تمام اضلاع میں دی جارہی ہے-

(ج) نس بندی کروانے کے لئے عمر کی کوئی حد نہیں ہے کوئی بھی ایسا کلائنٹ جس کے کم از کم دو بچے ہوں اور چھوٹے بچے کی عمر ایک سال سے زیادہ ہو اور جو یہ سمجھتا ہو کہ اس کا خاندان مکمل ہو چکا ہے نس بندی کروا سکتا ہے-

(د) جی ہاں! نس بندی کی رقم صوبائی اور ضلع دونوں سطح پر خرچ کی جاتی ہے۔09-2008 میں نس بندی کی مد میں -/4770000 روپے اور نل بندی کی مد میں -/21612500 روپے ادا کئے گئے ہیں-

چودھری محمد اسد اللہ: جناب سپیکر! نس بندی کے لئے جو وظیفہ مقرر کیا گیا ہے یہ آج کے حالات کے مطابق کم ہے- کیا حکومت اس کا وظیفہ بڑھانے کا ارادہ رکھتی ہے یا نہیں؟

وزیر بہبود آبادی (محترمہ نیلم جبار چودھری): آپ نے پوچھا ہے کہ وظیفہ کم ہے؟

جناب سپیکر: وہ کہہ رہے ہیں کہ وظیفہ کم ہے کیا حکومت اس میں اضافہ کرنا چاہتی ہے؟

وزیر بہبود آبادی (محترمہ نیلم جبار چودھری): جناب سپیکر! میں سب سے پہلے اسے تھوڑا سا clear کر دوں کہ یہ وظیفہ نہیں ہے کیونکہ وظیفہ تو ماہانہ بنیاد پر دیا جاتا ہے-یہ incentive ہے جو client کو ایک مرتبہ ہی دیا جاتا ہے، جو contraceptive surgery کراتے ہیں یا جو vasectomy کراتے ہیں

انہیں یہ incentive ایک مرتبہ ہی دیا جاتا ہے۔اسے بڑھانے کا کوئی ارادہ نہیں ہے کیونکہ اس وقت محکمے کے پاس فنڈز بالکل موجود نہیں ہیں اور یہ رقم بھی 2010 سے ختم کر دی گئی ہے۔

جناب عبدالوحید چودھری: جناب سپیکر! نس بندی غیر شرعی ہے۔

جناب سپیکر: جی۔

جناب عبدالوحید چودھری: جناب سپیکر! یہ نس بندی غیر شرعی ہے۔کیا حکومت یا ڈیپارٹمنٹ یہ ارادہ رکھتا ہے کہ اس غیر شرعی فعل کو بند کیا جائے؟

جناب سپیکر: جی، بسم اللہ آپ تشریف رکھیں۔اب وقفہ سوالات ختم ہو چکا ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

وزیر بہبود آبادی (محترمہ نیلم جبار چودھری): جناب سپیکر! میں بھی بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتی ہوں۔

جناب سپیکر: شاباش۔بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات
(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

لاہور۔گلبرگ ٹاؤن میں محکمہ بہبود آبادی کے دفاتر و دیگر تفصیلات

*4826: محترمہ نسیم لودھی: کیا وزیر بہبود آبادی از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) گلبرگ ٹاؤن لاہور میں محکمہ کے کل کتنے دفاتر ہیں نیز یہ دفاتر کہاں کہاں پر واقع ہیں؟

(ب) ان دفاتر میں کل کتنا عملہ کام کر رہا ہے ان کے نام، عہدہ اور گریڈ کی مکمل تفصیل فراہم کی جائے؟

وزیر بہبود آبادی (محترمہ نیلم جبار چودھری):

(الف) گلبرگ ٹاؤن میں ڈسٹرکٹ پاپولیشن ویلفیئر آفیسر کے زیر اہتمام مندرجہ ذیل دفاتر / مراکز ہیں۔

1- تحصیل پاپولیشن ویلفیئر آفس لاہور سٹی۔
2- موبائل سروس یونٹ، ماڈل ٹاؤن لاہور

3- مرکز تولیدی صحت سروسز ہسپتال، لاہور

4- فلاحی مرکز (تعداد13)

نوٹ: درج بالا دفاتر / مراکز کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) ان دفاتر / فلاحی مراکز میں عملہ کی کل تعداد 77 ہے جن کے نام، عہدہ اور گریڈ کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

محکمہ پراسیکیوشن میں گاڑیوں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*3101: جناب محمد نوید انجم: کیا وزیر پبلک پراسیکیوشن از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) محکمہ پبلک پراسیکیوشن کے پاس کتنی گاڑیاں ہیں؟

(ب) مالی سال08-2007 اور09-2008 کے دوران کتنی گاڑیاں اس محکمہ کے لئے خرید کی گئیں؟

(ج) یہ گاڑیاں کس کس کمپنی سے کتنی رقم میں خرید کی گئیں نیز یہ کتنے سی سی کی ہیں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان):

(الف) محکمہ پبلک پراسیکیوشن کے پاس کل69 گاڑیاں ہیں جن میں11 گاڑیاں انتظامی محکمہ اور 58 گاڑیاں اس کے ملحقہ ادارے پراسیکیوٹر جنرل پنجاب کے آفس میں ہیں۔

(ب) مالی سال08۔2007 اور09۔2008 کے دوران محکمہ پبلک پراسیکیوشن کے لئے کل 57 گاڑیاں خریدی گئیں۔

(ج) تفصیل ضمیمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

محکمہ پراسیکیوشن کے قیام کے مقاصد و دیگر تفصیلات

*3102: جناب محمد نوید انجم: کیا وزیر پبلک پراسیکیوشن از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) محکمہ پبلک پراسیکیوشن کے قیام کے مقاصد کیا تھے؟

(ب) لاہور میں اس کے دفاتر کس کس جگہ قائم ہیں؟

(ج) سال08-2007 اور09-2008 اس محکمہ کے بجٹ کی تفصیل مدوار بیان کریں؟

(د) ان سالوں کے دوران کتنی آمدن کس کس ذرائع سے ہوئی؟

(ہ) محکمہ ہذا میں گریڈ17 اور اوپر کی منظور شدہ اسامیاں کتنی ہیں، کتنی پُر اور کتنی خالی ہیں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان):

(الف)

- عوام کی بھلائی کے لئے فوجداری مقدمات کے حوالے سے ایک آزاد، غیر جانبدار شفاف اور بااثر سروس کا قیام۔
- ریاست کی ذمہ داریوں کو نبھاتے ہوئے مظلوم عوام کو زیادتیوں سے بچانااور مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچانا۔
- سستے انصاف تک عوام کی رسائی کے لئے حکومت کے مختلف اداروں کے درمیان تعاون وہم آہنگی کو بڑھانا۔

(ب) محکمہ پبلک پراسیکیوشن کے کچھ دفاتر سول سیکرٹریٹ کے اندر ہیں اور کچھ دفاتر ایک کرائے کی عمارت واقع فرید ٹاور19۔ٹیمپل روڈ پر ہیں۔

(ج) محکمہ پبلک پراسیکیوشن اور اس کے ملحقہ ادارے پراسیکیوٹر جنرل پنجاب کے بجٹ کی تفصیل علی الترتیب ضمیمہ (ب)اور (ج)ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) محکمہ پبلک پراسیکیوشن کا بنیادی مقصد عوام کی فلاح ہے اس لئے آمدن کا سوال محکمہ سے متعلقہ نہ ہے۔

(ہ) محکمہ پبلک پراسیکیوشن میں گریڈ17اوراس کے اوپر کی اسامیوں کی تفصیل ضمیمہ (د)ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

محکمہ بہبود آبادی فیصل آباد کو بجٹ کی فراہمی و دیگر تفصیلات

*7078:چودھری ظہیر الدین خان:کیاوزیر بہبود آبادی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) محکمہ بہبود آبادی ضلع فیصل آباد کو سال09۔2008اور10۔2009میں کتنی رقم فراہم کی گئی؟

(ب) کتنی رقم خرچ ہوئی اور کتنی surrender کی گئی؟

(ج) کتنی رقم سرکاری ملازمین /افسران کی تنخواہوں پر ان سالوں کے دوران خرچ ہوئی؟

(د) کتنی رقم سرکاری ملازمین /افسران کو ٹی اے /ڈی اے کے سلسلے میں خرچ ہوئی؟

(ہ) کتنی رقم سرکاری گاڑیوں کی خرید پر خرچ ہوئی؟

(و) کتنی رقم سرکاری گاڑیوں کی مرمت /پٹرول وغیرہ پر خرچ ہوئی؟

(ز) کتنی رقم یوٹیلٹی بلوں پر خرچ ہوئی؟
(ح) کتنی رقم ترقیاتی منصوبوں پر خرچ ہوئی؟

وزیر بہبود آبادی(محترمہ نیلم جبار چودھری):

(الف) ضلع فیصل آباد میں فراہم کردہ رقم کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

سال	فراہم کردہ رقم
2008-09	-/72057927روپے
2009-10	-/53957000روپے

(ب) ضلع فیصل آباد میں خرچ اور surrender کی گئی رقم کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

سال	خرچ کردہ رقم	سرنڈر کی گئی رقم
2008-09	-/72284446روپے	Nil
2009−10	−/82047490روپے	Nil

(ج) ضلع فیصل آباد میں ملازمین /افسران کی تنخواہوں کی مد میں خرچ کردہ رقوم کی تفصیل درج ذیل ہے:

سال	تنخواہوں کی مد میں اخراجات
2008-09	-/62979922روپے
2009-10	-/72930818روپے

(د) سرکاری ملازمین اور افسران کو ٹی اے /ڈی اے کے سلسلے میں اخراجات کی تفصیل درج ذیل ہے:

	سال	ٹی اے /ڈی اے
ملازمین	2008-09	-/348252روپے
	2009-10	-/436153روپے
افسران	2008-09	-/238456روپے
	2009-10	-/189795روپے

(ہ) سال2008-09اور2009-10میں ضلع فیصل آباد میں سرکاری گاڑیوں کی خرید پر کوئی رقم خرچ نہیں ہوئی۔

(و) ضلع فیصل آباد میں سرکاری گاڑیوں کی مرمت مع پٹرول وغیرہ پر خرچ تفصیل درج ذیل ہے:-

سال	گاڑیوں کی مرمت	پٹرول
2008-09	261581/-	793116/-
2009-10	99485/-	1173313/-
کل رقم (روپے)	361066/-	1966429/-

(ز) ضلع فیصل آباد میں یوٹیلٹی بلوں پر خرچ کی گئی رقم کی تفصیل درج ذیل ہے:-

سال	کل خرچ
2008-09	640453/-روپے
2009-10	536188/-روپے

(ح) ضلع فیصل آباد میں ترقیاتی منصوبوں (مرکز تولیدی صحت سمندری کی تعمیر) پر کل 241000/-روپے خرچ کئے گئے۔

پبلک پراسیکیوشن کے قیام کے مقاصد و دیگر تفصیلات

*3479: **ملک جہانزیب وارن**: کیا وزیر پبلک پراسیکیوشن ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:—

(الف) پبلک پراسیکیوشن کے قیام کے مقاصد کیا ہیں؟

(ب) اس کی سال 2006 سے آج تک کی کارکردگی کے بارے میں تفصیل سے آگاہ کریں؟

(ج) یہ محکمہ عوام کو کیا ریلیف یا خدمت فراہم کر رہا ہے؟

(د) اس محکمہ کے سال 08۔2007 اور 09۔2008 کے بجٹ کی تفصیل بتائیں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان):

(الف)

- عوام کی بھلائی کے لئے فوجداری مقدمات کے حوالے سے ایک آزاد، غیر جانبدار شفاف اور بااثر سروس کا قیام۔
- ریاست کی ذمہ داریوں کو نبھاتے ہوئے مظلوم عوام کو زیادتیوں سے بچانا اور مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچانا۔
- سستے انصاف تک عوام کی رسائی کے لئے حکومت کے مختلف اداروں کے درمیان تعاون و ہم آہنگی کو بڑھانا۔

(ب) محکمہ پبلک پراسیکیوشن نے باقاعدہ طور پر کام کا آغاز یکم جنوری2007 سے کیا اس لئے اس محکمہ کی یکم جنوری2007 سے یکم جون2009 تک کی کارکردگی ضمیمہ (الف)ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ اس محکمے کا بنیادی مقصد فوجداری مقدمات کے حوالے سے صوبے کے مظلوم عوام کو انصاف دلاتے ہوئے ان کو زیادتیوں سے بچانا ہے مزید یہ محکمہ مجرموں کو قرار واقعی سزا دلوانے میں پیش پیش ہے۔

(د) محکمہ پبلک پراسیکیوشن اور اس کے ملحقہ ادارے پراسیکیوٹر جنرل پنجاب کے بجٹ کی تفصیل علی الترتیب ضمیمہ (ب)اور (ج)ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

نس بندی کروانے کی تفصیلات

*7080:ڈاکٹر سامیہ امجد: کیاوزیر بہبود آبادی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ نس بندی کروانے پر /5000روپے کا وظیفہ دیا جارہا ہے کیا اس میں خواتین بھی شامل ہیں؟

(ب) کیا مذکورہ وظیفہ صوبہ کے تمام اضلاع کے لئے ہے یا مخصوص شہروں / سنٹروں میں دیا جارہا ہے؟

(ج) کیا نس بندی کروانے کے لئے عمر کی قید ہے اگر ایسا ہے تو کس عمر کے افراد کو نس بندی کروانے پر وظیفہ دیا جاتا ہے؟

(د) ضلع خانیوال میں2009 میں نس بندی کروانے والے مرد و خواتین کی تعداد اور وظیفہ کی رقم کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(ہ) کیا نس بندی کی رقم صوبائی سطح پر یا ضلع کی سطح پر خرچ کی جاتی ہے؟

وزیر بہبود آبادی (محترمہ نیلم جبار چودھری):

(الف) یہ درست نہ ہے۔البتہ حکومتی پالیسی کے مطابق نس بندی کروانے والے ہر شخص کو آپریشن کے فوراً بعد صرف ایک بار۔/500روپے (مبلغ پانچ صد روپے)اور نل بندی کروانے والی خواتین کو اسی مد میں۔/250روپے (مبلغ دو صد پچاس روپے) دیئے جاتے تھے۔مالی بحران کی وجہ سے یکم جولائی2010 سے اس رقم کو ختم کر دیا گیا ہے۔

(ب) مذکورہ بالا رقم پنجاب بھر میں بلاتفریق ہر اس مرد اور عورت کو دی جاتی تھی جو محکمہ بہبود آبادی کے مراکز اور محکمہ بہبود آبادی کے تعاون سے چلنے والی غیر سرکاری تنظیموں کے مراکز سے مانع حمل آپریشن کرواتے تھے۔

(ج) نس بندی کے لئے عمر کی کوئی قید نہ ہے۔یہ ایک جراحی عمل اور مستقل مانع حمل طریقہ ہے۔ نس بندی کروانے والے شخص کو حقیقتاً اس بات کا ادراک ہونا چاہئے کہ اس کا خاندان مکمل ہو چکا ہے اور نس بندی کروانے کے بعد وہ مزید اولاد پیدا نہ کر سکے گا۔
نس بندی کروانے والے ہر عمر کے شخص کو-/500روپے (مبلغ پانچ صد روپے) صرف ایک بار دیئے جاتے تھے اور یہ یکم جولائی 2010 سے بند کر دیا گیا ہے۔

(د) ضلع خانیوال میں 2009 میں نس بندی اور نل بندی کروانے والے مرد و خواتین کی تعداد 7199 تھی جن میں 127 مردانہ نس بندی اور 7072 زنانہ نل بندی کے کیسز تھے اور ان کو-/1831500روپے ادا کئے گئے۔

(ہ) نس بندی اور نل بندی کی رقم محکمہ بہبود آبادی کے لئے ہر ضلع اور تحصیل کی سطح پر موجود مراکز صحت توالد اور محکمہ کے تعاون سے چلنے والی غیر سرکاری تنظیموں کے مراکز پر صوبائی حکومت کی زیر نگرانی خرچ کی جاتی ہے۔

ضلع چنیوٹ، محکمہ کے مراکز صحت وہسپتالوں کی تفصیلات

*7388: سید حسن مرتضٰی: کیا وزیر بہبود آبادی از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) ضلع چنیوٹ میں محکمہ بہبود آبادی کے کتنے مراکز صحت اور ہسپتال ہیں اور کہاں کہاں ہیں؟

(ب) یکم جنوری 2009 سے آج تک ان مراکز صحت اور ہسپتالوں سے کل کتنے مریضوں کا علاج کیا گیا ہے؟

وزیر بہبود آبادی (محترمہ نیلم جبار چودھری):

(الف) ضلع چنیوٹ میں محکمہ بہبود آبادی کے زیر انتظام ایک مرکز تولیدی صحت، ایک موبائل سروس یونٹ اور 17 فلاحی مراکز ہیں۔ضلع چنیوٹ میں محکمہ بہبود آبادی کے زیر انتظام مراکز صحت وہسپتالوں کی تفصیل درج ذیل ہے:

(الف) مرکز تولیدی صحت، ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر ہسپتال سرگودھا روڈ چنیوٹ

(ب) موبائل سروس یونٹ، تحصیل کمپلیکس آفس، نزد بوائز کالج فیصل آباد چنیوٹ روڈ، چنیوٹ

(ج)فلاحی مراکز

1- مکان نمبر417آر ایچ بلاک نمبر2، چنیوٹ سٹی
2- تحصیل کمپلیکس آفس، نزد بوائز کالج فیصل آباد چنیوٹ روڈ، چنیوٹ
3- چک نمبر139، جھوک ملیہ
4- بھوانہ، نزد نیشنل بنک آف پاکستان، جھنگ چنیوٹ روڈ
5- موضع سلیمان کلر والا، جھنگ چنیوٹ روڈ
6- محلہ احمد پورہ، سالار روڈ
7- رجوعہ سادات، نزد گورنمنٹ ہائی سکول
8- موضع احمد نگر، چنیوٹ سرگودھا روڈ
9- مکان نمبر10/2دارالبرکات، چناب نگر
10- لالیاں نمبر ا، نزد گرلز ہائی سکول
11- لالیاں نمبر2، محلہ عید گاہ، گلی آغا والی
12- موضع دلہ، لالیاں، جھنگ روڈ
13- چک نمبر125جب، چک جھمرہ روڈ
14- موضع ہرسہ شیخ، چنیوٹ، پنڈی بھٹیاں روڈ
15- چک نمبر195
16- چک نمبر131، لونے والا
17- موضع کلری، نزد گرلز ہائی سکول، جھنگ لالیاں روڈ

(ب) ضلع چنیوٹ میں یکم جنوری2009 سے آج تک محکمہ بہبود آبادی کے مراکز سے 105600 مریضوں کا علاج کیا گیا ہے۔

لاہور میں محکمہ بہبود آبادی کے دفاتر و دیگر تفصیلات

*7628: ڈاکٹر فائزہ اصغر: کیا وزیر بہبود آبادی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) لاہور میں محکمہ بہبود آبادی کے کتنے دفاتر کس کس جگہ پر قائم ہیں؟

(ب) ان دفاتر کے سال2008 سے آج تک کے ترقیاتی اور غیر ترقیاتی اخراجات کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(ج) اس وقت لاہور میں محکمہ ہذا کے کتنے ہسپتال اور ڈسپنسریاں کس کس جگہ کام کر رہی ہیں؟

(د) ان ہسپتالوں اور ڈسپنسریوں کو سال2008 سے آج تک کتنی رقم حکومت کی طرف سے فراہم کی گئی ہے؟

(ہ) محکمہ ہذا کے تحت کل کتنی لیڈی ہیلتھ ورکرز لاہور میں کام کر رہی ہیں اور ان کو حکومت کی طرف سے کون کون سی ڈیوٹی سونپی گئی ہے؟

وزیر بہبود آبادی(محترمہ نیلم جبار چودھری):

(الف) لاہور میں محکمہ بہبود آبادی کے مندرجہ ذیل دفاتر کام کر رہے ہیں:۔

-1 ڈسٹرکٹ پاپولیشن ویلفیئر آفس88ایم گلبرگIIIلاہور

-2 تحصیل پاپولیشن ویلفیئر آفس،لاہور کینٹ / سٹی،57اتاترک بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور

(ب) محکمہ بہبود آبادی کا بجٹ ترقیاتی فنڈز میں سے آتا ہے۔جبکہ غیر ترقیاتی بجٹ سے فنڈز کی فراہمی نہ ہے۔ضلع لاہور کے دفاتر کے سال2008 سے آج تک کے ترقیاتی اخراجات کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

-1 ڈسٹرکٹ پاپولیشن ویلفیئر آفس،لاہور

مالی سال	ترقیاتی اخراجات
2008-09	5.154ملین
2009-10	7.717ملین
2010-11	5.928ملین(30-11-2010تک)

-2 تحصیل پاپولیشن ویلفیئر آفس،لاہور کینٹ / سٹی

مالی سال	ترقیاتی اخراجات
2008-09	1.956ملین
2009-10	1.912ملین
2010-11	0.429ملین(30-11-2010تک)

(ج) محکمہ بہبود آبادی میں ہسپتال اور ڈسپنسریاں نہ ہیں البتہ8مراکز تولیدی صحت مندرجہ ذیل ہسپتالوں میں قائم ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

-1 لیڈی ولنگڈن ہسپتال،لاہور

-2 سروسز ہسپتال،لاہور

-3 لاہور جنرل ہسپتال،لاہور

-4 سرگنگارام ہسپتال،لاہور

-5 لیڈی ایچی سن ہسپتال، لاہور
-6 فاطمہ میموریل ہسپتال، لاہور
-7 جناح ہسپتال لاہور
-8 ویزیکٹومی سنٹر میو ہسپتال قائم مقام سرگنگا رام ہسپتال، لاہور اس کے علاوہ ضلع لاہور میں 101 فلاحی مراکز اور 02 موبائل سروس یونٹس کام کر رہے ہیں جن کی تفصیل (الف) اور (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) مراکز تولیدی صحت:(RHS "A" Centers)

مالی سال	فراہم کردہ بجٹ
2008-09	32.849 ملین
2009-10	33.249 ملین
2010-11	7.809 ملین (30-11-2010 تک)

موبائل سروس یونٹس (MSUs)

مالی سال	فراہم کردہ بجٹ
2008-09	1.572 ملین
2009-10	1.788 ملین
2010-11	0.520 ملین (30-11-2010 تک)

فلاحی مراکز (101) (Family Welfare Centers)

مالی سال	فراہم کردہ بجٹ
2008-09	47.944 ملین
2009-10	58.824 ملین
2010-11	19.528 ملین (30-11-2010 تک)

(ہ) محکمہ بہبود آبادی پنجاب میں لیڈی ہیلتھ ورکرز تعینات نہ ہیں۔البتہ اس وقت ضلعی آفیسر بہبود آبادی لاہور کے زیر اہتمام 101 فیملی ویلفیئر ورکرز (BS-08) / فیملی ویلفیئر کونسلرز (BS-11) کام کر رہی ہیں اور ان کا کام انتظام و نگرانی، خاندانی منصوبہ بندی، زچہ کی دیکھ بھال اور بچے کی نگہداشت کرنا ہے۔

جناب سپیکر: اب تحاریک التوائے کار کا وقت شروع ہوتا ہے۔چودھری عامر سلطان چیمہ صاحب کی تحریک التوائے کار ہے۔

جناب عبدالوحید چودھری:پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر:جی،جناب!آپ بھی پوائنٹ آف آرڈر پر آ گئے۔

جناب عبدالوحید چودھری:جناب سپیکر!آج ملتان میں ایک بہت بڑا واقعہ ہوا ہے میں اس پر جناب کی وساطت سے وزیر قانون کی توجہ چاہوں گا۔

جناب سپیکر:شاہ صاحب!وزیر قانون صاحب سے متعلقہ بات ہے پلیز ان کو بات سننے دیں۔ رانا صاحب!ان کی بات غور سے سنیں۔

جناب عبدالوحید چودھری:جناب سپیکر!آج صبح گلشن مارکیٹ ملتان میں دو کروڑ روپے کی ڈکیتی ہوئی ہے،ساتھ ہی پولیس کا ناکا لگا ہوا تھا۔۔۔(شوروغل)

جناب سپیکر:آرڈر پلیز۔آرڈر پلیز۔لاء منسٹر صاحب!آپ نے جواب دینا ہے،ان کی بات غور سے سنیں۔ جی،چودھری صاحب!

جناب عبدالوحید چودھری:جناب سپیکر!آج صبح گلشن مارکیٹ ملتان میں ایک ڈکیتی ہوئی ہے جس میں ڈاکوؤں نے پانچ چوکیداروں اور دو پولیس والوں کو باندھ کر تقریباً ساڑھے پانچ کلو سونا لوٹ لیا۔ تقریباً سو فٹ پر پولیس کا ناکا بھی لگا ہوا تھا اور لوگ ایک گھنٹہ تک مسلسل ون فائیو پر کالیں کرتے رہے لیکن وہ نمبر busy رہا یا تو انہوں نے صبح کے وقت رسیور اٹھا کر رکھ دیا تھا کہ وہ مسلسل ون فائیو busy رہا وہاں سے تھانہ آدھے کلو میٹر پر ہے لیکن پھر بھی ڈی ایس پی کے call کرنے اور واردات کی اطلاع ہونے کے باوجود ایس ایچ او پون گھنٹہ لیٹ آیا۔اس وقت ملتان میں RPO اور DIG ایڈمن کی سیٹیں خالی ہیں میں وزیر قانون سے گزارش کروں گا کہ ہمارے کہنے پر نہیں لگانے تو نہ لگائیں لیکن وہاں امن وامان کی صورتحال بہت ابتر ہے اسے بہتر کرنے کے لئے RPO اور DIG ایڈمن فی الفور لگائے جائیں اور اس واقعہ کی انکوائری کرائی جائے۔۔۔

جناب سپیکر:حضرت!آپ کوئی طریقہ تو بنائیں،لکھ کر لائیں۔آپ نے تو پوائنٹ آف آرڈر پر لمبی چوڑی تقریر شروع کر دی ہے۔

جناب عبدالوحید چودھری:جناب سپیکر!یہ پولیس کی ناک کے نیچے دو کروڑ روپے کی ڈکیتی ہوئی ہے اس کی انکوائری کرائیں۔

جناب سپیکر: بڑی مہربانی۔آپ کوئی چیز لکھ کر لائیں میں نے آپ کو پوائنٹ آف آرڈر دیا تھا لیکن آپ نے تو تقریر شروع کر دی ہے۔

جناب عبدالوحید چودھری: جناب سپیکر!لوگوں میں اشتعال پایا جاتا ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر!میں اپنے بھائی وحید ارائیں صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا کہ انہوں نے پوائنٹ آف آرڈر پر جتنی بات فرمائی ہے وہ یہ خود لکھ کر دے دیں تو مناسب ہے ورنہ میں انہیں اپنا سٹاف فراہم کر دیتا ہوں وہ یہ چیز توجہ دلاؤ نوٹس کی شکل میں دیں۔ سوموار کو توجہ دلاؤ نوٹس کی turn ہے، سوموار کو ڈی پی او کو بلالیں گے اور باقی متعلقہ لوگ جن کی یہ بات کر رہے ہیں انہیں بھی بلالیں گے اور ان کے ساتھ بیٹھ کر بات کریں گے اگر اس قسم کی کوئی کوتاہی ہوئی ہے تو نہ صرف اس کا ازالہ کروائیں گے بلکہ جو آدمی ذمہ دار ہے اس کے خلاف کارروائی بھی ہو گی لیکن صرف پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنے سے سارا معاملہ cover نہیں ہو سکے گا اس لئے یہ مہربانی فرما کر توجہ دلاؤ نوٹس دے دیں اور توجہ دلاؤ نوٹس کا مقصد بھی یہی ہے۔

تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر: چودھری عامر سلطان چیمہ صاحب کی تحریک التوائے کار نمبر 956/10 ہے۔چیمہ صاحب!آپ اس کو پڑھیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر!میں سمجھتا ہوں کہ یہ معزز ممبران اور Chair کی عمدہ کارکردگی کا نتیجہ ہے کہ ہماری پچھلی تمام تحاریک التوائے کار ختم ہو گئی ہیں۔کل بھی ساری تحاریک fresh تھیں اور آج بھی جو تحاریک التوائے کار آئی ہیں ان کے notices مجھے پانچ منٹ پہلے موصول ہوئے ہیں اس لئے ان کا جواب departments کی طرف سے next week میں ہی آ سکتا ہے۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے لیکن چودھری عامر سلطان چیمہ صاحب اپنی تحریک پڑھ تو لیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جی، ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر: جی، عامر سلطان چیمہ صاحب!

سابق چیف جسٹس لاہور ہائیکورٹ کو وزیر اعلیٰ کی جانب سے سرکاری رہائش گاہ کی خلاف پالیسی الاٹمنٹ

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "المشرق" مورخہ 21۔دسمبر 2010 کے مطابق ایوان وزیر اعلیٰ نے سابق چیف جسٹس لاہور ہائیکورٹ خواجہ محمد شریف کو جی او آر میں موجود سرکاری رہائش گاہ الاٹ کرنے کے احکامات جاری کر دیئے۔ ذرائع کے مطابق لاہور ہائیکورٹ کے سابق چیف جسٹس خواجہ محمد شریف نے اپنی ریٹائرمنٹ کے بعد فوری طور پر چیف جسٹس لاہور ہائیکورٹ کے لئے بلحاظ عہدہ (Designation) سرکاری رہائش گاہ 11۔ایکمن روڈ کو نئے چیف جسٹس لاہور کے لئے خالی کر دیا۔ وہ اپنے اہل خانہ کے ہمراہ لاہور ہائیکورٹ کے پول پر موجود سرکاری رہائش گاہ 3۔ٹولنٹن لین جی او آر میں شفٹ ہو گئے اور ان کے نئے گھر میں شفٹ ہونے کے بعد وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف کے سیکرٹری کی جانب سے ایک ڈائریکٹو سروسز اینڈ جنرل ایڈمنسٹریشن ڈیپارٹمنٹ کو موصول ہوا جس میں ہدایت کی گئی کہ سابق چیف جسٹس لاہور ہائیکورٹ کو جی او آر میں واقع رہائش گاہ 3۔ٹولنٹن لین الاٹ کر دی جائے۔ ڈائریکٹو موصول ہونے پر ایس اینڈ جی اے ڈی کے ذمہ دار پریشان ہو گئے۔ ایس اینڈ جی اے ڈی کی جانب سے ایوان وزیر اعلیٰ کے لئے ایک سمری تیار کی گئی جس میں قرار دیا گیا کہ ایک ریٹائرڈ سرکاری شخص قواعد کے تحت چھ ماہ تک مذکورہ سرکاری رہائش اپنے پاس رکھ سکتا ہے جبکہ اس کے بعد اس میں مزید دو ماہ کی توسیع بھی ایڈیشنل چیف سیکرٹری پنجاب دینے کے مجاز ہیں چونکہ خواجہ شریف نے جو رہائش گاہ خالی کی ہے وہ ایک designated house تھا جبکہ انہوں نے جو متبادل رہائش گاہ حاصل کر کے وہاں رہائش رکھ لی ہے وہ لاہور ہائیکورٹ کے پول میں موجود گھروں میں سے ایک گھر ہے لہذا قواعد کے تحت سروسز اینڈ جنرل ایڈمنسٹریشن ڈیپارٹمنٹ اس گھر کو خواجہ محمد شریف کو الاٹ نہیں کر سکتا جبکہ G.O.R-I میں پہلے ہی گھروں کی کمی ہے اور دوسری جانب قواعد کے برعکس خواجہ محمد شریف کو لاہور ہائیکورٹ کے پول میں سے موجود گھر الاٹ کرنے سے قباحتیں بھی پیدا ہو سکتی ہیں لہذا فیصلہ کرنے سے پہلے دیکھ لیا جائے تاکہ لاہور ہائیکورٹ اور حکومت پنجاب کے مابین کوئی قباحت پیدا نہ ہو سکے۔ چیف سیکرٹری پنجاب کی جانب سے اپنے نوٹ میں تجویز کیا گیا کہ اگر سابق چیف جسٹس لاہور ہائیکورٹ خواجہ محمد شریف کو security خدشات کے پیش نظر accommodate کرنا مقصود ہے تو

پھر ان کی ذاتی ڈیفنس میں واقع رہائش گاہ پر security کے خاطر خواہ انتظامات کئے جا سکتے ہیں جس کے بعد سمری ایوان وزیر اعلیٰ کو ارسال کر دی گئی۔چند روز بعد سمری سیکرٹری برائے وزیر اعلیٰ کی جانب سے ایک بار پھر محکمہ ایس اینڈ جی اے ڈی کو واپس بھجوادی گئی جس میں تقریباً ڈیڑھ صفحہ پر مبنی نوٹ موجود تھا جس کے اختتام میں ایس اینڈ جی اے ڈی احکام پر واضح کیا گیا ہے کہ سابق چیف جسٹس لاہور ہائیکورٹ خواجہ محمد شریف کے زیر استعمال رہائش 3۔ٹولنٹن لین G.O.R–I الاٹ کر دی جائے۔ وزیر اعلیٰ پنجاب کے اس طرح کے احکامات سے صوبہ بھر کی عوام میں شدید بے چینی اور اضطراب پایا جاتا ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ اس حوالے سے محکمہ کی طرف سے تو جواب next week میں آئے گا لیکن جو معاملہ انہوں نے اس تحریک میں اٹھایا ہے یہ میرے knowledge میں ہے اس لئے میں ریکارڈ پر دو، تین چیزیں رکھنی چاہوں گا۔

جناب سپیکر! پہلی بات تو یہ ہے کہ rules کے مطابق کسی بھی آفیسر کو خواہ اس کا تعلق جوڈیشری یا ایگزیکٹو سے ہو اسے بعد از ریٹائرمنٹ چھ ماہ تک گھر رکھنے کی اجازت ہے اور اس سے زیادہ عرصہ وہ گھر نہیں رکھ سکتا لیکن rules کے مطابق ہی چیف منسٹر کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ ان rules کو relax کر کے in public interest کسی کو رہائش زیادہ دیر رکھنے کی اجازت دے سکتے ہیں۔ریٹائرڈ چیف جسٹس لاہور ہائیکورٹ خواجہ محمد شریف صاحب نے چونکہ کچھ ایسے cases سنے ہیں جو کہ انتہائی اہمیت کے حامل تھے اور اس کی وجہ سے ان کی زندگی کو threat تھا۔یہ threat by all intelligence agencies confirmed تھا اس بنیاد پر انہوں نے یہ درخواست کی کہ انہیں کچھ عرصہ کے لئے عارضی طور پر جی او آر میں رہائش رکھنے کی اجازت دی جائے۔وزیر اعلیٰ rules کے مطابق وہ اس بات کے لئے competent تھے اور انہوں نے اپنے حاصل اختیارات کے تحت ہی انہیں اس بات کی اجازت دی۔جہاں تک اس بات کا سوال ہے کہ ان کی ذاتی رہائش پر security کا خاطر خواہ انتظام کیوں نہیں کیا جا سکتا؟ ہاں، وہاں پر security کا انتظام کیا جا سکتا ہے لیکن اگر وہاں پر اس level کا انتظام کیا جائے تو اس وجہ سے وہاں پر رہنے والے دیگر لوگوں کے لئے بے پناہ مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔ان کے آمنے سامنے، دائیں بائیں، آگے پیچھے جو لوگ رہائش پذیر ہیں ان کے لئے بے پناہ مشکلات

پیدا ہو جائیں گی بلکہ جس locality میں ایسا گھر ہوتا ہے وہ پوری locality disturb ہوتی ہے اس لئے ان لوگوں کی سہولت کو مدنظر رکھتے ہوئے وزیر اعلیٰ صاحب نے عارضی طور پر ان کو یہ گھر الاٹ کیا ہے۔یہاں پر ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ایک سابق چیف سیکرٹری حفیظ اختر رندھاوا ہوا کرتے تھے۔ایک سیاسی جماعت جس کو جنرل پرویز مشرف نے اپنے دوست کے کہنے پر بنایا تھا وہ اس کے candidates کے انٹرویو بھی کرتے رہے۔جب وہ retire ہوئے تو انہیں ان خدمات کے صلے میں تین سال تک جی او آر میں گھر رکھنے کی اجازت دی گئی تھی حالانکہ ان کی زندگی کو کوئی خطرہ نہیں تھا۔وہ ریٹائرمنٹ کے بعد تین سال تک وہاں پر رہائش پذیر رہے۔اسی طرح ایک ڈی آئی جی جاوید شاہ تھے، ایک دہشت گرد کو encounter کرنے میں ان کا role تھا اور ان کی زندگی کو بھی خطرہ تھا جس کی وجہ سے انہیں ریٹائرمنٹ کے بعد اسی جی او آر میں دو سال تک اس وقت کے چیف منسٹر نے گھر retain کرنے کی اجازت دی تھی اس لئے یہ کوئی ایسا معاملہ نہیں ہے کہ جس پر اس قسم کی hike create کی جائے۔باقی محکمہ کی طرف سے جب اس تحریک کا جواب موصول ہو گا تو میں وہ بھی عرض کر دوں گا۔یہ بات چونکہ اس وقت معزز ایوان کے سامنے رکھی گئی اس لئے اس کا جواب دینا ضروری تھا۔میں درخواست کروں گا کہ اس تحریک کو آپ next week تک کے لئے pending فرمادیں۔

جناب سپیکر: next week کا کیا مطلب ہے؟ کیا اس کو next Monday, Tuesday یا Thursday تک pending کیا جائے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): آج جمعہ ہے اور اس کے بعد Monday کو اجلاس ہو گا اس لئے آپ اس کو Thursday تک pending فرمادیں۔اسی طرح باقی تحاریک بھی پڑھنے کے بعد pending ہوں گی۔

جناب سپیکر: چلیں، ٹھیک ہے اس تحریک کو next Thursday تک pending کیا جاتا ہے۔اگلی تحریک چودھری ظہیر الدین خان صاحب کی ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): وہ موجود نہیں ہیں اگر ان کی طرف سے کوئی درخواست نہیں آئی تو پھر یہ dispose of ہو گی کیونکہ یہ rules کی بات ہے اور rules سب پر apply ہوتے ہیں۔

جناب سپیکر: چلیں، ٹھیک ہے اس تحریک کو dispose of کیا جاتا ہے۔اگلی تحریک خواجہ محمد اسلام صاحب کی ہے۔وہ تشریف نہیں رکھتے اس لئے اسے بھی dispose of کیا جاتا ہے۔اگلی تحریک التوائے کار نمبر 11/6 انجینئر شہزاد الہیٰ صاحب کی طرف سے ہے۔

حکام کے غلط فیصلے سے محکمہ خوراک کو پی پی بیگز کی فروخت سے مالی نقصان کا خدشہ

انجینئر شہزاد الہیٰ: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "ایکسپریس" مورخہ 3۔جنوری 2011 کی خبر کے مطابق محکمہ خوراک نے گندم محفوظ کرنے والے 50 کلو کے پی پی بیگز کے پرانے سٹاک کو ختم کرنے کا فیصلہ کیا ہے جس کے تحت -/20 روپے والا بیگ -/15 روپے میں فروخت کیا جارہا ہے۔اس طرح حکومتی خزانے کو لاکھوں روپے کا نقصان اٹھانا پڑرہا ہے۔اس سٹاک کو ختم کرنے کی وجہ یہ بتائی جارہی ہے کہ یہ بیگز غیر معیاری ہیں اور زمیندار اس کو -/20 روپے میں خریدنے پر آمادہ نہیں جبکہ محکمہ خوراک نے ان غیر معیاری بیگز کی خریداری کے ذمہ داران کے خلاف کوئی انکوائری نہیں کی۔پنجاب کے محکمہ خوراک کے اس غیر ذمہ دارانہ فعل اور عوامی مفادات کو نقصان پہنچانے پر عوام میں تشویش پائی جاتی ہے لہٰذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

وزیر زکوٰۃ و عشر (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! اس کا جواب نہیں آیا۔اسے pending کر دیں۔

جناب سپیکر: اس تحریک التوائے کار کو Thursday تک pending کیا جاتا ہے۔اگلی تحریک التوائے کار نمبر 2011/10 محترمہ ثمینہ خاور حیات، محترمہ قمر عامر چودھری اور محترمہ خدیجہ عمر کی طرف سے ہے۔جی، محترمہ خدیجہ عمر! آپ اپنی تحریک پڑھیں۔

لاہور میں اربن و دیگر ٹرانسپورٹروں کا از خود کرایہ بڑھانے سے مسافروں کو پریشانی کا سامنا

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "جنگ" مورخہ 3۔جنوری 2011 کی خبر کے مطابق لاہور میں اربن ٹرانسپورٹ اور دیگر

ٹرانسپورٹ مالکان نے از خود -/2روپے فی سٹاپ اضافہ کر دیا ہے اور اکثر مقامات پر مسافروں اور ٹرانسپورٹروں کے اس اضافہ پر جھگڑے ہو رہے ہیں۔ اس غیر قانونی اضافہ پر کوئی حکومتی ردعمل نہیں آیا۔ جس کی وجہ سے کسی بھی وقت امن عامہ کا مسئلہ پیدا ہو سکتا ہے۔ ٹرانسپورٹروں کی اپنے من مانے طور پر کرایہ بڑھانے سے عوام میں شدید غم وغصہ پایا جاتا ہے جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

وزیر زکوٰۃ وعشر (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! اس کا جواب نہیں آیا۔ اسے pending کر دیں۔

جناب سپیکر: اس تحریک التوائے کار کو Thursday تک pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 22/2011 محترمہ ثمینہ خاور حیات صاحبہ، جناب طاہر اقبال چودھری صاحب اور حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا صاحب کی طرف سے ہے۔ جی، طاہر اقبال چودھری صاحب! آپ اپنی تحریک پڑھیں۔

لاہور میں خاتون سے نوجوانوں کی اجتماعی زیادتی

جناب طاہر اقبال چودھری: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "خبریں" مورخہ 6۔جنوری 2011 کی خبر کے مطابق قصور کے نواح میں سات درندہ صفت نوجوانوں نے خاتون کے ساتھ اجتماعی زیادتی کی۔ تفصیلات کے مطابق چک نمبر 25 کی کوثر پروین رشتہ داروں سے ملنے اپنی والدہ کے ہمراہ لاہور گئی اور لاہور سے واپسی پر گاؤں جانے کے لئے بس سٹاپ پر کھڑی ہوئی تھی کہ اس دوران سات مسلح ملزمان وہاں آ گئے۔ انہوں نے پہلے کوثر پروین کے ساتھ چھیڑ خانی شروع کی اور جب اس کی والدہ نے ملزمان کو بُرا بھلا کہا تو مسلح سات ملزمان نے دونوں کو زبردستی اپنی گاڑیوں میں پھینکا اور ایک بھٹہ خشت پر لے جا کر بوڑھی والدہ کو ایک کمرے میں بند کرنے کے بعد کوثر پروین کو زیادتی کا نشانہ بناتے رہے۔ ملزمان بعد ازاں لڑکی اور اس کی ماں کو ایک ویران جگہ پر پھینک کر فرار ہو گئے۔ اس خبر سے عوام میں بے چینی پائی جاتی ہے۔ معاملہ کی سنگینی کے پیش نظر یہ اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: اس تحریک التوائے کار کو Thursday تک pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 28/2011 محترمہ ثمینہ خاور حیات صاحبہ، محترمہ خدیجہ عمر صاحبہ اور محترمہ سیمل کامران صاحبہ کی طرف سے ہے۔ جی، محترمہ سیمل کامران صاحبہ! آپ اپنی تحریک پڑھیں۔

ٹی ایم اے قصور کی جانب سے شہر میں کوئی وجہ بتائے بغیر متعدد دکانوں کو سیل (Seal) کرنے سے دکانداروں کو پریشانی کا سامنا

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "دی نیشن" مورخہ 4۔جنوری 2011 کی خبر کے مطابق ٹی ایم اے قصور نے شہر بھر میں مبینہ طور پر غیر قانونی گھروں دکانوں اور گوداموں کو سیل کر دیا ہے جس سے ایک طرف بے شمار خاندانوں کو سڑکوں پر دھکیل دیا گیا اور دوسری طرف ان دکانوں اور گوداموں میں کام اور کاروبار کرنے والوں سے ان کے منہ کا نوالہ چھین لیا گیا۔ ان دکانوں اور گوداموں میں اشیائے خوردنی تباہ ہو رہی ہیں۔ ان مکینوں نے کہا ہے کہ ان میں سے بہت سارے گزشتہ سو برس سے وہاں رہائش پذیر ہیں اور دکانیں چلا رہے ہیں اور ٹی ایم اے ان سے کرایہ وصول کر چکا ہے۔ متاثرین نے احتجاج کرتے ہوئے حکومت سے اپیل کی ہے کہ ٹی ایم اے قصور کی اس زیادتی پر فوری کارروائی کرتے ہوئے ان سیل بند گھروں، دکانوں اور گوداموں کو unseal کرنے کے احکامات جاری کئے جائیں لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: اس تحریک التوائے کار کو Thursday تک pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار اعجاز احمد کاہلوں صاحب کی ہے، تشریف نہیں رکھتے۔ ان کی طرف سے چٹ آئی ہے اس لئے اسے Thursday تک pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 32/2011 محترمہ قمر عامر چودھری صاحبہ، محترمہ خدیجہ عمر صاحبہ اور محترمہ سیمل کامران صاحبہ کی طرف سے ہے۔ محترمہ سیمل کامران صاحبہ! آپ اپنی تحریک پڑھیں۔

ای ڈی او ایجوکیشن گجرات کی کرپشن کا انکشاف

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "نوائے وقت" مورخہ 7۔جنوری 2011 کی خبر کے مطابق EDO ایجوکیشن گجرات کی کروڑوں کی white collar کرپشن کا حکام کو فوری نوٹس لینا چاہئے۔ اس مبینہ کرپشن کی چند مثالیں سکول کونسلز کے کروڑوں کے فنڈز جن کو سکول کونسلز کے ذریعہ سربراہان کی نگرانی میں سکولوں کے مفادات میں خرچ ہونا تھا۔ ای ڈی او نے اپنے کارندوں / اہلکاروں کے ذریعے ناجائز استعمال کر کے اپنی مرضی کے مطابق کارروائیاں بنا کر سربراہان ادارہ سے دستخط کروائے اور کروڑوں روپے کا فرنیچر اپنی منشا کے مطابق سپلائی کیا۔ اس طرح کروڑوں روپے کا غبن کیا۔ مڈل اور پرائمری کے امتحانات میں اپنے ماتحت عملے کی ملی بھگت سے سکولوں سے مختلف حیلوں اور بہانوں سے ہر سال لاکھوں روپے اکٹھے کئے جاتے ہیں۔ سکول والے وہ رقم بچوں سے اکٹھی کر کے دیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے شور تو اٹھتا ہے مگر کوئی شنوائی نہ ہونے کی وجہ سے دب جاتا ہے۔ گزشتہ امتحانات کے لئے ملنے والا گورنمنٹ کا بجٹ سارے کا سارا ای ڈی او نے غبن کیا۔ اب بھی اس طرز کی پلاننگ ہو رہی ہے 09-2008 میں اعلیٰ کارکردگی پر ٹیچروں کو مجبور کر کے نقد رقم بھی اکٹھی کی گئی جس کی رسید کسی کو نہ جاری کی گئی۔ ماتحتوں کو استعمال کر کے بڑی رقم غبن کر لی گئی اور کچھ حصہ حکومت کے نمائندوں کو دے دیا۔ اس مسئلہ سے صوبہ بھر کی عوام اور بالخصوص گجرات شہر کی عوام بہت پریشان ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: اس تحریک التوائے کار کو Thursday تک pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار جناب اعجاز احمد کاہلوں صاحب کی ہے، ان کی یہ تحریک بھی Thursday تک pending کی جاتی ہے۔ اس کے بعد بھی اعجاز احمد کاہلوں صاحب کی ہے یہ تحریک بھی Thursday تک pending کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 36/2011 سیدہ ماجدہ زیدی صاحبہ، محترمہ آمنہ الفت صاحبہ، ڈاکٹر سامیہ امجد صاحبہ اور محترمہ سیمل کامران صاحبہ کی طرف سے ہے۔ ڈاکٹر سامیہ امجد صاحبہ! آپ اپنی تحریک پڑھیں۔

لاہور میں محکمہ صحت کی عدم توجہی کی بناء پر سوائن فلو کے مریضوں کی تعداد میں اضافہ

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "خبریں" مورخہ 8۔جنوری 2011 کی خبر کے مطابق لاہور سوائن فلو کے مریضوں کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ صوبہ پنجاب میں اب تک 26 کیس ریکارڈ پر آچکے ہیں لیکن پنجاب کے اہم ہسپتالوں میں اس مرض کے علاج کے لئے کوئی خصوصی انتظامات کئے گئے اور نہ ہی کوئی علیحدہ وارڈ مختص کئے گئے ہیں۔ یہاں تک کہ ماسک بھی مہیا نہ کئے گئے ہیں۔ سوائن فلو کے وائرس کو کنٹرول نہ کرنے اور اس وباء کے خلاف حفاظتی پروگرام نہ بنانے سے صحت عامہ سے تعلق رکھنے والے حکومتی اداروں کی بے حسی عیاں ہے۔ بعض سینئر ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ کئی مریضوں میں سوائن فلو کا خدشہ ہے تاہم ان کے ٹیسٹ نہیں کرائے گئے۔ اس خبر سے عوام میں ایک شدید خوف و ہراس پایا جاتا ہے اور یہ اہم معاملہ اسمبلی کی دخل اندازی کا متقاضی ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: اس تحریک التوائے کار کو Thursday تک pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 2011/37 محترمہ خدیجہ عمر صاحبہ، محترمہ ثمینہ خاور حیات، محترمہ قمر عامر چودھری اور ڈاکٹر فائزہ اصغر صاحبہ کی طرف سے ہے۔ محترمہ خدیجہ عمر صاحبہ! آپ اپنی تحریک پڑھیں۔

بلڈنگ ڈیپارٹمنٹ کے ورک چارج ملازمین کو تنخواہوں کی عدم ادائیگی

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "دی ایکسپریس نیوز" مورخہ 5۔جنوری 2011 کی خبر کے مطابق الائیڈ ہسپتال اور پنجاب میڈیکل کالج میں کام کرنے والے بلڈنگ ڈیپارٹمنٹ کے ورک چارج ملازمین کو کئی ماہ سے تنخواہیں نہیں مل رہی ہیں اور فنڈز نہ ہونے کی وجہ سے ہسپتال کی لائٹس خراب ہو چکی ہیں اور تقریباً تمام وارڈیں اندھیرے میں ڈوبی ہوئی ہیں۔ ایمرجنسی کام کے لئے بھی پچھلے چھ ماہ سے پنجاب حکومت کی طرف سے کوئی فنڈز نہیں دیئے گئے۔ ہسپتال کے بالکل قریب سیوریج کا پائپ پھٹا ہوا ہے۔ نامعلوم وجوہات کی بناء

پر یہ فنڈز روکے گئے ہیں۔ ذمہ داروں کا کہنا ہے کہ اس صورتحال سے بلڈنگ ڈیپارٹمنٹ کے ورک چارج ملازمین، مریضوں کے لواحقین اور عوامی حلقوں کے لئے مایوس کن صورتحال پیدا ہو گئی۔ ان میں شدید غم وغصہ پایا جاتا ہے۔ معاملہ چونکہ عوامی اہمیت کا حامل ہے جو اسمبلی کی دخل اندازی کا متقاضی ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: اس تحریک التوائے کار کو Thursday تک pending کیا جاتا ہے۔

جناب اعجاز احمد کاہلوں: جناب سپیکر! میں پانچ منٹ دیر سے پہنچا ہوں، میری تحاریک التوائے کار تھیں۔

جناب سپیکر: وہ pending ہو گئی ہیں۔ اب وہ next Thursday کو پڑھی جائیں گی۔ آپ جمعرات کو ان تحاریک کو پڑھیں گے۔

جناب اعجاز احمد کاہلوں: جناب سپیکر! ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر: اب اگلی تحریک التوائے کار نمبر 2011/38 محترمہ سیمل کامران صاحبہ، سیدہ ماجدہ زیدی صاحبہ، محترمہ ثمینہ خاور حیات اور ڈاکٹر سامیہ امجد صاحبہ کی طرف سے ہے۔ محترمہ سیمل کامران صاحبہ! آپ اپنی تحریک پڑھیں۔

فیصل آباد اڈا مونگی بنگلہ گوجرہ میں چیف سیکرٹری کے حکم پر عملہ ریونیو اور پولیس نفری کا متعدد دکانوں کو مسمار کرنا

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "دی ایث نیوز" مورخہ 5۔جنوری 2011 کی خبر کے مطابق فیصل آباد اڈا مونگی بنگلہ گوجرہ میں محکمہ ریونیو کے عملہ نے پولیس کی بھاری نفری کے ساتھ مل کر 60 دکانیں مسمار کر دیں۔ دکانداروں نے شدید احتجاج اور نعرے بازی کرتے ہوئے متعلقہ محکمے کے اس عمل کو مزدور کش قرار دیا۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ کئی دہائیوں سے اس جگہ پر کاروبار کر رہے تھے کہ اچانک مبینہ طور پر چیف سیکرٹری پنجاب کے حکم پر یہ ظلم ڈھایا گیا اور ان کے چولہے ٹھنڈے کر دیئے گئے ہیں۔ انہوں نے یہ مطالبہ کیا ہے کہ ان کو دو وقت کی روٹی کمانے کے لئے فوری طور پر متبادل جگہ فراہم کی جائے۔ چونکہ مسئلہ فوری عوامی اہمیت کا حامل اور

اسمبلی کی دخل اندازی کا متقاضی ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: اس تحریک التوائے کار کو Thursday تک pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 39/2011 محترمہ سیمل کامران صاحبہ، سیدہ ماجدہ زیدی صاحبہ، محترمہ ثمینہ خاور حیات صاحبہ اور محترمہ خدیجہ عمر صاحبہ کی طرف سے ہے۔ سیدہ ماجدہ زیدی صاحبہ! آپ اپنی تحریک پڑھیں۔

عرب ہاؤسنگ سوسائٹی میں قبرستان کے لئے مختص زمین کو فروخت کرنے سے رہائشیوں کو پریشانی کا سامنا

سیدہ ماجدہ زیدی: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "پاکستان" مورخہ 8۔جنوری 2011 کی خبر کے مطابق ایل ڈی اے کے چند ڈائریکٹروں کی ملی بھگت سے پاک عرب ہاؤسنگ سوسائٹی نے قواعد و ضوابط کی صریحاً خلاف ورزی کرتے ہوئے اس سوسائٹی کی ہاؤسنگ سکیم میں قبرستان اور پارک کے لئے مختص کی گئی تعداد 35 کنال اراضی پر دس دس مرلے کے رہائشی اور تین تین مرلے کے کمرشل پلاٹ بنا کر تعمیر شروع کروا دی ہے۔ قبرستان کی زمین سے ایک 30 فٹ چوڑی سڑک بھی نکال دی گئی ہے۔ ایل ڈی اے کے متعلقہ اہلکاروں اور پاک عرب سوسائٹی کی اس ملی بھگت سے سوسائٹی کے رہائشیوں میں بالخصوص اور عوام میں بالعموم یہ تاثر مزید گہرا ہو گیا ہے کہ حکومتی اداروں کے افسران اور اہلکاران عوام پر ظلم اور زیادتی کرتے ہیں اور صرف اپنی خوشحالی کا ہی سوچتے ہیں۔ اس خبر سے عوام میں شدید غم اور غصہ پایا جاتا ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: اس تحریک التوائے کار کو Thursday تک pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 44/2011 ڈاکٹر سامیہ امجد صاحبہ، محترمہ ثمینہ خاور حیات صاحبہ، محترمہ سیمل کامران صاحبہ اور محترمہ آمنہ الفت صاحبہ کی طرف سے ہے۔ ڈاکٹر سامیہ امجد صاحبہ! آپ اپنی تحریک پڑھیں۔

لاہور رنگ روڈ لینڈ ریکوزیشن میں متعلقہ عملے کی کروڑوں روپے کی کرپشن کا انکشاف

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "وقت" مورخہ 10۔جنوری 2011 کی خبر کے مطابق لاہور رنگ روڈ لینڈ ریکوزیشن میں کروڑوں کے فراڈ کے انکشافات ہوئے ہیں۔ نائب تحصیلداروں، پٹواریوں اور گرداوروں سمیت دیگر افسران نے جعلی مختار ناموں اور جعلی پاور آف اٹارنی پر اپنے چہیتوں کو نواز دیا۔ رنگ روڈ کی زد میں آنے والے متعدد (پیکجز) حصوں میں صوبائی حکومت کی اراضی کو بھی پرائیویٹ ملکیتی ظاہر کیا گیا۔ کئی سالوں سے تعینات لینڈ ایکوزیشن کے نائب تحصیلدار نے لوٹ مار کر کے آبائی گاؤں میں سینکڑوں ایکڑ زمین خریدی اور زمین خرید کر بڑا زمیندار بن گیا۔ **پیکج 14** پر یہ لوٹ مار اب بھی جاری ہے۔ ذرائع کے مطابق لاہور رنگ روڈ میں وسیع پیمانے پر گھپلوں کے انکشاف پر انٹی کرپشن نے مقدمات بھی درج کر کے سابق تحصیلدار کینٹ مجاہد ضیاء کو گرفتار کر لیا تھا جو ابھی جیل میں ہے، رنگ روڈ کے دیگر عملے کو شامل تفتیش کیا گیا جنہوں نے ملی بھگت کر کے سارا بوجھ سابق تحصیلدار کینٹ مجاہد ضیاء پر ڈال دیا۔ ان حکومتی اہلکاروں کی اس اندھیر نگری اور لوٹ مار سے عوام میں ہیجان اور اضطراب پایا جاتا ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: تحاریک التوائے کار کا وقت ختم ہوتا ہے۔ اب سرکاری کارروائی شروع کی جاتی ہے۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ ضروری اشیاء کی مہنگائی پر عام بحث کا آغاز کل 13۔جنوری 2011 سے۔۔۔

پوائنٹ آف آرڈر

جناب علی حیدر نور خان نیازی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: آپ میری ایک بات سن لیں، میں آپ کو بار بار کہہ چکا ہوں کہ جب سپیکر بول رہا ہو تو interrupt نہیں کرتے۔ میں یہ پڑھ رہا ہوں کم از کم مجھے یہ پڑھ لینے دیں۔

جناب علی حیدر نور خان نیازی: جناب سپیکر! آپ پھر کہتے ہیں کہ جب ایک کارروائی ختم ہو جائے تو اس وقت بات کیا کریں۔

جناب سپیکر: جی، نہیں This is not good. This is not proper آپ کو کچھ پتا ہونا چاہئے۔ ضروری اشیاء کی مہنگائی پر عام بحث کا آغاز کل 13۔جنوری 2011 سے پارلیمانی سیکرٹری کی تقریر سے ہوا تھا۔ آج بھی اسی موضوع پر بحث ہو گی۔ عام بحث میں حصہ لینے والے ممبران کی مرتب کردہ فہرست میں 32 ممبران کے نام موجود ہیں پہلے اس ترتیب سے نام پکارے جائیں گے تاہم اگر ان کے علاوہ بھی کوئی معزز ممبر بحث میں حصہ لینا چاہتا ہے تو اپنا نام مجھے بھجوا دے۔ اس کے بعد متعلقہ وزیر یا پارلیمانی سیکرٹری صاحب wind up کریں گے۔ جی، اب فرمائیں حضرت!

معزز ممبران کی حاضری سے متعلق میڈیا پر دکھائے جانے والے تضحیک آمیز مناظر کو روکنے کا مطالبہ

جناب علی حیدر نور خان نیازی: جناب سپیکر! جس طرح ابھی ایوان کی کارروائی چل رہی ہے اور تمام معزز ممبران ادھر آ کر حاضری لگا رہے ہیں۔ کل ایک چیز decide ہوئی تھی، آپ موجود نہیں تھے اس وقت ڈپٹی سپیکر صاحب اجلاس کی صدارت کر رہے تھے کہ یہاں دونوں sides پر اسمبلی سٹاف کو کھڑا کر دیا جائے گا اور جو ممبر ایوان کے اندر آئے گا تو اس کی حاضری لگا کر یہاں آ کر دے دیں گے۔ اس طرح ایوان کی کارروائی میں بھی خلل پڑتا ہے اور کل پھر تمام ٹی وی چینلز یہاں ممبران کو حاضری لگاتے ہوئے اور پیچھے گانے چلا کر دکھا رہے تھے۔ تمام ممبران کی اس طرح کیوں تضحیک کی جا رہی ہے، کیا اس میں کوئی لطف آ رہا ہے؟ آپ آج تشریف لائے ہیں کیا یہاں پورے اسمبلی سیکرٹریٹ میں کسی پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا کہ ان کو وہاں کھڑا کر کے حاضری لگائی جائے اور یہ والا تماشا جو روز ٹی وی پر چل رہا ہے جس سے تمام معزز ممبران کی تضحیک کی جا رہی ہے اس کو ختم کیا جائے۔

جناب سپیکر: معزز ایوان کے تمام ممبران میرے لئے نہایت قابل احترام ہیں۔ میں ان کا بہت احترام کرتا ہوں اور ایک دوسرے کا سب کو احترام بھی کرنا چاہئے لیکن یہ practice آپ اکیلے کی نہیں ہے یہ practice National Assembly میں بھی ہے۔

جناب علی حیدر نور خان نیازی: جناب سپیکر! اس طرح سے نہیں ہے۔

جناب سپیکر: جی، ان کا اور طریق کار ہے۔ وہ بھی ہم استعمال کریں گے۔

جناب علی حیدر نور خان نیازی: جناب سپیکر! کل ایک چیز decide کی گئی ہے۔ کل ایک چیز کا فیصلہ کیا گیا ہے کہ اس طرح نہیں ہوگا۔

جناب سپیکر: جی، میں پوچھنے کے بعد اس پر بات کروں گا۔

جناب علی حیدر نور خان نیازی: جناب سپیکر! اس میں پوچھنے والی بات نہیں ہے۔ لاء منسٹر صاحب موجود ہیں اس چیز کا آپ ان سے پوچھیں۔ اس کو انا کا مسئلہ کیوں بنایا جا رہا ہے؟

سید ناظم حسین شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! کیا ہم سکول کے بچے ہیں کہ حاضری لگائی جائے، مجھے یہ بتائیں کہ کیا اسی اسمبلی میں گریڈ 17 سے اوپر کوئی آفیسر اپنی حاضری لگاتا ہے اور ہمارا order of precedent کے تحت گریڈ کیا ہے ہم تو 22 ویں گریڈ سے اوپر ہیں؟

جناب سپیکر: شاہ صاحب! Chair کی طرف سے ruling آچکی ہے اور کل اس کا فیصلہ ہو چکا ہے۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! میں نے کل بھی کہا تھا کہ میں sign نہیں کروں گا۔ اگر ایسی بات ہے تو ہاؤس میں اس پر ووٹنگ کرالیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: جی، نہیں۔ شاہ صاحب! تشریف رکھیں۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! Dictatorship پر centralization of power ہوتی ہے اور ڈیموکریسی پر division of power ہوتی ہے۔ اگر آپ جمہوریت پر believe کرتے ہیں تو یہاں پر ووٹنگ کرالیں۔

جناب سپیکر: چلیں، جب بات آئے گی تو دیکھ لیں گے۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! اس سے ہم سب کا استحقاق مجروح ہو رہا ہے اور ہماری insult کی جا رہی ہے۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! ہم آپ کا احترام کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! پلیز تشریف رکھیں۔

جناب علی حیدر نور خان نیازی: جناب سپیکر! کل سے ٹی وی پر ہمیں حاضری لگاتے ہوئے دکھایا جا رہا ہے اور پیچھے گانے چلائے جا رہے ہیں۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! یہ ہماری insult ہے اور ہم یہ insult کیسے برداشت کر سکتے ہیں؟

جناب سپیکر: یہ ruling میں نے نہیں، یہ پہلے ڈپٹی سپیکر صاحب نے دی ہے۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! یہ پنجاب کی دس کروڑ عوام کے منہ پر کالک لگائی جا رہی ہے۔ یہ کام ہماری پوزیشن، ہماری روایات اور آپ کی روایات کے خلاف ہے۔

جناب علی حیدر نور خان نیازی: جناب سپیکر! اگر یہ حاضری شیٹ نہ اٹھائی گئی تو پھر ہم خود اسے اٹھا کر باہر پھینک دیں گے۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! بے شک آپ نے ruling نہیں دی۔

جناب سپیکر: اس پر بیٹھ کر ہم بات کرتے ہیں۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! لیکن اگر کوئی غلط کام ہوا ہے تو اُس کو correct کر لیں۔ میں نے تو آپ سے سوال کیا ہے کہ اگر گریڈ 17 سے اوپر کا کوئی آفیسر یہاں اسمبلی میں یا سیکرٹریٹ میں حاضری لگاتا ہو تو مجھے بتائیں۔

جناب سپیکر: جب یہ بات ہوئی تھی تو آپ نے اس کو accept کیوں کیا تھا؟

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! کیا ہمیں گریڈ 12 کا بنایا جا رہا ہے۔
We will not accept this degradation.

جناب سپیکر: شاہ صاحب! آپ تمام گریڈوں سے اوپر ہیں۔ آپ کے نزدیک یہ "گریڈ گروڈ" کیا چیز ہے؟

جناب علی حیدر نور خان نیازی: جناب سپیکر! کیا یہ ایوان ghosts پر مشتمل ہے، یہ کیا ہے کہ سپیکر کے سامنے حاضری لگائی جائے اور یہاں پر بیٹھے ہوئے عوامی نمائندے کیا بے ہوش ہیں کہ سب کی تضحیک کی جائے؟

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! آپ ووٹنگ کیوں نہیں کراتے؟ اگر آپ ڈیموکریسی پر یقین رکھتے ہیں تو پھر ووٹنگ کرا لیں۔ ہم نے تین سال بڑے خلوص کے ساتھ آپ کا احترام کیا ہے مگر ہمارے ممبر کا بھی یہ prerogative ہے۔ اگر ہماری بات نہ مانی گئی تو پھر اس طریقے سے یہ اجلاس نہیں چلے گا۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: اگر سب کی بات نہ مانی گئی تو پھر ہم سب واک آؤٹ کر جائیں گے۔

جناب علی حیدر نور خان نیازی: جناب سپیکر! ہم واک آؤٹ نہیں کریں گے بلکہ حاضری شیٹ کو اٹھا کر باہر پھینکیں گے۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! ڈپٹی سپیکر صاحب نے خود اس پر ruling دی ہے۔

جناب سپیکر: جی، اس معاملے کو اچھے طریقے سے settle کریں گے۔

جناب نجف عباس خان سیال: جناب سپیکر! اگر آپ ہمارا تحفظ نہیں کریں گے تو اور کون کرے گا؟

جناب اعجاز احمد کاہلوں: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! اس کے لئے ووٹنگ کرا لی جائے جو بھی فیصلہ آئے آپ اُس کو accept کر لیں لیکن اس طرح کرنا ہمارے ساتھ زیادتی ہے اور اس ایوان کی بھی تذلیل ہے اس لئے آپ ووٹنگ کے ذریعے final decision ہمیں دے دیں۔

شیخ علاؤالدین: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: دیکھیں، آپ تمام ممبران میرے لئے قابل احترام ہیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! پلیز میری بات سن لیں۔

جناب سپیکر: کیا میری بات نہیں سنیں گے اور اپنی ہی سنائیں گے؟

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں آج آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ پچھلے دو تین دن سے جو معاملہ یہاں پر ہو رہا ہے اور جس طرح میڈیا میں ہم سب کی شرمندگی کا باعث بن رہا ہے آپ اس کے لئے آج آدھا گھنٹہ مختص کر دیں، ہر معزز ممبر کو بات کرنے کے لئے دو منٹ دے دیں اور اُس کے بعد ووٹنگ کرا لیں۔ اس میں کیا حرج ہے کہ حاضری چاہے گیٹ پر لگے، چاہے ہاؤس کے اندر لگے؟ کل یہ فیصلہ ہوا تھا کہ اسمبلی سیکرٹریٹ اس کو computerized thumb counting پر لے آئے گا جس کے لئے مجھے کہا گیا تھا اور میں نے اس پر بات بھی کر لی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ جب ہم جانتے ہیں کہ ہم اللہ کے حضور جوابدہ ہیں اور ہم نے اپنے حلقے کی نمائندگی کرنی ہے تو آپ پورے ہاؤس سے ہر معزز ممبر کو دو دو منٹ دے کر sense لے لیں اور اُس کے بعد ووٹنگ کرا لیں تاکہ ریکارڈ اور میڈیا میں تو کم از کم یہ جائے کہ اصل میں کیا ہو رہا ہے اور اس کی وجہ کیا ہے؟ میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی معزز ممبر ہاؤس میں آتا ہے۔۔۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: پوائنٹ آف آرڈر۔[*****]

SHEIKH ALA-UD-DIN: No point of order. No point of order.

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر![*****]

جناب سپیکر: پلیز تشریف رکھیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر![*****]

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر![*****]

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر![*****]

جناب سپیکر: مستی خیل صاحب! آپ کیسے بول رہے ہیں؟ میری بات سنیں، میں نے ابھی شیخ صاحب کو floor دیا ہے آپ ایک منٹ تشریف رکھیں۔ میں بعد میں آپ کو بھی موقع دوں گا۔ (قطع کلامیاں)

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر![*****]

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں اور مجھے بات سننے دیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر![*****]

جناب سپیکر: نہیں، بد تمیزی نہیں کرنی۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر![*****] (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: مستی خیل صاحب! آپ کیا کر رہے ہیں؟

(اس مرحلہ پر تمام معزز ممبران اپنی اپنی نشستوں سے کھڑے ہو گئے)

جناب سپیکر: مستی خیل صاحب! آپ کیا کر رہے ہیں؟ یہ بات برداشت نہیں ہو گی۔ میں ابھی آپ کو باہر بھیجنے والا ہوں۔ آپ ایسا نہ کریں۔ (قطع کلامیاں)

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! آپ یہ بتائیں کہ [**] اس کا اس بات سے کوئی تعلق ہے؟ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: اس قسم کے جو الفاظ بیان کئے گئے ہیں وہ میں تمام کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔ مستی خیل صاحب! میں کہتا ہوں کہ آپ تشریف رکھیں۔ میں ابھی بات کر رہا ہوں۔ آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

Order in the House مستی خیل صاحب! آپ ایک گھنٹے کے لئے ہاؤس سے باہر رہیں گے۔ مستی خیل کو ایک گھنٹے کے لئے ہاؤس سے باہر نکالیں۔ مستی خیل صاحب! آپ نے ہمارے لئے یہاں اچھی بات نہیں کی ہے اس لئے ایک گھنٹے کے لئے آپ کو باہر جانا پڑے گا۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران اپنی نشستوں سے کھڑے ہو کر احتجاج کرنے لگے)

(اس مرحلہ پر جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل ایوان میں موجود رہے
اور جناب سپیکر سے مخاطب ہوتے رہے)

جناب سپیکر: میں آپ کو بولنے کی اجازت نہیں دے رہا۔ آپ ایک گھنٹے کے لئے expelled ہیں۔ He has been expelled for one hour. Masti Khel! What are you doing? You will have to go out.

پلیز آپ ایک گھنٹے کے لئے ایوان سے باہر تشریف لے جائیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! آپ کی اس پر ruling آنی چاہئے۔

جناب سپیکر: یہ کوئی طریقہ نہیں ہے جس طرح آپ ایک دوسرے کے گلے پڑنے کی کوشش کرتے ہیں۔ (قطع کلامیاں)

(معزز ممبر جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل جناب سپیکر کی رولنگ
کے باوجود ایوان میں موجود رہے)

شاہ صاحب! آپ ایسا مت کریں۔ Masti Khel! You are expelled for one hour.

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! رجسٹر جہاں پر بھی رکھوانے ہیں اس پر آپ کی ruling ہونی چاہئے۔ رجسٹر چاہے باہر ادھر والے گیٹ پر، چاہے اُدھر والے گیٹ پر رکھوائیں لیکن یہ کوئی طریقہ نہیں ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ ہم استحکام پاکستان کی بات کرتے ہیں، ہم تین تین لاکھ لوگوں کی نمائندگی کر رہے ہیں لیکن یہ بھی کوئی تاثر نہیں ہے کہ ہم سب میڈیا کے سامنے ڈرامہ اور مذاق بنے ہوئے ہیں۔ ہمیں کم از کم ایک دائرہ اختیار میں رہتے ہوئے ایک دوسرے کی عزت بھی کرنی چاہئے اور اپنی بات بھی منوانی چاہئے۔ سب کا point of view بالکل ٹھیک ہے اور اس پر رانا ثناء اللہ صاحب اور آپ جو بھی فیصلہ کریں کہ یہ رجسٹر اس گیٹ پر رکھنا ہے، باہر رکھنا ہے یا جو بھی طریق کار اپنانا ہے وہ اپنایا جائے لیکن اس ہاؤس کو مچھلی منڈی نہ بنایا جائے۔

جناب سپیکر: جی،آپ کی مہربانی۔ ہم اس بارے میں بیٹھ کر اچھے طریقے سے فیصلہ کریں گے۔

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ): پوائنٹ آف آرڈر۔

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ): شکریہ۔ جناب سپیکر! حاضری کا معاملہ جو پچھلے دو تین دن سے چل رہا ہے جو کہ بہت ہی اہم ہے جس سے میں سمجھتا ہوں کہ تمام ممبران کی دلآزاری کے ساتھ ساتھ ان کی respect میں بھی کمی آئی ہے۔ اگر ہمارے ایوان میں حاضری کا نظام transparent نہیں ہے تو اسے بہتر بنایا جا سکتا ہے۔ اس سے پہلے پاس ہونے والی ruling میں کہا گیا کہ رجسٹر اندر رکھا جائے تو میری یہ گزارش ہو گی کہ اسے بہتر بنانے کے لئے ابھی تک جو کچھ ہو چکا ہے وہ ٹھیک ہے لیکن اصل مقصد یہ ہے کہ ہم آگے کیا چاہتے ہیں اور House کیا چاہتا ہے؟ House کی sense لیتے ہوئے biometric system, finger print system یا کوئی اور system اختیار کرنا ہے تو اس میں یہ ensured ہو کہ transparent حاضری لگے تو میری گزارش ہو گی کہ اس فیصلے کو review کیا جائے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

فی الحال اس رجسٹر کو ایوان میں نہ رکھا جائے اور آئندہ اجلاس تک فیصلہ کیا جائے جیسے آپ کہتے ہیں کہ اسے transparent بنایا جائے لیکن یہ transparency House کے اندر نہیں بلکہ House کے باہر بھی آ سکتی ہے لہذا میری گزارش ہو گی کہ اسے review کرتے ہوئے رجسٹر کو باہر رکھوایا جائے اور آئندہ اس system کو بہتر بنایا جائے۔

ڈاکٹر طاہر علی جاوید: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

ڈاکٹر طاہر علی جاوید: شکریہ۔ جناب سپیکر! ابھی دس منٹ پہلے ہونے والا واقعہ بڑا افسوسناک ہے۔ ہمارے ایوان میں پچھلے آٹھ نو سال سے میں بھی دیکھ رہا ہوں کہ کچھ ایسی situations پیش آئیں کہ اپوزیشن اور حکومتی بنچوں میں کوئی اختلاف ہوا لیکن individual میں اختلاف نہیں ہونا چاہئے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ بڑا افسوسناک واقعہ ہے جس کی جتنی بھی مذمت کی جائے وہ کم ہے۔ ہمارے یہ دونوں ساتھی قابل احترام اور بڑے productive ہیں جنہوں نے اسمبلی کی کارروائی میں ہمیشہ contribute کیا ہے اس لئے مجھے زیادہ افسوس اس بدقسمت واقعہ پر ہوا ہے۔

جناب سپیکر: میرا خیال ہے کہ میں نے جو پہلے بات کی ہے اس پر آپ احتجاج کرنا چاہتے ہیں؟

ڈاکٹر طاہر علی جاوید: جناب سپیکر! میری عرض یہ ہے کہ ہمیشہ ڈاکٹر مرض کا علاج کرنے سے پہلے یہ دیکھتا ہے کہ یہ تکلیف کیوں ہوئی ہے اور اس کے پیچھے کیا محرکات ہیں تاکہ اس کا diagnosis کیا جائے۔ دو تین دن سے ایک بالکل معمولی issue کو اتنا اچھالا گیا کہ جیسے علی حیدر نور نیازی صاحب فرما رہے تھے کہ دو تین لاکھ لوگ اعتبار کر کے ہمیں بار بار منتخب کرتے ہیں اور ہم یہاں موجود ہیں جسے ساری دنیا دیکھ رہی ہے lets say اس رجسٹر پر میرے دستخط نہ ہوں تو اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ میں یہاں موجود نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ڈپٹی سپیکر صاحب کا فیصلہ اخلاقی طور پر غلط تھا اور اسے reverse کرنا آپ جیسے سمجھدار سیاستدان اور اس ایوان کے Custodian کی ذمہ داری ہے۔ اسے آپ جتنا prolong کریں گے یہ ہماری تضحیک ہو گی تو میں آپ سے request کرتا ہوں کہ اس پر ابھی فیصلہ کرتے ہوئے پہلے جیسی صورتحال پر revert کیا جائے۔ شکریہ (نعرہ ہائے تحسین)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): شکریہ۔ جناب سپیکر! محترم وزیر خزانہ کائرہ صاحب اور محترم ڈاکٹر طاہر علی جاوید صاحب نے بات کی ہے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ ثناء اللہ مستی خیل صاحب اور شیخ علاؤالدین صاحب کے درمیان harsh جملوں کا جو تبادلہ ہوا ہے وہ بالکل اور یقیناً افسوسناک ہے۔۔۔

جناب سپیکر: وہ الفاظ کارروائی کا حصہ نہیں بنیں گے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! ان دو صاحبان کی آپس میں ہونے والی individual interaction کے اتنے سے episode کو میں سمجھتا ہوں کہ اس سے زیادہ اہمیت دی جانی چاہئے اور نہ دی جا سکتی ہے۔ جہاں تک حاضری رجسٹر یا حاضری کے اندر یا باہر لگنے کا معاملہ ہے تو یہ آپ کی Chair کی discretion ہے۔ حاضری کے متعلق rules میں درج ہے لیکن وہاں پر یہ بالکل درج نہیں ہے کہ رجسٹر کو لابی میں رکھا جائے، ایوان کے اندر رکھا جائے اور اگر آپ چاہیں تو باہر گیٹ پر بھی رکھوا سکتے ہیں۔ معاملہ یہ ہے کہ اس بات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا اور میرے بھائی علی حیدر نور نیازی صاحب اس بات سے انکار کر سکتے ہیں، ناظم شاہ صاحب اور نہ ثناء اللہ مستی خیل صاحب کہ بعض لوگوں کی حاضریاں اس صورت میں بھی لگتی رہیں کہ لوگ امریکہ یا کسی بیرون ملک بیٹھے ہوئے ہیں اور

کئی ہسپتال میں داخل ہیں اور کئی ایک کے بارے میں ہر بندے کو مستند یہ معلوم ہے کہ یہ صاحب نہیں آتے لیکن اس کے باوجود ان کی 100 فیصد حاضریاں ہیں۔ جب یہ ایک معاملہ ہماری بدنامی کا باعث رہا ہے تو اسے transparent کرنے کے لئے کل اور پرسوں بھی بات ہوئی اور میں سمجھتا ہوں کہ جب House میں بات ہوتی ہے تو پھر یہ معاملہ اور زیادہ اہمیت پکڑتا ہے۔ کل جو بات ہوئی تھی تو میں سمجھتا ہوں کہ اس پر کسی کو بھی اختلاف نہیں ہے بلکہ آج جب بات ہمارے ان تینوں بھائیوں نے شروع کی تو انہوں نے بات شروع ہی وہاں سے کی۔ قومی اسمبلی میں ایک طریق کار موجود ہے جس کے مطابق کل یہ طے ہوا تھا کہ حاضری رجسٹر سیکرٹری کی table پر رہے گا اور اس بات کا اہتمام کر لیا جائے کہ جو معزز ممبر اِس طرف یا اُس طرف سے داخل ہو تو ایوان میں بیٹھے ہوئے ڈپٹی سیکرٹری (مولانا صاحب) کو ایک آدمی indicate کرے تو یہ سب کی حاضری mark کر دیں یعنی جو absent ہیں انہیں absent mark کر دیں اور جو present ہیں انہیں present mark کر دیں لیکن ایک بات کل بھی اور پرسوں بھی دوبارہ ہوئی کہ کچھ ایسے صاحبان بھی یہاں پر تشریف لائے کہ جن کے متعلق ہمیں معلوم ہی نہیں کہ یہ پچھلے پونے تین سال سے کبھی نظر آئے ہوں اور اس لحاظ سے کئی صاحبان یہاں پر آئے تو ہم نے ان سے متعلق پوچھا کہ یہ صاحب کہاں سے ہیں اور کون سا ان کا ضلع ہے اور ان کا نام کیا ہے تو اس کے پیش نظر یہ بات کی گئی۔ ٹھیک ہے اگر کوئی معزز ممبر یہاں پر آکر حاضری لگانے کو مناسب نہیں سمجھتا تو وہ نہ لگائے۔ قومی اسمبلی کے طریق کار کے مطابق حاضری لگتی رہے اور اگر کوئی ممبر آکر حاضری لگانا مناسب سمجھتا ہے تو اسے روکا نہ جائے۔ اس practice کو اس لئے رکھا گیا کہ بعض ممبران ایسے ہیں جو آکر ادھر ایوان میں بیٹھیں تو شاید آپ بھی انہیں by name نہ جانتے ہوں یا شاید ہمارا اسٹاف بھی نہ جانتا ہو اور اس کی وجہ یہی ہے کہ ان کی حاضریاں میرے اور علی حیدر نور نیازی صاحب سے بھی 100 فیصد زیادہ ہیں لیکن وہ آتے نہیں رہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم نے اپنی ایک کوتاہی کو خود identify کیا ہے اور کسی نے ہمیں نہیں کہا یا کسی کا کوئی pressure نہیں تھا بلکہ خود identify کر کے خود ہی اسے cure کرنے کے لئے ایک مناسب طریق کار اپنایا ہے اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ جو طریق کار قومی اسمبلی میں ہے آپ بتدریج اسے ہی ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اس طریق کار کو جاری رکھیں۔ جہاں تک آکر حاضری لگانے کا معاملہ ہے تو اسے کم از کم کر دیں اور جیسے ہی آپ کا عملہ یا جن لوگوں کی ڈیوٹی لگائی ہے وہ اس بارے میں پوری طرح سے sure ہو جائیں تو ٹھیک ہے یہ معاملہ ختم ہو جائے گا۔ شیخ علاؤالدین صاحب نے جس system کی بات کی ہے تو بقول ان کے حساب سے وہ اتنی تھوڑی رقم ہے تو اسے ہم انشاء اللہ تعالیٰ اگلے

اجلاس سے پہلے installکر دیں گے لیکن قومی اسمبلی میں یہ طریق کار سالہا سال سے جاری ہے اور ہمیں optکرنے میں کوئی harmنہیں ہونا چاہئے اور اس کے مطابق یہ معاملہ ہوتے رہنا چاہئے۔ میں معزز ممبران سے یہ requestکروں گا کہ اب اگر اس معاملے پر مزید بات کرنی بھی ہے تو بجائے آپ یہاں بات کریں اور اس کے بعد پھر اس قسم کی صورتحال پیدا ہو جائے۔ آج شام channelsاور اخبارات میں جب اس طرح کی بات آئے گی تو پھر یہ گلہ ہوگا کہ دیکھیں! میڈیا کیا کر رہا ہے؟ بات یہ ہے کہ میڈیا نے تو پھر وہی کرنا ہے جو اس نے دیکھنا ہے اور اگر ہم سمجھتے ہیں کہ وہ ہمارے ساتھ کوئی رعایت کرے گا تو یہ اس کی صوابدید ہے۔ اگر وہ رعایت کرتا ہے تو ٹھیک ہے اور اگر نہ کرے تو پھر ہم کیا کہہ سکتے ہیں؟ اس لئے اگر اس مسئلے پر کوئی بات کرنی ہے اس کی favourمیں یا against، تو میں آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ اس بات کو آپ کے چیمبر میں کیا جائے اور آپ اس کے لئے وقت دیں۔ یہ تمام صاحبان بے شک آپ سے آج بات کریں، کل بات کریں یا روزانہ بات کریں لیکن آپ یہ فیصلہ فرما دیں کہ اس مسئلے پر in House دوبارہ بات نہیں ہوگی۔

جناب علی حیدر نور خان نیازی: جناب سپیکر! میں ایک اہم بات کرنا چاہتا ہوں۔۔۔

جناب سپیکر: علی نور نیازی صاحب! مجھے اس پر کمیٹی بنانے دیں اور میں خود اس میں بیٹھوں گا۔۔۔

جناب علی حیدر نور خان نیازی: جناب سپیکر! صرف میری ایک بات سن لیں۔۔۔

جناب سپیکر: نہیں، آپ تشریف رکھیں۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میری اس سلسلے میں گزارش ہے کہ یہ administrativeمعاملہ ہے، یہ آپ کے سیکرٹریٹ سے متعلقہ ہے اور اس میں ایک انکوائری بھی چل رہی ہے جس میں اس بات کا بھی تعین ہونا ہے کہ اُس دن جب attendance sheetآئی تھی تو وہ کون سا ایک ہی آدمی تھا جس نے کوئی بیس بائیں attendanceلگائی ہوئی تھیں اس لئے میری آپ سے یہ گزارش ہے کہ براہِ مہربانی آپ تھوڑا سا ٹائم نکالیں اور آپ کی سربراہی میں جو دوست بھی بات کرنا چاہیں ان تمام کو کمیٹی میں شامل کریں۔ ہم آپ کے ساتھ Committee Room 'A' میں بیٹھ جائیں گے، وہاں پر جو بات بھی ہو آپ کی سربراہی میں ہو، وہ آپ کے چیمبر میں ہو اور یہاں اس ہال میں نہ ہو۔

جناب علی حیدر نور خان نیازی: جناب سپیکر! مجھے ایک بات کرنے دیں۔۔۔

جناب سپیکر: نیازی صاحب! میرے خیال میں اس کو اب رہنے دیں، آپ کس بات پر اپنا اور اس قوم کا ٹائم ضائع کر رہے ہیں؟

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! میری بات سن لیں۔۔۔

جناب سپیکر: نور خان نیازی صاحب! میں پہلے رانا عبدالرحمٰن کی بات سن لوں پھر آپ کی بات سنوں گا لیکن ایسے نہ کریں کیونکہ یہ پارلیمانی روایات 1877 سے شروع ہیں اور آپ کو ان پر غور کرنا چاہئے۔ جی، رانا صاحب!

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: شکریہ۔ جناب سپیکر! جو میں نے بات کرنی تھی اس کے متعلق لاء منسٹر صاحب نے بات کی ہے لہذا پہلے آپ اس پر ruling دے دیں کہ کیا اس سے متعلق میں یہاں ہاؤس میں بات کر سکتا ہوں یا آپ کے چیمبر میں بات کروں؟ کیونکہ رانا صاحب نے ایک side issue کی بات کی ہے اور اس کے اندر میں بھی affected ہوں حالانکہ جتنا اجلاس میں regular attend کرتا ہوں۔۔۔

جناب سپیکر: جی، جی، میں آپ کو جانتا ہوں۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! میں اس کے متعلق بات کرنا چاہتا ہوں آپ حکم دیں کہ کیا میں یہاں پر ہی بات کر لوں یا آپ کے چیمبر میں کروں؟

جناب سپیکر: میرے خیال میں آپ کو وہیں سنیں گے، اب یہاں سننا مناسب نہیں ہے۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! مجھے وقت ضرور دیجئے گا کیونکہ میں چیمبر میں آکر آپ کے سامنے دوسری side بھی پیش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: میں آپ کو ضرور وقت دوں گا۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: شکریہ

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں ایک بہت ضروری بات کرنا چاہ رہا ہوں۔۔۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب! کیا ہم اسی پر سارا دن ضائع کر دیں گے؟ میں اب اس پر کمیٹی بنا رہا ہوں، آپ کو وہاں بلاؤں گا اور سنوں گا۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! مستی صاحب نے جو بات کی ہے میں اس کا جواب دینا چاہتا ہوں۔ انہوں نے آشیانہ کے بارے میں بالکل out of context بات کی ہے اور میرا یہ فرض بنتا ہے کہ میں on behalf of the Chief Minister بات کروں۔ میں اس floor پر جو بات کروں گا پوری ذمہ داری سے کروں گا اگر وہ بات غلط نکلے تو میں penalty دوں گا، جو آپ amount کہیں گے وہ دوں گا اور resign بھی کروں گا۔ انہوں نے چیف منسٹر صاحب کے بارے میں یہ بات کہی ہے اور ان کا تعلق اسی پارٹی سے ہے۔ یہ بات سب لوگوں نے سنی ہے کہ waterlogging زمین پر آشیانہ بنایا جا رہا ہے۔۔۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! میں نے چیف منسٹر صاحب کے متعلق کوئی بات نہیں کی۔۔۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! ان کو کہیں کہ بیٹھ کر آرام سے بات سنیں۔۔۔

جناب سپیکر: مستی خیل صاحب! میں نے آپ کو جو آرڈر کیا تھا آپ نے اس کو comply نہیں کیا۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! یہ آپ کی ruling کی بھی violation ہے۔ میں نے بات نہیں کرنی تھی لیکن چونکہ چیف منسٹر کی ذات کو بھی ملوث کیا گیا۔۔۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: میں نے چیف منسٹر صاحب کو ملوث نہیں کیا۔۔۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! جو انہوں نے waterlogging زمین کا نام لیا ہے میں بتانا چاہتا ہوں کہ میں نے چیف منسٹر صاحب کو request کی اور جو بات میں کہنا چاہ رہا ہوں یہ سن کر پوری قوم خوش ہو گی۔ میں نے انہیں request کی کہ آپ اس کے علاوہ بھی مجھے زمینیں دیں۔ میں ان کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مجھے پرسوں شہر کے انتہائی قریب آٹھ سو کنال زمین دی اور کہا کہ شیخ صاحب! آپ آشیانے کا فیز۔I یہاں سے شروع کر دیں اور وہاں بعد میں شروع کریں کیونکہ ابھی ہم وہاں پر کچھ اور کام کرنا چاہتے ہیں۔ وہ آٹھ سو کنال زمین، جن لوگوں نے apply کیا تھا انہوں نے سوچا تھا کہ سوئے آصل میں گھر بنیں گے اور اب اللہ نے چاہا تو جہاں لوگوں نے apply کیا تھا اس سے کروڑ درجہ بہتر جگہ پر گھر بنیں گے۔ باقی رہ گئی مستی خیل صاحب کی بات، میں آج resign کر دوں گا اگر یہ ثابت کر دیں کہ میں نے آشیانہ سے کبھی پانی بھی پیا ہو۔ میں نے پانی پیا ہو تو لعنت ہے، گاڑی لی ہو تو لعنت ہے اور میں نے کوئی کمرہ بھی لیا ہو، میرے لئے اڑھائی لاکھ روپے مہینے کا دفتر لیا گیا، خدا کی قسم میں وہاں صرف دو گھنٹے رہا اس

کے بعد میں نے کہہ دیا کہ اس کو چھوڑ دو میں next time یہاں نہیں آؤں گا۔ الحمدللہ میں اتنا بڑا ٹیکس گزار ہوں اور یہ میرے بارے میں باتیں کرتے ہیں۔ میرے ساتھ بیٹھ جائیں میں ثابت کرتا ہوں کہ مجھ سے آج تک اس ملک کے لئے جو بہتری ہو سکی وہ میں نے کی ہے۔ میں کیا غلط کہتا ہوں؟ میں صرف اپنا مؤقف پیش کرتا ہوں۔ ہر آدمی اپنے عوام کے بارے میں ذمہ دار ہے اور ہم صوبہ پنجاب کے نو کروڑ عوام کے ذمہ دار ہیں۔ اگر میں سپیکر صاحب کی کسی اچھی بات کو support کرتا ہوں تو کیا یہ برائی ہے؟ اگر یہ thumb impression system لگ گیا تو میں آپ کو بتاؤں گا کہ اس میں کتنی مشکل پیش آئے گی، اس counting system نے کسی کو بخشنا ہی نہیں ہے۔ اگر ہم لوگوں کا کام کرنا چاہتے ہیں اور اگر اللہ کے حضور جوابدہ ہیں تو ہمیں یہاں بات کرنے میں کیا تکلیف ہے؟ شکریہ

جناب سپیکر: جی، علی نور نیازی صاحب!

جناب علی حیدر نور خان نیازی: شکریہ۔ جناب سپیکر! جو لاء منسٹر صاحب نے بات کی ہے میں بالکل اس سے اتفاق کرتا ہوں اور انہوں نے بڑی خوبصورت بات کی ہے۔ میں صرف ایک چیز clear کر دینا چاہتا ہوں کہ issue یہ نہیں ہے کہ یہ کوئی انا کا مسئلہ ہے۔ اگر کسی نے غلط کیا ہے تو ہم اس کی بار بار مذمت کرتے ہیں اور ہم تو ہر روز آنے والے لوگ ہیں۔ یہاں بات ہو رہی ہے credibility کی، ہم نے credibility کی بات کی تھی کہ اگر دس لوگوں نے غلط کیا ہے تو اس کی گالی پورے ایوان کو کیوں پڑے اور پورے ایوان کے بارے میں گانا کیوں چلایا جائے؟ اس چیز کو سامنے دکھا کر پیچھے گانے چلائے جاتے ہیں۔ کل ڈپٹی سپیکر صاحب کی موجودگی میں ہم نے decide کیا تھا۔ ہم ان لوگوں کی مذمت کرتے ہیں جنہوں نے اس طرح کی کوئی حرکت کی ہے اور ان کے خلاف کارروائی کا مطالبہ بھی کرتے ہیں۔ ہم آپ سے مطالبہ کرتے ہیں اور لاء منسٹر صاحب سے بھی مطالبہ کرتے ہیں کہ اگر کسی نے اس طرح کی غلطی کی ہے تو اسے بے نقاب کیا جائے۔ چند لوگوں کی وجہ سے پورے ہاؤس کو گالی نہ نکالی جائے اور پورے ہاؤس کی credibility پر انگلیاں نہ اٹھائی جائیں۔ آپ اس کا طریق کار مزید اچھا کریں، biometric system کریں کہ ہر کوئی آ کر اپنا انگوٹھا لگائے یا کوئی اور scientific طریقہ اپنائیں اس سے ہمیں کوئی اختلاف نہیں ہے لیکن اس طرح سے اس جگہ پر گانے لگائے جانے پر ہمیں اختلاف ہے۔ لاء منسٹر صاحب نے بہت خوبصورت بات کی ہے، ہم ان کی بات کو support کرتے ہیں۔ کل ڈپٹی سپیکر صاحب کے ساتھ یہ چیز decide کی گئی تھی کہ جب تک biometric system نہیں چلتا تب تک

آپ دونوں دروازوں کے باہر بندے کھڑے کر دیں جو حاضری لگا کر سیکرٹری صاحب کو بتادیں کہ یہ لوگ موجود ہیں۔ مہربانی کر کے اس رجسٹر کو یہاں سے اٹھوائیں۔

جناب احمد حسین ڈیہر: جناب سپیکر! میری صرف ایک بات سن لیں۔۔۔

جناب سپیکر: ڈیہر صاحب! سارا ٹائم پھر اسی پر ضائع ہو جائے گا۔ آپ مجھے بات کرنے نہیں دے رہے ہیں جبکہ میں اس issue کو ختم کرنا چاہتا ہوں۔ آپ اس کو چھوڑیں، تشریف رکھیں۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: پلیز، آپ بھی تشریف رکھیں۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! آپ مجھے ایک منٹ دیں۔

جناب سپیکر: آپ میرے لئے بہت ہی قابل احترام ہیں۔ پلیز، آپ تشریف رکھیں۔

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ بھی تشریف رکھیں اور مجھے بات کرنے دیں۔ میرے خیال میں ہم میں سے کوئی بھی شخص ایسا نہیں ہے جو کہ اپنے حلقہ کے ساتھ دھوکا کرتا ہو اور اپنی عوام کے ساتھ دھوکا کرتا ہو۔ ہمیں جس مقصد کے لئے اس قوم نے یہاں نمائندہ بنا کر بھیجا ہے اگر ہم ان کے کام نہیں آ سکتے تو پھر افسوس ہی ہو سکتا ہے لیکن جہاں تک یہ تمام باتیں آپ نے میری غیر موجودگی کے دوران بعد میں کیں ہیں کیونکہ میں یہاں اسمبلی میں نہیں تھا تو مجھے کچھ باتیں سن کر افسوس بھی ہو رہا ہے۔ میں اس سلسلے میں اپنی طرف سے ایک کمیٹی بناتا ہوں، وہ کمیٹی میرے ساتھ بیٹھے گی اور ہم اکٹھے بیٹھ کر ان تمام معاملات کا جائزہ لے کر فیصلہ کریں گے۔ یہ کوئی issue نہیں ہے، اس کو کسی طرح سے بھی issue مت بنائیں۔ اگر رجسٹر یہاں رکھنا ہو یا وہاں رکھنا ہو یا کوئی اور بات یا thumb impression والی بات ہو تو وہ ہم بیٹھ کر فیصلہ کریں گے، جس میں میں اپنے ساتھ پانچ ممبران لوں گا اور پھر بیٹھ کر اس بات کا فیصلہ کریں گے۔ اب آپ لوگ مہربانی فرمائیں اس موضوع پر ہاؤس میں کوئی بات نہیں ہو گی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس حوالے سے جو بات آپ نے کی ہے کہ اس issue پر آپ نے اپنی سربراہی میں ایک کمیٹی تشکیل دی ہے اور اس کے ممبران کی

selection آپ خود کریں گے لیکن اس میں یہ واضح ruling فرمادیں کہ یہ issue دوبارہ ایوان میں discuss نہیں ہوگا۔

سرکاری کارروائی

بحث

اشیاء ضروریہ کی قیمتوں کی ہوشربا گرانی پر عام بحث

(۔۔۔جاری)

جناب سپیکر: جی، یہ issue دوبارہ ایوان میں discuss نہیں ہوگا۔ میں نے سب دوستوں سے گزارش کی ہے کہ آپ اپنا بھی خیال کیجئے، میرا بھی خیال کیجئے اور اس ہاؤس کے تقدس کا بھی خیال کیجئے۔ بڑی مہربانی، اب اس موضوع پر ایوان میں بحث نہیں ہوگی بلکہ اب ہم ہاؤس میں price hike پر بحث شروع کرتے ہیں تو اس لسٹ میں پہلا نام جناب محمد الیاس چنیوٹی صاحب کا ہے جی، اب آپ اپنی بات شروع کریں۔

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! بہت شکریہ۔ میری گزارش یہ ہے کہ مہنگائی کے "دیو" نے سب کو پریشان کر رکھا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جب تک انسان اپنی چادر دیکھ کر پاؤں نہ پھیلائے، آمدن کو دیکھ کر خرچ کا توازن پیدا نہ کرے تو اس قسم کے نقصانات ہوتے رہتے ہیں اور یہ مہنگائی بڑھتی جائے گی۔ آج ہماری صورتحال یہ ہے کہ ہم اپنی آمدنی کو دیکھتے نہیں ہیں۔ ہم بطور عوام اور حکومت کے ایسے اخراجات کرتے ہیں کہ اگر ہم اس میں cut لگائیں اور بہت زیادہ cut بھی لگائیں تو اس کے باوجود بھی ہمارا گزارہ ہو سکتا ہے اس لئے پہلی گزارش یہ ہے کہ اپنی چادر دیکھ کر اپنے پاؤں پھیلانے چاہئیں۔

جناب سپیکر! میری دوسری گزارش یہ ہے کہ ہمارے ملک میں چونکہ مختلف چیزیں پیدا ہوتی ہیں اور مختلف وسائل موجود ہیں تو ان سے ہماری ترقی ہوتی ہے۔ ہماری بہت ساری ایسی اجناس یا اشیاء ہیں جو کہ ملز میں تیار ہوتی ہیں جب تک ان کو ایندھن وغیرہ نہیں ملے گا، گیس اور بجلی ان کو نہیں ملے گی تو وہ چیزیں تیار نہیں ہوں گی۔ اس کے نتیجے میں جو مزدور اور کام کرنے والے لوگ ہیں تو وہ تو بیٹھ کر تنخواہیں کھاتے رہیں گے لیکن کوئی production نہیں ہو سکے گی تو اس وجہ سے بھی ہمارے ہاں مہنگائی بڑھ رہی ہے۔

جناب سپیکر! میری تیسری گزارش یہ ہے کہ ہم خلوص نیت سے سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ملک کو وافر ذخائرز سے مالا مال کر رکھا ہے چاہے وہ پہاڑوں کے اندر موجود ہیں، چاہے وہ زمین کی تہوں میں ہیں لیکن افسوسناک بات یہ ہے کہ وہ ذخائرز جو ہمارے ملک میں دستیاب ہیں ان سے فائدہ نہیں اٹھایا جاتا اور مجبوراً حکومت کو باہر سے وہ چیزیں خریدنی پڑتی ہیں۔ صورتحال یہ ہے کہ پٹرول اللہ پاک نے ہمیں اتنا دے رکھا ہے کہ اگر ہم اس کو نکالنے کی کوشش کریں گے تو ہمیں ایک بیرل بھی تیل باہر سے نہیں خریدنا پڑے گا۔ میں بارہا بتا چکا ہوں کہ ہمارے چنیوٹ کے مضافات میں لوہے کے اتنے بڑے ذخائرز موجود ہیں کہ جس کے بارے میں تجزیہ کاروں نے کہا ہے کہ اگر وہ ذخائرز نکال لئے جائیں تو پورے ملک کی معیشت پر 125 سال تک وہ اثرانداز ہو سکتے ہیں اس لئے میری گزارش یہ ہے کہ وفاقی حکومت سے بھی درخواست کی جائے کہ ایک ایسی مخلصانہ کمیٹی بنائی جائے کہ جو پاکستان کے اندر موجود ذخائرز کا پتا چلائے، ان سے استعفادہ کرنے اور ان کو نکالنے کی کوشش کی جائے تاکہ ہمارا ملک اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکے۔ ہمارے حکمران موقع بموقع کشکول لے کر دوسرے ملکوں میں گئے ہوتے ہیں یہ روایت ختم ہونی چاہئے بہت شکریہ

جناب سپیکر: آپ کا بھی بہت شکریہ۔ جی، next محترمہ فوزیہ بہرام صاحبہ!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب ڈپٹی سپیکر: سردار محمد یوسف لغاری صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ چودھری عامر سلطانہ چیمہ صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ چودھری مونس الٰہی صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ محترمہ سیمل کامران صاحبہ!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ محترمہ ثمینہ خاور حیات صاحبہ!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ کرنل (ریٹائرڈ) محمد عباس چودھری!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ جناب محمد شفیق خان!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ محترمہ ثمینہ نوید صاحبہ! پانچ منٹ کا ٹائم ہے جس طرح کل فیصلہ ہوا تھا۔ اب آپ اپنی بات شروع کریں۔

محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! شکریہ۔ ہم مہنگائی کے حوالے سے جس بات کو discuss کر رہے ہیں تو اس کو کنٹرول کرنے کے لئے آپ price committees تو بنا دیتے ہیں لیکن دکاندار کبھی بھی اس کی لسٹ کو اپنی دکان پر آویزاں نہیں کرتے اور اپنی مرضی سے ہر چیز کی قیمت وصول کرتے ہیں۔ ان کمیٹیوں کے ساتھ ساتھ اگر آپ monitoring committees بھی ان کو چیک کرنے کے لئے بنا دیتے اور monitoring system ہوتا تو میرا خیال ہے کہ کسی حد تک ہم

مہنگائی کو کنٹرول کر سکتے تھے۔اب آپ پیاز کی قیمت دیکھیں، لہسن کی قیمت دیکھیں،ادرک کی قیمت دیکھیں اور دوسری سبزیوں کو دیکھیں تو ان مسائل کو خواتین سے زیادہ بہتر کون جان سکتا ہے۔ جس نے گھر میں یہ ذمہ داریاں پوری کرنی ہوتی ہیں۔ سبزی اس نے بنانی ہے، سارے گھر کو اس نے deal کرنا ہے تو خواتین کو بہتر پتا ہوتا ہے کہ کون سی چیز کتنی مہنگی ہے۔ ویسے تو ہماری حکومت بہت دعوے کرتی ہے کہ کرپشن کو ختم کیا جائے، کرپشن صرف سیاستدانوں میں نہیں ہے بلکہ ہمارے نچلے طبقہ سے لے کر اوپر تک کرپشن ہے۔ آپ کس کس کو check کریں گے؟ کسی کو check کرنے کے لئے کوئی نظام نہیں ہے اس کے لئے آپ پرائس کمیٹیاں بنائیں۔

دوسرا جو بیوروکریسی ہے آپ ان کی کرپشن دیکھیں، یہ سارے افسران جو بیٹھے ہوئے ہیں یہ ملی بھگت کے تحت سب کچھ کرتے ہیں۔ جب بھی کوئی افسران کو check کرنے جاتا ہے تو یہ چار پیسے اس کے ہاتھ میں دیتے ہیں پھر وہ کہتا ہے کہ آپ clear ہیں، آپ آرام سے بیٹھیں جو چاہے مرضی بیچیں لہٰذا آپ صرف ان کو check نہ کریں بلکہ آپ ان افسران کو بھی check کریں جن کو آپ مانیٹرنگ کرنے کے لئے بھجواتے ہیں پھر آپ کسی حد تک مہنگائی پر قابو پا سکتے ہیں۔ اگر آپ چینی کے حوالے سے دیکھیں تو بعض جگہوں پر -/200 روپے فی کلو چینی بک رہی ہے۔ یہی لوگ یوٹیلٹی سٹورز سے بھی چینی خریدتے ہیں اور آگے بازار میں بلیک کر کے بیچتے ہیں پھر وہ دُکاندار اپنی مرضی کا ریٹ لگاتے ہیں اور عوام کا خون چوستے ہیں۔ یوٹیلٹی سٹورز تو آپ کے اپنے ڈیپارٹمنٹ ہیں آپ ان کو تو کنٹرول کر کے دیکھیں۔ آپ عام دُکاندار کو ذمہ دار ٹھہراتے ہیں پہلے ان کو تو دیکھیں کہ یہ کیسے بیچتے ہیں؟ اُنہی لوگوں کو چینی ملتی ہے جن کے لئے کسی ایم این اے یا کسی افسر کی approach آ جاتی ہے۔ جب انہیں کوئی چٹ دی جاتی ہے تو وہ آسانی سے چینی حاصل کر لیتا ہے لیکن عام بندے اور خواتین لائنوں میں لگی ہوتی ہیں۔ اب وہ لوگ اپنا کاروبار کریں، محنت مزدوری کریں یا سارا دن لائنوں میں لگے رہیں؟ اس کے لئے بھی کوئی طریق کار وضع کریں تاکہ ان مسائل کو بھی ہم کنٹرول کر سکیں یا تو ایسا کریں کہ دو یوٹیلٹی سٹور بنا دیں۔ ایک پر صرف مرد حضرات جائیں اور دوسرے پر صرف عورتیں جائیں۔ آپ سب سے بڑی زیادتی یہ دیکھیں کہ جس کے پاس شناختی کارڈ ہے وہی وہاں سے خرید سکتا گا اور یہ بھی آپ کا قانون ہے کہ اٹھارہ سال سے کم عمر بندے کا شناختی کارڈ نہیں بنتا۔ اس کا مطلب ہے کہ اُس کو جینے کا حق نہیں ہے، اُس کو کھانے پینے کا حق نہیں ہے، اُس نے اپنا پیٹ نہیں بھرنا؟ یہ جو شناختی کارڈ والی شرط ہے یہ سو فیصد غلط ہے۔ میں کہتی ہوں کہ دُنیا کا کوئی شخص اس کی حامی نہیں بھرے گا کہ جس کے پاس کارڈ ہے وہ چینی، پتی

یا دالیں خرید سکے۔اس سسٹم کو ختم کیا جائے تا کہ خواتین بھی آسانی سے اور عزت واحترام کے ساتھ جا کر خریداری کر سکیں۔ بہت ساری خواتین تورَش کی وجہ سے مر گئی ہیں، کئی صبح سے لائنوں میں کھڑی کھڑی بے ہوش ہو جاتی ہیں۔آپ کو یہ چیزیں کیوں دِکھائی نہیں دیتیں، آپ ان کو کیوں check نہیں کرتے ؟ مہربانی کریں، اس کے لئے monitoring committees بنائیں۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ

سید ناظم حسین شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، شاہ صاحب!

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! میں نے کل بھی کہا تھا کہ As a protest I will not sign it. بات یہ ہے کہ کوئی بھی فیصلہ جو ex perty decision سے ہوتا ہے It is an act of injustice. کل آپ نے جو ruling دی تھی ہم نے بالکل اس پر agree کیا تھا۔ علی حیدر نور نیازی نے بھی اور سب لوگوں نے agree کیا تھا تو اب جب آپ کی ruling آچکی ہے تو آج یہ کیا ہو رہا ہے؟ Sir, I want the implementation of your order.

جناب ڈپٹی سپیکر: بات یہ ہے کہ دونوں sides پر کہہ دیا ہوا ہے، کچھ ممبران ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم نے خود آکر حاضری لگانی ہے۔آپ کسی کو مجبور بھی نہیں کر سکتے کہ وہ حاضری نہ لگائیں جو نہیں لگانا چاہتے، دونوں sides پر جس جس طرح ممبران داخل ہو رہے ہیں اُن کو وہ بتا رہے ہیں اور وہ حاضری لگا رہے ہیں۔ دیکھیں! یہ ایک کاوش ہے ناں مجھے تو ابھی افسوس ہوا یہاں پر جو باتیں ہوئیں، اس کاوش میں ہم سب کو اپنا حصہ ڈالنا چاہئے۔اس میں مزید بہتری کے لئے میری لاء منسٹر صاحب سے بھی بات ہوئی ہے اور لاء منسٹر صاحب نے کہہ دیا ہے کہ آپ سب سپیکر چیمبر میں بیٹھ جائیں وہاں پر بیٹھ کر ایک طریق کار بنالیں، جو کل طریق کار بنایا تھا اس کو مزید refined کر لیں۔ ہمارا مقصد کسی کی بے عزتی کرنا یا کسی کی عزت میں کمی کرنا بالکل نہیں ہے لیکن ہمارا مقصد یہ ضرور ہے کہ عوام کو پتا ہونا چاہئے کہ یہ اسمبلی ایک ایک چیز کا خیال رکھ رہی ہے۔ جمہوری رویوں کو فروغ دینا چاہئے اور میں سمجھتا ہوں کہ سپیکر چیمبر میں بیٹھیں، لاء منسٹر صاحب! ابھی بحث ہو رہی ہے تو بے شک آپ اس وقت دوستوں کو لے کر ابھی سپیکر صاحب کے ساتھ جا کر میٹنگ کر لیں۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! میں ایک عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ان کے بعد میں آپ کو floor دیتا ہوں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! Chair کی ruling آ چکی ہے کہ اس issue پر اب in House discussion نہیں ہو گی۔ انہوں نے اپنی سربراہی میں ایک کمیٹی بنائی ہے وہ جب بھی meeting call کریں گے اس کے مطابق اس کی میٹنگ ہو گی۔ میرا خیال ہے کہ اس کمیٹی میں یقیناً شاہ صاحب اور دوسرے دوست جن کا مختلف نقطہ نظر ہے وہ بھی شامل ہوں گے اور یقیناً آپ بھی ہوں گے تو وہاں پر بیٹھ کر بات ہو جائے گی۔

سید ناظم حسین شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: پہلے Leader of the Opposition کی بات سُن لوں پھر میں آپ کی بات سُن لیتا ہوں۔ جی، چودھری ظہیر الدین صاحب!

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): شکریہ۔ جناب سپیکر! مجھے لاء منسٹر صاحب کے ارشاد سے پتا چلا کہ میرے حاضر ہونے سے پہلے شاید یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ اس issue پر بات نہیں کرنی۔ میں اس issue پر بات تو نہیں کرتا لیکن اگر لاء منسٹر اور آپ اجازت دے دیں تو میں ایک چھوٹی سی تجویز دینا چاہتا ہوں، اس کے بعد میں کوئی اور بات نہیں کروں گا۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! انہوں نے مجھے مخاطب کیا ہے تو میں آپ کی وساطت سے یہ عرض کروں گا کہ اگر وہ کمیٹی میں تجویز دیں تو ان کی بہت مہربانی ہو گی اور یقیناً قائد حزب اختلاف کے بغیر وہ کمیٹی مکمل نہیں ہو گی۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): وہ تو آپ نے بجا فرمایا ہے لیکن میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر ہم نیک نیتی سے یہ چاہتے ہیں کہ سارے صوبے کے عوام اس سے باخبر ہوں کہ کون کیا کر رہا ہے تو ایوان کی کارروائی کو براہِ راست کر دیا جائے تاکہ پتا چلے کہ کون بیٹھا ہے، کس نے contribute کیا ہے، کس نے کیا بولا ہے؟ سب حاضریوں کا اُسی وقت پتا چل جائے گا، اتنی سی تجویز تھی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ ویسے کافی چینلز پر یہ live proceeding چل رہی ہے۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! ان کو واضح کر دیں کہ کسی کو یہاں پر آنے کی ضرورت نہیں ہے ویسے بھی ہم دِن رات جمہوریت کا پرچار کرتے ہیں۔ جمہوریت میں ہوتا کیا ہے؟ It is the majority which decide. آیا کوئی issue ایسا ہے یا نہیں ہے؟ میں ہر وقت جو بات کرتا ہوں بالکل من و عن صحیح ہو گی۔ It's my thinking. صحیح بھی ہو سکتی ہے، غلط بھی ہو سکتی ہے۔ مگر اس کا طریقہ یہی ہوتا ہے کہ It should be decided by the majority. آپ ہاؤس سے بھی رائے لے لیں۔ آج جو بھی بدمزگی پیدا ہوئی ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ ہم نے یہ محسوس کیا ہے کہ آپ کے حکم کی یہاں تعمیل نہیں ہو رہی۔ آپ یہ واضح کر دیں، لاء منسٹر صاحب بھی یہ واضح کر دیں کہ کسی ممبر کو یہاں پر آ کر sign کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اب مثال کے طور پر ہمارے افتخار گیلانی صاحب ہیں He cannot walk. وہ wheel chair پر ہیں۔ بتائیں وہ کیسے یہاں پر آ کر حاضری لگائیں گے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہ صاحب! میرا خیال ہے کہ کل بھی میں نے اس پر بڑی clear بات کی تھی اور آج بھی یہ ہے کہ جو ممبر ہاؤس میں آئیں گے ان کی automatically یہاں پر حافظ شفیق صاحب اور جو خود آ کر لگانا چاہیں لگا دیں۔ میری ابھی کچھ ممبران سے بات ہوئی تھی انہوں نے کہا کہ ہم خود آ کر حاضری لگانا چاہتے ہیں۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! یہاں پر ممبر کو آنے کی ضرورت نہیں ہے وہ enter ہوں اور یہ خود حاضری لگا دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میری عرض سُن لیں۔ کل مستی خیل صاحب نے بہت اچھی بات کی تھی کہ جو قومی اسمبلی میں چل رہا ہے، لاء منسٹر صاحب نے بھی اس سے agree کیا۔۔۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! قومی اسمبلی میں سیٹیں مختص ہیں۔ وہاں پر ممبر اپنی سیٹ کے علاوہ نہیں بول سکتا جیسے یہاں پر Provincial Assembly میں بھی تھا، ایک بات تو یہ ہے کہ یہاں پر بات ہو جاتی ہے اس کی implementation نہیں ہوتی۔ پچھلے اجلاس میں بھی یہ ہوا تھا کہ جو نئی اسمبلی بن رہی ہے یہ دسمبر میں مکمل ہو جائے گی پتا نہیں اب کون سا دسمبر آئے گا؟ ہم یہی دیکھ رہے ہیں۔ ہمیں بھی حسرت ہے پتا نہیں ہماری قسمت میں نئی اسمبلی میں بیٹھنا ہے بھی یا نہیں؟ ہماری خواہش یہ تھی کہ چلو جی نئی اسمبلی بن رہی ہے تو ہمیں اس میں pioneer کا لقب مل جائے گا۔ مگر شاید ایسا ہو یا نہ ہو؟ اب یہ دیکھیں کہ کل آپ نے یہاں پر یہ ruling دی ہے کہ وہاں سے ممبر enter ہو گا اور

اس کی حاضری خود بخود لگ جائے گی تو پھر آج وہی practice کیوں دُہرائی جارہی ہے ؟ یہاں ممبر آرہے ہیں، disturbance بھی ہو رہی ہے۔ میں نے آپ کو افتخار گیلانی صاحب کی بھی مثال دی ہے وہ آتے ہیں وہاں اُس سیٹ پر بیٹھ جاتے ہیں ان کے لئے آگے آنا problem ہے وہ مجبور ہیں، نہیں آسکتے۔ میں آپ سے اپنے متعلق کہوں کہ میں آپ کے سامنے آتا رہا ہوں مگر میں اس سے کہتا تھا کہ یار میری حاضری لگا دینا یعنی یہ practice آج سے نہیں ہے پہلے کی ہے اس لئے میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جو آپ نے کل ruling دی ہے اس کو واضح کر دیں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: مناسب بات ہے۔ دیکھیں اس پر کل جو بات ہوئی تھی آج بھی وہی ہے اور اس کو مزید refine کرنے کے لئے جو کمیٹی بنی ہے وہ اس کو دیکھ لے گی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس میں جو ruling اور فیصلہ آپ نے کل کیا تھا وہ باقاعدہ implement ہو رہا ہے۔ یہ معاملہ میرے تو سامنے ہے ابھی پچھلے پانچ منٹ میں دو ممبروں نے یہاں حاضری لگانا مناسب سمجھا اور انہوں نے لگا دی۔ تین ممبران نے slip بھیجی ہے کہ میری حاضری لگا دیں ان کی بھی حاضری لگا دی گئی ہے۔ یہ دونوں طریق کار چل رہے ہیں اور یہی فیصلہ ہوا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بالکل ٹھیک ہے۔ میرے خیال میں اتنا مسئلہ نہیں ہے مزید بھی refined ہو جائے گا۔ اچھی بات یہ ہے کہ ہم عوام کو، قوم کو جن کے ووٹوں پر منتخب ہو کر آئے ہیں اُن کو دکھا رہے ہیں کہ ہم responsible لوگ ہیں، ہم ان کے پیسوں کا خیال رکھتے ہیں اور ہر کوئی اس بات کو اپنے اوپر ذاتی طور پر نہ لے کر جائے۔ یہ ان ممبران کے لئے ہے جو یہاں پر آتے ہی نہیں ہیں، یہاں پر حاضریاں ان لوگوں کی بھی لگی ہیں جو ایک ایک سال سے اسمبلی میں نہیں آئے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ دونوں چیزیں ہیں لیکن جب ایک فیصلہ Chair نے کر دیا، شاہ صاحب چونکہ ہمارے most senior member ہیں ہم ان کا احترام کرتے ہیں۔ مجھ کو آج اس بات پر بھی افسوس ہوا، Chair کی عزت اس طرح سے ہے کہ Chair نے House کی عزت کرنی ہے اور House نے Chair کی عزت کرنی ہے۔ اسی صورت میں House کا decorum برقرار رہے گا۔ Chair already کہہ چکی ہے کہ اب اس مسئلے پر House میں بحث نہیں ہو گی، چیمبر میں ہو گی تو ہمیں اس بات کا احترام بھی کرنا چاہئے اور اب میں اس پر مزید بات کرنے کی اجازت نہیں دوں گا۔ میں آپ کو علیحدہ بیٹھ کر سن لوں گا۔ بہت شکریہ

جناب احمد حسین ڈیہر: جناب والا! جب آپ نے فیصلہ کرنا تھا اس وقت تو آپ نے کر لیا اور اب آپ ہماری بات ہی نہیں سننا چاہ رہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ڈیہر صاحب! آپ میری بات سنیں۔

جناب احمد حسین ڈیہر: جناب والا! آپ دیکھیں ٹی وی پر کیسے آ رہا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: ہم کوئی آپ سے علیحدہ تو نہیں ہیں؟

جناب احمد حسین ڈیہر: جناب والا! جب آپ کے ذاتی معاملات ہوتے ہیں تو ہمیں علیحدہ نکال دیا جاتا ہے۔ اگر حاضریوں کے معاملات تھے تو آپ پارلیمانی پارٹی کی میٹنگ میں کہہ دیتے کہ اس کو اس طرح کر لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ مجھے ایک بات کا جواب دے دیں۔ میں یہاں پر یہ بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ ممبران جن کا سب کو پتا ہے کہ سال سال سے نہیں آ رہے ان کی حاضریاں لگ رہی ہیں ان کے متعلق آپ کیا کہیں گے؟

جناب احمد حسین ڈیہر: اس طرح تو پھر کئی وزراء بھی نہیں آ رہے، بہت بڑے بڑے لوگ بھی نہیں آ رہے اس طرح تو پھر بہت کچھ باہر نکلے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ اس طرح defend نہ کریں۔

جناب احمد حسین ڈیہر: جناب والا! اگر آپ ممبران کی عزت نہیں کرائیں گے تو۔۔۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب والا! Chair کا فیصلہ آ گیا ہے کہ اس پر debate نہ کی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرے خیال میں اس کو follow کرنا چاہئے۔ بہت شکریہ۔ محترمہ رعنا رضوی صاحبہ!

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: پوائنٹ آف آرڈر۔

محترمہ رعنا رضوی: میں رعنا رضوی آپ سے گزارش کرنا چاہتی ہوں کہ۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، میں آپ کو ابھی وقت دیتا ہوں۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب والا!اس مسئلے پر چیمبرز میں بات کرنی ہے، کہاں کرنی ہے اور کس وقت کرنی ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: وزیر قانون صاحب!اس پر کب کا ٹائم رکھیں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور(رانا ثناء اللہ خان): سپیکر صاحب نے یعنیChairنے ایک کمیٹی announceکی ہے ،ابھی انہوں نے ممبران کو نامزد نہیں کیا جو ممبران اس میں نامزد ہوں گے تو پھر ان کو اطلاع کر دیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرے خیال میں اگلی sittingسے پہلے ہی کمیٹیannounceہو جائے گی اور اس دن Houseشروع ہونے سے پہلے ہی بیٹھ جائیں گے۔

سید ناظم حسین شاہ:جناب والا!ایک کمیٹی تو کل آپ نےannounceکی ہوئی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، وہ اور کمیٹی تھی، جو لوگ غلط حاضریاں لگاتے رہے ہیں ان کے متعلق تھی۔ رعنا رضوی صاحبہ ایک منٹ تشریف رکھیں۔ جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل صاحب!ایک بات میں عرض کر دوں کہ حاضریوں پر بات نہیں ہو گی کیونکہ اس پر سپیکر صاحب کیrulingآچکی ہے کہ اب اس پر سپیکر چیمبر میں بات ہو گی۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل:اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیمoبسم اللہ الرحمٰن الرحیمoالحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم النبیین اما بعدo

جناب سپیکر!میں آپ کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مشکور ہوں۔ ہماری یہ خاندانی روایات اور traditionsہیں،اس Houseکی بھی یہ traditionsہیں کہ Chairکاregardکیا جاتا ہے۔ میں اسChairکاسب سے زیادہregardکرتا ہوں۔ یہ جوmishapہوا ہے، مجھے انتہائی افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑرہا ہے کہ میرے معزز ممبر شیخ علاؤالدین صاحب نے، جب اسمبلی کےfloorپر یہ کہا، میرے آنے سے پہلے علی حیدر نور خان نیازی صاحب، سید ناظم حسین شاہ صاحب، ڈاکٹر طاہر علی جاوید صاحب اور میرے دوست یہ باتیں کر رہے تھے جس پر آپ کی بھی کلrulingآئی تھی، یہ کھڑے ہوئے میں نے کوئی بات کی تو یہ طیش میں آکر مجھے کہتے ہیں کہ اس کو لگام دیں۔ میں نے ان کو کہا کہ میں نسلاً پٹھان ہوں اور ہم لوگ مر جاتے ہیں سر نہیں جھکاتے جس کی واضح مثال افغانستان میں ہے۔ میں نے یہ کہا، مجھے تھوڑا سا وہاں غصہ آیا اور میں پھر سامنے سے گزرتے ہوئے باہر جا رہا تھا، میں نے کہا آپ نے مجھے جو

لگام دینی ہے میں باہر جارہاہوں آپ باہر آ جائیں۔ میں الحمد للہ! یہ بھی بتا دینا چاہتاہوں، اس وحدہ لا شریک سے "ہزار دفعہ لاکھ دفعہ ہاتھ جوڑ کر کہ ابھی کسی ماں نے بیٹا نہیں جنا جو لگام دے سکے" یہ میں ببانگ دُھل کہہ رہاہوں اور ذاتی چپقلش کی بنیاد پر شیخ علاؤالدین صاحب dynamic inspiring Chief Minister کو درمیان میں لے آئے تو یہ بہت بڑی زیادتی اور ناانصافی ہے۔

جناب والا! میں نے کل بھی یہ کہا تھا کہ میرے قائد محترم نے ، پنجاب کی فلاح و بہبود اور بہتری کے لئے جو اقدامات اٹھائے ہیں وہ پاکستان کی ہسٹری میں کسی چیف منسٹر کو نصیب نہیں ہوئے۔ اس میں دانش پبلک سکول تھا، اس میں ہیلتھ اور ایجوکیشن کی اصلاحات تھیں۔ اس میں غریبوں اور downtrodden علاقے کے لوگوں کے لئے آشیانہ سکیم تھی۔ اس میں غریبوں کے لئے فوری طور پر وزیراعلیٰ صاحب نے خود intervene کر کے آشیانہ سکیم کے بارے میں کہاکہ جیسے وہ schedule میں تھی اس کے مطابق اس کو شروع کرایا جائے۔ میں یہ بھی نہیں کہنا چاہتاکہ اس میں شیخ علاؤالدین صاحب کی کتنی کارکردگی ہے اور ان کی کیا کارکردگی نہیں ہے؟ بچے بچے کو پتاہے لیکن میں آپ کی وساطت سے پورے House میں clarify کرنا چاہتاہوں کہ میں ذاتی طور پر اس لئے House سے نکلا، میرا یہ بھی نہیں بنتا تھا میں شریف آدمی ہوں۔ اس نے اگر مجھے کہاکہ لگام دیں تو پھر میں نے کہاآؤ شیخ صاحب میں نکل رہاہوں آپ مجھے باہر آ کر لگام دیں۔ اس بنیاد پر جو mishap ہوا میں اس پر زیادہ بات کرنا نہیں چاہتاکہ یہ باتیں میرے لئے شایانِ شان ہیں یا House کے شایانِ شان ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: حالانکہ انہیں پتانہیں کہ پٹھان کو غصے سے نہیں پیار سے لگام دی جاسکتی ہے۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: انہوں نے ابھی جو باتیں کی ہیں کہ مستی خیل صاحب نے آشیانہ سکیم کے بارے میں کہاہے، اپنے اور میرے ذاتی جھگڑے میں وزیراعلیٰ کو مت لائیں۔ وزیراعلیٰ کی جو خدمات ہیں، ان کی جو کارکردگی ہے وہ کوئی ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ بہت مہربانی۔ میں بس یہی وضاحت کرنا چاہ رہا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ محترمہ رعنا رضوی صاحبہ!

محترمہ رعنا رضوی: جناب والا! مہنگائی کا مسئلہ انتہائی اہم ہے۔ اس سلسلے میں آپ سے یہ کہنا چاہوں گی کہ آج جو مہنگائی کا دور چل رہاہے اس میں کوئی بھی پاکستانی یا اس صوبے کا انسان سکون سے زندگی نہیں گزار پا رہاہے۔ ہر انسان اس مسئلے پر پریشان ہے۔ میں آپ سے گزارش کروں گی کہ کم از کم کچھ ایسی کمیٹیاں ہماری حکومت بنائے جو اپنے areas کو check کریں، جو مہنگائی کو check کریں یا جو مال

کارخانوں سے عام دُکانداروں کو سپلائی ہوتا ہے وہ صحیح قیمت پر دیں۔جب کوئی شخص خریداری کرنے کے لئے جاتا ہے تو عام دُکاندار اس کو یہ کہتا ہے کہ ہمیں اتنا مہنگا ملتا ہے تو میں آپ کو کم قیمت پر کس طرح سے دے سکتا ہوں۔آپ اس پر تھوڑا سا کام کروائیں، کمیٹیاں بنوائیں، کوئی check and balance نہیں ہے، کوئی کسی کو check نہیں کرتا جس کی وجہ سے آج یہ حال ہو گیا ہے کہ جن لوگوں کی چھ سات ہزار تنخواہ ہے وہ کس طرح سے اپنے گھر کا کرایہ، گھر کے بل، کس طرح اپنے بچوں کی پرورش کریں اور ان کو کس طرح سے تعلیم دلائیں۔ہم تو پھر بھی اوسط گھرانے سے ہیں اپنا گزارہ کر لیتے ہیں لیکن جو بے چاری عام عوام ہے اور جو اکثریت میں ہے ان کا دور ایسے گزر رہا ہے کہ وہ بے چارے رو پاتے ہیں نہ ہنس پاتے ہیں۔اس پر آپ پلیز کام کرائیں، ریٹ لسٹیں لگوائیں اور ان کو باقاعدگی سے check کیا جائے کہ اس پر عمل درآمد بھی ہو رہا ہے یا نہیں۔لسٹیں تو دکاندار لگا دیتا ہے لیکن وہ اس پر عمل نہیں کرتا۔ہر یونین کونسل کی سطح پر کوئی ایسی کمیٹی بنے جو ان ریٹ لسٹوں کو خفیہ طور پر بھی check کرے اور ویسے بھی check کرے۔اس کے علاوہ ان کے خلاف کارروائی کی جائے جو لوگ ذخیرہ اندوزی کرتے ہیں اور ان کے ساتھ جو لوگ مل کر اپنی جیبیں بھرتے ہیں ان کے خلاف بھی کام کیا جائے۔جیسا کہ ابھی دو تین دن پہلے ہمارے ایک بھائی نے کہا تھا کہ لوٹے کی ماں کو کنٹرول کیا جائے۔ان کو آپ چھوڑ دیں، ان ذخیرہ اندوزوں کے پیچھے جو مائیں ہیں ان کو آپ گرفتار کریں جو اپنی جیبیں بھر رہے ہیں اور ان کے خلاف آپ کارروائی کریں۔بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔جناب خرم نواب صاحب!۔۔۔موجود نہیں ہیں۔ملک اقبال احمد لنگڑیال صاحب!۔۔۔موجود نہیں ہیں۔جناب خالد جاوید اصغر گھرال صاحب!۔۔۔موجود نہیں ہیں۔جناب طاہر اقبال چودھری صاحب!۔۔۔موجود نہیں ہیں۔میاں شفیع محمد صاحب!۔۔۔موجود نہیں ہیں۔منور حسین منج صاحب!۔۔۔موجود نہیں ہیں۔سردار عامر طلال گوپانگ صاحب!۔۔۔موجود نہیں ہیں۔ڈاکٹر محمد افضل صاحب!۔۔۔موجود نہیں ہیں۔حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا صاحب!۔۔۔موجود نہیں ہیں۔محترمہ آمنہ الفت صاحبہ!۔۔۔موجود نہیں ہیں۔سیدہ بشریٰ نوار گردیزی صاحبہ!۔۔۔موجود نہیں ہیں۔رائے محمد شاہجہاں کھرل صاحب!۔۔۔موجود نہیں ہیں۔رائے اعجاز حسین کھرل صاحب!۔۔۔موجود نہیں ہیں۔رائے محمد اسلم کھرل صاحب!۔۔۔موجود نہیں ہیں۔رانا محمد ارشد صاحب!

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! میرا نام کہاں گیا؟

جناب ڈپٹی سپیکر: دیکھیں، میرے پاس جو لسٹ آئی ہوئی ہے میں اسے follow کر رہا ہوں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! آج مجھے مہنگائی پر بحث کے لئے ٹائم دیا گیا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ پورے پنجاب کی 9 کروڑ عوام ہو یا پورے پاکستان کی 17 کروڑ عوام ہو ان پر مہنگائی کا بوجھ دن بدن بڑھتا جا رہا ہے۔ اگر ہم نے IMF اور World Bank کا کشکول نہ توڑا تو پھر یہ مہنگائی بڑھتی جائے گی، یہاں پر بیٹھے ہوئے تمام ممبران عوام کی نمائندگی کر رہے ہیں، عوام ذہنی طور پر پریشانی سے دوچار ہو چکی ہے۔ آج ملازم پیشہ لوگ، کسان، زمیندار، طالب علم سب ہی پریشان ہیں اور اب تو مہنگائی کی وجہ سے آہستہ آہستہ طالب علموں پر تعلیم کے دروازے بھی بند ہوتے جا رہے ہیں۔ اگر آج پٹرول کی بڑھی ہوئی قیمت عوام کی خواہش پر واپس لی جاتی ہے تو میں افسوس سے کہوں گا کہ دوسری طرف بجلی اور سوئی گیس مہنگی کر دی جاتی ہے۔ میں آج ہی اخبار میں دیکھ رہا تھا کہ ریلوے کے کرایوں میں تیس فیصد اضافہ ہو رہا ہے ریلوے پر کون لوگ سفر کرتے ہیں؟ وہ غریب عوام ہوتی ہے، مزدور ہوتا ہے، کسان ہوتا ہے، طالب علم ہوتا ہے۔ ہمیں مہنگائی کنٹرول کرنے کے ساتھ ساتھ اس ملک کی معیشت بہتر بنانے کے لئے بھی عملی اقدامات کرنے چاہئیں۔ یہاں صوبہ پنجاب کے جو 371 ممبران ہیں یہ 9 کروڑ عوام کی نمائندگی کرتے ہیں ہمیں ٹیکس چوروں کا راستہ روکنا چاہئے، ہمیں کرپشن روکنی چاہئے اور tax collection بہتر بنانی چاہئے۔ جب ان چیزوں پر کنٹرول کیا جائے گا تب ہی مہنگائی کنٹرول ہو گی لیکن اگر ہم ان چیزوں پر کنٹرول نہیں کریں گے تو پھر مہنگائی کنٹرول نہیں ہو گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کے زمیندار کو مفت بجلی ملنی چاہئے اگر اسے پانی مفت ملے گا تو وہ اچھے طریقے سے کھیتی باڑی کرے گا۔ گندم اتنی مہنگی کرنے سے عوام پر ہی بوجھ پڑتا ہے۔ ہمیں ہر چیز کا احتساب کرنا چاہئے، ہمیں روزانہ کے rates پر نظر رکھنی چاہئے کہ یہ rates کیوں بڑھتے ہیں۔ جس طرح ڈسٹرکٹ پرائس کنٹرول کمیٹیاں اپنا کام کر رہی ہیں انہیں مزید بہتر کرنے کی ضرورت ہے لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ خادم اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف نے جس طرح پنجاب میں پرائس کنٹرول کمیٹیاں اور مجسٹریٹ مقرر کئے ہیں وہ دکانداروں کو جرمانے بھی کرتے ہیں جس سے مہنگائی کو قدرے کنٹرول کیا گیا ہے لیکن ابھی اسے مزید کنٹرول کرنے کی ضرورت ہے۔ جب تک حکومت پاکستان اسے بہتر کرنے کے لئے اپنا کردار ادا نہیں کرے گی تو اس میں خاطر خواہ بہتری نہیں آ سکتی لہذا عملی اقدامات ہونے چاہئیں۔

اگر ہم بجلی اور سوئی گیس کی لوڈشیڈنگ کنٹرول نہیں کریں گے تو پھر ہمارا ملک بے روزگاری کی طرف ہی بڑھے گا، وہ مہنگائی کی طرف ہی بڑھے گا اور اس کی بنیادیں بھی کھوکھلی ہو جائیں گی۔

جناب سپیکر! یہ علامہ اقبال اور قائداعظم کا پاکستان ہے، یہ 17 کروڑ عوام کا پاکستان ہے۔ یہاں پر ہم سب ممبران کی ایک ہی رائے ہے کہ عوام کے بنیادی حقوق کا خیال رکھا جائے اور اس مہنگائی کو کنٹرول کرنے کے لئے عملی اقدامات کئے جائیں۔ اب پٹرولیم کی مصنوعات سستی ہوئی ہیں لیکن پھر بھی 30/- روپے سے زیادہ فی لیٹر tax collect کیا جا رہا ہے۔ میری گزارش ہے کہ پٹرول کی قیمتوں میں مزید کمی آنی چاہئے اور ریلوے کے کرایوں میں جو اضافہ ہو رہا ہے اسے واپس لیا جانا چاہئے۔ میں یہ بھی استدعا کروں گا کہ دو تین دن پہلے بجلی کے rates میں جو اضافہ ہوا ہے وہ بھی واپس لیا جائے۔ ہمیں IMF اور Word Bank کے کشکول کو توڑنا ہے اور پاکستان کو اپنی بنیادوں پر کھڑا کرنا ہے۔ جب تک ہم پاکستانی عوام کی آواز کی ترجمانی نہیں کریں گے اس وقت تک ہم پاکستان کو استحکام نہیں دے سکتے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ میاں محمد رفیق صاحب!

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! بے حد شکریہ۔ آخر، میں آپ کو یاد آ ہی گیا۔ غالب ایک بہت کلاسیکل شاعر تھے انہوں نے شاید ہمارے لئے اور کچھ اپنی ذات کے لئے بھی ایک شعر کہا تھا:

قرض کی پیتے تھے مے اور سمجھتے تھے کہ ہاں
رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن

جناب سپیکر! کل ڈاکٹر سامیہ امجد صاحبہ نے اپنی تقریر ایک شاعر کی نظم سے شروع کی کہ "اج کیہہ پکائیے"، ایدے بدلے وچ استاد دامن (مرحوم) کی ایک لمبی نظم ہے "اللہ میاں تھلے آ اپنی دنیا ویندا جا،" شاید مجھے اتنا وقت نہ ملے کہ میں اس کی نظم پڑھوں۔

معزز ممبران: آپ نظم پڑھیں۔

میاں محمد رفیق: مجھے وقت نہیں ملے گا اس لئے پھر کبھی پڑھا لینا۔ بہر حال ڈاکٹر صاحبہ نے کہا تھا کہ آج کیا پکائیے تو میں اس سلسلے میں عرض کرتا ہوں کہ خالی ہانڈی میں ڈوئی چلائیے۔ ایک تاریخی واقعہ ہے کہ خالی ہانڈی میں چلتی ڈوئی کی آواز اور معصوم بھوکے بچوں کی بلبلاتی آواز سن کر خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اگر دجلہ اور فرات کے کنارے کتا بھی بھوکا مر جائے گا تو عمرؓ کی پکڑ ہو گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حکمران وقت اپنی رعایا کی کفالت کے ذمہ دار ہیں اور اسی اصول پر دنیا کے

اندر سوشل ویلفیئر سٹیٹس کا قیام عمل میں آیا ہے۔آج بھی"Umar law" کے تحت انگلینڈ اور سویڈن کے اندر قوانین موجود ہیں جہاں پر سوشل ویلفیئر کا تصور موجود ہے لیکن پاکستان کے اندر جو مہنگائی کا "جن" باہر آیا ہوا ہے جس نے ہر بندہ مزدور کے اوقات کو اتنا تنگ کر دیا ہے، اشیائے ضرورت اتنی عنقا ہو چکی ہیں اس کی وجہ صرف یہ ہے اور یہ طبقاتی نمائندگی کی بات ہے کہ پانچ فیصد سے بھی کم طبقہ حکمران ہے جو اقتدار پر قابض ہے ، اختیار پر قابض ہے اور ملکی وسائل پر بھی قابض ہے اور باقی 95 فیصد طبقے کا اسمبلیوں کے اندر کوئی نمائندہ ہے، ان کا اقتدار میں حصہ ہے، ان کا اختیارات میں حصہ ہے اور نہ ہی قوم کے وسائل میں حصہ ہے۔ یہ محروم طبقہ ایک دن فرانس کے انقلاب کی طرح مہنگائی کے مافیا کا علاج کرے گا۔

جناب سپیکر! میں چیلنج کے ساتھ یہ بات کر رہا ہوں کہ مہنگائی کا مافیا حکومتوں کے اندر بیٹھا ہے، صوبائی حکومت کے اندر بیٹھا ہے اور قومی حکومت کے اندر بھی بیٹھا ہے۔حکومتوں کی اعانت سے مہنگائی کا مافیا، کرپشن کا مافیا جو اتنے کھلے منہ ہر شئے کو ہڑپ کئے جا رہا ہے اور قبضہ کئے جا رہا ہے اس کا علاج فرانس کا انقلاب ہے یا دوسری sub remedy ہے۔ میں میاں محمد شہباز شریف صاحب کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے Chiefs of Punjab کے توڑ میں جو دانش سکول کا concept دیا ہے اس سے اس محروم طبقے کو awareness ملے گی جو 90 فیصد کسانوں اور مزدوروں کا طبقہ ہے، محروم اور پسماندہ طبقہ ہے ، اختیارات سے ، وسائل سے اور اقتدار سے محروم ہے انہیں awareness ملے گی اور وہ ایک دن Chiefs of Punjab کے مقابلے میں آئیں گے اور اپنے طبقے کی بالادستی اور حکمرانی قائم کریں گے اور اکثریتی طبقے کا حکمرانی پر حق ہے۔

جناب سپیکر! میاں محمد نواز شریف صاحب نے جو قومی ایجنڈا دیا ہے اور پیپلز پارٹی کی قیادت نے اپنی سیاسی بالغ نظری سے اس قومی ایجنڈے کو قبول کیا ہے۔اگر کبھی اس ایجنڈے پر عمل ہوا تو یہ بھی مہنگائی پر قابو پانے کا ایک حل ہو سکتا ہے اور اس سے کمیشن مافیا اور مہنگائی مافیا کا کوئی علاج ہو سکے گا ورنہ ہو گا یہی کہ جب کبھی یہ اکثریتی طبقہ جو کہ محروم طبقہ ہے اس کو awareness آئے گی، اس کو حق حکمرانی ملے گا، یہ حق حکمرانی حاصل کریں گے تو پھر جا کر اس مہنگائی اور کرپشن مافیا کا خاتمہ ہو سکے گا یا پھر انقلاب فرانس اس کا علاج ہے۔ بہت شکریہ

جناب محمد محسن خان لغاری: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میری آپ سے یہ گزارش ہے کہ ابھی ہم جو debate کر رہے ہیں اس کے points note کرنے کے لئے cabinet کا کوئی ممبر، کوئی ایک منسٹر یہاں پر موجود ہونا چاہئے تھا۔ میں پہچانتا نہیں ہوں کہ شاید سیکرٹری خوراک بھی اس وقت آفیشل گیلری میں موجود ہیں یا نہیں؟ اس وقت کون حضرات بیٹھے ہیں میں نہیں جانتا تو اس اتنے serious issue کو سنجیدگی سے لینے کے لئے کسی ذمہ دار کو اس وقت ایوان میں موجود ہونا چاہئے تھا۔

The cabinet is collectively responsible and there is no one present from the cabinet.

اس وقت ہاؤس میں صرف پارلیمانی سیکرٹری خوراک بیٹھے ہیں۔ آپ ذرا اس بات کا نوٹس لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: لغاری صاحب! آپ نے بالکل درست point raise کیا ہے۔ کل بھی یہ بات ہوئی تھی کہ منسٹر صاحبان کو یہاں House میں موجود رہنا چاہئے۔ اس وقت بڑا اہم معاملہ زیر بحث ہے۔ میں نے ابھی سیکرٹری صاحب کو کہا ہے کہ وہ معلوم کر کے بتائیں کہ اس وقت آفیشل گیلری میں کون کون بیٹھا ہے؟

(اس مرحلہ پر سیکرٹری اسمبلی نے آفیشل گیلری سے معلوم کر کے جناب ڈپٹی سپیکر کو آگاہ کیا)

جناب ڈپٹی سپیکر: اس وقت آفیشل گیلری میں different departments کے دو ایڈیشنل سیکرٹری صاحبان بیٹھے ہیں۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! یہ debating club نہیں بننا چاہئے کیونکہ یہاں معزز ممبران بات کرتے ہیں۔ دیکھیں! پارلیمنٹ کا مقصد کیا ہوتا ہے؟ اب میرے حلقے کی جو problems ہیں I know it اسی طرح جو علی نور نیازی صاحب کے حلقے کی problems ہیں He knows it but I don't know it. وہاں مختلف علاقوں سے لوگ آتے ہیں اور وہ اپنے اپنے مسائل بیان کرتے ہیں اور concerned minister یا جو بھی competent authority ہوتی ہے They have to take the action. باقی جہاں تک بیوروکریسی کا تعلق ہے ان کے بارے میں تو ہمیں ہر وقت شکایت رہتی ہے۔ یہاں تو role ہی بیوروکریسی کا ہے اگر ان کا role نہ ہوتا تو پھر یہ سارے مسائل کبھی نہ ہوتے۔ میں پہلے بھی یہ بات کر چکا ہوں کہ 17 گریڈ سے اوپر کے آفیسر حاضری نہیں لگاتے۔ کیا اسمبلی کے سیکرٹری صاحب اپنی حاضری لگاتے ہیں، کیا جوئیہ صاحب اپنی حاضری لگاتے ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی ہاں، لگاتے ہیں۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! سیکرٹریٹ میں گریڈ 17 سے اوپر کا کوئی آفیسر حاضری نہیں لگاتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، یہاں اسمبلی سیکرٹریٹ میں تو سب کی حاضری لگتی ہے۔

سید ناظم حسین شاہ: مگر یہ نہیں ہے کہ رجسٹر پڑا ہوا اور وہ وہاں آکر حاضری لگائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بالکل رجسٹر پڑا ہوتا ہے جس پر یہ حاضری لگاتے ہیں اور اس کا time بھی مقرر ہے۔

سید ناظم حسین شاہ: دیکھیں! جمہوریت میں جو بھی decision ہوتا ہے وہ by majority ہوتا ہے۔ اس وقت میرا کہنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ آپ کے یہاں رجسٹر رکھنے کے باوجود بھی ممبران کی حاضری پوری نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہ صاحب! اب رجسٹر کی بات نہیں ہو گی کیونکہ اس بارے میں decision ہو چکا ہے۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! اس وقت مہنگائی کے اہم issue پر بات ہو رہی ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہاں پر وزیر اعلیٰ صاحب کو موجود ہونا چاہئے اگر وہ اپنی مصروفیت کی وجہ سے نہیں آ سکے تو باقی متعلقہ منسٹر صاحبان کو تو یہاں پر موجود ہونا چاہئے۔ آپ کو بھی تجربہ ہے کہ کوئی اصل صورتحال نہیں بتاتا۔ کہتے ہیں کہ دیکھیں! Sir میں نے کیسے House کو کنٹرول کیا ہے، میں نے یہ کیسا جلسہ کیا ہے۔ ہم یہاں تو بات کرتے ہیں لیکن وزیر اعلیٰ صاحب کے سامنے کچھ نہیں کہتے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ ہاں جی، وہ ایک آدمی نے شور مچایا تھا لیکن میں نے کنٹرول کر لیا ہے۔ وہاں صرف اپنی بڑائی کی بات کرتے ہیں۔ میرا مقصد یہ ہے کہ جو competent authority ہو اس کو یہاں ایوان میں موجود ہونا چاہئے تاکہ ہم جو بات کریں وہ اس کے اوپر action لے سکے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ پہلی بات یہ ہے کہ جن معزز ممبران نے کل سے یہاں پر اپنا نام لکھوایا ہوا ہے انہیں پہلے بات کرنے کا موقع ملنا چاہئے۔ آپ کو معلوم ہے کہ آج جمعہ ہے اور ہم نے ایک بجے ہاؤس کو ختم کر دینا ہے تو ان کا استحقاق پہلے ہے کہ وہ بات کر لیں اس لئے اب میں مزید پوائنٹ آف آرڈر کی اجازت نہیں دوں گا۔

جناب سپیکر! دوسری بات یہ ہے کہ جو point آپ نے raise کیا ہے اس حوالے سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہاں House میں cabinet members کا بیٹھنا ضروری ہے اور اگر آئندہ سے آفیشل گیلری میں officers کی proper representation نہ ہوئی تو ہم کسی بھی debate کو نہیں چلنے دیں گے۔ ہم یہ باقاعدہ ایک message convey کریں گے۔ جب ہم supremacy of the Parliament کی بات کرتے ہیں، جب ہم بات کرتے ہیں کہ طاقت کا منبع یہ House ہے تو پھر بیوروکریسی کو بھی اس بات کو realize کرنا چاہئے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ اگر آج کے بعد آفیشل گیلری میں proper representation موجود نہ ہوئی تو یہ House debate نہیں کرے گا۔

کورم کی نشاندہی

محترمہ ثمینہ خاور حیات: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں احتجاجاً کورم کی نشاندہی کرتی ہوں۔ ہمارے منسٹر حضرات جو کہ باہر کافی پی رہے ہیں وہ اندر آئیں اور House میں بیٹھ کر کورم پورا کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کورم کی نشاندہی ہو گئی ہے لہذا گنتی کی جائے۔ (اس مرحلہ پر گنتی کی گئی)
کورم نہیں ہے اس لئے پانچ منٹ کے لئے گھنٹیاں بجائی جائیں۔

(اس مرحلہ پر پانچ منٹ کے لئے گھنٹیاں بجائی گئیں)

جناب ڈپٹی سپیکر: گنتی کی جائے۔ (اس مرحلہ پر گنتی کی گئی)

گنتی کے بعد کورم پورا نہ ہے۔ میں اجلاس ختم کرنے سے پہلے ممبران کو صرف ایک information دینا چاہتا ہوں کہ 17۔جنوری 2011 سوموار سے اگلے چار دن تک ممبران سے budget proposals لی جائیں گی اور اسی پر بحث ہونی ہے اس لئے ممبران تیاری کر کے آئیں کیونکہ آپ نے point out کیا تھا کہ جو بھی ایجنڈا آتا ہے وہ بتایا نہیں جاتا اس لئے ہم بتا رہے ہیں کہ 17۔جنوری 2011 سے اگلے چار دن budget proposals پر اس ہاؤس میں بات ہو گی لہذا اب اجلاس بروز سوموار مورخہ 17۔جنوری 2011 سہ پہر 3:00 بجے تک ملتوی کیا جاتا ہے۔

922

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ، 17۔جنوری 2011

تلاوت قرآن پاک وترجمہ اور نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سوالات

(محکمہ سکولزایجوکیشن)

نشان زدہ سوالات اوران کے جوابات

توجہ دلاؤنوٹس

سرکاری کارروائی

بجٹ 12-2011 کے لئے اراکین سے پری بجٹ تجاویز لینے کے لئے عام بحث

924

صوبائی اسمبلی پنجاب

پندرھویں اسمبلی کا بائیسواں اجلاس

سوموار، 17۔جنوری 2011

(یوم الاثنین، 12۔صفر المظفر 1432ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں دوپہر 3 بج کر 30 منٹ پر زیر صدارت
جناب سپیکر رانا محمد اقبال خان منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری عبدالغفار شاکر نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیمo

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِo

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ۝١ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ۝٢
وَإِذَا كَالُوهُمْ أَو وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ ۝٣ أَلَا يَظُنُّ أُولَٰئِكَ
أَنَّهُم مَّبْعُوثُونَ ۝٤ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ ۝٥ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ
الْعَالَمِينَ ۝٦ كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْفُجَّارِ لَفِي سِجِّينٍ ۝٧ وَمَا أَدْرَاكَ
مَا سِجِّينٌ ۝٨ كِتَابٌ مَّرْقُومٌ ۝٩ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ۝١٠
الَّذِينَ يُكَذِّبُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ ۝١١ وَمَا يُكَذِّبُ بِهِ إِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ
أَثِيمٍ ۝١٢ إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا قَالَ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۝١٣ كَلَّا
بَلْ ۜ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝١٤ كَلَّا إِنَّهُمْ عَن
رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ ۝١٥ ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُو الْجَحِيمِ ۝١٦ ثُمَّ
يُقَالُ هَٰذَا الَّذِي كُنتُم بِهِ تُكَذِّبُونَ ۝١٧

سُوْرَةُ المطفّفِين آیات 1 تا 17

ناپ اور تول میں کمی کرنے والوں کے لیے خرابی ہے (1) جو لوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا لیں (2) اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو
کم دیں (3) کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ اٹھائے بھی جائیں گے (4) (یعنی) ایک بڑے (سخت) دن میں (5) جس دن (تمام) لوگ رب

العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے (6) سن رکھو کہ بدکاروں کے اعمال سجّین میں ہیں(7)اور تم کیا جانتے ہو کہ سجّین کیا چیز ہے؟ (8)ایک دفتر ہے لکھا ہوا(9)اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے(10)(یعنی) جو انصاف کے دن کو جھٹلاتے ہیں(11)اور اس کو جھٹلاتا وہی ہے جو حد سے نکل جانے والا گنہگار ہے(12)جب اس کو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو اگلے لوگوں کے افسانے ہیں(13)دیکھو یہ جو (اعمال بد) کرتے ہیں ان کا ان کے دلوں پر زنگ بیٹھ گیا ہے (14)بے شک یہ لوگ اس روز اپنے پروردگار (کے دیدار) سے اوٹ میں ہوں گے (15)پھر دوزخ میں جا داخل ہوں گے (16)پھر ان سے کہا جائے گا کہ یہ وہی چیز ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے(17)

وماعلینا الاالبلاغ o

نعت رسول مقبول ﷺ جناب محمد افضل نوشاہی نے پیش کی۔

نعت رسول مقبول ﷺ

اپنے دامانِ شفاعت میں چھپائے رکھنا
میرے سرکار میری بات بنائے رکھنا
میں نے مانا کہ نکما ہوں مگر آپ کا ہوں
اس نکمے کو بھی سرکار نبھائے رکھنا
آپ یاد آئے تو پھر یاد نہ آئے کوئی
غیر کی یاد میرے دل سے بھلائے رکھنا
جب سوا نیزے پہ خورشیدِ قیامت آئے
اپنی زلفوں کے گنہگار پہ سائے رکھنا

جناب سپیکر کی زیر صدارت حاضری رجسٹر کے معاملے پر ہونے والی میٹنگ میں کئے گئے فیصلے کا اعلان

جناب سپیکر: ماشاء اللہ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اس سے پیشتر کہ وقفہ سوالات کا آغاز ہو میں ایک ضروری اعلان یہاں آپ تمام معزز ممبران کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ جیسا کہ آپ سب کے علم میں ہے کہ کچھ دنوں سے معزز ممبران اسمبلی کی حاضری کا معاملہ چل رہا تھا۔ اس سلسلے میں مورخہ 14۔جنوری 2011 بروز جمعۃ المبارک میرے چیمبر میں ایک میٹنگ منعقد ہوئی جس میں درج ذیل معزز ممبران چودھری ظہیر الدین خان (قائد حزب اختلاف)، رانا ثناء اللہ خان (وزیر قانون و پارلیمانی امور)، جناب سعید اکبر خان، جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل، سید ناظم حسین شاہ، رانا محمد ارشد، جناب خلیل طاہر سندھو، جناب علی حیدر نور خان نیازی، محمد ارشد جٹ، میاں نصیر احمد اور سید حسن مرتضیٰ نے شرکت کی۔

میٹنگ میں حاضری رجسٹر سے متعلق معاملہ زیر بحث آیا اور اتفاق رائے سے درج ذیل فیصلہ ہوا کہ سیکرٹری اسمبلی حاضری رجسٹر برقرار رکھیں گے اور ہر معزز ممبر جو ایوان میں داخل ہو گا سیکرٹری اسمبلی اسے حاضر mark کریں گے لیکن معزز ممبر کو خود حاضری mark کرنے کی ضرورت نہ ہے۔ سیکرٹری اسمبلی اس مقصد کے لئے اسمبلی سیکرٹریٹ کے ایک یا دو افسران کی مدد لے سکیں گے جو گریڈ 16 سے کم نہ ہوں گے۔ اعلان ختم ہوا۔

سوالات

(محکمہ سکولز ایجوکیشن)

نشان زدہ سوالات اور اُن کے جوابات

جناب سپیکر: اب وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔ آج کے ایجنڈا پر محکمہ سکولز ایجوکیشن سے متعلق سوالات پوچھے جائیں گے اور اُن کے جوابات دیئے جائیں گے۔

محترمہ ساجدہ میر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: دیکھیں، میری بات سنیں اس طرح پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو سکتا۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! بڑا اہم مسئلہ ہے کہ کراچی میں ایک سینئر صحافی ہلاک ہوا ہے اور میں اُن کی خدمات پر خراج تحسین پیش کرنا چاہتی ہوں۔

جناب سپیکر: خراج تحسین تو زندہ کو کیا جاتا ہے۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! اُن کی صحافت میں اتنی خدمات ہیں کہ انہوں نے آمریت کا مقابلہ کیا اور قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ انہوں نے مارشل لاء دور میں صحافت کی جو خدمت کی ہے آج انہی کی وجہ سے ہمیں آزادئ صحافت ملی ہے۔ اگر آج اُن کے انتقال کے بعد یہ بات نہ کی جائے تو زیادتی ہے۔ مزید یہ کہ اُن کے لئے دعائے مغفرت کر لی جائے۔

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! محترمہ ساجدہ میر صاحبہ نے جو بات کی ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ منہاج صاحب کی آزادئ صحافت بلکہ جمہوریت کے لئے بڑی خدمات ہیں جن کا انتقال ہو چکا ہے۔ اسی طرح سے ایک انتہائی دلخراش واقعہ ہوا ہے کہ کراچی میں ایک صحافی کو بڑی بے دردی کے ساتھ ٹارگٹ کر کے شہید کیا گیا ہے۔ راجہ ریاض صاحب اور قائد حزب اختلاف تشریف لے آتے ہیں تو اُن کے ساتھ مشورہ کر کے ہم اس پر ایک مشترکہ قرارداد لے آئیں گے۔

جناب سپیکر: جی، بہت اچھی بات ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! بڑے ہی اہم issue پر آپ کی توجہ چاہئے تھی۔

جناب سپیکر: دیکھیں، آپ issue ضرور لائیں لیکن وقفہ سوالات کے بعد لائیں اور انشاء اللہ میں آپ کو اجازت دوں گا۔ پلیز اس وقت تشریف رکھیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! مجھ سے قسم لے لیں یہ وقفہ سوالات سے بہت اہم ہے۔

جناب سپیکر: آپ ماشاء اللہ بہت سمجھدار ہیں۔ اس سے زیادہ تو میں آپ کی منت نہیں کر سکتا اس لئے میرا خیال ہے کہ آپ میری بات مان لیں۔ وقفہ سوالات کے بعد میں آپ کو پہلے ٹائم دوں گا۔

جناب محمد محسن خان لغاری: کیا آپ مجھے ٹائم دیں گے؟

جناب سپیکر: جی، ضرور دوں گا۔ پہلا سوال محترمہ طلعت یعقوب صاحبہ کا ہے۔ سوال نمبر پکاریں۔

محترمہ طلعت یعقوب: سوال نمبر 1307۔اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

قومی تحویل میں لئے گئے تعلیمی اداروں کی واپسی کی تفصیلات

*1307: **محترمہ طلعت یعقوب**: کیا وزیر سکولز ایجوکیشن ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ قومی تحویل میں لئے گئے تعلیمی ادارے ان کے اصل مالکان / اداروں کو واپس کئے گئے ہیں؟

(ب) اگر جواب اثبات میں ہے تو سال 2000 سے لے کر 2007 تک واپس کئے گئے تعلیمی اداروں کے نام مع تاریخ واپسی کی تفصیل بیان کی جائے؟

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) حکومت نے صرف قومیائے گئے مشنری تعلیمی اداروں کی انتظامیہ کو واپس دینے کا فیصلہ کیا ہے۔

(ب) سال 2000 سے 2010 تک واپس کئے گئے مشنری تعلیمی اداروں کے نام مع تاریخ واپسی کی تفصیل ڈسٹرکٹ وار ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

محترمہ طلعت یعقوب: جناب سپیکر! میرے سوال نمبر 1307 کے جواب میں کہا گیا ہے کہ "قومی تحویل میں لئے گئے تعلیمی ادارے اُن کے اصل مالکان کو واپس کئے گئے ہیں۔" میرا اس بارے میں ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا حکومت تمام قومیائے گئے سکولوں کو واپس کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

(اذانِ عصر)

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! اس میں زیادہ تر ادارے مشنری تھے جو مختلف ادوار میں واپس کئے گئے ہیں اس کے علاوہ جن کی ذاتی ملکیت میں زمین تھی اُن کو وہ سکول/ادارے مختلف شرائط کے تحت مختلف ادوار میں واپس کئے گئے ہیں۔

حاجی ذوالفقار علی: جناب سپیکر! میرا ایک ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

حاجی ذوالفقار علی: جناب سپیکر! محکمہ تعلیم میں کچھ ایسے سکول جو کارپوریشن کی ملکیت تھے وہ کچھ عرصے سے محکمہ میں ضم ہو گئے تھے اور Teachers بھی ضم ہو گئے تھے لیکن اب سنا ہے کہ وہ دوبارہ اِن کو واپس کر رہے ہیں اس سلسلے میں منسٹر صاحب کچھ بیان فرمائیں گے؟

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! ویسے یہ fresh question بنتا ہے مگر میں ان کو بتانا چاہوں گا کہ ہم نے سکولوں کی nationalization کی ہے لیکن جن سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کے سکولوں کی یہ بات کر رہے ہیں کہ ڈسٹرکٹ گورنمنٹ اور پنجاب گورنمنٹ کے سکولوں کو merge کیا گیا تھا تو جن سکولوں میں students کی تعداد کم تھی انہیں merge کیا تاکہ وہاں پر students کو بہتر طور پر تعلیم کی سہولیات فراہم کی جا سکیں۔

حاجی ذوالفقار علی: جناب سپیکر! میں یہ کہہ رہا ہوں کہ سننے میں آیا ہے کہ جو سکول merge ہوئے تھے اُن کو یہ ختم کرنا چاہ رہے ہیں لیکن ہم کہہ رہے ہیں کہ وہ merge ہی رہیں۔

MR SPEAKER: Here says no evidence.

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کے سکولز ڈی سی اوز کے under آتے ہیں اور ان کے different cadres ہیں جبکہ پنجاب حکومت کے سکول different ہیں۔ ہم نے کچھ سکولوں کو ضم کیا تھا لیکن اب ان سکولوں کو ضم کرنے کا ہمارا further کوئی ارادہ نہیں ہے۔

جناب سپیکر: اگلا سوال محترمہ انجم صفدر صاحبہ کا ہے۔۔۔ تشریف نہیں رکھتیں لہذا سوال dispose of ہوا۔ اگلا سوال محترمہ راحیلہ خادم حسین صاحبہ کا ہے۔

محترمہ راحیلہ خادم حسین: شکریہ۔ جناب سپیکر! میرے سوال کا نمبر 2051 ہے۔ جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

پرائمری سطح پر قرآن مجید کی تعلیم کو لازمی قرار دینا

*2051: محترمہ راحیلہ خادم حسین: کیا وزیر سکولز ایجوکیشن از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ پنجاب کے تمام سکولوں میں پرائمری تعلیم کے ساتھ ساتھ انگریزی کو لازمی مضمون قرار دیا گیا ہے؟

(ب) اگر جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت صوبہ میں پرائمری سکولوں میں انگریزی کی طرح قرآن مجید کی تعلیم کو بھی لازمی قرار دینے کو تیار ہے، اگر ہاں تو کب تک، اگر نہیں تو وجوہات کیا ہیں؟

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) درست ہے۔نوٹیفکیشن کی کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) حکومت صوبہ پنجاب میں پرائمری سکولوں میں انگریزی کی طرح قرآن مجید کی تعلیم کو 1994 سے لازمی قرار دے چکی ہے جس کے مطابق سکول میں ہر طالب علم تیسری جماعت سے آٹھویں جماعت تک مکمل قرآن مجید (ناظرہ) ختم کر لیتا ہے۔(نوٹیفکیشن کی کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے)۔تیسری جماعت سے آٹھویں جماعت تک قرآن مجید کی تدریس کے لئے پارے مختص کر دیئے گئے ہیں۔ہر جماعت میں 40 نمبر کا قرآن مجید ناظرہ باقاعدہ امتحان کا حصہ ہے۔پانچویں اور آٹھویں کے امتحان کے لئے جو پنجاب ایگزامینیشن کمیشن لیتا ہے۔یہی ترتیب ہے لہذا تدریس قرآن کے لازمی ہونے کا اہتمام موجود ہے۔مڈل / ہائی سکولوں میں عربی کے اساتذہ زیادہ تر دینی مدارس سے فارغ التحصیل ہیں جو اسلامیات / قرآن مجید ناظرہ بھی پڑھاتے ہیں۔

محترمہ راحیلہ خادم حسین: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جز(الف) میں جواب ہے کہ پرائمری تعلیم کے ساتھ ساتھ انگریزی کو لازمی قرار دیا گیا ہے جس کا نوٹیفکیشن 2010 میں کیا گیا اور کاپی میرے پاس موجود ہے جبکہ 1994 میں بھی ایسا ہی ایک نوٹیفکیشن جاری کر کے پرائمری تعلیم کو لازمی قرار دیا گیا تھا تو ایسی صورت میں دوبارہ 2010 میں اس نوٹیفکیشن کو جاری کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ تیسری بات یہ کہ وزیر موصوف نے کل ایک تازہ بیان میں کہا ہے کہ آئندہ صوبہ بھر میں پرائمری سے انگریزی تعلیم لازمی قرار دے دی جائے گی تو مجھے ان تینوں چیزوں میں ابہام نظر آتا ہے جسے یہ واضح کریں۔

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! پچھلے سال لاہور، ملتان اور فیصل آباد کے تین اضلاع میں academic session شروع ہونے پر سرکاری سکولوں کو انگلش میڈیم کیا گیا تھا جس کے تحت ریاضی اور سائنس کے مضامین انگریزی میں پڑھانے تھے جس کا ہمیں بہت اچھا response ملا اس لئے اس سال نوٹیفکیشن کیا ہے کہ صوبہ بھر کے تمام سکولوں میں academic session سے انگلش میڈیم کر رہے ہیں اور اسی لئے نوٹیفکیشن جاری کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: اگلا سوال بھی محترمہ راحیلہ خادم حسین صاحبہ کا ہی ہے۔

محترمہ راحیلہ خادم حسین: شکریہ۔ جناب سپیکر! میرے سوال کا نمبر 2052 ہے اور جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔ جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

لاہور پی پی۔144، 143 کے سکولز میں خالی اسامیوں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*2052: محترمہ راحیلہ خادم حسین: کیا وزیر سکولز ایجوکیشن ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :۔

(الف) پی پی۔143,144 میں واقع مڈل اور ہائی سکولوں کے نام کیا ہیں ہر سکول میں منظور شدہ اور خالی اسامیوں کی تفصیل گریڈ وائز اور اسامی وائز فراہم کی جائے؟

(ب) کتنے سکول ایسے ہیں جن میں کوئی بھی سٹاف تعینات نہ ہے ان کے نام اور منظور شدہ اسامیوں کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(ج) کیا حکومت اس حلقہ کے تمام سکولوں میں خالی اسامیاں پُر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) پی پی۔143,144 میں واقع مڈل سکول 4 ہیں اور ہائی سکول کل 22 ہیں منظور شدہ اسامیوں کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) ان میں کوئی بھی ایسا سکول نہ ہے جس میں سٹاف تعینات نہ ہو۔

(ج) گورنمنٹ کی پالیسی کے مطابق خالی اسامیاں پُر کرنے کا عمل جاری ہے۔ 208 اسامیوں پر ایجوکیٹرز کمپیوٹر ٹیچر و سائنس ٹیچرز کی بھرتی کا کام زیر تکمیل ہے۔ مزید یہ کہ rationalization کے ذریعہ سکولوں میں اساتذہ کی کمی کو پورا کر دیا گیا ہے۔

محترمہ راحیلہ خادم حسین: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جز(ب) میں ہے کہ "ان میں سے کوئی بھی ایسا سکول نہ ہے جہاں پر سٹاف تعینات نہ ہو" لیکن ہمارے ان علاقوں میں بہت سے سکولوں میں سٹاف کی کمی ہے۔۔۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ نے جو پوچھا ہے اسی کا جواب دیا ہوگا؟

محترمہ راحیلہ خادم حسین: جناب سپیکر! میں یہی پوچھ رہی ہوں کہ ابھی تو وہاں پر سٹاف کی اشد ضرورت ہے جبکہ یہاں لکھا گیا ہے کہ وہاں پر سٹاف کی کمی نہ ہے۔۔۔

جناب سپیکر: آپ نے پی پی-144,143 کی بات کی ہے۔

محترمہ راحیلہ خادم حسین: جناب سپیکر! میں نے اسی حلقہ کے متعلق سوال کیا ہے لیکن وہاں پر بہت سے ایسے سکول ہیں جہاں پر سٹاف کی بہت کمی ہے اور مکمل سٹاف وہاں پر موجود نہیں ہے۔

جناب سپیکر: آپ نشاندہی کریں کہ کہاں کمی ہے کیونکہ وہ تو کہہ رہے ہیں کہ سٹاف پورا ہے۔

محترمہ راحیلہ خادم حسین: جناب سپیکر! باغبانپورہ لاہور کے اکثر سکولوں میں ابھی تک سٹاف کی کمی ہے۔۔۔

جناب سپیکر: آپ کسی سکول کا نام لے کر پوچھیں کہ وہاں پر کتنی تعداد ہے اور کیا فلاں سکول میں تعداد پوری ہے کہ نہیں؟

محترمہ راحیلہ خادم حسین: جناب سپیکر! مادھولعل حسین کے پرائمری اور مڈل دونوں سکولوں میں بچے خود صفائی کرتے ہیں یا پھر وہاں کے اساتذہ کسی کو hire کر کے سکول کی صفائی کرواتے ہیں اور وہاں پر سٹاف بھی مکمل موجود نہیں ہے۔ یہ میں آپ کو ایک سکول کی مثال دے رہی ہوں۔

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! کسی حد تک ان کی بات درست ہے کیونکہ ہم recruitments بھی ساتھ ساتھ کرتے جا رہے ہیں مگر محکمہ تعلیم کا صوبہ پنجاب میں بڑا نیٹ ورک ہے جس کے تحت 63 ہزار سکول ہیں تو کئی سکولوں میں سٹاف کی کمی ہے۔ جیسے انہوں نے صفائی کے حوالے سے بات کی ہے تو خاکروب کی اسامیوں کا اشتہار دے کر حال ہی میں ہم نے بہت سے سکولوں میں خاکروب، نائب قاصد، چوکیدار یا گارڈ جو گیٹ پر کھڑا ہوتا ہے، سٹاف دیا ہے۔ ایسے ہی اساتذہ کی تقریباً 80 فیصد rationalization مکمل ہو گئی ہے اور ہمارے پاس یہ چیز بھی آ گئی ہے کہ آئندہ ہمیں

کتنے لوگ درکار ہیں تو plan کر رہے ہیں کہ انشاء اللہ گرمیوں کی چھٹیوں میں recruitments کریں۔ گریڈ پانچ یا اس سے نیچے کی اسامیوں کی recruitments ہوتی رہتی ہیں لیکن اس دفعہ سیلاب سے تھوڑا مسئلہ درپیش آیا جس کی وجہ سے ہم نے کچھ recruitments ابھی روکی ہوئی ہیں۔ انہوں نے جس مسئلہ کی بات کی ہے تو یہ انشاء اللہ بہت جلد حل ہو جائے گا۔

حاجی ذوالفقار علی: جناب سپیکر! ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

حاجی ذوالفقار علی: شکریہ۔ جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ 2008 میں ایم پی اے کوٹا کے تحت ملنے والے فنڈز سے کافی سکول upgrade ہوئے ہیں لیکن تاحال وہاں پر اساتذہ تعینات نہیں ہوئے اور عمارتیں خالی پڑی ہیں جبکہ ان کے علاوہ بھی کئی ایک سکولوں میں اساتذہ کی کمی ہے۔ یہ بات صرف ان دو حلقوں کی نہیں بلکہ پورے پنجاب میں بہت سے سکول ایسے ہیں اور میرے حلقہ میں بھی کہیں سائنس کے ٹیچرز نہیں ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحب! یہ بات نوٹ کریں اور یہ سارا معاملہ ہی ایسے ہے کیونکہ میں اپنے حلقہ کو بھی جانتا ہوں۔

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! درست ہے لیکن Finance Department کی طرف سے S.N.Es approve ہونے میں کئی دفعہ وقت لگ جاتا ہے۔ یہ درست کہہ رہے ہیں کہ اس سال ابھی تک Finance Department کی طرف سے S.N.Es approve نہیں ہو رہیں اور انہوں نے ہمارے فنڈز دسمبر سے release کرنا شروع کئے ہیں۔ سیلاب کی وجہ سے تمام فنڈز block ہو گئے ہوئے تھے جبکہ ہمارے ان فنڈز پر اس دفعہ بجٹ میں بھی کافی cut لگا ہے کیونکہ چھ ماہ تو سیلاب کی وجہ سے کام نہیں ہو سکا۔

حاجی ذوالفقار علی: جناب سپیکر! مکمل ہونے والی عمارتوں کے بارے میں بتائیں کہ وہاں پر کب تک اساتذہ کی تقرریاں کر کے ان سکولوں کو چالو کر دیا جائے گا ورنہ تو یہ عمارتیں ضائع ہو جائیں گی۔ آپ کو پتا ہے کہ خالی عمارتوں میں پھر لوگ جانور بھی باندھ لیتے ہیں تو کم از کم کیا آپ time frame دیں گے کہ ایک سال یا چھ مہینے تک وہاں پر اساتذہ کی تقرریاں ہو جائیں گی تاکہ وہاں کے لوگ مطمئن تو ہو سکیں؟

جناب سپیکر: منسٹر صاحب! جن سکولوں میں سٹاف کی کمی ہے اور آپ کا سٹاف نہیں پہنچا جبکہ عمارتیں وہاں پر موجود ہیں تو آپ ان سے ضلع اور حلقہ wise مکمل رپورٹ لے کر ان کی S.N.Es کروائیں تو یہی بات بہتر رہے گی۔

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر 392 سکولوں کی S.N.Es کی approval ہمیں اس مہینے میں ملنی ہے تو میں دیکھ لیتا ہوں کہ اس میں ان کا سکول بھی ہے۔۔۔

جناب سپیکر: ہمارے حلقے کے بچوں کا بھی خیال کرنا ہے۔

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جی، بہتر۔

جناب سپیکر: اگلا سوال جناب وسیم قادر صاحب کا ہے۔

جناب وسیم قادر: شکریہ۔ جناب سپیکر! میرے سوال کا نمبر 2103 ہے۔ جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

لاہور گورنمنٹ قادریہ سکول نیوکرول کا رقبہ ودیگر تفصیلات

*2103: جناب وسیم قادر: کیا وزیر سکولز ایجوکیشن از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) گورنمنٹ قادریہ سکول نیوکرول یوسی۔37 واہگہ ٹاؤن کا کل کتنا رقبہ ہے؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ گورنمنٹ قادریہ سکول کی اراضی پر بااثر لوگ قابض ہیں؟

(ج) کیا حکومت گورنمنٹ قادریہ سکول نیوکرول کی جگہ قابض لوگوں سے خالی کرواکر بچوں کے لئے گراؤنڈ بنانے کا ارادہ رکھتی ہے یا نہیں؟

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) رقبہ ایک کنال 14 مرلے ہے۔

(ب) سکول کرایہ کی عمارت میں چل رہا ہے، سکول کی اراضی پر کسی کا قبضہ نہ ہے۔

(ج) سکول کرایہ کی عمارت میں چل رہا ہے، اس لئے گراؤنڈ نہیں بنایا جا سکتا۔ سکول پر لوگوں کا قبضہ نہ ہے۔

جناب وسیم قادر: جناب سپیکر! جز(ب) میں سوال تھا کہ "کیا یہ درست ہے کہ گورنمنٹ قادریہ سکول کی اراضی پر بااثر لوگ قابض ہیں"؟ جواب میں کہا گیا ہے کہ "سکول کرائے کی عمارت میں چل رہا ہے اور سکول کی اراضی پر کسی کا قبضہ نہ ہے"۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ محکمہ کسے کرایہ ادا کر رہا ہے اور زمین کا مالک کون ہے؟

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! میرے پاس اس کا جواب نہیں ہے۔ میں انہیں پتا کر کے بتا سکتا ہوں کہ زمین کا مالک کون ہے اور کرایہ کسے ادا کیا جا رہا ہے۔

جناب وسیم قادر: جناب سپیکر! میں نے ریونیو ریکارڈ چیک کیا ہے اور انہیں بتا دیتا ہوں کہ زمین کے مالک کا نام محمد اسحاق ولد محمد ابراہیم ہے اور کرایہ حمید اشفاق کو ادا کیا جا رہا ہے جبکہ محکمہ اکتوبر 2010 تک کرایہ دے بھی چکا ہے۔ میں اسی لئے کہنا چاہتا ہوں کہ اس سکول پر قبضہ کیا ہے چونکہ میں نے یہاں کا visit کیا ہے اور منسٹر صاحب بھی اس علاقے کو بڑی اچھی طرح جانتے ہیں تو زمین کا مالک ملک سے باہر ہے جو مجھے 2008 میں ملا تو اس نے اعتراض کیا تھا کہ زمین میری ہے لیکن مجھے پیسے نہیں مل رہے کسی اور شخص نے اٹارنی وغیرہ بنا کر زمین پر قبضہ کیا ہوا ہے تو کیا وزیر موصوف ارادہ رکھتے ہیں کہ اگر میں زمین کے مالک سے بات کروں تو یہ اسے کرایہ دیں گے یا پھر قبضہ مافیا سے جگہ واپس لیں گے؟

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! میرے علم میں یہ بات نہیں تھی اور میرے معزز ممبر نے ابھی بتایا ہے کیونکہ یہ ان کی constituency ہے۔ ہم اس matter کو فوری طور پر take up کرتے ہیں۔ ہمارے سیکرٹری سکولز بھی یہاں بیٹھے ہیں میں ان کو بھی کہوں گا کہ اس matter کو فوری طور پر take up کیا جائے۔ انشاء اللہ ہم ان کو کل ہی بتائیں گے کہ کیا وجہ ہے کہ original کرایہ دار کو کرایہ کیوں نہیں مل رہا ہے؟

جناب وسیم قادر: شکریہ

جناب سپیکر: جی، حاجی ذوالفقار صاحب!

حاجی ذوالفقار علی: جناب سپیکر! ایسے کافی سکول ہیں جو کرائے پر ہیں۔ میں overall پنجاب کی بات کر رہا ہوں اور خاص طور پر میرے اندرون شہر میں ایسے کرایہ کے سکول ہیں کہ کرایہ دار نے دو

portion بنائے ہوئے ہیں، اسی سکول میں وہ رہ بھی رہا ہے اور اسی میں پڑھائی بھی ہو رہی ہے۔ جب یہ کل جواب دیں گے تو kindly اس چیز کو بھی اس میں ضم کر لیں۔

جناب سپیکر: آپ کسی سکول کا نام بتائیں۔

حاجی ذوالفقار علی: جناب سپیکر! میں اپنے حلقے کی بات کر رہا ہوں۔ وہاں پر کافی سکول ہیں۔

جناب سپیکر: آپ ان کو لکھ کر دیں کہ یہ، یہ سکول ہیں اس کے بعد منسٹر صاحب پتا کر کے بتائیں گے۔

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! ان کا یہ fresh question بنتا ہے۔ یہ حلقے کے بارے میں پوچھنا چاہیں یا پورے پنجاب کے بارے میں پوچھنا چاہیں اس کے لئے یہ سوال جمع کرا دیں ہم اس کی پوری detail دے دیں گے۔

جناب سپیکر: چلیں، ٹھیک ہے۔ اگلا سوال محترمہ طلعت یعقوب کا ہے۔

محترمہ طلعت یعقوب: جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 2185 ہے۔

جناب سپیکر: کیا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے؟

محترمہ طلعت یعقوب: جناب سپیکر! اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

لاہور۔ ایم سی جونیئر ماڈل گرلز سکول شالامار ٹاؤن کے مسائل

*2185: **محترمہ طلعت یعقوب:** کیا وزیر سکولز ایجوکیشن از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ایم سی جونیئر ماڈل گرلز سکول شالامار ٹاؤن لاہور میں ٹیچرز کی چند اسامیاں خالی پڑی ہیں جس کی وجہ سے طالبات کا کافی نقصان ہو رہا ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ سکول کے کمروں کی مرمت درکار ہے، بارش کی وجہ سے کمروں کے سامنے گراؤنڈ میں پانی کھڑا ہو جاتا ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ سکولوں میں خاکروب کی تعیناتی نہ ہونے کی وجہ سے سکول میں جگہ جگہ گندگی کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں؟

(د) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مذکورہ سکول میں ٹیچرز کی تعیناتی، خاکروب کی تعیناتی اور کمروں وغیرہ کی مرمت کروانے کو تیار ہے، اگر ہاں تو کب تک، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) مذکورہ سکول CDGL جونیئر ماڈل گرلز سکول شالامار کو، گورنمنٹ کشمیر گرلز ہائی سکول شالامار ٹاؤن لاہور میں ضم کر دیا گیا اس سکول کا نیا نام گورنمنٹ ہائی سکول شالامار ٹاؤن لاہور رکھ دیا گیا ہے۔(یہ بلڈنگ جونیئر ماڈل سکول CDGL کی ہے جو کہ 10 کنال کے رقبے پر مشتمل ہے جس میں 19 کمرے ہیں) جس کا نوٹیفکیشن نمبر I-19929B بتاریخ 2007-10-30 کا پی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) درست نہ ہے۔ بلکہ مذکورہ سکول میں مزید development کی گئی ہے لہذا کمروں کے سامنے پانی وغیرہ نہیں کھڑا ہوتا۔

(ج) درست نہ ہے جبکہ پرائیویٹ خاکروب سے صفائی کا کام لیا جاتا ہے اور جلد ہی نئی بھرتی میں مستقل خاکروب تعینات کر دیا جائے گا۔

(د) درست نہ ہے۔ جز (الف) کی روشنی میں مزید وضاحت کی ضرورت نہ ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

محترمہ طلعت یعقوب: جناب سپیکر! جواب کے جز (ب) میں کہا گیا ہے کہ "ایم سی جونیئر ماڈل گرلز سکول شالامار ٹاؤن لاہور میں مزید development کی گئی ہے۔ لہذا کمروں کے سامنے پانی وغیرہ نہیں کھڑا ہوتا" میرا اس بارے میں ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا سکول کے احاطہ میں مٹی وغیرہ ڈال کر اونچا کیا گیا ہے کیونکہ صحن میں ابھی بھی بارش کا پانی کھڑا ہو جاتا ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر موصوف!

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! جب بارشیں ہوتی ہیں تو اکثر جگہوں پر پانی کھڑا ہو جاتا ہے۔ ہم نے وہاں سے جو رپورٹ لی ہے اس کے مطابق اِس وقت سکول میں پانی کھڑا نہیں ہے۔ چونکہ بارشوں میں ہر جگہ پانی کھڑا ہو جاتا ہے تو شاید بارشوں میں وہاں پر بھی پانی کھڑا ہو جاتا ہو۔ ابھی فی الحال وہاں پانی نہیں کھڑا ہے۔

محترمہ طلعت یعقوب: جناب سپیکر! جز (ج) میں کہا گیا ہے کہ "جلد ہی نئی بھرتی میں مستقل خاکروب تعینات کر دیا جائے گا" اس بارے میں ضمنی سوال یہ ہے کہ اس سکول میں کب تک خاکروب بھرتی کر دیا جائے گا؟

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! میں نے پہلے بھی ایک سوال کے جواب میں بتایا ہے کہ ہم گرمیوں کی چھٹیوں میں recruitments کا process کرتے ہیں۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ سیلاب کی وجہ سے ہمارا recruitments کا process slow down ہوا ہے۔

جناب سپیکر: اگلا سوال سید حسن مرتضیٰ کا ہے۔۔ موجود نہیں ہیں۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! On his behalf (معزز ممبر نے سید حسن مرتضیٰ کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا۔)

جناب سپیکر: سوال نمبر بولیں۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! سوال نمبر 2196 ہے۔

جناب سپیکر: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے؟

محترمہ ساجدہ میر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

لاہور شہر میں غیر ملکی یونیورسٹی / بورڈ سے الحاق شدہ پرائیویٹ سکولز کی تعداد و دیگر تفصیلات

*2196: سید حسن مرتضیٰ: کیا وزیر سکولز ایجوکیشن از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) لاہور شہر کی حدود میں ایسے پرائیویٹ سکولز کی تعداد کتنی ہے جو کہ غیر ملکی یونیورسٹی / بورڈ سے الحاق شدہ ہیں، ان کے نام اور ان کی برانچز کس کس جگہ قائم ہیں؟

(ب) ان سکولز میں کس کس لیول تک کی تعلیم دی جاتی ہے؟

(ج) کیا ان سکولز پر محکمہ تعلیم حکومت پنجاب کے قواعد و ضوابط apply کرتے ہیں؟

(د) کیا ان سکولز میں زیر تعلیم طالب علموں سے جو فیس وصول کی جاتی ہے اس کی تفصیل حکومت کے پاس ہے تو کلاس وار طالب علموں سے جو فیس وصول کی جاتی ہے، تفصیل بتائیں؟

(ہ) کیا یہ درست ہے کہ حکومت پنجاب کے سرکاری سکولز اور کالجز میں زیر تعلیم تین بھائیوں / بہنوں کو ایک کی فیس معاف ہوئی ہے؟

(و) کیا ان پرائیویٹ سکولز میں بھی یہ سہولت حاصل ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) تقریباً 27 سکول جو غیر ملکی یونیورسٹی / بورڈ سے الحاق شدہ ہیں ان کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) بعض سکولز میں "O"Level اور بعض سکولز میں "A"اور "O"Level کی اکٹھی تعلیم دی جاتی ہے۔

(ج) جی ہاں۔ان سکولز کو محکمہ تعلیم کے ساتھ رجسٹریشن کروانالازمی ہے۔سرکاری قواعد وضوابط صرف رجسٹریشن کی حد تک ہیں جو کہ Punjab Educational Institutions (Promotion & Regulation) Ordinance and Rules,1984 کے مطابق ہے۔

(د) ان سکولز میں زیر تعلیم طالب علموں سے جو فیس وصول کی جاتی ہے اس کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔لیکن یہ امر سکول اور طالب علموں کے درمیان ہے۔

(ہ) جی ہاں۔سرکاری سکولز میں زیر تعلیم تین بھائیوں / بہنوں میں سے ایک کی فیس معاف ہوتی ہے۔

(و) بعض پرائیویٹ سکولز خونی رشتہ کی بنیاد پر 5 سے 25 فیصد فیس کم کر دیتے ہیں۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا ان پرائیویٹ سکولوں میں تعلیمی نصاب گورنمنٹ کے سکولوں کے ساتھ یکساں ہے، کوئی ایسی اتھارٹی ہے جو ان کی فیسیں چیک کر سکے؟ تعلیم میں طبقاتی تفریق کا نظام بن رہا ہے کیونکہ کئی پرائیویٹ سکولوں میں چالیس چالیس ہزار روپے ماہانہ فیس ہے ان کو کیسے چیک کیا جا سکتا ہے کیونکہ وہ اپنی مرضی سے فیسیں بڑھا لیتے ہیں اس لئے میں پوچھنا چاہتی ہوں کہ ان کو چیک کرنے کے لئے حکومت کوئی اتھارٹی مقرر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

جناب سپیکر: جی۔

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! میں پہلے یہ بتانا چاہوں گا کہ یہ حسن مرتضیٰ صاحب کا سوال ہائر ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ سے related تھا مگر یہ "سکول" کی طرف آ گیا کیونکہ یونیورسٹی اور بورڈ ہائر ایجوکیشن کے under آتے ہیں۔

جناب سپیکر: چلیں، آپ "سکول" کی بات بتادیں۔

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! O Level, A Level کے سلیبس کے امتحانات چونکہ باہر کے ممالک کے اداروں کے مطابق ہوتے ہیں لہذا اس حوالے سے ان کا سلیبس ہوتا ہے۔ دوسری بات جو انہوں نے فیسوں کے حوالے سے پوچھی ہے تو اس کے متعلق موجودہ اجلاس میں بات بھی ہوئی ہے۔ ہم پنجاب میں Regulatory Authority بنانا چاہ رہے ہیں تاکہ پرائیویٹ سکولوں کی فیسیں اور معاملات کنٹرول کر سکیں۔ اُس وقت قائم مقام سپیکر نے ایک کمیٹی بھی constitute کر دی تھی اور جب اجلاس ختم ہو گا تو ہم انشاء اللہ تعالیٰ اس کی باقاعدہ ایک میٹنگ کر کے اس مسئلے کو حل کریں گے۔ چونکہ تمام ممبران چاہ رہے ہیں کہ پرائیویٹ سیکٹر کو کنٹرول کرنا چاہئے اور ہم آپ کو انشاء اللہ اس کی رپورٹ بھی دیں گے۔

جناب سپیکر: جی، شیر علی صاحب!

جناب شیر علی خان: جناب سپیکر! جواب کے جز(ج) میں کہا گیا ہے کہ "ان سکولوں کو محکمہ تعلیم کے ساتھ رجسٹریشن کروانا لازمی ہے۔ سرکاری قواعد و ضوابط صرف رجسٹریشن کی حد تک ہیں۔" میرا سوال یہ ہے کہ رجسٹریشن کے بعد کیا گورنمنٹ کا ان پر کسی قسم کا کوئی چیک نہیں ہوتا اس کے ساتھ انہوں نے جو detail دی ہے ایک سکول شوئے فات(choueifat) انٹرنیشنل ہائر سکینڈری سکول کی فیس ڈالروں میں لکھی ہوئی ہے۔ یہ فیس 4125 ڈالر ہے اور کیا پاکستان میں ڈالروں میں فیس چارج کرنے کی اجازت ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر سکولز ایجوکیشن!

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! Punjab Educational Institutions Promotion and Regulation Ordinance and Rules 1984 کے تحت یہ ادارے ہمارے پاس رجسٹرڈ ہوتے ہیں۔ میں نے اُس دن بھی یہاں بتایا تھا کہ 1984 کے ایکٹ کے مطابق ہمارے پاس اتنی گنجائش نہیں ہے کہ ہم اُن کی فیسیں چیک کر سکیں۔ اُنہوں نے ہمارے پاس صرف ایک رجسٹریشن کروانی ہوتی ہے، اس رجسٹریشن کی ایک nominal سی فیس ہے اور وہ یہ فیس حکومت پنجاب کو ادا کر کے اپنے ادارے کو رجسٹرڈ کرواتے ہیں اسی لئے ہم اس ایوان میں قانون سازی کر کے ایک نیا قانون لانا چاہتے ہیں۔ جب یہ ایکٹ 1984 میں بنا تھا تو اس وقت پرائیویٹ سیکٹر اتنا grown نہیں تھا لیکن اس وقت ہمارے شہروں میں پرائیویٹ ادارے بہت زیادہ ہو گئے ہیں جبکہ

گورنمنٹ اداروں کی تعداد کم ہے اور special سکولوں کی side پر، اگر میں صرف لاہور کا ہی بتاؤں تو اس وقت لاہور میں 1350 پبلک سیکٹر سکول ہیں اور چھ ہزار کے قریب پرائیویٹ سیکٹر سکول ہیں اس لئے یہ بہت ضروری ہے کہ ہم پرائیویٹ سیکٹر کو ایک Regulatory Authority کے تحت کنٹرول کریں تو اس کے لئے ہمیں legislation کرنی پڑے گی کیونکہ 1984 کا ایکٹ بہت پرانا ہو گیا ہے۔

جناب سپیکر: ان کے سوال کے کچھ حصے کا جواب ابھی نہیں آیا۔

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! انہوں نے ڈالر کے حوالے سے بات کی تھی۔ جو ادارے یہاں کام کر رہے ہیں وہ چونکہ internationally chains کے institutes ہیں جو یہاں کام کر رہے ہیں اس لئے وہ ڈالروں میں فیس لے سکتے ہیں۔

جناب سپیکر: اگلا سوال بھی سید حسن مرتضیٰ کا ہے۔۔۔ وہ تشریف نہیں رکھتے لہذا یہ dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال جناب محمد نوید انجم کا ہے۔۔۔ وہ نہیں ہیں لہذا یہ dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال بھی جناب محمد نوید انجم کا ہے۔۔۔ موجود نہیں ہیں یہ بھی dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال مسز ناظمہ جواد ہاشمی کا ہے۔۔۔ موجود نہیں ہیں، اس سوال نمبر 2327 کو dispose of کیا جاتا ہے۔ اب اگلا سوال وسیم قادر صاحب کا ہے۔ سوال نمبر بولئے گا۔

جناب وسیم قادر: جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 2383 ہے۔ جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

لاہور-قادریہ گرلز پرائمری سکول یو سی۔37 کے مسائل و دیگر تفصیلات

*2383: جناب وسیم قادر: کیا وزیر سکولز ایجوکیشن از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ قادریہ گرلز پرائمری سکول یو سی۔37 واہگہ ٹاؤن لاہور کرایہ کی انتہائی خستہ حال عمارت میں قائم کیا گیا ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس سکول کی عمارت کو عرصہ دراز سے مرمت نہیں کروایا گیا اور اس کے گرنے کا خطرہ بھی ہے؟

(ج) کیا محکمہ اس سکول کو گورنمنٹ بوائز ہائی سکول نیو کرول کے سامنے سرکاری اراضی پر منتقل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، اگر نہیں تو کیوں؟

وزیر سکولزایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) درست ہے کہ گورنمنٹ قادریہ گرلز پرائمری سکول یو سی۔37واہگہ ٹاؤن کرایہ کی عمارت میں چل رہاہے لیکن عمارت خستہ حال نہ ہے۔

(ب) سکول کرایہ کی عمارت میں چل رہاہے، عمارت بالکل درست ہے اسکے گرنے کا کوئی خطرہ نہ ہے۔

(ج) گورنمنٹ بوائز ہائی سکول نیو کرول لاہور کینٹ کے سامنے دوکنال سے زائد سرکاری پلاٹ ہے جس کا سکول سے نصف کلومیٹر کا فاصلہ ہے مذکورہ زمین محکمہ تعلیم کے نام منتقلی کے لئے کیس محکمہ ریونیو ڈیپارٹمنٹ بھیج دیا گیا ہے۔اگر مذکورہ زمین کی ملکیت محکمہ تعلیم حکومت پنجاب کو منتقل کر دی جائے تو محکمہ تعلیم اس پر سکول تعمیر کر دے گا۔

جناب وسیم قادر: جناب سپیکر! میں جواب سے مطمئن ہوں۔

جناب سپیکر: اگلا سوال محترمہ نگہت ناصر شیخ صاحبہ کا ہے۔سوال نمبر بولیے گا۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 2465 ہے۔

پی پی۔147کارپوریشن کے سکولز کی تفصیلات

*2465: محترمہ نگہت ناصر شیخ: کیاوزیر سکولزایجوکیشن ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

حلقہ پی پی۔147 میں کارپوریشن کے کتنے گرلز و بوائز سکولز کہاں کہاں واقع ہیں، ان کی تفصیل فراہم کی جائے؟

وزیر سکولزایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

حلقہ پی پی۔147لاہور سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ لاہور کے کل چار سکول ہیں جن میں تین بوائز اور ایک گرلز سکول ہے ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

1۔ سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ بوائز پرائمری سکول مسجد تاج دین مغل پورہ لاہور۔

2۔ سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ بوائز مڈل سکول نیو گڑھی شاہو لاہور۔

3۔ سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ جونیئر ماڈل سکول نمبر2 مصطفےٰ آباد لاہور۔

4۔ سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ گرلز پرائمری سکول باجالائن لاہور۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! جناب منسٹر صاحب اس سوال کا پہلا جز ذرا پڑھ دیں۔

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! حلقہ پی پی۔147 لاہور سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ لاہور کے کل چار سکول ہیں جن میں تین بوائز اور ایک گرلز سکول ہے ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

1۔ سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ بوائز پرائمری سکول مسجد تاج دین مغل پورہ لاہور۔
2۔ سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ بوائز مڈل سکول نیو گڑھی شاہو لاہور۔
3۔ سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ جونیئر ماڈل سکول نمبر 2 مصطفےٰ آباد لاہور۔
4۔ سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ گرلز پرائمری سکول باجالائن لاہور۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! یہ جواب بالکل غلط ہے کیونکہ سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کے صرف چار سکول نہیں بلکہ تقریباً اُن کی تعداد 17 کے قریب ہے۔ میرا منسٹر صاحب سے سوال یہ ہے کہ کیا ایم سی جونئیر ماڈل سکول علامہ اقبال روڈ لاہور، ڈسٹرکٹ بوائز مڈل سکول عالم ماڈل جمیل آباد سٹی گورنمنٹ کے نہیں ہیں؟

جناب سپیکر: جی، وزیر موصوف!

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! میں یہ چیک کروالیتا ہوں کیونکہ یہاں پر جو details آئی ہیں وہ سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کے حوالے سے محکمہ نے ان کی تفصیلات دی ہیں لیکن معزز ممبر فرما رہی ہیں کہ حلقہ پی پی۔147 میں اور سکولز بھی ہیں جو ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کے under آتے ہیں تو ہم اس کو چیک کر لیتے ہیں۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! اگر ڈیپارٹمنٹ نے غلط جواب دیا ہے۔۔۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحب! کیا ڈیپارٹمنٹ سوکر جواب دیتا ہے؟

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! اگر ڈیپارٹمنٹ نے غلط جواب دیا ہے تو آپ کو اس کی تفصیل بتاؤں گا کہ جواب غلط دیا گیا ہے یا یہاں printed error ہے یا محکمے کی طرف سے ہاؤس کو proper جواب نہیں بھیجا گیا تو اس کے خلاف انشاءاللہ آپ کے حکم کے مطابق کارروائی کی جائے گی۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ:جناب سپیکر!آپ یہ دیکھیں کہ کہاں 17 سکولز اور کہاں 4 سکولز ؟اگر ایک دو کا فرق ہوتا تو کہتے کہ چلیں وہ غلطی سے رہ گیا ہے لیکن آپ یہ دیکھیں کہ کس طرح مختصر جواب دیا گیا ہے اور تفصیل میں صرف ان کے نام دے دیئے گئے ہیں جبکہ میں نے وہاں پر جو بنیادی سہولیات ہیں ان کے متعلق پوچھا تھا۔

جناب سپیکر:جی،اگلا سوال بھی آپ کا ہے؟

محترمہ نگہت ناصر شیخ:جناب سپیکر!پہلے اس کا تو کچھ بتائیں کہ کیا ہو گا؟اس سوال کو تو مکمل ہونے دیں۔

جناب سپیکر:جی،وہ کہہ رہے ہیں کہ میں اس کی تحقیق کرتا ہوں اگر انہوں نے غلط جواب دیا ہے تو میں ان کے خلاف actionلوں گا۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ:جناب سپیکر!تو پھر اس سوال کو pendingفرمادیں۔

جناب سپیکر:نہیں،آپ وہ علیحدہ لے کر آئیں گی۔

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):جناب سپیکر!میں نے یہ عرض کی ہے کہ اگر کسی بھی وجہ سے جس طرح معزز ممبر فرمارہی ہیں کہ ہاؤس میں غلط جواب بھیجا گیا ہے تو اس کی تفصیل لے کر میں کل ایوان میں پیش کروں گا۔

جناب سپیکر:چلیں!ٹھیک ہے۔اگلا سوال بھی آپ کا ہے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ:جناب سپیکر!میرا سوال نمبر 2501 ہے۔جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر:جی،جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

لاہور 2007 کے دوران اساتذہ کو ٹریننگ دینے کی تفصیلات

*2501: **محترمہ نگہت ناصر شیخ**:کیا وزیر سکولز ایجوکیشن ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) لاہور میں سال 2007 کے دوران کتنے سکولوں میں اساتذہ کو ٹریننگ دینے کے لئے تربیتی ورکشاپ کا انتظام کیا گیا؟

(ب) سال 2007 کے دوران جن سکولوں میں اساتذہ کو ٹریننگ دی گئی ان سکولوں کے نام بتائیں؟

(ج) اساتذہ کی تربیتی ورکشاپ کا انتظام کون کرتا ہے نیز سال 2007 کے دوران کس نے اساتذہ کی تربیتی ورکشاپ کا انتظام کیا؟

(د) سال 2007 کے دوران اساتذہ کی تربیتی ورکشاپ پر کل کتنی رقم خرچ کی گئی نیز خرچ کی گئی رقم کس نے فراہم کی تفصیل فراہم کی جائے؟

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) لاہور میں سال 2007 کے دوران 58 سکولوں میں اساتذہ کی تربیت کا انتظام کیا گیا۔

(ب) سال 2007 کے دوران جن سکولوں میں اساتذہ کو ٹریننگ دی گئی ان کی تفصیل ضمیمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) اساتذہ کی تربیتی ورکشاپ کا انتظام ڈائریکٹوریٹ آف سٹاف ڈویلپمنٹ لاہور کرتا ہے۔

(د) سال 08۔2007 میں ٹیچر ٹریننگ پر خرچ کی جانے والی رقم 1039.945 ملین روپے ہے۔ حکومت پنجاب کی طرف سے فراہم کی جانے والی رقم 138.73 ملین روپے UNICEF کی طرف سے فراہم کی جانے والی رقم 1.215 ملین روپے ہے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! آپ میرے اس سوال کے جز (ج) میں دیکھ لیں کہ جو میں نے جز (د) میں رقم پوچھی تھی کہ ٹیچرز ٹریننگ پر کتنی رقم خرچ ہوئی، اس کے جواب میں جو رقم انہوں نے بتائی جو کہ 08-2007 میں رقم ملین میں لکھی ہے اور وہ تقریباً ایک ارب روپے کے قریب بنتی ہے لیکن اس میں حکومت پنجاب کا جو حصہ ہے وہ تقریباً ساڑھے تیرہ کروڑ روپے بنتا ہے اور UNICEF کی طرف سے جو رقم انہوں نے درج کی ہے وہ میرے حساب سے 12 لاکھ 15 ہزار روپے بنتی ہے۔ اب آپ اس کی جو کل رقم ہے اس کو دیکھ لیں اور اس کو جمع کر لیں تو یہ کتنا فرق بنتا ہے؟

جناب سپیکر: جی، break up دیکھیں۔

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! میرے پاس جو محکمہ کی طرف سے جواب ہے اس میں محترمہ درست فرما رہی ہیں کہ 1039.945 ملین روپے رقم لکھی گئی جو ٹیچرز ٹریننگ پر 08-2007 میں خرچ کی گئی تھی اور حکومت پنجاب کی طرف سے فراہم کی جانے والی رقم 138.73 ملین روپے اور UNICEF کی طرف سے فراہم کی جانے والی رقم 1.215 ملین روپے ہے۔

جناب سپیکر: اس کو ذرا جمع کر کے دیکھیں کہ کتنی بنتی ہے؟

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! 139.945 ملین روپے بنتی ہے۔

جناب سپیکر: باقی کہاں گئی؟

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! یہ clerical mistake ہو سکتی ہے۔

جناب سپیکر: جی، یہ clerical mistake کہہ رہے ہیں۔ ان کو اس بات پر معاف کر دیں۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! آپ یہ دیکھیں کہ اتنی بڑی رقم کا معاملہ ہے اور اس کو clerical mistake کہنا مناسب ہے؟ کیا یہ واقعی ٹیچرز کی ٹریننگ پر خرچ ہوئی ہے اور ٹرانسپورٹ پر اس میں سے کتنا خرچ ہوا ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر موصوف!

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! معزز ممبر جو ٹرانسپورٹ کے بارے میں پوچھ رہی ہیں اس وقت میرے پاس تفصیل تو نہیں ہے کیونکہ جو انہوں نے پوچھا تھا اس کا جواب ہم نے ان کو دے دیا ہے۔ اگر یہ معزز ممبر ٹرانسپورٹ کی تفصیل چاہ رہی ہیں تو یہ نیا سوال بنتا ہے۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ!

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! جن اساتذہ کو ٹریننگ دی گئی ہے اور اتنی خطیر رقم خرچ بھی کی گئی ہے تو ان سکولوں کے رزلٹ پر کیا اثرات ہوئے؟

جناب سپیکر: جی، آپ نے ضمنی سوال سنا ہے تو آپ اس کا جواب بتائیں۔

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! Directorate Staff Development کے under ہمارے Teachers Training Institutes ہیں اس کے تحت پورے پنجاب میں 33 کالج بھی ہیں جہاں پر ہم ٹیچرز کو trained کرتے ہیں اور ٹیچرز trained کر کے سکولوں میں بھیجتے ہیں تو وہاں پر سکول کی performance بہتر ہوتی ہے۔ جہاں تک mistake کا معاملہ ہے تو میں پھر کہوں گا کہ ہم اس کو چیک کر لیتے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: نہیں، وہ پوچھ رہی ہیں کہ پہلے کی نسبت کتنی بہتری آئی ہے تو وہ آپ overall بتا دیں۔

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! پہلے کی نسبت بہتری آئی ہے اور جب ہم ٹیچرز trained کر کے سکولوں میں بھیجتے ہیں تو ان کے results بہتر ہوتے ہیں۔ اگر معزز ممبر اس کی تفصیل چاہ رہی ہیں تو overall ان کا fresh question بنتا ہے۔ ہم جن ٹیچرز کو جن institutes سے لے کر آئے اور جب وہ ان institutes میں واپس گئے۔۔۔

جناب سپیکر: جی، fresh question کی بات نہیں ہے یہ تو general knowledge کی بات ہے۔

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! ہمارے سکولوں کے results overall بہتر ہوئے ہیں۔ اس میں اگر یہ تفصیل چاہ رہے ہیں۔۔۔

MR.SPEAKER: My dear you are the In-charge Minister, you should know.

آپ اس میں کتنے فیصد بہتری لے کر آئے ہیں یہ تو آپ کو خود پتا ہونا چاہیئے؟

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! اس میں کافی بہتری آئی ہے اور percentage کے حساب سے میرے پاس اس وقت exact figures نہیں ہیں۔

جناب سپیکر: چلیں، ٹھیک ہے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! یہ صرف مجھے لاہور بورڈ کا رزلٹ بتا دیں کہ پہلے کتنے فیصد تھا اور اب کتنے فیصد ہے؟

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! It is not a relevant question.

جناب سپیکر: جی، آپ اس کو چھوڑیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ چودھری علی اصغر منڈا صاحب! آپ گوہر افشانی فرمائیں۔

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): شکریہ۔ تقریباً آپ نے پانچ چھ موقعوں کے بعد مجھے اجازت دی ہے تو میں آپ کا زیادہ مشکور ہوں۔ اس میں میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ یہ 139 ملین روپے کی

ایڈیشنل رقم تربیتی ورکشاپوں میں خرچ کی گئی ہے تو کیا یہ سرکاری سٹاف پر خرچ ہوئی ہے یا NGOs کو ادا کی گئی ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر موصوف!

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! ہمارے پاس گورنمنٹ کے institutes میں موجود سرکاری ٹیچرز پر یہ رقم خرچ کی گئی ہے اور یہ صرف اور صرف گورنمنٹ کے اساتذہ کرام پر ہی خرچ کی جاتی ہے۔

جناب سپیکر: جی، اگلا سوال چودھری ظہیر الدین خان صاحب کا ہے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! میرے سوال کا جواب تو رہ گیا ہے۔

جناب سپیکر: جی، اب آپ کا کون سا سوال رہ گیا ہے؟

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! یہ اتنی بڑی رقم ٹیچرز ٹریننگ پر خرچ ہوئی ہے اور اس کے رزلٹ کے بارے آپ کو مجھ سے بہتر پتا ہے۔

جناب سپیکر: جی، وہ آپ کو بتا تو رہے ہیں۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! اس میں میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ یہ جو training دی جا رہی ہے اس کے بعد کیا محکمہ ان اساتذہ کو bound کرتا ہے کہ وہ اپنے سکولوں میں پڑھائیں یا وہاں پر تعلیم دیں یا انہوں نے اپنی اکیڈمیاں کھولی ہوئی ہیں؟

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! محکمہ اساتذہ کو bound کرتا ہے کہ وہ بہتر طریقے سے تعلیم دیں۔ ان کو training بھی اس لئے دی جاتی ہے کہ وہ واپس اپنے اداروں میں، سکولوں میں جا کر بہتر طور پر perform کر سکیں اور ہمارے بچوں اور بچیوں کو بہتر طور پر زیورِ تعلیم سے آراستہ کر سکیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے مجھ سے میٹرک کے لاہور بورڈ کا رزلٹ پوچھا تھا تو پچھلے سال گیارہ ہزار لوگوں کا A+ گریڈ تھا اور اس سال جو 2010 کا رزلٹ آیا تھا اس میں سترہ ہزار بچوں کا A+ گریڈ تھا۔

جناب سپیکر: جی، یہ اچھی بات ہے۔

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): اس میں Matric level پر improvement ہوئی ہے۔

جناب سپیکر: جی، آپ اسی طرح سب جگہ بہتری لائیں۔

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! اسی طرح ہمارے grade-5 اور grade-8 کے results میں بھی ہر سال بہتری آتی جا رہی ہے۔

جناب سپیکر: جی، وہ ایک بات اور پوچھ رہی ہیں کہ انہوں نے اپنی اکیڈمیاں کھولی ہوئی ہیں اس کا آپ کیا کر رہے ہیں؟

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب والا! ہو سکتا ہے کہ کئی اساتذہ نے اکیڈمیاں کھولی ہوں اور ظاہر ہے کہ جو اکیڈمیاں private sector میں کھلی ہوتی ہیں وہ ہمارے ہی مختلف اساتذہ کرام ہوتے ہیں جو private sector میں جا کر اکیڈمیاں کھول لیتے ہیں۔ اس میں یہی ہے کہ ہم اپنے طور پر توان کو discourage کرتے ہیں کہ اکیڈمیاں نہ کھولیں اور طلباء و طالبات کو بہتر طور پر پڑھایا جائے اور گورنمنٹ کے اداروں میں پڑھنے والے طلباء و طالبات کو ان اکیڈمیوں میں نہ جانا پڑے مگر یہ ایک مسئلہ ہے اور ہم کوشش کر رہے ہیں کہ اس کو کسی طرح سے ختم کیا جائے اس پر پہلے بھی ہماری کافی discussions ہو چکی ہیں کہ ان اکیڈمیوں اور ٹیوشن سنٹرز کو کیسے discourage کیا جائے۔

حاجی ذوالفقار علی: جناب سپیکر! میں ایک ضمنی سوال کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: آپ دو سوال پوچھ چکے ہیں اب میں آپ کو اجازت نہیں دوں گا، بڑی مہربانی۔ اب اگلا سوال چودھری ظہیر الدین صاحب کا ہے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! On his behalf. (معزز ممبر نے چودھری ظہیر الدین خان کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا۔)

جناب سپیکر: جی، سوال نمبر بولئے۔ آپ کا آگے کوئی سوال تو نہیں ہے؟

محترمہ سیمل کامران: نہیں، وہ بہت آگے ہے۔ سوال نمبر 2608 ہے۔ جواب کو پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔ جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

سکول کونسلوں کی کارکردگی و دیگر تفصیلات

*2608: چودھری ظہیر الدین خان: کیا وزیر سکولز ایجوکیشن از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت نے صوبہ میں واقع 63,000 سے زائد سرکاری سکولوں میں قائم سکول کونسلوں کی کارکردگی بہتر بنانے اور ممبران کی از سر نو تربیت کرنے کے لئے آٹھ کروڑ روپے مختص کئے ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ 2000 میں ان مینجمنٹ کمیٹیوں کا نام تبدیل کر کے سکول کونسل کا نام دے دیا گیا اس کے بعد یہ سکول کونسلیں غیر متحرک ہو گئیں اور ان کے قیام کے جو اغراض و مقاصد تھے وہ بھی پورے نہیں ہو سکے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ پنجاب میں چالیس ہزار سکول بغیر چار دیواری کے ہیں اور ہزاروں سکولوں میں واش روم تک نہیں جن میں طالبات کے سکول بھی ہیں؟

(د) مذکورہ حقائق کی روشنی میں کیا حکومت 8 کروڑ روپے کی رقم ممبران کی تربیت پر خرچ کرنے کی بجائے سکولوں میں بنیادی سہولتیں از قسم پانی، بجلی، گیس، لیبارٹری مع آلات، باتھ رومز اور چار دیواریوں پر خرچ کرنے کے لئے تیار ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) حکومت پنجاب کی طرف سے سکول کونسل استعداد کار پروگرام کے تحت جون 2007 میں 780.858 ملین روپے کی لاگت کے PC-1 کی منظوری دی گئی مگر ناگزیر وجوہ کی بنیاد پر جنوری 2010 کو PC-1 پر نظر ثانی کی گئی۔

نظر ثانی کے بعد PC-1 کی کل لاگت 974.736 ملین روپے نکلی جبکہ اس کا دائرہ 56552 سکولوں تک وسیع ہو گیا اس پراجیکٹ کے تحت یہ پروگرام تین مراحل میں مکمل ہو گا۔ ہر سکول کونسل کے لئے -/18,000 روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔ اس سلسلے کا پہلا مرحلہ مکمل ہو چکا ہے اور دوسرا مرحلہ رواں مالی سال میں زیر تکمیل ہے۔

(ب) یہ درست ہے کہ مینجمنٹ کمیٹیوں کا نام تبدیل کر کے سکول کونسل کا نام دے دیا گیا ہے تاہم یہ درست نہیں ہے کہ یہ سکول کونسلیں غیر متحرک ہو گئی ہیں۔ درحقیقت سکول کونسلوں کے ذریعے سرکاری سکولوں کے معاملات بہترین طریقے سے چلائے جا رہے ہیں۔ اسی بہتر کارکردگی کا نتیجہ ہے کہ چھ اضلاع میں شروع کئے جانے والے پائیلٹ پراجیکٹ کا دائرہ اب صوبہ کے تمام 36 اضلاع تک وسیع کیا جا رہا ہے۔

(ج) محکمہ تعلیم کے اکتوبر2009کے اعداد و شمار کے مطابق9,252سرکاری سکول بغیر چار دیواری کے ہیں جن کی تفصیل منسلکہ گوشوارہAایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے جبکہ 9,502 سرکاری سکولوں میں ٹائلٹ / واش روم کی سہولت میسر نہیں ہے۔ان میں2,843سکول طالبات کے ہیں جہاں ٹائلٹ کی سہولت موجود نہیں ہے۔ تفصیل منسلکہ گوشوارہ(بی)ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

نوٹ: مذکورہ بالا سکولوں میں مسجد مکتب، نان فنکشنل اور بغیر عمارت کے سکول شامل نہیں ہیں۔

(د) جہاں تک سرکاری سکولوں میں ضروری سہولیات کی فراہمی کا تعلق ہے اس کے لئے حکومت الگ اس فنڈز مختص کرتی ہے۔ سکول کونسلیں چونکہ سکولوں کے معاملات بہترین طریقے سے انجام دے رہی ہیں ایسے میں سکول کونسلوں کے فنڈز ضروری سہولیات کی فراہمی کے لئے مختص فنڈز میں ضم کرنے سے سکولوں کی کارکردگی بُری طرح متاثر ہو سکتی ہے جو کسی طور پر مناسب نہیں ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ سکولوں میں بنیادی سہولتوں کی فراہمی بھی اگر سکول کونسلوں کے ذریعے کی جائے تو اس کے نتائج مزید بہتر ہو سکتے ہیں۔

نوٹ: سکول کونسلوں کی Capacity Building ورلڈ بنک کے قرضے کی شرائط کے Disbursement Linked Indicators DLIs میں شامل ہے۔اس کے پروگرام میں ترمیم نہیں ہو سکتی۔

جناب سپیکر: جی، کوئی ضمنی سوال؟

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر!اگر منسٹر صاحب جز(الف) پر غور کر لیں تو اس میں انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ "حکومت پنجاب کی طرف سے سکول کونسل استعداد کار پروگرام کے تحت جون2007میں 780.858ملین روپے کی لاگت کی PC-1کی منظوری دی گئی مگر ناگزیر وجوہ کی بنیاد پر جنوری2010کو PC-1پر نظر ثانی کی گئی "۔ان سے یہ پوچھا گیا تھا کہ "کیا یہ درست ہے کہ حکومت نے صوبے میں 63,000 سے زائد سرکاری سکولوں میں سکول کونسل کی کارکردگی بہتر کرنے کے لئے آٹھ کروڑ روپے مختص کئے ہیں؟"ایک طرف تو یہ کہہ رہے ہیں کہ انہوں نے63000سکولوں کی کارکردگی کو بہتر کرنے کے لئے PC-1پر نظر ثانی کی ہے اور اس کا دائرہ وسیع کر دیا ہے جبکہ جو دائرہ وسیع کیا گیا ہے اس میں یہ سکولوں کی تعداد56552بتا رہے ہیں۔جہاں تک میں نے ریاضی پڑھا ہے تو56552 سکولوں کو

اگر آپ 63000 سکولوں میں سے minus کرتے ہیں تو 6500 سکولوں کا difference آتا ہے تو یہ تو دائرہ کم ہو رہا ہے۔محکمے نے یہ کیوں کہا ہے کہ دائرہ وسیع کیا گیا ہے اور یہ جو لکھا ہوا ہے کہ ناگزیر وجوہات تو وہ ناگزیر وجوہات کے بارے میں ذرا detail سے بتا دیں؟

جناب سپیکر: اصل بات تو یہی ہے کہ ناگزیر وجوہات کی بناء پر کیا گیا۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر!ان کے محکمے نے کہا ہے کہ انہوں نے PC-1 کو revised کیا تاکہ سکولوں کا دائرہ بڑھایا جائے تو 63000 سکولوں کی بجائے 56552 سکولوں سے انہوں نے دائرہ وسیع کیا ہے، یہ دائرہ تو کم ہوا ہے، وسیع کہاں سے ہو گیا؟

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! یہ ضمنی سوال نہیں ہے۔

محترمہ سیمل کامران: پھر یہ کیا ہے؟

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): یہ تقریر ہے۔

جناب سپیکر: .Please no cross talk پھر آپ کہیں گے کہ میرا نام لیتے ہیں۔

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر!ان کا سوال یہ تھا کہ "کیا یہ درست ہے کہ حکومت نے صوبہ میں واقع 63,000 سے زائد سرکاری سکولوں میں قائم سکول کونسلوں کی کارکردگی بہتر بنانے اور ممبران کی از سر نو تربیت کرنے کے لئے آٹھ کروڑ روپے مختص کئے ہیں؟" جواب میں سکولوں کی تعداد 56552 لکھی ہے اگر آپ اس پورے جواب کو دیکھیں تو اس میں کہیں یہ mentioned نہیں کیا گیا کہ ہم 63000 سکولوں کے درمیان سکول کونسل بنا رہے ہیں۔ 2010 میں جو PC-1 finalized کیا گیا اس میں 63000 میں سے 56552 سکولوں میں سکول کونسل بنانے کا گورنمنٹ نے ارادہ کیا جس کے لئے PC-1 کو finalize کیا گیا اور جو ہمارے پاس پرانی figures تھیں جن کی یہ بات کر رہی ہیں تو ان چھ ہزار سکولوں میں پہلے ہی سکول کونسلیں بنی ہوئی تھیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں اپنا سوال repeat کر دیتی ہوں۔ جز (الف) میں یہ سوال پوچھا گیا ہے کہ "کیا یہ درست ہے کہ 63000 سے زائد سرکاری سکولوں کے لئے آٹھ کروڑ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے؟" اگر وزیر موصوف صاحب اس کا جواب تفصیل سے پڑھ لیں تو انہوں نے یہ جواب دیا ہے کہ "حکومت پنجاب کی طرف سے سکول کونسل استعداد کار پروگرام کے تحت جون

2007 میں 780.858 ملین روپے کی لاگت کے PC-1 کی منظوری دی گئی مگر ناگزیر وجوہ کی بنیاد پر جنوری 2010 کو PC-1 پر نظر ثانی کی گئی۔"اس کا مطلب ہے کہ محکمے نے مانا، دوسرا آگے یہ کہہ رہے ہیں کہ نظر ثانی کے بعد PC-1 کی کل لاگت 974.736 ملین روپے نکلی جبکہ اس کا دائرہ 56552 سکولوں تک وسیع ہو گیا تو انہوں نے amount بڑھا کر دائرہ وسیع تو نہیں کیا، ایک سال نظر ثانی کرنے کے باوجود انہوں نے سکولوں کا دائرہ کم کیا ہے۔

جناب سپیکر: بھئی! ان کو ذرا اچھے طریقے سے بات سمجھائیں۔

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! یہ اس طرح ہے کہ پہلے ہمارا یہ سکول کونسل والا پروگرام چھ اضلاع میں چل رہا تھا۔ اب گورنمنٹ نے اس کا دائرہ وسیع کیا ہے۔ ہم چھ اضلاع سے انتیس اضلاع میں چلے گئے تو ان انتیس اضلاع کے سکولوں کی تعداد 56552 بنتی ہے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! اگر آپ اس سے satisfied ہیں تو آپ مجھے بتادیں کیونکہ میں تو اس جواب سے بالکل مطمئن نہیں ہوں۔ یہ ایک غلط جواب ہے۔

جناب سپیکر: وہ کہہ رہی ہیں کہ آپ کا جواب غلط ہے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! آپ کیا کہتے ہیں؟ آپ بتادیں اگر آپ کہتے ہیں کہ۔۔۔

جناب سپیکر: نہیں، آپ کہہ رہی ہیں، میں نہیں کہہ رہا۔

جناب محمد جمیل شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ یہ آپ سے متعلقہ سوال نہیں ہے۔ یہ سوال اُدھر سے ہے۔

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب والا! میں نے تو اس کی detail ان کو بتادی ہے کہ ہم چھ اضلاع سے انتیس اضلاع پر لے گئے ہیں۔ جس وقت 2007 میں یہ سوال آیا تھا پینتیس اضلاع تھے اب چھتیس اضلاع ہیں ان پر جائیں تو 63000 سکول بنتے ہیں اور چھ اضلاع میں already working ہو رہی ہے اور اگر ہم انتیس اضلاع میں آتے ہیں تو 56552 سکول بنتے ہیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! محکمے کو اس سوال کی تاریخ وصولی 14۔جنوری 2009 ہے اور اس کا جواب 8۔جنوری 2011 کو آیا ہے۔ یہ سوال کوئی 2007 میں نہیں پوچھا گیا۔ میں پھر پڑھ دیتی ہوں کہ "کیا یہ درست ہے کہ حکومت نے صوبہ میں واقع 63000 سے زائد سکولوں میں قائم سکول کونسل

کی کارکردگی بہتر بنانے اور ممبران کی از سرِ نو تربیت کے لئے آٹھ کروڑ روپے مختص کئے ہیں۔" Hon'able Minister نے ابھی یہ کہا کہ ایسا ہم نے کچھ نہیں کہا جبکہ جز (الف) کا جواب ان کے ڈیپارٹمنٹ نے جو دیا ہے اس میں وہ own کر رہے ہیں کہ "ہاں! یہ درست ہے۔"780.858 ملین روپے یہ تقریباً آٹھ ملین روپے ہی ہوتے ہیں تو پہلے محکمہ own کر رہا ہے پھر ساتھ ہی محکمہ یہ کہتا ہے کہ ہم نے ایک سال اس پراجیکٹ کو اس لئے روکے رکھا کہ ہم اس کا دائرہ وسیع کرنا چاہتے تھے لیکن 63000 سکولوں کی بجائے یہ 56552 سکول کر دیئے۔ میں مختصراً صرف یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ یہ دائرہ وسیع ہوا ہے یا کم ہوا ہے اور اگر کم ہوا ہے تو انہوں نے اس پر لاگت کیوں بڑھادی ہے اور صوبے پر مزید بوجھ کیوں ڈال دیا ہے اس کی وجہ بتائیں؟

جناب سپیکر: وہ کہہ رہے ہیں کہ پہلے یہ 63000 تھا اب یہ 56552 ہو گیا ہے تو آپ کہہ رہے ہیں کہ ہم نے اس کا دائرہ وسیع کیا ہے۔ اس کا فرق بتائیں کہ یہ کیوں ہو رہا ہے؟ یا تو آپ کی سمجھ میں نہیں آرہا یا ہماری سمجھ میں نہیں آرہا۔

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! میں اس کو explain کر رہا ہوں کہ پہلے اس کا دائرہ چھ اضلاع تک تھا اس میں چھ اضلاع کا PC-1 مختلف تھا۔ اب ہم اس کا دائرہ انتیس اضلاع پر لے کر آئے ہیں تو پھر انتیس اضلاع میں 56552 سکول بنتے ہیں اور اگر ہم اپنے پینتس اضلاع کے مطابق بات کریں جب اس project پر کام شروع ہوا تھا تو اس کے مطابق 63000 سکول بنتے ہیں۔ میں یہ simple سی چیز explain کر رہا ہوں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں ایک simple سی بات پوچھ رہی ہوں کہ 6500 سکولوں کو کم کر کے آپ ان کو بیس اضلاع میں لے جائیں، سو اضلاع میں لے جائیں مگر 6500 سکول کم ہو رہے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: اب انہوں نے rationalization کی بات کی ہے ناں!

محترمہ سیمل کامران: تو آپ دائرہ وسیع کیسے کر سکتے ہیں، کوئی چار پانچ سکول نہیں ہیں 6500 سکولوں کا difference ہے۔ اتنے سکولوں کو کم کر کے دائرہ وسیع کیسے ہو گیا؟

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب والا! میں پھر وہی کہوں گا کہ 63000 سکول پینتیس اضلاع میں تھے جو اب چھتیس اضلاع ہو گئے ہیں۔۔۔

محترمہ سیمل کامران: جناب والا! 6500 سکول ہیں۔

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب والا! 6500 سکول تو نہیں ہیں۔

محترمہ سیمل کامران: آپ difference calculate کر لیں۔

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب والا! چھ اضلاع میں 6500 سکول تھے جن میں already وہ پروگرام شروع ہو چکا تھا۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! ضمنی سوال کا وقت ختم ہو گیا ہے، ان سے کہیں کہ اتنا لمبا سوال نہ کیا کریں۔

جناب سپیکر: آپ کی مہربانی۔ اگلا سوال محترمہ انجم صفدر صاحبہ کا ہے! تشریف فرما ہیں؟۔۔۔ نہیں ہیں، dispose of کیا جاتا ہے۔

محترمہ انجم صفدر: جناب والا! میں آئی ہوئی ہوں۔

جناب سپیکر: تو پھر آپ بولتی کیوں نہیں ہیں؟

محترمہ انجم صفدر: جناب والا! میں کھڑی تو ہو گئی ہوں۔

جناب سپیکر: اچھا جی، فائدہ کیا ہوا؟

محترمہ انجم صفدر: جناب والا! mike on ہو تو میں بولوں۔

جناب سپیکر: اچھا ٹھیک ہے۔ سوال نمبر بولیں۔

محترمہ انجم صفدر: سوال نمبر 2642 ہے۔ اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ایم سی بوائز پرائمری سکول پیپلز کالونی نمبر 2 فیصل آباد کی عمارت کی تفصیلات

*2642: محترمہ انجم صفدر: کیا وزیر سکولز ایجوکیشن از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ایم سی بوائز پرائمری سکول پیپلز کالونی نمبر 2 فیصل آباد کی عمارت کب تعمیر ہوئی؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ مذکورہ سکول کی عمارت انتہائی پرانی اور بوسیدہ ہو چکی ہے اور یہ کسی بھی وقت زمین بوس ہو سکتی ہے؟

(ج) کیا حکومت مذکورہ سکول کی عمارت کی تعمیر و مرمت کا کوئی ارادہ رکھتی ہے، اگر ہاں تو کب تک اور نہیں تو کیوں؟

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) ایم سی بوائز پرائمری سکول پیپلز کالونی نمبر 2 فیصل آباد کی عمارت 1964 میں تعمیر ہوئی تھی۔

(ب) ہاں یہ درست ہے کہ سکول کی عمارت پرانی اور بوسیدہ ہے جس کے پیش نظر اس پرانی عمارت کو بند کر دیا گیا ہے اور طلباء کی کلاسز کو نئی عمارت میں شفٹ کر دیا گیا ہے۔

(ج) بوسیدہ عمارت کے علاوہ 4 نئے کمرے اور آفس برائے ہیڈ ماسٹر سال 2007 میں تعمیر ہو چکے ہیں جبکہ سکول ہذا میں طلباء کی تعداد 170 ہے جس میں فی کمرہ 40 طلباء بیٹھ سکتے ہیں جو سکول کی ضرورت کے مطابق بہت ہیں۔

جناب سپیکر: جی، کوئی ضمنی سوال؟

محترمہ انجم صفدر: جناب والا! اس سوال کے جواب جز(ب) میں لکھا ہے، ہاں یہ درست ہے کہ عمارت پرانی اور بوسیدہ ہے جس کے پیش نظر اس پرانی عمارت کو بند کر دیا گیا ہے اور طلباء کی کلاسوں کو نئی عمارت میں shift کر دیا گیا ہے۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اسی پرانی عمارت میں بچے آج بھی تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور اس عمارت میں پرائمری سکول کے بچے ہیں۔ یہاں پر جواب غلط دیا گیا ہے کہ بچوں کو نئی عمارت میں shift کر دیا گیا ہے۔ سکول تو وہیں پر موجود ہے، وہی عمارت ہے اس کی مرمت کرنے کی بجائے یہاں پر جواب دے دیا گیا ہے کہ نئی عمارت بنا دی گئی ہے، عمارت تو کوئی change نہیں کی گئی جبکہ پرائمری سکول وہیں پر موجود ہے، وہی عمارت بچوں کے استعمال میں ہے اور میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ مجھے اس کا غلط جواب کیوں دیا گیا ہے؟

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب والا! اس کی جو latest details ہیں وہ میں پڑھ دیتا ہوں کیونکہ جب اس سوال کا جواب یہاں پر بھیجا گیا تو اس کی different details تھیں اور جو میرے پاس ہیں وہ مختلف ہیں۔ میرے پاس جو تفصیلات ہیں اس میں یہ ہے کہ ایم سی بوائز پرائمری سکول پیپلز کالونی نمبر 2 فیصل آباد کی عمارت 1964 میں تعمیر ہوئی تھی۔ ہاں یہ درست ہے کہ سکول کی عمارت پرانی اور بوسیدہ ہے جس کے پیش نظر طلباء کی classes کو نئی عمارت میں شفٹ کر دیا گیا ہے۔ اس عمارت کی مرمت کے لئے ایم پی اے گرانٹ برائے missing facilities 2010-11 میں

رقم مختص کی گئی ہے ۔ کام جلد شروع ہو جائے گا، تفصیل ہذا (لف) ہے۔ای ڈی او فیصل آباد نے latest تفصیل جو ہمیں کل بھجوائی ہے میں ان کو provide کر دیتا ہوں۔

محترمہ انجم صفدر: جناب والا! چار نئے کمرے تعمیر ہوئے ہیں اور پرائمری سکول کی جو کلاسیں ہوتی ہیں وہ چھ ہوتی ہیں۔ وزیر تعلیم کو ان کے محکمے نے یہ نہیں بتایا کہ چار نئے کمرے تعمیر کئے گئے ہیں تو پہلی جماعت سے لے کر پانچویں جماعت تک کے بچوں کے لئے کمرے ہیں،ایک کلاس کے بچے کہاں miss کئے ہیں ان کو کہاں بٹھایا ہے، کیا آپ نے ان کو صحن میں بٹھایا ہے ؟

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب والا! اس میں یہ ہے کہ چار نئے کمرے اور آفس برائے ہیڈ ماسٹر سال 2007 میں تعمیر ہو چکے ہیں جبکہ سکول ہذا میں طلباء کی تعداد 175 ہے جس میں فی کمرہ 40 طلباء بیٹھ سکتے ہیں جو سکول کی ضرورت کے مطابق کافی ہیں۔ یہ درست فرما رہی ہیں 2010-11 کی missing facilities کی لسٹ میں اس کے لئے funds رکھے گئے ہیں۔ یہ جو فرما رہی ہیں کہ ایک کمرہ کم ہے اور دیگر بھی جو وہاں پر missing facilities ہیں، 2010-11 میں اس کے لئے funds مختص کئے گئے ہیں۔

جناب سپیکر: ان کی پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ کہتی ہیں کہ ---

محترمہ انجم صفدر: جناب والا! میرا سوال بہت واضح ہے اور میں آپ کی اس بات کو بھی درست مان لیتی ہوں کہ آپ نے پرانی عمارت بند کر دی، چار نئے کمرے تعمیر کروائے ایک ہیڈ مسٹریس یا ہیڈ ماسٹر کا کمرہ تعمیر کروا دیا، پانچ جماعتوں کے بچوں کے لئے تو کمرہ ہے، ایک جماعت کے بچے کہاں پر تعلیم حاصل کر رہے ہیں؟ کیا وہ کھلے آسمان تلے تعلیم حاصل کر رہے ہیں یا ہیڈ ماسٹر/ہیڈ مسٹریس کے کمرے میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں؟

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! یہ درست فرما رہی ہیں ، انہوں نے وہاں موقع پر visit کیا ہو گا کہ وہ درخت کے نیچے یا کہیں باہر بیٹھ کر تعلیم حاصل کر رہے ہیں کیونکہ پنجاب میں بہت سے سکول ایسے ہیں جن میں missing facilities ہیں، میں نے وہی عرض کیا ہے کہ اس سال کے بجٹ میں ان کے لئے funds رکھے گئے ہیں اور میرے خیال میں وہ بچے برآمدے میں بیٹھ کر تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

محترمہ انجم صفدر: جناب سپیکر! یہ وہ تلخ حقائق ہیں جس میں پچھلی حکومت نے بھی پڑھے لکھے پنجاب کا نعرہ لگایا اور مجھے دُکھ ہوتا ہے کہ ہمارے وزیر اعلیٰ نے education کو priority پر رکھا تھا کہ emergency کی بنیاد پر ہمیں بچوں کو تعلیم دینی چاہئے اور ہمارے اس سکول کی یہ حالت ہے۔ Primary Education ہماری basic education ہے state کی ذمہ داری ہے کہ ہر بچے کو basic تعلیم دی جائے۔

جناب سپیکر: بس ٹھیک ہے، آپ اتنی لمبی چوڑی تقریر نہ کریں، ان کا mike بند کریں۔ وہ آپ کا کام مکمل کر دیں گے۔ اگلا سوال جناب احمد علی ٹولو صاحب کا ہے۔

چودھری احمد علی ٹولو: جناب والا! میرے دوسرے سوال کے جواب میں۔۔۔

جناب سپیکر: حضرت! پہلے سوال کا نمبر بولیں۔

چودھری احمد علی ٹولو: جناب والا! میں معذرت چاہتا ہوں۔ سوال نمبر 2670 ہے اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

قصور۔پی پی178 میں سکولوں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*2670 **چودھری احمد علی ٹولو:** کیا وزیر سکولز ایجوکیشن ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) پی پی۔178 قصور میں مڈل اور ہائی سکول برائے طلباء و طالبات کی تعداد کتنی ہے؟

(ب) ان تمام سکولوں میں سائنس ٹیچرز موجود ہیں، کتنی سیٹیں خالی پڑی ہیں اور ان سیٹوں پر مذکورہ اساتذہ کی تقرری کب تک کی جائے گی؟

(ج) کتنے سکولوں میں سائنس لیبارٹریز موجود ہیں اور ان لیبارٹریز میں تجربات سے متعلقہ تمام آلات موجود ہیں، اگر نہیں تو کب تک مہیا کر دیئے جائیں گے؟

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) پی پی۔178 قصور میں مڈل اور ہائی سکول برائے طلباء و طالبات کی تعداد درج ذیل ہے۔

ہائی مدارس کی تعداد طلباء =	09	طالبات = 05	کل = 14
مڈل مدارس کی تعداد طلباء =	10	طالبات = 08	کل = 18

(ب)

1- تعداد سکول جن میں سائنس ٹیچرز موجود ہیں۔مردانہ=07زنانہ=02میزان=09

2- تعداد سکول جن میں سائنس ٹیچر کی اسامی خالی ہے۔مردانہ=02زنانہ=00میزان=02

نوٹ: تین گرلز سکول میں SST سائنس ٹیچر کی اسامی منظور ہی نہ ہے۔یہ سکول ہارڈ ایریا میں ہے۔

3- گورنمنٹ کی طرف سے بھرتی پر مکمل پابندی ہے۔جونہی پابندی ختم ہوگی سائنس ٹیچرز کی اسامیاں پُر کر دی جائیں گی

(ج) حلقہ پی پی-178 میں پانچ سکولوں میں سائنس لیبارٹری کی سہولت موجود ہے اور لیبارٹریز میں تجربات کے متعلقہ تمام آلات بھی موجود ہیں۔باقی سکولز میں سائنس لیبارٹریز نہ ہیں جونہی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ ان سکولز میں لیبارٹریز تعمیر کروا دے گی تو ان لیبارٹریز میں تجربات کے متعلقہ تمام آلات مہیا کر دیئے جائیں گے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

چودھری احمد علی ٹولو: جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جواب کے جز(ب)(2) میں ایک نوٹ دیا گیا ہے اس کو kindly غور سے دیکھ لیں۔تین گرلز سکولوں میں ایس ایس ٹی سائنس ٹیچروں کی اسامیاں منظور ہی نہ ہیں کیونکہ یہ سکول Border Area میں ہے۔میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ Border Area سے اگر بندے اسمبلیوں میں آ سکتے ہیں تو وہاں پر Science Teachers کیوں نہیں جا سکتے؟(نعرہ ہائے تحسین)

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! اس پر میرا بھی ایک ضمنی سوال ہے کہ کیا وزیر تعلیم صاحب!۔۔۔

جناب سپیکر: نہیں، میں آپ کو اجازت نہیں دے رہا۔مجھے پہلے ان کے سوال کا جواب لینے دیں۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب والا! انتہائی ضروری سوال ہے۔

جناب سپیکر: محترمہ! تشریف رکھیں، یہ بات ٹھیک نہیں ہے۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب والا! میری بات تو سن لیں۔

جناب سپیکر: نہیں، مجھے ان کے سوال کا جواب لینے دیں، جن کا سوال ہے آپ اُن کو بولنے دیں۔جی، فرمائیں!

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! Border Area سے تو اس کا کوئی تعلق نہیں ہے SST Teachers کی سیٹوں کی approval ہوتی ہے اور محکمہ کی طرف سے جواب جو دیا گیا ہے اس میں لکھا ہے کہ تین گرلز سکولوں میں SST Science Teachers کی اسامیاں منظور ہی نہیں ہیں اس لئے Border Area سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔۔۔

جناب سپیکر: تعلق تو پھر آپ نے ظاہر کر دیا ہے۔ آپ نے تو لکھ دیا ہے، میں نے تو نہیں لکھا؟

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب والا! hard area لکھا ہوا ہے۔

جناب سپیکر: اچھا hard area ہے۔ Border نہیں ہے hard area ہے۔ اب آپ ان سے hard area کا مطلب پوچھیں۔

چودھری احمد علی ٹولو: جناب والا! hard area کا مطلب بھی سمجھایا جائے، کیا وہاں پاکستانی نہیں رہتے؟

جناب سپیکر: جی، بتائیں وہ آپ سے hard area کا پوچھ رہے ہیں۔

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! میرے پاس جو اس سوال کا جواب ہے اس میں hard area نہیں لکھا ہوا اور وہی میں دیکھ رہا تھا۔

جناب سپیکر: اس کو اب آپ hard area پڑھ لیں یا Border Area پڑھ لیں۔

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب والا! hard area ہی ہے مگر اس میں نہیں لکھا ہوا اور hard areas ہمارے وہ areas ہوتے ہیں جیسے most rural areas ہیں جہاں پر لوگوں کا جانا مشکل ہوتا ہے یا جن علاقوں میں سکول ٹیچر جانا پسند نہیں کرتے کیونکہ وہ بہت far-flung areas ہوتے ہیں ان کو ہم hard areas کہتے ہیں۔

جناب سپیکر: یہ کون سا گاؤں ہے مجھے بھی بتادیں؟

چودھری احمد علی ٹولو: اس کا نام "سیجرا" ہے۔

جناب سپیکر: سیجرا؟

چودھری احمد علی ٹولو: جی، جناب!

جناب سپیکر: بات تو ان کی بھی کافی حد تک ٹھیک ہے۔

چودھری احمد علی ٹولو:اس کے علاوہ ایک حسین خان والا ہے، یہاں پر پکی سڑکیں ہیں اور no go area بھی نہیں ہے۔

جناب سپیکر: چلیں جی، ان کے لئے posts sanction کروائیں۔

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر: ہم آپ کے لئے یہ as a special case کرواتے ہیں۔

چودھری احمد علی ٹولو: جناب والا! میں نے 17۔جنوری 2009 کو یہ سوال پوچھا تھا اس کا جواب 9۔جنوری 2011 کو تقریباً دو سال بعد آیا ہے۔ میرے حلقہ میں boys and girls کے کل 14 ہائی سکول ہیں پانچ میں سائنس لیبارٹریاں موجود ہیں باقی میں نہیں ہیں۔

جناب سپیکر: اب آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟

چودھری احمد علی ٹولو: جناب والا! میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں جواب دیا گیا ہے کہ جوں جوں funds آئیں گے ڈسٹرکٹ گورنمنٹ۔۔۔

جناب سپیکر: ان کا mike on کریں۔

چودھری احمد علی ٹولو: جناب سپیکر! یہ کہا گیا ہے کہ جب حکومت وہاں بلڈنگ تعمیر کر دے گی تو سائنس لیبارٹریاں جلد بنا دیں گے۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ دو سالوں میں کیا ہوا ہے اور آئندہ کب تک ان سکولوں میں سائنس لیبارٹریاں مکمل ہو جائیں گی؟

جناب سپیکر: آپ نے یا محکمے نے ضلع کی سطح پر اس بارے میں کوئی تحرک کیا ہے؟

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! ہم نے 11-2010 کے بجٹ میں سائنس لیبارٹریوں کے لئے خصوصی فنڈز رکھے تھے لیکن چونکہ سیلاب کی وجہ سے ہمارے بجٹ پر cut لگا ہے اور ہمارے funds release ہونے میں تاخیر ہوئی ہے۔ معزز ممبر جو فرما رہے ہیں کہ قصور کے تمام ہائی سکولوں میں سائنس لیبارٹریوں میں تجربات کے لئے آلات و سامان موجود ہے لیکن کچھ سکولوں میں سائنسی آلات اور سامان کی کمی ہے تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ ہمیں جیسے ہی funds release ہوتے ہیں وہ فراہم کر دیئے جائیں گے۔

جناب سپیکر: آپ ان کو کوئی ٹائم تو بتا دیں۔

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! ہم کوشش کریں گے کہ اسی مالی سال میں 30۔ جون سے پہلے پہلے فراہم کر دیں۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحب کہہ رہے ہیں کہ 30۔ جون سے پہلے پہلے آپ کی لیبارٹریوں کا کام کروا دیں گے۔

چودھری احمد علی ٹولو: کیا یہ اگلے سال سے پہلے مکمل ہو جائیں گی۔منسٹر صاحب تھوڑی سی یقین دہانی تو کرا دیں۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحب! انہیں یقین دہانی کرائیں کہ اگلے سال سے پہلے ہو جائے گا۔

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جی، اسی مالی سال میں ہو جائے گا۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحب اسی مالی سال کا کہہ رہے ہیں۔

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! ہماری کوشش ہو گی کہ اسی مالی سال میں مکمل ہو۔ میں ایک اور عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ایم پی ایز کو سکول side کے لئے جو funds release ہو رہے ہیں اگر یہ ان فنڈز سے بھی اپنے حلقے کے کسی سکول میں دینا چاہتے ہیں تو دے سکتے ہیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں منسٹر صاحب سے یہ سوال کرنا چاہتا ہوں کہ ضلع قصور میں تین سال سے جو بے شمار نئے سکول بنے ہوئے ہیں وہاں کوئی ٹیچر نہیں ہے۔دوسری طرف ایسے سکول ہیں جہاں چار دیواری تک نہیں ہے۔ میرے اور آپ کے حلقے میں بھی جو سکول بنے ہوئے ہیں جن کی بہترین بلڈنگز بنی ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: میں نے آپ سے پہلے انہیں یہ گزارش کر دی ہے کہ جہاں جہاں بلڈنگز بنی ہوئی ہیں مہربانی کر کے جلد از جلد ان کی SNE کروائیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں یہی بتا رہا ہوں کہ آج سے چھ ماہ پہلے بھی یہی بات ہوئی تھی اور کہا گیا تھا کہ ہم وہاں بہت جلد ٹیچر دے رہے ہیں لیکن ابھی تک وہاں ٹیچر نہیں پہنچے۔اس کی کیا وجہ ہے اور کیا حکومت اساتذہ کے part time job پر پابندی لگانے کا کوئی ارادہ رکھتی ہے؟

جناب سپیکر: یہ باتیں بھی ہو چکی ہیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! اگر اس پر عمل نہ کیا تو پھر academies نہیں رکیں گی۔ان سکولوں کی performance میں اس دن بہتری آئے گی جب elite class کے ماں باپ اپنے بچے ان سکولوں میں بھیجنا پسند کریں گے ورنہ performance کا standard بہتر نہیں ہو سکتا، جو چالیس ہزار ایجوکیٹرز رکھے گئے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: وہ آپ کی بات کا جواب دیں گے۔

شیخ علاؤالدین: جو چالیس ہزار ایجوکیٹرز رکھے گئے ہیں ان کا رزلٹ کیا آ رہا ہے اسی لئے تو ٹیچرز نہیں پہنچ رہے اگر نہیں پہنچ رہے تو کیوں نہیں پہنچ رہے؟

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! چالیس ہزار نہیں بلکہ چونتیس ہزار ایجوکیٹرز کی recruitment ہوئی تھی۔۔۔

MR. SPEAKER: Order please. Order please.

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! جن جن اداروں میں وہ اساتذہ گئے ہیں وہاں ان کی بڑی اچھی performance ہے۔ہم نے اس میں ٹیچرز کے لئے minimum criteria Bachelor Degrees کا رکھا تھا اس میں ہمارے 73 فیصد اساتذہ ماسٹر ڈگری holder ہیں، ان میں تین فیصد پی ایچ ڈی ہیں اور باقی Bachelor Degrees والے تھے۔اس دفعہ جو ایجوکیٹرز recruit کئے گئے ہیں یہ جن جن اداروں میں گئے ہیں وہاں پر ان کی performance بہت اچھی ہے اور وہ بہتر طور پر ہمارے بچوں اور بچیوں کو تعلیم دے رہے ہیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! یہ سب کے سب علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے لئے گئے ہیں اور ابھی ان کی رپورٹ کے مطابق تین دن پہلے جو دھماکا ہوا ہے اس کے اندر بوگس تقرریاں ہوئی ہیں، گھوسٹ لوگوں کو payments کی جا رہی ہیں، میں ذمہ داری سے یہ بات کہہ رہا ہوں اور on record لانا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحب! آپ ان کی بات سنیں اور اس پر عمل کریں۔

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جی، بالکل۔

جناب سپیکر: اگلا سوال محترمہ زوبیہ رباب ملک صاحبہ کا ہے۔

معزز ممبران: وقفہ سوالات کا ٹائم ختم ہو گیا ہے۔

جناب سپیکر: میں دیکھتا ہوں، ابھی ایک منٹ رہتا ہے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! On her behalf سوال نمبر 2677 میری استدعا ہے کہ اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔ (معزز ممبر نے محترمہ زوبیہ رباب ملک کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا۔)

جناب سپیکر: جی، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

پنجاب ایجوکیشن سیکٹر ریفارمز پروگرام کے تحت تحصیل بھلوال کو فنڈز کی فراہمی

*2677: **محترمہ زوبیہ رباب ملک:** کیا وزیر سکولز ایجوکیشن از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) مالی سال 07۔2006 اور 08۔2007 کے دوران پنجاب ایجوکیشن سیکٹر ریفارمز پروگرام کے تحت کتنی رقم سالانہ تحصیل بھلوال میں کن کن مقاصد کے لئے فراہم کی گئی؟

(ب) ان سالوں کے دوران کون کون سے سکولوں کی عمارات کتنی لاگت سے مکمل ہوئیں یا زیر تعمیر ہیں؟

(ج) ان سالوں کے دوران کن کن سکولوں میں اس پروگرام کے تحت فرنیچر اور دیگر سامان فراہم کیا گیا؟

(د) جن سکولوں کی عمارات نہ ہیں حکومت ان سکولوں کی عمارات کی تعمیر کے لئے مذکورہ بالا پروگرام کے تحت کب تک فنڈز فراہم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) مالی سال 07۔2006 کے دوران تحصیل بھلوال کو ای ایس آر پروگرام کے تحت 33.326 ملین اور 08۔2007 کے دوران 36.259 روپے کی رقم فراہم کی گئی۔ یہ رقم جن مقاصد کے لئے استعمال ہوئی ان کی تفصیل اضافی معلومات میں فراہم کی گئی ہے۔

(ب) جن سکولوں پر یہ رقم کام مکمل کرنے پر خرچ ہوئی ان کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) فرنیچر کے لئے فراہم کی گئی رقم سکول وار اور سال وائز تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) جن سکولوں کی عمارات نہ ہیں اور عمارات کی تعمیر کے لئے زمین محکمہ تعلیم کے نام موجود ہے ان کو ہر سال رقم کی دستیابی کے مطابق عمارات فراہم کی جارہی ہیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! اس میں لکھا ہوا ہے کہ تفصیل ایوان کی میز سے لے لیں۔ میں نے جو تفصیل لی ہے وزیر صاحب بھی 08-2007 کی تفصیل دیکھ لیں۔ اس میں سیریل نمبر 9 پر گورنمنٹ گرلز پرائمری سکول چنی سیداں کا ذکر کیا گیا ہے میں سب سے پہلے تو وزیر تعلیم کے علم میں یہ بات لانا چاہتی ہوں کہ اس میں جو ذکر کیا گیا ہے کہ اس کی مکمل چار دیواری تعمیر نہیں کی گئی جبکہ اس گاؤں میں سرے سے گرلز سکول ہے ہی نہیں۔ یہاں پر سکول ضرور ہے لیکن یہ بوائز سکول ہے۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحب! محترمہ کہہ رہی ہیں کہ وہاں گرلز سکول ہے ہی نہیں۔ بقول ان کے مجھے نہیں پتا۔

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! بالکل سیریل نمبر 9 پر گورنمنٹ گرلز پرائمری سکول لکھا ہوا ہے اور یہ typing error ہو سکتی ہے اگر یہ کہہ رہی ہیں کہ وہاں نہیں تو میں اسے دیکھ لیتا ہوں چونکہ میں نے موقع پر سکول visit نہیں کیا۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میری گزارش ہے کہ وزیر صاحب اسے چیک کر لیں۔ اسی سوال میں فرنیچر کی مد میں ڈیڑھ لاکھ روپیہ show کیا ہوا ہے۔ یہ confirmed بات ہے اور وہاں سے چیک بھی کروایا گیا ہے and you can get it verified یہاں آج تک فرنیچر مہیا نہیں کیا گیا لہذا ذرا اس کی وضاحت فرما دیجئے۔

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): آپ بوائز سکول کا پوچھ رہی ہیں؟

محترمہ سیمل کامران: اگر آپ اس کی تفصیل دیکھیں تو اس میں فرنیچر کی مد میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ روپیہ show کیا ہوا ہے۔

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جی، اس میں boundary wall اور فرنیچر کا دیا گیا ہے اور فرنیچر کی مد میں سکول کے لئے ڈیڑھ لاکھ روپیہ مختص کیا گیا ہے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! اب تو اس کی چاردیواری مکمل کی گئی ہے اور نہ ہی وہاں پر فرنیچر مہیا کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: اب وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ بقیہ سوالات اور ان کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اور اُن کے جوابات

(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

پنجاب ایگزامینیشن بورڈ کا قیام و دیگر تفصیلات

*1759: **محترمہ انجم صفدر:** کیا وزیر سکولز ایجوکیشن از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) پنجاب ایگزامینیشن بورڈ کا قیام کب عمل میں آیا، اس بورڈ کے قیام کے اغراض و مقاصد کیا ہیں اور اس کے قیام کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟

(ب) امسال پرائمری اور مڈل کے امتحانات میں صوبہ بھر کے کتنے سکولوں کے کتنے طلباء شریک ہوئے اور ان کا رزلٹ کیا رہا؟

(ج) کیا یہ درست ہے کہ امسال بہت سے سکولوں کا نتیجہ انتہائی خراب بلکہ 0 فیصد بھی رہا؟

(د) اگر جز (ج) کا جواب درست ہے تو کیا ایسے سکولوں کے اساتذہ اور ان کے انچارجوں کے خلاف کوئی کارروائی کی گئی، اگر ہاں تو تفصیل بیان کی جائے؟

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) پنجاب ایگزامینیشن کمیشن یکم جنوری 2006 کو بمطابق مجریہ نمبری 2006(Schools)/ No.(PEC)1-1 مورخہ یکم جنوری 2006 کو قائم ہوا (منسلکہ الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ یہ ادارہ یونیسیف کی تکنیکی معاونت سے قائم کیا گیا ہے جس کے اغراض و مقاصد مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ ان امتحانات یعنی گریڈ 5 اور گریڈ 8 کا انعقاد کروانا جو بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن نہیں لے رہے۔

2۔ طریقہ ہائے امتحانات کی تحقیق کرنا۔

3۔ تعلیم کے مختلف پہلوؤں یعنی نصاب، طریقہ تدریس، امتحانات وغیرہ میں تحقیق کا استعمال۔

4۔ طلبہ کی تعلیم و تربیت کو بہتر بنانے کے لئے اقدامات کرنا۔ پنجاب ایگزامینیشن کمیشن کے قیام سے پیشتر یہ ضلع میں محکمہ تعلیم کے ضلعی افسران جماعت پنجم اور ہشتم کے امتحانات کا انعقاد کرواتے تھے اور ہر ضلع کا امتحانی طریقہ اور معیار مختلف ہوتا تھا۔ ماہرین تعلیم نے ان امتحانات کا جائزہ لیا اور تحقیق کر کے ثابت کیا یہ طریقہ غیر معیاری اور جدید طریقہ ہائے امتحانات سے بہت کم درجہ پر ہے۔ ماہرین تعلیم نے حکومت پنجاب کو سفارشات پیش کیں کہ ایک ایسا خود مختار ادارہ قائم کیا جائے جو بین الاقوامی معیار کے مطابق ایلیمنٹری کی سطح پر امتحانات منعقد کروائے اور طلبہ کی ذہنی سطح کا صحیح اور درست اندازہ لگا کر طلبہ والدین اساتذہ اور دیگر متعلقہ اداروں کو آگاہ کرے تاکہ ان کی صحیح سمت میں ذہنی نشوونما بہتر انداز میں ہو سکے۔

(ب) اس سال پرائمری اور مڈل کے امتحانات میں صوبہ پنجاب کے 73315 پرائمری اور 27235 مڈل سکولوں کے بالترتیب 015،44،10 اور 073،67،7 طلباء و طالبات شریک ہوئے۔ رزلٹ کی ضلع وار تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) یہ درست نہ ہے نتیجہ 96 فیصد سے زائد رہا صرف گریڈ 8 کے 11 سکولوں اور گریڈ 5 کے 191 سکولوں کا رزلٹ صفر فیصد رہا۔

(د) چونکہ مذکورہ بالا سوال کا جواب ہاں میں نہ ہے۔ لہذا کارروائی کا جواز پیدا نہیں ہوتا۔ تاہم وضاحت کی جاتی ہے کہ پنجاب ایگزامینیشن کمیشن ایک مشاورتی اتھارٹی ہے۔ اساتذہ اور انچارج صاحبان یا دیگر اہلکاران کے خلاف کارروائی کرنا اس کے دائرہ اختیار میں نہ ہے۔

تحصیل چنیوٹ میں بوائز و گرلز ہائی سکولز کی تعداد و دیگر تفصیلات

*2198: سید حسن مرتضیٰ: کیا وزیر سکولز ایجوکیشن از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) چنیوٹ تحصیل کی حدود میں بوائز و گرلز ہائی سکولوں کی تعداد اور نام بتائیں؟

(ب) ان سکولوں میں منظور شدہ اور خالی اسامیوں کی تفصیل سکول وار فراہم کریں؟

(ج) ہر سکول کتنے رقبہ پر قائم ہے اور ان میں کتنے کمرے ہیں؟

(د) ان سکولوں کی سالانہ مرمت اور عمارات کی تعمیر کے لئے سال 2006 سے آج تک کتنی رقم سالانہ فراہم کی گئی ہے؟

(ہ) ہر سکول میں سیکشن وار بچوں کی تعداد کتنی ہے؟

(و) کیا جن سکولوں کی عمارات کی گنجائش ان میں زیر تعلیم طالب علموں کی تعداد سے کم ہے، حکومت ان سکولوں میں مزید کمروں کی تعمیر کے لئے ایجوکیشن سیکٹر ریفارمز پروگرام کے تحت فنڈز فراہم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) ضلع چنیوٹ کی حدود میں سکولوں کی تعداد کی تفصیل یہ ہے۔

	بوائز	گرلز
ہائر سیکنڈری سکولز	02	02
ہائی سکولز	40	14
کل تعداد	42	16

(ب) 58۔ سکولز کی منظور شدہ اور خالی اسامیوں کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) 58۔ سکولز کے رقبے اور کمروں کی تعداد کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) 15۔ سکولز جن میں رقم خرچ کی گئی ان کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ہ) 58۔ سکولز میں بچوں کی تعداد سیکشن وار تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(و) تین سکولز میں مزید کمرے تعمیر کر دیئے گئے ہیں اور مزید چار سکولز کو حکومت نے 2010-11 میں ڈویلپمنٹ پیکج میں شامل کر لیا ہے اور باقی سکولز جن میں کمرے بچوں کی تعداد کے لحاظ سے کم ہیں ان میں بھی بتدریج کمرے تعمیر کر دیئے جائیں گے۔

ڈی ایس ڈی لاہور کے قیام کے اغراض و مقاصد اور بجٹ سے متعلقہ تفصیلات

*2283: جناب محمد نوید انجم: کیا وزیر سکولز ایجوکیشن از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ڈائریکٹوریٹ آف سٹاف ڈویلپمنٹ کب قائم ہوا، اس کے قیام کے مقاصد کیا تھے؟

(ب) اس کو مالی سال 2006-07، 2007-08 اور 2008-09 کے دوران کتنی رقم سالانہ حکومت کی طرف سے فراہم کی گئی؟

(ج) ان سالوں کے دوران اس ڈائریکٹوریٹ کو کتنی مالیت کی امداد کن کن اداروں کی طرف سے ملی اور یہ کس کس مقصد کے لئے فراہم کی گئی؟

(د) ان سالوں کے دوران کتنی رقم اس ادارے نے ٹیچرز کی تربیت پر خرچ کی؟

(ہ) ان سالوں کے دوران لاہور کے کتنے ٹیچرز کو ٹریننگ دی گئی ہے؟

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) ڈائریکٹوریٹ آف سٹاف ڈویلپمنٹ 1959 میں ایجوکیشن ایکسٹنشن سنٹر کے نام سے قائم ہوا۔ 1993 میں اس کا نام ڈائریکٹوریٹ آف سٹاف ڈویلپمنٹ رکھا گیا۔ 2002 میں ڈائریکٹوریٹ آف سٹاف ڈویلپمنٹ کو یونیورسٹی آف ایجوکیشن میں ضم کر دیا گیا ہے۔ جولائی 2004 میں اس کو یونیورسٹی آف ایجوکیشن سے علیحٰدہ کر دیا گیا۔ اس کے قیام کے درج ذیل مقاصد متعین کئے گئے۔

(1) حکومت پنجاب کی تعلیمی پالیسی کی ایسی سمت کا تعین کرنا جو ایک مربوط نظام قائم کرنے میں مدد دے تاکہ اساتذہ کی تربیت اور ان کے تعلیمی معیار کو اعلیٰ بنیادوں پر استوار کیا جا سکے اور ان کی پیشہ ورانہ صلاحیتوں کو ان کی ترقی کی بنیاد بنایا جا سکے۔

(2) سرکاری سکولوں میں سازگار تعلیمی ماحول پیدا کرنے میں صوبائی محکمہ تعلیم کی معاونت کرنا اور ان سکولوں کو سمعی اور بصری معاونات اور کم قیمت / مفت تعلیمی مواد کی فراہمی کو یقینی بنانا ہے۔

(3) تربیت اساتذہ کے اداروں کو اس قابل بنانا کہ وہ معیار پیشہ ورانہ تربیت فراہم کر سکیں۔

(4) صوبہ پنجاب میں پرائمری تا ہائر سیکنڈری سطح کے اساتذہ کی تربیت اور مسلسل پیشہ ورانہ ترقی کے لئے سرگرمیوں کی عملی منصوبہ بندی کرنا۔

(5) تربیت اساتذہ کے اداروں کو اس قابل بنانا کہ وہ تعلیمی نظام کی جدید بنیادوں پر ترویج کر سکیں اور اساتذہ میں جدید معلومات کے حصول اور تحقیق کا رجحان پیدا کر سکیں۔

(ب) DSD کو حکومت کی جانب سے فراہم کی گئی رقم کی تفصیلات اس طرح ہیں۔

2006-07	2007-08	2008-09
440.32 ملین	785.13 ملین	1191.00 ملین

(ج) ان سالوں میں مختلف اداروں سے ملنے والی امداد کی تفصیل درج ذیل ہے۔

2006-07	NIL	
2007-08	UNICEF	4.35 ملین روپے برائے ڈسٹرکٹ ٹیچر ایجوکیٹرآئی ٹی ٹریننگ
2008-09	UNICEF	11.98 ملین روپے برائے فراہمی سہولت انٹرنیٹ ڈسٹرکٹ ٹریننگ اینڈ سپورٹ سنٹر اور کلسٹر ٹریننگ اینڈ سپورٹ سنٹر
....ایضاً....	UNESCO	2.89 ملین روپے

Strengthening Teacher Education in Pakistan

(د) ان سالوں کے دوران ٹیچرز کی تربیت پر خرچ ہونے والی رقم کی تفصیل درج ذیل ہے۔

2006-07	2007-08	2008-09
14.60 ملین	138.73 ملین	32.43 ملین

(ہ) ان سالوں کے دوران لاہور کے 9474 ٹیچرز کو ٹریننگ دی گئی۔

ڈی ایس ڈی لاہور۔منظور شدہ، خالی اسامیاں اور متعلقہ دیگر تفصیلات

*2284: جناب محمد نوید انجم: کیا وزیر سکولز ایجوکیشن از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ڈائریکٹوریٹ آف سٹاف ڈویلپمنٹ لاہور میں گریڈ 16 اور اوپر کی منظور شدہ اسامیاں کتنی ہیں؟

(ب) ان میں سے کتنی اسامیاں کب سے خالی ہیں؟

(ج) اس وقت کون کون سے ملازمین کس کس گریڈ اور کس کس پوسٹ پر کام کر رہے ہیں؟

(د) ان ملازمین کو سال 08۔2007 اور 09۔2008 کے دوران کتنی رقم تنخواہوں کی مد میں ادا کی گئی ہے؟

(ہ) ان ملازمین کو ان سالوں کے دوران کتنی رقم ٹی اے / ڈی اے کی مد میں ادا کی گئی ہے؟

(و) ان ملازمین کے زیر استعمال کتنی اور کون کون سی سرکاری گاڑیاں ہیں، ان کے نمبر، ماڈل اور قیمت خرید کیا ہے؟

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) ڈائریکٹوریٹ آف سٹاف ڈویلپمنٹ لاہور میں گریڈ 16 تا اوپر کی منظور شدہ 3008 اسامیاں ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

DSD ہیڈ کوارٹر	66 اسامیاں
اضلاع	2942 اسامیاں

(ب) ان اسامیوں میں سے مختلف اوقات میں مختلف اسامیاں خالی رہی ہیں اس وقت گریڈ 16 اور اوپر کی 985 خالی اسامیوں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

DSD ہیڈ کوارٹر	24 خالی اسامیاں
اضلاع	961 خالی اسامیاں

(ج) اس وقت جو ملازمین (گریڈ 16 اور اوپر) DSD لاہور اور اضلاع میں کام کر رہے ہیں ان کی تفصیل ضمیمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) ان ملازمین کی سال 08۔2007 اور 09۔2008 کے دوران تنخواہوں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

2007۔08 180.02ملین روپے
2008۔09 193.02ملین روپے

(ہ) ٹی اے ڈی اے کی مد میں درج ذیل رقم ادا کی گئی

2007۔08 3لاکھ3ہزار روپے
2008۔09 3لاکھ73ہزار روپے

(و) ان ملازمین کے زیر استعمال گاڑیوں کی تفصیل، ان کے نمبرز ، ماڈل اور قیمت خرید کی تفصیلات ضمیمہ ب ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں۔

محکمہ تعلیم کے کلرکس کے لئے ہاؤسنگ سوسائٹی سے متعلقہ تفصیل

*2327: مسز ناظمہ جواد ہاشمی: کیا وزیر سکولز ایجوکیشن ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ پنجاب حکومت کا شعبہ تعلیم اپنے کلرکس سے پنجاب ہاؤسنگ سوسائٹی کے لئے رقم کی کٹوتی کرتا ہے؟

(ب) یہ ہاؤسنگ سوسائٹی کہاں واقع ہے، تفصیلات سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

(ج) اس ہاؤسنگ سوسائٹی میں لوگوں کو پلاٹس کی الاٹمنٹ کب اور کس طرح کی جاتی ہے، تفصیل بیان کریں؟

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) پنجاب گورنمنٹ سروس ہاؤسنگ فاؤنڈیشن ایسے تمام ملازمین جو کہ فاؤنڈیشن کے ممبر ہیں بشمول حکومت پنجاب کا شعبہ تعلیم ، کی کٹوتی بذریعہ دفتر اکاؤنٹنٹ جنرل پنجاب یا متعلقہ ڈسٹرکٹ اکاؤنٹس افسران کرتی ہے۔

(ب) پنجاب گورنمنٹ سروس ہاؤسنگ فاؤنڈیشن نے تا حال 09اضلاع میں ہاؤسنگ سکیموں کے لئے سرکاری زمین حاصل کی ہے ۔ فاؤنڈیشن کی پہلی سکیم موہلنوال لاہور میں ہے جس میں 7مرلہ گھروں کی الاٹمنٹ ہو چکی ہے ، باقی گھروں کی تعمیر کا کام جاری ہے۔تاہم فیصل آباد سکیم واقع ستیانہ روڈ میں ڈویلپمنٹ کا کام ہو رہا ہے۔اسی طرح رکھ دھیمال سکیم راولپنڈی میں تعمیر کا کام عنقریب شروع ہونے والا ہے۔اس کے علاوہ سیالکوٹ، بہاولپور، ملتان ، ڈی جی خان ، ساہیوال ، خانیوال میں زمین حاصل کی جا چکی ہے جن پر انجینئرنگ پلاننگ کا کام شروع ہے۔

(ج) ممبران کی ریٹائرمنٹ کی تاریخ کے حساب سے ان کی سنیارٹی لسٹ بنائی گئی ہے۔اسی سنیارٹی کے حساب سے ان کو گھر الاٹ کئے جائیں گے۔زمین گورنمنٹ مفت فراہم کرتی ہے۔سکیم کی ڈویلپمنٹ اور مکان کی تعمیر کا خرچہ ممبران سے لیا جاتا ہے۔

سکولوں سے متعلق یونیسف کی رپورٹ کی تفصیلات

*2687: چودھری مونس الٰہی: کیا وزیر سکولز ایجوکیشن ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) یونیسف کی رپورٹ کے مطابق کیا یہ درست ہے کہ پنجاب کے 63ہزار سکولوں میں سے 20ہزار سکولوں میں بچوں کے لئے پینے کے پانی کی سہولت موجود نہیں ؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ جہاں پانی فراہم ہے وہاں مضر صحت اور گندا ہے ؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ 16313 سکولوں میں ناقص ہینڈ پمپ لگے ہوئے ہیں ؟

(د) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت اس صورتحال کی اصلاح کے لئے اقدامات اٹھانے کا ارادہ رکھتی ہے، مکمل تفصیل سے ایوان کو مطلع کیا جائے ؟

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) یونیسف کی جس رپورٹ کا حوالہ دیا گیا ہے وہ روزنامہ "نوائے وقت" میں 15۔جنوری 2009 کو شائع ہوئی تھی جس کے مطابق صوبہ پنجاب کے 63ہزار سرکاری سکولوں میں پینے کے پانی کی سہولت میسر نہیں جبکہ محکمہ تعلیم کے اعداد و شمار کے مطابق یہ تعداد حقیقت پر مبنی نہیں ہے اور ایسے سکولوں کی تعداد صرف 5,956 ہے جہاں پینے کے پانی کی سہولت فی الوقت میسر نہیں۔

نوٹ: مذکورہ بالا سکولوں میں مسجد مکتب، نان فنکشنل اور بغیر عمارت کے سکول شامل نہیں ہیں۔

(ب) جہاں تک پانی کے مضر صحت اور گندا ہونے کا تعلق ہے تو اس ضمن میں ابھی تک کوئی سروے ہوا ہے اور نہ ہی کوئی مصدقہ رپورٹ محکمہ تعلیم کے نوٹس میں آئی ہے۔سرکاری سکولوں میں عموماً ہینڈ پمپس لگے ہوئے ہیں جن کی ضروری مرمت سکول کونسل فنڈ سے کی جاتی ہے۔

(ج) اس ضمن میں بھی کوئی سروے یا مستند رپورٹ موجود نہیں۔

(د) یہ بات وضاحت سے بیان کی جاتی ہے کہ حال ہی میں محکمہ تعلیم (سکولز ڈیپارٹمنٹ) یونیسف کے تعاون سے پنجاب کے 46,717 سرکاری سکولوں میں پینے کے پانی کی ٹیسٹنگ کروائی تاکہ پانی میں آرسینک، فلورائیڈ، نائٹریٹ اور بیکٹیریا کی آلودگی کا پتا چلایا جا سکے۔ ان نمونوں کے ٹیسٹ رزلٹ کے تجزیے کے مطابق 94 فیصد نمونے انسانی استعمال کے لئے بیکٹیریائی آلودگی سے محفوظ پائے گئے اور تقریباً 83 فیصد نمونے آرسینک آلودگی (contamination) تقریباً 6 فیصد نمونے بیکٹیریائی آلودگی کے حوالے سے پینے کے لئے غیر محفوظ پائے گئے جبکہ 17 فیصد نمونوں میں آرسینک کی مقدار استعمال کی مجوزہ محفوظ حد سے زیادہ پائی گئی سروے رپورٹ کی سفارشات کے مطابق پینے کے پانی میں پیتھوجن (بیکٹیریا/وائرس) کی موجودگی انسانی صحت کے لئے خطرہ ہے۔چنانچہ پینے کے پانی میں نامیاتی مادوں کے خاتمے کی نسبت ان پیتھوجنز کی ٹریٹمنٹ کو ترجیح دی جانی چاہئے اور آغاز ایسے سکولوں سے کیا جائے جہاں پینے کے پانی میں بیکٹیریائی اور آرسینک دونوں طرح کی آلودگی پائی گئی ہے۔

پی پی۔56 تحصیل جڑانوالا کے سکولوں کی اپ گریڈیشن و دیگر تفصیلات

*2724: رائے اعجاز حسین: کیا وزیر سکولز ایجوکیشن ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) پی پی۔56 تحصیل جڑانوالا میں کتنے ایسے سکول ہیں جن کی عمارات زیر تعمیر ہیں اور یہ کب تک مکمل ہو جائیں گی؟

(ب) مذکورہ تحصیل میں کتنے ایسے سکولز ہیں جن کو سال 07-2006 کے دوران اپ گریڈ کیا گیا؟

(ج) کتنے ایسے سکولز ہیں جن کو اپ گریڈ تو کر دیا گیا ہے لیکن وہاں پر اساتذہ تعینات نہیں کئے گئے؟

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) پی پی۔56 جڑانوالا میں دو سکولوں کی عمارتیں زیر تعمیر تھیں جو کہ مکمل ہو چکی ہیں۔ تفصیل (Annex-A) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) پی پی۔56 میں 07۔2006 میں گورنمنٹ گرلز ایلیمنٹری سکول 433 گ ب کو ہائی سکول اور تین گورنمنٹ پرائمری سکولز کو مڈل کا درجہ دیا گیا۔ تفصیل (Annex-B) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) چار سکولز اپ گریڈ کئے گئے ہیں ان میں اساتذہ کی اسامیاں ریکروٹمنٹ کے ذریعے پُر کر دی گئی ہیں۔

پی پی۔56 جڑانوالا تحصیل کے سکولز میں میسر سہولیات کی تفصیل

*2726: رائے اعجاز حسین: کیا وزیر سکولز ایجوکیشن از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) پی پی۔56 جڑانوالا تحصیل میں کتنے ایسے سکولز ہیں جن کی عمارات نہ ہیں لیکن اساتذہ اور طالب علم ہیں؟

(ب) مذکورہ تحصیل کے کتنے ایسے ہائی، مڈل، پرائمری سکولز ہیں جہاں پر پانی کی سہولت اور باتھ روم نہ ہیں؟

(ج) مذکورہ تحصیل میں کتنے ایسے سکولز ہیں جن میں سائنس لیبارٹریز نہ ہیں؟

(د) کتنے ایسے سکولز ہیں جہاں پر سائنس اساتذہ نہ ہیں؟

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) پی پی۔56 میں تمام بوئز اور گرلز سکولز میں عمارات موجود ہیں۔ تاہم آٹھ گرلز سکولوں کی عمارتیں نہ تھیں جن میں سے دو سکولوں کو مرج کر دیا گیا ہے۔ ایک سکول کو بلڈنگ مہیا کر دی گئی ہے اور بقیہ سکولوں کو ADP 11۔2010 کے ذریعے بلڈنگ مہیا کر دی جائیگی۔

(ب) تحصیل جڑانوالا میں کوئی بھی ایسا سکول نہ ہے جہاں پینے کے پانی کی سہولت نہ ہو ان سہولیات کو بہتر کرنے کے لئے سکول کونسلز کے اکاؤنٹ میں رقم منتقل کی جا چکی ہے۔

(ج) تحصیل جڑانوالا میں تمام گرلز، بوائز ہائی سکولوں میں لیبارٹریز موجود ہیں۔

(د) تحصیل جڑانوالا میں مردانہ سائنس اساتذہ کی 21 اسامیاں خالی ہیں اور زنانہ اساتذہ کی 14 اسامیاں خالی تھیں جن پر نئی تقرریوں کے آرڈر جاری کر دیئے گئے ہیں۔

تحصیل بھلوال، سرگودھا کے سکولوں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*2738: محترمہ زوبیہ رباب ملک: کیا وزیر سکولز ایجوکیشن از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا میں پرائمری، مڈل، ہائی اور ہائر سیکنڈری سکولوں کی تعداد کتنی ہے؟
(ب) ان میں سے کتنے سکولوں کی بلڈنگز نہ ہیں؟
(ج) کتنے سکولوں کی بلڈنگ خطرناک حالت میں ہیں؟
(د) کیاحکومت اس تحصیل کے سکولوں کی عمارات کی تعمیر کے لئے پنجاب ایجوکیشن سیکٹر ریفارمز پروگرام کے تحت گرانٹ فراہم کرنے کاارادہ رکھتی ہے،اگر نہیں تواس کی وجوہات کیاہیں؟

وزیر سکولزایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف)

	پرائمری	مڈل	ہائی سکول	ہائر سیکنڈری سکول	کل تعداد
بوائز	362	35	30	04	431
گرلز	306	47	14	04	371
میزان	668	82	44	08	802

(ب) تحصیل بھلوال میں 12بوائزاور15 گرلز پرائمری مدارس کی عمارات نہ ہیں۔ تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔
(ج) تحصیل بھلوال میں 25بوائزاور 49 گرلز مدارس کی عمارت جزوی طور پر خطرناک یا خراب حالت میں تھیں۔
(د) ضلعی حکومت سرگودھاایجوکیشن سیکٹر ریفارمز پروگرام کے تحت فراہم کردہ فنڈز سے ان تمام خطرناک عمارتوں کی دوبارہ تعمیر بالترتیب کررہی ہے۔ جن مدارس کی عمارات نہ ہیں اور زمین محکمہ کے نام موجود ہے ان کو بھی عمارات فراہم کی جارہی ہیں۔ تحصیل بھلوال میں 07-2006 کے دوران 20 مدارس اور 08-2007 کے دوران 34 مدارس 09-2008 کے دوران18 اور 10-2009 کے دوران 17 مدارس کو مذکورہ پروگرام میں شامل کیاگیا۔

چک نمبر70 جنوبی سرگودھا کے پرائمری سکولز کی اپ گریڈیشن ودیگر تفصیلات

*2746: چوہدری عامر سلطان چیمہ: کیاوزیر سکولزایجوکیشن ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-
(الف) کیایہ درست ہے کہ 2006 میں چک نمبر70 جنوبی تحصیل و ضلع سرگودھا کے لئے پرائمری سکول برائے گرلز اور پرائمری سکول برائے بوائز کی upgradation کی منظوری ہوئی تھی کس تاریخ کو یہ منظوری ہوئی تھی؟

(ب) مذکورہ منصوبہ پر کب کام شروع ہوا اور اس وقت کام کس مرحلے پر ہے، کیا کام مدت مقررہ میں ختم ہونے کا امکان ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) جی ہاں۔ گرلز پرائمری سکول اور بوائز پرائمری سکول چک نمبر 70 جنوبی تحصیل و ضلع سرگودھا کی اپ گریڈیشن کی منظوری 06۔06۔25 کو ہوئی۔

(ب) گرلز پرائمری سکول کی تعمیر کا کام مکمل ہو چکا ہے جس کا قبضہ محکمہ تعلیم نے لے لیا ہے اور سکول کو فرنیچر بھی فراہم کر دیا گیا ہے جبکہ بوائز پرائمری سکول میں تعمیر کا کام ابھی تک زیر التواء ہے عمارت نامکمل ہونے کی وجہ ٹھیکیدار کی نااہلی بتائی جاتی ہے جس کو کئی بار محکمہ تعمیرات نے نوٹس بھی جاری کئے ہیں۔ 2.750 ملین میں سے 2.565 ملین خرچ ہو چکا ہے۔ نومبر 2010 کی رپورٹ کے مطابق کام آخری مراحل میں ہے رپورٹ کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے جبکہ سکول کو فرنیچر بھی فراہم کیا جا چکا ہے۔

راولپنڈی۔ گورنمنٹ ہائی سکول ادھوال کے مسائل

*2754: انجینئر قمر الاسلام راجہ: کیا وزیر سکولز ایجوکیشن از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ گورنمنٹ ہائی سکول ادھوال تحصیل و ضلع راولپنڈی کی عمارت بہت پرانی اور شکستہ حالت میں ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ سکول میں تقریباً نصف کے قریب اسامیاں خالی پڑی ہیں، اگر یہ درست ہے تو ان اسامیوں کو پر کرنے میں مزید کتنا عرصہ درکار ہو گا، کیونکہ طالب علموں کا تعلیمی زیاں ہو رہا ہے؟

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) یہ درست ہے کہ گورنمنٹ ہائر سیکنڈری سکول، ادھوال کے حصہ ہائی کی عمارت پرانی ہے ان میں سے دو کلاس روم اور برآمدہ خطرناک ہے۔ جبکہ بعض کمرے اور ہال مرمت طلب ہیں۔ ان کو missing facilities کی فہرست میں شامل کر کے ہائر اتھارٹی کو ارسال کر دیا گیا ہے۔

(ب) مذکورہ سکول میں اساتذہ کی منظور شدہ اسامیوں کی تعداد 44 ہے جن میں سے 31 اسامیاں پُر ہیں جبکہ 13 اسامیاں خالی ہیں۔اس کے علاوہ غیر تدریسی عملہ کی منظور شدہ اسامیوں کی تعداد 18 ہے اور ان میں سے 12 اسامیاں پُر ہیں اور 6 اسامیاں خالی ہیں۔اس طرح مذکورہ سکول میں تدریسی اور غیر تدریسی اسامیوں کی تعداد 62 ہے جن میں سے 43 اسامیاں پُر ہیں 19 اسامیاں خالی ہیں۔4 ایس ایس کو ماہ مئی 2010 میں اور ایک ایس ایس ٹی کو دسمبر 2010 میں سکول ہذا میں تعینات کر دیا گیا ہے۔(ویکینسی پوزیشن اور آرڈرز کی کاپیاں ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں) خالی اسامیاں بتدریج پُر کر دی جائیں گی۔

فیصل آباد۔سائنس ٹیچرز کے بغیر ہائی سکولز کی تعداد و دیگر تفصیلات

*2766: جناب شفیق احمد گجر: کیا وزیر سکولز ایجوکیشن از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) فیصل آباد شہر اور پی پی۔68 فیصل آباد میں کتنے ایسے ہائی سکولز ہیں جہاں پر سائنس ٹیچرز نہ ہیں؟

(ب) ان سکولز میں سائنس ٹیچرز کی تقرریاں یا تعیناتیاں کب تک کر دی جائیں گی؟

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) فیصل آباد شہر کے درج ذیل مدارس میں سائنس ٹیچرز کی اسامیاں خالی تھیں جو کہ نئی تقرریوں کے ذریعے پُر کر دی گئی ہیں جبکہ پی پی۔68 میں سائنس ٹیچر کی پہلے ہی سے کوئی اسامی خالی نہ ہے۔

(بوائز)

1۔ گورنمنٹ ایم سی ہائی سکول علامہ اقبال روڈ۔
2۔ گورنمنٹ سلیم ماڈل ہائی سکول نگہبان پورہ۔
3۔ گورنمنٹ ہائی سکول 203 رب۔
4۔ گورنمنٹ ایل جی ایم ماڈل ہائی سکول فیصل آباد۔
5۔ گورنمنٹ نیو ماڈل ہائی سکول غلام محمد آباد۔
6۔ گورنمنٹ ملت اسلامیہ ہائی سکول غلام محمد آباد۔
7۔ گورنمنٹ اسلامی مدرسہ ہائی سکول محمد پورہ فیصل آباد۔

(گرلز)

1۔ گورنمنٹ گرلز ہائی سکول 122ج ب۔
2۔ گورنمنٹ علی گڑھ گرلز ہائی سکول اسلام نگر۔
3۔ گورنمنٹ گرلز ہائی سکول 202ر ب۔
4۔ گورنمنٹ گرلز ہائی سکول گلستان کالونی فیصل آباد۔
5۔ گورنمنٹ جامع گرلز ہائی سکول مدینہ ٹاؤن
6۔ گورنمنٹ جوہر گرلز ہائی سکول نمبر 1 ناظم آباد فیصل آباد۔
7۔ گورنمنٹ گرلز ہائی سکول 203ر ب

(ب) تحصیل جڑانوالا میں مردانہ سائنس اساتذہ کی 21 اور زنانہ اساتذہ کی 14 اسامیاں خالی تھیں جن پر نئی تقرریوں کے آرڈر جاری کر دیئے گئے ہیں۔

فیصل آباد۔ سائنس لیبارٹریوں کے بغیر ہائی سکولز کی تعداد و دیگر تفصیلات

*2767: جناب شفیق احمد گجر: کیا وزیر سکولز ایجوکیشن از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) فیصل آباد شہر اور پی پی۔68 فیصل آباد میں کتنے ایسے ہائی سکولز ہیں جہاں پر سائنس لیبارٹریوں کی سہولت بالکل میسر نہ ہے؟

(ب) ان سکولوں میں کب تک سائنس لیبارٹریز کی سہولیات فراہم کر دی جائیں گی مکمل صورتحال سے آگاہ فرمائیں؟

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) فیصل آباد شہر اور پی پی۔68 فیصل آباد میں تمام ہائی سکولز میں سائنس لیبارٹریز کی سہولت موجود ہے۔

(ب) جواب جز (الف) کی روشنی میں مزید وضاحت کی ضرورت نہ ہے۔

گورنمنٹ ہائی سکول احمد پورہ لمبہ رحیم یار خان میں ڈپٹی ہیڈ ماسٹر کی اسامی کی تخلیق

*2777: جناب محمد اعجاز شفیع: کیا وزیر سکولز ایجوکیشن از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ گورنمنٹ ہائی سکول احمد پور لمبہ ضلع رحیم یار خان 1975 سے ہائی سکول کے درجے پر قائم ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ سکول ہذا میں طلباء کی تعداد 1500 سے زائد ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ سکول ہذا کے نظم و ضبط کو قائم رکھنے کے لئے ہیڈ ماسٹر کی عدم موجودگی میں ڈپٹی ہیڈماسٹر کی موجودگی انتہائی ضروری ہے؟

(د) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت سکول ہذا میں ڈپٹی ہیڈ ماسٹر کی سیٹ create کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر ہاں تو کب تک، اگر نہیں تو ایوان کو وجوہات سے آگاہ کریں؟

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) جی ہاں۔ گورنمنٹ ہائی سکول احمد پور لمبہ ضلع رحیم یار خان 1975 سے ہائی سکول کے درجہ پر قائم ہوا۔

(ب) سکول ہذا میں طلباء کی تعداد 1321 ہے۔

(ج) جی ہاں۔ سکول ہذا کے نظم وضبط کو قائم رکھنے کے لئے ہیڈماسٹر کی عدم موجودگی میں ڈپٹی ہیڈ ماسٹر کی موجودگی ضروری ہے لیکن 1500 سے زائد طلباء پر ڈپٹی ہیڈ ماسٹر کی پوسٹ منظور ہوتی ہے اس سے کم طلباء کی تعداد پر پوسٹ منظور نہیں ہوتی۔

(د) چونکہ تعداد طلباء 1321 ہے اس لئے ڈپٹی ہیڈماسٹر کی پوسٹ منظور نہیں ہو سکتی۔

رحیم یار خان، 2008 میں بھرتی کی تفصیلات

*2779: جناب محمد اعجاز شفیع: کیا وزیر سکولز ایجوکیشن ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) یکم جنوری 2008 سے اب تک محکمہ تعلیم ضلع رحیم یار خان میں جن افراد کو بھرتی کیا گیا، ان کے نام، ولدیت، عہدہ، گریڈ، تعلیمی قابلیت اور پتاجات کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(ب) اگر ان افراد کو میرٹ پر بھرتی کیا گیا تو میرٹ بنانے کا طریق کار اور میرٹ لسٹ فراہم کی جائے؟

(ج) جن افراد کو رولز میں نرمی کر کے بھرتی کیا گیا ان کے نام، ولدیت، عہدہ، گریڈ، تعلیمی قابلیت اور دیگر تفصیل مع رولز میں نرمی کرنے کی وجوہات بیان فرمائیں؟

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) ضلع رحیم یار خان میں 2008 سے اب تک 1,167 افراد کو بھرتی کیا گیا ہے۔ تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) ان افراد کو حکومت پنجاب کی میرٹ پالیسی کے مطابق بھرتی کیا گیا ہے۔ میرٹ لسٹ ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) کسی بھی ایجوکیٹر کو رولز میں نرمی کر کے بھرتی نہیں کیا گیا۔

گرلز پرائمری سکول چک نمبر 70 غربی سرگودھا میں کلاسوں کا اجراء

*2831: چودھری عامر سلطان چیمہ: کیا وزیر سکولز ایجوکیشن از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ گرلز پرائمری سکول چک نمبر 70 غربی تحصیل و ضلع سرگودھا کی مڈل اسٹینڈرڈ تک اپ گریڈیشن مورخہ 25-02-2006 کو منظور ہوئی اور اس کی لاگت کا تخمینہ مبلغ 2.068 ملین لگایا گیا تھا؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ محکمہ تعلیم نے ابھی تک اس عمارت میں کلاسوں کا اجراء نہیں کیا اگر ہاں تو کب تک کلاسوں کا اجراء ہو جائے گا؟

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) جی ہاں! درست ہے۔

(ب) عمارت مکمل ہو چکی ہے جس کا قبضہ ضلعی محکمہ تعلیم نے لے لیا ہے۔ کم مالی وسائل کی وجہ سے ضلعی حکومت نئے سٹاف کی منظوری کروانے سے قاصر ہے۔ وسائل کی دستیابی پر نیا سٹاف مروجہ طریقہ کے مطابق منظور کروا کر نئی کلاسز کا اجراء کروا دیا جائے گا۔

تحصیل روجھان میں سکولز میں تعینات سٹاف کی تعداد و دیگر تفصیلات

*2842: سردار عاطف حسین مزاری: کیا وزیر سکولز ایجوکیشن از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) تحصیل روجھان میں پرائمری، مڈل، ہائی سکولز (گرلز و بوائز) میں تعینات سٹاف کی تعداد، نام، عہدہ اور تاریخ تعیناتی بتائی جائے؟

(ب) تحصیل روجھان میں انتظامی و ٹیچنگ سٹاف، ہیڈ ماسٹر، اساتذہ، کلرک اور درجہ چہارم کی کل کتنی اسامیاں منظور شدہ ہیں کتنی پر ہیں اور کتنی اسامیاں خالی پڑی ہیں اور کیا حکومت خالی اسامیوں کو پُر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک، نہیں تو وجوہات سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر سکولزایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) تحصیل روجھان میں تعینات سٹاف کی لسٹ ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) تحصیل روجھان میں کل منظور شدہ اسامیوں، خالی اور پر شدہ اسامیوں کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ خالی اسامیوں پر اساتذہ کی بھرتی صوبہ کی مالی پوزیشن پر منحصر ہے جو کہ رواں مالی سال میں سیلاب کی وجہ سے بہت مشکلات سے دوچار ہے۔

ہائر سیکنڈری سکول عمر کوٹ ضلع راجن پور کی عمارت کی تعمیر و دیگر تفصیلات

*2843: سردار عاطف حسین مزاری: کیا وزیر سکولزایجوکیشن ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ 1999 میں 95لاکھ روپے کی تخمینہ لاگت سے ہائر سیکنڈری سکول عمر کوٹ ضلع راجن پور کی عمارت تعمیر کی گئی؟

(ب) کیا محکمہ بلڈنگ نے سکول ہذا کی عمارت محکمہ تعلیم کو ہینڈاوور کی ہے؟

(ج) کیا سکول ہذا کے انتظامی و ٹیچنگ سٹاف کی اسامیاں منظور کی گئی ہیں اگر ہاں تو ان اسامیوں کو پُر کرنے کے لئے حکومت کیا ارادہ رکھتی ہے؟

(د) حکومت سکول ہذا میں کلاسز کے اجراء کا ارادہ کب تک رکھتی ہے؟

وزیر سکولزایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) جی ہاں! درست ہے۔

(ب) جی، نہیں ابھی تک یہ عمارت ہینڈاوور نہیں کی گئی۔ ٹھیکیدار اور محکمہ بلڈنگ کے پاس کیس عدالت میں زیر سماعت ہے۔

(ج) سکول ہذا میں کوئی اسامی منظور نہیں کی گئی ہے۔

(د) ابھی تک ٹیچنگ اور نان ٹیچنگ کی کوئی اسامی منظور نہیں کی گئی ہے۔ جب عمارت ہینڈاوور کر دی جائے گی تو حکام بالا کو سٹاف کی منظوری کے لئے تحریر کیا جائے گا اور کلاسز شروع کر دی جائیں گی۔

بوائز سکولز میں خواتین ٹیچرز کی بھرتی کا معاملہ

*2855: میاں شفیع محمد: کیا وزیر سکولزایجوکیشن ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ صوبہ پنجاب میں گورنمنٹ بوائز سکولوں میں مڈل اور پرائمری سطح پر ٹیچرز کی اسامی کے لئے خواتین امیدوار بھی درخواست دے سکتی ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس وجہ سے بہت سے مرد امیدواران میرٹ لسٹ میں نہ آنے کی وجہ سے رہ جاتے ہیں اور مرد امیدواروں کا استحصال ہو رہا ہے؟

(ج) کیا حکومت گرلز سکولوں میں مڈل اور پرائمری سطح پر مرد امیدواروں کو بھی خالی اسامیوں پُر درخواست دینے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) درست ہے۔

(ب) محکمہ تعلیم حکومت پنجاب میں اکثر اسامیاں موزوں امیدواران نہ ہونے کی وجہ سے خالی رہتی ہیں۔ گورنمنٹ نے تمام اسامیاں پُر کرنے کے لئے یہ اقدام کیا ہے اگر مرد اُمیدوار میرٹ پر ہونگے تو انہیں ہی بھرتی کیا جائے گا۔ کوالیفائیڈ مرد اساتذہ نہ ہونے کی وجہ سے تعلیمی عمل کو جاری رکھنے کے لئے خواتین اساتذہ کی ان سکولوں میں میرٹ پر بھرتی (بمطابق بھرتی پالیسی 09۔2008) کرنے کی پیش کش کی گئی ہے۔ تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ علاوہ ازیں اس وقت پرائمری سطح پر زنانہ پرائمری اور مڈل سکول تعداد میں زیادہ ہیں۔ جب خواتین اساتذہ کی تعداد مردوں سے کافی کم ہے۔ پرائمری سطح پر آج کل Early Childhood Education کا حصہ بھی بنانے کا پروگرام جس کے لئے ہر پرائمری اور مڈل سکول میں قوانین کی ضرورت ہے جو کہ اس شعبے کے لئے موزوں ہیں۔

(ج) فی الحال ایسی کوئی پالیسی زیر غور نہیں ہے۔

راولپنڈی، گورنمنٹ مڈل سکول سیکٹر تھری خیابان سید کی چار دیواری کی تعمیر

*2888: جناب ضیاء اللہ شاہ: کیا وزیر سکولز ایجوکیشن از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ راولپنڈی میں گورنمنٹ مڈل سکول سیکٹر تھری خیابان سید کی باؤنڈری وال اب تک تعمیر کیوں نہیں ہوئی، اس کی وجوہات سے آگاہ کریں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس پر بااثر افراد نے قبضہ کیا ہوا ہے؟

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) جی ہاں۔ گورنمنٹ مڈل سکول سیکٹر تھری خیابان سر سید کی باؤنڈری دیوار ابھی تک نامکمل ہے کیونکہ سکول رقبہ 10 کنال 4 مرلے فزیکل اینڈ پلاننگ محکمہ نے الاٹ کیا تھا لیکن اس کی باؤنڈری وال کی تعمیر میں علاقہ کے لوگ محمد شریف وغیرہ رکاوٹ بنے رہے۔ 19-01-01 میں محمد شریف وغیرہ نے عدالت سے stay لے لیا تھا۔ 09-04-02 کو محمد شریف وغیرہ کا stay خارج ہونے کے خلاف اپیل دائر کی۔ 09-06-04 کو جناب محمد اقبال سول جج راولپنڈی نے دعویٰ حکم امتناعی دوامی خارج کر دیا۔ اس کے بعد چار دیواری کی تعمیر کا ضلعی حکومت کی طرف سے ٹینڈر ہوا۔ چار دیواری کا کام شروع ہوا تو مدعی نے نام تبدیل کر کے نئے مدعی کی طرف سے کیس دائر کر کے stay لینے کی کوشش کی، مگر اس کو stay تو نہ مل سکا لیکن چار دیواری کا کام مالی سال 06-2005 ختم ہو جانے کی وجہ سے اور ٹھیکیدار کا بل پاس نہ ہونے پر رُک گیا۔ کیس ابھی تک جناب اعجاز علی سول جج کی عدالت میں چل رہا ہے۔ تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) یہ درست ہے۔

راولپنڈی میں تعلیمی اداروں کی تفصیل اور فٹنس سرٹیفکیٹ کی فراہمی

*2926: جناب شہریار ریاض: کیا وزیر سکولز ایجوکیشن از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) راولپنڈی میں کل کتنے پرائمری، مڈل اور ایلیمنٹری سکول ہیں؟

(ب) کیا ان سب سکولوں کے لئے 2005 ارتھ کوئیک کے بعد Structure Stability Certificate کسی مصدقہ ادارے سے حاصل کیا گیا ہے؟

(ج) اگر نہیں تو پی پی۔12 راولپنڈی کے تمام سکولوں کو مرمت / فٹنس سرٹیفکیٹ کب تک فراہم کر دیا جائے گا؟

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) تحصیل وار تفصیل پرائمری اور ایلیمنٹری (زنانہ/مردانہ) سکولز:

پرائمری سکول:

	راولپنڈی	ٹیکسلا	کہوٹہ	کوٹلی ستیاں	گوجر خان	مری	کلر سیداں	کل تعداد
زنانہ	223	33	105	87	280	105	100	933
مردانہ	192	49	84	67	186	109	70	757
میزان:	415	82	189	154	466	214	170	1690

ایلیمنٹری سکولز:

زنانہ	41	06	16	20	54	14	13	164
مردانہ	38	08	13	11	32	13	10	125
میزان:	79	14	29	31	86	27	23	289

(ب) بلڈنگ ڈیپارٹمنٹ کو مراسلہ نمبر بذریعہ Dev/846 بتاریخ 2009-6-8 آگاہ کر دیا گیا تھا کہ وہ سکولز چیک کر کے Structure Stability Certificate جاری کرے۔

(ج) بلڈنگ ڈیپارٹمنٹ راولپنڈی نے پی پی۔12 کے سکولز چیک کر کے فٹنس سرٹیفکیٹ فراہم کر دیا ہے (کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے)۔

جناب محمد اعجاز شفیع: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: پہلے لغاری صاحب پوائنٹ آف آرڈر لیں گے۔ جی، لغاری صاحب! آپ سے درخواست ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: حکم جناب!

جناب سپیکر: میں نے حکم کرنا ہے یا آپ نے؟

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! آپ کی بہت مہربانی، میں وہی issue پیچھے discuss کر کے سمجھا رہا تھا۔ ہمارے پنجاب کے ساتھ، میں پنجاب کے ساتھ اس لئے کہہ رہا ہوں کہ ہمارے ملک کی 80 فیصد agricultural produce پنجاب میں ہوتی ہے۔ 31۔دسمبر 2010 کو وفاقی حکومت نے ایک SRO issue کیا ہے جس کے مطابق agricultural produce پر 3.5 percent withholding tax ہو گا۔ میری محدود عقل کے مطابق تو یہ ان کا domain ہی نہیں بنتا کہ وہ SRO

issue کر دیں کیونکہ آئین بڑا واضح کہتا ہے کہ taxation پارلیمنٹ کا domain ہے میں اس کے لئے آپ کو آئین کے آرٹیکل 77 کی طرف refer کروں گا کہ.... No tax will be

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر!۔۔۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! اگر میں بات کر لوں تو؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اگر محترم لغاری صاحب مناسب سمجھیں اور میری بات سن لیں تو پھر میرے خیال میں شاید اس issue پر اس وقت بات کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہو۔لغاری صاحب میری سیٹ پر آئے تھے اور انہوں نے یہ بات میرے ساتھ کی تھی تو میں نے سیکرٹری فنانس اور سیکرٹری لاء کو ساڑھے پانچ بجے بلایا ہے لغاری صاحب بھی میرے ساتھ بیٹھیں۔۔۔

جناب سپیکر: میں بھی بیٹھوں گا۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): آپ بھی بیٹھیں تو ہم بیٹھ کر پہلے اس issue پر پوری briefing لے کر اسے discuss کر لیتے ہیں اس کے بعد آپ یہاں پر قرارداد لانا چاہیں یا بحث کرنا چاہیں کریں چونکہ بنیادی طور پر یہ معاملہ وفاقی حکومت سے متعلق ہے۔میرے خیال میں اس کے بعد یہاں debate کر لیں گے۔

جناب سپیکر: جی، وہاں بیٹھ کر بات کر لیں گے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! یہی آئین کہتا ہے کہ جن چیزوں پر وفاقی حکومت taxation کر سکتی ہے agriculture ان میں نہیں ہے، میں نے آئین سے ہی ڈھونڈا ہے۔جن چیزوں پر وفاق taxation نہیں کر سکتا اس میں نمبر 47 پر taxes on income ہے۔۔۔

جناب سپیکر: آپ کی بات ٹھیک ہے، ہم ادھر بیٹھ کر بات کریں گے، اس معاملے کی تہہ تک پہنچیں گے اور پھر ہم نے جو بھی لائحہ عمل اختیار کرنا ہوگا وہ کر لیں گے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! پھر میری گزارش ہے کہ چودھری ظہیر صاحب کی ایک قرارداد پہلے سے جمع ہے آپ مہربانی کر کے اسے out of turn لینے کے لئے۔۔۔

جناب سپیکر: ابھی ادھر بیٹھیں گے اس کے بعد قرارداد کی بات ہو گی۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! اجازت ہو تو میں گزارش کر دوں۔ میں نے اجلاس کے پہلے دن ہی 3.50 percent withholding tax پر بات کی تھی تو ہمارے ایک نہایت قابل ساتھی نے اس میں contribute بھی کیا تھا اور انہوں نے کہا تھا کہ ہم پچھلی حکومت میں بھی یہ ٹیکس وصول کرتے رہے ہیں۔ ان کی نظر سے نہیں گزرا تھا میں نے عرض کی تھی کہ اس کا نوٹیفکیشن 31۔ دسمبر کو ہوا ہے۔ میں نے اس کے لئے ایک قرارداد دی ہوئی ہے اور اس قرارداد میں یہی ہے کہ ہم نے recommend کرنا ہے۔ قرارداد کے ذریعے اس پورے ایوان کی طرف سے recommendation ہوتی ہے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! ہم مل کر بیٹھیں گے اور پھر اس بارے میں بات کریں گے۔ آج ساڑھے پانچ بجے کا وقت ہے اور وزیر قانون صاحب نے متعلقہ لوگوں کو بلایا ہوا ہے۔ ہم وہاں بیٹھ کر بات کریں گے اور اللہ کرے گا کہ اچھے طریقے سے بات ہو جائے گی۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! جیسے آپ مناسب سمجھیں اگر آپ finally یہ ارشاد فرمادیں گے تو ہم اس کی تعمیل کریں گے۔ یہ بات اخبارات میں آچکی ہے اس لئے اگر قرارداد آجاتی اور ایوان کے اندر کھل کر اس بارے میں بات ہو جاتی تو پھر message صحیح چلا جاتا۔ بہر حال اگر آپ یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ بند کمرے میں پہلے بات کرنی ہے تو ہم اس کے لئے بھی تیار ہیں۔

جناب سپیکر: جی، مہربانی۔ اعجاز شفیع صاحب! کیا آپ بھی پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں یا تقریر کرنی ہے؟

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! آج سے تقریباً دو سال پہلے وزیر اعلیٰ پنجاب نے دانش سکول سسٹم کا ایک idea دیا تھا۔ اس بارے میں اتھارٹی بنائی گئی اور قانون سازی بھی کی گئی لیکن پچھلے بجٹ اجلاس میں ہمارے بہت سارے Parliamentarians نے اس پر تنقید کی تھی اور کہا تھا کہ یہ صرف ایک دیوانے کا خواب ہے۔ میں نے اُس وقت بھی on the floor of the House یہ کہا تھا کہ انشاء اللہ تعالیٰ رحیم یار خان کا دانش سکول اسی سال مکمل ہو جائے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس House کے لئے بہت بڑے اعزاز کی بات ہے کیونکہ یہ دانش سکولز ہمارے معاشرے کے ان بچوں کے لئے بن رہے ہیں جو کہ

غریب، محروم،یتیم اور لاچار ہیں۔ان کے لئے تعلیم حاصل کرنے کا شاید کوئی ایسا mechanism نہیں تھا۔ایچی سن level یا کیڈٹ کالج کی تعلیم حاصل کرنا دُور کی بات ہے وہ تو عام تعلیم بھی حاصل نہیں کر سکتے تھے۔

جناب سپیکر: حضرت! آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟ یہ تو آپ نے تقریر شروع کر دی ہے۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! 13۔جنوری کو جنوبی پنجاب کے پہلے دانش سکول کا افتتاح ہو چکا ہے۔معاشرے میں صرف وہی قومیں ترقی کر سکتی ہیں کہ جہاں پر تعلیم عام ہو۔تعلیم حاصل کرنا ہر بچے کا بنیادی حق ہوتا ہے۔ہمارے ہاں طبقاتی تعلیم کا نظام ہے کیونکہ ایک امیر آدمی، خانزادے اور وڈیرے کے بچے کے لئے تعلیم حاصل کرنے کے بے شمار مواقع میسر ہیں لیکن ایک غریب کے بچے کے لئے حکومت کے پاس کوئی ایسا نظام یا mechanism نہیں تھا۔جس دن جنوبی پنجاب کے پہلے دانش سکول کا افتتاح ہوا تو اس دن ایک مزدور کا بچہ جس کے والد اور والدہ دونوں فوت ہو چکے ہیں وہاں پر موجود تھا۔اس تقریب میں تقریباً 20 ممالک کے سفیر آئے ہوئے تھے۔اس بچے کا وہاں پر داخلہ ڈیڑھ ماہ پہلے ہوا تھا اور اس نے جس confidence کے ساتھ تقریر کی وہ قابل تحسین ہے۔

جناب سپیکر: آپ مہربانی کر کے اپنی بات ختم کریں، آپ نے تو تقریر شروع کر دی ہے۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس حکومت نے جو اچھے کام کئے ہیں ہمیں یہاں بیٹھ کر ان کو appreciate کرنا چاہئے۔میں اپنے اپوزیشن کے بھائیوں سے بھی یہ کہوں گا کہ آئیں اور دیکھیں کہ مظلوم، بے سہارا اور یتیم بچوں کے لئے ہماری حکومت نے تعلیم کے حوالے سے ایک ایسا احسن step اٹھایا ہے کہ جس کو آنے والی نسلیں بھی یاد رکھیں گی۔

جناب سپیکر: اعجاز شفیع صاحب! اب تشریف رکھیں۔آپ کو دوبارہ وقت ملے گا تو پھر بات کر لیجئے گا۔

جناب سعید اکبر خان: پوائنٹ آف آرڈر۔جناب سپیکر! مجھے اپنے بھائی اعجاز شفیع صاحب کی بات سے مکمل اتفاق ہے کہ ان کے ہاں دانش سکول کھل گیا ہے، یہ بڑے خوش قسمت ہیں۔ہمارے علاقے بھکر میں تو دانش سکول نہیں کھلا لیکن مجھے افسوس اس بات پر ہے کہ میرے ضلع میں 50/60 کے قریب مسجد مکتب سکول ہم سے پوچھے بغیر بند کر دیئے گئے ہیں۔ان سکولوں میں سینکڑوں بچے جون کی summer vacations سے پہلے پڑھنے کے لئے جاتے تھے اور آج وہ گھر بیٹھے ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر: ایجوکیشن منسٹر صاحب کدھر ہیں؟ وہ ذرا جلدی سے House میں تشریف لائیں۔

پوائنٹ آف آرڈر

بھکر میں مسجد مکتب سکولوں کی بندش سے زیر تعلیم بچے تعلیم سے محروم

جناب سعید اکبر خان: جناب سپیکر! محکمہ تعلیم کے حکام سے پوچھا جائے کہ ان بچوں کا پُرسان حال کون ہے جو کہ مسجد مکتب سکولوں میں تین جماعتیں پڑھنے کے لئے جاتے تھے؟ وہاں پانچ کلومیٹر کے radius میں ان کے لئے کوئی دوسرا سکول نہیں ہے اس لئے میری گزارش ہوگی کہ ان بچوں کے لئے کچھ سوچا جائے۔ میں نے زندگی میں پہلی دفعہ دیکھا ہے کہ حکومت کی طرف سے نئے سکول کھولنے کی بجائے پہلے سے چلنے والے سکول بند کئے جا رہے ہیں۔ مجھے بڑی خوشی ہے کہ دانش سکول بن رہے ہیں کیونکہ یہ idea بڑا خوبصورت ہے لیکن ہمارے ہاں جو مسجد مکتب سکول چل رہے تھے ان کو بند کر کے حکومت نے ہمیں کیا تحفہ دیا ہے؟ بھکر وزیراعلیٰ صاحب کا ضلع ہے لیکن وہاں پر دانش سکول نہیں بنایا گیا ہمیں اس بات پر بھی افسوس ہے۔

(اس مرحلہ پر وزیر تعلیم ایوان میں تشریف لے آئے)

ملک محمد وارث کلو: جناب سپیکر! میں بھی اسی حوالے سے ایک گزارش کرنی چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

ملک محمد وارث کلو: جناب سپیکر! اس میں کوئی شک نہیں کہ دانش سکول کا idea زبردست ہے اور یہ منصوبہ مکمل بھی ہونا چاہئے۔ غریب علاقوں میں یہ ایچی سن کالج کی حیثیت رکھتا ہے۔ اللہ کرے کہ یہ خواب شرمندہ تعبیر ہو اور یہ 35 دانش سکول functional ہوں۔ جیسا کہ ابھی میرے بھائی سعید اکبر نوانی صاحب نے بتایا ہے میں بھی اسی حوالے سے عرض کروں گا کہ یہاں لاہور میں ٹھنڈے کمروں میں بیٹھے بیٹھے پالیسیاں بن جاتی ہیں۔ یہ نہیں دیکھا جاتا کہ ہم جو پالیسیاں بنا رہے ہیں ان کے ground پر کیا اثرات مرتب ہوں گے؟ محکمہ تعلیم نے rationalization کرنے کی ایک پالیسی بنائی ہے اور اس rationalization کے نام پر انہوں نے مکتب مسجد سکولوں کو بند کر دیا ہے۔ وہاں پر ایک ایک مسجد مکتب سکول میں ایک استاد سو، سو بچوں کو پڑھا رہا تھا اور all of a sudden ان کی اس پالیسی کی وجہ سے وہ سارے سکول بند کر دیئے گئے ہیں۔ حکومت ایک طرف تو یہ کہتی ہے کہ literacy rate بڑھانے کے لئے کوشش ہو رہی ہے جبکہ دوسری طرف ان مسجد مکتب سکولوں کو بند کر دیا گیا ہے اور ان سکولوں میں پڑھنے والے بچوں کو کہا گیا ہے کہ آپ پندرہ میل دور جا کر پڑھیں بصورت دیگر گھر

بیٹھیں۔اسی rationalization کے نام پر انہوں نے یہ بھی کیا ہے کہ جہاں پر گورنمنٹ پرائمری سکولوں میں بچوں کی تعداد 40 سے کم تھی ان کو بھی بند کر دیا گیا ہے۔ ہمارے جو چھوٹے چھوٹے گاؤں ہیں، ہمارے جو چھوٹے چھوٹے گوٹھ ہیں ہم ان کو "بھان" کہتے ہیں۔ ہماری سرائیکی زبانی میں ان کو "بھان" کہا جاتا ہے۔ وہاں صحرائی علاقہ ہے اور اس علاقے کے سکولوں کو بھی انہوں نے بند کر دیا ہے۔ پہلے مسجد مکتب سکول بند کئے گئے اور اس کے بعد پرائمری سکول بھی بند کر دیئے گئے ہیں جو کہ انتہائی ظلم والی بات ہے۔انہوں نے کہا ہے کہ ان کی ضرورت ہی نہیں ہے کیونکہ پرائیویٹ اور نجی سکول مارکیٹ میں آ گئے ہیں۔اب پرائیویٹ سکولوں کا idea انہوں نے کہاں سے لیا ہے؟ یہ لاہور سے لیا گیا ہے جب ٹھنڈی کار میں بیٹھ کر صاحب بہادر نکلتے ہیں اور انہیں ادھر لاہور میں کہیں پر بیکن ہاؤس سکول نظر آتا ہے اور کہیں پر گرائمر سکول نظر آ جاتا ہے۔یہ بھی حقیقت ہے کہ لاہور کے سرکاری سکولوں میں بچے کم ہو رہے ہیں لیکن خدا کے واسطے اسی ایک تلوار سے بھکر، نورپور تھل اور راجن پور کے علاقوں کو ذبح مت کریں۔ میری آپ کی وساطت سے وزیر تعلیم سے درخواست ہے کہ ہمارے backward areas کے لوگ تو بڑے عرصے سے مزید سکول مانگ رہے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ہمارے علاقوں میں مزید نئے سکول کھولے جائیں۔ محکمہ تعلیم کے حکام کہتے ہیں کہ ہم نے سکولوں کی new opening بند کر دی ہے تو اب ہمارے بچے کدھر جا کر پڑھیں؟ ہم پر pressure ہے کہ آپ ہمارے علاقوں میں نئے سکول کھولیں۔ پچھلی دفعہ مجھے جو funds ملے تھے ان سے میں نے آٹھ نئے سکول بنانے کی تجویز دی تھی۔ میرے وہ سارے کے سارے funds ضائع ہو گئے ہیں۔یہ ریکارڈ کی بات ہے کہ انہوں نے جنوبی پنجاب کے سارے funds ضائع کر دیئے ہیں۔ مجھے وہ آٹھ سکول اس لئے نہیں دیئے کہ انہوں نے new opening بند کر دی ہے تو بات یہ ہے کہ جہاں دانش سکول بنائے جانا بہت اچھا اقدام ہے وہاں ایجوکیشن منسٹری جو اس طرح کے منفی اقدامات کر رہی ہے اس پر بھی منسٹر صاحب توجہ دیں۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحب! میں نے ان کی بات سنی ہے تو آپ کم از کم حلقے کے ایم پی اے صاحبان سے مشورہ تو کر لیا کریں کہ ہم آپ کے حلقے کے ان سکولوں کو rationalization کی طرف لے کر جانا چاہتے ہیں یا ہم فلاں مسجد مکتب سکول کو ختم کر رہے ہیں۔

لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) محمد شبیر اعوان: جناب سپیکر! میرے گاؤں کے ہائی سکول میں Subject Specialists کی سولہ vacancies ہیں لیکن وہاں پر صرف ایک ٹیچر ہے۔ میں کوئی چھ ماہ پہلے چیف

منسٹر صاحب سے ملا تو انہوں نے directive جاری کیا کہ یہ vacancies fill کی جائیں۔ اس کے بعد میں نے سیکرٹری ایجوکیشن سے پوچھا تو وہ کہتے ہیں کہ آپ ٹیچر بتائیں ہم post کر دیں گے تو ہم ٹیچر کہاں سے لائیں؟ جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ پورے ڈسٹرکٹ راولپنڈی میں SNE کا problem ہے وہ وہاں سے demand بھجواتے ہیں لیکن یہاں سے sanction نہیں ہوتی۔ حکومت پنجاب ہمیں فنڈز دیتی ہے ہم ان فنڈز سے سکولوں کو upgrade کراتے ہیں وہاں بلڈنگ بن جاتی ہے لیکن کلاسوں کا اجراء ہوتا ہے اور نہ ٹیچر تعینات ہوتے ہیں۔ منسٹر صاحب سے کہیں کہ ان چیزوں کو resolve کریں۔

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میرے حلقہ میں بھی اسی طرح کی صورتحال ہے۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! مسجد مکتب سکول بند کرنے سے وہاں کے بچے تعلیم سے محروم ہو رہے ہیں لہٰذا ان مسجد مکتب سکولوں کو پرائمری سکول کا درجہ دیا جانا چاہئے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: چودھری صاحب! آپ بھی تشریف رکھیں۔ یہ سب کا مشترکہ مسئلہ ہے آپ اس پر منسٹر صاحب کو پالیسی بیان دینے دیں۔

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! مسجد مکتب سکولوں کو main stream میں لانے کے لئے انہیں قریبی سکولوں کے ساتھ merge کیا گیا اور اسی حوالے سے یہ پالیسی بنائی گئی تھی۔ یہاں پر فنڈز اور SNE کے حوالے سے بھی بات ہوئی تو میں Question Hour میں بھی explain کر چکا ہوں۔۔۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحب! میری بات سنیں۔ یہ جتنے ممبر صاحبان بیٹھے ہیں ان سب کو اپنی اپنی تکلیف کا پتا ہے اور آپ کو ان کی تکلیف کا پتا نہیں ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

مجھے اس بات پر افسوس ہے کہ آپ اپنے ای ڈی او ایجوکیشن سے یہ نہیں کہتے کہ جن ممبران کے حلقوں میں کوئی کمی بیشی ہے تو اس کو پورا کیا جائے۔

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! ابھی اس چیز کو implement کرنا تھا تو متعلقہ ای ڈی او ایجوکیشن کا ممبران اسمبلی سے رابطہ ہوتا ہے۔۔۔

جناب سپیکر: .That I know آپ ایسی کوئی instance پیش نہیں کر پائیں گے .Not a single

وزیر سکولز ایجوکیشن (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! اس کو review کر لیتے ہیں۔

جناب سپیکر: آپ کی مہربانی۔ اس مسئلے کو ذرا review کریں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سعید اکبر خان: جناب سپیکر! آپ نے ہمارا بہت بڑا مسئلہ حل فرمایا۔

جناب سپیکر: ابھی تو میں نے اُنہیں کہا ہے۔ وہ کچھ کریں گے تو آپ کا مسئلہ حل ہو گا ناں!

جناب سعید اکبر خان: جناب سپیکر! اگر اب یہ ہمارا مسئلہ حل نہیں کریں گے تو ہم ان کے خلاف Privilege Motion دیں گے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ وہ آپ کا privilege موجود ہے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! اس بات کو ہفتے سے زیادہ دن ہو گئے ہیں جب یہاں پر ڈپٹی سپیکر صاحب اجلاس کی صدارت کر رہے تھے تو پرائیویٹ سکولوں کے حوالے سے ایک کمیٹی announce کرنے کا کہا گیا تھا کہ ہم کل تک کمیٹی announce کر دیں گے۔

توجہ دلاؤ نوٹس

جناب سپیکر: کمیٹی announce ہو چکی ہے۔ آپ کو اس کی کاپی پہنچا دی جائے گی۔ اب ہم توجہ دلاؤ نوٹس شروع کرتے ہیں۔ پہلا توجہ دلاؤ نوٹس رانا تنویر احمد ناصر صاحب کا ہے۔

ضلع شیخوپورہ، اڈا فیروز وٹواں پر استقبالی کیمپ میں ہوائی فائرنگ سے نوجوان کی ہلاکت

610: رانا تنویر احمد ناصر: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ایک مؤقر اخبار کی خبر مورخہ 31۔دسمبر2010 کے مطابق فیروز وٹواں ضلع شیخوپورہ میں چودھری پرویز الٰہی کے استقبالی کیمپ میں فائرنگ سے نوجوان ہلاک ہو گیا؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مسلم لیگ(ق) پنجاب کے صدر چودھری پرویز الٰہی کی ننکانہ صاحب آمد کے موقع پر اڈا فیروز وٹواں ضلع شیخوپورہ پر قائم استقبالی کیمپ میں ہوائی فائرنگ سے عمران نامی شخص ہلاک ہو گیا جبکہ مظہر اور عرفان وغیرہ پانچ نوجوان زخمی ہو گئے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ بوقت وقوعہ ضلع شیخوپورہ میں دفعہ 144 ضابطہ فوجداری نافذ تھی، اس مقدمہ اور پولیس کارروائی کی مکمل تفصیل سے معزز ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان):

(الف) سابق وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی کی آمد کے سلسلہ میں تقریباً 60/50 آدمی کی روڈ سے اڈا فیروز وٹواں جا رہے تھے کہ جلوس میں شامل ملزم مسمی ریاض نے اپنے پسٹل 30 بور سے فائرنگ کی جس کے نتیجہ میں ایک کس محمد عمران جاں بحق ہو گیا۔

(ب) چودھری پرویز الٰہی کی ننکانہ صاحب آمد پر استقبال کے سلسلہ میں ٹولیوں کی شکل میں تقریباً 60/50 آدمی جانب اڈا فیروز وٹواں جا رہے تھے کہ ملزم مسمی ریاض جو کہ جلوس میں شامل تھا، نے پسٹل 30 بور سے فائرنگ کی جس کے نتیجے میں محمد عمران جاں بحق اور ظفر اقبال وغیرہ زخمی ہو گئے۔

(ج) مورخہ 30۔جنوری بروز وقوعہ ضلع شیخوپورہ میں دفعہ 144 ضابطہ فوجداری کا نفاذ نہ تھا۔ وقوعہ کی بابت مقدمہ نمبر 947 مورخہ 2010-12-30 بجرم 324/302 ت پ تھانہ بھکی ضلع شیخوپورہ درج ہوا۔ وقوعہ کے چند گھنٹوں بعد ملزم کو گرفتار کر لیا گیا۔ دوران تفتیش ملزم سے آلہ قتل پسٹل 30 بور برآمد کیا اور ملزم کو صحیح گنہگار پا کر مورخہ 2011-01-06 کو جوڈیشل حوالات بھجوا دیا گیا۔ بقیہ تفتیش کا عمل مکمل کرنے کے بعد چالان عدالت کو بھجوایا جا رہا ہے۔

رانا تنویر احمد ناصر: جناب سپیکر! میں اس معاملے میں لاء منسٹر صاحب سے یہ یقین دہانی چاہوں گا کہ مقتول کا تعلق ایک بڑے غریب خاندان سے ہے۔ مجھے اس میں یہ خطرہ نظر آ رہا ہے کہ جب اس کا چالان competent court میں پیش ہو گا تو اس کیس میں compromise ہو جانا ہے لہذا اس میں پراسیکیوشن کو اپنا role play کرنا چاہئے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ایک ذمہ دار politician آ رہے تھے تو کیا یہ روّیے اُن کو زیب دیتے ہیں کہ اس طرح گن مین رکھیں اور وہ بلاوجہ فائرنگ کریں۔ میں یہاں پر ایک historical fact بیان کرنا چاہوں گا کہ جب محترم پرویز الٰہی صاحب چیف منسٹر پنجاب تھے تو اکثر اپنی میٹنگوں میں یہ کہا کرتے تھے کہ میں ننکانہ صاحب کا چیف منسٹر نہیں ہوں کیونکہ ننکانہ صاحب کا چیف منسٹر بریگیڈئر اعجاز شاہ ہے۔۔۔

جناب سپیکر: لاء منسٹر نے آپ کے توجہ دلاؤ نوٹس کا جواب دے دیا ہے اس لئے میرے خیال میں اب آپ اس بات کو رہنے دیں۔ رانا صاحب! اب آپ اپنا توجہ دلاؤ نوٹس نمبر 615 پڑھیں۔

ضلع شیخوپورہ،ڈاکوؤں کی فائر نگ سے دو اشخاص کی ہلاکت کا معاملہ

615:راناتنویر احمد ناصر:کیاوزیر اعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مورخہ 22۔دسمبر 2010 کو منیر احمد رہائشی چک نمبر 282 گ ب عبداللہ صفدر آباد ضلع شیخوپورہ کے گھر 5 کس مسلح اسلحہ آتشیں ڈاکو داخل ہوئے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ خواتین کے شور مچانے پر محمد سلیم اور محمد محسن وغیرہ آئے تو ڈاکوؤں نے فائر نگ کر کے ان کو موقعہ پر ہلاک کر دیا اور خواتین سے طلائی زیورات اور دیگر قیمتی سامان لوٹ کر فرار ہو گئے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ متذکرہ بدترین واقعہ کا مقدمہ نمبری 10/559 بجرم 460 ت پ تھانہ صفدر آباد درج ہوا مگر وقوعہ کے ملزمان کو مقامی پولیس ابھی تک گرفتار نہ کر سکی ہے کیا حکومت اس تساہل کے ذمہ دار پولیس افسران کے خلاف قانونی کارروائی کرتے ہوئے ملزمان کو جلد از جلد گرفتار کر کے کیفر کردار تک پہنچانے کا ارادہ رکھتی ہے،اگر ہاں تو کب تک؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان):جناب سپیکر!اس کا جواب موجود ہے۔

(الف) مورخہ 22-12-2010 کو مدعی مقدمہ محمد رشید نے تحریر کروایا کہ آج شام 7:15 بجے اپنے گھر کے چوبارہ پر مع اہل و عیال موجود تھا کہ میرے بھائی منیر احمد کے گھر پانچ کس نامعلوم ڈاکو داخل ہوئے۔

(ب) نامعلوم ڈاکوؤں نے گھر میں داخل ہو کر عورتوں سے زیورات چھ عدد طلائی انگوٹھیاں،دو عدد طلائی لاکٹ اور ایک عدد موبائل فون چھین لیا۔عورتوں کے شور مچانے پر مدعی نے اپنے چوبارہ سے پسرم محمد محسن اور بھتیجے محمد سلیم ولد منیر احمد کو منیر احمد کے گھر بھیجا کہ دیکھو کیا شور ہے جو بھاگ کر گھر گئے اور ڈاکوؤں سے گتھم گتھا ہو گئے جس پر ڈاکوؤں نے فائر نگ کر کے محمد سلیم اور محمد محسن کو قتل کر دیا،سامنے حویلی مویشیاں سے فائر نگ کی آواز پر محمد ندیم ولد محمد منیر باہر گلی میں آیا اور گھر جانے لگا تو ڈاکوؤں نے فائر کر کے باہر گلی میں اس کو مضروب کر دیا اور اندھیرے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے فرار ہو گئے۔

(ج) وقوعہ کی بابت مقدمہ نمبر 10/559 مورخہ 22-12-2010 بجرم 302،460،400، 397،109 ت پ تھانہ صفدر آباد درج رجسٹر ہوا۔دوران تفتیش مورخہ 23-12-2010 کو مدعی نے بذریعہ تحریری درخواست اور تتمہ بیان ملزمان مسمیان ظہیر مصطفیٰ ولد غلام

مصطفیٰ ورک، کلیم ولد جاوید ورک سکنہ عبداللہ پور، محمد محسن عرف موتی ولد اشرف سکنہ پھاہو والی چک 79 کو نامزد کیا مورخہ 2011-01-11 کو ملزم محمد محسن عرف موتی کو گرفتار کر کے برائے شناخت پریڈ ڈسٹرکٹ جیل بھجوایا گیا اور ملزم غلام مصطفیٰ ورک ولد غلام رسول ورک قوم ورک سکنہ عبداللہ پور کو مورخہ 2011-1-15 جیل بھجوایا گیا دوران تفتیش ملزمان محسن عرف موتی اور غلام مصطفیٰ ورک نے دو کس نامعلوم ملزمان کے نام امتیاز احمد ولد مختار احمد، امانت ولد نیامت اقوام جٹ سکنہ چک نمبر 225گ ب تھانہ ترکھانی تحصیل سمندری ضلع فیصل آباد بتلایا۔ ملزمان کلیم، امتیاز اور امانت کی گرفتاری کے لئے دو خصوصی ٹیمیں مقرر کی گئی ہیں، چار کس ملزمان روپوش ہیں جن کی گرفتاری کے لئے مقامی تھانہ جات کی حدود کے علاوہ فیصل آباد میں ریڈ کئے جا رہے ہیں۔

جناب سپیکر! اس میں بہت ظلم ہوا ہے اور دو نوجوان اس وقوعہ میں ناحق قتل ہوئے۔ میں نے مقامی DPO اور SHO کے ساتھ رانا تنویر احمد ناصر اور مقتولین کے لواحقین جو اس مقدمہ کے victim ہیں کی میٹنگ کروائی ہے۔ اس میٹنگ میں تفتیش سے متعلق پوری discussion ہوئی ہے اور میں اس معزز ایوان کو یقین دلاتا ہوں کہ انشاءاللہ within a month تمام ملزمان کو گرفتار کیا جائے گا۔ ان میں سے ایک ملزم بیرون ملک چلا گیا ہے اس کو بھی گورنمنٹ واپس لائے گی اور جو ملزمان اس وقت اشتہاری ہیں یا نہیں پکڑے گئے تو ان کو بھی انشاءاللہ گرفتار کر کے کیفر کردار تک پہنچایا جائے گا۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! میں نے بھی یہی بات کرنی تھی جو رانا ثناءاللہ خان صاحب نے کی ہے کہ یہ بہت بڑا mishap ہوا، دو نوجوانوں کو قتل کر دیا گیا، ڈکیتی ہوئی جس میں ایک ملزم پکڑا بھی گیا اور دوسرے کا والد پکڑا گیا۔ اس میں میری یہی درخواست ہے کہ باقی ملزمان کو گرفتار کیا جائے، کیفر کردار تک پہنچایا جائے اور مدعیوں کی دادرسی کی جائے۔ ہمارا ان سے رابطہ بھی ہے اور ہم توقع رکھتے ہیں کہ رانا صاحب نے جو deadline دی ہے اس date کے اندر اندر ملزمان گرفتار کئے جائیں گے۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔ آپ کی مہربانی۔ اب جناب عبدالوحید چودھری صاحب کا توجہ دلاؤ نوٹس نمبر 621 ہے۔ چودھری صاحب! آپ اسے پڑھیں۔

ملتان، گلشن مارکیٹ میں ڈکیتی کی تفصیلات

621 جناب عبدالوحید چودھری: کیا وزیراعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مورخہ 14۔جنوری 2011 صبح 5:30 بجے کے قریب ملتان شہر کے بارونق علاقہ گلشن مارکیٹ تھانہ نیو ملتان میں ڈاکوؤں نے سکیورٹی گارڈ کو باندھ کر پانچ کلو سونا جس کی مالیت 5 کروڑ روپے بنتی ہے لوٹ لیا اور فرار ہو گئے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس واقعہ کی اطلاع کرنے کے لئے 15 پر ایک گھنٹہ تک کال کی گئی مگر وہاں سے کوئی response نہ ملا؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ متعلقہ تھانہ کا DSP,SHO کی کال کے باوجود ایک گھنٹہ تاخیر سے وقوعہ پر پہنچا؟

(د) کیا حکومت اس سارے وقوعہ کی تحقیقات کسی ایماندار اور اعلیٰ پولیس آفیسر سے کروانے کا ارادہ رکھتی ہے، نیز اس میں ملوث ڈاکوؤں کو بھی جلد از جلد گرفتار کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! توجہ دلاؤ نوٹس 621 کا جواب یوں ہے کہ:

(الف) یہ درست ہے کہ مورخہ 14۔جنوری 2011 کو علی الصبح علاقہ گلشن مارکیٹ تھانہ نیو ملتان میں پانچ نامعلوم ملزمان نے مارکیٹ کے سکیورٹی گارڈ کو باندھ کر اقبال جیولرز کی دکان سے پانچ کلو سونا لوٹ لیا اور فرار ہو گئے۔اس سلسلہ میں مقدمہ نمبر 48 مورخہ 2011-1-14 بجرم 395ت پ تھانہ نیو ملتان بربیان راؤ لیاقت علی درج ہو کر زیر تفتیش ہے۔

(ب) یہ الزام درست نہ ہے تاہم بحکم CPO صاحب ملتان ملک محمد یوسف صاحب SSP آپریشن ملتان اس الزام کی بابت انکوائری آفیسر مقرر کئے گئے ہیں اگر الزام درست ثابت ہوا تو اس کی رپورٹ موصول ہونے پر قصورواران کے خلاف محکمانہ کارروائی کی جائے گی۔مزید برآں 15 پولیس سروس کاؤنٹر کے ریکارڈ کے مطابق بوقت 4 بج کر 56 منٹ پر مسٹر رب نواز DSP سرکل نیو ملتان جو گشت پر معمور تھے اطلاع ملنے پر فوراً موقع پر پہنچ گئے۔

(ج) شب وقوعہ سب انسپکٹر جمشید اکرم کی سرکل گشت تھی اس نے 3:30 بجے شب گشت ختم کر کے تھانہ آ گیا اور بروئے بیان DSP سرکل نیو ملتان اس کے call کرنے پر فوراً موقع پر پہنچا

جس کو DSP مذکور نے وقوعہ میں استعمال ہونے والی کار کے متعلق معلومات دیں اور پورے ضلع میں ناکہ بندی کروانے کے لئے بھیج دیا۔

(د) تاہم مقامی پولیس زیر سربراہی محمد زبیر دریشک SSP Investigation مقدمہ ہذا کی تفتیش کر رہی ہے اس سلسلہ میں گواہان کی ہدایت پر ملزمان کے خاکے مرتب کر لئے گئے ہیں۔ موقع سے نشانات انگشت سائنس لیبارٹری بذریعہ چٹھی مورخہ 2011-1-15 بغرض نشاندہی ملزمان بھجوا دیئے گئے ہیں۔ موقع سے ملزمان کے اوزاروں cutter، آری اور Jack کی پیکنگ پر موجود نشانات سے معلوم ہو گیا ہے کہ یہ شاہین مارکیٹ گیٹ پر واقع مدینہ مشینری اور Lucky tool shop سے خریدے گئے تھے جن کے مالکان کو شامل تفتیش کیا گیا ہے اور انھوں نے بھی خاکوں کو شناخت کرتے ہوئے بتایا ہے کہ ملزمان پشتو بولنے والے تھے۔ مزید برآں ہوٹل، گیسٹ ہاؤس اور سراؤں کی تلاشی لی گئی اس سلسلہ میں rent a car والوں کا ریکارڈ چیک کیا گیا اور بھرپور vigilance سے یہ تفتیش SSP Investigation کی سربراہی میں ہو رہی ہے انشاء اللہ تعالیٰ ملزمان کو جلد گرفتار کر کے کیفر کردار تک پہنچایا جائے گا۔

جناب عبدالوحید چودھری: جناب سپیکر! میں وزیر قانون صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے آپ کے حکم پر quick action کیا اور ایک اچھے آفیسر دریشک صاحب کو تفتیشی آفیسر مقرر کیا لیکن میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ SHO سے پہلے DSP اور SP پہنچے ہیں۔ اس کے علاوہ میں آپ کے توسط سے حکومت کو گزارش کرنا چاہوں گا کہ ملتان ایک اہم ضلع ہے لیکن وہاں چار DSP نہیں ہیں، RPO بھی نہیں ہے اور (DIG(Admn بھی نہیں ہے۔ خدا کے لئے وہاں فوری طور پر افسران تعینات کئے جائیں۔

تحاریک استحقاق

(کوئی تحریک پیش نہ ہوئی)

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔ اب ہم تحاریک استحقاق لیتے ہیں۔ چودھری شاہد انجم صاحب کی تحریک استحقاق نمبر 2 اور سردار کامل گجر صاحب کی تحریک استحقاق نمبر 3 ہے ان کی طرف سے اطلاع ہے کہ ان تحاریک استحقاق کو pending کیا جائے تو ان دونوں تحاریک استحقاق کو pending کیا جاتا ہے۔

شیخ علاؤالدین:پوائنٹ آف آرڈر۔جناب سپیکر!آپ نے کہا تھا کہ توجہ دلاؤ نوٹس کے بعد آپ مجھے ٹائم دیں گے۔

جناب سپیکر:میں نے آپ سے نہیں کہا۔

شیخ علاؤالدین:جناب سپیکر!آپ فرمارہے تھے کہ توجہ دلاؤ نوٹس کے بعد میں آپ کو ٹائم دوں گا۔

جناب سپیکر:آپ نے مجھ سے ٹائم ہی نہیں مانگا۔

شیخ علاؤالدین:جناب سپیکر!جب آپ نے کہا تھا تو میں نے یہ کہا ہے۔آپ نے کہا تھا کہ ابھی نہیں اس لئے میں بیٹھ گیا جس کا مقصد ہے کہ آپ نے مجھے ہی کہا تھا۔اب آپ ڈھونڈرہے ہیں کہ کس کو کہا تھا؟

معزز ممبران:شیخ صاحب کو ٹائم دے دیں۔

جناب سپیکر:چلیں، ٹھیک ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر!reluctantlyہی ٹائم دے دیں۔کیا اجازت ہے؟

جناب سپیکر:جی،فرمائیں!

شیخ علاؤالدین:جناب سپیکر!میں آپ کے صرف دو منٹ لوں گا۔آپ کو معلوم ہے کہ اسمبلی کی historyمیں ایک بہت ہی شرمناک واقعہ ہوا تھا جس پر آپ نے مہربانی کی تھی۔

جناب سپیکر:اس کو آپ چھوڑ دیں۔

شیخ علاؤالدین:جناب سپیکر!میں اُس کو چھوڑ گیا ہوں اور اُس واقعہ کو repeatنہیں کررہا لیکن میں آپ کی ایک ruling کو پڑھنے لگا ہوں۔میں Rules of Procedure کے صفحہ 111 پر آپ کی توجہ چاہتا ہوں جسے آپ پڑھ لیں کیونکہ مجھے آپ کی respectبہت عزیز ہے۔

جناب سپیکر:یہ respect میری نہیں آپ کی بھی ہے۔

شیخ علاؤالدین:جناب سپیکر!اس ہاؤس کی respectکا مسئلہ ہے اور 114 سالہ تاریخ توڑی گئی ہے۔میں اسے پڑھ دیتا ہوں۔

> If a member who has been ordered by the Speaker to withdraw from the Assembly refuses to do so…

جناب سپیکر:جی،وہ بات ہو گئی ہے۔

شیخ علاؤالدین: نہیں، آپ میری بات سنئے۔ میں آپ کو یا کسی اور کو کچھ بھی نہیں کہتا۔

(6) If a member who has been ordered by the Speaker to withdraw from the Assembly refuses to do so, the Sergeant-at-Arms shall himself or with the assistance of such other officers as are appointed under sub-rule (5) carry out such orders as he may receive from the Speaker.

میں یہ بات اس لئے کرنا چاہتا ہوں کیونکہ آپ نے مجھے کہہ دیا ہے اس لئے میں repeat نہیں کرتا۔ جب آپ نے حکم دیا تو execution کے لئے کس کو کہنا چاہئے تھا لیکن اُس پر عمل نہیں ہوا۔ میں یہی کہہ رہا ہوں کہ 114 سالہ تاریخ ٹوٹی ہے اور آپ کے حکم پر عمل نہیں ہوا جس کا مقصد یہ ہے کہ execution ہی نہیں ہوئی۔

جناب سپیکر: نہیں، آپ میری بات سنیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! اسے تمام میڈیا نے لکھا ہے۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب! کیا ہو گیا ہے، آپ میری بات کیوں نہیں سن رہے؟

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! اگر آپ پسند نہیں کرتے تو میرا یہ فرض ہے کہ میں ریکارڈ پر یہ بات لاؤں۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب! آپ بات سنا کریں بلکہ آپ میں سننے کی ہمت بھی ہونی چاہئے۔ دیکھیں، وہ میرے پاس آئے تھے اور کہا تھا کہ میں اتنے شور میں آپ کی بات نہیں سن پایا لیکن بعد میں جب مجھے پتا چلا تو میں اُسی وقت باہر چلا گیا جس کے لئے میں معذرت خواہ ہوں۔

شیخ علاؤالدین: کیا آپ کو اس بات پر یقین ہے؟

جناب سپیکر: جی، میں اپنے معزز ممبر پر یقین رکھتا ہوں۔ میں آپ کو اسی لئے بٹھا رہا تھا لیکن آپ جلدی سے نکل گئے۔

شیخ علاؤالدین: بہر حال ایک غلط واقعہ اور ایک غلط روایت قائم کی گئی ہے۔

جناب سپیکر: نہیں، کوئی غلط روایت نہیں ہوئی۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں یہ ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ انہوں نے سنا بھی ہے اور اس کا جواب بھی دیا ہے۔

جناب سپیکر: نہیں، انہوں نے نہیں سنا۔ اگر سنتے تو وہ ضرور عمل کرتے۔

شیخ علاؤالدین: بہر حال یہ ایک غلط روایت قائم ہوئی ہے۔

تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر: بہت شکریہ۔ اب تحاریک التوائے کار شروع کرتے ہیں۔ پہلی تحریک التوائے کار نمبر 776 میاں طارق محمود صاحب کی ہے۔

میاں طارق محمود: جناب سپیکر! یہ پڑھی جا چکی ہے۔

جناب سپیکر: جی، یہ پڑھی جا چکی ہے۔ رانا صاحب! اس کا جواب آنا تھا۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ تحریک کل کے لئے pending تھی اور کل اس کا جواب موصول ہو جائے گا۔

جناب سپیکر: یہ 17۔تاریخ کے لئے pending تھی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میرے پاس جو note ہے اس کے مطابق یہ تحریک 18۔تاریخ تک pending ہوئی تھی۔

جناب سپیکر: چلیں، اسے 18۔تاریخ تک pending کرتے ہیں۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 872 محترمہ نگہت ناصر شیخ صاحبہ کی ہے۔ رانا صاحب! یہ پڑھی جا چکی ہے اور اس کا بھی جواب آنا تھا۔

چیک اینڈ بیلنس کا مؤثر نظام نہ ہونے کی وجہ سے لاہور میں مردہ گوشت کی سرِعام فروخت

(۔۔۔جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس کا جواب یوں ہے کہ اطلاعات کے مطابق محکمہ لائیو سٹاک اینڈ ڈیری ڈویلپمنٹ پنجاب "پنجاب کوالٹی میٹ اینڈ سلاٹر کنٹرول ایکٹ 2010" کا مسودہ اسمبلی میں پیش کرنے کے لئے تیار ہے جس میں مردار گوشت کی فروخت کرنے والوں

کے لئے بھاری جرمانہ اور قید کی سزائیں تجویز کی گئی ہیں۔ مٹن اور بیف کی قیمتوں میں اضافہ اس کی متعلقہ اشیائے ضروریہ جیسے ڈیزل، ادویات اور چارہ جات وغیرہ کی قیمتیں بڑھنے سے ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ گوشت اور جانوروں کی برآمدات سے بھی گوشت کی قیمتیں بڑھتی ہیں۔

جناب سپیکر! چوزے کی قیمت طلب اور رسد کے اصول پر متعین ہوتی ہے اس پر حکومت کا کنٹرول نہ ہے۔ مضر صحت مرغی کے گوشت کی فروخت سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ لاہور کے مقرر کردہ میٹ انسپکٹر چیک کرتے ہیں اور ذمہ دار افراد کے خلاف کارروائی عمل میں لائی جاتی ہے۔ یہ درست ہے کہ چوزے اور پولٹری فیڈ کی قیمتوں میں اضافہ ہوا ہے جو کہ طلب اور رسد کے اصول کے مطابق متعین ہوتی ہے جس میں وقتاً فوقتاً اُتار چڑھاؤ ہوتا رہتا ہے۔

جناب سپیکر! یہ بھی درست ہے کہ لاہور میں تین سلاٹر ہاؤسز میں محکمہ لائیو سٹاک کے چھ ڈاکٹر بلامعاوضہ خدمات سرانجام دے رہے ہیں جبکہ متعلقہ ٹاؤن انتظامیہ کے پاس یہ اسامیاں سالہا سال سے خالی چلی آ رہی ہیں۔ سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کے پاس میٹ انسپکشن کے لئے باقاعدہ عملہ اور دیگر وسائل موجود نہ ہیں اور یہ کام محکمہ لائیو سٹاک کے افسران اپنے بنیادی محکمانہ فرائض کے ساتھ ساتھ اضافی طور پر سرانجام دے رہے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ فی الفور ٹاؤن انتظامیہ ویٹرنری ڈاکٹروں کی خالی اسامیوں کو پُر کرکے اس عمل کو بہتر طور پر سرانجام دے۔ اس مقصد کے لئے جیسے میں نے اوپر ذکر کیا ہے کہ مسودہ تیار ہو چکا ہے جس کی قانون سازی کے بعد یہ سارا معاملہ regulate ہو جائے گا۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! میں نے اپنی تحریک میں جو باتیں کی ہیں وہ سب کی سب درست ہیں۔ بتایا جائے کہ مسودہ کب تک تیار ہو جائے گا اور یہ سارا مسئلہ کب تک حل ہو جائے گا؟ میں نے گوشت کے بارے میں جو بات کی ہے اُس حوالے سے لاء منسٹر صاحب نے کہا کہ برآمدات کی وجہ سے قیمتوں میں اضافہ ہوتا ہے لیکن ایران اور افغانستان جو سمگلنگ ہوتی ہے اُس کا کیا کریں گے؟

جناب سپیکر: جی، وہ کہہ رہے ہیں کہ اس حوالے سے ہم قانون بنا رہے ہیں لیکن اس کے علاوہ آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! میں صرف اتنا کہنا چاہتی ہوں کہ یہ کب تک ہو جائے گا؟

جناب سپیکر: محترمہ! وہ کہہ رہے ہیں کہ ہم جلدی قانون بنا رہے ہیں لہذا یہ تحریک dispose of کی جاتی ہے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! صرف اتنا بتا دیا جائے کہ یہ قانون کب تک بن جائے گا؟ بعد میں بے شک اسے dispose of کر دیں۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! ان کو بتائیں کہ کب پیش ہو رہا ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ مسودہ اس وقت کابینہ کی approval کے لئے pending ہے لیکن جب یہ ہاؤس میں پیش ہو گا تب ہاؤس کے متعلق کوئی قدغن نہیں لگائی جا سکتی کہ وہ کتنی دیر میں ہو گا کیونکہ سٹینڈنگ کمیٹی کا بھی ایک process ہے لیکن انشاء اللہ تعالیٰ اگلے اجلاس سے پہلے کابینہ سے approval مل جائے گی پھر وہ ہاؤس میں lay ہو جائے گا۔ اس کے بعد ہاؤس کا اپنا ایک procedure ہے اُس کے متعلق جتنا بھی ٹائم لگے گا اُس کے مطابق یہ پاس ہو جائے گا۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 909 محترمہ سیمل کامران صاحبہ کی طرف سے ہے۔ رانا صاحب! کیا اس کا جواب آ گیا ہے؟

لاہور کے فاطمہ جناح میڈیکل کالج میں اساتذہ کی خالی اسامیاں پُر نہ ہونے کی وجہ سے طالبات و مریضوں کو پریشانی کا سامنا

(۔۔۔جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس ضمن میں عرض ہے کہ اس وقت پروفیسر حامد محمود بٹ شعبہ آئی، پروفیسر شہزاد شمس شعبہ نیورو سرجری فاطمہ جناح میڈیکل کالج میں کام کر رہے ہیں۔ پروفیسر آف فریزک میڈیسن میں ڈاکٹر خالد عزیز صاحب کے تبادلے کی وجہ سے سیٹ خالی ہے۔ اسی طرح پروفیسر فارماکالوجی ڈاکٹر شمیم اختر کے حال ہی میں LPR پر جانے کی وجہ سے سیٹ خالی ہوئی ہے۔ اسی طرح ایسوسی ایٹ پروفیسر ڈاکٹر گل رعنا بائیو کیمسٹری، ڈاکٹر طاہر جمیل ڈرماٹالوجی، ڈاکٹر یاور انیس آرتھوپیڈک سرجری، ڈاکٹر زینب پروین فریزک میڈیسن، ڈاکٹر میمونہ ناہید اناٹومی، ڈاکٹر منزہ قیوم فارماکانومی، ڈاکٹر تسنیم فاطمہ رانا، ڈاکٹر رخشندہ فرید کیمونٹی میڈیسن اور ڈاکٹر عاصم اقبال بطور ایسوسی ایٹ پروفیسر ENT کام کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر تخلہ شور اسسٹنٹ پروفیسر فزیالوجی، ڈاکٹر مستنصر بطور اسسٹنٹ پروفیسر بائیو کیمسٹری، ڈاکٹر لبنیٰ عامر اور ڈاکٹر شہناز اختر بطور اسسٹنٹ پروفیسر فارماکالوجی خدمات سرانجام دے رہی ہیں۔ ڈاکٹر فوزیہ عصمت علی اور ڈاکٹر اختر پروین H ایٹ بطور AP اناٹومی فاطمہ جناح میڈیکل کالج میں خدمات

سرانجام دے رہے ہیں۔ شعبہ فریزک میڈیسن اور شعبہ کمیونٹی میڈیسن میں AP کی اسامیاں خالی ہیں۔ڈاکٹر حریت افضل، ڈاکٹر عندلیب خانم، ڈاکٹر فروغ زہرہ بطور AP شعبہ سرجری میں کام کر رہی ہیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں اسے مزید press نہیں کرتی۔

جناب سپیکر: محرک اسے press نہیں کرتیں لہذا یہ تحریک dispose of کی جاتی ہے۔اگلی تحریک التوائے کار نمبر 915 محترمہ ثمینہ خاور حیات، جناب طاہر اقبال چودھری اور چودھری عامر سلطان چیمہ صاحب کی طرف سے ہے۔

(اذانِ مغرب)

جناب سپیکر: اب 20 منٹ کے لئے وقفہ نماز کیا جاتا ہے۔

(اس مرحلہ پر وقفہ برائے نماز مغرب کے لئے 20 منٹ تک اجلاس کی کارروائی ملتوی کی گئی)

(نماز مغرب کے وقفہ کے بعد جناب سپیکر 6 بج کر 10 منٹ پر
کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

سرکاری کارروائی

بجٹ

بجٹ 12-2011 کے لئے ممبران سے پری بجٹ تجاویز لینے کے لئے عام بحث

جناب سپیکر: جب تک وزیر قانون صاحب تشریف نہیں لاتے اس وقت تک تحاریک التوائے کار کو pending کیا جاتا ہے۔اب ہم آگے چلتے ہیں 12-2011 کے متعلق ممبران سے pre budget تجاویز لی جائیں گی۔ جو ممبران تجاویز دینا چاہتے ہیں اپنے ناموں کی چٹیں مجھے بھجوادیں۔واضح رہے کہ یہ تجاویز آج مورخہ 17۔جنوری 2011 سے 19,20,21 جنوری تک لی جائیں گی۔ میں تمام حضرات سے اپیل کرتا ہوں کہ اپنے اپنے حلقہ جات کے بارے میں ان کی جو تجاویز ہوں وہ ضرور دیں اور اس میں اپنا اپنا حصہ ضرور ڈالیں کیونکہ آپ نے اپنے اپنے حلقہ جات کی نمائندگی کرنی ہے۔اس کے لئے آپ کو منٹ بہت کم ملیں گے، پانچ منٹ کریں یا سات منٹ کریں؟

ملک محمد وارث کلو: دس منٹ۔

جناب سپیکر: دس منٹ بہت زیادہ ہو جائیں گے۔ میرے خیال میں سات منٹ بہتر ہیں۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب والا! پھر نو منٹ کر دیں۔

جناب سپیکر: ایسا نہ کریں۔ سات منٹ ٹھیک ہیں۔ I think seven minutes are sufficient.

پارلیمانی سیکرٹری برائے آبپاشی و قوت برقی (محترمہ فائزہ احمد ملک): جناب سپیکر! میں نے یہ گزارش کرنی تھی کہ آپ نے ابھی فرمایا ہے کہ ہم نے اپنے اپنے حلقہ جات کی نمائندگی کرنی ہے۔ میرے ذہن میں فوری طور پر یہ سوال آیا ہے کہ یہاں بیٹھی ہوئی جتنی بھی بہنیں ہیں، ہمارے چونکہ حلقہ جات نہیں ہیں تو پھر ہم گھر چلی جائیں؟

جناب سپیکر: ان کا حلقہ سارا پنجاب ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے آبپاشی و قوت برقی (محترمہ فائزہ احمد ملک): جب ہمارا حلقہ ہی نہیں ہے تو ہم یہاں بیٹھ کر کیا کریں؟

جناب سپیکر: جی، آپ بھی اپنی تجاویز دیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے آبپاشی و قوت برقی (محترمہ فائزہ احمد ملک): ہم پھر آپ کو سنیں؟

جناب سپیکر: آپ بھی اپنی تجاویز دیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے آبپاشی و قوت برقی (محترمہ فائزہ احمد ملک): جناب والا! ہمیں بولنے کی بھی اجازت نہیں ہے، سوال کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے تو پھر ہم کیا کریں؟

جناب سپیکر: آپ اس پر ضرور بولیں، آپ کا بھی پورا حق ہے۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: پوائنٹ آف آرڈر۔ یہ جو آپ نے مشورہ دیا ہے کہ حلقہ کے متعلق بات کریں۔ میرا یہ خیال ہے کہ یہ جو pre budget session ہے یہ policy matter پر ہے۔

جناب سپیکر: جی، policy matter بھی ہے اور آپ نے اپنے حلقہ کی بھی نمائندگی کرنی ہے دونوں چیزیں آپ کریں۔ دو منٹ آپ پالیسی پر لے لیں اور پانچ منٹ آپ اپنے حلقہ کے لئے لے لیں۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب والا! حلقہ کی تجاویز تو لکھ کر لے لیں اور policy matter کو یہاں پر discuss کر لیں تو یہ زیادہ مناسب ہو گا۔

جناب سپیکر: چلیں، جس طرح آپ مناسب سمجھتے ہیں کر لیں۔ میں آپ پر پابندی نہیں لگاتا۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب والا! میں چاہتا ہوں کہ اس کے متعلق ایک policy statement آجائے۔

جناب سپیکر: وزیر خزانہ صاحب! تشریف نہیں رکھتے۔ ابھی ادھر سے opening کر لیتے ہیں۔
میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن صاحب پہلے آپ کی باری آگئی ہے۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب والا! کیا وزیر خزانہ نے اس کو open نہیں کرنا یا routine change ہو گئی ہے، میں وزیر خزانہ سے پہلے کیسے شروع کر لوں؟

جناب سپیکر: وہ تشریف لے آئے ہیں۔

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ): جناب سپیکر! موجودہ حکومت نے پچھلے دو مالی سالوں سے pre budget discussion کی ایک مثبت روایت شروع کی اور اس روایت کو آگے بڑھاتے ہوئے آئندہ مالی سال 2011-12 میں pre budget discussion کا آغاز کیا جا رہا ہے۔ میں یہاں یہ عرض کرتا چلوں کہ پنجاب اسمبلی نے یہ روایت پہلی دفعہ شروع کی ہے، باقی کسی صوبے میں یہ روایت ہے اور نہ ہی فیڈرل گورنمنٹ میں ہے۔ آج میں اس pre budget discussion میں توقع کرتا ہوں کہ تمام ممبران بھرپور شرکت کریں گے اور اپنی آراء سے نوازیں گے۔ آئین کے مطابق ممبران اسمبلی کو یہ کردار اس لئے دیا جاتا ہے کہ وہ عوامی مسائل کا ادراک رکھتے ہیں اور ان مسائل کی بہتر تجاویز بھی دیتے ہیں۔ بجٹ یقیناً ایک ایسی دستاویز ہے جو حکومتی پالیسی اور ممبران کی آراء کو عملی جامہ پہنانے میں ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔

جناب سپیکر! ان حالات میں اس چیز کا ادراک ضروری ہے کہ ہم اپنے وسائل میں خاطر خواہ اضافہ نہیں کرتے تو ہم اپنی ترجیحات اور منصوبہ جات پر عمل پیرا نہیں ہو سکتے۔ اگر ہم اپنی ترقیاتی ترجیحات کو عملی جامہ پہنانا چاہتے ہیں تو یہ امر انتہائی ضروری ہے کہ ہم اپنے موجودہ محاصل میں خاطر خواہ اضافہ کریں اور یہ نئے ٹیکسوں کے اجراء کی صورت میں ہو سکتا ہے یا موجودہ نظام میں بہتری لا کر ہو سکتا ہے۔ اس سلسلے میں حکومت پنجاب کی پوری کوشش ہے کہ اپنے محاصل کے مقرر کردہ اہداف حاصل کئے جائیں۔ ہر ماہ چیف سیکرٹری پنجاب کی زیر نگرانی تمام محکمہ جات کی کارکردگی کی جانچ پڑتال کے لئے محکمہ جات اہداف حاصل نہیں کر پاتے تو ان کو ہدایت کی جاتی ہے۔ ہماری پوری کوشش ہے کہ

اگلے چھ ماہ میں بجٹ کے تخمینہ میں دیئے گئے محاصل کا target حاصل کریں۔اس کے ساتھ ساتھ اپنے اخراجات میں ممکنہ حد تک بچت اور کفایت شعاری کے ذریعے وسائل کو زیادہ سے زیادہ ترقیاتی کاموں کی طرف مختص کریں۔اس سلسلے میں چند کوششوں کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ غیر ترقیاتی اخراجات میں دس فیصد کمی ہوئی ہے جو تقریباً 2.80۔ارب روپے بنتا ہے اور یہ روایت پہلی دفعہ ہے کہ حکومت پنجاب میں اتنے بڑے پیمانے پر کمی واقع ہوئی۔۔۔(شور وغل)

MR. SPEAKER: Order please.

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ): مالیاتی discipline کو بہتر بنانے کے لئے میری ہی زیر صدارت ایک Austerity Committee کا قیام ہوا ہے جس میں ہم نے ائر کنڈیشنروں، گاڑیوں، جنریٹروں اور luxury items کی purchase کو کنٹرول کیا ہے۔اس کمیٹی کے ذریعے ہم نے تقریباً دو اڑھائی ارب روپے کی بچت کی ہے۔صوبائی محکموں کی تحلیل، کئی ایسے محکمے جو ہم سمجھتے تھے کہ ان کے اخراجات زیادہ ہیں اور ان اخراجات کو کم کیا جا سکتا ہے،اس طرح ہم نے چھ محکموں کو دوسرے محکموں میں merge کیا ہے۔اسی طرح contract پر ہونے والی بھرتی کی چھان بین اور ان کو دی جانے والی تنخواہوں کی نظر ثانی کے لئے ایک کمیٹی کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ایسے اقدامات کی وجہ سے ہم نہ صرف اپنے غیر ضروری اخراجات پر قابو پائیں گے بلکہ مالی مشکلات میں بھی کمی لانے کی کوشش کریں گے۔

جناب سپیکر!ہمیں امید ہے کہ آئندہ Annual Development Programme میں جن چیزوں کو مد نظر رکھا جائے گا ان میں غربت میں کمی،روزگار کے زیادہ سے زیادہ مواقع کی فراہمی، سماجی شعبہ جات مثلاً تعلیم، صحت، صاف پانی کی فراہمی،فنی تعلیم کے ذریعے زیادہ مواقع فراہم کرنا۔ صنعتی اور زرعی ترقی پیداوار میں اضافہ ، خوراک پانی اور انرجی کی صورتحال کو بہتر بنانے کے لئے پرائیویٹ سیکٹر کی تمام شعبوں میں شراکت کی حوصلہ افزائی، علاقائی توازن اور خواتین کی ترقی کے لئے زیادہ سے زیادہ مواقع فراہم کرنا ہے۔

جناب سپیکر!موجودہ مالی سال 11-2010 کا ترقیاتی بجٹ بناتے وقت آئندہ دو سال کے اہداف بد قسمتی سے غیر معمولی سیلاب اور وسائل میں کمی کی وجہ سے پورے نہ کر سکے اس وجہ سے ترقیاتی پروگرام میں ترمیم کرنا پڑی اور جاری شدہ سکیموں پر عمل درآمد کی رفتار سست رہی۔ہماری یہ کوشش ہے کہ آئندہ مالی سال میں ان جاری شدہ منصوبوں کی تکمیل کو یقینی بنائیں اور مختص شدہ وسائل

بہتر طریقے سے ان پر خرچ کئے جائیں۔اگلے مالی سال کے ترقیاتی پروگرام کی تشکیل کے لئے درج ذیل بنیادی اصول وضع کئے گئے ہیں۔سالانہ ترقیاتی پروگرام 12-2011 تین سال medium term development frame work منصوبہ کا حصہ ہوگا جس میں پہلے سال یعنی 12-2011 کے لئے سکیموں کا باقاعدہ اندراج ہوگا جبکہ باقی دو سالوں کے لئے اہداف مقرر کئے جائیں گے۔ اگلے سالانہ ترقیاتی پروگرام 12-2011 میں جاری سکیموں کو مکمل کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ رقوم مختص کی جائیں گی جو منصوبہ جات 70 فیصد مکمل ہو چکے ہیں ان کو 100 فیصد مکمل کرنے پر توجہ دی جائے گی۔اس طرح پچھلے سالوں کے نامکمل منصوبہ جات جو کسی وجہ سے ADP میں شامل نہیں ہو سکے ان کو بھی ADP میں شامل کیا جائے گا۔اس کے علاوہ عوامی نمائندوں کی سفارشات پر عمل درآمد کے لئے متعلقہ شعبہ جات میں رقوم مختص کی جائیں گی، جو منصوبہ جات غیر ملکی امداد کے تحت شروع کئے گئے ہیں وہ لازمی طور پر ADP میں جگہ پائیں گے اور ان کے لئے مطلوبہ رقوم مختص کی جائیں گی۔

جناب سپیکر! سماجی بہبود کے شعبہ جات مثلاً تعلیم، صحت، واٹر سپلائی اور حکومت کے اصلاحی منصوبوں کی تکمیل ہو سکے گی، حکومت کی ترجیحات کے مطابق ترقی پذیر اضلاع کو ترقی یافتہ اضلاع کے برابر لانے کے لئے خصوصی توجہ دی جائے گی، خاص طور پر وہ اضلاع جہاں بنیادی سہولتوں کی کمی ہے مثلاً جنوبی پنجاب چولستان اور بارانی علاقوں کی ترقی کے لئے بھی فنڈز مہیا کئے جائیں گے۔وزیراعلیٰ پنجاب نے اپنے مختلف اضلاع کے دوروں میں عوامی نمائندوں کی نشاندہی پر جن منصوبوں کا اعلان یا آغاز کیا ان کو ترجیحی بنیادوں پر اگلے مالی سال کے ADP میں شامل کیا جائے گا تاکہ ان پر عملدرآمد کو یقینی بنایا جا سکے۔ صوبے کی ترقی کے لئے اضافی وسائل کی فراہمی میں پرائیویٹ سیکٹر کردار ادا کر سکتا ہے موجودہ صوبائی اسمبلی نے اس ضمن میں Punjab Public Private Partnership Act 2010 کی باقاعدہ منظوری دے دی ہے اور اس سلسلے میں نوٹیفکیشن 20۔جولائی 2010 کو جاری کر دیا گیا ہے۔اس قانون پر عملدرآمد کے لئے P&D نے ایک سپیشل سیل قائم کیا ہے۔یہ کوشش ہے کہ آئندہ مالی سال میں پرائیویٹ سیکٹر کی شراکت داری سے مختلف شعبہ جات میں سرمایہ کاری شروع کی جائے۔

جناب سپیکر! میں معزز ممبران کے علم میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ انفرادی حلقوں کے مسائل کی نشاندہی اور ان کا حل نہایت اہم ہے لیکن موجودہ حالات کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے قومی اور صوبائی سطح کے مسائل سے پہلو تہی ہرگز ممکن نہ ہوگی۔ہم آج کل انرجی، پانی کی قلت، سیلاب کی تباہ کاریوں اور دیگر وجوہات کی بنا پر معاشی اور سماجی مسائل کا شکار ہیں ان کے ادراک اور حل کے لئے

ہمیں اجتماعی سوچ و بچار اور اپنی ترجیحات کا تعین کرنا ہوگا۔میں یہ سمجھتا ہوں کہ آئندہ مسائل کے حل کے لئے صوبائی سطح پر تقسیم میں ترجیحات کے مطابق توازن کی نہایت اہمیت ہے، ہمارے بہت سارے حلقہ جات مسائل کا شکار ہیں ان میں توازن سے وسائل کی تقسیم ہونی چاہئے۔میں امید کرتا ہوں کہ موجودہ pre budget session میں معزز ممبران جو تجاویز دیں گے وہ ہماری اجتماعی سوچ کا عکاس ہوں گی۔اب میں تمام معزز ممبران کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ بھرپور طریقے سے اس pre budget بحث میں حصہ لیں۔بہت شکریہ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: جی، میجر عبدالرحمٰن رانا صاحب!

معزز ممبران: قائد حزب اختلاف open کریں گے۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں اس میں open کی ضرورت تو نہیں ہے۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! پہلے قائد حزب اختلاف بات کر لیں۔

جناب سپیکر: چلیں، ٹھیک ہے۔آپ کی مہربانی۔پہلے چودھری صاحب نہیں تھے اس لئے میں نے آپ کو کہا تھا۔جی، چودھری صاحب!

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): شکریہ۔جناب سپیکر! ہم نے تو آپ کے ہر حکم کی تعمیل کرنا ہوتی ہے، میجر عبدالرحمٰن رانا صاحب ہمارے بھائی ہیں اگر آج وہ یہ بحث open کر لیتے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں تھا۔پہلے pre budget تقاریر اور تجاویز کا رواج نہیں تھا جب یہ دور شروع ہوا تو اپوزیشن نے شروع میں ہی اپنی معروضات پیش کرنا شروع کیں جنہیں در خور اعتنا سمجھا گیا لیکن پہلے اور دوسرے سال کے بعد اس کے لئے چار دن mandatory کر دیئے گئے۔میرے خیال میں اس سے کافی بہتری آئے گی، ہمارے حکومتی اور اپوزیشن benches کے معزز ممبران بجٹ بنانے میں contribute کر سکیں گے لیکن بات صرف اتنی سی ہے کہ یہ سمجھتے ہوئے جو بات کر دی جائے کہ اس سسٹم نے چلنا ہے، جمہوریت نے چلنا ہے اور اگلا سال بھی آنا ہے اور جب اگلے سال کا بجٹ دینا ہے تو اس سے پہلے ایک pre budget session آنا ہے۔اس میں لوگوں نے نشاندہیاں کرنی ہیں پیشتر اس کے کہ کوئی نئی تجاویز دیں وہ اپنی پرانی تجاویز کے بارے میں بھی باتیں کریں گے اس لئے میں اپنی معروضات پیش کرنے سے پہلے یہ عرض کرتا چلوں کہ میں چند ایک نشاندہیاں بھی کروں گا اور کچھ تجاویز بھی دوں گا۔

جناب سپیکر! میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ پنجاب کے وسائل تمام علاقوں اور طبقات میں برابری کی بنیاد پر یکساں خرچ ہونے چاہئیں، جب پنجاب کے وسائل کو بجٹ کے اندر تقسیم کیا جائے disbursement of budget ہونی شروع ہو اور allocation of projects ہونی شروع ہو تو اس میں تمام علاقوں کو شامل کیا جائے۔اگر لاہور میں ایک شہری پر 35ہزار روپیہ خرچ ہوتا ہے تو ڈیرہ غازی خان، بہاولپور اور راجن پور کے اندر ایک ہزار سے لے کر پانچ ہزار تک ہے۔یہ بہت بڑا فرق ہے اس سے heart burning ہوتی ہے اور وہ سلسلہ یہاں تک چلا جاتا ہے کہ لوگ نئے صوبے کا بھی مطالبہ کرنے لگ جاتے ہیں جو کہ جائز ہوتا ہے۔ میں یہاں پر عرض کرنا چاہتا ہوں کہ غربت کم کرنا، روزگار کے مواقع بڑھانا پنجاب حکومت کی معاشی ٹیم کے لئے ایک بہت بڑا challenge ہے۔

جناب سپیکر! ہمارے دور میں سالانہ باآسانی دس لاکھ تک ملازمتیں پیدا ہو رہی تھیں مگر بدقسمتی سے اب یہ شرح چار فیصد سے بھی کم سطح پر آ گئی ہے، اس طرف توجہ دی جائے اور infrastructure کے سلسلے میں عرض کروں گا کہ زراعت اور صنعت کی بحالی پر توجہ مرکوز کی جائے۔ میں وزیر خزانہ صاحب کی توجہ چاہوں گا اس کے علاوہ تعلیم، صحت، صاف پانی کی فراہمی اور نکاسی آب حکومت کے اہم ہداف ہونے چاہئیں۔میں یہاں پر ایک تجویز دوں گا کہ فرضی رقوم پر انحصار نہ کیا جائے کیونکہ جب بجٹ presumption پر بن جاتا ہے تو گزشتہ تین سالوں میں یہ بات مشاہدے میں آئی ہے کہ بجٹ بناتے وقت جن رقوم پر انحصار کیا تو پھر بعد میں کہنا پڑا کہ ہمیں divisible pool سے کم پیسے ملے ہیں۔لا محالہ مرکز میں divisible pool سے دینے کا ایک ہی طریق کار ہوتا ہے کہ جب تک صوبوں کی revenue collection بہتر نہیں ہو گی، اس کا mechanism بہتر نہیں ہو گا اور ان کے پاس نہیں جائے گی تو پھر divisible pool میں سے اتنا ہی پیسا واپس ملے گا۔ لہذا آئندہ بجٹ بناتے وقت آمدنی کے غیر حقیقی اعداد و شمار پر انحصار کم کیا جائے اور حقیقی اعداد و شمار پر انحصار کیا جائے۔

جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے یہاں پر ایک بہت ہی اہم بات کرنے والا ہوں کہ پچھلے سال بجٹ بناتے وقت جتنا زیادہ blocked allocation کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا اور یہ کہا گیا کہ blocked allocations نہ کی جائیں لیکن اتنی ہی زیادہ block allocation کی گئی۔جس طرح آج فنانس منسٹر صاحب نے وعدہ فرمایا کہ ہماری طرف سے جو تجاویز ہوں گی ان پر عملدرآمد کیا جائے گا اور انہیں on board لا کر فنانس منسٹری اور P&D کو club کر کے کیا جائے گا۔میں ایک دو چیزیں آپ کے گوش گزار کر دیتا ہوں۔ میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی خفیہ رقوم نہ رکھی جائیں۔رواں بجٹ میں 55.5 کروڑ

روپے ہائر ایجوکیشن کے لئے رکھے گئے جبکہ بجٹ دستاویز میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ خصوصی تعلیم کے لئے 80 کروڑ روپے میں سے 35 کروڑ روپے blocked allocation میں چلے گئے۔ یہ ایک blind curtain ہوتا ہے۔ پتا نہیں چل رہا کہ یہ 35 کروڑ روپے کہاں پر خرچ ہوئے اور کس لئے خرچ ہوئے؟ یہ ایک documented بات ہے۔ اسی طرح کھیلوں کے لئے رکھے گئے ایک ارب 60 کروڑ روپے میں سے 15 کروڑ روپے blocked allocation میں چلے گئے۔ Women Empowerment کے لئے 20 کروڑ روپے رکھے گئے جن کی بجٹ دستاویزات میں کوئی نشاندہی نہیں ہوئی۔ پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ نے اپنی planning کی طرف توجہ دینی ہوتی ہے اور development کو watch کرنا ہوتا ہے۔ یہ محکمہ development کے لئے ایک watch dog بھی ہے اور انہوں نے execution of projects کو بھی دیکھنا ہوتا ہے۔ میں یہاں پر عرض کرتا ہوں کہ ان کا خود یہ حال ہے کہ 5۔ارب 19 کروڑ روپے مختص کئے گئے تھے جن میں سے 4۔ارب 25 کروڑ روپے کی رقم blocked allocation میں چلی گئی۔ جب 5۔ارب 19 کروڑ روپے میں سے 4۔ارب 25 کروڑ روپے blocked allocation میں چلے جائیں گے تو پھر لامحالہ پی اینڈ ڈی کی اپنی working damage ہو گی۔ یہاں پر کسی قسم کے project management units کا کوئی رواج بھی نہیں ہے تو یہ ایک بالکل اندھیرے والی صورتحال ہو جاتی ہے اس لئے میں یہ چاہوں گا کہ blocked allocation کو ختم کیا جائے۔ اس میں صوابدیدی اختیار ہوتا ہے خواہ وہ چیف ایگزیکٹو کا ہو یا کسی منسٹر کا ہو اسے ختم کیا جانا چاہئے۔ ایسے منصوبہ جات جو کہ identified ہوتے ہیں ان پر کام کیا جائے اور ان کو کسی بھی دوسری وجہ سے اپنے target سے علیحدہ نہ کیا جائے یعنی target oriented منصوبہ جات ہونے چاہئیں۔

جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے آج یہ تجویز دوں گا کہ fully funded projects ہونے چاہئیں کیونکہ اس سے cost escalation نہیں ہوتی۔ پہلے بڑی بڑی سکیمیں بنالی جاتی ہیں اور پھر ان کے لئے تھوڑے تھوڑے پیسے دیئے جاتے ہیں جس کی وجہ سے ان منصوبوں کا بُرا حال ہو جاتا ہے۔ میں آپ کی وساطت سے وزیر خزانہ صاحب کو یہاں پر ایک سڑک کے بارے میں نشاندہی کرتا ہوں کہ ساہیوال اور اوکاڑہ سے فیصل آباد کے لئے جو connected road ہے وہ تین سال سے بن رہی ہے، اسے اُکھاڑ کر رکھا ہوا ہے اور اس کی تعمیر کے لئے صرف چند لاکھ روپے جاری کئے جاتے ہیں۔ تمام

ہیوی ٹریفک گاؤں میں سے گزر کر جاتی ہے۔یہ ٹریفک پیرے والا پُل یا دوسری طرف سے گزر کر اپنی منزل پر پہنچ رہی ہوتی ہے۔

جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے دوست محمد کھوسہ صاحب سے عرض کروں گا کہ اگر میری کسی بات پر ہنسی آئی ہے تو مجھے اس کا پتا ہونا چاہئے otherwise وہ ذرا میری عرضداشت کو سنجیدگی سے سُن لیں۔

جناب سپیکر! اسی طرح اور بھی بے شمار سڑکیں ایسی حالت میں ہیں۔ بچیکی سے آپ کا بھی کبھی گزر ہوتا ہو گا اس کا پُل تین سالوں سے زیر تعمیر ہے اور وہاں پر بہت زیادہ ٹریفک blocked رہتی ہے۔ایسے بڑے بڑے projects اگر fully funded ہوں گے تو پھر مقررہ وقت پر اپنی تکمیل کو پہنچ جائیں گے۔ پچھلے سال میرے ساتھیوں نے رِنگ روڈ فیصل آباد کے حوالے سے نشاندہی کی تھی جس پر مہربانی کرتے ہوئے اس کی feasibility کے لئے دو کروڑ روپے رکھے گئے لیکن ایک سال گزرنے کے باوجود اس دو کروڑ روپے کا کوئی منطقی نتیجہ نہیں نکل سکا۔

جناب سپیکر! ضلع جھنگ کی ایک تاریخی سب ڈویژن چنیوٹ کو ضلع کا درجہ دیا گیا ہے۔اس ضلع کو دوسرے اضلاع کے برابر لانے کے لئے وہ منصوبے دیئے جائیں، وہ چیزیں دی جائیں کہ جن سے وہ محروم ہے۔ پچھلے سال اس ضلع کے لئے کچھ نہیں رکھا گیا۔ میں یہاں پر آپ کی وساطت سے وزیر خزانہ کو یہ تجویز دوں گا کہ ضلع چنیوٹ کے لئے ایک خاصی بڑی رقم، target oriented and fully funded projects کے لئے دی جائے تاکہ یہ ضلع اپنی تاریخی حیثیت کے مطابق بن سکے۔

جناب سپیکر! ترقیاتی رقوم کے استعمال کی صلاحیت بڑھائی جانی چاہئے اگر محکمہ فنانس کی طرف سے جاری کردہ پچھلے تین سالوں کی ترقیاتی سکیموں کی رقوم کے استعمال کی شرح کو دیکھا جائے تو وہ 50 فیصد بنتی ہے۔اب field کے اندر یہ رقوم کتنی استعمال ہوئیں اور کتنی lapse ہو گئیں اس کا اندازہ لگایا جائے تو ترقیاتی رقوم کے استعمال کی شرح 45 فیصد سے بھی کم نظر آتی ہے۔ میں یہ تجویز دوں گا کہ project management units بنائے جائیں اور ان کی management reports منسٹر انچارج کے علاوہ فنانس منسٹر کے پاس ہر سہ ماہی کے بعد پیش کی جائے۔

جناب سپیکر! گندم کی خریداری کا سیزن آنے والا ہے۔ پچھلے سال export کرنے کے باوجود ابھی تک 30 لاکھ ٹن سے زیادہ گندم ہمارے stock کے اندر موجود ہے۔اگر مناسب وقت پر گندم کی خریداری کا انتظام نہ کیا گیا تو بہت سے مسائل پیدا ہوں گے۔ پچھلے سال out of budget

haphazard arrangement کیا گیا تھا۔یہ تقریباً186۔ارب روپے کے قریب رقم بنتی ہے جو کہ شیڈول کمرشل بنکوں سے بھاری سود پر لی گئی تھی۔اس کی وجہ سے عوامی فلاح کے منصوبوں کا نقصان ہوا ہے۔میں یہ کہوں گا کہ گندم کی خریداری کے لئے بجٹ کے اندر رقم مختص کی جائے۔اسی طرح گندم کے ساتھ ساتھ چاول کی فصل کی خریداری کا بھی بندوبست کیا جائے۔اس کی خریداری کرنے میں کوئی قانون مانع نہیں ہے۔یہاں پر جب بھی paddy crop کا وقت آتا ہے، خریداری نہ کرنے پر اعتراضات آتے ہیں تو ان کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ پنجاب حکومت چاول کی خریداری نہیں کرتی۔گندم کی خریداری کے لئے بھی کوئی قانون ہے اور نہ ہی کوئی قانون گندم کی خریداری سے منع کرتا ہے اسی طرح چاول کی خریداری کرنے سے بھی کوئی قانون مانع نہیں ہے۔میں وزیراعلیٰ اور کابینہ کے معزز حضرات جو کہ یہاں پر تشریف فرما ہیں ان کے گوش گزار کرتا چلوں کہ قانون تو آپ لوگوں نے بنانے ہیں اور فیصلے تو آپ کی کابینہ نے کرنے ہیں۔میں کہوں گا کہ یہاں کا کسان بہت مشکل حالات میں کام کر رہا ہے، سردیوں کی راتوں میں اپنی فصل کو پانی لگاتا ہے اور شدید گرمی کے موسم میں اپنی فصل کی کٹائی کرتا ہے۔جب لو چل رہی ہوتی ہے اور لوگ اپنے بچوں کو باہر نہیں نکالتے تو اس وقت کسان اپنی فصل کی کٹائی کر رہا ہوتا ہے۔جب وہ فصل تیار ہو کر آتی ہے تو اس کی خریداری کے لئے rules آڑے آتے ہیں یا پھر حکومت کی طرف سے rules کا بہانہ بنا کر کسان کی فصل کو خریدا نہیں جاتا۔میں اسی لئے بروقت اور بجٹ بنانے سے پہلے آپ کو عرض کرتا ہوں کہ حکومت پنجاب اپنے آنے والے بجٹ کے اندر گندم اور چاول کی خریداری کے لئے رقم مختص کرے۔

جناب سپیکر!میں یہ گزارش کروں گا کہ ایسے وعدے نہ کئے جائیں کہ جن پر عمل کرنا مشکل ہو۔قرآن پاک کے بائیسویں پارہ کی سورہ السبا میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "اے ایمان والو جب بھی کوئی بات کرو تو کھری کھری بات کرو۔بات مبہم اور غیر واضح نہ ہو۔"آئندہ بجٹ بناتے وقت اس حکم خداوندی کو سامنے رکھا جائے۔سال 2009-10 کے بجٹ میں وزیر خزانہ کی طرف سے کہا گیا کہ "Information Technology جدید علوم کے حصول کا اہم ذریعہ ہی نہیں بلکہ اس کے وسیع تر استعمال کے ذریعے سرکاری شعبوں کی استعداد کار میں اضافے اور transparency کی عمل داری کو بھی بہتر بنایا جا سکتا ہے"جب وزیر خزانہ بجٹ تقریر کر رہے ہوتے ہیں تو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب یہاں پر بول رہے ہیں کیونکہ وزیر خزانہ ان کی ہدایت اور اجازت سے تقریر کر رہے ہوتے ہیں۔مجھے بڑے دکھ سے کہنا پڑ رہا ہے کہ معاملات اس کے بالکل برعکس ہیں کیونکہ اس اہم ترین

Information Technology کی وزارت کو ہی ختم کر دیا گیا ہے۔اس پر عمل درآمد تو دُور کی بات ہے انہوں نے تو اس وزارت کو ہی ختم کر دیا ہے۔اسی طرح فوڈ سپورٹ پروگرام ختم کر دیا گیا، سستی روٹی سکیم ختم کر دی گئی، گرین ٹریکٹر سکیم ختم کر دی گئی اور اس جیسے کئی دوسرے پروگرام بھی اپنے انجام کو پہنچ چکے ہیں۔

جناب سپیکر! 16۔جون 2008 کو وزیر خزانہ صاحب نے اس ایوان کو بتایا تھا کہ "پنجاب حکومت نے ہیلتھ انشورنس نظام شروع کرنے کے لئے اگلے سال کے ترقیاتی پروگرام میں جائزہ رپورٹ تیار کرنے کی پالیسی شامل کی ہے۔" مجھے وزیر خزانہ بتائیں کہ کیا وہ جائزہ رپورٹ تیار ہوئی یا نہیں؟ 2008 کے بجٹ میں آپ نے اس صوبے کے عوام کو نوید سنائی تھی۔کیا وہ پالیسی اس دفعہ بنے گی یا نہیں؟اب چوتھا بجٹ آ رہا ہے اور مجھے خدشہ ہے کہ چوتھے بجٹ کے بعد ان کے پاس اس سکیم کی execution کرنے کا وقت نہیں رہے گا۔یہ بات 2008 میں کہی گئی،صرف ایک پالیسی بنانی تھی،صرف paper work کرنا تھا جو کہ ان تین سالوں میں مکمل نہ ہو سکا۔

جناب سپیکر! ہمارے ہاں بجلی کی لوڈ شیڈنگ ہو رہی ہے،جب بھی میں لوڈ شیڈنگ کا نام لوں گا تو فوراً میرا کوئی نہ کوئی ساتھی کہہ دے گا کہ یہ تو مرکز کا معاملہ ہے۔میں گزارش کروں گا کہ اٹھارہویں ترمیم کے بعد تمام صوبے پچاس mega watt تک بجلی پیدا کرنے کے projects لگا سکتے ہیں۔

جناب سپیکر! 16۔جون 2008 کی بجٹ تقریر کرتے ہوئے محترم وزیر خزانہ نے فرمایا تھا کہ "انشاء اللہ ہم پنجاب میں 350 میگا واٹ بجلی پیدا کریں گے اور اندھیروں میں کمی لے کر آئیں گے۔" 16۔جون 2008 کو 350 میگا واٹ بجلی صوبہ پنجاب میں پیدا کرنے کا اعلان کیا گیا تھا تو صوبہ پنجاب کے اندھیروں میں کتنی کمی آئی وہ تو آپ کے علم میں بھی ہے۔اندھیروں میں کمی کی بجائے یہاں پر اندھیر نگری کا سماں ہے۔آپ 350 میگا واٹ تک کے یونٹ لگا سکتے ہیں اور وہ نیشنل گرڈ سٹیشن کے اندر شامل ہونے کے بعد اُس کی تمام کی تمام رائلٹی مع اُس کی production value سب صوبے کے پاس آنی ہے اور اس سے صوبے کا asset بڑھنا ہے۔میری یہ گزارش ہے کہ اس میں ڈاکٹر ثمر مند مبارک کی علمی قابلیت سے فائدہ لیا جائے۔گزشتہ حکومت نے پانچ مقامات پر بجلی پیدا کرنے والے یونٹوں کے کام کے معاملے کو آگے بڑھایا تھا جس کی feasibility تیار ہے۔صوبہ پنجاب میں بجلی کی shortage کی وجہ سے انڈسٹری اور زرعی ٹیوب ویلوں کا بُرا حال ہے۔

جناب سپیکر! ہمارا قرضے واپس کئے جانے کا attitude ہونا چاہئے۔وزیر خزانہ نے 16۔جون 2008 کو اپنی بجٹ تقریر میں فرمایا تھا کہ ہم آئندہ نسلوں کے لئے قرض کا بوجھ چھوڑ کر نہیں جائیں گے مگر عملاً صورتحال یہ ہے کہ گزشتہ تین سالوں میں پنجاب کے قرضوں میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ 2007 سے اب تک پنجاب کے قرضوں کے بوجھ میں 70 سے 90 فیصد اضافہ ہوا ہے۔آئندہ مالی سال کے بجٹ میں غیر ترقیاتی اخراجات میں کمی کر کے پنجاب کے ذمہ واجب الادا قرضے ادا کئے جائیں اور سابقہ حکومت نے جب اپنی successor government کو چارج دیا تھا تو اُس وقت خزانے میں 76۔ارب روپے چھوڑے تھے اور آپ چونکہ چوتھے بجٹ کی تیاری کرنے والے ہیں تو اتنی قابل کابینہ اور اتنے موثر ایوان کے ہوتے ہوئے میری یہ گزارش ہو گی کہ ایسے حالات ضرور کر دیئے جائیں کہ آپ اپنی successor government کے لئے کم از کم اتنا ضرور چھوڑ کر جائیں جتنا آپ کی سابقہ حکومت نے آپ کی حکومت کے لئے چھوڑا تھا۔

جناب سپیکر! ریونیو کے ہدف کی طرف توجہ دی جانی چاہئے۔میں پنجاب حکومت کی گزشتہ بجٹ تقریر کو quote کروں گا انہوں نے کہا تھا کہ صوبائی ٹیکسوں کی وصولی کا نظام فرسودہ ہو چکا ہے اور کہا گیا کہ ٹیکسوں کی وصولی کے ذمہ دار محکمے inefficiency and status quo کا شکار ہیں لیکن ہمیں اس سمت کوئی پیشرفت نظر نہیں آئی۔میں tax collection کے حوالے سے وزیر خزانہ سے کہوں گا کہ zero tolerance ہونی چاہئے اُس کے لئے آپ جو بھی mechanism بنائیں لیکن tax collection accurate ہونی چاہئے۔

جناب سپیکر! کالا باغ ڈیم پنجاب کے اندر واحد catchment area ہے جہاں پر پانی اکٹھا ہو سکتا ہے اور ساری کی ساری دنیا on board mechanically, technically and engineering wise ہے کہ اس جگہ پر 600 ملین ایکڑ پانی سٹور ہو سکتا ہے اور ہم نے اس دفعہ 3500 ملین ایکڑ سے زیادہ پانی ضائع کر دیا ہے۔میں یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ پانی کی کمی کو پورا کرنے کے لئے ہمیں water management کی طرف آنا ہے۔وزیر خزانہ کے علم میں ہے کہ پہلے کی نسبت دو سال سے disbursement of funds کے حساب سے کھالہ جات بنانے، مرمت کرنے، مائنرز اور راجباہوں کی دیکھ بھال کے حوالے سے فنڈز بالکل issue نہیں ہو رہے۔میں گزارش کروں گا کہ water management کو بہتر کیا جائے کیونکہ پنجاب کے اوپر سیاسی پریشر ہونے کی وجہ سے پانی کے ذخائر blocked ہو گئے ہیں۔الحمدللہ ہم ایک مستقل مزاجی کے ساتھ اپنے بھائیوں کو اپنی

معروضات پیش کرتے رہیں گے اور ایک وقت ضرور آئے گا کہ کالا باغ ڈیم بنے گا لیکن اس سے پہلے water management کی طرف توجہ دی جائے۔

جناب سپیکر! میں اس میں دو اور چیزیں گزارش کروں گا جن کے لئے مجھے آپ کی، وزیر خزانہ اور کابینہ کے تشریف فرما بھائیوں کی خصوصی توجہ چاہئے وہ یہ ہیں کہ ہم سولر انرجی میں بہت rich ہیں اور دنیا کے تین چار ممالک اس ٹیکنالوجی میں بہت زیادہ excel کر چکے ہیں۔ ہمارے کسان کی کمر میں بلوں کا اتنا زیادہ بوجھ اٹھانے کی سکت نہیں رہی۔ میری یہ گزارش ہوگی کہ سولر انرجی کی ریسرچ اور even سولر انرجی کی purchase میں اگر سبسڈی نہیں دینی تو اُس کے لئے یہاں پر فنڈز مقرر کئے جائیں کہ جس پر purchase کر کے آسان اقساط پر سولر انرجی پمپ دیئے جائیں۔ وزیر خزانہ سے میری دوسری گزارش ہے کہ ہمارے ہاں water logging areas ہیں جیسے کہ فیصل آباد، ساہیوال اور چند ایک اور اضلاع کے اندر ہے۔ Water logging سے جب table water اوپر آ جاتا ہے تو ساری کی ساری زمین بے کار ہو جاتی ہے۔ ایک Crescent Canadian Project تھا جو فیصل آباد اور ٹوبہ کے اضلاع میں لگا اُس کو ٹائل سسٹم کہتے ہیں جسے پمپ کرنے کے بعد 14 فٹ تک ensure کر رہے تھے کہ پانی اوپر نہیں آئے گا اور area water logging کی اتنی بڑی belt صرف waterfall shooting کے لئے رہ گئی تھی اور وہاں پر صرف شکار ہوا کرتا تھا لیکن اب وہ آباد ہو گئی تھی۔ پچھلے دس بارہ سال سے وہاں پر بھرپور فصل پیدا ہو رہی تھی اُن کی بجلی بند کر دی گئی، سکارپ ایریا کے ٹیوب ویل بند کر دیئے گئے جس سے table water اوپر آنا شروع ہو گیا۔ میں چند ایک گاؤں جن میں 68(گ ب)، 57(گ ب)، 33(گ ب) اور اسی طرح آگے چلے جائیں تو سمندری اور ٹوبہ ٹیک سنگھ کا ایریا ہے وہاں پر water logging دور کرنے کے لئے channels موجود ہیں لیکن ان میں low lying area کا پانی نہیں جا سکتا۔ میری یہ گزارش ہوگی بلکہ میں یہاں پر کہوں گا کہ میری یہ منت ہوگی کہ water logging areas میں لوگوں کو آباد کرنے کے لئے وہاں پر سکارپ ٹیوب ویل چلائے جائیں۔ Canadians and Crescent Group نے جو ٹائل سسٹم بنایا تھا اُس کو reactive کیا جائے تاکہ اس سے پنجاب کی زرخیز زمینوں کو آباد کیا جائے۔

جناب سپیکر! اب میں یہاں پر جنوبی پنجاب کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ میری یہ تجویز ہے کہ جنوبی پنجاب کے اضلاع کو صوبہ کے ترقیاتی بجٹ کا 50 فیصد حصہ دیا جائے۔ یہ محرومیاں باتوں سے دور نہیں ہوں گی اور اس میں کسی ایک حکومت نہیں بلکہ سابقہ تمام حکومتوں کی contribution رہی ہے۔ صرف

پچھلی حکومت نے جنوبی پنجاب کو جتنا زیادہ فنڈ دیا وہ on board ہے لیکن وہ بھی کم ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اس دفعہ جو بجٹ بنایا جائے تو ترجیحات میں جنوبی پنجاب کا 50 فیصد حصہ ہونا چاہئے۔ حالیہ سیلاب کی وجہ سے اُن کی پسماندگی اور بھی بڑھ گئی ہے۔ حالیہ سیلاب نے جنوبی پنجاب میں ایک تباہی کا منظر پیش کیا ہوا ہے اُس کے لئے میری گزارش ہے کہ اس بجٹ میں ایسی رقوم رکھی جائیں جن سے وہاں کے displaced persons کو نہ صرف کھیتی باڑی کرنے بلکہ اُن کی livestock کی purchase کے لئے اُن کو کوئی subsidies system دیا جائے۔

جناب سپیکر! اب میں یہاں پر transparency کی بات کرنا چاہتا ہوں۔ 8۔جون 2008 کی بجٹ تقریر میں وزیر خزانہ نے فرمایا کہ ہم ایک صاف ستھری و فعال انتظامیہ اور صوبے میں مالیاتی نظم وضبط لانے کا وعدہ کرتے ہیں۔ یہ وعدہ اس طرح وفا کیا گیا ہے کہ میں مورخہ 13۔جنوری کو قومی اخبار "The News" کی خصوصی رپورٹ آپ کو پڑھ کر سناتا ہوں جس میں پنجاب پرائیویٹائزیشن بورڈ نے آٹھ ہزار ایکٹر زمین auction یا lease out کی ہے، چھ ہزار ایکٹر پر اقرباء پروری، market value سے کم قیمت اور سیاسی مداخلت کے الزامات ہیں، صوبہ کی مختلف عدالتوں نے ان پر stay orders دیئے ہوئے ہیں۔ یہاں پر ویسے تو حکومتیں بھی stay order پر چلتی ہیں۔ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ بہاولپور رینج نے ایک auction پر stay order جاری کیا اس میں درخواست گزار نے مؤقف اختیار کیا کہ مذکورہ زمین کی market value سولہ ارب روپے ہے مگر پنجاب نجکاری بورڈ نے پچاس کروڑ میں اس کی auction کر دی۔ اس ادارے کی transparency کا وعدہ کیا گیا تھا اور تین سال کے بعد اس کا جو نتیجہ آپ کے سامنے ہے میں ایک نہایت مؤقر اخبار کی خبر پیش کرتا ہوں کہ "وسائل کے زیاں کو روکا جائے، قیمتی اثاثوں کو ضائع کرنے کی بجائے آنے والی نسلوں کے لئے اونے پونے نیلام نہ کیا جائے اور ان کا موثر استعمال کرنے کا mechanism بنایا جائے۔"

جناب سپیکر! میں ایک اور اہم بات عوام کی رہائشی ضروریات کے بارے میں جناب منسٹر صاحب کو گوش گزار کروں گا۔ اس وقت پنجاب میں شہریوں کو گھروں کی شدید قلت کا سامنا ہے۔ صوبہ بھر میں ہر سال 3 لاکھ 30 ہزار گھروں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس وقت نجی شعبہ میں ایک لاکھ 70 ہزار گھر تعمیر ہو رہے ہیں۔ ہر سال نئے گھروں کی قلت ایک لاکھ 60 ہزار ہے، رواں بجٹ میں پچاس فیصد سے زیادہ غریب آبادی جو ذاتی گھروں سے محروم ہے اس کے لئے حکومت نے 65 کروڑ روپے رکھے ہیں۔ اس قلیل رقم سے بمشکل 520 گھر بن سکتے ہیں، یہ calculated figure ہے اور جہاں پر ایک

لاکھ 60ہزار گھروں کی ضرورت ہو اور وہاں پر 520 گھر ہر سال بنائے جائیں گے تو پھر 520سال کسی بے گھر کو گھر لینے کے لئے انتظار کرنا پڑے گا۔ میری استدعا ہے کہ ذاتی گھروں کا خواب پورا کرنے کے لئے جتنی بھی کچی آبادیاں ہیں ان کے مالکانہ حقوق دے دیئے جائیں اور بڑھتی ہوئی آبادی کے پیش نظر اس مد میں بڑی رقم مختص کی جائے۔ اس کے علاوہ multistory رہائشوں کی طرف آیا جائے کیونکہ زمین تو کم ہوتی جائے گی آخر ختم ہو جائے گی اس کے پھیلاؤ کو بڑھانے کی بجائے multistory system کی طرف آنا چاہئے۔ آپ ذرا غور فرمالیں کہ ایک لاکھ 60ہزار گھروں کی ضرورت ہے اور جو ایک سال کے اندر پیسے مختص کئے گئے ہیں ان سے صرف 520 گھر بن سکتے ہیں۔

جناب سپیکر! میں سادگی کی بات کروں گا، اخبارات میں یا زبانی کہہ دینے سے کہ ہم سادگی اپنائیں گے اس طرح سادگی نہیں ہوتی بلکہ سادگی نظر آنی چاہئے۔ میں کچھ data آپ کے سامنے پیش کروں گا کہ رواں بجٹ میں ذاتی گھروں سے محروم لوگوں کے لئے 65 کروڑ روپے رکھے گئے تھے اور کراچی میں خادم اعلیٰ کی جو annexe ہے اس کی تزئین و آرائش اور تعمیر و مرمت کا مجموعی بجٹ ساڑھے چار کروڑ روپے ہے، رواں مالی سال میں ایک کروڑ 18 لاکھ روپے مختص کئے گئے، GOR-I میں 79 لاکھ روپے ٹرانسفارمر نصب کرنے کے لئے مختص کئے گئے ہیں، وزیر اعلیٰ کے دفاتر 3۔کلب روڈ، 7۔کلب روڈ اور 90 شاہراہ قائد اعظم کے لئے 3 کروڑ 62 لاکھ روپے کا منصوبہ ترتیب دیا گیا ہے۔ یہ 3 کروڑ 62 لاکھ روپے کا منصوبہ وزیر اعلیٰ کا شکایت سیل بنانے کے لئے ہے۔ اس طرح یہ لگ بھگ 10 کروڑ روپے کے منصوبہ جات ہیں جو وزیر اعلیٰ کی کارکردگی موثر بنانے کے لئے خرچ ہو رہے ہیں۔ اگر سیکرٹریٹ بلاک، جمنیزیم، ہوم ڈیپارٹمنٹ کی luxury عمارت اور GOR کی figures کو جمع کریں تو یہ 65 کروڑ کو cross کر جائے گی۔ جب یہ صوبہ financial collapse میں پھنسا ہوا ہے تو یہ چیزیں جن پر 65 کروڑ روپے کا خرچ آئے گا اگر ان سے اجتناب کر لیا جائے اور اگلے بجٹ میں یہ نہ ہوں تو زیادہ بہتر ہے۔

جناب سپیکر! میں لاء اینڈ آرڈر کے حوالے سے بات کروں گا کہ پولیس کے لئے پچھلی دفعہ بجٹ دیا گیا۔ میرے خیال میں پچھلے بجٹ میں اس مد میں جو رقم لاء اینڈ آرڈر کے لئے رکھی گئی تھی اس میں آئندہ بجٹ میں اضافہ کیا جانا چاہئے۔ اس کے علاوہ بجٹ کو بڑھانے کے بعد ان کی ٹریننگ کی طرف دھیان دیا جائے اور پولیس کے اندر اس ٹریننگ کے بعد جب وہ field میں آ جائیں تو ان کا اعتماد بحال

کرنے کے لئے کوئی طریق کار اختیار کیا جائے۔ اس وقت پولیس بہت زیادہ demoralized situation سے گزر رہی ہے۔

جناب سپیکر! میں ایک گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ 2010 میں دہشتگردی کے درجنوں واقعات میں لاتعداد شہری جاں بحق ہوئے ہیں اور "The Nation" اخبار نے لکھا کہ ایک سال میں ہلاکتوں میں 109 فیصد اضافہ ہوا ہے اور ہر روز پنجاب بھر میں 13 ہزار سے زیادہ ڈکیتیاں اور رہزنی کی وارداتیں ہوئی ہیں۔ میری استدعا ہے کہ پولیس کا بجٹ بڑھایا جائے، پٹرولنگ پولیس اور جو road side robbery روکنے والی پولیس ہے اس کے لئے بجٹ میں زیادہ پیسے رکھے جائیں۔

جناب سپیکر! ایک اور گزارش ہے کہ ہمارا محکمہ خزانہ وفاقی حکومت کو recommend کرے کہ شرح سود میں کمی کی جائے کیونکہ شرح سود زیادہ ہونے کی وجہ سے ہماری انڈسٹری بہت زیادہ متاثر ہو رہی ہے۔

جناب سپیکر! محکمہ خوراک کے گوداموں کی فروخت کے اشتہارات آتے رہے ہیں۔ میں اپنی pre budget speech کے اندر یہ کہوں گا کہ ہمیں تو زیادہ گوداموں کی ضرورت ہے لیکن لاہور میں جو نیلامی کے لئے رکھے جاتے رہے ہیں وہ ایک غلط فیصلہ تھا بلکہ اس دفعہ purchase کے ساتھ ساتھ نئے warehouses اور بڑے silos بنانے کے لئے بجٹ رکھنا چاہئے۔

جناب سپیکر! میں یہ عرض کروں گا کہ TST roads کو مرمت کرنے کا mechanism ختم کر دیا گیا ہے۔ ہمارے ملک کے اندر جو TST roads بنتی ہیں ان کا تین سال کے بعد 38 ہزار روپیہ فی کلومیٹر کے حساب سے tarring کے لئے دینا ضروری ہوتا ہے لیکن وہ نہ دیئے جانے کی وجہ سے road empire بالکل اڑ کر رہ گئی ہے۔ میں یہاں پر گزارش کروں گا کہ اس مد میں بجٹ رکھا جائے تاکہ farms to market roads کی صورتحال بہتر ہو سکے۔

جناب سپیکر! تعلیم کے بارے میں، میں چند معروضات پیش کروں گا۔ میں نے محترم مجتبیٰ شجاع الرحمٰن صاحب کا ایک اخباری بیان دیکھا جس میں انھوں نے کہا کہ صوبہ کے 62 ہزار سرکاری سکولوں کو جملہ سہولیات کی فراہمی کے لئے 150۔ارب روپے درکار ہیں اور ان کا یہ printed بیان ہے جس کو انھوں نے deny بھی نہیں کیا جبکہ رواں بجٹ میں بنیادی سہولتوں کی فراہمی کے لئے فقط 5۔ارب روپے رکھے گئے ہیں۔ یہاں پر منسٹر صاحب 150۔ارب روپے مانگ رہے ہیں اور بجٹ میں 5۔ارب روپے رکھے گئے ہیں اور تاحال صرف ایک دانش سکول کا افتتاح کیا گیا ہے۔ صوبہ کے 62 ہزار

سرکاری سکولوں میں مزدور، کلرک اور کسانوں کے بچے پڑھتے ہیں۔آئندہ اہداف ایسے مقرر کئے جائیں کہ جو سکول چار دیواری، بجلی، bathrooms اور فرنیچر سے محروم ہیں ان کو redress کیا جائے۔

جناب سپیکر! میں یہاں پر ایک گزارش کروں گا کہ کالجوں کی نجکاری نہ کی جائے۔اس بجٹ بنانے کے اندر اس طرح کا mechanism اور allocation of funds ہوں کہ کالجوں کی نجکاری کو روک دیا جائے۔ وزیر اعلیٰ صاحب کی طرف سے ایک خبر میں لکھا گیا ہے کہ انھوں نے فرمایا ہے کہ Danish School should have not independent income generation mechanism. ان کا یہ فقرہ جب چھپا ہے تو اس جملے سے یہ خدشات جنم لے رہے ہیں کہ کہیں دانش سکولوں کا بجٹ بھی بعدازاں طلباء سے ہی پورا نہ کیا جائے۔اگر ایسی صورتحال ہوئی تو دانش سکول عام سکولوں کو بھی کھا جائیں گے اور خود بھی self-generation کے چکر میں پڑ گئے تو ان کی self-generation نہیں ہو سکے گی۔اگر یہ کہا جا رہا ہے کہ وہاں پر غریب کا بچہ پڑھے گا، کسان کا بچہ پڑھے گا اور مزدور کا بچہ پڑھے گا تو وہ کون سا mechanism ہو گا کہ self-generation ہو گی۔ وہ انڈسٹری تو نہیں ہے۔یہ ایک متضاد attitude ہے جو بجٹ کو بھی خراب کرتا ہے۔

جناب سپیکر! میں یہاں ایک study کے لئے کہنا چاہتا ہوں اور وہ olive oil کے بارے میں ہے۔یہاں olive oil کی ایک study آئی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ ہمارے ہاں olive oil کا استعمال بہت بڑھ گیا ہے اور اس میں سے 90 percent olive oil import ہو رہا ہے جبکہ چکوال، اٹک، اس کے نواحی علاقوں اور خصوصاً بھیرہ میں بھی اس کے climate کی study ہو چکی ہے۔ یہاں پر ایگریکلچر منسٹر صاحب تشریف فرما ہیں تو میں آپ کی وساطت سے اُن کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ olive oil study کے لئے budget allocate کیا جائے کیونکہ اپنی ضروریات پوری کرنے کے بعد ضرورت کا 90 فیصد جو import ہو رہا ہے وہ ہمارے پاس پیسا بچے گا اور ہم export کرنے کی پوزیشن میں آ جائیں گے۔اس کے لئے چار اضلاع ہیں جہاں کے climate اس کام کے لئے سودمند ہیں۔ میں ایک گزارش کرنا چاہوں گا کہ انصاف کے حصول کے لئے جہاں ججوں کی تنخواہیں بڑھائی گئی ہیں وہاں پر عملے کی بھی تنخواہیں بڑھائی جائیں اس کے علاوہ آئندہ بجٹ میں ججوں اور عملہ کی تعداد بڑھانے کے لئے اس چیز کو target کیا جائے کہ عملہ بھی بڑھانا ہے کیونکہ کیسوں کی تعداد سے میں آپ کو آگاہ کرتا ہوں کہ 2009 میں صرف لاہور کی عدالتوں میں زیر التواء کیسوں کی تعداد 68 ہزار تھی جو کہ 2010 میں بڑھ کر 84 ہزار سے زائد ہو گئی ہے۔ عدالتوں کے اندر پولیس، وکلاء اور جج تشدد کا

نشانہ بن رہے ہیں جو کہ lack of budget کی وجہ سے ہے۔ ہمیشہ بجٹ ہی relief دیتا ہے اور بجٹ ہی محکموں، اداروں اور سوسائٹیوں کے مختلف segments میں ایسا atmosphere دیتا ہے کیونکہ بجٹ سے اُن کو ایسے projects نظر آ رہے ہوتے ہیں جس سے اُن کی tension اور anxiety ختم ہو رہی ہوتی ہے۔

(اذانِ عشاء)

جناب سپیکر: جی، چودھری صاحب!

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! یہاں پر ایگریکلچر اور فنانس منسٹر صاحب تشریف فرما ہیں تو میں آخر پر زرعی تحقیق کے حوالے سے کچھ عرض کرنا چاہوں گا کہ 09-2008 کے بجٹ میں ترقیاتی تحقیق کے لئے ایک ارب 21 کروڑ روپے رکھے گئے تھے جبکہ 10-2009 میں اس رقم کو کم کر کے ایک ارب 2 کروڑ روپے کر دیا گیا۔ ہم بار بار کہتے تھکتے نہیں کہ ہماری ریڑھ کی ہڈی زراعت ہے لیکن ہمارا عمل کیا ہے؟ تحقیق میں دنیا آگے بڑھتی ہے اور علامہ صاحب کہتے ہیں کہ:

جہانِ تازہ کی افکارِ تازہ سے ہے نمود
سنگ و خشت سے ہوتے نہیں جہاں پیدا

یہ اینٹ اور پتھر دنیا نہیں بناتے بلکہ جہانِ تازہ کی نمود افکارِ تازہ سے ہے اور افکارِ تازہ تحقیق سے آگے جاتی ہے لیکن ہم تحقیق میں جہانِ تازہ کی افکارِ تازہ سے نمود کے لئے 19 کروڑ روپے کم کر رہے ہیں۔ اس سے کیا نمود ہو گی اس کا اندازہ آپ اس سے کر سکتے ہیں۔ پنجاب میں 9 کروڑ بوری یوریا کھاد کی ضرورت ہے اور ڈی اے پی کی ضرورت اس سے تقریباً آدھی ہے۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہاں پر یوریا کھاد -/850 روپے میں دستیاب نہیں ہوتی اور کہا جاتا ہے کہ کمی ہے۔ ہم نے یہ سارا رونا بجٹ والوں کے سامنے رونا ہے، اس کی management نے اپنے بجٹ میں لے کر جسے پنجابی میں کہتے ہیں کہ "کہیلنا ہے اوہناں نوں" آپ مارکیٹ میں جائیں تو ایک چیز -/1300 روپے کی ملے گی چاہے جتنی مرضی لے لیں وہ ساڑھے آٹھ سو کی نہیں ملتی۔ کمی management اور بجٹ بناتے وقت اُس کی طرف دھیان نہ دینے میں ہے۔ میں یہاں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ آج کل ایک bio fertilizer کا کام چل رہا ہے جیسے ساری دنیا میں کچھ چیزیں بکتی ہیں کہ زیڈال سے گنجے پن کا علاج ہو جائے گا بلکہ گنجے پن کے علاج اور شوگر کے علاج کے لئے نوبل پرائز رکھے گئے ہیں۔ Bio نام کی کھاد منوں کے حساب میں نہیں ہوتی بلکہ bio کی کھاد ٹنوں کے حساب سے پھینکی جاتی ہے اس کی تحقیق کی جائے کہ اس نام سے یوریا کو ڈی اے پی

کے متبادل کے طور پر پیش کیا جارہا ہے جس میں اربوں روپے کمائے جائیں گے لہذا اس کا chemical analysis کرایا جائے۔ آپ اس کا analysis کرائیں گے تو ڈی اے پی کے ساتھ اس bio کھاد کا کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ ہم لوگ یہ چاہتے ہیں کہ بے چارہ کسان تھوڑی سی کم قیمت کے نام پر لٹتا، پٹتا اور کٹتا چلا جارہا ہے اس لئے ہمیں اس بات کی ضرورت ہے کہ بجٹ میں ایک لیبارٹری بنانے کے حوالے سے فنڈز رکھے جائیں تاکہ جب اس قسم کی products مارکیٹ میں آتی ہیں تو متعلقہ product مارکیٹ میں آنے سے پہلے اور کسان کی کھال اُتر جانے سے پہلے لیبارٹری اُن کا ہاتھ پکڑ لے جو اُس کی کھال اتارنا چاہتے ہیں۔ میں یہاں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ لائیو سٹاک کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ دیہی علاقوں کی روزی واقعی لائیو سٹاک سے چل رہی ہے۔ اکثر گھرانوں میں ایسا ہوتا ہے کہ بچھڑی وغیرہ لے لی جاتی ہے اور گھاس کھود کھود کر اسے پالا جاتا ہے جب وہ بڑی ہو جاتی ہے تو اُس کے آدھے دودھ کی چائے بنالی جاتی ہے اور آدھا دودھ بیچ لیا جاتا ہے لیکن کسان جتنا اُس کو چارہ دیتا ہے اگر اس کے لئے اچھی قسم مل جائے تو کافی income ہو سکتی ہے اور وہ semen سے دی جا سکتی ہے اس لئے semen کی طرف دھیان دیا جانا چاہئے۔ یہ semen import ایک Sire company ہے جو import کر رہی ہے۔ Sire company والے کمانے میں کروڑوں سے اربوں روپوں میں چلے گئے ہیں لیکن وہ semen خود اپنے private enterprises کو کما کر دے رہے ہیں۔ میں نے پچھلے بجٹ میں بھی کہا تھا کہ ایک SAG semen امریکہ میں improve ہوا ہے جس سے female ملتا ہے اور وہ بہت مہنگا ہے۔ یہ female کسان کا ایک asset ہوتا ہے لہذا اس چھوٹی سی ٹیکنالوجی کے لئے میری گزارش ہوگی کہ بجٹ میں اس کے لئے ایک مخصوص پیسہ رکھا جائے جس سے separated sex کے semen کسانوں کو ملیں۔ مزید برآں جب female کی پیداوار زیادہ بڑھے گی تو جو بچھڑے کٹ جاتے ہیں وہ بھی رُک جائیں گے۔ ہمارے پاس ساہیوال اور نیلی کی بھینسیں ہیں۔ میں یہ بھی گزارش کروں گا کہ ڈیری فارم کی صنعت کو پانچ سال کے لئے tax free کرنے کے لئے مرکز کو recommend کیا جائے۔

جناب سپیکر! میں جنگلات کے حوالے سے عرض کروں گا کہ محکمہ جنگلات اس چیز کا متقاضی ہے کہ global warming اور greenery کم ہونے کی وجہ سے rain falls کم ہو گئی ہیں۔ Rain falls اور flood دو ہی recharging ہیں جو ساری دنیا کے اندر مصدقہ چیزیں ہیں لیکن rainfall کو attract اور جنگلات بنانے کے لئے زمینوں کی سکیمیں بنائی جائیں، بجٹ کے اندر رقم رکھی جائے اور اس کے لئے monitoring system بنایا جائے۔ اس کے علاوہ گوشت کی کمی کو پورا کرنے کے لئے

فشریز ڈیپارٹمنٹ کو بھی بڑھایا جائے۔ میں یہاں ایک بات عرض کرتا چلوں کہ پچھلے تین بجٹ گزر گئے جن میں تقریباً 1500۔ارب روپیہ بذریعہ وزارت خزانہ دوسری وزارتوں کے حوالے ہوا لیکن کیا on ground کوئی projects آئے؟ فلاں کے کتنے projects آئے، پینے کا صاف پانی کتنے اضلاع، کتنے دیہی علاقوں اور گھروں میں چلا گیا، کتنے roads ٹھیک ہو گئے، کتنے mega project identify ہوئے اور کتنے mega project چل رہے ہیں؟ لوگ اب پوچھتے اور سوالات کرتے ہیں اور یہ سوالات آنے والے ایک سال کے بعد ووٹ کی شکل میں بھی سامنے آئیں گے لیکن وہ وقت آنے سے پہلے ہم یہ نہیں چاہتے کہ وہ وقت کم کر دیا جائے۔ وقت آبادی کے لئے دیا جاتا ہے، بربادی کے لئے نہیں دیا جاتا۔ میں استدعا کرتا ہوں کہ اس وقت کو آبادی کے لئے استعمال کیا جائے۔ اس صوبے کے کسان اور مزدور نے ہمیشہ قربانی دینے کے لئے اپنا سر آگے کیا ہے۔ جب یہاں کا کسان، کھیت مزدور اور صنعتی مزدور ہر قربانی کے لئے اپنا سر اور اپنی خدمت پیش کرتا ہے تو اب یہ کٹا پھٹا اور سسکتا ہوا پنجاب یہ کہہ رہا ہے کہ:

موسم آیا تو نخل دار پر میر
سر منصور ہی کا وار آیا

ہمارا سر ہی کیوں بار بار آتا ہے تو ہمیں اس بجٹ کے بعد سر اٹھا کر چلنے کا موقع دیا جائے۔ شکریہ

جناب سپیکر: میں نے باری تو میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا کو دی ہوئی تھی مگر ایوان کی tradition کے مطابق اب یہ فیصلہ میں کیسے کروں؟

جناب علی حیدر نور خان نیازی: جناب سپیکر! tradition کے مطابق ہی کریں۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! آپ کے حکم کے آگے میرا تو سر تسلیم خم ہے۔

جناب سپیکر: Tradition تو کوئی اور ہے لیکن میں نے floor آپ کو دیا تھا مگر اب مخدوم سید احمد محمود کو floor دیتا ہوں۔

مخدوم سید احمد محمود: جناب سپیکر! میں آج بہت مختصر بات کروں گا۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! آپ جو چاہیں فیصلہ کر لیں وہ ٹھیک ہے اور عوام کا کوئی pressure نہیں۔

جناب سپیکر: میجر صاحب! صبر کر لیں ان کے بعد ایک اور صاحب بیٹھے ہیں۔

جناب علی حیدر نور خان نیازی: جناب سپیکر! میں آج اپنا وقت رانا صاحب کو دیتا ہوں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے نیازی صاحب! جی، مخدوم صاحب!

مخدوم سید احمد محمود: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! میں سب سے پہلے وزیر خزانہ صاحب کا شکریہ ادا کروں گا جنہوں نے ہمیں pre budget session میں بحث کرنے کا موقع دیا۔ میں اس بحث کو دو sectors پر divide کروں گا۔ ایک post budget اور دوسرا pre budget. اس لئے کہ 2010-11 کے وعدوں کی طرف وزیر خزانہ کی توجہ مبذول کرا سکوں۔ یہ extraordinary times ہیں اور میں کم از کم personally بہت heavy heart کے ساتھ اس post budget اور pre budget پر بات کرنا چاہوں گا۔ Heavy heart اس لئے کہ میں اپنی سیاسی زندگی میں پہلی دفعہ یہ دیکھ رہا ہوں کہ parties of political system stability کی طرف جا رہا ہے لیکن ملک instable ہوتا جا رہا ہے۔ Political parties, political system, National Assembly, Senate and Provincial Assemblies عوام کے ان جذبات سے isolate ہوتی جا رہی ہیں جن کا تعلق اس ملک کی stability کے ساتھ ہے۔ میں نے یہ محسوس کیا ہے کہ ملک میں پہلی بار financial melt down ہے۔ آپ کے تمام indicators اس طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ ملک میں ایک بہت بڑا crisis ہے اور financial management نہ ہونے کے برابر ہے۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہم normal حالات سمجھ کر بجٹ پیش کر رہے ہیں لیکن مجھے نہیں لگتا کہ یہ بجٹ sustainable ہوگا کیونکہ inflation کا rate ہے اور نوٹ چھاپ چھاپ کر ہم گزارہ کر رہے ہیں۔ آج کے -/100 روپے کی چھ ماہ بعد 50، 60 روپے value رہ جائے گی۔ آج جس تخمینے پر وزیر خزانہ نے یہ بجٹ بنایا ہے تو ان کا تخمینہ چھ ماہ بعد reality سے بالکل الگ تھلگ ہو جائے گا۔ Reality کچھ اور ہے اور ہم بجٹ بنائے جا رہے ہیں تو اللہ ہماری خیر کرے مگر ان سب considerations کے بعد میں وزیر خزانہ صاحب سے یہ گزارش کروں گا کہ انہوں نے ہماری گزارشات اور آہ و بکا سننے کے بعد plus 50 billion rupees کا جنوبی پنجاب والوں کے ساتھ وعدہ کیا تھا تو میں ان سے یہ پوچھنا چاہوں گا اور یہ ہمارے سوال کا انشاء اللہ تعالیٰ اپنی winding up speech میں جواب بھی دیں گے کہ وہ 52 یا 54 بلین روپے آخر کہاں گئے؟ (نعرہ ہائے تحسین)

ہماری طرف تو حالات پہلے سے بھی زیادہ خراب ہو گئے ہیں۔ محکمہ تعلیم میں حالات پہلے سے زیادہ خراب ہیں، صحت کے sector میں حالات پہلے سے زیادہ خراب ہیں، ہماری طرف تو farms to market road کا project انہوں نے announce نہیں کیا۔ یہ بجٹ ایک ایسی دستاویز ہے جس پر

تمام شعبہ جات کا future depend کرتا ہے اور بجٹ دستاویز سے حکومت کا تمام تر محکموں میں vision ظاہر ہوتا ہے۔ پولیس کی ذمہ داری ہے اور اس نے ہماری حفاظت کا oath لیا ہوا ہے لیکن وہ خود assassination پر اتر آئی ہے۔ گورنر پنجاب سلمان تاثیر کو کسی ڈاکو، کسی تخریب کار یا کسی دہشت گرد نے نہیں بلکہ اس شخص نے مارا جو ان کی حفاظت پر مامور تھا جو کہ لمحہ فکریہ ہے اور جو successive budget آتے رہے یہ ان کا پیش خیمہ ہے۔ میں وزیر خزانہ سے گزارش کروں گا کہ اللہ کا نام مانیں اور اب سوچیں کہ یہ وقت نہیں ہے کہ ہم شاہ خرچیاں کریں، ہم جاہ و جلال پر بجٹ خرچ کریں، ہم بلٹ پروف گاڑیاں بھی رکھیں اور ساتھ cavalcade بھی رکھیں تو میری آپ کے اور اس ایوان کے توسط سے گزارش ہو گی کہ ان تمام عہدیداروں سے جن کا تعلق وفاق یا صوبے سے ہے کہ خدا کے لئے اپنی آنکھیں کھولیں اور عوام کے احساسات کو دیکھیں۔ اگر بلٹ پروف گاڑی رکھنی ہے تو پھر اکیلی بلٹ پروف گاڑی چلائیں۔ ایک بلٹ پروف گاڑی میں بیٹھے ہوئے ہیں اوپر سے گاڑیوں کی پوری ایک لائن follow کر رہی ہے جس سے ٹریفک رکی ہوئی ہے۔ لوگوں کا سیاستدانوں پر سے اعتماد اٹھ رہا ہے اور میں نے اپنی سیاسی زندگی میں یہ dichotomy پہلی دفعہ دیکھی ہے کہ political system stable ہے لیکن ملک stable نہیں ہے اور جب حالات اس طرح کے ہو جاتے ہیں تو آپ کو پتا ہے کہ کون لوگ intervene کرتے ہیں اور جب یہ intervention ہو گی تو یہ پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ (ن) کے clash کی وجہ سے نہیں ہو گی اور یہ intervention اس وجہ سے بھی نہیں ہو گی کہ اسمبلیاں اپنا کام نہیں کر رہیں بلکہ یہ intervention اس وجہ سے ہو گی کہ dichotomy بڑھ رہی ہے، عوام اور سیاست دانوں کے درمیان فاصلہ بڑھتا چلا جا رہا ہے اور سیاست دان عوام سے دور ہوتے جا رہے ہیں اور security کے نام پر پروٹوکول جاہ و جلال کی شکل اختیار کر رہا ہے۔ میری وزیر خزانہ سے گزارش ہے کہ یہ وقت سوچنے اور عمل کرنے کا ہے اس لئے اپنی securities کو ایک طرف رکھا جائے اور seriously سر جوڑ کے بیٹھ کر management کی طرف توجہ دی جائے کیونکہ mismanagement کی حد ہوتی جا رہی ہے۔ ہم کرپشن کا نام سنتے تھے مگر اب تو ڈاکے پڑنے لگ گئے ہیں۔ اب identify کرتے ہیں کہ اچھا N.I.C میں پیسے پڑے ہیں تو آؤ اسے لوٹیں۔ بڑے بڑے سیاست دانوں کی ایک کمیٹی بنتی ہے جو وہاں پر اپنا بندہ لگواتی ہے پھر وہ تمام پیسے لوٹ لئے جاتے ہیں۔ اس طرح سے یہ ملک نہیں چلے گا بلکہ ہم اس طرح اپنا مذاق اڑا رہے ہیں تو میری آپ سے اور اس ایوان سے اور اس وقت حکومت کی

باگ ڈور سنبھالنے والوں سے گزارش ہے کہ خدا اور رسول ﷺ کا نام مانیں، اپنی اپنی آنکھیں کھولیں اور عوام کے احساسات سے مزید نہ کھیلیں۔

جناب سپیکر! post budget کے لحاظ سے 54 بلین روپے کا ہم سے وعدہ کیا گیا تھا اور ہم سمجھے کہ 54 بلین روپے ہمارے علاقوں میں خرچ ہوں گے جس سے تعلیم میں بہتری آئے گی، missing facilities دور ہوں گی، ہمارے اساتذہ کی سالہا سال سے پڑی ہوئی خالی اسامیاں Finance Department sanction کرے گا اور ہم سمجھتے تھے کہ ہمارے ہاں خاص طور پر پرائمری health میں بہتری آئے گی اور ڈاکٹروں کی پڑی ہوئی خالی اسامیاں اس 54 بلین روپے سے fill ہوں گی اور پیرامیڈیکل سٹاف کی خالی اسامیاں بھی fill ہوں گی لیکن کوئی فرق نہیں پڑا۔ ہم سمجھتے تھے کہ اس 54 بلین روپے سے جنوبی پنجاب میں کم از کم دو تین یونیورسٹیاں بنائی جائیں گی۔ یونیورسٹیاں تو درکنار انٹر کالج تک نہیں بنا۔ ہم یہ سمجھتے تھے کہ farm to market road بنے گی۔ جب پچھلے بجٹ میں انہوں نے اتنے زبردست طریقے سے announce کیا، ان کو کچھ دنوں کی political mileage تو مل گئی لیکن آج عوام اس انتظار میں ہے کہ وہ 54 بلین روپیہ کہاں گیا، وہ ہمارا گریبان پکڑتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ وہ 54 بلین روپے کہاں گئے؟ یہ PILDAT کی رپورٹ آئی ہوئی ہے اور میں نے پچھلی مرتبہ بھی فریاد کی تھی اور اس مرتبہ بھی میں PILDAT کی رپورٹ کو سہارا بنا کر فریاد کر رہا ہوں۔ اس رپورٹ کے مطابق لاہور میں 3507 روپے فی کس خرچ ہوئے، جنوبی پنجاب اور خاص طور پر رحیم یار خان میں 844 روپے فی کس خرچ ہوئے۔ یہ کیا ہے، یہ تخت لاہور کب سدھرے گا، یہ کب انصاف کی بنیاد پر فیصلے کرے گا، یہ کب ہمارے ساتھ انصاف کرے گا اور یہ کب ہمیں اس ملک کا شہری سمجھے گا؟ یہ یہاں بجٹ پیش کر دیتے ہیں، pre budget debate بھی رکھ دیتے ہیں، کچھ دنوں بعد budget debate بھی ہو جائے گی اور ہم یہی باتیں کر کے گھروں کو چلے جائیں گے۔ مجھے یقین ہے کہ فنانس منسٹر ہمارا بجٹ 54 بلین روپے سے مزید بڑھا کر announce کریں گے لیکن رزلٹ زیرو کا زیرو ہے۔ میں اس pre budget debate میں ان سے گزارش یہ کرنا چاہوں گا کہ خدا کے لئے ہمیں vision دیں۔ آج pre budget debate میں ایجوکیشن منسٹر ہیں، نہ ہیلتھ منسٹر ہیں، بے شک آپ دیکھ لیں کہ یہاں کابینہ کے کتنے ممبران بیٹھے ہیں اور وہ بے چارے یہاں کیوں بیٹھیں؟ وہ کام کے ہی نہیں ہیں، ان کے پاس vision ہی نہیں ہے۔ مجھے بتائیں کہ جب سے یہ ہاؤس معرض وجود میں آیا ہے اور جناب والا سپیکر بنے ہیں تو مجھے بتادیں کہ اس ہاؤس میں آج تک کسی محکمے کا کوئی vision آیا

ہے؟ بجٹ تو vision ہوتا ہے، یہ بجٹ ایسا document نہیں ہے کہ فنانس منسٹر پڑھ دیں اور ہم voting کر دیں۔ 200۔ارب روپے کا development budget ہے، اس 200۔ارب روپے کا کیا بنا جو آپ کے پاس 11-2010 میں تھا؟

جناب سپیکر: میرے خیال میں "پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ"۔

مخدوم سید احمد محمود: جناب سپیکر! اب وہ وقت نہیں ہے۔ آپ بلوچستان میں دیکھ لیں وہاں اسمبلی کام کر رہی ہے، منسٹر بھی بیٹھے ہیں، حکومت بھی ہے، چیف منسٹر بھی ہے، گورنر بھی ہے اور عوام کو اس اسمبلی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ آج آپ پنجاب اسمبلی کو دیکھ لیں، یہاں interest ملاحظہ فرمائیں اور یہ بات میں ہر مرتبہ point out کرتا ہوں۔ آپ interest ملاحظہ فرمائیں کہ pre budget debate ہے اور کون سا منسٹر کام والا یہاں بیٹھا ہوا ہے؟

جناب سپیکر: منسٹر صاحبان بیٹھے ہوئے ہیں۔

مخدوم سید احمد محمود: کہاں بیٹھے ہوئے ہیں، ایجوکیشن منسٹر کہاں ہیں؟

جناب سپیکر: دو منسٹر تو آپ کے بائیں طرف بیٹھے ہیں۔

مخدوم سید احمد محمود: جناب سپیکر! میں آپ سے گفتگو نہیں کر رہا ہوں بلکہ میں اس ہاؤس کے floor پر اپنے خیالات کا اظہار کر رہا ہوں۔ آپ میری باتوں کو غور سے سنیں اور ان کو digest کریں۔ ہمارا عوام سے فاصلہ بڑھتا جا رہا ہے اور اس اسمبلی کا فاصلہ بڑھتا جا رہا ہے۔ اگر ہم اس اسمبلی میں آکر اپنے لوگوں کی نمائندگی نہیں کریں گے، اس اسمبلی میں آکر postings, transfers کراتے رہیں گے اور چیف منسٹر صاحب کی خوشامد کرتے رہیں گے تو پھر ہمارا اللہ ہی حافظ ہے۔ 200۔ارب روپے کا بجٹ ہے، مجھے بتائیں کہ وہ 200۔ارب روپے کہاں گیا؟ ہماری طرف سیلاب آیا، ہمیں کہا گیا کہ ہم سیلاب پر پیسا خرچ کریں گے۔ میں آپ کو floor of the House کہتا ہوں کہ میں سیلاب کا affectee ہوں اور میں قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ جتنا پیسا میں نے اپنی جیب سے خرچ کیا ہے اُس کا quarter بھی پنجاب حکومت نے خرچ نہیں کیا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

یہ کیسی حکومت ہے جو کہتی ہے، لاہور والوں کو تو یہ خبر ملی ہو گی کہ چیف منسٹر صاحب نے وہاں پر بہت کام کیا ہے۔ وہاں ہیلی کاپٹر گھومتے رہے، پکے پکائے چاول زمین پر پھینکتے رہ گئے اور وہاں کوئی کام نہیں ہوا۔ میں نے یہ سنا ہے کہ جو پیسے جمع ہوئے ہیں، جو مخیر حضرات نے دیئے ہیں، جو ہمارے دوست

ممالک نے دیئے ہیں ان پیسوں کے بارے میں، میں نے یہ سنا ہے کہ یہ ان کے گھر بنانے چلے ہیں۔ میں نے ان کو اللہ کا واسطہ دیا تھا کہ آپ کو اللہ کا واسطہ آپ گھر نہ بنائیں، آپ کو جتنا پیسا ملا ہے آپ affectees میں برابری کی بنیاد پر تقسیم کر دیں۔ انہوں نے کہا کہ نہیں، ہم گھر بنائیں گے۔ مجھے بتائیں کہ کون سے گھر بنے ہیں؟ میں اپنے گھر میں دو کمرے بنوا رہا ہوں پچھلے چھ مہینے سے وختا پڑا ہوا ہے اور یہ ہزاروں گھر بنانے چلے تھے۔ میں نے اُس وقت چیف منسٹر کو کہا تھا کہ آپ گھر نہیں بنا سکو گے، تم سے گھر نہیں بن سکیں گے اور میں نے اس وقت کہا تھا کہ یہ نہیں بن سکیں گے۔ وہ گھر بنے، ہمیں ہمارا بجٹ ملا، ہماری کوئی relief ہوئی اور نہ ہی ہماری کوئی rehabilitation ہوئی اور 54 بلین روپیہ پتا نہیں کہاں چلا گیا؟

جناب سپیکر! میری فنانس منسٹر سے گزارش ہے کہ خدا کا خوف کریں۔ آپ ہیلتھ پر ایک vision لے کر آئیں۔ یہ pre budget debate ہے، میں گزارش کر رہا ہوں کہ یہ اپنی کابینہ میں بیٹھ کر چیف منسٹر پنجاب کو کہیں کہ ہیلتھ کا vision دیں، جو بھی آپ کے ہیلتھ منسٹر ہیں انہیں کم از کم پرائمری ہیلتھ کا vision دینا چاہئے کہ اس میں کتنا پیسا خرچ کر رہے ہیں اور اس سے کتنے لوگوں کو فائدہ ہوگا، مجھے بتائیں کہ حکومت پنجاب کے پاس پرائمری ہیلتھ کا کیا vision ہے؟ اسی طرح ایجوکیشن میں vision دینا چاہئے، اسی طرح agriculture میں vision دینا چاہئے، اسی طرح inflation کو روکنے کے لئے vision دینا چاہئے۔ اصل میں ہوتا یہ ہے کہ 200-ارب روپے آیا ہے اب یہ بادشاہ سلامت کے ہاتھ میں ہے۔ اس کو کوئی 800-ارب روپے پر spread over کر دیتے ہیں۔ اب مجھے نہیں پتا کہ آپ کا development کا outlay کیا ہے؟ یہ مجھے اندازہ ہے کہ آپ کے پاس خرچ کرنے کے لئے 200-ارب روپے ہوگا لیکن جب آپ اس کو 800-ارب روپے پر spread over کر دیں گے تو جو سکیم ایک ارب روپے کی ہے اس کو execute کرنے کے لئے ان کے پاس دس کروڑ روپے ہیں۔ یہ دس کروڑ روپے دے دیتے ہیں، وہ کام شروع ہو جاتا ہے، دو دن کی بلے بلے شروع ہو جاتی ہے اور اس کے بعد باقی پیسے ہیں اور نہ ہی دینے کے لئے ہیں۔ اس طرح ہوتا یہ ہے کہ وہ دس کروڑ روپے بھی ضائع ہو جاتے ہیں، باقی پیسے بھی نہیں ہوتے اس لئے وہ سکیم بھی گئی۔ صرف دو دن کی بلے بلے کے لئے دس کروڑ روپے بھی گئے اور سکیم بھی گئی۔ یہ mismanagement ہے۔ اگر حکومت پنجاب فیصلہ کر لے کہ ہم fully funded خرچ کریں گے، وہ سکیم شروع نہ کریں جس کا پیسا آپ کے پاس نہیں ہے۔ آپ کے پاس اگر دس کروڑ روپے کی سکیم ہے تو آپ دس کروڑ روپے مختص کر دیں وہ سکیم بن جائے

گی۔چھ نہیں تو آٹھ مہینے میں بن جائے گی لیکن اگر آپ دس کروڑ روپے کی سکیم کو صرف ایک کروڑ روپے دیں گے تو وہ زیادتی ہے۔اس طرح وہ ایک کروڑ روپے بھی ضائع اور 9 کروڑ روپے آپ کے پاس دینے کے لئے ہیں نہیں اس لئے وہ سکیم بھی ضائع ہو جاتی ہے۔یہ سارا کام فنانس ڈیپارٹمنٹ کے افسران نے ایجاد کیا ہے،انہوں نے سیاست دانوں کا بیڑا غرق کیا ہے کیونکہ ان کے پاس تو vision ہے نہیں اور vision سیاستدان نے دینا ہوتا ہے۔جب سیاستدان vision نہ دیں تو پھر ایسے لوگ vision دیتے ہیں اور اس کا حشر یہی ہوتا ہے جو میں نے آپ کے سامنے ذکر کیا ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

آج پورا ملک گرداب میں ہے،پورا ملک پریشانی میں ہے اور یہ mismanagement کی وجہ سے ہے۔ یہ mismanagement مجھے اس بجٹ میں بھی نظر آ رہی ہے اور 12-2011 کا بجٹ بھی mismanagement کی نذر ہو جائے گا،سب سے important P & D Department ہے لیکن وہاں planning کا نام ہے،development کا نام ہے اور نہ ہی کوئی vision ہے۔دانش سکول بنا رہے ہیں، بھئی! پہلے پرائمری سطح کی problems کو تو دور کر لیں لیکن بادشاہ سلامت کو خیال آیا کہ دانش سکول ہونا چاہئے۔(نعرہ ہائے تحسین)

وہاں پر امیر اور غریب کے بچے اکٹھے پڑھنے چاہئیں۔یہ دانش سکولوں پر اربوں روپے لگا دیں گے، پرائمری سکولوں کی حالت پہلے سے زیادہ ابتر ہو جائے گی۔یہاں پر ایم پی ایز چیخ رہے تھے کہ مسجد مکتب سکول بند کئے جا رہے ہیں۔ وہ اس لئے بند کئے جا رہے ہیں کہ financial crunch ہے۔اگر financial crunch ہے تو فضول خرچیاں تو نہ کی جائیں،اگر فضول خرچیاں کرنی ہیں تو اپنی جیب سے کریں۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت پیسا دیا ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

حکومت کے پیسے کو بے دردی سے خرچ نہ کیا جائے۔میری گزارش ہے کہ حکومت کا پیسا آپ کے پاس امانت ہے اور اس امانت میں خیانت کرنے سے اللہ تعالیٰ اس کا حساب لے گا۔پوری قوم جو خمیازہ بھگت رہی ہے وہ اسی لئے بھگت رہی ہے۔حکومت کے پیسے کو نیک نیتی اور ایمانداری سے خرچ نہیں کیا اور اس پیسے کو ہم نے ہمیشہ political mileage حاصل کرنے کے لئے خرچ کیا،ضائع کیا اور good governance سے دور ہوتے چلے گئے۔اب میں جس point پر آ رہا ہوں لیکن مجھے پتا ہے کہ میری بات کرنے کا فائدہ کوئی نہیں ہے،پھر بھی میں آپ سے یہ گزارش کروں گا۔

جناب سپیکر: وہ آپ کی باتیں note کر رہے ہیں۔

مخدوم سید احمد محمود: جناب سپیکر! پورے پنجاب میں drainage کا یہ حال ہے کہ میں نے جس شہر کا visit کیا ہے وہاں پر سیوریج کا کام جس کو عام زبان میں سیوریج کہتے ہیں وہ جگہ جگہ جوہڑ بنے ہوئے ہیں۔ آپ مجھے بتائیں کہ اس بجٹ میں ڈرینج اور سیوریج کے لئے کتنے پیسے مختص کئے گئے ہیں، کیا کوئی vision ہے اور کسی کو drainage کا پتا بھی ہے کہ اس کو ٹھیک کیسے کرنا ہے، کیا کوئی ادارہ بھی ہے؟ پبلک ہیلتھ کا ایک ادارہ ہے۔ جتنی بھی پورے پنجاب میں واٹر سپلائی بنوائی گئی ہیں ایک بھی کام نہیں کر رہی۔ آپ مجھے پورے پنجاب میں ایک بھی واٹر سپلائی دکھا دیں جو کام کر رہی ہو، اربوں روپیہ خرچ کیا ہوا ہے لیکن کام کوئی نہیں کر رہی، اربوں روپیہ سیوریج پر خرچ کیا ہوا ہے لیکن سب گٹر ابلے پڑے ہیں۔ اس بجٹ میں کہیں بھی اس کا ذکر نہیں ہوگا۔ بجٹ آجائے گا لیکن شہر کے اصل مسائل جوں کے توں رہیں گے، شہر میں پانی کے جوہڑ بھرے ہوئے ہیں اور جگہ جگہ گٹر ابل رہے ہیں لیکن کسی کو کوئی پروا نہیں ہے۔ صرف لاہور کی فکر ہے، لاہور میں ہی پیسے خرچ ہوں گے، لاہور میں ہی سکیمیں بنیں گی، لاہور میں ہی کالج بنیں گے، لاہور میں ہی یونیورسٹیاں بنیں گی اور ہم ساڑھے چار سو میل دور بیٹھ کر یہ تماشا دیکھتے رہیں گے۔

جناب سپیکر! اسی لئے ہماری طرف صوبے کی بات ہے، یہ ہر بچے بچے کی زبان پر ہے۔ میں آپ کو لکھ دوں کہ جو حکومت یا جو سیاسی جماعت جنوبی پنجاب میں صوبے کی حمایت نہیں کرے گی اسے ووٹ نہیں پڑے گا۔ مجھے معلوم ہے، آپ بے شک وہاں دانش سکول بنوالیں، جتنے دورے کر لیں لیکن میں آپ کو ایک چھوٹی سی مثال دے دوں جو on record بات ہے اور میں یہ بات on floor of the House کر رہا ہوں کہ میں نے 25۔ نومبر کو ایک جلسہ رکھا۔ میں اپنے اندازے میں سمجھتا تھا کہ 25 سے 30 ہزار آدمی آئیں گے مگر آپ اپنی سکیورٹی ایجنسیوں سے معلوم کر لیں کہ ایک لاکھ سے زیادہ آدمی تھا۔ Charged, charged کیوں؟ تخت لاہور کی نفرت اور اس بجٹ کی نفرت یہ جو بجٹ آرہا ہے اس کی نفرت تھی کیونکہ ان کو ملتا ہی کچھ نہیں ہے اس لئے ان کے پاس ٹیچرز ہیں، ڈاکٹرز ہیں، ہسپتال ہے، سٹرک ہے، پانی ہے، بجلی ہے اور نہ ہی law& order ہے۔ پچھلے دو ماہ میں 150 اغواء برائے تاوان کے کیس ہوئے ہیں لیکن اٹھائے غریب لوگ جا رہے ہیں، کوئی 10 لاکھ روپے دے کر آرہا ہے، کوئی 15 لاکھ روپے دے کر آرہا ہے۔ ان کا تو حال ہی خراب ہے، وہ اس بجٹ کو کیا کریں گے؟ جب وہ وہاں بیٹھ کر سنیں گے کہ گورنر کو پولیس والے مار رہے ہیں تو مجھے آپ بتائیں کہ کیا وہ پولیس والوں کے پاس پرچہ درج کرانے کے لئے جائیں گے، یہ کیا ہو رہا ہے؟ ہم سب کو سر جوڑ کے بیٹھ کر ان حالات پر

نظر ڈالنی چاہئے، اپنے قبلے کو درست کرنا چاہئے، اپنے ایمان سے کام کرنا چاہئے اور میری گزارش ہے کہ ہمیں اپنے ایمان پر آ جانا چاہئے۔ وفاقی حکومت اور چاروں صوبائی حکومتوں کو عوام کے سلگتے ہوئے مسائل پر توجہ دینی چاہئے، حکومت کے پیسے کا زیاں بند کر دینا چاہئے اور جو جاہ و جلال پر خرچہ ہو رہا ہے، ہیلی کاپٹر پر خرچہ ہو رہا ہے، cavalcades پر خرچہ ہو رہا ہے اس کو ختم کرنا چاہئے اور ٹریفک کو روکے بغیر سفر کرنا چاہئے۔ آپ کے پاس bullet proof گاڑی ہے، آپ کا کوئی کچھ نہیں کرے گا اس لئے ٹریفک کو روکے بغیر سفر کرنا چاہئے۔ عوام سے تعلق کو دوبارہ بحال کرنا چاہئے، بلوچوں کے دل پر جو ہم نے زخم لگائے ہیں ان پر مرہم رکھنا چاہئے، جنوبی پنجاب میں احساس محرومی کو practical طریقے سے اس بجٹ کے ذریعے دور کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور اپنے ایمان کو مضبوط کرنا چاہئے۔ بہت بہت شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔ آپ کا بہت شکریہ اور مہربانی۔ جی، عبدالرحمٰن راناصاحب!

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! شکریہ۔ پچھلے چند سالوں سے یہ pre budget suggestions کا جو سلسلہ شروع ہوا ہے یہ ایک انتہائی اچھا قدم ہے لیکن practically دیکھنے میں آیا ہے کہ جو تجاویز ہاؤس کے اندر دی جاتی ہیں بجٹ بناتے وقت ان پر عمل نہیں کیا جاتا۔ اگر ان تجاویز پر عملدرآمد بھی شروع ہو جائے تو میرا خیال ہے یہ اقدام مزید بہتر نتائج دے سکتا ہے۔ میں اس چیز کو تسلیم کرتا ہوں کہ ایسے مشکل معاشی حالات میں ایک اچھا بجٹ دینا بڑا مشکل ہے لیکن اگر ہم اپنے resources کو بڑھا لیں تو یہ ناممکن بھی نہیں ہے۔ میں نے پچھلے سال pre budget session کے دوران بھی تجویز دی تھی کہ جب بھی ہم کسی ڈیپارٹمنٹ کو ایک بجٹ دیتے ہیں تو اس کے against ہمیں ان کو targets بھی دینے چاہئیں۔ یعنی میرا کہنے کا مقصد ہے کہ جب بھی کسی کو پیسا دیا جائے، چاہے وہ کسی فرد کو دیا جائے، چاہے وہ کسی ادارے کو دیا جائے یا چاہے کسی ڈیپارٹمنٹ کو بجٹ کی صورت میں دیا جائے تو اس کے لئے targets مقرر کرنا بہت ضروری ہیں تاکہ ان targets کے achievements کے against اس ڈیپارٹمنٹ کو evaluate کیا جا سکے اور اس سے financial discipline میں بھی بہتری آتی ہے اگر ان لوگوں کو targets دے دیئے جائیں لیکن وہ چیز جو ہو نہیں رہی تو اس پر توجہ دی جائے تاکہ بہتر financial discipline قائم ہو۔

جناب سپیکر! دوسرا آڈٹ سسٹم شروع ہے جو کہ اسی بجٹ کے ساتھ ہی link ہو گا اس پر ہم بہت زیادہ زور دے رہے ہیں کہ یہ 10 روپے فالتو خرچ ہو گئے ہیں یا 20 روپے فالتو خرچ ہو گئے ہیں جس کو ہم عرف عام میں financial audit کہتے ہیں تو کیا ہی بہتر ہو کہ اس کو ہم performance

audit کی طرف shift کریں اور ہر ڈیپارٹمنٹ کا بجائے 10 روپے یا 20 روپے کا ہم آڈٹ کرتے ہیں کہ یہ ناجائز خرچ ہو گئے ہیں یا جائز خرچ ہو گئے ہیں بلکہ یہ دیکھیں کہ اس میں جو بجٹ allocate ہوا ہے اس کے against اس نے کیا achieve کیا ہے اور کتنے لوگوں نے اس سے فائدہ اٹھایا ہے تاکہ اگر یہ بہتر طریقہ ہے تو اس کو shift کیا جائے لیکن یکدم یہ shift ہو نہیں سکتا لیکن periodically ساتھ ساتھ shift ہوتا جائے تو میرا خیال اس کے بہتر نتائج حاصل ہوں گے۔

جناب سپیکر! ہمارا سب سے جو بڑا مسئلہ ہے وہ یہ ہے کہ بنیادی سہولتوں کی چیزیں بروقت مارکیٹ کے اندر available نہیں ہوتیں جس طریقے سے وفاقی حکومت یوٹیلٹی سٹور چلا رہی ہے جو کہ تعداد میں بہت کم ہیں لیکن اگر اسی طریقے سے صوبائی حکومت ہر یونین کونسل میں ایک Co-operative Store کھولے اور وہاں پر بنیادی سہولتوں کی تمام چیزیں فراہم کرے۔ جب ڈیمانڈ بڑھتی ہے تو لوگ اس کو profiteering کے لئے استعمال کرتے ہیں، holding کرتے ہیں تو اس سے بچا جا سکے گا اور لوگوں کے لئے مارکیٹ کے اندر demand and supply کو برقرار رکھنے میں بہت زیادہ مدد مل سکے گی۔ اسی Co-operative Store پر مثلاً جیسے زمیندار کو کھاد چاہئے اور کھاد مارکیٹ سے غائب ہو جاتی ہے لیکن یہی کھاد اگر آپ Cooperative Store کے ذریعے دے دیں اور جیسے چینی ہے جب آپ کو ضرورت پڑی تو وہ غائب ہو گئی اگر ان Co-operative Stores کی chain ہر یونین کونسل کی level پر بن جائے تو میرا خیال ہے اس سے بہت زیادہ فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔

جناب سپیکر! دوسرا جو کہ بہت ضروری چیز ہے اور یہاں پر بہت سے دوستوں نے مشورہ دیا ہے کہ پولیس کا بجٹ بڑھایا جائے تاکہ ان کی استعداد اور کام کرنے کی قوت بڑھے لیکن میری تجویز اس کے opposite ہے کہ پولیس کا خرچہ کم کیا جائے۔ پولیس کی efficiency سے ثابت ہو چکا ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے اسی امید پر پولیس کی تنخواہیں دُگنی کی تھیں تاکہ ان کی efficiency بہتر ہو لیکن اس کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلا۔ ہمیں وہ اقدامات اٹھانے چاہئیں جن سے یہ غیر ضروری اخراجات مثلاً جیل خانہ جات ہے ان کا خرچہ بھی cut down کیا جا سکتا ہے، اگر deferred punishment کا رواج ڈال دیں، اگر آپ parole پر زیادہ encourage کریں، اگر آپ قیدیوں کی تعداد کم کر دیں اور ایسے طریقے استعمال کریں کہ جیلوں کا استعمال زیادہ ضروری نہ رہے اسی طرح ان کو cut کر کے میں کہوں گا کہ آپ اتنا ہی بجٹ تعلیم کے لئے بڑھائیں کیونکہ جب تعلیم کو بہتری حاصل ہو گی، قوم کے بچے

پڑھیں گے تو وہ خود بخود ایک بہتر معاشرہ پیدا کریں گے اس لئے اس بجٹ میں تعلیم کو top priority دینی چاہئے نہ کہ کسی اور محکمے کو تاکہ اس طرح جو ہمارا per year, per person خرچہ ہے وہ بہتر ہو۔

اس کے بعد جب ہم سڑکوں پر ٹریفک کا رش دیکھتے ہیں تو یہ سوچتے ہیں کہ آج سے پانچ یا دس سال بعد کیا ہوگا؟ اس لئے بہتر ہے کہ ہم آج سے پلاننگ شروع کریں اور اسی بجٹ سے پلاننگ شروع کریں کہ ہر بڑے شہر کے ارد گرد لوکل ٹرینیں چلائی جائیں اور ان پر کام شروع کیا جائے تاکہ آئندہ آنے والے وقت میں، اگلے پانچ دس سال کے اندر وہ پراجیکٹ مکمل ہو سکیں اور جو سڑکوں پر رش ہے وہ کم ہو سکے۔ اس کے بعد جہاں میں نے یہ کہا ہے کہ پولیس کا خرچ کم کیا جائے، Anti Terrorists Force بنائی جائے جس طریقے سے ہم نے موٹروے پولیس کو ایک علیحدہ فورس declared کیا اور آج تک وہ باقی اداروں سے بہتر کام کر رہی ہے۔ اسی طریقے سے اگر ہم پولیس سے بالکل ہٹ کر Anti Terrorists Force قائم کریں اور پھر جو ہماری conventional police ہے اس کو replace کریں تو میرا خیال ہے کہ ہم اس طرح law and order کے بہتر نتائج حاصل کر سکتے ہیں۔

اس کے بعد جب لوگ انڈیا سے ہجرت کر کے پاکستان آئے تھے تو ان کو زمینیں الاٹ ہوئی تھیں اور ان زمینوں کے ساتھ احاطہ جات بھی الاٹ ہوئے تھے۔ آج تک ان احاطہ جات کی proprietorship نہیں دی گئی حالانکہ وہ لاکھوں روپیہ لگا کر اپنے مکانات بنا کر بیٹھے ہیں اگر احاطہ جات کی proprietorship دے دی جائے تو گورنمنٹ کو آمدن بھی ہوگی اور لوگوں کو proprietorship rights بھی مل جائیں گے اور ان کو بھی فائدہ حاصل ہوگا اور یہ جو Estate land بیچنے کی کوشش کر رہے ہیں شاید اس کی ضرورت محسوس نہ ہو۔

جناب سپیکر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہمارے پاس export کرنے کے لئے غالباً کوئی چیز موجود نہیں ہوگی اور ایک ہی چیز ہے جو ہمارے پاس ہے وہ value added technical labour ہے۔ اگر ہم اس کی طرف زیادہ دھیان دیں، اس کا بجٹ بڑھائیں، ان کو اس معیار کی technical training دیں کہ وہ لوگ internationally acceptable ہوں تو میرا خیال ہے کہ وہ لوگ کمائی کر کے اپنے ملک میں رقم foreign exchange کے ذریعے واپس بھیج سکتے ہیں۔

جناب سپیکر! چونکہ وقت کم ہے اب میں اپنے حلقے کی طرف آنا چاہتا ہوں۔ ہمارے یہاں Agriculture اور Irrigation میں جو پیسا research پر خرچ ہوتا ہے میرا خیال ہے کہ وہ ضائع ہو

رہاہے کیونکہ اس کے خاطر خواہ نتائج سامنے نہیں آ رہے حالانکہ میری دانست میںAgriculture اورIrrigation پرresearch کے لئے زیادہ سے زیادہ پیسا خرچ ہونا چاہئے تاکہ ہم باقی ممالک کے برابر yield per acre حاصل کر سکیں اور ہمارا ملک بہتر معاشی حالت کی طرف سفر کر سکے۔

جناب سپیکر: ایگریکلچر منسٹر صاحب! وہ جو بات کہہ رہے ہیں غور سے سُنیں اور لکھیں، وہ آپ سے متعلقہ ہے۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! میں note کر رہا ہوں۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! دریائے راوی کے اوپر سید والا پُل کی تعمیر کئی سالوں سے شروع ہے مگر اب التواء میں پڑی ہے۔ اس کا اس علاقے کی economics پر اتنا زیادہ اثر پڑ رہا ہے کیونکہ اوکاڑہ سے ساہیوال کا سارا علاقہ routes shorter سے wires motor کے ساتھ connect ہوتا ہے۔ مجھے اس چیز کی سمجھ نہیں آتی کہ ہر دفعہ اس کو بجٹ میں تو رکھا جاتا ہے مگر پیسا خرچ نہیں کیا جاتا اور اس کو چالو نہیں کیا جا رہا۔ اس کے بعد پنجاب کی سڑکوں کے حوالے سے میری ایک تجویز ہے، یہ جو ہم نے پھر سے ہر جگہ پر Toll Tax لگانا شروع کر دیا ہے، ایک وقت تھا کہ ہم نے ضلع ٹیکس اور محصول ختم کیا صرف اس لئے کہ جو سڑک کے اوپر contractors کی بد معاشیاں ہیں وہ ختم ہو جائیں لیکن اب ہم آہستہ آہستہ پھر اُسی طرف جا رہے ہیں۔ میری تجویز یہ ہے کہ آپ workout کریں کہ آپ کو Toll Tax سے کتنی آمدن ہو رہی ہے اور وہ آمدن آپ گاڑیوں کی registration پر لگائیں۔ جس وقت آپ registration کریں وہ پیسا آپ اس میں add کر دیں تاکہ گاڑی والا سال میں ایک دفعہ پیسے دے اور اس Toll Tax کے عذاب سے پورے پنجاب کو بچایا جا سکے۔ اس سے آمدن میں بھی کمی نہیں ہو گی اور عوام کو بھی فائدہ حاصل ہو جائے گا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

اس کے بعد اگر ضلع فیصل آباد، شہر فیصل آباد، ضلع لاہور اور شہر لاہور کی آبادی کو compare کیا جائے تو ہماری آبادی تقریباً اس سے 1/3 حصہ کم ہے لیکن اگر ہسپتالوں کو دیکھا جائے تو فیصل آباد میں اس وقت تین ہسپتال ہیں، جب ہسپتال میں جائیں تو ایسے لگتا ہے جیسے کوئی mad house ہے اور مریضوں کا کوئی پُرسانِ حال نہیں۔ میری دانست کے مطابق وہاں پر کم از کم پانچ سو بستروں پر مشتمل پانچ ہسپتال ہوں تب جا کر فیصل آباد شہر کو لاہور کے مقابلے میں سہولیات مل سکتی ہیں۔ اسی طرح میرے تحصیل ہیڈ کوارٹر، جڑانوالا میں پندرہ لاکھ کی آبادی ہے۔ دو سال ہو گئے ہیں، چیف منسٹر کا directive دو دفعہ جاری ہو چکا ہے اور ایک executive order بھی دیا گیا ہے کہ اس کو بجٹ

2010-11 کے اندر شامل کیا جائے مگر وہ ابھی تک تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال ہے، پندرہ لاکھ کی آبادی کے لئے ساٹھ bedded hospital ہے جو کہ صرف دو لاکھ کی آبادی کے لئے کافی ہو سکتا ہے تو اس کو بھی اس سال ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال کا درجہ دیا جائے۔ اس کے بعد میرے اپنے ذاتی حلقہ پی پی۔53 کے اندر بہت زیادہ رقبہ پڑا ہوا ہے اور کوئی انڈسٹری نہیں ہے پچھلی دفعہ بھی میں نے suggest کیا تھا کہ جو industrial area ہے وہ بُچیانہ کے حلقے میں بنایا جائے تاکہ لوگوں کو وہاں پر روزگار مل سکے اور وہ علاقہ ترقی کر سکے۔ یہاں پر ہر آدمی جنوبی پنجاب اور بلوچستان کی بات کرتا ہے میں کہتا ہوں کہ ہر علاقے کے اندر اس طرح کے حالات موجود ہیں۔ ضلع فیصل آباد کے اندر اگر میرا ہی حلقہ آ جائے تو میرا خیال ہے کہ جنوبی پنجاب اور بلوچستان سے بھی بدتر حالات ہیں اس لئے جہاں بھی غربت ہے، جہاں بھی less developed area ہے، چاہے وہ Central Punjab میں ہے، چاہے وہ Southern Punjab میں ہے ان کو برابر کے مواقع ملنے چاہئیں۔

جناب سپیکر: آپ نے تو پورے پندرہ منٹ لے لئے ہیں۔ دیکھیں، اب مہربانی کریں۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جی، شکریہ

جناب سپیکر: آپ کی مہربانی۔ اب محترمہ انجم صفدر صاحبہ ہیں۔ آپ نے pre budget پر بحث کرنی ہے۔

محترمہ انجم صفدر: شکریہ۔ جناب سپیکر! سب سے پہلے تو میں pre budget پر بحث کی روایت پر حکومت پنجاب کو مبارکباد پیش کرتی ہوں۔ بجٹ آمدن اور اخراجات کا تخمینہ ہے۔ وسائل اور ضروریات کے درمیان تناسب اور ترجیحات کو سامنے رکھا جاتا ہے۔ ہمیں اپنا بجٹ، اپنے بجٹ میں رہ کر تیار کرنا ہے اور زیادہ سے زیادہ کوشش کرنی چاہئے کہ غیر ترقیاتی اخراجات کو کم کیا جائے۔

جناب سپیکر! زراعت، تعلیم، صحت، صاف پانی، infrastructure، عوام کو تحفظ دینا سٹیٹ کی ذمہ داری ہے۔ میں سب سے پہلے تعلیم کے حوالے سے بات کرنا چاہوں گی کہ ہمارے GDP میں تعلیم کے لئے 2.21 فیصد حصہ رکھا جاتا ہے حالانکہ ماہرین یہ recommend کرتے ہیں کہ تعلیم کے لئے ہمارے GDP میں 4 فیصد حصہ ہونا چاہئے۔ اٹھارہویں ترمیم کی وجہ سے تعلیم کا subject صوبوں میں آ گیا ہے اور ہمارے آئین کے آرٹیکل 25(a) کے مطابق سٹیٹ کی ذمہ داری ہے کہ پانچ سال سے لے کر سولہ سال تک کے بچے کو free تعلیم دے اور اس کے ساتھ ساتھ جو fundamental rights ہیں ان کے مطابق بھی ہر بچے کا حق ہے کہ وہ تعلیم حاصل کرے۔ ابھی جو HDI کی رپورٹ آئی

ہے اس کے حساب سے پاکستان ایشیا میں lowest نمبر پر ہے اور جو advance ممالک ہیں.بجٹ میں ان کا GDP پانچ سے سات فیصد رکھا جاتا ہے۔میں سمجھتی ہوں کہ اس وقت تعلیم کے لئے ہمیں زیادہ سے زیادہ بجٹ allocate کرنا چاہئے۔ہمارے مستقبل کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہمارا بچہ basic تعلیم حاصل کرے۔بنیادی تعلیم حاصل کرنے کے لئے ہمیں اپنے بجٹ میں اس کی شرح میں اضافہ کرنا چاہئے۔اٹھارہویں ترمیم کے بعد اب یہ صوبوں کا subject بن گیا ہے۔کوئی بھی شہری جون کے بعد اٹھ کر State سے یہ سوال کر سکتا ہے کہ میرا بچہ تعلیم حاصل کیوں نہیں کر رہا؟ پڑھی لکھی قوم ہی پڑھا لکھا معاشرہ تشکیل دیتی ہے۔

جناب سپیکر!اس کے ساتھ ہی میں یہ ضروری بات کرنا چاہتی ہوں کہ population کا محکمہ بھی صوبوں کے پاس آ گیا ہے اور یہ بات بھی ٹھیک ہے کہ وفاق سے ابھی تک جو Ministry of Population ہے اس میں کوئی funds نہیں دیئے جا رہے۔آج اس حقیقت سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ ہمارے مسائل وسائل سے بہت زیادہ بڑھتے جا رہے ہیں اور اس کی main وجہ آبادی میں اضافہ ہے۔آبادی میں اضافے کو ہم تب ہی روک سکتے ہیں جب ہم تعلیم کو عام کریں گے۔ہم جب تک لوگوں میں یہ شعور بیدار نہیں کریں گے کہ کس طرح ہم نے بڑھتی ہوئی آبادی کو روکنا ہے، کس طرح اپنے مسائل کو کم کرنے کے لئے اس آبادی کو روکنا ہے۔یہ تعلیم ہی ہے جو اِن بڑھتی ہوئی مشکلات کا خاتمہ کر سکتی ہے۔میں سمجھتی ہوں کہ population کے محکمے کے لئے خاص طور پر funds مختص کئے جائیں تاکہ ہم اس گھمبیر مسئلے کو حل کر سکیں۔اس کے ساتھ ہی میں یہ عرض کروں گی کہ ایک پڑھی لکھی ماں ہی ایک پڑھے لکھے معاشرے کو تشکیل دے سکتی ہے۔خواتین کے لئے.بجٹ کے حوالے سے میں یہ بات کرنا چاہوں گی کہ خواتین کے لئے بجٹ میں ایک الگ حصہ ہونا چاہئے تاکہ خواتین گلیوں،نالیوں اور سڑکوں سے نکل کر اپنے اضلاع میں منصوبے بنائیں اور اس پر اپنا فنڈ خرچ کریں۔

جناب سپکر!زراعت کے حوالے سے بھی میں بات کرنا چاہوں گی کہ ہمیں زیادہ سے زیادہ اپنے کسان کو facilitate کرنا چاہئے اس کے لئے انرجی، پانی، کھاد اور بیج کی فراہمی کو آسان بنانا چاہئے۔یہ نہیں کہ ہم چیزوں کی قیمتیں بڑھائیں ،وہ چیزیں جو زراعت کے استعمال میں آتی ہیں ان کو سستا کیا جائے تاکہ پیداواری اخراجات کم ہوں اور عوام کو سستی چیز مہیا کی جا سکے۔اس کے ساتھ ساتھ میں یہ عرض کروں گی کہ جو قدرتی آفات ہیں اس کے لئے بھی ہمیں اپنے.بجٹ میں funds allocate کرنے

پڑیں گے تاکہ جب کبھی emergency پیدا ہو جائے تو اس کو بہتر طریقے سے نمٹایا جا سکے۔ خواتین، یوتھ اور بچوں کی فلاح و بہبود کے لئے بجٹ میں خاص حصہ رکھا جائے۔

جناب سپیکر! صحت کے حوالے سے بھی میں بات کرنا چاہوں گی کیونکہ میجر صاحب نے بھی صحت کے حوالے سے بات کی ہے کہ فیصل آباد میں تین بڑے ہسپتال ہیں اور revenue کے حساب سے پاکستان میں کراچی کے بعد دوسرے نمبر پر فیصل آباد کا نمبر آتا ہے۔ میں بھی فیصل آباد کے حوالے سے ہر بحث میں بات کرتی ہوں۔ لاہور جیسے بڑے شہر میں 12 بڑے ہسپتال ہیں اور فیصل آباد جیسے شہر میں تین بڑے ہسپتال ہیں اور آپ کو پتا ہے کہ فیصل آباد ڈویژن میں جھنگ، چنیوٹ، گوجرہ، ٹوبہ ٹیک سنگھ اور شاہ کوٹ جیسے علاقوں سے تمام مریض آتے ہیں۔ Revenue کے حوالے سے فیصل آبا شہر دوسرے نمبر پر آرہا ہے۔ وہاں پر کینسر جیسے موذی مرض کے لئے chemotherapy تو ہو سکتی ہے مگر Radiotherapy کے لئے PC-1 کا ایک پراجیکٹ آیا ہوا ہے لیکن آج تک اس کے لئے funds allocate نہیں کئے گئے۔ یہ اتنے بڑے شہر کا اتنا گھمبیر مسئلہ ہے۔

جناب سپیکر: بہت مہربانی۔ جی، جناب محمد محسن خان لغاری صاحب!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے۔ رانا ارشد صاحب!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے۔ جناب علی اصغر منڈا صاحب!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے۔ افتخار علی کھیتران صاحب!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے۔ جناب شیر علی خان صاحب!

جناب افتخار علی کھیتران المعروف بابر خان: جناب والا! میں آگیا ہوں۔

جناب سپیکر: آپ بڑے بھاگے ہیں، اب کیا کروں میں؟ اب آپ کی باری بعد میں آئے گی۔ جی، جناب شیر علی خان صاحب!

جناب شیر علی خان: شکریہ۔ جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: time limit کا خیال رکھیں۔

جناب شیر علی خان: ٹھیک ہے۔ جناب والا! یہ جو بجٹ تقاریر کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے یہ بہت احسن اقدام ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ یہ جو ممبران اسمبلی تجاویز دیں گے ان کو بجٹ میں incorporate کیا جائے گا۔ بجٹ تجاویز کی طرف آتے ہوئے چونکہ میں ایک زمیندار ہوں تو زراعت پر focus کروں گا۔ دنیا میں اور خصوصاً ترقی یافتہ قوموں میں زراعت پر subsidy دی جاتی ہے۔ World Trade Organization اور اس کے علاوہ جتنی بھی organizations ہیں ان کے

pressureکے باوجود یورپ اور امریکہ ابھی تک زراعت کو subsidized کرتے ہیں کیونکہ قدرتی آفات اور موسمی تغیرات کے سلسلے میں زراعت سب سے زیادہ vulnerableہے۔ میں یہاں یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ Economistsاس بات پر متفق ہیں کہ سب سے کم ROIیعنی Return on Investmentزراعت میں ہوتا ہے اور جس طرح value additionہوتی ہے اسی طرح ROI بھی بڑھتا ہے یعنی agro based industry, manufacturing, high tech, heavy industryاور سب سے زیادہ ROI servicesمیں ہوتا ہے۔ میری اس سلسلے میں آپ سے یہ گزارش ہے کہ زراعت پر جتنی زیادہ subsidyدیں گے آپ food grain, securityکے ساتھ ساتھ industryکے لئے raw materialبھی ensureکریں گے اور 65فیصد آبادی جو دیہات میں رہتی ہے جس کا کسی نہ کسی ذریعہ سے زراعت کے ساتھ تعلق ہے۔اس لئے اگر زراعت ترقی کرے گی تو دیہات میں رہنے والی 65فیصد آبادی ترقی کرے گی تو انشاء اللہ پنجاب بھی ترقی کرے گا۔

جناب سپیکر!اب میں تجاویز کی طرف آتا ہوں۔ گرین ٹریکٹر سکیم ایک بہت اچھی سکیم تھی جس سے کسان کو سستا ٹریکٹر مہیا کیا جاتا تھا۔ میری یہ تجویز ہو گی کہ اس سکیم کو جاری کیا جائے اور گرین ٹریکٹر سکیم کو دوبارہ اس آنے والے بجٹ میں incorporateکیا جائے۔ Solar Pumpsپر subsidyکی بات کی جاتی ہے، میری اس میں گزارش ہو گی کہ بارانی علاقوں میں small damsاور mini damsپر lift irrigationکے لئے بھی Solar Pumps subsidized ratesپر مہیا کئے جائیں اور بارانی علاقوں میں جو small sites damsکے لئے تجاویز دی گئی ہیں جن کی feasibility studiesبھی ہو چکی ہیں ان کے لئے زیادہ سے زیادہ رقم بجٹ میں مختص کی جائے۔ میرے علاقے میں دو ڈیم ایک تاجا بارہ ڈیم اور میرے گاؤں کا کوٹ فتح خان ڈیم۔۔۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحب!ان کے دو ڈیم بڑے ضروری ہیں، ذرا اُن کو لکھ لیں۔

جناب شیر علی خان: جناب سپیکر! fundsکی non-availabilityکی وجہ سے ان کا کام روک دیا گیا ہے۔ میری گزارش ہو گی کہ آنے والے بجٹ میں ان کے لئے رقم مختص کر کے ان کا کام مکمل کیا جائے۔ میں یہ بھی کہتا چلوں کہ ہم جتنے بھی سال ڈیم بنالیں شاید وہ کالا باغ ڈیم کا متبادل نہیں ہو سکتے لہذا ہمیں اس کے لئے بھی کوشش کرنی ہو گی کہ کالا باغ ڈیم بنانے کے لئے consensus createکیا جائے۔ اگر ہم پاکستان اور زراعت کی ترقی چاہتے ہیں تو اس کے لئے کالا باغ ڈیم کا بننا بہت ضروری ہے۔

جناب سپیکر: ہاؤس کا وقت پندرہ منٹ بڑھایا جاتا ہے۔جی، شیر علی صاحب!

جناب شیر علی خان: جناب سپیکر! میں constituency پر specific ہوتے ہوئے گزارش کروں گا کہ ہماری تحصیل ہیڈ کوارٹر فتح جنگ میں پانی کی شدید قلت ہے اور واٹر سپلائی سکیم کا ایک منصوبہ جو شاہ پور ڈیم سے متعلق ہے، پھر سے ڈیم کا ذکر آتا ہے کیونکہ ہمارے علاقے میں صرف ڈیم سے ہی پانی میسر ہے اس واٹر سپلائی کے منصوبے کے لئے پیسے مختص کئے جائیں تاکہ وہ مکمل ہو سکے۔اس کے ساتھ ساتھ پوری تحصیل حسن ابدال میں کوئی ڈگری کالج نہیں ہے میری گزارش ہو گی کہ ادھر ڈگری کالج کا اجراء کیا جائے اور اس کے لئے فنڈز مختص کئے جائیں۔

جناب سپیکر! آپ کے توسط سے وزیر خزانہ صاحب سے میری گزارش ہو گی کہ ایک رپورٹ کے مطابق Hydel Power غازی بروتھا کا 3۔ارب روپیہ سالانہ پنجاب کو ملتا ہے۔وہ ہمارے ضلع سے generate ہو رہا ہے میں زیادہ نہیں کہتا لیکن اس میں سے دس فیصد ہمارے ضلع کی ڈویلپمنٹ کے لئے مختص کئے جائیں۔

جناب سپیکر: ضرور، ضرور۔ اس کے لئے میری بھی سفارش ہے۔

جناب شیر علی خان: ہم جنوبی پنجاب کا تو بہت شور سنتے ہیں لیکن میرے خیال میں نارتھ پنجاب، ساؤتھ پنجاب سے بھی زیادہ پسماندہ ہے اس لئے میں ساؤتھ پنجاب کے بھائیوں سے معذرت سے کہوں گا کہ انہیں بھی فنڈز ضرور دیں لیکن ہمارا حق ہمیں ضرور ملنا چاہئے اور یہ پیسا ہمارے ضلع کی وجہ سے ہی generate ہو رہا ہے۔آخر میں، میں ایک زمیندار ہونے کی حیثیت سے عرض کروں گا کہ جتنی زرخیز زمینیں ہاؤسنگ کالونیوں میں تبدیل کی جا رہی ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: اس سے اجتناب کیا جائے۔

جناب شیر علی خان: خدارا! اس کے لئے کوئی قانون سازی لائی جائے، کہا یہ جاتا ہے کہ ایک نسل باغ لگاتی ہے تو اگلی نسل اس کا پھل کھاتی ہے۔جب میں دیکھتا ہوں کہ full ground باغات کو کاٹ کر ہاؤسنگ سکیمیں بنائی جا رہی ہوتی ہیں تو مجھے بہت دکھ ہوتا ہے۔میری گزارش ہے کہ اس پر قانون سازی لائی جائے اور اگر چھوٹے شہروں کو بھی بڑے شہروں کے برابر تعلیم اور صحت کی سہولیات دی جائیں تو population کا inflow بڑے شہروں کی طرف رک سکتا ہے۔

جناب سپیکر! میں آخری گزارش لائیو سٹاک کے سلسلے میں کروں گا کہ ہم نے دودھ دینے والے جانوروں پر بہت ریسرچ کی اور یہاں پنجاب میں بہت اچھی نسلیں produce ہو رہی ہیں لیکن meat producing animals کے لئے ابھی تک کوئی کام نہیں ہوا۔ میری گزارش ہو گی کہ meat breeders and meat farms بنانے کے لئے بجٹ میں پیسے رکھے جائیں تاکہ food grain کے ساتھ ساتھ گوشت کی سپلائی کو بھی ensure کر سکیں۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: جی، مہربانی۔ اگلے مقرر کھیتران صاحب ہیں۔

جناب افتخار علی خان کھیتران المعروف بابر خان: شکریہ۔ جناب سپیکر! اٹھارہویں ترمیم کے بعد پنجاب کا یہ بجٹ پاکستان کی چھپن فیصد آبادی پر مشتمل صوبے کے حوالے سے اور ماضی کے budget document کے حوالے سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے چونکہ اس سے زیادہ صوبائی خود مختاری حاصل ہو چکی ہے۔ میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ اس حوالے سے ساؤتھ پنجاب یا نارتھ پنجاب کا بجٹ میں کیا share ہے یا کون سا خرچ ہوا ہے۔ جس طرح ساتویں این ایف سی ایوارڈ میں آبادی، رقبہ اور پسماندگی کو مدنظر رکھ کر صوبوں میں محاصل کی تقسیم ہوئی ہے اسی طرز پر مستقل طور پر ایک فارمولا طے کر دینا چاہئے تاکہ جو ہر دفعہ ساؤتھ کے حوالے سے بحث ہوتی ہے اب وہ ختم ہونی چاہئے اور انہیں حق ملنا چاہئے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! اس وقت جو موجودہ معاشی صورتحال ہے یقیناً پاکستان بہت زیادہ pressure کے اندر رہے اور لوگوں پر بہت زیادہ دباؤ ہے اس حوالے سے بہت زیادہ کام کرنے کی ضرورت ہے۔

(اس مرحلہ پر جناب چیئرمین ڈاکٹر اسد اشرف کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب چیئرمین: جی، افتخار علی خان کھیتران صاحب!

جناب افتخار علی خان کھیتران المعروف بابر خان: میں اپنے ضلع لیہ کے حوالے سے عرض کرنا چاہوں گا کہ وہ عوامی نوعیت کے منصوبے جو پچھلے دور حکومت میں شروع کئے گئے تھے وہ بدستور pending ہیں، جن میں ٹیکنیکل کالج زنانہ، ڈسٹرکٹ جیل، سپورٹس کمپلیکس، کالج آف ایجوکیشن قابل ذکر ہیں اور یہ فنڈز نہ ملنے کی وجہ سے کھنڈرات کی شکل اختیار کر چکے ہیں۔ اسی طرح لیہ شہر کے لوگ بیس سالہ پرانے سیوریج نظام کے سہارے اپنا وقت گزار رہے ہیں، پانی کی نکاسی پر لوگوں کے درمیان جھگڑا ہوتا ہے اور وہاں باقاعدہ لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے لہذا اسے address کیا جانا بہت ضروری ہے۔ تحصیل لیہ کی غلہ منڈی کے لئے زمین موجود ہے لیکن غلہ منڈی نہ ہونے کی وجہ سے

کاشتکار کی exploitation ہو رہی ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس پر خصوصی توجہ دینی چاہئے۔حالیہ سیلاب کی تباہ کاریوں سے تو سب آگاہ ہیں کہ لیہ کا Indus delta کا infrastructure مکمل طور پر تباہ ہوا ہے اس کی فوری بحالی کرنی چاہئے، sugar cess کے حوالے سے ایک issue ہے کہ gate area کو مسلسل نظر انداز کیا جا رہا ہے۔وزیر زراعت تشریف رکھتے ہیں میں عرض کرتا ہوں کہ جہاں سے گنا آتا ہے جس grower کا پیسا ہوتا ہے کم از کم اس علاقے میں farms to market roads کو ہر صورت ترجیح دینی چاہئے لیکن بدقسمتی سے لیہ شوگر مل کا gate area ignore کیا جا رہا ہے۔

جناب سپیکر! میں budget document کے حوالے سے ایک villain character کا ذکر کرنا چاہوں گا جس وجہ سے یہ اہم نوعیت کا document ہمیشہ ایک routine document میں تبدیل ہو جاتا ہے وہ کرپشن ہے اس کے لئے administrative discipline کے حوالے سے نظام وضع کیا جانا چاہئے اور اس سے بہت زیادہ مسائل آتے ہیں لہذا budget document کے اندر اس mechanism کے حوالے سے ضرور سوچا جانا چاہئے کہ جب تک لوگ ایک simple application forward کرانے کے لئے رقم کی ادائیگی نہ کریں وہ forward نہیں ہو سکتی اور لوگوں کے چھوٹے مسئلے ہی بڑے مسئلے ہیں۔جب ان کی بات نہیں سنی جاتی تو پھر اس نظام پر ان کا اعتماد ختم ہو جاتا ہے اور اس document کی worth کم ہو جاتی ہے۔اسی طرح میں کرپشن سنٹروں کا ذکر کرنا چاہوں گا کہ آج بھی ورکس ڈیپارٹمنٹ میں 12 سے 18 فیصد کمیشن چل رہا ہے، اکاؤنٹ آفس میں بل کی ادائیگی کے لئے پیسے ادا کرنے پڑتے ہیں، آڈٹ ڈیپارٹمنٹ جس نے انہیں روکنا ہے وہاں تین فیصد پہلے وصول کیا جاتا ہے۔ادویات کی خریداری ہے، سرکاری خریداری ہے، TMOs اور رجسٹری محرر آج بھی اسی طرح پیسے لے رہے ہیں اس لئے جب کوئی document یا اس طرح کی چیزیں ہوں تو mechanism کا نظام ضرور develop ہونا چاہئے تاکہ عام آدمی relief محسوس کر سکے۔اس document میں شفاف احتساب کا سسٹم کہیں نہ کہیں address ہونا چاہئے۔

جناب سپیکر! ملکی زرعی ضروریات 60 فیصد پنجاب سے پیدا ہوتی ہیں جیسے پہلے ملک صاحب کہہ رہے تھے کہ گرین ٹریکٹر سکیم ہر صورت جاری رہنی چاہئے یہ زرعی آلات ہیں لیکن جنوبی پنجاب کا مسئلہ ہے کہ وہاں زمینیں مکمل طور پر آباد نہیں ہوئیں اس لئے وہاں بلڈوزر کی اشد ضرورت ہے اور بہت زیادہ shortage ہے، چھ چھ ماہ اور ایک ایک سال تک کاشتکار کو بلڈوزر کے لئے انتظار کرنا پڑتا ہے اور ساتھ ہی بلڈوزر کے fuel پر جو subsidy دی جا رہی ہے اسے برقرار رہنا چاہئے۔ اس کے علاوہ

جو حکومت کے لائیو سٹاک farms ہیں وہ ہزاروں ایکڑ زمین پر مشتمل ہیں اسمبلی میں already ان پر بحث بھی ہو چکی ہے کہ وہ utilize ہو رہے ہیں میری تجویز ہے کہ انہیں پرائیویٹ سیکٹر کے ساتھ مل کر چھوٹے units میں تقسیم کر کے لائیو سٹاک کو meet کرنے کی ضرورت ہو یا breeding کی ضرورت ہو اس میں تقسیم کیا جانا چاہئے۔

جناب سپیکر! میں ایجوکیشن کے متعلق عرض کرنا چاہوں گا کہ کنکریٹ بلڈنگ کے یہ سکول بنا رہے ہیں وہ بنا دیں لیکن ہمارا مسئلہ تو quality education ہے، اگر چھوٹے چھوٹے ایجوکیٹر یا بیکن ہاؤس پورے پنجاب کے اندر manage کر سکتے ہیں تو وہ سسٹم develop کرنے میں کون سی رکاوٹ ہے؟ اس کے check system کو بہتر کیا جانا چاہئے اور arts کی بجائے skill development کی طرف توجہ دینی چاہئے خصوصاً جب اٹھارہویں ترمیم کے بعد ایجوکیشن صوبائی matter ہو گیا ہے اور اس کا سلیبس بھی صوبائی matter ہے تو اس حوالے سے کام ہونا چاہئے کہ سکول کی سطح سے اچھے زراعت پیشہ لوگ پیدا ہوں، اچھے ہنر مند پیدا ہوں اور اچھے انڈسٹریل ورکر پیدا ہوں نہ کہ وہ دس سال کے بعد ضائع شدہ صرف لکھنے پڑھنے والے بچے تیار ہوں۔ ہمیں چاہئے کہ اس پر ہنگامی بنیادوں پر کام ہو۔

جناب سپیکر! میں معذرت کے ساتھ مزید دو points پر بات کروں گا۔ میں District Investment Board کے حوالے سے درخواست کرنا چاہوں گا کہ ہر ضلع کی economic opportunities کی mapping ہونی چاہئے اور اسی کو مدنظر رکھتے ہوئے ضلع کے اندر تمام کام ہونے چاہئیں تاکہ یہ gap fill ہو سکے۔ Upper and lower Punjab کے ہر ضلع کے اندر اس حوالے سے boards کام کریں۔

جناب سپیکر! اسی طرح sports کے حوالے سے بات کرتے ہوئے کہوں گا کہ عموماً Sports Funds بندر بانٹ کا ذریعہ بنتے ہیں۔ تحصیل کی سطح سے لے کر صوبے کی سطح تک ایک organized طریقے سے Olympics arrange کی جائیں۔ یہ funds ڈی۔ سی۔ او صاحبان تقسیم کرتے ہیں اور بعض اوقات Sports Officers اس fund کو کسی اور مقصد کے لئے بھی استعمال کر لیتے ہیں۔ میں یہ تجویز کروں گا کہ پورے پنجاب کے اندر Sports Funds کو ایک systematically طریقے سے provincial Olympic کی سطح تک manage کیا جانا چاہئے۔

جناب سپیکر! Sanitation Staff کی ایک community میں اس کا ذکر بھی کرنا چاہوں گا۔ اس community کو صحت کے حوالے سے بہت زیادہ مسائل کا سامنا ہے۔ ان کے لئے ایک

special packageہونا چاہئے کیونکہ ان کا واسطہ ان چیزوں سے پڑتا ہے کہ جن کی وجہ سے ان کے لئے صحت کے بہت زیادہ مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ بہت شکریہ

جناب چیئرمین: مہربانی۔ رانا محمد ارشد صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! بہت سے معزز ممبران نے pre budget بحث کی ہے میں اس حوالے سے صرف یہ contribute کرنا چاہتا ہوں کہ کہنے اور کرنے میں زمین وآسمان کا فرق ہوتا ہے۔ پچھلے ادوار میں بڑے بلند بانگ دعوے کئے گئے اور نعرے لگائے گئے تھے لیکن عملی طور پر کچھ نہیں کیا گیا۔ جنوبی پنجاب والے ہمارے بھائی ہیں۔ ہم سب ممبران نے پچھلے بجٹ میں جنوبی پنجاب کے لئے اضافی shareپوری رضامندی سے دیا تھا۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ان کو مزید بجٹ ملنا چاہئے۔ رحیم یار خان میں دانش سکول بن چکا ہے اور وہاں پر غریب لوگوں کے بچے پڑھ رہے ہیں۔ میں ایک ممبر موصوف کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اگر وہاں پر دانش سکول بنا ہے تو ان کو خوشی ہونی چاہئے ان کو غم کس چیز کا ہے، ان کو افسوس کس چیز کا ہے اور وہ پریشان کیوں ہیں؟ وہ خود اتنے سالوں تک برسراقتدار رہے لیکن انہوں نے وہاں پر ایک پرائمری سکول بھی نہیں بنوایا بلکہ انہوں نے تو وہاں پر غریبوں کے لئے تعلیم کے راستے بند کئے ہیں۔ آج وہاں پر غریب کے بچوں کے لئے تعلیم کے دروازے کھلے ہیں، یہ خادم اعلیٰ پنجاب کا عوام سے کیا ہوا وعدہ تھا جو انہوں نے آج اس کو پورا کر دیا ہے۔

جناب سپیکر! اگر خادم اعلیٰ پنجاب نے گوجرانوالہ کے عوام سے میڈیکل کالج بنانے کا وعدہ کیا تھا تو اس میڈیکل کالج کا افتتاح ہو چکا ہے اور وہاں پر کلاسوں کا اجراء کر دیا گیا ہے۔ میں یہ بھی بتانا چاہوں گا کہ اگر سیالکوٹ میں میڈیکل کالج بنانے کا وعدہ کیا گیا تھا تو آج اس کا سنگ بنیاد رکھ دیا گیا ہے۔ اسی طرح ڈیرہ غازی خان میں بھی میڈیکل کالج بنایا گیا ہے۔ پورے پنجاب کے اندر تعلیم کے معیار کو ہم نے بہتر کرنا ہے۔ اس حوالے سے ہر ممبر کو contribute کرنا چاہئے، کسی ایک کے گلے میں ساری ذمہ داری ڈال کر خود بری الذمہ ہو جانا اچھی بات نہیں ہے۔ عوام نے ہم سب کو ووٹ دیئے ہیں اور ہم سب کی یہ ذمہ داری ہے کہ تعلیم کے معیار کو check کیا جائے۔ وہاں پر استاد وقت پر آتے ہیں یا نہیں، وہاں پر چھوٹے ملازمین کا کیا روّیہ ہے اور وہاں پر والدین کا کیا روّیہ ہے؟ دیکھیں! جہاں پر ایک استاد کا role ہے وہاں پر ایک شاگرد، اس کے والدین اور سول سوسائٹی کے لوگوں کا بھی role ہے۔ اس میں کوئی شک

نہیں کہ اس وقت پورا پاکستان حالت جنگ میں ہے۔ ہمیں مرکز سے جو funds ملتے ہیں ہم نے عوام کو وہی gross root تک پہنچانے ہوتے ہیں۔

جناب سپیکر! زراعت کے حوالے سے پنجاب پاکستان کا نمبر 1 صوبہ ہے۔ جب تک ہم نے کسان اور زراعت کے شعبہ سے منسلک لوگوں کو صحیح طریقے سے facilitate نہ کیا تو اس وقت تک ہماری زراعت ترقی نہیں کر سکے گی۔ پچھلے دور میں سکارپ کے ٹیوب ویل بند کر دیئے گئے تھے، زمیندار سے یہ زیادتی پچھلے دور میں ہوئی تھی۔ سکارپ ٹیوب ویل بند نہیں ہونے چاہیئں تھے کیونکہ یہ بند ہونے سے اب پانی کا level up ہو گیا ہے اور سیم و تھور بڑھ چکی ہے جس کی وجہ سے زمیندار بہت پریشان ہیں۔ ہمیں وہ steps لینے چاہیئں جن کی واقعی ضرورت ہے۔ ہمارا پیسا بڑا قیمتی ہے کیونکہ یہ عوام کے taxes سے اکٹھا ہوتا ہے۔ ہمیں اس صوبے کے اندر بطور پاکستانی، بطور member of Parliament ہمیشہ positive role play کرنا چاہئے۔ یہ پیسا قوم کی امانت ہے اور اس کو ضائع نہیں ہونا چاہئے۔ ہم سب کو مل کر کرپشن پر کنٹرول کرنا ہے، جب تک ہم اپنی اپنی ذمہ داری کو نہیں نبھائیں گے اور دوسروں پر ذمہ داری ڈالتے رہیں گے تو بات نہیں بنے گی۔ اب میڈیا کی وساطت سے awareness ہر آدمی تک پہنچ چکی ہے۔ یہ مناسب نہیں ہے کہ سال کے بعد ادھر آ کر تقریر کر کے چلے جائیں۔ جب کوئی ممبر بات کرتا ہے تو اس کا جواب سننے کا حوصلہ، ہمت، صبر اور جرأت بھی ہونی چاہئے۔

جناب چیئرمین: راناصاحب! اپنی بات مختصر کر لیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہمارے ہاں بے شمار مسائل ہیں۔ آج بجلی اور سوئی گیس کی لوڈ شیڈنگ سے ہر شخص پریشان ہے۔ اس کی ذمہ داری دوسروں پر ڈالنے کی بجائے ہم سب کو مل کر اس کا کوئی حل نکالنا چاہئے۔ ہمیں اپنے زمیندار کو بجلی مہیا کرنی چاہئے بلکہ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ زمیندار کو مفت بجلی ملنی چاہئے تاکہ وہ کھیتی باڑی کرے اور اس صوبے کو خوشحال بنا سکے۔

جناب چیئرمین: راناصاحب! اب تشریف رکھیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): جی، بہتر ہے۔ بہت شکریہ

جناب چیئرمین: pre budget general discussion میں حصہ لینے والے ممبران کی فہرست کافی لمبی ہے۔اس بحث کو ابھی مزید تین دن تک چلنا ہے۔اس وقت پرویز رفیق صاحب کا نمبر ہے لیکن اب وقت ختم ہو چکا ہے اس لئے وہ کل بات کریں گے۔

جناب پرویز رفیق: جناب سپیکر! میری گزارش ہے کہ مجھے آج ہی بات کرنے کا موقع عنایت فرما دیں کیونکہ میں کل نہیں آ سکوں گا۔

جناب چیئرمین: چلیں، ٹھیک ہے۔ایوان کا وقت مزید پانچ منٹ بڑھایا جاتا ہے۔جی، پرویز رفیق صاحب!

جناب پرویز رفیق: جناب چیئرمین! میں خادم اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف، حکومت پنجاب اور وزیر خزانہ کا شکر گزار ہوں کیونکہ انہوں نے یہ بندوبست کیا ہے کہ ہم اپنی pre budget تجاویز دے سکیں۔میں اس معزز ایوان میں minority seat پر آیا ہوں۔حکومت پنجاب نے تعلیم، صحت اور دوسرے شعبوں کی ترقی کے لئے جتنی زیادہ رقوم مختص کی ہیں یہ محدود وسائل میں ایک بہت بڑی effort ہے اور میں اس کو سراہتا ہوں لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں شکوہ کرتے ہوئے یہ بھی کہوں گا کہ اتنے بڑے بجٹ میں اقلیتوں کے لئے کوئی خاص رقم مختص نہیں کی گئی۔بجٹ تقریر میں صرف ایک جملہ لکھ دیا جاتا ہے اور اقلیتوں کے لئے 10/15 یا 20 کروڑ روپے مختص کئے جاتے ہیں۔پورے صوبہ کے چھتیس اضلاع میں کوئی ایسا ضلع نہیں ہے کہ جہاں پر اقلیتی افراد نہ بیٹھے ہوں۔پچھلے بجٹ میں اقلیتوں کے لئے 20 کروڑ روپے رکھے گئے اور اس سے پہلے 10 کروڑ روپے رکھے گئے تھے، پھر میں نے گزارش کی تو اس کو بڑھا کر 20 کروڑ روپے کر دیا گیا لیکن اس پر بعد میں عملدرآمد نہ ہو سکا۔اگر آپ اقلیتوں کے لئے ایک ضلع کو ایک کروڑ روپے دیں تو پھر بھی 36 کروڑ روپے بنتے ہیں۔گزشتہ بجٹ میں ترقیاتی مد میں 175۔ارب روپے رکھے گئے تھے۔پچھلے سال میں نے اپنی بجٹ تجاویز کے دوران گزارش کی تھی اور اب پھر اسے دہراتا ہوں کہ 12-2011 کے بجٹ میں ترقیاتی مد میں جتنی رقوم رکھی جائیں ان میں سے صرف ایک فیصد اقلیتوں کے لئے مختص کر دیں۔اگر آپ ایسا کر دیں گے تو یہ ہماری داد رسی ہو گی۔آپ level دیکھ لیں کہ ہم اتنے بڑے بجٹ میں سے صرف ایک فیصد مانگ رہے ہیں۔پورے چھتیس اضلاع میں سے کوئی ایسا ضلع نہیں ہے کہ جہاں پر دس، پندرہ یا بیس آبادیاں اقلیتوں کی نہ ہوں۔ہمارے بچوں کے پاس بہت ساری سہولتیں نہیں ہیں۔میری یہ گزارش ہے کہ صرف اس ایک چیز کو ذہن میں رکھیں کہ اس بجٹ کو ہم نے کس طرح طریقے سے distribute کرنا

ہے اور حکومت نے کس طریقے سے اپنی minority communities کو یہ بجٹ distribute کرنا ہے۔ جب اس بجٹ میں کچھ رکھا جائے تو پھر ہی ہم اس کو distribute کرنے کا فارمولا طے کر سکیں گے۔ میری صرف یہ گزارش ہے کہ بجٹ میں اقلیتوں کے لئے کم از کم ایک فیصد رکھا جائے کیونکہ پورے پاکستان اور خاص طور پر پنجاب کی اقلیتیں بے چینی اور غیر یقینی کی صورتحال میں ہیں اور جس طرح جنوبی پنجاب والے سوچتے ہیں اسی طرح یہ اقلیتی لوگ سوچ رہے ہیں لیکن ہم نہیں چاہتے کہ یہ اُس طرف جائیں۔

جناب چیئر مین! میری دوسری گزارش تعلیم کے حوالے سے ہے کہ جس طرح اسلامیات لازمی ہے میں اس مذہبی تفریق کے معاملے میں نہیں جانا چاہتا لیکن میری گزارش ہے کہ equal and similar right, Constitution نے guarantee کیا ہے یعنی یکساں اور برابر حق کا کہا گیا ہے۔ یکساں کا یہ مطلب ہے کہ اگر ایک مسلم بچے کو مذہبی تعلیم سرکاری سطح پر دی جا رہی ہے تو حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایک غیر مسلم کو بھی اُس کے عقیدے کے مطابق سرکاری سطح پر تعلیم کا بندوبست کرے۔ ہم گزشتہ بجٹ اجلاسوں میں بھی اپنی تجاویز دیتے رہے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ مذہبی رواداری کے فروغ کے لئے بہت ضروری ہے۔

جناب چیئر مین! ہمارے لوگوں نے بہت ساری آبادیوں کے مالکانہ حقوق کے لئے پیسے بھی جمع کرا دیئے ہیں لیکن انہیں مالکانہ حقوق نہیں دیئے گئے اور یہ چیز بھی ہمیں محرومی کی طرف لے کر جا رہی ہے۔ میری یہ گزارش ہے کہ اقلیتی اور بالخصوص مسیحی کچی آبادیوں میں ترقیاتی کام کرائے جائیں اور اُن کو مالکانہ حقوق بھی دیئے جائیں۔

جناب چیئر مین! پروفیشنل ایجوکیشنل انسٹیٹیوٹس میں ہمارے بچے پست حالی کا شکار ہونے کی وجہ سے مقابلے کے امتحان میں مسلم بچوں کے برابر نہیں آ سکتے اور اگر ہمارا کوئی اقلیتی بچہ کسی مسلم بچے کے برابر آتا ہے تو اقلیتی بچے کے نمبر اس لئے کم ہو جاتے ہیں کہ ایک مسلم بچے کو قرآن حفظ کرنے کے 20 نمبر دے دیئے جاتے ہیں۔ میری گزارش ہے کہ پروفیشنل ڈگری میں مذہب کا concept نہیں ہونا چاہئے اور اگر آپ نے اس میں مذہب کا concept رکھنا ہے تو پھر اقلیتی لوگوں کو بھی اُن کے مذہبی کورس کے مطابق نمبر دیں۔ یہ اتنا بڑا ظلم ہے کہ اس سے پنجاب کی اقلیتیں بہت پریشان ہیں کہ ہمارے بچے جنہوں نے ڈاکٹر اور انجینئر بننا ہے وہ میرٹ پر اس لئے نہیں آ سکتے کہ وہ non Muslim ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جس معاشرے میں تعصب کی یہ انتہا ہو گی کہ آپ پروفیشنل ڈگریوں کو

مذہب کی بنیاد پر چیلنج کریں گے تو وہ معاشرہ کبھی ترقی نہیں کرے گا تو میری گزارش ہے کہ حکومت اس پر بھی نظر ثانی کرے۔ شکریہ

جناب چیئرمین: آج کے اجلاس کا وقت ختم ہو گیا ہے لہذا اب اجلاس بروز منگل مورخہ 18۔جنوری 2011 صبح 10 بجے تک ملتوی کیا جاتا ہے۔

1047

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ،18۔جنوری 2011

تلاوت قرآن پاک وترجمہ اور نعت رسول مقبول ﷺ

سوالات

(محکمہ جات ہاؤسنگ وشہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ)

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

غیر سرکاری ارکان کی کارروائی

(مفاد عامہ سے متعلق قراردادیں)

1. محترمہ حمیرااویس شاہد: پنجاب اسمبلی کا یہ معزز ایوان سمجھتا ہے کہ گزشتہ برسوں میں خواتین کے خلاف تشدد کے واقعات میں تشویش ناک حد تک اضافہ ہوا ہے۔ان واقعات میں اضافے کی ایک وجہ خواتین کو حاصل ان حقوق سے انکار ہے جن کی ضمانت مذہب اسلام نے دی ہے۔ اسلام نے خواتین کو خلع، وراثت میں حصہ اپنے مالی معاملات میں خود مختاری اور بیوگی کی صورت میں ولی یا خاندان کی اجازت کے بغیر دوسری شادی جیسے حقوق سے نوازا ہے لہذا اس ایوان کی رائے ہے کہ وفاقی حکومت، ریاست کے تمام ستونوں کو اس امر کا پابند کرے کہ وہ اسلام کے عطا کردہ ان حقوق پر عملدرآمد کو یقینی بنائیں تاکہ خواتین کے خلاف ہونے والے تشدد کے واقعات کی روک تھام کی جاسکے۔

2. مہر اشتیاق احمد: یہ ایوان وفاقی حکومت کی جانب سے پی آئی اے کے منافع بخش روٹس (یورپ، امریکہ) کو بھاری کک بیکس(Kick Backs)کے عوض ترکش ایئر لائن کو فروخت کرنے،ان روٹس کی فروخت سے پی آئی اے کی نجکاری کرنے اور ہزاروں ملازمین کو نوکریوں سے برطرف کرنے کی پُرزور مذمت کرتا ہے۔ سمندر پار بسنے والے لاکھوں پاکستانی پی آئی اے سے سفر کرنا باعث فخر سمجھتے ہیں۔ یہ روٹس اور مقام حاصل کرنے کے لئے پی آئی اے کو پچاس سال کا عرصہ لگا مگر اسے خفیہ معاہدے کے تحت فروخت کر دیا گیا۔ جس سے لاکھوں پاکستانی اور ان کی فیملیز متاثر

ہوں گی لہذا یہ ایوان وفاقی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ یہ فیصلہ فوراً واپس لیا جائے اور اس کے ذمہ دار M.D. پی آئی اے اور دیگر سرکاری ملازمین کے خلاف کارروائی کی جائے۔

1048

3. حاجی ذوالفقار علی: یہ ایوان حکومت پنجاب سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ چھوٹے اور بڑے شہروں کی تفریق کو ختم کرتے ہوئے تمام سرکاری ملازمین کو ایک جیسے الاؤنسز (جو اس وقت صوبہ کے چند بڑے شہروں میں تعینات ملازمین کو دیئے جا رہے ہیں) دیئے جائیں۔

4. سردار خالد سلیم بھٹی: اس ایوان کی رائے ہے کہ جیسا کہ وفاقی حکومت نے میمورنڈم نمبر F.1(1)Imp/2010-624 مورخہ 5۔ جولائی 2010 کے ذریعے اپنے ملازمین کی Special Pays and Allowances کے موجودہ ریٹ بڑھا کر دگنا کر دیئے ہیں، صوبائی حکومت بھی اپنے ملازمین کی Special Pays and Allowances کے موجودہ ریٹ بڑھا کر دوگنا کرنے کے لئے فوری احکامات صادر کرے تاکہ ملازمین میں پائی جانے والی بے چینی ختم ہو سکے اور صوبائی ملازمین کو اس مہنگائی کے دور میں وفاقی ملازمین کی طرح ریلیف مل سکے۔

5. الحاج محمد الیاس چنیوٹی: یہ ایوان حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ چنیوٹ ساڑ مراد والہ روڈ جو ساہیانوالہ انٹر چینج سے لنک کرتا ہے اس روڈ کو فی الفور تعمیر کیا جائے تاکہ کاشتکار اپنی فصلیں آسانی کے ساتھ منڈیوں تک پہنچا سکیں اور سکولز و کالجز کے طلباء و طالبات بروقت تعلیمی اداروں میں پہنچ سکیں۔

1049

صوبائی اسمبلی پنجاب

پندرھویں اسمبلی کا بائیسواں اجلاس

منگل،18۔جنوری 2011

(یوم الثلاثۃ،13۔صفر المظفر 1432ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 10 بج کر 20 منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر رانا محمد اقبال خان منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیمo

بِسۡمِ ٱللهِ ٱلرَّحۡمَـٰنِ ٱلرَّحِيمِo

حٰمٓ ۝ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ
اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ۝ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۝ اَمْرًا
مِّنْ عِنْدِنَا ۭ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۝ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّهٗ
هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا
بَيْنَهُمَا ۘ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ۝ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۭ
رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَاۗىِٕكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ ۝
فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَاۗءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ۝ يَّغْشَى النَّاسَ ۭ
هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

سُوْرَۃُ الدّخان آیات 1 تا 11

حٰمٓ (1) اِس کتاب روشن کی قسم (2) کہ ہم نے اُس کو مبارک رات میں نازل فرمایا ہم تو رستہ دکھانے والے ہیں (3) اسی رات میں تمام حکمت کے کام فیصل کئے جاتے ہیں (4) (یعنی) ہمارے ہاں سے حکم ہو کر۔ بیشک ہم ہی (پیغمبر کو) بھیجتے ہیں (5) (یہ) تمہارے پروردگار کی رحمت ہے۔ وہ تو سننے والا جاننے والا ہے (6) آسمانوں

اور زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے سب کا مالک۔ بشرطیکہ تم لوگ یقین کرنے والے ہو(7) اُس کے سوا کوئی معبود نہیں (وہی) جِلاتا ہے اور (وہی) مارتا ہے (وہی) تمہارا اور تمہارے پہلے باپ دادا کا پروردگار ہے(8) لیکن یہ لوگ شک میں کھیل رہے ہیں(9) تو اُس دن کا انتظار کرو کہ آسمان سے صریح دُھواں نکلے گا(10) جو لوگوں پر چھا جائے گا یہ درد دینے والا عذاب ہے(11)

وما علینا الاالبلاغo

نعت رسول مقبول ﷺ الحاج اختر حسین قریشی نے پیش کی۔

نعت رسول مقبول ﷺ

میں گدائے دیارِ نبی ﷺ ہوں دیکھئے میری آنکھوں میں کیا ہے
مجھ کو نسبت ہے آلِ نبی ﷺ سے ہاتھ میں دامنِ مصطفیٰ ہے
میرے مولا تو مالک ہے میرا سچا رازق ہے خالق ہے میرا
بس اس لئے میں تجھے مانتا ہوں تُو میرے مصطفٰے کا خدا ہے
کہہ رہا ہوں نبی ﷺ کا قصیدہ یہ ازل سے ہے میرا عقیدہ
کملی والا مدینے کا والی خُود میری نعت کو سُن رہا ہے
جب میں بچھڑا درِ مصطفٰی سے ہو بیاں کیسے لفظوں میں منظر
آ گیا ہوں مدینے سے لیکن دِل مدینے میں ہی رہ گیا ہے
جب بھی ناصر مجھے موت آئے میری تُربت پہ کتبہ لگانا
ہے ثنا خواں خیرالوریٰ کا پنجتن کا یہ ادنیٰ گدا ہے

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اب وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! آج محکمہ ہاؤسنگ کا Question Hour ہے لیکن مجھے تھوڑی دیر پہلے پارلیمانی سیکرٹری ہاؤسنگ ظفر اقبال ناگرا صاحب کا فون موصول ہوا ہے کہ وہ روڈ ایکسیڈنٹ کی وجہ سے لیٹ ہیں اور تقریباً 20/15 منٹ تک اجلاس میں پہنچ جائیں گے اس لئے میری استدعا ہے کہ آپ وقفہ سوالات کو کوئی آدھے گھنٹے کے لئے مؤخر کر دیں اور in the mean time کوئی دوسرا business take up کر لیں۔

تحاریک استحقاق

(کوئی تحریک پیش نہ ہوئی)

جناب سپیکر: پھر اب تحاریک استحقاق لے لیتے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! تحاریک استحقاق لے لیں یا تحاریک التوائے کار لے لیں جو بھی آپ مناسب سمجھیں۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! آپ بتائیں ناں! آپ کس کے لئے تیار ہیں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! آپ تحاریک استحقاق اور تحاریک التوائے کار دونوں لے لیں اگر تحاریک استحقاق کے movers موجود ہیں تو آپ تحاریک استحقاق take up کر لیں۔

جناب سپیکر: چودھری شاہد انجم صاحب تشریف فرما ہیں؟۔۔۔ نہیں ہیں۔ سردار کامل گجر صاحب بھی نہیں ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! ان کو pending فرما دیں۔

جناب سپیکر: ان دونوں تحاریک استحقاق کو کل تک کے لئے pending کیا جاتا ہے۔

تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر: اب ہم تحاریک التوائے کار لیتے ہیں۔ پہلی تحریک التوائے نمبر 2010/776 میاں طارق محمود صاحب کی ہے۔

منڈی مویشیاں کھاریاں شہر کے نزدیک قائم کرنے سے
ٹریفک بلاک اور شہریوں کو پریشانی کا سامنا

(۔۔۔جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان):جناب سپیکر!میں نے پچھلے ہفتے ایوان میں اس تحریک کا جواب پڑھا تھا۔میں نے محترم ڈی سی او گجرات سے اس تحریک کے جواب کی تصدیق چاہی تھی تو انہوں نے فرمایا ہے کہ اس تحریک کے جواب میں جو facts دیئے گئے ہیں یہ درست ہیں۔اگر آپ مناسب سمجھیں تو میں اس جواب کو دوبارہ پڑھ دیتا ہوں۔میں سمجھتا ہوں کہ اس تحریک میں اٹھائے گئے معاملے کی اہمیت اور موصول ہونے والے جواب کے پیش نظر اگر آپ اس تحریک کو اس معزز ایوان میں discussion کے لئے رکھنا مناسب سمجھیں یا اس پر کوئی سپیشل کمیٹی بنا دیں کیونکہ اس میں اس وقت بھی حکومت کو تقریباً 25 کروڑ روپیہ کے ریونیو سے محروم رکھا جا رہا ہے۔وہاں پر ایک مافیا ہے جو ایک ڈمی آدمی کو آگے لگا کر یہ منڈی لگا رہا ہے۔وہ صرف 12 لاکھ روپیہ سالانہ جمع کروا رہے ہیں اور اس منڈی کی auction نہیں ہونے دے رہے۔اس میں جو دوسری forces یا عناصر شامل ہیں تو اس کے جواب سے یہ ظاہر ہو جائے گا۔جی ٹی روڈ کھاریاں شہر میں منڈی مویشیاں لگائی جا رہی ہے وہ ٹی ایم اے کھاریاں کی زیر نگرانی نہ ہے بلکہ 1۔کور ہیڈ کوارٹر منگلا کینٹ کی زیر نگرانی بروز منگل اور جمعرات کو لگائی جاتی ہے۔اس منڈی میں ایک ہزار روپیہ سے لے کر تین ہزار روپیہ فی جانور لیا جاتا ہے۔ٹی ایم اے کھاریاں کو کوئی فیس ادا نہ کی جا رہی ہے۔اس منڈی کے لگائے جانے کے بارے میں وضاحت یہ ہے کہ یہ منڈی مویشیاں آرمی اتھارٹی کی زیر نگرانی 2006 سے لگنا شروع ہوئی تھی۔صرف آرمی اتھارٹی نہیں بلکہ اُس وقت کی پنجاب حکومت بھی اس میں ملوث تھی کیونکہ پہلے یہ منڈی سرائے عالمگیر کے دریا اور گجرات شہر کے درمیان ایک جگہ پر لگائی جاتی تھی اُس منڈی کو ختم کر کے اِس منڈی کو لگانے کا پروگرام بنایا گیا اور باقاعدہ اس وقت کے ڈی پی او گجرات راجہ منور اس منڈی میں جا کر کھڑے ہو جاتے اور وہاں سے زبردستی ٹرکوں کو اس جگہ پر بھیجتے جس پر T.M.A کھاریاں نے ادارے کے مفاد کی خاطر آرمی اتھارٹی کو خطوط لکھنا شروع کئے کہ آپ غیر قانونی منڈی مویشیاں لگانا بند کر دیں کیونکہ لوکل گورنمنٹ آرڈیننس 2001 کے تحت یہ T.M.A کا کام ہے جس پر خط و کتابت کے بعد T.M.A نے مورخہ 01-10-08 سے Cantt Commanding Officer 1 Core Head Quarter Mangla اور ٹھیکیدار سے تحریری معاہدہ طے کیا۔جب یہ معاملہ اٹھا تو اس وقت کے جو حالات تھے ان کے پیش نظر

T.M.A والوں کو دبایا گیا اور انھیں مجبور کیا گیا کہ وہ ان لوگوں کے ساتھ جو کہ میں سمجھتا ہوں کہ ان کے پیچھے کوئی آرمی اتھارٹی کی سند تھی اور نہ کوئی قانونی سند تھی لیکن انھوں نے اپنے مفادات کی خاطر T.M.A والوں کو مجبور کیا اور ایک تحریری معاہدہ کرادیا کہ T.M.A کو مبلغ 12 لاکھ روپے دس فیصد سالانہ اضافہ کے ساتھ ادا کریں گے جس کی ذمہ داری ٹھیکیدار پر ہوگی جو dummy ٹھیکیدار رکھا ہوا تھا، بذریعہ چٹھی محکمہ لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ حکومت پنجاب کی طرف سے حکم موصول ہوا کہ T.M.A کے علاقہ میں آرمی کی جگہ پر جو منڈی مویشیاں لگائی جارہی ہے اسے بند کرائیں اور اگر T.M.A نے کوئی NOC جاری کیا ہے یا کوئی معاہدہ کیا ہے تو اسے منسوخ کر دیں، بعد میں محکمے سے یہ چٹھی جاری ہوئی کہ آپ تو یہ معاہدہ کر ہی نہیں سکتے اور پھر آرمی کی جگہ جو camping ground ہے وہ تو ان کی camping کے لئے ہے وہاں کوئی منڈی مویشیاں تو نہیں لگ سکتی تو اس معاہدے کو منسوخ کر دیں۔ گورنمنٹ کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے بذریعہ چٹھی مورخہ 10-09-30 کو Commanding Officer 1 Core Head Quarter Mangla Cantt اور ٹھیکیدار سے معاہدہ ختم کر دیا گیا ہے۔ یہ معاہدہ ختم ہونے کے باوجود اس وقت بھی منڈی وہاں پر لگ رہی ہے۔ اگر اس کو نیلام کیا جائے تو وہاں پر ایسے لوگ موجود ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہم بیس سے پچیس کروڑ روپے سالانہ ٹھیکہ دینے کو تیار ہیں لیکن یہ کچھ عناصر کی ملی بھگت ہے اور وہ اسی طرح سے ابھی تک جاری ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس معاملہ کا نوٹس اس معزز ایوان کو لینا چاہئے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو اس پر ابتدائی انکوائری کے لئے کمیٹی بنادیں اور اگر آپ نے اس پر بحث رکھنی ہے تو اسے بحث کے لئے منظور کر لیں۔

جناب سپیکر: کیا اس معاملہ کو لوکل گورنمنٹ سے متعلقہ کمیٹی کو بھیج دیں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میاں طارق محمود صاحب اور چودھری عرفان صاحب جو کہ گجرات سے ممبر ہیں وہ اس کمیٹی میں ہونے چاہئیں۔ میرے خیال میں آپ high powered کمیٹی بنائیں کیونکہ یہ معاملہ جس نوعیت کا ہے کہ اگر آپ اسے routine میں لیں تو شاید اس کے نتائج جلد سامنے نہ آسکیں۔ آپ اس معاملہ کے متعلق اپنے چیمبر میں مشورہ کر لیں اور اس کے بعد کمیٹی تشکیل دے دیں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ ہم آج ہی اس پر مشورہ کر کے کمیٹی بنادیں گے۔ اگلی تحریک التوائے کار محترمہ ثمینہ خاور حیات صاحبہ کی ہے۔ وہ موجود نہیں ہیں اس لئے یہ تحریک التوائے کار کل کے لئے pending کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 957 محترمہ انجم صفدر صاحبہ کی ہے۔

انجینئر قمر الاسلام راجہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، راجہ صاحب!

انجینئر قمر الاسلام راجہ: جناب سپیکر! میں ایک تصحیح کرنا چاہوں گا کہ ابھی وزیر قانون صاحب نے ایک تحریک کے ضمن میں ڈی پی او اور راجہ منور کا نام لیا ہے۔ وہ میرے بزرگ ہیں اس لئے میں یہ تصحیح کرنا چاہوں گا کہ وزیر قانون صاحب نے خود فرمایا ہے کہ 2006 میں یہ منڈی کھاریاں میں منتقل کی گئی ہے اور ڈی پی او گجرات خود کھڑے ہو کر پیسے لیتے تھے تو میں یہ تصحیح کرنا چاہوں گا کہ 2006 میں وہ گجرات سے ٹرانسفر ہو گئے تھے۔

جناب سپیکر: چلیں۔ وہ کمیٹی سب کچھ دیکھ لے گی۔

انجینئر قمر الاسلام راجہ: جناب سپیکر اگر ہاؤس میں یہ بات کہی گئی ہے تو میں اس کی تصحیح کرنا چاہوں گا کہ 2006 میں ان کی ٹرانسفر ہو گئی تھی۔ اس کے علاوہ اگر وہ اس وقت پیسے لے رہے تھے اور ابھی تک وہ منڈی چل رہی ہے تو اب وہاں پر کون پیسے لے رہا ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میرے بھائی نے درست کہا ہے کہ 2006 میں ان کی ٹرانسفر ہو گئی تھی لیکن ان کی ٹرانسفر یکم جنوری 2006 کو نہیں ہوئی تھی بلکہ بعد میں ہوئی تھی۔ وہ جس عرصہ کے دوران گجرات میں ڈی پی او رہے تو ان کے وہاں کافی کارنامے ہیں لیکن ان پر جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ جب سپیشل کمیٹی بنے گی تو اس میں جس کا جو کردار سامنے آئے گا اس کے مطابق اسے دیکھ لیا جائے گا۔

انجینئر قمر الاسلام راجہ: جناب سپیکر! 2006 میں وہ منڈی لگی تھی اور انھوں نے اگر پیسے لئے بھی ہیں تو ایک مہینہ لئے ہوں گے اس کے بعد 2010 تک کون پیسے لے رہا ہے؟

میاں طارق محمود: جناب سپیکر! میرے بھائی نے جو بات کی ہے تو ان کو گجرات کے حالات کا علم نہیں ہے۔ ڈی پی او گجرات اپنی پوری فورس کے ساتھ جی ٹی روڈ پر کھڑے ہو جاتے تھے اور تمام جانوروں

والے ٹرکوں کو روک لیا جاتا تھا اور روک کر وہاں اس منڈی میں مال اتروایا جاتا تھا اور کوئی ٹرک آگے نہیں جانے دیا جاتا تھا۔ یہ بات بالکل clear ہے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! اس پر بات ہو گئی ہے۔ اس معاملہ پر سپیشل کمیٹی بن رہی ہے۔ یہ ساری بات کمیٹی میں آ جائے گی۔ جی، محترمہ انجم صفدر صاحبہ!

برائٹ پبلیکیشن راولپنڈی کی جانب سے کلاس اول کی سائنس کتاب میں نبی پاک ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی

محترمہ انجم صفدر: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ معاملہ یہ ہے کہ "برائٹ پبلیکیشن راولپنڈی" نے فوجی فاؤنڈیشن سکول سسٹم کی پہلی کلاس کی سائنس کی کتاب کے صفحہ نمبر 39 [********] مذکورہ پبلیکیشن کے ذمہ داران کی طرف سے یہ مذموم حرکت دراصل وہاں زیر تعلیم معصوم بچوں کے قلوب واذہان پر اثرانداز ہونے اور مسلمانوں کے جذبات سے کھیلنے کی ناپاک کوشش ہے اور ستم ظریفی تو یہ ہے کہ محکمہ تعلیم اور دیگر اعلیٰ مجاز حکام ابھی تک نبی پاک ﷺ کی شان میں کی جانے والی اس مبینہ گستاخی پر کوئی راست اقدام کرنے کی بجائے خواب غفلت میں سوئے ہوئے ہیں جس پر تمام مسلمان سراپا احتجاج ہیں۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں اس کا جواب پڑھنے سے پہلے آپ کی خدمت میں بھی یہ گزارش کروں گا کہ یہ اتنا حساس معاملہ ہے کہ نبی پاک ﷺ کی شان کے متعلق بات کرنے میں، میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں ایک ایک لفظ میں احتیاط کرنی چاہئے لیکن آپ کے سیکرٹریٹ میں جو لوگ بیٹھے ہیں ان کی حالت یہ ہے کہ انھوں نے اس تحریک کو circulate کرنے سے پہلے اس بات کا اندازہ کیا نہ اس بات کا احساس کیا اور آج یہ معاملہ جس طرح سے سامنے آیا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس کے صحیح یا غلط ہونے کی بات بعد میں ہے لیکن اس تحریک کو پڑھنے سے ہی ہر مسلمان کا دل دکھا بھی ہو گا اور جذبات بھی مجروح ہوئے ہوں گے۔ ان چیزوں پر نہ صرف معزز ممبران جو اس معاملے کو

---

* بحکم جناب سپیکر صفحہ 1056 الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

اٹھائیں ان کو بلکہ سیکرٹریٹ کو بھی اس معاملے میں احتیاط سے کام لینا چاہئے اور آپ کو چاہئے کہ آپ اس معاملے میں انکوائری فرمائیں اور یہ دیکھیں کہ یہ کس طرح سے ہوا ہے۔

جناب سپیکر! اس بارے میں بریگیڈئر افتخار مہدی سیکرٹری سنٹرل بورڈ آف ڈائریکٹرز فوجی فاؤنڈیشن سے تفصیلی رپورٹ موصول ہوئی ہے جس کی بنیاد پر جو بات تحریک میں کہی گئی ہے ممبر کی نشان کردہ گستاخی اور بے ادبی والا کوئی بھی منظر موجود نہ ہے اور یہ بالکل غلط اور بے بنیاد بات ہے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! میں صرف ایک بات کرنا چاہوں گی کہ اس تحریک میں اس sentence کو کارروائی سے حذف کر دینا چاہئے کیونکہ ہمارے نبی ﷺ کے متعلق یہ بات ہے جو بالکل مناسب نہیں ہے۔ میں اس لئے نشاندہی کر رہی ہوں کہ یہاں سے یہ sentence شروع ہوتا ہے کہ "صفحہ نمبر 39 پر اور اس سے آگے والا sentence تو بالکل بھی مناسب نہیں ہے"۔ آپ اسے خود پڑھ لیں۔

جناب سپیکر: مجھے بھی پڑھ کر افسوس ہوا ہے بلکہ مجھے افسوس اس بات کا ہے کہ دفتر کی طرف سے یہ ہوا ہے۔ میرے ہوتے ہوئے تو یہ بات سامنے نہیں آئی لیکن مجھے افسوس ہے کہ دوستوں نے اسے دیکھا نہیں ہے۔ بہر حال میرے خیال میں اب اس پر بحث کرنا ٹھیک نہیں ہے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! میں نے صرف اس sentence کو کارروائی سے حذف کرنے کے لئے کہا ہے جو ریکارڈ پر نہیں آنا چاہئے۔

جناب سپیکر: اُن کی شان میں جو بھی غلط بات کسی نے کی ہے چاہے وہ کوئی بھی ہے مناسب نہیں ہے۔

محترمہ انجم صفدر: جناب سپیکر! میری آپ سے request ہے کہ اس سلیبس اور کتاب کی دوبارہ انکوائری اور تحقیق کریں۔

جناب سپیکر: محترمہ! اگر تو آپ کتاب کا کوئی حصہ لے کر آئی ہیں تو ہمیں دے دیں ہم اس پر action خود لیں گے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! اس sentence کو کارروائی کا حصہ نہیں بننا چاہئے۔

جناب سپیکر: اُن کی شان میں کسی نے جو [**] کی ہے وہ سب حذف کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

نمبر 981 محترمہ سیمل کامران صاحبہ کی ہے جو move ہو چکی ہے۔ رانا صاحب! یہ آج کے لئے pending تھی کیا اس کا جواب آ گیا ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس کا جواب موصول نہیں ہوا۔

جناب سپیکر: اس کو کب تک pending کیا جائے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس کو آپ اگلے ہفتے تک pending فرما دیں۔

جناب سپیکر: اگلے ہفتے سے کیا مراد ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): Monday تک کے لئے pending فرما دیں۔

جناب سپیکر: یہ تحریک Monday تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 985 بھی محترمہ سیمل کامران صاحبہ کی ہے۔ یہ بھی آج کے لئے pending تھی۔ جی، رانا صاحب!

محکمہ تحفظ ماحولیات اور ضلعی انتظامیہ کی غفلت سے غیر قانونی فیکٹریوں اور کارخانوں سے لاہور میں آلودگی میں اضافہ

(۔۔۔جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس کا جواب موجود ہے۔ یہ درست ہے کہ رہائشی علاقوں میں صنعتوں کا وجود ماحولیاتی اور دیگر مسائل کا باعث ہے لیکن یہ درست نہ ہے کہ محکمہ ماحولیات کی غفلت کی وجہ سے یہ سارے مسائل ہیں۔ یہ بھی درست نہ ہے کہ محکمہ ماحولیات کو دی گئی شکایات رسمی کارروائی کے بعد ردّی کی ٹوکری کی نذر ہو گئیں۔ حقیقت یہ ہے کہ شہر بالخصوص شمالی لاہور میں کارخانے، فیکٹریاں اور ملیں محکمہ ماحولیات کے وجود میں آنے سے پہلے کام کر رہی ہیں۔ رہائشی علاقوں میں ماحولیاتی مسائل کی اصل وجہ لاہور شہر کے master plan اور building regulation پر مناسب عملدرآمد نہ ہونے کے باعث ہے۔ اگر ان پر مؤثر عملدرآمد کرایا جائے تو کوئی کارخانہ یا فیکٹری رہائشی علاقہ میں قائم نہیں ہو سکتی۔ مزید برآں سوئی گیس اور واپڈا کے محکمہ جات رہائشی علاقوں میں قائم غیر قانونی کارخانوں کو انڈسٹریل اور کمرشل کنکشن دے رہے ہیں جس کی وجہ سے ماحولیاتی مسائل میں اضافہ ہو رہا ہے۔ شمالی لاہور کی تقریباً تمام آبادیاں بغیر کسی منظوری کے وجود میں آئی ہیں جن میں تنگ

سڑکوں، کچی جگہوں اور بغیر منصوبہ بندی کی وجہ سے کئی مسائل ہیں۔ محکمہ ماحولیات پنجاب اور ضلعی دفتر ماحولیات لاہور اپنے محدود سٹاف کے ساتھ ماحولیاتی مسائل کے حل کے لئے کوشاں ہیں۔ اس سلسلہ میں شمالی لاہور میں آلودگی پیدا کرنے والے 132 کارخانوں کو seal کیا گیا اور 151 کارخانے و فیکٹریاں جن میں 38 پلاسٹک کے کارخانے بھی شامل ہیں اُن کے خلاف ماحولیاتی قوانین کے تحت کارروائی کی گئی۔ محکمہ کے احکامات کی عدم تعمیل کی وجہ سے 62 یونٹوں/ فیکٹریوں کے خلاف استغاثے برائے سزا ماحولیاتی ٹربیونل لاہور میں دائر کئے گئے ہیں۔ ماحولیاتی ٹربیونل نے 43 کیسوں کا فیصلہ کیا اور باقی کیس زیر سماعت ہیں۔ مزید برآں شمالی لاہور میں 277 کارخانوں/ فیکٹریوں کے خلاف عوامی شکایات کا ازالہ کیا گیا ہے۔ محکمہ ہذا قانونی کارروائی کے علاوہ عوامی آگاہی کے پروگرام کے تحت بھی ماحولیاتی آلودگی پر قابو پانے کے لئے کوشاں ہے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں صرف اس میں یہی گزارش کرنا چاہوں گی کہ میں متفق ہوں کہ یہ رہائشی آبادیاں بعد میں وہاں پر develop ہوئی ہیں لیکن چونکہ یہ لوگوں کی جانوں سے کھیل رہے ہیں اس لئے kindly محکمہ یہ سارا سسٹم speedy کرے اور ان کو رہائشی آبادیوں سے باہر نکالا جائے۔ شکریہ

جناب سپیکر: جی، یہ تحریک dispose of کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 988 محترمہ ثمینہ خاور حیات صاحبہ کی ہے۔۔۔ موجود نہیں ہیں لہذا کل تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 994 محترمہ زوبیہ رباب ملک صاحبہ کی ہے۔۔۔ تشریف نہیں رکھتیں اسے بھی کل تک کے لئے pending کرتے ہیں۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 1003 محترمہ ثمینہ خاور حیات صاحبہ کی ہے۔۔۔ تشریف نہیں رکھتیں لہذا pending کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 1009 سیدہ ماجدہ زیدی صاحبہ کی ہے۔ راناصاحب! یہ پڑھی جا چکی ہے، کیا اس کا جواب آ گیا ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جی، آ گیا ہے۔

جناب سپیکر: جواب آ گیا ہے لہذا اسے غور سے سنیں۔

یوریا کھاد کی قیمتوں میں بے جا اضافہ سے کسانوں کو پریشانی کا سامنا

(۔۔۔جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! کھادوں کی قیمتیں مقرر کرنا اور مربوط بنانا وفاقی حکومت کا دائرہ کار ہے۔ اس سلسلے میں Fertilizer Policy 2001 کے تحت وفاقی وزیر صنعت وپیداوار کی سر براہی میں ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جس میں خوراک، زراعت اور وزارتِ خزانہ کے نمائندے بھی شامل ہیں اور یہ کمیٹی کھادوں کی قیمتیں مربوط بنانے کی ذمہ دار ہے۔ یوریا کھاد کی قیمت میں اضافہ کے فوری بعد وزیر اعلیٰ پنجاب نے وزیر اعظم پاکستان کے لئے اپنے مراسلے میں مطالبہ کیا کہ یوریا کھاد کی قیمت میں حالیہ اضافہ قطعی بلا جواز ہے جس سے کسانوں کے مسائل میں مزید اضافہ ہو گیا ہے لہذا کھاد کی صنعت کو فوری طور پر اسے واپس لینے کے احکامات صادر فرمائے جائیں۔ Fertilizer Policy 2001 کے تناظر میں یہ بھی درخواست کی گئی کہ کھادوں کی قیمتوں میں کسی بھی اضافے کی پیشگی اطلاع صوبہ پنجاب کو متعلقہ وزارت کے ذریعے فراہم کی جائے تاکہ صوبے میں قیمتیں متوازن رکھی جا سکیں۔ وزیر زراعت پنجاب نے 4۔ جولائی 2011 کو وزارتِ صنعت وپیداوار میں یوریا کھاد میں اضافے کے جائزہ کے سلسلہ میں منعقدہ اجلاس میں بھی صوبائی مؤقف بھرپور انداز میں پیش کرتے ہوئے اس اضافے کو بلا جواز قرار دیا اور اس کی فوری واپسی کا مطالبہ کیا۔

سیدہ ماجدہ زیدی: جناب سپیکر! یہ تو بالکل ٹھیک ہے کہ مراسلہ بھی جاری کر دیا اور مطالبہ بھی کر دیا ہے لیکن فی الوقت حکومت پنجاب کو چاہئے کہ immediately وفاقی حکومت سے implement کرائے کیونکہ سب سے زیادہ affectee پنجاب کے کسان ہوتے ہیں۔ شکریہ

جناب سپیکر: منسٹر صاحب! میرے خیال میں آپ اس کا notice خود ہی لیں۔ محترمہ اس کو مزید press نہیں کرتیں لہذا یہ تحریک dispose of کی جاتی ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب محمد محسن خان لغاری: شکریہ۔ جناب سپیکر! جب ہم نے business کے order کو change کیا تو اس کے لئے ہمیں rules معطل نہیں کرنے چاہئیں تھے کہ Question Hour بعد میں لیں گے اور پہلے تحاریک استحقاق اور تحاریک التوائے کار لیں گے تو مجھے اس کی سمجھ نہیں آ رہی؟

جناب سپیکر: لغاری صاحب! آپ اس وقت ایوان میں موجود نہیں تھے۔ میں نے اس وقت کہہ دیا تھا اور یہ سب کے مشورے کے ساتھ بات ہوئی۔ آپ فی الحال اسے نہ چھیڑیں اور تشریف رکھیں کیونکہ دو منٹ میں ہم وقفہ سوالات شروع کرنے والے ہیں۔ یہ تحریک التوائے کار نمبر 1015/10 میاں طارق محمود صاحب کی ہے۔

میاں طارق محمود: جناب سپیکر! میری تحریک التوائے کار پڑھی جا چکی ہے اور اس کا جواب آنا ہے۔

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

بلدیہ ڈنگہ ضلع گجرات میں قائم بس سٹینڈ کو ختم کرنے سے ٹریفک بلاک اور بھتہ خوری میں اضافہ

(۔۔۔جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! تحریک التوائے کار نمبر 1015/10 کا جواب یہ ہے کہ سابقا بلدیہ ڈنگہ میں واقع بس سٹینڈ منظور شدہ تھا جس سے پارکنگ فیس کی مد میں آمدن ہوتی تھی۔ 14۔اگست 2001 کو TMA کے وجود میں آنے کے بعد باقاعدہ سے پارکنگ فیس TMA funds میں جمع ہو رہی ہے جس کی سال وار تفصیل میں بتا دیتا ہوں کہ 02-2001 میں 6لاکھ 59ہزار 352روپے، 03-2002 میں 7 لاکھ 11 ہزار 148روپے، 04-2003 میں 8 لاکھ 30 ہزار روپے، سال 05-2004 میں 9 لاکھ 25 ہزار روپے، سال 06-2005 میں 10 لاکھ 20 ہزار روپے، سال 07-2006 میں 8لاکھ 40ہزار روپے، سال 08-2007 میں 9لاکھ 64ہزار روپے، سال 09-2008 میں 9لاکھ 82ہزار روپے، سال 10-2009 میں 9لاکھ 77ہزار روپے اور سال 11-2010 کے ابھی چونکہ چھ ماہ ہوئے ہیں تو اس عرصہ میں 4لاکھ 73ہزار روپے وصول ہوئے ہیں۔ موجودہ صورتحال یہ ہے کہ بس سٹینڈ کے لئے جگہ کی مدت lease ختم ہو چکی ہے جس کی وجہ سے بسیں سڑک پر ہی کھڑی ہو رہی ہیں۔

میاں طارق محمود: جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ اگر بس سٹینڈ ہو تو یہ آمدنی مزید بڑھ سکتی ہے لیکن وہاں پر پانچ سال سے کوئی بس سٹینڈ نہیں ہے جس کی وجہ سے بازار میں بسیں کھڑی کی جاتی ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: راناصاحب! میرا خیال ہے کہ اس معاملے کو سپیشل کمیٹی کے سپرد کر دیتے ہیں تاکہ وہ اس کا فیصلہ کر کے ایوان میں بتائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اگر فرمائیں تو سیکرٹری لوکل گورنمنٹ کو بلا کر ان کے ساتھ میاں صاحب کو بٹھا دیتا ہوں مزید یہ کہ سیکرٹری بلدیات سے کہیں گے کہ وہاں پر T.M.A سے کہہ کر کوئی جگہ مختص کروائیں۔ بسوں کے سٹینڈ کے لئے وہاں پر کوئی جگہ مختص ہونی چاہئے لیکن اس کے لئے کمیٹی کی as such ضرورت نہیں ہے۔ اگر مسئلہ حل نہ ہو سکا تو پھر کمیٹی کو refer کرنا ہوا تو اسے کروادیں گے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! آپ راناصاحب سے مل لیں۔

میاں طارق محمود: جی، ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر: لاء منسٹر صاحب کی یقین دہانی کے بعد اسے dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 2/11 بھی میاں طارق محمود صاحب کی پڑھی جاچکی ہے۔ جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس کا جواب ابھی موصول نہیں ہوا اس لئے اسے آپ سوموار تک pending فرمادیں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے یہ تحریک التوائے کار اگلے Monday تک pending کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار محترمہ زوبیہ رباب ملک صاحبہ کی ہے جسے pending کیا جاتا ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اگر یہ پڑھی جاچکی ہے تو میں اس کا جواب پڑھ دیتا ہوں۔

جناب سپیکر: ابھی وہ آئی نہیں ہیں اس لئے pending کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار بھی انہی کی ہے جسے 24۔جنوری تک کے لئے pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 13/11 ملک محمد عباس راں صاحب کی پڑھی جاچکی ہے۔ جی، راناصاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس کا ابھی میرے پاس جواب نہیں آیا اس لئے اسے pending فرمادیں۔

جناب سپیکر: اسے سوموار تک pending کیا جاتا ہے۔

ملک محمد عباس راں: جناب سپیکر! اسے سوموار کی بجائے منگل تک کے لئے pending کیا جائے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے اس تحریک التوائے کار کو 25-جنوری تک کے لئے pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار عامر سلطان چیمہ صاحب کی ہے اور اسے بھی منگل 25-جنوری تک کے لئے pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 11/19 محترمہ ساجدہ میر صاحبہ کی پڑھی جا چکی ہے۔ جی، رانا صاحب!

لاہور کی ڈسٹرکٹ اور کوٹ لکھپت جیل میں گنجائش سے زیادہ قیدی رکھنے سے قیدیوں کے مسائل میں اضافہ

(۔۔۔جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! تحریک التوائے کار نمبر 11/19 کا جواب یہ ہے کہ یہ حقیقت ہے کہ تمام جیلوں میں گنجائش سے کہیں زیادہ اسیران بند ہیں۔ سنٹرل جیل لاہور میں اس وقت 3800 اسیران بند ہیں جبکہ سنٹرل جیل لاہور میں 1406 اسیران کی گنجائش ہے۔ اسی طرح ڈسٹرکٹ جیل لاہور میں 4083 اسیران بند ہیں جبکہ اس جیل میں 1050 اسیران کی گنجائش ہے۔ اس rush کی وجہ سے نہ صرف اسیران کو بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے بلکہ جیل انتظامیہ کو بھی بہت سی مشکلات پیش آتی ہیں۔ ان جیلوں میں مختلف نوعیت کے اسیران جن میں سپاہ صحابہ، لشکر جھنگوی، تحریک طالبان، بیت اللہ محسود گروپ اور دوسری جیلوں سے نکالے گئے خطرناک اسیران اور بہت سارے gangsters بھی بند ہیں جنہیں علیحدہ علیحدہ بند کرنے اور جیل کے معاملات چلانے میں بہت سی دشواریاں پیش آتی ہیں اور یہ درست نہ ہے کہ ان جیلوں میں آرام کے لئے کوئی shift system قائم کیا ہوا ہے۔ پنجاب میں اس وقت مزید 14 جیلیں زیر تعمیر ہیں جن کے مکمل ہونے پر مسئلہ حل ہو جائے گا۔ جیل قوانین پر عمل درآمد کے لئے ہر ممکن اقدامات اٹھائے جاتے ہیں جبکہ قیدیوں کی اصلاح اور فلاح کے لئے بھی ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے۔ ہر سال سینکڑوں کی تعداد میں اسیران مختلف تعلیمی امتحانات دیتے ہیں جس کے لئے انہیں تمام سہولیات میسر کی جاتی ہیں۔ اس طرح مسلم اور غیر مسلم دونوں communities کے اسیران کی مذہبی تعلیم کا خاص بندوبست کیا جاتا ہے۔ مختلف مذہبی و دینی سکالر اور اساتذہ جیل ہذا میں آکر دینی اور مذہبی تعلیم سے انہیں روشناس کراتے ہیں۔

اسیران کی صحت اور دیکھ بھال کے لئے تمام سہولیات میسر ہیں اور مختلف سرکاری ہسپتالوں جن میں جناح ہسپتال لاہور، سروسز ہسپتال لاہور اور میو ہسپتال لاہور قابل ذکر ہیں سے specialist ڈاکٹر اور Consultant حضرات بھی وقتاً فوقتاً اور ضرورت پڑنے پر visit کرتے رہتے ہیں۔ جیل اسیران کی خون کی سکریننگ کروائی گئی ہے، مریضوں کے علاج کے لئے تمام اقدامات اٹھائے جاتے ہیں مثلاً ایڈز کے مریضوں کا علاج پنجاب ایڈز کنٹرول پروگرام کی مدد سے شروع کیا جا چکا ہے۔ ہیپاٹائٹس کے مریضوں کا علاج پنجاب ہیپاٹائٹس کنٹرول پروگرام کے تعاون سے کیا جا رہا ہے اور اس سلسلے میں خون و دیگر ضروری ٹیسٹ کروائے جاتے ہیں۔ ٹی بی کے مریضوں کا علاج T.B. Programme کے تحت کیا جا رہا ہے اور اس سلسلے میں تمام ادویات اس پروگرام سے مفت مہیا کی جا رہی ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ پنجاب کی جیلوں میں گنجائش سے کہیں زیادہ تین گنا اسیران بند ہیں جس کی وجہ سے بہت سارے مسائل جنم لیتے ہیں۔ جہاں تک خوراک و پانی کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں کسی طور پر بھی کمی بیشی نہیں کی جاتی اور اس سلسلے میں جیل ہذا کے اسیران کو کوئی شکایت نہ ہے۔ یہ درست ہے کہ overpopulation کی وجہ سے زیادہ جگہ میسر نہ ہے مگر سونے کے لئے سردیوں میں تمام اسیران کو کمبل اور گرمیوں میں دری دی جاتی ہے۔ تمام اسیران کو پہننے کے لئے ان کی جسامت کے مطابق سوٹ مہیا کئے جاتے ہیں۔ مخیر حضرات اور این جی اوز کی طرف سے ملنے والی تمام اشیاء مثلاً کمبل، پنکھے، واٹر کولر، تیل، صابن، جوتے، فوم کے گدے اور اس طرح کی دیگر اشیاء مخیر حضرات اور N.G.Os کے نمائندے خود اپنے ہاتھوں سے اسیران میں تقسیم کرتے ہیں۔ اس طرح سے اس نظام کو چلایا جا رہا ہے اور جو جیلیں زیر تعمیر ہیں ان کے مکمل ہونے کے بعد صورتحال بہتر ہو جائے گی۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! میں یہ بات کرنا چاہوں گی کہ یہ basically انسانی حقوق کا مسئلہ ہے اس لئے یہاں پر کوئی monitoring system ہونا چاہئے تاکہ چیک کیا جا سکے کہ وہ اسیران جیل کس طرح رہ رہے ہیں۔

جناب سپیکر: تحاریک التوائے کار کا وقت ختم ہوتا ہے۔

سوالات

(محکمہ جات ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ)

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

جناب سپیکر: اب ہم Question Hour لیتے ہیں کیونکہ یہ روکے گئے تھے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! یہ آپ کی discretion اور power ہے کہ آپ جیسے بھی اس ہاؤس کو چلانا چاہیں آپ کو اس کا مکمل اختیار ہے۔ میری گزارش یہ تھی کہ rules یہ کہتے ہیں کہ:

> The first hour of a sitting, after the recitation from the Holy Quran and Naat and the swearing in of members, if any, shall be available for the asking and answering of question.

اگر ہم نے rules کو suspend کرنا ہے تو وہ بھی آپ کے اختیار میں ہے۔ آرٹیکل 234 کہتا ہے کہ آپ rules کو suspend کر سکتے ہیں۔ میری گزارش یہ ہے کہ ابھی وہ rules suspend کر لیں کہ ہم rules suspend کر کے question hour کو بعد میں لے رہے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں اس سلسلے میں اپنے محترم بھائی لغاری صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا کہ Chair کا جو conduct ہوتا ہے وہی اُس کا فیصلہ ہوتا ہے۔ Rules کو کوئی گردن سے پکڑ کر suspend نہیں کرنا ہوتا۔ جب آپ نے Question Hour کو مؤخر کر کے تحاریک شروع کیں تو rules automatically suspend ہو گئے۔

جناب سپیکر: لغاری صاحب بہت سمجھ دار ہیں، ان کو ساری باتوں کا پتا ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر!۔۔

جناب سپیکر: لغاری صاحب! اب آپ تشریف رکھیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میں قانون کی بات کرتا ہوں اور آپ کہتے ہیں کہ خاموش رہیں۔

جناب سپیکر: جب یہ کام ہوا تھا تو آپ نے اُس وقت point out کیوں نہیں کیا؟

جناب محمد محسن خان لغاری: اُس وقت میں rules دیکھ رہا تھا، مجھے یہ rules کوئی زبانی یاد تو نہیں ہیں۔

جناب سپیکر: آپ اُس وقت ہاؤس میں تھے ہی نہیں اس لئے اِس پر آپ question کر ہی نہیں سکتے۔ چلیں، میں اب question put کرتا ہوں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: تو کریں put، یہی تو میری گزارش ہے کہ question put کریں۔

جناب سپیکر: کسی بات پر کروں گا، ایسے تو نہیں کروں گا۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں یہ بات categorically کہہ رہا ہوں کہ جب میں نے آپ سے request کی اور اس request کی reason یہ تھی کہ پارلیمانی سیکرٹری چودھری ظفر اقبال ناگرا تاخیر سے آئیں گے۔ جب آپ نے میری request کو accept کرتے ہوئے Question Hour کو ملتوی کیا اور Adjournment Motions شروع کیں تو Chair کا جو conduct ہے itself اس سے rules suspend ہوئے۔ اب rules کو کوئی پکڑ کر تو نہیں suspend کرنا تھا۔

جناب سپیکر: جی، مہربانی۔

جناب محمد محسن خان لغاری: مجھے ایک منٹ دیں، میں rules کو پڑھ کر سنا دیتا ہوں۔

جناب سپیکر: میں پہلے ہاؤس سے پوچھوں گا، اگر آپ کو اجازت ملے گی تو پھر پڑھیں۔ میں ایسے اجازت نہیں دوں گا، آپ بلاوجہ ہی معاملات کو اس طرح سے الجھاتے ہیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: تو کیا یہ کتاب بلاوجہ لکھی گئی ہے؟

جناب سپیکر: یہ کتاب وجہ سے لکھی گئی ہے لیکن آپ کو اُس وقت آنا چاہئے تھا اور پھر point out کرتے۔ میں نے اُس وقت ہاؤس کی sense لی تھی اور میں ہاؤس کی sense کے بغیر نہیں چلا۔ پہلا سوال راجہ حنیف عباسی (ایڈووکیٹ) کا ہے۔

انجینئر قمرالاسلام راجہ: جناب سپیکر! On his behalf (معزز ممبر نے راجہ حنیف عباسی (ایڈووکیٹ) کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا۔)

جناب سپیکر: سوال نمبر بولیں!

انجینئر قمرالاسلام راجہ: جناب سپیکر! سوال نمبر 466 ہے۔

جناب سپیکر: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے؟

انجینئر قمرالاسلام راجہ: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

راولپنڈی، چاندنی چوک سے مریڑ چوک مری روڈ کی توسیع

*466: راجہ حنیف عباسی (ایڈووکیٹ): کیا وزیر ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئر نگ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) راولپنڈی میں چاندنی چوک سے مریڑ چوک مری روڈ کی توسیع کشادگی اور خوبصورتی کے لئے موجودہ حکومت کیا اقدامات اٹھا رہی ہے؟

(ب) مذکورہ منصوبہ کب شروع ہو گا اور کب مکمل ہو گا؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئر نگ (جناب ظفر اقبال ناگرا):

(الف) سوال متعلقہ جناب وزیر مواصلات و تعمیرات سے متعلق ہے البتہ چاندنی چوک تا مریڑ چوک کشادگی اور خوبصورتی کا کام راولپنڈی ترقیاتی ادارہ نے 1998 میں کیا تھا۔ فی الحال کشادگی اور خوبصورتی کے لئے حکومت پنجاب نے 5 کروڑ روپے منظور کیا ہے جو کہ منظوری کے مراحل میں ہے۔ مئی 2009 میں مری روڈ کی ٹریفک کے سلسلہ میں U.T.C system نصب کیا گیا تھا۔ مالی سال 11-2010 کے سالانہ ترقیاتی پروگرام میں لاثانیہ ہوٹل تا ناز سنیما کی کارپٹنگ کا منصوبہ بنایا گیا ہے۔

(ب) منصوبہ کی منظوری اور فنڈز کی فراہمی کے بعد منصوبہ شروع کر دیا جائے گا اور ایک سال میں مکمل کر لیا جائے گا۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

انجینئر قمرالاسلام راجہ: جناب سپیکر! یہ بڑا سادہ سا سوال تھا کہ راولپنڈی میں چاندنی چوک سے مریڑ چوک مری روڈ کی توسیع کشادگی اور خوبصورتی کے لئے موجودہ حکومت کیا اقدامات اٹھا رہی ہے؟ اس کا جواب تضادات کا مجموعہ ہے۔ سب سے پہلے تو یہ کہا گیا ہے کہ یہ سوال جناب وزیر مواصلات و تعمیرات سے متعلق ہے۔ اگر یہ سوال وزیر مواصلات و تعمیرات سے متعلق ہے تو پھر انہوں نے جواب کیوں دیا اور ساتھ یہ لکھا ہے کہ "چاندنی چوک تا مریڑ چوک کشادگی اور خوبصورتی کا کام راولپنڈی ترقیاتی ادارہ نے

1998 میں کیا تھا۔"اگر یہ سوال مواصلات و تعمیرات سے متعلق ہے تو پھر یہ ترقیاتی ادارے نے کیوں کیا؟آگے لکھا ہے کہ "حکومت پنجاب نے کشادگی اور خوبصورتی کے لئے 5 کروڑ روپے منظور کیا ہے "اور ساتھ ہی لکھا گیا ہے کہ "یہ منظوری کے مراحل میں ہے۔"آپ اندازہ لگائیں کہ سوالات کے جوابات کا یہ معیار ہے۔ یہ جواب پورے اڑھائی سال بعد آیا ہے۔ اس کی تاریخ ترسیل 19 جون 2008 ہے اور یہ 13۔جنوری 2011 کو آیا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ 5 کروڑ روپے منظور کیا ہے جو کہ منظوری کے مراحل میں ہے۔ اگر منظور کیا ہے تو پھر منظوری کے مراحل کا کیا مطلب ہے؟ پھر لکھا ہوا ہے کہ مری روڈ کی ٹریفک کے سلسلے میں UTC system نصب کیا گیا ہے۔ میرا ضمنی سوال ہے کہ کیا اربن ٹریفک کنٹرول سسٹم توسیع، کشادگی یا خوبصورتی میں آتا ہے کیونکہ سوال صرف کشادگی، خوبصورتی اور توسیع کے حوالے سے تھا؟

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری!

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا): جناب سپیکر! یہ چاندنی چوک سے مریڑ چوک مری روڈ کی توسیع، کشادگی اور خوبصورتی کا مسئلہ ہے، یہ وزیر مواصلات کا ہی سوال ہے۔۔۔

جناب سپیکر: آپ پہلے میری بات سنیں! آپ کو پتا ہونا چاہئے کہ اسمبلی کا اجلاس کس وقت شروع ہوتا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ کی وجہ سے ہمارے تمام کام میں خرابی آئی ہے اور یہ میرے لئے قابل برداشت نہیں ہے۔ ہاؤس کی طرف سے آپ کے متعلق اگر کچھ کہا جائے تو پھر کیا کریں گے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا): جناب سپیکر! میں اس کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ کوٹ عبدالمالک پر ایکسیڈنٹ ہوا تھا اس کی وجہ سے ٹریفک بند تھی۔۔۔

جناب سپیکر: آپ کو پتا نہیں تھا کہ آج آپ کے سوالات ہیں؟ آپ کو رات اِدھر ہی رہنا چاہئے تھا۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا): جناب سپیکر! آپ مجھے اپنا کمرہ رہنے کے لئے دے دیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی!

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا): جناب سپیکر! چاندنی چوک تا مریڑ چوک کی کشادگی کا منصوبہ 1998 میں R.D.A نے تکمیل کیا تھا اور اس پر 54 کروڑ روپے کی لاگت آئی تھی۔ جس میں 21 کروڑ روپے حصول اراضی پر خرچ ہوئے، 27 کروڑ روپے سڑک کی تعمیر پر خرچ ہوئے، 2 کروڑ روپے سٹریٹ لائٹ اور ایک کروڑ روپیہ lane marking اور signals وغیرہ پر خرچ ہوئے تھے۔ پنجاب حکومت وزیراعلیٰ میاں محمد شہباز شریف کی ہدایت پر ناز سینما سے لے کر لاثانیہ روڈ تک جس کی لمبائی 2.5 کلو میٹر بنتی ہے کی کشادگی کے لئے مذکورہ منصوبہ کا PC-1 تیار ہو چکا ہے اور کمشنر صاحب کو approval کے لئے بھیج دیا گیا ہے۔ جونہی یہ پاس ہو جائے گا اس کی کشادگی شروع ہو جائے گی۔

انجینئر قمرالاسلام راجہ: جناب سپیکر! یہ جواب پھر غلط دے رہے ہیں۔ یہ سوال توسیع، کشادگی اور خوبصورتی کے متعلق تھا۔ یہ اربن ٹریفک سسٹم توسیع میں آتا ہے، کشادگی میں آتا ہے یا خوبصورتی میں آتا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا): جناب سپیکر! جب کسی سڑک کی کشادگی کی جاتی ہے تو وہاں ٹریفک کنٹرول کرنے کے لئے، اس کی کشادگی اور خوبصورتی کے لئے اربن ٹریفک سسٹم لگایا جاتا ہے۔ مذکورہ منصوبہ پر 3 کروڑ 60 لاکھ روپے کی لاگت آئی ہے جس میں R.D.A نے 2 کروڑ 30 لاکھ روپے signals پر خرچ کئے، 50 لاکھ روپے lane marking اور 70 لاکھ روپے چوک کی improvement اور over cap پر خرچ کئے تاکہ روڈ کی کشادگی اور خوبصورتی ہو سکے۔

انجینئر قمرالاسلام راجہ: جناب سپیکر! میرا دوسرا ضمنی سوال یہ ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ مالی سال 2010-11 کے سالانہ ترقیاتی پروگرام میں لاثانیہ ہوٹل تا ناز سینما تک carpeting کا منصوبہ بنایا گیا ہے۔ لاثانیہ ہوٹل تا ناز سینما کیا یہ مری روڈ کا حصہ ہے؟

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی!

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا): جناب سپیکر! ناز سینما سے لے کر لاثانیہ روڈ تک یہ مری روڈ کا حصہ ہے اور اس کی لمبائی 2.5 کلو میٹر بنتی ہے۔

انجینئر قمرالاسلام راجہ: جناب سپیکر! یہ مری روڈ کا حصہ نہیں ہے، یہ غلط جواب آیا ہے اور اس جواب میں بہت چیزیں غلط لکھی گئی ہیں۔ یہ مری روڈ کا حصہ نہیں ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا): جناب سپیکر! محترم معزز ممبر میرے ساتھ چلے جائیں اور یہ چیک کر لیتے ہیں کیونکہ یہ مری روڈ کا حصہ ہے۔

جناب سپیکر: ان کی گاڑی میں جائیں۔ یہ اپنی گاڑی لے کر آپ کو ساتھ لے کر جائیں، خرچہ بھی آپ کا ہو گا اگر آپ چیک کروانا چاہتے ہیں۔

انجینئر قمرالاسلام راجہ: جناب سپیکر! میں اسی شہر کا رہائشی ہوں، میں انہیں کھانا بھی کھلاؤں گا اور ان کی رہائش کا بھی بندوبست کروں گا۔

جناب سپیکر: جی، مہربانی۔ اس کو چیک کر لیں کیونکہ وہ کہتے ہیں میں صحیح ہوں اور آپ کہتے ہیں کہ میں صحیح ہوں۔

کرنل (ریٹائرڈ) محمد شبیر اعوان: جناب سپیکر! حکومت نے مری روڈ پر flyover کا منصوبہ شروع کرنا تھا تو میرا سوال تھا کہ منصوبہ کب شروع ہو گا اور کب مکمل ہو گا تو اس کا جواب انہوں دیا ہے کہ منصوبہ کی منظوری اور فنڈز کی فراہمی کے بعد شروع کر دیا جائے گا اور ایک سال میں مکمل کر لیا جائے گا۔ سوال 2008 میں کیا گیا تھا، جواب 2011 میں آیا ہے اور تین سال گزر گئے ہیں تو کیا پارلیمانی سیکرٹری صاحب یہ بتانا پسند کریں گے کہ اس کی cut of date کیا ہے کہ یہ منصوبہ کب تک منظور ہو جائے گا؟

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی!

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا): جناب سپیکر! اس منصوبہ کے تحت 2008 میں C&W نے مری روڈ پر ایک flyover بنانے کا منصوبہ بنانا تھا۔ اس وقت کے وزیراعلیٰ نے اس کا افتتاح بھی کیا تھا اور اس وقت کوئی پیشرفت نہیں ہوئی اور اب یہ منصوبہ وزیراعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف کے کہنے پر دوبارہ شروع کیا جا رہا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: بالکل ٹھیک ہے۔

کرنل (ریٹائرڈ) محمد شبیر اعوان: جناب سپیکر! یہ ہمیں بتا دیں کہ کس تاریخ تک اس کی منظوری ہو جائے گی؟

جناب سپیکر: جی، وہ اسی سال میں کر دیں گے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا): جناب سپیکر! یہ منصوبہ منظوری کے مراحل میں ہے اور جونہی فنڈز فراہم ہوں گے تو منصوبہ مکمل ہو جائے گا۔

جناب سپیکر: اب اگلا سوال محمد نوید انجم صاحب کا ہے۔ جی، گوہر افشانی ہو۔

جناب محمد نوید انجم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 1648 ہے اسے پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

لاہور۔مہر فیاض کالونی ایل ڈی اے کی تفصیلات

*1648: جناب محمد نوید انجم: کیا وزیر ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا مہر فیاض کالونی اے، بی، سی ڈی اور اے اے، ایل ڈی اے کی حدود میں واقع ہیں؟

(ب) کیا اس کالونی کو بناتے وقت اس کے مالک نے ایل ڈی اے سے این او سی حاصل کیا تھا اور اس کا نقشہ منظور کروایا تھا؟

(ج) یہ کالونی کتنے رقبہ پر بنائی گئی ہے اور ان میں کتنے پلاٹ کس کس سائز کے بنائے گئے ہیں؟

(د) کیا یہ درست ہے کہ ایل ڈی اے کے بائی لاز کے تحت اس کالونی کا ڈویلپر اس کالونی میں سیوریج واٹر سپلائی، بجلی اور گیس کی سہولیات فراہم کرنے کا پابند ہے؟

(ہ) اگر جز (د) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا مہر فیاض کالونی فیز اے، بی، سی، ڈی اور اے اے میں مذکورہ سہولیات اس کے ڈویلپر نے فراہم کی ہیں اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

(و) کیا ایل ڈی اے اس کالونی میں سیوریج، واٹر سپلائی، بجلی اور گیس کی سہولیات فراہم کروانے کا ارادہ رکھتا ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا):

(الف) مہر فیاض کالونی (اے)، (بی)، (سی)، (ڈی) اور (اے اے)، ایل ڈی اے کے کنٹرولڈ ایریا میں واقع نہ ہے بلکہ یہ کالونی ٹی ایم اے واہگہ ٹاؤن کے زیر کنٹرول ہے۔

(ب) چونکہ مہر فیاض کالونی ایل ڈی اے کے زیر اثر (کنٹرولڈ) علاقہ میں نہ ہے اس لئے ایل ڈی اے نے نہ تو اس کا نقشہ پاس کیا ہے اور نہ اس کو این او سی جاری کیا ہے۔

(ج) محکمہ ایل ڈی اے سے متعلقہ نہ ہے۔

(د) پنجاب پرائیویٹ ہاؤسنگ سکیمز اینڈ لینڈ سب ڈویژن رولز2010 کے تحت مالک سکیم (سپانسر) سکیم کو ڈویلپ کرنے کا پابند ہے اور اس کو سکیم کے اندر سیوریج، واٹر سپلائی، بجلی اور سڑکیں ڈویلپ کرنی ہوتی ہے۔

(ہ) چونکہ مہر فیاض کالونی ایل ڈی اے میں سے منظور شدہ نہ ہے اور نہ ہی ایل ڈی اے کے کنٹرولڈ ایریا میں واقع ہے اس لئے اس کے اندر مہیا کردہ سہولیات کی معلومات ایل ڈی اے کے پاس نہ ہے۔

(و) یہ کالونی ایل ڈی اے سے منظور شدہ نہ ہے اور نہ ہی ایل ڈی اے کے کنٹرولڈ ایریا میں واقع ہے اس لئے محکمہ ایل ڈی اے اس میں سروسز مہیا کرنے کا پابند نہ ہے۔

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! میرا اگلا سوال 1650 ہے اور ان دونوں کو اکٹھا کر لیا جائے۔

جناب سپیکر: وہ کیسے؟

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! میں جو سوال کرنا چاہ رہا ہوں تو یہ دونوں سوالوں کو ملا کر ہی ہو گا، اس طرح ہاؤس کا ٹائم بھی بچ جائے گا۔

جناب سپیکر: جی۔

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! انہوں نے میرے سوال کے جز(الف) کا جواب دیا ہے۔

جناب سپیکر: اب ہمیں آپ سے یہ بھی پوچھنا پڑے گا کہ کون سے سوال کے جز(الف) کا جواب دیا ہے؟

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! سوال نمبر1650 کے جز(الف) کا جواب ہے۔

جناب سپیکر: نہیں، آپ سوال نمبر1648 پر آئیں۔

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! اس کا جواب آئے گا تو وہ ہوا میں معلق ہو جائے گا تو اس میں اگر میں کہوں کہ اس کے جواب سے مطمئن ہوں تو کام خراب ہو جائے گا۔

جناب سپیکر: پھر آپ کے لئے تو فائدہ ہو گا، آپ کا ٹکٹ بھی خرچ نہیں ہو گا اور آپ جہاز میں سیر بھی کر لیں گے۔

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! اس لئے ان دونوں کو اکٹھا خرچ کر لیا جائے۔

جناب سپیکر: نہیں، آپ پہلے اس کا جواب لیں پھر اگلے سوال کا جواب لیں۔

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! میں اس سوال کے جواب سے مطمئن نہیں ہوں۔

جناب سپیکر: کون سے سوال کے جواب سے مطمئن نہیں ہیں؟

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! پہلے والے سوال کے جواب سے مطمئن نہیں ہوں۔

جناب سپیکر: کس جواب کے کس جز سے مطمئن نہیں ہیں؟

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! سوال نمبر 1648 کا جو جواب دیا گیا ہے میں اس کے جواب سے مطمئن نہیں ہوں۔

جناب سپیکر: تو پھر آپ اس پر ضمنی سوال کریں۔

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! ضمنی سوال اگلے سوال کو ملا کر ہونا ہے۔

جناب سپیکر: نہیں، اس پر پھر بعد میں جائیں گے؟

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! ضمنی سوال یہ ہے کہ T.M.A کو کتنے کنال کی ہاؤسنگ کالونی approved کرنے کا اختیار ہے؟

جناب سپیکر: جی، T.M.A کو کتنے کنال کی ہاؤسنگ سوسائٹی منظور کرنے کا اختیار ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا): جناب سپیکر! T.M.A کو 160 کنال رقبہ پر کالونی بنانے کا اختیار ہے۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! شکریہ

جناب سپیکر: جی، اگلے سوال پر آئیں۔

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 1650 ہے۔ جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

لاہور، پی پی۔145 میں غیر قانونی کالونیاں اور ہاؤسنگ سکیموں کی تفصیلات

*1650: جناب محمد نوید انجم: کیا وزیر ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) پی پی۔145 لاہور میں کتنی اور کون کون سی کالونیاں اور ہاؤسنگ سکیمیں ہیں جو ایل ڈی اے کی بغیر منظوری اور این او سی کے قائم ہوئی ہیں، ان کے نام، رقبہ اور جگہ کی تفصیل بتائیں اور ان کے ڈویلپر کے نام اور پتاجات بھی بتائیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ ان کالونیوں / ہاؤسنگ سکیموں کے ڈویلپر نے ان آبادیوں میں واٹر سپلائی، سیوریج، بجلی اور سوئی گیس کی سہولیات نہ پہنچائی ہیں؟

(ج) کیا ایل ڈی اے ان کالونیوں / ہاؤسنگ سکیمز کو اپنی تحویل میں لینے اور ان میں واٹر سپلائی، سیوریج، بجلی اور سوئی گیس فراہم کرنے اور غیر قانونی / بغیر این او سی کالونیاں / ہاؤسنگ سکیمیں بنانے والے مالکان کے خلاف قانونی کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا):

(الف) پی پی۔145 لاہور کا حلقہ ایل ڈی اے کا کنٹرولڈ ایریا نہ ہے بلکہ T.M.A واہگہ ٹاؤن (سابقہ عزیز بھٹی ٹاؤن) کے کنٹرول میں ہے جہاں کسی قسم کے پاس کرنے کا اختیار واہگہ ٹاؤن کے پاس ہے۔ پی پی۔145 کا علاقہ 2005 تک عزیز بھٹی ٹاؤن جو کہ اب واہگہ ٹاؤن بن گیا ہے کے زیر اثر رہا۔ 2005 میں پہلی دفعہ حکومت پنجاب نے پرائیویٹ سائٹ ڈویلپمنٹ سکیمز ریگولیشن (رولز) نافذ کئے جس کے مطابق علاقہ پی پی۔145 کا کنٹرول سکیموں کی حد تک ایل ڈی اے کے اختیار میں دے دیا گیا جس پر محکمہ ایل ڈی اے نے T.M.A عزیز بھٹی ٹاؤن (واہگہ ٹاؤن) کو 2005 میں لیٹر لکھا کہ وہ اب تک اپنے زیر اثر علاقہ میں بنائی گئی قانونی اور غیر قانونی ہاؤسنگ سکیمز کے متعلق معلومات فراہم کرے جس کے جواب میں متعلقہ T.M.A نے ایک عدد لسٹ جاری کی جو کہ ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ محکمہ ایل ڈی اے نے 2005 کے بعد مارچ 2010 تک کوئی مزید غیر قانونی سکیم نہ بننے دی۔ اس علاقہ کا اختیار سنبھالنے کے بعد محکمہ ایل ڈی اے نے عوام الناس کی اطلاع کے لئے ان غیر قانونی سکیموں کے بارے میں اخبار میں دیا تاکہ لوگ اس میں پلاٹوں کی خرید و فروخت نہ کریں۔ حکومت پنجاب نے مارچ 2010

میں ایک نیا قانون پنجاب پرائیویٹ ہاؤسنگ سکیمز اینڈ لینڈ سب ڈویژن 2010 نافذ کیا جس کے تحت پی پی۔145 کا علاقہ دوبارہ TMA کے کنٹرولڈ ایریا میں آگیا ہے اور ایل ڈی اے کا یہاں اب کوئی اختیار نہ ہے۔

(ب) چونکہ پی پی۔145 لاہور میں قائم ہونے والی کالونیوں اور ہاؤسنگ سکیمیں ایل ڈی اے کے زیر کنٹرولڈ نہ ہے بلکہ TMA واہگہ ٹاؤن کے کنٹرولڈ میں ہے تاہم یہ سکیمیں ایل ڈی اے سے باقاعدہ منظوری فنڈز کی دستیابی پر واٹر سپلائی اور سیوریج کی سہولت مہیا کی جاسکتی ہے۔

(ج) اس کا جواب جز(ب) میں واضح کر دیا گیا ہے۔

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! اس کے جز(الف) میں کہتے ہیں کہ پی پی۔147 میں چھ کالونیاں ہیں اور جو لسٹ انہوں نے مجھے دی ہے اس میں پہلی کالونی کی تفصیل میں لکھتے ہیں کہ نیو شالیمار ہاؤسنگ سکیم 700 کنال پر مشتمل ہے، مہر فیاض کالونی 900 کنال پر مشتمل ہے۔ عامر ٹاؤن 600 کنال پر مشتمل ہے، کینال بنک 1000 کنال پر مشتمل ہے، کینال پوائنٹ 200 کنال پر مشتمل ہے اور معیز ٹاؤن 165 کنال پر مشتمل ہے۔

جناب سپیکر! TMA کو تو 160 کنال کے نیچے کی ہاؤسنگ کالونیوں کو منظور کرنے کا اختیار ہے اور 160 کنال سے اوپر کی ہاؤسنگ کالونیاں تو L.D.A نے منظور کرنی ہیں۔ میاں صاحب بار بار ہر مجلس میں پڑھتے ہیں کہ:

ظلم بچے جن رہا ہے کوچہ بازار

جناب سپیکر! میرے علاقے کے لوگ کب تک اس انتظامیہ کے ہاتھوں پھنستے رہیں گے۔ LDA والے کہتے ہیں کہ یہ ہم نے نہیں approve کی، T.M.A نے کرنی ہے۔ ساری کالونیاں دو، دو سو کنال سے زیادہ بڑی ہیں۔ پارلیمانی سیکرٹری نے جو جواب دیا ہے کہ یہ T.M.A کے اختیار میں نہیں ہے۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا یہ درست ہے کہ یہ ساری کالونیاں ایل ڈی اے نے take up کرنی تھیں اور ان کے by laws کے تحت تعمیر ہونی تھیں، ان کے by laws کے تحت سیوریج، واٹر سپلائی، گیس، بجلی اور روڈ مہیا کئے جانے تھے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا): جناب سپیکر! میرے محترم بھائی نے نشاندہی کی ہے کہ چھ عدد کالونیاں ٹاؤن سے منظور شدہ نہ ہیں اور ان کی فہرست ہم نے اخبارات میں بھی دی ہے۔ جب یہ اختیار L.D.A کے پاس 2005 کے rules کے بعد

آیا تو TMA سے اس کی وضاحت لی گئی تھی کہ آپ کے حلقہ میں کون کون سی کالونیاں ہیں جو غیر قانونی تعمیر ہوئی ہیں۔اس وقت کی یہ چھ عدد کالونیوں کے خلاف اخبارات میں اشتہارات بھی دیئے گئے اور revenue officer کو بھی لکھا گیا تھا کہ ان کی منتقلی جائیداد نہ کریں۔ان کے خلاف چالان بھی مرتب کئے گئے۔

جناب سپیکر: جی، جناب محمد نوید انجم!

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! آپ جواب سے مطمئن ہیں؟

جناب سپیکر: مطمئن تو آپ نے ہونا ہے۔

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! اس لئے میں نے کہا تھا کہ دونوں سوالوں کو اکٹھا کر لیا جائے۔

جناب سپیکر: انہوں نے بات بتادی ہے، وہ آپ نے سن لی ہے اور ہم نے بھی سن لی ہے۔

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! انہوں نے پہلے جواب میں یہ کہا تھا کہ مہر فیاض کالونی L.D.A کی حدود میں واقع نہ ہے۔

جناب سپیکر: جی،

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ جو کالونی 160 کنال کے اوپر جائے گی تو اس کو ایل ڈی اے take up کرے گا۔ یہ ساری چھ کالونیاں جو انہوں نے لکھ کر دی ہیں، ویسے میرے حلقہ میں 22 سے 24 پرائیویٹ کالونیاں ہیں میں کچھ اور کے نام پڑھ دیتا ہوں۔ انہوں نے جواب بھی غلط دیا ہے، ان کے محکمہ کے جن آفیسروں نے جواب دیا ہے یہ بالکل غلط ہے۔ مجھے آٹھ دس کالونیوں کے نام بیٹھے بیٹھے یاد آئے ہیں کہ میرے حلقہ میں تو احمد ٹاؤن، افضال پارک، گلشن پارک، حبیب پارک، اکبر پارک، شاہ دین پارک، تاج محل پارک اور بسم اللہ پارک بھی ہیں یہ ساری پرائیویٹ کالونیاں ہیں۔

جناب سپیکر! جب تک محکمے اپنی اپنی ذمہ داری ادا نہیں کریں گے تو پبلک کو ریلیف نہیں ملے گا۔ جس کا جہاں دل چاہتا ہے دس یا پانچ ایکڑ جگہ لیتا ہے، ان کے پلاٹ بناتا ہے اور اسے بیچنا شروع کر دیتا ہے۔ یہ لوگوں کی ساری زندگی کی جمع پونجی ہوتی ہے جس سے وہ دو مرلے یا تین مرلے یا پانچ مرلے کی جگہ خریدتے ہیں پھر ساری زندگی اپنی accessories کو گیس، بجلی کے میٹر، واٹر سپلائی کی لائن کے لئے استعمال کرتے ہوئے بوڑھے ہو جاتے ہیں انہیں یہ ساری آٹھ دس چیزیں ایک پاکستانی شہری ہونے

کے ناتے نہیں ملتی ہیں۔TMA کہتا ہے کہ میرا کام نہیں ہے اور LDA کہتا ہے کہ یہ میرا کام نہیں ہے تو ہمیں بتایا جائے کہ ہم ان جگہوں کے رہائشیوں کی حق تلفی کس کے ہاتھ میں ڈھونڈیں؟

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی!

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا): جناب سپیکر! 26۔جنوری2005 کو پرائیویٹ ہاؤسنگ سکیم rules نافذ العمل کئے اور اس طرح محکمہ LDA کو پورے ضلع لاہور میں پرائیویٹ سکیموں کی منظوری کا اختیار دیا گیا ہے۔ اس طرح حلقہ پی پی۔145 کا کنٹرول بھی LDA کے پاس آگیا۔ محکمہ LDA نے مذکورہ بالا حلقہ کا کنٹرول سنبھالنے کے بعد عزیز بھٹی ٹاؤن اور واہگہ ٹاؤن کو لیٹر لکھا کہ اب تک اپنے زیر اثر علاقے میں بنائی گئی قانونی اور غیر قانونی ہاؤسنگ سکیموں کے بارے میں معلومات فراہم کریں جس پر متعلقہ TMA نے 2005 میں بنی ہوئی سکیموں کی ایک لسٹ جو چھ عدد ہے وہ بھجوائی۔ اس پر LDA نے اخبارات میں بھی اشتہارات دیئے اور لوگوں سے اشتہارات میں یہ کہا گیا کہ اگر آپ نے یہاں کوئی خرید و فروخت کرنی ہے تو پہلے ایل ڈی اے سے معلومات لیں۔ 2010 میں یہ rules دوبارہ جب change ہوئے تو دوبارہ اختیارات ایل ڈی اے کے پاس چلے گئے۔

جناب سپیکر: جی، جناب محمد نوید انجم!

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! یہ پبلک کا matter ہے، کسی کو پانی میسر نہیں آ رہا کیونکہ ہمارے پاس پیسے نہیں ہیں۔ قانون یہ کہتا ہے کہ جب ایک کالونی بنے گی تو اس کا پانچ سے دس فیصد جو رقبہ ہے ان علاقوں کی ڈویلپمنٹ کے لئے فروخت کر کے خرچ کیا جائے گا۔ کیا وہ پانچ سے دس فیصد رقبہ TMA یا LDA نے acquire کیا، اس کے پیسے LDA نے سڑکوں پر یا واسا نے سیوریج اور واٹر سپلائی پر خرچ کئے یا بجلی کے میٹر لگانے کے لئے یا گیس کی لائنیں بچھانے کے لئے خرچ ہوئے؟ یہ خرچ نہیں ہوئے۔ میری استدعا ہے کہ یہ چھ colonies تو انہوں نے اس میں admit کی ہیں۔ میری گزارش یہ ہے کہ ابھی کمشنر صاحب کو آرڈر پاس کیا جائے کہ جتنی بھی private colonies جو TMA سے registered نہیں ہیں یا LDA سے پاس نہیں ہیں ان کی رجسٹریاں فی الفور بند کی جائیں، پبلک کو تنگ نہ کیا جائے اور جب تک یہ گورنمنٹ کے dues جمع نہ کرائیں ان کی sale deeds نہیں کھلنی چاہئیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: جی، بات سُنا کریں، تالیاں بجانے سے کچھ نہیں ہوتا۔ آپ پہلے بات سُنا کریں پھر اس کا جواب سُنا کریں اور اس کے بعد decision لیا کریں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا): جناب سپیکر! پہلے ہی محکمہ ریوینیو کو لکھا گیا ہے کہ ان کے انتقالات اور رجسٹری وغیرہ نہ کریں۔ اب دوبارہ کمشنر صاحب کو سیکرٹری صاحب سے letter لکھواتے ہیں کہ غیر قانونی سکیمیں بند کی جائیں۔

جناب سپیکر: نہیں، آپ آج ہی یہ letter لکھیں اور کل آپ کو ہاؤس کو بتانا پڑے گا کہ ہم نے یہ Letter number so and so لکھ دیا ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا): جناب سپیکر! ان کالونیوں پر رجسٹری نہیں ہوگی، یہ پہلے بھی rule میں شامل ہے اور انشاء اللہ letter بھی لکھ دیں گے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں ایک ضمنی سوال کرنا چاہتی ہوں۔

لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) محمد شبیر اعوان: جناب سپیکر! نوید انجم صاحب نے جو مسئلہ اُٹھایا ہے یہ صرف ان کی constituency کے pertaining نہیں ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ پورے پنجاب میں starting from Attock to Sadiqabad یہ scandals عام ہیں اور housing societies لوگوں کو لوٹ رہی ہیں۔ کسی سے pension لے کر اس کا پورا پیسا ڈبو دیا ہے، کسی کے ساتھ کچھ کیا ہے۔ آپ کی Chair کے توسط سے میں Chief Minister سے یہ درخواست کروں گا کہ اس کی legislation کریں یا کوئی high powered committee بنائیں جو اس کو streamline کرے اور لوگوں کی اس سے جان بچائے۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! اس کے لئے قانون پہلے ہی موجود ہے۔ Colonies کے لئے بھی، TMA کے لئے بھی LDA کے لئے بھی اور Commissioner کو بھی پہلے سے اختیار موجود ہے۔ اسے بس حرکت میں لائیں اور ان سب سے recovery کریں۔

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! میرا ایک چھوٹا سا ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: سوال سے تو اب ہم آگے چلے گئے ہیں۔

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! یہ بڑا اہم point ہے، میں ایک منٹ لوں گا۔

جناب سپیکر: جی، رانا محمد افضل خان!

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! انہوں نے جز(الف) میں کہا ہے کہ "پی پی۔145 کے علاقہ 2005 تک عزیز بھٹی ٹاؤن جو کہ اب واہگہ ٹاؤن بن گیا ہے۔" عزیز بھٹی قوم کے ہیرو ہیں ان کو نشانِ حیدر ملا ہوا ہے۔ موصوف بتائیں کہ اس ٹاؤن کا نام واہگہ ٹاؤن کیوں رکھا گیا؟ واہگہ کون تھا جس کے لئے عزیز بھٹی کا نام بدل کر واہگہ ٹاؤن رکھ دیا ہے یہ بڑی زیادتی ہے، وہ قوم کے ہیرو ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: نہیں، وہ بدلا نہیں ہے۔ عزیز بھٹی لکھا ہے پھر bracket within واہگہ ٹاؤن لکھا ہوا ہے وہ اس کا پہلا نام ہوگا۔

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! میں اس کا جواب دے دوں؟

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! وہی جواب دے دیں۔

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! منسٹر صاحب کو شاید پتا نہیں ہوگا میں بتا دیتا ہوں کہ جب پچھلی دفعہ 6 towns سے لاہور کے 9 towns بنائے گئے تو واہگہ ٹاؤن شالیمار ٹاؤن سے نکلا ہے۔

جناب سپیکر: اس میں کافی ٹاؤن آتے ہیں۔

جناب محمد نوید انجم: جی، عزیز بھٹی ٹاؤن پہلے ہی exist کرتا تھا وہ تھوڑا سا پھیلا ہے، کم نہیں ہوا۔ عزیز بھٹی ٹاؤن اپنی جگہ پر ہی exist کرتا ہے اور واہگہ ٹاؤن شالیمار ٹاؤن سے نکلا ہے۔

جناب سپیکر: جی، اگلا سوال جناب وسیم قادر صاحب کا ہے۔

محترمہ سیمل کامران: میرا بھی ایک ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی نہیں، ہم اس سے آگے جا چکے ہیں۔

حاجی ذوالفقار علی: جناب سپیکر! میرا ایک ضمنی سوال ہے۔

MR SPEAKER: No, I am sorry gentleman.

جناب وسیم قادر: جناب سپیکر! سوال نمبر 2031 ہے اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ڈرینج وسیوریج کے شعبہ جات کی تفصیلات

*2031: جناب وسیم قادر: کیاوزیر ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ڈرین صفائی کرنے والے اور سیوریج صفائی کرنے والے دونوں علیٰحدہ علیٰحدہ شعبے ہیں اور ان کے مین دفتر کہاں کہاں ہیں؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ جب سیوریج بند ہو چکا ہے تو سیوریج کھولنے والے ڈرین کھولنے والوں پر الزام لگاتے ہیں اور جب ڈرین والوں کو کہا جاتا ہے تو وہ سیوریج کھولنے والوں پر ذمہ داری ڈال دیتے ہیں وضاحت کی جائے؟

(ج) کیا یہ درست ہے کہ لاہور میں سیوریج اور ڈرین صاف کرنے کے لئے عملہ اور جدید مشینری ہونے کے باوجود لاہور میں سیوریج کا نظام جوں کا توں ہے اور سب سے زیادہ شکایات سیوریج کی ہیں؟

(د) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت ان افسران اور ملازمین کے خلاف کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے جو اپنی ذمہ داری قبول نہیں کرتے اور ایک دوسرے پر الزام تراشی کرتے ہیں، کیا حکومت مذکورہ مسئلے کے حل کے لئے اقدامات اٹھانے کا ارادہ رکھتی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا):

(الف) یہ درست ہے۔واسا لاہور میں ڈرین صفائی کرنے والے اور سیوریج صفائی کرنے والے دونوں علیٰحدہ علیٰحدہ شعبے ہیں اور ان کے مین دفاتر کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) یہ درست نہ ہے۔ سیوریج/ڈرینج کے متعلقہ شکایات کو رفع کرنے کے لئے واسا کا سیوریج/ڈرینج سٹاف اپنی اپنی ذمہ داریاں احسن طریقہ سے ادا کر رہا ہے۔سیوریج کے متعلقہ شکایت آنے پر سیوریج سٹاف کارروائی کرتا ہے جبکہ ڈرینج کے متعلقہ شکایت کو ڈرینج کا عملہ رفع کرتا ہے۔واسا میں صارف کی شکایت ٹیلی فون پر ہو یا صارف بذات خود واسا کے دفتر میں درج کروائے اس کو رجسٹر میں درج کیا جاتا ہے اور شکایت کنندہ کو کمپلینٹ نمبر دیا جاتا ہے پھر اس شکایت کو کمپلینٹ بک پر درج کر کے کمپلینٹ سلپ متعلقہ سٹاف کے حوالے کی جاتی ہے جو کہ موقع پر جا کر شکایت رفع کرتا ہے۔واسا نے ہر قسم کی شکایات کے اندراج کے

لئے ایک مرکزی شکایات سیل قائم کیا ہوا ہے جس پر ٹول فری فون نمبر 1334 پر چار لائنیں چوبیس گھنٹے کام کرتی ہیں۔ علاوہ ازیں ایک مربوط پروگرام کے تحت سیور اور نالوں کی صفائی(desilting) کا عمل سارا سال جاری رکھا جاتا ہے۔

(ج) یہ درست نہ ہے۔واسا کا عملہ موجودہ وسائل کے اندر رہ کر اپنی بہترین استطاعت کے مطابق فرائض سرانجام دے رہا ہے اور ایک مربوط پروگرام کے تحت سیور اور نالوں کی صفائی (desilting) سارا سال جاری رکھی جاتی ہے۔واسا کا سیوریج کا نظام 24 گھنٹے کام کرتا ہے اور کوئی شکایت آنے پر واسا کا عملہ فوری کارروائی کرتا ہے۔اگر سیوریج بندش عام طریقہ سے (manually) دور نہ کی جا سکے تو اس کو جدید مشینری کی مدد سے دور کیا جاتا ہے۔سیوریج کے بند ہونے کی بڑی وجہ صارف کی طرف سے سیور کا استعمال صحیح طور پر نہ کرنا ہے۔عام طور پر دیکھنے میں آیا ہے کہ لوگ گھروں کی فالتو چیزیں، کوڑا کرکٹ اور سالڈ ویسٹ عموماً سیور میں پھینک دیتے ہیں یا پانی کے نکاس کی جالیوں کے ارد گرد پھینک دیتے ہیں جس کی وجہ سے سیور میں پانی کے بہاؤ کا راستہ رک جاتا ہے جس کو واسا کا عملہ بعض دفعہ جدید مشینری کی مدد سے دور کرتا ہے۔واسا پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کی مدد سے وقتاً فوقتاً عوام کی آگاہی کی مہم چلاتا رہتا ہے اور ان سے تعاون کی درخواست بھی کرتا ہے کہ سیور اور ڈرین کا استعمال صرف اس کے مقاصد کے لئے ہی کیا جائے اور اس کو ڈسٹ بن کے طور پر استعمال نہ کیا جائے۔

(د) سیوریج / ڈرینج کے متعلقہ شکایات کو رفع کرنے کے لئے واسا کا سیوریج / ڈرینج سٹاف خوش اسلوبی کے ساتھ اپنے فرائض سرانجام دے رہا ہے کسی قسم کی کوتاہی کی صورت میں متعلقہ سٹاف کے خلاف کارروائی کی جاتی ہے۔

جناب سپیکر: جی، کوئی ضمنی سوال؟

جناب وسیم قادر: یہ سوال چونکہ میں نے 2008 میں دیا تھا تو اس کا جواب بڑی تفصیل سے آیا ہے اور یہ ٹھیک بھی ہے اس کے لئے department کی appreciation ہے۔ I am satisfied. Thank you very much.

جناب سپیکر: ٹھیک ہے، آپ کا شکریہ۔ اگلا سوال بھی آپ کا ہے۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! میں ایک ضمنی سوال کرنا چاہتی ہوں۔

جناب سپیکر: آپ خود محنت کیا کریں ناں، جنہوں نے لکھا ہے، جنہوں نے اپنا ٹائم لگایا ہے ان کو آپ بولنے نہیں دیتیں اور ضمنی سوال شروع کر دیتی ہیں۔ جن کا کام ہے ان کو کرنے دیں۔ جی، وسیم قادر صاحب!

جناب وسیم قادر: جناب سپیکر! سوال نمبر 2032 ہے۔ اس سوال کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

لاہور محمود بوٹی ڈرین کی صفائی

*2032: **جناب وسیم قادر:** کیا وزیر ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) محمود بوٹی ڈرین جو اللہ توکل روڈ سے ہوتی ہوئی شاہ پورہ یو سی۔37 سے گزرتی اور محمود بوٹی پر ختم ہوتی ہے، اس کی صفائی سال میں کتنی دفعہ ہوتی ہے یکم جنوری 2008 سے آج تک کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ ڈرین پانی کے حساب سے چھوٹی ہے جس کی وجہ سے بارشوں کے موسم کے علاوہ بھی ڈرین پانی سے بھر جاتی ہے جس سے نشیبی علاقوں کا سیوریج اکثر بند رہتا ہے اور گلیوں، بازاروں میں گندا پانی چلتا رہتا ہے؟

(ج) کیا حکومت محمود بوٹی والی ڈرین کو صاف کرنے اور اس کو بڑی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر رکھتی ہے تو کب تک؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا):

(الف) مذکورہ ڈرین کی صفائی ضرورت کے مطابق کی جاتی ہے-سال 2008 کے آواخر میں بھی اس ڈرین کی صفائی (desilting) کی گئی جبکہ سال 2009 میں اس ڈرین کے اوپر سے پرانی سلیب (slab) کو مکمل طور پر توڑ کر اس کی صفائی عمل میں لائی گئی-سال 2010 میں بھی اس ڈرین کی صفائی کی گئی ہے-ڈرین کی صفائی کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے-

(ب) جب سے ڈرین کی پرانی سلیب توڑ کر مکمل صفائی کے بعد نئی سلیب ڈالی گئی ہے، اس ڈرین کی گہرائی زیادہ ہو گئی ہے اور پانی کے حساب سے مناسب ہے-اب ڈرین کے بھرنے کی وجہ سے نشیبی علاقوں میں سیور بندش اور گلیوں بازاروں میں پانی کھڑا ہونے کی شکایت نہ ہے-

(ج) مذکورہ ڈرین کو محکمہ نے بڑا کر دیا ہے جبکہ صفائی ضرورت کے مطابق عمل میں لائی جاتی رہے گی۔

جناب سپیکر: جی، کوئی ضمنی سوال؟

جناب وسیم قادر: جناب سپیکر! میں محکمے کے جواب سے مطمئن ہوں اور واقعی انہوں نے دو سال میں اس علاقے کے لئے کافی کام کیا ہے۔

جناب سپیکر: محترمہ! اب آپ کا کوئی ضمنی سوال ہے تو کریں۔ اسی سے متعلقہ ہونا چاہئے، غیر متعلقہ ہوگا تو آپ کو اجازت نہیں ہوگی۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: شکریہ۔ جناب سپیکر! اسی سے متعلقہ ہے۔

جناب سپیکر: سوال نمبر 2032 سے متعلقہ پوچھیں۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جی، جناب سپیکر! یہ سوال drainage سے متعلقہ ہے۔ اسی کے متعلق میں یہ پوچھنا چاہ رہی ہوں کہ اس میں ان کے محکمے کو بہت زیادہ مسائل پیش آتے ہیں تو ان کو رفع کرنے کے لئے کیا کیا اقدامات کئے جاتے ہیں، جیسے ایران میں ایک خاص طریقہ ہے کہ جہاں پر گندا پانی drainage کے لئے جا رہا ہوتا ہے اس میں flow کے ساتھ pressure کے ساتھ صاف پانی جگہ جگہ پر شامل کر دیتے ہیں تو وہ سارا پانی صاف رہتا ہے تو کیا حکومت ان جگہوں پر اس طرح کے اقدامات کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

جناب سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب! ان کی بات سُنیں اور جواب دیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا): جناب سپیکر! یہ fresh question بنتا ہے۔ یہ سوال دیں تو انشاء اللہ جواب آ جائے گا۔

جناب سپیکر: جی، اب اگلا سوال محترمہ آمنہ اُلفت صاحبہ کا ہے۔

سیدہ ماجدہ زیدی: جناب سپیکر! .On her behalf (معزز ممبر نے محترمہ آمنہ اُلفت کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا۔)

جناب سپیکر: جی، سوال نمبر بولئے۔

سیدہ ماجدہ زیدی: جناب سپیکر! سوال نمبر 2227 ہے۔ اس کو پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ٹاؤن شپ لاہور میں تجاوزات کے خلاف آپریشن

*2227: محترمہ آمنہ الفت: کیا وزیر ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ٹاؤن شپ میں جناب وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف کے پچھلے دور میں ناجائز تجاوزات کے خلاف آپریشن ہوا تھا؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ اب دوبارہ ٹاؤن شپ مارکیٹ اور اس کے ارد گرد کے بلاک 3،4،8،7،6،12،11،15، سیکٹر بی ون میں ناجائز تجاوزات کی بھرمار ہو گئی ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ بلاک نمبر 3،18،12 سیکٹر بی ون میں گھروں کے باہر چار دیواری اور کھوکھے رکھے ہوئے ہیں؟

(د) کیا محکمہ ان ناجائز تجاوزات کے خلاف کوئی آپریشن کرنے بالخصوص بلاک نمبر 3،4،7،8،6 سیکٹر بی ون کا ارادہ رکھتی ہے، اگر ہاں تو کب تک اور اگر نہیں تو وجوہات بتائی جائیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا):

(الف) جناب وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف صاحب کے سابقا دور میں سال 98-1997 میں ٹاؤن شپ کے ایریا میں اسسٹنٹ کمشنر ماڈل ٹاؤن کی سربراہی میں آپریشن کلین اپ کیا گیا تھا اور تجاوزات وغیرہ مکمل طور پر ہٹا دی گئی تھیں۔

(ب) بلاک نمبر 3،4،6،7،8،11،12،15 سیکٹر BI میں جو ناجائز تجاوزات بنی ہوئی تھیں ان کو گاہے بگاہے انفورسمنٹ ڈائریکٹوریٹ ایل ڈی اے اسٹیٹ برانچ کے ساتھ مل کر گرا دی گئی تھیں جن رہائشیوں نے تجاوزات دوبارہ بنالی ہیں ان کو مسمار کرنے کے لئے دفتر ہذا نے ہفتہ وار آپریشن کلین اپ کا اہتمام کیا ہوا ہے اور ان ناجائز تجاوزات کو بھی ختم کر دیا جائے گا۔

(ج) ان بلاکوں میں جو چار دیواریاں گھروں کے باہر بنی ہوئی تھیں ان کو دفتر ہذا نے مختلف آپریشن کلین اپ میں مسمار کیا مگر کچھ لوگوں نے دوبارہ بنالی ہیں ان کو زبانی طور پر منع کر دیا گیا ہے اور آئندہ آپریشن کلین اپ میں شامل کر لیا گیا ہے۔ جہاں تک کھوکھوں کا تعلق ہے متعلقہ سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ ہے۔

(د) ان بلاکوں میں بھی وقتاً فوقتاً دفتر ہذا کی اسٹیٹ برانچ بعد ازاں انفورسمنٹ ڈائریکٹوریٹ کے عملہ کے تعاون سے آپریشن کلین اپ کیا ہے۔مزید برآں ان بلاکوں کو بھی (3،4،8،7،6،6) ناجائز تجاوزات ہٹانے کے لئے ہفتہ وار آپریشن کلین اپ میں شامل کر دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: جی، کوئی ضمنی سوال؟

سیدہ ماجدہ زیدی: جناب سپیکر! یہ سوال 2008 میں آیا ہے۔اس میں ہم نے پوچھا تھا کہ "کیا 98-1997 میں ٹاؤن شپ میں موجود ناجائز تجاوزات کو گرا دیا گیا ہے۔"اس کا جواب 2011 میں آیا ہے تو میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ یہ تجاوزات کب گرائی گئیں اور اس وقت ان کا کیا status ہے؟

جناب سپیکر: اس کو کیا کیا جائے؟

سیدہ ماجدہ زیدی: جناب سپیکر! اس کا current status بتایا جائے کہ یہ تجاوزات کب گرائی گئیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا): ٹاؤن شپ ہاؤسنگ سکیم کا چارج محکمہ Housing and Planning سے محکمہ L.D.A نے لیا تھا اس وقت ٹاؤن شپ کے سیکٹر B-1 کے بلاک نمبران 3,4,6,7,8,11,12 میں ناجائز تجاوزات کی بھرمار تھی۔ محکمہ L.D.A نے اپنے ذریعے تمام ناجائز تجاوزات کو ختم کر دیا تھا اور اب بھی ہفتہ وار پروگرام بنایا گیا ہے۔ ہر بدھ والے دِن جہاں بھی ناجائز تجاوزات ہوتی ہیں ان کو ختم کر دیا جاتا ہے۔ 19.01.2011 کو دوبارہ اس کا پروگرام ہے۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ ماجدہ زیدی صاحبہ!

سیدہ ماجدہ زیدی: جناب سپیکر! میری اطلاع کے مطابق تو وہاں پر تجاوزات اسی طرح ہیں اور لوگوں نے green belt پر اپنے گھر بنائے ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر: آپ نے خود inspect کیا ہے؟

سیدہ ماجدہ زیدی: جی، میں نے دیکھا ہے۔ وہاں میرا آنا جانا رہتا ہے۔ میں ایسے ہی بات نہیں کر رہی ہوں۔ میں نے اسی لئے یہ سوال کیا ہے لہذا بتایا جائے کہ یہ جو ہفتہ وار clean up کرتے ہیں اس کے مطابق تو وہاں پر کچھ نہیں بچنا چاہئے لیکن ابھی بھی وہاں پر ناجائز تجاوزات موجود ہیں، آپ بے شک خود پارلیمانی سیکرٹری کے ساتھ visit کریں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا): جناب سپیکر! محترمہ کی اطلاع غلط ہے۔ ہفتہ وار ناجائز تجاوزات کی چار دیواری ختم کرنے کے لئے ہر بدھ والے دِن آپریشن کیا جاتا ہے اور اس وقت وہاں کوئی تجاوزات نہیں ہیں اور اگر ہیں تو کل 19.01.2011 کو پھر اس کا پروگرام ہے تو انشاء اللہ گرا دیں گے۔

سیدہ ماجدہ زیدی: چلیں! اگر ہے تو کل آپ گرا دیں مگر آپ یہ مت کہیں کہ محترمہ کی اطلاع غلط ہے ورنہ سپیکر صاحب سے اجازت لے کر میں آپ کو ابھی وہاں لے کر نہ چلی جاؤں اور تحریک استحقاق بھی جمع کرا دوں۔ آپ اس کو مانیں کہ یہ تجاوزات وہاں پر ہیں اور ہم کل ان کو گرا دیں گے۔ یہ بات ٹھیک رہے گی۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا): جناب سپیکر! میں محترمہ کی تسلی کے لئے ان کے ساتھ جانے کو تیار ہوں۔

جناب سپیکر: چلیں، ٹھیک ہے۔

محترمہ خدیجہ عمر: میں ایک ضمنی سوال کرنا چاہتی ہوں۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ خدیجہ عمر صاحبہ!

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! انہوں نے جز (ب) کے جواب میں کہا ہے کہ ان ناجائز تجاوزات کو بھی ختم کر دیا جائے گا۔ یہ سوال 09-2008 میں آیا تھا اور اب 2011 ہے۔ میری گزارش ہے کہ ان سے پوچھیں کہ اڑھائی تین سال گزر گئے ان کو کب ختم کیا جائے گا، انہوں نے اب تک اس کے لئے جو کام کیا ہے اس کے بارے میں بھی ہاؤس کو بتا دیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا): جناب سپیکر! یہ چار دیواری LDA کی حدود میں آتی ہے۔ ہفتہ وار آپریشن کر کے اس کو ختم کر دیا جاتا ہے اور جو کوئی کھوکھے، ریڑھی وغیرہ ہیں وہ TMA کے اندر آتے ہیں ان تجاوزات کو TMA نے ختم کرنا ہوتا ہے۔ جو چار دیواری بنی ہو وہ LDA نے ختم کرنی ہوتی ہے اسے ہفتہ وار پروگرام بنا کر ختم کر دیا جاتا ہے۔ کل پھر آپریشن ہے جو بھی ہو گی اس کو ختم کر دیا جائے گا۔ (شور وغل)

MR SPEAKER: Order please. No cross talk.

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں پارلیمانی سیکرٹری موصوف سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ جز(ج) کے جواب میں انہوں نے فرمایا ہے کہ انہوں نے clean up operation کیا جو یہ بدھ کے بدھ کرتے ہیں مگر کچھ لوگوں نے ان کے حکم کو disobey کر کے دوبارہ وہ تجاوزات قائم کر لیں اور ان کے محکمے نے ان کو زبانی کہا تو کیا hon'able Parliamentary Secretary یہ سمجھتے ہیں کہ جن لوگوں نے ایک دفعہ demolish کرنے کے باوجود دوبارہ تجاوزات قائم کر لی ہیں تو زبانی بات ان کے لئے sufficient ہو گی؟ ٹاؤن شپ کوئی بہت بڑا ضلع نہیں ہے، یہ چھوٹی سی رہائشی آبادی ہے، اس کے مختلف بلاک ہیں اور یہ میرے گھر کے بہت قریب ہے۔ یہ جس طرح ہر بدھ کے بدھ وہاں ناجائز تجاوزات demolish کرنے جاتے ہیں تو پھر تو وہاں پر اب تک کوئی بھی ایسی سڑک، کوئی اینٹ بھی نہیں بچنی چاہئے جس کو ناجائز کہا جا سکے۔ پھر یہ کس طرح کا clean up operation ہے کہ ہر بدھ کو یہ وہاں پر جاتے ہیں، اپنا عملہ بھی لے کر جاتے ہیں، مشینیں بھی لے کر جاتے ہیں لیکن لوگ پھر ناجائز تجاوزات بنا لیتے ہیں کیا ان کے محکمے کا ان پر کوئی رعب نہیں ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا): جناب سپیکر! جو لوگ ناجائز تجاوزات کرتے ہیں پہلے ان کو زبانی طور پر اور اخلاقی طور پر منع کیا جاتا ہے، اس کے باوجود بھی اگر وہ ان ناجائز تجاوزات کو ختم نہ کریں تو پھر ان کو نوٹس دیا جاتا ہے، چالان کیا جاتا ہے اور ہر بدھ والے دن وہاں پر کارروائی بھی کی جاتی ہے۔ اس کے باوجود بھی اگر کوئی شخص دوبارہ ناجائز تجاوزات بنا لے تو اس کو وہاں سے ہٹا دیا جاتا ہے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب والا! ان کے محکمے نے مسمار کیا اور لوگوں نے اس کو دوبارہ سے construct کر لیا اور انہوں نے صرف زبانی نوٹس دیا۔ معزز پارلیمانی سیکرٹری بتا دیں کہ قانون کی کس کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ زبانی نوٹس دیں اور زبانی منع کریں؟

جناب سپیکر: یہ اخلاقیات میں آتا ہے۔

محترمہ سیمل کامران: اخلاقیات میں آتا ہے مگر جب ایک بندہ آپ کو disobey کر رہا ہے تو پھر کون سی اخلاقیات اس کے لئے باقی بچی ہیں؟

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں، ہم نے ابھی آگے چلنا ہے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب والا! یہاں پر جائز کام کرنے والوں کے لئے اخلاقیات نہیں ہوتیں تو ناجائز کام کرنے والوں کے لئے اخلاقیات کہاں سے آ گئیں؟

جناب سپیکر: بس ٹھیک ہے، آپ تشریف رکھیں۔ اگلا سوال محترمہ آمنہ الفت صاحبہ کا ہے۔

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! On her behalf Question No.3515 جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔ (معزز ممبر نے آمنہ الفت کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا)

جناب سپیکر: اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

عامر روڈ شاد باغ لاہور میں سیوریج کے کام کی تکمیل

*3515: **محترمہ آمنہ الفت:** کیا وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حاجی پارک، عامر روڈ، شاد باغ لاہور میں محکمہ واسا اور رنگ روڈ والوں نے 12 سے 17 فٹ گہرے کھڈے کھود دیئے ہیں جو عرصہ دراز سے اسی حالت میں ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ ان کھڈوں میں گر کر کئی لوگ زخمی ہو گئے ہیں اور کئی معصوم بچوں کی جانوں کو خطرہ بھی ہے؟

(ج) اگر جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت حاجی پارک کے علاقہ میں ان کھڈوں کو جن مقاصد کے لئے کھودا گیا تھا انہیں مکمل کر کے لوگوں کی جانوں کو تحفظ دینے کا ارادہ رکھتی ہے نیز کیا حکومت تعمیراتی کام ادھورا چھوڑنے والے ٹھیکیداران اور افسران کے خلاف بھی کوئی کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک، نہیں تو اس کی وجوہات سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا):

(الف) رنگ روڈ کی تعمیر کے دوران سڑک کا لیول بلند ہو گیا اور واسا کے مین ہول گہرے ہو گئے جن کو اونچا کرنے کے لئے رنگ روڈ والوں نے کھدائی کی۔ تاہم واسا نے سیور کا نظام درست کر کے کھڈے بند کر دیئے ہیں اور اب وہاں کوئی کھڈا نہیں ہے۔

(ب) ہمارے علم کے مطابق ان کھڈوں میں گر کر کوئی آدمی زخمی نہیں ہوا اور کھڈے بھر جانے کے بعد اب کوئی خطرہ نہیں ہے۔

(ج) چونکہ کھڈے بھرے جا چکے ہیں اس لئے کوئی خطرہ نہیں ہے۔تعمیراتی کام محکمہ سی اینڈ ڈبلیو سے متعلقہ ہے تاہم واسا نے نظام کو درست کیا اور کھڈے بھر دیئے۔لہذا اس میں واسا کے افسران اور ٹھیکیداران کا کوئی قصور یا غلطی نہیں ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

محترمہ خدیجہ عمر: جناب والا! جز (ج) کے جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ "حکومت نے حاجی پارک کے علاقہ میں ان کھڈوں کو جن مقاصد کے لئے کھودا گیا تھا انہیں مکمل کر لیا ہے۔" میں ان سے یہ پوچھنا چاہ رہی تھی کہ انہوں نے اس کو کب مکمل کیا ہے؟

جناب سپیکر: جی، رِنگ روڈ کا معاملہ ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا): جناب سپیکر! رِنگ روڈ کی تعمیر کے دوران واسا کا سیوریج نظام خراب ہو گیا تھا، چھ عدد کھڈے تھے manhole گہرائی میں چلے گئے تھے، اس کا ٹینڈر روزنامہ "ایکسپریس" اخبار میں 15۔جون 2009 کو شائع ہوا اور اس منصوبے پر 2 لاکھ 49 ہزار 596 روپے رقم خرچ ہوئی اور اس کو مکمل کر دیا گیا ہے۔

محترمہ خدیجہ عمر: جناب والا! میں صرف یہ پوچھ رہی ہوں کہ کتنے عرصہ میں مکمل ہوا ہے؟

جناب سپیکر: وہ تاریخ پوچھ رہی ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا): جناب سپیکر! اس کام کا آغاز 24۔جون 2009 کو ہوا اور 20۔جولائی 2009 کو مکمل کر لیا گیا تھا۔

جناب سپیکر: مہربانی۔

محترمہ سیمل کامران: جناب والا! کیا یہ درست ہے کہ حاجی پارک، عامر روڈ، شاد باغ لاہور میں محکمہ واسا اور رِنگ روڈ والوں نے 12 سے 17 فٹ گہرے کھڈے کھود دیئے ہیں جو عرصہ دراز سے اسی حالت میں ہیں؟ پارلیمانی سیکرٹری صاحب میرے ساتھ چلیں، بہت سارے کھڈے ایسے ہیں جو ابھی بھی وہاں پر موجود ہیں although ان کی گہرائی تو نہیں ناپی جا سکتی وہ تو آپ کا محکمہ ہی ناپ سکتا ہے لیکن مہربانی فرما کر آپ اس area کا visit ضرور کر لیں۔ان کے محکمے نے جب یہ کھڈے کھودے اور ان کو refill کیا تو اس کے بعد انہوں نے سڑکوں کا یہ حال کیا ہے کہ وہ almost کھڈے کی شکل بن چکی ہیں۔ایک کام کو ٹھیک کرنے کے لئے دس کام خراب کر دیئے جاتے ہیں۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا): جناب سپیکر! جو چھ عدد کھڈے تھے وہ مکمل کر دیئے گئے ہیں اب دوبارہ میں خود جا کر check کر لیتا ہوں اگر وہاں پر کھڈے ہوئے تو انشاء اللہ اس مسئلے کو بھی حل کر لیا جائے گا۔

جناب سپیکر: شاباش۔ محترمہ نگہت ناصر شیخ صاحبہ!

محترمہ نگہت ناصر شیخ: سوال نمبر 3880 ہے اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

لاہور میں ڈسپوزل سٹیشنوں کو جنریٹر فراہم کرنے کی تفصیلات

*3880: **محترمہ نگہت ناصر شیخ:** کیا وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

لاہور میں مون سون کے موسم سال 2009 میں واسا نے چھوٹے بڑے ڈسپوزل سٹیشنوں کو کتنے جنریٹرز فراہم کئے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا):

لاہور میں مون سون کے موسم سال 2009 میں واسا نے چھوٹے و بڑے ڈسپوزل سٹیشنوں کو 70 عدد جنریٹر فراہم کئے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

محترمہ نگہت ناصر شیخ: اس میں میرا پہلا ضمنی سوال یہ ہے کہ جو جنریٹر خریدے گئے ہیں کیا اس میں PPRA rules کو follow کیا گیا تھا؟

جناب سپیکر: کون سے rules کو؟

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب والا! PPRA rules کی بات کر رہی ہوں، purchasing کے لئے جو rules ہیں ان کو follow کیا گیا تھا؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا): جناب والا! rules کو follow کیا گیا تھا اور میاں شہباز شریف صاحب کی special grant پر پنجاب

حکومت نے ان جنریٹروں کی خرید پر کل 554.28 ملین روپے کی لاگت سے 70 جنریٹر لاہور کو فراہم کئے تھے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب والا! اس وقت کتنے جنریٹر working position میں ہیں اور کتنے خراب ہو گئے ہیں اور جس کمپنی سے خریدے گئے تھے ان سے کوئی warranty لی گئی تھی؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا): جناب سپیکر! 70 کے 70 جنریٹر چالو حالت میں ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

محترمہ نگہت ناصر شیخ: 70 جنریٹر اگر چالو حالت میں ہیں تو پھر یہ کام کیوں نہیں کرتے؟۔۔۔

ڈاکٹر اسد معظم: جناب سپیکر! میں یہ گزارش کروں گا کہ۔۔۔

جناب سپیکر: جن کا سوال ہے پلیز! ان کو پوچھنے دیں، آپ کیا بار بار کھڑے ہو جاتے ہیں؟

ڈاکٹر اسد معظم: جناب والا! کھڑا ہونا منع تو نہیں ہے۔

جناب سپیکر: اس طرح وہ interrupt ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر اسد معظم: آپ کو میرے کھڑے ہونے پر اعتراض ہے؟

جناب سپیکر: آپ interruption نہ کریں۔

ڈاکٹر اسد معظم: جناب والا! آپ میری گزارش تو سنیں۔

جناب سپیکر: آپ کس طرح بول رہے ہیں؟

ڈاکٹر اسد معظم: جناب والا! آپ بھی آداب کو ملحوظ خاطر رکھیں۔

جناب سپیکر: جی، میں نے ملحوظ رکھا ہوا ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔

ڈاکٹر اسد معظم: جناب والا! تضحیک محسوس ہوتی ہے۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ مجھے بات سننے دیں۔ پلیز! ٹائم ضائع نہ کریں۔

ڈاکٹر اسد معظم: جناب والا! جیسے آپ بات کرتے ہیں اس سے تضحیک محسوس ہوتی ہے۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں، محترمہ! آپ فرمائیں!

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب والا! یہ جواب درست نہیں ہے کہ تمام جنریٹر بالکل ٹھیک ہیں۔ میں اس جواب سے مطمئن نہیں ہوں۔

جناب سپیکر: وہ تو کہہ رہے ہیں کہ سارے کے سارے ٹھیک حالت میں چل رہے ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا): جناب سپیکر! اگر محترمہ کو کسی جنریٹر کی خرابی کی شکایت ہے تو مجھے اطلاع دیں میں check کروا دیتا ہوں۔

جناب سپیکر: آپ کسی جنریٹر کی نشاندہی کریں۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: ٹھیک ہے، میں نشاندہی کر دیتی ہوں۔

جناب سپیکر: اگلا سوال بھی آپ ہی کا ہے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: سوال نمبر 3881 ہے اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

لاہور ڈسپوزل سٹیشنوں کی تعداد

*3881: محترمہ نگہت ناصر شیخ: کیا وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :-

لاہور میں واسا کے کل کتنے چھوٹے بڑے ڈسپوزل سٹیشن ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا):

اس وقت واسا میں 91 عدد چھوٹے بڑے ڈسپوزل سٹیشن ہیں۔

جناب سپیکر: جی، کوئی ضمنی سوال؟

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب والا! اس میں بھی میرا یہی سوال ہے کہ یہ جو اکیانوے Disposal Stations ہیں ان میں سے کتنے working position میں ہیں اور کتنے working position میں نہیں ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا): جناب سپیکر! اکیانوے Disposal Stations ہی چالو حالت میں ہیں، جن میں سے بارہ Disposal Stations بڑے ہیں اور اُناسی Disposal Stations چھوٹے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! میرا سوال تھا کہ اس میں سے کتنے کام کر رہے ہیں اور کتنے کام نہیں کر رہے؟

جناب سپیکر: وہ تو کہہ رہے ہیں کہ سارے کے سارے کام کر رہے ہیں۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب والا! یہ پھر مجھے کہہ دیں گے کہ مجھے معلوم نہیں ہے۔ یہ خود مجھے بتادیں کہ اگر یہ سارے کام کر رہے ہیں تو پھر پانی کس وجہ سے کھڑا ہوتا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا): جناب والا بڑھتی ہوئی آبادی کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کے منصوبہ جات جاری ہیں۔ اس وقت ستر کے ستر Disposal Stations صحیح طریقے سے کام کر رہے ہیں۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب والا! پھر پانی کھڑا ہونے کی کیا وجوہات ہیں اور اس کے لئے محکمہ کیا کر رہا ہے؟

جناب سپیکر: جی، وہ پوچھ رہے ہیں پانی کیوں کھڑا رہتا ہے اور اس کی وجوہات کیا ہیں، محکمہ کیا کر رہا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا): جناب سپیکر! اس کی وجہ بڑھتی ہوئی آبادی ہے۔ اس وقت تین plans پر کام ہو رہا ہے۔ فرانس اور جاپان کی مدد سے منصوبے جاری ہیں اور انشاء اللہ جلد از جلد مکمل کر لئے جائیں گے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب والا! میں آپ کی اجازت سے یہاں ایک بات کہنا چاہتی ہوں کہ ہمارے اس House کے اندر موجود اسمبلی ملازمین جن کے گڑھی شاہو میں کوارٹر ہیں وہاں آٹھ دن تک پانی کھڑا رہا ہے اور ابھی بھی وہاں کی صورتحال یہی ہے کہ وہاں مسلسل پانی کھڑا رہتا ہے اور وہاں پر کوئی کام نہیں ہوتا۔ اگر ان کے Disposal Stations working حالت میں ہیں تو پھر یہ کس طرح سے کام کرتے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا): جناب سپیکر! میں چیلنج کرتا ہوں کہ اس وقت وہاں پر پانی نہیں ہے، یہ میرے ساتھ چلیں اور چل کر check کر لیں۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب والا! پانی کب ختم ہوا ہے؟ پورے بارہ دن بعد کل پانی ختم ہوا ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے مذہبی امور واوقاف (جناب افتخار احمد خان بلوچ): پانی زیادہ تھا۔

جناب سپیکر: بلوچ صاحب! No cross talk please.

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب والا! یہاں House کے ملازمین جو وہاں پر رہتے ہیں وہ بتا رہے ہیں کہ وہاں پر پانی کھڑا رہا ہے اور کل وہ پانی نکالا گیا ہے۔

جناب سپیکر: جی، کل نکالا گیا ہے اب تو نہیں ہے۔ خواجہ محمد اسلام صاحب!

خواجہ محمد اسلام: سوال نمبر 3907 ہے اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: اس سوال کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

فیصل آباد شہر کے لئے واٹر سپلائی کی تفصیلات

*3907: **خواجہ محمد اسلام:** کیا وزیر ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ایف ڈی اے نے اپنے شہریوں کو واٹر سپلائی کے لئے مختلف جگہوں پر ٹیوب ویل نصب کر رکھے ہیں؟

(ب) یہ ٹیوب ویل کہاں کہاں نصب کئے ہوئے ہیں اور ان سے روزانہ کتنے گیلن پانی فراہم کیا جاتا ہے؟

(ج) فیصل آباد شہر کی کتنی آبادی کو ایف ڈی اے واٹر سپلائی کر رہا ہے اور کتنے فیصد آبادی کو ابھی تک واٹر سپلائی کی سہولت میسر نہ ہے؟

(د) مزید واٹر سپلائی کے لئے کتنے ٹیوب ویل لگانے کی ضرورت ہے نیز کب تک حکومت فیصل آباد شہر کی پوری آبادی کو واٹر سپلائی کی سہولت فراہم کر دے گی؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا):

(الف) درست ہے واسا (ایف ڈی اے) میں کل 46 ٹیوب ویل لگے ہوئے ہیں ان میں سے 17 ایک مکعب فٹ فی سیکنڈ گنجائش اور 29 چار مکعب فٹ فی سیکنڈ کی گنجائش والے ہیں۔

(ب) ان میں سے ایک مکعب فٹ فی سیکنڈ کی گنجائش والے نہر رکھ برانچ کے ساتھ ساتھ لگائے گئے ہیں 4 مکعب فٹ فی سیکنڈ کی گنجائش والے ٹیوب ویل شہر کے تقریباً 35 کلو میٹر مغرب میں دریائے چناب کی پرانی گزرگاہ میں لگائے گئے ہیں۔

(ج) فیصل آباد شہر کی 50 فیصد آبادی کو پینے کا پانی سپلائی کیا جا رہا ہے اس طرح ابھی تک 50 فیصد آبادی کو یہ سہولت میسر نہ ہے۔

(د) 1993 کے ماسٹر پلان کے مطابق دوسرے ذرائع مثلاً نہری پانی اور موجود ٹیوب ویلز کے علاوہ 2018 تک کل 98 ٹیوب ویل لگائے جانے تھے ان میں سے 76 ٹیوب ویل 4 مکعب فٹ فی سیکنڈ کی گنجائش کے تھے اور 22 ایک مکعب فٹ گنجائش کے 4 مکعب فٹ گنجائش والے دریا کے چناب کے قریب لگنے تھے اور ایک مکعب فٹ والے نہر رکھ برانچ کے ساتھ ساتھ لگانے کا پروگرام تھا۔ 4 مکعب فٹ گنجائش والے 4 ٹیوب ویل لگ چکے ہیں۔ایک مکعب فٹ گنجائش والے 12 ٹیوب ویلوں کی تنصیب پر کام جاری ہے۔اسی طرح کے 10 ٹیوب ویلز کی تنصیب ایک ایسی سکیم میں شامل ہے جو منظوری کے مراحل میں ہے۔چناب ویل فیلڈ میں اہل علاقہ کی مزاحمت کی وجہ سے 4 مکعب فٹ گنجائش کے ٹیوب ویلز کی بجائے 2 مکعب فٹ گنجائش کے 25 ٹیوب ویل نہر جھنگ برانچ کے ساتھ لگانے کے لئے حکومت جاپان کے مالی تعاون سے سکیم منظور ہو چکی ہے کام الاٹ ہونے کے مراحل میں ہے۔یہ 25 ٹیوب ویل 4 مکعب فٹ گنجائش کے 12 ٹیوب ویلز کے برابر ہونگے۔اسی طرح ان سکیموں کی منظوری اور تکمیل کے بعد، جو کہ 2012 میں متوقع ہے 4 مکعب فٹ گنجائش والے 60 ٹیوب ویلز کی ضرورت ہوگی اگر حسب ضرورت فنڈز دستیاب ہو جائیں تو یہ ٹیوب ویل 2018 تک لگائے جا سکتے ہیں۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

خواجہ محمد اسلام: جناب والا! پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے بڑی محنت کی ہے۔ میں ان سے یہ request کروں گا کہ جز(ج) اور (د) پڑھ کر سنا دیں۔

جناب سپیکر: آپ نے پہلے کہا کہ اس سوال کے جواب کو پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

خواجہ محمد اسلام: جناب والا! سوال پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: سوال تو نہیں جواب پڑھا ہوا تصور ہوتا ہے۔

خواجہ محمد اسلام: جناب والا! یہ صرف جز(ج) اور (د) پڑھ کر سنا دیں۔

جناب سپیکر: جی، وہ جز(ج) اور (د) کو سننا چاہتے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا): جز(ج) فیصل آباد شہر کی 50 فیصد آبادی کو پینے کا پانی سپلائی کیا جارہا ہے اس طرح ابھی تک 50 فیصد آبادی کو یہ سہولت میسر نہ ہے۔ جز(د) کا جواب یہ ہے کہ 1993 کے ماسٹر پلان کے مطابق دوسرے ذرائع مثلاً نہری پانی اور موجودہ ٹیوب ویلوں کے علاوہ 2018 تک کل اٹھانوے ٹیوب ویل لگائے جانے تھے اور ان میں سے 76 ٹیوب ویل 4 مکعب فٹ فی سیکنڈ کی گنجائش کے تھے اور 22 ٹیوب ویل ایک مکعب فٹ گنجائش کے تھے۔ 4 مکعب فٹ کی گنجائش والے ٹیوب ویل دریائے چناب کے قریب لگنے تھے اور ایک مکعب فٹ والے نہر رکھ برانچ کے ساتھ ساتھ لگانے کا پروگرام تھا۔ 4 مکعب فٹ گنجائش والے 4 ٹیوب ویل لگ چکے ہیں اور ایک مکعب فٹ گنجائش والے 12 ٹیوب ویلوں کی تنصیب پر کام جاری ہے۔ اس طرح 10 ٹیوب ویلوں کی تنصیب ایک ایسی سکیم میں شامل ہے جو منظوری کے آخری مراحل میں ہیں۔ Chanab Well field میں اہل علاقہ کی مزاحمت کی وجہ سے 4 مکعب فٹ گنجائش کے ٹیوب ویلوں کی بجائے 2 مکعب فٹ گنجائش کے 25 ٹیوب ویل نہر جھنگ برانچ کے ساتھ لگانے کے لئے حکومت جاپان کے مالی تعاون سے سکیم منظور ہو چکی ہے اور کام الاٹ ہونے کے آخری مراحل میں ہے۔ یہ 25 ٹیوب ویل 4 مکعب فٹ گنجائش کے 12 ٹیوب ویل کے برابر ہوں گے اس طرح ان سکیموں کی منظوری اور تکمیل کے بعد جو کہ 2012 میں متوقع ہے 4 مکعب فٹ گنجائش والے 60 ٹیوب ویلوں کی ضرورت ہو گی۔ اگر حسب ضرورت فنڈز دستیاب ہو جائیں تو یہ ٹیوب ویل 2018 تک لگائے جا سکتے ہیں۔

حاجی ذوالفقار علی: جناب سپیکر! اس میں میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ میرے شہر بہاولپور میں یہ ٹیوب ویل لگے ایک سال سے زیادہ ہو گیا ہے۔

جناب سپیکر: دیکھیں، بات فیصل آباد کی ہو رہی ہے اور آپ بہاولپور پہنچ گئے ہیں۔

حاجی ذوالفقار علی: جناب سپیکر! پورے پنجاب میں overall ایک سال سے زیادہ ہو گیا ہے۔

جناب سپیکر: میں آپ کی بات ضرور سنوں گا لیکن اس سوال کے ساتھ relevancy ہونی چاہئے، اگر اس سے سوال سے relevancy نہیں بنتی تو پھر مناسب نہیں ہے۔

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر!۔۔۔

حاجی ذوالفقار علی: جناب سپیکر! وہاں ٹیوب ویل لگے ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر: آپ ان کو سوال کرنے دیں۔مہربانی۔جی، راناصاحب!

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ فیصل آباد پنجاب کا دوسرا بڑا شہر اور پاکستان کا تیسرا بڑا شہر ہے لیکن جواب میں کہا گیا ہے کہ پچاس فیصد لوگوں کو پانی مل رہا ہے اور پچاس فیصد لوگوں کو پانی نہیں مل رہا۔ان کے جواب کے مطابق ابھی فیصل آباد میں 4مکعب فٹ کے ساٹھ ٹیوب ویلوں کی کمی ہے۔اگر ان کے لئے فنڈز کی منظوری نہیں ہوتی تو میرا سوال یہ ہے کہ فیصل آباد کو کہاں سے پانی مہیا ہو گا، میرا دوسرا ضمنی سوال یہ ہے کہ پانی پر تو قومیں جنگیں لڑنے کے لئے تیار ہیں، فیصل آباد جو آبادی کا سب سے بڑا سنٹر ہے اگر اسے چناب سے پانی ملنے کی اجازت نہیں، ادھر اسے راوی سے پانی ملنے کی اجازت نہیں تو اس پانی کے لئے ہماری کیا منصوبہ بندی ہے اور river bed کسی علاقے کی نہیں بلکہ قوم کی ملکیت ہوتا ہے اگر ہمیں river bed کے اندر بھی پانی کے ٹیوب ویل لگا کر فیصل آباد پانی لانے کی اجازت نہیں تو پھر 2012 کے لئے ہماری کیا منصوبہ بندی ہے، کیا فیصل آباد کو پیاسا رکھنا ہے؟

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی!

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا): جناب سپیکر! اس وقت آبادی کے لحاظ سے فیصل آباد کو 130 ملین گیلن یومیہ پانی کی ضرورت ہے لیکن فیصل آباد شہر کو یومیہ 65 ملین گیلن پانی کی سہولت میسر ہے اور 65 ملین گیلن یومیہ مزید ضرورت ہے اس کے لئے حکومت پنجاب کی طرف سے چار منصوبہ جات پر کام جاری ہے۔

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! میرا یہ سوال نہیں ہے اور اس کا prototype جواب پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔بات یہ ہے کہ نہروں کی lining ہو رہی ہے ان کے اندر کنکریٹ کے bed بن رہے ہیں اور ہم نہروں کے اوپر ٹیوب ویل لگا رہے ہیں جو کامیاب نہیں ہوں گے۔ اس کا حل صرف یہ ہے کہ دریا کے bed میں ٹیوب ویل لگیں، کیا اس کے لئے کوئی منصوبہ بندی ہے؟

جناب سپیکر: دریا کے bed میں ٹیوب ویل لگانے کے متعلق جواب دیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا): جناب سپیکر! جاپان کی حکومت کے تعاون سے رکھ برانچ اور Chanab Well field پر ٹیوب ویل لگائے جا رہے ہیں وہ 2012 تک مکمل ہوں گے جس سے فیصل آباد کی پوری آبادی کو پانی میسر آئے گا۔

جناب سپیکر: 2018 تک؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا):
جناب سپیکر!2012 تک۔

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر!انہوں نے جو تحریری جواب دیا ہے اگر اس کی آخری دو سطریں پڑھ لیں تو ان میں لکھا ہے کہ اسی طرح ان سکیموں کی منظوری اور تکمیل کے بعد جو کہ 2012 میں متوقع ہے 4 مکعب گنجائش والے ساٹھ 60 ٹیوب ویلوں کی ضرورت ہو گی۔اگر حسب ضرورت فنڈز دستیاب ہو جائیں تو یہ ٹیوب ویل 2018 تک لگائے جا سکیں گے اور یہ ہمیں 2012 میں پورا کر رہے ہیں لیکن جواب میں تو 2018 تک کی امید دی گئی ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا):
جناب سپیکر!جھال خانوانہ کینال واٹر سکیم کو 300 ملین روپے کی لاگت سے منظور کیا جا رہا ہے اس کے بعد جھال خانوانہ extension پر فرانس کے تعاون سے 5۔ ارب روپے سے منصوبہ جاری ہے۔حکومت جاپان کی مدد سے 4.5 ملین ارب روپے کے 2 مکعب کے پچیس ٹیوب ویل نہر رکھ برانچ پر لگ رہے ہیں اور ان پر کام جاری ہے۔اسی طرح 2 کروڑ روپے مالیت کے ایک مکعب کے 12 ٹیوب ویل حکومت پنجاب کی مدد سے Chenab Well field پر بھی لگائے جا رہے ہیں تاکہ پانی کا مسئلہ حل ہو جونہی حکومت جاپان اور فرانس سے رقم آئے گی تو یہ 2012 تک مکمل کر لئے جائیں گے۔

ڈاکٹر اسد معظم: جناب سپیکر!رانا صاحب کا یہ سوال نہیں تھا۔

جناب سپیکر: سوال آپ سن رہے ہیں یا میں سن رہا ہوں؟

ڈاکٹر اسد معظم: جناب سپیکر!یہ دیکھئے میرے بھی کان ہیں۔

جناب سپیکر: جی،آپ کے کان ضرور ہوں گے۔

ڈاکٹر اسد معظم: جناب سپیکر!چونکہ میرا تعلق فیصل آباد سے ہے اس لئے میں اس سوال پر argument کرنا لازمی سمجھتا ہوں۔

جناب سپیکر: آپ argument نہیں بلکہ ضمنی سوال کریں۔

ڈاکٹر اسد معظم: جی، میں ضمنی سوال ہی کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر: چلو، میں آپ کو اجازت دیتا ہوں لیکن آپ ضمنی سوال کریں۔

ڈاکٹر اسد معظم: جناب سپیکر! راناصاحب نے یہ سوال کیا ہے کہ نہروں پر ٹیوب ویل لگائے جارہے ہیں جس سے اس علاقے میں water level نیچے چلا جائے گا اور اس سے اہل علاقہ کو نقصان ہوگا۔ On the contrary باقی مہذب ملکوں میں روایت یہ ہے کہ river bed میں ٹیوب ویل لگائے جاتے ہیں۔ کیا پنجاب حکومت کا کوئی ایسا plan ہے کہ دریائے راوی یا چناب پر ٹیوب ویل لگا کر قریب کے شہروں کو پانی دیا جاسکے، راناصاحب کا یہ سوال تھا جسے میں دوبارہ پوچھ رہا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری صاحب جواب دیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا): جناب سپیکر! ماسٹر پلان کی feasibility تیار ہے اس کے مطابق جو منصوبہ 2018 تک مکمل کرنا ہے وہ دریائے چناب سے ہی فیصل آباد کو پانی دینا ہے۔

جناب سپیکر: کدھر سے ؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا): دریائے چناب سے۔

جناب سپیکر: آپ نے اتنا لمبا کام کیا ہے، پہلے یہ بتا دیتے۔ آپ کی مہربانی۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: راناصاحب! اب آگے نہیں چلنے دیں گے ؟ آگے دوسروں کے سوال بھی ہیں۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! یہ اسی سے متعلقہ ہے۔

جناب سپیکر: ایک دو تین اور اب یہ چوتھا ضمنی سوال ہے۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: پہلے دو سوال تھے اور اب میرا تیسرا سوال ہے۔

جناب سپیکر: یہ چوتھا ضمنی سوال ہے۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! کبھی کبھی رعایت دے دیا کریں۔

جناب سپیکر: ذرا مختصر سوال کریں۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! کبھی کبھی رعایت مل جانی چاہئے چونکہ سوال بہت ضروری ہے، یہ 1993 plan میں بنا کہ 4 مکعب فٹ کے 78 ٹیوب ویل لگنے ہیں لیکن 2011 تک 18 سالوں میں 4 ٹیوب ویل لگے۔یہ بتائیں کہ باقی 72 ٹیوب ویل کس طرح لگائیں گے اگر ان کے لئے کوئی yearly plan بنا ہے تو وہ بتادیں؟ شکریہ

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی!

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا): جناب سپیکر! اس وقت حکومت جاپان کی مدد سے 25 ٹیوب ویل لگ رہے ہیں اور منصوبہ شروع ہے۔

جناب سپیکر: کوئی زمانہ ایسا بھی آسکتا ہے کہ آپ اپنی مدد آپ کے تحت کریں؟

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! وہ تو لگ رہے ہیں۔ چلو اگلے چار سالوں میں لگ جائیں گے لیکن باقی ٹیوب ویل لگانے کا کیا plan ہے؟

جناب سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب! باقی ٹیوب ویل لگانے کا plan پوچھ رہے ہیں کہ بقایا ٹیوب ویل کب تک لگادیں گے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا): جناب سپیکر! وسائل کے مطابق جونہی فنڈز دستیاب ہوں گے وہ بھی لگادیئے جائیں گے۔

جناب سپیکر: اگلا سوال راحیلہ خادم حسین صاحبہ کا ہے۔

محترمہ راحیلہ خادم حسین: جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 4232 ہے۔ میری استدعا ہے کہ اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ڈی جی خان، سیوریج پراجیکٹ کے لئے فنڈز و دیگر تفصیلات

*4232: محترمہ راحیلہ خادم حسین: کیا وزیر ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ڈی جی خان میں سیوریج پراجیکٹ کے لئے حکومت نے سال 2009 میں 60 کروڑ روپے کا فنڈ وزیراعلیٰ پنجاب کی ہدایت پر جاری کیا؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ یہ پراجیکٹ دو سال کے عرصہ میں مکمل کر لیا جائے گا؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا):

(الف) یہ درست نہ ہے کہ حکومت نے سیوریج پراجیکٹ کے لئے 60 کروڑ روپے سال 2009 میں دیئے بلکہ سیوریج سکیم ڈی جی خان مالی سال 09-2008 میں 604.079 ملین روپے لاگت کی منظور ہوئی تھی اور جون 2009 تک 10.000 ملین روپے خرچ ہوا تھا۔ حکومت پنجاب نے 10-2009 میں وزیر اعلیٰ پنجاب کی ہدایت پر 213.272 ملین روپے مختص کئے جو کہ مالی سال 10-2009 کے ختم ہونے تک خرچ ہو گئے۔

(ب) مالی سال 11-2010 میں سکیم مکمل کرنے کے لئے 380.807 ملین روپے کی ضرورت تھی جبکہ محکمہ پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ نے مالی سال 11-2010 کے لئے 250.000 ملین روپے مختص کئے ہیں۔ اگر مطلوبہ فنڈز محکمہ کو مہیا کر دیئے جاتے تو سکیم مالی سال 11-2010 میں ہی مکمل ہو جاتی لیکن 31۔دسمبر 2010 تک 192.500 ملین روپے جاری کئے گئے جس میں سے 96.047 ملین روپے خرچ ہو گئے۔

محترمہ راحیلہ خادم حسین: جناب سپیکر! میں اس کے جز (ب) پر ضمنی سوال کرنا چاہوں گی کہ اسی سیوریج پراجیکٹ پر 11−2010 میں 380 ملین روپے کی ضرورت تھی جبکہ محکمہ پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ 11−2010 میں اس کے لئے 250 ملین روپے مختص کر رہا ہے۔ دسمبر 2010 تک 192 ملین روپے جاری کئے گئے جن میں سے بھی انہوں نے صرف 96 ملین روپے خرچ کئے یعنی 192 ملین روپے کا بھی 49 percent بنتا ہے جو اس سیوریج پراجیکٹ پر خرچ کیا ہے جبکہ وزیر اعلیٰ میاں محمد شہباز شریف صاحب نے ڈیرہ غازی خان میں سیوریج پراجیکٹ کے لئے 60 کروڑ روپے کی ایک بہت بڑی رقم دی ہے تو پارلیمانی سیکرٹری صاحب بتائیں گے کہ محکمہ اتنی لاپروائی کا مظاہرہ کیوں کر رہا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا): جناب سپیکر! اس منصوبے کی کل لاگت 604.079 ملین روپے منظور ہوئی تھی۔ سال 09-2008 میں 10 ملین روپے، سال 10-2009 میں 213.272 ملین روپے اور سال 11-2010 میں 192.500 ملین روپے اس منصوبے پر خرچ ہوئے ہیں۔ اس طرح اب تک اس منصوبے پر 415.772 ملین روپے خرچ ہو چکے ہیں۔ اب اس منصوبے کے لئے باقی funds بھی دستیاب ہو چکے ہیں اور یہ انشاء اللہ تعالیٰ اس سال مکمل ہو جائے گا۔

جناب سپیکر: اگلا سوال چودھری محمد اسد اللہ صاحب کا ہے۔

چودھری محمد اسد اللہ: جناب سپیکر! سوال نمبر 4752۔اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

جوہر ٹاؤن لاہور۔بیوگان کے کوٹا سے متعلقہ تفصیل

*4752: چودھری محمد اسد اللہ: کیا وزیر ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ جوہر ٹاؤن لاہور میں بیوہ کو الاٹ کرنے کے لئے پلاٹوں کا کوئی کوٹار کھا گیا تھا اگر ہاں تو پلاٹوں کی تعداد کیا ہے اس میں سے کتنے پلاٹ الاٹ کئے جا چکے ہیں الاٹیوں کے نام مع پتا جات کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھی جائے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ جوہر ٹاؤن لاہور میں بعض مذکورہ الاٹیوں کے پلاٹوں کو غیر قانونی قرار دے دیا گیا ہے اگر ہاں تو ان پلاٹوں کے نمبر اور غیر قانونی قرار دیئے جانے والے الاٹیوں کے نام مع پتا جات کیا ہیں نیز ان کے کیس نیب کو ارسال کر دیئے ہیں اور ان کی موجودہ پوزیشن کیا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا):

(الف) درست ہے کہ ایل ڈی اے نے جوہر ٹاؤن سکیم میں حکومت پنجاب کی الاٹمنٹ پالیسی کے مطابق بیواؤں، یتیموں، نادار اور اپاہج افراد کے لئے پلاٹوں کا 5 فیصد کوٹا مختص کیا تھا۔بمطابق دستیاب ریکارڈ رقبہ تعدادی 5 مرلے اور 3 مرلے کے 179 پلاٹ بذریعہ قرعہ اندازی مورخہ 15-10-1986 کو الاٹ کئے گئے تھے۔دستیاب ریکارڈ کے مطابق الاٹیوں کے نام مع پتا جات تتمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں جن میں سے 33 پلاٹ سکروٹنی کمیٹی نے غیر قانونی قرار دیئے۔

(ب) درست ہے کہ انکوائری آفیسر نے سکروٹنی کے دوران جوہر ٹاؤن سکیم میں 33 پلاٹوں کی الاٹمنٹ کو غیر قانونی قرار دیا ہے۔ان پلاٹوں کی لسٹ مع نام و پتا جات تتمہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔علاوہ ازیں غیر قانونی الاٹیوں کا کیس ابھی ایل ڈی اے نے نیب اتھارٹی کو ارسال نہ کیا ہے۔معاملہ اتھارٹی کے زیر غور ہے۔

چودھری محمد اسد اللہ: جناب سپیکر! میرے سوال کے جواب میں کہا گیا ہے کہ "15۔اکتوبر1986کو بیواؤں کو پلاٹ الاٹ کئے گئے تھے۔دستیاب ریکارڈ کے مطابق الاٹیوں کے نام،پتا جات کی listتیار کی گئی ہے۔" میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ دستیاب ریکارڈ سے کیا مراد ہے؟ جواب سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ریکارڈ نامکمل ہے،اگر نامکمل ہے تو اس کا ذمہ دار کون ہے اور کیا اس حوالے سے کسی کے خلاف کوئی کارروائی کی گئی؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا): جناب سپیکر!15۔اکتوبر1986کو بیواؤں کے پانچ فیصد کوٹا کی قرعہ اندازی کی گئی جس میں سے179 پلاٹ allotکئے جا چکے ہیں جبکہ اکیس لوگوں کو کاغذات نامکمل ہونے کی وجہ سےallotmentنہیں دی گئی اس کے ذمہ داروں کے خلاف2005میں انکوائری کی گئی اور انہیں سزا دی جا چکی ہے۔

جناب سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے بتایا ہے کہ انکوائری میں جو لوگ guiltyپائے گئے ان کو سزا دی جا چکی ہے۔

چودھری محمد اسد اللہ: جناب سپیکر!انہوں نے اپنے جواب میں تحریر کیا ہے کہ "دستیاب ریکارڈ کے مطابق الاٹیوں کے نام مع پتا جات ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔" میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ دستیاب ریکارڈ سے کیا مراد ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا): جناب سپیکر!محکمہ کے پاس ریکارڈ میں لوگوں کی جو فائلیں موجود ہیں وہی دستیاب ریکارڈ ہے۔

چودھری محمد اسد اللہ: جناب سپیکر!میرے سوال کے جواب میں کہا گیا ہے کہ "انکوائری آفیسر نے سکروٹنی کے دوران جوہر ٹاؤن سکیم میں33پلاٹوں کی allotmentکو غیر قانونی قرار دیا ہے اور ان کا caseابھی تک ایل ڈی اے نے نیب اتھارٹی کو ارسال نہ کیا ہے اور معاملہ ابھی ایل ڈی اے اتھارٹی کے زیر غور ہے۔"اس بارے میں میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ انکوائری افسر نے کس تاریخ کو ان پلاٹوں کی allotmentغیر قانونی قرار دی تھی اور یہ معاملہ ایل ڈی اے کے زیر غور کب تک رہے گا؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا): جناب سپیکر!یہ 200 پلاٹ بیواؤں کو قرعہ اندازی کے ذریعے allot کئے گئے تھے۔اس حوالے سے 2006میں ایل ڈی اے کے ڈپٹی ڈائریکٹر پبلک ریلیشن اینڈ مارکیٹنگ جو کہ گریڈ۔19کے آفیسر ہیں

نے انکوائری کی اور 33 پلاٹوں کو غیر قانونی قرار دیا۔29۔ مئی 2008 کو اطلاع کے لئے اخبارات میں اشتہار دیا گیا کہ یہ 33 پلاٹس غیر قانونی ہیں،ان کے خلاف کارروائی ہو رہی ہے لہذاان کی کوئی بھی خرید و فروخت نہ کرے۔

چودھری محمد اسد اللہ: جناب سپیکر!میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ایل ڈی اے کب تک اس کارروائی کو مکمل کرلے گا؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا): جناب سپیکر!ان 33 لوگوں کو notices بھیجے جارہے ہیں اور جلد از جلد یہ کارروائی مکمل کرلی جائے گی۔

چودھری محمد اسد اللہ: اس حوالے سے آپ کوئی specific date دے سکتے ہیں؟

جناب سپیکر: وہ تاریخ پوچھ رہے ہیں کہ آپ کب تک یہ کارروائی مکمل کرلیں گے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ و شہری ترقی (جناب ظفر اقبال ناگرہ): جناب سپیکر!تین ماہ کے اندر اندر یہ کارروائی مکمل کرلی جائے گی۔

جناب سپیکر: چلیں، ٹھیک ہے۔اگلا سوال بھی چودھری اسد اللہ صاحب کا ہے۔

چودھری محمد اسد اللہ: جناب سپیکر!سوال نمبر 4753،اس کا جواب بھی پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے اس کا جواب بھی پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ایل ڈی اے لاہور۔منظوری کے اختیارات ملنے سے قبل کے ریکارڈ کی منتقلی

*4753: **چودھری محمد اسد اللہ**: کیا وزیر ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت پنجاب نے لاہور میں پرائیویٹ سکیموں کو پاس کرنے کا اختیار قانونی طور پر ایل ڈی اے کو دیا ہے اگر ہاں تو کب؟

(ب) کیا ایل ڈی اے نے لاہور میں پرائیویٹ سکیمیں پاس کرنے کا اختیار ملنے سے پہلے کی منظور کردہ سکیموں کا ریکارڈ متعلقہ اداروں سے حاصل کر لیا ہے اگر ہاں تو کب اور اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا):

(الف) حکومت پنجاب نے 26۔جنوری 2005 کو پرائیویٹ ہاؤسنگ سکیمز رولز 2005 نافذالعمل کئے اور اس طرح محکمہ ایل ڈی اے کو پورے ضلع لاہور میں پرائیویٹ سکیموں کی منظوری کا اختیار دیا گیا اس کے بعد حکومت پنجاب نے پرائیویٹ ہاؤسنگ سکیمز اینڈ سب ڈویژن رولز 2010 بنائے اس کے مطابق مارچ 2010 میں یہ اختیار واپس متعلقہ ٹاؤنز کو دے دیا گیا۔ ایل ڈی اے صرف اپنے کنٹرولڈ ایریا میں سکیموں کی منظوری کر سکتا ہے۔

(ب) محکمہ ایل ڈی اے نے لاہور میں پرائیویٹ ہاؤسنگ سکیموں کا 2005 میں اختیار ملنے پر ضلع لاہور کے متعلقہ ٹاؤنز کو لکھا کہ وہ اپنے علاقے میں واقع سکیموں کا ریکارڈ مہیا کریں تا کہ ایل ڈی اے اس ریکارڈ کے مطابق جانچ پڑتال کر سکے۔متعلقہ ٹاؤنز نے ایل ڈی اے کو اپنے اپنے علاقہ میں واقع سکیموں کی فہرست بھجوادی لیکن مکمل ریکارڈ مہیا نہ کیا۔حکومت پنجاب نے مارچ 2010 میں پرائیویٹ ہاؤسنگ سکیموں کی منظوری کے متعلق قوانین پنجاب پرائیویٹ ہاؤسنگ سکیمز اینڈ لینڈ ڈویژن رولز 2010 بنائے جس کے تحت محکمہ ایل ڈی اے کو اپنے زیر اثر کنٹرولڈ ایریا میں سکیموں کی منظوری کا اختیار دیا گیا اب محکمہ ایل ڈی اے کو اپنے زیر اثر کنٹرولڈ علاقہ میں جو کہ ضلع لاہور کا صرف 30 فیصد ہے میں سکیمیں پاس کرنے کا اختیار ہے۔ضلع لاہور کا باقی علاقہ متعلقہ ٹاؤنز کے پاس ہے۔

چودھری محمد اسد اللہ: جناب سپیکر! میرے سوال کے جواب میں کہا گیا ہے کہ "حکومت پنجاب نے مارچ 2010 میں پرائیویٹ ہاؤسنگ سکیموں کی منظوری کے متعلق قوانین پنجاب پرائیویٹ ہاؤسنگ سکیمز اینڈ لینڈ ڈویژن رولز 2010 بنائے جس کے تحت محکمہ ایل ڈی اے کو اپنے controlled area میں سکیموں کی منظوری کا اختیار دیا گیا۔اب محکمہ ایل ڈی اے کو اپنے controlled area میں جو کہ ضلع لاہور کا صرف 30 فیصد ہے میں سکیمیں پاس کرنے کا اختیار ہے۔" میرا اس ضمن میں ضمنی سوال یہ ہے کہ ایل ڈی اے کے controlled area میں کون کون سی سکیمیں آتی ہیں اور کیا ان کا ریکارڈ ایل ڈی اے کے پاس موجود ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا): جناب سپیکر! ایل ڈی اے کے زیر اثر controlled area میں 52 عدد سکیمیں آتی ہیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ "26-جنوری 2005 کو پرائیویٹ ہاؤسنگ سکیمز رولز 2005 نافذالعمل کئے گئے" یہ جواب غلط ہے۔ میں ذمہ داری سے کہہ رہا ہوں کہ ایل ڈی اے کے پاس پرائیویٹ ہاؤسنگ سکیم منظور کرنے کا اختیار 1970 میں تھا یہی وجہ ہے کہ نواب ٹاؤن میں ان کے پاس one fifth of the plots mortgaged ہیں اور یہ سکیم 1971 کی ہے۔ 2005 میں تو amendment آئی ہے اور اس بارے میں قانون تو پہلے سے موجود تھا۔ پارلیمانی سیکرٹری صاحب کے اس جواب کے مطابق prior to 2005 انہوں نے جتنی سکیمیں منظور کی ہیں وہ سب کی سب illegal ہو گئیں۔

جناب سپیکر: ظفر اقبال ناگرا صاحب! آپ نے بتایا ہے کہ یہ rules 2005 میں بنے تھے جبکہ شیخ علاؤالدین صاحب کہہ رہے ہیں کہ rules تو پہلے سے موجود تھے، 2005 میں تو کوئی amendment آئی ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا): جناب سپیکر! یہ ٹھیک ہے کہ rules پہلے سے موجود تھے اور 2005 میں ان میں ترمیم کی گئی۔

شیخ علاؤالدین: اس کا مطلب یہ ہے کہ قانون پہلے سے موجود تھا اور ایل ڈی اے اس کے تحت سکیمیں منظور کر رہی تھی۔ اب پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے مان لیا ہے کہ قانون پہلے سے موجود تھا۔ ایل ڈی اے نے کچھ سکیموں کو پاس کیا اور پھر ان کو transfer کر کے اپنی جان چھڑا لی تو ان سکیموں میں جن لوگوں کے ساتھ فراڈ ہوئے ہیں ان کا کیا گناہ ہے اور اس کا ذمہ دار کون ہے، دوسرا ان سکیموں کے اندر اب تک کوئی development نہیں ہوئی حالانکہ ان کے پاس ان سکیموں کے one fifth of the plots mortgaged ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا): جناب سپیکر! جو 52 عدد سکیمیں ایل ڈی اے نے منظور کی ہیں ان میں تمام سہولتیں فراہم ہیں۔ اس طرح جو سکیمیں غیر منظور شدہ ہیں ان کے بارے میں اخبارات میں اشتہارات دیئے گئے، محکمہ ریونیو کو لکھا گیا اور ان کے خلاف چالان بھی مرتب کئے گئے ہیں۔

شیخ علاؤالدین: پارلیمانی سیکرٹری صاحب 2005 کے بعد کی بات کر رہے ہیں۔ میں ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ اس سے پہلے بھی سکیموں کو پاس کرنے کا اختیار ایل ڈی اے کو حاصل تھا۔

جناب سپیکر: جی، وہ کہہ رہے ہیں کہ آپ کی بات ٹھیک ہے۔اب وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ (جناب ظفر اقبال ناگرا): جناب سپیکر! میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اور اُن کے جوابات

(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

فیصل آباد شہر میں سیوریج کے نکاس کی تفصیلات

*4854: محترمہ انجم صفدر: کیا وزیر ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) فیصل آباد شہر میں سیوریج کے نکاس کے لئے کل کتنے آؤٹ لیٹس کہاں کہاں واقع ہیں؟

(ب) شہر میں موجود سیوریج نالوں کی تعداد کیا ہے اور یہ کہاں کہاں سے گزرتے ہیں نیز ان کی کل لمبائی کتنی ہے؟

(ج) کیا یہ درست ہے کہ بعض نالے covered ہیں اور بعض کھلے چھوڑے ہوئے ہیں الگ الگ تعداد بتائی جائے؟

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ فیصل آباد شہر میں سیوریج کا نظام بہتر نہ ہونے کی وجہ سے گلی محلوں میں سیوریج کا پانی کھڑا رہتا ہے حکومت نکاسی آب سسٹم کی بہتری کے لئے کیا اقدامات اٹھا رہی ہے؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) فیصل آباد شہر میں اس وقت کل سات آؤٹ لیٹس ہیں ان میں سے 4 آؤٹ لیٹس پہاڑ نگ ڈرین پر واقع ہیں۔ایک ڈجکوٹ ڈرین پر واقع ہے اور دو مدوآنہ ڈرین پر واقع ہیں۔

(ب) شہر میں موجود سیوریج نالوں کی تعداد 5 ہے:-

-1 نالہ نشاط آباد سے شروع ہو کر شیخوپورہ روڈ زرعی یونیورسٹی اور غلام محمد آباد کے ساتھ گزرتا ہوا پہاڑ نگ ڈرین میں چلا جاتا ہے۔

-2 دوسرا نالہ نڑوالہ چوک سے شروع ہو کر نڑوال روڈ کے ساتھ ساتھ زرعی یونیورسٹی سے ہوتا ہوا نالہ نمبر 1 میں جا گرتا ہے۔

-3 تیسرا نالہ جھنگ روڈ ڈسپوزل سے شروع ہو کر شیخ کالونی، شہباز ٹاؤن، جج والا سے گزرتا ہوا نڑوالا روڈ کو عبور کرتا ہوا پہاڑ نگ ڈرین میں جا گرتا ہے۔

-4 چوتھا نالہ جڑانوالا روڈ سے شروع ہو کر ڈھڈی والا، الٰہی آباد، 224 رب فتح دین والی، اویس نگر، غوث نگر سے ہوتا ہوا مدوآنہ ڈرین میں مل جاتا ہے۔

-5 پانچواں نالہ ڈسپوزل ورکس ستیانہ روڈ سے شروع ہو کر ستیانہ روڈ کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا مدوآنہ ڈرین میں جا گرتا ہے۔کل لمبائی تقریباً 62 کلو میٹر ہے۔

(ج) درست ہے۔ان میں 20 فیصد covered ہیں۔

(د) برساتی موسم کے دوران پرانے سیوریج سسٹم کی وجہ سے سیوریج overflow کے مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔واسا اپنی مالی پوزیشن کو مدنظر رکھتے ہوئے نالوں کی desilting کرواتا ہے جس سے خاطر خواہ ریلیف عوام کو مل جاتا ہے۔شہر میں زیر تکمیل منصوبہ جات مکمل ہونے پر سیوریج کے مسائل کافی حد تک حل ہو جائیں گے۔

ڈرینج سکیموں کی تفصیل:۔

سیریل نمبر	سکیم کا نام	اخراجات (ملین روپے میں)	جس مد سے رقم خرچ ہوئی
1	نشاط ملز ڈرین تا نیو گرین ٹاؤن پلی تک مٹو پورہ سٹارم واٹر چینل کی حالت کو بہتر بنانا۔	1.33	فیصل آباد میں ڈرینج سسٹم کو بہتر بنانا۔
-2	"OHR" جوہر کالونی تا گلستان کالونی نمبر ا ڈسپوزل ورکس تک مٹو پورہ سٹارم واٹر چینل کی حالت کو بہتر بنانا۔	2.68	-ایضاً-
3	نشاط آباد پل تا یونیک ماربل بلڈنگ شیخوپورہ روڈ فیصل آباد سٹارم واٹر چینل کی حالت کو بہتر بنانا۔	0.97	-ایضاً-
4	سٹارم واٹر ڈرین نمبر ا یونیک ماربل شیخوپورہ روڈ تا جیل روڈ چینل کی حالت کو بہتر بنانا۔	1.03	-ایضاً-
5	سرگودھا روڈ تا جیل روڈ سٹارم واٹر چینل نمبر ا کی حالت کو بہتر بنانا۔	0.21	-ایضاً-

چک نمبر43 شمالی گنیانوالہ سرگودھا میں قائم کالونی کی تفصیلات

*5052: چودھری عامر سلطان چیمہ: کیا وزیر ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ چک نمبر43 شمالی گنیانوالہ میں عرصہ 40/30 سال سے کچی آبادی موجود ہے جبکہ کچھ عرصہ قبل اس آبادی میں 54 کنال اراضی پر محکمہ ہاؤسنگ نے 3مرلہ کالونی منظور کر لی ہے جس میں تمام ترقیاتی کام یعنی بجلی، سڑکیں، نالیاں، سولنگ میسر کر دی گئی ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس کے ساتھ ملحقہ 22 کنال پر ابھی تک سابقہ قابضین ہی رہائش پذیر ہیں جس کو نہ تو ہاؤسنگ کالونی میں شامل کیا گیا ہے اور نہ ہی ان غریب افراد کو مالکانہ حقوق دیئے گئے ہیں جس کا مطالبہ وہ کافی عرصہ سے کرتے چلے آرہے ہیں؟

(ج) کیا حکومت عرصہ 40/30 سال سے رہائشی لوگوں کو سابقہ منظور شدہ قیمت پر مالکانہ حقوق دینے کو تیار ہے؟

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) پنجاب ہاؤسنگ اینڈ ٹاؤن پلاننگ ایجنسی نے 33 ایکڑ سرکاری اراضی پر 3 مرلہ ہاؤسنگ سکیم کا 89–1988 میں اجراء کیا۔ بوجہ ناجائز قابضین جنھوں نے سکیم کے اجراً سے قبل پختہ / کچے گھر تعمیر کئے ہوئے تھے حکومت پنجاب کی منظوری کے بعد متعلقہ چھ ایکڑ چھ کنال 13مرلہ رقبہ جو کہ تین مربوط بلاکس پر مشتمل تھا سکیم سے خارج کر دیا گیا اور بمطابق سکیم کے نقشہ میں ترمیم کر دی گئی اور ترقیاتی کام کئے گئے۔

(ب) پنجاب ہاؤسنگ اینڈ ٹاؤن پلاننگ ایجنسی کے متعلقہ نہ ہے۔

(ج) سکیم ہذا سے 2006 میں چھ ایکڑ چھ کنال تیرہ مرلہ رقبہ جو کہ ناجائز قابضین پر مشتمل تھا، خارج کر دیا گیا۔ ایسے افراد کو مالکانہ حقوق دینا پنجاب ہاؤسنگ اینڈ ٹاؤن پلاننگ ایجنسی کے متعلقہ نہ ہے۔

راولپنڈی، ٹریفک سگنلز کی تنصیب

*5116: انجینئر قمرالاسلام راجہ: کیا وزیر ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) راولپنڈی ڈویلپمنٹ اتھارٹی (R.DA) نے راولپنڈی کے کل کتنے چوکوں میں نئے ٹریفک سگنلز لگائے ہیں اور ان پر کل کتنی لاگت آئی ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ راولپنڈی مری روڈ پر آر۔ڈی۔اے نے بڑی تعداد میں کیٹ آئی (Cat eye) لگوائے ہیں، ان کی تعداد اور ان پر آنے والی لاگت سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) راولپنڈی ڈویلپمنٹ اتھارٹی (R.D.A) نے راولپنڈی شہر کی مختلف سڑکوں پر نئے ٹریفک سگنلز لگائے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

1- مری روڈ کے 6 چوکوں پر U.T.C (اربن ٹریفک کنٹرول سسٹم) ٹریفک سگنلز لگائے گئے جن پر مبلغ 16.136 ملین روپے لاگت آئی۔

2- ایئرپورٹ روڈ کے 4 عدد چوکوں پر U.T.C ٹریفک سگنلز بذریعہ FWO نصب کئے گئے جن پر مبلغ 15.682 ملین روپے لاگت آئی۔

3- سید پور روڈ پر 4 چوکوں پر سگنل لگائے۔

4- اصغر مال روڈ پر 2 چوکوں پر سگنل لگائے۔

(ب) راولپنڈی مری روڈ کے مختلف چوکوں پر ضرورت کے مطابق ٹریفک کو لین اور لائن میں رکھنے کے لئے 1345 عدد بڑے سائز کی کیٹ آئز لگائی گئی ہیں جن پر مبلغ 1.141 ملین روپے لاگت آئی۔

سال 2009، لاہور۔بچھائے گئے سیوریج پائپ کی تفصیلات

*5162: محترمہ راحیلہ خادم حسین: کیا وزیر ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) سال 2009 کے دوران جی ٹی روڈ سنگھ پورہ موڑ لاہور براستہ بھوگیوال بند روڈ لاہور تک بچھائے گئے سیوریج پر کل کتنی لاگت آئی؟

(ب) مذکورہ سیوریج کا پائپ بچھانے کا ٹھیکہ کس کمپنی کو دیا گیا نیز کیا یہ ٹھیکہ باقاعدہ اخبار میں اشتہار کے بعد دیا گیا تھا؟

(ج) مذکورہ علاقے میں کل کتنے سیوریج پائپ بچھائے گئے نیز یہ پائپ کتنے قطر اور کتنے سائز کے تھے؟

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) سال 2009 کے دوران جی ٹی روڈ سنگھ پورہ موڑ لاہور براستہ بھوگیوال بند روڈ لاہور تک سیوریج سسٹم کی بچھائی پر کل 176.00 ملین روپے لاگت آئی۔یہ سیوریج لائن جس منصوبہ کے تحت بچھائی گئی اس میں ویٹ مین روڈ، جمیل آباد، منور سلطانہ روڈ، درس بڑے میاں روڈ میں سیوریج بچھائی اور بھوگی وال ڈسپوزل سٹیشن کی تعمیر کا کام بھی شامل تھا اور اس منصوبہ کی کل تخمینہ لاگت 240.00 ملین روپے تھی جس کے تحت کل 20135 فٹ 9 انچ تا 72 انچ قطر کے سیوریج پائپ بچھائے گئے۔

(ب) مذکورہ سیوریج کا پائپ بچھانے کا ٹھیکہ میسرز شیخ جاوید احمد گورنمنٹ کنٹریکٹر کو دیا گیا اور یہ ٹھیکہ باقاعدہ اخبار میں اشتہار کے بعد دیا گیا۔

(ج) مذکورہ علاقہ (جی ٹی روڈ سنگھ پورہ موڑ لاہور براستہ بھوگیوال بند روڈ) میں کل 8000 فٹ سیوریج پائپ بچھائے گئے جس میں 72 انچ قطر سیور پائپ 7800 فٹ، 30 انچ قطر سیور 50 فٹ، 24 انچ قطر سیور 50 فٹ اور 9 انچ قطر سیور 100 فٹ بچھائے گئے۔

چک نمبر 190/9-AL ساہیوال میں سیوریج سکیم کی تفصیلات

*5199: جناب محمد حفیظ اختر چودھری: کیا وزیر ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) چک 190/9-AL (کرسچئین) ساہیوال میں سیوریج سکیم کب شروع ہوئی تھی اس کا تخمینہ لاگت بتائیں اور یہ کب مکمل ہونی تھی؟

(ب) اس وقت تک اس سکیم پر کتنی رقم خرچ ہوئی، کتنا کام ہوا ہے اور کتنا بقایا ہے؟

(ج) کیا یہ درست ہے کہ اس سکیم پر کام بند کر دیا گیا ہے؟

(د) اس سکیم پر کب کام ختم ہوا کیا سکیم مکمل ہو چکی ہے اگر نہیں تو اس کو ادھورا چھوڑنے کی وجوہات کیا ہیں؟

(ہ) کیا یہ درست ہے کہ سکیم ابھی تک نامکمل اور ادھوری ہے جبکہ ٹھیکیدار کو اس کی سکیورٹی کی رقم محکمہ کے ملازمین / افسران کی ملی بھگت سے واپس کر دی گئی ہے؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) چک نمبر L A-9/190 (کرسچئین) سیوریج سکیم 1997 میں شروع ہوئی اس کا تخمینہ لاگت 3.374 ملین روپے تھا اور یہ 1999 میں مکمل ہوئی۔

(ب) اس وقت تک اس سکیم پر 3.374 ملین روپے خرچ ہو چکے ہیں اور تمام کام اس سکیم کا مکمل ہو چکا ہے۔

(ج) اس سکیم پر کام بند نہیں کیا گیا، بلکہ یہ سکیم 1999 میں مکمل ہو گئی تھی۔

(د) اس سکیم پر کام 1999 میں ختم ہوا اور یہ سکیم مکمل ہو چکی ہے۔

(ہ) یہ درست نہ ہے۔ سکیم مکمل ہونے کے بعد 6 ماہ تک یوزر کمیٹی کے زیر انتظام چلتی رہی ہے لیکن یوزر کمیٹی کی غیر مؤثر کارکردگی اور بجلی کے بل کی عدم ادائیگی کی وجہ سے واپڈا نے چند سال پیشتر ڈسپوزل سٹیشن سے ٹرانسفارمر اتار لیا اور تب سے یہ سکیم بند پڑی ہے۔ جہاں تک سکیورٹی واپس کرنے کا سوال ہے محکمہ آخری ادائیگی کے چھ ماہ بعد ٹھیکیدار کو سکیورٹی واپس کرنے کا قانونی طور پر پابند ہے اس لئے ٹھیکیدار کو اس کی سکیورٹی واپس کر دی گئی تھی۔

تحصیل ساہیوال میں سیوریج سکیموں کی تفصیلات

*5200: جناب محمد حفیظ اختر چودھری: کیا وزیر ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) تحصیل ساہیوال کی حدود میں کس کس گاؤں اور چک میں سیوریج سکیمیں چل رہی ہیں؟

(ب) کتنی کام کر رہی ہیں اور کتنی بند پڑی ہیں، ان سکیموں کا تخمینہ لاگت بتائیں؟

(ج) جو سکیمیں بند پڑی ہیں وہ کس وجہ سے بند ہیں؟

(د) کتنی سکیمیں شروع سے چلی ہی نہیں ہیں اس کی وجوہات کیا ہیں؟

(ہ) کیا حکومت ایسی سکیموں کی تحقیقات C.M.I.T سے کروانے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) تحصیل ساہیوال میں جون 2002 تک محکمہ ہذا نے کل 55 سیوریج سکیمیں مکمل کی تھیں جن میں سے 44 سکیمیں کام کر رہی ہیں اور 11 سکیمیں بند پڑی ہیں۔ان کا کل تخمینہ لاگت 146.839 ملین روپے ہے۔(تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے)۔

(ب) جواب جز (الف) میں دیا جا چکا ہے۔

(ج) جو سکیمیں بند پڑی ہیں ان کی بنیادی وجہ متعلقہ C.B.O کی غیر مؤثر کارکردگی اور صارفین کا بل ادا نہ کرنا ہے جس کی وجہ سے واپڈا نے ان سکیموں کے کنکشن کاٹ دیئے ہیں۔

(د) ایسی کوئی سکیم نہ ہے۔

(ہ) محکمہ ہذا کے پاس چیف منسٹر سیکرٹریٹ کی طرف سے ایسا کوئی حکم نامہ نہ ہے۔چونکہ موجودہ پالیسی کے مطابق ایسی تمام سکیموں کو چلانے کی ذمہ داری متعلقہ علاقے کی یوزرز کمیٹی کی ہے اور محکمہ میں تعینات کمیونٹی ڈویلپمنٹ آفیسرز (C.D.Os) اور کمیونٹی بیسڈ موٹیویٹرز (C.B.Ms) یوزرز کمیٹیوں کو فعال بنانے کی ہر ممکن کوشش کر رہی ہیں تاکہ ان سکیموں کو چلایا جا سکے۔

لاہور شہر میں نئے پارکس بنانے کی تفصیلات

*5646: محترمہ سیمل کامران: کیا وزیر ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) لاہور شہر میں پی ایچ اے نے سال 2008 سے آج تک کون کون سے نئے پارک بنائے؟

(ب) ان نئے پارکس میں ترقیاتی منصوبے کن فرموں سے مکمل کروائے گئے ان فرموں کی مکمل تفصیل (نام، لاگت منصوبہ اور تکمیل مدت) فراہم کی جائے؟

(ج) ان نئے پارکس میں ترقیاتی منصوبے مکمل کروانے کے لئے کس کس اخبار میں اشتہار دیئے گئے، ایوان کو مکمل تفصیل سے آگاہ کیا جائے؟

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) سال2008 میں کوئی نیا پارک نہیں بنایا گیا۔سال2009 میں فرح آباد پارک شاہدرہ میں بنایا گیا۔2010 کے ترقیاتی کاموں کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) ان نئے پارکس میں ترقیاتی منصوبے مکمل کرنے والی فرموں کے نام، لاگت منصوبہ اور تکمیل مدت کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج)

-1	نوائے وقت	5فروری2009	
-2	روزنامہ نوائے وقت / جناح	12دسمبر2009	ایئرپورٹ پروجیکٹ
-3	روزنامہ لیڈر	16اپریل2010	-ایضاً-

لاہور۔ایل ڈی اے ایونیو 1 میں سرکاری ملازمین کو پلاٹس کا قبضہ دینے کا مسئلہ

*5666: انجینئر قمرالاسلام راجہ: کیا وزیر ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ لاہور میں واقع ایل ڈی اے ایونیو ا ہاؤسنگ سکیم 2002 میں شروع کی گئی تھی مگر اس میں ترقیاتی کام ابھی تک مکمل نہیں کئے جا سکے ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس سکیم میں تمام ترالاٹیز سرکاری ملازمین ہیں اور وہ کئی برس پہلے اپنے تمام بقایاجات ادا کر چکے ہیں مگر ابھی تک انہیں پلاٹوں کا قبضہ نہیں دیا گیا ہے؟

(ج) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو ایل ڈی اے حکام صورتحال کی اصلاح احوال کے لئے کیا اقدامات اٹھانے کا ارادہ رکھتے ہیں اور کب تک یہ توقع ہے کہ گیارہ ہزار سرکاری ملازمین کو ان پلاٹس کا قبضہ مل سکے گا؟

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) ایل ڈی اے ایونیو ون کے نام سے سرکاری ملازمین کے لئے رہائشی سکیم کا اعلان 2002 میں کیا گیا۔اس سکیم کے لئے ایکوائر شدہ اراضی تقریباً16000 کنال ہے۔سکیم میں پلاٹوں کی کل تعداد 11862 ہے۔جس میں 6266 دس مرلہ جبکہ 5596 ایک کنال کے پلاٹس ہیں اس ضمن میں نوٹیفکیشن زیر دفعہ 4 لینڈ ایکوزیشن ایکٹ 1894 مورخہ 18-12-2002 کو جاری ہوا جبکہ نوٹیفکیشن زیر دفعہ (4)17 اور 6 لینڈ ایکوزیشن ایکٹ 1894 مورخہ 04-07-2003 کو جاری ہوا۔ایل ڈی اے نے مروجہ قانون کے مطابق ایکوائر

شدہ اراضی کا معاوضہ 2۔ارب روپے لینڈ ایکوزیشن کلکٹر کے ذریعے گورنمنٹ خزانہ میں سال2003 میں جمع کروادیا جس کے بعد ایل اے سی صاحب نے free from litigation اراضی کا قبضہ مورخہ 25-09-2003 کو ایل ڈی اے کے حوالے کیا جو بعد ازاں اس اراضی کو چیف انجینئر ایل ڈی اے کے حوالے 27-09-2003 کو کر دیا گیا تاکہ موقع پر ترقیاتی کام ہو سکے۔تاہم ایکوائر شدہ اراضی میں چھ ہاؤسنگ سوسائٹیوں کے مطابق ان کا رقبہ بھی شامل ہے۔ ان ہاؤسنگ سوسائٹیوں نے ایکوزیشن کیخلاف لاہور ہائیکورٹ سے رجوع کیا۔عدالت عالیہ نے حکم امتناعی جاری کر دیا۔اسی طرح کچھ دیگر مالکان اراضی نے بھی ایکوزیشن کے خلاف عدالتوں سے رجوع کیا۔اکثر کیسز میں حکم امتنائی جاری ہوا۔اس طرح تقریباً20 فیصد کے برابر رقبہ جو تقریباً2600 پلاٹس بنتے ہیں litigation میں ہے۔مزید یہ کہ تقریباً30 کیسز ہائیکورٹ اور اسی طرح 58 کیسز سول کورٹس میں زیر سماعت ہیں۔ کچھ ایکوائر شدہ اراضی پر بوقت ایکوزیشن تعمیرات / سٹرکچر تھے۔ جن کا ایوارڈ اور قبضہ لینڈ ایکوزیشن کلکٹر کی طرف سے مالکوں کے عدم تعاون کی وجہ سے دیا جانا باقی ہے۔ترقیاتی کاموں کی ذمہ داری ایل ڈی اے نے F.W.O کو دی جس نے 80 فیصد کلیئر ایریا میں ترقیاتی کام کر دیئے ہیں۔بلاک H اور F کے الاٹیز کو پلاٹس کا قبضہ 2007 سے دیا جا رہا ہے۔ پچھلے سال کے دوران جن بلاکس میں F.W.O نے ترقیاتی کام مکمل کیا ہے،ان کا سروے کروایا گیا اور ٹاؤن پلاننگ ونگ ایل ڈی اے ساتھ ساتھ پارٹ پلان بنا رہا ہے۔واپڈا کو ایل ڈی اے نے electrification کے لئے تقریباً"24 کروڑ روپے مارچ 2010 میں دیئے جبکہ واپڈا(lesco) نومبر 2010 سے کام شروع کر چکا ہے۔ جن بلاکس میں واپڈا electrification کرتا جائے گا ان بلاکس کا قبضہ الاٹیز کو ساتھ ساتھ دیا جاتا رہے گا۔

(ب) یہ درست ہے کہ الایٹز سرکاری ملازمین ہیں۔ بیشتر الاٹیز نے قیمت پلاٹ جمع کروادی ہے تاہم چند الاٹیز نے کچھ بقایا جات ادا کرنا ہیں نیز یہ کہ جو پلاٹ litigation میں ہیں ان الاٹیز سے ایڈوانس +پہلی چھ اقساط ہی وصول کی گئی ہیں جبکہ بقایا چھ اقساط بوجہ litigation ڈیمانڈ نہ کی گئی ہیں

(ج) بلاک H اور F کے الایٹز کو قبضہ 2007 سے دیا جا رہا ہے اور جن بلاکس میں F.W.O نے ترقیاتی کام مکمل کروادیا ہے ان کا سروے کروایا گیا۔ٹاؤن بلاک ونگ ایل ڈی اے پارٹ پلان

بنا رہا ہے۔واپڈا کو ایل ڈی اے نے electrification کے لئے تقریباً 24 کروڑ روپے اس سال مارچ 2010 میں دے دیا ہے۔جن بلاکس میں واپڈا electrification کرتا جائے گا ان بلاکس کا قبضہ الاٹیز کو ساتھ ساتھ دیا جاتا رہے گا۔گزشتہ سالوں کی ترقیاتی رفتار کو مدنظر رکھتے ہوئے الاٹیوں کے مفاد کے پیش نظر Legal Advisor کی سر براہی میں وکلاء کا پینل تشکیل دیا گیا ہے جو عدالتوں میں کیسوں کی تندہی سے پیروی کر رہا ہے۔تفصیل بابت litigation پیرا (الف) میں دی گئی ہے جیسے جیسے litigation ختم ہوئی development work مکمل ہونے کے بعد قبضہ الاٹیوں کو دیا جا سکے گا۔

پینے کے پانی میں سنکھیا کی مقدار میں کمی کرنے کے لئے اٹھائے گئے اقدامات

*5681: **محترمہ سیمل کامران**: کیا وزیر ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ صوبہ پنجاب کے مختلف اضلاع میں پینے کے پانی میں سنکھیا کی مقدار پائی گئی ہے؟

(ب) ان اضلاع کے نام کیا ہیں نیز حکومت سنکھیا کی مقدار میں کمی کرنے کے لئے کیا اقدامات اٹھا رہی ہے؟

(ج) جہاں سنکھیا زدہ پانی پایا جاتا ہے وہاں عوام کو کون کون سی احتیاطی تدابیر اختیار کرنی چاہئیں نیز اس کے تدارک کے لئے حکومت کون سے خصوصی اقدامات اٹھانے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) درست ہے۔

(ب) پاکستان کونسل آف ریسرچ واٹر ریسورسز وزارت سائنس اینڈ ٹیکنالوجی کی مانیٹرنگ رپورٹ 06-2005 اور تجزیہ لیبارٹری پبلک ہیلتھ انجینئرنگ کے مطابق صوبہ پنجاب کے مندرجہ ذیل اضلاع میں سنکھیا کی مقدار پائی گئی ہے۔بہاولپور، گوجرانوالہ، قصور، لاہور، ملتان، شیخوپورہ، فیصل آباد، رحیم یار خان اور لیہ۔

- ❖ حکومت پنجاب مالی سال 10-2009 میں امپرووومنٹ آف ڈرنکنگ واٹر ان آرسینک ایفیکٹڈ علاقوں کے لئے 45 ملین کی رقم مختص کی گئی، مگر فنڈز ریلیز نہ ہونے کی وجہ سے ان پر عملدرآمد نہ ہو سکا۔

(ج) پاکستان کونسل آف ریسرچ ان واٹر ریسورسز وزارت سائنس اینڈ ٹیکنالوجی نے آرسینک کو نکالنے کے لئے ایک خاص فلٹریشن سسٹم تجویز کیا ہے جس میں ایک گھڑے میں مختلف اجزاء (میڈیا) استعمال کئے گئے ہیں جو کہ پانی سے آرسینک کو نکال دیتے ہیں اور اس میں سے فلٹر ہونے کے بعد پانی آرسینک سے پاک ہو جاتا ہے۔

- ❖ پنجاب رورل سپورٹ پروگرام کے تحت مختلف گاؤں میں ریورس اوسموسس پلانٹ لگائے گئے ہیں جو کہ پانی میں سے آرسینک کو نکال دیتے ہیں۔
- ❖ لوکل گورنمنٹ نے وفاقی حکومت کے تعاون سے یونین کونسل کی سطح پر فلٹریشن یونٹ لگائے ہیں جس میں پانی سے آرسینک کو نکالنے کی سہولت بھی میسر ہے۔
- ❖ محکمہ پبلک ہیلتھ انجینئرنگ نے وزیراعلیٰ پنجاب کی خصوصی اجازت سے 2009 سے 34 ضلعی سطح پر لیبارٹریاں قائم کی ہیں جو کہ معیاری ٹیسٹ کے علاوہ پانی میں آرسینک بھی ٹیسٹ کرتی ہیں۔ لیبارٹری رپورٹ کے تجزیہ کے بعد جن اضلاع میں آرسینک زیادہ مقدار میں پایا گیا ہے وہاں 29 واٹر سپلائی سکیموں کی نشاندہی و تخمینہ جات لاگت مبلغ 280.418 ملین روپے ہے۔ مالی سال 11-2010 میں آرسینک ایلوکیشن 2000 ملین مختص ہے۔جس میں سے جنوبی پنجاب کے ضلع بہاولپور اور ضلع لیہ کے لئے 103.006 ملین روپے مختص ہیں اور فنڈ بھی جاری کر دیئے گئے ہیں اور ان سکیموں پر کام جاری ہے۔باقی سکیموں پر فنڈز کی دستیابی پر کام شروع کر دیا جائے گا۔

ضلعی آفیسرز کی الگ الگ تعیناتی کی تفصیلات

*5727: محترمہ ثمینہ نوید(ایڈووکیٹ): کیا وزیر ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ڈویژن بہاولپور میں تین اضلاع ہیں جبکہ مذکورہ محکمہ کا تینوں اضلاع کے لئے صرف ایک ہی آفیسر ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ ہر ضلع میں ایک ضلعی آفیسر نہ ہونے کی وجہ سے عوام الناس کے ضروری امور طوالت کا شکار ہو رہے ہیں جس سے وہ بے حد پریشانی میں مبتلا ہیں؟

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مذکورہ ڈویژن کے تینوں اضلاع کے لئے ضلعی آفیسر تعینات کرنے کو تیار ہے تو کب تک، نہیں تو وجوہات کیا ہیں ایوان کو تفصیل سے آگاہ کیا جائے؟

وزیر اعلیٰ(میاں محمد شہباز شریف):

(الف) درست ہے کہ بہاولپور ڈویژن میں تین اضلاع ہیں اور محکمہ(PHATA) کا ایک ڈپٹی ڈائریکٹر برائے اضلاع بہاولپور و بہاولنگر ہے اور ایک ڈپٹی ڈائریکٹر برائے رحیم یار خان ہے۔

(ب) ڈپٹی ڈائریکٹر(PHATA) سب ریجن بہاولپور اپنے ذیلی دفتر سیکرٹری (PHATA) ڈسٹرکٹ ہاؤسنگ کمیٹی بہاولنگر کے دفتری امور بھی انجام دیتے ہیں جبکہ ضلع رحیم یار خان میں بھی ڈپٹی ڈائریکٹر تعینات کر دیا گیا ہے اور وہ دفتری امور سر انجام دے رہے ہیں بمطابق اطلاع کے نہ تو امور طوالت کا شکار ہیں اور نہ ہی عوام پریشانی میں مبتلا ہیں۔کام کے لحاظ سے ڈپٹی ڈائریکٹر بہاولپور نے ہفتہ میں ایک دن بہاولنگر میں کام کے لئے تفویض کر رکھا ہے۔

(ج) پنجاب میں کل 36 اضلاع ہیں جبکہ صرف 17 اضلاع میں ضلعی آفیسر کام کرتے ہیں جبکہ دوسرے اضلاع میں ضلعی آفیسر کی اسامی موجود نہ ہے اسی طرح بہاولپور میں ضلعی آفیسر کام کر رہا ہے اور ضلع بہاولنگر میں ضلعی آفیسر کی پوسٹ نہ ہے جبکہ رحیم یار خان میں بھی ضلعی آفیسر تعینات کر دیا گیا ہے۔

پی پی۔72 فیصل آباد میں واٹر سپلائی کی تفصیلات

*5945: خواجہ محمد اسلام: کیا وزیر ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) پی پی۔72 فیصل آباد میں واٹر سپلائی کے لئے کتنے ٹیوب ویلز کس کس جگہ نصب ہیں؟

(ب) ان ٹیوب ویلز سے روزانہ کتنے گیلن پانی فراہم کیا جاتا ہے؟

(ج) سال 2009-10 پی پی۔72 فیصل آباد میں کس کس جگہ نئے ٹیوب ویل لگائے جا رہے ہیں؟

وزیر اعلیٰ(میاں محمد شہباز شریف):

(الف) فیصل آباد شہر کے دوسرے علاقوں کی طرح پی پی۔72 کی حدود میں بھی زیر زمین پانی پینے کے قابل نہ ہے اس لئے اس حلقہ میں واٹر سپلائی کے لئے کوئی ٹیوب ویل نصب نہ ہے۔واسا فیصل آباد اپنے شہریوں کو چنیوٹ ویل فیلڈ ایریا اور رکھ برانچ نہر کے کنارے لگے ہوئے ٹیوب ویلز کے ذریعے میٹھا پانی فراہم کر رہا ہے۔

(ب) چونکہ پینے کے پانی کے لئے اس حلقہ میں کوئی ٹیوب ویل نصب نہ ہے اس لئے مقدار کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(ج) زیر زمین پانی کھارااور پینے کے قابل نہ ہونے کی وجہ سے پی پی۔72میں سال2009-10 میں کوئی ٹیوب ویل نہیں لگایا جارہا۔

لاہور۔نئے ٹیوب ویلز کی تعداد و تفصیل

*6065: محترمہ نسیم لودھی: کیا وزیر ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ واسا صوبائی دارالحکومت لاہور میں69 نئے ٹیوب ویل لگوارہا ہے ؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ ان ٹیوب ویلز پر27 کروڑ96لاکھ اور44ہزار روپے خرچ ہونگے ؟

(ج) لاہور میں واسا نئے ٹیوب ویلز جن علاقوں میں لگا رہا ہے، ان کے ناموں کی تفصیل فراہم کی جائے ؟

وزیراعلیٰ(میاں محمد شہباز شریف):

(الف) جی ہاں۔واسالاہور میں69 نئے ٹیوب ویل نصب کر دیئے گئے ہیں۔

(ب) یہ درست نہ ہے۔ان ٹیوب ویلز کی تنصیب کی لاگت43 کروڑ20لاکھ روپے آئی ہے۔

(ج) واسالاہور میں نصب کئے جانے والے69 نئے ٹیوب ویلز کی فہرست ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

ایل ڈی اے میں فائلوں کی کمپیوٹرائزیشن سے متعلقہ تفصیل

*6090: محترمہ نسیم لودھی: کیا وزیر ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ایل ڈی اے نے13ہزار فائلیں کمپیوٹرائز کرنے کے لئے سکیننگ کا کام مکمل کر لیا ہے ؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس کام کو مکمل کرنے میں سرکاری افسران واہلکاران نے شب و روز محنت کی؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ محکمہ ہذا ان افسران و اہلکاران کے اس کام کے بدلے میں خصوصی اعزازیہ دینے کا ارادہ رکھتا ہے؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) اب تک ایل ڈی اے 21033 فائلز کو سکین کر چکا ہے جس کی مرحلہ وار تفصیل مندرجہ ذیل ہے:-

ٹوٹل سکین	سکین ویریفائڈ	ڈیٹا انٹری	ڈیٹا انٹری ویریفائیڈ
21033	21033	20365	17285

(ب) جی ہاں! اس کام کو سرانجام دینے کے لئے ایل ڈی اے کے سرکاری افسران و اہلکاران شب و روز کام کرتے رہے ہیں جو قابل ستائش ہے۔

(ج) اس محنت کو سراہتے ہوئے ایل ڈی اے افسران اور اہلکاران کو اعزازیہ بھی دے چکا ہے۔

لاہور شہر میں ٹریفک سگنلز کی مرمت

*6179: محترمہ خدیجہ عمر: کیا وزیر ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ٹیپا افسران کی غفلت کے باعث قذافی سٹیڈیم، شمع چوک، لکشمی چوک، مزنگ روڈ، سگیاں پل، گلشن راوی اور یتیم خانہ سمیت متعدد علاقوں میں ٹریفک سگنلز خراب پڑے ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ ان کے لئے مخصوص کردہ فنڈز خورد برد کر لئے گئے ہیں؟

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت اس صورتحال کی اصلاح کے لئے کیا اقدامات اٹھا رہی ہے؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) یہ درست نہ ہے۔جہاں تک سگیاں پل اور گلشن راوی کے ٹریفک سگنلز کا تعلق ہے یہ ٹیپا کے دائرہ اختیار میں نہیں آتے جبکہ قذافی سٹیڈیم، شمع چوک، لکشمی چوک، مزنگ روڈ اور یتیم خانہ کے ٹریفک سگنلز درست طور پر کام کر رہے ہیں۔ٹریفک پولیس ٹریفک سگنلز کی کارکردگی کے بارے میں باقاعدگی سے ٹیپا کو آگاہ کرتی رہتی ہے گزشتہ پندرہ دن کی رپورٹ جو کہ ٹریفک پولیس نے بھیجی ہے، کے مطابق مندرجہ بالا ٹریفک سگنلز درست طور پر کام کر

رہے ہیں۔(کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے) شہر کے دیگر ٹریفک سگنلز کے بارے میں بھی ٹریفک پولیس کی معاونت سے باقاعدہ دیکھ بھال کی جارہی ہے۔

(ب) یہ درست نہ ہے۔

(ج) چونکہ جز(الف)اور (ب)کا جواب اثبات میں نہیں ہے، اس لئے اس جز کا جواب دینے کی ضرورت نہ ہے۔

دریائے راوی اور ستلج پر بڑی جھیلوں کا قیام

*6513:چودھری ظہیر الدین خان: کیاوزیر ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ لاہور کے 5800 ٹیوب ویل 24 گھنٹے پانی کھینچنے میں مصروف ہیں جس کے باعث دریائے راوی اور ستلج سوکھتے جارہے ہیں اور پانی کی گہرائی کافی حد تک بڑھ گئی ہے؟

(ب) کیا حکومت مذکورہ مسئلہ پر قابو پانے کے لئے دریائے راوی اور ستلج کے کنارے بڑی جھیلیں بنانے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو وجوہات؟

وزیر اعلیٰ(میاں محمد شہباز شریف):

(الف) لاہور میں اس وقت واسا کے زیر انتظام اس کے سروس ایریا میں واسا کے 466 ٹیوب ویل چل رہے ہیں اور ان کے چلانے کا دورانیہ 16 سے 17 گھنٹے روزانہ ہے۔ واسا کے علاوہ دوسرے اداروں جن میں کنٹونمنٹ بورڈ، ملٹری انجینئرنگ سروسز، ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی، پاکستان ریلوے، لاہور میں موجود ہسپتال، یونیورسٹیاں و دیگر تعلیمی ادارے، نجی عمارات، پرائیویٹ ہاؤسنگ سکیمز اور زرعی مقاصد کے لئے لگائے گئے ٹیوب ویل بھی زمین سے پانی نکال رہے ہیں۔ بارشوں کی کمی اور بڑھتی ہوئی ضروریات کی وجہ سے زیر زمین پانی کی سطح سالانہ نیچے جارہی ہے۔ دریائے راوی اور ستلج کے سوکھنے کی وجہ سے زیر زمین پانی کا استعمال نہیں ہے بلکہ سندھ طاس معاہدہ کے تحت بھارت کی طرف سے پانی کا کم اخراج ہے۔

(ب) پنجاب میں زیر مین پانی کی صورتحال اور اس سلسلے میں پالیسی سازی کے لئے محکمہ انہار نے ایک سٹڈی کروائی ہے اور اس سلسلے میں مزید پیشرفت کے بارے میں متعلقہ محکمہ ہی تفصیلات بتا سکتا ہے۔

لاہور سیوریج سسٹم کی تفصیلات

*6586: محترمہ خدیجہ عمر: کیا وزیر ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ضلع لاہور کا اکثر علاقوں کا سیوریج سسٹم بالکل ناکارہ ہو چکا ہے؟

(ب) حکومت لاہور شہر میں سیوریج سسٹم کو بہتر کرنے کے لئے کیا اقدامات اٹھا رہی ہے، اس کی تفصیل سے آگاہ کریں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) یہ درست ہے کہ لاہور شہر کی بڑھتی ہوئی آبادی کے لحاظ سے موجودہ سیوریج سسٹم ناکافی ہے۔لاہور کی وسطی گنجان آبادی کے لئے سیوریج کا نظام 1938 میں قیام پاکستان سے قبل تعمیر کیا گیا تھا۔مختلف اوقات میں ہونے والے بہتری کے اقدامات کے باوجود یہ نظام موجودہ دور کی ضروریات کے لئے ناکافی ہے۔اس کے علاوہ شہر کے دیگر حصوں خصوصاً جنوبی لاہور میں بننے والی نئی آبادیوں کے لئے بھی سیوریج کے نظام میں اضافے کی ضرورت ہے۔اس سلسلے میں وسطی اور جنوبی لاہور دونوں کے سیوریج اور ڈرینج کے نظام کی بہتری کے لئے واسا نے مشاورتی فرم نیسپاک (NESPAK) سے تفصیلی فیزیبلٹی رپورٹ تیار کروائی ہے۔

(ب) لاہور میں سیوریج کے موجودہ نظام کو بہتر بنانے کے لئے اس وقت 3 منصوبے زیر تکمیل ہیں۔جن کی مالیت 3155 ملین روپے ہے اور یہ منصوبے سال 2013 میں مکمل ہو جائیں گے۔ تفصیل درج ذیل ہے:۔

SEWERAGE& DRAINAGE PROJECTS UNDER EXECUTION (2010-11)

ADP N0. 2010-11	Name Of Scheme	Estimate cost Foreign Aid	Cost
	On Going Schemes		
2639	Misc. Sewerage and Drainage requirements of different Towns.	0.000	1068
2640	Trunk Sewer Shadi Pura to Salamat Pura.	0.000	751
2641	Reduction of Rainy water stagnation time at Sore Points/ Ponding areas in (O & M) Towns of WASA, L.D.A, Lahore.	0.000	1336
	Total		3155

صادق آباد۔بستی مورن کے ڈرینج سسٹم کی تعمیر

*6623: میاں شفیع محمد: کیا وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ بستی مورن تحصیل صادق آباد میں ڈرینج سسٹم کے لئے جو سکیم تیار کی گئی تھی اس پر کتنی لاگت آئی تھی؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس سکیم کا کام 100 فیصد مکمل نہ ہوا اور سکیم اپنی تکمیل سے قبل ہی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گئی؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ سکیم کی تعمیر ناقص مٹیریل سے ہوئی ہے، کی وجہ سے سکیم مکمل نہ ہو سکی؟

(د) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مذکورہ سکیم کے ڈرینج کی ناقص تعمیر کی انکوائری اور ذمہ داران کے تعین اور ان کے خلاف کارروائی کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو وجوہات سے ایوان کو تفصیلاً آگاہ کیا جائے نیز کیا حکومت مذکورہ بستی کو سیوریج کی سہولت فراہم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) بستی مورن میں محکمہ پبلک ہیلتھ انجینئرنگ ڈویژن رحیم یار خان کے زیر انتظام نکاسی آب کے منصوبہ کے لئے ٹینڈر مورخہ 17-02-2005 کو وصول کیا گیا اور کام کا آغاز مورخہ 07-03-2005 کو ہوا جس کی تکمیل مدت چار ماہ مقرر ہوئی اس کام کا تخمینہ لاگت مبلغ 44 لاکھ 42 ہزار روپے تھا جس کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

-1	ڈرین ٹائپ	=	12631 فٹ
-2	تعمیر سولنگ	=	43097 سی ایف ٹی
-3	آکسیڈیشن پونڈ (Oxidation Pond)	=	3 عدد
-4	ڈسچارج سمپ (Discharge Sump)	=	3 عدد

(ب) یہ کہ سکیم ہذا کا کام مورخہ 10-06-2006 کو مکمل ہوا اور دیکھ بھال کے لئے 18-11-2006 کو یوزرز کمیٹی کے حوالے کر دیا گیا اور یوزرز کمیٹی نے کام کی تکمیل اور کوالٹی کے بارے میں

سرٹیفکیٹ تحریر کیا جس کی تصدیق رئیس محمد اصغر ورند ناظم یونین کونسل صادق آباد نے کی اور یہ کہ سکیم درست حالت میں یوزرز کمیٹی کے حوالے کی گئی۔

(ج) یوزرز کمیٹی نے تکمیل شدہ سکیم کی مناسب دیکھ بھال نہ کی ہے اور نہ ہی صفائی کا باقاعدہ انتظام کیا جس کی وجہ سے تعمیر شدہ نکاسی آب کا منصوبہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوا اور فی الوقت مٹیریل کے استعمال کا تعین کرنا ممکن نہ ہے۔کیونکہ یہ منصوبہ مکمل ہوئے چار سال سے زیادہ ہو چکا ہے۔

(د) کیونکہ محکمہ ٹوٹ پھوٹ کا ذمہ دار نہ ہے اس لئے انکوائری کروانے کا کوئی فیصلہ نہ ہوا ہے۔ فی الحال منصوبہ برائے نکاسی آب کی بحالی زیر غور نہ ہے۔

ملتان، واٹر سپلائی سکیموں کی تفصیلات

*6926: **ملک محمد عامر ڈوگر**: کیا وزیر ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) 2008۔09 اور 2009۔10 کے دوران ملتان شہر میں کتنی رقم واٹر سپلائی کی سہولت پہنچانے کے لئے خرچ کی گئی؟

(ب) ان منصوبوں کے نام، تخمینہ لاگت اور مدت تکمیل بتائیں؟

(ج) کتنی سکیمیں مکمل ہو چکی ہیں اور کتنی زیر تعمیر ہیں؟

(د) اس شہر کی کتنے فیصد آبادی میں واٹر سپلائی کی سہولت موجود ہے، کتنے فیصد آبادی سرکاری پانی سے محروم ہے؟

(ہ) باقی ماندہ آبادی کی واٹر سپلائی کے لئے حکومت کیا اقدامات اٹھا رہی ہے؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) واسا نے سال 09-2008 اور 10-2009 کے دوران واٹر سپلائی کی سہولت پہنچانے کے لئے 505.584 ملین خرچ کئے۔

(ب)

ا۔ بحالی برائے موجودہ واٹر سپلائی سسٹم واسا ملتان۔ 100.00(M)
(Rehabilitation of existing Water Supply System in WASA Multan)

-ii بحالی برائے پرانے ٹیوب ویلز واسا ملتان۔(M) 193.788
(Rehabilitation of old Tube Well in WASA jurisdiction WASA Multan. (PM Package Part-I)

-iii واٹر سپلائی سکیم فیز (V) ملتان۔ (M) 375.135
(Water Supply Scheme Phase- VI Multan)

(ج) ایک سکیم جس کا تخمینہ لاگت 100.00 ملین تھی وہ مکمل ہو چکی ہے اور دو سکیمیں جن کا تخمینہ لاگت 193.788 اور 375.135 ملین ہے، زیر تعمیر ہیں۔

(د) ملتان شہر کی تقریباً 70 فیصد آبادی کو واٹر سپلائی کی سہولت میسر ہے اور بقایا 30 فیصد محروم ہیں۔

(ہ) باقی ماندہ آبادی کو واٹر سپلائی کی سہولت مہیا کرنے کے لئے وزیر اعظم پیکج (Prime Minister Southern Punjab Development Package) میں شامل کیا گیا ہے جس کی منظوری C.D.W.P سے ہو چکی ہے اور فنڈ ملنے پر کام شروع کیا جائے گا۔ ان سکیموں کی تکمیل سے 82 فیصد آبادی واٹر سپلائی کی سہولت سے مستفید ہو گی۔

سیالکوٹ، واٹر سپلائی کے لئے لگائے گئے ٹیوب ویلز و دیگر تفصیلات

*7002: محترمہ شمسہ گوہر: کیا وزیر ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) سیالکوٹ شہر میں 09۔2008 اور 10۔2009 کے دوران واٹر سپلائی کے لئے کتنے ٹیوب ویل کس کس جگہ لگائے گئے ہیں؟

(ب) اس میں کتنے ٹیوب ویل چالو حالت میں اور کتنے خراب ہیں؟

(ج) اس شہر کی آبادی کے لئے روزانہ کتنے گیلن پانی کی ضرورت ہے؟

(د) ان ٹیوب ویلوں سے روزانہ کتنے گیلن پانی مذکورہ شہر کو فراہم کیا جاتا ہے؟

(ہ) کیا حکومت اس شہر میں مزید ٹیوب ویل برائے واٹر سپلائی لگانے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) سیالکوٹ شہر میں سال 09-2008 اور 10-2009 میں نصب کئے گئے ٹیوب ویلز کی تفصیل حسب ذیل ہے:

	2008-09		2009-10
1	ٹیوب ویل تحصیل بازار	1	ٹیوب ویل کوٹلی بہرام
2	ٹیوب ویل فتح گڑھ	2	ٹیوب ویل ظفروال روڈ نیکا پورہ
3	ٹیوب ویل مظفرپورہ	3	ٹیوب ویل گلشن ٹاؤن
4	ٹیوب ویل محمد پورہ	4	ٹیوب ویل لنڈا پھاٹک
5	ٹیوب ویل سلور سٹار روڈ	5	ٹیوب ویل رام تلائی روڈ
6	ٹیوب ویل رنگ پورہ	6	ٹیوب ویل برنا سپورٹس
7	ٹیوب ویل جوبلی پارک	7	ٹیوب ویل شاہ چائن
8	ٹیوب ویل بہار کالونی	8	ٹیوب ویل پنجاب کالونی
9	ٹیوب ویل محکمہ واٹر ورکس I	9	ٹیوب ویل گوھد پور
10	ٹیوب ویل محکمہ واٹر ورکس II	10	ٹیوب ویل ہنٹر پورہ
11	ٹیوب ویل چاہ ترکھانہ	11	ٹیوب ویل اسلام نگر
12	ٹیوب ویل شجاع آباد	12	ٹیوب ویل بوکن
13	ٹیوب ویل حاجی پورہ بن		

(ب) تمام ٹیوب ویل چالو حالت میں ہیں۔

(ج) سیالکوٹ شہر کی آبادی مردم شماری 1998 کے مطابق 358376 نفوس تھی جو کہ بڑھ کر 2010 تک 447555 ہو گئی ہے۔اس وقت شہر میں پینے کے پانی کی ضرورت 33.567 ملین گیلن یومیہ ہے۔

(د) اس وقت شہر کو 33.120 ملین گیلن پانی مہیا کیا جارہا ہے جو کہ 92 عدد ٹیوب ویلز سے حاصل کیا جارہا ہے جن کو TMA سیالکوٹ چلارہا ہے۔

(ہ) اس وقت پانی کی ضرورت مندرجہ بالا لگائے گئے ٹیوب ویلز سے پوری کی جارہی ہے اور آئندہ اضافی ٹیوب ویلز لگانے کی ضرورت ہو گی جو کہ فنڈز کی دستیابی کی صورت میں پالیسی کے مطابق لگائے جائیں گے۔

ضلع سیالکوٹ، سیوریج کی فراہمی کی تفصیلات

*7004: محترمہ شمسہ گوہر: کیا وزیر ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع سیالکوٹ میں سال 10۔2009 کے دوران کتنی رقم سیوریج کی سہولیات کی فراہمی پر خرچ ہوئی؟

(ب) ان منصوبہ جات کے نام، تخمینہ لاگت بتائیں؟

(ج) کتنے منصوبے مکمل ہو چکے ہیں اور کتنے زیر تعمیر ہیں؟
(د) اگر حکومت اس ضلع کے باقی ماندہ علاقوں میں سیوریج بچھانے کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) ضلع سیالکوٹ میں سال 10-2009 کے دوران سیوریج کی سہولت پر 2.430 ملین روپے خرچ کئے گئے۔

(ب)

(1)	سیوریج ڈرینج سکیم چونڈہ	47.630 ملین
(2)	سیوریج ڈرینج سکیم سمبڑیال	47.630 ملین

(ج) یہ دونوں منصوبہ جات مکمل ہو چکے ہیں اور کوئی منصوبہ زیر تعمیر نہ ہے۔
(د) باقی ماندہ علاقوں میں سیوریج بچھانے کا کام ترقیاتی بجٹ کو مدنظر رکھتے ہوئے مرحلہ وار پروگرام کے تحت کیا جائے گا۔

لاہور۔ کوٹلی پیر عبدالرحمٰن باغبانپورہ میں آبادی کے تناسب سے ٹیوب ویلز لگانا

*7014: جناب علی حیدر نور خان نیازی: کیا وزیر ہاؤسنگ، شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کوٹلی پیر عبدالرحمٰن باغبانپورہ لاہور میں کتنے ٹیوب ویلز کب لگائے گئے؟
(ب) کیا موجودہ آبادی کے تناسب سے مذکورہ ٹیوب ویلز کافی ہیں؟
(ج) کیا یہ درست ہے کہ مذکورہ علاقے کی آبادی بڑھنے اور کنکشن کے اضافے کی وجہ سے پانی کی کمی کا شدت سے سامنا ہے؟
(د) کیا متعلقہ انتظامیہ مذکورہ مسئلے کو فوری حل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) کوٹلی پیر عبدالرحمٰن باغبانپورہ لاہور میں دو ٹیوب ویلز لگائے گئے جن کی تنصیب کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

-1	کوٹلی پیر عبدالرحمٰن تکیہ (4 کیوسک)	2001
-2	مشتاق کالونی (2 کیوسک)	2009

(ب) آبادی کے لحاظ سے موجودہ ٹیوب ویلز کافی ہیں۔

(ج) مذکورہ علاقے کی آبادی تیزی سے بڑھ رہی ہے جس کی وجہ سے پانی کے استعمال میں اضافہ ہوا ہے۔تاہم موسم گرما میں لوڈ شیڈنگ کے باعث بعض اوقات علاقہ میں پانی کی کمی واقع ہو جاتی ہے۔

(د) واسا نے اس سلسلے میں آبادی میں اضافہ کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک نیا ٹیوب ویل چار کیو سک فیصل پارک (قادر بخش پارک) لگانے کی تجویز دی ہے جو کہ منظوری کے لئے پی اینڈ ڈی ڈیپارٹمنٹ پنجاب کو بھیج دیا ہے۔اس کی منظوری اور فنڈز کی دستیابی ہوتے ہی نیا ٹیوب ویل لگا دیا جائے گا۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! آج کل ہمارا pre budget discussion session چل رہا ہے اس میں ہم پیسوں کی بات کر رہے ہیں کہ ہمارے پاس یہ پیسے ہوں گے ہم ان کو ایسے ایسے خرچ کریں گے۔انہی پیسوں کے سلسلے میں ہمارے آئین کے اندر نیشنل فنانس کمیشن کی provision ہے جو پچھلے سے پچھلے سال دسمبر میں منظور ہوا۔جمہوری حکومتیں اُس کو اپنا بڑا کمال مانتی ہیں اور اُس کے اوپر اپنے آپ پر بڑا فخر کرتی ہیں۔اسی نیشنل فنانس کمیشن کے بارے میں آپ کی تھوڑی سی توجہ چاہیئے ہو گی۔آئین کے آرٹیکل 160 کی سب کلاز (3(B ہے:

> 3(B). The Federal Minister and Provincial Finance Ministers shall monitor the implementation of the N.F.C Award and lay their reports before the House.

انہوں نے یہ رپورٹ سال میں دو دفعہ ہاؤس میں lay کرنی ہے۔ایک سال ہو چکا ہے ابھی تک ایک رپورٹ بھی lay نہیں کی گئی تو آپ سے میری یہ گزارش تھی کہ وہ یہ رپورٹ lay کریں۔

جناب سپیکر: فنانس منسٹر صاحب اس وقت ہاؤس میں موجود نہیں ہیں انہیں آنے دیں پھر وہ آپ کو اس کا جواب دیں گے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! آپ منسٹر صاحب سے جواب لے کر دیں گے؟

جناب سپیکر: اگر میں ہوا تو میں جواب لے کر دوں گا۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے حکومت پنجاب سے چھوٹی سی ایک اور چیز پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا Tourism & Resorts, Sports, I.T and Commerce & Investment Ministries کو ختم کر دیا گیا ہے؟

جناب سپیکر: ان کو ختم نہیں کیا گیا بلکہ ان کو merge کیا گیا ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! ان محکموں کے وزراء کرام کا کیا بنے گا؟

جناب سپیکر: دیکھیں، وزیر وزیر ہی ہوتا ہے۔

محترمہ سیمل کامران: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: میں نے جب ایک دفعہ لغاری صاحب کو پوائنٹ آف آرڈر پر اجازت دے دی ہے تو پھر آپ کو تھوڑا سا صبر کرنا چاہئے۔ آپ پوائنٹ آف آرڈر پر پوائنٹ آف آرڈر ہی کرتے جا رہے ہیں۔ میں اُن کی بات سن رہا ہوں۔ آپ کہتے ہیں کہ میں اُن کی بات نہ سنوں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! یہ میری گزارشات تھیں تو یہ چیزیں اس ہاؤس کے اندر آنی چاہئیں۔ یہ چیزیں ہوں گی تو House in order ہوگا اور اگر Constitutional violation ہو رہی ہے تو House is not in order.

جناب سپیکر: اگر فنانس منسٹر اپنے چیمبر میں میری بات سن رہے ہیں تو ہاؤس میں تشریف لائیں۔

جناب محمد حفیظ اختر چودھری: جناب سپیکر! میرا ایک بہت ہی اہم question ہے۔

جناب سپیکر: جناب! تمام معزز ممبران کے questions اہم ہیں لیکن میں rules کے مطابق چلوں گا I am sorry. اب میں سیکرٹری اسمبلی سے کہوں گا کہ وہ رخصت کی درخواستیں پڑھیں۔

درخواست ہائے رخصت

سیکرٹری اسمبلی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ معزز اراکین اسمبلی کی طرف سے رخصت کی 12 درخواستیں موصول ہوئی ہیں۔

الحاج محمد الیاس چنیوٹی

سیکرٹری اسمبلی: پہلی درخواست الحاج محمد الیاس چنیوٹی ایم پی اے، پی پی۔73 کی طرف سے مورخہ 6۔دسمبر 2010 کو موصول ہوئی ہے۔ انہوں نے تحریر کیا ہے کہ:

"الحمد للہ مجھے اس سال 1431ھ کو چھٹے حج کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ میں اپنی اہلیہ، بیٹی اور بیٹے (محمد حسن) کے ساتھ سعودی عرب میں ہوں۔ مجھے جاری اجلاس کے دنوں 16۔دسمبر2010 تک کی چھٹی مرحمت فرمائی جائے۔"

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت منظور کی جائے؟"

(رخصت منظور ہوئی)

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب عمران اشرف

سیکرٹری اسمبلی: اگلی درخواست جناب عمران اشرف ایم پی اے، پی پی۔123 کی طرف سے مورخہ 7۔دسمبر2010 کو موصول ہوئی ہے۔ انہوں نے تحریر کیا ہے کہ:

"گزارش ہے کہ نجی مصروفیت کی وجہ سے پنجاب اسمبلی کے جاری سیشن میں مورخہ 3۔دسمبر2010 تا اختتام اجلاس حاضر نہیں ہو سکتا۔ مذکورہ ایام کی رخصت منظور فرمائی جائے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت منظور کی جائے؟"

(رخصت منظور ہوئی)

محترمہ صائمہ عزیز

سیکرٹری اسمبلی: اگلی درخواست محترمہ صائمہ عزیز ایم پی اے، ڈبلیو۔311 کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔ انہوں نے تحریر کیا ہے کہ:

"گزارش ہے کہ مجھے گھریلو کام کے سلسلے میں بیرونِ ملک جانا پڑا۔ ازراہِ کرم مجھے 10۔جنوری2011 تا اختتام اجلاس رخصت عنایت فرمائی جائے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت منظور کی جائے؟"

(رخصت منظور ہوئی)

جناب عمران اشرف

سیکرٹری اسمبلی:اگلی درخواست جناب عمران اشرف ایم پی اے، پی پی۔123 کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔انہوں نے تحریر کیا ہے کہ:

"گزارش ہے کہ بوجہ بیرونِ ملک کاروباری مصروفیات پنجاب اسمبلی کے جاری سیشن میں مورخہ 31۔دسمبر 2010 سے 9۔جنوری 2011 تک حاضر نہیں ہو سکتا۔مذکورہ ایام کی رخصت منظور فرمائی جائے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر:اب سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت منظور کی جائے؟"

(رخصت منظور ہوئی)

رانا محمد افضل خان

سیکرٹری اسمبلی:اگلی درخواست رانا محمد افضل خان ایم پی اے، پی پی۔66 کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔انہوں نے تحریر کیا ہے کہ:

"Sir, due to an important piece of work, I will not be able to attend the ongoing Assembly Session on 12th & 13th January 2011. You are requested to kindly grant me leave for two days."

جناب ڈپٹی سپیکر:اب سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت منظور کی جائے؟"

(رخصت منظور ہوئی)

محترمہ فوزیہ بہرام

سیکرٹری اسمبلی:اگلی درخواست محترمہ فوزیہ بہرام ایم پی اے، ڈبلیو۔333 کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔انہوں نے تحریر کیا ہے کہ:

"میں گورنر صاحب کی اچانک شہادت کی وجہ سے عوام کی دلجوئی کے لئے چکوال چلی گئی اور حلقہ کے عوام کی پریشانی کے باعث مورخہ 05,07,10 اور

11۔جنوری2011 تک اجلاس attend نہ کر سکی۔ مجھے چار دنوں کی رخصت عنایت فرمائی جائے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت منظور کی جائے؟"

(رخصت منظور ہوئی)

جناب وسیم افضل گوندل

سیکرٹری اسمبلی: اگلی درخواست جناب وسیم افضل گوندل ایم پی اے، پی پی۔119 کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔ انہوں نے تحریر کیا ہے کہ:

"گزارش ہے کہ میں ذاتی مصروفیات کی بنا پر بروز جمعرات اور جمعۃ المبارک 13اور14۔جنوری2011 کو اجلاس میں حاضر نہیں ہو سکا۔ میری رخصت منظور فرمائی جائے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت منظور کی جائے؟"

(رخصت منظور ہوئی)

جناب ظفر ذوالقرنین ساہی

سیکرٹری اسمبلی: اگلی درخواست جناب ظفر ذوالقرنین ساہی ایم پی اے، پی پی۔52 کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔ انہوں نے تحریر کیا ہے کہ:

"Sir, due to sad demise of my relative, I am unable to attend the Assembly Session from 12th to 14th January 2011. It is, therefore, requested that 3 days leave may kindly be sanctioned in my favour."

جناب ڈپٹی سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت منظور کی جائے؟"

(رخصت منظور ہوئی)

چودھری سرفراز افضل

سیکرٹری اسمبلی: اگلی درخواست چودھری سرفراز افضل ایم پی اے، پی پی۔6 کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔ انہوں نے تحریر کیا ہے کہ:

"I have go to Dubai for some domestic affair and I would like to request you to kindly sanction 3 days ex-Pakistan leave. i.e. 17th to 19th January 2011. Submitted for kind information and approval please."

جناب ڈپٹی سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت منظور کی جائے؟"

(رخصت منظور ہوئی)

میاں محمد رفیق

سیکرٹری اسمبلی: اگلی درخواست میاں محمد رفیق ایم پی اے، پی پی۔90 کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔ انہوں نے تحریر کیا ہے کہ:

"درج بالا عنوانات کی توجہ خصوصی کے لئے ملتمس ہوں کہ آج میری آنکھ کا آپریشن ہے جس کی وجہ سے درج بالا عنوان میں درج ایام کے لئے رخصت بابت اجلاس کارروائی منظور فرمائی جائے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت منظور کی جائے؟"

(رخصت منظور ہوئی)

میاں نصیر احمد

سیکرٹری اسمبلی: اگلی درخواست میاں نصیر احمد ایم پی اے، پی پی۔155 کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔ انہوں نے تحریر کیا ہے کہ:

"مجھے ایک ضروری کام کے سلسلے میں اسلام آباد جانا ہے جس بنا پر مجھے 17 اور 18۔جنوری 2011 (دویوم) اجلاس کی رخصت منظور فرمائی جائے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت منظور کی جائے؟"

(رخصت منظور ہوئی)

میاں شاہد حسین خان

سیکرٹری اسمبلی: آخری درخواست میاں شاہد حسین خان ایم پی اے کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔ انہوں نے تحریر کیا ہے کہ:

"Sir, I will not be able to attend the 22nd session of the Assembly on January 17th, 18th & 19th, due to a death in my family. Kindly sanction my leave."

جناب ڈپٹی سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت منظور کی جائے؟"

(رخصت منظور ہوئی)

قرار دادیں

(مفاد عامہ سے متعلق)

جناب ڈپٹی سپیکر: اب ہم مفادِ عامہ سے متعلق قرار دادیں لے لیں۔ سب سے پہلی قرار داد محترمہ حمیرا اویس شاہد کی ہے۔ جی، محترمہ!

اسلام میں خواتین کو دیئے گئے حقوق پر عملدرآمد کو یقینی بنانے کا مطالبہ

محترمہ حمیرا اویس شاہد: میں یہ قرار داد پیش کرتی ہوں کہ:

"پنجاب اسمبلی کا یہ معزز ایوان سمجھتا ہے کہ گزشتہ برسوں میں خواتین کے خلاف تشدد کے واقعات میں تشویشناک حد تک اضافہ ہوا ہے۔ ان واقعات میں اضافے کی ایک وجہ خواتین کو حاصل ان حقوق سے انکار ہے جن کی ضمانت مذہب اسلام نے دی ہے۔ اسلام نے خواتین کو خلع، وراثت میں حصہ اپنے مالی معاملات میں خود مختاری اور بیوگی کی صورت میں ولی یا خاندان کی اجازت کے بغیر دوسری شادی جیسے حقوق سے نوازا ہے لہذا اس ایوان کی رائے ہے کہ وفاقی

حکومت، ریاست کے تمام ستونوں کو اس امر کا پابند کرے کہ وہ اسلام کے عطاکردہ ان حقوق پر عملدرآمد کو یقینی بنائے تاکہ خواتین کے خلاف ہونے والے تشدد کے واقعات کی روک تھام کی جا سکے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

"پنجاب اسمبلی کا یہ معزز ایوان سمجھتا ہے کہ گزشتہ برسوں میں خواتین کے خلاف تشدد کے واقعات میں تشویشناک حد تک اضافہ ہوا ہے۔ان واقعات میں اضافے کی ایک وجہ خواتین کو حاصل ان حقوق سے انکار ہے جن کی ضمانت مذہب اسلام نے دی ہے۔اسلام نے خواتین کو خلع، وراثت میں حصہ اپنے مالی معاملات میں خود مختاری اور بیوگی کی صورت میں ولی یا خاندان کی اجازت کے بغیر دوسری شادی جیسے حقوق سے نوازا ہے لہذا اس ایوان کی رائے ہے کہ وفاقی حکومت، ریاست کے تمام ستونوں کو اس امر کا پابند کرے کہ وہ اسلام کے عطاکردہ ان حقوق پر عملدرآمد کو یقینی بنائے تاکہ خواتین کے خلاف ہونے والے تشدد کے واقعات کی روک تھام کی جا سکے۔"

RANA MUHAMMAD AFZAL KHAN: I oppose it

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، محترمہ!

محترمہ حمیرا اویس شاہد: جناب سپیکر! پچھلے کچھ سالوں میں خواتین پر تشدد کے واقعات انہی چار پانچ چیزوں کے اردگرد گھوم رہے ہیں اور پنچائتوں سے لے کر پولیس سٹیشن اور سوسائٹی کے تمام aspects کی طرف دیکھیں تو آج بھی اسی بات پر عورت پر تشدد ہو رہا ہے کہ اس نے اپنی مرضی سے شادی کیوں کی یا اس بات پر تشدد ہو رہا ہے کہ اس نے خلع کیوں لیا ہے۔اگر آپ data منگوا کر دیکھیں تو اسلام نے جو یہ پانچ حقوق دیئے ہیں جن میں یہ ہے کہ عورت کو اپنی مرضی سے شادی کرنے کی اجازت ہے، بیوہ کو کسی ولی کی ضرورت نہیں، آپ کا ایک fixed inheriting اسلام میں ہے کہ financial property control کی management عورت کے ہاتھ میں دی ہے۔ان حقوق کی مسلسل violation ہو رہی ہے اور عورت پر تشدد کی بہت بڑی وجہ ان حقوق کا نہ دینا ہے۔ میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ law providing agencies, law enforcing agencies and law making

agencies کو یہ ensure کرنا چاہئے کہ قرآن اور اسلام نے جو حقوق عورتوں کو دیئے ہیں ان کی implementation ہو۔

جناب ڈپٹی سپیکر: لاء منسٹر صاحب! عموماً جو practice رہی ہے اور جو precedents رہے ہیں کہ اگر کوئی قرارداد آتی ہے تو جس طرح ایک دن پہلے ایجنڈا circulate کر دیا جاتا ہے تو اس پر اگر حکومت کا اعتراض ہوتا ہے تو لاء منسٹر کی طرف سے اعتراض آ جاتا ہے۔ اب حکومتی بنچوں کے ممبر کا کوئی اعتراض ہے تو اصولاً تو یہ ہونا چاہئے کہ وہ آپ کے ساتھ بیٹھ کر اس اعتراض کو یا محرک کے ساتھ بیٹھ کر جو تبدیلی چاہتے ہیں وہ کر لیں۔ جب یہاں پر اعتراض کیا جاتا ہے تو its deemed to be کہ اپوزیشن گورنمنٹ کی طرف سے ہو رہی ہے۔ اب اس کو تھوڑا clarify کر دیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ Private Members' Day ہے۔ اگر کوئی member in his own capacity کسی چیز کو oppose کرنا چاہتا ہے تو وہ اس میں بالکل آزاد ہے۔ میرے پاس گورنمنٹ کا مؤقف موجود ہے اور گورنمنٹ کے متعلقہ ڈیپارٹمنٹ نے اس قرارداد کو oppose کرنے کا کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ آج چونکہ Private Members' Day پر کوئی بل حکومتی بنچوں کا ممبر بھی لا سکتا ہے، کوئی قرارداد بھی لا سکتا ہے۔ جب وہ لا سکتا ہے تو وہ کسی قرارداد کو oppose بھی کر سکتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ عموماً دیکھیں کہ جب قرارداد کی مخالفت اگر گورنمنٹ کر رہی ہے تو اس کا ایک نوٹس ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ چلیں آج تو جو ہو گیا سو ہو گیا، ہم اس کو تھوڑا streamline کر لیں کہ حکومتی بنچوں سے اگر کسی نے اعتراض کرنا ہے تو اس کا ایک نوٹس ہونا چاہئے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! رولز کے مطابق اگر نوٹس کی requirement ہے تو اسے آپ رکھیں۔

جناب عبدالوحید چودھری: جناب سپیکر! اس قرارداد پر اعتراض نہیں ہے بلکہ اس کی جزئیات پر اعتراض ہے اور اس کے الفاظ پر اعتراض ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ جی، رانا صاحب!

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ یہ قرارداد ایک اہم قرارداد ہے۔ مجھے اس کی دو چیزوں پر اعتراض ہے۔ ایک تو محترمہ نے کہا ہے کہ "تشویشناک حد تک اضافہ ہو گیا ہے" جس سے مجھے

اتفاق نہیں ہے بے شک لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال خراب ہے، خواتین کے ساتھ جو ظلم اور زیادتی کے واقعات ہیں تو میڈیا آزاد ہے وہ سارے واقعات highlight ہوتے ہیں لیکن اگر یہ کہا جائے کہ باقی جرائم کی ratio کے حساب سے تشویشناک حد تک اضافہ ہوا ہے تو میں اس سے agree نہیں کرتا۔ میں چاہوں گا کہ "تشویشناک حد" کا لفظ حذف کیا جائے اور "اضافے" کو یہ رکھ لیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

جناب سپیکر! میری دوسری تجویز یہ ہے کہ انھوں نے اس میں لکھا ہے کہ "اپنے مالی معاملات میں خود مختاری اور بیوگی کی صورت میں ولی یا خاندان کی اجازت کے بغیر دوسری شادی جیسے حقوق سے نوازا ہے" پاکستان میں قانون تو یہ ہے کہ خاوند بھی دوسری شادی بیوی کی اجازت کے بغیر نہیں کر سکتا تو یہ جو آزادی ہوگی تو میں سمجھتا ہوں کہ اس پر غور کر لیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ہم جب اس ہاؤس کی بات کرتے ہیں کہ ہم نے اس ہاؤس کو اعلیٰ روایات کے مطابق چلانا ہے، decorum کا بھی خیال رکھنا ہے، rules کا بھی خیال رکھنا ہے تو میں یہ سمجھتا ہوں اور ممبران کو صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ہمارے Rules of Procedure کے rule 120 میں ہے کہ:

120. **Amendment of Resolution.** After a Resolution has been moved, a member may, subject to these rules, move an amendment to the Resolution.

اب آپ کہہ رہے ہیں کہ اس کے اندر یہ change آنی چاہئے تو 121 ہے۔

121. **Notice of amendment:** (1) If notice of an amendment has not been given two clear days before the day on which it is moved, a member may object to the moving of the amendment and thereupon the objection shall prevail…

ہم یہاں پر جب بات کرتے ہیں تو ہم اس کو circulate کر چکے ہوتے ہیں۔ یہ ہاؤس کی ملکیت ہے، اس میں اگر کوئی تبدیلی لے کر آنا چاہتے ہیں تو 120 اور 121 کو دیکھیں۔ میرے خیال میں objection کسی material بات پر ہونا چاہئے۔ If you want amendment in it تو اس کے لئے آپ کو نوٹس دینا پڑے گا اس لئے میں اس کو rule out کرتا ہوں۔

اب یہ قرارداد پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ:

"پنجاب اسمبلی کا یہ معزز ایوان سمجھتا ہے کہ گزشتہ برسوں میں خواتین کے خلاف تشدد کے واقعات میں تشویشناک حد تک اضافہ ہوا ہے۔ان واقعات میں اضافے کی ایک وجہ خواتین کو حاصل ان حقوق سے انکار ہے جن کی ضمانت مذہب اسلام نے دی ہے۔اسلام نے خواتین کو خلع، وراثت میں حصہ اپنے مالی معاملات میں خود مختاری اور بیوگی کی صورت میں ولی یا خاندان کی اجازت کے بغیر دوسری شادی جیسے حقوق سے نوازا ہے لہذا اس ایوان کی رائے ہے کہ وفاقی حکومت، ریاست کے تمام ستونوں کو اس امر کا پابند کرے کہ وہ اسلام کے عطاکردہ ان حقوق پر عملدرآمد کو یقینی بنائے تاکہ خواتین کے خلاف ہونے والے تشدد کے واقعات کی روک تھام کی جاسکے۔"

(قرارداد منظور ہوئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: اب ہم دوسری قرارداد لیتے ہیں۔ یہ قرارداد مہر اشتیاق احمد صاحب کی ہے، ان کی طرف سے درخواست آئی ہے کہ اس قرارداد کو pending کر دیا جائے تو اس قرارداد کو اگلے Private Members' Day تک pending کیا جاتا ہے۔اس کے بعد تیسری قرارداد حاجی ذوالفقار علی صاحب کی ہے وہ اسے پیش کریں۔

حاجی ذوالفقار علی: میں یہ قرارداد پیش کرتا ہوں کہ:

"یہ ایوان حکومت پنجاب سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ چھوٹے اور بڑے شہروں کی تفریق کو ختم کرتے ہوئے تمام سرکاری ملازمین کو ایک جیسے الاؤنسز جو اس وقت صوبہ کے چند۔۔۔"

جناب عبدالوحید چودھری: جناب سپیکر! مجھے اس قرارداد سے اختلاف ہے۔یہ شریعت کی بات ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس کا ایک procedure ہے۔اگر آپ کو اس کا درد تھا تو آپ اسمبلی بزنس کو پڑھا کریں اور اس کو دیکھ کر follow کیا کریں۔

جناب عبدالوحید چودھری: جناب سپیکر! میں نے پہلے بھی عرض کیا ہے۔یہاں مولانا صاحب بھی بیٹھے ہیں۔اس میں یہ لکھا گیا ہے کہ ولی یا خاندان کی اجازت کے بغیر دوسری شادی کے حقوق سے نوازا

گیا ہے، اسلام نے نواز ہے۔ آپ اوپر پڑھیں۔ قانون شریعت اس چیز کی اجازت نہیں دیتا۔ "لانکاح الا بے ولی" ولی اور خاندان کی رضامندی کے بغیر کبھی نکاح کی اسلام نے اجازت نہیں دی۔

جناب سپیکر!اس میں کہا گیا ہے کہ "اسلام نے خواتین کو خلع، وراثت میں حصہ اپنے مالی معاملات میں خود مختاری"یہاں تک تو ٹھیک ہے اور آگے لکھا ہوا ہے کہ "ولی یا خاندان کی اجازت کے بغیر دوسری شادی جیسے حقوق سے نوازا ہے"یعنی اسلام نے نوازا ہے۔ میں اس بات سے اختلاف کرتا ہوں۔یہ بات بالکل اسلام اور شریعت کے خلاف ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرے خیال میں آپ جو بات کر رہے ہیں تو اسلام میں بڑا clear ہے کہ دوسری شادی کی اجازت۔۔۔

جناب عبدالوحید چودھری: جناب سپیکر!ٹھیک ہے لیکن یہاں پر ولی اور خاندان کی رضامندی کے بغیر یہ معاشرہ بالکل آزاد ہو جائے گا اور ہم مادر پدر آزاد ہو جائیں گے۔یہاں پر خاندان کا سسٹم بھی ختم،ولی کا سسٹم بھی ختم اور ماں باپ کا سسٹم بھی ختم ہو جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں معذرت کے ساتھ آپ سے عرض کرتا ہوں۔

جناب عبدالوحید چودھری: جناب سپیکر!آپ اسے منظور کریں یا نہ کریں لیکن میں اس پر اختلاف کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔آپ نے اپنا اختلاف اپنے ووٹ کی صورت میں دے دیا ہے۔پلیز تشریف رکھیں۔

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: جناب سپیکر! میں ایک گزارش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چنیوٹی صاحب!پلیز تشریف رکھیں۔اب اس پر بات نہیں ہو سکتی۔ حاجی ذالفقار علی صاحب!آپ اپنی قرارداد پیش کریں۔

چھوٹے شہروں کے ملازمین کو بڑے شہروں کے ملازمین کے برابر الاؤنسز دینے کا مطالبہ

حاجی ذوالفقار علی: جناب سپیکر! میں یہ قرارداد پیش کرتا ہوں کہ:

"یہ ایوان حکومت پنجاب سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ چھوٹے اور بڑے شہروں کی تفریق کو ختم کرتے ہوئے تمام سرکاری ملازمین کو ایک جیسے الاؤنسز (جو اس وقت صوبہ کے چند بڑے شہروں میں تعینات ملازمین کو دیئے جا رہے ہیں) دیئے جائیں۔"

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

"یہ ایوان حکومت پنجاب سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ چھوٹے اور بڑے شہروں کی تفریق کو ختم کرتے ہوئے تمام سرکاری ملازمین کو ایک جیسے الاؤنسز (جو اس وقت صوبہ کے چند بڑے شہروں میں تعینات ملازمین کو دیئے جا رہے ہیں) دیئے جائیں۔"

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS (Rana Sana Ullah Khan): Sir, I oppose it.

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، حاجی صاحب!

حاجی ذوالفقار علی: جناب سپیکر! مسئلہ یہ ہے کہ دیہاتوں یا دوسرے علاقوں میں شہروں سے سرکاری ملازمین جاتے ہیں اور وہاں پر تعینات مقامی سرکاری ملازمین کی تعداد صرف پانچ فیصد ہوتی ہے اس لئے جب وہ یہاں سے جاتے ہیں تو وہاں پر انہیں سفری اور دوسرے اخراجات کرنے پڑتے ہیں جس کی وجہ سے اُن کے اخراجات بڑھ جاتے ہیں۔ اکثر یہ ہوتا ہے کہ بڑے شہروں پر burden پڑ جاتا ہے کیونکہ ہر گاؤں میں ڈاکٹر، انجینئر یا کوئی پروفیسر ہو تو اُس کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ شہر میں آئے جس کی وجہ سے وہ اپنے فرائض سے غفلت برتتے ہیں اور سیاستدان پر بھی burden پڑتا ہے اسی لئے اگر چھوٹے اور بڑے شہروں کے ملازمین کو الاؤنسز برابر دیئے جائیں گے تو وہ دُور دراز علاقوں میں جانے سے گریز نہیں کریں گے اور اپنی ڈیوٹی بھی احسن طریقے سے سرانجام دیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی،لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! جیسے محرک نے یہ خود کہا ہے کہ آمد و رفت کے اخراجات بڑھ جاتے ہیں لہذا اس میں حکومت کا مؤقف یہ ہے کہ ہاؤس رینٹ الاؤنس مکان کے کرائے کے لئے دیا جاتا ہے نہ کہ دوسری ضروریات زندگی کے لئے دیا جاتا ہے۔ چونکہ بڑے شہروں میں مکان کے کرائے کی شرح چھوٹے شہروں کی نسبت زیادہ ہوتی ہے اس لئے سرکاری ملازمین کو بنیادی پیمانہ تنخواہ کا 45 فیصد بطور ہاؤس رینٹ الاؤنس دیا جاتا ہے۔ اسی تناظر میں چھوٹے شہروں میں تعینات سرکاری ملازمین کو بھی بنیادی پیمانہ تنخواہ کا 30 فیصد ہاؤس رینٹ دیا جاتا ہے۔ یہ پالیسی وفاقی حکومت کی جاری کردہ ہے اور حکومت پنجاب نے اسے باقی صوبوں کی طرح اپنایا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ بڑے شہروں میں مکان کا کرایہ دوسرے علاقوں یعنی چھوٹے شہروں کی نسبت زیادہ ہوتا ہے اسی وجہ سے ہاؤس رینٹ الاؤنس کی شرح میں فرق ہے۔ اس وقت تمام سرکاری ملازمین 2008 کے مروجہ pay scales کے مطابق ہاؤس رینٹ الاؤنس لے رہے ہیں۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ جب بھی pay scales revise ہوتے ہیں تو ہاؤس رینٹ الاؤنس کی شرح بھی تبدیل ہو جاتی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ویسے یہ logical بات ہے۔

حاجی ذوالفقار علی: جناب سپیکر! میری چھوٹے شہروں سے مراد یہ ہے کہ اکثر بڑے شہروں سے لوگ دیہاتی علاقوں میں جاتے ہیں جس کا میں خود گواہ ہوں کہ اکثر اساتذہ 30/30 کلومیٹر تک سفر کر کے جاتے ہیں پھر وہ سیاستدانوں کے پاس جا کر کہتے ہیں کہ ہمارے تبادلے کرائیں اور فلاں جگہ پر لے کر آئیں۔ جو سرکاری ملازمین دیہاتوں یا دُور دراز علاقوں میں کام کر رہے ہیں اگر انہیں سفری یا دوسرے الاؤنسز ملیں گے تو یہ burden ختم ہو جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرے خیال میں آپ بجٹ میں اپنی تجاویز لے کر آئیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! جو ملازمین rural areas میں کام کرتے ہیں اُن کے لئے یہ علیحدہ سے Conveyance Allowance یا کسی Special Allowance کی بات کریں تو مناسب ہے لیکن یہ بات بھی درست ہے کہ چھوٹے اور بڑے شہروں کے کرائے میں خاصا فرق ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں بھی یہی بات کر رہا ہوں کہ آپ بجٹ میں یہ تجاویز لے کر آئیں کہ اُن کا conveyance allowance بڑھایا جائے اور کسی special fund کا اعلان کیا جائے لیکن قرارداد میں یہ بات مناسب نہیں ہے۔ بجائے ووٹنگ کے آپ اس قرارداد کو واپس لے لیں اور بجٹ تجاویز میں لے کر آئیں۔

حاجی ذوالفقار علی: جی، ٹھیک ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: حاجی صاحب! کیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ میں اس کو واپس لے لوں؟

حاجی ذوالفقار علی: جی، میں withdraw کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، یہ قرارداد withdraw کر لی گئی ہے۔

جناب سعید اکبر خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ویسے میں نے یہ کہا تھا کہ قراردادیں ختم کرنے کے بعد ٹائم دوں گا۔ باقی صرف دو قراردادیں رہ گئی ہیں پھر میں سب کو پوائنٹ آف آرڈر پر اجازت دیتا ہوں۔ اگلی قرارداد سردار خالد سلیم بھٹی صاحب کی ہے۔ وہ اسے پیش کریں۔

وفاقی حکومت کی طرح صوبائی حکومت بھی اپنے ملازمین کی سپیشل پے اور الاؤنسز کو ڈُگنا کرے

سردار خالد سلیم بھٹی: جناب سپیکر! میں یہ قرارداد پیش کرتا ہوں کہ:

> "اس ایوان کی رائے ہے کہ جیسا کہ وفاقی حکومت نے میمورنڈم نمبر F.1(1)Imp/2010-624 مورخہ 5۔ جولائی 2010 کے ذریعے اپنے ملازمین کی special pay and allowances کے موجودہ ریٹ بڑھا کر ڈُگنا کر دیئے ہیں، صوبائی حکومت بھی اپنے ملازمین کی special pay and allowances کے موجودہ ریٹ بڑھا کر ڈُگنا کرنے کے فوری احکامات صادر کرے تاکہ ملازمین میں پائی جانے والی بے چینی ختم ہو سکے اور صوبائی ملازمین کو اس مہنگائی کے دور میں وفاقی ملازمین کی طرح relief مل سکے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی کہ:

"اس ایوان کی رائے ہے کہ جیسا کہ وفاقی حکومت نے میمورنڈم نمبر F.1(1)Imp/2010-624 مورخہ 5۔جولائی 2010 کے ذریعے اپنے ملازمین کی special pay and allowances کے موجودہ ریٹ بڑھا کر دُگنا کر دیئے ہیں، صوبائی حکومت بھی اپنے ملازمین کی special pay and allowances کے موجودہ ریٹ بڑھا کر دُگنا کرنے کے فوری احکامات صادر کرے تاکہ ملازمین میں پائی جانے والی بے چینی ختم ہو سکے اور صوبائی ملازمین کو اس مہنگائی کے دور میں وفاقی ملازمین کی طرح relief مل سکے۔"

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS (Rana Sana Ullah Khan): Sir, I oppose it.

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بھٹی صاحب!

سردار خالد سلیم بھٹی: جناب سپیکر! وفاقی حکومت نے پرسنل اسسٹنٹ کا الاؤنس -/160 روپے سے بڑھا کر -/200 روپے کر دیا ہے اور پرائیویٹ سیکرٹری کا -/300 روپے سے بڑھا کر -/500 روپے کر دیا ہے۔ وفاقی حکومت کے علاوہ تینوں صوبوں میں بھی اسی ریٹ سے ان چھوٹے ملازمین کو الاؤنسز دیئے جا رہے ہیں۔ میں اپنے وزیر قانون سے بھی یہ استدعا کروں گا کہ اس قرارداد کی مخالفت کرنے کی بجائے اس کو پاس کریں تاکہ سرکاری ملازمین کے special pay and allowances کا فوری طور پر notification جاری ہو سکے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! حکومت پنجاب نے چھوٹے گریڈ ایک تا پندرہ کے ملازمین کو سو فیصد اضافہ دیا ہے۔ اس حوالے سے مؤقف یہ ہے کہ صوبائی حکومت نے حالیہ بجٹ 11-2010 میں اپنے تمام سرکاری ملازمین کو اُن کی بنیادی تنخواہوں کا پچاس فیصد ایڈہاک ریلیف الاؤنس مورخہ 01-07-2010 سے دے دیا ہے اس کے علاوہ گریڈ ایک تا پندرہ تک کے ملازمین کے میڈیکل الاؤنس میں سو فیصد اضافہ کیا ہے۔ مزید برآں گریڈ 16 سے زائد کے ملازمین کے لئے بنیادی تنخواہ کا پندرہ فیصد بطور میڈیکل الاؤنس دے دیا ہے۔ مجوزہ اضافے سے سرکاری ملازمین کی مالی مشکلات

میں کافی حد تک کمی ہوئی ہے۔اس میں grade wise حکومت پنجاب نے اضافہ کیا ہے تاکہ low paid کو زیادہ فائدہ پہنچے اور high level کے ملازمین کو اُن سے قدرے کم رکھا گیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔یہ قرارداد پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ:

"اس ایوان کی رائے ہے کہ جیسا کہ وفاقی حکومت نے میمورنڈم نمبر F.1(1)Imp/2010-624 مورخہ 5۔جولائی 2010 کے ذریعے اپنے ملازمین کی special pay and allowances کے موجودہ ریٹ بڑھا کر دُگنا کر دیئے ہیں، صوبائی حکومت بھی اپنے ملازمین کی special pay and allowances کے موجودہ ریٹ بڑھا کر دُگنا کرنے کے فوری احکامات صادر کرے تاکہ ملازمین میں پائی جانے والی بے چینی ختم ہو سکے اور صوبائی ملازمین کو اس مہنگائی کے دور میں وفاقی ملازمین کی طرح relief مل سکے۔"

(قرارداد نامنظور ہوئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: پانچویں قرارداد الحاج محمد الیاس چنیوٹی صاحب کی ہے۔وہ اسے پیش کریں۔

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: شکریہ۔جناب سپیکر!میں یہ قرارداد پیش کرتا ہوں کہ:

"یہ ایوان حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ چنیوٹ ساڑ مراد والہ روڈ جو ساہیانوالہ انٹر چینج سے link کرتا ہے اس روڈ کو فی الفور تعمیر کیا جائے تاکہ کاشتکار اپنی فصلیں آسانی کے ساتھ منڈیوں تک پہنچا سکیں اور سکولز و کالجز کے طلباء وطالبات بروقت تعلیمی اداروں میں پہنچ سکیں"۔

جناب سپیکر!میں اس میں تھوڑا سا اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ:

"اس لوکل روڈ کو مفاد عامہ کے لئے پنجاب ہائی وے کے سپرد کیا جائے تاکہ دیکھ بھال اچھی ہو سکے۔"

سردار خالد سلیم بھٹی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

سردار خالد سلیم بھٹی: جناب سپیکر!میرا خیال ہے کہ چوتھی قرارداد پر "ہاں" والے زیادہ ہیں اور "ناں" والے کم ہیں اس لئے اس پر دوبارہ voting کرائی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سردار صاحب! آپ اسے چیلنج کر رہے ہیں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! Chair کی ruling کے بعد وہ چیلنج نہیں ہو سکتی۔

جناب سعید اکبر خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب سعید اکبر خان: شکریہ۔ جناب سپیکر! Rules میں ہے کہ جب آپ کے خیال کو چیلنج کیا جائے گا تو اس پر ووٹنگ کرائی جائے گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آج صبح جب House شروع ہوا تو مجھے آپ کی آواز یہاں پر آ رہی تھی جو آپ بات کر رہے تھے کہ آپ نے Question Hour بعد میں کس طرح take up کر لیا ہے؟ ہم نے آج تک اس اسمبلی، اس سے پچھلی اسمبلی یا دنیا کی کسی بھی اسمبلی کے precedents پڑھے ہیں تو آپ جب تک Chair کی proper respect نہیں کریں گے اور جب آپ یہ سمجھتے ہیں کہ Chair impartial چل رہی ہے اور صحیح طور پر Custodian of the House کا role play کر رہی ہے تو پھر آپ نے ایک عزت اور grace اس Chair کو show کرنی ہے۔ اب یہاں پر بہت سے سوالات ایسے ہی Chair کے اوپر شروع ہو جاتے ہیں کہ "میں نہیں مانتا"۔ یہ "کس طرح ہو گیا" اور "یہ کیا ہو گیا"؟ حالانکہ Chair ہمیشہ decorum of the House کا خیال رکھتی ہے اور Chair نے ہمیشہ کوشش کی ہے کہ سب ممبران کی عزت اور ان کے استحقاق پر کوئی بات نہ آئے۔ نوانی صاحب! آپ ماشاء اللہ اتنے سینئر ممبر ہیں تو ہمیں اپنے رویّوں میں آنے والی تبدیلی پر بھی غور کرنا ہے کہ ہم ذرا ٹھنڈے دل کے ساتھ اس ایوان کی اعلیٰ روایات کو لے کر آگے چلیں۔ جب ایک چیز rules میں بھی لکھ دی گئی ہے کہ سپیکر کا فیصلہ یعنی Speaker is right تو اس right اور grace کو جب آپ اس طرح اٹھ کر چیلنج کرنا شروع کر دیں گے جو ہمیشہ Chair کو show کی جاتی رہی ہے تو پھر اس House کی functioning پر ایک بہت بڑا question mark آ جائے گا۔ ابھی ہونے والی voting پر مجھے کسی نے نہیں کہا تھا بلکہ میں نے خود دوبارہ کہا کہ آواز ٹھیک نہیں آئی ہے اور میں نے کہا کہ دوبارہ کریں اور اس کے مطابق مجھے بڑا clear سا لگا جس کے مطابق میں نے فیصلہ کیا ہے۔

جناب سعید اکبر خان: جناب سپیکر! آپ نے جو فرمایا بالکل ہر ممبر اس پر عمل درآمد کرتا ہے اور اسے کرنا بھی چاہئے لیکن جب بھی آپ question put کرتے ہیں اور اس پر "ہاں" اور "ناں" میں جواب آتا ہے تو اگر کوئی ممبر اسے چیلنج کرتا ہے تو آپ ہمیشہ فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں یہ فیصلہ "ہاں" والوں کے حق میں ہے۔ آپ یہ نہیں کہتے کہ "یہ فیصلہ ہے"۔ میرے خیال میں اور اس House میں ہمیشہ یہ کئی دفعہ ہوا ہے کہ جو آپ نے "ہاں" والوں کے حق میں فیصلہ دیا ہے تو یہ "ناں" والوں کے حق میں فیصلہ جاتا ہے۔ میں یہ نہیں کہہ رہا کہ آپ "ناں" والوں کے حق میں فیصلہ کریں لیکن یہ کوئی اتنی بڑی بات نہیں ہے کہ اگر کسی کے خیال میں وہ فیصلہ ہے اور اگر اسے چیلنج کیا جاتا ہے تو وہ rules میں لکھا ہوا ہے کہ اس پر ووٹنگ ہو گی۔

جناب سپیکر! دوسری بات آپ نے کہا کہ میں صبح Question Hour کے متعلق پوائنٹ آف آرڈر کرنے والا تھا تو rules 42 کے تحت تلاوت کے بعد پہلا ایک گھنٹہ Question Hour کے لئے ہے جبکہ جن ایام میں Question Hour نہیں ہو گا وہ بھی لکھے ہوئے ہیں کہ بجٹ، بحث، سپیکر اور ڈپٹی سپیکر کے الیکشن اور vote of confidence وغیرہ۔ اگر Regular کارروائی کو ختم کرنا ہے تو اس کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ اس کے لئے motion put ہو گی اور rule 234 کے تحت وہ question before the House put ہو گا جس پر voting ہو گی۔ اگر voting "ہاں" میں آ گئی تو وہ business suspending ہو جائے گا اور اس کے بعد further کارروائی عمل میں لائی جا سکے گی لیکن کہیں بھی سپیکر کو یہ اختیار نہیں ہے کہ rules معطل کرنے کی کوئی کارروائی نہ ہو اور اسی طرح زبانی کہہ دیا جائے اور اس پر عملدرآمد ہو جائے کیونکہ ہر بات کی ایک کارروائی ہے۔ اگر ہم اس کے تحت نہیں چلیں گے تو پھر ہم کس طریقے سے لوگوں کو کہتے ہیں کہ وہ اپنے Rules of Procedure کے تحت چلیں۔ میں اس Chair کی dignity کو چیلنج نہیں کر رہا بلکہ میں کہہ رہا ہوں کہ ہر کام rules کے تحت ہو۔ اگر Question Hour pending کرنا ہے یا آگے کرنا ہے تو لاء منسٹر motion move کریں اور آپ اسے House کے سامنے put کریں۔ اگر House کی اکثریت رائے دے کہ ٹھیک ہے ہم اس پر اتفاق کرتے ہیں یا اس کو نہ لیا جائے یا آگے کیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن اس طرح کہنے سے نہیں ہوتا۔ میں اور آپ rules کے پابند ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نوانی صاحب! آپ نے اپنا point رجسٹرڈ کروا دیا ہے تو عرض یہ ہے کہ جب ہم قرارداد پر voting کرواتے ہیں اور اس پر جب ہم پہلی دفعہ بات کرتے ہیں یا سپیکر بات کرتا ہے تو جب وہ

House سے پوچھتا ہے کہ "ہاں" یا"ناں" ہے تو پہلی دفعہ یہ ہوتا ہے کہ "میرے خیال میں فیصلہ "ہاں" یا"ناں"والوں کے حق میں ہے"۔یہ بات کہے کہ وہ"خیال ہے"پھر اس کے بعد فیصلہ "ہاں"والوں کے حق میں ہے اور اس کے بعد قرار داد منظور ہوئی۔خیال پہلی دفعہ ہے جس کی logic یہ ہے کہ آپ وہاں پر چیلنج کر سکتے ہیں۔اب اس پر voting کے بعد سپیکر اپنی ruling دیتا ہے کہ جب خیال تھا تو خیال پر چیلنج نہیں ہوا اور اس کے بعد جب کر دیا تو اس پر ہوا۔

جناب سپیکر!دوسری میری عرض یہ ہے کہ rules اس لئے ہوتے ہیں کہ ہم ان کی ہمیشہ پابندی کریں،انہیں توڑنا نہیں چاہئے اور rules کس لئے ہوتے ہیں؟ہم نے ایک اچھی روایت ڈالی کہ House کو وقت پر شروع کرتے ہیں اور میرا خیال ہے کہ یہ بڑا commendable ہے کہ ہمیں اسے کرنا چاہئے۔آج بھی سپیکر صاحب موجود تھے اور 10 بجے ہم نے House شروع کرنا تھا۔میں مثال دیتا ہوں کہ آج صبح پارلیمانی سیکرٹری صاحب کا فون آیا کہ ان کی گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے اور وہ آدھا گھنٹہ late ہو جائیں گے۔ ہم نے 15 منٹ انتظار کیا اور پھر فون کیا تو پتا چلا کہ وہ مزید late ہیں۔لاء منسٹر صاحب سے بات ہوئی اور لاء منسٹر صاحب on behalf of treasury benches بات کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آپ ایسے کریں کہ with the consent of the Chair and consent of the House ہم اپنے House کا consent دے رہے ہیں تو آپ پہلے دوسرا business take up کر لیں اور in the meanwhile جب پارلیمانی سیکرٹری صاحب آ جائیں تو ہم پہلے والی کارروائی شروع کر دیں گے۔اب اس میں فائدہ کس کا ہوا؟ہم نے کہا کہ ہم House کو in time شروع کریں گے اور وقت پر ختم کریں گے تو میرا خیال ہے کہ ہم House کو اچھی روایات کے ساتھ آگے لے کر جا رہے ہیں جسے آپ کو appreciate کرنا چاہئے۔

جناب سعید اکبر خان:جناب سپیکر!آپ نے کہا کہ ہم اچھی روایات قائم کر رہے ہیں تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن کسی کے کہنے یا consent سے House کی consent نہیں آ جاتی بلکہ اس کا House میں ایک طریق کار ہے۔اگر آپ اس طریق کار کے مطابق نہیں چلیں گے تو یہ بالکل غلط ہے۔ صبح جو ہوا وہ غلط ہے اور آپ اس پر پھر غور کر لیں۔ پہلے جو آپ نے فرمایا تو آپ کی بات بالکل صحیح ہے کہ جب آپ نے فرمایا کہ میرے خیال میں یہ فیصلہ "ہاں"والوں کے حق میں ہے۔اس وقت چیلنج ہونا چاہئے بالکل آپ کی بات ٹھیک کہ ہونا بھی اس وقت چاہئے تھا۔جب آپ نے فیصلہ کر دیا تو اس وقت اسے چیلنج کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے لیکن میں اپنے پہلے point پر insist بھی کرتا ہوں اور میں اپنے خیال

کے مطابق اسے valid سمجھتا ہوں۔اس میں کوئی شک نہیں کہ لاء منسٹر صاحب بالکل حکومت کی نمائندگی کرتے ہیں لیکن پورے House کی نمائندگی وہ اس وقت کریں گے جب اس طریق کار کے مطابق چلیں گے کہ۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نوانی صاحب! آپ بات بالکل ٹھیک کر رہے ہیں مجھے صرف ایک بات کا جواب دے دیں۔ میں آپ سے معذرت کے ساتھ یہ پوچھتا ہوں کہ صبح جس وقت یہ کارروائی ہوئی آپ ہاؤس میں موجود تھے؟

جناب سعید اکبر خان: جناب سپیکر! میں نہیں تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس کی وجہ یہ ہے کہ میں اس وقت بیٹھا دیکھ رہا تھا۔

جناب سعید اکبر خان: یہ تو question ہی نہیں ہے کہ سعید اکبر تھا یا نہیں تھا، question یہ ہے کہ کارروائی rules کے مطابق ہوئی یا نہیں ہوئی؟

جناب ڈپٹی سپیکر: نوانی صاحب! میں آپ کی personal بات نہیں کر رہا ہوں، میں نے یہ بات اس لئے کی ہے کہ۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر!۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، رانا صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! جوانہوں نے "ہاں اور "ناں" کی بات کی ہے تو جب Chair اپنا فیصلہ دہرائے اس سے پہلے چیلنج ہوتا ہے، یہ متعدد بار ہوا ہے کہ چیلنج ہوا اور جب چیلنج ہو تو اس میں counting بھی ہو جاتی ہے۔ اب معاملہ یہ ہے کہ یہ ایک قرارداد ہے، یہ Private Members' Day ہے اور یہ کوئی legislation تو ہے نہیں۔ قرارداد کی value ایک recommendatory ہوتی ہے اور یہ کوئی binding نہیں ہے۔ اس میں کوئی اتنا بڑا معاملہ نہیں ہے کہ اسے favour دینے والی بات ہو۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ہاؤس کی proceeding کو کوئی بھی ممبر چیلنج نہیں کر سکتا۔ یہ ہاؤس کی اُس proceedings کی بات کر رہے ہیں جو ہو چکی ہے۔ یا تو اُس وقت یہ خود موجود ہوتے اور اُس وقت اِس objection کو raise کرتے۔ جب میں نے ایک معاملہ Chair کے سامنے raise کیا کہ یہ صورتحال ہو گئی ہے کہ پارلیمانی سیکرٹری صاحب پندرہ بیس منٹ کے لئے late ہیں۔ اس کو جب Chair نے accept کیا تو ہاؤس میں سے کسی بھی ممبر نے اٹھ کر object نہیں کیا۔

ہاؤس کی implied sense ہاؤس کی ہی sense ہے اور ہاؤس کی sense کے مطابق ہی سپیکر صاحب نے کارروائی کا آغاز کیا تھا۔ Question Hour ہو چکا، Adjournment Motions ہو چکیں، Privilege Motions ہو چکی ہیں اور یہ تمام proceedings ہو چکی ہیں اب اس کو اس طرح سے چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔

جناب سعید اکبر خان: جناب سپیکر! یہ پنچائیت کا فیصلہ تو ہو سکتا ہے لیکن قانون کا فیصلہ نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں آپ کو قانون کا فیصلہ بھی سنا دیتا ہوں۔ جب ہم بات کرتے ہیں کہ ہم نے ہاؤس کو rules کے مطابق چلانا ہے تو Validity of proceedings رول 233 کو پڑھ لیں۔

> The validity of the proceedings of the Assembly shall not be called in question on the ground of any irregularity of procedure.

اب میری معزز ممبران سے گزارش ہے کہ جب آپ ہر بات on the floor of the House کرتے ہیں۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! نوانی صاحب کو کہیں کہ اس rule کو ذرا یہ خود پڑھ کر سنا دیں اور پھر اس کے بعد بتائیں کہ پنچائیت کی بات وہ کر رہے تھے یا ادھر سے ہو رہی ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، میرا خیال ہے کہ اس کو personal نہ لے کر جائیں کیونکہ ہم نے rules اور روایات کی بات کرنی ہے۔ نوانی صاحب! اس میں سب سے best بات یہ ہے کہ سپیکر صاحب نے فیصلہ اس ہاؤس کے interest میں کیا ہے اس لئے ہم نے اس چیز کو دیکھنا ہے، ہم نے اس spirit کو دیکھنا ہے اور ان روّیوں کو زندہ رکھنا ہے جو اس اسمبلی میں ہمیشہ رہے ہیں۔ ہم نے tolerance کے ساتھ چلنا ہے اور Chair کی عزت کو برقرار رکھنا ہے۔ آپ کا بہت شکریہ۔ چنیوٹی صاحب! آپ دوبارہ اپنی قرارداد پیش کر دیں۔

چنیوٹ ساڑمرادوالہ روڈ کو جلد از جلد تعمیر کرنے کا مطالبہ

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: جناب سپیکر! میں یہ قرارداد پیش کرتا ہوں کہ:

"یہ ایوان حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ چنیوٹ ساڑمرادوالہ روڈ جو ساہیانوالہ انٹرچینج سے لنک کرتا ہے اس روڈ کو فی الفور تعمیر کیا جائے تاکہ کاشتکار اپنی فصلیں آسانی کے ساتھ منڈیوں تک پہنچا سکیں اور سکولز و کالجز کے طلباء و طالبات بروقت تعلیمی اداروں میں پہنچ سکیں۔"

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

"یہ ایوان حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ چنیوٹ ساڑمرادوالہ روڈ جو ساہیانوالہ انٹرچینج سے لنک کرتا ہے اس روڈ کو فی الفور تعمیر کیا جائے تاکہ کاشتکار اپنی فصلیں آسانی کے ساتھ منڈیوں تک پہنچا سکیں اور سکولز و کالجز کے طلباء و طالبات بروقت تعلیمی اداروں میں پہنچ سکیں۔"

اس قرارداد کی مخالفت نہیں کی گئی۔ یہ قرارداد پیش کی گئی ہے اور اب سوال یہ ہے کہ:

"یہ ایوان حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ چنیوٹ ساڑمرادوالہ روڈ جو ساہیانوالہ انٹرچینج سے لنک کرتا ہے اس روڈ کو فی الفور تعمیر کیا جائے تاکہ کاشتکار اپنی فصلیں آسانی کے ساتھ منڈیوں تک پہنچا سکیں اور سکولز و کالجز کے طلباء و طالبات بروقت تعلیمی اداروں میں پہنچ سکیں۔"

(قرارداد متفقہ طور پر منظور ہوئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: جو دوست پوائنٹ آف آرڈر پر تھے میں نے ان کے نام نوٹ کر لئے ہیں میں اسی حساب سے بات کرنے کا موقع دیتا رہوں گا۔ پہلے لیڈر آف دی اپوزیشن ہیں۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): شکریہ۔ جناب سپیکر! میں نے ایک چھوٹی سی بات توجہ دلانے کے لئے عرض کرنی ہے۔ کافی دنوں سے ملتان روڈ کی تعمیر کے بارے میں ایوانوں میں اور باہر بھی بازگشت ہے جو لوگوں کے لئے بھی inconvenience ہے۔ چونکہ وہ widening of the road ہے، اس کی compensation اور demolishing کے کچھ اور مسائل بھی ہیں۔ غالباً آپس میں coordination نہ ہونے کی بناء پر ان کی ریلیاں بھی یہاں آتی رہی ہیں اور اس سلسلے میں شنوائی

نہ ہونے پر ایک شخص نے اپنے آپ کو آگ بھی لگا لی ہے۔اخبار کی یہ خبر میں آپ کی نذر کرتا ہوں۔ مجھے علم ہے کہ یہاں پر اخبار لانا منع ہے لیکن میں یہ cutting کے لئے لایا ہوں۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ایک شخص نے وہاں پر discrimination سمجھتے ہوئے اپنے آپ کو آگ لگائی ہے ۔ میں گزارش کروں گا کہ حکومت اس پر ہمدردانہ غور کرے،compensationاورdemolishing کے اندرdiscrimination نہیں ہونی چاہئے۔ شکریہ

پوائنٹ آف آرڈر

جناب محمد محسن خان لغاری: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، لغاری صاحب!

این ایف سی ایوارڈ کی رپورٹ کا ایوان میں پیش نہ کیا جانا

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میں نے یہ بات ہاؤس میں اٹھانے سے پہلے اسے Business Advisory Committee میں بھی پیش کرنے کی کوشش کی، آپ سے بات کی، سپیکر صاحب سے بات کی، لاء منسٹر صاحب سے بات کی اور فنانس منسٹر صاحب سے بھی بات کی۔ اس ہاؤس میں ایکconstitutional violationہو رہی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: لاء منسٹر صاحب! لغاری صاحبconstitutional violation کی بات کر رہے ہیں، ذرا سن لیجئے گا اور اسے میں بھی دیکھ لیتا ہوں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! National Finance Commissionکا اعلان پچھلے سال دسمبر میں ہوا تھا اور اب پورا سال ہونے والا ہے۔ صدر صاحب نے میرے خیال میں فروری یا مارچ میں اس پر دستخط کئے تھے۔Constitutionکا آرٹیکل 160(5) کہتا ہے کہ:

> The recommendations of the National Finance Commission, together with an explanatory memorandum as to the action taken thereon, shall be laid before both Houses and the Provincial Assemblies.

ہماری اسمبلی میں یہ lay نہیں کیا گیا۔اس کے ساتھ ہی 3(b) ہے

The Federal Finance Minister and the Provincial Finance Ministers shall monitor the implementation of the Award by annually and lay their reports before both Houses of Majlis-e-Shoora and the Provincial Assemblies.

سال میں دو دفعہ اس کی implementation کی رپورٹ پیش کرنی ہوتی ہے اور اس کو یہاں بھی پیش کرنا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرا خیال ہے کہ فنانس منسٹر یہاں پر موجود نہیں ہیں چونکہ یہ معاملہ ان سے related ہے تو کل ان سے respond کروالیں گے۔ میں فنانس منسٹر صاحب کو کہہ دیتا ہوں کہ وہ کل respond کریں، یہ آپ کا valid point ہے۔ جی، ثناء اللہ خان مستی خیل!

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں آپ کا انتہائی مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے ایک اہم مسئلے پر بات کرنے کا موقع دیا ہے۔2004-05 سے undeveloped اضلاع میں ایم بی بی ایس کے admission کا مسئلہ ہے۔یہاں لاء منسٹر صاحب بھی تشریف فرما ہیں اور اس سلسلے میں، میں نے ایک تحریک التوائے کار پیش کی ہے۔ مہربانی فرما کر اس کو priority basis پر take up کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: مستی خیل صاحب! یہ مسئلہ آپ Business Advisory Committee میں لے کر جائیں کیونکہ ہم نے تحاریک کو out of turn لینے کا decision کر لیا ہے۔ اگر کوئی ممبر اپنی تحریک out of turn لانا چاہتا ہے تو اُس کی اجازت تمام پارلیمانی heads دیں گے اور فیصلہ کریں گے اس لئے آپ یہ مسئلہ وہاں لے جائیں، ان سے بات کر لیں اور ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ جی، کاہلوں صاحب!

جناب اعجاز احمد خان کاہلوں: بہت شکریہ۔ جناب سپیکر! میں سرگودھا میں law & order کی صورتحال پر بات کرنا چاہوں گا۔ سرگودھا میں ایک ہفتہ کے دوران تقریباً ایک درجن سے زیادہ ڈکیتیاں ہوئیں اور دن کے 12 بجے بنک ڈکیتیاں ہوئیں ان میں پانچ آدمی قتل ہوئے۔آج تک انتظامیہ اور حکومت پنجاب نے ان murdered لوگوں کے ورثاء کو compensate کیا اور نہ ہی ابھی تک

پولیس نے کسی رہزن یا کسی ڈکیت کو گرفتار کیا اور اس وقت تمام مقدمات لوکل تھانوں میں موجود ہیں۔ میری آپ کے توسط سے حکومت پنجاب اور انتظامیہ سے درخواست ہے کہ اس پر action لیا جائے۔

جناب سپیکر! میرا اپنا بڑا بھائی جو پرسوں رات اسلام آباد سے لاہور آرہا تھا تو اس کو راستے میں ڈکیتوں نے روک کر اس سے تمام رقم اور نقدی سامان وغیرہ بھی چھین لیا۔ یہ پوزیشن ایک ہفتہ سے چل رہی ہے، سرگودھا میں جو ڈکیتیاں یا رہزنی ہو رہی ہے اس پر ابھی تک لوکل انتظامیہ نے کوئی action لیا ہے اور نہ ہی حکومت پنجاب نے ابھی تک کوئی نوٹس لیا ہے۔ اس وقت جو پوزیشن بن چکی ہے اس کو کنٹرول کیا جائے۔ بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، آپ کا بھی بہت شکریہ۔ ڈاکٹر زمرد یاسمین صاحبہ!

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: شکریہ۔ جناب سپیکر! اکیسویں اجلاس کے دوران جو مسئلہ درپیش ہوا تھا یعنی باہر طلباء کا احتجاج ہوا تھا تو اس سلسلے میں، میں نے آپ سے درخواست کی تھی اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ وہ مسئلہ تو حل ہو گیا ہے۔ میں آپ کی اور رانا ثناء اللہ خان صاحب کی بھی خصوصی طور پر مشکور ہوں کہ انہوں نے ذاتی طور پر دلچسپی لی۔ میں ایک گزارش آپ سے اور کرنا چاہ رہی ہوں کہ دہشت گردی ہمارے ملک کا بہت بڑا مسئلہ ہے۔ یہاں پر daily protest ہو رہا ہے اور اگر روزانہ نہیں تو اسمبلی کے سیشن کے دوران ضرور ہو رہا ہوتا ہے۔

جناب سپیکر! اب ہماری پنجاب پولیس اور جو اسمبلی کے سکیورٹی والے ہیں وہ بھی یقیناً اپنا role play کر رہے ہوتے ہیں۔ پنجاب پولیس کے علاوہ جو اسمبلی کی پولیس ہے چونکہ نام ہی اس کا اسمبلی کی پولیس ہے تو وہ بہت زیادہ own کرتے ہیں۔ پچھلی دفعہ بھی آپ نے دیکھا کہ اسی protest کے دوران ہماری اسمبلی کی پولیس کے ایک جوان کا facture بھی ہو گیا تھا تو میں گزارش یہ کرنا چاہ رہی تھی چونکہ یہ لوگ فرنٹ پر ہمیشہ اپنا کردار ادا کرتے ہیں تو جیسے باقی forces کو Risk Allowance دیا جاتا ہے تو میری گزارش ہے کہ ان لوگوں کو بھی Risk Allowance دیا جائے کیونکہ چراغ تلے اندھیرا تو نہیں ہونا چاہئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، رانا صاحب!

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ ایک اہم واقعہ کی طرف دلانا چاہتا ہوں اور ساتھ ہی آپ کے توسط سے متعلقہ منسٹر اور ہاؤس کی توجہ بھی اس واقعہ کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔ واقعہ یوں ہے کہ آج صبح میں فیصل آباد سے آ رہا تھا جب تھانہ کوٹ عبدالمالک کے قریب پہنچا تو وہاں پر لاہور

شیخوپورہ روڈ دونوں طرف سے بلاک تھی اور گاڑیوں کی لمبی لائنیں لگی ہوئی تھیں۔ میں نے نیچے اتر کر پتا کیا تو وہاں پر مقامی لوگوں نے ایک dead body رکھ کر سڑک کو بلاک کیا ہوا تھا۔ سڑک سوا گیارہ بجے تک بلاک رہی اور میلوں لمبی لائنیں لگی رہیں۔ ایسے وقوعے ہوتے رہتے ہیں لیکن تشویش کی بات یہ ہے کہ یہ واقعہ تھانہ کوٹ عبدالمالک کے سامنے ہوا اور پولیس کا کوئی بھی فرد وہاں پر موجود نہیں تھا۔ جب میں وہاں پر پہنچا تو عوام نے گاڑی پر ایم پی اے کی نمبر پلیٹ دیکھ کر گاڑی کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی لیکن وہ ایک علیحدہ بات ہے۔ وہاں پر میں ڈھونڈتا رہا کہ کوئی پولیس والا مل جائے لیکن وہ مل سکا اور نہ ہی مقامی انتظامیہ تھی، سوا گیارہ بجے پولیس پہنچی۔ 10 بجے وہاں پر میڈیا والے پہنچ گئے تھے۔

جناب سپیکر! میڈیا والے اپنی مصروفیات کے باوجود جو ایسے واقعہ کے لئے تیار نہیں ہوتے تو وہ بھی تیار ہو کر وہاں پر پہنچ گئے کیونکہ تھانے کے سامنے وقوعہ ہوا، تھانے کے آدمی موجود نہیں تھے اور یہ بڑی تشویشناک بات ہے کیونکہ اسی وجہ سے جب بھی کسی فرد کا یا کسی خاندان کا یا کسی علاقے میں نقصان ہوتا ہے تو لوگ قانون کو اپنے ہاتھ میں لے کر سڑک بلاک کر دیتے ہیں یا توڑ پھوڑ شروع کر دیتے ہیں یا گھیراؤ جلاؤ شروع کر دیتے ہیں۔ اگر مقامی انتظامیہ اور پولیس موقع پر پہنچ جائے تو نقصان سے بچا جا سکتا ہے اس کے لئے میری گزارش ہے کہ فوری طور پر وزیر موصوف اس کی انکوائری کرائیں کہ وہاں پر مقامی انتظامیہ اتنی لیٹ کیوں پہنچی اور اگر وقت پر پہنچ جاتی تو جو میلوں لمبی لائن تھی، شیخوپورہ لاہور روڈ main road ہے، اس کے دونوں اطراف بلاک تھے تو اس سلسلے میں جو نقصان ہوا اس سے بچا جا سکتا تھا۔ بہت مہربانی

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ خواجہ اسلام صاحب!

خواجہ محمد اسلام: جناب سپیکر! میں آج یہاں پر خادم اعلیٰ پنجاب۔۔۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمن رانا: جناب سپیکر! میں نے جو درخواست کی ہے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جب آپ on the floor of the House کوئی بات کرتے ہیں وہ note ہو جاتی ہے۔ لاء منسٹر صاحب بیٹھے ہیں وہ بعد میں اس پر respond کریں گے۔

فیصل آباد کے لینڈریکارڈ کو کمپیوٹرائزڈ کرنے پر وزیر اعلیٰ کو خراج تحسین کا پیش کیا جانا

خواجہ محمد اسلام: جناب سپیکر! خادم اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف کی ہدایت پر ہمارے فیصل آباد میں رجسٹریوں کو computerized کیا گیا ہے جسے میں سمجھتا ہوں کہ نہ صرف لینڈمافیا بلکہ قبضہ مافیااور رجسٹریوں، انتقالات کی آڑ میں جتنی بھی جعل سازی ہوتی تھی وہ اللہ کے فضل سے آج رُک چکی ہے۔ فیصل آباد میں ہماری اڑھائی سو سے تین سو رجسٹریاں روزانہ ہوتی تھیں، اس کے علاوہ مختار نامے علیحدہ ہوتے تھے۔ اس میں بیرون ملک جتنے بھی لوگ بیٹھے ہوئے تھے ان کے ساتھ جو زیادتیاں ہوتی تھیں، ان کے ساتھ جو ظلم ہوتا تھا اس سے فیصل آباد آج بڑا شفاف ہو گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج فیصل آباد میں اس قسم کی جعلسازی اللہ کے فضل سے نہیں ہو سکتی تو میرا یہاں ہاؤس میں بات کرنے کا اصل مقصد یہ تھا کہ دوسرے اضلاع بھی اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے اپنے ضلعوں میں اس سسٹم کو رائج کریں۔ یہ سسٹم اگر پورے پنجاب میں نہیں بلکہ پورے پاکستان میں آ گیا تو پاکستان میں جتنی جعلسازی ہوتی ہے، جتنا فراڈ ہوتا ہے اور جتنا لینڈمافیا اس سے فائدہ اٹھاتا ہے وہ اس سے اجتناب کرے گا۔ میں اسی بات پر جناب وزیر اعلیٰ پنجاب کو خراج تحسین پیش کرنا چاہتا ہوں اور دوسرے اضلاع والوں کو بھی یہ درخواست کروں گا کہ وہ اپنے اپنے ضلعوں میں جا کر اس سسٹم کو رائج کروائیں۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: لاء منسٹر صاحب! بڑی اچھی بات ہے لیکن باقی جگہوں پر بھی اس کو لاگو کروائیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ جو بات خواجہ صاحب نے کی ہے دراصل اس میں بنیادی طور پر قابل ستائش اور appreciation کے مستحق دو آفیسرز ہیں جن میں نسیم صادق صاحب "ڈی سی او" فیصل آباد اور لیاقت علی چٹھہ صاحب "ای ڈی او آر" فیصل آباد ہیں ان دونوں افسران نے اس پر initiative لیا اور اس کے بعد پھر انہوں نے گورنمنٹ سے اجازت لی تو گورنمنٹ اور چیف منسٹر صاحب کی طرف سے ان کو اجازت ملی کہ آپ اس کو ایک پراجیکٹ کے طور پر practical form میں لے کر آئیں اور اگر یہ کامیاب رہا تو پھر ہم اس کو دوسرے اضلاع میں بھی نافذ کریں گے۔ بہر حال میں سمجھتا ہوں کہ ان دونوں آفیسران کا یہ قابل ستائش کارنامہ ہے اور انہیں اس بات پر appreciation ملنا چاہئے کہ انہوں نے اپنی vision میں یہ بات سوچی اور اس کے بعد انہوں نے باقاعدہ وہاں پر اس کو practical form میں نافذ کیا۔ اس سے یقیناً دو طبقے ایک پٹواری طبقہ اور

ایک رجسٹری محرر طبقہ کی آپ سمجھ لیں کہ وفات ہو چکی ہے۔اب حالت یہ ہے کہ وہاں پر ایک ایک رجسٹری پر محرر اتنا طاقتور تھا کہ وہ اتنی سفارشیں لیتا تھا اور اسی طرح سے پٹواری کا بھی یہی کام تھا۔اب یہ معاملہ فیصل آباد میں کامیابی سے چل رہا ہے۔میری چیف منسٹر صاحب سے بات ہوئی ہے۔اس کی ایک presentation and briefing لے کر انشاءاللہ تعالیٰ اس سسٹم کو ہم پورے پنجاب میں اور ترجیحی بنیادوں پر بڑے ضلعوں میں نافذ کریں گے۔میں سمجھتا ہوں کہ اس سے ایک پٹواری مافیا اور رجسٹری محرر مافیا سے نجات ملے گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر:بہت شکریہ۔جی،رائے صاحب!

اسلحہ لائسنس کے طریق کار کو آسان بنانے کا مطالبہ

رائے محمد اسلم خان:جناب سپیکر!اسلحہ لائسنس کے بارے میں پنجاب میں ڈی سی او کو جو powers دی گئی ہیں اس طریق کار کو آسان بنانے کے لئے میں لاء منسٹر صاحب سے گزارش کرتا ہوں کہ پنجاب بلکہ پورے ملک میں امن عامہ کی صورتحال خراب ہے اس لئے ہر قومی شناختی کارڈ رکھنے والے شخص کو قومی شناختی کارڈ پر ہی اسلحہ لائسنس دے دیا جائے چونکہ criminal لوگوں کے پاس تو prohibited bore کا بہت زیادہ اسلحہ موجود ہے لیکن self protection کے لئے شریف شہریوں کو NPB(non) prohibited bore کا لائسنس بنوانے کے لئے بھی NTN نمبر اور ٹیکس کی رسیدیں وغیرہ کے لئے بھی بار بار چکر لگانے پڑتے ہیں تو میری لاء منسٹر صاحب سے گزارش ہے کہ آپ شناختی کارڈ کی کاپی پر ایک شریف شہری کو کم از کم پولیس رپورٹ پر لائسنس جاری نہیں کر سکتے کیونکہ اس کی چھوٹے زمیندار کو ضرورت ہوتی ہے،مزدور کو ضرورت ہوتی ہے،کسان کو ضرورت ہوتی ہے ان کا N.T.N نمبر تو ہوتا نہیں اور ان کی جو آبیانہ وغیرہ کی رسیدیں ہیں وہ بھی ڈی سی او صاحبان قبول نہیں کرتے تو میری لاء منسٹر صاحب سے یہ گزارش ہے کہ صرف پولیس رپورٹ پر نہ ہو اگر اس کا کردار اچھا ہے،وہ ریکارڈ یافتہ نہیں ہے،criminal نہیں ہے تو اس کو اسلحہ لائسنس جاری کرنا چاہئے اور یہ طریق کار آسان بنانا چاہئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر:بہت شکریہ،اس کو دیکھتے ہیں۔لاء منسٹر صاحب ویسے یہ ایک بات ہے کہ اب ہر ایک کا تو N.T.N نمبر نہیں ہوتا،ہونا تو چاہئے۔میرا خیال ہے کہ اس طرح سے کوشش کی جا رہی ہے کہ سب کو tax net میں لایا جائے۔آپ اس پر کیا کہیں گے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس میں ویسے بنیادی ضرورت تو یہی ہے کہ شناختی کارڈ ہو اور اس کے بعد NTN نمبر ہو اور ساتھ یہ ہے کہ پولیس رپورٹ ہو۔ اگر اس کو as a freight نافذ کیا جائے گا تو اس کے misuse ہونے کا بھی احتمال ہے تو اس لئے requirements یہی ہیں اس میں تھوڑی سی تعداد کی جو limitation ہے وہ اس لئے ہے تاکہ یہ معاملہ ایک level پر رہے۔ اب اگر آپ اس طرح سے یعنی as a freight کریں گے تو پھر کروڑوں لاکھوں لوگوں کا right بنے گا اور اسلحے کا بزنس بہت زیادہ dimensions پر جائے گا۔ اس سے سمگلنگ شروع ہو گی اور دوسری قباحتیں پیدا ہوں گی تو اس لئے limited numbers رکھتے ہوئے ان لوگوں کو جن کے پاس یہ تینوں چیزیں ہیں انہیں لائسنس دیئے جا رہے ہیں اور ملنے چاہئیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، فوزیہ بہرام صاحبہ!

جناب نجف عباس خان سیال: جناب سپیکر! میری عرض سُن لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں آپ کو ابھی floor دیتا ہوں۔

رائے محمد اسلم خان: جناب سپیکر! میری اتنی سی request ہے کہ یا تو صوبہ کو بالکل اسلحہ سے پاک کر دیا جائے اور criminal لوگوں کے پاس بھی اسلحہ نہ ہو یا کم از کم اراکین پارلیمنٹ کی recommendation پر کریں یا متعلقہ پولیس جنہیں سزا یافتہ یا ریکارڈ یافتہ declare نہ کریں ان کا تو بننا چاہئے یہ ٹیکس رسیدوں والا معاملہ کیا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: میرا خیال ہے کہ یہ issue ایسا ہے کہ اسے صرف پوائنٹ آف آرڈر پر نہیں اُٹھانا چاہئے۔ آپ متعلقہ قواعد کو دیکھتے ہوئے اس کے مطابق کچھ لے کر آئیں پھر اس کو دیکھتے ہیں۔ بہت شکریہ۔ جی، فوزیہ بہرام صاحبہ!

جناب نجف عباس خان سیال: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں آپ کو بھی floor دیتا ہوں۔ جی!

محترمہ فوزیہ بہرام: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں نے ابھی ایک بات نوٹ کی ہے کہ جو پوائنٹ آف آرڈر Private Members' Day پر اٹھائے جاتے ہیں ان کے پیچھے کوئی مقصد ہوتا ہے۔ وزیر قانون و پارلیمانی امور یہاں بیٹھے ہیں۔ اعجاز احمد کاہلوں صاحب نے جس پوائنٹ آف آرڈر پر بات کی اس پر نہ تو آپ نے ان کا کوئی consent لیا اور نہ ہی اس پر اپنی کوئی ruling دی۔

Private Members' Day والے دِن ہم جو بات کرتے ہیں وہ بھی کسی مقصد کے لئے کی جاتی ہے اور یہ ایسا دِن ہوتا ہے کہ ہمیں اس کی اجازت ہوتی ہے۔انہوں نے Law and Order کی situation پر پوائنٹ آف آرڈر اُٹھایا تو اس پر آپ نے کوئی ruling دی اور نہ ہی منسٹر صاحب نے کوئی توجہ دی تو کیا پوائنٹ آف آرڈر کو فضول سمجھ لیا جائے یا ہم یہ سمجھیں کہ اس پوائنٹ آف آرڈر کی کوئی اہمیت ہی نہیں ہے ؟ اور آج کے دن جب Private Members' Day والے دِن ہم اگر کوئی بات قرارداد یا کسی اور صورت میں نہیں لاتے، چھوٹی بات ہو تو ہم پوائنٹ آف آرڈر پر اٹھاتے ہیں۔ میں اس اسمبلی کی کافی سینئر ممبر ہوں اور اس وقت 151 ممبران سے سینئر ہوں اور میں سمجھتی ہوں کہ اعجاز احمد کاہلوں صاحب نے Law and Order کی situation کے حوالے سے پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا۔ ڈکیتیوں کا مسئلہ ہمارے ملک اور صوبے کا انتہائی اہم مسئلہ ہے اس کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا۔انہوں نے بات کی اور وہ بیٹھ گئے آپ نے اس کا کوئی نوٹس لیا اور نہ منسٹر صاحب نے notice لیا تو پھر آمدن، نشستن، گفتن، برخاستن اگر اس اسمبلی کا یہ message عوام میں چلا جائے تو میں سمجھتی ہوں کہ بہت بُرا ہوگا۔ میرا پوائنٹ آف آرڈر صرف یہ ہے کہ آپ ہر پوائنٹ آف آرڈر پر اپنی ruling دیں یا concerned minister اس کا جواب دے۔ اگر کوئی بات کرتا ہے انہوں نے باقاعدہ دو تین دفعہ بحث کی لیکن اعجاز احمد کاہلوں کے پوائنٹ آف آرڈر کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا حالانکہ انہوں نے Law and Order کے حوالے سے پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، آپ کی بات نوٹ کر لی ہے۔ شاید آپ نے سُنا نہیں تھا پہلے بھی جب ایک معزز ممبر نے بات کی اور انہوں نے کہا کہ اس پر لاء منسٹر نے respond نہیں کیا تو اسمبلی کی جتنی بھی کارروائی ہے یہ ریکارڈ بھی ہو رہی ہوتی ہے اور اس پر لاء منسٹر روزانہ دیکھتے بھی ہیں کچھ پر وہ فوری respond کر دیتے ہیں اور کچھ کے اوپر وہ دیکھ کر، متعلقہ ممبر کو بُلا کر بات کر لیتے ہیں۔یہاں پر میں پھر یہ بات کروں گا کہ جو معزز ممبران کے valid point of orders ہیں ان پر ہم کارروائی بھی کرتے ہیں لیکن اگر بہت ہی pressing matter ہے اور آپ سمجھتے ہیں کہ اس کے اوپر حکومت کو باقاعدہ respond کرنا چاہئے تو حکومت کا proper respond کرنے کا طریقہ، آپ اتنی سینئر ممبر ہیں اور 151 ممبران سے سینئر ہیں تو آپ یہ دیکھیں کہ اس کا پھر ایک طریق کار ہے آپ اس کو بھی follow کریں۔ یہ تو آپ اپنے حلقے کی سروس نہیں کر رہے، آپ تو صرف اخبار کی خبر بنا رہے ہیں کہ آپ نے پوائنٹ آف آرڈر پر بات کی۔ آپ محنت کریں اس کے اوپر تحریک التوائے کار یا توجہ دلاؤ نوٹس لے کر آئیں تاکہ گورنمنٹ کی

طرف سے بھی proper response سامنے آئے اور ان کے پاس کوئی بات ایسی نہ رہ جائے کہ یہ بات ہوئی تھی تو اس وقت ہم نے اس پر respond کر دیا تھا۔

جناب اعجاز احمد کاہلوں: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی!

جناب اعجاز احمد کاہلوں: جناب سپیکر! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ میں کسی اخبار کا حصہ نہیں بننا چاہتا۔ میں نے پہلے بھی عرض کیا ہے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، میں آپ کو نہیں کہہ رہا، آپ کی مثال تو اس لئے دی کیونکہ آپ کا نام چل رہا ہے ناں۔۔۔

جناب اعجاز احمد کاہلوں: جناب سپیکر! اگر میرے بھائی کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا ہے تو عام شہریوں کا کیا حال ہوگا؟ سرگودھا میں ایک ہفتے کے اندر ایک درجن ڈکیتیاں ہوئی ہیں آج تک کسی نے respond کیا ہے؟ لاء منسٹر صاحب سُن رہے ہیں، آپ اخباروں میں اور ٹی وی کی نشریات میں دیکھ سکتے ہیں کہ ایک درجن ڈکیتیاں ہوئیں اور ابھی تک وہاں سے ایک ڈکیت بھی نہیں پکڑا گیا۔ یہ انتہائی serious issue ہے اس میں سات قتل ہوئے ہیں کسی نے ایکشن لیا ہے، کیا انہیں کوئی compensation دی گئی ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: لاء منسٹر صاحب وہ کہہ رہے ہیں کہ ادھر بہت ڈکیتیاں ہو گئی ہیں۔ آپ نے کہا تھا کہ بعد میں respond کریں گے۔ ان کے بھائی کا بھی واقعہ ہوا ہے اور وہ کہہ رہے ہیں کہ سرگودھا میں بہت زیادہ ڈکیتیاں ہونے لگ گئی ہیں اور اس پر حکومت کوئی ایکشن نہیں لے رہی۔

جناب اعجاز احمد کاہلوں: جناب سپیکر! میں عوامی نمائندہ ہوں، میں اپنے حلقے کی عوام کی نمائندگی کر رہا ہوں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): اگر میں اس واقعے کی detail کے بارے میں off hand جواب دوں تو مناسب نہیں ہوگا۔ یہ مجھے آج کچھ black and white form میں دے دیں تو میں متعلقہ اتھارٹی سے اس کا جواب منگوا لیتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، آپ ان سے مل لیں اور ان کو کچھ written دے دیں پھر وہ اس کا جواب منگوا لیتے ہیں اور دیکھیں بات پتا ہے کیا ہے کہ اس طرح off hand پوائنٹ آف آرڈر پر تو وہ کچھ نہیں کریں

گے۔ میری بار بار گزارش ہے کہ پچھلی دفعہ بھی یہ point out ہوا، توجہ دلاؤ نوٹس انہی چیزوں کے لئے ہوتا ہے اگر آپ اس کے اوپر توجہ دلاؤ نوٹس دیں گے تو پھر حکومت properly respond کرے گی اور respond کرنے پر وہ مجبور ہو گی۔

جناب اعجاز احمد کاہلوں: جناب سپیکر! یہ urgent matter تھا آپ نے مجھے پچھلی دفعہ بھی کہا کہ آپ اخباروں کی زینت بننا چاہتے ہیں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: خدا نخواستہ میرا یہ مطلب نہیں تھا۔

جناب اعجاز احمد کاہلوں: جناب سپیکر! میرا یہ matter نہیں ہے، میں elected member ہوں۔ میں سرگودھا سٹی سے آیا ہوں، میں اپنے عوام کے matters highlight نہیں کروں گا تو کون کرے گا؟ یہ selected members کریں گے جو اُدھر بیٹھے ہوئے ہیں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ تشریف رکھیں۔ جی، رانا صاحب!

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر میں رائے محمد اسلم خان کھرل صاحب کی جو اسلحہ کی بات تھی اس کو آگے بڑھانا چاہتا تھا لیکن اب آپ نے ruling دے دی ہے کہ اس کو ٹھیک طریقے سے لائیں تو میں ان کے ساتھ بیٹھ کر بات کر کے اس کو پیش کروں گا۔

(اذان ظہر)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، نجف عباس خان سیال صاحب!

جناب نجف عباس خان سیال: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے جیسے حکم فرمایا ہے کہ حاضری کے لئے تو بندہ باہر بیٹھ گیا ہے، میں اس سلسلے میں دو وضاحتیں چاہتا ہوں۔ ایک تو یہ ہے کہ اگر کوئی معزز ممبر چھٹی کی درخواست دیتا ہے اور یہ معزز House اس کی چھٹی کو منظور کر لیتا ہے تو پھر اس کی چھٹی کو حاضری تصور کیا جائے۔ ایک تو میری یہ submission ہے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس کی چھٹی کو؟

جناب نجف عباس خان سیال: حاضری تصور کیا جائے۔ جیسے اگر آپ کالج، سکول میں بھی absent ہوں، اگر آپ کی چھٹی ہیڈ ماسٹر منظور کر دیتے ہیں تو آپ کی absent mark نہیں ہوتی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس کے لئے تو پھر rules میں تبدیلی کرنی پڑے گی۔

جناب نجف عباس خان سیال: جناب والا! rules میں کہیں اس بات کا ذکر ہے ہی نہیں، چھٹی کا ذکر کہیں پر ہے ہی نہیں۔ دوسری میری submission یہ ہے کہ ایک information یہ پہنچی ہے کہ جو ممبر آخری دن اجلاس میں نہیں آئے گا اس کا اگلے تین دنوں کا TA/DA بھی کٹ جائے گا۔ ایک معزز ممبر اگر یہاں لاہور میں آیا ہوا ہے، کسی کام کے سلسلے میں اگر وہ اسمبلی میں نہیں آسکتا۔ وہ پیپلز ہاؤس میں رہ رہا ہے یا اپنے گھر میں رہ رہا ہے، اپنے حلقہ سے تو چل کر آ گیا ہے۔ میری اس سلسلے میں submission یہ ہے کہ اس کا ایک دن کاٹا جائے، اگلے تین دن نہ کاٹے جائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ

جناب نجف عباس خان سیال: جناب والا! اللہ نے آپ کو عزت دی ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو اور عزت دے لیکن کم از کم یہ بات بتادیں کہ اگر اس کے تین دِن کاٹے جائیں تو کیوں کاٹے جائیں؟ وہ لاہور میں ہے اور سیکرٹریٹ میں اپنے حلقہ کے کام کے سلسلہ میں پھنسا ہوا ہے کسی وجہ سے نہیں پہنچ سکتا تو اس کو کم از کم اتنا حق حاصل ہونا چاہئے کہ اس کا ایک دن کاٹا جانا چاہئے۔ اس پر اگر آپ ruling فرمادیں تو بہتر ہوگا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سیال صاحب! میں آپ سے مؤدبانہ گزارش کروں گا کہ یہ ایسی باتیں ہیں، اس پر اگر آپ نے اپنا point of view دینا بھی تھا تو آپ سپیکر چیمبر میں آکر دیتے کیونکہ جو بات آپ نے یہاں کی ہے وہ جب اخبار میں جائے گی تو وہ کسی اور رنگ میں جائے گی، وہ پھر ہمارے اپنے معزز ممبران کے حوالے سے بات آئے گی کہ ہمیں اسمبلی کی working کی فکر نہیں، ہمیں اپنے TA/DA کی زیادہ فکر ہے اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ چاہے آپ نے ان کی اچھائی کے لئے ہی بات کی ہے لیکن یہاں پر وہ اچھائی ثابت نہیں ہو رہی۔

ملک محمد وارث کلو: جناب والا! اس سلسلے میں میری یہ گزارش ہے کہ ۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کلو صاحب! ایک منٹ تشریف رکھیں۔

جناب نجف عباس خان سیال: کلو صاحب! میں وضاحت کر لوں پھر آپ بات کریں۔ اس بات کا علم بھی ابھی لگا ہے کیونکہ ہم تو سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ایسا قانون بھی لاگو ہوگا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چلیں۔

جناب نجف عباس خان سیال: جناب والا! اس کا علم ہمیں ابھی ہوا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ

جناب نجف عباس خان سیال: جناب والا!اس پر غور کیجئے گااور اس کو کم از کم considerتو کر لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے۔انشاء اللہ تعالیٰ ہم اس کو دیکھیں گے۔

ملک محمد وارث کلو: جناب والا!میں جناب نجف عباس سیال صاحب کا احترام کرتا ہوں۔انہوں نے جو بات کی ہے یا اس سے پہلے جو بات ہوئی ہے، جتنے بھی معزز ممبران ہیں ان کے لئے کوئی تنخواہ matter کرتی ہے اور نہ ہی TA/DA matter کرتا ہے، یہ سارے کے سارے لوگ اس سے کہیں زیادہ خرچ کر کے پہلے اسمبلیوں میں آتے ہیں اور اس کے بعد روزانہ کے تمام ممبران کے اپنے ڈیروں پر، عوام کے ساتھ جانے کے جو اخراجات ہیں وہ بہت زیادہ ہیں ۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ یہ ایک غلط impression جا رہا ہے، میں تمام ممبران کی طرف سے پوری ذمہ داری کے ساتھ یہ کہتا ہوں کہ ان لوگوں کے لئے TA/DA اور تنخواہ matter نہیں کرتی لیکن categorically جو بھی آپ Assembly rules بناتے ہیں ان کو follow کیا جائے اور انشاء اللہ تعالیٰ یہ آئندہ follow ہوں گے۔جس طرح آپ نے system بنا دیا ہے وہ بالکل ٹھیک ہے، درست ہے۔ ممبران کو قطعاً کوئی پروا تنخواہ کی ہے اور نہ ہی TA/DA کی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔جناب جمیل شاہ صاحب!

جناب نجف عباس خان سیال: جناب والا!اگر اجازت ہو تو میں اس کا جواب دے دوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، باقی بات ہم سپیکر چیمبر میں کریں گے۔جی، جمیل شاہ صاحب!

چوکی جنڈیالی میاں چنوں پر ڈاکوؤں کا حملہ

جناب محمد جمیل شاہ: شکریہ۔جناب سپیکر!میں آپ کے توسط سے یہ عرض کروں گا کہ ہمارے ضلع خانیوال میں تھانہ صدر میاں چنوں کی چوکی جنڈیالی پر رات کو ڈاکو آئے اور انہوں نے تمام چوکی کے افسران یا جو ملازمین تھے ان کو باندھا اور اسلحہ لوٹ کر لے گئے۔حکومت نے RPO کو تو تبدیل کر دیا ہے لیکن جو متعلقہ SHO تھا جس نے ڈیوٹی check کرنی تھی جو متعلقہ DSP تھا جس کی گشت تھی یا اس کے علاوہ جو اور ملازمین تھے ان کو کچھ نہیں کہا گیا۔ مزید یہ ہوا کہ انہوں نے اسی واقعہ کو آڑ بنا کر تقریباً ہر تھانے میں سو، سو بندے بند کئے اور پھر دو دن بعد یا دس دن بعد انہیں رہا کیا ہے اور یہ سب کچھ بغیر کسی

ثبوت کے کیا ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ انہیں کیوں پکڑا گیا ہے؟ کہتے ہیں کہ جنڈیالی میں جو ڈکیتی ہوئی ہے اس سلسلے میں پکڑے ہیں۔ آخر کیا وجہ ہے وہ ریکارڈ یافتہ تھے یا نہیں تھے؟ آج تک ہمیں نہیں پتا اس لئے میری یہ استدعا ہے کہ گورنمنٹ ان افسران کے خلاف جو موقع پر موجود تھے یا جو عرصہ دراز سے وہاں پر لگے ہوئے ہیں جنہوں نے وہاں لوٹ مار کا بازار گرم کیا ہوا ہے ان کے خلاف کوئی کارروائی کرے۔ میری بس اتنی submission ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ایکسائز منسٹر صاحب! آپ اس ساری بات کو نوٹ کر لیں اور پھر یہ ساری بات وزیر قانون کو پہنچا دیں۔

آج کے اجلاس کا ایجنڈا مکمل ہو گیا ہے۔ لہذا اب اجلاس کل بروز بدھ مورخہ 19۔جنوری 2011 صبح 10 بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔

سرکاری رپورٹ

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات 2011

سرکاری رپورٹ

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات 2011

(بدھ19،جمعرات20،جمعتہ المبارک،21،سوموار،24۔جنوری2011)

(یوم الاربعاء14،(یوم الخمیس15،یوم الجمع16،یوم الاثنین،19۔صفر المظفر1432ھ)

پندرھویں اسمبلی: بائیسواں اجلاس

جلد22:(حصہ سوم): شمارہ جات : 13تا16

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات

مندرجات

بائیسواں اجلاس

بدھ،19۔جنوری2011

جلد 22:شمارہ 13

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
1۔	ایجنڈا	1163
2۔	تلاوت قرآن پاک وترجمہ	1165
3۔	نعت رسول مقبولﷺ	1166

سوالات (محکمہ جات مال وکالونیز

4۔ نشان زدہ سوالات اوران کے جوابات ------------ 1167

5۔ نشان زدہ سوالات اوران کے جوابات (جوایوان کی میز پر رکھے گئے) ------------ 1199

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
	پوائنٹ آف آرڈر	
6۔	خواتین ممبران اسمبلی کو حکومتی اعلان کے مطابق ترقیاتی فنڈز کے اجراء کا مطالبہ ------------	1225
	تحاریک استحقاق	
7۔	ایکسیئن انہار بہاولنگر کا معزز ممبر اسمبلی کے ساتھ نامناسب روّیہ ------------	1244
8۔	ڈویژنل سپرنٹنڈنٹ ریجنل پوسٹ آفس سرگودھا کا معزز ممبر اسمبلی کے ساتھ نامناسب روّیہ ------------	1245
	رپورٹیں (میعاد میں توسیع)	
9۔	مسودہ قانون گھریلو ملازمات کا تحفظ مصدرہ 2010 کے بارے میں مجلس قائمہ برائے محنت و انسانی وسائل کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع ------------	1246
10۔	قرارداد نمبر 92 بابت سال 2010 کے بارے میں مجلس خصوصی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع ------------	1247
	تحاریک التوائے کار	
11۔	پنجاب پولیس کے تعمیر و مرمت کے منصوبوں میں کروڑوں روپے خُورد بُرد ہونے کا انکشاف (۔۔۔جاری) ------------	1248
12۔	پنجاب حکومت کے ڈپٹی، ایڈیشنل سیکرٹری اور پنجاب اسمبلی کے ڈپٹی وایڈیشنل سیکرٹری کو سرکاری رہائش کی الاٹمنٹ پالیسی میں تفاوت ------------	1248
13۔	لاہور ضلعی حکومت کے عملہ کی ملی بھگت سے مضر صحت پتی کی سرعام فروخت (۔۔۔جاری) ------------	1251
14۔	دریائے راوی میں زہریلا پانی آنے سے ہزاروں ٹن مچھلی ہلاک	

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
	نیز مردہ مچھلی کی شہروں میں سر عام فروخت جاری(۔۔۔جاری) -----------	1252
15۔	ہنجروال لاہور میں حضرت گلاب شاہ رحمتہ اللہ علیہ مسجد کی ناقص تعمیر(۔۔۔جاری) -----------	1253
16۔	سرگودھا جنرل بس سٹینڈ پر سکیورٹی کے ناکافی انتظامات کی وجہ سے دہشتگردی کے خدشات میں اضافہ (۔۔۔جاری) -----------	1255
17۔	چائلڈ پروٹیکشن بیوروکا ووکیشنل سنٹر نمبر2لاہور محکمانہ عدم دلچسپی کی وجہ سے بند ہونے سے طالبعلموں کو پریشانی کا سامنا -----------	1256
18۔	ضلع مظفر گڑھ کے متعدد گاؤں میں وٹرنری ڈاکٹروں کی عدم دلچسپی کی بناء پر جانور منہ کھر کی بیماری میں مبتلا اور ہلاک -----------	1258
19۔	زرعی قرضے میں مسلسل اضافہ سے حکومت اور کسانوں کو پریشانی کا سامنا -----------	1258
20۔	لاہور کی صفائی کے لئے پراجیکٹ مینجمنٹ یونٹس کے منصوبے کی ناکامی -----------	1262
	سرکاری کارروائی	
	مسودہ قانون(جو متعارف ہوا)	
21۔	مسودہ قانون(ترمیم) پنجاب ٹیکنیکل ایجوکیشن اینڈ ووکیشنل ٹریننگ اتھارٹی مصدرہ 2011 -----------	1264
	پوائنٹ آف آرڈر	
22۔	صوبائی دارالحکومت میں بھیک مانگنے والے بچوں کی تعداد میں اضافہ -----------	1266
23۔	این ایف سی ایوارڈ کے بارے میں حکومت سے وضاحت کا مطالبہ -----------	1268
	سرکاری کارروائی(۔۔۔جاری)	
	بجٹ	
24۔	بجٹ 12-2011 کے لئے ممبران اسمبلی سے تجاویز لینے کی غرض سے پری بجٹ بحث(۔۔۔جاری) -----------	1271

جمعرات،20۔جنوری 2011

جلد 22: شمارہ 14

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
25۔	ایجنڈا	1324
26۔	تلاوت قرآن پاک وترجمہ	1326
27۔	نعت رسول مقبولﷺ	1327
	سوالات (محکمہ صحت)	
28۔	نشان زدہ سوالات اوران کے جوابات	1328
29۔	نشان زدہ سوالات اوران کے جوابات (جوایوان کی میز پر رکھے گئے)	1369
	توجہ دلاؤنوٹس	
30۔	قصور۔ڈکیتی کے دوران مزاحمت پر کانسٹیبل کی ہلاکت کی تفصیلات	1394
	تحاریک استحقاق	
31۔	حلقہ پی پی۔125،ایس ایچ او تھانہ صدر کا معزز ممبر اسمبلی کے ساتھ تضحیک آمیز روّیہ	1395
	تحاریک التوائے کار	
32۔	صوبہ میں خواتین کے لئے مزید الگ جیلیں تعمیر کرنے کا مطالبہ (۔۔۔جاری)	1396
33۔	چیچہ وطنی کے علاقے کی رہائشی دولڑکیوں کا اغواء،زیادتی اور متاثرہ خاندان کا اعلیٰ حکام سے انصاف کا مطالبہ (۔۔۔جاری)	1398
34۔	پنجاب کی گرین ٹریکٹر سکیم میں بے ضابطگیوں کا انکشاف (۔۔۔جاری)	1399
35۔	سابقہ چیف جسٹس لاہور ہائیکورٹ کو وزیر اعلیٰ کی جانب سے سرکاری رہائش گاہ کی خلاف پالیسی الاٹمنٹ (۔۔۔جاری)	1407
	رپورٹ (میعاد میں توسیع)	

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
36۔	خضرآباد لائیوسٹاک فارم سرگودھا کی موجودہ لیز کی رقم کے بارے میں مجلس خصوصی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع ------------	1409
	پوائنٹ آف آرڈر	
37۔	خواتین ممبران اسمبلی کو حکومتی اعلان کے مطابق ترقیاتی فنڈز کے اجراء کا مطالبہ (۔۔۔جاری) ------------	1410
	سرکاری کارروائی	
	بجٹ	
38۔	بجٹ 12-2011 کے لئے ممبران اسمبلی سے پری بجٹ تجاویز لینے کی غرض سے عام بحث (۔۔۔جاری) ------------	1427
	جمعتہ المبارک، 21۔جنوری2011	
	جلد 22: شمارہ 15	
39۔	ایجنڈا ------------	1504
40۔	تلاوت قرآن پاک وترجمہ ------------	1506
41۔	نعت رسول مقبول ﷺ ------------	1507
	سوالات (محکمہ اطلاعات)	
42۔	نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات ------------	1508
43۔	نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (جو ایوان کی میز پر رکھے گئے) ------------	1533
	پوائنٹ آف آرڈر	
44۔	سگیاں پل کے راستے لاہور میں داخل ہونے والی سڑک	

	کو بند کرنے سے مسافروں کو پریشانی کا سامنا(۔۔۔جاری) -----------	1538
	تحاریک استحقاق	
45۔	ایکسیئن انہار بہاولنگر کا معزز ممبر اسمبلی کے ساتھ	
	نامناسب روّیہ(۔۔۔جاری) -----------	1543
	تحاریک التوائے کار	
46۔	محکمہ خوراک کو 50 کلو کے بیگ کے پرانے سٹاک کو فروخت کرنے	
	سے محکمہ کو ہونے والے نقصان کی انکوائری کروانے کا مطالبہ(۔۔۔جاری)-----------	1543
47۔	لاہور میں ٹرانسپورٹرز کا از خود کرایہ میں اضافہ	
	کرنے سے مسافروں کو پریشانی کا سامنا(۔۔۔جاری) -----------	1544
نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
48۔	لاہور میں قصور کے نواحی گاؤں چک نمبر 25 کی لڑکی	
	سے اوباش نوجوانوں کی اجتماعی زیادتی(۔۔۔جاری) -----------	1545
49۔	اڈا مونگی بنگلہ گوجرہ میں محکمہ مال کا پیشگی نوٹس دیئے بغیر	
	دکانوں کی مسماری(۔۔۔جاری) -----------	1547
50۔	جعلی پاور آف اٹارنی اور مختار ناموں کے ذریعے	
	کروڑوں روپے کا فراڈ(۔۔۔جاری) -----------	1548
51۔	پنجاب حکومت کی جانب سے سابق صدر کو سرکاری رہائش گاہ کی الاٹمنٹ ----------- 1549	
52۔	ملتان روڈ لاہور کی کشادگی میں متاثرین کو مارکیٹ ویلیو	
	کے حساب سے معاوضہ کی ادائیگی کا مطالبہ -----------	1552
53۔	جلو پارک اور چھانگا مانگا ریزارٹ کے ترقیاتی منصوبوں	
	میں کروڑوں روپے کے گھپلوں کا انکشاف -----------	1553
54۔	ڈرامہ ہالوں اور سٹیج ڈراموں میں ٹکٹیں خریدنے والوں کے عدم ریکارڈ	
	اور محکمانہ ملی بھگت سے حکومت کو مالی نقصان -----------	1554

55۔	صوبائی دارالحکومت میں سوائن فلو کے مریضوں میں مسلسل اضافہ کی روک تھام میں محکمہ کی عدم دلچسپی -----------	1554
56۔	محکمہ کالونیز نے سرکاری اراضی پر قائم ہاؤسنگ سوسائٹیز کے مالکان سے مقبوضہ اراضی کی قیمت وصول کرنے میں ناکام -----------	1555
	پوائنٹ آف آرڈر	
57۔	معزز ممبر اور اس کی فیملی کو ملنے والی دھمکیوں کی انکوائری کروانے کا مطالبہ -----------	1557
	سرکاری کارروائی	
	بحث	
58۔	بجٹ12-2011کے لئے ممبران اسمبلی سے پری بجٹ تجاویز لینے کی غرض سے عام بحث(۔۔۔جاری) -----------	1560

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر

سوموار،24۔جنوری2011

جلد 22:شمارہ 16

59۔	ایجنڈا -----------	1608
60۔	تلاوت قرآن پاک وترجمہ -----------	1610
61۔	نعت رسول مقبولﷺ -----------	1611
	تعزیت	
62۔	معزز ممبر سردار محمد ایوب خان گادھی کی والدہ ماجدہ اور ڈاکٹر آمنہ بٹر کی والدہ ماجدہ کی وفات پر دعائے مغفرت -----------	1612
	سوالات(محکمہ جات سماجی بہبود وترقی خواتین)	
63۔	نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات -----------	1613

64۔ نشان زدہ سوالات اوران کے جوابات (جوایوان کی میز پر رکھے گئے) ---------- 1646

پوائنٹ آف آرڈر

65۔ لاہور ائرپورٹ پر نوجوان رپورٹر پر پولیس کا تشدد ---------- 1664

توجہ دلاؤ نوٹس

66۔ ملتان،ڈکیتی کے دوران شہری کی ہلاکت کی تفصیلات ---------- 1673

67۔ لاہور،اچھرہ سنٹر میں جیولرز کی دکان سے ڈیڑھ کروڑ روپے
مالیت سونے کی چوری کی تفصیلات ---------- 1674

تحاریک استحقاق

68۔ (کوئی تحریک پیش نہ ہوئی) ---------- 1678

تحاریک التوائے کار

69۔ پنجاب پولیس کے تعمیر ومرمت کے منصوبوں میں کروڑوں روپے
خُورد بُرد ہونے کا انکشاف (۔۔۔جاری) ---------- 1678

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
70۔	حلقہ پی پی۔113 ڈنگہ (گجرات) میں محکمہ کی ملی بھگت سے اراضی کا جعلی انتقال (۔۔۔جاری)	1679
71۔	محکمہ پی ڈبلیو ڈی ساہیوال کے ملازمین تنخواہیں نہ ملنے کی وجہ سے شدید مالی مشکلات کا شکار (۔۔۔جاری)	1680
72۔	ستوکتلہ لاہور میں ڈکیتیوں میں اضافے سے رہائشیوں کو پریشانی کا سامنا	1681
73۔	شرقپور (شیخوپورہ) میں سیوریج اور واٹر سپلائی کا پانی مکس ہونے سے شہری پیٹ کی بیماریوں میں مبتلا	1682
74۔	پی سی ایس آئی آر سوسائٹی کی انتظامیہ کی کرپشن کا انکشاف	1683
75۔	نیشنل پروگرام برائے فیملی پلاننگ اینڈ پرائمری ہیلتھ کیئر کی ایل ایچ ویز کو تنخواہ کی عدم ادائیگی	1684

76۔ وزیراعلیٰ کے صوابدیدی اختیارات کے تحت محکمہ ایس اینڈ جی اے ڈی
میں سکیل16،17 کی اسامیوں پر ریٹائرڈ ملازمین کی بھرتی ------------ 1684

سرکاری کارروائی

قرارداد

77۔ بجٹ11-2010 پر معزز ممبران کی تجاویز کو مدنظر رکھتے ہوئے
ترقیاتی فنڈز کی منصفانہ تقسیم، مؤثر وشفاف استعمال اور غیر ترقیاتی
اخراجات میں کمی کا مطالبہ ------------ 1688

78۔ اجلاس کے اختتام کا اعلامیہ ------------ 1702

79۔ انڈکس

1163

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ،19۔جنوری 2011

تلاوت قرآن پاک وترجمہ اور نعت رسول مقبول ﷺ

سوالات

(محکمہ جات مال وکالونیز)

نشان زدہ سوالات اوران کے جوابات

سرکاری کارروائی

1۔ مسودہ قانون(ترمیم)پنجاب ٹیکنیکل ایجوکیشن اینڈ ووکیشنل ٹریننگ اتھارٹی 2011
(مسودہ قانون نمبر 7 بابت 2011)

ایک وزیر مسودہ قانون(ترمیم)پنجاب ٹیکنیکل ایجوکیشن اینڈ ووکیشنل ٹریننگ اتھارٹی 2011 ایوان میں پیش کریں گے۔

2۔ بجٹ 2011-12 کے لئے ممبران سے تجاویز لینے کی غرض سے پری بجٹ بحث جاری رہے گی۔

1165

صوبائی اسمبلی پنجاب

پندرھویں اسمبلی کا بائیسواں اجلاس

بدھ، 19۔جنوری 2011

(یوم الاربعاء، 14۔صفر المظفر 1432ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 10 بج کر 8 منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر رانا محمد اقبال خان منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری نور محمد نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیمo

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَـٰنِ ٱلرَّحِيمِo

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ
الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ
تُوعَدُونَ ﴿٣٠﴾ نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ
وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ﴿٣١﴾
نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ ﴿٣٢﴾

سُوْرَۃُ حٰمٓ السجدۃ آیات 30 تا 32

جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر وہ (اس پر) قائم رہے ان پر فرشتے اتریں گے (اور کہیں گے) کہ نہ خوف کرو اور نہ غمناک ہو اور بہشت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے خوشی مناؤ (30) ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے دوست تھے اور آخرت میں بھی (تمہارے رفیق ہیں) اور وہاں جس (نعمت کو) تمہارا جی چاہے گا تم کو (ملے گی) اور جو چیز طلب کرو گے تمہارے لئے (موجود ہو گی) (31) (یہ) بخشنے والے مہربان کی طرف سے مہمانی ہے (32)

وماعلیناالاالبلاغo

نعت رسولِ مقبول ﷺ جناب عابد رؤف قادری نے پیش کی۔

نعت رسول مقبول ﷺ

کیسا وہ سماں ہو گا کیسی وہ گھڑی ہو گی
جب پہلی نظر ان کے روضے پہ پڑی ہو گی
کیا سامنے جا کے ہم حال اپنا سُنائیں گے
سرکار کا دَر ہو گا اَشکوں کی جھڑی ہو گی
ہو جائے جو واسطہ سرکار کے دامن سے
ہر چیز زمانے کی قدموں میں پڑی ہو گی
وہ شیشہ دِل غم سے میلا نہ کبھی ہو گا
تصویر مدینے کی جس دِل میں جڑی ہو گی

سوالات

(محکمہ جات مال و کالونیز)

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیمoاب وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔آج کے ایجنڈے پر محکمہ جات مال اور کالونیز سے متعلق سوالات پوچھے جائیں گے اور ان کے جوابات دیئے جائیں گے۔ پہلا سوال سردار فتح محمد خان بزدار صاحب کا ہے۔۔۔ وہ تشریف فرمانہیں ہیں اس لئے اس سوال کو dispose of کیا جاتا ہے۔ بڑی مشکل سے انہوں نے ایک سوال دیا تھا لیکن افسوس ہے کہ وہ تشریف نہیں لائے۔ دوسرا سوال محترمہ نگہت ناصر شیخ صاحبہ کا ہے۔۔۔ وہ بھی تشریف فرمانہیں ہیں ان کا سوال بھی dispose of کیا جاتا ہے۔اگلا سوال میاں نصیر احمد صاحب کا ہے۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: On his behalf سوال نمبر 3279۔ جواب کو پڑھاہوا تصور کیا جائے۔

(معزز ممبر نے میاں نصیر احمد کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا۔)

جناب سپیکر: جی، جواب کو پڑھاہوا تصور کیا جاتا ہے۔

این آر او کے تحت محکمہ کے افسران واہلکاران کی سزائیں ختم کرنے کی تفصیلات

*3279: میاں نصیر احمد: کیا وزیر مال وکالونیز از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ صوبہ پنجاب میں این آر او کے تحت بدعنوانی کے مرتکب محکمہ مال کے افسران واہلکاران کی سزائیں ختم کی گئی ہیں؟

(ب) اگر جواب اثبات میں ہے تو متعلقہ افسران واہلکاران کے ناموں اور ان پر لگنے والے الزامات کی مکمل تفصیل سے ایوان کو آگاہ فرمایا جائے؟

وزیر مال وکالونیز(حاجی محمد اسحاق):

(الف) NAB سے حاصل کردہ تازہ ترین اطلاع کے مطابق:

1۔i۔ احتساب عدالت ریفرنس نمبر 50/2002 مورخہ 02-11-08 مسٹر امجد حسین سڈل سابقہ LAC کو مورخہ 08-05-08 کو NRO کے تحت عدالت نے بری کیا تھا۔ بعد میں 17-12-09 کو کیس دوبارہ بحال ہوا اور ملزم مورخہ

21-09-10 کو عدالت سے سزا یاب ہو چکا ہے۔ واضح رہے کہ ملزم مورخہ 12-04-10 کو محکمہ مال سے برخاست کیا جا چکا ہے۔ تفصیل (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

ii۔ احتساب عدالت ریفرنس نمبر 54/20025. مورخہ 21-12-02 مسٹر امجد حسین سڈل سابقہ LAC کو مورخہ 15-04-08 کو NRO کے تحت عدالت نے بری کیا تھا۔ بعد میں 17-12-09 کو کیس دوبارہ بحال ہوا اور مورخہ 18-09-10 کو ملزم عدالت سے سزا یاب ہو چکا ہے۔ واضح رہے کہ ملزم مورخہ 21-04-10 کو محکمہ مال سے برخاست کیا جا چکا ہے۔

iii۔ احتساب عدالت ریفرنس نمبر 1/2003 مورخہ 02-01-03 مسٹر امجد حسین سڈل سابقہ LAC کو مورخہ 04-06-08 کو عدالت نے بری کیا تھا۔ بعد میں 17-12-09 کو کیس دوبارہ بحال ہوا اور اس وقت عدالت میں زیر سماعت ہے۔ واضح رہے کہ ملزم مورخہ 21-4-2010 کو محکمہ مال سے برخاست کیا جا چکا ہے۔

2۔ احتساب عدالت ریفرنس نمبر 25/2004 مورخہ 15-07-04 محمد اسد لالی سابقہ LAC کو مورخہ 30-08-08 کو NRO کے تحت عدالت نے بری کر دیا تھا۔ بعد میں 17-12-09 کو کیس دوبارہ بحال ہوا اور اس وقت عدالت میں زیر سماعت ہے۔

3۔ احتساب عدالت ریفرنس نمبر 11/2003 مورخہ 17-05-03 رشید احمد پٹواری کو مورخہ 08-11-08 کو NRO کے تحت عدالت نے بری کر دیا تھا۔ بعد میں مورخہ 17-12-09 کو کیس دوبارہ بحال ہوا اور اس وقت عدالت میں زیر سماعت ہے۔

(ب) NAB سے حاصل کردہ تازہ ترین اطلاع کے مطابق الزامات کی تفصیل درج ذیل ہے۔

1۔ امجد حسین سڈل سابقہ LAC (برخاست شد) اختیارات کا ناجائز استعمال

2۔ محمد اسد لالی سابقہ LAC اختیارات کا ناجائز استعمال

3۔ رشید احمد پٹواری حیثیت سے زائد اثاثہ جات

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے یہ سوال ایجنڈے پر پہلے بھی آیا تھا، میاں نصیر صاحب اس وقت تشریف نہیں رکھتے۔ انہوں نے اُس وقت NAB کے حوالے سے ایک لمبی لسٹ دکھائی تھی وہ لسٹ میرے پاس تو نہیں ہے اگر وہ تشریف رکھتے تو آپ کو دکھا دیتے۔ میرا اب ضمنی سوال وزیر موصوف سے یہ ہے کہ جن تین لوگوں کے نام دیئے ہوئے ہیں انہوں نے حکومت پنجاب کو کتنا مالی نقصان پہنچایا ہے؟ دوسری میری گزارش یہ ہے کہ امجد حسین سڈل، اسد لالی اور رشید احمد پٹواری یہ جو تین لوگ ہیں یہ کہاں کہاں تعینات رہے ہیں اور کون سی مالی بے ضابطگیوں کے مرتکب ہوئے تھے؟

جناب سپیکر: جی، جناب!

وزیر مال و کالونیز (حاجی محمد اسحاق): جناب سپیکر! جہاں تک محترمہ نے پوچھا ہے کہ وہ کہاں کہاں تعینات تھے اس سلسلے میں عرض ہے کہ LAC امجد حسین سڈل جہاں پر تعینات تھا وہ جگہ موجود ہے اور ان کے متعلق جواب کے جز (ب) میں لکھا ہوا ہے کہ انہوں نے اختیارات کا کس طریقے سے ناجائز استعمال کیا ہے۔ وہ اس وقت لاہور میں تعینات تھے وہ دوبارہ بحال بھی ہوئے ہیں پھر انہیں NRO کے تحت سزا بھی ہوئی ہے اور سزا ہونے کے بعد وہ ملازمت سے برخاست کر دیئے گئے ہیں۔ جس لسٹ کی محترمہ نے نشاندہی کی ہے کہ میاں نصیر صاحب نے پچھلی دفعہ دی تھی اس میں جو مقدمات سوال سے related تھے ان کے علاوہ پوچھا گیا تھا اور وہ لوگ بھی ملازمت میں نہیں تھے۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! آپ کہیں تو میں اپنا سوال دہرا دیتی ہوں لیکن وزیر صاحب جواب نہیں دینا چاہتے تو یہ ایک علیحدہ چیز ہے۔ میرا سوال یہ تھا کہ ان لوگوں نے کتنا نقصان پہنچایا ہے، کیا صرف ایک پٹواری محکمے کو اتنا نقصان پہنچا سکتا ہے، یقیناً اُس کے ساتھ کچھ افسران بالا تو ہوں گے لہذا ان کے نام بتائے جائیں؟

وزیر مال و کالونیز (حاجی محمد اسحاق): جناب سپیکر! جہاں تک ان پر کرپشن کا کیس ہے تو کرپشن کی کوئی limit تو نہیں ہے کہ کس نے کتنی اور کس جگہ سے کی ہوگی، جہاں تک حکومت کے نقصان کا تعلق ہے تو انہوں نے کرپشن میں اپنے پیسے بچائے ہیں۔ اگر انتقالات ہوئے ہیں تو وہ پیسے حکومت کے خزانے میں جمع ہوئے ہیں یا تو ایسی embezzlement ہو کہ انہوں نے سرکاری رقبے کو کسی کے نام منتقل کیا ہو۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! Investigation میں یہی چیزیں تو دیکھی جاتی ہیں لیکن ان چیزوں کا انہیں پتا نہیں ہے، investigate کرنے کا مطلب بھی یہی ہوتا ہے اور یہی چیزیں role out کرنا ہوتی ہیں۔ اگر اسی کا جواب نہیں دیا گیا تو پھر کوئی فائدہ نہیں ہے۔

معزز ممبران: fresh سوال بنتا ہے۔

وزیر مال و کالونیز (حاجی محمد اسحاق): Fresh سوال نہیں بنتا، حکومت نے Land Acquisition Act کے تحت زمینوں کی acquisition کرنی ہوتی ہے، انہوں نے وہاں پر embezzlement کی ہے جس کی انہیں ملازمت سے برخاست ہونے کی صورت میں سزا مل چکی ہے۔ جہاں تک amount کا تعلق ہے تو یہ کسی انکوائری میں نہیں آئی کہ ان پر الزام لگا ہو کہ انہوں نے اتنی رقم کھائی ہے اس لئے میں وہ کیسے جواب دے سکتا ہوں؟

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! ملازمت سے برخاست کرنے سے وہ بے ضابطگیاں ختم تو نہیں ہو جاتیں صرف یہ سزا تو نہیں ہونی چاہئے۔

جناب سپیکر: یہ تو عدالت نے کرنا ہے انہوں نے تو نہیں کرنا۔ یہ تو عدالت کا کام ہے، اگلا سوال بھی میاں نصیر صاحب کا ہے۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! On his behalf، سوال نمبر 3286 میری استدعا ہے کہ اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔ (معزز ممبر نے میاں نصیر احمد کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا۔)

جناب سپیکر: جی، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

زمین کی خرید و فروخت پر رجسٹریشن فیس کی تفصیلات

*3286: **میاں نصیر احمد:** کیا وزیر مال و کالونیز از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا صوبہ پنجاب میں کوئی ایسا قانون موجود ہے کہ زمین کی خرید و فروخت پر رجسٹریشن فیس معاف ہو سکتی ہے اگر ہاں تو متعلقہ قانون کے متعلق تفصیل سے ایوان کو آگاہ فرمایا جائے؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ قصور کے موضع کوٹلی ابو بکر میں یا کسی اور موضع میں زمین کی خرید و فروخت بغیر فیس ادائیگی کے کی گئی ہے اگر ہاں تو خرید و فروخت کرنے والے افراد کے ناموں، پتوں اور اراضی کے رقبے کے مطابق مکمل تفصیل سے ایوان کو آگاہ فرمایا جائے؟

(ج) اگر درج بالا سوالات کی روشنی میں صوبہ پنجاب کو مالی نقصان پہنچایا گیا ہے تو کیا حکومت ذمہ دار افراد کے خلاف کوئی کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی وجوہات سے ایوان کو آگاہ فرمایا جائے؟

وزیر مال و کالونیز (حاجی محمد اسحاق):

(الف) صوبہ پنجاب میں زمین کی خرید و فروخت پر سٹیمپ ڈیوٹی اور رجسٹریشن فیس برقرار ہے لیکن صرف ایگریکلچر کمپنیز کے لئے زمین خرید کرنے پر بروئے نوٹیفکیشن نمبری ST(1)۔921/2001۔2369 مورخہ 2001۔07۔30 گورنمنٹ آف پنجاب ریونیو ڈیپارٹمنٹ نے سٹیمپ ڈیوٹی اور رجسٹریشن فیس کی ادائیگی پر چھوٹ دی ہوئی ہے تاکہ Corporate Agricultural Farming کو فروغ دیا جا سکے۔ نقل نوٹیفکیشن جھنڈی (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) موضع کوٹلی رائے ابو بکر قصور میں بحیرہ پرائیویٹ لمیٹڈ 182۔ابو بکر بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن لاہور نے مختلف مالکان سے اراضی خرید کی ہے جس پر مطابق نوٹیفکیشن زیر بحث پیرا (الف) کوئی سٹیمپ ڈیوٹی اور رجسٹریشن فیس وصول نہ کی گئی ہے جن کی تفصیل جھنڈی (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) مذکورہ بالا نوٹیفکیشن کے مطابق صوبہ پنجاب کو سٹیمپ ڈیوٹی اور رجسٹریشن فیس کی مد میں کوئی مالی نقصان نہ پہنچایا گیا ہے اور نہ ہی اس میں کوئی فرد ملوث ہے۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! یہ جو بغیر Stamp Duty زمین خریدی گئی ہے میں اس بارے میں پوچھنا چاہتی ہوں کہ کیا Stamp Duty اور رجسٹریشن فیس حکومت کے خزانے میں جمع ہوئی ہے؟ چونکہ یہ ایک Definite time period بتایا گیا ہے جس میں یہ exemption تھی۔ میں وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ بحیرہ پرائیویٹ لمیٹڈ نے جو اراضی خریدی تھی کیا وہ زرعی مقاصد کے لئے ہی استعمال ہو رہی ہے یا کسی اور مقصد کے لئے استعمال ہو رہی ہے؟

جناب سپیکر: Corporate Agricultural Farming جی، منسٹر صاحب!

وزیر مال و کالونیز (حاجی محمد اسحاق): جناب سپیکر! ایگریکلچر لینڈ ہی agricultural purpose کے لئے استعمال ہونی تھی جس نوٹیفکیشن کا یہاں پر حوالہ دیا گیا ہے یہ نمبری 2369 مورخہ 01-07-30 کو جاری ہوا تھا اس وجہ سے چھوٹ دی گئی ہے اور یہ ایگریکلچر لینڈ کے لئے ہی تھا۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! جو تفصیل ایوان کی میز پر ہے اگر اس کے مطابق ہم calculate کرتے ہیں تو یہ تقریباً 1300 کنال جگہ بنتی ہے اس میں حکومت کو کروڑوں روپے کا نقصان پہنچایا گیا ہے، definitely یہ حکومت کے خزانے میں ہی جمع ہونے چاہئیں۔ کیا ابھی بھی کسی کے لئے کوئی special exemption دی جا سکتی ہے؟

وزیر مال و کالونیز (حاجی محمد اسحاق): جناب سپیکر! یہ حکومت کی صوابدید پر ہے کہ وزیر اعلیٰ کسی پر exemption کر دیں، 2001 میں بورڈ آف ریونیو نے یہ نوٹیفکیشن جاری کیا تھا جس کے تحت جو لوگ زرعی مقاصد کے لئے یہ رقبہ حاصل کریں انہیں یہ exemption دی گئی تھی۔ اب بھی حکومت کی مرضی ہے وہ کسی وقت بھی notify کر سکتی ہے اور یہ حکومت کے پاس اختیارات ہیں۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! یقیناً یہ زمین غیر ملکی کمپنیوں کو دی گئی ہو گی اور اس کی Stamp Duty زیادہ لگائی جا سکتی ہو گی۔ اس سے صوبے کی معیشت میں جو بہتری آئی ہو گی وزیر صاحب اس کی تفصیل بتا سکتے ہیں؟

جناب سپیکر: وزیر صاحب! آپ نے بھی سوال سنا ہے وہ کہہ رہی ہیں کہ جو Stamp Duty زیادہ لگائی گئی ہو گی، کوئی غیر ملکی کمپنی ہو گی، I don't know ہے کہ نہیں؟

وزیر مال و کالونیز (حاجی محمد اسحاق): جناب سپیکر! جہاں تک غیر ملکی کمپنیوں کا تعلق ہے، میرے علم اور ریکارڈ کے مطابق وہ ابھی تک اس فیلڈ میں نہیں آئیں۔ یہ ایک بحیرہ کمپنی تھی جو ابو بکر بلاک گارڈن ٹاؤن میں تھی انہوں نے رجسٹری کرائی ہے جس کے متعلق یہ سوال کیا گیا اور اگر ضلع قصور کے علاوہ کسی جگہ پر کوئی رجسٹری ہوئی ہے تو نیا سوال کر کے پوچھ لیں ہم انہیں بتا دیں گے۔ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! جواب میں لکھا ہوا ہے کہ فہرست فیس چارٹ صوبہ کے متعلقہ دفاتر میں آویزاں کرنے کے لئے بھجوائے گئے ہیں۔ یہ وہاں غلط کہتے ہیں یا پھر یہاں غلط کہتے ہیں اب پتا نہیں کہ کس جگہ درست ہے؟

وزیر مال و کالونیز (حاجی محمد اسحاق): جناب سپیکر! سوال کی سمجھ نہیں آئی۔ محترمہ دوبارہ سوال کر لیں۔

جناب سپیکر: آپ آخر میں دیکھیں وہ مالی نقصان کا کہہ رہی ہیں۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! جواب میں کہا گیا ہے کہ فیس چارٹ صوبے کے تمام متعلقہ دفاتر میں آویزاں کرنے کے لئے بھجوائے جا چکے ہیں۔

وزیر مال و کالونیز (حاجی محمد اسحاق): جناب سپیکر! محترمہ اگلے سوال پر پہنچ گئی ہیں لیکن جہاں تک آویزاں کرنے کی بات ہے یہ بالکل گئے ہوئے ہیں اور ہر جگہ آویزاں ہیں اور اس کا sample ادھر اسمبلی میں ہمارے پاس موجود ہے۔

جناب سپیکر: وہ اور سوال پر پہنچے ہیں۔

وزیر مال و کالونیز (حاجی محمد اسحاق): جی، وہ اگلے سوال پر پہنچ گئی ہیں، ہمارے پاس اس کے sample موجود ہیں اور ہم ادھر اجلاس میں بھی لائے ہوئے ہیں، کوئی ایسی بات نہیں۔

جناب سپیکر: اگلا سوال سردار خالد سلیم بھٹی صاحب کا ہے۔

سردار خالد سلیم بھٹی: جناب سپیکر! سوال نمبر 4334 ہے۔ میری استدعا ہے کہ اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ضلع وہاڑی، پٹوار حلقہ و قانونگو آفیسز میں فیس آویزاں کرنے کی تفصیلات

*4334: **سردار خالد سلیم بھٹی:** کیا وزیر مال و کالونیز از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ہر پٹوار حلقہ اور قانونگو آفیسز و دیگر متعلقہ آفیسز میں رجسٹری، ہبہ اور انتقال اراضی کی فیس آویزاں کرنا لازمی ہے؟

(ب) کیا ضلع وہاڑی کے تمام متعلقہ آفیسز میں اس فیس کو آویزاں کیا گیا ہے؟

(ج) کیا حکومت تمام متعلقہ آفیسز میں اس فیس کا چارٹ آویزاں کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر مال و کالونیز (حاجی محمد اسحاق):

(الف) ہاں یہ درست ہے کہ متعلقہ دفاتر بورڈ بابت فیس ہائے آویزاں کرنا لازمی ہے۔

(ب) یہ درست ہے کہ ضلع وہاڑی کے متعلقہ دفاتر آفس قانونگو اور سب رجسٹرار آفس سے متعلقہ رجسٹری برانچ ہائے میں شیڈول بابت فیس آویزاں ہیں۔

(ج) فیس چارٹ صوبہ کے تمام متعلقہ دفاتر میں آویزاں کرنے کے لئے بھجوائے جا چکے ہیں۔

سردار خالد سلیم بھٹی: جناب سپیکر! انہوں نے تینوں جز ہائے میں ایک ہی جواب دیا ہے کہ رجسٹری فیس کی شرح تمام دفاتر میں آویزاں کی گئی ہے جس میں سکنی، کمرشل، ہبہ، انڈسٹریل تمام فیسیں سامنے لکھی ہوتی ہیں۔ جب رجسٹرار کے کمرے میں ایک چیز آویزاں ہے تو مورخہ 2010-08-04 کو رجسٹری نمبر 1/1754 رقبہ ایک کنال ایک مرلہ جنہوں نے رجسٹری کرائی ہے ان کا نام واجد عظیم وغیرہ اور رجسٹری ریاست علی بھٹی کے نام ہوئی ہے۔ یہ چیچہ وطنی روڈ پر ایک کنال ایک مرلے کا پلاٹ تھا، یہ main road پر تھا اس کا کمرشل ریٹ پانچ لاکھ پچاس ہزار روپے فی مرلہ تھا لیکن رجسٹرار انجینئر شاہد زمان لک ڈی ڈی او (آر) بورے والا نے اپنے اختیارات کا ناجائز استعمال کرتے ہوئے کمرشل جگہ کو انڈسٹریل میں convert کر دیا جبکہ ادھر کوئی انڈسٹری ہے ہی نہیں، بورے والا میں انڈسٹریل ایریا ہی منظور نہیں ہے۔ وہاں کمرشل یا سکنی ایریا ہے لیکن انہوں نے پانچ لاکھ پچاس ہزار روپے فی مرلہ کی جگہ کو دو لاکھ ستر ہزار روپے فی مرلہ میں رجسٹری کر کے حکومت پنجاب کو ریونیو کی مد میں چار لاکھ روپے کا نقصان پہنچایا ہے۔ ایک درخواست دہندہ مرزا محبوب جیلانی ولد مرزا لال خان نے ڈی سی او صاحب کو بھی درخواست دی لیکن ان کی کوئی شنوائی نہ ہوئی اور میں نے بھی انہیں request کی کہ یہ گھپلا بازی ہے آپ مہربانی کر کے اس کے خلاف action لیں تو مجھے چودھری محمد اشرف ڈی سی او وہاڑی نے کہا کہ میں اس کو تبدیل کر دیتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ اسی ڈی سی او نے فیصل آباد میں شاہد زمان لک ڈی ڈی او (آر) کو اپنے ساتھ رکھا ہوا تھا، ٹوبہ گئے تو انہیں ساتھ رکھا ہوا تھا اور اب وہاڑی میں بھی اسے ساتھ لے کر آئے ہیں، یہ ڈی سی او کا "کماؤ پتر" ہے۔ مہربانی کریں اور ڈی سی او صاحب کو ہدایت دیں۔ جب انہوں نے دادرسی نہ کی تو پھر مرزا محبوب اینٹی کرپشن کے پاس چلا گیا ہے۔

جناب سپیکر: مرزا محبوب اب کدھر گئے ہیں؟

سردار خالد سلیم بھٹی: جناب سپیکر! اب وہ اینٹی کرپشن ملتان میں ہیں۔ میں یہ عرض کروں گا کہ آپ ڈی سی او صاحب سے کہیں کہ ان کے خلاف ایکشن لیں۔ حکومت کا 4 لاکھ روپے کا نقصان کیا گیا ہے۔ یہاں جواب کے ہر جز میں کہا گیا ہے کہ "بورڈ آویزاں کر دیئے گئے ہیں" یہ ساڑھے پانچ لاکھ روپے فی مرلہ مالیت کی جگہ ہے جبکہ 2 لاکھ 70 ہزار روپے اس کی قیمت کا تعین کیا گیا ہے۔ وہاں پر تو کوئی industrial estate منظور ہی نہیں ہے، وہاں پر industrial estate کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے، انہوں نے کمرشل جگہ کو انڈسٹریل میں convert کر کے حکومت پنجاب کو revenue کی مد میں 4 لاکھ روپے کا نقصان پہنچایا ہے۔

وزیر مال و کالونیز(حاجی محمد اسحاق):جناب سپیکر!سردار خالد سلیم بھٹی صاحب نے ایک particularرجسٹری کا حوالہ دیا ہے۔پچھلی مرتبہ جب محکمہ مال و کالونیز کے بارے میں سوالات کا دن تھا تو اُس روز بھی انہوں نے اس شخص کے قصے بیان کئے تھے اور میں نے on the floor of the House کہا تھا کہ واقعی وہ corrupt آدمی ہے لیکن مسئلہ یہ ہے کہ devolution کے بعد اب ڈی ڈی او(آر)اور ڈی سی او محکمہ S&GAD کے ماتحت چلے گئے ہیں جس کی وجہ سے ہمارا محکمہ مقامی طور پر ان کے خلاف کارروائی نہیں کر سکتا۔دوسرا اگر کوئی آدمی کسی ڈی سی او کا پروردہ ہے تو وہ دوسری جگہ posting ہونے پر اسے اپنے ساتھ لے جاتا ہے۔یہ بات اس سوال سے متعلقہ نہیں ہے۔یہ بات درست ہے کہ جو valuation table طے کی جاتی ہے اسی rateکے مطابق ہی رجسٹری ہوتی ہے۔ڈی سی او اور دوسرے ممبران پر مشتمل کمیٹی اس کی مالیت طے کرتی ہے اور اسی کے مطابق رجسٹری ہوتی ہے۔اگر مقامی طور پر رجسٹریشن آفیسر rates کم کر کے کوئی رجسٹری کرتا ہے تو پھر وہ اس کے لئے قصوروار ہے۔

جناب سپیکر:منسٹر صاحب!آپ اس معاملے کی انکوائری کرائیں۔

وزیر مال و کالونیز(حاجی محمد اسحاق):جناب سپیکر!اگر کوئی grievanceہے تو معزز ممبر تحریری طور پر محکمہ کے نوٹس میں لائیں۔

جناب سپیکر:سردار خالد سلیم بھٹی صاحب آپ کو اس حوالے سے باقاعدہ تحریری طور پر complaintدیں گے۔

وزیر مال و کالونیز(حاجی محمد اسحاق):جناب سپیکر!میں نے تو on the floor of the Houseیہ بات کہی تھی کہ وہ آدمی انتہائی corruptہے۔میں نے اس بات سے کب انکار کیا ہے؟میں یہاں پر کسی کی ایمانداری کا certificateدینے کے لئے تو نہیں آیا۔

جناب سپیکر:منسٹر صاحب کہہ رہے ہیں کہ میں یہاں پر کسی کو دیانت داری کا certificateدینے کے لئے نہیں آیا اگر آپ کے پاس اس حوالے سے کوئی complaintہے تو آپ منسٹر صاحب کو لکھ کر دیں۔

وزیر مال و کالونیز(حاجی محمد اسحاق):جناب سپیکر!ہمارے سیکرٹری صاحب بیٹھے ہیں اگر معزز ممبر کوئی تحریری شکایت کریں گے تو ہم اس کا فوری actionلیں گے۔

سردار خالد سلیم بھٹی: ٹھیک ہے۔ میں تحریری طور پر درخواست دے دیتا ہوں اور منسٹر صاحب اس پر کارروائی کرنے کے احکامات صادر فرمادیں۔

جناب سپیکر: چلیں، ٹھیک ہے۔ منسٹر صاحب! آپ اس معاملے کی اپنے طور پر انکوائری کرائیں۔ اگلا سوال چودھری عرفان الدین صاحب کا ہے۔

چودھری عرفان الدین: جناب سپیکر! سوال نمبر 4578۔ اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ضلع گجرات، اراضی کی سیٹلمنٹ کی تفصیلات

*4578: چودھری عرفان الدین: کیا وزیر مال و کالونیز از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ضلع گجرات میں اراضی کی سیٹلمنٹ کا کام کب شروع ہوا اور اس کو کب مکمل ہونا تھا؟

(ب) اب تک ضلع گجرات کے کتنے موضع جات کی اراضی کی سیٹلمنٹ کا کام مکمل ہو چکا ہے؟

(ج) اب تک ضلع گجرات میں اس کام پر کتنے اخراجات ہو چکے ہیں اور اس کام پر کل کتنا سٹاف متعین ہے، تفصیل سے بتائیں؟

(د) ضلع گجرات میں اراضی کی سیٹلمنٹ کب تک مکمل ہو جائے گی؟

وزیر مال و کالونیز (حاجی محمد اسحاق):

(الف) بمطابق ڈسٹرکٹ آفیسر (ریونیو)، گجرات ضلع گجرات میں اراضی کی سیٹلمنٹ کا کام نومبر 2004 میں شروع ہوا اور مطابق شیڈول 14-2013 میں ختم ہو جائے گا۔

(ب) بمطابق ڈسٹرکٹ آفیسر (ریونیو)، گجرات ضلع گجرات میں 241 مواضعات کا کام بندوبست مکمل ہو کر مسل حقیت داخل دفتر تحصیل کروادی گئی ہیں۔ تحصیل وار تفصیل درج ذیل ہے۔

تحصیل گجرات	133
تحصیل کھاریاں	90
تحصیل سرائے عالمگیر	38
کل میزان	241

(ج) بمطابق ڈسٹرکٹ آفیسر (ریونیو)، گجرات ضلع گجرات میں کام بندوبست پر تقریباً 5,91,23,690/-روپے 30۔نومبر 2009 تک اخراجات آچکے ہیں جس میں افسران و عملہ کی تنخواہ اور Contingency Bills بھی شامل ہیں۔

منسٹیریل سٹاف	43
پٹواری بندوبست	78
ٹوٹل	121

(د) بمطابق ڈسٹرکٹ آفیسر (ریونیو)، گجرات ضلع گجرات میں 14۔2013 تک بندوبست کا کام مکمل ہو جائیگا۔

چودھری عرفان الدین: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال گجرات میں ہونے والی settlement کے حوالے سے ہے۔ پہلی settlement انگریز empire میں 12-1911 کو ہوئی تھی اب تقریباً سو سال بعد دوبارہ settlement ہو رہی ہے جس میں جمع بندی کو re-write کر کے مسل حقیت بنایا جا رہا ہے۔ کھاتہ جات تقسیم نہیں ہو رہے اور موقع پر رقبے کی پیمائش بھی نہیں ہو رہی۔ مکھی پر مکھی مار کر پہلے سے موجود ریکارڈ کو re-write کیا جا رہا ہے۔ وزیر صاحب وضاحت فرمائیں کہ یہ کس قسم کی settlement ہو رہی ہے؟ اس میں کھاتہ جات تقسیم نہیں ہو رہے، موقع پر پیمائش نہیں ہو رہی، مسل حقیت بھی نہیں بن رہی اور ایک ایک کھیوٹ میں دو دو سو مالکان ہیں۔

وزیر مال و کالونیز (حاجی محمد اسحاق): جناب سپیکر! شیڈول کے مطابق ہی settlement کا کام ہو رہا ہے۔ ضلع گجرات میں کل 1084 مواضعات ہیں جن میں سے تقریباً 540 مواضعات کا کام مکمل ہو چکا ہے۔ اس پر ہونے والے اخراجات کی update تفصیل جواب میں بتائی گئی ہے جس پر تقریباً 63 ملین روپے خرچ ہو چکے ہیں اور جن مواضعات کی settlement مکمل ہو چکی ہے ان کی مسل حقیت بھی بن چکی ہے۔ اس ریکارڈ کے مطابق فرد جاری کی جا رہی ہے اور یہ کام انشاء اللہ تعالیٰ 14-2013 تک مکمل ہو جائے گا۔

چودھری عرفان الدین: جناب سپیکر! میرا خیال ہے کہ وزیر مال صاحب میرا سوال سمجھ نہیں سکے۔ شاید انہیں settlement اراضی، جمع بندی اور مسل حقیت کا فرق معلوم نہیں ہے۔ جمع بندی تو حلقہ پٹواری ہر چار سال کے بعد بناتا ہے۔ مسل حقیت میں انہوں نے مالکان کے حصے الگ الگ کر کے بنانے ہوتے ہیں، رقبے کو تقسیم کرنا ہوتا ہے اور وہ ایک باضابطہ دستاویز بنتی ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ

1999-2000 کی جمع بندی کو کاپی کر کے مسل حقیت کا نام دیا جارہا ہے تو یہ کس قسم کی settlement ہے کہ جس میں اراضی کے مالکان کو تقسیم نہیں کیا گیا؟

جناب سپیکر: چودھری عرفان الدین صاحب کہہ رہے ہیں کہ چار سال قبل جو جمع بندی بنی ہوئی تھی اسی کی بنیاد پر ہی مسل حقیت بنائی جارہی ہے۔

چودھری عرفان الدین: جناب سپیکر! جو بھی جمع بندی یا مسل حقیت ہوں گی ان پر فرد اراضی تو جاری ہوتی رہے گی۔ اس میں ہونا یہ چاہئے کہ خسرہ نمبر، کھاتہ جات تقسیم ہوں اور لوگوں کی الگ الگ ملکیت ظاہر کی جائے لیکن ایسا نہیں ہو رہا۔

وزیر مال و کالونیز (حاجی محمد اسحاق): جناب سپیکر! معزز ممبر فرما رہے ہیں کہ شاید مجھے جمع بندی اور مسل حقیت کا علم نہیں ہے۔ یہ مناسب بات نہیں ہے۔ معزز ممبر کی طرف سے جو سوال دیا گیا ہے اس کا ریکارڈ کے مطابق update جواب دے دیا گیا ہے اور اس میں کوئی ایسا ابہام نہیں ہے۔

میاں طارق محمود: جناب سپیکر! اس حوالے سے میں بھی ایک ضمنی سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، پوچھ لیں۔

میاں طارق محمود: جناب سپیکر! یہ settlement کا جو کام ہو رہا ہے کیا اس میں تمام زمین علیحدہ علیحدہ کی جارہی ہے، کیا اس میں چراگاہیں، شاملاتیں اور مالکان کے حصے علیحدہ علیحدہ کئے جارہے ہیں؟

وزیر مال و کالونیز (حاجی محمد اسحاق): جناب سپیکر! settlement کا کام تو یہی ہے کہ جو زمینیں کسی خاص مقصد کے لئے مختص کی گئی ہیں انہیں اسی مقصد کے لئے مخصوص کر دیا جائے اور ان کی حد براری کر دی جائے۔

میاں طارق محمود: جناب سپیکر! یہ اس حوالے سے حد بندی کر دیں تو بڑی مہربانی ہو گی لیکن اگر نہیں کرتے تو پھر کیا ہو گا؟

وزیر مال و کالونیز (حاجی محمد اسحاق): جناب سپیکر! یہ کہتے ہیں کہ پھر کیا ہو گا؟ وہی ہو گا جو منظور خدا ہو گا یا پھر وہ ہو گا جو کہ پچھلے 63 سالوں سے ہو رہا ہے۔

جناب سپیکر: اگر معزز ممبر آپ کے نوٹس میں کوئی particular case لاتے ہیں تو پھر اس پر آپ کو action کرنا ہو گا۔

وزیر مال و کالونیز(حاجی محمد اسحاق):جناب سپیکر!جب معزز ممبر میرے علم میں کوئی چیز لائیں گے تو اس کا نوٹس لیا جائے گا۔

میاں طارق محمود:جناب سپیکر!ہم لاکھوں روپے اس پر خرچ کر رہے ہیں تو پھر اس بات کو ensure کرنا چاہئے کہ مطلوبہ کام صحیح طریقے سے ہو رہا ہے، کیا یہ 63 ملین روپے صرف محکمہ ریونیو کو کھلانے کے لئے دیئے گئے ہیں، اس 63 ملین روپے کے عوض ہمیں کیا ملے گا، کیا یہ زمینیں علیحدہ علیحدہ ہو جائیں گی؟ ڈنگہ میں 24 سو کنال پر مشتمل چراگاہ ہے تو اس کو علیحدہ کیا جانا چاہئے تاکہ وہ کسی کام آ سکے۔

وزیر مال و کالونیز(حاجی محمد اسحاق):جناب سپیکر!settlement کا کام 2013-14 میں مکمل ہو گا۔ اس سے پہلے اگر کسی آدمی کے کوئی تحفظات ہیں تو ان کو دُور کیا جائے گا۔ میں اس بات کو ensure کرتا ہوں کہ تمام تحفظات دُور کئے جائیں گے۔

جناب سپیکر:ٹھیک ہے۔آپ معزز ممبر کے ساتھ ایک میٹنگ کر لیں یہ آپ کو ساری بات تفصیل سے بتائیں گے۔اس کے مطابق عمل کرائیں۔

جناب اللہ رکھا:جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر:حضرت!آپ کیا فرمانا چاہتے ہیں؟

جناب اللہ رکھا:جناب سپیکر!میں اسی settlement کے بارے میں ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر:جی، کر لیں۔

جناب اللہ رکھا:جناب سپیکر!جواب کے جز(الف)میں کہا گیا ہے کہ "بمطابق ڈسٹرکٹ آفیسر (ریونیو) گجرات ضلع گجرات میں اراضی کی settlement کا کام نومبر 2004 میں شروع ہوا اور مطابق شیڈول 2013-14 میں ختم ہو جائے گا" اس میں اتنا لمبا time period کیوں رکھا گیا ہے، اس کی وجوہات کیا ہیں، آپ بھی جانتے ہیں اور میں بھی جانتا ہوں کہ یہ جو settlement کا عمل ہوتا ہے اس میں کتنی دیر لگتی ہے۔

جناب سپیکر:میں تو نہیں جانتا لیکن آپ یقیناً جانتے ہوں گے؟

جناب اللہ رکھا:جناب سپیکر!آپ اس شعبے سے related ہیں اس لئے آپ کو سب پتا ہے کہ اس میں اتنا زیادہ ٹائم کیوں دیا گیا۔ کسی کو فائدہ پہنچانے کے لئے یہ کیا گیا ہے اور اس پر جو اتنی investment کی جا رہی ہے آیا اس سے گورنمنٹ کو بھی کوئی فائدہ ہو گا یا نہیں؟

جناب سپیکر: جی، حاجی صاحب!

وزیر مال و کالونیز (حاجی محمد اسحاق): جناب سپیکر! جہاں تک settlement کا تعلق ہوتا ہے تو از سر نو ریکارڈ کو مرتب کرنا ہوتا ہے لیکن یہ عوام کی بھلائی کے لئے کیا جاتا ہے تاکہ ایک دوسرے کے درمیان جھگڑے نہ ہوں۔ زمین کی تقسیم اور دعوؤں کے متعلق جتنے بھی کیس ہیں وہ کم ہوں اور عوام کو relief دینا ہی حکومت کا relief ہے۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! یہ کہا گیا ہے کہ 241 مواضعات کا کام بندوبست مکمل ہو چکا ہے تو کتنے مواضعات باقی ہیں؟

جناب سپیکر: جی، حاجی صاحب!

وزیر مال و کالونیز (حاجی محمد اسحاق): جناب سپیکر! 30۔دسمبر 2010 تک 540 مواضعات کے ریکارڈ کا کام مکمل ہو گیا ہے اور 14–2013 تک بقیہ کام مکمل ہو جائے گا۔

جناب سپیکر: اگلا سوال محترمہ ساجدہ میر صاحبہ کا ہے۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! سوال نمبر 4799 ہے۔ وزیر موصوف پہلے اس سوال کو پڑھ دیں۔

جناب سپیکر: جی، حاجی صاحب!

پنجاب میں بیکار پڑی قابل کاشت اراضی کو مزارعین کو کم قیمت پر دینے کی تفصیلات

*4799: محترمہ ساجدہ میر: کیا وزیر مال و کالونیز از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:–

(الف) کیا حکومت پنجاب میں بیکار پڑی قابل کاشت سرکاری اراضی کاشتکاروں میں خصوصاً خواتین کاشتکاروں میں تقسیم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ اس وقت پنجاب میں تقریباً 11,57,600 ایکڑ رقبہ خالص بقایا سرکار موجود ہے؟

(ج) کیا حکومت مذکورہ اراضی کو پنجاب کے بے زمین کاشتکاروں اور مزارعین کو 25 ایکڑ فی خاندان کے حساب سے انتہائی کم قیمت پر فروخت کرنے کے لئے تیار ہے تاکہ دیہی آبادی میں بے روزگاری کو ختم کرنے کے ساتھ ساتھ اجناس کی پیداوار میں بے پناہ اضافہ کر کے خوشحالی لائی جا سکے؟

وزیر مال وکالونیز(حاجی محمد اسحاق):

(الف) جی ہاں! حکومت پنجاب نے قابل کاشت اراضی بے زمین کاشتکاروں میں لیز پر دینے کا نوٹیفکیشن مورخہ 10۔01۔13 کو جاری کر دیا ہے جو خواتین شرائط پوری کرتی ہوں نیلامی میں حصہ لینے کی اہل ہیں۔

(ب) اس وقت پنجاب میں تقریباً4لاکھ ایکڑ سرکاری زرعی اراضی خالص بقایا سرکار ہے۔

(ج) حکومت نے مورخہ 10۔01۔13 کو نوٹیفکیشن جاری کر دیا ہے جس کے مطابق بے زمین کاشتکاروں کو قابل کاشت اراضی ساڑھے بارہ ایکڑ فی خاندان کے حساب سے لیز پر دی جائے گی۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر!وزیر موصوف نے جز (الف) کے جواب میں کہا ہے کہ "جی ہاں! حکومت پنجاب نے قابل کاشت اراضی بے زمین کاشتکاروں کو لیز پر دینے کا نوٹیفکیشن مورخہ 10-01-13 کو جاری کر دیا ہے، جو خواتین شرائط پوری کرتی ہوں نیلامی میں حصہ لینے کی اہل ہیں۔" میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ یہ زمین کتنے عرصے کے لئے لیز پر دیں گے؟

جناب سپیکر: جی، حاجی صاحب!

وزیر مال وکالونیز(حاجی محمد اسحاق): جناب سپیکر!10-01-13 کے نوٹیفکیشن کے مطابق سرکاری زمین ایک سالہ اور پانچ سالہ میعاد کے لئے زرعی گریجویٹس کو الاٹ کی جارہی ہے۔ اربن حدود کے اندر واقع سرکاری زمین ایک سال کے لئے اور اربن حدود سے باہر واقع سرکاری زمین پانچ سال کے لئے لیز پر دی جارہی ہے اس میں مرد یا خاتون کے حوالے سے کوئی پابندی نہیں ہے یعنی جو بھی اہلیت پوری کرتا ہو، چھوٹا زمیندار ہو اور بے روزگار ہو۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! لیز کی مدت 30 سال، 50 سال اور 90 سال ہوتی ہے۔ اربن ایریا میں تو مان لیا کہ کوئی چھوٹا موٹا کاروبار کر لے لیکن دیہاتوں میں سرکاری زمین اتنی کم مدت کے لئے کون لے گا اور یہ کیسی شرائط ہیں؟

جناب سپیکر: جی، حاجی صاحب!

وزیر مال وکالونیز(حاجی محمد اسحاق): جناب سپیکر! جہاں تک بقایا سرکار کا تعلق ہے وہاں پر 50 فیصد لاٹیں already نیلام ہو چکی ہیں اور اس کا ریکارڈ موجود ہے۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! جز(ب) میں ہے کہ اس وقت تقریباً 4لاکھ ایکڑ سرکاری اراضی خالص بقایا سرکار ہے۔ میرے پاس پچھلے سال کے سروے کے مطابق 60 سے 70 لاکھ ایکڑ اراضی پنجاب حکومت کے پاس پڑی ہوئی ہے تو کیا یہ اعداد و شمار درست ہیں؟

جناب سپیکر: جی، حاجی صاحب!

وزیر مال و کالونیز (حاجی محمد اسحاق): جناب سپیکر! انہوں نے جو ذکر کیا ہے چولستان اور محکمہ جات کے رقبے کے علاوہ یہ رقبہ بقایا ہے۔ ہمارے پاس figures موجود ہیں کہ چار ہزار لاٹ ایک سالہ میعاد پر لیز کی گئی اور پانچ ہزار لاٹ بقایا ہے۔ اسی طرح پانچ سالہ میعاد پر پانچ ہزار لاٹ الاٹ کی گئی ہیں اور دس ہزار لاٹ ابھی بقایا ہیں۔ اسی طرح گریجویٹس کے لئے دو ہزار لاٹیں دے دی گئی ہیں اور تین ہزار لاٹیں بقایا ہیں۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! جز(ج) میں ہے کہ حکومت نے مورخہ 10-01-13 کو نوٹیفکیشن جاری کر دیا جس کے مطابق بے زمین کاشتکاروں کو قابل کاشت اراضی ساڑھے بارہ ایکڑ فی خاندان کے حساب سے لیز پر دی جائے گی۔ ایک سال گزر گیا تو اس وقت تک کتنے لوگوں کو یہ زمین دی جا چکی ہے اور اس وقت کتنی خواتین اس سے مستفید ہوئی ہیں، اس کے لئے اخبار یا ٹی وی پر کوئی اشتہار دیا گیا ہے اور یہ کس طریق کار کے تحت دی جائیں گی؟

جناب سپیکر: جی، حاجی صاحب!

وزیر مال و کالونیز (حاجی محمد اسحاق): جناب سپیکر! جہاں تک بقایا سرکار کے رقبے اور لاٹوں کا تعلق ہے تو اس کی مشتری منادی کرائی گئی ہے اور تمام اضلاع میں ڈی ڈی او (آر) کے آفس میں اُن زمینوں کی لسٹ فراہم کی گئی ہے اور وہاں پر نوٹس آویزاں کئے گئے تھے۔ میں اپنی بہن کو بتانا چاہوں گا کہ اس بات میں ایک فیصد بھی جھوٹ نہیں ہو سکتا کہ پنجاب میں جتنی لاٹیں دی گئی ہیں ہر لاٹ کی نیلامی کی باقاعدہ ویڈیو فلم بنی ہے اور یہ تمام نیلامیاں مسجدوں میں ہوتی رہی ہیں۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! کسانوں میں مرد بھی آتے ہیں اور عورتیں بھی آتی ہیں تو کھیتوں میں کام کرنے والی عورت کو کیا پتا ہے کہ ڈی ڈی او (آر) کا دفتر کہاں ہے وہ تو ریڈیو سُنتے یا ٹی وی دیکھتے ہیں۔

جناب سپیکر: جو لوگ کاشتکاری کرتے ہیں اُن کو یہ بھی پتا ہے کہ دفتر کہاں کہاں ہیں۔

وزیر مال و کالونیز(حاجی محمد اسحاق):جناب سپیکر!میں اپنی بہن کو بتانا چاہوں گا کہ باقاعدہ مسجد میں مشتری منادی کرا کر متعلقہ پٹواری، تحصیلدار اور ڈی ڈی او(آر) نے موقع پر جا کر نیلامی کی ہے۔

محترمہ ساجدہ میر:جناب سپیکر!اگر پٹواری پر یقین کیا جاتا تو اس ملک کا یہ حال نہ ہوتا۔ میں ایم پی اے ہوں لیکن میرے پاس ایک دو گاڑیاں نہیں ہیں لیکن پٹواریوں کے پاس 10/10 گاڑیاں ہیں تو کیا پٹواریوں پر یقین کیا جا سکتا ہے؟

جناب سپیکر:محترمہ!اس سوال پر کافی ضمنی سوال ہو گئے ہیں اب آپ تشریف رکھیں۔ اگلا سوال محترمہ نگہت ناصر شیخ صاحبہ کا ہے۔۔۔ موجود نہیں ہیں، یہ کیسے ہو گیا؟ لہذا یہ dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال محمد نوید انجم صاحب کا ہے۔

جناب اللہ رکھا:جناب سپیکر!On his behalf سوال نمبر 5018۔(معزز ممبر نے جناب محمد نوید انجم کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا۔)

لاہور، جعلی اشٹام پیپرز فروخت کرنے کی تفصیلات

*5018:جناب محمد نوید انجم:کیا وزیر مال و کالونیز از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:–

(الف) لاہور میں اشٹام پیپرز کی فروخت کا لائسنس کس کس کے پاس ہے ان کے نام، ولدیت، پتا جات بتائیں؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ لاہور میں جعلی اشٹام پیپرز کی فروخت عروج پر ہے خاص کر 1000 سے لے کر 15 ہزار روپے تک کے اشٹام جو کہ رجسٹری وغیرہ کے لئے استعمال ہوتے ہیں؟

(ج) حکومت نے کتنے لوگ جعلی اشٹام فروخت کرتے ہوئے پکڑے ان کے نام، پتا جات بتائیں، نیز حکومت نے ان کے خلاف کیا کارروائی کی ہے؟

وزیر مال و کالونیز(حاجی محمد اسحاق):

(الف) بمطابق ڈسٹرکٹ آفیسر (ریونیو) ضلع لاہور میں لائسنس یافتہ اشٹام فروشوں کی تعداد 1322 ہے۔ تمام لائسنس قانونی کارروائی کے بعد جاری ہوئے ہیں ان کے نام ولدیت اور پتا جات کی فہرست جھنڈی(الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) قانون کے تحت اشٹام فروش حضرات ایک ہزار روپے سے زائد مالیت کے اشٹام پیپرز فروخت کرنے کے مجاز نہ ہیں یہ کہ ایک ہزار روپے سے زائد مالیت کے اشٹام پیپرز دفتر خزانہ سے جاری ہوتے ہیں جو سائیلان بذات خود یا اپنے نمائندہ کے ذریعے جاری کرواتے ہیں اور مزید یہ کہ جب دستاویز برائے تصدیق دفتر سب رجسٹرار پیش ہوتی ہے تو بڑی مالیت (پانچ ہزار اور دس ہزار وغیرہ) کے تمام اشٹام پیپرز دفتر خزانہ سے تصدیق کروائے جانے کے بعد ہی دستاویزات رجسٹر کی جاتی ہیں بصورت جعلی اشٹام ثابت ہونے پر فوری قانونی کارروائی عمل میں لائی جاتی ہے۔ مزید یہ کہ حکومت پنجاب نے پاکستان سکیورٹی پرنٹنگ کارپوریشن کو نئی کورٹ فیس سٹیمپس اور اشٹام پیپرز کی طباعت کا حکم دیا ہے۔ ان نئے اشٹام پیپرز اور کورٹ فیس سٹیمپس میں ایسے جدید سکیورٹی فیچرز رکھے گئے ہیں جس سے جعلسازی کا مکمل خاتمہ ہو جائے گا۔ مزید برآں تمام ضلعی آفیسر ریونیو کو ہدایت جاری کر دی گئی ہے کہ وہ اپنے اضلاع میں اشٹام فروشوں کی پڑتال کے لئے ٹیمیں مقرر کریں۔

(ج) اس سلسلے میں عرض ہے کہ جناب خالد سعید وٹو سول جج لاہور نے ایک فوجداری مقدمہ تھانہ اسلامپورہ میں جعلی کورٹ فیس /اشٹام پیپرز سول عدالت میں پیش کرنے پر ملزمان کے خلاف درج کروایا ہے اس کے علاوہ ڈپٹی ڈسٹرکٹ آفیسر راوی ٹاؤن لاہور نے بھی جعلی اشٹام پیپرز پیش کرنے پر مقدمہ درج کروایا ہے۔ تفصیل (ب۔ج) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ اگر کسی اشٹام فروش کے خلاف کوئی شکایت موصول ہو تو اس کے خلاف قانون کے مطابق کارروائی عمل میں لائی جاتی ہے۔

جناب اللہ رکھا: جناب سپیکر! جز (ب) کے جواب میں لکھا ہے کہ جعلی اشٹام پیپرز کی جعلسازی کو روکنے کے لئے سکیورٹی فیچرز رکھے گئے ہیں اس پر میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ وہ کیا سکیورٹی فیچرز ہیں؟

وزیر مال و کالونیز (حاجی محمد اسحاق): جناب سپیکر! جس وقت محکمہ خزانہ سے اشٹام پیپرز حاصل کرنے ہوتے ہیں تو لائسنس ہولڈر اسے حاصل کر سکتا ہے یا زمین بیچنے والا یا جس نے اپنی رجسٹریشن پر اشٹام لگانے ہوں اس کے باقاعدہ دستخط، شناختی کارڈ اور فیس جمع کرانے کے بعد اسی کے نام پر اسی تاریخ کو جاری ہوتے ہیں۔ جہاں تک نئے فیچرز کا تعلق ہے تو نئے اشٹام کا ماڈل اور پروف تیار ہو چکا ہے جس پر تاریخ ہو گی اور یہ وفاقی حکومت کی اجازت سے ایک سال سے process چل رہا ہے ان اشٹام پیپرز کو جو

نئے پرنٹ ہو کر آئیں گے ان میں یہ تمام security measures اختیار کئے جائیں گے اور جعلسازی کو روکنے کے لئے اقدامات کئے گئے ہیں۔

جناب اللہ رکھا: جناب سپیکر! وہ اقدامات کیا ہیں؟

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر مال و کالونیز (حاجی محمد اسحاق): جناب سپیکر! جتنی احتیاط اصل اور جعلی نوٹوں کی پرنٹنگ میں ہوتی ہے اسی طرح اشٹام پیپرز کے لئے بھی کی گئی ہے اور جو سکیورٹی فیچرز رکھے گئے ہیں تو جب اشٹام پیپرز آ جائیں گے تو دونوں کی تفریق کا اسی وقت موازنہ ہو سکے گا ورنہ انھیں کیسے پتا چلے گا کہ نوٹ اصلی ہے یا نقلی ہے۔

جناب سپیکر: یہ اصلی اور نقلی کی بات نہیں ہے، یہ تو کچھ اور پتا کرنا چاہتے ہیں۔

راؤ کاشف رحیم خان: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ ضلع فیصل آباد میں رجسٹریشن کا عمل کمپیوٹرائز کر دیا گیا ہے۔ اس عمل کو مکمل کرنے میں صرف ایک ہفتہ لگا ہے۔ کیا آپ پورے پنجاب میں کمپیوٹرائز سسٹم کرنا چاہتے ہیں؟

جناب سپیکر: آپ اس سوال سے متعلقہ سوال پوچھیں۔

راؤ کاشف رحیم خان: جناب سپیکر! جز (ب) میں لکھا ہوا ہے کہ یہ اشٹام جو رجسٹری کے لئے استعمال ہوتے ہیں تو جعلسازی روکنے کے لئے جو کمپیوٹرائز سسٹم فیصل آباد میں لاگو کیا گیا ہے کیا حکومت پنجاب پورے پنجاب میں رجسٹریشن کے لئے کمپیوٹرائز سسٹم لانا چاہتی ہے تاکہ جعلسازی رُک سکے؟

وزیر مال و کالونیز (حاجی محمد اسحاق): جناب سپیکر! جہاں تک معزز ممبر نے کہا ہے کہ فیصل آباد میں کمپیوٹرائز سسٹم ہے تو انھوں نے اپنا ایک سسٹم ایجاد کیا ہے اور کل ہی انھوں نے اس کی کاپی بھیجی ہے۔ آج محکمہ مال کے سوالات ہیں اس لئے میں اسے study نہیں کر سکا لیکن جہاں تک کمپیوٹرائزیشن کا تعلق ہے کہ رجسٹریشن ہو گورنمنٹ چاہتی ہے کہ ایسے fool proof انتظامات ہوں جن میں ایسی کوئی قباحتیں نہ ہوں جو جعلی اشٹام پیپرز کے سلسلے میں سوال میں لکھی گئی ہیں۔

جناب سپیکر: اگلا سوال سردار اطہر حسن خان گورچانی صاحب کا ہے۔۔۔ موجود نہیں ہیں اس لئے یہ سوال dispose of کیا جاتا ہے۔ اس سے اگلا سوال انجینئر قمر الاسلام راجہ صاحب کا ہے۔

انجینئر قمر الاسلام راجہ: جناب سپیکر! سوال نمبر 5800 ہے۔

کینٹ سرکل لاہور میں اراضی کی غیر قانونی الاٹمنٹس کی تفصیلات

*5800: انجینئر قمر الاسلام راجہ: کیا وزیر مال و کالونیز ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ کینٹ سرکل لاہور میں ضلعی حکام نے سال 2004 میں دو ہزار کنال سے زائد اراضی کی الاٹمنٹ کو غیر قانونی قرار دیکر منسوخ کر دیا تھا اور محکمہ مال نے اس زمین کے بنیادی انتقالات بھی خارج کر دیئے تھے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ الاٹمنٹ منسوخی کے باوجود ان سرکاری زمینوں پر قبضوں کا سلسلہ تیزی سے جاری ہے اور ریونیو حکام اور ٹاؤن انتظامیہ یہاں پر قبضوں اور غیر قانونی تعمیرات کو روکنے میں ناکام ہیں؟

(ج) اگر یہ درست ہے تو حکومت نے ذمہ دار اہلکاروں اور افسروں کے خلاف کیا اقدامات اٹھائے ہیں اور حکومت سرکاری زمین کب تک واگزار کروائے گی؟

وزیر مال و کالونیز (حاجی محمد اسحاق):

(الف) جی ہاں یہ درست ہے کہ کینٹ سرکل موضع ہربنس پورہ سال 2004 میں بحکم DO(R)/ کلکٹر ضلع لاہور بروئے چٹھی نمبری HVC(R)1069 مورخہ 04-11-2004 انتقالات نمبر 5967، 5953، 5943، 5502، 5479، 6596، 9057، 9983، 11921، 12936 کی رو سے کل رقبہ تعدادی 1796 کنال 03 مرلہ خارج ہو کر بحق سرکار ضبط کر لیا گیا۔

(ب) الاٹمنٹ منسوخی سے قبل الاٹیوں نے رقبہ مذکورہ بذریعہ رجسٹری مختلف لوگوں کو فروخت کیا۔ انہی لوگوں نے موقع پر مکانات وغیرہ تعمیر کئے ہوئے ہیں۔ بعد از منسوخی الاٹمنٹ جو کوئی بھی رقبہ سرکار پر قبضہ کرنے کی کوشش کرتا ہے اس کے خلاف قانونی کارروائی کی جاتی ہے۔

(ج) الاٹمنٹ منسوخی کے بعد الاٹیوں کی جانب سے فروخت شدہ رقبہ بیع در بیع ہوا۔ ان لوگوں/ مشتریان میں سے بیشتر نے مختلف عدالت ہائے سے حکم امتناعی حاصل کئے ہوئے ہیں۔ بعد از فیصلہ عدالت ہائے حکومت ان لوگوں سے رقبہ واگزار کرانے کا ارادہ رکھتی ہے۔ وزیر اعلیٰ پنجاب کی ہدایات کے مطابق ناجائز قابضین سے قبضہ واگزار کروایا جائے گا۔

انجینئر قمر الاسلام راجہ: جناب سپیکر!اس جواب میں خود تسلیم کیا گیا ہے کہ 1796 کنال اراضی کی الاٹمنٹ منسوخ کی گئی ہے جو کہ غیر قانونی یا غلط تھی۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جنھوں نے الاٹمنٹ کی تھی اس کے ذمہ داران یا افسران کے خلاف کیا کارروائی کی گئی ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر مال!

وزیر مال و کالونیز (حاجی محمد اسحاق): جناب سپیکر! 2004 میں دو ہزار سے زائد اراضی کی الاٹمنٹ کو غیر قانونی قرار دے کر منسوخ کر دیا گیا تھا اور محکمہ مال نے اس کے بنیادی انتقالات خارج کر دیئے ہیں۔اگر وہاں پر ایسا کوئی معاملہ ہے تو وہ stay میں ہے کہ ان لوگوں کے خلاف کارروائی کر کے باقاعدہ انکوائری ہوئی ہے اور اس کی رپورٹ higher authority کو بھجوادی گئی ہے۔اس پر بعض بندوں کو سزا ہوئی ہے وہ میرے جواب میں موجود نہیں ہے کہ ان لوگوں کو کیا کیا سزا ہوئی ہے۔

انجینئر قمر الاسلام راجہ: جناب سپیکر! یہی تو میرا سوال ہے کہ افسران کے خلاف کیا کارروائی کی گئی ہے جنھوں نے یہ غیر قانونی الاٹمنٹ کی تھی؟

وزیر مال و کالونیز (حاجی محمد اسحاق): جناب سپیکر!ان سے قبضہ واگزار کرالیا گیا ہے اور انتقالات کو خارج کر دیا گیا ہے۔

انجینئر قمر الاسلام راجہ: میں نے افسران کے متعلق پوچھا ہے کہ جنھوں نے الاٹمنٹ کی تھی ان کے خلاف کیا کارروائی کی گئی ہے؟

وزیر مال و کالونیز (حاجی محمد اسحاق): جناب سپیکر!ان لوگوں نے عدالت سے stay لیا ہوا ہے۔

جناب سپیکر: وہ تو پارٹیوں کی بات ہے۔یہ پوچھ رہے ہیں کہ جن افسران نے ایسا اچھا کام کیا ہے ان کے خلاف کیا کارروائی کی گئی ہے؟

وزیر مال و کالونیز (حاجی محمد اسحاق): جناب سپیکر! مقامی طور پر انھیں بورڈ آف ریونیو کی طرف سے لکھ کر بھیجا گیا ہے متعلقہ DCO ان کے خلاف action لیں گے۔انھیں کہا گیا ہے کہ جن لوگوں نے جعلی الاٹمنٹ کی ہے یا فرضی انتقالات کئے ہیں ان کے خلاف کارروائی کی جائے۔

جناب سپیکر: جو کارروائی کی گئی ہے کیا وہ آپ کے علم میں ہے؟

وزیر مال و کالونیز (حاجی محمد اسحاق): جناب سپیکر! جو کارروائی کی گئی ہے وہ میرے علم میں نہیں ہے۔

انجینئر قمر الاسلام راجہ: جناب سپیکر! منسوخی 2004 میں ہوئی تھی، سات سال گزر گئے ہیں، کیا ابھی تک صرف لکھ کر بھیجا ہی گیا ہے یا کوئی کارروائی بھی ہوئی ہے ؟

جناب سپیکر: ان کے علم میں نہیں ہے۔

انجینئر قمر الاسلام راجہ: جناب سپیکر! بعد از منسوخی الاٹمنٹ یعنی الاٹمنٹ کی منسوخی کے بعد بھی ہم نے دیکھا ہے کہ وہاں زمینوں پر قبضے ہو رہے ہیں۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اب تک سرکاری زمین پر قبضہ کرنے کی کوشش کرنے والوں کے خلاف کیا کارروائی کی گئی ہے ؟

جناب سپیکر: وہ تو یہی بتا سکتے ہیں کہ کتنی زمین واگزار کروائی گئی ہے ؟

انجینئر قمر الاسلام راجہ: جناب سپیکر! اتنا ہی بتا دیں۔

وزیر مال و کالونیز (حاجی محمد اسحاق): جناب سپیکر! یہ تمام رقبہ بحق سرکار ضبط کر لیا گیا ہے۔ یہ حکومت کے قبضہ میں ہے۔ اس میں کچھ رقبے پر ناجائز قابضین نے تعمیرات کی تھیں ان سے قبضہ واگزار کرایا جا رہا ہے۔ ان میں تیرہ الاٹیز ایسے ہیں جنھوں نے عدالت سے stay حاصل کیا ہوا ہے، ایوان کی میز پر تمام انتقالات اور منسوخی کے آرڈر سب کچھ موجود ہیں۔

جناب سپیکر: آپ ایوان کی میز سے لے لیں۔

انجینئر قمر الاسلام راجہ: جناب سپیکر! سوال یہ تھا کہ کتنا رقبہ اس وقت قبضہ سرکار میں ہے اور کتنا واپس لے لیا گیا ہے ؟

وزیر مال و کالونیز (حاجی محمد اسحاق): جناب سپیکر! کل تعدادی رقبہ 1796 کنال 3 مرلہ کا انتقال خارج ہو کر بحق سرکار ضبط ہو گیا ہے، جواب موجود ہے۔ ہائیکورٹ میں کیس ہے۔

جناب سپیکر: چلیں، ٹھیک ہے۔ That's fine اب اگلا سوال رانا محمد افضل صاحب کا ہے۔

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! سوال نمبر 5825 ہے۔

فیصل آباد، عبداللہ پور نہر کے قریب سڑکوں کی توسیع کی تفصیلات

*5825: رانا محمد افضل خان: کیا وزیر مال و کالونیز از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ فیصل آباد عبداللہ پور نہر پر واقع فیسکو کا ہیڈ آفس حکومت پنجاب کی ملکیتی اراضی پر واقع ہے ؟

(ب) اگر ہاں تو کیا حکومت پنجاب اس اراضی میں سے سڑک کی چوڑائی بڑھانے کے لئے کچھ رقبہ واپس لے کر لاکھوں لوگوں کی مشکل کو آسان کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات سے آگاہ فرمائیں؟

وزیر مال و کالونیز (حاجی محمد اسحاق):

(الف) بمطابق رپورٹ ڈسٹرکٹ آفیسر (ریونیو)، فیصل آباد عبداللہ پور نہر پر واقع فیسکو کا ہیڈ آفس مع گرڈ سٹیشن اور سٹاف کالونی و ورکشاپ 486K-9M رقبہ پر قائم ہے جس میں سے 351K-5M رقبہ محکمہ واپڈا (فیسکو) کا ملکیتی ہے جبکہ 135K-4M ملکیتی صوبائی حکومت اور مقبوضہ محکمہ الیکٹریسٹی واپڈا ہے۔ علاوہ ازیں خسرہ نمبر 187 غیر ممکن کھال کا رقبہ 2K-8M و خسرہ نمبر 188 راستہ 1K-11M و خسرہ نمبر 209 غیر ممکن ریلوے لائن کے رقبہ 61K-7M میں سے 31K-4M کل رقبہ 35K-3M پر محکمہ واپڈا (فیسکو) کا ناجائز قبضہ ہے جس کے لئے کارروائی دفتر ڈسٹرکٹ آفیسر (ریونیو) فیصل آباد میں زیر تجویز ہے۔

(ب) معزز ممبر اسمبلی پنجاب رانا محمد افضل خان صاحب کی جانب سے آمدہ درخواست پر پہلے ہی یہ معاملہ ڈسٹرکٹ آفیسر (پلاننگ) سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ فیصل آباد و جناب کمشنر صاحب فیصل آباد ڈویژن کے پاس زیر تجویز ہے۔

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! میرا اس میں ضمنی سوال یہ ہے کہ آپ نے سنا کہ سرکاری محکمے نے ناجائز قبضہ کیا ہوا ہے۔ وہاں پر حالات یہ ہیں کہ میری تین یونین کونسلوں کے درمیان یہ حلقہ آیا لیکن اُن تین یونین کونسلوں میں میرے پاس عوام کے لئے ایک کنال کا پلاٹ بھی نہیں ہے۔ Crossing roads اس طرح کی بنی ہوئی ہیں کہ اُن پر دو گاڑیاں آپس میں cross نہیں ہو سکتیں اور آئے روز وہاں پر ڈاکے اور چوریاں ہوتی ہیں۔ بمطابق اس رپورٹ کے جو کہ غلط ہے جبکہ 61 کنال جگہ جہاں سے ریلوے لائن گزرتی تھی وہ بھی واپڈا نے لپیٹ لی ہے۔ یہ فرمارہے ہیں کہ 31 کنال 4 مرلوں پر ناجائز قبضہ بھی ہے۔ یہ زمین جو واپڈا کو Power House بنانے کے لئے دی گئی تھی وہ ڈیزل کا Power House بیس سال پہلے ختم ہو گیا تھا لیکن اب اس کے اندر انہوں نے اپنی کالونی بنائی ہے، پچاس پچاس فُٹ چوڑی سڑکیں ہیں اور آدھی زمین کے اندر parks ہیں جبکہ علاقے کے لوگوں کے لئے کوئی پارک وغیرہ نہیں ہے لہذا میری درخواست ہے کہ یہ زیادتی جو سرکاری محکمے عوام سے کر رہے ہیں اس کے لئے منسٹر صاحب فرمائیں کہ یہ واپڈا کا ناجائز قبضہ کب تک ختم کرائیں گے چونکہ فیصل آباد جڑانوالا ریلوے لائن ختم ہو چکی

ہےاس لئے وہ رقبہ حکومتِ پنجاب کو واپس آنا چاہئے مزید برآں منسٹر صاحب 61 کنال رقبہ جس میں سے 31 کنال رقبے پر ناجائز قبضہ ہے کب تک واگزار کرادیں گے ؟

جناب سپیکر: وہ تو کوشش کر لیں گے لیکن دیکھ لینا بعد میں کہیں سارے عوام کسی دوسری مصیبت میں نہ پھنس جائیں ؟

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! ہم وہاں پر parks بنائیں گے، سڑکیں چوڑی کریں گے اور عوام کے لئے سہولیات پیدا کریں گے۔

جناب سپیکر: پہلے ہی آپ بجلی کو ترستے ہیں، کہیں یہ نہ ہو کہ کام بالکل ہی خراب ہو جائے ؟

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! انہوں نے وہاں پر سولر بجلی نہیں بنانی اور ویسے بھی بجلی گھر شہروں سے باہر بنتے ہیں۔ آج اگر وہ لائسنس بھی مانگیں تو انشاء اللہ تعالیٰ فیصل آباد شہر کے درمیان بجلی گھر لگانے کی اجازت کوئی نہیں دے گا۔ بجلی گھر تو ویسے ہی شہروں سے باہر بننے چاہئیں مگر وہاں عیاشی کے لئے کالونیاں اور پارک بنے ہوئے ہیں اور وہ enjoy کر رہے ہیں لیکن دوسری عوام وہاں پر دربدر پھر رہی ہے۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحب! ان کو جواب دیں۔

وزیر مال و کالونیز (حاجی محمد اسحاق): جناب سپیکر! جہاں تک معزز ممبر رانا صاحب کے سوال کا تعلق ہے تو ان کا کیس already کمشنر صاحب کے پاس زیر غور ہے۔ میں قطعی طور پر یہ جواب نہیں دینا چاہوں گا کیونکہ واپڈا وفاقی ادارہ ہے اور صوبائی حکومت کے دائرہ اختیار میں نہیں ہے۔ جہاں تک possession کے چھڑانے کا تعلق ہے تو کوئی بھی زمین اگر صوبائی حکومت کی ملکیت ہے تو صوبائی حکومت کی ذمہ داری ہے کہ اسے چھڑایا جائے۔ پچھلے یا تیسرے دور میں اُن کی کالونیاں وغیرہ بنتی رہی ہیں مگر اُس وقت کسی نے کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی۔ اُن کی کالونی کے اندر کیا جگہ ہے جسے میں اور آپ نے شاید نہ دیکھا ہو لیکن اس کی back side پر main road کے brims بنا دیئے گئے ہیں تاکہ ٹریفک میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ میرے مشاہدے میں یہ بات بھی ہے کہ وہاں پر گرین بیلٹ پارک کے طور پر بھی استعمال ہوتے ہیں۔ ان کے سوال کا latest جواب ڈسٹرکٹ آفیسر ریونیو نے ہمیں بھیجا ہے اور اس سلسلے میں ہم نے علیحدہ علیحدہ figures میں سارا رقبہ جواب کی صورت میں دے دیا ہے۔ جہاں تک ان کے جز (ب) میں قبضہ چھڑانے کا تعلق ہے تو ان کی آپس میں کمشنر صاحب کے ساتھ میٹنگیں بھی

ہوئی ہیں، یہ بات اس میں طے ہو جائے گی اور جس وقت حکومت اجازت دے گی تو قبضہ لے لیا جائے گا۔

جناب سپیکر: جی، رانا افضل صاحب!

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! جواب میں 31 کنال ناجائز قبضہ تسلیم کر لیا گیا ہے اور کمشنر صاحب نے بھی ان کو recommend کرنا ہے کہ ناجائز قبضہ واگزار کرایا جائے۔ اب اس کی اجازت بھی بورڈ آف ریونیو نے دینی ہے۔ میری یہ request ہے کہ جو قبضہ ناجائز declare ہو گیا ہے کم از کم اسے تو واگزار کرایا جائے باقی رقبے کا کیس میں اپنے حلقے کی عوام کے لئے لڑتا رہوں گا۔

جناب سپیکر: آپ ان کے ساتھ ایک میٹنگ کر لیں۔

وزیر مال و کالونیز (حاجی محمد اسحاق): جناب سپیکر! رانا صاحب نے دوبارہ پوچھا ہے میں ان کو جواب ضرور دوں گا۔ آپ ان سے پوچھ لیں کہ کمشنر صاحب ان کے کہنے میں ہیں یا کسی اور کے کہنے میں ہیں؟ اگر ہماری طرف سے لکھانا ہے تو میں اس floor پر کہہ رہا ہوں کہ اُس کا قبضہ واگزار کرا لیا جائے اور میں اس کے لئے لکھ کر دینے کو بھی تیار ہوں۔

جناب سپیکر: آپ آپس میں بیٹھ کر ایک میٹنگ کر لیں اور آپ کے ساتھ میں لاء منسٹر صاحب کو بھی شامل کرتا ہوں لہذا آپ تینوں بیٹھ کر اس کا فیصلہ کر لیں۔

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! بہت شکریہ۔

جناب سپیکر: اگلا سوال محمد شفیق خان صاحب کا ہے۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: On his behalf سوال نمبر 5995۔ اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔ (معزز ممبر نے جناب محمد شفیق خان کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا۔)

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

تحصیل ٹیکسلا میں پٹوار حلقوں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*5995: **جناب محمد شفیق خان:** کیا وزیر مال و کالونیز از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) تحصیل ٹیکسلا میں کتنے پٹوار حلقے ہیں؟

(ب) کیاان تمام حلقوں میں پٹواری تعینات ہیں؟
(ج) کیایہ درست ہے کہ کئی پٹواری تحصیل حاضر ہیں اوران کے پاس کوئی کام نہیں ؟
(د) کتنے پٹواریوں کی تحصیل راولپنڈی اور تحصیل ٹیکسلا کے حلقوں میں تعیناتی ہے؟
(ہ) کیا حکومت تحصیل حاضر پٹواریوں کو ان سرکلز میں تعینات کرنے کا ارادہ رکھتی ہے جہاں ایک پٹواری کے پاس ایک سے زیادہ حلقے ہیں؟

وزیر مال و کالونیز(حاجی محمد اسحاق):

(الف) ایگزیکٹو ڈسٹرکٹ آفیسر (ریونیو)راولپنڈی کی طرف سے مہیا کردہ تفصیلات کے مطابق جز وار جوابات درج ذیل ہیں:۔
تحصیل ٹیکسلا میں کل 13پٹوار حلقے ہیں۔
(ب) نہیں۔پانچ پٹواری تعینات ہیں اور بقایا آٹھ حلقوں کا chargeانہی پٹواریوں کے پاس ہے۔
(ج) درست ہے۔چھ پٹواری تحصیل حاضر ہیں جن میں سے دو معطل ہیں اور ایک کے خلاف انکوائری چل رہی ہے۔
(د) تحصیل راولپنڈی میں پٹواریوں کی منظور شدہ اسامیوں کی کل تعداد 106ہے جبکہ تحصیل راولپنڈی کے 96پٹوار حلقوں میں 75پٹواری تعینات ہیں۔12پٹواریوں کے پاس ایک سے زیادہ حلقو ں کا charge ہے، 41پٹواری تحصیل حاضر اور 13 معطل ہیں۔ 23پٹواری دوسری تحصیلوں سے راولپنڈی تحصیل میں تعینات ہیں۔تحصیل ٹیکسلا کے پٹوار حلقوں میں پانچ پٹواری تعینات ہیں۔
(ہ) جی ہاں۔

جناب سپیکر:کوئی ضمنی سوال؟

ڈاکٹر سامیہ امجد:جناب سپیکر!جواب کے جز(د)اور باقی جز کو بھی اگر collectively دیکھا جائے جس میں پوچھا گیا ہے کہ راولپنڈی میں کتنے پٹواری تعینات ہیں؟اس حوالے سے دی گئی تفصیل سے پتا چلتا ہے کہ 106اسامیاں موجود ہیں جن میں سے صرف 75تعینات ہیں لیکن active duty میں 12پٹواریوں کے پاس زیادہ حلقے ہیں اور 41پٹواری تحصیل حاضر ہیں لیکن اُن کے پاس کوئی charge نہیں ہے۔ جو 12پٹواری کام کر رہے ہیں ان کے پاس dual charge ہے۔اسی طرح جز(ہ)میں انہوں نے کہا ہے کہ "جی ہاں"ہم ان کو ڈیوٹی دینے کے لئے تیار ہیں،بتایا جائے کہ یہ ڈیوٹی کب تک ہوگی

اور آخر وہ کون سے ایسے لاڈلے پٹواری ہیں جن کو ڈبل ڈبل charge اور بڑے بڑے حلقے دیئے گئے ہیں علاوہ ازیں 41 پٹواری جو تحصیل حاضر ہیں وہ ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں گے ؟

جناب سپیکر: میرے خیال میں وہ کوشش کرتے ہیں لیکن good evil and bad evil میں تھوڑا سا فرق ہوتا ہے۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! یہ بات ٹھیک ہے لیکن کیا 106 میں سے صرف 12 ٹھیک ہیں؟

جناب سپیکر: جی، وہ آپ کو بتاتے ہیں۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! انہوں نے کہا ہے کہ تحصیل حاضر 41، معطل 13 اور 23 پٹواریوں کو دوسری تحصیلوں میں ٹرانسفر کر دیا ہے۔ کیا 6,12 یا 14 پٹواری ہی اچھے ہیں جنہیں ڈبل ڈبل charge دیا گیا ہے ؟ پھر جز (ہ) میں یہ اقرار کرتے ہیں کہ "جی ہاں" ہم ارادہ رکھتے ہیں کہ ان کی تعیناتی کو ٹھیک کریں گے۔ براہِ مہربانی اسے تفصیل سے بیان کر دیں کیونکہ یہ بڑا عجیب و غریب سا جواب ہے۔ کیا وجہ ہے کہ 106 میں سے صرف 12 یا 14 پٹواریوں نے ہی سارے کام کو چلانا ہے انہوں نے جس طرح کی تفصیل گھما پھرا کر دی ہے بتا دیا جائے۔

وزیر مال و کالونیز (حاجی محمد اسحاق): جناب سپیکر! جہاں تک محترمہ نے حاضر پٹواریوں کی بات کی ہے تو پہلی تحصیل میں چھ پٹواریوں میں سے تین ڈیوٹی پر ہیں اور تین کے خلاف انکوائری چل رہی ہے۔ دوسری تحصیل راولپنڈی کے 41 پٹواریوں کا ذکر کیا گیا ہے اور 96 حلقوں میں 75 پٹواری جواب کے مطابق حاضر ڈیوٹی دے رہے ہیں باقی میں سے 13 معطل ہیں۔ پسند ناپسند کا تعلق بھی ہے لیکن میں اپنی بہن کو بتانا چاہوں گا کہ سپریم کورٹ کی ruling آ گئی ہے کہ مقامی طور پر ڈی سی او، ای ڈی او (آر)، مقامی ایم پی اے اور ایم این اے صاحبان جو بھی پٹواری کے سلسلے میں مداخلت کرتے ہیں۔۔۔

چوہدری عامر سلطان چیمہ: بتادیں، بتادیں۔

وزیر مال و کالونیز (حاجی محمد اسحاق): جناب سپیکر! مجھے کہنے میں کوئی قباحت نہیں ہے بلکہ میں بتانا چاہوں گا، بتا بھی رہا ہوں اور مجھے کوئی قدغن نہیں ہے کہ میں کیوں نہ بتاؤں؟ جہاں تک پسند ناپسند کا تعلق ہے تو اب سپریم کورٹ کی ruling پر یہ اختیارات ڈی ڈی او (آر) کے پاس چلے گئے ہیں اور انہیں کل ہی ہدایات جاری کر دی گئی ہیں کہ جس پٹواری کے خلاف کوئی انکوائری نہ چل رہی ہو، اُس پر کوئی

کرپشن کاالزام نہ ہو اور وہ فارغ ہو تو صرف ایک آفس پٹواری جو دفتر قانونگو میں کام کرتا ہو، کے علاوہ تمام پٹواری لگادیئے جائیں۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر!اس میں مجھے بھی کہنے میں کوئی عار نہیں ہے کہ ایک انتہائی powerfulایم این اے چودھری نثار صاحب جن کی پسند ناپسند سے یہ سارا سلسلہ چل رہا ہے۔اب ای ڈی او(آر)اور پٹواری بھی پسند ناپسند سے appoint ہوئے ہیں۔ابھی انہوں نے خود اقرار کیا ہے کہ وہاں کے powerfulایم پی اے اور ایم این اے صاحبان اس چیز میں involveہیں کیا یہ انصاف ہے ؟

جناب سپیکر: دیکھیں، پھر آپ اس طرح کی باتوں سے باز نہیں آتے،personalمت ہوا کریں۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: اب انہوں نے پھر اقرار کیا ہے کہ کل آرڈر جاری ہوا ہے۔اگر جاری ہوا ہے تو کب تک اس پر تعیناتی ہو گی؟

جناب سپیکر: نہیں۔اگر آپ کے پاس ایسا کوئی ثبوت نہیں ہے تو اُن کے متعلق آپ نے جو الفاظ استعمال کئے ہیں.That is not good

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر!انہوں نے ابھی خود کہا ہے کہ وہاں کے ایم پی اے اور ایم این اے صاحبان بڑے powerful ہیں وہی اس میں بولتے ہیں اور اُدھر کے powerful تو چودھری نثار ہی ہیں۔

لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) محمد شبیر اعوان: جناب سپیکر!میں بھی راولپنڈی سے belong کرتا ہوں۔پہلی بات تو یہ ہے کہ راولپنڈی کی سات تحصیلیں ہیں اور جن شخصیت کا انہوں نے نام لیا ہے اُن کے بغیر وہاں پر چڑی بھی پَر نہیں مار سکتی۔دوسرے نمبر پر یہ کہ ایک ایک پٹواری کے پاس پانچ پانچ حلقے ہیں اور باقی ناپسندیدہ پٹواری تحصیلوں میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ڈاکٹر صاحبہ کی information بالکل correct ہے اور منسٹر صاحب اگر اس کا کچھ کر سکتے ہیں تو بے شک کریں۔

جناب سپیکر: کرنل صاحب!کیا یہ appointmentوہ کرتے ہیں؟

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! میرا ایک ضمنی سوال ہے۔۔۔

جناب سپیکر: نہیں، سوال اِس sideکا ہے۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر!میرے سوال کا جواب نہیں آیا کہ چودھری نثار جو پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کے چیئرمین ہیں جب وہ اپنے حلقے میں یہ سب کچھ نہیں کرا سکتے۔۔۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ کیا کرتی ہیں؟ آپ جان بوجھ کر ماحول کو خراب کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ پلیز! تشریف رکھیں۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! ماحول کی بات نہیں ہے بلکہ انہوں نے خود جواب ہی ایسا دیا ہے کہ وہاں کے powerful ایم پی اے اور ایم این اے صاحبان پٹواریوں کی تعیناتی میں مداخلت کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: پلیز! آپ تشریف رکھیں۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! چلیں یہ بتا دیں کہ اگر وہ اپنی پسند سے تعیناتی کریں گے تو کب تک کریں گے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں بتاتا ہوں۔

جناب سپیکر: محترمہ! پلیز! تشریف رکھیں۔ لاء منسٹر صاحب کو بات کرنے دیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! محترمہ سامیہ امجد صاحبہ نے انتہائی objectionable بات کی ہے۔ تمام M.N.As اور M.P.As کا اپنے حلقوں میں کام کرنے والے افسران کی کارکردگی کو monitor کرنا، ان کی کارکردگی دیکھنا، اگر کوئی اچھا کام کر رہا ہے تو اسے appreciate کرنا، اگر کوئی برا کام کر رہا ہے تو اس کی complaint کرنا کہ اسے یہاں سے ہٹا دیں، میں سمجھتا ہوں کہ ان کا یہ فرض بھی ہے اور حق بھی ہے۔ اب اگر کسی جگہ پر میری مرضی نہ ہو اور میں کہوں کہ فلاں فلاں صاحب بہت طاقت ور ہیں، اگر وہاں پر اس قسم کی صورتحال ہے تو کیا انہوں نے اس صورتحال کو کسی جگہ پر agitate کیا ہے؟ اگر یہ بات کریں گے کہ ان کے کہنے پر لوگ لگ رہے ہیں تو کیا انہیں یہ نہیں پتا کہ جب یہ پانچ سال یہاں حکومت میں رہے تو ان پانچ سالوں میں اس صوبے میں اس قسم کی گندگی کی انتہا ہوئی اور اس وقت سے ہی ادارے تباہ ہو گئے ہوئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح سے نام لے کر بات کرنا انتہائی قابل اعتراض ہے۔

جناب سپیکر: جی، بالکل اس طرح نام لے کر بات کرنا مناسب نہیں ہے۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! I respect جو بات رانا ثناء اللہ صاحب نے کی ہے میں اس کی respect کرتی ہوں۔ بات سے بات نکلتے ہوئے نام آ گیا ہے۔۔۔

جناب سپیکر: آپ کو اس طرح سے نام نہیں لینا چاہئے۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! میں نے سوال کے شروع میں آپ کے order سے بات کی تھی۔ آپ بے شک ریکارڈ نکال کر دیکھ لیں کہ جب منسٹر صاحب نے جواب دیا تو اس کے بعد میں نے powerful minister یا وہاں کے متعلقہ M.N.A کا نام لیا ہے۔ آپ کہتے ہیں تو میں نام نہیں لیتی لیکن اگر پانچ سالوں میں ہم نے یہ گندگی ڈالی ہے تو آپ کے اتنے طاقتور M.N.A نے کیا صفائی کی ہے، آپ کب تک پچھلی گندگی کا رونا روتے رہیں گے؟ یہ پٹواری، یہ زمینیں اور اتنے بڑے ضلع میں لوگوں کی زمینوں پر قبضہ ہو رہا ہے جبکہ آپ نے پٹواریوں کو اتنا powerful کیا ہوا ہے تو آپ یہ کہتے ہیں کہ نام نہ لیا جائے اور بات نہ کی جائے۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! محترمہ کی بات پر میں یہ عرض کروں گا کہ صفائی کرنے میں پورا دن لگتا ہے جبکہ گندگی ایک منٹ میں ڈال دی جاتی ہے تو پانچ سال تک ڈالی گئی گندگی کو صاف کرنے میں کچھ وقت تو لگے گا۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! میرا خیال ہے کہ ان باتوں کو چھوڑ دیں اور یہ ٹھیک نہیں ہے۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! رانا ثناء اللہ صاحب اصل issue سے توجہ ہٹانے کے لئے ایسی باتیں کرتے ہیں جو میں سمجھتی ہوں کہ مناسب نہیں ہے۔ یہ پٹواریوں کے متعلق سوال کا جواب دیں۔ اب رانا صاحب یہ بات کر کے منہ پر ہاتھ رکھ کر زیرِ مونچھ مسکرا رہے ہیں جس سے کوئی بات نہیں بنے گی۔ یہ ان کی روزانہ کی عادت ہو گئی ہے۔ زیرِ مونچھ منہ پر ہاتھ رکھ کر مسکرانے سے کیا پٹواری تعینات ہو جائیں گے؟

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحبہ! آپ تشریف رکھیں اور وقت ضائع نہ کریں۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: شکریہ۔ جناب سپیکر! جز (د) کے جواب میں کہا گیا ہے کہ "23 پٹواری دوسری تحصیلوں سے راولپنڈی تحصیل میں تعینات ہیں جبکہ پٹواری تحصیل کیڈر میں ہے"۔ یہ کس قانون کے تحت دوسری تحصیل سے راولپنڈی تحصیل میں تعینات ہوئے ہیں؟

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر مال و کالونیز(حاجی محمد اسحاق): جناب سپیکر! معزز ممبر نے سوال کیا ہے کہ پٹواری تحصیل cadre کی post ہے لیکن سابقہ حکومت کے C.M's directive پر دوسرے اضلاع میں پٹواری کے تبادلے ہوئے تھے لیکن اب یہ اختیارات D.D.O(R's) کے پاس چلے گئے ہیں۔ جو پٹواری دوسری تحصیلوں سے آئے ہیں وہ اپنی home تحصیلوں میں نہیں لگ سکتے بلکہ اپنے اضلاع میں رہ سکتے ہیں۔ اس وجہ سے ان چار پٹواریوں کو وہاں سے transfer کرایا ہوگا۔ میں اپنی بہن کو بھی بتانا چاہتا ہوں کہ اگر M.N.As اور M.P.As اپنے صوابدیدی اختیارات کے تحت یہ کرتے ہیں تو اس کا ایک مہینے کے اندر جواب آجائے گا اور وہ پٹواری انشاء اللہ تعالیٰ تعینات ہو جائیں گے۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! اگر ایک مہینے کے اندر جواب نہ آیا تو میں پھر Assurance Motion لے کر آؤں گی۔

وزیر مال و کالونیز(حاجی محمد اسحاق): جناب سپیکر! بالکل انہیں یہ حق ہوگا۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! قانون کے مطابق پٹواری تحصیل کیڈر ہے اور تحصیل سے باہر E.D.O(R) انہیں post نہیں کر سکتا تو کس قانون کے تحت انہیں اختیار دیا گیا ہے کہ وہ ایک تحصیل سے دوسری تحصیل میں تبادلہ کرے؟

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر مال و کالونیز(حاجی محمد اسحاق): جناب سپیکر! Board of Revenue delegate Powers کرتا ہے اور اس وقت D.D.O(R's) کے پاس اختیارات تھے۔ کسی زمانے میں سب رجسٹرار افسر نائب تحصیلدار تھا پھر تحصیلدار ہوا، پھر مجسٹریٹ ہوا، اس کے بعد اسسٹنٹ کمشنر ہوا تو اب D.D.O(R) ہے۔ یہ اختیارات منتقل ہوتے رہتے ہیں اور آج کل D.D.O(R's) کے پاس یہ اختیارات ہیں۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! یہ انہیں کس قانون کے تحت اختیارات دیئے گئے ہیں؟

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر مال و کالونیز(حاجی محمد اسحاق): جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ یہ تحصیل کیڈر کی post ہے اور پچھلے دور حکومت میں C.M's directive سے districts کے علاوہ بھی پٹواری جاتے رہے ہیں۔ یہ district میں تبدیل ہوتے تھے اب D.D.O(R) کی post ہے۔۔۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! مجھے یہ بتایا جائے کہ کیا یہ قانون کے مطابق ہوتا رہا ہے یا قانون کی خلاف ورزی ہوئی ہے؟

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر مال و کالونیز (حاجی محمد اسحاق): جناب سپیکر! ابھی تو transfers ہو ہی نہیں رہیں اور اسی بارے میں میری بہن فرما رہی ہیں کہ ان لوگوں کو نوکریاں دی جائیں۔ ابھی تو کوئی transfer نہیں ہوئی۔ پہلے ہونے والی transfers کے بارے میں ریکارڈ میں بتایا گیا ہے۔۔۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! اگر یہ قانون کے مطابق نہیں ہے اور پچھلی حکومت کے دور میں یہ غیر قانونی ہوا ہے تو یہ اسے اب ٹھیک کر دیں۔ کیا وزیر موصوف ان چیزوں کو قانون کے مطابق کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر مال و کالونیز (حاجی محمد اسحاق): جناب سپیکر! اگر سابق دور حکومت میں کوئی غیر قانونی کام ہوئے ہیں تو میرے پاس انہیں ٹھیک کرنے کے اختیارات نہیں ہیں۔ یعنی CM's directive پر تحصیل کے علاوہ اگر پٹواری بھیجے ہیں تو اس میں کیا کیا جا سکتا ہے اب اس پر قدغن و پابندی لگ گئی ہے اور انشاء اللہ اب نہیں ہوں گے۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحب! آپ اپنے اختیارات کو ٹھیک ٹھیک استعمال کریں۔ اب وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔

وزیر مال و کالونیز (حاجی محمد اسحاق): جناب سپیکر! میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں لیکن میں پورے House کو یہ بات باور کرانا چاہتا ہوں کہ اگر کسی کے سوالات رہ گئے ہیں تو وہ ان کے متعلق ایوان کی میز پر رکھے گئے جوابات کی فوٹو کاپی یا ریکارڈ جو اس ایوان کی ملکیت ہے وہ دینے کے لئے تیار ہوں۔

جناب سپیکر: بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

(جوایوان کی میز پر رکھے گئے)

قبائلی علاقہ تمن بزدار ڈیرہ غازی خان میں سیٹلمنٹ کی تفصیلات

*2858: سردار فتح محمد خان بزدار: کیا وزیر مال و کالونیز از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ضلع ڈیرہ غازی خان کے قبائلی علاقہ تمن بزدار میں settlement کا کام نہیں ہوا؟

(ب) 1966/67 میں سرسری بلکہ نامکمل settlement کا کام ہوا تھا غیر آباد رقبہ جس میں شاملات پہاڑوں کا کام بالکل نہیں ہوا؟

(ج) کیا حکومت اس بارے میں احکامات جاری کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر مال و کالونیز(حاجی محمد اسحاق):

(الف) بمطابق آمدہ رپورٹ ڈسٹرکٹ آفیسر ریونیو ڈیرہ غازی خان و پولیٹیکل تحصیلدار ڈیرہ غازی خان اس حد تک درست ہے کہ سال 66۔1965 میں تحصیل ٹرائیبل ایریا ضلع ڈیرہ غازی خان میں ابتدائی کارروائی بندوبست مکمل ہوئی مقامی قبائل کی شورش اور بغاوت کی وجہ سے کارروائی بندوبست کے دوران انتہائی مشکلات کا سامنا رہا۔اس وجہ سے صرف مزروعہ آباد رقبہ جات پیمائش ہوئے اور ریونیو ریکارڈ تیار ہوا۔تقریباً سات لاکھ ایکڑ کی پیمائش اور بندوبست کے باوجود تقریباً دس لاکھ ایکڑ رقبہ آج بھی بلا پیمودہ موجود ہے جس کا کوئی ریونیو ریکارڈ نہ ہے۔

(ب) اس بلا پیمودہ رقبہ میں تمن بزدار کا علاقہ بھی شامل ہے اور پیمودہ سات لاکھ ایکڑ رقبہ میں کوئی حد بندی، حدودی لائن، سرحدہ جات یا غیر مزروعہ غیر آباد اراضیات یا حدودی لائن ہائے کا مکمل تعین موجود نہ ہے۔

(ج) فی الحال اس ضمن میں کوئی کارروائی زیر غور نہ ہے۔

پی پی۔147 اور 148 میں سرکاری کالونی بنانا

*3047: محترمہ نگہت ناصر شیخ: کیا وزیر مال و کالونیز از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) حلقہ پی پی۔147اور148لاہور میں کتنی سرکاری کالونیز موجود ہیں ان کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(ب) متذکرہ حلقوں میں اگر کوئی سرکاری کالونی موجود نہیں ہے تو کیا حکومت ان حلقوں میں سرکاری ملازمین کے لئے کوئی سرکاری کالونی بنانے کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک، اگر نہیں تو اس کی وجوہات بیان کی جائیں؟

وزیر مال و کالونیز (حاجی محمد اسحاق):

(الف) پی پی حلقہ 147اور148لاہور میں مندرجہ ذیل سرکاری کالونیاں ہیں۔

1۔ جی او آر۔I

2۔ جی او آر III شادمان

3۔ جی او آر II بہاولپور ہاؤس چوبرجی

4۔ نیشنل بینک کالونی

5۔ ٹی اینڈ ٹی کالونی

(ب) جز (الف) میں بتایا گیا ہے کہ پہلے ہی 5 کالونیاں موجود ہیں۔

پنجاب میں فی مرلہ پیمائش یکساں کرنے کی تفصیلات

*4994: **محترمہ نگہت ناصر شیخ:** کیا وزیر مال و کالونیز از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

کیا یہ درست ہے کہ ضلع لاہور میں ایک مرلہ 225مربع فٹ کا ہے، کیا حکومت صوبہ پنجاب کے تمام اضلاع میں فی مرلہ پیمائش یکساں کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو کیوں؟

وزیر مال و کالونیز (حاجی محمد اسحاق):

یہ درست ہے کہ ضلع لاہور (ماسوائے اس حصہ کے جو دریائے راوی کے شمال میں واقع ہے) ایک مرلہ 225مربع فٹ کا ہے جبکہ ضلع لاہور کے اس حصے میں جو دریائے راوی کے شمال میں واقع ہے اور صوبے کے دیگر اضلاع میں ایک مرلہ کی پیمائش 272.25مربع فٹ کی ہے۔ برطانوی عہد حکومت میں جب پہلی دفعہ کسی علاقے کا بندوبست اراضی کیا گیا تو ریکارڈ اراضی مقامی پیمائش کے مطابق تیار کیا گیا۔ بعد کے بندوبست ہائے اراضی میں وہی پیمانہ پیمائش جاری رکھے گئے (بحوالہ پیرا نمبر 4۔4، 40۔41 لینڈ ریکارڈ مینوئل)

حکومت صوبہ پنجاب کے زیر غور ایسی کوئی منصوبہ بندی نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس مرحلہ پر پیمائش میں تبدیلی کے لئے ضلع لاہور کی اراضی کا نئے سرے سے سروے کرانااور نیاریکارڈ تیار کرنا پڑے گا جس سے مالکان اور دوسرے حق داران زمین کے لئے مسائل پیدا ہونگے اور اس حوالے سے مقدمہ بازی کا ایک نیا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔

ضلع راجن پور کے موضع جات کے اشتمال میں تاخیر کی تفصیلات

*5689: سردار اطہر حسن خان گورچانی: کیاوزیر مال و کالونیز از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) ضلع راجن پور میں موضع بمبلی اور گرکنہ وزیری تحصیل جام پور و دیگر موضع جات کا اشتمال کتنے عرصہ سے ہو رہا ہے، مزید کتنا عرصہ درکار ہے، آگاہ فرمائیں؟

(ب) اگر عرصہ 5 سال سے زیادہ ہو گیا ہے، تو اس کا ذمہ دار کون ہے اور اسے کیا سزا دی گئی ہے؟

(ج) حکومت کا مذکورہ موضع جات کے اشتمال کو کتنا عرصہ میں مکمل کرنے کا ارادہ ہے؟

وزیر مال و کالونیز (حاجی محمد اسحاق):

(الف) ضلع راجن پور کے موضع بمبلی میں کام اشتمال مورخہ 98۔08۔31 سے شروع ہوا۔ اسی طرح موضع گرکنہ وزیری میں اشتمال مورخہ 96۔01۔23 سے شروع ہوا۔ بقیہ کے لئے جواب (ج) ملاحظہ ہو۔

(ب) موضع بمبلی میں کام 05۔03۔20 کو مکمل ہونا تھا جس میں 5 سال کی تاخیر ہو چکی ہے۔ اس طرح موضع گرکنہ وزیری میں کام اشتمال 08۔10۔23 تک مکمل ہونا تھا جس میں (ڈیڑھ) سال تاخیر ہوئی ہے۔ اسی تاخیر کی وجہ سے آفیسر اشتمال کا چارج مختلف تحصیلداران کے پاس رہنا ہے اور گرداور و پٹواری بھی مستقل تعینات نہ رہے ہیں۔

(ج) مستقل پٹواری تعینات کر دیئے گئے ہیں اور آفیسر اشتمال بھی تعینات ہیں لہذا ہر دو مواضعات میں اندر میعاد دو سال اشتمال مکمل ہو جائے گا۔

سرکاری اراضی پر ڈی ایچ اے کا قبضہ و دیگر تفصیلات

*5996: محترمہ سیمل کامران: کیاوزیر مال و کالونیز از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ڈی ایچ اے نے حکومت پنجاب کی اراضی اپنے قبضے میں لی ہوئی ہے، اگر ہاں تو کل رقبہ کتنا ہے نیز یہ اراضی کس کس موضع میں واقع ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ حکومت پنجاب نے ڈی ایچ اے سے اس زمین کے عوض بھاری معاوضہ وصول کیا ہے، اگر ہاں تو کتنا اور کب؟

وزیر مال و کالونیز (حاجی محمد اسحاق):

(الف)

	مرلے	کنال
شیخوپورہ کلاں	0	290
چوہنگ خورد	19	33
رکھ کوٹ لکھپت	19	32
سجپال	10	25
اراضی سجپال	04	384
چڑڑ	9	447
امر سدھو	19	1081
گوہاوا	9	224
کر باٹھ	13	131
سنگت پورہ	04	71
گوبند پورہ	11	109
چک دھیرہ	7	82
ہیرا سنگھ والا	8	183
لہنا سنگھ والا	3	104
فتح جنگ سنگھ والا	10	15
بھنگالی	4	317
جلال آباد	19	27
چک بھٹرت	7	99
بخشیش پورہ	2	125
لیل	15	50
کماہاں	11	26
میزان کل رقبہ	3	4007

(ب)

نوٹ: رقبہ متذکرہ بالا زیر قبضہ DHA لاہور ملکیتی پراونشل گورنمنٹ/آسائش دیہہ/شاملات دیہہ دیگر محکمہ جات ہے جو کہ قسم زمین لیکن راستہ جات مکین کھاتہ جات،

روہی نالہ، غیر ممکن قبرستان، غیر ممکن آبادی ہائے، سکول وغیرہ پر مشتمل ہے۔ حکومت پنجاب نے ابھی تک DHA سے کوئی معاوضہ وصول نہ کیا ہے۔

اس ضمن میں کمشنر صاحب لاہور کی DHA کے افسران اور کور کمانڈر لاہور سے میٹنگ ہوئی ہے۔ڈیمانڈ مسلسل ہو رہی ہے مگر ابھی کوئی وصولی نہ ہوئی ہے۔

لاہور قبرستان ستوکتلہ کے رقبہ اور ناجائز قابضین کی تفصیل

*6059: محترمہ نسیم لودھی: کیا وزیر مال و کالونیز ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ لاہور میں واقع قبرستان ستوکتلہ کا کل رقبہ 79 کنال اور 15 مرلے ہے ؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس قبرستان کی 16 کنال اور 2 مرلے جگہ پر ناجائز قابضین نے قبضہ کر رکھا ہے، کیا حکومت اس کو واگزار کروانے کا ارادہ رکھتی ہے ؟

وزیر مال و کالونیز(حاجی محمد اسحاق):

(الف) ڈسٹرکٹ آفیسر (ریونیو)لاہور سے موصولہ جواب کے مطابق یہ درست ہے کہ بمطابق ریکارڈ قبرستان ستوکتلہ کا کل رقبہ 79K-15M ہے۔

(ب) قبرستان کا رقبہ سرکار کی ملکیت نہ ہے بلکہ پرائیویٹ آسائش دیہہ کی ملکیت ہے قبرستان کی چاردیواری نہ ہونے کی وجہ سے لوگ قبرستان کی جگہ پر قابض ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

نمبر شمار	نام	رقبہ
1	محمد یونس ولد شاہ محمد	1-17
2	اصغر علی ولد بسے خان	0-13
3	محمد بابر ولد محمد لطیف	0-2
4	شکیل ولد محمد لطیف	0-1-112
5	جاوید مسیح وغیرہ	0-11-113
6	جیرہ مسیح	0-13
7	محمد اشرف ولد عبدالعزیز	0-11
8	یعقوب مبارک پسران صادق	0-10
9	منشاء ولد اصغر علی	1-06
10	ریاست علی	0-0-6
11	شوکت مسیح وغیرہ	1-18

ناجائز قابضین نے پختہ تعمیرات بنا رکھی ہیں اور رہائش پذیر ہیں۔ان ناجائز قابضین نے جناب محمد آصف سول جج لاہور کی عدالت میں ایک عدد دعوٰی بعنوان سدھیر علی کھوکھر بنام صوبہ پنجاب وغیرہ دائر کر رکھا ہے۔بعد فیصلہ عدالت ان کے خلاف کارروائی عمل میں لائی جائے گی۔

مجاز عدالت اور تاریخہائے مندرجہ ذیل ہیں:

25-02-2010	02-03-2010	16-03-2010
02-04-2010	04-05-2010	25-05-2010
14-06-2010	05-07-2010	16-09-2010
01-10-2010	20-10-2010	10-11-2010
14-12-2010	17-01-2011	

علاوہ ازیں عملہ مجاز کو مقدمہ ہذا کی سرگرم پیروی اور بعد ازاں اخراج حکم امتناعی قبضہ کی واگزاری کے احکامات جاری کر دیئے گئے ہیں۔

صوبہ میں اراضی کے ریکارڈ کی کمپیوٹرائزیشن

*6099: محترمہ نسیم لودھی: کیا وزیر مال و کالونیز ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ پنجاب کی تمام زمینوں کا ریکارڈ کمپیوٹرائزڈ ہو چکا ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ محکمہ مال نے ضلع لاہور میں واقع تمام سرکاری زمینوں کا بھی ریکارڈ کمپیوٹرائزڈ کر دیا ہے؟

وزیر مال و کالونیز (حاجی محمد اسحاق):

(الف) جی! یہ درست نہیں ہے تاہم صوبہ کی تمام زمینوں کے ریکارڈ کو کمپیوٹرائز کرنے کے منصوبے کا آغاز ہو چکا ہے اور اس سلسلے میں سافٹ ویئر کے انتخاب کا عمل مکمل ہو چکا ہے اور ضلع قصور میں تجرباتی بنیاد پر سروس سنٹر کا قیام عمل میں آ چکا ہے۔اس سروس سنٹر میں ضلع قصور کے سات مواضعات کے کمپیوٹرائزڈ ریکارڈ سے عوام کے لئے فردوں کا اجراء اور انتقالات کا عمل شروع ہو چکا ہے۔اس منصوبے کے تحت صوبہ کی تمام زمینوں کے ریکارڈ کو مرحلہ وار کمپیوٹرائز کیا جائے گا۔صوبے کی تمام زمینوں کے ریکارڈ کو کمپیوٹرائز کرنے کا یہ منصوبہ 2012 میں پایہ تکمیل کو پہنچے گا۔

(ب) جی! یہ درست نہیں ہے اور نہ ہی محض سرکاری زمینوں کے ریکارڈ کو کمپیوٹرائیز کرنے کا کوئی منصوبہ زیر عمل ہے۔ تاہم اوپر جس منصوبے کا ذکر کیا گیا ہے اس کے تحت لاہور اور دیگر تمام اضلاع میں تمام سرکاری اور غیر سرکاری زمینوں کے ریکارڈ کو کمپیوٹرائیز کیا جائے گا۔

پی پی۔72 فیصل آباد میں پٹواریوں، گرداور نائب تحصیلداروں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*6112: خواجہ محمد اسلام: کیا وزیر مال و کالونیز از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) پی پی۔72 فیصل آباد میں محکمہ مال کے کتنے پٹواری، گرداور اور نائب تحصیلدار تعینات ہیں؟

(ب) مذکورہ پٹواریوں کے دفتر کس کس جگہ پر کام کر رہے ہیں؟

(ج) اس وقت کتنے پٹواریوں کے خلاف کس کس بنا پر محکمانہ کارروائیاں چل رہی ہیں؟

(د) کیا حکومت اس حلقہ میں تعینات تمام پٹواریوں کو سرکاری دفاتر ایک ہی جگہ بنا کر دینے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر مال و کالونیز (حاجی محمد اسحاق):

(الف) پی پی۔72 فیصل آباد میں محکمہ مال کے تین پٹواری، دو گرداور اور ایک نائب تحصیلدار اور ایک تحصیلدار تعینات ہیں۔

(ب) مذکورہ پٹواریوں کے دفاتر احاطہ تحصیل سٹی فیصل آباد میں ہیں۔

(ج) مذکورہ پٹواریوں میں سے دفتر ہذا کے مطابق رانا ناظر خان پٹواری حلقہ چک نمبر 279/RB کے خلاف مقدمہ نمبر 615/2009 بجرم 420,467,468,471 ت پ کی بنا پر انکوائری زیر سماعت ہے اور مذکورہ پٹواری کو معطل کیا گیا ہے۔

(د) مطابق قانون دفتر پٹواری حلقہ میں ہوتا ہے۔ لیکن سرکاری جگہ و فنڈز نہ ہونے کی بناء پر احاطہ تحصیل میں دفاتر پٹواریاں مذکوران ہیں جو کہ اکٹھے ہیں اور احاطہ تحصیل حلقہ پی پی۔72 میں واقع ہے۔

اراضی کا ریکارڈ کمپیوٹرائز کرنے کے منصوبہ کی تفصیلات

*6142: محترمہ شگفتہ شیخ: کیا وزیر مال و کالونیز از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) اسمبلی کے سولہویں اجلاس کے دوران وزیر مال نے میرے سوال نمبر 3807 کے جواب میں بتایا تھا کہ 1992 میں ریکارڈ کمپیوٹرائز کرنے کا منصوبہ -/16,91,68,87 روپے سے مکمل ہوا، مگر سافٹ وئیر کے ناکام ہونے پر یہ منصوبہ 2003 میں ترک کر دیا گیا اتنے بڑے منصوبے اور لاگت لگانے کے باوجود سافٹ وئیر اور تکنیکی خرابی کی وجہ سے اس کو ترک کرنے پر پونے دو کروڑ روپے کا خزانے کو نقصان پہنچایا گیا، کیا محکمہ نے سافٹ وئیر کمپنی کے خلاف کوئی قدم اٹھایا اور اس منصوبے کی ناکامی کے ذمہ دار افسران کے خلاف کیا اقدامات اٹھائے گئے؟

(ب) کروڑوں روپے کی لاگت سے شروع کئے گئے منصوبے کے کمپیوٹر وغیرہ اب کہاں ہیں اور ان کا کیا بنا ہے کیا سافٹ وئیر درست نہیں ہو سکتے تھے؟

(ج) تجربے میں پونے دو کروڑ روپے کے ضیاع کا ذمہ دار کون ہے؟

وزیر مال و کالونیز (حاجی محمد اسحاق):

(الف) منصوبہ پر کل لاگت -/16,91,68,87 روپے آئی جس سے ضلع قصور کے کل 641 مواضعات میں سے 601 مواضعات کا ریکارڈ کمپیوٹرائزڈ ہو چکا ہے جبکہ 22 مواضعات زیر اشتمال اور 15 اربن مواضعات ہونے کی وجہ سے ریکارڈ کمپیوٹرائزڈ نہ ہو سکا یہ منصوبہ پنجاب ریونیو اکیڈمی کے زیر اہتمام شروع ہوا تھا جو بعد ازاں PCS اکیڈمی میں ضم ہوئی اور بالآخر PCS اکیڈمی بھی تحلیل ہو گئی۔ سال 2003 میں منصوبہ فنڈ کی کمی کی وجہ سے التواء میں لایا گیا تھا اس وقت کے پراجیکٹ ڈائریکٹر شیخ ظہور الحق جنہوں نے کمپنی کے ساتھ معاہدہ کیا تھا 1992 سے لے کر 1998 تک یہ منصوبہ ان کے زیر اہتمام رہا جو فوت ہو چکے ہیں۔ حکومت منصوبہ کو دوبارہ شروع کرنے کے اقدامات کر رہی ہے۔

(ب) منصوبہ میں زیر استعمال کمپیوٹر وغیرہ ضلع قصور کی تینوں تحصیل ہائے میں قبل ازیں قائم کی گئی لیب میں زیر استعمال تھے۔ حکومت نے نیا سافٹ ویئر دیگر اضلاع کے لئے تیار کروایا ہے اس کی بنیاد پر ضلع قصور میں پائلٹ پراجیکٹ کے طور پر کام شروع ہو چکا ہے۔

(ج) پونے دو کروڑ روپے کا ضیاع نہیں ہوا جبکہ اس مالیت سے 641 مواضعات میں سے 601 مواضعات کا ریکارڈ کمپیوٹرائزڈ ہو چکا ہے۔

ضلع گجرات کے رقبہ سے متعلقہ تفصیلات

*6239: محترمہ خدیجہ عمر: کیاوزیر مال وکالونیزازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع گجرات کا کل کتنا رقبہ ہے؟

(ب) کتنا رقبہ آباد ہے اور کتنا رقبہ بنجر ہے؟

(ج) کتنا رقبہ نہری ہے اور کتنا رقبہ بارانی ہے؟

وزیر مال وکالونیز(حاجی محمد اسحاق):

(الف) ضلع گجرات کا کل رقبہ 7,93,209 ایکڑ ہے۔

(ب) ضلع گجرات کا مزروعہ رقبہ 6,26,173 ایکڑ ہے۔ غیر مزروعہ رقبہ 1,67,036 ایکڑ ہے۔

(ج) ضلع گجرات کا نہری رقبہ 93,468 ایکڑ ہے۔ 2,89,582 ایکڑ بارانی ہے۔

تحصیل کوٹ ادو کے مواضعات کے اشتمال سے متعلقہ تفصیلات

*6330: ملک بلال احمد کھر: کیاوزیر مال وکالونیزازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) اس وقت تحصیل کوٹ ادو کے کتنے مواضعات زیر اشتمال ہیں؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ پی پی۔252 مظفر گڑھ کے موضع پتی غلام علی اور موضع گجرات بھی زیر اشتمال ہیں؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ موضع غلام علی کا لینڈ ریکارڈ بد نام زمانہ پٹواری کے قبضہ میں ہے جو مقامی لوگوں کی زمینیں بار ہا دفعہ بیچ چکا ہے اگر ہاں تو محکمہ نے اس کے خلاف کیا کارروائی کی ہے، کیا محکمہ اس سے ریکارڈ برآمد کرنے کا ارادہ رکھتا ہے؟

(د) کیا محکمہ موضع پتی غلام علی اور قصبہ گجرات کے مواضعات کا اشتمال کرانے کا کام مکمل کرا کر لوگوں کا مسئلہ حل کرانے کا ارادہ رکھتا ہے؟

(ہ) کب تک محکمہ نے اس اشتمال کے کام کو مکمل کرنے کا پروگرام بنایا ہے اور ناجائز قابضین سے قبضہ چھڑانے کے بارے میں محکمہ کیا اقدامات اٹھانے کا ارادہ رکھتا ہے، تفصیل بیان فرمائیں؟

وزیر مال وکالونیز(حاجی محمد اسحاق):

(الف) اس وقت تحصیل کوٹ ادو میں 6 مواضعات زیر اشتمال ہیں جن میں موضع پرہاڑ شرقی، گجرات، پتی غلام علی غربی، شادی خان منڈا، نشان والا اور ٹبہ غیر مستقل غربی شامل ہیں۔

(ب) جی ہاں! یہ درست ہے۔

(ج) یہ درست ہے کہ موضع پتی غلام علی غربی کا ریکارڈ محمد اسلم اختر نامی سابق پٹواری اشتمال موضع مذکور نے غائب کر دیا تھا جس پر محکمہ ہذا نے مذکورہ پٹواری کے خلاف حسب ضابطہ قانونی کارروائی کی اور اس کے خلاف دو علیحٰدہ مقدمات ایک اینٹی کرپشن اور دوسرا تھانہ سنانواں میں درج کروائے گئے اور اس سلسلہ میں مذکورہ پٹواری سپریم کورٹ آف پاکستان سے ضمانت خارج ہونے کے بعد حوالات بند رہا جبکہ محکمہ اشتمال نے مزید کارروائی کرتے ہوئے ملازمت سرکار سے برطرف کرا دیا۔ جو کہ تاحال ملازمت سرکار سے برخاست شدہ ہے۔

قبل ازیں 2009 میں محمد سلیم اختر برخاست شدہ پٹواری کے خلاف تھانہ سنانوالہ میں پرچہ درج ہوا جس پر اسے گرفتار کیا گیا۔ دوران جسمانی ریمانڈ محمد سلیم اختر سے جزوی طور پر کچھ ریکارڈ برآمد کرایا تھا مگر مکمل ریکارڈ تاحال برآمد نہ ہو سکا ہے۔ البتہ بمطابق حکم بورڈ آف ریونیو پنجاب لاہور ریکارڈ ثنیٰ زیر تکمیل ہے جو کہ مکمل ہونے پر دوبارہ آپریشن اشتمال شروع کیا جائے گا۔ سابق پٹواری محمد سلیم کی طرف سے بذریعہ جعل سازی فرضی و بوگس انتقالات تعدادی 43 عدد انتقالات درج و فیصلہ شدہ ہیں جن میں موضع مذکورہ کا رقبہ 39250 کنال شامل ہے جس پر کارروائی کرتے ہوئے موجودہ D.D.O(CONS) کلکٹر اشتمال نے مذکورہ بالا جعلی انتقالات کو منسوخ کر دیا ہے کیونکہ موضع مذکور بہت بڑا موضع ہے جس کا کل رقبہ 24200 ایکڑ ہے جس میں زیادہ تر شاملات شامل ہیں۔ اس طرح تقریباً 4909 ایکڑ رقبہ پر کئے گئے تمام جعلی و فرضی انتقالات بحکم کلکٹر اشتمال منسوخ ہو چکے ہیں اس وقت ریکارڈ کی دوبارہ تکمیل کا کام جاری ہے اس کے مکمل ہونے پر آپریشن اشتمال دوبارہ شروع کیا جائے گا۔

فی الحال موضع پتی غلام علی غربی میں ایک دیگر اہلکار کو عارضی چارج دیا ہوا ہے جو کہ ریکارڈ ثنیٰ تیار کر رہا ہے بعد تکمیل ریکارڈ آپریشن اشتمال شروع کیا جائے گا۔

جہاں تک موضع گجرات کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں تحریر ہے کہ موضع گجرات کا آپریشن اشتمال شروع ہے تقسیم رقبہ کی کارروائی جاری ہے۔ اس وقت نصف سے زیادہ کام تقسیم مکمل ہو چکا ہے موضع مذکور شہری حلقہ ہے تین مرتبہ نظر ثانی ہو چکا ہے۔ قبل ازیں موضع

گجرات کا ریکارڈ بھی چوری ہو گیا تھا جو کہ بعد میں دوبارہ ریکارڈ مثنیٰ تیار کر کے سکیم اشتمال شروع کی گئی ہے چونکہ گزشتہ عرصہ دو تین سال کے دوران کوٹ ادو میں افسر اشتمال بار بار تبدیل ہوتے رہے ہیں سیٹ افسر خالی رہی ہے جس کی وجہ سے آپریشن اشتمال میں تاخیر واقع ہوئی ہے۔

(د) جی ہاں! تفصیل جز(ب) میں دی گئی ہے۔ دونوں مواضعات میں اشتمال اعلیٰ عدالتوں کی نظر ثانی، ریکارڈ کی چوری، ماتحت عملہ کی بد دیانتی کی وجہ سے تاخیر کا شکار ہوا۔ محکمہ اشتمال کوشش کر رہا ہے کہ قانونی خامیوں کو دور کر کے جلد از جلد اشتمال مکمل کرایا جائے۔

(ہ) تحصیل کوٹ ادو میں زیر اشتمال 6 مواضعات میں سے اکثر مواضعات میں مقدمہ بازی اور بے قاعدگیاں ہوتی رہی ہیں جس کی وجہ سے کئی مواضعات کا ریکارڈ چوری / غائب ہوتا رہا ہے اس سلسلہ میں چوروں کو مقامی گروپوں کی بھی حمایت حاصل رہی ہے اکثر مواضعات کے ریکارڈ میں توڑ پھوڑ ہیر پھیر کے واقعات ہوتے رہے ہیں اور اس وجہ سے کئی مواضعات عدالتوں کے حکم سے نظر ثانی ہوتے رہے ہیں جن میں موضع گجرات اور پتی غلام علی غربی بھی شامل ہیں اس کے علاوہ موضع پڑہاڑ شرقی، کوٹ ادو کی شہری حدود میں واقع ہے جس پر بعض مقامی افراد سرے سے اشتمال کے مخالف ہیں جس کی وجہ سے مقدمہ بازی جاری ہوئی بالآخر مورخہ 2004-06-14 کو عدالت عظمیٰ سپریم کورٹ نے موضع پڑہاڑ شرقی میں آپریشن اشتمال جاری رکھنے کا حکم دیا مگر اسی دوران سابق پٹواری اشتمال ریاض احمد عرف ہلاکو نے موضع مذکورہ کا ریکارڈ غائب کر دیا اور فرار ہو گیا جو کہ بعد میں گرفتار ہوا حوالات میں بند رہا کچھ عرصہ پہلے سپیشل جج انٹی کرپشن ڈیرہ غازی خان نے ریاض احمد مذکورہ کو بری کیا جس پر D.D.O(R) کوٹ ادو نے مذکورہ پٹواری کو ملازمت پر بحال کر دیا اور بحکم E.D.O(R) مظفر گڑھ پٹواری مذکورہ کا محال سائیڈ ایک موضع میں تعینات کر دیا۔ جبکہ موضع مذکورہ کا زیادہ تر ریکارڈ اب بھی پٹواری مذکورہ ریاض احمد کے قبضہ میں ہے۔ یہ کہ عرصہ پانچ، چھ سال کے دوران ایک دوسرے پٹواری محبوب احمد گورمانی نے ریونیو افسر سے ملی بھگت کر کے غیر قانونی اور جعلی انتقالات درج کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا تھا جس کی ایک مفصل انکوائری روبرو D.D.O اشتمال مظفر گڑھ زیر سماعت ہے موضع پڑہاڑ شرقی کا ریکارڈ نہ ہونے کی وجہ سے آپریشن اشتمال تاخیر کا شکار ہے۔

اس کے علاوہ موضع شادی خان منڈا جو کہ زائد از۔/18000 ایکڑ پر مشتمل ہے بھاری محال ہے جو کہ تقسیم کے مراحل میں تھا اس کا ریکارڈ بھی جزوی طور پر محبوب احمد پٹواری کے دور میں چوری کر لیا گیا ہے جس پر مقدمہ درج ہوا ہے لیکن آج تک ریکارڈ برآمد نہ ہوا ہے جس کی وجہ سے تقسیم اشتمال میں مشکلات درپیش ہیں اس کے علاوہ دیگر زیر اشتمال مواضعات جن میں موضع نشان والا اور ٹبہ غیر مستقل غربی شامل ہیں جو کہ تقسیم کے مختلف مراحل میں ہیں۔

بوجہ دریائی علاقہ سست روی کا شکار ہیں اس کے علاوہ بمطابق قواعد وضوابط قانون اشتمال بعد کنفرمیشن سکیم ہائے قبضہ جات حسب ضابطہ بذریعہ افسر اشتمال منتقل کرائے جاتے ہیں۔ جونہی مذکورہ بالا سکیم ہائے اشتمال کنفرم ہو گی تو بعد تیاری مثل حقیت قبضہ جات حسب ضابطہ منتقل کر دیئے جائیں گے اور دوران اشتمال بھی بعض اعلیٰ عدالتوں کے احکامات پر بھی جزوی قبضہ جات منتقل ہوتے رہے ہیں۔

ملتان، بے زمین کاشتکاروں کو الاٹ کردہ اراضی کی تفصیل

*6342: جناب محمد یار ہراج: کیا وزیر مال و کالونیز ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

سال 2007 سے آج تک ضلع ملتان میں کتنے بے زمین کاشتکاروں کو سرکاری زمین الاٹ کی گئی اور کتنے ابھی باقی ہیں اس ضمن میں حکومت کی پالیسی کیا ہے، تفصیل ایوان کی میز پر رکھی جائے؟

وزیر مال و کالونیز (حاجی محمد اسحاق):

حکومت پنجاب محکمہ کالونیز نے بے زمین کاشتکاروں کو ضلع ملتان میں سال 2007 تا 2009 میں کوئی رقبہ سرکار الاٹ نہ کیا ہے۔ حکومت پنجاب کی پانچ سالہ عارضی کاشت سکیم مجریہ 13۔جنوری 2010 کے تحت ضلع ملتان میں کل 90 لاٹ ہائے 12½ ایکڑ فی لاٹ مختص کی گئی تھیں جن میں سے 50 لاٹ اب تک الاٹ کر دی گئی ہیں جن سے مبلغ ۔/10,90,000 روپے خزانہ سرکار میں جمع ہوئے ہیں۔ ایسے ہی ایک سالہ عارضی کاشت سکیم مجریہ 13۔جنوری 2010 کے تحت 261 لاٹس مختص کی گئی تھیں جن میں سے 40 لاٹ الاٹ کر دی گئی ہیں جس سے مبلغ ۔/25,30,000 روپے خزانہ سرکار میں جمع ہو چکے

ہیں۔ایسے ہی زرعی گریجویٹس کے لئے 38لاٹ ہائے 499ایکڑ رقبہ پر مختص کی گئیں جو سال 2010 کے دوران ساری الاٹ کر دی گئیں اس سے -/500روپے فی ایکڑ سالانہ کے حساب سے ایک سالہ کرایہ کی مد میں مبلغ -/2,10,000روپے خزانہ سرکار میں جمع ہوئے ہیں۔

ضلع گجرات کے رقبہ سے متعلقہ تفصیلات

*6409: محترمہ خدیجہ عمر: کیا وزیر مال و کالونیز از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع گجرات کا کل کتنا رقبہ ہے؟

(ب) کتنا رقبہ آباد اور کتنا رقبہ غیر آباد ہے؟

(ج) کیا گورنمنٹ پنجاب نے غیر آباد رقبہ، آباد کرنے کے لئے کوئی پالیسی بنائی ہے؟

وزیر مال و کالونیز (حاجی محمد اسحاق):

(الف) ضلع گجرات کا کل رقبہ 793209ایکڑ ہے۔

(ب) ضلع گجرات کا آباد رقبہ 626173ایکڑ ہے اور غیر آباد رقبہ 167036ایکڑ ہے۔

(ج) حکومت پنجاب نے غیر آباد رقبہ آباد کرنے کے لئے سال 2010 میں درج ذیل پالیسیاں جاری کی ہیں۔

I۔ ایک سالہ عارضی کاشت کی سکیم اندرون حدود کمیٹی و چراگاہ۔

II۔ پانچ سالہ عارضی کاشت کی سکیم اندرون حدود کمیٹی و چراگاہ۔

III۔ سکیم برائے الاٹمنٹ رقبہ برائے ایگریکلچر، ویٹرنری اور فارسٹری گریجویٹس مارچ 2010 میں جاری ہو چکی ہے۔

ضلع وہاڑی، اشٹام فروشی سے متعلقہ تفصیلات

*6503: سردار خالد سلیم بھٹی: کیا وزیر مال و کالونیز از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع وہاڑی میں اشٹام فروشی کے لائسنس کن کن افراد کے پاس ہیں؟

(ب) اشٹام فروشی کا لائسنس کون جاری کرتا ہے؟

(ج) ضلع ہذا میں سال 08-2007، 09-2008 اور 10-2009 کے دوران کتنی مالیت کے اشٹام جاری کئے گئے یہ اشٹام کس کس مالیت کے تھے؟

(د) کتنے اشٹام فروشوں کے خلاف متعلقہ محکمہ کو اشٹام مہنگے داموں فروخت کرنے کی شکایت وصول ہوئی؟

(ہ) ان شکایات پر کیا کارروائی کی گئی؟

وزیر مال و کالونیز(حاجی محمد اسحاق):

(الف) بمطابق فہرست مہیا کردہ ڈسٹرکٹ آفیسر ریونیو ضلع وہاڑی میں اشٹام فروشوں کی تعداد 179 ہے۔فہرست منسلکہ (الف)ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) ضلع کلکٹرز صاحبان پنجاب سٹیمپ رولز 1934 کے تحت پڑھے لکھے لوگوں کو اپنی صوابدید کے مطابق اشٹام فروشی کا لائسنس جاری کرنے کے مجاز ہیں۔

(ج) ضلع وہاڑی میں08۔2007،09۔2008اور10۔2009 کے دوران جاری کئے گئے اشٹام کی تفصیل ڈسٹرکٹ اکاؤنٹس آفیسر وہاڑی کی طرف سے مہیا کی گئی ہے منسلکہ (ب)ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) بمطابق ڈسٹرکٹ آفیسر ریونیو وہاڑی کسی اشٹام فروش کے خلاف ایسی کوئی شکایت موصول نہ ہوئی ہے۔

(ہ) چونکہ کسی اشٹام فروش کے خلاف شکایت موصول نہ ہوئی ہے۔لہذا کارروائی کا سوال از خود ختم ہو جاتا ہے۔

سیالکوٹ،ای ڈی او(آر) کے سٹاف سے متعلقہ تفصیلات

*6506:**رانا آصف محمود:** کیا وزیر مال و کالونیز ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ای ڈی او مال کے تحت سیالکوٹ میں کل کتنے نائب تحصیلدار، تحصیلدار اور ڈی او/ڈی ڈی او کام کر رہے ہیں؟

(ب) ان کے کل اخراجات سال09-2008اور10-2009 کے بتائیں؟

(ج) ان میں کتنے ملازمین کے خلاف کس کس بنا پر انکوائریاں چل رہی ہیں؟

(د) کتنے ملازمین حکومتی پالیسی اور قواعد کے برعکس اس ضلع میں تعینات ہیں؟

وزیر مال و کالونیز(حاجی محمد اسحاق):

(الف) ضلع ہذا میں ایک ڈسٹرکٹ آفیسر (ریونیو چار ڈپٹی ڈسٹرکٹ آفیسر (ریونیو)تین ڈپٹی ڈسٹرکٹ آفیسر (رجسٹریشن)چار تحصیلدار اور پندرہ نائب تحصیلدار کار سرکار سرانجام دے رہے ہیں۔

(ب) ان کے کل اخراجات سال 09۔2008 اور سال یکم جولائی 2009 تا 31۔مارچ 2010 مبلغ 13131200/۔روپے ہیں۔اخراجات سٹیٹمنٹ کی تفصیل (الف)ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) محمد سلیم راں نائب تحصیلدار کے خلاف PEEDA ایکٹ 2006 کے تحت انکوائری زیر سماعت ہے جو کہ مسٹر میثم عباس ڈسٹرکٹ آفیسر (رجسٹریشن)انکوائری افسر ہیں جو کہ بروئے حکم صوبائی محتسب پنجاب مورخہ 2010۔1۔24 ڈسٹرکٹ آفیسر (ریونیو)سیالکوٹ کی رپورٹ نمبر 3713/OS مورخہ 2009۔10۔06 کے تحت عمل میں آئی۔الزام علیہ پر غلط گرداوری کا الزام ہے۔

(د) جملہ ملازمین حکومتی پالیسی کے تحت تعینات ہیں۔

سیالکوٹ، محکمہ مال کی خالی اسامیوں اور ان سے متعلقہ دیگر تفصیلات

*6507: رانا آصف محمود: کیا وزیر مال و کالونیز از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ضلع سیالکوٹ میں محکمہ مال میں کتنی پوسٹیں کس کس گریڈ کی خالی ہیں؟

(ب) محکمہ مال ضلع سیالکوٹ کے سال 09-2008 اور 10-2009 کے کل اخراجات کتنے ہیں؟

(ج) محکمہ مال ضلع سیالکوٹ کے کس کس ملازم کے خلاف کس کس بنا پر محکمانہ انکوائریاں چل رہی ہیں؟

(د) محکمہ مال ضلع سیالکوٹ کی سال 09-2008 اور 10-2009 کی کل آمدن کتنی ہے اور کس کس مد سے ہوئی ہے؟

وزیر مال و کالونیز(حاجی محمد اسحاق):

(الف) ضلع سیالکوٹ میں خالی اسامیوں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

اسامیاں	بی پی ایس	خالی
ڈپٹی ڈسٹرکٹ آفیسر (رجسٹریشن/جنرل)	17	03
نائب تحصیلدار	14	03
اسسٹنٹ	14	04
سٹینو ٹائپسٹ	12	07
قانونگو	11	01
پٹواری	09	36
نائب قاصد	01	09
درجہ چہارم	01	11
کل خالی اسامیاں		74

(ب) ضلع سیالکوٹ کے سال09۔2008اور10۔2009کے کل اخراجات

سال09۔2008 کل اخراجات: 7,76,38,594/۔

سال10۔2009 کل اخراجات: 7,78,02,776/۔

سال(10۔04۔30to09۔07۔01)10۔2009

(ج) ضلع سیالکوٹ میں درج ذیل اہلکاران کے خلاف محکمانہ انکوائری زیر سماعت ہے۔

نام اہلکار	انکوائری کی وجوہات
محمد سلیم نائب تحصیلدار	ریکارڈ کی تبدیلی
محمد اقبال ساہی گرداور	ریکارڈ کی تبدیلی
محمد سعید سینئر کلرک	غیر ذمہ داری/کوتاہی
صابر شبیر مالی	غیر حاضری
عاطف حسین ڈرائیور	غیر حاضری
محمد اسلم جونیئر کلرک	الزام رشوت
ظفر اقبال نائب قاصد	الزام رشوت
محمد عباس چیمہ جونیئر کلرک	غیر ذمہ داری/کوتاہی
محمد رشید جونیئر کلرک	غیر ذمہ داری/کوتاہی
افتخار علی جونیئر کلرک	غیر ذمہ داری/کوتاہی
محمود بوٹا گرداور، محمد اشرف پٹواری	ریکارڈ میں ردوبدل/کٹنگ
سلیمان گرداور، ثروت پٹواری	حکم عدولی/لاپرواہی
منشی واجد علی بٹ پٹواری	الزام رشوت
میاں نثار احمد جونیئر کلرک	الزام رشوت
شاہد حسین شمسی جونیئر کلرک	الزام رشوت
منشی ظفر اقبال پٹواری	الزام رشوت
منشی بابر صدیق پٹواری	الزام رشوت

ذوالفقار علی لچھمن پٹواری	الزام رشوت
تنویر احمد پٹواری	ریکارڈ میں ردوبدل
محمد سرفراز پٹواری	ریکارڈ میں ردوبدل
سکندر اعجاز ناگرہ پٹواری	الزام رشوت

(د) محکمہ مال ضلع سیالکوٹ کی سال09۔2008اور10۔2009کی کل آمدن حسب ذیل ہے:۔

آمدنی سال09۔2008

قسم مد	آمدن
اسٹام ڈیوٹی	326348279
رجسٹریشن فیس	165327124
آبیانہ	8874583
زرعی انکم ٹیکس	8337473
لینڈریونیو	185911901
اجرت فردات	236533
کاپینگ فیس	214016
ٹوٹل	695249909

آمدنی سال10۔2009

قسم مد	آمدن
اسٹام ڈیوٹی	270490612
رجسٹریشن فیس	140018434
آبیانہ	6754746
زرعی انکم ٹیکس	8030641
لینڈریونیو	211810223
اجرت فردات	257622
کاپینگ فیس	315425
ٹوٹل	637677703

تحصیلداروں، نائب تحصیلداروں کی خالی اسامیاں و دیگر تفصیلات

*6538: چودھری عامر سلطان چیمہ: کیا وزیر مال و کالونیز از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) دسمبر2007 سے دسمبر2010 تک تحصیلداروں اور نائب تحصیلداروں کی کتنی اسامیاں خالی تھیں ان میں سے کتنی اسامیاں پُر ہو چکی ہیں نیز مذکورہ اسامیوں کو پُر کرنے کے لئے کیا قواعد مقرر ہیں؟

(ب) ایسے افراد کے ضلع وار نام اور پتے کیا ہیں جن کی مذکورہ اسامیوں پر تقرری کی گئی ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ اسامیوں پر گرداوروں کو بھی ترقی دی گئی ہے اگر ایسا ہے تو کس تناسب سے، ان کی ضلع وار تفصیل مع نام و پتے بتائے جائیں؟

(د) گرداوروں کی ترقی کے لئے کوئی کوٹا مقرر ہے اگر ہاں تو کتنا نیز کیا مذکورہ ترقیاں کوٹے کے مطابق کی گئی ہیں اگر نہیں تو وجہ بیان کی جائے؟

وزیر مال و کالونیز (حاجی محمد اسحاق):

(الف) دسمبر 2007 سے دسمبر 2010 تک تحصیلداران کی اسامیوں کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

کوٹا	30 فیصد (ڈائریکٹ کوٹا)	53 فیصد (پروموشن)	17 فیصد (منسٹریل)
خالی اسامیاں	40	49	28
پُرشدہ اسامیاں	01	21	24

دسمبر 2007 سے دسمبر 2010 تک نائب تحصیلداران کی اسامیوں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

کوٹا	50 فیصد (ڈائریکٹ کوٹا)	38 فیصد (پروموشن)	12 فیصد (منسٹریل)
خالی اسامیاں	142	58	10
پُرشدہ اسامیاں	133	41	03

قواعد برائے بھرتی تحصیلداران:

تحصیلداران کی بھرتی ذیل مروجہ نظام کے تحت کی جاتی ہے۔

I۔ 30 فیصد ابتدائی بھرتی (ڈائریکٹ اے کلاس کوٹا)

Ii۔ 53 فیصد بطریق سلیکشن از نائب تحصیلدار

Iii۔ 17 فیصد بطریق سلیکشن میرٹ کی بنیاد پر بتوسط پنجاب پبلک سروس کمیشن ازاں سپرنٹنڈنٹ، پرائیویٹ سیکرٹری، پی اے سینئر سکیل سٹینوگرافر، اسسٹنٹ، HVC، انسپکٹر آف سٹیمپ، ریونیو ایڈیٹر اینڈ کالونی ایڈیٹر تعلیمی معیار گریجویشن مع تین سال تجربہ ریونیو ڈیپارٹمنٹ۔

قواعد برائے بھرتی نائب تحصیلداران:

نائب تحصیلداران کی بھرتی ذیل مروجہ نظام کے تحت کی جاتی ہے۔

I۔ 50 فیصد ابتدائی بھرتی (ڈائریکٹ اے کلاس کوٹا)

Ii۔ 38 فیصد بطریق پروموشن سنیارٹی مع فٹنس از قانونگو تجربہ تین سال

iii۔ 12 فیصد بطریق سلیکشن میرٹ کی بنیاد پر بتوسط پنجاب پبلک سروس کمیشن ازاں اسسٹنٹ، HVC،سٹینو گرافر اور سینئر کلرک تعلیمی معیار انٹرمیڈیٹ مع تین سال تجربہ ریونیو ڈیپارٹمنٹ بشرطیکہ وہ کمپیوٹر جانتے ہوں۔

(ب) تحصیلدار جو اس عرصہ میں بھرتی ہوئے تھے ان کی تفصیل (الف)ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔نائب تحصیلدار جو اس عرصہ میں بھرتی ہوئے ان کی تفصیل جھنڈی(ب)ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) ایسے افراد جو گرداوروں کی مختص کوٹا سے بطور نائب تحصیلدار ہوئے ان کی تفصیل جھنڈی (ج)ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) گرداوروں کی ترقی بطور نائب تحصیلدار کے لئے کل منظور شدہ اسامیوں کا 38 فیصد کوٹا مقرر ہے اور بمطابق کوٹا اور خالی اسامیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے مذکورہ گرداوروں کو رولز کے مطابق بطور نائب تحصیلدار ترقی دی گئی ہے۔

فوتیدگی پر جائیداد کے انتقال پر حکومتی واجبات کی کٹوتی کی تفصیلات

*6539:چودھری ظہیر الدین خان:کیا وزیر مال و کالونیز ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کسی شخص کے فوت ہونے پر جو فوتیدگی انتقال اسکے ورثا کے نام اندراج کیا جاتا ہے اسکے حکومتی واجبات کس شرح سے لئے جاتے ہیں؟

(ب) کیا یہ واجبات جائز ہیں کیونکہ ورثا اپنی موجودہ جائیداد کے کلی طور پر پہلے ہی سے وارث ہوتے ہیں اور اس میں ان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا؟

(ج) کیا حکومت اس مسئلہ پر غور کر رہی ہے کہ یہ کارروائی بغیر ٹیکس یا واجبات کے ہو؟

(د) اگر کوئی تجویز زیر غور نہیں تو کیا حکومت اس مسئلہ پر قانون سازی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر مال و کالونیز(حاجی محمد اسحاق):

(الف) حکومت پنجاب کے نوٹیفکیشن نمبر I-LR-20/2010-44-2010 مورخہ 7-1-2010(تفصیل (الف)ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے)کے مطابق وراثتی انتقال کی فیس۔/500روپے فی انتقال مقرر کی گئی ہے۔

(ب) وراثت کے انتقال کی فیس جائز ہے کیونکہ یہ فیس ریکارڈ مال کے مرتب کرنے کے اخراجات کے لئے مقرر کی گئی ہے، فوتیدگی کے بعد نئے وارثان کے نام کا اندراج ہونا ضروری ہوتا ہے۔انتقال نہ ہونے کی صورت میں نئے وارث ریکارڈ مال میں مالک نہیں بن سکتے۔

(ج) ایسی کوئی تجویز حکومت کے زیر غور نہ ہے نیز ملاحظہ ہو جز(ب)

(د) جز بالا(ب)،(ج)قابل ملاحظہ ہیں۔

تحصیلداروں کی اپنے آبائی اضلاع میں تعیناتی

*6540: چودھری ظہیر الدین خان: کیاوزیر مال وکالونیزازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت پنجاب کے وضع کردہ قوانین کے مطابق کوئی بھی تحصیلدار اپنے رہائشی ضلع میں تعینات نہیں ہو سکتا؟

(ب) اس وقت کتنے ایسے تحصیلدار ہیں جو اپنے رہائشی اضلاع میں تعینات ہیں ان کے نام مع اضلاع بتائے جائیں؟

(ج) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا یہ حکومت کے اپنے وضع کردہ قوانین کی خلاف ورزی نہیں ہے؟

(د) اگر جز(ج) کا بھی جواب اثبات میں ہے تو حکومت کب تک ان تحصیلداروں کو جو اپنے رہائشی اضلاع میں تعینات ہیں وہاں سے تبدیل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر مال وکالونیز(حاجی محمد اسحاق):

(الف) حکومت کے وضع کردہ قوانین کے مطابق کوئی تحصیلدار اپنے رہائشی ضلع میں تعینات نہیں ہو سکتا۔تاہم صوبائی ہیڈکوارٹر اس سے مستثنیٰ ہے۔

(ب)

نام تحصیلدار	رہائشی ضلع	تعیناتی
I۔احمد کمال	ڈیرہ غازی خان	تحصیلدار ڈی جی خان
ii۔سجاد حسین مہے	ملتان	تحصیلدار ملتان صدر
iii۔مرزا ایاز احمد	راولپنڈی	تحصیلدار سیٹلمنٹ راولپنڈی

(ج) انتظامی امور اور مفاد عامہ کو مد نظر رکھتے ہوئے رہائشی ضلع میں تعیناتی کی جاتی ہے۔ جس طرح قوانین کے مطابق نائب تحصیلدار اپنے ہی رہائشی اضلاع میں تعینات ہوتے ہیں اور پٹواری حضرات اپنی رہائشی تحصیل میں تعینات کئے جاتے ہیں۔

(د) حکومت انتظامی بنیادوں پر کسی بھی وقت کسی تحصیلدار کو ایک جگہ سے دوسری جگہ تعینات کر سکتی ہے۔

اراضی کے مارکیٹ اور سرکاری ریٹ میں فرق کا جواز

*6542: میاں شفیع محمد: کیا وزیر مال و کالونیز از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) صوبہ کے جن علاقوں میں زمین کا مارکیٹ ریٹ ایک لاکھ روپے فی مرلہ ہے وہاں پر سرکاری زمین کا ریٹ 20ہزار روپے فی مرلہ کیوں ہے، سرکاری زمین کا ریٹ بھی مارکیٹ ریٹ کے مطابق کیوں نہیں ہوتا؟

(ب) کیا حکومت سرکاری زمین کا ریٹ مارکیٹ ریٹ کے مطابق فی مرلہ Fix کر کے کروڑوں روپے کا revenue وصول کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات سے آگاہ کیا جائے؟

(ج) محکمہ مال کن قواعد و ضوابط کے تحت سرکاری زمین کا ریٹ مقرر کرتا ہے اور ریٹ مقرر کرتے وقت کن عوامل کو مدنظر رکھا جاتا ہے؟

وزیر مال و کالونیز (حاجی محمد اسحاق):

(الف) سرکاری زمین کے ریٹ کا مارکیٹ ریٹ سے اتنا زیادہ تفاوت نہیں ہوتا۔ سرکاری زمین کا ریٹ محل وقوع اور قسم زمین کو مد نظر رکھ کر تعین کیا جاتا ہے اور سرکاری زمین کا ریٹ مقرر کرتے ہوئے مارکیٹ ریٹ کو ہی ترجیح دی جاتی ہے اور یہ ریٹ کم و بیش مارکیٹ ریٹ کے مطابق ہی مقرر کیا جاتا ہے۔

(ب) حکومت پنجاب کی یہی کوشش رہی ہے کہ سرکاری زمین کا ریٹ مارکیٹ ریٹ کے مطابق ہو تا کہ صوبہ کی آمدنی میں کسی قسم کی کمی واقع نہ ہونے پائے۔ اربن اور اب رورل ایریا میں ویلیوایشن ٹیبل کے مطابق زمین کی قیمت مقرر کی جاتی ہے جو کہ ہر سال ریوائز ہوتی ہے۔

رورل ایریا میں یہ نظام حال ہی میں مورخہ 2010۔07۔01 سے متعارف کرایا گیا ہے جس سے حکومت پنجاب مزید ریونیو وصول کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔

(ج) سرکاری زمین کا ریٹ ڈسٹرکٹ پرائس اسیسمنٹ کمیٹی زیر صدارت متعلقہ ڈسٹرکٹ آفیسر (ریونیو) مقرر کرتی ہے اور اس سلسلہ میں متعلقہ علاقہ / موضع کا یک سالہ اوسط اور ارد گرد کے مارکیٹ ریٹ کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔ مزید برآں جو ریٹ ڈسٹرکٹ کلکٹر سیکشن A۔27 سٹیمپ ایکٹ 1899 کے تحت مقرر کرتا ہے اس کو بھی مدنظر رکھا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں صوبائی سطح پر بھی کمیٹی تشکیل شدہ ہے جو کہ بعد ازاں ڈسٹرکٹ پرائس اسیسمنٹ کمیٹی کے منظور کردہ ریٹ کو زیر غور لاتی ہے اور ان ریٹس میں کمی وبیشی کا اختیار رکھتی ہے۔

نائب تحصیلداروں کی ضلع وار منظور شدہ اسامیوں کی تعداد وتفصیل

*6543: جناب خالد جاوید اصغر گھرال: کیا وزیر مال وکالونیز ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) صوبہ کے ہر ضلع میں نائب تحصیلداروں کی کتنی اسامیاں منظور شدہ ہیں؟

(ب) ان میں سے کتنی اسامیوں پر بھرتی کی جاچکی ہے اور کتنی ابھی تک خالی ہیں، خالی اسامیاں پُر نہ کرنے کی وجوہات کیا ہیں اور کب تک پُر کر لی جائیں گی؟

وزیر مال وکالونیز (حاجی محمد اسحاق):

(الف) صوبہ کے ہر ضلع میں نائب تحصیلداروں کی منظور شدہ اسامیوں کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) صوبہ کے تمام اضلاع میں نائب تحصیلداروں کی خالی اسامیوں پر تقرری ہو چکی ہے تاہم بقیہ اسامیوں کی ضلع وار تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

ضلع خانیوال، بے زمین کاشتکاروں کو سرکاری زمین الاٹ کرنے کی تفصیلات

*6549: جناب محمد یار ہراج: کیا وزیر مال وکالونیز ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) سال 2008 سے آج تک ضلع خانیوال میں کتنے بے زمین کاشتکاروں کو سرکاری زمین الاٹ کی گئی، اس ضمن میں حکومت کی پالیسی کیا ہے تفصیل بتائی جائے؟

(ب) کیا حکومت نے اس مقصد کے لئے کوئی زمین مختص کی ہے اگر ہاں تو کتنی؟

وزیر مال وکالونیز(حاجی محمد اسحاق):

(الف) 5سالہ اور1سالہ سکیم کے تحت درج ذیل زمین مختص کی ہے:۔

(1) پانچ سالہ: رقبہ2732ایکڑ

(2) ایک سالہ: رقبہ2337ایکڑ

(ب) حکومت پنجاب نے پانچ سالہ عارضی کاشت کے لئے2732ایکڑ رقبہ مختص کیا ہے اور ایک سالہ عارضی کاشت کے لئے2337ایکڑ سرکاری رقبہ مختص کیا ہے۔اس رقبہ کی الاٹمنٹ 30۔جون2010تک مکمل کرلی جائے گی۔

ضلع سرگودھا-اشٹام فروشوں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*6580: محترمہ زوبیہ رباب ملک: کیاوزیر مال وکالونیزازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:–

(الف) ضلع سرگودھا میں کتنے اشٹام فروش ہیں؟

(ب) سال2008اور2009کے دوران ضلع ہذا میں کتنی مالیت کے اشٹام فراہم کئے گئے؟

(ج) اس وقت اس ضلع میں اشٹام فروشی کے لائسنس کے حصول کے لئے کتنی درخواستیں pendingہیں؟

(د) اشٹام فروشی کا لائسنس جاری کرنے کا طریق کار نیز مجاز اتھارٹی کون ہے؟

وزیر مال وکالونیز(حاجی محمد اسحاق):

(الف) بمطابق ڈسٹرکٹ آفیسر ریونیو ضلع سرگودھا میں اشٹام فروشوں کی تعداد264ہے۔

(ب) ڈسٹرکٹ اکاؤنٹس آفیسر سرگودھا کی رپورٹ کے مطابق ضلع سرگودھا میں درج ذیل مالیت کے اشٹام سال2008اور2009کے دوران فراہم کئے گئے:۔

سال	قسم اشٹام	مالیت
2008	نان جوڈیشل	11,33,06,150/-
2009	نان جوڈیشل	9,81,00,100/-
2008	کورٹ فیس	1,35,57,200/-
2009	کورٹ فیس	1,06,12,075/-

(ج) ضلع سرگودھا میں اشٹام فروشی کے لائسنس کے حصول کے لئے33درخواستیں pending ہیں۔

(د) ضلع کلکٹرز صاحبان پنجاب سٹمپ رولز1934 کے تحت پڑھے لکھے لوگوں کو اپنی صوابدید کے مطابق اشٹام فروشی کا لائسنس جاری کرنے کے مجاز ہیں۔

ضلع حافظ آباد سرکاری اراضی کی تفصیلات

*6628: چودھری محمد اسد اللہ: کیا وزیر مال و کالونیز از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ضلع حافظ آباد میں تقریباً12709 کنال سرکاری اراضی ہے جس میں صوبائی حکومت (متروکہ)6881 کنال، صوبائی حکومت2716 کنال اور نزول لینڈ3112 کنال ہے؟

(ب) اگر جواب اثبات میں ہے تو مذکورہ زمین کس کس جگہ ہے، تفصیل بیان کی جائے؟

وزیر مال و کالونیز (حاجی محمد اسحاق):

(الف) بمطابق رپورٹ ازاں ڈی او آر حافظ آباد میں12701 کنال6مرلے سرکاری اراضی ہے۔ جس میں صوبائی حکومت (متروکہ)6209 کنال، صوبائی حکومت 2687 کنال6مرلے اور نزول لینڈ3112 کنال ہے۔

(ب)

1۔ تحصیل حافظ آباد (متروکہ)3169 کنال

2۔ تحصیل پنڈی بھٹیاں نزول لینڈ3112 کنال

صوبائی حکومت2687 کنال6مرلے اور متروکہ3733 کنال ہے۔

رحیم یار خان، غیر قانونی الاٹمنٹس و ناجائز قابضین کی تفصیلات

*6845: محترمہ مائزہ حمید: کیا وزیر مال و کالونیز از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) سب رجسٹرار ریونیو رحیم یار خان نے گزشتہ دو سال کے دوران کتنی غیر قانونی الاٹ منٹس کینسل کیں اور اس میں شامل کتنے اہلکاران کے خلاف کارروائی اور ان کو کیا کیا سزائیں دی گئیں ان اہلکاران کے نام وعہدہ، گریڈ سے آگاہ کریں؟

(ب) سب رجسٹرار ریونیو نے محکمہ کی کتنی اراضی کو ناجائز قابضین سے واگزار کروایا قابضین کے نام و موضع جات کی تفصیل سے ایوان کو آگاہ کریں؟

(ج) محکمہ کی کتنی اراضی ابھی تک قابضین کے کنٹرول میں ہے اس کو کب تک مذکورہ آفیسر واگزار کروالیں گے ؟

وزیر مال وکالونیز(حاجی محمد اسحاق):

(الف) بمطابق رپورٹ ڈسٹرکٹ آفیسر ریونیو رحیم یار خان یہ سب رجسٹرار کو الاٹمنٹ کا اختیار نہ ہے۔(تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے)

(ب) ضلع ہذا کی تحصیل رحیم یار خان میں 8416 کنال اراضی پر ناجائز قابضین عرصہ دراز سے رہائشی مکانات تعمیر کرکے رہائش پذیر ہیں۔ تفصیل(الف)ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ تحصیل خان پور میں 176 کنال پر پاکستان رینجرز کا قبضہ ہے۔ان ناجائز قابضین کے خلاف کارروائی ضابطہ زیر دفعہ 34/32 کالونی ایکٹ 1912 کی جارہی ہے۔اس قدر کثیر تعداد میں رہائشی بستیوں کے مکینوں کو بے دخل نہ کیا جاسکتا ہے۔فوری بے دخلی کی صورت میں Law & order کا مسئلہ پیش آسکتا ہے۔کمشنر بہاولپور نے اعلیٰ فوجی حکام سے اس سلسلہ میں رابطہ کیا ہے اور بورڈ آف ریونیو نے بھی متحرک کیا ہے۔

(ج) ضلع ہذا کی تحصیل رحیم یار خان میں 8416 کنال اراضی پر ناجائز قابضین عرصہ دراز سے رہائشی مکانات تعمیر کرکے رہائش پذیر ہیں۔ تفصیل(الف)ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ تحصیل خان پور میں 176 کنال پر پاکستان رینجرز کا قبضہ ہے۔ان ناجائز قابضین کے خلاف کارروائی ضابطہ زیر دفعہ 34/32 کالونی ایکٹ 1912 کی جارہی ہے۔اس قدر کثیر تعداد میں رہائشی بستیوں کے مکینوں کو بے دخل نہ کیا جاسکتا ہے۔فوری بے دخلی کی صورت میں Law & order کا مسئلہ پیش آسکتا ہے۔ تحصیل صادق آباد ، لیاقت پور میں کوئی رقبہ سرکار زیر ناجائز قبضہ نہ ہے۔

ضلع رحیم یار خان،پٹاجات پر دی گئی اراضی کی تفصیلات

*6847: محترمہ مائزہ حمید: کیا وزیر مال وکالونیز از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) ضلع رحیم یار خان میں محکمہ کالونیز کی کتنی اراضی ہے ؟

(ب) مذکورہ ضلع کے کالونی چکوک میں کتنی اراضی گزشتہ پانچ سال میں پٹاجات پر دی گئی، اب تک کل کتنے پٹاجات جاری ہو چکے ہیں؟

(ج) کن کن سکیموں میں کتنے کتنے پٹہ جات جاری کئے گئے اور کتنے ابھی بقایا ہیں، ان کی تفصیل سے ایوان کو آگاہ کریں؟

وزیر مال و کالونیز (حاجی محمد اسحاق):

(الف) ضلع رحیم یار خان میں کل 8161827-00 کنال ملکیتی اراضی ہے جس میں سے بیشتر اراضی پر بستیاں بنی ہوئی ہیں اور تحصیل خان پور میں سرکار منتشر ٹکڑا جات پر مشتمل ہے جو ناقابل الاٹمنٹ ہے۔

(ب) ضلع ہذا میں 1126 لاٹ ہائے برقبہ 09-02-12265 ایکڑ اراضی سرکار پانچ سالہ مستاجری سکیم کے شیڈول میں مختص کی گئی جس میں سے 226 لاٹ ہائے پر مستحق افراد نے بولی دے کر کامیابی حاصل کی۔ اسی طرح 264 لاٹ ہائے برقبہ 13-07-3381 ایکڑ زرعی گریجویٹس میں تقسیم کرنے کے لئے شیڈول میں مختص کی گئی جس سے 259 لاٹ ہائے کو جلسہ عام میں زرعی گریجویٹس کی موجودگی میں بذریعہ قرعہ اندازی تقسیم کی گئی ہیں۔ دیگر کارروائی دخل قبضہ وغیرہ جاری ہے۔

(ج)

نام سکیم	تعداد پٹہ جاری شدہ	تعداد بقایا
آبادکاری سکیم	15711	8067
نیلام سکیم	6831	5058
صادق آباد چھاؤنی سکیم	181	54
نمبرداری سکیم	130	17
آرمی ویلفیئر سکیم	388	794
عارضی کاشت سکیم	1291	319
وزیراعلیٰ سکیم	1	1059
میزان	24533	15368

پارلیمانی سیکرٹری برائے ترقی خواتین (محترمہ صغیرہ اسلام): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

پوائنٹ آف آرڈر

خواتین ممبران اسمبلی کو حکومتی اعلان کے مطابق ترقیاتی فنڈز کے اجراء کا مطالبہ

پارلیمانی سیکرٹری برائے ترقی خواتین (محترمہ صغیرہ اسلام): شکریہ۔ جناب سپیکر! پچھلے تین سال سے کئی بار اس Floor پر میں آپ کی اور اس ایوان میں بیٹھے ہوئے سارے وزراء کی توجہ اس بات کی طرف دلا چکی ہوں کہ خواتین کو ترقیاتی فنڈز نہیں دیئے جاتے۔ آپ نے سمجھا ہو گا کہ شاید تین سالوں میں یہ بات بھول گئی ہوں لیکن رانا ثناء اللہ صاحب سے مجھے دکھ کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ وہ کھڑے ہو کر کہتے ہیں کہ "وہ ہو گیا ہے"۔ ہمیں کہا گیا کہ پہلے فنڈز میں سے باقی سارے ختم ہو گئے ہیں اور آپ کو بیس، بیس لاکھ لاکھ روپے دیئے جائیں گے۔ اگلی سکیمیں بھی لے لی گئیں مگر فنڈز release نہیں ہو سکے، کہا گیا کہ وہ lapse ہو گئے ہیں جو کہ انتہائی افسوس کی بات ہے۔ خواتین اس معزز ایوان کا ایک حصہ ہیں لیکن ہمیں ہر چیز میں کیوں نظر انداز کیا جاتا ہے؟

جناب سپیکر: یقیناً میرے لئے بہت معزز ہیں۔ جی، رانا صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے ترقی خواتین (محترمہ صغیرہ اسلام): جناب سپیکر! مجھے رانا ثناء اللہ صاحب کی کسی بات پر یقین نہیں ہے۔

جناب سپیکر: نہیں، نہیں۔ آپ ایسے نہ کہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ترقی خواتین (محترمہ صغیرہ اسلام): وہ لگاتار تین سالوں سے وعدے کرتے اور جھوٹ کا سہارا لیتے رہے ہیں۔ انہوں نے اس Floor پر کھڑے ہو کر آج تک کبھی کوئی سچا وعدہ کیا ہی نہیں ہے۔

جناب سپیکر: نہیں، ایسے نہیں۔ آپ تشریف رکھیں اور مجھے ان کی بات سننے دیں کیونکہ مجھے آپ کی بات کا جواب تو کسی سے لینا ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! پہلی گزارش تو یہ ہے کہ محترمہ صغیرہ اسلام صاحبہ میری بہن ہیں اور میرے لئے باعث عزت بھی ہیں لیکن میں یہ ضرور عرض کروں گا کہ انہوں نے کہا کہ "انہوں نے سچا وعدہ نہیں کیا"۔ وہ اس بات کو پوری طرح سے inquire کریں کیونکہ میں نے کبھی وعدہ ہی نہیں کیا۔ سچا یا جھوٹا ہونے کی بات تب ہو گی جب میں وعدہ کروں گا۔ معاملہ یہ ہے کہ development funds جو ہیں، اگر کل کو یہ معزز ہاؤس اس کا فیصلہ otherwise کر دے تو اس میں

کسی کو بھی کوئی اعتراض نہیں ہو گا لیکن Financial Rules and Regulations کے مطابق development fund کسی بھی ممبر کا استحقاق نہیں ہے۔ کسی ممبر کو پیسے نہیں دیئے جاتے کہ یہ آپ کے پیسے ہیں اور آپ جہاں چاہیں خرچ کر لیں۔ ہر ممبر کو اپنے حلقے میں ترقیاتی سکیموں کو identify کرنے کا حق ہے۔ مجھے یہ حق تو ہے کہ میرے حلقے میں اگر دس سڑکیں بننے والی ہیں تو میں ان کی priority list بنا کر دے دوں۔ ممبران اپنے حلقوں میں سکیمیں identify کرتے ہیں۔ خواتین کے بارے میں معاملہ یہ ہے کہ ان کا اس طرح سے کوئی specific حلقہ نہیں ہے۔ پہلے یہ ہوتا رہا ہے کہ تمام خواتین سے signatures کروالئے اور فنڈز ایک ضلع میں لگ گئے۔ یہاں بھی پہلے سال یہ ہوا کہ جب خواتین کو کچھ فنڈز دیئے گئے تو کسی خاتون کو آپ نے کہہ دیا، کسی کو میں نے request کر دی تو فنڈز کسی ایک ہی حلقے میں لگ گئے اور باقی حلقے والوں کو شکایت پیدا ہوئی۔ اس مسئلے کے حل کے لئے وزیراعلیٰ پنجاب نے ایک کمیٹی بنائی ہوئی ہے میں محترمہ سے بھی کہوں گا کہ یہ اُس میٹنگ میں ضرور جائیں اور وہاں بیٹھ کر اس کا کوئی ایسا حل نکالیں جو قابل عمل ہو۔ اس پر حکومت عمل کرنے کے لئے تیار ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ترقی خواتین (محترمہ صغیرہ اسلام): جناب سپیکر! تین سال سے یہ کمیٹی کمیٹی کا رونا رویا جا رہا ہے، وہ کون سی کمیٹی ہے، کہاں بنی ہے اور اس نے ابھی تک کیا فیصلہ کیا ہے؟ مجھے یہ سمجھ نہیں آ رہی ہے کہ خواتین نے ترقیاتی فنڈز کسی حلقے میں ہی لگانے ہیں، اپنی ذات پر تو نہیں لگانے۔

جناب سپیکر: دیکھیں، آپ اس بات پر غور کریں کہ ترقیاتی فنڈز کسی معزز ممبر کے سپرد نہیں کئے جاتے بلکہ ان کی سکیمیں لی جاتی ہیں۔ آپ سکیمیں بنا کر لائیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ترقی خواتین (محترمہ صغیرہ اسلام): جناب سپیکر! سکیمیں دی جا چکی ہیں، اس پر کام شروع بھی ہو گیا تھا لیکن ان کے لئے فنڈز release نہیں ہوئے۔ میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ وہ فنڈز release کیوں نہیں ہوئے؟

جناب سپیکر: راناصاحب! ان کے فنڈز release کروائیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ترقی خواتین (محترمہ صغیرہ اسلام): جناب سپیکر! میں نے اس سے اپنا گھر نہیں بنوانا، میرا گھر نہیں بنے گا بلکہ وہ میری قبر بن جائے گی۔ رانا ثناء اللہ صاحب بہتر جانتے ہیں کہ ترقیاتی فنڈز عوام کی بہتری کے لئے دیئے جاتے ہیں تاکہ عوام کو سہولتیں میسر آ سکیں۔ ہم نے سکیمیں

جمع کرائی تھیں، کچھ شروع ہوئیں لیکن ان کے فنڈز روک دیئے گئے اور کہہ دیا گیا کہ وہ فنڈز laps ہو گئے ہیں۔ وہ فنڈز laps نہیں ہوئے، وہ فنڈز کیوں روکے گئے ہیں، ہمارے ساتھ یہ زیادتی ہوتی جارہی ہے اور ہر دفعہ کہا جاتا ہے کہ خواتین کے سلسلے میں کمیٹی بن گئی ہے کیا خواتین کو اتنا شعور نہیں ہے کہ انہیں یہ نہ پتا ہو کہ یہ فنڈز کہاں لگانے ہیں؟

جناب سپیکر: محترمہ! آپ سکیمیں دیں اور اس کی کاپی یہاں بھجوائیں، پھر ہم اس کو دیکھتے ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ترقی خواتین (محترمہ صغیرہ اسلام): جناب سپیکر! جب دوسرے صوبوں میں خواتین کو مردوں کے برابر ترقیاتی فنڈز دیئے جاتے ہیں تو پنجاب میں خواتین کے ساتھ یہ زیادتی کیوں کی جاتی ہے؟ نیشنل اسمبلی میں دیئے جاتے ہیں، سندھ اسمبلی میں دیئے جاتے ہیں، بلوچستان، سرحد اور تمام اسمبلیوں میں خواتین کو مردوں کے برابر سکیمیں دی جاتی ہیں۔ صرف پنجاب میں بار بار کمیٹی بنائی جاتی ہے، ویسے تو یہ بڑا کہتے ہیں کہ گورنمنٹ کی بہت efficiency ہے، یہ کیا efficiency ہے کہ کمیٹی تین سالوں میں یہ فیصلہ نہیں کر سکی کہ خواتین کو کیسے فنڈز دیئے جانے ہیں؟

جناب سپیکر: محترمہ! آپ تشریف رکھیں، آپ کی بات سن لی ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ترقی خواتین (محترمہ صغیرہ اسلام): جناب سپیکر! اس کا حل بتایا جائے۔

جناب سپیکر: اس کا حل بتاتے ہیں پہلے آپ اپنی سکیمیں تو لائیں۔ لاء منسٹر صاحب! جو سکیمیں انہوں نے دی ہوئی ہیں ان کے فنڈز روکے ہوئے ہیں لہذا انہیں جلد چالو کروائیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ محترمہ مجھے اپنا حلقہ بتادیں، وہ حلقہ جو کسی اور کا نہ ہو۔ یہ وہاں کے لئے سکیمیں دیں میں اُن پر implementation کروا دیتا ہوں۔

معزز خواتین ممبران: سارا پنجاب ہمارا حلقہ ہے، پورا پنجاب ہمارا حلقہ ہے۔۔۔

جناب سپیکر: لاء منسٹر صاحب! سارا پنجاب ان کا حلقہ ہے۔ (شور وغل)

(اس مرحلہ پر تمام معزز خواتین ممبران اپنی اپنی نشستوں سے کھڑی ہو گئیں)

آپ ان کی بات سنیں۔ آرڈر پلیز، آرڈر پلیز۔۔ (شور وغل)

میری بات تو سنیں۔ آرڈر پلیز، آرڈر پلیز۔۔۔

معزز خواتین ممبران: لاء منسٹر اپنے الفاظ واپس لیں، یہ اپنے الفاظ واپس لیں۔۔۔

جناب سپیکر: آپ کیا کر رہے ہیں؟ میری بات سنیں۔۔ (شور وغل)

معزز ممبران حزب اختلاف: ظلم کے ضابطے، ہم نہیں مانتے۔ ظلم کے ضابطے، ہم نہیں مانتے۔۔۔

سید حسن مرتضیٰ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! آئے دن ہاؤس میں یہ شور شرابا ہوتا ہے۔ یہ ہماری بہنیں ہیں اگر انہیں فنڈز نہیں دینے تو کم از کم گورنمنٹ ان کو صاف کہہ دے کہ ہم نے آپ کو consider نہیں کرنا۔ یہاں ہر روز یہ لین دین ہو رہا ہوتا ہے۔ آپ ایک کمیٹی بنا دیں جس میں رانا صاحب نہ ہوں تاکہ وہ کمیٹی خواتین کے لئے کوئی فیصلہ کر دے اور یہ کوئی طریقہ نہیں ہے کہ ہر روز اس طرح ہو۔

جناب سپیکر: نہیں، کمیٹی نہیں بنے گی۔ گورنمنٹ اس سلسلے میں assurance دے گی۔

وزیر بہبود آبادی (محترمہ نیلم جبار): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ نیلم جبار! باقی خواتین تشریف رکھیں اور اُن کی بات سنیں۔ (شور وغل)

وزیر بہبود آبادی (محترمہ نیلم جبار): جناب سپیکر! اس ایوان میں جتنی بھی خواتین موجود ہیں، چاہے وہ میری بہنیں reserved seats پر آئی ہیں لیکن میں سمجھتی ہوں کہ ان تمام کی اپنی اپنی پارٹی کے لئے ایک struggle ہے، وہ ان struggles اور processes سے گزر کر یہاں تک پہنچی ہیں۔ میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ جس طرح سے ہم لوگ elect ہو کر آتے ہیں اُسی طرح سے یہ بھی اپنی اپنی پارٹی میں محنت کر کے اس مقام تک پہنچتی ہیں۔ یقیناً عوام ان سے بھی expectations رکھتے ہیں تو میں یہ سمجھتی ہوں کہ ان کو ان کے حقوق اور فنڈز برابر کے ملنے چاہئیں تاکہ یہ اسی پر compensate کر سکیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں اپنی بہنوں سے درخواست کرتا ہوں کہ ان کی جمہوریت کی خاطر کوششیں اور کاوشیں ہیں، ہم ان کو سلام پیش کرتے ہیں۔ میں اپنے حلقہ بھکر کی جانب سے ان کو offer کرتا ہوں کہ میں نے جو اپنے حلقہ میں ڈویلپمنٹ دی ہے تو ان میں کوئی میری بہن آکر میری طرف سے اس کا افتتاح کر دے تو میں حاضر ہوں۔ (شور وغل)

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! بات آپ کے قابو نہیں آئے گی، آپ کیا کر رہے ہیں؟ (شور وغل)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: پلیز! بات سنیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں اپنی بہنوں سے یہ کہوں گا کہ وہ ذرا توجہ فرمائیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: پلیز۔ آرڈر، آرڈر۔

(اس مرحلہ پر کچھ معزز خواتین ممبران حزب اختلاف اور پیپلز پارٹی ایوان سے واک آؤٹ کر کے باہر تشریف لے گئیں)

جناب سپیکر: جی، ان کو واپس بلا کر لائیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں اپنی بہنوں کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ وہ تشریف رکھیں اور میری بات سنیں۔ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ جہاں تک ہماری ان بہنوں کے سیاسی کردار کا معاملہ ہے، جہاں تک ان کی اپنی پارٹی کے لئے دی جانی والی قربانیوں کا معاملہ ہے تو اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ انہوں نے اپنی پارٹیوں کے لئے بہتر کام کیا اور انہوں نے اپنی پارٹیوں کے لئے struggles کیں تو اسی بنیاد پر پارٹیوں نے ان کو reserved seats پر نامزد کیا۔ اس پر تو کوئی دوسری رائے نہیں ہے لیکن جہاں تک ترقیاتی کاموں اور سکیموں کے identify کرنے کا معاملہ ہے۔ یہ انہوں نے بہت درست بات کی ہے کہ پورا پنجاب ہمارا حلقہ ہے تو اس میں تنازعہ اس وقت پیدا ہوتا ہے کہ جس وقت مثال کے طور پر میرے حلقہ میں اگر دس سکیمیں دے دیں، جناب ندیم کامران صاحب کے حلقہ میں ایک سکیم دے دیں اور رانا ارشد صاحب کے حلقہ میں کوئی سکیم ہی نہ دیں تو اس سے پھر الجھاؤ پیدا ہوتا ہے۔ اگر یہ ہماری بہنیں بیٹھ کر کوئی اس کا ایسا طریق کار نکال لیں کہ جس کی بنیاد پر پورا پنجاب ان کا حلقہ ہے اور وہ پورے پنجاب میں مساویانہ طور پر اپنا فنڈز خرچ کریں تو اس میں، میں سمجھتا ہوں کہ کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ وزیر اعلیٰ پنجاب اس معاملہ کا حل چاہتے ہیں لیکن اس بارے میں، میں سمجھتا ہوں کہ مطالبات کرنے یا احتجاج کرنے کی بجائے اس کا کوئی ایسا قابل عمل حل نکالیں کہ جس پر ساری ممبران متفق ہوں تو میرا خیال ہے کہ ہاؤس اور حکومت میں بھی کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ یہاں مسئلہ صرف یہ ہے کہ اگر یہ سکیمیں پورے پنجاب میں مثال کے طور پر اس

انداز سے identify کریں تو یہاں پر اگر باقی ترقیاتی کام ہو رہے ہیں تو ان کے کہنے پر ترقیاتی کام کرنے پر کسی کو اعتراض نہیں ہو گا۔

جناب سپیکر: جی، اچھی بات ہے۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ ساجدہ میر صاحبہ!

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! میں یہ بات کرنا چاہتی ہوں کہ میری اور طلعت یعقوب صاحبہ کی پچھلے تین سالوں کی سکیمیں جو کہ لاہور کی تھیں کسی دوسرے ضلع کی سکیمیں نہیں تھیں ان کے ابھی تک فنڈز ریلیز نہیں کئے گئے۔ میرا بھی تعلق لاہور سے ہے اور طلعت یعقوب کا تعلق بھی لاہور سے ہے اور میں ان کی بات سننے کے لئے یہاں بیٹھی ہوں، باقی بائیکاٹ کر کے گئی ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ چلیں اگر یہ ہمیں فنڈز نہیں دیتے اور اگر ہم کسی کے حلقہ میں جا کر دخل اندازی کرتی ہیں، ہم کوئی Computer Centres بنا دیں، کوئی دستکاری سکول بنا دیں اور کوئی اور کام کریں تو اس کے لئے ہمیں فنڈز ریلیز کر دیں۔ ہم کام کرنے کے لئے آئی ہیں اور کام کر کے بھی دکھا رہی ہیں، ایسی کوئی بات نہیں۔

جناب سپیکر: ایسا ضرور ہو گا۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! ایسی کوئی بات نہیں کہ تین سالوں میں ہم گونگے بہرے بن کر نہیں بیٹھے ہوئے۔ دیکھیں کہ چار چار کروڑ روپے مردوں کو ملتے ہیں، آج تک ان کو دس دس کروڑ روپے کے فنڈز مل گئے ہیں اور ہمارے 80 لاکھ روپے کے فنڈز ابھی تک تین سالوں میں ریلیز نہیں ہوئے تو بتائیں کہ ہم کیا کریں؟ لوگ ہمارے دروازے توڑ رہے ہیں کہ پتا نہیں ہے وہ کرپشن کر رہی ہیں، پیسے کھا رہی ہیں اور ہماری گلیاں بھی نہیں بنیں۔ میں یقین سے کہتی ہوں کہ داتا دربار کے پاس میں نے ایک گلی بنانے کے لئے سکیم دی، وہاں پر گلی میں ایک عورت گر گئی، اس کا اتنا نقصان ہوا کیونکہ وہ pregnant woman تھی، ان لوگوں نے مجھے بددعائیں، گالیاں بھی دیں۔

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: جناب سپیکر! فیصل آباد کی بات تو کوئی نہیں کرتا۔۔۔

جناب سپیکر: جی، ابھی فیصل آباد کی بات ہو گی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! تشریف رکھیں۔ ڈار صاحبہ کو بات کرنے دیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں نے ڈار صاحبہ کی بات سن لی ہے۔

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: جناب سپیکر! فیصل آباد میں ہمارے محلے کی گلیوں میں بارش اور سیوریج کے پانی سے گڑھے پڑے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے لوگ ان کو پتھر تو نہیں مارتے وہ ہمیں مارتے ہیں عورت بے چاری قابو آجاتی ہے اور مرد تو دوڑ جاتے ہیں۔ میں اپنے علاقے کے لئے فنڈز مانگتی ہوں، ہمیں کوئی فنڈز تو نہیں دیا جاتا اور کاغذوں میں درج کر دیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر: جی، آپ سنیں تو سہی، ابھی ہم اس کا اچھا حل نکالتے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! محترمہ ڈار صاحبہ نے جو اپنی گلیوں کی بات کی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس کے قصور وار خواجہ اسلام صاحب ہیں۔ ان کو پورے فنڈز ملے ہیں اور اگر انہوں نے اپنے حلقہ میں وہاں ان گلیوں پر توجہ نہیں دی جہاں محترمہ ڈار صاحبہ کی گلیاں ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے بڑی زیادتی کی ہے۔

جناب سپیکر! اس میں معاملہ یہ ہے کہ محترمہ ساجدہ میر صاحبہ نے بھی بات کی ہے کہ Computer Laboratories پر فنڈز خرچ کئے جائیں تو میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ تمام بہنیں متفقہ طور پر کوئی ایسی سکیم جیسے یہ Computer Laboratories کا کہا گیا ہے تمام یعنی پورے پنجاب کے سکولوں میں کمپیوٹر لیب دی گئی ہیں تو یہ ساری اکٹھی ہو کر کہیں کہ ہمارے فنڈز ان دو یا چار سکیموں میں جو کہ پورے پنجاب پر محیط ہیں وہاں پر خرچ کر دیئے جائیں تو میں سمجھتا ہوں کہ حکومت کو بھی اور وزیر اعلیٰ پنجاب کو بھی کوئی اعتراض نہیں ہو گا لیکن اس میں ایسی مثالیں موجود ہیں کہ بعد میں ہماری ان بہنوں کو pressurize کر کے یا over mode کر کے یعنی تمام سے sign کروا کر ایک ایک ضلع میں یعنی پچھلے پانچ سال کے فنڈز آپ نکلوا کر دیکھ لیں کہ تمام خواتین کے فنڈز کہاں پر خرچ ہوئے ہیں، اگر انہوں نے ایک بھی سکیم اپنی مرضی سے ان پانچ سالوں میں دی ہو تو میں اس کا حساب دینے کو تیار ہوں۔ معاملہ یہ ہے کہ اگر اسی طرح سے ہونا ہے تو ان کا فنڈز واقعی پھر اسی انداز سے خرچ ہو کہ پورا پنجاب ان کا حلقہ ہے۔ اس معاملہ میں آپ ان خواتین کی تین یا پانچ رکنی کمیٹی بنا دیں اور وہ کمیٹی recommendations دے اور ان recommendations پر بالکل on the floor of the House وعدہ کرتا ہوں کہ اس میں جو یہ کوئی practicable تجویز دیں تو اس پر گورنمنٹ عمل کرے گی اور اسے منظور کرے گی۔

محترمہ فوزیہ بہرام: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ فوزیہ بہرام صاحبہ!

محترمہ فوزیہ بہرام: جناب سپیکر! میں ہمیشہ اس ہاؤس میں جنرل الیکشن جیت کر آتی ہوں اور اس دفعہ میں نے national election Loose کیا تو میرا حلقہ تو تبدیل نہیں ہو گیا، میرا حلقہ وہی ہے، میں نے وہیں پر سکیمیں دیں اور اس کے tenders بھی لگا دیئے لیکن آج تک پچھلے سالوں کی payments نہیں ہوئیں اور وہ ٹھیکیدار جنہوں نے وہ tenders لئے اور یہ کام مکمل کیا انہوں نے میرے گھر کے سامنے دھرنا دیا ہوا ہے۔ میں چاہوں گی کہ راناثناء اللہ صاحب کے گھر کا ایڈریس مجھے ملے تاکہ میں ان کو کہوں کہ راناثناء اللہ صاحب کے گھر کے سامنے دھرنا دیں۔ یہ کوئی طریقہ نہیں ہے کہ اب انہوں نے ہم سے کہا ہے کہ جو پچھلے فنڈز ہیں تو اگر وہ فنڈز نہیں ملے تو اب آپ کو جو 80 لاکھ روپے دے رہے ہیں اس سے آپ کے پچھلے فنڈز کی سکیمیں ہیں وہ پہلے دے دیں۔ رانا صاحب اس طرح نہیں ہے، 1990 کی اسمبلی میں، میں یہاں پر 248 مردوں میں صرف ایک تنہا عورت تھی کسی مرد نے اٹھ کر مجھے support کیا اور نہ کسی male member نے کہا کہ فوزیہ کو وزیر بنایا جائے۔ یہ خواتین کے لئے بہت سخت تنگ نظری رکھتے ہیں۔ میں آج زندگی میں پہلی دفعہ مخصوص سیٹ پر آ کر اس بات کا اندازہ کر چکی ہوں۔ اگر میں نے وہاں سے election Loose کیا ہے تو کیا ہوا؟ میرا وہ حلقہ ہے، میرے پاس وہاں پر صوبائی حلقہ بھی ہے، اس وقت بھی ایک ایم این اے میری niece ہے اور ہم دونوں پیپلز پارٹی کی طرف سے ہیں۔ راناثناء اللہ صاحب اس وقت بھی بہت زیادہ خواتین کے حق میں بولتے تھے جب وہ (ن) لیگ میں نہ تھے۔ میں (ن) لیگ میں تھی اور وہ پیپلز پارٹی میں تھے، میں چاہتی ہوں کہ آج پارٹیوں سے قطع نظر ہو کر یہ بات دیکھیں کہ خواتین کے جو فنڈز ہیں چاہے وہ جہاں مرضی سکیمیں بنائیں، پورے حلقہ میں یا پورے صوبہ میں یہ ان کا حق ہے اور یہ قانونی حق ہے۔ یہ نہیں کہ laboratories بنا لی جائیں اگر مجھے میرے حلقہ والے کہیں کہ تم سڑک بناؤ تو میں laboratories کس لئے بناؤں؟ میں نے آئندہ الیکشن نہیں لڑنا، میں نے کیا الیکشن ہمیشہ Loose کرنا ہے اور جیتنا نہیں ہے؟ میں ہمیشہ الیکشن جیتی ہوں۔ کل کھوسہ صاحب جو وزیر ہیں انہوں نے کہا ہے۔۔۔

جناب سپیکر: محترمہ! سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب کا پورا نام لیں۔

محترمہ فوزیہ بہرام: جناب سپیکر! سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب کے جو بیٹے ہیں انہوں نے مجھے کہا ہے کہ پچھلی سکیموں کا لکھ دیں۔ میں نے پچھلی سکیموں کا بھی لکھ کر دیا ہے، ایک مہینہ ہو گیا ہے میں نے کہا کہ پچھلی سکیموں کے پیسے دے دیئے جائیں لیکن نہیں دیئے جاتے۔ رانا صاحب! یہ انتہائی تنگ نظری ہے، یہ بات آئین کے خلاف ہے۔ جب خواتین کو use کرنا ہو تو انہیں جلسے جلوسوں میں use کیا جائے، جب ان کے ووٹ لینے ہوں تو ووٹ لئے جائیں اور جب وہ یہاں آ کر نمائندگی کریں تو ان سے تضحیک آمیز روّیہ رکھا جائے۔ حیف ہے، میں کہتی ہوں حیف ہے اس روّیے پر، اس سیاست پر جو یہاں خواتین کے ساتھ ہو رہی ہے۔ میں نے زندگی میں پہلی مرتبہ دیکھا ہے کہ اس سیٹ پر خاتون کی کتنی بے عزتی ہوتی ہے اور اس سیٹ پر بے عزتی کرنے والے یہ ہیں۔ آج آپ ruling دیں کہ اب خواتین کو یہ نہیں کہا جائے گا کہ ان کا حلقہ کون سا ہے، آج آپ ruling دیں کہ جس آئین کے مطابق ہم منتخب ہوئی ہیں، ہم جہاں مرضی سکیم دیں، کسی حلقے میں تین دیں، دو دیں یا نہ دیں اور جو ہم مناسب سمجھتی ہیں وہ کریں۔ آج یہ جو پھر 80 لاکھ روپے کا اعلان ہوا ہے، آج پھر میرے tenders اخبار میں لگ گئے ہیں اور مجھے صبح سے فون آ رہے ہیں کہ آپ کے tenders اخبار میں آ گئے ہیں۔ میں نے کہا کہ میں تو اس کے متعلق کچھ نہیں جانتی کہ کیا ہو گا، یہ payment بھی پچھلی payments کی طرح ملے گی یا نہیں؟ وہ لوگ بھوکے مر رہے ہیں جنہوں نے پچھلے tenders لئے اور میرے گھر کے آگے تماشا برپا رہتا ہے۔ یہ رانا صاحب کی بہت زیادتی ہے۔۔۔

جناب سپیکر: چلیں، محترمہ! اب آپ تشریف رکھیں۔

محترمہ فوزیہ بہرام: پلیز! رانا صاحب سے کہیں کہ وہ ہمارے فنڈز پر سانپ بن کر نہ بیٹھیں۔۔۔

جناب سپیکر: جی، اس بارے میں ہم بات کریں گے۔ میں نے آپ کی بات سُن لی۔ آپ کی بہت مہربانی۔ (قطع کلامیاں)

سینئر وزیر / وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، سینئر وزیر صاحب!

سینئر وزیر / وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): شکریہ۔ جناب سپیکر! ابھی میں آ رہا تھا تو سیڑھیوں پر خواتین احتجاج کر رہی تھیں۔ ابھی میرے آنے سے پہلے اسمبلی میں شاید کوئی بات ہوئی ہے۔ ایک تو میری یہ گزارش ہو گی کہ اُن خواتین کو واپس بلایا جائے۔

جناب سپیکر: میں نے تو بڑی دیر پہلے کہہ دیا تھا کہ ان کو واپس بلایا جائے۔

سینئر وزیر / وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! آپ کوئی کمیٹی مقرر کریں اور ان کو واپس بلائیں۔ دوسری بات میں یہ کرنا چاہ رہا تھا کہ ہم وزیر اعلیٰ پنجاب سے یہ گزارش ضرور کریں گے، پہلے بھی کی ہے اب بھی کریں گے کہ خواتین کو ہر صورت فنڈز ملنے چاہیئں۔

جناب سپیکر: میں اس بارے میں خواتین کی پانچ رُکنی کمیٹی بنانا چاہتا ہوں۔۔۔

سینئر وزیر / وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): نہیں۔ جناب سپیکر! اس میں کمیٹی کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ، میں، رانا ثناء اللہ صاحب اور سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب وزیر اعلیٰ سے میٹنگ کریں۔ یہ فنڈز وزیر اعلیٰ صاحب نے دینے ہیں، جب انہوں نے کہنا ہے کہ خواتین کو فنڈز دے دیں تو ان کو مل جائیں گے۔ وفاق میں وزیر اعظم صاحب نے کہا ہوا ہے کہ خواتین کو اتنے فنڈز ملیں اور ہر سال انہیں فنڈز مل رہے ہیں مگر پنجاب حکومت یہ فنڈز نہیں دے رہی۔ پچھلی حکومت نے بھی خواتین کو فنڈز دیئے تھے، یہ فنڈز دینے چاہیئں اور میں چاہتا ہوں کہ آپ اس میں اپنا role ادا کریں۔ ہم سب کو ایک ٹیم کی صورت میں، وفد کی صورت میں وزیر اعلیٰ صاحب سے مل کر ان کو اس بات پر آمادہ کرنا چاہئے کہ یہ فنڈز خواتین کو دیئے جانے چاہیئں۔ ہمیں کچھ ٹائم دے دیں۔ یہ وفد وزیر اعلیٰ صاحب کو ملے گا اور پھر اس ہاؤس میں رپورٹ پیش کرے گا۔

جناب سپیکر: آپ کتنے دِن لیں گے؟

سینئر وزیر / وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): انشاء اللہ ہم آپ کو چار دِنوں کے بعد رپورٹ پیش کر دیں گے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں اس بارے میں یہ عرض کروں گا کہ جہاں تک راجہ صاحب نے بات کی ہے بالکل مجھے، راجہ صاحب اور سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب کو وزیر اعلیٰ سے ملنے میں اور ان سے مطالبہ کرنے میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اس سے پہلے بھی ان سے کئی مرتبہ بات ہوئی ہے۔ میں on the floor of the House یہ کہتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف صاحب خواتین کو فنڈز دینا چاہتے ہیں، ان کی یہ خواہش ہے کہ خواتین کو فنڈز دیئے جائیں۔ اب اس میں جو مشکل پیدا ہوتی ہے اس کے لئے میں نے یہ عرض کیا تھا کہ آپ خواتین کی ایک کمیٹی بنا دیں، وزیر اعلیٰ سے ملنے کی بات تو تب ہے ناں جب وہ فنڈز دینا نہ چاہتے

ہوں، وہ تو فنڈز دینا چاہتے ہیں۔اس میں جو مسئلہ ہے اس کے لئے میں چاہتا ہوں کہ خواتین کی کمیٹی بنا دی جائے جو اس کا کوئی حل تجویز کرے۔ جیسے میری بہن محترمہ فوزیہ بہرام نے یہ بات کی ہے کہ میں نے loose election کیا اور اس کے بعد میں نے وہاں پر فنڈز دیئے۔ میرا حلقہ ہے اب جب ان کو فنڈز دیئے، انہوں نے سکیمیں identify کیں، اب انہوں نے loose کیا جو وہاں پر جیتا ہے اب اس کا پھر مسئلہ ہے وہ کہتے ہیں کہ میرا حلقہ ہے، یہ fix priority کرنا میرا right ہے، یہ جو problem آتا ہے اس کے حل کے لئے جیسے ساجدہ میر صاحبہ نے بات کی ہے اگر خواتین بیٹھ کر اس کا کوئی حل نکال لیں تو فنڈز دینے میں یا ان کے خرچ کرنے میں تو کسی کو کوئی انکار نہیں ہے۔اس میں مسئلہ یہ ہے کہ جب وہ کسی حلقے میں اپنی سکیموں کو identify کرتی ہیں تو وہاں پر گورنمنٹ کے لئے مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔

جناب سپیکر: میرا خیال ہے کہ ان کے groups بن جائیں گے اور کسی کام کے لئے مشترکہ طور پر دو دو، چار چار بہنیں مل کر کوئی اچھی سکیم دے دیں گی۔ان سے ایسے منصوبے لیں گے جن سے عوام کو اور خواتین کو بھی فائدہ پہنچے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جی، بالکل۔جناب سپیکر! آپ نیلم جبار صاحبہ جو خواتین کی منسٹر ہیں ان کی سربراہی میں ایک کمیٹی بنادیں وہ اس کی دو چار discuss proposals کریں۔اس کے function میں problem ہے اور اس میں کچھ نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ میری بہن فوزیہ بہرام نے جو بات کی ہے کہ تذلیل کا پہلو، دیکھیں یہ فنڈز کا معاملہ ہے، یہ ڈویلپمنٹ سکیموں کا معاملہ ہے اسے دوسرے ممبران اور آپ کے ساتھ بات چیت سے resolve کیا جا سکتا ہے لیکن اس بات پر اپنا مؤقف دینا یا آپ کی کسی بات سے اختلاف کرنے سے ہرگز یہ مراد نہیں ہے کہ میں سمجھوں یا آپ سمجھیں کہ اختلاف کرنے سے کسی کی تذلیل ہوئی ہے۔

جناب سپیکر: چلیں، میں بیٹھ کر اس کی کمیٹی بناؤں گا۔

محترمہ فوزیہ بہرام: جناب سپیکر! میں ایک سیکنڈ کے لئے بات کرنا چاہتی ہوں۔

جناب سپیکر: نہیں، محترمہ! آپ کی بات سُن لی ہے۔

محترمہ فوزیہ بہرام: جناب سپیکر! میں explain کرنا چاہوں گی۔۔۔

جناب سپیکر: سارے ہاؤس کا ٹائم ہے۔ پلیز! آپ کی مہربانی، تشریف رکھیں۔ راجہ صاحب! اپنی طرف سے کچھ صاحبان کو بھیجیں، ان بہنوں کو اندر لائیں اور ان بہنوں کو یہ بات بتادی جائے کہ ہم بیٹھ کر اس پر کمیٹی بنا رہے ہیں۔

سینئر وزیر / وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): نیلم جبار صاحبہ! آپ ذرا جا کر انہیں منا لائیں۔

محترمہ فوزیہ بہرام: جناب سپیکر! میں صرف یہ بات کہنا چاہتی ہوں کہ سب چاہتے ہیں کہ وہاں پر ڈویلپمنٹ سکیمیں بنیں۔ آج تک کسی کو اعتراض نہیں ہوا۔۔۔

جناب سپیکر: محترمہ! تشریف رکھیں۔ اب تحاریک استحقاق کا وقت شروع ہوتا ہے۔

رانا منور حسین المعروف رانا منور غوث خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

محترمہ غزالہ سعد رفیق: جناب سپیکر! میں ایک بات کرنا چاہتی ہوں۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ بیٹھیں۔ جی، رانا منور حسین صاحب!

رانا منور حسین المعروف رانا منور غوث خان: جناب سپیکر! بے حد شکریہ

محترمہ غزالہ سعد رفیق: جناب سپیکر! میں پہلے کھڑی ہوئی ہوں۔

جناب سپیکر: میں نے آپ کو پہلے نہیں دیکھا، میں نے ابھی آپ کی طرف دیکھا ہے۔ یہ تھوڑی دیر پہلے کھڑے ہوئے تھے میں نے ان کو کہا تھا کہ میں آپ کو floor دیتا ہوں۔ میں آپ کو بھی floor دوں گا۔ ابھی تشریف رکھیں۔ جی، رانا منور حسین صاحب!

رانا منور حسین المعروف رانا منور غوث خان: جناب سپیکر! میرے علم میں یہ بات آئی ہے کہ دیہاتوں میں جو Rural Health Centres بنائے گئے تھے ان کو ختم کیا جا رہا ہے اور ان کی جگہ پر mobile centres بنائے جا رہے ہیں۔ ہمارا تعلق سرگودھا سے ہے، میرے اپنے گاؤں میں BHU ہے جس میں کم از کم تین سو مریض ہر روز آتے ہیں۔ میرے حلقے میں تقریباً تیرہ BHUs ہیں جہاں پر مریض آتے ہیں، ڈاکٹروں سے اپنی ادویات لیتے ہیں، ان سے ملتے ہیں اور ان کو اپنی تکالیف سے آگاہ کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: ہیلتھ کے پارلیمانی سیکرٹری صاحب موجود ہیں؟

وزیر مال و کالونیز (حاجی محمد اسحاق): نہیں، وہ نہیں بیٹھے۔

رانا منور حسین المعروف رانا منور غوث خان: جناب سپیکر! کل ہیلتھ کے لئے دِن مقرر ہے۔ میری یہ گزارش ہے کہ اِس وقت لاء منسٹر صاحب موجود ہیں وہ اس پر information لے لیں کہ BHU centres کو کیوں ختم کیا جا رہا ہے؟

سید حسن مرتضیٰ: BHU centres کو ختم کیا جا رہا ہے؟

رانا منور حسین المعروف رانا منور غوث خان: جی، انہیں ختم کر کے موبائل سنٹر بنا رہے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، انہوں نے سُن لیا ہے۔ محترمہ! اب آپ پوائنٹ آف آرڈر پر آئیں۔

محترمہ غزالہ سعد رفیق: شکریہ۔ جناب سپیکر! خواتین کا جو مسئلہ یہاں پر چل رہا تھا میں اس پر صرف ایک بات کرنا چاہ رہی تھی۔

جناب سپیکر: میں نے اس سلسلے میں آپ کو گزارش کر دی ہے۔

محترمہ غزالہ سعد رفیق: جناب سپیکر! میں یہی کہنا چاہ رہی ہوں، آپ میری بھی بات سُن لیں کہ روز ہماری خواتین یہاں پر کھڑے ہو کر احتجاج کرتی ہیں کہ فنڈز نہیں دیئے جاتے، ان کو اس قابل نہیں سمجھا جاتا اور ان کو مرد حضرات کے برابر نہیں سمجھا جاتا۔ جس طرح ابھی رانا ثناء اللہ صاحب نے بتایا ہے کہ وزیر اعلیٰ صاحب فنڈز تو دینا چاہتے ہیں اور وہ ضرور دینے چاہئیں۔ یہاں جو مسائل کھڑے ہو رہے ہیں خواتین کے فنڈز کے حوالے سے تو اس کے لئے میں خاص طور پر یہ کہنا چاہتی ہوں کہ خواتین کے جتنے بھی فنڈز ہیں اس کے لئے یہ کر دیا جائے کہ فوزیہ بہرام صاحبہ چونکہ ایک حلقہ رکھتی ہیں ان کے لئے نہیں، جو الیکشن جیت کر آئی ہیں ان کے لئے نہیں بلکہ جو خواتین reserved seats پر آئی ہیں ان کے فنڈز کو خصوصاً خواتین کے مسائل حل کرنے کے لئے استعمال کیا جائے۔ پورے پنجاب میں جہاں کہیں بھی ضرورت ہو۔ اس کا فیصلہ سارے لوگ بیٹھ کر کر لیں کہ وہ فنڈز صرف خواتین کی upgradation کے لئے استعمال ہوں۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔ آپ کی مہربانی۔

ملک اقبال احمد لنگڑیال: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، لنگڑیال صاحب!

ملک اقبال احمد لنگڑیال: جناب والا! میں یہ گزارش کرنا چاہتا تھا کہ خواتین کا جو مسئلہ ہے، یہ ہمارے لئے قابل احترام ہیں ان کے تین سال تو گزر گئے اور آج تک یہ فیصلہ نہیں ہو سکا کہ ان کو فنڈ دینے ہیں یا نہیں دینے ؟ ابھی رانا صاحب فرما رہے تھے کہ ان کا حلقہ نہیں ہے۔ ان کا حلقہ اپنے ڈسٹرکٹ میں یقیناً ہے، ان کو اگر سارے پنجاب میں ڈال دیا جائے تو یہ کہاں کہاں کی سکیمیں دیں گی، یہ بے چاری پھنس جائیں گی۔ ہم اگر اپنے حلقے سے جیت کر آتے ہیں تو ہم بھی پنجاب اسمبلی کے ممبر ہوتے ہیں لیکن ہمارا ایک حلقہ ہے جہاں ہم نے funds دینے ہیں۔ دوسری میری گزارش یہ ہے کہ خواتین کے funds کی جب بات آتی ہے تو کیا Opposition کے لوگوں پر بھی یہ criteria لاگو ہوتا ہے؟ ان کو بھی پچھلے تین سال سے funds نہیں دیئے گئے، کیا اس کے متعلق بھی رانا صاحب نے کوئی پالیسی بنائی ہے؟ میرے حلقے کے لوگوں کا کیا قصور ہے جہاں 30 فیصد کام ہو چکا ہے اور اب اس حلقے میں باقی funds روک لئے گئے ہیں۔ میں رانا صاحب سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ بھی ان کی کوئی پالیسی ہے؟ مرکز میں یہ funds اپوزیشن کو اور خواتین کو برابر کے دیئے جا رہے ہیں۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ پنجاب میں اس طرح کا سلوک کیوں کیا جا رہا ہے؟

محترمہ آمنہ الفت: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

محترمہ آمنہ الفت: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے وزیر قانون صاحب سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ اتنے جوش و خروش سے خواتین سے سکیمیں مانگی ہی کیوں جاتی ہیں؟ ہر سال ہم سے سکیمیں مانگی جاتی ہیں، ہمارے دو دو ہفتے سکیمیں دینے میں ضائع ہوتے ہیں جس پر ہمارا قیمتی وقت خرچ ہوتا ہے۔۔۔

جناب سپیکر: جو سکیمیں آپ دیتی ہوں گی وہ feasible نہیں ہوتی ہوں گی۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! جیسا کہ آپ فرما رہے ہیں، ان سکیموں کے ساتھ پھر یہی کیا جاتا ہے، ہماری سکیمیں ختم کرنے کے لئے، ہمارے funds روکنے کے لئے اسی طرح کے بہانے بنائے جاتے ہیں اور یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ scheme feasible نہیں ہے یا پھر بالکل خاموشی اختیار کر لی جاتی ہے۔ آج وزیر قانون صاحب کی زبان سے وہ دلی جذبات آخر کار نکل گئے اور انہوں نے پوچھ لیا کہ ان کا حلقہ کون سا ہے؟ میں ان سے پوچھتی ہوں کہ کیا ان کو نہیں پتا کہ خواتین کا حلقہ پورا پنجاب ہے؟

جناب سپیکر! وزیر قانون اس قدر نابلد ہیں اور قانونی باتوں کو نہیں جانتے تو وہ استعفیٰ دے دیں۔ جب انہیں خواتین کے rights کا ہی نہیں پتا تو پھر وہ یہاں پر کیا کر رہے ہیں، جب انہیں یہی نہیں پتا کہ خواتین کا حلقہ کون سا ہے، جب انہیں یہی نہیں پتا کہ خواتین کے حقوق برابر کے ہیں، جب انہیں یہی نہیں پتا کہ members اور parliament equal rights رکھتے ہیں تو پھر وہ یہاں پر کیا کر رہے ہیں؟ ان سے کہیں کہ یا تو وہ ایک Bill لے آئیں اور خواتین کے rights کو ختم کر دیں تاکہ تاریخ بھی گواہ رہے کہ ان کے یہ جذبات ہیں، سوچ ہے۔۔۔

جناب سپیکر: ایسی بات نہیں ہے۔

محترمہ آمنہ الفت: خواتین کے متعلق جو ان کی سوچ ہے وہ منظر عام پر آئے اور تمام لوگوں کو پتا چل سکے کہ یہ کس قدر خواتین دوست لوگ ہیں۔۔۔

(اس مرحلہ پر معزز خواتین ممبران حزب اختلاف واک آؤٹ
ختم کرکے ایوان میں واپس تشریف لے آئیں)

جناب سپیکر: آپ کی مہربانی اور شکریہ۔Welcome back آپ اطمینان رکھیں، جو باتیں یہاں سنی ہیں، جو باتیں یہاں پر ہوئیں انشاء اللہ اب بہتری کی امید ہے اور آپ بھی پوری طرح سے پُر امید رہیں۔ وزیر قانون صاحب! وہ آپ سے پوچھ رہے ہیں کہ Opposition کو ignore کیوں کر رہے ہیں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں نے پہلے بھی یہ عرض کیا ہے کہ جو funds ہیں۔۔۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ترقی خواتین (محترمہ صغیرہ اسلام): جناب والا! ہمیں رانا صاحب کی بات کا اعتبار نہیں ہے۔

جناب سپیکر: آپ ایسے نہ کیا کریں۔ ایک معزز ممبر کے بارے میں آپ کے comments اچھے نہیں ہیں۔ انہوں نے آپ کو کتنی دفعہ کہا ہے، میرے لئے بہت قابل احترام ہیں، میری بہن ہیں۔۔۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ترقی خواتین (محترمہ صغیرہ اسلام): رانا صاحب! ہمارے وہ ساتھی ہیں جو پانچ سال ہمارے ساتھ Opposition کے بنچوں پر protest کرتے رہے ہیں، انہیں تو اس بات کا اندازہ ہونا چاہئے کہ اگر کسی کو اس کا حق نہ دیا جائے تو اسے کتنی تکلیف ہوتی ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! مجھے سبق سکھانے کی ضرورت نہیں ہے۔

جناب سپیکر: انہوں نے بات کر دی ہے، اب چھوڑ دیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب والا! میں نے جو struggle کی ہے وہ بھی مجھے پتا ہے اور development funds سے متعلق جو قانونی تقاضے ہیں وہ بھی مجھے پتا ہے، مجھے کسی کو سبق سکھانے کی ضرورت نہیں ہے، مجھے ہر چیز کا علم ہے۔ میں یہ عرض کروں گا کہ development funds کی جو اس وقت قانونی پوزیشن ہے وہ یہ ہے کہ یہ ایک discretion ہے اور یہ discretion گورنمنٹ کی ہے، وزیر اعلیٰ پنجاب کی ہے۔ Opposition کے بھائی اور بہنوں کو اگر کوئی شکایات ہیں تو یہ فرمائیں۔ لنگڑیال صاحب نے بات کی ہے، محترمہ آمنہ الفت صاحبہ نے بات کی ہے، یہ فرمائیں میں آج ہی وزیر اعلیٰ پنجاب سے ان کی meeting fix کروا دیتا ہوں۔ یہ بتائیں کہ کس ٹائم یہ فارغ ہیں؟ Opposition کے سارے ممبران آ کر بات کریں اور ان سے اپنے جو معاملات ہیں ان سے متعلق بات کر لیں اور یہ طے کر لیں۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب والا! یہ رانا صاحب کیا کہہ رہے ہیں؟

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب والا! پہلے تو یہ اپنے coalition partners بھیجیں، ان کی satisfaction ہو جائے، محترمہ صغیرہ اسلام نے اس بات کو lead کیا ہے، پہلے وزیر اعلیٰ سے ان کی تو ملاقات کروا دیں، ہماری بعد میں ہو گی۔

محترمہ آمنہ الفت: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: آپ کو بہت دفعہ پوائنٹ آف آرڈر دے چکا ہوں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! خواتین کے funds کا مسئلہ اور Opposition کے funds کا مسئلہ مختلف ہے۔ میں اپنے Opposition کے بھائیوں کو اور بہنوں کو کل صبح 90 شاہراہ پر ناشتے کی دعوت دیتا ہوں یہ کل اِدھر ناشتہ کریں، اُدھر کریں ملاقات بھی ہو جائے گی اور ساری باتیں بھی ہو جائیں گی۔ (قطع کلامیاں)

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! خدا آپ کا اقبال بلند کرے اور ہمارے لئے آپ ہی کافی ہیں، ہمیں 90پر یا کسی کے پاس جانے کی ضرورت نہیں ہے، آپ اس House کے Custodian ہیں، ہمیں بطور Opposition جب بھی کوئی دکھ تکلیف ہوتی ہے تو ہم آپ کے پاس آتے ہیں۔

جناب سپیکر: انہوں نے suggest کیا ہے، صوابدید تو آپ کی ہے اگر آپ نہیں جانا چاہتیں تو ٹھیک ہے۔

محترمہ فوزیہ بہرام: جناب والا! خواتین کے funds کا مسئلہ حل کیا جائے ورنہ میں آج اس House سے walkout کروں گی۔

انجینئر شہزاد الٰہی: جناب سپیکر! شکریہ۔ آپ نے مجھے floor دیا۔ اگر حکومتی بنچوں نے یا وزیر اعلیٰ صاحب نے Opposition کو funds نہیں دینے تو مجھے تین سال سے Secretary Minority Rights اور Local Government کی طرف سے ایک letter آتا ہے کہ اپنی سکیمیں ہمیں بھجوادیں۔ براہ مہربانی وہ تو نہ بھجوایا کریں۔ میں اسی وقت بھاگ دوڑ کر کے ان کے estimates بنواتا ہوں اور علاقے کے لوگوں کو تسلی دیتا ہوں کہ اب آپ کے کام ہو جائیں گے لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ عرصہ تین سال سے عوام کا اور میرا استحقاق مجروح ہو رہا ہے۔ ہم تین سالوں سے estimates جمع کروا رہے ہیں لیکن ان پر zero progress ہوتی ہے۔ اگر انہوں نے ہمیں فنڈز نہیں دینے تو یہ letter بھی نہ بھیجا کریں ورنہ تمام Opposition Benches کے لوگ تحریک استحقاق لانے کے حقدار ہیں اور آپ مجھے اجازت دیں کہ تین سال سے میری اور میرے عوام کی جو تذلیل ہو رہی ہے اسمبلی میں تحریک استحقاق لاؤں؟

جناب سپیکر: جس بات پر آپ کی تحریک استحقاق آسکتی ہے لائیں، میں آپ کو کب مجبور کرتا ہوں؟

محترمہ فوزیہ بہرام: جناب والا! میں یہ گزارش کرنا چاہتی ہوں۔۔۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: محترمہ! آپ کو بہت minutes ملے ہیں، مجھے اب چلنے دیں۔

محترمہ فوزیہ بہرام: جناب والا! خواتین کو funds نہ ملنے پر as a protest میں ایوان سے واک آؤٹ کرتی ہوں۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبر ایوان سے واک آؤٹ کر گئیں)

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب والا! میری گزارش ہے۔

جناب سپیکر: جی، قائد حزب اختلاف!

قائد حزب اختلاف(چودھری ظہیر الدین خان): شکریہ۔جناب سپیکر!۔۔۔(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔آرڈر پلیز۔

قائد حزب اختلاف(چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر!میں ادھر لابی میں تھا تو میں نے چند ایک باتیں سنی ہیں۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب والا!محترمہ فوزیہ بہرام صاحبہ ایوان سے واک آؤٹ کر گئی ہیں۔

جناب سپیکر: جی،محترمہ ساجدہ میر صاحبہ!آپ جائیں اور محترمہ کو لے کر آئیں۔ محترمہ صغیرہ اسلام صاحبہ!آپ بھی جائیں اور فوزیہ بہرام صاحبہ کو واپس لے کر آئیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ترقی خواتین(محترمہ صغیرہ اسلام): جناب والا!راجہ صاحب سے کہیں کہ وہ کھڑے ہو کر یقین دہانی کرائیں۔

جناب سپیکر: جی،راجہ صاحب نے بتادیا ہے۔میں نے سن لیا ہے۔اس House نے سن لیا ہے۔چار دن کا ٹائم انہوں نے لیا ہے۔

سینئر وزیر / وزیر آبپاشی و قوت برقی(راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر!اس وقت محترمہ ہاؤس میں نہیں تھیں اس لئے میں اپنے الفاظ دہرا دیتا ہوں کہ انشاء اللہ ہم آپ کو ساتھ لے کر وزیر اعلیٰ صاحب کو ملیں گے اور ان سے یہ بھی گزارش کریں گے کہ جو اپوزیشن کی خواتین ہیں انہیں بھی فنڈز دیئے جائیں۔

جناب سپیکر: اچھی بات ہے۔

سینئر وزیر / وزیر آبپاشی و قوت برقی(راجہ ریاض احمد): اور ہمارے حکومتی benches پر جو معزز خواتین ہیں ان کے فنڈز بھی لے کر آئیں گے۔

محترمہ آمنہ الفت: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: دیکھیں،قائد حزب اختلاف کھڑے ہیں لیکن آپ بار بار پوائنٹ آف آرڈر مانگ رہی ہیں۔ جی،چودھری صاحب!

قائد حزب اختلاف(چودھری ظہیر الدین خان): شکریہ۔جناب سپیکر!یہاں پر فنڈز کی بات ہو رہی ہے ،جیسے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ قوانین میں ترامیم ہوتی رہتی ہیں اور جب ترامیم ہو جاتی ہیں تو پہلے قوانین بنانے والوں کو موردالزام نہیں گردانا جا سکتا اور سوچ میں بھی سیاسی تبدیلی آتی رہتی ہے۔آج یہاں

پر coalition سے ہماری بہنوں نے ان سے فنڈز مانگے ہیں اور یہ ان کا حق ہے کیونکہ وہ مل کر حکومت کر رہے ہیں۔ اگر وہاں پر discrimination ہے تو ہم اس کو بھی اچھا نہیں سمجھتے اور ہم اپنی بہنوں کے حقوق مانگنے میں ان کے ساتھ ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! جہاں تک اپوزیشن کے لئے فنڈز کی بات ہے اور یہ بات کی گئی ہے کہ خواتین ممبران کا حلقہ کون سا ہے اگر قانون کا مطالعہ کر لیا جائے تو سارا پنجاب ان کا حلقہ ہوتا ہے اور یہ جہاں چاہیں، جس جگہ چاہیں اپنے فنڈز استعمال کر سکتی ہیں لیکن اب بات تو فنڈز کی ہے۔ اپوزیشن کے لوگ تین سال سے پنجاب کا مشاہدہ کر رہے ہیں جہاں فنڈز دیئے جا رہے ہیں وہاں بھی خاک اور دھول اڑ رہی ہے اور جہاں نہیں فنڈز دیئے گئے حلقوں کی نسبت وہاں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں یہاں پر اپنی رائے دینا چاہتا ہوں کہ ہم یہاں پر legislators کے طور پر آتے ہیں، اس دفعہ حکومت یہ lead لے کہ یہاں پر جتنے بھی legislators ہیں ان کا گلی، نالی کی ڈویلپمنٹ میں کوئی عمل دخل نہیں ہونا چاہئے بلکہ یہ لوکل گورنمنٹ کا کام ہونا چاہئے اور یہ ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کرے۔ ہمارا کام صرف قانون سازی کرنا ہے اور آپ ایک کروڑ روپے کے ساتھ سال میں پچاس گاؤں میں کیا کر سکتے ہیں؟ Women empowerment کے لئے سپیشل فنڈز ہونے چاہئیں اور وہ تمام legislators خواتین کو دیئے جانے چاہئیں لیکن rest of the legislators خواہ وہ اپوزیشن benches سے ہیں یا حکومتی benches سے ان کا سوائے قانون سازی کے ڈویلپمنٹ کے ساتھ کوئی کام نہیں ہے اس لئے ہماری اپنی سوچ کے مطابق فنڈز کے حساب سے ہمارا کوئی مطالبہ نہیں ہے۔ پیسا تو ان کے پاس ہے کوئی نہیں اور اس وقت صوبے کی بہت بُری حالت ہے، یہ ڈویلپمنٹ کا لالی پاپ دے کر ممبروں کو اپنے پیچھے کیوں لگا رہے ہیں، ان کو کوئی فنڈز مل رہے ہیں اور نہ ہی اس سال ملنے ہیں چونکہ سارا صوبہ deficit میں جا رہا ہے۔ آپ معاشی طور پر ایک تباہ حال صوبے سے کیا demand کر سکتے ہیں؟ اس لئے میری استدعا ہے کہ ڈویلپمنٹ کا کام چھوڑا جائے یہ ہمارا نہیں بلکہ ضلعی حکومت کا کام ہے۔

جناب سپیکر: جی، بہت مہربانی۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): لہٰذا ڈسٹرکٹ حکومت کے اداروں کو بحال کیا جائے یا نئے الیکشن کروائے جائیں اور ان کے ذریعے ہی ڈویلپمنٹ کرائی جائے۔ شکریہ

جناب سپیکر: ہم تو ڈوبے ہیں صنم تمہیں بھی لے ڈوبیں گے، چودھری صاحب! ایسے نہ کریں۔

محترمہ آمنہ الفت: پوائنٹ آف آرڈر۔

تحاریک استحقاق

جناب سپیکر: No point of order اب مجھے بولنے دیں۔ ملک فیاض احمد مجلس قائمہ برائے محنت وانسانی وسائل کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع لینا چاہتے ہیں میں انہیں دعوت دینا چاہتا ہوں لیکن اس سے پیشتر میرے خیال میں مجھے تحاریک استحقاق نمٹا لینے دیں اس کے بعد آپ کو ٹائم دیتا ہوں۔ تحریک استحقاق نمبر 2 چودھری شاہد انجم صاحب کی طرف سے ہے۔

ایکسیئن انہار بہاولنگر کا معزز ممبر اسمبلی کے ساتھ نامناسب روّیہ

چودھری شاہد انجم: میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ میرا حلقہ پی پی۔284 ضلع بہاولنگر مکمل طور پر ایک زرعی حلقہ ہے اور وہاں زراعت کا سارا دارومدار نہری پانی پر ہے لیکن المیہ یہ ہے کہ اریگیشن کا پورا عملہ بیلدار سے لے کر ایکسیئن تک سب کرپٹ ہے اور وہ پیسے لے کر پانی چوری کرواتے ہیں جس سے جو لوگ tail پر واقع ہیں ان تک پانی نہیں پہنچتا اور ان کی فصلیں تباہ ہو گئی ہیں۔ وہ غریب اور متاثرہ کاشتکار بار بار میرے پاس آئے کہ محکمہ اریگیشن کا عملہ اور افسران ہمارے ساتھ یہ ظلم کر رہے ہیں اور اب پانی نہ ملنے کی وجہ سے ہماری فصلیں تباہ ہو گئی ہیں۔ میں نے حق نمائندگی ادا کرتے ہوئے ایکسیئن کو ٹیلی فون کر کے tail end والے کسانوں کے مسائل بتائے اور کہا کہ آپ اپنے عملے کو کنٹرول کریں اور آئندہ یہ پانی کی چوری بند کروادیں تاکہ اصل حقداروں کو بھی نہری پانی مل سکے لیکن میری بات کرنے کے باوجود پانی کی چوری نہ رکی اور کسانوں کی مسلسل شکایات آتی رہیں۔ آخر کار مورخہ 26۔دسمبر 2010 کو میں نے دن دہاڑے پانی چوری کراتے ہوئے اریگیشن کے ملازم کو موقع پر پکڑا اور ایکسیئن کو فون کر کے کہا کہ آپ خود تشریف لائیں اور دیکھیں کہ آپ کا عملہ دن دہاڑے پانی کیسے چوری کروا رہا ہے۔ میری اتنی بات کرنی تھی کہ ایکسیئن آغا احسان اللہ آپے سے باہر ہو گیا اور اس نے انتہائی بدتمیزی کرتے ہوئے کہا کہ کیا آپ نے کرپشن اور پانی چوری روکنے کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے؟ کیا آپ نے ضلع کے باقی دفاتر میں کرپشن ختم کروالی ہے کہ ہمارے پیچھے پڑ گئے ہیں؟ یہ کام ہوتا رہے گا، آپ جہاں مرضی جائیں اور میری شکایت کریں۔ ایکسیئن جو صوبے کی طرف سے ضلع کے معاملات چلانے اور اسے کنٹرول کرنے کے لئے تعینات کیا گیا ہے اس کی اس طرح چوری اور پھر سینہ زوری مناسب نہیں ہے بلکہ اس نے مجھ سے جو روّیہ اپنایا ہے وہ بھی غیر مہذب تھا جس سے بطور منتخب

نمائندہ میرا استحقاق مجروح ہوا ہے لہذا استدعا ہے کہ میری اس تحریک استحقاق کو منظور کرتے ہوئے مجلس استحقاقات کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس کا جواب تو موصول ہو گیا ہے لیکن جواب میں counter allegation ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ جواب پڑھنے سے پہلے چودھری شاہد انجم صاحب سے اس بارے میں تھوڑی سی بات کر لوں اور اسے سیکرٹری level پر inquire کر لوں لہذا آپ اسے جمعہ تک کے لئے pending فرما دیں۔

جناب سپیکر: جی، یہ تحریک استحقاق جمعہ تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔اگلی تحریک استحقاق سردار کامل گجر صاحب کی ہے۔

ڈویژنل سپرنٹنڈنٹ ریجنل پوسٹ آفس سرگودھا کا معزز ممبر اسمبلی کے ساتھ نامناسب روّیہ

پارلیمانی سیکرٹری برائے مال (سردار کامل گجر): میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔معاملہ یہ ہے کہ میں مورخہ 10۔دسمبر 2010 کو اپنے حلقہ کے چند مفاد عامہ کے حوالے سے ضروری کام کے سلسلے میں اللہ بخش ساجد ڈویژنل سپرنٹنڈنٹ ریجنل پوسٹ آفس سرگودھا کے پاس گیا۔ میں ابھی اپنا تعارف کروا ہی رہا تھا کہ موصوف کو کسی کا فون آ گیا اور وہ تقریباً پندرہ منٹ اس کا فون سننے میں مصروف رہا۔جیسے ہی موصوف آفیسر فون سننے سے فارغ ہوئے تو میں نے اپنے حلقہ کے بارے میں چند ضروری کاموں کے سلسلے میں گزارشات عرض کیں ابھی میں بیان ہی کر رہا تھا کہ انہوں نے کہا کہ جناب! مجھے اور بھی بہت سے کام ہیں آپ میرے دفتر سے باہر چلے جائیں۔ ابھی میرے پاس ٹائم نہیں ہے میں نے اس پر عرض کیا کہ میں عوام کا منتخب نمائندہ ہوں اور لوگوں کے مسائل لے کر آنا اور ان کے حل کے لئے کوشش کرنا میرا فرض ہے اور آپ کا بحیثیت ایک آفیسر مسئلے کو حل کرنا فرائض منصبی میں شامل ہے اس لئے آپ پر لازم ہے کہ آپ میری بات سنیں۔ اس پر پھر دوبارہ آفیسر موصوف نے کہا کہ آپ میرے دفتر سے باہر چلے جائیں۔

جناب والا ایک سرکاری آفیسر کا ایک منتخب عوامی نمائندے کی بات نہ سننے اور آفس سے باہر جانے کا کہنے پر میرا استحقاق مجروح ہوا ہے لہذا استدعا ہے کہ میری اس تحریک کو ایوان میں پیش کرنے کی اجازت دی جائے اور اسے باضابطہ قرار دیتے ہوئے مجلس استحقاقات کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، راناصاحب! تحریک استحقاق نمبر3 کا جواب آپ کے پاس ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! آپ اسے مجلس استحقاقات کے سپرد کر دیں۔

جناب سپیکر: یہ تحریک استحقاق مجلس استحقاقات کے سپرد کی جاتی ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے مال (سردار کامل گجر): شکریہ

رپورٹیں

(میعاد میں توسیع)

جناب سپیکر: ملک فیاض احمد صاحب مجلس قائمہ برائے محنت وانسانی وسائل کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع لینا چاہتے ہیں میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ توسیع کی تحریک پیش کریں۔

مسودہ قانون گھریلو ملازمات کا تحفظ مصدرہ 2010 کے بارے میں مجلس قائمہ برائے محنت وانسانی وسائل کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

ملک فیاض احمد: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"The In House Working Women Protection Bill, 2010(Bill No.12 of 2010)

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے محنت وانسانی وسائل کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں ایک ماہ کی توسیع کر دی جائے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"The In House Working Women Protection Bill, 2010(Bill No.12 of 2010)

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے محنت وانسانی وسائل کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں ایک ماہ کی توسیع کر دی جائے۔"

یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور اب سوال یہ ہے کہ:

"The In House Working Women Protection Bill, 2010(Bill No.12 of 2010)

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے محنت وانسانی وسائل کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں ایک ماہ کی توسیع کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

جناب سپیکر: محترمہ عارفہ خالد پرویز صاحبہ سپیشل کمیٹی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع لینا چاہتی ہیں میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ توسیع کی تحریک پیش کریں۔

قرارداد نمبر 92 بابت سال 2010 کے بارے میں مجلس خصوصی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

محترمہ عارفہ خالد پرویز: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ:

"قرارداد نمبر 92 بابت سال 2010 پیش کردہ سید حسن مرتضیٰ، ایم پی اے کے بارے میں سپیشل کمیٹی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں ایک ماہ کی توسیع کر دی جائے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"قرارداد نمبر 92 بابت سال 2010 پیش کردہ سید حسن مرتضیٰ، ایم پی اے کے بارے میں سپیشل کمیٹی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں ایک ماہ کی توسیع کر دی جائے۔"

یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور اب سوال یہ ہے کہ:

"قرارداد نمبر 92 بابت سال 2010 پیش کردہ سید حسن مرتضیٰ، ایم پی اے کے بارے میں سپیشل کمیٹی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں ایک ماہ کی توسیع کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

تحاریک التوائے کار

جناب ڈپٹی سپیکر: اب ہم تحاریک التوائے کار کو لیتے ہیں۔ تحریک التوائے کار نمبر 915/10 ہے۔ جی، وزیر قانون صاحب!

پنجاب پولیس کے تعمیر ومرمت کے منصوبوں میں کروڑوں روپے خُورد بُرد ہونے کا انکشاف

(---جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ تحریک التوائے کار نمبر 915 ہے۔ اس میں ایک مقامی اخبار کی خبر مورخہ 11۔دسمبر 2010 پر rely کیا گیا ہے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ کروڑوں روپے کے funds کی پولیس کے مختلف projects میں خورد بُرد ہوئی ہے۔ محکمہ پولیس سے اس کا جواب منگوایا گیا جس کے مطابق prima facie یہ allegations درست معلوم ہوتے ہیں۔ اس میں C&W concerned department ہے لہذا میں یہ چاہتا ہوں کہ ایک میٹنگ متعلقہ C&W اور انٹی کرپشن کے حکام کے ساتھ کر لوں تاکہ صورتحال واضح ہو سکے اس لئے میں گزارش کروں گا کہ آپ اس تحریک کو next week تک کے لئے pending فرمادیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: تو یہ تحریک التوائے کار 24 جنوری تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔ اب اگلی تحریک التوائے کار نمبر 988/10 محترمہ ثمینہ خاور حیات صاحبہ کی ہے، یہ بھی pending کی گئی تھی۔ میرا خیال ہے کہ وہ تشریف فرما نہیں ہیں اس لئے اس تحریک کو کل تک کے لئے pending کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد اگلی تحریک التوائے کار نمبر 994/2010، محترمہ زوبیہ رباب ملک صاحبہ کی طرف سے ہے۔

پنجاب حکومت کے ڈپٹی، ایڈیشنل سیکرٹری اور پنجاب اسمبلی کے ڈپٹی وایڈیشنل سیکرٹری کو سرکاری رہائش کی الاٹمنٹ پالیسی میں تفاوت

محترمہ زوبیہ رباب ملک: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ محکمہ ایس اینڈ جی اے ڈی کی جاری کردہ الاٹمنٹ پالیسی برائے سرکاری رہائش کے حالیہ

(Appendix-VI) کے تحت پنجاب اسمبلی سیکرٹریٹ کے ایڈیشنل سیکرٹری سکیل 19اور ڈپٹی سیکرٹری سکیل 18 کے دو مختلف عہدوں کے لئے ایک جیسی سرکاری رہائش یعنی(C-type) گھر کی entitlement دی گئی ہے جبکہ صوبائی حکومت کے ایڈیشنل سیکرٹری سکیل 19 کو A-type) (residenceاور ڈپٹی سیکرٹری کو (B-type) گھر دیا جاتا ہے حالانکہ ایڈیشنل سیکرٹری اور ڈپٹی سیکرٹری پنجاب اسمبلی اور سول سیکرٹریٹ کے سکیل اور حیثیت ایک جیسی ہونے کے باوجود محکمہ ایس اینڈ جی اے ڈی اور پنجاب اسمبلی کے ملازمین کی entitlement for allotment میں یہ discrimination پائی جاتی ہے جو اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کے آرٹیکل (i)25 کی صریحاً خلاف ورزی ہے لہذا اس discrimination کو ختم کرتے ہوئے اسمبلی کے ایڈیشنل سیکرٹری کو بھی (A-type) جبکہ ڈپٹی سیکرٹری کو(B-type) گھر الاٹ کرنے کے لئے entitlement for allotment کے اس غیر منصفانہ سلوک کو فوری طور پر ختم کرتے ہوئے پالیسی میں ترمیم کی جائے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! ایس اینڈ جی۔اے۔ڈی کی allotment policy حکومت پنجاب کے پول پر موجود سرکاری گھروں کی allotment کے لئے وزیر اعلیٰ پنجاب کی منظوری کے ساتھ جاری کی گئی ہے۔اس وقت Allotment Policy 2009 کے مطابق عملدرآمد ہو رہا ہے۔اس کے مطابق تین محکموں کے ملازمین سول سیکرٹریٹ ،لاہور ہائیکورٹ اور پنجاب اسمبلی سرکاری رہائش گاہیں allot کرانے کے مجاز ہیں۔ موجودہ Allotment Policy 2009 کے مطابق سرکاری گھروں کی اہلیت کو pay scale سے تبدیل کر کے عہدہ، ذمہ داری اور حیثیت کے مطابق کر دیا گیا ہے تاکہ حکومت اپنی محدود رہائش کی سہولتوں کو مزید کارآمد بنا سکے۔اس کے مطابق ایڈیشنل سیکرٹری، ڈپٹی سیکرٹری پنجاب اسمبلی، ڈپٹی رجسٹرار لاہور ہائیکورٹ اور حکومت پنجاب کے ڈپٹی سیکرٹری جو pay scale 18 and 19 کے افسران ہیں کو(C-category) کی رہائش گاہوں کا اہل قرار دیا گیا ہے جبکہ اس سے قبل ڈپٹی سیکرٹری حکومت پنجاب اور گریڈ 19 کے افسران (B-category) کی رہائش گاہوں کے اہل تھے۔اسی طرح ایڈیشنل سیکرٹری حکومت پنجاب، ایڈیشنل رجسٹرار لاہور ہائیکورٹ جو کہ (A-category) کی رہائش گاہوں کے اہل تھے انہیں (B-category) کی رہائش گاہوں کا حق دار قرار دیا گیا ہے جو کہ اب ایک درجہ نیچے کے اہل قرار دیئے گئے ہیں مگر اب بھی ایڈیشنل سیکرٹری حکومت پنجاب (A-category) کی allotment کے

حق دار ہیں۔اس وقت حکومت پنجاب کے پول میں صرف چار رہائش گاہیں(A-category) جی اوآر۔IIمیں موجود ہیں جو کہ نہ ہونے کے برابر ہیں۔اس طرح ان افسران کو ایک درجہ نیچے کی رہائش گاہیں بھی allot کی جاتی ہیں۔ایڈیشنل سیکرٹری اور ڈپٹی سیکرٹری پنجاب اسمبلی ایک ادارہ کے عہدیدار ہیں جن کا تمام تر دور ملازمت ایک ہی جگہ اور ایک ہی شہر میں گزرتا ہے نیزان کے سکیل و دیگر مراعات بھی سول آفیسرز سے زیادہ ہیں جبکہ ایڈیشنل سیکرٹری اور ڈپٹی سیکرٹری حکومت پنجاب مقابلہ کے امتحان سے منتخب ہونے کے بعد ضروری تربیت ، سنیارٹی و ترقی کے مراحل طے کرتے ہوئے ان عہدوں تک پہنچتے ہیں۔ان کا تبادلہ لاہور سے باہر اور دیگر صوبوں میں ہوتا رہتا ہے اور ان افسران کو لاہور میں عارضی تعیناتی کے دوران گھروں کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔اس طرح حکومت پنجاب کے ڈپٹی سیکرٹری اور ایڈیشنل سیکرٹری کو پنجاب اسمبلی کے ڈپٹی سیکرٹری اور ایڈیشنل سیکرٹری کے برابر قرار نہیں دیا جا سکتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرا خیال ہے کہ کافی detail سے جواب آ گیا ہے اور اس میں paucity of homesکا بھی ذکر ہو گیا ہے۔

محترمہ زوبیہ رباب ملک: جناب سپیکر! یہ پنجاب اسمبلی کے ان ملازمین کا issue ہے جو کہ یہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: دیکھیں! یہ کسی specific ملازم کی بات نہیں ہے بلکہ یہ تو overall ایک پالیسی ہے اور اس کو وزیر قانون صاحب نے explain بھی کر دیا ہے۔جب مزید گھر بنیں گے تو پھر اس کو دیکھ لیں گے۔

محترمہ زوبیہ رباب ملک: جناب سپیکر! اگر overall policy کو دیکھیں تو اس میں بھی بہت فرق ہے۔اس پالیسی کو تمام ملازمین کے لئے equal ہونا چاہئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: انہوں نے explain کر دیا ہے کہ already ان کو بھی downgrade کر دیا گیا ہے کیونکہ گھر موجود نہیں ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اب آپ اس کو مزید press نہ کریں۔اس تحریک کو dispose of کیا جاتا ہے۔اب اگلی تحریک التوائے کار نمبر1003/10 محترمہ ثمینہ خاور حیات صاحبہ کی طرف سے ہے۔یہ move ہو چکی ہے اور آج کے لئے pending ہے لیکن اس وقت وہ خود موجود نہیں ہیں اس لئے یہ تحریک کل تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔اس کے بعد اگلی تحریک التوائے

کار نمبر 19/2011، محترمہ ساجدہ میر صاحبہ کی ہے یہ آج کے لئے pending کی گئی تھی۔ محترمہ ساجدہ میر صاحبہ اس وقت House میں موجود نہیں ہیں اس لئے ان کی تحریک کو کل تک کے لئے pending کیا جاتا ہے۔اس کے بعد اگلی تحریک التوائے کار نمبر 20/2011 بھی محترمہ ساجدہ میر صاحبہ کی ہے یہ بھی آج تک کے لئے pending کی گئی تھی، وہ موجود نہیں ہیں اس لئے یہ تحریک بھی کل تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔اس کے بعد اگلی تحریک التوائے کار نمبر 21/2011 محترمہ سیمل کامران، محترمہ خدیجہ عمر اور ڈاکٹر سامیہ امجد کی طرف سے ہے۔یہ بھی آج تک کے لئے pending کی گئی تھی، یہ move ہو چکی ہے۔ جی، وزیر قانون صاحب!

لاہور ضلعی حکومت کے عملہ کی ملی بھگت سے مضر صحت پتی کی سرِعام فروخت
(۔۔۔جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! تحریک التوائے کار نمبر 21 کا جواب آ گیا ہے۔ فوڈ ڈیپارٹمنٹ سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ لاہور کا فوڈ اسکاڈ چائے کی پتی میں ملاوٹ کے خلاف متحرک ہے اور اس کے خلاف سپیشل ریڈز کر کے مضر صحت چائے کی پتی کو قبضہ میں لیا جاتا ہے۔اس کے علاوہ sample بھی لئے جاتے ہیں اور ان کو فوڈ لیبارٹری ڈسٹرکٹ گورنمنٹ لاہور میں برائے تجزیہ بھیج دیا جاتا ہے۔ sample فیل ہونے کی صورت میں کیس تیار کر کے متعلقہ عدالتوں میں برائے قانونی کارروائی ارسال کر دیئے جاتے ہیں اور مضر صحت چائے کی پتی کو قبضہ میں لیا جاتا ہے اور جو sample پاس ہوں وہ عدالت کی طرف سے سپرداری کے احکام پر واپس کر دیئے جاتے ہیں۔ چائے کی پتی کو غائب کر کے فروخت کرنے کا کوئی سوال پیدا ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی اہلکار اس میں ملوث ہے۔ سال 2010 میں شہر کے مختلف علاقوں ہربنس پورہ، گلشن پارک، فتح گڑھ، دہلی گیٹ، شالیمار ٹاؤن، محلہ شاہ گوہر اور نکلسن روڈ میں سپیشل ریڈز کر کے 2131 کلو مضر صحت چائے کی پتی قبضہ میں لی گئی۔اس کے علاوہ روزانہ sample کی بنیاد پر مختلف ہوٹلوں اور پتی کے کاروباری مراکز سے 342 چائے کی پتی کے نمونہ جات حاصل کئے گئے جن میں سے 42 نمونہ جات فیل ہوئے اور 300 نمونہ جات پاس ہوئے۔ فیل شدہ نمونہ جات کے کیس تیار کر کے قانونی کارروائی کے لئے متعلقہ عدالتوں کو بھیج دیئے گئے اور اس مجرمانہ کاروبار کے خلاف محکمہ ہذا پوری طرح سے متحرک اور چوکس ہے اور فوڈ آرڈیننس 2007 کے تحت مسلسل کارروائی کرتا رہتا ہے۔اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی جاتی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا صاحب! اس میں فوڈ انسپکٹر کے involve ہونے کی بات کی تو مجھے سمجھ نہیں آئی۔ اس میں کسی محکمے کی involvement تو show نہیں ہو رہی اور اس طرح تو آپ overall ایک کارروائی کر رہے ہیں۔ It is dispose of۔ تحریک التوائے کار نمبر 2011/23۔ سیدہ بشریٰ نواز گردیزی، سیدہ ماجدہ زیدی اور محترمہ ثمینہ خاور حیات کی ہے۔ یہ تحریک move ہو چکی ہے اور آج تک کے لئے اس کا جواب pending تھا۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس تحریک کا جواب موصول نہیں ہوا لہذا اس کو pending فرمادیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ تحریک 24۔ جنوری تک pending کی جاتی ہے۔ اس کے بعد تحریک التوائے کار نمبر 2011/25 چودھری عامر سلطان چیمہ، محترمہ سیمل کامران، محترمہ خدیجہ عمر اور محترمہ قمر عامر چودھری کی طرف سے ہے یہ تحریک بھی move ہو چکی تھی اور آج تک کے لئے pending کی گئی تھی۔ جی، رانا صاحب!

دریائے راوی میں زہریلا پانی آنے سے ہزاروں ٹن مچھلی ہلاک نیز مردہ مچھلی کی شہروں میں سرِ عام فروخت جاری

(۔۔۔جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اخباری خبر کے حوالہ سے مردہ اور زہریلی مچھلی کو شہروں میں فروخت کرنے کا معاملہ محکمہ ماحولیات پنجاب سے متعلق نہ ہے تاہم محکمہ ماحولیات کے انسپکٹروں نے مورخہ 11-01-15 کو دریائے راوی بمقام ہیڈ بلوکی اور سید والا کا موقع ملاحظہ کیا اور ان کو دریا میں کوئی مردہ حالت میں تیرتی ہوئی مچھلی نہ ملی۔ محکمہ فشریز پنجاب سے حاصل کردہ معلومات کے مطابق مچھلی کے مرنے کا واقعہ حقیقت پر مبنی نہ ہے اور مذکورہ اخبار کی رپورٹ بلا تحقیق ہے۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ بھل صفائی کے لئے نہروں کی سالانہ بندش وسط دسمبر تا وسط جنوری کی وجہ سے دریائے راوی میں وافر مقدار میں پانی نہیں ہوتا اور کم پانی کی وجہ سے دریائے راوی میں داخل ہونے والے شہری اور صنعتی گندے پانی سے ہونے والی آلودگی میں اضافہ ہو جاتا ہے جس سے مچھلیاں اور دیگر آبی حیات متاثر ہو سکتی ہے۔ دریائے راوی میں اب بھی آلودگی کی روک تھام کے لئے محکمہ ماحولیات نے پاکستان کے تحفظ ماحول کے ایکٹ مجریہ 1997 کے تحت ضلع لاہور میں آبی آلودگی

کا باعث بننے والے 106 یونٹوں بشمول فیکٹریوں، ہسپتالوں، ہاؤسنگ کالونیوں کے خلاف کارروائی کی اور ان کو Environmental Protection Order جاری کئے کہ وہ آلودہ پانی کو National Environmental Quality Standards کے مطابق treat کریں۔65 یونٹوں کے خلاف کیس ماحولیاتی ٹربیونلز میں دائر کئے گئے۔ ٹربیونلز نے 22 یونٹوں کو جرمانے کئے اور بقیہ یونٹوں کے خلاف مقدمات ابھی زیر سماعت ہیں۔ محکمہ ماحولیات کے احکامات کی خلاف ورزی کرنے والے مزید یونٹوں کے خلاف کیس ٹربیونلز میں دائر کروا دیئے گئے ہیں۔ محکمہ ہذا کی کوششوں سے اب تک لاہور میں 26 فیکٹریوں نے اپنا آلودہ پانی صاف کرنے کے لئے Treatment Plant لگا دیئے ہیں۔ مزید برآں محکمہ ہذا نے متعلقہ اداروں / محکموں کو Waste Water Treatment Plants نصب کرنے کے لئے پہلے ہی ہدایات جاری کی ہوئی ہیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! جواب تو no doubt بہت detail سے آگیا ہے لیکن میں محترم لاء منسٹر کے علم میں یہ بات لانا چاہتی ہوں کہ جہاں تک انہوں نے بھل صفائی کا ذکر کیا ہے اور انہوں نے specifically بتایا ہے کہ وسط دسمبر سے وسط جنوری تک بھل صفائی ہوتی ہے تو روزانہ نہر سے میرا گزر ہوتا ہے وہاں پر بھل صفائی نام کی کوئی چیز نظر نہیں آ رہی۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! اس تحریک کے اندر بھل صفائی کا کوئی ذکر نہیں ہے اس پر آپ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کر لیجئے گا۔ انہوں نے مچھلی کے حوالے سے بڑی clear بات کر دی ہے لہذا یہ تحریک dispose of کی جاتی ہے اس کے بعد ملک سیف الملوک کھوکھر کی تحریک التوائے کار نمبر 2011/27 ہے یہ آج تک کے لئے pending کی گئی تھی۔ جی، راناصاحب!

ہنجروال لاہور میں حضرت گلاب شاہ رحمتہ اللہ علیہ مسجد کی ناقص تعمیر

(۔۔۔جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! عدالت عالیہ نے مورخہ 5۔اگست 2009 کو جامع مسجد گلاب شاہ والی جوہر ٹاؤن لاہور کے حوالے سے فیصلہ دیا کہ چیف ایڈمنسٹریٹر اوقاف پنجاب اپنے اختیارات شق 7 کو استعمال کرتے ہوئے جامع مسجد گلاب شاہ والی کی قیمتی زمین کو فوری طور پر 15 دن کے اندر اپنی تحویل میں لے اور ایل ڈی اے اور ای ڈی او(آر) بھرپور معاونت کرتے ہوئے زمین کا قبضہ محکمے کو دلائے۔ اسلامک ویلفیئر سوسائٹی لاہور مبلغ ایک کروڑ 12 لاکھ 17 ہزار 142 روپے

کے عطیے سے مسجد تعمیر کروائے جس کا نام جامع مسجد گلاب شاہ والی ہی ہوگا۔ نیز چیف ایڈمنسٹریٹر اوقاف اسلامک ویلفیئر سوسائٹی کے نمائندگان اور ملحقہ گاؤں کے کچھ افراد پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دے جو مسجد کی تعمیر اور یہ کام ایک سال کی مدت کے اندر مکمل کروائے۔ عدالت عالیہ کے فیصلے کی روشنی میں محکمہ اوقاف نے بذریعہ نوٹیفکیشن نمبری SOP-125 A/09 بمطابق 12۔اگست 2009 کو جامع مسجد گلاب شاہ والی لاہور کا قبضہ لیا اور پھر نئی مسجد کی تعمیر کے لئے اسلامک ویلفیئر سوسائٹی لاہور کے ممبران اور اہل علاقہ پر مشتمل 7 رکنی کمیٹی مورخہ 16۔دسمبر 2009 کو تشکیل دی۔ میٹنگ میں یہ طے پایا کہ نقشہ امور مذہبیہ کمیٹی گلاب شاہ والی، لاہور تیار کروائے گی اور مسجد کی تعمیر بھی وہی کمیٹی کروائے گی۔ تاہم تعمیرات کی نگرانی ایکسیئن محکمہ اوقاف خود کریں گے۔ فیصلے کی روشنی میں امور مذہبی کمیٹی جامع مسجد گلاب شاہ والی، لاہور نے مسجد کا نقشہ بنوایا اور محکمہ اوقاف کو بھیجا۔ نقشہ محکمہ اوقاف کے ریکارڈ میں موجود ہے۔ نقشہ موصول ہونے کے بعد جامع مسجد شاہ والی جوہر ٹاؤن، لاہور کا سنگ بنیاد سابقہ سیکرٹری محکمہ مذہبی امور و چیف ایڈمنسٹریٹر اوقاف پنجاب لاہور نے مورخہ 13۔مئی 2010 کو رکھا۔ اس موقع پر محکمہ اوقاف کے سینئر افسران اور کمیٹی و عوام الناس کی کثیر تعداد نے مسجد کی سنگ بنیاد کی تقریب میں شرکت کی۔ مسجد کا نقشہ ایل ڈی اے سے منظور نہ کرایا گیا تو اس ضمن میں عرض ہے کہ پنجاب گزٹ نوٹیفکیشن بتاریخ 24۔جون 1998 اور انکم ٹیکس آرڈیننس 2001 سنٹر بورڈ آف ریونیو کے مطابق اپنی purchased جگہ میں تعمیرات کے لئے کسی دوسری ایجنسی کی منظوری لینے سے مستثنیٰ ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کھوکھر صاحب! آپ اس جواب سے مطمئن ہیں؟

ملک سیف الملوک کھوکھر: جناب سپیکر! مسئلہ یہ ہے کہ ایک پرائیویٹ آدمی نے یہ زمین وقف کی تھی اور اُسی جگہ کے اوپر ایل ڈی اے نے پلاٹ نمبر لگا دیئے تھے حالانکہ یہ جگہ تو مسجد کی تھی۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ تو ساری بات ہو گئی ہے آپ نے تو ناقص مٹیریل کی شکایت کی ہے۔ رانا صاحب! یہ ایک مسجد کا مسئلہ ہے اور اس حوالے سے اتنا serious قسم کا allegation آ رہا ہے وہ پیسا بھی لوگوں نے جمع کر کے دیا اور اس مسجد کی جگہ بھی وقف کی گئی تو اگر آپ متعلقہ افسروں کو بلا لیں اور ان کو بٹھا کر اس پر بات ہو جائے تو میرے خیال میں یہ ایک اچھی بات ہو گی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس مسجد کی تعمیر کی نگرانی وہاں کے لوکل لوگوں کے نمائندوں کے اوپر مشتمل کمیٹی کر رہی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اُن کی آپس میں کوئی tussle ہو، کچھ لوگ اُس کمیٹی میں ہوں اور کچھ لوگ اُس کمیٹی میں آنا چاہتے ہوں ویسے ان کو بلا لیتے ہیں۔ میرا

خیال ہے کہ وہاں کے مقامی لوگ جو اس مسجد کی تعمیر کا خیال رکھ رہے ہیں اُس کمیٹی کے ممبران اور ملک صاحب کو بٹھا دیتے ہیں تو اس مسئلے کو resolve کر لیتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ملک صاحب! ٹھیک ہے؟

ملک سیف الملوک کھوکھر: جناب سپیکر! بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ تحریک dispose of کی جاتی ہے۔ اس کے بعد تحریک التوائے کار نمبر 33/2011 جناب اعجاز احمد کاہلوں کی طرف سے ہے یہ تحریک بھی move ہو چکی ہے اور آج تک کے لئے pending کی گئی تھی۔ جی، رانا صاحب!

سرگودھا جنرل بس سٹینڈ پر سکیورٹی کے ناکافی انتظامات کی وجہ سے دہشتگردی کے خدشات میں اضافہ

(۔۔۔جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! تحریک التوائے کار نمبر 33/2011 کا جواب اس طرح ہے کہ ضلع سرگودھا میں سکیورٹی کے سخت انتظامات ہیں بالخصوص بس سٹینڈ، ریلوے سٹیشن، ہسپتال اور دیگر اہم مقامات پر سکیورٹی کے انتظامات انتہائی سخت ہیں۔ جنرل بس سٹینڈ سرگودھا پر سکیورٹی alert ہے جہاں پر ہر وقت باوردی اور سول پارچہ جات میں ملازمین موجود رہتے ہیں اور مؤثر گشت کا نظام بھی موجود ہے۔ ضلع ہذا کا اپنا سکیورٹی پلان ہے اور اس کے مطابق ان جگہوں کو حساس قرار دے کر سکیورٹی کے انتظامات پہلے ہی سخت کئے گئے ہیں اور عوام الناس کے جان و مال کے تحفظ کے لئے ہر ممکن اقدامات کئے گئے ہیں ضلع ہذا کی عوام کسی قسم کے خوف وہراس، عدم تحفظ یا بے چینی کا شکار نہ ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، کاہلوں صاحب!

جناب اعجاز احمد کاہلوں: جناب سپیکر! میں نے کل بھی گزارش کی تھی کہ جرائم صرف بے روزگاری کی وجہ سے بڑھ رہے ہیں اور بنک ڈکیتیاں ہو رہی ہیں۔ آپ ابھی survey کروالیں کہ لاری اڈے کے بالکل ساتھ ڈکیتیاں ہوئی ہیں۔ یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ پولیس کا کنٹرول ہے یا جرائم پر کنٹرول کیا جا رہا ہے۔ اس کے لئے صحیح لائحہ عمل بنایا جائے تاکہ بے روزگاری کم ہو اور نشہ آور لوگوں سے بچا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرے خیال میں جو جواب دیا گیا ہے وہ سب کچھ دیکھ کر ہی دیا ہے۔ اگر کوئی کمی ہے تو آپ کے point out کرنے کے بعد وہ اس کو بھی دور کریں گے۔ یہ تحریک التوائے کار dispose of کی جاتی ہے۔ اس کے بعد سردار خالد سلیم بھٹی صاحب کی تحریک التوائے کار نمبر 2011/48 ہے، یہ pending کی گئی تھی۔ جی، رانا صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس کا جواب موصول نہیں ہوا۔ اس کو pending فرمادیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے۔ یہ تحریک التوائے کار pending کی جاتی ہے۔ اب تحریک التوائے کار نمبر 2001/45 محترمہ خدیجہ عمر صاحبہ، محترمہ ثمینہ خاور حیات صاحبہ، سیدہ ماجدہ زیدی صاحبہ، محترمہ سیمل کامران صاحبہ اور محترمہ حمیرا اویس شاہد صاحبہ کی طرف سے ہے۔ جی، محترمہ سیمل کامران صاحبہ!

چائلڈ پروٹیکشن بیورو کا ووکیشنل سنٹر نمبر 2 لاہور محکمانہ عدم دلچسپی کی وجہ سے بند ہونے سے طالبعلموں کو پریشانی کا سامنا

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "جنگ" مورخہ 10۔جنوری 2011 کی خبر کے مطابق لاہور میں چائلڈ پروٹیکشن بیورو کا ووکیشنل سنٹر نمبر 2 گزشتہ دو سال سے عملاً بند پڑا ہے۔ ٹیوٹا کی طرف سے ٹیچرز سنٹر میں آتی ہیں لیکن بیورو کی جانب سے ووکیشنل ٹریننگ کے لئے کوئی میٹریل نہیں دیا جاتا۔ بچے سنٹر میں آتے ہیں اور فارغ بیٹھ کر واپس چلے جاتے ہیں۔ تفصیلات کے مطابق متعلقہ ڈائریکٹر جنرل کا کہنا ہے کہ جب ٹیوٹا اور چائلڈ پروٹیکشن بیورو کے مابین Memo of Understanding پر دستخط نہیں ہوتے۔ سنٹر کو ایک سوئی بھی نہیں دی جائے گی۔ اس صورتحال کی ذمہ داری کس پر ہے؟ اس پر کوئی کچھ کہنے کے لئے تیار نہیں۔ نتیجتاً بچوں کی تربیت کا اہم ادارہ بے کار پڑا ہے۔ بچے اور ٹیچر ایک دوسرے کو پریشانی سے دیکھتے ہیں اور وہ فارغ بیٹھ کر چلے جاتے ہیں۔ اس صورتحال سے عوام میں شدید ردعمل پایا جاتا ہے۔ مسئلہ ایک عوامی اہمیت کا حامل ہے اور اسمبلی کی دخل اندازی کا متقاضی ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، راناصاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس تحریک التوائے کار کا جواب موصول نہیں ہوا، اس کو pending فرمادیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے۔ اس تحریک التوائے کار کو 24۔جنوری 2011 تک pending کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد تحریک التوائے کار نمبر 2011/46 چودھری ظہیر الدین خان صاحب، چودھری عامر سلطان چیمہ صاحب، محترمہ خدیجہ عمر صاحبہ، محترمہ ثمینہ خاور حیات صاحبہ اور محترمہ سیمل کامران صاحبہ کی طرف سے ہے۔ جی، چیمہ صاحب!

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! میں نے جتنی بھی تحاریک التوائے کار پہلے پڑھی ہیں اور آج بھی پڑھ دوں گا لیکن ان کے جوابات تو آتے نہیں اس لئے بہتر تو ہے کہ ہم پیش ہی نہ کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں۔ جواب تو سب کے آتے ہیں۔ یہ نہ کہیں۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! آپ چیک کر لیں، میں آپ کو نمبر فراہم کر دوں گا۔ ان کے جوابات یا تو pending ہیں یا آ ہی نہیں رہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا صاحب! انھوں نے بات کی ہے، آپ specifically ان کی تحاریک کے جوابات کو دیکھ لیں۔ میں اپنے staff کو بھی کہتا ہوں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ specifically نمبر بتادیں کہ کن تحاریک کے جوابات بروقت نہیں آئے۔ آپ آج بھی دیکھ لیں تقریباً 75 فیصد تحاریک کے جوابات آگئے ہیں۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! میں ان کے نمبر آپ کو دے دوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ بالکل دیں۔ میں ان کو خود دیکھوں گا۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اگر ان کو اتنا اعتراض ہے تو ان کو نمبر زبانی یاد ہونے چاہئیں۔ یہ فرمادیں، میں ابھی چیک کر لیتا ہوں۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! پانچ سات اکٹھی ہیں، میں ان کے نمبر آپ کو مہیا کر دوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چلیں، ٹھیک ہے۔ اب آپ اپنی تحریک التوئے کار پڑھیں۔ جی، چیمہ صاحب!

ضلع مظفر گڑھ کے متعدد گاؤں میں وٹرنری ڈاکٹروں کی عدم دلچسپی کی بناء پر جانور منہ کھر کی بیماری میں مبتلا اور ہلاک

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "خبریں" مورخہ 11۔جنوری 2011 کی خبر کے مطابق ضلع مظفر گڑھ میں سلطان پورہ نواحی بستی فیض آباد، کوٹلہ افغان، کوٹلہ مہر علی، موضع گھری، بستی مصطفیٰ آباد، نبی پور، ارلہ، موضع مسن کوٹ بھوا میں جانوروں کو منہ کھر کی بیماری نے لپیٹ لیا جس سے بے شمار قیمتی جانور ہلاک ہو رہے ہیں۔ مویشی پالنے والوں کا کہنا ہے کہ ہمارے چھوٹے جانوروں کو منہ کھر جیسے موذی امراض نے نگل لیا۔ وہاں کے مقامی لوگوں نے بتایا کہ وٹرنری ڈاکٹروں کی طرف سے بیماری کے بچاؤ کے لئے ادویات ملتیں تو فوری طور پر جانوروں کو بچایا جا سکتا تھا۔ مویشی پال عوامی حلقوں نے محکمہ لائیو سٹاک سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ متاثرہ علاقوں میں فوری طور پر موبائل ٹیمیں بھیج کر مزید نقصان سے بچایا جائے۔ اس خبر سے اہل علاقہ میں بالعموم اور مویشی پال حضرات میں بالخصوص اضطراب پایا جاتا ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، رانا صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): اس تحریک التوائے کار کا جواب موصول نہیں ہوا، اس کو pending فرما دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے۔ اس تحریک التوائے کار کو 24۔جنوری 2011 تک pending کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد تحریک التوائے کار نمبر 2011/51 محترمہ حمیرا اویس شاہد صاحبہ اور جناب محمد محسن خان لغاری صاحب کی طرف سے ہے۔ جی، محترمہ!

زرعی قرضے میں مسلسل اضافہ سے حکومت اور کسانوں کو پریشانی کا سامنا

محترمہ حمیرا اویس شاہد: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ایک مؤقر روزنامہ کی حالیہ اشاعت میں ایک رپورٹ شائع ہوئی ہے کہ صرف زرعی قرض 300

بلین روپے تک پہنچ چکا ہے جس پر 3.75 بلین ماہانہ یعنی 45 بلین روپے سالانہ سروس کاسٹ آتی ہے جو یقیناً نہ صرف خزانے پر ناقابل برداشت بوجھ ہے بلکہ صوبہ پنجاب کے کسانوں کو درپیش مشکلات میں اضافے کا بھی سبب ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ پنجاب کی زرعی معیشت میں فوری اصلاحات کی جائیں اور اسلامی نظام بیع سلم ہی اس کا واحد، مؤثر اور فوری حل ہے۔اس نظام سے نہ صرف اس صوبہ کی معیشت میں انقلابی تبدیلی آئے گی بلکہ آئین پاکستان اور اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کے حوالے سے سودی نظام کے خاتمے میں بھی مدد ملے گی۔اس نظام کے متعارف کرانے سے آڑھتیوں کے استحصال کا خاتمہ ہوگا۔ غیر قانونی ذخیرہ اندوزی اور مصنوعی قلت کا خاتمہ ہوگا۔ خوردنی اجناس کی افراط وتفریط کو کنٹرول کیا جاسکے گا۔ حکومت کو عُشر کی مد میں کروڑوں روپے کا حصول ہوگا۔ پاکستان کے سب سے بڑے صوبہ میں غربت اور خوراک کی قلت کے خاتمے میں مدد ملے گی۔اس نظام سے سود سے پاک معیشت کی جانب پہلا قدم ہوگا جو قائداعظم کے تصور اور رباء کے خلاف آئین کی شقوں کے عین مطابق ہوگا۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، راناصاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں نے حمیرا صاحبہ اور لغاری صاحب کی کل سیکرٹری زراعت سے ملاقات کرائی تھی۔اس detailed discussion کے بعد پنجاب کی سطح پر کوئی پیش رفت ممکن ہوئی تو کریں گے، باقی سردست اس کا جواب آچکا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ اس پر مزید کچھ چاہتے ہیں کہ ان کی ملاقات ہوئی تھی، کیا اسے pending کر لیا جائے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس میں conceding جواب ہے، وہ میں پڑھ دیتا ہوں اس کے بعد ان کی جو بات ہوگی اس کے مطابق اسے آگے بڑھائیں گے۔ زرعی قرضوں کی پالیسی بنانا حکومت پنجاب، محکمہ زراعت کے دائرہ اختیار میں نہیں آتا بلکہ یہ وفاق کی ذمہ داری ہے۔ حکومت پنجاب اس بات پر متفق ہے کہ وفاقی حکومت اسلامی اصولوں کے فروغ کے لئے اسلامی زرعی نظام مشارقہ اور مضاربہ متعارف کرائے تاکہ غریب کسانوں کو آڑھتیوں اور ایجنٹوں کے بنائے گئے ظالمانہ قرضوں کے سودی نظام سے نجات حاصل کر کے ملک اور صوبے کی ترقی میں اپنا

مؤثر کردار ادا کر سکے، محرک یہی چاہتے ہیں۔ اس معاملے میں اور دیگر ایسے تمام معاملات میں جن سے غریب کاشتکاروں کی فلاح و بہبود مقصود ہو حکومت پنجاب اپنا بھرپور تعاون کرے گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: راناصاحب! یہ point بڑا اہم ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! ٹھیک ہے جیسے یہ جواب ہے اور انھوں نے جو suggestion دی ہے اس سے محکمہ زراعت حکومت پنجاب تو متفق ہے۔ اس میں جو detailed discussion ہو گی تو پھر وہ کون سا نظام ہو گا جس کو ہم یہاں Resolution کے ذریعے opt کر سکتے ہیں کیونکہ یہ وفاقی حکومت کو ہی جائے گا۔ اس کے متعلق ان کی بات ہو رہی ہے۔ یہ بیٹھ کر کر لیں اور جو بھی final ہو گا اس کے مطابق ہم ان سے cooperate کریں گے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میں اس پر گزارش کرتا ہوں کہ میرے ذہن میں اس کے دو طریقے آتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہم ہاؤس میں اس پر ایک debate کر لیں لیکن دوسرا بہتر اور افضل طریقہ یہ ہو گا جیسے راناصاحب نے suggest کیا تھا اور کل انہوں نے ہماری فنانس اور ایگریکلچر سیکرٹری سے ملاقات بھی کرائی تھی کہ ہم کسی کمیٹی یا کسی جگہ بیٹھ کر Islamic/economic experts اور Agricultural Experts سے رائے لے لیں کہ ان چیزوں کا impact ہمارے صوبے کی معیشت پر کیا پڑے گا؟ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہمارے صوبے بلکہ ہمارے پورے ملک کی Agricultural based economy ہے۔ ہم لاکھ کوشش کر رہے ہیں اور resource کو انڈسٹری کی طرف ٹرانسفر کر رہے ہیں اور rural سے urban areas کی طرف کر رہے ہیں but all country is predominately agricultural rural economy اس لئے اُن کی بہتری اور مفاد کے لئے اس کام کو کرنے کی ہمیں بڑی سخت ضرورت ہے۔ اگر ہم اسے کہیں پر بیٹھ کر discuss کریں گے تو وہاں پر براہِ مہربانی Islamic finance کے experts کو ضرور بلائیں۔ ایک بہت بڑی بات جو میرے دل کو لگتی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کریں گے کہ اُس نے سود کو منع کیا ہے اس لئے ہم ایک دینی فریضہ، انسانیت کی بھلائی، اپنے ملک کی زرعی معیشت اور ہر چیز کے لئے اس تحریک کے ساتھ کام کر رہے ہوں گے۔ اگر possible ہو تو ہم اس کو seriously discuss کرنے کے لئے ایک کمیٹی کے سپرد کر دیں جو بیٹھ کر اس چیز پر ایک brain storming کرے تو پھر consensus پیدا کر کے اپنی سفارشات پنجاب اسمبلی کی طرف سے وفاق کو بھیجیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: لغاری صاحب! وہ بات clear ہو گئی ہے۔ رانا صاحب! جس طرح سٹینڈنگ کمیٹی برائے خزانہ ہے اُس میں ہم مزید کچھ ممبران کو شامل کر لیتے ہیں وہ اسے دیکھ لیں گے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! محکمہ کا اس میں یہ stand ہے کہ انہیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن یہ معاملہ حکومتِ پنجاب سے متعلقہ نہیں ہے۔ دوسرے صوبوں کی طرف سے اگر ہم اس کو اس طرح سے impose کرنے کی کوشش کریں تو ہو سکتا ہے کہ دو تین ہفتے میں کوئی resentment آ جائے۔ یہ کمیٹی بنی چاہئے مگر یہ وفاقی سطح پر بنی چاہئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ویسے technically تو بات ٹھیک ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! ہم اس کو impose نہیں کر رہے بلکہ ایک سفارش دے رہے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! ہم سفارش قرارداد کے ذریعے بھی دے سکتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: لغاری صاحب! آپ پھر اسے قرارداد کے ذریعے لے آئیں کیونکہ اس کا ambit یہی ہے۔ لاء منسٹر صاحب کی بات بالکل ٹھیک ہے کہ ہم اس کو ایک حد تک ہی لے جا سکتے ہیں۔ اسی چیز کو آپ قرارداد میں لے آئیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! قرارداد صرف ایک opinion ہو گی۔ اگر ہم اس کو بیٹھ کر discuss کر لیں تو کیا حرج ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ ایسا کریں کہ آج مزید اس کو لاء منسٹر سے discuss کر لیں۔ میں اس کو کل تک کے لئے pending کرتا ہوں۔

سینئر مشیر برائے وزیر اعلیٰ (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

سینئر مشیر برائے وزیر اعلیٰ (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ): جناب سپیکر! جس طرح لاء منسٹر صاحب کہہ رہے تھے کہ اگر ہم ایک سفارش کرتے ہیں تو وہ شاید دوسرے صوبوں کو قبول نہ ہو لیکن جب ہم کالاباغ ڈیم کی سفارش کرتے ہیں تو اُس وقت اُن لوگوں نے اسے accept نہیں کیا۔ میں آپ

سے یہ درخواست کروں گا کہ اسے سٹینڈنگ کمیٹی برائے خزانہ میں نہ بھیجیں بلکہ ہاؤس کی ایک کمیٹی بنا دیں جہاں پر اس کو discuss کیا جائے پھر ہاؤس کی رائے لے کر سفارش کی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں نے یہی کہا ہے کہ آج یہ بیٹھ کر مزید discuss کر لیں گے اور اس کا کوئی خدوخال بنا کر لاء منسٹر صاحب کل ہاؤس کو apprise کر دیں گے پھر اس حساب سے ہم کمیٹی بنا دیں گے اس لئے کل تک میں نے اس کو pending کر دیا ہے۔ بہت شکریہ۔ اب تحریک التوائے کار نمبر 52/2011 محترمہ آمنہ الفت، سیدہ ماجدہ زیدی اور سیدہ بشریٰ نواز گردیزی کی طرف سے ہے۔ اسے پیش کریں۔

لاہور کی صفائی کے لئے پراجیکٹ مینجمنٹ یونٹس کے منصوبے کی ناکامی

سیدہ ماجدہ زیدی: میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "جناح" مورخہ 11۔جنوری 2011 کی خبر کے مطابق لاہور کی صفائی کے لئے Project Management Units کا منصوبہ بنایا گیا۔ ایک سال گزرنے کے بعد اور تین کروڑ روپے سے زیادہ خرچ کرنے کے باوجود لاہور کی صفائی ستھرائی کا یہ منصوبہ ناکام ہو گیا اور اسے ختم کر دیا گیا۔ اب یہ کہا جا رہا ہے کہ Lahore Solid Waste Company کے ہوتے ہوئے اب ان Units کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ اپنا کام تسلی بخش طریقے سے کر رہی ہے۔ یہ منصوبہ سابق ڈی سی او سجاد بھٹہ نے شروع کیا اور اس میں من پسند افسران کو بھرتی کیا گیا۔ متعلقہ حکام کی ناقص منصوبہ بندی سے صوبائی حکومت کو کروڑوں روپے کا نقصان پہنچایا گیا۔ اس عمل سے عوام میں شدید ردعمل پیدا ہوا ہے لہٰذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس کو اگلے ہفتے تک کے لئے pending فرما دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ تحریک 24۔تاریخ تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔ اب تحاریک التوائے کار کا وقت ختم ہو گیا ہے۔

جناب احمد خان بلوچ: پوائنٹ آف آرڈر۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! میں آپ کو بھی پوائنٹ آف آرڈر پر اجازت دیتا ہوں۔ جی، بلوچ صاحب!

جناب احمد خان بلوچ: جناب سپیکر! آپ نے فرمایا تھا کہ جب بھی کوئی ایسے اہم معاملات ہوں تو پوائنٹ آف آرڈر کی بجائے تحریری طور پر تحریک التوائے کار یا قرارداد جمع کرایا کریں۔ آپ کی ہدایت پر نہایت ہی ضروری معاملہ پر تحریک التوائے کار جمع کرا دی ہے لیکن اُس کی چونکہ turn نہیں آئی لہذا میری request ہے کہ اسے take up کر لیا جائے کیونکہ بھارت صوبہ پنجاب کے پیچھے پڑ گیا ہے۔ پہلے اُس نے دریاؤں کا پانی بند کر دیا اور اب زیرِ زمین شدید war کر رہا ہے۔ پاکستان کے منصوبہ بندی کے سینئر ماہر نے 15۔ تاریخ کو خبر دی ہے کہ اگر صوبہ پنجاب والوں نے اس کا علاج نہ سوچا تو پنجاب کے سرحدی علاقوں کا پانی اتنی خطرناک حد تک کم ہو رہا ہے کہ اس کی زرعی معیشت کو سو فیصد نقصان پہنچے گا۔ یہ معاملہ اتنا ضروری ہے کہ پہلے ایک دریا کا پانی بند ہوا، پھر دوسرے کا اور پھر تیسرے کا ہوا لیکن ہم خاموشی سے بیٹھے رہے۔ اب بھارت زیرِ زمین پانی کے پیچھے بھی پڑ گیا ہے۔ چونکہ صوبہ پنجاب ایک ایسا صوبہ ہے جو پورے پاکستان کو اناج فراہم کرتا ہے۔ صوبہ پنجاب کو اگر زرعی طور پر نقصان پہنچا تو پورے پاکستان کو معاشی طور پر نقصان پہنچے گا۔ میری یہ گزارش ہے کہ اگر ہو سکے تو اس نہایت اہم مسئلے پر میری تحریک التوائے کار کو out of turn take up کیا جائے کیونکہ یہ میرا ذاتی نہیں بلکہ پورے پنجاب کا معاملہ ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بلوچ صاحب! میں آپ کی بات follow کر گیا ہوں لیکن اس حوالے سے چونکہ ایک rule decide کر دیا ہے اس لئے آپ رانا ثناء اللہ صاحب سے مل لیں کیونکہ تمام پارلیمانی لیڈر بیٹھ کر out of turn کی اجازت دیں گے۔ ویسے میرے خیال میں کل آپ کی تحریک کی باری بھی آ جائے گی۔ پلیز تشریف رکھیں۔

محترمہ سیمل کامران: پوائنٹ آف آرڈر۔

محترمہ آمنہ الفت: پوائنٹ آف آرڈر۔

سرکاری کارروائی

مسودہ قانون

(جو متعارف ہوا)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، میں آپ دونوں کو floor دیتا ہوں لیکن پہلے ہم business کو نمٹا لیں۔اب ہم سرکاری کارروائی شروع کرتے ہیں اور آج کے ایجنڈے پر حسبِ ذیل کارروائی ہے۔

The Punjab Technical Education and Vocational Training Authority (Amendment) Bill 2011 (Bill No. 7 of 2011). Minister for Law to introduce the Punjab Technical Education and Vocational Training Authority (Amendment) Bill 2011.

مسودہ قانون (ترمیم) پنجاب ٹیکنیکل ایجوکیشن اینڈ ووکیشنل ٹریننگ اتھارٹی مصدرہ 2011

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS (Rana Sana Ullah Khan): Mr. Speaker, I move to introduce the Punjab Technical Education and Vocational Training Authority (Amendment) Bill 2011.

MR DEPUTY SPEAKER: The Punjab Technical Education and Vocational Training Authority (Amendment) Bill 2011 has been introduced in the House under Rule 91(5) of the Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab 1997 and is referred to the Standing Committee on Industries for report within one month.

جی، ڈاکٹر صاحبہ!

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: شکریہ۔ جناب سپیکر! ہمارے قائد کے شہر کراچی میں target killing ہو رہی ہے، وہاں پر لاشیں گر رہی ہیں، خون کی ندیاں بہہ رہی ہیں اور انہی بوریوں میں بند لاشوں پر سیاست بھی ہو رہی ہے۔ میں یہ چاہ رہی ہوں کہ بھتہ خوری سے کراچی کو نجات دلانے کے لئے ہمیں جدوجہد کرنی ہو گی کیونکہ ہم سب پاکستان کے آزاد شہری ہیں۔ میں اپنے اپوزیشن کے معزز بھائیوں اور بہنوں

سے یہ request کرنا چاہ رہی ہوں کہ یہ معاملہ اپوزیشن یا حکومت کا کوئی علیحدہ علیحدہ نہیں ہے اس لئے میں تمام ہاؤس کی طرف سے کراچی کے عوام سے اظہارِ یکجہتی کے لئے ایک قرارداد لانا چاہ رہی ہوں جس کے لئے میں آپ سے اجازت چاہوں گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! اجازت کے طریق کار کے لئے آپ rules کو پڑھیں اور قرارداد move کرنے کے لئے اسمبلی سیکرٹریٹ سے رابطہ کریں۔ پلیز تشریف رکھیں۔ جی، سیمل کامران صاحبہ!

محترمہ سیمل کامران: بہت شکریہ۔ جناب سپیکر! ایک تحریک التوائے کار پر لاء منسٹر صاحب نے بھل صفائی کی بات کی تھی اُس حوالے سے میں بات کرنا چاہتی ہوں۔ انہوں نے بتایا کہ یکم دسمبر سے یکم جنوری تک بھل صفائی ہوتی ہے لیکن جیسے میں نے آپ سے ذکر کیا کہ میرا روزانہ نہر سے گزر ہوتا ہے مگر مجھے وہاں پر کوئی بھل صفائی ہوتی نظر نہیں آتی۔ دو تین دن پہلے ایک پرائیویٹ ٹی وی چینل نے بھی دکھایا ہے کہ نہروں کے اندر بچے کرکٹ کھیل رہے ہیں۔ کچھ دن پہلے بھی میں نے point out کیا تھا لیکن اُس دن بھی سینئر منسٹر صاحب تشریف فرما نہیں تھے۔ اُس دن میں ان کے محکمے کا تھوڑا سا حال آپ کو بتا چکی تھی جو میں نے خود دیکھا تھا کہ سرگودھا میں بھی بھل صفائی کے چکر میں ان کے محکمے کے لوگ وہاں پر گئے تھے اور میرے کزن کے پٹرول پمپ پر tuck shop سے انہوں نے پچاس ہزار روپے کی نہ صرف خریداری کی بلکہ اُن کی تین گاڑیوں میں پٹرول بھی ڈلوایا گیا اور آخر پر cranes کے چکر میں ڈیزل کا سارا bill بنوا لیا گیا۔ اگر اس طرح کی بھل صفائی ہونی ہے تو نہ صرف مچھلیاں مریں گی بلکہ انسان بھی مریں گے کیونکہ نہروں اور دریائے راوی کا حال سب کے سامنے ہے۔ اگر کوئی خود جا کر دیکھنا چاہتا ہے تو ضرور دیکھے کیونکہ وہ اس وقت گندگی کا گڑھ بنا ہوا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! آپ نے on the floor of the House ایک بات کی ہے کیا اس حوالے سے آپ کے کزن نے کہیں پر اس کی report کی ہے؟

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں یہ بات پہلے بھی floor پر کر چکی ہوں کہ ان کے پٹرول پمپ پر یہ ہوا اور میرے پاس رسیدیں بھی موجود ہیں۔ اس دن جناب سپیکر نے کہا تھا کہ سینئر منسٹر صاحب تشریف لائیں گے تو۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ یہ لاء منسٹر صاحب کو دیں کیونکہ اگر پوائنٹ آف آرڈر پر کسی کے خلاف اس طرح الزام لگانا ہے تو اس کا کوئی ثبوت بھی دیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! اس دن سینئر منسٹر صاحب صدر زرداری صاحب سے ملنے کے لئے گئے ہوئے تھے تو سپیکر صاحب نے مجھے direction دیتے ہوئے کہا تھا کہ یہ کام ان کا ہے تو اس سلسلے میں آپ ان سے بات کر لیں۔ مجھے اس floor پر بات کرنے کی دوبارہ ضرورت اس لئے پیش آئی اور میں تنقید برائے تنقید کے طور پر بات نہیں کرنا چاہتی۔ ہمارے departments کا حال ہم سب کے سامنے ہے اور بیوروکریسی ساری نہیں very few people جس طرح سے بے لگام ہیں، جو اس طرح کی حرکتیں کرتے ہیں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: پوائنٹ آف آرڈر پر آپ صرف ایک چیز یعنی بھل صفائی پر بات کر سکتی ہیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں بھل صفائی کے سلسلے میں ہی بات کر رہی تھی کیونکہ بھل صفائی کے لئے ان کے محکمہ کے جانے والے لوگوں نے یہ کرتب وہاں پر دکھائے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ اس بارے میں تحریری طور پر دیں تو پھر دیکھیں گے۔

پوائنٹ آف آرڈر

محترمہ آمنہ الفت: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

صوبائی دارالحکومت میں بھیک مانگنے والے بچوں کی تعداد میں اضافہ

محترمہ آمنہ الفت: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں ایک انتہائی اہم مسئلے کی طرف ایوان کی توجہ دلانا چاہتی ہوں کہ اگر ہم گھر سے باہر مارکیٹ یا بازار جانے کے لئے نکلتے ہیں تو بھیک مانگنے والے بچوں کی کثیر تعداد گاڑیوں کے گرد اکٹھی ہو جاتی ہے۔ پچھلے دور میں Child Protection Bureau اسی لئے بنایا گیا تھا کہ بھیک مانگنے والے تمام بچوں کو ایک اچھا status دیا جائے، ان کے ہاتھ میں کتابیں دی جائیں اور ان کے لئے غالباً 1123 نمبر پر باقاعدہ اطلاع دی جاتی تھی جس پر وہ آ کر ان بچوں کو اٹھا کر لے جاتے تھے۔ ہم نے کم از کم لاہور میں یہ دیکھا کہ بھیک مانگنے والے بچوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر رہ گئی تھی لیکن اب پھر سے ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ بھیک مانگنے والے بچوں کی تعداد دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔ وہ بلا خوف و خطر سڑکوں پر بھیک مانگ رہے ہیں اور انہیں قطعاً اس چیز کا خوف نہیں ہے کہ حکومت انہیں

اٹھا کر لے جائے گی اور ان کے والدین یا انہیں اس field میں ڈالنے والے لوگ بھی خوفزدہ نظر نہیں آتے۔ بات governance اور نظام کو کنٹرول کرنے کی آ جاتی ہے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کا پوائنٹ آف آرڈر کیا ہے؟

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر بہت اہم ہے اور میرا مقصد صرف ایوان کے notice میں بات لانا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ بڑی محترم ہیں لیکن آپ پوائنٹ آف آرڈر پر تقریر نہیں کر سکتیں۔ آپ نے ایک بات کی نشان دہی کی ہے جو کہ valid ہے لیکن اب اس بات کا respond منسٹر صاحب سے کرا لیتے ہیں۔ لاء منسٹر صاحب! میں پچھلے دنوں کہیں پر پڑھ رہا تھا کہ ٹریفک وارڈن کو بھی شاید ڈیوٹی دی گئی ہے کہ بھکاریوں کو پکڑ کر Child Protection Bureau پہنچانا ہے تو کیا اس بارے میں آپ کے پاس کوئی update ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس بارے میں محترمہ اگر کوئی تحریری طور پر دیں تو Child Protection Bureau سے اس کی معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں لیکن سر دست میرے علم میں کوئی ایسی بات نہیں کہ ایسے بچوں کو گرفتار کرنے کا کوئی نظام ہے۔ ویسے اگر کوئی بچہ بھیک مانگتا پایا جائے تو اسے Child Protection Bureau کے سپرد کیا جانا چاہئے لیکن specifically اس معاملے کو معلوم کر کے ہی بتا سکتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! وہ معلوم کر کے ہی آپ کو بتائیں گے۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! میں عوام کی بھلائی کے لئے بات کر رہی ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں بھی تو اس ایوان کی بھلائی کے لئے rules کو follow کر رہا ہوں۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! میں ایک بات کو pinpoint کر رہی ہوں کہ ہم ذمہ دار لوگ ہیں اور ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم ایوان کو آگاہ کریں۔ میں سمجھتی ہوں کہ اس وقت وارڈنز کی بھی تربیت کی ضرورت ہے کیونکہ انہیں جس طریقے سے پہلے trained کیا گیا تھا تو اب ان کے روّیے میں تبدیلی آ گئی ہے اور وہ بات نہیں سنتے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کا ایک پوائنٹ آف آرڈر ہو گیا ہے۔ اب آپ نے دوسرا شروع کر دیا ہے جو کہ مناسب نہیں ہے اس لئے آپ تشریف رکھیں۔ continuation of pre budget general

discussion for seeking proposals of the Members for the Budget 2011-12 پہلے ہی یہ بحث چل رہی تھی اور 17۔جنوری کو اس کا آغاز وزیر خزانہ صاحب کی تقریر سے ہوا تھا۔اس دن نو ممبران اسمبلی نے تجاویز دی تھیں۔آج، کل اور پرسوں تک یہ بحث جاری رہے گی۔جو ممبران اس بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں اور وہ اپنے نام مجھے نہیں بھجوا سکے تو وہ اپنے نام مع تاریخ مجھے بھجوادیں۔اب ہم اس کا آغاز کرتے ہیں۔آج کے پہلے مقرر جناب احمد خان بلوچ صاحب ہیں۔جی، بلوچ صاحب!

جناب محمد محسن خان لغاری: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

این ایف سی ایوارڈ کے بارے میں حکومت سے وضاحت کا مطالبہ

جناب محمد محسن خان لغاری: شکریہ۔جناب سپیکر!اس سے پہلے میں نے کل ایک گزارش کی تھی کہ بجٹ کے ساتھ NFC Award کا بڑا ہی اہم تعلق ہے کیونکہ ہمیں 80 فیصد پیسے تو مرکز سے آنے ہوتے ہیں۔وزیر خزانہ صاحب تشریف رکھتے ہیں تو یہ اس بارے میں بتائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کائرہ صاحب! کل آپ موجود نہیں تھے اور یہ point raise کیا گیا تھا جسے میں نے آپ کے آنے تک pending کر دیا تھا اس لئے آپ اس کی وضاحت فرمادیں۔

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ): جناب سپیکر! یہ اپنا مؤقف دہرادیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: لغاری صاحب! آپ دوبارہ اپنا مؤقف پیش کریں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر!اس دن میں نے وزیر خزانہ صاحب کی خدمت میں بھی off the floor عرض کیا تو انہوں نے کہا تھا کہ ہم اس پر کچھ کریں گے لیکن ابھی تک کچھ نہیں ہوا۔ آئین کی provision ہے اور ہمیں 80 فیصد پیسے تقریباً وفاق سے آتے ہیں جبکہ تقریباً 20 فیصد پیسے ہم خود سے raise کرتے ہیں۔وفاق سے آنے والے پیسے N.F.C کے تحت آتے ہیں اور Article 160 of the Constitution میں ہے کہ اس کی قانونی ضرورت ہے کہ اسے اس ایوان کے اندر پیش ہونا ہے اور اس کے sub section(5) میں لکھا ہے کہ:

> sub section (5) The recommendations of the National Finance Commission, together with an explanatory

memorandum as to the action taken thereon, shall be laid before both Houses and the Provincial Assemblies

جبکہ

3(b)The Federal Finance Minister and Provincial Finance Ministers shall monitor the implementation of the Award biannually and lay their reports before both Houses of Majlis-e-Shoora (Parliament) and the Provincial Assemblies

جناب سپیکر! نیشنل فنانس کمیشن دسمبر 2009 میں ہوا اور میرے خیال میں فروری یا مارچ 2010 میں صدر صاحب نے اس پر دستخط کر کے implement کیا۔ اب جنوری کا مہینہ آگیا ہے تو سال ہونے والا ہے اور biannually اسے lay ہونا تھا مگر نہیں ہوا۔ کتنے پیسے ہمیں transfer ہوئے، کس طرح سے ہوا؟ House کے اندر lay ہونا ایک آئینی بات ہے کیونکہ ابھی بجٹ کا وقت ہے اور ہم نے انہی پیسوں کے ساتھ بجٹ بنانا ہے جو ہمیں این ایف سی سے آنے ہیں۔ این ایف سی کی پہلی provisions تو ہم نے پوری نہیں کیں اور N.F.C Award کو موجودہ مخلوط حکومت اور political leadership اپنی سب سے بڑی achievement کے طور پر project کرتی ہیں۔ جہاں پر بھی کوئی بات ہوتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ ہم نے N.F.C Award کر دیا ہے تو اس پر عملدرآمد اور دیگر چیزیں کہیں پر پیش ہونے کی ضرورت نہیں ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، کائرہ صاحب!

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ): شکریہ۔ جناب سپیکر! لغاری صاحب نے بڑا اچھا point raise کیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ N.F.C Award تمام coalition partners اور تمام coalition Governments کی ایک بہت بڑی achievement ہے جو کہ 19 سال بعد ہوئی۔ اس کی implementation جولائی 2010 سے onward ہونی تھی۔ جولائی سے دسمبر تک biannual آدھے سال کی رپورٹ صوبہ سندھ کے علاوہ باقی تینوں صوبوں نے مرکزی حکومت کو بھجوا دی ہے۔ مرکزی حکومت نے ان reports کی روشنی میں اپنی ایک رپورٹ تیار کرنی ہے جسے تمام اسمبلیوں کے Houses میں پیش کیا جائے گا۔ اس سلسلے میں آج بھی تمام Finance Secretaries

کی میٹنگ ہو رہی ہے اور جیسے ہی ہمیں یہ رپورٹ مرکزی حکومت سے واپس ملے گی تو اسے ایوان میں پیش کر دیا جائے گا۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر!اس کا مطلب ہے کہ ابھی تک Constitutional violation in place ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: لغاری صاحب! کیسے؟

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر!کیا یہ رپورٹ اس ایوان میں پیش ہوئی ہے، ہو سکتا ہے کہ میں اس دن ایوان میں نہ آیا ہوں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: کائرہ صاحب!قومی اسمبلی میں یہ رپورٹ پیش ہو چکی ہے تو یہاں کیوں نہیں ہو رہی؟

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ): جناب سپیکر!پہلے چھ ماہ کی رپورٹ ہم نے مرکزی حکومت کو بھجوا دی ہے۔ مرکزی حکومت رپورٹ پہلے چھ ماہ گزرنے کے بعد ہی تیار کرے گی۔Implementation ان چھ ماہ گزرنے کے بعد ہی پہلے دو تین ماہ میں ہونی تھی۔ابھی تو جنوری کا پہلا مہینہ ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس کے اندر کوئی specific time نہیں لکھا ہوا۔Constitution میں laying لکھا ہوا ہے لیکن اس میں کوئی specific time نہیں لکھا ہوا کہ کب کی جانی ہے؟

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر!اس میں biannually لکھا ہوا ہے۔کیا یہ آخری مہینے کے اندر دو دن کے بعد پیش کر دیں گے؟ biannually کی common sense تو یہ بتاتی ہے کہ سال میں دو دفعہ کرنی ہے تو چھ چھ ماہ کی پیش کریں گے یا پانچ اور سات ماہ کی کر لیں گے۔ پہلے چھ ماہ کی رپورٹ تو پیش ہو جانی چاہئے تھی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کائرہ صاحب!Constitution بڑا clear ہے کہ اس سے پہلے آپ نے پیش کرنی ہے تو آپ کوشش کریں کہ اس وقت سے پہلے پیش کر دیں۔

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ): ٹھیک ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اب ہم pre budget discussion شروع کرتے ہیں جی، احمد خان بلوچ صاحب!

سرکاری کارروائی

(۔۔۔جاری)

بحث

بجٹ12-2011 کے لئے ممبران اسمبلی سے تجاویز لینے کی غرض سے پری بجٹ بحث

(۔۔۔جاری)

جناب احمد خان بلوچ: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! pre budget تجاویز ایک بہت اچھا اقدام ہے جو ہماری حکومت نے ہی شروع کیا ہے۔ ہم وزیر اعلیٰ صاحب کے مشکور ہیں کہ انہوں نے کہا کہ ایم پی اے صاحبان سے اس معاملے پر ضرور مشورہ کریں اور پنجاب کے علاقوں کے متعلق پالیسی پر بحث یا تجاویز دینا چاہتے ہیں تو ان سے ضرور تجاویز لیں اور ان پر عملدرآمد بھی کریں۔ ہم وزیر اعلیٰ صاحب کے مشکور ہیں کہ انہوں نے بجٹ بنانے میں ایم پی اے صاحبان کو حصہ دار بنایا اور موقع دیا کیونکہ بجٹ آنے کے بعد وہ جو کچھ کہتے ہیں وہ اس وقت نہیں کیا جا سکتا۔ جن تجاویز پر عملدرآمد ہو سکتا ہے ان کا notice وزیر خزانہ صاحب لے رہے ہیں جس پر ہم ان کے مشکور ہیں۔ ہم امید یہ کرتے ہیں کہ صرف تجاویز سن کر یا note کر کے انہیں ختم نہیں کیا جائے گا بلکہ ان پر عمل بھی ہوگا۔ میری یہ گزارش ہے کہ ایم پی اے صاحبان کی طرف سے عوام کے مفاد میں دی جانے والی قابل عمل تجاویز پر عمل ہوتا ہوا بھی بجٹ میں نظر آئے۔ مجھے اعتراض ہے کہ پچھلے سال دی جانے والی ایک دو تجاویز پر منسٹر صاحب نے اقرار کیا تھا کہ یہ تجاویز اتنی اچھی ہیں کہ ان پر عمل ہوگا۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میری معزز ممبران سے گزارش ہے کہ Chair کو اس طرح disturb نہ کریں اور ناموں کی فہرست سیکرٹری صاحب اپنے پاس رکھیں جہاں سے ممبران دیکھ سکیں۔ جی، بلوچ صاحب!

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: شکریہ۔ جناب سپیکر! بلوچ صاحب نے سوموار کے دن بھی تقریر کی تھی اور آج پھر انہیں وقت دیا گیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، محترمہ! سوموار کے دن انہوں نے تقریر نہیں کی تھی۔ جو تقریر کر چکے ہیں ان کا نام اس فہرست میں نہیں ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: نہیں، جناب سپیکر! انہوں نے بات کی تھی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ کسی اور موضوع پر بات کر رہے ہوں گے۔ جی، بلوچ صاحب!

جناب احمد خان بلوچ: جناب سپیکر! پچھلی دفعہ بھی pre budget تجاویز لی گئی تھیں اور یہاں پر میں نے ایک proposal دی تھی کہ مہربانی کر کے تمام ایم پی اے صاحبان کے حلقہ کی ہر یونین کونسل میں بغیر کسی تفریق کے ایک ہائی سکول ضرور دے دیں اور بغیر تفریق کے دے دیں۔ تعلیم جو کہ وزیراعلیٰ صاحب کا مشن اور سوچ ہے اس لئے یہ ضروری ہے کہ ہر یونین کونسل میں ایک ہائی سکول ضرور بننا چاہئے۔ ایسے پسماندہ علاقے بھی ہیں جہاں پر گرلز کالج ہیں نہ بوائز کالج ہیں۔ خاص طور پر وہ بچیاں جو دیہاتوں میں رہتی ہیں اور انہیں چالیس پچاس کلومیٹر دور تحصیل ہیڈکوارٹر تعلیم حاصل کرنے کے لئے جانا پڑتا ہے لیکن وہ جا نہیں پاتیں جس کی وجہ سے وہ تعلیمی زیور سے محروم رہ جاتی ہیں۔ اب تو PTC کی ملازمت کے لئے بھی بی اے کا ہونا ضروری ہے اس لئے ایم پی اے کے پورے حلقے میں کم از کم ایک کالج تو ضرور بنایا جائے تاکہ دیہات کی رہنے والی بچیاں آسانی سے ڈگریاں حاصل کر سکیں۔ اس تجویز سے وزیر خزانہ اور لاء منسٹر نے بھی، مجھے یاد ہے کہ ایک میٹنگ PC میں ہوئی تھی اور یہاں ہاؤس میں بھی کہا گیا تھا کہ ہر یونین کونسل میں ایک گرلز ہائی سکول ضرور بنایا جائے گا۔ میرا خیال ہے کہ وزیر خزانہ صاحب کو یاد بھی ہوگا لیکن مجھے افسوس ہے کہ میری اس تجویز پر عمل نہیں ہو سکا اس کی کیا وجہ ہے وہ خود ہی بتا سکیں گے۔

جناب سپیکر! واٹر سپلائی سکیمیں بہت ضروری ہیں کیونکہ وہ لوگ ہر چیز کے بغیر تو گزارا کر سکتے ہیں لیکن پانی کے بغیر گزارا نہیں ہو سکتا۔ وہاں کے لوگ تین تین کلومیٹر کے فاصلے سے پانی لا کر اپنے بچوں کو پلاتے ہیں۔ تقریباً 80 فیصد بیماریاں پانی کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ جہاں پر واٹر سپلائی سکیم بنائی جاتی ہیں ان پر 80,70 لاکھ اور ایک کروڑ روپے تک بھی لگا دیا جاتا ہے لیکن اس کو مقامی کمیٹی کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ مقامی کمیٹی میں پارٹی اور برادری سطح کے اختلاف ہوتے ہیں۔ اس مقامی کمیٹی کو کہا جاتا ہے کہ آپ یہ فیس اکٹھی کریں اور اُس فیس سے واٹر سپلائی سکیم چلائیں۔ اس طرح سے پیسے جمع ہوتے ہیں اور نہ فیس جمع ہوتی ہے اور کروڑوں روپے ضائع ہو جاتے ہیں۔ میری تجویز یہ ہے کہ جہاں آپ یہ سکیم چلاتے ہیں وہاں پرانا سسٹم لے آئیں اور اس کو گورنمنٹ سنبھالے۔ گورنمنٹ اپنا آدمی مقرر کر دے،

بے شک وہ مقامی لوگوں سے فیس لے لیکن مقامی لوگوں کے سپرد کرنے سے واپڈا والوں کا بل ادا نہیں ہوتا اور واپڈا والے ٹرانسفارمر لے کر چلے جاتے ہیں اس طرح سے جس سکیم پر کروڑوں روپے خرچ ہو چکا ہوتا ہے مقامی لوگوں کے سپرد ہونے اور پیسے اکٹھے نہ ہونے کی وجہ سے وہ سکیم فیل ہو جاتی ہے اس لئے مہربانی کریں کہ جہاں واٹر سپلائی کی سکیم دی جائے وہاں کنٹرول بھی گورنمنٹ ہی کرے۔ ہر آدمی فیس دینے کے لئے تیار ہے لیکن پارٹی بازی کی وجہ سے پیسا جمع نہیں ہوتا، واپڈا والے ٹرانسفارمر لے جاتے ہیں اور وہ سکیم فیل ہو جاتی ہے۔

جناب والا! پچھلی بار گرین ٹریکٹر سکیم بند کر دی گئی۔ ہم نے پوچھا تو جواب ملا کہ ہم اس کے بدلے آپ کو سولر انرجی دے رہے ہیں۔ حالانکہ گرین ٹریکٹر سکیم بہت اچھی تھی، غریب اور چھوٹے کاشتکار اس انتظار میں ہوتے تھے کہ جب یہ سکیم آئے گی تو ہم ٹریکٹر خرید کریں گے۔ ہمیں یہ کہہ کر خاموش کرا دیا گیا کہ ہم آپ کو اس کے بدلے سولر انرجی دے رہے ہیں۔ سولر انرجی ایک اچھا منصوبہ ہے لیکن آج تک اُس منصوبے کا پتا ہی نہیں کہ وہ کہاں گیا، شروع ہوا یا نہیں ہوا؟۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بلوچ صاحب! wind up کر دیں۔

جناب احمد خان بلوچ: پورے پنجاب میں کہیں بھی سولر انرجی نظر نہیں آئی۔ کالا باغ ڈیم بنانا بہت ضروری ہے کیونکہ اس کے نہ ہونے سے پورے پاکستان کو نقصان پہنچ رہا ہے۔

ہیپاٹائٹس یا serious بیماریوں کے حوالے سے ہم وزیر اعلیٰ صاحب کے مشکور ہیں کہ انہوں نے اس کے لئے بہت فنڈز رکھے ہیں اور غریب لوگوں تک مفت دوائیاں پہنچا رہے ہیں۔ ان کے پاس جو درخواستیں آتی ہیں وہ مفت انجکشن وغیرہ پہنچا رہے ہیں لیکن اس کا process بہت slow ہے۔ وزیر اعلیٰ صاحب نے تو وہ پیسے دے دیئے اور ان کا مشن بھی ٹھیک ہے لیکن process slow ہونے کی وجہ سے جب آدمی فوت ہو جاتا ہے تب جا کر اُسے دوائیاں یا پیسے پہنچتے ہیں۔ خدا کے لئے اس process کو تیز کریں تاکہ اُس آدمی کی زندگی میں پیسے پہنچیں اور وہ اپنا علاج اچھے طریقے سے کروا سکے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ شاہجہاں احمد بھٹی!

جناب شاہجہاں احمد بھٹی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! جب بھی یہ pre budget اجلاس آتا ہے تو میں نے دیکھا ہے کہ تمام ممبران کی کیفیت اُس طرح ہوتی ہے جیسے kid in a candy store ہماری اتنی زیادہ خواہشات ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ وہ سب پوری ہو جائیں گی۔ جیسا کہ وزیر خزانہ نے فرمایا کہ جو تجاویز آئیں گی ہم اس سال کے بجٹ میں ان کو incorporate کریں گے۔

سب سے پہلے میں وزیر خزانہ کو اس pre budget اجلاس کے انعقاد پر خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب عوامی نمائندوں کی سفارشات بجٹ میں شامل کی جائیں گی تو یقیناً وہ بجٹ عوام کی امنگوں کے مطابق ہو گا۔ میں حکومت پنجاب اور وزیر خزانہ کو austerity اقدامات پر بھی خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ اس کا عملی مظاہرہ ہم نے حال ہی میں دیکھا کہ چھ ministries کو ختم کر کے انہیں دوسری ministries میں ضم کر دیا گیا جس سے پنجاب حکومت کو کروڑوں، اربوں روپے کی بچت ہوئی۔ بجٹ حکومت کی priorities کی عکاسی کرتا ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے کہا کہ جب اس کے process میں ممبران اسمبلی کی شمولیت ہو گی تو عوام کی بھی شمولیت ہو گی۔ حکومت کو بہت سے challenges درپیش ہیں ان کے ہوتے ہوئے ایک اچھا بجٹ دینا یقیناً مشکل کام ہے۔ ان challenges میں دہشت گردی کے خلاف جنگ، غربت کا سامنا، مہنگائی، بے روزگاری اور حالیہ سیلاب کی تباہ کاریاں ہیں جن کی وجہ سے ہمارے صوبے کو یقیناً بہت سے مسائل درپیش ہوں گے اس لئے اس سال کا بجٹ ہمارے لئے بہت بڑا challenge ہو گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ جیسے کہا جاتا ہے کہ when the going gets stuff, the tough gets going انشاء اللہ یہ حکومت ان challenges کا بخوبی مقابلہ کرے گی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ان challenges کا مقابلہ کرنے کے لئے جو اقدامات اٹھائے جا رہے ہیں ان میں سب سے پہلے political stability اور لاء اینڈ آرڈر کی situation کو بہتر کرنا ہے۔ اس سے انشاء اللہ ہمارے صوبے کی حالت بہتر ہو گی۔ جیسا میں نے پہلے عرض کیا کہ حکومت کی priorities میں current expenditures کو کنٹرول کرنا ایک اولین ترجیح ہونی چاہئے اور اس کا انہوں نے عملی مظاہرہ بھی کیا۔ میں یقیناً سمجھتا ہوں کہ اس process کو continue رکھا جائے گا، تمام ministries کا دوبارہ جائزہ لیا جائے گا اور redundant expenditures کو eliminate کیا جائے گا۔

جناب والا! ہمارے صوبے کا debt burden بھی بتدریج بڑھ رہا ہے جس کی وجہ سے آئندہ سالوں میں زیادہ مسائل آئیں گے۔ میں وزیر خزانہ سے یہ درخواست کروں گا کہ اس پر زیادہ سے زیادہ توجہ دیں تاکہ آنے والے سالوں میں ہمارا debt کم ہو۔ ریونیو کے announcement measures میں دو طرح کے طریق کار ہیں۔ ایک تو ٹیکس لگائے جا سکتے ہیں اور دوسرا ہمارے non tax measures ہیں جو حکومت collect کرتی ہے۔ میں اس چیز کا حامی ہوں کہ ہمیں موجودہ حالات میں کوئی نئے taxes نہیں لگانے چاہئیں، خاص طور پر میں نے پہلے باتیں سنی ہیں کہ زرعی ٹیکس لگایا جائے۔

میں آپ کو بتاؤں کہ کسان پہلے ہی بہت بڑے بوجھ کے تلے دبا ہوا ہے اور وہ مزید بوجھ برداشت نہیں کر سکے گا بلکہ ہمیں ان دنوں میں کسانوں اور کاشتکاروں کی مدد کرنی چاہئے۔

جناب والا! جو non tax measures ہیں ان میں بہت سے existing laws ہیں ان کی صحیح implementation کے ذریعے ہم بہت زیادہ revenue collect کر سکتے ہیں۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے on the floor of the House بھی بات ہو رہی تھی۔ ہمارے عام دیکھنے میں آتا ہے کہ environment laws کی violation ہو رہی ہے، ٹریفک قانون کی violation ہو رہی ہے اور ان کا صرف اور صرف ہماری جو inefficiencies ہیں، کرپشن کی وجہ سے ان کا کچھ نہیں ہوتا اور violators آرام سے آزاد پھر رہے ہوتے ہیں تو ہمیں یہ کوشش کرنی چاہئے کہ ہماری books میں جو existing laws ہیں ان پر عملدرآمد کرانے کے لئے زیادہ بہتر طریقے سے enforce کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، wind up کریں۔

جناب شاہجہاں احمد بھٹی: جناب سپیکر! اب میں ننکانہ صاحب کے حوالے سے بات کرنا چاہتا ہوں اور ترجیحات میں ایک عرض کرنا چاہتا ہوں چونکہ ہمارا صوبہ ایک زرعی صوبہ ہے اور ہمارے ملک کی معیشت کا انحصار بھی زراعت پر ہے تو ہم زراعت پر جتنے بھی زیادہ اخراجات کریں وہ کم ہیں، ہم زرعی تحقیق پر زیادہ سے زیادہ اخراجات کریں۔ پنجاب حکومت کا ایک قائم شدہ ادارہ Punjab Agriculture Research Board ہے اس کے ذریعے جو زرعی تحقیق ہے اس کو streamline کیا جا رہا ہے۔ میری گزارش ہو گی کہ اس سال کے بجٹ میں اسے Punjab Education Endowment Funds کی طرز پر ایک Endowment Fund create کیا جائے تاکہ یہ continuous body بن جائے تاکہ اس کو ہر سال نئے فنڈز پر انحصار نہ کرنا پڑے۔

جناب سپیکر! میرا خیال ہے کہ ننکانہ صاحب پورے پاکستان میں واحد شہر ہے جو internationally Recognized City ہے، وزیر اعلیٰ پنجاب اگست 2009 میں وہاں پر تشریف لے گئے تھے اور انہوں نے وہاں پر main railway road کی خود حالت دیکھی۔ وہاں پر جب ہمارے سکھ یاتری ننکانہ شہر میں آتے ہیں اور وہ ایک procession نکالتے ہیں تو اس روڈ کی حالت یہ ہے کہ وہاں سے گزرا نہیں جاتا اس کے لئے وزیر اعلیٰ پنجاب نے وہاں پر خصوصی گرانٹ دی تھی جو کہ میں سمجھتا ہوں کہ اس کے سارے فنڈز ابھی ہمیں نہیں ملے۔ میری وزیر خزانہ سے یہ

درخواست ہوگی کہ اس ریلوے روڈ کے project کو مکمل کرنے کے لئے جتنے بھی فنڈز درکار ہیں وہ اس سال کے A.D.P میں رکھے جائیں۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ چودھری جاوید احمد صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ میری معزز ممبران سے گزارش ہے کہ وہ یہ بات note کر لیں کہ جن معزز ممبران نے اپنے نام دیئے ہیں اور موجود نہیں ہیں اگر دوبارہ ان کا نمبر آیا تو آخر میں آئے گا۔

(اذان ظہر)

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: جناب سپیکر! میں نماز پڑھنے کے لئے جا رہی ہوں اگر میرا نام آ جائے تو میں بعد میں آ کر بات کر لوں گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، ٹھیک ہے، میں دیکھ لوں گا۔ شکریہ

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! شکریہ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

آپ کہتے تھے کہ رونے سے نہ بدلیں گے نصیب
عمر بھر آپ کی اس بات نے رونے نہ دیا
رونے والوں سے کہو ان کا بھی رونا رو لیں
جن کو مجبوریٔ حالات نے رونے نہ دیا

جناب سپیکر! pre budget میں جو باتیں کرنی ہیں اس سے امید تو یہ ہے کہ آج کی یہ حکومت "U turn" کاٹے گی لیکن مجھے امید کچھ کم ہے کیونکہ "U turn" بدی سے بہتری کی طرف کاٹا جاتا ہے یا بہتری سے بدی کی طرف لیکن اب تک یہی نظر آ رہا ہے کہ یہ حکومت "O turn" کاٹ رہی ہے اور گول گول ہی گھومے چلی جا رہی ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ کسی انقلاب کی ضرورت ہے کہ اس بجٹ کو کیسے پورا کرنا ہے اس انقلاب کی طرف نشاندہی کرتے ہوئے میں فنانس ڈیپارٹمنٹ کو criticize کرنا چاہوں گی۔ بجٹ پر فنانس ڈیپارٹمنٹ کا جو monitoring role ہے اس میں چھ ماہ لگ جاتے ہیں، is, am, are, comma, full stop or decimal کی غلطیاں نکالتے چھ مہینے گزر جاتے ہیں اور اگر یہ غلطیاں ختم ہو ہی جائیں تو چھ ماہ service delivery میں لگ جاتے

ہیں، جس میں فنانس ڈیپارٹمنٹ والے اپنی مرضی سے نہ صرف cut لگاتے ہیں بلکہ حیلے بہانے چلتے رہتے ہیں کبھی N.F.C Award ٹائم پر نہیں پہنچا، کبھی کچھ اور کبھی کچھ۔ بات اس انقلاب کی کرنی ہے کہ کرنا کیا ہے؟ اس کے لئے ایک suggestion یہ ہے کہ allocation and release کے درمیان جو ٹائم ہے یا تو اس کو specify کیا جائے۔ Allocation of budget اور release of budget کے درمیان یہ جو پورے سال، سال کا ٹائم ہے اس کو ختم کیا جائے اور انقلاب تبھی آئے گا جب فنانس ڈیپارٹمنٹ کو bypass کر کے direct release کی جائے اور ڈیپارٹمنٹس کو ختم کر دیا جائے اس طرح سے ان کا internal system, audit system, financial mechanism, اور disbursement system جلدی ہو گا۔ ہر ڈیپارٹمنٹ کو اپنی پڑی ہو گی، ہر ڈیپارٹمنٹ اپنی efficiency کو increase کرے گا۔ یہ وہ انقلاب ہے جو آئے گا اور اس وقت ہی آئے گا جب آپ اس کو فنانس ڈیپارٹمنٹ کے ایک supportive role میں تبدیل کریں گے اور اس کو role monitoring دیں گے نہ کہ یہ بے چارا full stop, commas میں اُلجھا رہے۔ اسی میں دوسری بات یہ ہے کہ آپ لوگوں نے جب بھی بجٹ دیا ہے مثلاً پچھلے سال آپ نے صحت کے لئے 25۔ارب روپے رکھے لیکن utilization صرف 15۔ارب روپے کی ہوئی اور اس میں 13۔ارب روپے lapse ہوئے۔ یہ رقم جو lapse ہو جاتی ہے وہ کہاں جاتی ہے، وہ overdraft واپس کرتے ہیں، آپ bank loans واپس کرتے ہیں یا discretion پر خرچ کرتے ہیں، پھر وہی criticism اپوزیشن کی طرف سے چلتی ہے کہ lapsed رقم غالباً چیف منسٹر کیلئے کی ہے یا منسٹرز کی؟ وہ lapsed رقم کدھر reappropriate ہوتی ہے۔ میری وزیر خزانہ کو یہ suggestion ہے کہ جب آپ یہ reappropriation کرتے ہیں یا آدھی رقم 13۔ارب روپے کی، میں ایک اندازہ بتا رہی ہوں کہ ہم یہ ایک deficit budget دے رہے ہیں۔ اس بجٹ میں ہم اتنی بڑی بڑی over quoted figures دے رہے ہیں اور ہمیں پوری اُمید ہے کہ ہم اس پر پورے نہیں اُتریں گے تو پھر آپ resources indicate کریں۔ اگر آپ budget deficit میں جا رہے ہیں ویسے وہ سب کو پتا ہے کہ یہ والی حکومت بوجہ مختلف مجبوریاں چاہے وہ war on terror ہے، چاہے وہ کچھ بھی ہے اس وجہ سے deficit میں جا رہی ہے۔ سوال یہ ہے کہ ان کے کیا resources ہیں، ان کو indicate کیا جائے کہ یہ اس deficit کو کیسے پورا کریں گے؟ اس کی suggestion کے لئے باقاعدہ اسمبلی کے ممبران پر مبنی ایک کمیٹی بنائیں جو Finance Department کے ساتھ بیٹھے اور یہ بتائے کہ deficit

budget کیسے پورا ہو گا؟ یہ ideas لیں کہ کیا ہم taxes سے کریں گے، savings سے کریں گے، ہم کہاں سے یہ سارا پیسا لا کر اس deficit کو پورا کریں گے یا ایسے projects لائیں گے؟ وقت بہت کم ہے مجھے اس وقت اس exaggerated budget figures کے خلاف آواز اٹھانی ہے کہ اب جبکہ آپ بجٹ لکھ رہے ہیں تو exaggerated budget figures لکھنے کے ساتھ ان کو declare کریں، اپنے resources indicate کریں اور allocation and utilization, lapse کے مسئلے کو حل کریں اور فنانس ڈیپارٹمنٹ کو short cut کریں۔

جناب سپیکر! اس کے ساتھ ہی آج میں health کے حوالے سے بھی آواز اٹھاؤں گی۔ ڈاکٹروں کے pay package کا آپ کو اچھی طرح پتا ہے۔ پچھلی دفعہ بھی سعودی عرب ہمارے ایک ہزار ڈاکٹر لے گیا۔ صرف اس لئے کہ ان کے pay packages بہت اچھے تھے، آپ یقین کریں گے کہ وہاں پر تنخواہ کے جو packages ہیں وہ 2 لاکھ روپے سے لے کر 9 لاکھ روپے تک per doctor ہیں۔ اگر آپ ادھر دیکھیں تو میں اس کا break up لے کر آئی ہوں۔ میں House Job کرنے والوں سے اور PG trainers سے start کروں گی، وہ بچے جو MBBS کرنے کے بعد Post Graduation کے لئے پانچ سال لگاتے ہیں ان کو آپ کیا دے رہے ہیں؟ صرف 22 ہزار روپے۔ وہ بچے جو House Job کر رہے ہیں اور 24 سے 36 گھنٹے کی لگاتار ڈیوٹی کرتے ہیں، ایک سال ہسپتالوں میں غلامی کرتے ہیں ان کو آپ کیا دے رہے ہیں؟ کم از کم ان کا پیکج 30 ہزار تک تو بڑھائیں۔ یہ بچے تیس تیس سال تک کی عمر تک پہنچ جاتے ہیں، آپ دیکھیں کہ ہمارے PG trainers کے لڑکے لڑکیوں کی نہ تو شادیاں ہوتی ہیں یہ ان کی start of life ہوتی ہے، حکومت کی کوئی بھی support نہیں ہے اور یہ ان کی start of life کے لئے بہت اہم ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ میں M.O, W.M.O, S.M.O, A.P.M.O سب کے لئے سفارش کرتی ہوں کہ اگر ان کے packages تیس ہزار روپے تک بھی بڑھا دیں تو کوئی پچاس پچپن ہزار تک پہنچیں گے۔ اس بڑھتی ہوئی مہنگائی کے دور میں میری پُرزور اپیل ہے کہ revise pay packages کر لیں، یہ کوئی اتنی بڑی رقم نہ ہو گی۔

جناب سپیکر! اپنی speech wind up کرتے ہوئے میں پیرامیڈیکل سٹاف کے اوپر بات کرنا چاہوں گی جو Resolution میرے نام سے پاس ہوئی تھی اس کا service structure اس وقت فنانس ڈیپارٹمنٹ کے پاس پڑا ہے اور اسے چیف منسٹر نے بھی recommend کر دیا ہے، اس House نے بھی پاس کر دیا ہے، سارے صوبوں میں پاس ہو گیا ہے، فنانس ڈیپارٹمنٹ اس میں

comma, full stop کا نام لے کر بیٹھا ہے، پیرا میڈیکل سٹاف آج بھی سڑکوں پر کھڑے ہیں یا ٹی وی پر agitate کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر! Now last but not least آپ لوگوں نے Ombudsman کا ادارہ بنایا ہے جس میں آپ نے یہ ایک source رکھا ہے کہ بچے direct Ombudsman تک پہنچیں۔اس کے علاوہ begging پر ابھی آمنہ اُلفت اور باقی بھی سب بات کر رہے تھے اس کے helpline number کو ضرور declare کر دیں، اس میں پیسے نہیں لگیں گے لیکن یہ ایک بجٹ تجویز میں اس لئے دے رہی ہوں کہ آپ نے Ombudsman Department ایک بہت بڑی رقم سے بنایا ہے اور بہت زیادہ رقوم ان کی تنخواہوں میں جا رہی ہیں لیکن zero efficiency ہے۔ محتسب کے بچوں کے ادارے کو قائم ہوئے دو سال ہو گئے ہیں لیکن بچوں کی پہنچ ان تک نہیں ہے۔ خط لکھو، چھٹی لکھو، ماں باپ کو لے جاؤ اس کا short cut کرنے کے لئے بجٹ میں صرف helpline number and television awareness programme کے لئے رقم رکھ دیں۔آپ نے کروڑوں کی رقم سے جو Ombudsman کا ادارہ بنایا تھا وہ فعال ہو جائے گا۔یہ میری چند ایک گزارشات ہیں اور میری دعا ہے کہ اللہ کرے اس دفعہ یہ حکومت "U turn" کاٹ کر "O turn" سے باہر نکل آئے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ جناب مخدوم محمد ارتضٰی صاحب!

مخدوم محمد ارتضٰی: جناب سپیکر! شکریہ۔ I'll try to be brief and comprehensive as possible. گزارش یہ ہے کہ۔۔۔

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: جناب سپیکر! میری عرض سُن لیں۔

مخدوم محمد ارتضٰی: جناب سپیکر! پہلے ان کی بات سُن لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، محترمہ رفعت سلطانہ ڈار صاحبہ!

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: جناب سپیکر! سوموار کو ہم دونوں نے اپنا نام دیا تھا، ہم دونوں کا نام misplace کر دیا گیا ہے۔آپ لوگوں نے ہمارے ساتھ اتنی لاپروائی کی ہے۔ صبح سے ہم عورتیں بات کرنے کے لئے واویلا کرتی رہتی ہیں اور شام تک واویلا کرتی گھر چلی جاتی ہیں۔

رائے محمد اسلم خان: یہ زیادتی ہے، ڈار صاحبہ کا نام کاٹ کر مخدوم صاحب کا نام لکھا گیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ تشریف رکھیں، میں دیکھ رہا ہوں۔

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: جناب سپیکر! ہم سیکرٹری صاحب سے پوچھتے رہے کہ ہمارے نام کدھر ہیں انہوں نے کہا لکھے ہیں لکھے ہیں۔ میں نے آپ سے پوچھا کہ ہمارے نام کدھر گئے ہیں تو انہوں نے کہا کہ آخر میں لکھے ہیں۔ سوموار کو ہم نے بدھ کے لئے نام دیئے تھے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! میرا اوران کا نام تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سیکرٹری صاحب کہہ رہے ہیں کہ پچھلی لسٹ میں آپ کے نام تھے یہاں پر شاید کوئی غلطی ہو گئی یا کیا ہوا ہے؟ ابھی ہم دیکھتے ہیں۔

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: جناب سپیکر! سیکرٹری صاحب سے غلطی ہو گئی، یہ تو بُری بات ہے اور اتنے سینئر انسان سے غلطی ہو جائے تو ہم کیا چیز ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، آپ تشریف رکھیں۔ ہم ابھی اس کو identify کرتے ہیں۔

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: جناب سپیکر! نہیں، ہمارا نام آئے، چاہے جیسے مرضی ہمارا نام آنا چاہئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ڈار صاحبہ آپ تشریف رکھیں۔ میں دیکھ رہا ہوں، آپ بھی بیٹھیں۔ جی، مخدوم صاحب!

رائے محمد اسلم خان: مخدوم صاحب نے ہیرا پھیری کروائی ہے۔ (قہقہے)

جناب ڈپٹی سپیکر: .Order in the House جی، مخدوم صاحب!

مخدوم محمد ارتضیٰ: جناب سپیکر! سب سے پہلے تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہم نے جو پچھلے تین بجٹ دیکھے ہیں ہمیں اس میں گورنمنٹ آف پنجاب کی priorities کی سمجھ نہیں آ رہی۔ ہم پچھلا سارا fiscal year یہ بات سُنتے رہے، ان کی financial position کے حوالے سے اخباروں میں بھی آتا رہا ہے۔ کئی دفعہ ہمارے معزز ممبران کی ڈویلپمنٹ سکیمیں لینے کے باوجود ان کو implement نہیں کیا گیا مگر جب ہم نے پچھلے سال کے budgetary documents دیکھے جو اس ہاؤس میں present کئے گئے تو ہمیں یہ نظر آیا کہ جہاں ہمارے اتنے بڑے بڑے حلقوں کے لئے ان کے پاس 4 کروڑ روپیہ نہیں تھا تو وہاں پر سول سیکرٹریٹ میں 10 کروڑ روپے فٹ پاتھ بنانے کے لئے ان کے پاس پیسے تھے، ان کے اپنے کلب پر 20 کروڑ روپے لگانے کے پیسے تھے مگر ہمارے حلقوں کے لئے یہ پیسے نہیں تھے۔ مجھے تو ان کی priority کی سمجھ نہیں آ رہی، جب بجٹ بناتے ہیں کیونکہ یہ proposals ہم نے پچھلے

سال کی debate میں دی تھیں لیکن ان میں سے کوئی بھی budgetary documents میں incorporate ہوتی نظر نہیں آئیں۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ کہیں اس سال بھی یہ محض ایک exercise ہی نہ رہ جائے، محکمہ خزانہ والے اس کو seriously لیں اور ہم جو proposals دے رہے ہیں ان کو بجٹ میں allocate کریں۔ میں خصوصی طور پر South Punjab کی بات کروں گا کہ پہلے سال ڈی جی خان، راجن پور کے لئے تین بلین روپے کا package اور پھر بعد میں ہمارے لئے، پورے South Punjab کے لئے 5۔ارب روپے کا عظیم package جس کا ایک پیسا بھی ہمارے علاقہ کے اندر نہیں لگا، اگر نہیں دینا تو پھر بھوکے کو کھانا دکھاتے کیوں ہو؟ پھر ہمیں دکھاؤ ہی نہیں اگر ہمیں کھلانا نہیں ہے۔

جناب سپیکر! دوسری میری گزارش یہ ہے کہ آج کل یہ proposals آ رہی ہیں کہ ہم اپنے revenue کو بڑھانے کے لئے نئے ٹیکس لگانا چاہتے ہیں جس میں یہ agriculture income tax کی بات کرتے ہیں اور دوسرے ٹیکسوں کی بھی بات کرتے ہیں۔ میری ان سے گزارش یہ ہے کہ ان کا already existing income tax system ہے یہ اس کی collection کو کیوں consolidate نہیں کرتے؟ بجائے اس کے کہ نئے ٹیکس لگائے جائیں اور مزید لوگوں پر بوجھ بنیں۔ already جو existing taxes ہیں ان کو تو پہلے آپ اکٹھا کریں۔

جناب سپیکر! تیسرا میرا point یہ ہے کہ پنجاب گورنمنٹ کی پچھلے سال تک کی جو پوزیشن تھی نئی تو ابھی آئے گی، پنجاب 485۔ارب روپے کا مقروض ہے اور اس میں سے 95۔ارب روپے صرف domestic debt اور 395 بلین foreign debt تھا۔ اب جو نئے loans لے رہے ہیں انہوں نے خود ہی state کیا ہے کہ ہم اس کو لندن London Inter Bank Offer Rate کے ساتھ منسلک کر رہے ہیں جو کہ روزانہ کی بنیاد پر fluctuate ہوتا ہے۔ پچھلے سال 2009-10 میں ایک financial year میں 52 بلین روپے کا بغیر کچھ کئے اضافی بوجھ پڑا ہے۔ International market میں صرف روپے کی قدر وقیمت کم ہونے کی وجہ سے یہ بوجھ پڑا ہے۔ اگر اس کو مزید LIBOR کے ساتھ کرتے رہے تو میں نہیں سمجھتا کہ یہ صوبہ زیادہ دیر اسی حالت میں چل پائے گا۔

جناب والا! میرا چوتھا point یہ ہے کہ ہم نے کافی دفعہ یہاں پر لیبر کے حوالے سے باتیں سنی ہیں کہ Labour Laws Inefficient ہو گئے ہیں، لیبر کے جو interests ہیں ان کو محکمہ کا وزیر بھی protect نہیں کر سکتا کیونکہ سابقہ گورنمنٹ نے labour inspection پر پابندی لگا دی تھی۔

میری ان سے گزارش یہ ہے کہ پنجاب گورنمنٹ اگر چاہے تو میڈیا کے جو employees ہیں، آپ جو اخبارات میں advertisement کرتے ہیں اس کو اگر wage award کی implementation سے مشروط کر دیں تو میرے خیال میں میڈیا کے employees کے معاملات کو دیکھنے کے لئے یہ کافی ہو گا۔

جناب سپیکر! آخری میرا نکتہ یہ ہے کہ ہمارے ساتھ ایک زیادتی ہوتی ہے، جب بھی ہمیں funds دیتے ہیں، اس چیز کے باقی بھی ممبران گواہ ہیں کہ ہمارے اوپر قدغن بھی لگا دی جاتی ہے کہ آپ نے اتنے پیسے اس چیز میں دینے ہیں، اتنے پیسے فلاں چیز میں دینے ہیں، for example جہاں پر میٹھا پانی ہے۔۔۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! ہمارے علاقے میں میٹھا پانی ہے ہمیں آپ کہیں کہ 80 لاکھ روپے کی واٹر سپلائی سکیم دیں تو وہ ہم کہاں سے دیں گے، کیا ہم 80 لاکھ روپے غیر ضروری طور پر زبردستی لگا دیں؟ معزز ممبران کو مکمل آزادی ہونی چاہئے کہ ان کو جتنا بھی فنڈ ملتا ہے وہ اپنے حلقے کی ضرورت کے مطابق استعمال کر سکیں۔ جس کو سڑک چاہئے اس کو سڑک دیں جس کو ہسپتال چاہئے اس کو ہسپتال دیں جس کو پرائمری سکول چاہئے اس کو پرائمری سکول دیں۔ فانس ڈیپارٹمنٹ یا پی اینڈ ڈی میں بیٹھے ہوئے لوگوں کا کوئی تک نہیں بنتا کہ وہ ہمیں کہیں کہ اتنے پیسے فلاں مد میں دینے ہیں۔ ان کی جو صحت سیکٹر میں اور ایجوکیشن سیکٹر میں priorities ہیں ان کو دیکھیں، ہمارے MPAs programme سے اس کو separate رکھیں۔ اس میں جتنا جھونکتے جائیں ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ براہ مہربانی یہ ہمیں اس بات کی آزادی دیں کہ ان funds کو ہم اپنی مرضی سے لگائیں۔ میں اس وقت کے لئے آپ کا بڑا مشکور و ممنون ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ انجینئر قمرالاسلام صاحب!

انجینئر قمرالاسلام راجہ: شکریہ۔ جناب سپیکر! میرا علاقہ چونکہ پوٹھوہار کا علاقہ ہے اس لئے میں کچھ باتیں زراعت کے حوالے سے کروں گا۔ ہمارے علاقے کا انحصار قدرتی بارش پر ہے، اس حوالے سے میری یہ گزارش ہے کہ پھلوں اور سبزیوں کی زیادہ سے زیادہ کاشت کے لئے کچھ اقدامات کئے جائیں۔ پچھلے بجٹ میں سبزیوں کی کاشت بڑھانے کے لئے، سبزیوں کی storage بڑھانے کے لئے tunnel technology کی مد میں کچھ funds مختص کئے گئے تھے۔ پہاڑی علاقوں میں natural streams ہیں، قدرتی ندی نالے ہیں اگر قدرتی water courses کی development کے لئے بھی کچھ

additional funds مختص کئے جائیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔اسی طرح gravity flow کے تحت جس پر pumps لگائے جاتے ہیں، سبزیوں کے علاقوں میں ان کی development کے لئے آبپاشی کا بندوبست کیا جائے۔ جیسا کہ ابھی مخدوم صاحب نے بھی فرمایا کہ development schemes کے لئے جو پیسے مختص کئے جاتے ہیں اس میں flexibility ہونی چاہئے۔ اس میں rigidness ہوتی ہے اور پابندی لگا دی جاتی ہے، میں اس کی مثال یہ دوں گا کہ میرے حلقہ میں ایک سکول ہے جس میں ایک ہزار بچیاں پڑھتی ہیں اور اس میں صرف پانی کا مسئلہ تھا۔ موجودہ سکیم میں اس کے لئے recommendation دی، صرف 95ہزار روپے کے خرچہ سے اس سکول میں پانی مہیا ہو سکتا تھا لیکن اس سکیم کو یہ کہہ کر reject کر دیا گیا کہ پانچ لاکھ روپے سے کم کی سکیم نہیں دی جا سکتی۔اب اس کا مطلب یہ ہے کہ 4لاکھ روپے فالتو اس سکول میں دے دیئے جائیں جہاں پر صرف 95ہزار روپے کی ضرورت تھی اس لئے اگر اس میں یہ flexibility قائم کر دی جائے کہ آپ اپنی مرضی سے سکیمیں دیں اور جہاں پر تھوڑے پیسوں کی ضرورت ہے وہاں پر تھوڑے پیسے لگائے جائیں۔

جناب سپیکر! اس کے بعد میں محکمہ بلڈنگ کے حوالے سے بھی بات کروں گا، ہمارے حلقوں میں بہت سے سکول ایسے ہیں جن میں صرف چھتیں cracks ہیں۔ جب اس کا estimate بنتا ہے محکمہ بلڈنگ کہتا ہے کہ چھت کا estimate بنانے اور چھت کی تعمیر کے لئے کوئی provision نہیں ہے، آپ پوری عمارت دیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح ہمارے غریب صوبے کے وسائل کا ضیاع ہے اور زیادتی ہے۔ اگر صرف چھت تبدیل کرنے سے وہ سکول چل سکتا ہے تو ٹھیک ہے، اس میں flexibility ہونی چاہئے۔ بلڈنگ ڈیپارٹمنٹ کے codes ہیں یا P&D کا جو طریق کار ہے اس میں بھی تبدیلی کی جائے تاکہ جو دستیاب بجٹ ہے اس کا ہم بہترین استعمال کر سکیں۔ اس حوالے سے میری ایک تجویز یہ بھی ہے کہ تعلیمی اداروں میں جو missing facilities ہیں وہ اس نوعیت کی ہوتی ہیں کہ کہیں صرف شیشے لگنے ہیں، کہیں صرف wash room بننا ہے، اس حوالے سے ممبران پر جو قدغن ہے کہ through Buildings Department ہی کام کروایا جائے اس کو ختم کر کے جو School Councils بنی ہوئی ہیں already جس کے funds through School Councils خرچ ہو رہے ہیں، جس کے پرنسپل، ہیڈ ماسٹر اور معززین علاقہ ممبران ہوتے ہیں، میری یہ گزارش ہو گی کہ school councils کے through ایک یا ڈیڑھ لاکھ روپے خرچ کرنے کی سہولت مہیا کی

جائے۔اس سے یہ ہوگا کہ کم پیسوں میں missing facilities ہمارے دیہاتی سکولوں میں پوری ہو جائیں گی۔

جناب سپیکر!اس کے بعد میں واٹر سپلائی سکیموں کے حوالے سے بات کروں گا۔ میرے حلقہ میں کم از کم 80 واٹر سپلائی سکیمیں وہ ہیں جو abandoned ہیں، رُکی ہوئی ہیں۔ شروع میں ان کا کہیں bill pay نہیں کیا گیا پھر اس کے بعد پائپ بھی اکھاڑ کر لے گئے۔ اب جب ہم اس کی rehabilitation کی بات کرتے ہیں تو اس کا تخمینہ 40 سے 50 لاکھ روپے بنتا ہے جو پھر وسائل کے ساتھ ایک زیادتی ہے۔ پچھلے سال بھی میں نے یہ تجویز دی تھی کہ کچھ چھوٹی بستیاں موجود ہیں، اس واٹر سپلائی کے head کے اندر hand pumps کی بھی ممبران کو اجازت دے دی جائے، flexibility دے دی جائے کہ کسی ایک آبادی، کسی ایک ڈھوک میں اگر ایک hand pump لگانے سے 20 سے 30 گھروں کے پانی کا مسئلہ حل ہوتا ہے تو خواہ مخواہ وہاں پر ایک بڑی واٹر سپلائی سکیم جو کہ 60 سے 80 لاکھ میں بنتی ہے لگائی جائے اور ویسے بھی اس نے پھر بند ہونا ہوتا ہے۔ چونکہ community کا جو تصور ہے بد قسمتی سے پنجاب میں develop نہیں ہو سکا۔ یہاں تک کہ bills pay نہیں ہوتے اور پھر اگر واٹر سپلائی سکیم چلانی ہے تو میری اس میں گزارش یہ ہے کہ یا تو محکمہ اس کا ذمہ لے، محکمہ اس کو چلائے تاکہ چھوٹی چھوٹی باتوں کی وجہ سے واٹر سپلائی متاثر نہ ہو سکے کیونکہ اکثر ٹرانسفارمر ہی چوری ہو جاتے ہیں۔ یہی میری چند گزارشات خصوصاً پانی کے حوالے سے اور محکمہ تعلیم کے حوالے سے تھیں۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ شیخ علاؤالدین صاحب!۔۔۔تشریف نہیں رکھتے۔ محترمہ ثمینہ خاور حیات صاحبہ!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔الحاج محمد الیاس چنیوٹی صاحب!

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب والا!ان کو اب وقت نہیں ملے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اگر ٹائم ہوا تو آخر میں ان کو وقت ملے گا۔الحاج محمد الیاس چنیوٹی صاحب!

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: جناب سپیکر!میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے pre budget بحث میں حصہ لینے کی اجازت دی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی خاتم النبین۔ قال اللہ تبارک و تعالیٰ قال تذرعون سبع سنین دأبا فما حصدتم فذروہ فی سنبلہ الا قلیلا مما تاکلون۔

حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام نے مصر کی معیشت کو مستحکم کرنے کے لئے یہ طریقہ بتایا تھا کہ جن سالوں میں اجناس بہتر ہوں اس زمانے میں حسب ضرورت استعمال کر کے باقی اجناس کو آئندہ سالوں

کے لئے محفوظ کر لیا جائے تو اسی کو ضابطہ حیات بناتے ہوئے ہمارے ماہرین اقتصادیات و معاشیات کو چاہئے کہ اپنی آمدن اور خرچ کو دیکھ کر long term منصوبے بنائیں، ظاہری بات ہے کہ ہمیں ترقیاتی فنڈز تب ہی ملیں گے جب خزانے میں پیسا ہو گا اس لئے ضروری ہے کہ ذرائع آمدن بڑھانے کی کوشش کی جائے۔ ہمارے ہاں عام رواج تو یہی ہے کہ ٹیکسوں کے ذریعے سے اپنے خزانے کو مستحکم کیا جاتا ہے لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ اللہ پاک نے ہمیں جو قدرتی وسائل دیئے ہیں ان میں تیل، لوہا اور کوئلہ کے وافر ذخائر موجود ہیں اسی طریقے سے ہم نے کل بھی کالا باغ ڈیم کے بارے میں بریفنگ سنی کہ اگر یہ بن جاتا ہے تو پاکستان کی معیشت پر بڑا اچھا اثر پڑ سکتا ہے، میں یہ کہوں گا کہ جتنے بھی وسائل ہیں انہیں بروئے کار لانا چاہئے۔ ابھی چند دن پہلے ڈاکٹر ثمر مبارک مند نے ایک بیان دیا ہے کہ پاکستان میں کوئلہ اتنی مقدار میں موجود ہے کہ اگر اسے نکالا جائے تو آٹھ سو سال یعنی آٹھ صدیوں کے لئے ہمارے پاکستان کی ضرورت سے بڑھ کر کام آ تا رہے گا تو ہم اپنے قدرتی وسائل کو کیوں نہیں نکالتے ؟

جناب سپیکر! میں آپ کے علم میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ جب چنیوٹ سے لوہے کے ذخائر دریافت ہو رہے تھے تو اس کمپنی کے ایک انجینئر سے میری بات ہوئی تھی انہوں نے کہا کہ ہم لوہے کے ساتھ ساتھ تیل کی بھی تلاش کرتے ہیں۔ اس وقت 12 کمپنیاں تیل تلاش کرتی تھیں انہوں نے بتایا کہ سب کمپنیوں کے رزلٹ کو چھوڑیں صرف ہماری کمپنی نے آج تک جتنا تیل دریافت کیا ہے اگر اس کی reports پر عمل کر لیا جاتا تو پاکستان کو ایک بیرل تیل بھی باہر سے نہ خریدنا پڑتا۔ اس وقت بلوچستان میں سونے اور چاندی کے ذخائر کا مسئلہ چلا ہوا ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ ایک ایسی مخلص کمیٹی ہونی چاہئے جو پاکستان کے اندر موجود وسائل کا پتا چلائے اور ان کی monitoring ہو، وہ دیکھے کہ وہ معاملہ کہاں تک پہنچا ہے اس کے نکالنے میں کیا کیا رکاوٹیں ہیں؟ آپ حضرات کے علم میں ہے کہ ایک زمانہ تھا کہ سعودی عرب کے معلمین حاجی اکٹھے کرنے کے لئے یہاں پاکستان آتے تھے تاکہ وہ ان کی کمائی سے اپنا روزگار چلا سکیں لیکن جب سے سعودی عرب نے تیل کے ذخائر استعمال کرنا شروع کئے ہیں تو انہوں نے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بھیک کا کشکول توڑ دیا ہے اور آج وہ رشک عالم بنا ہوا ہے اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہمارے ملکی وسائل کو بروئے کار لایا جائے تو ہماری معیشت کافی سنور سکتی ہے اور ہمارے حکمران جو کشکول لے کر باہر کے ملکوں میں جاتے ہیں شاید اس کی ضرورت نہ پڑے۔ میں یہاں یہ ضرور کہوں گا کہ یہ سنا جا رہا ہے کہ یہ قدرتی ذخائر نکالنے کے لئے غیر ملکی کمپنیاں خاص طور پر یہودی، اسرائیلی اس میں interest لے رہی ہیں۔ خدارا یہ لوگ ہمارے دشمن ہیں لہذا اپنے ذخائر ان کے حوالے ہرگز نہ کئے

جائیں۔حقیقت بات ہے، ہم کہتے ہیں اور ہمارا دعویٰ بھی ہے کہ پاکستان ہمارے لئے عزت کا سامان ہے اور دوسرے ملکوں والے ہمارے لئے فکر مند ہوتے ہیں کہ پاکستان میں کیا ہو رہا ہے ؟ان کا یہ تجزیہ ہے کہ اگر پاکستان کے اندر سے جھوٹ اور منافقت ختم ہو جائے تو پاکستان دنیا میں جنت کی نظیر پیش کرے۔

جناب سپیکر!اب میں مقامی مسائل کی طرف آنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں۔آپ کا ٹائم ختم ہو گیا ہے لہذا اب wind up کریں۔

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: جناب سپیکر!صرف دو منٹ دے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ wind up کریں۔

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: جناب سپیکر!چنیوٹ کو ضلع بنے دو سال ہو گئے ہیں لیکن ابھی تک ڈسٹرکٹ کمپلیکس کے لئے زمین مہیا نہیں کی گئی۔ ہمارے ای ڈی او ہیلتھ نے مطالبہ بھی کیا ہے کہ ہمیں نیا ہسپتال بنانے کے لئے زمین مہیا کی جائے لیکن ابھی تک انہیں زمین نہیں دی جا رہی، ڈاکٹر اور دیگر عملے کی نہایت کمی ہے۔ ہر یونین کونسل کی سطح پر پینے کے صاف پانی کے لئے فلٹریشن پلانٹ لگائے جانے تھے لیکن میرے علم میں یہ بات آئی ہے کہ پورے پنجاب کے لئے صرف دو ٹھیکے دار ہیں اس لحاظ سے تو اتنی یونین کونسلوں میں فلٹریشن پلانٹ لگاتے لگاتے چنیوٹ کی باری کب آئے گی ؟کسی دانشور نے کہا تھا کہ اگر تمام مسائل کا ایک جواب تلاش کرنا چاہیں تو وہ کیا ہو گا وہ ہے تعلیم لہذا میں سمجھتا ہوں کہ زیادہ سے زیادہ تعلیمی ادارے بنائے جائیں چونکہ ان کی سخت ضرورت ہے ۔جب وزیر اعلیٰ پنجاب ہمارے ہاں تشریف لائے تھے تو انہوں نے دو بچوں کے اور دو بچیوں کے ہائی سکول بنانے کا وعدہ کیا تھا لیکن ابھی تک ان کی تعمیر شروع نہیں ہوئی۔ہمیں ہائر سیکنڈری سکول کی ضرورت ہے لیکن ابھی اس پر توجہ نہیں دی جا رہی۔پنجاب کے چار پسماندہ اضلاع کو پچپن پچپن کروڑ روپے دینے کا وعدہ کیا گیا تھا ان میں ہمارا ضلع بھی شامل تھا اس مد سے 13 کروڑ روپے ملے ہیں لیکن باقی ابھی تک نہیں ملے اس لئے میں آپ سے درخواست کروں گا کہ اس میں کوئی ہدایت جاری کریں۔

جناب سپیکر!ہم سمجھتے ہیں کہ زراعت جو ہماری معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے اس لئے میری درخواست ہو گی کہ ہمارے کاشتکار بھائیوں کو سہولتیں مہیا کی جائیں، وہ سڑکیں جو ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں انہیں مرمت کیا جائے۔میں بڑی مدت سے ساڑ مراد والا روڈ کے لئے درخواست کر رہا ہوں کہ وہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے اور وہاں آئے روز ڈکیتیاں ہوتی ہیں لیکن وہ مرمت نہیں ہوئی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: جناب سپیکر! میں اپنی بات ختم کر رہا ہوں۔ ابھی سارے ساتھی کہہ رہے ہیں کہ یہاں جو سکیمیں بنائی جاتی ہیں سال ختم ہو جاتا ہے لیکن وہ لاہور سے چلتے چلتے اپنے شہروں میں نہیں پہنچتیں اس بارے میں میری تجویز ہے کہ اس نظام کو آسان کیا جائے اور انہیں کمشنر level پر لایا جائے تاکہ انہیں جلد از جلد پایۂ تکمیل تک پہنچائیں۔ اب آخری point یہ ہے کہ۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ نے آخری کہہ دیا ہے۔

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: جناب سپیکر! آخری point یہ کہ ہم نے PILDAT کی رپورٹ میں پڑھا ہے کہ ضلع چکوال اور بعض اضلاع کو سترہ سترہ سو روپے دیئے گئے ہیں لیکن چنیوٹ کو صرف -/360 روپے دیئے گئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس عدم توازن سے ہماری ترقی نہیں ہو سکتی۔لہذا کوئی ایسا طریقہ بنایا جائے کہ خاص طور پر ایسے اضلاع جو پسماندہ ہیں اور وہ ترقی کرنا چاہتے ہیں ان کے فنڈز زیادہ نہیں تو کم از کم لاہور کے تو مساوی ہونے چاہئیں۔بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے موقع دیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ محترمہ حمیرا اویس شاہد صاحبہ!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔جناب محمد حفیظ اختر چودھری صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔جناب محمد محسن خان لغاری صاحب!

جناب محمد محسن خان لغاری: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، جناب سپیکر! میں پہلے تو فنانس منسٹر صاحب، پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ کے سیکرٹری صاحب، چیئرمین پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ اور سب لوگوں کو یہ چیز یاد کراؤں گا کہ رانا ثناء اللہ خان نے حکومت پنجاب کی طرف سے ہمیں PILDAT کے سیمینار کے اندر he said کی ہے on the Southern Punjab issue commitment کہ اس سال کا کم از کم 35 فیصد ڈویلپمنٹ بجٹ جنوبی پنجاب کے لئے رکھا جائے گا۔ فنانس منسٹر صاحب! آپ کی توجہ چاہئے کہ لاء منسٹر صاحب نے حکومت پنجاب کی طرف سے جنوبی پنجاب کے لئے کم از کم 35 فیصد رکھنے کی commitment کی ہے، آپ بھی مہربانی کر کے اس پر note بنالیں پھر اس سے آگے چلتے ہیں۔

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: جناب سپیکر! یہ Monday کو بھی بولے تھے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: تشریف رکھیں، وہ کسی اور مسئلے پر بولے تھے۔

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: جناب سپیکر! بولے تھے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں بولے تھے۔ آپ تشریف رکھیں۔ اسمبلی سیکرٹریٹ note کر رہا ہوتا ہے۔ کوئی repeat نہیں ہو رہا۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! یہ interruption کا ٹائم درمیان سے نکال دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ بے فکر رہیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! ایک بڑی بنیادی سی بات ہے کہ بجٹ کسی بھی ادارے اور کسی بھی حکومت کی آمدنی اور خرچے کی statement ہے ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ ہمیں آمدنی کہاں سے ہوتی ہے اور ہم خرچہ کہاں کر رہے ہیں اور یہ خرچہ کرنے کے لئے ہم اپنی priorities بناتے ہیں کہ ہماری priorities کیا ہیں؟ حکومت پنجاب کا تقریباً 80 فیصد سے تھوڑا سا زیادہ وفاق سے Federal transfers این ایف سی کے تحت ملتا ہے اور تقریباً 20 فیصد سے تھوڑا سا کم ہم اپنا خود generate کرتے ہیں۔ ہمیں NFC سے جو پیسے آتے ہیں ان کو لینے کے لئے ایک NFC ایوارڈ ہے جس کے بارے میں، میں نے پہلے بھی چھوٹی سی Constitutional violation point out کی ہے اور وہ ابھی تک چل رہی ہے۔ اس کے بعد وفاقی حکومت نے ہمارے ساتھ 31۔دسمبر 2010 کو ایک چالاکی کی ہے۔ وفاقی حکومت نے ایک S.R.O issue. کیا ہے جس کے تحت انہوں نے agricultural commodities پر three and half percent tax لگا دیا ہے۔ میں آئین کی کتاب کو بہت مقدس سمجھتا ہوں لہذا اسی سے عرض کروں گا۔ آئین کے Article-77 میں لکھا گیا ہے کہ:

77. Tax to be levied by the law only.

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ٹیکس لگانے کی power صرف law کے پاس ہے اور اس کی explanation میں آگے لکھا گیا ہے کہ:

77. No tax shall be levied for the purposes of the Federation except by or under the authority of Act of [Majlis-e-Shoora (Parliament)].

تو پارلیمنٹ نے یہ law پاس نہیں کیا اگر ہم آگے چلیں تو Fourth Schedule کے اندر ایک Federal Legislative list دی گئی ہے جس میں واضح طور پر وفاقی حکومت کے اختیارات بیان کر دیئے گئے ہیں۔ وفاقی حکومت جو کام کر سکتی ہے ان کے بارے میں نمبر 47 میں لکھا گیا ہے کہ:

Fourth Schedule. Sr. No. 47. Taxes on income other than agricultural income.

اس کے مطابق تو agricultural income کے اوپر وفاق کا دائرہ اختیار ہی نہیں ہے۔اس کے بعد آپ Article-162 کو دیکھ لیں جس میں لکھا ہوا ہے کہ:

162. Prior sanction of President required to Bills affecting taxation in which Provinces are interested.

اور اسی میں آگے کہا گیا ہے کہ:

…which varies the meaning of the expression "agricultural income"

تو یہ ساری چیزیں ایسی ہیں کہ جن کے تحت میرے نقطہ نظر سے یہ ساڑھے تین فیصد ٹیکس غیر قانونی ہے یا کم از کم وفاق کا اس پر حق نہیں ہے۔ میری آپ سے یہ گزارش ہو گی کہ اس ٹیکس کے بارے میں اس اسمبلی کی طرف سے ایک بڑا زور دار message جانا چاہئے کہ ہم جاگ رہے ہیں اور وفاق جہاں پر ہمارے دائرہ اختیار میں دخل اندازی کی کوشش کر رہا ہے اسے ہم برداشت نہیں کریں گے۔اب میں آپ کو اس کا impact بتاتا ہوں۔ 80 percent agriculture ہمارے صوبہ پنجاب میں ہو رہی ہے۔اس ٹیکس کو وفاق نے چالاکی کے ساتھ لگایا ہے اگر اس کے تحت 100روپے اکٹھے ہوں گے تو اس میں سے 80روپے ہم دیں گے۔اب یہ Divisible Pool میں چلے جائیں گے اور اس میں سے پھر ہمیں این ایف سی ایوارڈ کے تحت کچھ پیسے واپس ملیں گے۔ان 80روپے میں سے ہمیں واپس 28روپے مل سکیں گے۔کل رقم 100روپے اکٹھے ہوئے جس میں سے 80روپے ہم نے دیئے جبکہ 20روپے باقی صوبوں نے دیئے جس میں سے ہمیں واپس صرف 28روپے ملیں گے۔یہ وفاق کی طرف سے وسائل کا transfer ہے۔میں عرض کروں گا کہ اس حوالے سے ہم یہاں سے ایک متفقہ message بھیجیں کہ ہم وفاق کو اپنے دائرہ اختیار میں interfere نہیں کرنے دیں گے۔یہ سب کچھ ہم اپنا revenue generate کرنے کے لئے کریں گے۔

جناب سپیکر! ہمارے development budget کا زیادہ تر حصہ بڑے شہروں پر خرچ ہوتا ہے۔ مختلف reports آئی ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ ضلع چنیوٹ پر سب سے کم جبکہ لاہور پر سب سے زیادہ funds خرچ کئے جاتے ہیں۔ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ زیادہ funds بڑے شہروں پر خرچ کئے جاتے ہیں۔ میں یہ تجویز کروں گا کہ بڑے شہروں کی development کے لئے ہم بڑے شہروں پر ہی ٹیکس لگائیں۔ دنیا میں کچھ municipal taxes اور کچھ regional taxes ہوتے ہیں تو بڑے شہر

خود اپنے revenue generate کریں اور اپنی development کے اوپر ان کو خرچ کریں۔اگر میں ڈیرہ غازی خان سے آ کر لاہور میں رہ رہا ہوں اور لاہور کی سہولتوں سے فائدہ اٹھا رہا ہوں تو پھر مجھے لاہور میں رہتے ہوئے اسی ratio سے ٹیکس بھی دینا ہو گا۔ہمارے خزانے پر بڑے شہروں کی development کا جو بوجھ پڑتا ہے وہ اس طریقے سے کم ہو سکے گا اور وسائل دیہی اور پسماندہ علاقوں کے لئے available ہو سکیں گے۔

جناب سپیکر!اس کے علاوہ یہ سوچنا بھی ضروری ہے کہ ہم نے اپنے اخراجات کو کس طرح کم کرنا ہے۔ہمارے صوبے کے non-development expenditures بہت زیادہ بڑھ گئے ہیں۔بہت ساری چیزیں ہم صرف symbolic values کی خاطر کرتے ہیں اگر ہمارے senior officers and senior parliamentarians اپنے جاہ وجلال اور شان وشوکت کے اندر کچھ کمی کریں گے تو اس سے بھی ہمارے اخراجات میں کمی آئے گی۔شاید big picture میں یہ بہت چھوٹی سی amount ہو گی لیکن اس کا message بہت اچھا جائے گا۔آپ fifties میں چلے جائیں، thirties میں چلے جائیں تو معلوم ہو گا کہ اس ایوان کے پرانے ممبران اور منسٹروں کی کوئی شوشا، سرکاری گاڑیاں اور خصوصی پروٹوکول وغیرہ نہیں ہوتا تھا اور وہ بااختیارات وزیر ہوتے تھے۔اب ماشاءاللہ شوشا تو بہت زیادہ ہے لیکن اختیارات بہت کم ہو گئے ہیں۔شاید آپ نے مراعات لے کر اختیارات کا سودا کر لیا ہے۔خدارا بڑے لوگوں کی مراعات کو کم کرنے کے لئے اچھے طریقے سے ایک message دیں۔ صرف یہ announce کر دینا کہ ہم وزیراعلیٰ یا وزیراعظم سیکرٹریٹ کے 20/30 فیصد اخراجات کم کرنے کا اعلان کرتے ہیں اور پھر اس پر عملدرآمد نہ ہونا انتہائی تکلیف دہ امر ہے کیونکہ اگلی دفعہ جب بجٹ کی amounts آتی ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اخراجات کم ہونے کی بجائے اور زیادہ بڑھ چکے ہیں۔ایسی باتیں حکومت کی ساکھ کو خراب کرتی ہیں اس لئے ایسے اعلانات کئے جائیں یا ایسے steps لئے جائیں جو کہ practical بھی ہوں۔

جناب سپیکر! میرا اگلا concern staggering debt of wheat کے حوالے سے ہے۔گندم کی storage پر جو رقم خرچ ہو رہی ہے اس بارے میں بہت زیادہ سوچ بچار کرنے کی ضرورت ہے۔میری calculation کے مطابق ہم ہر سال تقریباً 20۔ارب روپے اس پر interest charges دے رہے ہیں۔یہ گندم ہم پاکستان کے لئے store کر رہے ہیں۔صوبہ پنجاب پاکستان کا food basket ہے لیکن اس کا inventory carrying cost پنجاب برداشت کر رہا ہے۔آپ

اس حوالے سے مہربانی کرکے وفاق کے ساتھ کوئی لائحہ عمل طے کریں کہ یہ inventory carrying costوفاق برداشت کرے کیونکہ ہم نے گندم کی یہ storageباقی صوبوں کے لئے کی ہوئی ہے۔

جناب سپیکر! میری اگلی گزارش priority determineکرنے کے حوالے سے ہے۔ ہم مانیں یا نہ مانیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ ہمارا پاکستان ایک زرعی ملک ہے اور ہمارا صوبہ ایک زرعی صوبہ ہے۔ ہماری based agricultural economyہے اور جب تک ہم اپنی agricultureکو supportنہیں کریں گے تو اس وقت تک ہم ترقی نہیں کر سکیں گے۔ زراعت ہمارے لئے number one priorityہونی چاہئے۔ اس وقت دنیا کے اندر economic crisisہے اور ہمارا اپناملک بھی شدید قسم کے معاشی بحران کا شکار ہے۔ ہمیں جس چیز نے ابھی تک زندہ رکھا ہوا ہے وہ ہماری زراعت ہے۔ اسی زراعت کی وجہ سے ہی ہمیں بھوک نہیں آ رہی کیونکہ ہمارے کھیت سونا اُگل رہے ہیں۔ ہمیں اس زراعت کے شعبے کو encourageکرنا چاہئے۔ ہم زراعت کے پیشے سے منسلک لوگوں کو direct or indirect taxationکرکے نہ دبائیں۔ ہمیں ان کو encourageکرنا چاہئے۔ اس farmerکی وجہ سے ہی لبرٹی مارکیٹ اور انار کلی کے بازاروں کی رونق بحال رہتی ہے۔ کسان کپاس اُگاتا ہے، بازار میں لاتا ہے تو پھر ہی فیصل آباد کی ملیں چلتی ہیں۔ ہم نے اس farmerکو آگے لے کر چلنا ہے اگر کسان ترقی کرے گا تو انشاء اللہ تعالیٰ ہمارا ملک بھی ترقی کرے گا۔

جناب سپیکر! چند دن پہلے وقفہ سوالات کے اندر میں دیکھ رہا تھا اور پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے بھی بتایا تھا کہ ہمارا منصوبہ اور visionیہ ہے کہ ہم 2020-2025 تک 5 ملین ٹن storageکی capacityبنائیں گے۔ اس وقت ہمارے پاس storage کی یہ capacity نہیں ہے۔ ہم نے پچھلے سال 6 ملین ٹن گندم خریدی تھی تو مہربانی کرکے wheat storage پر ایک priority wiseکام کریں کیونکہ جب ہم گنجیاں بنا کر رکھتے ہیں تو گندم کی اس irregular storageمیں ہمیں 8 سے 10 فیصد lossہوتا ہے۔ ہمیں proper wheat storageکے لئے ہنگامی بنیادوں پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح سبزیوں اور فروٹ کی storage کے لئے بھی ہمیں جدید طرز کے Cold Storages بنانے چاہئیں۔ ان کی storage کے لئے ہمیں جدید اور بہتر انداز اپنانا چاہئے۔ یہ کام پرائیویٹ پبلک پارٹنرشپ کے تحت بھی کئے جا سکتے ہیں۔

جناب سپیکر! زراعت کے لئے سب سے اہم چیز بیج اور پانی ہوتا ہے۔ پانی کے بہتر استعمال کے لئے میری گزارش ہو گی کہ ہم compulsory Laser levellingکریں کسی کو اس میں

choice نہ ہو، حکومت جائے اور Laser levelling کرے کیونکہ ہم نے پانی کے استعمال کی efficiency بہتر کرنی ہے۔اسی طرح sprinkle irrigation اور drip irrigation کے ذریعے پانی کو efficiently استعمال کیا جا سکتا ہے۔ ہمارے پانی کے resources بڑی تیزی کے ساتھ کم ہو رہے ہیں۔ ہم water deficient country ہیں۔اگر آپ اعداد و شمار اٹھا کر دیکھیں تو Pakistan is a water deficient country. So whatever water we have, we have to conserve it and use it wisely. تو ان چیزوں پر subsidy دینے کے لئے اور ان کی encouragement کے لئے ہمیں محکمہ زراعت کے ذمہ داروں کے ساتھ بیٹھ کر سنجیدگی سے planning کرنے کی ضرورت ہے۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ water course کو پکا کرنے، Laser levelling, sprinkle irrigation and drip irrigation کے لئے زیادہ سے زیادہ funds مختص کئے جائیں۔

جناب سپیکر! ہم seed research کے لئے اربوں روپے دے رہے ہیں لیکن بدقسمتی سے ہمارے پاکستان کے اندر کسی بھی نئے seed کی ورائٹی نہیں آ سکی۔ باقی دنیا نے اس شعبے کے اندر بہت زیادہ ترقی کی ہے ہمیں اس سے استفادہ کرنا چاہئے۔ ہمارے برادر ملک چین میں زراعت کے حوالے سے بہت زیادہ ریسرچ ہو چکی ہے۔ پنجاب حکومت ان کی ریسرچ سے فائدہ اٹھائے۔ آج کل ہم ترکی اور چین کے ساتھ بہت زیادہ close ہو رہے ہیں تو ہم ان سے سیکھیں۔ ہم ان غیر ملکی visits سے عملی طور پر کوئی فائدہ بھی حاصل کریں، اگر ہم چین سے seed import کریں تو اس سے بھی ہماری زراعت میں بہتری آ سکتی ہے۔ ایوب خان کے زمانے میں میکسی پاک کا بیج import کیا گیا اور اس کی وجہ سے ایک agricultural revolution آ گیا تھا۔ Livestock کے شعبے میں ڈیری فارم اور دودھ کی پیداوار بڑھانے پر زور دیا جا رہا ہے مگر meat production پر کوئی خاص توجہ نہیں دی جا رہی۔ جس طرح زیادہ دودھ دینے والی نسلیں ہیں اسی طرح زیادہ گوشت دینے والے جانوروں کی افزائش کی جائے۔

جناب سپیکر! اس وقت power sector میں ہم بہت بڑے crisis سے دو چار ہیں۔ آپ کو 2002 کی power policy allow کرتی ہے کہ آپ پچاس میگا واٹ تک اپنی power generate کر سکتے ہیں۔ ایک research study کے مطابق پنجاب کے falls barrages and canals پر چھ ہزار میگا واٹ کا potential موجود ہے۔ اس حوالے سے 330 sites identify کی گئی ہیں۔ 160 میگا واٹ بجلی پیدا کرنے کے projects تو ملتان، فیصل آباد، سرگودھا، ڈیرہ غازی خان اور بہاولپور کی canals کے flows پر بنائے جا سکتے ہیں۔ ہمارے پاس ایسے projects ہیں کہ جن کی

feasibilities بھی تیار ہیں۔ چشمہ جہلم لنک کینال پر چوالیس میگاواٹ کا project بن سکتا ہے، رسول ہائیڈرو پاور جہلم پر بیس میگاواٹ کا project بن سکتا ہے، پنجند ہائیڈرو پاور چناب پر پندرہ میگاواٹ کے project کی feasibility تیار ہے۔ بلوکی اور سلیمان کی لنک کینال پر نو اور گیارہ میگا واٹ کے projects کی feasibilities تیار ہیں۔ میں آپ کی وساطت سے وزیر خزانہ سے درخواست کروں گا کہ مہربانی کر کے ان projects کے لئے funds مختص کئے جائیں اور اگر ہو سکے تو private public partnership کے تحت ان منصوبوں پر کام کیا جائے۔

جناب سپیکر! محکمہ تعلیم کے اندر پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے نام سے ہمارا ایک بہترین project چل رہا ہے جو کہ private public partnership کی ایک excellent مثال ہے۔ اس کے تحت حکومت پرائیویٹ سکولوں کی مدد کرتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ حکومت ان سکولوں کی performance کو بھی check کرتی ہے اگر وہ اچھا result لاتے ہیں تو ان کو پیسے ملتے ہیں، نہیں لاتے تو نہیں ملتے۔ Performance based system بہت کامیابی سے چل رہا ہے۔ بدقسمتی سے محکمہ تعلیم کا اپنا نظام fail ہو چکا ہے۔ دانش سکول اس سسٹم کو نہیں بچا سکیں گے۔ Endowment Fund ایک بہت great initiative ہے میں اس کو appreciate کرتا ہوں۔ میری اس حوالے سے گزارش ہے کہ ہمارے پنجاب کے سب سے پسماندہ علاقے tribal area کے لئے ایک special کوٹا رکھا جائے۔

جناب سپیکر! وقت کی کمی کی وجہ سے میں مختصر کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ میری یہ گزارش ہے کہ ہر یونین کونسل کے اندر یونین کونسل کا ایک Complex بنا دیں جس میں ہسپتال، گرلز سکول، بوائز سکول، تھانہ اور پٹوار خانہ ہو تاکہ لوگوں کو یہ تمام سہولتیں ایک ہی جگہ پر اپنی یونین کونسل میں میسر آ سکیں۔

جناب سپیکر! ڈیرہ غازی خان کے لئے ایک میڈیکل کالج announce کیا گیا تھا میری گزارش ہے کہ اس کے لئے پیسے بھی رکھ دیں۔ Tribal Area Development Programme پچھلے تین سال سے چل رہا ہے۔ تین سال پہلے اس کے لئے 3۔ارب روپے رکھے گئے تھے لیکن اس کے funds کی release نہ ہونے کے برابر ہے۔ رودکوہی ہر سال اربوں روپے کا نقصان کرتی ہے۔ میری گزارش ہے کہ ڈیرہ غازی خان اور راجن پور میں Hill Torrent Management کا comprehensive پروگرام بنایا جائے۔

جناب سپیکر! موجودہ سیلاب کی زد میں جنوبی پنجاب آیا اور وسیع پیمانے پر تباہی ہوئی، جس کی وجہ سے ہمارا infrastructure تباہ ہو گیا ہے۔ مہربانی کر کے اس علاقے میں ترجیحی بنیاد پر reconstruction and rehabilitation کی جائے۔ فورٹ منرو میں tribal area تحصیل کا ہیڈ کوارٹر بنایا جائے۔ Tribal area تحصیل وہ واحد تحصیل ہے کہ جس کا ہیڈ کوارٹر نہیں ہے اور تحصیل کے تمام دفاتر تحصیل کی حدود سے باہر ڈیرہ غازی خان شہر میں ہیں۔ لہذا یہاں پر تحصیل ہیڈ کوارٹر، ہسپتال، کالج اور دیگر سہولیات میسر کی جائیں۔ یہاں پر پوری تحصیل میں ایک بھی کالج نہیں ہے۔ اس علاقے میں boys and girls کے لئے کوئی کالج نہیں ہے۔ فورٹ منرو مری کا alternate بن سکتا ہے میں درخواست کروں گا کہ اس پر توجہ دیں۔ فورٹ منرو کی water supply کے بقایاجات ادا کر کے اس کی مرمت اور اس کا بندوبست P.H.E.D کے حوالے کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محسن لغاری صاحب! اب تشریف رکھیں اور باقی in writing دے دیں کیونکہ آپ already زیادہ وقت لے چکے ہیں۔ جناب جاوید حسن گجر صاحب!

جناب جاوید حسن گجر: شکریہ۔ جناب سپیکر! پچھلے تین سالوں سے یہاں جو ایک رسم وزیر تخمینہ جات کی طرف سے ڈالی گئی ہے کہ ہر سال اوائل تخمینہ جات پر بحث کی جائے یہ بڑی خوش آئند بات ہے تاکہ بجٹ کے آنے تک ہم اپنے اپنے مسائل ان کو بتا سکیں، ایک بات سنتے سنتے ہمارے بال بھی سفید ہو گئے ہیں کہ یہ ملک زرعی ملک ہے اس کے اتنے وسائل ہیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ جب یہ زرعی ملک ہے تو آج تک زراعت کی طرف کسی نے اس طرح سے توجہ نہیں دی۔ تمام حکمران کا خواہ موجودہ ہیں یا پچھلے ہیں سب کا اپنی اپنی mills کی طرف تو بہت دھیان گیا لیکن زراعت کی تحقیق کے اوپر بہت کم توجہ دی گئی۔ میں وزیر تخمینہ جات سے یہ گزارش کروں گا کہ زراعت کی تحقیق کے لئے زیادہ سے زیادہ رقم رکھی جائے تاکہ زراعت کے لئے اچھے بیج پیدا کئے جائیں اور نئی سے نئی قسم سامنے لائی جائے۔ آج میں وزیر صاحب سے یہ کہوں گا کہ آنے والے اجلاس میں اس بات پر بحث کی جائے اور باقاعدہ ایک دن رکھا جائے کہ کھادوں اور بیج پر سبسڈی دے کر ان کو سستا کیا جائے۔ میں تمام حضرات سے جتنے ممبران ہیں بشمول سپیکر صاحبان کے اور وزیر صاحب کے سب کو درخواست کروں گا کہ یہاں پنجاب اسمبلی سے ایک قرارداد پاس کی جائے کہ FFC کی جو یوریا کھاد ہے، آپ اپنے محکمہ خزانہ کے بندے خفیہ طور پر بھیجیں جو دیکھیں کہ یوریا جو پاکستان میں بن رہی ہے، اس موسم میں بھی تین ساڑھے تین سو سے اوپر اس کی قیمت نہیں جانی چاہئے لیکن گیارہ ساڑھے گیارہ سو روپے کی بیچی جا رہی ہے۔ اس طرح زمیندار کا خون

چوسا جا رہا ہے اور تمام بوجھ زمیندار پر ڈالا جا رہا ہے۔ اس پر غور کیا جانا چاہئے۔ اس کے علاوہ کرم کش ادویات کو بھی یہاں produce کیا جائے تو آپ کی مہربانی ہوگی۔

جناب سپیکر! ہمارا سب سے بڑا مسئلہ energy کا ہے روزانہ ٹیلیویژن پر بحث کی جاتی ہے، اخبارات میں خبریں ہوتی ہیں کہ ہمارے پاس power generation نہیں ہے تو میرے پاس بہت اچھی تجویز ہے اور یہ میری نظر میں بہت اچھی تجویز ہے آپ لوگوں کو پسند ہو یا نہ ہو میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ وہ یہ ہے کہ ہم جتنے ایم پی ایز اور ایم این ایز ہیں اپنے اپنے دیہاتوں میں energy بھیجے جا رہے ہیں جس کو gaso line کہتے ہیں۔ وہ natural source ہے وہ انڈسٹری کے لئے ہونی چاہئے اور دیہاتوں میں Bio Gas کے لئے کوئی ایسا سلسلہ کیا جائے کہ جو ہر گاؤں میں نہیں تو ہر دو گاؤں میں ایک بڑا Bio Gas Plant لگایا جائے۔ میرے پاس وہ سسٹم ہے اگر جناب وزیر تخمینہ جات یا کسی اور نے دیکھنا ہو تو میں دکھا سکتا ہوں۔ ہم ایسا سلسلہ کریں کہ Bio Gas Plant ہر دیہات میں لگائے جائیں اور سبسڈی کے طور پر لگائے جائیں اور وہاں سے آپ energy بھی پیدا کر سکتے ہیں اور وہ گھر میں جلائی بھی جا سکتی ہے۔

جناب سپیکر! ایک اور چیز جو ہم ضائع کر رہے ہیں اور پانی میں دن بدن کمی آ رہی ہے، میں نے پچھلی تقریر میں بھی کہا تھا کہ ایسا project تیار کیا جائے کہ تمام بڑے شہر خاص طور پر جو دریا کے ساتھ ہیں جن میں لاہور، ملتان اور گوجرانوالہ ہیں ان شہروں کا جتنا بھی سیوریج کا wastage ہے، جتنا بھی سیوریج لائن کا پانی ہے اس پر فلٹریشن پلانٹ لگا کر دوبارہ دریا میں پھینکا جائے تاکہ ہماری irrigation کی کمی بیشی پوری ہو سکے۔ میری یہ تین چار گزارشات تھیں۔ میرا خیال ہے کہ وزیر صاحب نے note نہیں کیں، بہرحال مہربانی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ چودھری عامر سلطان چیمہ صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ ملک جلال الدین ڈھکو صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ سردار محمد یوسف خان لغاری صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ چودھری مونس الٰہی صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ ملک محمد وارث کلو صاحب!

ملک محمد وارث کلو: جناب سپیکر! آپ کی مہربانی کہ آپ نے مجھے pre budget پر بحث کی اجازت دی۔ میں سب سے پہلے اپنے علاقائی مسائل کے حوالے سے بات کرنا چاہوں گا۔

(اس مرحلہ پر جناب چیئرمین ڈاکٹر اسد اشرف کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب چیئرمین: جی، وارث کلو صاحب!

ملک محمد وارث کلو: جناب چیئرمین! میرے علاقے میں بہت ہی پسماندگی ہے اور نورپور تھل خوشاب کا انتہائی پسماندہ علاقہ ہے۔ آج یہاں لابی میں چیئرمین پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ بھی تشریف رکھتے ہیں ان کی توجہ آپ کے توسط سے مبذول کراؤں گا کہ شیر گڑھ کے مقام پر دریائے جہلم پر پل ہے جو بھکر، مظفر گڑھ، لیہ اور ادھر کے سارے علاقوں کو اس علاقے سے منسلک کرتا ہے۔ اس کے لئے عرض ہے کہ آنے والے بجٹ میں اس کو کم از کم ongoing کر دیا جائے۔ اس کے علاوہ میرے حلقے میں بیس سکولوں کی عمارات بن چکی ہیں جن میں ہائی سکول اور مڈل سکول بھی ہیں لیکن ان کی SNE ابھی تک نہیں ہو سکی وہ عمارات خالی پڑی ہیں اور ویران ہیں۔ ان عمارات کو سنبھالنا بھی بہت ضروری ہے اور بچوں کی لئے بھی ضروری ہے کہ اگر عمارات بنی ہیں تو انھیں تعلیم بھی دی جائے۔ اسی طرح دوBHUs اور تین ڈسپنسریوں کی عمارات تو کافی عرصہ سے بن گئی ہیں۔ حکومت پنجاب کی پالیسی تھی کہ ہر یونین کونسل میں کم از کم ایک BHU ہوگا۔ میں نے پچھلے سال BHU آدھی کوٹ منظور کرایا، اس کی approval بھی ہو گئی، P&D نے allocation بھی کر دی، محکمہ خزانہ نے فنڈز بھجوا دیئے لیکن انھوں نے کوئی head غلط کر دیا اور وہ پیسے جون میں release نہ ہو سکے اور اس طرح وہ project اسی طرح رہ گیا جو کہ اب بھی اسی طرح ہی پڑا ہے۔ میری وہ یونین کونسل بہت بڑی ہے جہاں صحت کی کوئی سہولت نہیں ہے۔

جناب چیئرمین! ایک بہت alarming situation ہے جس پر میں نے تحریک التوائے کار دی ہے۔ محکمہ تعلیم نے rationalization کے نام پر ایک تلوار چلائی ہے جو کہ پورے پنجاب میں چلی ہے اور محکمہ تعلیم نے نئے سکولوں کی opening بند کر دی ہے۔ مجھے تین کروڑ روپے South Package سے حصہ ملا تھا اس پر میں نے آٹھ نو سکول بنانے کے لئے کہا تھا، اس کی finalization and allocation ہو گئی لیکن مجھے آخر پر بتایا گیا کہ ہم نے نئے سکول بند کر دیئے ہیں اس pretext کے ساتھ کہ اب نجی سکول آ گئے ہیں تو نئے سکولوں کی ضرورت نہیں ہے جبکہ ہمارے پسماندہ علاقوں میں، پسماندہ اضلاع کے بارے میں یہاں لاہور میں بیٹھ کر فیصلہ دے دینا کہ وہاں نجی سکول ہیں تو میں یہ کہتا ہوں کہ وہاں تو نجی سکولوں کا نام بھی نہیں ہے۔ اس کے علاوہ لوگ afford بھی نہیں کر سکتے تو میرے وہ تین کے تین کروڑ ضائع ہو گئے۔ انھوں نے rationalization کے نام پر سکولوں کی opening بند کر دی اور مکتب سکول بھی بند کر دیئے، ہماری ایک ایک مسجد میں ایک ایک استاد ہوتا تھا اور چھوٹے بچے تیسری جماعت تک پڑھ کر بڑے سکولوں میں چلے جاتے تھے۔ انھوں نے ایک تلوار

چلائی اور ادھر لاہور میں بیٹھے بیٹھے کیسے approval ہو گئی؟ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ کیسے approve کروالیا اور سارے مکتب سکول بند کر دیئے گئے۔اس کے علاوہ انھوں نے کہا کہ ہم بیس بچوں پر ایک استاد نہیں دے سکتے اور انھوں نے بے شمار سکولوں کو بند کر دیا۔اس طرح وہ بچے جو ان سکولوں میں پڑھتے تھے وہ جون جولائی کی چھٹیوں کے بعد سے فارغ بیٹھے ہیں۔ہمارے ہاں فاصلے بہت زیادہ ہیں کیونکہ صحرائی علاقہ ہے بچے دور جا نہیں سکتے۔یہ انتہائی ظلم کیا گیا ہے،اس میں کم از کم یہ کر لیتے کہ جن اضلاع یا شہروں میں یہ مشکل آ رہی تھی تو ان کو اس میں identify کیا جاتا،راجن پور،نور پور تھل، بھکر، چوبارہ اور لیہ جیسے علاقوں میں اپنی خوبصورت پالیسی enforce نہ کرتے۔میں نے اور جناب سعید اکبر صاحب نے بھی اس کے متعلقہ تحریک التوائے کار جمع کرائی ہے۔اس سلسلے میں تحصیل ہیڈ کوارٹر کی upgradation مانگنا چاہتا ہوں،NFC Award کی طرز پر ہمارے جو پسماندہ علاقے ہیں وہاں funds کی allocation نہیں ہوتی۔ہمیں پسماندہ سمجھتے ہوئے فنڈز زیادہ نہیں دیئے جاتے تو کم از کم اتنے share تو دیں جو ہمارا حق ہے۔

جناب چیئرمین!اب میں policy matters کی طرف آؤں گا یہ اچھا ہوتا کہ میرے بھائی چودھری ظہیر الدین بیٹھے ہوتے۔انھوں نے اپنی تقریر میں یہ کہا تھا کہ سکارپ ٹیوب ویل بند کر دیئے گئے ہیں اور پانی کی سطح اوپر آ رہی ہے۔میں اس پر یہ کہوں گا کہ

ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

پچھلے دور میں انہی بنچوں پر میں بھی تھا وہ بھی تھے اور جو Irrigation کی پالیسی بنائی گئی تھی تو میں نے اس وقت انتہائی مخالفت کی تھی۔میں نے یہاں کھڑے ہو کر کہا کہ آپ اپوزیشن کے بنچوں پر چلے جائیں۔سکارپ ٹیوب ویل پورے پنجاب میں بڑی رقم سے لگائے گئے تھے جو پوری study کے بعد لگائے گئے تھے لیکن by one stroke of pen سیکرٹری صاحبان کو پتا نہیں کیا خیال آیا کہ انھوں نے سکارپ ٹیوب ویل بند کر دیئے لیکن thanks to God کہ میرے چالیس بچ گئے۔وہ سکارپ ٹیوب ویلوں کا واویلا کر رہے تھے، یہ پچھلے دور میں ہوا تھا۔میں سمجھتا ہوں کہ سکارپ ٹیوب ویل بند نہیں ہونے چاہیئں تھے بلکہ اب پھر وہ لگنے چاہیئں اس سے لوگوں کو double edge benefit ہے ایک تو پانی کی سطح نیچے جاتی ہے اور دوسرا irrigation کے لئے پانی استعمال ہوتا ہے۔

جناب چیئرمین!آبیانہ کا flat rate اتنا بڑا قدم ہے یہ IMF اور ورلڈ بنک کے کہنے پر پورے پنجاب میں لگایا گیا ہے اس سے کسانوں کا معاشی قتل کیا گیا ہے۔اب لاکھوں کروڑوں پتا نہیں کتنے روپے

کسانوں کے ذمہ بقایا ہیں وہ بے چارے روز حوالات میں پڑے ہوتے ہیں، اور وہ لوگ تو اپنا کیس بیان بھی نہیں کر سکتے۔ اس سلسلہ میں، میں پچھلے دور میں بھی عرض کرتا رہا ہوں اب پھر عرض کر رہا ہوں کہ خدارا پالیسی بناتے وقت کچھ ground realities کو بھی دیکھا کریں۔ آپ جس ٹہنی پر بیٹھے ہیں اگر آپ اس ٹہنی ہی کو کاٹ دیں گے تو آپ خود نیچے گریں گے۔ پچھلے کئی ادوار سے یہاں کسان کے بارے میں جو روّیہ اختیار کیا جاتا ہے تو آپ کی تمام معیشت کو سوائے زراعت کے کوئی اور چیز اٹھا نہیں سکتی۔ زراعت ہمارے ملک کی اور بالخصوص پنجاب کی ریڑھ کی ہڈی ہے لیکن ایسے ایسے اقدامات کئے گئے ہیں کہ کہیں PEDA بنایا گیا ہے، کہیں flat rate آبیانہ لگا دیا گیا ہے۔ کہیں سولر انرجی کے نام پر ٹریکٹر بند کروا دیئے گئے ہیں۔ ان پالیسی سازوں اور think tanks کی مجھے سمجھ نہیں آتی کہ یہ کہاں کے پالیسی ساز اور think tanks ہیں؟ یہ سارے کے سارے بگڑے منہ انگریزی بولنے والے Consultants بن کر آ جاتے ہیں۔ مجھے بھی وہ Consultants ملے ہیں، میرا ابھی تین چار دفعہ ان سے interaction ہوا ہے۔ وہ یہاں بیٹھے ہوتے ہیں اور باتیں برطانیہ، امریکہ اور روس کی کرتے ہیں۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ آپ wind up کریں۔

ملک محمد وارث کلو: جناب چیئرمین! دو تین points ہیں۔ میں تقریر تو کر ہی نہیں رہا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ابھی زرعی انجینئرنگ بند کرنے کی کوششیں ہو رہی تھی۔ میں نے اس پر ایک میٹنگ میں واویلا کیا کہ خدارا اس طرح نہ کرو کہ زرعی انجینئرنگ کا شعبہ ہی بند کر دو۔ ہمارے اضلاع میں بلڈوزر چاہئیں جس میں لیہ، بھکر، خوشاب میں چاہئیں۔ وہ سستے داموں ملتے ہیں، کسان خود اپنی زمین level نہیں کر سکتے۔

جناب چیئرمین! چپ کر کے جو ساڑھے تین فیصد withholding tax لگایا گیا ہے تو یہ زراعت اور کسان پر لگایا گیا ہے اور سیدھا سیدھا کسان پر لگایا گیا ہے۔ اگر کوئی کہتا ہے کہ ہم کان ادھر سے پکڑ رہے ہیں اگر وہ کسان پر نہیں ہے تو پھر وہ consumer پر ٹیکس لگایا گیا ہے۔ کسان پر ٹیکس لگ ہی نہیں سکتا کیونکہ آئین پاکستان زراعت کے شعبے کو exempt کرتا ہے۔ آپ کو تو وہاں enactment کرنی پڑے گی اور قانون بنانا پڑے گا۔ اس کے علاوہ جب تک قانون نہیں بنے گا آپ زراعت پر ٹیکس نہیں لگا سکتے، یہ کہتے ہیں کہ ہم نے آڑھتی پر ٹیکس لگا دیا ہے تو آڑھتی تو دو فیصد لیتا ہے اور آگے pass on کر دیتا ہے۔ آپ دیکھیں کہ اب ساڑھے تین فیصد ہے، آڑھتی کدھر سے دے گا اس نے تو کسان سے ہی وصول کرنا ہے۔ اگر کسان نورپور تھل سے جوہرآباد آئے گا تو تین چار stages پر منڈیاں ہیں، تین

منڈیوں میں کئی اجناس جاتی ہیں جب چوتھی منڈی میں جائے گا تو 12 فیصد کی rise آ جائے گی اور consumer کو وہ چیز کیسے پڑے گی ؟ معاشرہ تو پہلے ہی سسکیاں لے رہا ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ گھڑی کو بار بار دیکھ رہے ہیں۔ میں اس سلسلے میں یہ کہوں گا کہ ہم اس پر علیحدہ کوئی قرارداد لائیں گے۔ یہ میں بانگ دہل کہہ رہا ہوں کہ وفاق نے جو withholding tax لگایا ہے وہ ہمیں نامنظور ہے جو قطعاً نہیں لگنا چاہئے اور اس پر ہم strong قسم کا احتجاج کرتے ہیں۔ شکریہ

جناب چیئرمین: بہت شکریہ۔ کلو صاحب! آپ نے بہت سے points اٹھائے ہیں لیکن آپ کے ایک point کا میرے خیال میں immediate حل ہو سکتا ہے وہ یہ کہ آپ نے BHUs اور RHCs کی بات کی ہے لہذا اگر آپ اپنے حلقہ میں immediate solution چاہتے ہیں تو آپ موبائل ہیلتھ یونٹ کا visit کریں اور اُس کی demand کریں۔ جی، محترمہ شمیلہ اسلم صاحبہ!

محترمہ شمیلہ اسلم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! سب سے پہلے میں pre budget session کی practice کو برقرار رکھنے پر حکومتِ پنجاب کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ میں سمجھتی ہوں کہ ہم جب بھی کسی ملک کی ترقی کا جائزہ لیتے ہیں تو سب سے پہلے یہ دیکھتے ہیں کہ وہاں پر تعلیم اور صحت کی کیا سہولتیں ہیں اور کیا وہاں کی عوام اس سے مستفید بھی ہو رہی ہے یا نہیں ؟ پاکستان کی بدقسمتی رہی ہے کہ آزادی حاصل کرنے کے کئی سال تک ہم ان نعمتوں سے محروم رہے ہیں۔ میں یہاں وزیراعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف صاحب کو خراج تحسین پیش کرتی ہوں جنہوں نے جمہوری حکومت کے قیام کے ساتھ ساتھ ان شعبوں کو ترقی دینے کے لئے بہت سے اقدامات کئے۔

جناب چیئرمین! میں اب صحت کے شعبے کی بات کرتی ہوں کہ ضلع وہاڑی کی آبادی تقریباً 27 لاکھ کے لگ بھگ ہے لیکن وہاں کا ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال صرف 125 بیڈز پر مشتمل ہے۔ میں نے پچھلی budget speech میں بھی request کی تھی کہ اس ہسپتال کو upgrade کرنے کی ضرورت ہے۔ DHQ وہاڑی کو کم از کم 300 بیڈز پر مشتمل ہسپتال بنایا جائے تاکہ وہ اُس آبادی کی ضرورت کو پورا کر سکے لیکن افسوس کہ اس کی فائل محکمہ خزانہ کے ایوانوں میں گم ہو کر رہ گئی ہے۔ مجھے امید ہے کہ اس دفعہ اس ہسپتال کو upgrade کیا جائے گا۔ 2008 میں Kidney Centres کے لئے چار مشینیں فراہم کی گئیں جن میں سے تین مشینیں active ہیں اور ایک خراب ہو چکی ہے۔ میں چاہوں گی کہ اس دفعہ صحت کے بجٹ میں مزید تین مشینوں کا اضافہ کیا جائے۔ اسی طرح Digital X-ray Unit جو موجودہ دَور کی ایک اہم ضرورت ہے اسے بھی DHQ وہاڑی میں بنایا

جائے۔ مزید صرف یونٹ بنا دینے سے کام نہیں چلتا بلکہ اس کے لئے سٹاف بھی sanction کیا جائے کیونکہ ہمارے ہاں بلڈنگ اور ڈیپارٹمنٹ بنا دیتے ہیں مگر سٹاف نہ ہونے کی وجہ سے اُس پر proper کام نہیں ہو سکتا۔

جناب چیئرمین! میں تعلیم کے شعبے کے لئے یہ بات کہوں گی کہ ہمارے ہاں بچوں پر کتابوں کا بوجھ گدھے کی طرح لاد دیا جاتا ہے جس سے ہم مطلوبہ نتائج حاصل نہیں کر سکتے۔ اگر پرائیویٹ سیکٹر کی بات کروں تو میں نے دیکھا ہے کہ اُن کا تعلیمی معیار گورنمنٹ سیکٹر سے کہیں بہتر ہے۔ ہم نے یہاں لاہور میں LUMS اور پنجاب کالج میں پڑھتے ہوئے بچوں کو Tuition Centres جاتے ہوئے نہیں دیکھا۔ Tuition کا اضافی بوجھ والدین پر بہت بھاری count ہوتا ہے لہذا میں سمجھتی ہوں کہ اس دفعہ بجٹ میں سرکاری سکولوں کے اساتذہ کرام کی تنخواہوں میں اضافہ کیا جائے اور انہیں پُرکشش مراعات دی جائیں جس کے بدلے میں اُن پر پابندی عائد کر دی جائے کہ کوئی Tuition Centre یا Academy نہیں جائے گا۔ گورنمنٹ کالج یا سکول کا result اچھا نہیں ہوتا تو اُن اساتذہ کے خلاف سخت سے سخت action لیا جائے۔ اسی طرح گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج فار بوائز وہاڑی میں بسوں کی سہولت نہیں ہے جس کی وجہ سے بچے ٹائم پر نہیں پہنچ سکتے۔ گورنمنٹ گرلز کالج وہاڑی میں یہ صورتحال ہے کہ وہاں پر فرنیچر بھی نہیں ہے اور فرسٹ ائر کی طالبات اس موجودہ دَور میں زمین پر بیٹھ کر تعلیم حاصل کرتی ہیں۔ اُن طالبات کی ایک demand یہ بھی ہے کہ ہمیں بسوں کی بجائے چھوٹی coasters فراہم کی جائیں جو انہیں دیہاتوں سے بھی pick and drop کی سہولت دے سکیں۔

جناب چیئرمین! تحصیل وہاڑی کی آبادی تقریباً 10 لاکھ کے لگ بھگ ہے لیکن آبادی اور ٹریفک کا بہاؤ اس قدر بڑھ گیا ہے کہ underpass بنانے کی اشد ضرورت ہے کیونکہ آدھی آبادی پھاٹک کے ایک طرف اور آدھی دوسری طرف رہتی ہے اور روزگار کے سلسلے میں اُن کا آنا جانا لگا رہتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ جو پھاٹک وہاڑی کو ملتان اور خانیوال سے ملاتا ہے اسے ڈبل بنانے کی ضرورت ہے جس کے لئے میں چاہوں گی کہ اس دفعہ بجٹ میں رقم مختص کی جائے۔

جناب چیئرمین! میں زراعت کے شعبہ کے حوالے سے کہوں گی کہ شعبہ ریسرچ کو ترقی دینے کے لئے بجٹ میں زیادہ سے زیادہ رقم رکھی جائے اور جو researcher ہمارا brain ہے اور ملک سے باہر چلا جاتا ہے اسے زیادہ سے زیادہ facilitate کیا جائے۔۔۔

جناب چیئرمین: میں معذرت کے ساتھ کہوں گا کہ صحافی حضرات یہاں گیلری سے چلے گئے ہیں لہذا کم از کم یہ دیکھ لینا چاہئے کہ کیا وجہ ہے یا کوئی اسمبلی کی ایسی بات ہے جس کی وجہ سے وہ یہاں سے چلے گئے ہیں اس لئے احمد علی اولکھ صاحب، ہندلی صاحب اور عامر سہوترا صاحب سے request ہے کہ وہ جا کر معلوم کر لیں۔

محترمہ سفینہ صائمہ کھر: جناب چیئرمین! already ہاؤس میں ممبران کم بیٹھے ہیں اگر منانے کے لئے ہم تین چار ممبران بھیج دیں گے تو مزید کم ہو جائیں گے۔

جناب چیئرمین: پہلے یہ تو پتا لگے کہ کس بات پر وہ چلے گئے ہیں؟ جی، محترمہ! آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

محترمہ شمیلہ اسلم: جناب چیئرمین! میں چاہوں گی کہ ریسرچ کے شعبے میں بیرون ملک جو ہمارے brains کام کر رہے ہیں انہیں پُر کشش تنخواہوں اور مراعات کے ساتھ ملک میں واپس لایا جائے۔ وہاڑی کے حوالے سے ایک اور بات کروں گی کہ وہاڑی میں ایک Regional Agriculture Economical Centre جو چھ ایکڑ زمین پر محیط ہے جہاں پر کسانوں کو چھوٹی موٹی training دی جاتی ہے وہاں کے لوگوں کا مطالبہ ہے کہ اس کو زرعی کالج کا درجہ دیا جائے اور وہاں پر ڈپلومہ کی کلاسیں شروع کی جائیں۔

جناب چیئرمین! کھیلیں ہماری ثقافت کا خاص حصہ ہیں۔ وہاڑی نے ہاکی کے میدان میں بہت سے کھلاڑی پیدا کئے ہیں جن میں سلیم شیروانی اور وسیم رندھاوا کے نام قابل ذکر ہیں جس طرح بہاولپور میں مطیع اللہ سٹیڈیم بنایا گیا اور وہاں astroturf بچھائی گئی ہے اسی طرح ضلع وہاڑی کے لوگوں کی demand ہے کہ ہاکی کلب میں astroturf بچھائی جائے تاکہ یہاں کے بچوں کی کارکردگی کو بہتر بنایا جاسکے۔

جناب چیئرمین! میں سوشل سیکٹر کے حوالے سے کہوں گی کہ ابھی یہاں پر خواتین کے funds کی بات ہوئی ہے تو میں سمجھتی ہوں کہ جو خواتین جس ضلع سے تعلق رکھتی ہیں جہاں سے ان کا notification ہوا ہے وہی اُن کا حلقہ ہے لہذا انہیں پابند کیا جائے کہ وہ اپنے حلقوں میں ہی ترقیاتی کام کریں۔ میں یہاں یہ بھی گزارش کروں گی کہ سٹینڈنگ کمیٹی برائے سوشل ویلفیئر، وومن ڈویلپمنٹ اینڈ پنجاب بیت المال کی کبھی میٹنگ نہیں بلائی گئی لہذا اس کمیٹی کو active کیا جائے اور جو خواتین ایم پی ایز چاہتی ہیں کہ اُن کے علاقوں میں خواتین اور development سے related ترقیاتی

کام ہوں تو اُن کی میٹنگ اس کمیٹی کے ساتھ رکھی جائے اور اُن تجاویز کو بجٹ میں ترجیحی بنیادوں پر رکھا جائے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئرمین: حسن مرتضیٰ صاحب! آپ kindly بیٹھ جائیں تو بہتر ہے۔

محترمہ شمیلہ اسلم: جناب چیئرمین! اس کے ساتھ ساتھ میں چاہوں گی کہ ضلع وہاڑی میں ہمارا Working Women Hostel نہیں ہے۔ میں اپنی تینوں budget speeches میں demand کر چکی ہوں کہ وہاڑی کو ایک Working Women Hostel کی ضرورت ہے اور مجھے ہر دفعہ محکمہ خزانہ کی طرف سے letter بھی آجاتا ہے کہ اس دفعہ بجٹ میں رقم مختص کی جائے گی۔ مجھے یقین ہے کہ اس دفعہ مجھے مایوس نہیں کیا جائے گا۔

جناب چیئرمین! میں Burn Unit کے حوالے سے کہوں گی کہ ملتان میں جو Burn Unit کام کرتا ہے ضلع وہاڑی کے ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر کو اُس سے منسلک کیا جائے کیونکہ جن علاقوں یا اضلاع میں violence کی شرح زیادہ ہے وہاں پر اس کے چھوٹے Units بنائے جائیں۔

جناب چیئرمین: محترمہ! دیکھیں، ذرا لسٹ لمبی ہے۔

محترمہ شمیلہ اسلم: جناب چیئرمین! میں اب اپنی بات سمیٹ رہی ہوں کہ پنجاب میں جو بنک خواتین کے لئے کام کر رہے ہیں یا بنک آف پنجاب ہے اُن میں قرضوں کی رسائی آسان بنانے کے لئے ضروری ہے کہ خواتین کے لئے ایک علیحدہ counter بنایا جائے اور بجٹ میں اس کے لئے رقم مختص کی جائے تاکہ خواتین آسانی سے قرضہ حاصل کر سکیں۔ اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی چاہوں گی کہ زکوٰۃ کی طرز پر بجٹ میں ایک رقم مختص کی جائے جس میں خواتین کو سلائی مشینیں دینے کی بجائے پولٹری فارمنگ جیسی سُود مند سرمایہ کاری کی ترکیب دی جائے تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ earning کر سکیں۔ شکریہ

جناب چیئرمین: شکریہ۔ محترمہ سیمل کامران صاحبہ!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ میاں محمد شفیق ارائیں صاحب!

میاں محمد شفیق ارائیں: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! میں اپنی تقریر کا آغاز یہاں سے شروع کروں گا کہ ہماری ہاؤس کمیٹیاں 41 کے قریب ہیں اور 40 کمیٹیوں کی آج تک کوئی بھی میٹنگ نہیں ہوئی خصوصاً سٹینڈنگ کمیٹی برائے خزانہ جس کے بارے میں آج Finance اور ADP کی بات ہو رہی ہے اُس کی میٹنگ تو بالکل ہی نہیں ہوئی جو میں یقین سے کہہ سکتا ہوں۔ سب سے پہلے تو میں

سمجھتا ہوں کہ ان کمیٹیوں کو مضبوط کیا جائے یا انہیں ختم کر دیا جائے۔ ہمارے ہاں صحت اور تعلیم کے دو بڑے مسائل ہیں۔ تعلیم کی صورتحال یہ ہے کہ صوبہ پنجاب میں اڑھائی ہزار سے زائد خالی اسامیاں پڑی ہیں جس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہماری تعلیم کے حالات کیا ہوں گے؟ ہم مزید سکول کھولنے جا رہے ہیں جبکہ پہلے سے قائم سکولوں کا سٹاف ابھی تک پورا نہیں کر سکے۔ میری یہ گزارش ہو گی کہ ہم پہلے سے قائم infrastructure میں اساتذہ اور ڈاکٹروں کی requirements پوری کریں تاکہ SNEs نہ ہوں۔ میرے اپنے ضلع لودھراں میں تقریباً 600 کے قریب اسامیاں خالی پڑی ہیں۔ آپ مجھے بتائیں کہ جہاں پر ریاضی کا استاد نہیں ہو گا، جہاں پر Bio کا استاد نہیں ہو گا، جہاں پر کیمسٹری کا استاد نہیں ہو گا تو وہاں پر بچوں کو کیا تعلیم ملے گی اور ان سکولوں کا نتیجہ کیا آئے گا؟ اس کا آپ خود ہی اندازہ کر سکتے ہیں۔ ایک طرف ہم دانش سکول بنانے جا رہے ہیں جہاں ایک بچے پر ایک ماہ میں 15 ہزار روپے خرچ ہوں گے جبکہ سرکاری سکول کے بچے کا خرچ -/1500 روپے ہے اور یہ بات میری سمجھ سے باہر ہے جس سے اندازہ آپ خود لگا سکتے ہیں کہ ہماری planning کیا ہے؟

جناب سپیکر! وزیر اعلیٰ صاحب نے ہمارے تمام ہسپتالوں میں wards کو air-conditioned کروا کر وہاں پر جنریٹرز بھی فراہم کر دیئے جبکہ صورتحال یہ ہے کہ جنریٹروں کے لئے تیل نہیں ہے اور جن wards میں air-conditioners لگائے ہیں وہاں پر beds نہیں ہیں۔ میرے اپنے حلقے کا T.H.Q جو 40 بستروں پر مشتمل ہے لیکن وہاں پر چھ بستر ہیں جس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہماری priorities کیا ہیں؟ اگر ان priorities کو ہم سیدھا اور ٹھیک کر لیں تو ہمارا نظام ٹھیک ہو سکتا ہے۔ B.H.U کے لئے میری رائے ہے کہ وہاں پر ایکسرے مشین کی سہولت میسر کر دی جائے جو کہ بڑی بنیادی چیز ہے جس سے تحصیل کی سطح کے ہسپتالوں اور RHCs پر load کم ہو جائے گا۔ اسی طرح ECG مشین، الٹرا ساؤنڈ مشین اور ایک چھوٹی سی Lab اگر BHU کی سطح پر مہیا کر دی جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ BHUs بھی upgrade ہو جائیں گے اور لوگوں کو بھی بہتر طبی سہولیات میسر آ جائیں گی۔

جناب سپیکر! موبائل یونٹ ماشاء اللہ حکومت پنجاب کا بہت اچھا اقدام ہے لیکن یہ نہ ہو کہ اگلے دس یا پانچ سالوں میں یہ اینٹوں پر کھڑا ہو جائے یا اسی طرح لوگوں کو سہولتیں مہیا کر سکے گا؟ میرے اپنے ضلع میں district Hospital 2006 سے زیر تعمیر ہے جو تا حال مکمل نہیں ہوا۔ اسی طرح وہاں T.H.Q کے ڈاکٹروں کی رہائش گاہوں کی تعمیر کے لئے گزشتہ سال بھی فنڈز رکھے گئے لیکن بجٹ میں اس کا .P.C.-I تیار نہیں ہو سکا اور وہ پیسے ختم ہو گئے۔ اس سال دوبارہ رکھے گئے لیکن تا حال اس پر کام

شروع نہیں ہو سکا۔ ہم 60 سے 70 فیصد بجٹ مشکل سے خرچ کر پاتے ہیں اور باقی پیسے Lapse ہو جاتے ہیں۔آخری سال بھی اس کے لئے تجویز دی تھی کہ ہمیں ایک سال آگے کی planning کرنی چاہئے کہ کہاں کہاں ہم نے چیزیں develop کرنی ہیں تو ایک سال پہلے کی planning کریں تاکہ ان کے PC-I تیار ہو جائیں اور بجٹ کے بعد جیسے ہی اگلا سال شروع ہو تو ان سکیموں پر کام شروع ہو سکے۔ میری P&D والوں سے گزارش ہے کہ وہ ضلع کی سطح پر ہمارے ساتھ بیٹھ جائیں اور discussion کر کے تجاویز لیں تو یہ پنجاب کے لئے بہتر ہو گا۔

جناب چیئرمین: میاں صاحب!فہرست بڑی لمبی ہے اس لئے آپ تشریف رکھیں۔ اگلے مقرر کرنل (ریٹائرڈ) محمد عباس چودھری صاحب ہیں۔۔۔وہ تشریف نہیں رکھتے۔جناب عبدالوحید چودھری صاحب!

جناب عبدالوحید چودھری: اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب چیئرمین!سب سے پہلے تو میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ pre budget session جاری ہے مگر یہاں اس وقت وزیر خزانہ صاحب بیٹھے ہیں تو یہ ان کی مہربانی ہے لیکن پوری ٹیم یہاں پر موجود ہونی چاہئے تھی۔ کیا ہماری آراء کی کوئی value نہیں ہے اور کیا اس کا کسی کو کوئی احساس نہیں ہے؟ P&D اور Finance کی پوری ٹیم یہاں پر ہونی چاہئے تھی اور میں آپ کی توجہ اس طرف دلانا چاہوں گا۔

جناب چیئرمین!کمال مہربانی سے ہمارے منصوبہ ساز ہمارے ترقیاتی فنڈز میں cut لگاتے ہیں حتیٰ کہ یہ ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب کو بھی نہیں بخشتے۔ وہ منصوبے جنہیں وزیر اعلیٰ صاحب announce کرتے ہیں تو اس وقت یہ محکمے کہاں ہوتے ہیں؟ میں خاص طور پر ملتان کی مثال دینا چاہوں گا کہ وزیر اعلیٰ صاحب نے اپنے پہلے دورہ میں ہاکی سٹیڈیم کے لئے astroturf بچھانے کی غرض سے پانچ سو ملین روپے کے فنڈ کا اعلان کیا جو آج تک ملتان کو نہیں ملے۔ جب چیف منسٹر کے اعلان کے باوجود بھی آج تک منصوبے شروع نہیں ہو سکے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پھر ہماری آراء کی کیا حیثیت ہو گی۔ بیوروکریسی کے اپنے منصوبے ہیں جن پر وہ عملدرآمد کرتے ہیں۔ میں گزارش کرنا چاہوں گا کہ جتنی بھی development کی سکیمیں ہیں،ڈسٹرکٹ کے جو منصوبے بنتے ہیں ایم پی ایز کو ان میں شامل کیا جائے۔یہاں پر ڈی سی او اور کمشنر کی مرضی سے منصوبوں پر عملدرآمد ہو رہا ہے۔ تمام ایم پی ایز کی مشاورت سے،ان کی مرضی سے منصوبے بنائے جائیں کیونکہ ایم پی ایز کو پتا ہوتا ہے کہ کون سے منصوبے

زیادہ ضروری ہیں جن سے لوگوں کو زیادہ فائدہ پہنچایا جا سکتا ہے۔ میں وزیر اعلیٰ پنجاب کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے جنوبی پنجاب کی طرف بڑی توجہ دی۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر!۔۔

جناب چیئرمین: چودھری صاحب! ایک منٹ ذرا اولکھ صاحب کو بات کرنے دیں۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب چیئرمین! آپ نے ایک کمیٹی بنائی تھی ہم نے صحافی بھائیوں سے بات چیت کی تھی اور ان کی ایک جائز شکایت تھی۔ ٹاؤن شپ میں یونیورسٹی آف ایجوکیشن ہے وہاں کے طلباء نے اس وجہ سے احتجاج کیا تھا کہ ان کے ڈائریکٹر نے ایک ٹیچر کو suspending کر دیا ہے۔ جب طلباء احتجاج کر رہے تھے تو صحافی بھائی ان کی coverage کے لئے باہر گئے تھے تو وہاں ایس پی ذیشان اشرف نے صحافی بھائیوں پر بھی لاٹھی چارج کیا تھا۔ اس وجہ سے صحافیوں نے ٹوکن بائیکاٹ کیا تھا لیکن وہ اب واپس تشریف لے آئے ہیں اور ہم ان کے شکر گزار ہیں۔ اس سلسلے میں ہم نے کل کا ٹائم رکھا ہے، ہم ایس پی ذیشان اشرف کو بھی یہاں بلائیں گے اور ان سے پوچھا جائے گا کہ انہوں نے ایسا کیوں کیا؟

جناب چیئرمین: اس کا مطلب ہے کہ معاملہ sort out ہو گیا ہے۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): ہم صحافی بھائیوں کے شکر گزار ہیں کہ وہ واپس تشریف لے آئے ہیں۔

جناب عبدالوحید چودھری: جناب چیئرمین! میں فنانس منسٹر صاحب سے گزارش کرنا چاہوں گا کہ آئندہ بجٹ پیش ہونے سے پہلے اس کا جائزہ ضرور پیش کیا جائے تاکہ پتا چلے کہ جو بجٹ announce کیا تھا اس پر کتنے فیصد عملدرآمد کیا ہے، کون کون سے منصوبے آئے ہیں اور کون سے منصوبے رہ گئے ہیں جو اگلے بجٹ میں آئیں گے؟ یہ جائزہ اسمبلی میں ضرور پیش کیا جائے۔

جناب چیئرمین! زراعت ایک ایسا شعبہ ہے جو اس ملک کو مشکل سے نکال سکتا ہے، جو اس ملک کی بنیادوں کو مضبوط کر سکتا ہے اور ملک کو ترقی کی طرف گامزن کر سکتا ہے۔ ہم نے ہانگ کانگ، سنگاپور اور یورپ کی طرف بہت دیکھ لیا ہے لیکن بدقسمتی سے ہماری زراعت کی حالت یہ ہے کہ جب فصل پکنے کا موسم آتا ہے تو کبھی کھاد گودر پر رک جاتی ہے، کبھی نایاب ہو جاتی ہے اور وہ ملتی نہیں ہے۔ ہمارے زراعت کے منسٹر صاحب بڑی محنت اور جانفشانی سے اس پر عمل کرتے ہیں تو میں یہ گزارش کروں گا کہ

وہ وفاقی حکومت کے ساتھ مل کر کھاد کی درآمد کا ایک شیڈول فصل سے پہلے دیں۔ کھاد اور بیج میں سبسڈی دی جائے، نئی ٹیکنالوجی متعارف کروائی جائے تاکہ فی اوسط پیداوار بڑھ سکے۔ کسانوں کے لئے منڈی تک رسائی کے لئے نئی سڑکیں بنانا بہت ضروری ہیں۔ Middleman کا کردار کم کیا جائے کیونکہ اس کی وجہ سے کسان کو اپنی فصل کی صحیح قیمت نہیں ملتی۔ زراعت کے بعد لائیو سٹاک کی طرف توجہ دینا بہت اہم ہے۔ گوشت والے جانور اور دودھ دینے والے جانوروں کے لئے پنجاب بنک کو ہدایت کی جائے کہ وہ کسانوں کو بلاسود قرضے دے تاکہ کسانوں کی خوشحالی ہو اس سے ملک اور خاص طور پر پنجاب کی ترقی کے بہت زیادہ chances ہیں۔

جناب چیئرمین! میاں محمد شہباز شریف صاحب نے ایجوکیشن کے لئے بہت کچھ کیا اور اس کے لئے بہت فنڈز رکھے۔ پنجاب میں پہلی دفعہ قابل اساتذہ اور students کے لئے فنڈز رکھے گئے ہم اس کو appreciate کرتے ہیں۔ میں یہ کہوں گا کہ ایجوکیشن کے فنڈ کو مزید بڑھایا جائے۔ پنجاب کے بچوں کو ہائر ایجوکیشن کا level دیا جائے۔ میں یہ بھی گزارش کروں گا کہ upper پنجاب اور جنوبی پنجاب میں ایجوکیشن کے level کو برابر کیا جائے۔ ایجوکیشن کا وہ level جو upper پنجاب میں ہے وہی level اور وہی facilities جنوبی پنجاب میں بھی دی جائیں۔

جناب چیئرمین! صحت کے شعبہ میں بہت کام ہوا ہے لیکن ابھی کچھ کام باقی بھی ہے۔ خاص طور پر ہیپاٹائٹس کے لئے پورے پنجاب میں DHQs کی سطح پر free medicine مل رہی ہیں اس پر ہم وزیراعلیٰ پنجاب کے مشکور ہیں کہ پہلی دفعہ ضلعی سطح پر مفت ادویات مل رہی ہیں۔ میں گزارش کرنا چاہوں گا کہ آئندہ بجٹ میں ہیپاٹائٹس کے لئے خصوصی فنڈ رکھا جائے۔ صاف پانی نہ ملنے کی بنا پر اس بیماری میں بہت اضافہ ہو رہا ہے لہذا اس کے لئے خصوصی بنیادوں پر روک تھام کی جائے اور غریبوں کے لئے اس کا مفت علاج فراہم کیا جائے۔

جناب چیئرمین! غربت کے خاتمے کے لئے میں یہ گزارش کروں گا اور یہ میرا اپنا نقطہ نظر ہے کہ ہم لوگوں کو جو ہزار روپے ماہانہ دینے کی افیون لگا رہے ہیں اس سے لوگوں کا فائدہ ہو رہا ہے اور نہ ہی ملک کا۔ اس 60 یا 90۔ارب روپے سے Home Small Industry کو فروغ دیا جائے تاکہ لوگوں کی غربت ختم ہو اور ملک بھی ترقی کی طرف گامزن ہو۔

جناب چیئرمین: بہت شکریہ۔ جناب محمد شفیق خان!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ جناب اعجاز احمد کاہلوں!

جناب اعجاز احمد کاہلوں: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب چیئرمین! میں آپ کا انتہائی مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے pre budget speech میں اپنی تجاویز دینے کا موقع دیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ روایت ایسی ہے کہ اگر ان تمام تجاویز پر پچاس فیصد بھی عمل کر لیا جائے تو میرا خیال ہے کہ پنجاب میں کوئی ایسا ضلع باقی نہیں رہے گا جو پسماندہ کہلائے۔ بات صرف اتنی ہے کہ آج ہم جو تجاویز سامنے رکھ رہے ہیں یہ سب فائلوں کی نذر ہو جاتی ہیں۔ میری سب سے پہلی رائے P&D کے حوالے سے ہے۔ اس محکمہ کو چاہئے کہ وہ ترقیاتی کاموں کے لئے فنڈز distribute کرنے سے پہلے علاقے کے تمام عوامی نمائندوں سے consult کرے۔ یہ محکمے کے لئے اور حلقے کی عوام کے لئے بہت بہتر ہو گا۔

جناب چیئرمین! میں اپنے حلقے کے چند مسائل آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ میرے سرگودھا کا سب سے بڑا مسئلہ واٹر سپلائی کا ہے جو آج کا نہیں بلکہ تیس سال کا ہے۔ میٹھا پانی نہ ہونے کی وجہ سے پورے سرگودھا سٹی کے شہری اس صورتحال سے پریشان ہیں۔ وہ تیس سال سے sewerage lines اور ناقص پانی کی سپلائی mix ہونے کی وجہ سے بہت سی بیماریوں کا شکار ہو چکے ہیں۔

جناب چیئرمین! پچھلے رواں مالی سال میں حکومت پنجاب کی consensus سے ایک mega project تیار کرنے کا حکم دیا گیا۔ اس mega project کی feasibility report کے لئے ایک فرم کو 80 لاکھ روپیہ دیا گیا لیکن آج تک وہ feasibility report صرف فائلوں کی نظر ہو گئی اس پر ابھی تک کوئی action نہیں کیا گیا۔ یہ پورے سرگودھا سٹی کا sewerage اور water supply کا مسئلہ ہے۔ یہ مسئلہ اتنا گھمبیر بن چکا ہے کہ وہاں کی عوام اتنی پریشان ہے کیونکہ اس وقت وہ بہت سی بیماریوں اور مشکلات کا شکار ہے اور اگر اس mega project پر عملدرآمد نہ کیا گیا تو وہ مایوس ہو جائیں گے۔ میری یہ درخواست ہو گی کہ اس mega project کو مکمل کر کے اسی بجٹ میں اس کے فنڈز کا اجراء کرایا جائے تاکہ سرگودھا سٹی کی عوام کا بنیادی مسئلہ حل ہو جائے۔

جناب چیئرمین! میرا دوسرا اہم معاملہ Education کے حوالے سے ہے اور قیام پاکستان سے لے کر آج تک سرگودھا سٹی کے اندر صرف دو کالج موجود ہیں۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ آبادی کا رجحان کس طرح بڑھ رہا ہے لیکن آبادی کے تناسب کے مطابق کم از کم سرگودھا سٹی کو دو مزید male اور female کالجوں کی ضرورت ہے تب جا کر لوگوں کے بچوں کی تعلیم کی ضرورت پوری ہو سکے گی۔

جناب چیئرمین! میری ایک اور گزارش ہے جو کہ میں ایک شعر کے ذریعے زراعت کے بارے میں اپنا مسئلہ سامنے رکھوں گا کہ:

جس کھیت سے دہقان کو میسر نہ ہو روزی
اس کھیت کے ہر خوشۂِ گندم کو جلا دو

جناب چیئرمین! سرگودھا citrus اور کینو کا گھر ہے اور پاکستان کا کیلفورنیا ہے۔اس وقت سرگودھا کے 70 فیصد رقبہ پر صرف citrus کی کاشتکاری ہو رہی ہے لیکن افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ سرگودھا کے کسانوں کو citrus کے against ان کا معاوضہ کا حق ہے وہ آج تک نہیں مل سکا۔ وہاں کے جو فیکٹری مالکان citrus کو grinding اور polishing کر کے export کر رہے ہیں وہ monopoly کی وجہ سے کسان کو ان کی صحیح اجرت نہیں دے پا رہے۔ میں حکومت پنجاب سے یہ گزارش کروں گا کہ ایک ایسے ادارے کا قیام عمل میں لایا جائے تاکہ سرگودھا کے کسانوں کو جو citrus کی فصل اگا رہے ہیں ان کو معاوضہ کا صحیح حق ادا ہونا چاہئے اور اس ادارہ کے ذریعے کسان citrus کی polishing کر کے direct export کر سکیں۔

جناب چیئرمین! میری ایک صعنت کے حوالے سے بھی گزارش ہے کہ سرگودھا میں اس وقت انڈسٹری کو فروغ دینا چاہئے۔ سرگودھا میں اس وقت کوئی انڈسٹری نہیں ہے جس کی وجہ سے بے روزگاری بڑھ رہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ تمام پسماندہ علاقوں میں انڈسٹری کو فروغ دینا چاہئے چونکہ وہاں کے لوگ جب بڑے شہروں کا رخ کرتے ہیں تو شہروں میں آبادی بڑھتی ہے اور مسائل بھی بڑھتے ہیں۔ وہاں کی بے روزگاری کی وجہ سے جرائم بڑھ رہے ہیں تو میری یہ درخواست ہو گی کہ سرگودھا اور پسماندہ علاقوں میں انڈسٹری کو فروغ دیا جائے۔

جناب چیئرمین! میری ایک آخری گزارش ہو گی جو کہ آج سے پہلے بھی میں اسے کئی دفعہ on the floor of the House بیان کر چکا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ ہمارے سرگودھا ڈویژن کا ایک بنیادی مسئلہ جو آج سے نہیں بلکہ پچاس سال سے چل رہا ہے وہاں سرگودھا ڈویژن میں ہائیکورٹ کے ایک بنچ کا انعقاد بہت ضروری ہے۔ سرگودھا ڈویژن کے عوام بارہ بارہ اور چودہ چودہ گھنٹے کی مسافت طے کر کے لاہور پہنچتی ہے اس کا کتنا ٹائم کا ضیاع اور کتنے expenses ہوتے ہیں۔ میری یہ humble request ہو گی اور جو کہ سرگودھا ڈویژن کا ایک گھمبیر مسئلہ وہ یہ کہ وہاں پر ایک ہائیکورٹ بنچ کا قیام کیا جائے۔
بہت شکریہ

جناب چیئرمین: بہت شکریہ۔ جناب نجف عباس خان سیال صاحب!۔۔۔تشریف نہیں رکھتے۔ جی، محترمہ رفعت سلطانہ ڈار صاحبہ!

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: جناب چیئرمین! شکریہ کہ آپ نے مجھے وقت دیا، میری باری آ گئی اور میرے معصوم وزیر خزانہ صاحب اور میرے وزیر زراعت بھی بیٹھے ہوئے ہیں چلیں، دو تو سننے والے ہیں۔

معزز ممبران: تیسرے بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: جی، تیسرے وزیر ندیم کامران بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ باقی اپوزیشن میں سے بھی کوئی نہیں ہے، اوپر گیلری میں بھی چند لوگ بیٹھے ہوئے ہیں اور میری اتنی لیٹ باری آئی ہے کہ سارے تھک ہار کر چلے گئے ہیں۔

جناب چیئرمین: آپ اپنی بات کریں۔ یہاں ذمہ داران بیٹھے بڑے انہماک سے آپ کی بات سن رہے ہیں اور نوٹ کر رہے ہیں۔

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: جناب چیئرمین! میں بات کرنے لگی ہوں، اپنی بات شروع کرتی ہوں۔ آج میں صرف بجٹ بحث میں اپنی تجاویز پیش کروں گی اور مجھے امید ہے کہ آپ انہیں مدنظر رکھیں گے۔

جناب چیئرمین! میں سب سے پہلے میڈیکل کی طرف آتی ہوں۔ آپ دیکھیں کہ ہماری عوام بڑی غریب ہے، انہیں میڈیکل ادویات دی جاتی ہیں اور جب وہ Medical Rap کمپنیوں میں لے کر جاتے ہیں تو وہ بڑی سستی دے کر جاتے ہیں مگر بعد میں ان ادویات کو کمپنیوں والے high prices پر لے جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آج کل ادویات کی قیمتیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئرمین! ایک Medical Rap نے بتایا کہ اتنے تھوڑے سے material سے ہم تقریباً پانچ سو گولیاں بنا لیتے ہیں جو ہمیں -/5 روپے کی پڑتی ہیں۔ جب وہ مارکیٹ میں آتی ہیں تو اس کی قیمت -/80 اور -/90 روپے سے کم نہیں ہوتی۔ ایک مزدور جس کی تنخواہ 6 یا 7 ہزار روپے ہو آپ بتائیں کہ اس کے چار یا چھ بچے ہوں تو ان کو اگر نزلہ فلو یا بخار وغیرہ ہو تو انہوں نے وہی tablets کھانی ہوتی ہیں اور ان کے سر درد کے لئے وہ بھی سر درد بن جاتی ہیں۔ اس کے بعد یہ دیکھیں کہ زچہ بچہ کے سنٹرز بنے ہوئے ہیں مگر وہاں پر کوئی سہولت نہیں رکھی گئی اور جو عورتیں وہاں جاتی ہیں ان کو کہہ دیا جاتا ہے کہ بی بی آپ ہسپتال میں چلی جائیں۔ وہ ہسپتال میں جاتی ہیں تو ایک ایک bed پر چار چار زچہ و بچہ لیٹے ہوئے ہیں۔ اب یہ ہے کہ چیف منسٹر صاحب نے کچھ بستر وغیرہ مہیا کئے ہیں اور ہم اس پر چیف منسٹر کے شکر گزار ہیں۔

سید حسن مرتضیٰ: ان کے لئے پانی کا گلاس لاؤ، یہ ابھی تھک گئی ہیں۔

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: جناب چیئرمین! ان کی تو عادت ہے اور یہ اپنی عادت سے مجبور ہیں۔ آپ میری بات سنیں۔

جناب چیئرمین: میری معزز ممبر سے درخواست ہے کہ ان کو disturb نہ کریں اور انہیں بات کرنے دیں۔

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: جناب چیئرمین! اب میں فیصل آباد کی طرف آتی ہوں اور اپنے وزیز خزانہ سے کہتی ہوں کہ فیصل آباد کا تھوڑا سا دھیان کر لیں۔ فیصل آباد تیسرے نمبر پر بڑا شہر ہے مگر تین سرکاری ہسپتال ہیں اگر وہاں پر ایک چھوٹا سا آنکھوں کا ہسپتال بنا دیں، اگر چھوٹا سا ڈرگ ہسپتال بنا دیں تو فیصل آباد کے لوگ چیف منسٹر صاحب کے شکر گزار ہوں گے۔ ڈرگ کا وہاں پر اتنا زور ہے کہ میں نے خود نشہ کرنے والوں کو سڑکوں پر دیکھا ہے کہ وہ خود ایک دوسرے سے انجکشن سے خون نکالتے ہیں اور ایک دوسرے کو لگاتے ہیں۔ وہ یہ کام سر عام کر رہے ہیں اور ان پر کوئی چھاپہ نہیں ڈالا جا رہا، اس گینگ کو کوئی نہیں پکڑا جا رہا اور کم از کم ان کو اتنی کھلی چھٹی نہیں دینی چاہئے۔ آپ یہ دیکھیں کہ چائنا نے ترقی کیسے کی ہے؟ چائنا نے نشے والے لوگوں سے کہا کہ فلاں جگہ پر ایک جزیرہ ہے وہاں پر آ جائیں، آپ کو job دی جائے گی، سب کو اکٹھے کر کے لے گئے اور انہیں ڈبو ڈبو کر مارا۔ ہمیں ان نشہ کرنے والوں سے کون سے calcium مل رہے ہیں اور کون سے فوائد مل رہے ہیں؟ ان کو بھی ڈبو ڈبو کر ماریں، ان کو جو نشہ آور ادویات دیتے ہیں پہلے ان پر مگرمچھ بن کر ہاتھ ڈالا جائے اور ان کو ہڑپ کر لیا جائے پھر ہمارا ملک ترقی کرے گا۔ ایک گھر میں چار چار نشئی ہیں اور فیصل آباد میں تو اتنے زیادہ نشہ کرنے والے سر عام چلتے پھرتے نظر آ رہے ہیں اور ان کو پکڑنے والا کوئی نہیں ہے۔

جناب چیئرمین! اب میں تعلیم کی طرف آتی ہوں کہ ہمیں ملک چلانے کے لئے کچھ نہ کچھ حاصل بھی کرنا چاہئے۔ جن لوگوں نے پرائیویٹ سکول کھولے ہوئے ہیں وہاں فیسیں اتنی زیادہ ہیں کہ غریب لوگوں کی پہنچ سے باہر ہیں لیکن ہمارے سرکاری سکولوں میں نظام تعلیم صفر ہو کر رہ گیا ہے تو لوگ پرائیویٹ سکولوں کی طرف دوڑتے ہیں اور جب پرائیویٹ سکولوں میں جاتے ہیں تو وہاں پر تعلیم دلوانا مشکل ہوتی ہے۔ ان کی ماہانہ فیس چار سے پانچ ہزار روپے ہوتی ہے۔ اگر ان لوگوں سے ان کی آمدن کے حساب سے سالانہ ٹیکس وصول کیا جائے اور وہ غریب عوام کے بچوں کی تعلیم پر خرچ کیا جائے تو کتنا بہتر ہو گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ جن لوگوں نے Academies جگہ جگہ بنائی ہوئی ہیں ان پر بھی ٹیکس

لگنا چاہئے۔ پرائیویٹ سکولوں کی جو رجسٹریشن ہوتی ہے وہ 25ہزار روپے ہوتی ہے تو اس رجسٹریشن فیس کو بڑھایا جائے اور ان پر ٹیکس لگایا جائے تاکہ ملک چلانے کے لئے کچھ نہ کچھ تو حاصل ہو۔ جس طرح آپ نے ہماری حاضری کو یقینی بنایا ہے اسی طرح میں چاہتی ہوں کہ سکولوں میں بھی حاضری ایسے ہی یقینی بنائی جائے۔

جناب چیئر مین! فیصل آباد میں سیوریج کا پانی سب سے پہلے میری گلی میں آتا ہے۔ فنڈز دیئے گئے اور انہوں نے میری گلی میں sewerage line ڈالی مگر پانی کا flow وہیں کا وہیں رُکا ہوا ہے اور میں جب بھی وہاں سے گزرتی ہوں تو پانی باہر آ رہا ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ میں نے کام جانا ہی ہے اور مجھے وہاں سے جھڑکیاں اور پتھر بھی پڑتے ہیں تو ہماری جو سکیموں کے پیسے ہوتے ہیں وہ Lapse کیوں ہو جاتے ہیں؟ جب لوگ میری گلی کی طرف دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ان کا تو اپنا حال ہی بُرا ہے تو انہوں نے ہمارا حال کیا ٹھیک کرنا ہے؟ فیصل آباد میں واٹر فلٹر پلانٹ بھی لگنے چاہئیں اور میں نے لاہور میں کافی جگہ پر دیکھا ہے کہ فلٹر پلانٹ لگے ہوئے ہیں مگر فیصل آباد میں کوئی بھی نہیں لگا ہوا یا لگا ہوا ہے تو وہ مجھے نظر نہیں آیا۔ میں اپنے وزیر سے گزارش کرتی ہوں یہ فلٹر پلانٹ ضرور لگنا چاہئے۔

جناب چیئر مین: جی، بہت شکریہ۔ اب wind up کریں۔

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: جناب چیئر مین! اب میں زراعت کی طرف آتی ہوں کہ کسانوں کو کھاد سستی دی جائے یا اس پر سبسڈی دی جائے۔ ایک ایک ایکڑ میں بیج کا چھڑکاؤ کیا جاتا ہے اور وہ تھوڑا سا ہوتا ہے اور ان سے بڑی بڑی فصلیں حاصل کر لی جاتی ہیں۔ میری گزارش ہے کہ اچھی قسم کے بیج زراعت کے لئے حکومت خود مہیا کرے۔ اگر ہم کھاد سستی کریں تو سبزیاں زیادہ ہوں گی اور کسان سکون سے اپنی چیزیں بیچے گا۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ گنا جب ملوں میں جاتا ہے تو اس وقت مل مالکان اس گنے کو کنڈے پر تولتے نہیں ہیں۔ جب وہ گنا پندرہ دن بعد سوکھ کر لکڑی بن جاتا ہے تو اس وقت اس کو تولا جاتا ہے۔ تو آپ بتائیں کہ اس وقت اس گنا میں کیا رہ جاتا ہے؟ اس چیز کو مدنظر رکھنا چاہئے۔

جناب چیئر مین: بہت شکریہ۔ آپ اپنی باقی تجاویز کل دیجئے گا۔ اب پندرہ منٹ ٹائم بڑھایا جاتا ہے۔

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: جناب چیئر مین! پولیس کا نظام بہتر بنایا جائے۔ ایک ان پڑھ عورت اپنا جرم ثابت نہیں کر سکتی، اپنے آپ کو بیگناہ ثابت نہیں کر سکتی اور اپنے لئے انصاف حاصل نہیں کر سکتی۔ پولیس والوں کو ہر وقت ڈانٹیں کیونکہ کہتے ہیں جاؤ بی بی درخواست لکھ کر لاؤ جب وہ درخواست لکھوا کر لاتی ہے اور جمع کرواتی ہے پھر اگلے دن پوچھتی ہے کہ میری درخواست کا کیا ہوا تو وہ کہتے ہیں کہ وہ تو اندراج نہیں

ہو سکی۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ عورتوں کے اس طرح کے چکر تھانوں میں نہیں لگنے چاہیئں۔ ان پولیس والوں کی تنخواہیں نہیں بڑھانی چاہیئں۔اگر بڑھانی ہیں تو ہمارے جو اسمبلی کے سکیورٹی گارڈ ہیں ان کی بڑھائیں جو سارا دِن سیسہ پلائی دیوار کی طرح ڈٹے کھڑے رہتے ہیں ان کی تنخواہیں بڑھائیں۔یہ دُور دراز سے ہمارے تحفظ کے لئے یہاں Job کرنے آئے ہیں۔ان کے لئے کوئی نہ کوئی جذبہ رکھیں۔

جناب سپیکر!اس کے علاوہ میں یہ کہنا چاہوں گی کہ فیصل آباد میں جھگڑا چل رہا ہے کہ یہاں پر ہائیکورٹ بنچ کا قیام عمل میں لایا جائے۔ بار بار ہم یہ بات repeat کرتے ہیں، ٹائم مانگتے ہیں مگر آج تک تین سال ہو گئے ہیں وہ پروگرام کیوں نہیں بن رہا؟ یہ ضرور بننا چاہئے، آپ کو پتا ہے کہ لوگوں کو لاہور آنا پڑتا ہے۔اسے وہاں پر لاہور ئیے نہیں بننے دیتے، لاہور والوں کی آمدن میں فرق پڑ جاتا ہے۔ فیصل آباد والوں کو لاہور میں آکر وکیل کرنے پڑتے ہیں اور وہ وکیل ڈبل فیس charge کرتے ہیں۔یہاں ہر وکیل کے پاس لمبی لمبی گاڑیاں ہیں۔ یہ دیکھنے والی بات ہے آپ ہائیکورٹ بنچ عمل میں لے آئیں اور اس ناچیز کی تین چار تجاویز پر غور کر لیا جائے تو میں آپ کی شکر گزار ہوں گی۔ شکریہ

جناب چیئرمین: اب next speaker محترمہ سفینہ صائمہ کھر صاحبہ ہیں۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ جی، کرنل شجاع خانزادہ صاحب!

محترمہ سفینہ صائمہ کھر: جناب سپیکر! میں موجود ہوں۔

جناب چیئرمین: جی، بیٹھی ہوئی ہیں؟ فرمائیے!

محترمہ سفینہ صائمہ کھر: Hon'able Speaker, hon'able minister and my colleagues! First of all I would like to bring to your notice کہ ہمارے یہ جو سپیکرز ہیں ان کی حالت اتنی خستہ ہے کہ آواز صحیح سُنائی نہیں دیتی، ہماری پنجاب اسمبلی کو بھی تھوڑا سا upgrade کرنا چاہئے۔آپ بھی اس کا notice لیں اور وزیر خزانہ بھی اس کا notice لیں اور بجٹ میں پنجاب اسمبلی کے لئے بھی تھوڑے سے پیسے رکھیں، اس کی بھی تھوڑی سی upgradation ہونی چاہئے اور مائیک و سپیکر تبدیل کروائے جانے چاہیئں۔ ہم ہر سال pre budget speeches کرتے ہیں لیکن hardly ہماری کسی suggestion پر implementation ہوتی ہے۔ اب ایک دفعہ پھر ہم pre budget speeches کر رہے ہیں، hope and pray کہ اس دفعہ It will be honoured and will not be left on one side.(interruptions)

MR CHAIRMAN: Silence please.

MS SAFINA SAIMA KHAR: First of all I would like to bring to your hon'able self and Minister for Finance about the problems which our reserved seats MPAs are facing.

اس پر آج ہماری کچھ ladies نے اعتراض بھی کیا ہے۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ہماری جو خواتین ایم پی ایز باہر سے آتی ہیں ان کی boarding and lodging کا مسئلہ ہے۔ ان کے لئے کوئی جگہ ہے، نہ ہی ٹرانسپورٹ کا کوئی بندوبست ہے۔ ایک معزز ممبر نے کہا تھا کہ اگر مجھے زمین دے دیں تو میں اس پر ہاسٹل بنانے کے لئے تیار ہوں لیکن گورنمنٹ نے ان کو زمین دی ہے نہ وہ ہاسٹل بننا شروع ہوا ہے۔ عورتیں situation This is a very serious matter with the law and order اکیلی ہوٹلوں اور ریسٹ ہاؤسز میں رہتی ہیں۔ I think you should take this suggestion seriously. تاکہ ہماری خواتین respectable طریقے سے رہ سکیں۔

جناب سپیکر دوسری بات یہ ہے کہ ہم جو reserved seats والی خواتین ہیں، چیف منسٹر کے لئے، Speaker کے لئے ہمارے votes تو پورے لئے جاتے ہیں لیکن جب فنڈز یا facilities کی بات آتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ نہیں، آپ reserved seats پر ہیں۔ D.C.Os ہماری باتوں اور کاموں کو seriously نہیں لیتے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ آپ reserved seats پر ہیں اس لئے ہم آپ کو کچھ نہیں دیں گے۔ فنڈز کی بھی حالت آپ دیکھ لیں کہ سڑکیں اُدھڑی پڑی ہیں وہاں گھاس پر عورتیں بچے اُٹھا کر چلتی ہیں، کھڈے پڑے ہوئے ہیں، پانی ہوتا ہے، سانپ ہوتے ہیں، رات کو بجلی نہیں ہوتی۔ ان سڑکوں کی تعمیر و مرمت کے لئے وہ 40 لاکھ روپے دے کر کہتے ہیں کہ آپ کے 40 لاکھ روپے واپس چلے گئے ہیں یا چیف منسٹر صاحب کے پاس پڑے ہوئے ہیں جس وقت sign کریں گے تب آپ کو ملیں گے۔ بہت ہی careless attitude ہے۔ Why we are treated like step-children? ہم لوگوں کو بھی وہی facilities ملنی چاہئیں جو elected members کے پاس ہیں۔ باقی ساری اسمبلیوں میں کوئی نہیں کہتا کہ reserved seats کو یہ نہیں دینا، وہ نہیں دینا لیکن اس پنجاب اسمبلی میں یہ کہا جاتا ہے۔ ہماری ساری development schemes کو روکا جاتا ہے اور جو بھی کہتے ہیں وہ نہیں ہوتا۔ بہت ہی discrimination ہے۔ I would like to bring to your notice کہ ہمارے وزراء، پارلیمانی سیکرٹری صاحبان، سٹینڈنگ کمیٹیوں کے چیئرمین سب کے پاس سٹاف ہے، گاڑیاں ہیں، گھر ہیں اور offices ہیں لیکن جو ordinary MPAs ہیں وہ بے چارے خود ہی بھاگ رہے ہوتے ہیں۔ After all انہوں نے دو دو لاکھ لوگوں کو look after کرنا ہوتا

ہے۔وہ خود ہی خط لکھتے ہیں، خود ہی دفتروں میں بھاگتے ہیں، خود ہی فون کرتے ہیں ان کے لئے کوئی facility نہیں ہے۔ ساری دنیا میں ایم پی ایز کو گاڑیاں اور سٹاف افسر دئیے جاتے ہیں۔اگر آپ وہ نہیں دیتے تو کم از کم ان کی تنخواہوں کو بڑھایا جائے یا ان کو Traveling Allowances دئیے جائیں، اتنے پیسے ان کے پاس ہوں کہ وہ خود ہی سیکرٹریز یا اپنا سٹاف رکھ سکیں۔

I am talking for the ordinary MPAs. I am not talking about Ministers, Chairman Standing Committees and Parliamentary Secretaries.

یہ بہت زیادہ discrimination ہے کہ کوئی ایم پی اے ٹیکسی روکنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے اور کوئی flag والی بڑی گاڑی میں آرہا ہوتا ہے. with big staff and you know it's not correct اتنی discrimination نہیں ہونی چاہئے کیونکہ. Here we all are public servants اگر آدھے لوگوں کو آپ اس طرح کی facilities دے رہے ہیں تو پھر ordinary MPAs کو کیوں نہیں؟ان کی تنخواہیں ضرور بڑھانی چاہئیں تاکہ وہ ایک باعزت زندگی گزار سکیں، اپنا سٹاف رکھ سکیں اور لوگوں کی خدمت کر سکیں۔

I come from the most affected flood area that is Muzaffargarh.

جناب سپیکر!میں یہ آخری بات کر رہی ہوں۔ میں نہایت افسوس کے ساتھ یہ کہتی ہوں کہ میرے علاقے میں اس قدر تباہی آئی لیکن کسی Speaker نے چیف منسٹر نے ایک ٹیلیفون کر کے مجھ سے نہیں پوچھا کہ آپ کے علاقے میں کسی چیز کی ضرورت ہے؟ میرے جو President of the Islamic Republic of Pakistan Mr. Asif Ali Zardari ہیں ان کا فون آیا، وزیراعظم کا فون آیا، کائرہ صاحب نے مجھے دو تین دفعہ فون کیا کہ آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہے تو بتائیں۔

MR CHAIRMAN: Your point is well taken

آپ بجٹ پر رہیں۔

محترمہ سفینہ صائمہ کھر: I am just coming to that پہلے بھی ممبران نے کہا ہے کہ flooded areas میں farmers کو subsidy دینی چاہئے اور دوسرا جو میں نے ہمیشہ ہر prebudget speech میں بات کی and once again I am requesting you and Kaira Sb کہ وہاں پر ایک نہر مظفرگڑھ کینال گی مگا سنگھ ہے اس کو پکا کیا جائے۔ وہاں ہزاروں

ایکڑ اراضی بنجر پڑی ہوئی ہے، وہاں پر کوئی فصل نہیں اگ سکتی اور نمازِ جنازہ نہیں پڑھائی جا سکتی، کم از کم اس پر اس بجٹ میں توجہ دی جائے۔

جناب سپیکر اب یہ تیسرا بجٹ پیش ہو رہا ہے اور میں تیسری دفعہ اس چیز کی request کر رہی ہوں کہ اس کو priority basis پر کیا جائے۔ جب سیکرٹری کو کہیں تو وہ کہتے ہیں کہ آپ کا سولھواں، سترھواں نمبر ہے۔ ابھی ہم نے اور نہریں پکی کرنی ہیں۔

They have such a careless attitude towards the reserved seats women.

جناب چیئرمین: بہت شکریہ۔ جناب حسن مرتضیٰ صاحب!

رائے محمد اسلم خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: بجٹ پر بحث کے دوران پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو سکتا، یہ rules کے against ہے۔

رائے محمد اسلم خان: ایک request ہے کہ۔۔۔

جناب چیئرمین: اسلم کھرل صاحب! آپ کی مہربانی۔ پلیز، تشریف رکھیں۔ جی، حسن مرتضیٰ صاحب!

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! آج یہ ہمارا تیسرا pre budget session ہو رہا ہے اور مجھے بہت افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ۔۔۔

MR. CHAIRMAN: Keep it in mind that you have just five to seven minutes

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! ہر دفعہ ہم یہاں پر speeches کرتے ہیں، اپنی تجاویز دیتے ہیں اور منسٹر صاحب اسے لکھ بھی لیتے ہیں لیکن جب بجٹ بنتا ہے تو A.D.P میں ہماری کوئی بھی سکیم آتی اور نہ ہی آج تک ہماری گورنمنٹ نے پورے صوبے میں کوئی ایسا mega project دیا ہے جس سے یہ نظر آتا ہو کہ یہاں پر کوئی ترقیاتی کام ہو رہے ہیں۔ یہی اگر آپ پچھلی گورنمنٹ کو دیکھیں تو انہوں نے کافی ایسے projects بنائے تھے جنہیں لوگ آج بھی یاد کرتے ہیں اور جب وہ تجزیہ کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اس سے پہلے والی گورنمنٹ بہتر تھی۔

محترمہ عارفہ خالد پرویز: کیا؟

سید حسن مرتضیٰ:اب ہمارے پاس اتنا ٹائم نہیں رہ گیا کہ ہم لوگوں کو مزید دھوکا دے سکیں یا لوگوں کی آنکھیں بند کر سکیں کہ وہ نہ دیکھیں۔ لوگ آج دیکھنا چاہتے ہیں کہ یہ جمہوری حکومت جس کے لئے انہوں نے قربانیاں دیں، جدو جہد کی وہ کیا کر رہی ہے ؟آج جب انہوں نے اپنے حکمرانوں کو منتخب کر کے ایوانوں میں بھیج دیا تو ان کی صحیح نمائندگی تو ہو۔ مجھے یہ حالت زار دیکھ کر جناب فیض احمد فیض کے وہ اشعار یاد آ رہے ہیں جس میں انہوں نے کہا کہ :

ربّا سچیا توں تے آکھیا سی
جا اوئے بندیا جگ دا شاہ ایں توں
ساڈیاں نعمتاں تیریاں دولتاں نیں
میرا نائب تے عالی جاہ ایں توں
اس لارے تے ٹور کد پُچھیا ای
کیہہ اس نمانے تے بیتیاں نیں
کدی سار وی لئی ربّ سائیاں
تیرے شاہ نال جگ کی کیتیاں نیں
کتے دھونس پولیس سرکار دی اے
کتے دھاندلی مال پٹوار دی اے

جناب چیئرمین: شاہ صاحب!آپ اپنے آپ کو بجٹ تجاویز پر رکھیں۔ ہم جس فیض کو جانتے ہیں وہ اردو کا شاعر تھا۔

سید حسن مرتضیٰ:جناب سپیکر!مجھے بار بار disturb کیا جا رہا ہے۔

جناب چیئرمین:آپ تجاویز دیں،آپ کو کوئی disturb نہیں کرے گا۔آپ کی مہربانی۔

سید حسن مرتضیٰ:جناب والا!میں نے جب آپ کو وہاں اس کرسی پر بیٹھے ہوئے دیکھا تو مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ آج ہمارا وہ بھائی اس سیٹ پر بیٹھا ہے جہاں پر وہ ہمارا Custodian ہے اور جناب فیض احمد فیض نے پنجابی میں بھی لکھا ہے، یہ آپ پڑھیں تو آپ کو پتا ہو۔۔۔

کرنل (ریٹائرڈ) نوید اقبال ساجد:انہوں نے تو ابھی علامہ اقبال کو بھی پنجابی میں پیش کرنا ہے۔

MR CHAIRMAN: No cross talk.

سید حسن مرتضیٰ: جناب والا! دیکھیں، یہ میرا ٹائم ضائع کروا رہے ہیں۔

جناب چیئرمین: پلیز! آپ جاری رکھیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب والا! دیکھیں، میں نے آج تک کسی کو House میں disturb نہیں کیا۔۔۔

جناب چیئرمین: آپ تجاویز دیں، آپ کی بڑی مہربانی۔

سید حسن مرتضیٰ: میرا attitude بڑا serious ہوتا ہے۔

جناب چیئرمین: آپ کی مہربانی آپ تجاویز دیں اور ممبران سے استدعا ہے کہ۔۔۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب والا! میرا شعر تو پورا ہو لینے دیں۔

سید حسن مرتضیٰ:

ایویں ہڈاں وچ کلپے جان میری
جیویں پھاہی وچ کونج کُرلاوندی اے
چنگا شاہ بنایا ای ربّ سائیاں
پولے کھاندیاں وار نئیں آوندی اے
(نعرہ ہائے تحسین)

محترمہ عارفہ خالد پرویز: جناب والا! ہمیں تو سمجھ نہیں آئی۔

MR CHAIRMAN: Please no cross talk. Let him complete. Shah Sahib! please continue.

سید حسن مرتضیٰ: جناب والا! مجھے please کہہ رہے ہیں، انہیں please کہیں جو disturb کر رہے ہیں۔

کرنل (ریٹائرڈ) نوید اقبال ساجد: ابھی تو اقبال کی پنجابی شاعری آنی ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: کرنل صاحب! خدا دا واسطہ اے دو منٹ تے چپ کرو۔

کرنل (ریٹائرڈ) نوید اقبال ساجد: جناب والا! اگر یہ puzzle ہو رہے ہیں تو اس میں ہمارا تو کوئی قصور نہیں ہے، یہ اپنی تقریر کی تیاری کر کے آتے۔

جناب چیئرمین: جی، شاہ صاحب!

سید حسن مرتضیٰ:جناب سپیکر!میری ڈاکٹر فرزانہ والی تیاری ہے،انہیں کہیں معافی دیں، مجھے بات کر لینے دیں۔

جناب چیئرمین:آپ کے پاس بہت تھوڑا ٹائم رہ گیا ہے۔

سید حسن مرتضیٰ:جناب سپیکر!میں تھوڑی سی تجاویز اپنے حلقہ اور علاقہ کے حوالے سے وزیر خزانہ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں۔

کرنل (ریٹائرڈ) نوید اقبال ساجد:جناب تہاڈا ضلع تے بن گیااے۔

سید حسن مرتضیٰ:جناب چیئرمین!آپ توجہ میری طرف رکھیں۔

جناب چیئرمین:آپ نے وقت کافی لیا ہے۔میں آپ کے لئے دس منٹ اور extend کر رہا ہوں۔ خاص طور پر آپ کے حلقے کے لئے time extend کر رہا ہوں۔

سید حسن مرتضیٰ:جناب چیئرمین!میرا زرعی ضلع ہے اور میں ایک دو سال سے جناب وزیر آبپاشی سے گزارش کر رہا ہوں کہ میرے حلقہ میں ہماری نہروں کی lining کروا دی جائے تاکہ ہمارے پانی کی کمی پوری ہو جائے جو آج تک نہیں ہو سکی۔اس پر سیکرٹری صاحب نے briefing بھی دی لیکن sweet water zone کے نام پر میرا استحصال کیا جارہا ہے کہ ہمارا پانی میٹھا ہے اور میٹھے پانی کا بھی آپ دیکھ رہے ہیں کہ سارے ملک میں لوڈشیڈنگ سے ٹیوب ویل بند پڑے ہوئے ہیں۔ ہمارا سارا دارومدار آبپاشی پر ہے، نہری پانی پر ہے جس کی انتہائی کمی ہے۔اگر میری نہروں کی lining ہو جائے تو ہمارے علاقے کا ایک دیرینہ مطالبہ پورا ہو جائے گا۔

جناب سپیکر!اس کے بعد میں تعلیم کے حوالے سے عرض کروں گا on the floor of the house میں پہلے بھی کئی دفعہ عرض کر چکا ہوں کہ طبقاتی نظام تعلیم کو ختم کیا جائے اور government sector میں جو سرکاری سکول ہیں ان کو بہتر بنایا جائے۔اب بجائے انہیں بہتر بنانے کے گورنمنٹ نے دانش سکول سسٹم introduce کروا دیا ہے۔ایک ایک سکول پر ایک ارب روپے تک خرچ ہو رہے ہیں،اگر وہی پیسا ہمارے جو گورنمنٹ کے سکول چل رہے ہیں ان کی upgradation پر خرچ کیا جائے،ان کی missing facilities پوری کی جائیں تو میرا خیال ہے کہ ہمارے پورے ضلع کے جو سکول ہیں وہ اس ایک دانش سکول کے بدلے میں بہتر بنائے جا سکتے ہیں۔ان میں نئی بھرتیاں کی جائیں، ٹیچروں کی تعداد انتہائی کم ہے کہ چالیس چالیس بچوں پر ایک استاد ہے جو کہ بہت ہی زیادہ تعداد

ہے اور استاد ان بچوں پر توجہ نہیں دے سکتا جس کی وجہ سے لوگ private sector کی طرف رجوع کرتے ہیں ۔وہ اپنی من مانیاں کرتے ہیں ، من مانی فیس لیتے ہیں اور اس طرح تعلیم بھی commercialized ہو گئی ہے۔اس کو ختم کرنے کے لئے ہمیں اپنے سکولوں کو بہتر بنانا ہو گا۔

جناب سپیکر! صحت کی طرف اگر دیکھا جائے تو میرے ضلع میں۔۔۔

کرنل (ریٹائرڈ) نوید اقبال ساجد: شاہ صاحب تہاڈی صحت ٹھیک اے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب والا! میری صحت ٹھیک ہے، کرنل صاحب کی چیک کروانے والی ہے۔

جناب چیئرمین! Health کی طرف اگر ہم دیکھیں تو ہمارے ہسپتالوں میں ڈاکٹر نہیں ملتے، میرے پورے ضلع میں بے ہوشی والا ڈاکٹر کوئی نہیں ہے، ہمیں ایک چھوٹا سا کوئی cut آ جائے تو اس کے لئے بھی ہمیں فیصل آباد الائیڈ ہسپتال میں refer کر دیا جاتا ہے۔۔۔

جناب چیئرمین: اس specialist کا کوئی نام ہو گا؟

کرنل (ریٹائرڈ) نوید اقبال ساجد: جناب والا! دنیا ہوش میں آنا چاہتی ہے اور یہ بے ہوش ہونا چاہتے ہیں؟

جناب چیئرمین: آپ Anesthetist کی بات کر رہے ہیں؟

سید حسن مرتضیٰ: جناب چیئرمین! اگر یہ قوم ہوش میں آ گئی تو پھر وہ ہمیں معاف نہیں کرے گی اس لئے میں کہہ رہا ہوں کہ انہیں بے ہوش کرنے کے لئے ڈاکٹر کا بندوبست کیا جائے تاکہ مریضوں کا علاج ہو سکے۔

جناب چیئرمین: بہت شکریہ۔ساجدہ میر صاحبہ!

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! بہت شکریہ۔یہ 2011-12 کے بجٹ کے لئے جو تجاویز مانگی گئی ہیں ان میں میری چند تجاویز ہیں جس میں غربت کا خاتمہ ، روزگار کی فراہمی ، سماجی شعبہ میں ترقی، ہنر سکھانے کے لئے مزید تعلیمی مواقع فراہم کرنا اور صحت، خاندانی منصوبہ بندی پر غور اور انصاف کی فراہمی۔میں سمجھتی ہوں کہ سب سے پہلے ان چیزوں کو بہتر بنانے کے لئے ہمیں پیسوں کی ضرورت ہے اور اگر گورنمنٹ کے پاس پیسے ہوں گے تو ہم ان شعبوں میں بہتری لا سکتے ہیں۔ تمام شہروں میں ایک کنال سے بڑے بڑے جو بنگلے ہیں اور جو بڑی بڑی کوٹھیاں ہیں ان پر ساڑھے تین فیصد social back pay کے نام سے اضافی ٹیکس لگایا جائے۔اس سے میں سمجھتی ہوں کہ بہتری آ سکتی ہے اور اس

میں میری ایک suggestion ہے کہ 1300cc جو گاڑیاں ہیں ان کے ٹیکس میں بھی ساڑھے تین فیصد اضافہ کیا جائے۔ میں سمجھتی ہوں کہ یہ بھی پنجاب کی ترقی کے لئے ایک بہترین راستہ ہے۔ نجی تعلیمی اداروں کو جو ہم 4 ہزار ملین کی رقم دیتے ہیں اس کو کم کر کے اگر 3 ہزار ملین کیا جائے تو اس سے بھی کافی بہتری آ سکتی ہے۔ اس کے بعد پانچ بڑے شہروں میں subsidized public transport کا اجراء بڑا ضروری ہے اور سوچ بچار کے ساتھ سماجی شعبے میں ترقی کے لئے کام کیا جائے تو اس سے بہتری ہو گی۔ مقامی حکومتوں کے انتخابات بڑے ضروری ہیں تاکہ مقامی حکومتیں اپنے اپنے علاقوں میں ٹیکس اکٹھے کریں اور اپنی مدد آپ کے تحت چلیں۔ اس کے بعد NFC ایوارڈ کے تحت ملنے والی 57.5 فیصد رقم کو بڑھا کر اعشاریہ 5 فیصد اضافہ کیا جائے تو یہ ایک بہتری کا راستہ ہو گا۔ Big landholders کی زرعی آمدنی پر بھی ٹیکس لگانا بڑا ضروری ہے اور اسی بنیاد پر ٹیکس لگایا جائے تاکہ پنجاب کی مزید انکم بڑھ سکے۔ ابھی یہاں پر کوئی feudal نہیں بیٹھے ہوئے ورنہ انہوں نے کہنا تھا کہ ہم کٹ مریں گے لیکن اپنے آپ پر ٹیکس نہیں لگنے دیں گے۔ سستی روٹی اور گندم پر دی جانے والی subsidy پر 11500 ملین روپے کی رقم کو 9000 ملین روپے پر لایا جائے اور یہاں سے بچنے والی رقم کو آٹے پر target subsidy دی جائے تو یہ ایک بہتری کا راستہ ہو گا۔ فوڈ سپورٹ پر خرچ ہونے والی 14200 ملین روپے کی رقم میں 1200 ملین روپے کی کمی کی جائے اور اسی طرح پیرا نمبر 8 اور 9 سے بچنے والی 1300 ملین روپے کی رقم بے روزگاری کے خاتمے پر خرچ کی جائے تو یہ ایک بہترین راستہ ہو گا۔

جناب سپیکر! میں سمجھتی ہوں کہ مالیاتی discipline میں بہت زیادہ ناہمواری ہے اسے بہتر بنانا چاہئے اور دوسری بات یہ ہے کہ قرضوں میں دی جانے والی سود کی رقم کو بچانے کے لئے مالیاتی بے ضابطگی کو ٹیکس کی مد میں اکٹھا کیا جائے تو یہ خوشحالی کی طرف قدم ہو گا۔ ٹیکسوں کی وصولی کا نظام بہت خراب ہے اسے بہتر بنانے کے لئے پوری مشینری کو درست کرنے کی ضرورت ہے۔ لاء اینڈ آرڈر کا تو کوئی حال ہی نہیں ہے میں سمجھتی ہوں کہ یہ کسی tier کے نیچے کام نہیں کرتے، یہاں پر پولیس والے کسی کو جوابدہ نہیں ہیں۔ اس نئے سسٹم کو کمشنری اور Magistracy نظام کے تحت لایا جائے تاکہ street crime کا خاتمہ ہو سکے، جہاں تک وومن پولیس سٹیشن کی بات ہے ہمارے پاس اتنے وسائل نہیں ہیں لیکن ہم نے جو female SHOs بھرتی کی ہوئی ہیں اگر انہیں male SHOs کے ساتھ بٹھا دیا جائے تو زیادہ بہتری ہو سکے گی۔

جناب چیئرمین: بہت شکریہ۔ دیبا مرزا صاحبہ! آپ کے پاس ٹائم تھوڑا ہے لہذا تجاویز پر رہئے گا۔

محترمہ دیبا مرزا: شکریہ۔ جناب چیئرمین! pre budget discussion پر ممبران کو موقع دینے پر حکومت پنجاب اور جناب تنویر اشرف کائرہ صاحب جو ابھی تک ہاؤس میں موجود ہیں ان کی مہربانی ہے کہ یہ ہماری گزارشات سنیں گے میں ان کی شکر گزار ہوں۔ میں وزیراعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف صاحب کے vision کو سلام پیش کرتی ہوں کہ ان کی صحت اور تعلیم کے میدان میں جو خدمات ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں بلکہ قابل تحسین ہیں چونکہ میرا تعلق ضلع سیالکوٹ سے ہے اس لئے میں وہاں کے ایک سکول کا ذکر کرنا چاہتی ہوں کہ گورنمنٹ احمدیہ گرلز ہائی سکول سیالکوٹ جو کہ شہر کے وسط میں واقع ہے وہاں پر سائنس ٹیچر کو ریٹائر ہوئے تقریباً بیس سال ہو گئے ہیں لیکن اس کے بعد آج تک وہاں سائنس ٹیچر کی تعیناتی نہیں کی گئی۔ یہ فنانس ڈیپارٹمنٹ بہتر جانتا ہے کہ وجہ کیا ہے اور آج تک وہاں سائنس ٹیچر تعینات کیوں نہیں کی گئی؟ دانش سکول قائم کئے جا رہے ہیں missing facilities کے نام پر بہت سارے سکولوں کو سہولیات فراہم کی جا رہی ہیں لیکن میں سمجھتی ہوں کہ اس میں کوئی lack of information بھی نہیں ہے کہ 2008 سے لے کر آج تک تیسرا بجٹ ہے جس میں، میں بار بار اس مطالبے کو دہرا چکی ہوں کہ گورنمنٹ احمدیہ گرلز ہائی سکول میں سائنس ٹیچر تعینات کی جائے۔

جناب چیئرمین: میڈم! wind up کریں۔

محترمہ دیبا مرزا: جناب چیئرمین! میں نے تو ابھی start لیا ہے kindly میری پوری بات سنی جائے۔ کیا آپ مجھے allow کرتے ہیں؟ میں نے کوئی irrelevant بات تو نہیں کی۔ میری تجویز ہے کہ اگر اس بجٹ میں گورنمنٹ احمدیہ گرلز ہائی سکول سیالکوٹ میں سائنس ٹیچر تعینات کر دی جائے تو بڑی مہربانی ہو گی اور علاقے کے لوگوں پر بڑا احسان ہو گا۔

جناب اعجاز احمد خان: اس کا بجٹ کے ساتھ کیا تعلق ہے؟

محترمہ دیبا مرزا: اس کا یہ تعلق ہے کہ جب بھی ای ڈی او ایجوکیشن سے بات کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ فنانس ڈیپارٹمنٹ والوں نے یہ post sanctioned ہی نہیں کی اس وجہ سے میں نے ان کی موجودگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ demand کی ہے۔ سیالکوٹ میں صحت کے شعبے کے لئے چار ڈائیلسز مشینیں فراہم کی گئی ہیں لیکن وہاں پر ٹیکنیکل سٹاف اور کڈنی سپیشلسٹ تعینات نہیں کئے گئے۔ وہاں visiting Professors آتے ہیں اور بعض اوقات وہ بھی available نہیں ہوتے لہذا میری تجویز ہے کہ وہاں regular staff تعینات کر دیا جائے۔ پورے گوجرانوالہ ڈویژن کے کسی بھی ضلع میں

Burn Unit نہیں ہے، میں نے پچھلے سال بھی یہ demand کی تھی اور اب بھی کر رہی ہوں کہ ضلع کی سطح پر ایک Burn Unit قائم کیا جانا چاہئے۔ ہمارے سیالکوٹ کے ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال کی X-Ray Machine سے کئے گئے X-Ray کوئی بھی ڈاکٹر دیکھے تو اسے پتا ہی نہیں چلتا کہ اس میں بیماری کیا ہے کیونکہ وہ X-Ray بالکل blank ہوتے ہیں لہذا میری تجویز ہے کہ ضلع سیالکوٹ کے DHQ اور THQs میں Digital X-Ray Machines فراہم کی جائیں۔

جناب سپیکر! سوشل ویلفیئر کے ساتھ Child Care Centres, Working Women Hostel اور Rehabilitation Centres for addicted persons ضروری ہیں لہذا میری تجویز ہے کہ ضلع کی سطح پر ایک Rehabilitation Centre قائم کرنے کے لئے بجٹ میں فنڈز مختص کئے جائیں۔

جناب چیئرمین: بہت شکریہ

محترمہ دیبا مرزا: چونکہ ضلع سیالکوٹ انڈسٹریل سٹی ہے اور اس کی tanneries شہر کی آبادیوں کے درمیان واقع ہیں جس وجہ سے پورا شہر ہیپاٹائٹس کا شکار ہو رہا ہے اس لئے میری استدعا ہے کہ tanneries zone کے لئے شہر سے باہر جگہ مختص کی جائے اور ان tanneries کو شہر سے باہر نکالا جائے۔

جناب چیئرمین: بہت شکریہ۔ آج کے اجلاس کا ایجنڈا مکمل ہو گیا ہے لہذا اب اجلاس بروز جمعرات مورخہ 20۔جنوری 2011 صبح دس بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔ آج کی فہرست سے جو ممبران رہ گئے ہیں کل وہ وہیں سے دوبارہ بحث میں حصہ لیں گے۔ شکریہ

1324

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ،20۔جنوری 2011

تلاوت قرآن پاک وترجمہ اور نعت رسول مقبول ﷺ

سوالات

(محکمہ صحت)

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

توجہ دلاؤ نوٹس

سرکاری کارروائی

"بجٹ 12-2011 کے لئے ممبران سے پری بجٹ تجاویز
لینے کی غرض سے عام بحث جاری رہے گی"

1326

صوبائی اسمبلی پنجاب

پندرھویں اسمبلی کا بائیسواں اجلاس

جمعرات،20۔جنوری 2011

(یوم الخمیس،15۔صفرالمظفر1432ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز،لاہور میں صبح 10 بج کر 15 منٹ پر زیر

صدارت

جناب سپیکر رانا محمد اقبال خان منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری محمد علی قادری نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیمo

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِo

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا
لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ
فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ
تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۶۴﴾ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ
فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا
قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۶۵﴾

سورۃ النِّسَاء آیات64تا65

اور ہم نے جو پیغمبر بھیجا ہے اس لئے بھیجا ہے کہ اللہ کے فرمان کے مطابق اس کا حکم مانا جائے اور یہ لوگ جب اپنے حق میں ظلم کر بیٹھے تھے اگر تمہارے پاس آتے اور اللہ سے بخشش مانگتے اور رسول (اللہ) بھی ان کے لئے بخشش طلب کرتے تو اللہ کو معاف کرنے والا (اور) مہربان پاتے (64) تمہارے پروردگار کی

قسم یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کردو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں تب تک مومن نہیں ہوں گے (65)

وماعلینا الاالبلاغo

نعت رسول مقبول ﷺ جناب سرور حسین نقشبندی نے پیش کی۔

نعت رسول مقبول ﷺ

لوگ جو ان کے گیت گاتے ہیں
عظمتیں بے شمار پاتے ہیں
دل کو بھاتا نہیں کوئی منظر
جب مدینے سے لوٹ آتے ہیں
آپ کی یاد بھی عجب شئے ہے
غم زمانے کے بھول جاتے ہیں
باندھ رکھا ہے میں نے رخت سفر
دیکھیں سرکار کب بلاتے ہیں
جن کا کوئی نہ ہو زمانے میں
ان کو سینے سے وہ لگاتے ہیں
آؤ سرور چلیں مدینے کو
نعت سرکار کو سناتے ہیں

سوالات

(محکمہ صحت)

نشان زدہ سوالات اور اُن کے جوابات

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اب وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔ آج کے ایجنڈے پر محکمہ صحت سے متعلقہ سوالات پوچھے جائیں گے اور ان کے جوابات دیئے جائیں گے۔ پارلیمانی سیکرٹری صاحب! اگر آپ ادھر آجائیں تو آپ کے لئے بہتر نہیں ہے؟

معزز ممبران: وہ ادھر بیٹھ کر سیکرٹری ہیلتھ سے help لینا چاہتے ہیں۔

جناب سپیکر: ادھر بھی آپ کی help کر دیں گے۔ ان کی سیٹیں allotted ہیں۔ پہلا سوال محترمہ عارفہ خالد پرویز صاحبہ کا ہے۔

محترمہ عارفہ خالد پرویز: جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 506 ہے میری استدعا ہے کہ اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

لاہور۔جناح ہسپتال کے پروفیسرز کی بے قاعدگیاں

*506: **محترمہ عارفہ خالد پرویز:** کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ جناح ہسپتال کے پروفیسرز مریضوں کو چیک نہیں کرتے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ پروفیسرز 11 بجے اپنے کمروں میں آتے ہیں؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ پروفیسرز پرائیویٹ پریکٹس کے لئے اپنے سرکاری دفتر کو استعمال کرتے ہیں اور ان کا عملہ پرائیویٹ کلینک کا پتا بتاتا ہے؟

(د) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو عوام کی سہولیات کو مدنظر رکھتے ہوئے محکمہ ایسے پروفیسرز کے خلاف کوئی کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے جو مریضوں کو چیک نہیں کرتے، اگر ہاں تو کب تک، اگر نہیں تو اس کی وجوہات سے آگاہ کیا جائے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی):

(الف) یہ درست نہ ہے۔ پروفیسر حضرات مریضوں کو آؤٹ ڈور میں اور وارڈز میں چیک کرتے ہیں۔

(ب) پروفیسر صاحبان صبح آٹھ بجے تشریف لاتے ہیں۔چونکہ انھوں نے میڈیکل کالج کے طلباء کو لیکچر دیناہوتا ہے، اس لئے وہ لیکچر کے بعد وارڈز کا راؤنڈ کرتے ہیں اور کمروں میں آتے ہیں۔

(ج) یہ درست نہ ہے۔

(د) جیسا کہ اوپر بیان کیا ہے کہ پروفیسر حضرات ہسپتال کے آؤٹ ڈوروں اور ان ڈوروں میں مریض چیک کرتے رہتے ہیں۔فی الحال تو ان کے متعلق کوئی شکایت موصول نہیں ہوئی ہے کہ جس کے خلاف ایکشن لیا جائے، ہاں اگر کوئی پروفیسر یا ڈاکٹر آؤٹ ڈور اور وارڈ میں مریض چیک نہ کرے گا تو اس کے خلاف محکمہ صحت کے قوانین کے مطابق قانونی کارروائی کی جائے گی۔

محترمہ عارفہ خالد پرویز: جناب سپیکر! اس میں میرا صرف ایک سوال ہے کہ میں نے 2008 میں سوال دیا تھا اور 2011 میں اس کا جواب آیا ہے۔

جناب سپیکر: نمبر پر ہی آنا تھا۔

محترمہ عارفہ خالد پرویز: جناب سپیکر! میرا سوال صرف یہ ہے کہ اگر کسی مریض کو کوئی شکایت ہو تو اسے کس طریقے سے اور کہاں رجسٹر کرایا جا سکتا ہے، just in case ڈاکٹر یا پروفیسر کے خلاف کوئی شکایت ہو تو وہ درج کرانے کا کیا طریقہ ہے؟ ویسے overall میں اس جواب سے مطمئن ہوں۔

جناب سپیکر: آپ اس میں تھوڑی سی common sense استعمال کر لیں تو بہتر ہے۔

محترمہ عارفہ خالد پرویز: جناب سپیکر! ہم لوگوں کی شکایت تو ادھر سے بھی سنی جاتی ہے، میں عام آدمی کے حوالے سے پوچھ رہی ہوں۔

جناب سپیکر: جی، ان کو بتائیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! میرے خیال میں عارفہ خالد صاحبہ جواب سے مطمئن ہیں لیکن انہوں نے جو شکایت کے حوالے سے سوال کیا ہے تو اس کے لئے تین forum موجود ہیں، سیکرٹری ہیلتھ کے پاس تحریری شکایت ہو سکتی ہے تاکہ E&D Rules کے تحت کارروائی کی جائے اگر اس کے علاوہ کوئی الزامات ہیں تو پھر عدالت میں جایا جا سکتا ہے یا اینٹی کرپشن کے محکمے میں بھی شکایت کی جا سکتی ہے، سارے forum کھلے ہیں اور انشاء اللہ انصاف ملے گا۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! میں ضمنی سوال کرنا چاہتی ہوں۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں ڈاکٹر صاحبہ کی طرف سے ضمنی سوال آنے دیں۔جی ڈاکٹر صاحبہ!

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: شکریہ۔جناب سپیکر! جواب میں لکھا ہوا ہے کہ "پروفیسر حضرات ٹائم پر آتے ہیں" چونکہ میں خود ڈاکٹر ہوں اس لئے مجھے بہت اچھی طرح سے اندازہ ہے اور حقیقت یہ ہے کہ کچھ پروفیسروں کو چھوڑ کر باقی ٹائم پر نہیں آتے۔ اگر آمریت کے پچھلے 9 سالوں میں دیکھا جائے تو بیوروکریسی کو اتنا زیادہ relax کیا گیا تھا کہ ٹائم پر آفس آنے کا تو رواج ہی ختم ہو گیا تھا، خود مشرف صاحب 12 بجے تشریف لاتے تھے۔

جناب سپیکر: ماضی صرف سبق سیکھنے کے لئے ہے، ماضی سے سبق سیکھیں اور اپنے بہتر مستقبل کا خیال کریں۔آپ presumption پر نہ جائیں بلکہ کوئی particular بات بتائیں۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! یہ میرے کہنے کی بات نہیں بلکہ یہ حقیقت ہے اور یہاں پر بیٹھے ہوئے سارے لوگ جانتے ہیں کہ جو پروفیسر حضرات رات کو دو دو، تین تین بجے تک پرائیویٹ پریکٹس کرتے ہیں تو پھر صبح آٹھ بجے پہنچنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

جناب سپیکر: آپ کا ضمنی سوال کیا ہے؟

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جو پروفیسر سرجری کے شعبے کے ساتھ منسلک ہیں وہ ایک دن میں سرکاری ہسپتال میں کتنے آپریشن کر لیتے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الہی): جناب سپیکر! یہ تین سوال ہو گئے ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہاں پروفیسر صاحبان کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ انہوں نے صبح آٹھ بجے طلباء کو پڑھانا ہوتا ہے اس کے بعد پوسٹ گریجویٹ کلاسیں لینا ہوتی ہیں، پھر نرسز کی ٹریننگ کرنی ہوتی ہے اور اس کے بعد وہ OPD میں آتے ہیں اور ان کے دن مقرر ہوتے ہیں۔اگر اس میں کوئی آدمی نہ آئے تو اس کی شکایت ہوتی ہے اور اس کے خلاف کارروائی کی جاتی ہے جیسا کہ گزشتہ دنوں میں ہوا ہے کہ چلڈرن ہسپتال راولپنڈی میں جو سینئر پروفیسر وقت اور discipline کی پابندی نہیں کرتے تھے ان کے خلاف کارروائی کی گئی۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: وہاں بھی حاضری شروع کی جائے۔

محترمہ شمیلہ اسلم: جناب سپیکر! میں ضمنی سوال کرنا چاہتی ہوں۔

جناب سپیکر: جی۔

محترمہ شمیلہ اسلم: جناب سپیکر! جز(د) میں کہا گیا ہے کہ "اگر کوئی ڈاکٹر آؤٹ ڈور وارڈ میں مریض چیک نہیں کرتا تو اس کے خلاف کارروائی کی جائے گی" لیکن اس وقت صورتحال یہ ہے کہ جب مریض سرکاری ہسپتال میں جاتا ہے تو اسے بتایا جاتا ہے کہ متعلقہ ڈاکٹر قریبی ذاتی ہسپتال میں کوئی ایمرجنسی attend کرنے گیا ہوا ہے۔ اگر یہ چیز ثابت ہو جائے کہ duty hours میں ڈاکٹر اپنے ذاتی ہسپتال میں گیا تھا تو اس کے لئے حکومت اسے زیادہ سے زیادہ کیا سزا دے گی اور حکومت کوئی شکایت سیل قائم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

جناب سپیکر: جی، E&D Rules موجود ہیں، آپ کیا سوال کر رہے ہیں؟ میرے خیال میں اسے چھوڑ دیں۔ محترمہ عارفہ خالد صاحبہ! اگلا سوال بھی آپ کا ہے۔

محترمہ عارفہ خالد پرویز: جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 507 ہے اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے اور میں اس جواب سے مطمئن ہوں۔ شکریہ

جناب سپیکر: آپ کی مہربانی۔

لاہور۔جناح ہسپتال میں ہیپاٹائٹس کے مریضوں کے لئے سہولیات و دیگر تفصیلات

*507: محترمہ عارفہ خالد پرویز: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ جناح ہسپتال میں ہیپاٹائٹس کے ابتدائی ٹیسٹ ہونے کے بعد پازیٹو مریضوں کا ایک پی سی آر ٹیسٹ کیا جاتا ہے، اگر ہاں تو اس ٹیسٹ کی کتنی فیس ہسپتال میں وصول کی جاتی ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ چند کرپٹ ملازمین مقررہ فیس سے کم پیسے لے کر بغیر اندراج رجسٹر یا کسی اور طریقے سے ٹیسٹ ہسپتال کی لیبارٹری سے ہی کر کے یا کرواکر مریض کو دیتے ہیں؟

(ج) کیا پی سی آر ٹیسٹ کے حوالے سے کبھی کسی اہلکار وافسر کے خلاف کوئی شکایت ہسپتال میں یا محکمہ صحت میں آئی ہے، اگر آئی ہے تو اس پر کیا کارروائی عمل میں لائی گئی ہے، مکمل تفصیل سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

(د) اگر جز(ب) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت ابتدائی ٹیسٹ میں پازیٹو مریضوں کا مفت پی سی آر ٹیسٹ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک، اگر نہیں تو اس کی وجوہات سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی):

(الف) جناح ہسپتال میں انجمن بہبود مریضاں کی وساطت سے، جس کے کنوینر میڈیکل سپرنٹنڈنٹ ہیں، مستحق اور غریب مریضوں کے ہیپاٹائٹس کے تمام ٹیسٹ فری کئے جاتے ہیں (جن کی فیس -/1600 روپے سے لے کر 3200 روپے تک ہے) اس کے علاوہ پرائم منسٹر ہیپاٹائٹس کنٹرول پروگرام کے تحت بھی ہیپاٹائٹس کے تمام ٹیسٹ فری کئے جا رہے ہیں، مزید براں صاحب حیثیت مریض کے لئے پی سی آر ٹیسٹ کی فیس -/1600 روپے ہے، جو کہ صرف PCR KIT کی قیمت ہے جبکہ پرائیویٹ ہسپتال میں اس ٹیسٹ کی قیمت -/3000 روپے سے -/4000 روپے تک ہے۔

(ب) یہ درست نہیں ہے۔

(ج) پی سی آر کے حوالے سے کبھی کسی اہلکار و افسر کے خلاف محکمہ صحت کے حوالے سے کوئی شکایت موصول نہیں ہوئی۔

(د) یہ جناح ہسپتال، لاہور کے متعلقہ نہیں ہے اگر حکومت پی سی آر کے ٹیسٹ کی کٹ کے لئے اضافی فنڈز فراہم کرے تو جناح ہسپتال، لاہور میں تمام مریضوں کے ٹیسٹ مفت کئے جائیں گے۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! ضمنی سوال ہے۔

معزز ممبران: اب یہ نہیں پوچھ سکتیں۔

جناب سپیکر: وہ سوال پوچھ سکتی ہیں۔ جی، محترمہ!

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! جز (الف) میں بتایا گیا ہے کہ غریب اور مستحق لوگوں کے ٹیسٹ free کئے جاتے ہیں۔ میں ڈاکٹر صاحب سے یہ پوچھنا چاہوں گی کہ غریب اور مستحق لوگوں کا کیا criteria ہے اور دوسرا یہ پوچھنا چاہوں گی کہ نیچے جز (د) میں لکھا ہوا ہے کہ PCR Test کی Kit کے لئے اگر حکومت اضافی فنڈز فراہم کرے تو جناح ہسپتال لاہور میں تمام مریضوں کے ٹیسٹ مفت کئے جائیں گے۔ میں یہ پوچھنا چاہ رہی تھی کہ کیا حکومت PCR Test Kit کے لئے اضافی فنڈز فراہم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الہی): جناب سپیکر! جو لوگ سرکاری ہسپتالوں میں آتے ہیں ان میں سے 90 فیصد لوگ مستحق اور نادار ہوتے ہیں۔ سرکاری ہسپتالوں میں paying patients بہت کم آتے ہیں۔ حکومت پنجاب نے 300 ملین روپے اس پروگرام کے لئے فراہم کئے ہیں جن میں سے 125 ملین روپے خرچ ہو چکے ہیں جبکہ 175 ملین روپے ہمارے پاس موجود ہیں جو کہ انشاء اللہ تعالیٰ جون تک خرچ کئے جائیں گے۔

رانا تنویر احمد ناصر: جناب سپیکر! جواب کے جز (الف) میں کہا گیا ہے کہ "جناح ہسپتال میں انجمن بہبود مریضاں کی وساطت سے، جس کے convener میڈیکل سپرنٹنڈنٹ ہیں مستحق اور غریب مریضوں کے ہیپاٹائٹس کے تمام ٹیسٹ مفت کئے جاتے ہیں" آگے within bracket لکھا ہوا ہے کہ "جن کی فیس -/1600 روپے سے لے کر -/3200 روپے تک ہے" تو پھر یہ ٹیسٹ مفت کیسے ہو گئے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الہی): جناب سپیکر! یہ -/1600 روپے سے لے کر -/3200 روپے تک مختلف ٹیسٹوں کی قیمت ہے لیکن غریب لوگوں سے یہ قیمت وصول نہیں کی جاتی۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ اگلا سوال محترمہ نگہت ناصر شیخ صاحبہ کا ہے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! سوال نمبر 1834۔ اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

سروسز ہسپتال لاہور میں ٹھیکیدار کی بے قاعدگیاں

*1834: **محترمہ نگہت ناصر شیخ:** کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سروسز ہسپتال لاہور میں طارق نامی ٹھیکیدار صفائی کی مد میں 20 لاکھ روپے ماہانہ وصول کرتا ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ طارق نامی ٹھیکیدار تین شفٹوں کی بجائے دو شفٹوں میں کام کرواتا ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ سروسز ہسپتال لاہور میں صفائی کے عملہ کی تعداد 350 ہے جبکہ 150 اہلکاروں سے کام لیا جاتا رہا ہے؟

(د) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت طارق نامی ٹھیکیدار کے خلاف کوئی قانونی چارہ جوئی کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک اگر نہیں تو اس کی وجوہات بیان کی جائیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی):

(الف) سروسز ہسپتال کی صفائی کا ٹھیکہ کسی فرم کو نہیں دیا گیا ہے تمام صفائی ہسپتال کا ریگولر عملہ کرتا ہے۔

(ب) ہسپتال کا طارق نامی ٹھیکیدار سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

(ج) ہسپتال میں 346 سینٹری ملازم ہیں۔کام کی ضرورت اور اہمیت کے مطابق تمام ملازمین کو تین شفٹوں میں تقسیم کیا گیا ہے اور ہر شفٹ میں ذمہ دار سپروائزر تمام عملہ کو چیک کرتا ہے۔

(د) جزہائے بالا کا جواب اثبات میں نہیں ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! میں یہ ثابت کر سکتی ہوں کہ میرے سوال کا جواب درست نہیں ہے کیونکہ ابھی یہاں House میں آنے سے پہلے میں نے سروسز ہسپتال کی انتظامیہ سے فون پر بات کی ہے۔2008 میں یہ ٹھیکہ Clean Tec فرم کو دیا گیا جو کہ اب تک کام کر رہی ہے جبکہ جواب کے جز(الف) میں یہ کہا گیا ہے کہ "سروسز ہسپتال کی صفائی کا ٹھیکہ کسی فرم کو نہیں دیا گیا" اس لئے محکمہ کی طرف سے یہ غلط جواب دیا گیا ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! موجودہ صورتحال یہ ہے کہ وہاں پر کوئی ٹھیکیدار کام نہیں کر رہا۔ ہم نے latest صورتحال بیان کی ہے کہ اس وقت طارق نامی کوئی ٹھیکیدار وہاں پر کام نہیں کر رہا۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! جواب کے جز(الف) میں لکھا ہوا ہے کہ "سروسز ہسپتال کی صفائی کا ٹھیکہ کسی فرم کو نہیں دیا گیا ہے۔"

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! بالکل صحیح جواب دیا گیا ہے کیونکہ اس وقت کوئی ٹھیکہ دیا گیا ہے اور نہ ہی وہاں پر کوئی ٹھیکیدار کام کر رہا ہے۔ محترمہ اگر اس معاملے کو probe کرنا چاہیں تو کر سکتی ہیں۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! میری اطلاع کے مطابق اب بھی وہاں پر Clean Tec کمپنی کام کر رہی ہے۔آج تقریباً ساڑھے نو یا پونے دس بجے میری ہسپتال کی انتظامیہ سے فون پر بات ہوئی

ہے۔کیا محکمہ نے اس ہسپتال کی انتظامیہ سے جواب طلب کیا ہے یا پھر خود ہی اس کا جواب بنا کر دے دیا ہے ؟ مجھے اگر اجلاس میں جلدی نہ پہنچنا ہوتا تو میں اس contract کی کاپی لے کر آتی۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی):جناب سپیکر!ہسپتال میں میڈیکل سپرنٹنڈنٹ انچارج ہیں اور ان سے ہم نے confirm کیا ہے کہ وہاں پر کوئی ٹھیکیدار کام نہیں کر رہا۔

جناب سپیکر:اگر آپ کا جواب غلط ہوا تو محترمہ اس حوالے سے تحریک استحقاق دینے کا حق رکھتی ہیں۔ محترمہ نگہت ناصر شیخ صاحبہ نے اگر یہ جواب غلط ثابت کر دیا تو پھر ان کی طرف سے دی گئی تحریک استحقاق کو منظور بھی کر لیا جائے گا۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ:جناب سپیکر!میں آپ کی وساطت سے پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے یہ وضاحت چاہتی ہوں کہ کیا محکمہ نے میرے اس سوال کا جواب لینے کے لئے ہسپتال انتظامیہ سے رابطہ کیا تھا؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی):جناب سپیکر!یہ تمام سوالات جس ضلع یا ہسپتال سے متعلق ہوتے ہیں وہاں سے جواب لیا جاتا ہے۔ تحریری جواب آنے کے بعد ان سے فون پر reconfirm بھی کیا جاتا ہے اور اس کے بعد یہ جوابات ہاؤس میں پیش کئے جاتے ہیں۔

جناب سپیکر:اگلا سوال محمد نوید انجم صاحب کا ہے۔

جناب محمد نوید انجم:جناب سپیکر!سوال نمبر 1988۔اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر:ٹھیک ہے۔اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

سر گنگارام ہسپتال لاہور میں بھرتی کی تفصیلات

*1988:**جناب محمد نوید انجم**:کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:–

(الف) یکم جنوری 2007 سے آج تک سر گنگارام ہسپتال لاہور میں جن افراد کو بھرتی کیا گیا ان کے نام، تعلیمی قابلیت، ڈومیسائل، عہدہ اور گریڈ کی تفصیل بیان کریں؟

(ب) اس عرصہ کے دوران کتنی دفعہ بھرتی کے لئے کس کس اخبار میں تشہیر کی گئی ہے، ان اخبارات کے نام اور تاریخ نیز ان کی تشہیر پر کتنی رقم خرچ ہوئی؟

(ج) اس عرصہ کے دوران کتنی دفعہ بھرتی کا اشتہار شائع ہونے کے باوجود بھرتی نہ کی گئی اور ہر دفعہ بھرتی نہ کرنے کی وجوہات کیا ہیں؟

(د) کیا ہر دفعہ بھرتی میرٹ پر ہوئی میرٹ کا طریق کار اور میرٹ کس طرح کن کن افسران کی زیر نگرانی تشکیل پایا؟

(ہ) کیا یہ بات حکومت کے علم میں ہے کہ ہر دفعہ جو بھرتی کی گئی وہ بغیر میرٹ اور قواعد وضوابط کے برعکس کی گئی اگر ایسا ہے تو کیا حکومت اس کی تحقیقات محکمہ ہذا کے علاوہ کسی جج سے کروانے اور اس کے ذمہ داران کے خلاف کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی):

(الف) یکم جنوری 2007 سے آج تک سر گنگارام ہسپتال لاہور میں کل 246 افراد بھرتی کئے گئے جن کے نام، تعلیمی قابلیت، ڈومیسائل، عہدہ اور گریڈ کی تفصیل (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) اس عرصہ میں تین مرتبہ بھرتی کے لئے اخبارات میں اشتہارات دیئے اور ان تمام اشتہارات پر کل-/161987 روپے خرچ ہوئے۔ تفصیل درج ذیل ہے:-

نمبر شمار	نام اخبار	تاریخ اشاعت
1	نوائے وقت	20-12-06
2	مساوات	20-12-06
3	جناح	20-12-06
4	پاکستان	21-12-06
5	جنگ	22-12-06
6	پیغام	22-12-06
7	خبریں	10-12-07
8	پیغام	10-12-07
9	نیشن	11-12-07
10	آج کل	27-06-08
11	مساوات	27-06-08
12	جنگ	30-06-08

(ج) اس دوران ہر دفعہ بھرتی کا اشتہار شائع ہونے پر میرٹ اور اہلیت کے مطابق بھرتی کا عمل مکمل کیا گیا۔

(د) بھرتی گورنمنٹ کی کنٹریکٹ پالیسی 2003 کے مطابق کی گئی اور جن افسران کے زیر نگرانی بھرتی ہوئی ان کے نام درج ذیل ہے:۔

نمبر شمار	نام مع عہدہ
(I	ڈاکٹر مظہر الدین سابقاایم ایس /چیئر مین سلیکشن کمیٹی، سرگنگارام ہسپتال، لاہور
(II	ڈاکٹر اعجاز احمد شیخ میڈیکل سپرنٹنڈنٹ /چیئر مین سلیکشن کمیٹی، سرگنگارام ہسپتال، لاہور
(III	جناب جی ایم پراچہ ممبر بورڈ آف مینجمنٹ، فاطمہ جناح میڈیکل کالج / سرگنگارام ہسپتال، لاہور
(IV	جناب لطیف چودھری ممبر بورڈ آف مینجمنٹ، فاطمہ جناح میڈیکل کالج / سرگنگارام ہسپتال، لاہور
(V	پروفیسر ڈاکٹر صفدر علی ملک ہیڈ آف ریڈیالوجی ڈیپارٹمنٹ، سرگنگارام ہسپتال، لاہور
(VI	ڈاکٹر میاں عبدالروف سابقاایڈیشنل میڈیکل سپرنٹنڈنٹ، سرگنگارام ہسپتال، لاہور
(VII	ڈاکٹر بشریٰ سہیل سابقاایڈیشنل میڈیکل سپرنٹنڈنٹ، سرگنگارام ہسپتال، لاہور
(VIII	ڈاکٹر انجم جمال ایڈیشنل میڈیکل سپرنٹنڈنٹ، سرگنگارام ہسپتال، لاہور
(IX	ڈاکٹر فوزیہ دوست محمد سابقاایڈیشنل میڈیکل سپرنٹنڈنٹ، سرگنگارام ہسپتال، لاہور
(X	راجہ نصیر احمد، ڈپٹی سیکرٹری جنرل، محکمہ صحت، لاہور
(XI	جناب اللہ مہر سیکشن آفیسر، محکمہ صحت، لاہور
(XII	جناب سعید اختر آڈٹ آفیسر، سرگنگارام ہسپتال، لاہور
(XIII	ڈاکٹر عبدالقدیر زبیری ڈپٹی میڈیکل سپرنٹنڈنٹ، سرگنگارام ہسپتال، لاہور
(XIV	ڈاکٹر عبدالغفار ڈپٹی میڈیکل سپرنٹنڈنٹ، سرگنگارام ہسپتال، لاہور
(XV	مس رفعت ناز فارماسسٹ، سرگنگارام ہسپتال، لاہور
(XVI	ڈاکٹر محمد اسلم سینئر رجسٹرار سرجری سرگنگارام ہسپتال، لاہور

(ہ) سرگنگارام ہسپتال لاہور میں ہر دفعہ بھرتی میرٹ پر اور قواعد وضوابط کے مطابق ہوئی۔

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے میرے سوال کا بڑا جامع جواب دیا ہے اور میں اس سے مطمئن ہوں۔

جناب سپیکر: چلیں، شکریہ۔ اگلا سوال بھی آپ ہی کا ہے۔

جناب محمد نوید انجم: سوال نمبر 2015۔ جناب سپیکر! میں گزارش کروں گا کہ پارلیمانی سیکرٹری صاحب اس کا جواب پڑھ دیں۔

جناب سپیکر: جی، ڈاکٹر صاحب! آپ اس کے جواب کو پڑھ دیں۔

جناح ہسپتال لاہور کو فراہم کی گئی رقم کی تفصیلات

*2015: جناب محمد نوید انجم: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) مالی سال 07-2006 اور 08-2007 کے دوران ایل۔پی کی مد میں کتنی رقم جناح ہسپتال لاہور کو فراہم کی گئی تفصیل سال وار فراہم کی جائے؟

(ب) ان سالوں کے دوران کتنی رقم ادویات کی لوکل پرچیز پر خرچ ہوئی؟

(ج) ان سالوں کے دوران ادویات کی لوکل پرچیز کن کن فرموں کمپنیز اور میڈیکل سٹور سے کی گئی؟

(د) ادویات کی لوکل پرچیز کن کن مقاصد کے لئے کی جاتی ہے اور اس کی منظوری کون سی اتھارٹی دے سکتی ہے؟

(ہ) ان سالوں کے دوران جو رقم ادویات کی لوکل پرچیز پر خرچ ہوئی، اس کی تحقیقات (انسپیکشن) ہوئی تو کتنی رقم ہر سال خُورد بُرد کرنے کا انکشاف ہوا؟

(و) خُورد بُرد کے ذمہ دار کون کون سے ملازمین قرار پائے نیز ان کے خلاف کیا کیا ایکشن لیا گیا؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! میں اس جواب کو پڑھ دیتا ہوں۔

(الف) مالی سال 07-2006 میں جناح ہسپتال لاہور میں ادویات کی لوکل پرچیز کے لئے 4,672,000/- روپے مختص کئے گئے تھے جبکہ مالی سال 08-2007 میں اس مد میں مبلغ 8,500,000/- روپے مختص کئے گئے۔

(ب) مالی سال 07-2006 میں کل رقم 1,830,742/- روپے لوکل پرچیز پر خرچ ہوئی۔
مالی سال 08-2007 میں کل رقم 6,256,987/- روپے لوکل پرچیز پر خرچ ہوئی۔

(ج) ان سالوں کے دوران جناح ہسپتال میں ادویات کی لوکل پرچیز ہسپتال میں قائم فارمیسز، شیراز فارمیسی اور سی ایس ایچ فارمیسی سے کی گئی۔ ملٹی نیشنل پر 9 فیصد اور نیشنل ادویات پر 16.5 فیصد ڈسکاؤنٹ لیا گیا۔

(د) ادویات کی لوکل پرچیز ہسپتال میں آنے والے مریضوں کی روزانہ کی طبی ضرورت کے مطابق کی جاتی ہے اور تمام قواعد و ضوابط پورا کرنے کے بعد میڈیکل سپرنٹنڈنٹ اس کی منظوری دیتے ہیں۔

(ہ) ان سالوں کے دوران ادویات کی لوکل پرچیز پر خرچ کی گئی رقم میں، اس کی تحقیقات (انسپکشن) کے دوران کسی قسم کی رقم کے خُورد بُرد کا انکشاف نہ ہوا۔

(و) چونکہ اس مد میں تحقیقات (انسپکشن) کے دوران کسی قسم کی رقم خُورد بُرد کرنے کا انکشاف ہوا اور نہ ہی کسی ملازم کو خورد برد کا ذمہ دار قرار دیا گیا ہے لہذا کسی کے بھی خلاف کوئی ایکشن نہیں لیا جا سکتا۔

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! میں جواب سے مطمئن ہوں۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! میں اس پر ضمنی سوال پوچھنا چاہتی ہوں۔

جناب سپیکر: جی، پوچھ لیں۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! کیا پارلیمانی سیکرٹری صاحب اس بات کی وضاحت کریں گے کہ مالی سال 07-2006 میں بقیہ رقم -/28,41,258 روپے اور سال 08-2007 کے دوران -/22,43,013 روپے کی رقم کہاں خرچ کی گئی؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! جو رقم خرچ نہیں ہوتی وہ ہسپتال کے پاس موجود رہتی ہے اور سال کے آخر میں محکمہ صحت کو واپس کر دی جاتی ہے۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! جواب کے جز (و) میں لکھا گیا ہے کہ "کہیں خُورد بُرد ہوئی اور نہ کسی ملازم کو خُورد بُرد کا ذمہ دار قرار دیا گیا ہے" اگر حساب کیا جائے تو بہت سی رقم بچتی ہے۔ میں یہ پوچھنا چاہوں گی کہ وہ رقم کہاں گئی؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! خُورد بُرد اور رقم کے بچانے میں فرق ہے۔ میں نے پہلے بھی گزارش کی ہے کہ جو رقم بچتی ہے وہ مالی سال کے آخر میں حکومت پنجاب کو واپس کر دی جاتی ہے۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! عام طور پر local purchase, emergency cases کے لئے ہی کی جاتی ہے۔ کیا purchase officer یہ ادویات اپنی مرضی سے خرید لیتا ہے یا اس کے لئے کوئی criteria مقرر کیا گیا ہے؟ دوسرا کیا یہ ادویات منظور شدہ کمپنی سے منظور شدہ نرخوں پر خریدی جاتی ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! local purchase کے سلسلے میں ہر ہسپتال کو fund دیا جاتا ہے تاکہ ایسی ادویات جو کہ ہسپتال میں موجود نہ ہوں اور ایمرجنسی کی صورت میں ضروری سمجھی جائیں تو وہ local purchase کے ذریعے خرید لی جائیں۔اس کے لئے باقاعدہ ایک طریق کار طے کیا گیا ہے۔ٹیچنگ ہسپتالوں میں Board of Management بنائے گئے ہیں جنہوں نے local purchase کے لئے باقاعدہ ایک طریق کار طے کیا ہوا ہے۔اس طریق کار کے تحت جو فارمیسی qualify کرتی ہے اس سے discount لے کر ادویات خریدی جاتی ہیں اور اس کا بعد میں آڈٹ بھی ہوتا ہے۔

جناب سپیکر: اگلا سوال محترمہ نگہت ناصر شیخ صاحبہ کا ہے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! سوال نمبر 2130۔اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

جناح ہسپتال لاہور میں جینیٹوریل سروسز کے ٹھیکہ کی تفصیلات

*2130: **محترمہ نگہت ناصر شیخ:** کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) جناح ہسپتال لاہور میں جینیٹوریل سروسز کا ٹھیکہ کس کمپنی کو دیا گیا؟

(ب) متذکرہ ہسپتال میں جینیٹوریل سروسز کا ٹھیکہ دینے کے لئے کن کن شرائط کو انتظامیہ نے لازمی قرار دیا؟

(ج) متذکرہ ہسپتال میں جینیٹوریل کے لئے کن کن مقامی اخبارات میں اشہارات دیئے گئے؟

(د) متذکرہ ہسپتال نے جینیٹوریل سروسز کے جن مقامی اخبارات میں اشتہار دیا، ان پر کل کتنی لاگت آئی؟

(ہ) ہسپتال میں جینیٹوریل کے لئے دیئے گئے اشتہار میں ٹینڈر جمع کرانے اور ٹینڈر کھولنے کی کون کون سی تاریخیں دی گئی تھیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی):

(الف) جناح ہسپتال لاہور میں جینیٹوریل سروسز کا ٹھیکہ سٹینڈرڈ کلینک پرائیویٹ کمپنی کو دیا گیا ہے۔

(ب) مجاز کمیٹی، جس میں حکومت کا نمائندہ بھی ہوتا ہے۔ٹینڈر کے تکنیکی اور مالی امور پر سفارشات بورڈ آف مینجمنٹ کو بھجوائی جاتی ہیں۔ٹھیکہ دینے کے لئے TORs کی تمام شرائط لازمی ہیں۔ TORs کی کاپی (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) جینیٹوریل سروسز کے اشتہارات ڈائریکٹر جنرل، محکمہ اشتہارات کو بھجوائے گئے تھے جو کہ بالترتیب 24۔اگست 2008 کو روزنامہ "ایکسپریس" میں اور 25۔اگست 2008 کو روزنامہ "نوائے وقت" اور دی "نیوز" میں شائع ہوئے تھے۔

(د) متذکرہ ہسپتال میں جینیٹوریل سروسز کے لئے 24۔اگست 2008 کو روزنامہ "ایکسپریس" اور 25۔اگست 2008 کو روزنامہ "نوائے وقت اور دی نیوز" میں اشتہارات شائع ہوئے اور ان پر -/10572 روپے لاگت آئی۔

(ہ) دفتری اوقات میں ٹینڈر جمع کروانے کی آخری تاریخ 16۔ستمبر 2008 تھی اور 17۔ستمبر 2008 کو بوقت 11 بجے صبح ٹینڈر کھولنے کی تاریخ دی گئی تھی۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! میں نے یہ سوال 2008 میں دیا تھا، اس کا جواب 2010 میں آیا اور یہاں ہاؤس میں اس کی باری 2011 میں آئی ہے اس طرح اس سوال کی اہمیت تو ویسے ہی ختم ہو جاتی ہے۔سوال کے جواب میں مجھے جو تفصیل دی گئی ہے اسے پارلیمانی سیکرٹری صاحب ذرا پڑھ کر سنا دیں، کوئی دو تین لائنیں ہی پڑھ دیں۔مجھے جواب میں contract کی جو کاپی دی گئی ہے اسے آپ ملاحظہ فرمالیں، اس میں سے کچھ بھی نہیں پڑھا جا رہا۔ایک بار پہلے بھی ایک سوال کے جواب میں جو تفصیل دی گئی تھی وہ پڑھی نہیں جا رہی تھی جس پر آپ نے محکمہ لوکل گورنمنٹ کو ہدایت کی تھی کہ اس کی صحیح کاپی فراہم کی جائے لیکن آج تک وہ کاپی مجھے نہیں مل سکی۔آج پھر ایسی تحریر ہے کہ جو پڑھی نہیں جا رہی، اس پر شاید سیاہی کے dots لگے ہوئے ہیں جن کی وجہ سے پڑھا نہیں جا رہا۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! میں محترمہ کو اپنی کاپی پیش کر دیتا ہوں تاکہ یہ پڑھ سکیں۔

(اس مرحلہ پر پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے معزز خاتون ممبر کو جواب کی صاف کاپی مہیا کی)

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے کہوں گی کہ وہ اس جواب کا نمبر 4 یا کچھ بھی پڑھ دیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! میں پڑھ دیتا ہوں۔

TERMS AND CONDITIONS FOR THE CONTRACT OF CLEANLINESS JANITORIAL SERVICES JINNAH HOSPITAL, LAHORE.

1 The participating firm should have valid ISO Certificate.

2 Contract shall be for a period of one year from the date of award (extendable on provision of satisfactory performance).

3 Earnest money (Refundable) of the tender RS.1,000,000/ (Rupees. Ten Lac only) in favour of Medical Superintendent, Jinnah Hospital, Lahore shall be attached along with the bid….

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! headings تو معمولی حد تک پڑھی جا رہی ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! یہ بتا دیں کیا پڑھوں؟

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! یہ 4 کی شق (b) اور (c) پڑھ دیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! یہ پڑھ دیتا ہوں کہ ٹیسٹ ہو رہا ہے۔

b. The age limit will be from 18 years to 45 years.

c. The Authorized officer will declare sensitive Areas and the list of janitors required for that area will be provided to the contractor. These janitors will be non-transferable and will not be terminated without taking a written permission from the hospital authorities. They may only be changed on the request of Sister Incharge, Registrar and Deputy Medical Superintendent of the hospital.

جناب سپیکر: میرے خیال میں اس کا font تھوڑا بڑا کر دیں۔ اس میں اور کچھ بھی نہیں ہے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: نہیں۔ جناب! پہلے بھی محکمہ یہ کرتا رہا ہے اور دوسرے محکمے بھی کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: آئندہ یہ احتیاط کریں گے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! آپ اس پر کوئی action لیں گے تو یہ مسئلہ حل ہو گا۔

جناب سپیکر: میں نے کہہ دیا ہے۔ یہ آئندہ ایسا نہیں کریں گے۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: آپ کتنے سوال پوچھیں گی؟

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! آج relaxation دے دیں۔

جناب سپیکر: جی، ڈاکٹر صاحبہ!

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: شکریہ۔ جناب سپیکر! جو لوگ janitorial services فراہم کرتے ہیں یقیناً وہ غریب لوگ ہوتے ہیں۔ They are always prone to infection میرا سوال صرف یہ ہے کہ ان لوگوں کو خود infection سے prevention کے لئے جو لوگ services provide کرتے ہیں ان کے لئے اقدامات کئے جاتے ہیں یا نہیں؟

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! تمام ڈاکٹروں، نرسوں اور پیرا میڈیکل سٹاف جو ہسپتال میں کام کرتا ہے ان کا medical coverage free ہوتا ہے۔ ان کو پرائیویٹ کمرے اور ادویات فراہم کی جاتی ہیں۔ اس میں وہ لوگ جو contract پر کام کرتے ہیں اور stipend لیتے ہیں جن میں P.G students اور House Officers کے بارے میں ہم نے ابھی تک کوئی رقم allocate نہیں کی لیکن پرسوں ہمارے ڈاکٹروں سے جو مذاکرات ہوئے ہیں اس میں یہ تجویز وزیراعلیٰ صاحب کو پیش کی جارہی ہے کہ وہ لوگ جو House Officers یا P.G students ہیں ان کو بھی medical cover دیا جائے اور ان کے parents کو بھی دیا جائے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! میں نے یہ پوچھا ہے کہ ان کو infection سے prevention کے لئے کیا اقدامات کئے جاتے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! ہسپتال میں تمام سٹاف کی prevention کے لئے باقاعدہ SOPs موجود ہیں ان پر عملدرآمد کیا جاتا ہے اور وہاں vaccination میسر ہے، جو لوگ چاہتے ہیں ان کو vaccine لگادی جاتی ہے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! جب یہ سوال دیا گیا تھا اور جب ٹینڈر open ہوئے تھے تو ان میں کلینک پرائیویٹ کمپنی کے علاوہ کسی اور کمپنی نے ٹینڈر جیتا تو MS صاحب نے اپنے اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے وہ ٹینڈر منسوخ کر دیا اور پھر جب next time یہ کمپنی جیتی تو اس کو فنڈز دیا گیا۔ کیا اس وقت کے MS صاحب کا اس کمپنی میں کوئی share ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! یہ الزام لگایا گیا ہے تو سیکرٹری ہیلتھ یہاں موجود ہیں۔ ہم ان سے یہ کہیں گے کہ اس کی انکوائری کریں اگر یہ الزامات صحیح ہیں تو ان کو سزا دی جائے گی اور اگر صحیح نہیں ہیں تو ایم پی اے صاحبہ اس پر معافی مانگیں گی۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔ اگلا سوال چودھری عامر سلطان چیمہ صاحب کا ہے۔ جی چیمہ صاحب!

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! سوال نمبر 2359 ہے۔

سرگنگارام ہسپتال لاہور۔اضافی تنخواہوں کی ادائیگی کی انکوائری رپورٹ

*2359: **چودھری عامر سلطان چیمہ:** کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:—

(الف) کیا یہ درست ہے کہ میرے سوال نمبر 223 کا جواب محکمہ صحت کی فہرست سوالات میں مورخہ 08-11-26 میں شامل ہو کر ایوان میں پیش ہوا۔ جس میں محکمہ نے گنگارام ہسپتال کے پانچ افراد کو تین ماہ کی اضافی تنخواہ دینے کا ذکر کیا ہے؟

(ب) کیا اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ ہسپتال کے دیگر کثیر عملہ کی کارکردگی ناقص رہی، اگر ہاں تو جن افراد کی کارروائی معیار کے مطابق نہ رہی ان کے خلاف کیا کارروائی کی گئی، تفصیل سے آگاہ کیا جائے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ سوال کے جواب میں تسلیم کیا گیا ہے کہ تین بنیادی تنخواہیں دینے کے عمل کی قانونی حیثیت کا تعین کرنے کے لئے انکوائری ہو رہی ہے، اگر ہاں تو انکوائری کے نتائج سے آگاہ کیا جائے؟

(د) پانچ ماہ گزر جانے کے باوجود مذکورہ انکوائری مکمل نہ ہونے کی کیا وجوہات ہیں، مکمل تفصیل سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی):

(الف) جی ہاں! یہ درست ہے۔

(ب) اضافی تنخواہ بورڈ آف مینجمنٹ، فاطمہ جناح میڈیکل کالج / سرگنگارام ہسپتال لاہور کی منظوری کے تحت دی گئی ہے۔(کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے) تاہم اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ ہسپتال کے باقی عملہ کی کارکردگی ناقص ہے۔

(ج) سوال نمبر223 کے جواب میں محکمہ نے انکوائری کرنے کا نہیں کہا تھا بلکہ محکمانہ چھان بین کرنے کا کہا تھا(جواب کی کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے)، معاملہ کی چھان بین محکمہ ہذا کی تشکیل کردہ تین رکنی کمیٹی جو سینئر افسران پر مشتمل تھی۔جس کی رپورٹ کے مطابق بورڈ آف مینجمنٹ، فاطمہ جناح میڈیکل / سر گنگارام ہسپتال لاہور کو شیڈول 5"شق نمبر25" بحوالہ پنجاب میڈیکل اینڈ ہیلتھ انسٹیٹیوشنز رولز2003کے تحت honorarium دینے کا مکمل اختیار ہے۔رپورٹ کی کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔honorarium دینے کی منظوری بورڈ آف مینجمنٹ کی 58th میٹنگ میں دی گئی ہے جس کے چیئرمین میاں محبوب احمد، سابقہ چیف جسٹس، لاہور ہائیکورٹ لاہور ہیں۔منٹس کی کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) مذکورہ چھان بین مکمل ہو گئی ہے جس کی تفصیل جز(ج) پر درج ہے۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر!اس میں میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اس سے پہلے بھی میں نے سوال کیا تھا تو اس وقت متعلقہ وزیر صاحب موجود تھے، انھوں نے کہا تھا کہ میں اس کی چھان بین کر کے انکوائری کی رپورٹ ہاؤس میں پیش کروں گا لیکن اس کی رپورٹ مجھے نہیں دی گئی۔اس لئے میں نے دوبارہ اس سوال کو کیا ہے۔اس میں یہ بتایا جائے کہ چھان بین کی رپورٹ یہاں لف تو ہے لیکن وہ کہتے ہیں کہ ان کو honorarium دینے کے پورے اختیارات تھے۔اس میں یہ بتایا جائے کہ محض انہی لوگوں کو honorarium دینے کی کیا وجوہات تھیں؟ان کے قواعد کے مطابق اختیارات کیا ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ بورڈ کو شق 25 کے تحت administrative اختیارات ہیں تو وہ اختیارات تو یہ ہیں کہ honorarium کسی کو بھی دیا جا سکتا ہے لیکن ان خاص لوگوں کو کن وجوہات کی بنیاد پر دیا گیا ہے، باقی سٹاف کا کیا قصور ہے کہ ان کو honorarium نہیں دیا گیا؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت(ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر!پہلے بتایا گیا ہے کہ بورڈ آف مینجمنٹ کے چیئرمین ریٹائرڈ چیف جسٹس ہیں۔ان لوگوں کو بورڈ نے اچھی کارکردگی پر honorarium دیا تھا اس کے علاوہ انکوائری کے لئے جو کہا گیا تھا تو اس میں سیکرٹری ہیلتھ، ایڈیشنل سیکرٹری اور دو ڈپٹی سیکرٹریز پر مشتمل ایک ٹیم نے انکوائری کی ہے اور بتایا ہے کہ یہ بورڈ آف مینجمنٹ اور چیئرمین کی authority تھی اور شق نمبر25 پنجاب میڈیکل اینڈ ہیلتھ انسٹیٹیوشنز رولز2003 میں بورڈ کو اختیار حاصل ہے کہ وہ کسی بھی ملازم، ڈاکٹر اور نرس کو کوئی بھی honorarium اس کی کارکردگی کی بنیاد پر دے

سکتے ہیں۔اس میں انکوائری بھی کرائی گئی ہے۔اس نے بھی اس کو valid قرار دیا ہے۔انھوں نے جو چار آدمی بتائے ہیں ان کو اچھی کارکردگی کی بنیاد پر honorarium دیا گیا ہے اور اس کا تعین بھی بورڈ آف مینجمنٹ نے کیا ہے، بورڈ کی باقاعدہ میٹنگ ہوئی تھی جس کی سربراہی ایک سابقہ چیف جسٹس نے کی تھی۔اس کے بعد یہ فیصلہ ہوا تھا۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر!انھوں نے خود جز(ب)میں کہا ہے "تاہم اس کا مطلب یہ ہر گز نہیں ہے کہ ہسپتال کے باقی عملہ کی کارکردگی ناقص ہے۔"اگر باقی عملہ کی کارکردگی بھی بہتر ہے تو انھیں کیوں honorarium نہیں دیا جا رہا؟ اور اتنے لا محالہ اختیارات بورڈ آف مینجمنٹ کو دے دیئے گئے ہیں ان اختیارات کے مطابق تو یہ جو چاہیں کر سکتے ہیں۔کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ یہ خود کہہ رہے ہیں کہ باقی عملہ کی کارکردگی بھی بہتر ہے تو یہ انہی اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے باقی لوگوں کو بھی honorarium دے دیں۔

جناب سپیکر: بہتر اور بہترین میں تھوڑا سا فرق ہے۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر!کیا فرق ہے؟یہاں کسی جواب میں بہتر اور نہ ہی بہترین کا کوئی لفظ لکھا گیا ہے۔مجھے پتا ہے کہ ان کو honorarium کیوں دیا گیا ہے کیونکہ وہاں کا عملہ concerned ڈاکٹر صاحبان کے ساتھ پرائیویٹ کلینکس پر بھی کام کرتا ہے۔ان کو honorarium صرف اسی وجہ سے دیا گیا ہے کہ یہ ان کے ساتھ پرائیویٹ کلینکس پر کام کرتے ہیں اور ان کے آگے پیچھے ہوتے ہیں، اسی وجہ سے ان کو special honorarium دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: جی، serious allegation لگایا گیا ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت(ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر!یہ honorarium کسی ایم پی اے یا ایم این اے کی سفارش پر دیا جاتا ہے اور نہ ہی ایم ایس کی سفارش پر دیا جاتا ہے۔میں نے پہلے بھی گزارش کی ہے کہ ان میں سے دو لوگ تو ایسے ہیں جو practice کرتے ہی نہیں، ان میں ایک ایڈیشنل ایم ایس ہے اور ایک ڈی ایم ایس ہے۔اس میں ان کی information غلط ہے کہ وہ کلینکس پر کام کرتے ہیں اس کے علاوہ Medical and Dental Health Institutions Rules 2003 گزشتہ حکومت پاس کر گئی تھی اور اسی کے مطابق عمل کرتے ہوئے یہ honorarium دیا گیا ہے۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہر چیز جو گزشتہ حکومت نے پاس کی ہے اگر ان کو وہ پسند نہیں ہے تو اس میں تبدیلی لائی جا سکتی ہے، اس میں ان کو لامحالہ اختیارات دے دیئے گئے ہیں، اس میں یہ کہتے ہیں کہ وہ کلینکس پر کام نہیں کرتے۔ ان کے پاس کیا ثبوت ہے کہ وہ کام نہیں کرتے؟ اگر میں وہ ثبوت ہاؤس میں لا کر دکھادوں کہ پرائیویٹ کلینکس پر کام کرتے ہیں۔ میں تصاویر آپ کے سامنے پیش کر دوں تو کیا پارلیمانی سیکرٹری صاحب ان کے خلاف کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! ہسپتالوں کو autonomy دی گئی ہے اور 1998 سے لے کر 2009 تک تین دفعہ ان کے رولز اور نام change ہوئے ہیں۔ اس وقت ہسپتال autonomous ہیں، ان کو یہ اختیارات حاصل ہیں کہ وہ کسی شخص کو honorarium دیں۔ اس کے علاوہ معزز ایم پی اے صاحب نے جو بات کی ہے تو اس پر ہم انکوائری کروائیں گے، یہ ہمیں ثبوت دے دیں اگر یہ بات ثابت ہو گئی تو ذمہ داران کے خلاف کارروائی کی جائے گی۔

جناب سپیکر: آپ ایم پی اے صاحب کو اس ذمہ داری میں نہ ڈالیں اور خود اپنے طور پر اس کی تحقیق کریں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! اس میں یہ ہمیں کوئی درخواست دے دیں تاکہ ہم اس پر انکوائری کر سکیں۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! میں کیوں درخواست دوں؟

جناب سپیکر: نہیں، نہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! ایک انکوائری ہو گئی ہے اور دوسری ہم کروا لیتے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، مزید انکوائری کروائیں۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! پہلی انکوائری صرف honorarium کے حوالے سے ہوئی ہے، ان کے پرائیویٹ کلینکس پر کام کرنے کے حوالے سے نہیں ہوئی۔ انکوائری نہیں ہوئی بلکہ یہی کہا گیا ہے کہ چونکہ clause 25 کے تحت اُن کو honoraria دینے کا مکمل اختیار ہے لہذا ہم اس پر مزید probe نہیں کریں گے۔

جناب سپیکر: آپ کی نشاندہی پر انہوں نے بتا دیا ہے۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! اب اُن کو honoraria دے دیا گیا ہے لیکن پرائیویٹ کلینک میں کام کرنے کے حوالے سے پارلیمانی سیکرٹری صاحب ذاتی طور پر خود ہی انکوائری کر لیں۔ شکریہ

جناب سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب! آپ اس کی انکوائری کریں۔ اگلا سوال جناب محمد شفیق خان صاحب کا ہے۔

جناب محمد شفیق خان: جناب سپیکر! میرا سوال نمبر2624 ہے اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ٹی ایچ کیو ہسپتال ٹیکسلا میں منظور شدہ اسامیاں و دیگر تفصیلات

*2624: جناب محمد شفیق خان: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ٹی ایچ کیو ہسپتال ٹیکسلا میں ڈاکٹروں اور پیرا میڈیکل سٹاف کی منظور شدہ اسامیاں کتنی ہیں تفصیل گریڈ وار اور اسامی وار بتائیں؟

(ب) کتنی اسامیاں خالی ہیں اور کتنی پُر ہیں، خالی اسامیوں کی تفصیل گریڈ وار اور اسامی وار بتائیں، خالی اسامیاں کب تک پُر کر دی جائیں گی؟

(ج) گائنی کی کتنی اسامیاں ہیں، کتنی اسامیاں کب سے خالی ہیں اور خالی اسامیاں کب تک پُر کر دی جائیں گی؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی):

(الف) ٹی ایچ کیو ہسپتال ٹیکسلا میں ڈاکٹروں کی منظور شدہ اسامیوں کی کل تعداد30 ہے جبکہ پیرا میڈیکل سٹاف بشمول نرسوں کی منظور شدہ اسامیوں کی کل تعداد100 ہے جن کی تفصیل گریڈ وار اور اسامی وار(الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) کل منظور شدہ اسامیوں میں سے 97اسامیاں پُر ہیں جبکہ 33اسامیاں خالی ہیں جن کی تفصیل (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔چونکہ ڈاکٹروں کی کنٹریکٹ پر تعیناتی کا سلسلہ فی الحال بند کر دیا گیا ہے اسی لئے ان کی مزید بھرتی اب بذریعہ PPSC ریگولر بنیادوں پر کرنے کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔ اس سلسلے میں لیڈی ڈاکٹروں کی ریگولر بھرتی کے لئے پبلک

سروس کمیشن میں انٹرویو شروع ہو رہے ہیں اور میل ڈاکٹروں کے لئے اخباروں میں اشتہار آ چکا ہے۔ سپیشلسٹ کی کمی کو جلد دُور کرنے کے لئے ان کو ایڈہاک بنیادوں پر بھرتی کے لئے اشتہار دے دیا گیا ہے۔ مزید یہ کہ گریڈ 5 سے 16 تک بھرتی پر پابندی ہے جو نہی یہ پابندی ختم ہو گی یہ اسامیاں بھی پُر کر دی جائیں گی۔

(ج) گائنا کالوجسٹ کی دو اسامیاں ہیں اور ایک گائنا کالوجسٹ کام کر رہی ہے۔ دوسری اسامی 03-02-09 سے خالی ہے جس کو ایڈہاک پر پُر کرنے کے لئے اشتہار دے دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

جناب محمد شفیق خان: جناب سپیکر! پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ THQ ہسپتالوں میں ایم ایس کی تعیناتی کے لئے کیا criteria ہے؟ اس کے علاوہ انہوں نے THQ ٹیکسلا کی جو vacancy position دی ہے اس میں میڈیکل سپرنٹنڈنٹ گریڈ 19 کا ہے جبکہ تحصیل ٹیکسلا میں ایم ایس صاحب گریڈ 17 کے ہیں۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ راولپنڈی میں کتنے THQs ہیں جہاں ایم ایس گریڈ 17 کے ہیں اور انہیں وہاں کیوں تعینات کیا گیا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! یہ تو fresh question بنتا ہے کیونکہ ان کے دیئے گئے سوال میں یہ شامل نہیں ہے۔ ان کا سوال یہ تھا کہ THQ ہسپتال ٹیکسلا میں ڈاکٹر کتنے ہیں جس کا ہم نے جواب دیا ہے کہ کل 30 ڈاکٹر ہیں جن میں سے 28 ڈاکٹر، ایک حکیم اور ایک ہومیو ڈاکٹر ہے۔ اس کے علاوہ paramedical staff کا بتایا ہے کہ 100 اسامیاں ہیں۔ اگر یہ سوال کرنا چاہ رہے ہیں تو جمع کرا دیں ہم اُس کا جواب دے دیں گے۔

جناب محمد شفیق خان: جناب سپیکر! یہ تو کوئی information نہیں ہے۔ اصل میں بات یہ ہے کہ وہاں پر ایم ایس گریڈ 17 کے تعینات ہیں لیکن اُن کے ماتحت گریڈ 19 کے تین ڈاکٹر کام کر رہے ہیں جن کے میں یہاں پر نام بھی بتا سکتا ہوں۔ میں اِن سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہاں پر گریڈ 17 کے ایم ایس کی تعیناتی کیوں ہوئی ہے حالانکہ گریڈ 19 کی post ہے اس حوالے سے یہ بتا دیں؟

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! ہم اس کی انکوائری کرا لیتے ہیں کہ وہاں پر گریڈ 17 کا آدمی کیسے لگا ہے؟ جیسے ہمارے Teaching Hospitals ہیں وہاں پر ایم ایس گریڈ

19یا20 کا ہوتا ہے لیکن وہاں پر کام کرنے والے پرنسپل اور پروفیسر گریڈ20 کے ہوتے ہیں۔ ہمارے ہسپتال اور میڈیکل کالج کا رشتہ attachment کا ہے۔ ایم ایس گریڈ19 کے بھی لگے ہوئے ہیں اور پرنسپل گریڈ20اور21 کے بھی ہیں۔ ہمارے پنجاب میں تقریباً تمام پروفیسر گریڈ20 کے ہیں۔ ہمیں کئی دفعہ یہ مشکلات ہوتی ہیں کہ administrative cadre میں سینئر لوگ نہیں ملتے اور teaching cadre میں لوگ سینئر ہوتے ہیں اس لئے انہیں گریڈ مل جاتا ہے۔

جناب محمد شفیق خان: جناب سپیکر! پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے فرمایا ہے کہ یہ اس کی انکوائری کرائیں گے۔ میں ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ کب تک انکوائری کرا لیں گے؟ دوسری بات یہ ہے کہ جو لوگ ان کے نیچے بیٹھے ہوئے ہیں وہ گریڈ18اور19 کے ہیں۔ وہاں پر تین ڈاکٹر گریڈ19 کے موجود ہیں ایک کا نام ڈاکٹر عباد دوسرے کا نام ڈاکٹر شاہد رضا اور تیسرے کا نام معلوم نہیں ہے۔ مجھے یہ time frame بتا دیں کہ یہ کب تک انکوائری کرائیں گے، اگر ان کی انکوائری میں کوئی بات ثابت ہوئی تو اُس پر یہ کیا action لیں گے؟ میرے خیال میں تو یہ کوئی action نہیں لے سکتے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! انہوں نے خود ہی بتا دیا ہے کہ ہم action نہیں لیں گے۔ میں گزارش یہ کر رہا تھا کہ تمام DHQ, THQ اور Teaching Hospitals میں teaching cadre کے Consultant and Specialist ایک علیحدہ cadre ہے اور وہ گریڈ 18,19 اور 20 میں لگتے ہیں لیکن administrative cadre کے گریڈ مختلف ہیں۔ کئی ہسپتالوں میں یہ ہوتا ہے کہ اگر ایم ایس گریڈ18 کا ہے تو اُسی ہسپتال میں اُس کے نیچے Specialist گریڈ20 میں کام کر رہا ہے اس لئے یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے کیونکہ یہ cadre کا معاملہ ہے۔ انتظامی امور کے لئے کوئی بھی شخص اگر basic requirement پوری کر لے تو ایم ایس لگ سکتا ہے اس لئے میں نے پہلے بھی گزارش کی ہے کہ یہ صرف تحصیل ٹیکسلا میں نہیں ہے بلکہ 36اضلاع اور 17 میڈیکل کالجوں میں یہ practice چل رہی ہے۔

جناب محمد شفیق خان: جناب سپیکر! میں نے اس کے علاوہ بھی ایک سوال کیا تھا کہ راولپنڈی ڈویژن میں کتنے ایسے THQs ہیں جہاں پر ایم ایس گریڈ17 کے لگے ہوئے ہیں؟

جناب سپیکر: انہوں نے گنتی کر کے بتایا تو ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! یہ نیا سوال بنتا ہے۔

محترمہ انجم صفدر: جناب سپیکر! ضمنی سوال کرنا ہے۔

MR SPEAKER: No supplementary question from this side.

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میرا ایک ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: نہیں، اب اس پر ضمنی سوال نہیں ہوگا۔

جناب محمد شفیق خان: جناب سپیکر! پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے بتایا ہی نہیں کہ راولپنڈی ڈویژن میں کتنے THQs ہیں جہاں پر ایم ایس گریڈ17 کے لگے ہوئے ہیں؟

جناب سپیکر: وہ فرمار ہے ہیں کہ اس پر آپ fresh question دیں تو پھر بتائیں گے۔

جناب محمد شفیق خان: جناب سپیکر! وہ انکوائری کا ٹائم بھی بتادیں کہ کب تک کر لیں گے؟

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری صاحب! انکوائری کا ٹائم بتائیں کہ کتنے دن میں انکوائری ہو گی اور کب تک مکمل رپورٹ بنا کر بتائیں گے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! آپ کے حکم کی تعمیل میں انشاء اللہ ایک ہفتے میں انکوائری ہو جائے گی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! ایک ہفتے بعد تو اجلاس ہی ختم ہو جائے گا لیکن انکوائری کرنا تو صرف ایک گھنٹے کی بات ہے۔

جناب سپیکر: ایک گھنٹے میں انکوائریاں نہیں ہوتیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! آج کل communication میں بڑی ترقی ہو گئی ہے اور یہ ابھی لابی سے باہر جا کر پوچھ سکتے ہیں۔

جناب سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب! 25۔جنوری سے پہلے پہلے انکوائری کر کے رپورٹ ہاؤس کو دی جائے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! بالکل تعمیل ہو گی۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ شفیق خان صاحب! اگلا سوال بھی آپ کا ہے۔

جناب محمد شفیق خان: میرا سوال نمبر2626 ہے اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

پی پی۔7 کے RHCs اور BHUs کی تفصیلات

*2626: جناب محمد شفیق خان: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :۔

(الف) پی پی۔7 راولپنڈی میں کتنے RHCs اور BHUs ہیں؟

(ب) کون کون سے BHUs اور RHCs میں ڈاکٹروں اور پیرا میڈیکل سٹاف کی اسامیاں خالی ہیں، خالی اسامیاں کب تک پُر کر دی جائیں گی؟

(ج) ان میں سے کون کون سے BHUs اور RHCs میں ایکسرے مشینیں ہیں اور ان میں سے کتنی چالو اور کتنی خراب ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی):

(الف) پی پی۔7 راولپنڈی میں کوئی RHC نہ ہے جبکہ مندرجہ ذیل آٹھ BHUs ہیں:۔

I) بی ایچ یو بنجیال (Binjial)،
II) کولیاں حمید (Kolian Hameed)،
III) کڑھائی میال (Karhai Mial)،
IV) چکری (Chakri)،
V) ہرنیاں والا (Harnianwala)،
VI) عثمان کھٹار (Usman Khattar)،
VII) سالار گاہ (Salargah)،
VIII) چاہان (Chahan)

(ب) تمام BHUs میں ڈاکٹر کام کر رہے ہیں جبکہ پیرا میڈیکل سٹاف کی خالی اسامیوں کی تفصیل (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ بھرتی پر گورنمنٹ آف پنجاب کی طرف سے پابندی ہے۔ جیسے ہی پابندی ختم ہو گی خالی اسامیوں کو پُر کیا جائے گا۔

(ج) کسی بھی BHU میں ایکسرے مشین حکومت پنجاب کی طرف سے منظور نہ ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

جناب محمد شفیق خان: جناب سپیکر! میرا پہلا ضمنی سوال یہ ہے کہ حلقہ پی پی۔7 کے BHUs میں ماں اور بچے کی صحت کا جو پروگرام ہے اُس کے تحت کتنے فنڈز دیئے گئے ہیں؟ دوسرا میرا سوال یہ ہے کہ حکومت کی کیا پالیسی ہے کہ ہر یونین کونسل میں ایک BHU ہوتا ہے یا ایک سے زیادہ بھی ہو سکتے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! سوال کا پہلے حصے کے حوالے سے fresh question بنتا ہے۔ جہاں تک یونین کونسل میں BHU کی بات کی ہے تو اس حوالے سے وزیر اعلیٰ صاحب کی پہلی ترجیح صحت اور اُس کے بعد تعلیم ہے۔ میں آپ کے علم میں لانا چاہتا ہوں کہ recently ہم نے چھ موبائل ہیلتھ یونٹ منگوائے ہیں جو پسماندہ ترین سیلاب زدہ اضلاع میں کام کر رہے ہیں۔ اسی طرح پچاس موبائل ہیلتھ یونٹ اسی سال آ رہے ہیں اور وزیر اعلیٰ صاحب کا یہ vision ہے کہ ہم نے ہر تحصیل کی سطح پر ایک موبائل ہسپتال دینا ہے۔ نئے موبائل ہسپتال جدید طرز پر چلتے پھرتے مکمل ہسپتال ہیں جن میں ایکسرے مشین، الٹراء ساؤنڈ مشین اور بہترین لیبارٹری موجود ہے۔ وہ لیبارٹری ایسی ہے جو پانچ سے پچیس منٹ تک تقریباً 90 فیصد results دے دیتی ہے۔ ان موبائل ہسپتالوں کا افتتاح ہم نے کر دیا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ پچاس کے بعد یہ تعداد ڈیڑھ سو تک ہو جائے گی اور وہ دن دُور نہیں جب ہر تحصیل پر ایک موبائل ہسپتال available ہو گا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب محمد شفیق خان: جناب سپیکر! میں نے سوال اور کیا تھا۔ میں نے یہ پوچھا ہے کہ ماں اور بچے کی صحت کے پروگرام کے تحت کتنے فنڈز دیئے گئے ہیں اور وہ فنڈز کس کس چیز پر خرچ ہوئے ہیں؟ میں ایک اور سوال بھی پوچھنا چاہتا ہوں کہ بجٹ پیش کئے ہوئے تقریباً چھ ماہ ہو چکے ہیں لیکن آج تک کسی بھی BHU میں ادویات نہیں خریدی گئیں۔ مجھے پارلیمانی سیکرٹری صاحب بتادیں کہ یہ ادویات BHUs کو کب تک خرید کر فراہم کر دیں گے؟

جناب سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب! ماں اور بچے کی صحت کے لئے کتنے پیسے آپ نے خرچ کئے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! یہ بھی fresh question بنتا ہے کیونکہ اس کے لئے ہمیں information لینا پڑے گی۔ ان چیزوں کا ذکر سوال میں نہیں ہے لیکن فاضل ممبر اب بتا رہے ہیں لہذا ہم اس کا جواب لے کر بتادیں گے۔

جناب سپیکر: باقی باتوں کا بھی جواب دے دیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! ان کے دونوں سوال نئے ہیں۔ انہوں نے پوچھا ہے کہ ماں اور بچے کی صحت پر کتنے فنڈز چاہئیں اور دوسرا ادویات کے بارے میں پوچھا ہے جو دونوں نئے سوال بنتے ہیں۔

جناب سپیکر: آپ یہ تو بتائیں کہ BHUs میں ادویات بھیج رہے ہیں یا نہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! ہمارے پاس تقریباً 125 قسم کی ادویات ہیں جو ہم تمام ہسپتالوں اور BHUs میں بھیجتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ ہماری حکومت نے صحت کا بجٹ 11۔ارب سے 45۔ارب روپے کیا ہے اور ادویات کے لئے 6 بلین روپے مختص کئے گئے تھے۔ ہم ensure کر رہے ہیں کہ Teaching Hospitals سے لے کر BHUs تک ادویات کی فراہمی بلا تعطل جاری رہے۔

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! ضمنی سوال۔

جناب سپیکر: نہیں، ابھی جنہوں نے سوال پر محنت کی ہے اُن کو تو پوچھ لینے دیں۔

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: چلیں، ان کے بعد میرا نمبر آ جائے گا؟

جناب سپیکر: جی، دیکھ لیتے ہیں۔

جناب محمد شفیق خان: جناب سپیکر! میرے حلقہ پی پی۔7 کے کسی بھی BHU میں ابھی تک ادویات دی گئی ہیں اور نہ ہی اُن کے لئے خریدی گئی ہیں۔ پارلیمانی سیکرٹری صاحب بتائیں کہ یہ کب تک خرید کر دیں گے یا ڈسٹرکٹ ہیلتھ آفیسر خود ہی خریدیں گے؟

جناب سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب! وہ کہہ رہے ہیں کہ میرے حلقہ پی پی۔7 کے کسی بھی BHU میں آج تک کوئی دوائی نہیں بھیجی گئی؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! ہم اس کی بھی انکوائری کرا لیتے ہیں۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو کارروائی کی جائے گی لہذا یہ مجھے BHU کا نام بتا دیں تاکہ ہم آج ہی انکوائری کر لیں۔

جناب سپیکر: جی، گوندل صاحب!

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! یہ ہماری side کا سوال ہے۔

جناب سپیکر: آپ رہنے دیں کیونکہ وہ بڑی دیر سے کھڑے ہوئے ہیں۔

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: بہت شکریہ۔ ہم بھی تقریباً اپوزیشن میں ہی ہیں لہذا آپ بیٹھ جائیں۔

جناب سپیکر: میجر صاحب! آپ اُن سے بات نہ کریں۔ مجھ سے مخاطب ہو کر بات کریں۔

میجر (ریٹائرڈ)ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! وہ کہتے ہیں کہ ہم اپوزیشن والوں کا حق ہے لیکن میں نے کہا کہ ہم بھی تقریباً اپوزیشن میں ہی ہیں لہذا ہمیں بھی موقع دیا کریں۔

جناب سپیکر: کیا آپ اس بات پر خوش ہوتے ہیں جو آپ کر رہے ہیں؟

میجر (ریٹائرڈ)ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! اس پر بات چیمبر میں کریں گے۔

جناب سپیکر: اچھا ٹھیک ہے۔

میجر (ریٹائرڈ)ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! میری ایک observation بھی ہے کہ B.H.U ایک obsolete idea ہو چکا ہے۔ منڈی بہاؤالدین کے کسی بھی B.H.U میں proper ادویات کی supply ہو رہی ہے اور نہ وہاں پر کوئی ڈاکٹر جانے کے لئے کوئی ڈاکٹر تیار ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں میری ایک تجویز ہے کہ کیا پارلیمانی سیکرٹری صاحب اس پر سنجیدگی سے سوچ کر عمل کرنے پر تیار ہیں کہ B.H.U کو ختم کیا جائے اور چند ایک یونین کونسلوں میں R.H.Cs بنائے جائیں، یہاں پر ضائع ہونے والے پیسوں کو کسی سکول یا دستکاری سکول میں convert کیا جائے تاکہ حکومت کا ضائع ہونے والا پیسا بچ جائے۔

جناب سپیکر: آپ کا ضمنی سوال نہیں بنتا بلکہ یہ ایک تجویز ہے اور آپ pre budget بحث کے دوران اپنی بات کریں، اب آپ تشریف رکھیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

محترمہ سیمل کامران: شکریہ۔ جناب سپیکر! جز(ب) میں جواب دیا ہے کہ "پیرا میڈیکل سٹاف کی خالی اسامیوں کی بھرتی پر چونکہ حکومت پنجاب نے پابندی لگائی ہوئی ہے اس لئے انہیں fill نہیں کیا گیا" جبکہ جز(ج) میں فرماتے ہیں کہ "کسی بھی B.H.U میں ایکسرے مشین حکومت پنجاب کی طرف سے منظور نہ ہے"۔ میں پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے پوچھنا چاہتی ہوں کہ جس طرح پیرا میڈیکل سٹاف کی بھرتی پر حکومت پنجاب نے ban لگایا ہوا ہے تو کیا بیمار ہونے پر بھی ban لگایا ہوا ہے؟ B.H.U میں ایکسرے مشین نہیں ہے تو یہاں رہنے والے لوگ جب بیمار ہوتے ہیں تو انہیں اپنی بیماری diagnose کرانے کے لئے بڑا ذلیل و خوار ہونا پڑتا ہے۔

جناب سپیکر: R.H.Cs میں یہ سہولت موجود ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت(ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! امریکہ ہو یا کینیڈا دنیا میں کسی بھی B.H.Us میں ایکسرے مشین نہیں ہوتی۔ جیسے میں نے پہلے گزارش کی تھی کہ موبائل ہسپتالوں میں یہ تمام سہولتیں موجود ہیں اور B.H.Us سے ہم مریض کو transfer کرتے ہیں۔ ان ہسپتالوں میں male اور female ڈاکٹروں کے علاوہ delivery کا انتظام بھی موجود ہے۔ وہاں ڈاکٹروں اور نرسوں کو ہم special packages دے رہے ہیں تاکہ وہ ان علاقوں میں پہنچیں جہاں پر B.H.Us کام نہیں کر رہے۔

جناب سپیکر: اگلا سوال محترمہ زوبیہ رباب ملک صاحبہ کا ہے۔

محترمہ سمیل کامران: On her behalf سوال کا نمبر 2675 ہے۔(معزز ممبر نے محترمہ زوبیہ رباب ملک کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا۔)

جناب سپیکر: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ٹی ایچ کیو بھلوال کی ایمبولینسز و دیگر مشینری کی تفصیلات

*2675: **محترمہ زوبیہ رباب ملک:** کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:–

(الف) ٹی ایچ کیو بھلوال میں کتنی ایمبولینسز اور ایکسرے مشینیں ہیں؟

(ب) ان کی دیکھ بھال پر مالی سال 08۔2007 اور 09۔2008 کے دوران کتنی رقم خرچ ہوئی؟

(ج) ان میں کتنی ایمبولینسز اور ایکسرے مشینیں کب سے خراب ہیں؟

(د) ان کی مرمت کے لئے حکومت کیا اقدامات اٹھا رہی ہے؟

(ہ) اس ہسپتال کو ہیلتھ سیکٹر ریفارمز پروگرام کے تحت مالی سال 08۔2007 اور 09۔2008 کے دوران کتنی گرانٹ کس کس مقصد کے لئے فراہم کی گئی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت(ڈاکٹر سعید الٰہی):

(الف) ٹی ایچ کیو ہسپتال بھلوال میں 2 عدد ایمبولینسز اور 2 عدد ایکسرے مشینیں کام کر رہی ہیں۔

(ب) ان کی دیکھ بھال پر 08-2007 میں -/140000 روپے خرچ ہوئے تھے اور 09-2008 کے لئے -/150000 روپے فراہم کئے گئے ہیں جو ابھی خرچ نہیں ہوئے ہیں۔

(ج) کوئی بھی ایمبولینس اور ایکسرے مشین خراب نہیں ہے۔

(د) جب بھی کوئی ایمبولینس یا ایکسرے مشین خراب ہو گی تو اقدامات کئے جائیں گے۔

(ہ) اس ہسپتال کو سال 2007-08 میں ہیلتھ سیکٹر ریفارمز کے تحت -/1788000 روپے اور 2008-09 میں -/1486000 روپے میڈیکل سٹاف کو بطور الاؤنس فراہم کئے گئے تھے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! جواب میں فرمایا ہے کہ "T.H.Q بھلوال میں ایمبولینسز اور ایکسرے مشین خراب نہ ہیں۔" on the other hand یہ کہہ رہے ہیں کہ ان کے پاس "دو عدد ایمبولینسز اور دو عدد ہی ایکسرے مشینیں کام کر رہی ہیں"۔ بھلوال ایک بہت پرانی اور بڑی تحصیل ہے۔ معزز پارلیمانی سیکرٹری صاحب بتائیں گے کہ کیا دو ایمبولینسز اور دو ایکسرے مشینیں وہاں کی آبادی کو cater کرنے کے لئے کافی ہیں کیونکہ اگر ایک خراب ہو جائے تو اس صورت میں کیا لائحہ عمل اختیار کیا جاتا ہے؟

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! وہاں پر دو ایمبولینسز موجود ہیں اور اگر ان میں سے ایک خراب ہو تو دوسری کام کرتی ہے۔ اگر مزید کوئی مشکل ہو تو دیگر ہسپتالوں یعنی T.H.Q یا D.H.Q سے ایمبولینس منگوا کو مریض کو shift کر دیا جاتا ہے جبکہ صوبہ کے 19 اضلاع میں 1122 کی سروس بھی دستیاب ہے اس لئے کوئی مشکل پیش نہیں آتی۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! جز (ہ) میں ہے کہ "ہیلتھ سیکٹر ریفارم پروگرام کے تحت 2007-08 میں ملنے والی رقم میڈیکل سٹاف کو بطور الاؤنس دے دی"۔ میرے خیال میں اسے لوگوں کے لئے مزید آسانیاں پیدا کرنے کی غرض سے ادویات اور latest equipment کی فراہمی پر خرچ کرنا چاہئے تھا تو میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا ہیلتھ سیکٹر ریفارم پروگرام میڈیکل سٹاف کے الاؤنس کے لئے فنڈ رکھا گیا تھا؟

جناب سپیکر: جی، ڈاکٹر صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! Donors رقم دیتے وقت بتاتے ہیں کہ یہ کہاں پر خرچ ہو گی۔ ہم اس رقم کو اپنی مرضی سے خرچ نہیں کر سکتے۔ تنخواہوں اور خریدنے والی ادویات کا بجٹ منظور ہوتا ہے جسے باقاعدہ ان کے مینجرز monitor کرتے ہیں۔

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

محترمہ خدیجہ عمر: شکریہ۔ جناب سپیکر! جز(ج) میں کہا گیا ہے کہ "کوئی ایمبولینس یا ایکسرے مشین خراب نہیں ہے۔" جبکہ جز(د) میں ہے کہ "جب بھی کوئی ایمبولینس یا ایکسرے مشین خراب ہو گی تو اقدامات کئے جائیں گے"۔ میں ان سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ کیا یہ خراب ہونے والی مشینری کو ٹھیک کروانے کے لئے لاہور میں کروڑوں روپے کی لاگت سے بننے والی equipment repair workshop سے فائدہ اٹھاتے ہیں؟

جناب سپیکر: جی، ڈاکٹر صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! پہلی بات یہ کہ ایمبولینس میڈیکل ورکشاپ میں مرمت نہیں ہوتی بلکہ وہ ایک عام ورکشاپ سے ہی مرمت ہو گی جبکہ ایکسرے مشینیں تقریباً اکثر اضلاع خود خریدتے ہیں اور خریدتے وقت کمپنی کے ساتھ ان کا agreement ہوتا ہے جس میں repair and warranty بھی شامل ہوتی ہے مثلاً Siemens کمپنی کی مشین کی مرمت ان کی اپنی کمپنی ہی کرتی ہے اس لئے خود مختار ہسپتالوں یا D.H.Q میں جہاں جہاں contract ہوا ہے وہ لوگ خود ذمہ دار ہیں۔

جناب سپیکر: اگلا سوال بھی محترمہ زوبیہ رباب ملک صاحبہ کا ہے۔

محترمہ آمنہ الفت: On her behalf سوال کا نمبر 2678 ہے۔ (معزز ممبر نے محترمہ زوبیہ رباب ملک کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا) جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

تحصیل بھلوال میں بی ایچ یوز اور آر ایچ سیز کا قیام

*2678: **محترمہ زوبیہ رباب ملک:** کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) تحصیل بھلوال (سرگودھا) میں کتنے آر ایچ سیز اور بی ایچ یوز کس کس یونین کونسل میں قائم ہیں؟

(ب) جن یونین کونسلز میں یہ سنٹرز نہیں ہیں ان کے نام کیا ہیں؟

(ج) کیا حکومت ان یونین کونسلز میں بی ایچ یوز یا آر ایچ سیز قائم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی):

(الف) تحصیل بھلوال میں ایک THQ، تین RHCs اور 19 BHUs ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:-

تفصیل آر ایچ سیز

نمبر شمار	نام آر ایچ سی	نام یونین کونسل
1	میانی	U/C No.4
2	بھیرہ	U/C 8 & 9
3	پھلروان	U/C No. 28

تفصیل بی ایچ یوز

نمبر شمار	نام بی ایچ یو	نام یونین کونسل	نمبر شمار	نام بی ایچ یو	نام یونین کونسل
1	چک سیدا	U/C N0.2	2	کلیان پور	U/C No.3
3	حضور پور	U/C No. 6	4	ہاتھی ونڈ	U/C No.10
5	علی پور سیداں	U/C No.11	6	نبی شاہ خورد	U/C No. 12
7	چک مبارک	U/C No. 13	8	رتوکالا	U/C No. 15
9	رکھ چراگاہ	U/C No. 16	10	چک نمبر ML-10	U/C No. 17
11	پرانا بھلوال	U/C No. 18	12	چک نمبر 18/NB	U/C No. 19
13	چک نمبر 10/NB	U/C No. 20	14	چبہ پرانا	U/C No. 21
15	چک نمبر 8/ML	U/C No. 21	16	دھوری	U/C No. 27
17	سالم	U/C No. 29	18	دیوال	U/C No. 30
19	چک نمبر 2/NB	U/C No. 22			

(ب) جن یونین کونسلز میں بی ایچ یوز موجود نہ ہیں ان کی تفصیل درج ذیل ہے:-

(1) مڈھ پرگنا، یو سی نمبر 1

(2) کوٹ احمد خان، یو سی نمبر 5

(3) فتح گڑھ، یو سی نمبر 7

جبکہ سردار پور نون، یو سی نمبر 14 میں بی ایچ یو کی عمارت زیر تعمیر ہے جو کہ اس سال مکمل ہو جائے گی۔

(ج) فتح گڑھ یو سی نمبر 7 میں بھوجی کوٹ میں بی ایچ یو بنانے کا منصوبہ زیر غور ہے جس پر تخمینہ لاگت -/9.990 ملین روپے سال 09-2008 میں بلڈنگ تعمیر کرنے کے لئے (MPA) گرانٹ منظور ہو چکی ہے۔

مٹھ پر گنا یونین کونسل نمبر 1، کوٹ احمد خان، یونین کونسل نمبر 5 میں بی ایچ یوز بنانے کے لئے اگلے مالی سال کے ترقیاتی پروگرام 10-2009 میں شامل کرنے کی تجویز زیر غور ہے۔
کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! جواب میں T.H.Q, R.H.Cs and B.H.Us کی تفصیل ہے لیکن اس تفصیل میں چک نمبر 6 کا ذکر نہیں ہے کیونکہ یہاں پر کسی قسم کا B.H.U نہیں ہے۔ مذکورہ چک کے علاقے میں میرا سسرال ہے اور میں جانتی ہوں کہ وہاں پر حویلی سیالاں اور دیگر آبادیاں وقت کے ساتھ ساتھ کافی گنجان آباد ہو چکی ہیں تو کیا وہاں پر مزید B.H.Us اور Health Centres قائم کرنے کا کوئی ارادہ یا planning میں شامل ہے؟

جناب سپیکر: چک نمبر 6 یونین کونسل ہے؟

محترمہ آمنہ الفت: جی، نہیں۔ یونین کونسل تو نہیں ہے۔

جناب سپیکر: محترمہ! B.H.Us یونین کونسل کی سطح پر ہوتے ہیں۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! اس چک کے علاقے میں آبادی کافی تیزی کے ساتھ پھیل رہی ہے۔ اس آبادی کے حوالے سے میں سمجھتی ہوں کہ یہ بہت کم ہے اور further تو کیا یہ ارادہ رکھتے ہیں یا ان کے plan میں شامل ہے کہ گنجان آباد علاقوں میں مزید ہیلتھ سنٹرز قائم کئے جائیں کیونکہ وہاں پر راستے بہت لمبے لمبے ہیں جبکہ خواتین اور بچوں کی صحت کے حوالے سے وہ علاقہ اتنا زیادہ backward ہے کہ ایک سے دوسری جگہ پہنچنے کے لئے کافی وقت لگ جاتا ہے۔ میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ زچگی کے دوران خواتین کی شرح اموات بھی اسی وجہ سے زیادہ ہے۔ کیا آبادی کے حساب سے یہاں پر صحت کے سنٹرز میں اضافہ کا کوئی ارادہ ہے؟

جناب سپیکر: جی، ڈاکٹر صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! اتنی لمبی بات کی ہے تو مجھے کوئی سمجھ نہیں آئی اگر دوبارہ بتا دیں تو میں ان کی بات کا جواب دے سکتا ہوں۔

جناب سپیکر: یہ ضمنی سوال ہے اور وہ چک نمبر 6 کی بات کر رہی ہیں۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! میں نے ایک سیدھی سی بات پوچھی ہے کہ آبادی کے حساب سے وہاں پر مزید Health Centres بڑھانے کا کوئی ارادہ ہے، اس میں کون سی ایسی بات اور کون سی ایسی

کیمسٹری پوشیدہ ہے۔ مجھے ان کے پروگرام بہت پوشیدہ لگتے ہیں تو کیا انہوں نے اس حوالے سے کبھی بیٹھ کر سوچا ہے یا اس پر کوئی working کرنی ہے یا نہیں؟

جناب سپیکر: جی، ڈاکٹر صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! میری سمجھ میں اب بھی کچھ نہیں آیا لیکن یہی بات سمجھ آئی ہے کہ وہ اپنے سسرال کے گاؤں میں B.H.U بنوانا چاہتی ہیں۔ ان کے علم میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ یونین کونسل کی سطح سے نیچے کہیں پر بھی B.H.U نہیں بنتا۔ دوسری بات کہ حکومت اسی مسئلے کو حل کرنے کے لئے اگلے دو سالوں میں تحصیل کی سطح پر 150 چلتے پھرتے "موبائل" ہسپتال منگوانے کا باقاعدہ ایک پروگرام رکھتی ہے اس کے لئے اخبارات میں اشتہار دیں گے، مساجد میں اعلانات کروائیں گے اور گلی محلوں میں بینرز اور پوسٹرز لگوائیں گے اور ان کے علاقے میں بھی چلتا پھرتا ہسپتال پہنچ جائے گا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! انہوں نے جواب میں کہا ہے کہ "یونین کونسل نمبر 14 میں B.H.U کی عمارت زیر تعمیر ہے جو کہ ایک سال میں مکمل ہو جائے گی" لیکن یہ عمارت کب سے زیر تعمیر ہے؟

جناب سپیکر: جی، ڈاکٹر صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! مختلف ہسپتال یا اداروں کے phases ہوتے ہیں، budgeting ہوتی ہے۔۔۔

محترمہ آمنہ اُلفت: یہ صرف یہ بتادیں کہ وہ کب سے زیر تعمیر ہے؟ میں یہ سمجھ لوں گی کہ ان کے پاس ساری information موجود ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہیٰ): اس میں گزارش یہ ہے کہ جو موجودہ سال 2011 ہے انشاء اللہ اسی میں اس کی تکمیل ہو گی۔

محترمہ آمنہ اُلفت: مجھے یہ بھی پتا ہے کہ انہوں نے لکھ دیا ہے کہ ایک سال میں بن جائے گی لیکن ان کو یہ بھی پتا ہونا چاہئے کہ وہ کب سے بن رہی ہے اور کب تک بنے گی؟ انہیں یہ نہیں پتا کہ کب سے زیر تعمیر ہے تو انہیں وہاں کا خاک پتا ہے؟

جناب سپیکر: اس بات کو چھوڑیں، ڈاکٹر صاحب! یہ بتائیں کہ یہ کب تک مکمل ہو جائے گی؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الہٰی): جناب سپیکر! جو ہمارا Financial Year 2011 ہے اس میں یہ انشاء اللہ مکمل ہو جائے گی۔

جناب سپیکر: مہربانی کریں، اب مجھے آگے چلنے دیں۔ اگلا سوال محترمہ ثمینہ نوید کا ہے۔۔۔ تشریف نہیں رکھتیں لہذا یہ سوال dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال بھی انہی کا ہے۔۔ تشریف نہیں رکھتیں یہ بھی dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال رانا صاحب کا ہے۔

رانا محمد اقبال خان: جناب سپیکر! سوال نمبر 2836 ہے۔

جناب سپیکر: کیا اسے پڑھا ہوا تصور کیا جائے؟

رانا محمد اقبال خان: جواب کو پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

عورتوں کی ڈیڈ باڈیز کا پوسٹمارٹم کرنے کے لئے خواتین ڈاکٹروں کی تعیناتی کا معاملہ

*2836: **رانا محمد اقبال خان:** کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ پنجاب کے ہر تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال و دیگر بڑے ہسپتالوں میں ڈیڈ ہاؤسز قائم ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ تمام ڈیڈ باڈیز عورت / مرد کا پوسٹمارٹم مرد ڈاکٹر ہی کرتے ہیں؟

(ج) کیا حکومت عورتوں کی ڈیڈ باڈیز کے پوسٹمارٹم کے لئے خواتین ڈاکٹر متعین کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الہٰی):

(الف) یہ درست ہے کہ پنجاب کے تمام تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتالوں اور بڑے ہسپتالوں میں ڈیڈ ہاؤس / (Mortuaries) قائم ہیں۔

(ب) یہ درست نہ ہے۔ درحقیقت مرد ڈاکٹر صرف مرد ڈیڈ باڈیز کا پوسٹ مارٹم کرتے ہیں جبکہ عورتوں کی ڈیڈ باڈیز کا پوسٹ مارٹم صرف خواتین ڈاکٹر کر سکتی ہیں۔ جیسا کہ سپریم کورٹ آف پاکستان کے فیصلہ نمبر AR(L)SCJ بتاریخ 20-03-96 میں حکم جاری کیا گیا ہے جس کی کاپی (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

مزید برآں 2006 میں1753، 2007میں 1509 اور2008میں1750 عورتوں کا پوسٹ مارٹم پنجاب بھر کے مختلف ہسپتالوں میں ہوا۔یہ تمام پوسٹ مارٹم خواتین ڈاکٹروں نے کئے ہیں۔

(ج) صوبہ پنجاب کے تمام ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹرز ہسپتالوں یا تحصیل ہیڈ کوارٹرز ہسپتالوں میں جہاں پوسٹ مارٹم ہوتے ہیں پہلے ہی خواتین ڈاکٹروں کو تعینات کیا گیا ہے اور عورتوں کی لاشوں کا پوسٹ مارٹم وہی کرتی ہیں تاہم اگر کچھ پوسٹیں خالی ہوتی ہیں تو حکومت پنجاب کی پالیسی کے مطابق خواتین ڈاکٹروں کو کنٹریکٹ پُر تعینات کر کے پر کر دی جاتی ہیں۔مزید برآں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ان سالوں میں پنجاب بھر میں دفتر سرجن میڈیکولیگل پنجاب کو (جو کہ پورے پنجاب میں پوسٹ مارٹم کیسز کی نگرانی کرتا ہے)ایسی کوئی شکایت موصول نہ ہوئی ہے جس میں بیان کیا گیا ہو کہ کسی عورت کی ڈیڈ باڈی کا پوسٹ مارٹم کسی مرد ڈاکٹر نے کیا ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

رانا محمد اقبال خان: جناب سپیکر!میں جواب سےsatisfiedہوں لیکن پوسٹ مارٹم کے لئے وہdead bodiesجو ہیں وہDead Houseمیں پڑی رہتی ہیں اور وہاں سٹاف نہیں ہوتااس کے لئے ان کو ذرا تاکید فرمادیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر!میرا ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب!ابھی ان کا تو جواب آنے دیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر!وہ جواب سےsatisfiedہیں۔

جناب سپیکر: نہیں،انہوں نے ساتھ دوسری بات بھی کی ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر!جو سوال نمبر 2836 ہے اس میں سپریم کورٹ کا فیصلہ آگیا ہوا ہے اس کے مطابق کسی بھی خاتون کا پوسٹ مارٹم مرد ڈاکٹر نہیں کر سکتا۔اس کی روشنی میں پنجاب حکومت نے یہ انتظامات کئے ہیں کہ جہاں جہاں پوسٹ مارٹم ہو رہا ہے وہاں خواتین کی لاش کا پوسٹ مارٹم خواتین ڈاکٹر کرتی ہیں اور مرد کی لاش کا پوسٹ مارٹم مرد ڈاکٹر کرتے ہیں۔اس کے بعد ان کی رپورٹ روانہ کی جاتی ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر!میرا ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی، شیخ صاحب!

شیخ علاؤالدین: شکریہ۔ جناب سپیکر! میرا پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے ضمنی سوال یہ ہے کہ سپریم کورٹ آف پاکستان نے جو judgment دی ہے یہ 1996 کی ہے کیا اس پر حکومت review کا ارادہ رکھتی ہے؟ آپ بھی جانتے ہیں کہ تین تین دِن عورتوں کی dead bodies پڑی رہتی ہیں۔ لیڈی ڈاکٹر پوسٹ مارٹم کے لئے available نہیں ہوتیں۔ ایک اور المیہ یہ ہے کہ جب لیڈی ڈاکٹر کورٹ میں آتی ہیں تو یہ جرح میں نہیں ٹھہرتیں، جب ان سے cross question ہوتا ہے تو یہ نہیں ٹھہرتیں اور clear cut ملزمان چُھوٹ جاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سوالات کا صحیح طرح مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ لہذا یہ judgement عوام کے لئے بہت بڑی مصیبت بنی ہوئی ہے، کیا حکومت اس کو review کرنے کا کوئی ارادہ رکھتی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! پہلی بات تو یہ ہے کہ سپریم کورٹ کے فیصلے کے review کی limit تین سال ہے اور وہ تین سال گزر چکے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ گواہی اور cross questioning پر بہت سے لوگوں کو سزائیں ہوئی ہیں۔ وہ لیڈی ڈاکٹر اپنی duties perform کرتی ہیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! پارلیمانی سیکرٹری صاحب بالکل صحیح کہہ رہے ہیں normal circumstances میں واقعی review period تین سال ہے لیکن میں ایسے case نکال کر دکھا سکتا ہوں کہ پچاس پچاس سال بعد review ہوا ہے کہ فلاں فیصلہ review کیا جائے۔ کیا ذوالفقار علی بھٹو کیس کے اندر نہیں ہوا؟ یہ ابھی تک نہیں مانا جارہا ہے کہ ہاں اس میں review ہونا چاہئے۔ یہ ایک قوم کا مسئلہ ہے، آپ بھی ذاتی طور پر جانتے ہیں کہ خواتین کے ساتھ جو ظلم ہو رہا ہے اور ان کے جو cases بنتے ہیں میں اس کی detail میں نہیں جانا چاہتا۔ خواتین ڈاکٹر cross questioning میں نہیں ٹھہرتیں، اس کا کچھ کر لیجئے۔ پارلیمانی سیکرٹری صاحب بہت کچھ جانتے ہیں اور جو کچھ میں کہنا چاہ رہا ہوں ان کو وہ بھی پتا ہے اس کے لئے کچھ کر لیں کیونکہ اس میں لوگ چھوٹ جاتے ہیں اور خواتین کا نقصان ہو رہا ہے۔

جناب سپیکر: میرا خیال ہے کہ آپ اس بارے میں consult کر لیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر ! یہ جو خواتین ڈاکٹروں پر الزام ہے۔۔۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر ! میں آپ سے request کر رہی ہوں، مجھے ایک اہم بات کر لینے دیں۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحبہ ! میں آپ کی بات سنوں گا۔ جی، رانا افضل خان !

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر ! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ یہاں کہا گیا کہ صرف خواتین ڈاکٹر ہی ladies dead bodies کا پوسٹ مارٹم کرتی ہیں۔ مریض خواتین کے لئے آج بھی male Gynaecologists as a Head of Department کام کر رہے ہیں۔ یہ ایک noble profession ہے اس کے اندر یہ کہنا کہ مرد خاتون کا علاج نہیں کر سکتا، آج بھی ہمارے ہسپتالوں میں top کے Gynaecologists وہ مرد ہیں جو deliveries بھی کرتے ہیں اور caesarian section بھی کرتے ہیں۔ جیسا کہ میرے دوست شیخ صاحب نے بھی کہا ہے کہ صرف خاتون ہی خاتون کا پوسٹ مارٹم کر سکتی ہے، اس پر قدغن لگانا میں سمجھتا ہوں کہ زیادتی ہے۔ جب زندہ خواتین کا علاج مرد Gynaecologists کر سکتے ہیں تو یہ شرط ختم ہونی چاہئے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر ! سپریم کورٹ کا فل بنچ اپنا decision دے چکا ہے اس لئے میں اس پر اپنی رائے دینے سے قاصر ہوں لیکن ہم نے پچھلے دس مہینوں میں پنجاب میں پندرہ سو W.M.O بھرتی کی ہیں۔ انشاء اللہ خواتین کا پوسٹ مارٹم خواتین ہی کریں گی اور اس میں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔ شیخ صاحب کا جو سوال تھا اس بارے میں، میں یہ کہوں گا کہ سپریم کورٹ کے دو فیصلے تھے۔ میڈیکل کالج میں داخلے پر سپریم کورٹ کی واضح direction تھی کہ یہ open merit پر ہونا چاہئے جس کے نتیجے میں اب ہمارے پاس 70 فیصد خواتین آتی ہیں اور 30 فیصد مرد ہوتے ہیں۔ جب وہ خواتین ڈاکٹر بن جاتی ہیں تو 70 فیصد میں سے کام کرنے والی خواتین صرف 10 فیصد رہ جاتی ہیں اس بارے میں review کی بات کر رہے ہیں۔ میرے علم میں یہ بات نہیں ہے کہ کورٹ میں پچاس سال بعد review ہوا ہو لیکن اگر شیخ صاحب یہ دائر کریں گے تو میں ان کے ساتھ ہوں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر ! اس پر quo warranto writ نہیں ہو سکتی۔ گورنمنٹ اس میں پارٹی تھی یہ کیس کریں میں فیس دینے کے لئے تیار ہوں اور یہ جس وکیل کو کہیں گے میں اس کو فیس دینے

کے لئے تیار ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ اس پر سپریم کورٹ میں جانا چاہئے اور with facts and figures جانا چاہئے کیونکہ اتنے لوگ چھوٹ گئے ہیں۔ میں اب اس کی تفصیل میں جاتا ہوں۔ جتنے قاتل ہیں وہ چھوٹ گئے، rape cases والے لوگ چھوٹ گئے کیونکہ خواتین کورٹ میں جواب نہیں دے سکتیں اور ان بے چاریوں کو شرم آتی ہے۔ جب تیز وکیل تیز سوال کرتے ہیں اور اگر میں ان سوالات کو یہاں بیان کروں تو آپ سن نہیں سکتے۔

جناب سپیکر: نہیں، میں وہ جواب نہیں سننا چاہتا۔ جی، ڈاکٹر صاحبہ!

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! جو کیس review کی بات ہو رہی ہے میں اس کو support کرتی ہوں with the comments کہ جب ایک W.M.O رپورٹ Medico Legal لکھ دیتی ہے تو اس کے بعد اس کو عدالتوں میں بلا کر بیان لینے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس نے ایک حلفیہ رپورٹ لکھ دی، ایک MLC کاٹ دیا اور اس کے بعد مجھے سمجھ نہیں آتی کہ ان خواتین کو کورٹ میں کیوں بلایا جاتا ہے؟ آپ دیکھیں کہ ڈاکٹر شازیہ کیس اسی چیز کی ایک prime example ہے کہ اس نے Medico Legal questioning کے دوران، ایک زندہ عورت کی بھی اتنی ہی عزت ہے جتنی ایک بعد از مرگ خاتون کی ہے۔ لہذا میں یہ آواز اٹھانا چاہتی ہوں کہ جب ایک خاتون سے پوسٹ مارٹم میں ایک MLC کٹوا لیا، جب ایک لیڈی ڈاکٹر نے اس پر تحریری بیان دے دیا تو اس کے بعد cross questioning میں بغیر سکیورٹی کے ان خواتین کو expose کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ یہی وہ بڑی وجہ ہے جس کی وجہ سے خواتین jobs کرنے سے کتراتی ہیں۔ ڈاکٹر سعید الہٰی صاحب نے میرا خیال ہے کہ 10 فیصد والی بہت غلط quote کی ہے۔ عورتیں کام کرتی ہیں، جب وہ پڑھتی ہیں تو کام بھی کرتی ہیں۔ یہ Mortuary Homes بھی چلاتی ہیں اور 51 فیصد خواتین خدمت کرتی ہیں۔ میں اس بحث میں نہیں پڑ رہی ہوں لیکن میں یہ کہہ رہی ہوں کہ اگر ایک W.M.O تحریری M.L.C حلفاً کاٹ دیتی ہے تو اس کے بعد اس کو عدالتوں میں بلا بلا کر questions کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس بارے میں کچھ کیا جائے۔ اگر کر لیں گے تو سپریم کورٹ میں جانے کی ضرورت ہو گی، ان کا فیصلہ غلط کیا جائے گا اور نہ ہی W.M.O کے کسی role کو غلط کہا جائے گا۔

جناب سپیکر: دیکھیں، یہ evidence کا معاملہ ہے اسے آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ انہیں نہیں بلایا جا سکتا؟ کورٹ انہیں examine کے لئے call کر سکتی ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! ڈاکٹر صاحبہ جو فرما رہی تھیں اس کا جواب ریکارڈ پر آنا بہت ضروری ہے۔اس کامقصد یہ ہے کہ صرف examination in-chief پر سزا سنا دی جائے۔ پھر تو پورا Evidence Act ہی ختم کر دیا جائے It is impossible اور Evidence Act کہتا ہے کہ وہ کورٹ میں آئے گی یا آئے گا اور اس پر جرح ہو گی۔

جناب سپیکر: آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ میں نے پہلے ہی ان کو بتا دیا ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! جو Criminal Procedure ہے وہ سارا adopt کرنا پڑتا ہے، چاہے وہ female ہو یا male ہو اس کو اس process سے گزرنا پڑتا ہے۔ اس وقت ہمارے پاس جو کوالیفائیڈ لیڈی ڈاکٹر ہیں ان میں سے 30 فیصد کام کر رہی ہیں اور 70 فیصد کام نہیں کر رہی ہیں۔ میں یہ بھی بتانا چاہوں گا کہ جو ہماری لیڈی ڈاکٹر کام کر رہی ہیں ان کا کام بالکل تسلی بخش ہے اور وہ بہت اچھا کام کر رہی ہیں۔ وہ عدالتوں میں اور ہسپتالوں میں اپنی duties کامیابی سے perform کرتی ہیں۔ میں نے پہلے بھی گزارش کی ہے کہ کئی کیسوں میں conviction ہوئی ہے۔

جناب سپیکر: جی، بڑی مہربانی۔ رانا صاحب! آپ کا سوال ہی رہ گیا ہے اور اس کے بعد Question Hour کا ٹائم ختم ہو جائے گا۔ آپ جلدی سے اپنا سوال پوچھیں۔

رانا آصف محمود: جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 2870 ہے۔ جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

سیالکوٹ شہر کے ہسپتالوں میں مردہ خانہ بنانے کا مسئلہ

*2870: رانا آصف محمود: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سیالکوٹ شہر کے دو بڑے سرکاری ہسپتالوں میں مردہ خانہ (مارچری) نہ ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ اگر کسی نعش کو دو یا چار دن رکھنا ہو تو اس کے لئے نعش لاہور شہر کے ہسپتالوں میں لا کر رکھی جاتی ہیں؟

(ج) کیا حکومت سیالکوٹ کے شہر میں مردہ خانہ (مارچری) بنانے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی):

(الف) سیالکوٹ کے دو بڑے ہسپتالوں میں سے علامہ اقبال میموریل ہسپتال میں مردہ خانہ (مارچری) موجود ہے اور وہاں باقاعدہ پوسٹ مارٹم ہوتے ہیں جبکہ دوسرے ہسپتال (گورنمنٹ سردار بیگم ہسپتال) میں مردہ خانہ (مارچری) نہ ہے۔

(ب) یہ درست ہے۔اگر کسی نعش کو دو چار دن رکھنا ہو تو اس کے لئے نعش لاہور شہر کے ہسپتالوں میں لا کر رکھی جاتی ہیں۔

(ج) حکومت فی الحال گورنمنٹ سردار بیگم ہسپتال سیالکوٹ شہر میں مردہ خانہ (مارچری) بنانے کا ارادہ نہ رکھتی ہے۔تاہم حکومت اس وقت تمام ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹرز ہسپتالوں میں چار نعشوں کو محفوظ رکھنے کے لئے کولنگ چیمبرز مہیا کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔

رانا آصف محمود: جناب سپیکر! اس کا جواب درست نہیں ہے۔ میں نے اپنے سوال کے جز (الف) میں مردہ خانہ کے آگے Mortuary بریکٹ میں لکھا ہے جس کے ساتھ Air-conditioning Unit ہوتا ہے جس میں Dead Body کافی دنوں کے لئے رکھی جاتی ہے۔ انہوں نے جو جواب دیا ہے وہ مردہ خانہ Dead House کے متعلق ہے جو کہ وہ Postmortem House کے ساتھ ایک Dead House ہے جہاں پر میت postmortem سے پہلے اور اس کے بعد رکھی جاتی ہے۔ انہوں نے جز (الف) کی contradiction جز (ب) میں کی ہے اور اس جز میں انہوں نے جواب دیا ہے کہ اگر دو چار دن کے لئے میت رکھنی ہو تو سیالکوٹ سے لاہور لانا پڑتی ہے جو کہ تین چار گھنٹے کا سفر ہے۔ اس سوال کے جواب میں یہ فرق ہے جو انہوں دیا ہے۔

جناب سپیکر: جی۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! اس میں گزارش یہ ہے کہ cooling کے علاوہ لاش کو محفوظ رکھنے کے پانچ چھ اور طریقے ہیں۔ مختلف ادویات کے injections لگائے جاتے ہیں اور اس کو paint بھی کر دیا جاتا ہے تو لاش محفوظ رہتی ہے۔ جو معزز ممبر فرما رہے ہیں کہ mortuary جو کہ لاشیں رکھنے کا جدید ترین یونٹ ہے اس پر ہم نے چیف منسٹر صاحب سے فیصلہ لے لیا ہے کہ تمام اضلاع میں modern Mortuaries قائم کئے جا رہے ہیں جن میں چار سے چھ لاشیں رکھنے کا انتظام موجود ہو گا۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔اب وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الہٰی): جناب سپیکر! میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب سپیکر: بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اور اُن کے جوابات

(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

سر گنگا رام ہسپتال لاہور میں نرسنگ سکول ہوسٹل میں بے قاعدگیاں

*2818: **محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ):** کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سر گنگا رام ہسپتال کے نرسنگ سکول میں زیر تربیت نرسز کے لئے ایک ہوسٹل قائم ہے اس کے کمروں کی تعداد کیا ہے کیا طالبات کی تعداد کے لحاظ سے کمروں کی تعداد پوری ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ ہوسٹل کے بعض کمروں میں منظور شدہ تعداد سے زیادہ 4،5 طالبات ہیں اور بعض کمروں میں کم ایک یا دو ہیں اس کی وجوہات سے آگاہ فرمائیں؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ طالبات کے ہوسٹل میں بعض کمروں میں ٹیوٹرز بھی رہائش پذیر ہیں جو قواعد وضوابط کے برعکس ہے؟

(د) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت تعداد کے لحاظ سے مزید کمرے تعمیر کرنے، کمروں میں طالبات کی تعداد پالیسی کے مطابق اور طالبات کے کمروں میں ٹیوٹروں کی رہائش ختم کرنے کو تیار ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات سے آگاہ کریں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) سر گنگا رام ہسپتال میں نرسنگ طالبات اور نرسز کے لئے مشترکہ ایک ہی ہوسٹل ہے جس کے دو فلور نرسنگ طالبات کے لئے مختص ہیں۔گورنمنٹ احکامات کے مطابق نرسنگ طالبات کا ٹریننگ کے دوران ہوسٹل میں رہائش رکھنا ضروری نہ ہے۔اکثر لوکل طالبات ڈے سکالر ہیں اور روزانہ گھروں سے آتی ہیں۔

(ب) جی ہاں!یہ بات درست ہے کہ مذکورہ ہوسٹل کے کمروں میں نرسنگ طالبات کی تعداد مختلف ہے کیونکہ ہوسٹل میں تین مختلف سائز کے کمرے موجود ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

-1 پانچ کمرے20 x 18 سائز کے ہیں جن میں ہر کمرے میں طالبات کی تعداد07

-2 22کمرے15 x 18 سائز کے ہیں جن میں ہر کمرے میں طالبات کی تعداد05

-3 6کمرے14 x 16 سائز کے ہیں جن میں ہر کمرے میں طالبات کی تعداد03

موجودہ ہوسٹل میں رہائش پذیر طالبات کی تعداد136 ہے

(ج) یہ بات ہرگز درست نہ ہے کہ نرسنگ ہوسٹل کے بعض کمروں میں ٹیوٹر رہائش پذیر ہیں۔

(د) طالبات کو کمروں کے سائز کے مطابق ایڈجسٹ کیا گیا ہے اور ہوسٹل میں کوئی ٹیوٹر رہائش پذیر نہ ہے۔

سرگنگارام ہسپتال کے نرسنگ ہوسٹل میں بے قاعدگیوں کی تفصیلات

*2819: محترمہ ثمینہ نوید(ایڈووکیٹ):کیاوزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) سرگنگارام ہسپتال میں نرسنگ سکول کا قیام کب عمل میں لایا گیا؟

(ب) مذکورہ سکول میں سٹاف کی تعداد مع نام، گریڈ بتائی جائے؟

(ج) کیا مذکورہ سکول کے ملازمین نرسنگ ہوسٹل میں رہائش رکھ سکتے ہیں اگر ہاں تو کن قواعد کے تحت، آگاہ فرمائیں؟

(د) مذکورہ سکول میں نرسز کے لئے داخلہ پالیسی کیا ہے اور منظورہ شدہ سیٹیں کتنی ہیں 08۔2007اور09۔2008میں کتنی طالبات کو داخلہ دیا گیااور داخلہ کمیٹی کن کن افسران پر مشتمل تھی نام عہدہ سے آگاہ فرمائیں؟

(ہ) کیا یہ بھی درست ہے کہ سکول میں داخلہ صرف سکول کی پرنسپل کی صوابدید پر ہوتا ہے؟

(و) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا محکمہ قواعد کے برعکس رہائش پذیر اور قواعد سے ہٹ کر داخلہ دینے والی اتھارٹی کے خلاف قانونی کارروائی کرنے کو تیار ہے اگر نہیں تو وجوہات سے آگاہ فرمائیں؟

وزیراعلیٰ(میاں محمد شہباز شریف):

(الف) سرگنگارام ہسپتال میں نرسنگ سکول کا قیام دسمبر1948میں عمل میں لایا گیا۔

(ب) مذکورہ سکول میں سٹاف کی کل تعداد17 ہے جن کی تفصیل مع نام و گریڈ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) مذکورہ سکول / ہاسٹل میں فیملی رہائشیں موجود نہ ہیں۔ گزٹیڈ نرسز کے لئے علیٰحدہ بلاک موجود ہے جس میں نرسنگ سکول کی ایک ہیڈ نرس رہائش پذیر ہے اور قواعد کے مطابق واجبات ادا کرتی ہے۔

(د) مذکورہ سکول میں تمام سرکاری نرسنگ سکولوں کی طرح حکومت پنجاب کی جاری کردہ داخلہ پالیسی چٹھی نمبری SO(TRG) 6-14/2002 مورخہ 18۔دسمبر2003اور 16۔اگست2007 کی بنیاد پر داخلے کئے جاتے ہیں۔ کاپی (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ مذکورہ سکول آف نرسنگ میں کل231 نرسنگ سٹوڈنٹس کی سیٹیں ہیں جن میں 178 جنرل نرسنگ کے لئے اور53 نرس مڈوائف کے لئے مختص ہیں۔ 2007-08 میں55 سٹوڈنٹ نرسز کے لئے اور 2008-09 میں34 سٹوڈنٹ نرسز کے خالی سیٹوں پر داخلے کئے گئے۔ داخلہ کمیٹی حکومت پنجاب کے مندرجہ ذیل افسران پر مشتمل ہوئی ہے۔ کاپی (ج) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

-1	پرنسپل، سکول آف نرسنگ	چیئرمین
-2	ایڈیشنل سیکرٹری صحت یا اس کا نمائندہ	ممبر
-3	ایڈیشنل میڈیکل سپرنٹنڈنٹ	ممبر
-4	سینئر نرسنگ انسٹرکٹر سکول ہذا	ممبر

(ہ) یہ درست نہ ہے بلکہ داخلہ صرف میرٹ کی بنیاد پر حکومت پنجاب کی وضع کردہ داخلہ پالیسی کے مطابق ہوتا ہے۔

(و) قواعد سے ہٹ کر نہ تو کوئی نرسنگ سکول کا ملازم ہوسٹل میں رہائش پذیر ہے اور نہ ہی قواعد سے ہٹ کر کسی کو نرسنگ سکول میں داخلہ دیا گیا ہے۔

سیالکوٹ شہر کے ہسپتالوں میں ڈاکٹرز و پیرامیڈیکل سٹاف کی خالی اسامیوں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*2871: رانا آصف محمود: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) سیالکوٹ شہر کے ہسپتالوں میں ڈاکٹرز کی کتنی اسامیاں کب سے خالی ہیں؟

(ب) کیا حکومت ان ہسپتالوں میں ڈاکٹرز اور پیرا میڈیکل سٹاف کی خالی اسامیوں پر جلد از جلد بھرتی کرنے کاارادہ رکھتی ہے،اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) سیالکوٹ شہر میں دو ہسپتال (علامہ اقبال میموریل ہسپتال اور گورنمنٹ سردار بیگم ہسپتال)واقع ہیں-علامہ اقبال میموریل ہسپتال میں میڈیکل آفیسرز کی 11اور گورنمنٹ سردار بیگم ہسپتال میں تین اسامیاں خالی ہیں-تفصیل (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے-

(ب) ڈاکٹروں کی خالی اسامیوں کو پر کرنے کے لئے بھرتی بذریعہ پنجاب پبلک سروس کمیشن ریگولر بنیادوں پر کی جارہی ہے-

پیرا میڈیکل سٹاف کی بھرتی کے لئےاختیار ضلعی حکومت کو ہے جس کے لئے درخواستیں واک ان انٹرویو کے تحت وصول کی جاتی ہیں اور ہر ماہ کی دوسری اور چوتھی جمعرات کو انٹرویو ہوتے ہیں-

پی آئی سی لاہور ایمرجنسی میں بیڈز کی تعداد اور دیگر تفصیلات

*2906: خواجہ عمران نذیر: کیاوزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) پنجاب انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی لاہور کی ایمرجنسی کتنے بیڈز پر مشتمل ہے؟

(ب) اس ایمرجنسی میں روزانہ کتنے مریض داخل ہوتے ہیں؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ ایمرجنسی میں کم بیڈز ہونے کی وجہ سے مریضوں اور ہسپتال انتظامیہ کو مشکلات کا سامنا ہے؟

(د) کیاحکومت اس ہسپتال کی ایمرجنسی میں بیڈز کااضافہ کرنے کاارادہ رکھتی ہے،اگر ہاں تو کب تک،اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) پنجاب انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی،لاہور کی ایمرجنسی 14 بیڈز پر مشتمل ہے-

(ب) پنجاب انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی، لاہور کی ایمرجنسی میں روزانہ 30 مریض داخل کئے جا سکتے ہیں۔اگر زیادہ مریض آئیں تو جیلانی بلاک جو کہ ایمرجنسی کے ساتھ متصل ہے اس میں داخل کئے جاتے ہیں۔

(ج) جی ہاں۔

(د) جی ہاں، حکومت پنجاب چھ ماہ میں ایمرجنسی میں 40 بیڈز کا اضافہ کر رہی ہے جس پر 20 ملین روپے لاگت آئے گی۔

ضلع فیصل آباد کے بی ایچ یوز اور آر ایچ سیز کی تعداد و دیگر تفصیلات

*2915: ڈاکٹر غزالہ رضا رانا: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) فیصل آباد ضلع میں BHUs اور RHCs سرکاری اور پرائیویٹ عمارتوں میں کتنے سنٹرز ہیں؟

(ب) Donate کی گئی عمارتوں میں قائم BHUs اور RHCs کی مکمل تفصیل اور Location بیان کی جائے؟

(ج) کیا Donate کی گئی عمارتوں کے مالکان کا مذکورہ سنٹرز میں بھی کوئی عمل دخل ہوتا ہے، اگر ہے تو کیا حکومت اس عمل دخل کو ختم کروانے اور سنٹرز کو کرائے یا سرکاری عمارتوں میں منتقل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) ضلع فیصل آباد میں کوئی بھی بنیادی مراکز صحت اور دیہی مراکز صحت کسی بھی سرکاری اور پرائیویٹ عمارت میں کام نہیں کر رہے بلکہ جس جگہ یہ سنٹرز قائم ہیں وہ زمین پہلے باقاعدہ محکمہ صحت کے نام منتقل ہوتی ہے، پھر بعد میں Health Facility قائم کی جاتی ہے۔

(ب) ضلع فیصل آباد میں کوئی بھی بنیادی مرکز صحت اور دیہی مرکز صحت کسی بھی Donate کی گئی عمارت میں کام نہیں کر رہے بلکہ یہ محکمہ صحت کو الاٹ کی گئی زمین پر قائم کئے گئے ہیں۔

(ج) چونکہ تمام بنیادی مراکز صحت اور دیہی مراکز صحت کسی بھی Donate کی گئی عمارت میں کام نہیں کر رہے اس لئے یہاں پر کسی پرائیویٹ یا کسی دوسرے سرکاری شعبہ کا کوئی عمل دخل نہ ہے۔

ضلع فیصل آباد۔ٹی ایچ کیو، بی ایچ یوز اور آر ایچ سیز میں سٹاف کی تعیناتی کا معاملہ و دیگر تفصیلات

*2916: ڈاکٹر غزالہ رضا رانا: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع فیصل آباد میں ٹی ایچ کیو، بی ایچ یوز اور آر ایچ سیز میں تعینات سٹاف کو ایک سنٹر میں کتنے عرصہ کے لئے تعینات کیا جاتا ہے؟

(ب) مذکورہ سنٹر میں تعینات سٹاف کی ٹرانسفر اینڈ پوسٹنگ کی پالیسی اور کرائیٹیریا کیا ہے؟

(ج) کیا یہ درست ہے کہ بعض سنٹرز میں سٹاف بیس بیس سال سے تعینات ہے جس کی وجہ سے عوام بلکہ ان سنٹرز کے ڈاکٹروں کو بھی مشکلات پیش آتی ہیں؟

(د) اگر جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت ان سنٹرز میں عرصہ دراز سے تعینات سٹاف کا تبادلہ کرنے کا کوئی ارادہ رکھتی ہے، اگر ہاں تو کب تک اور نہیں تو کیوں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) کنٹریکٹ ملازمین کی بھرتی عرصہ تین سال اور ڈاکٹرز / سپیشلسٹ ڈاکٹرز / لیڈی ڈاکٹرز کی کنٹریکٹ بھرتی عرصہ پانچ سال کے لئے کی جاتی ہے۔کنٹریکٹ تقرری ایک ہی Health Facility پر کی جاتی ہے جو Non-transferable اور Extendable ہے اور تسلی بخش کارکردگی سے مشروط ہے۔ محکمہ صحت میں ریگولر ملازمین / ریگولر ڈاکٹرز / سپیشلسٹ ڈاکٹرز / لیڈی ڈاکٹرز کے لئے عرصہ تعیناتی کی کوئی مدت مخصوص نہیں ہے۔البتہ کسی شکایت غیر تسلی بخش کارکردگی اور دیگر الزامات کی صورت میں کسی بھی ملازم کو کسی بھی وقت ٹرانسفر کیا جا سکتا ہے۔

(ب) ۔ایضاً۔

(ج) یہ درست ہے۔لیکن شکایات یا غیر تسلی بخش کارکردگی کی صورت میں تبادلہ یا تادیبی کارروائی ہو سکتی ہے ان ملازمین کو کسی قسم کی محکمانہ استثنیٰ immunity بھی حاصل نہ ہے۔

(د) کسی ملازم کے خلاف شکایت کی صورت میں حکومت کسی بھی ملازم کا تبادلہ کر سکتی ہے۔ بصورت دیگر بوجہ زیادہ عرصہ تعیناتی حکومت کسی ملازم کو ٹرانسفر کرنے کا ارادہ نہ رکھتی ہے۔

سرکاری ہسپتالوں میں کنسلٹنگ ڈاکٹرز کو پرائیویٹ پریکٹس کرنے کی اجازت

*2925: جناب شہریار ریاض: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سرکاری ہسپتالوں میں کنسلٹنگ ڈاکٹروں، ایم ایس اور پرنسپل الائیڈ ہسپتال راولپنڈی کو پرائیویٹ پریکٹس کی اجازت ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ پرائیویٹ پریکٹیسنگ ڈاکٹرز سرکاری ہسپتالوں کو پرائیویٹ پریکٹس کے لئے شام میں استعمال کر سکتے ہیں؟

(ج) کیا اس مد میں گورنمنٹ کو 20 فیصد سے 30 فیصد حصہ ملنے سے کثیر آمدنی ہو سکتی ہے؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) محکمہ صحت حکومت پنجاب کے تحت کام کرنے والے ڈاکٹرز اور کنسلٹنٹ حضرات کو اپنی شرائط ملازمت کے تحت اپنی پرائیویٹ پریکٹس اپنی رہائش گاہ پر (مشورے کی حد تک) کی اجازت ہے۔ علاوہ ازیں پنجاب میڈیکل اینڈ ہیلتھ انسٹی ٹیوشنز ایکٹ 2003 کے سیکشن 12 (کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے) کے مطابق ان consultants کو ترجیحاً سرکاری ہسپتالوں میں پرائیویٹ پریکٹس کرنے کی بھی اجازت ہے۔ تاہم مناسب infrastructure جس میں consultant rooms، پرائیویٹ وارڈز وغیرہ شامل ہیں، کی عدم دستیابی کی بناء پر اس قانون پر سختی سے عملدرآمد کرنا فی الحال ممکن نہیں ہے۔ انتظامی عہدوں پر فائز ڈاکٹرز / کنسلٹنٹ مجاز اتھارٹی کی اجازت سے پریکٹس کر سکتے ہیں۔

(ب) یہ درست ہے۔ پنجاب میڈیکل اینڈ ہیلتھ انسٹی ٹیوشنز ایکٹ 2003 کے سیکشن 12 کے مطابق ان consultants کو ترجیحاً سرکاری ہسپتالوں میں پرائیویٹ پریکٹس کرنے کی بھی اجازت ہے۔

(ج) سرکاری ہسپتالوں میں علاج معالجہ کی سہولیات (بشمول پرائیویٹ کیسز) آمدنی یا منافع کی غرض سے مہیا نہیں کی جاتیں۔ کیونکہ ایسی صورت میں عوام الناس کو دی جانے والی خدمات متاثر ہو سکتی ہیں لہذا اس مد میں کثیر آمدنی کی توقع نہیں ہے البتہ مروجہ قانون کے مطابق تمام پرائیویٹ کیسز کی فیس میں سے 35 فیصد گورنمنٹ کے خزانے میں جاتا ہے۔

بہاول وکٹوریہ ہسپتال، مشینری /آلات کی خرید سے متعلقہ تفصیلات

*2949: ڈاکٹر محمد افضل: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) سال 2004 تا حال بہاول وکٹوریہ ہسپتال بہاولپور کے لئے کتنی مشینری /آلات خریدے گئے، مکمل تفصیل مع تاریخ خرید فراہم کی جائے ؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ مذکورہ ہسپتال کے لئے نئی سی ٹی سکین مشین، ایکسرے مشین اور ایم آر آئی مشین بھی خریدی گئی، مذکورہ مشینیں کس کس تاریخ کو خریدی گئیں ؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ اکثر مشینری اور آلات ابھی تک ڈبوں میں بند ہیں اور ان کو زیر استعمال نہیں لایا گیا؟

(د) اگر جز (ج) کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت اس مشینری اور آلات کو کب تک استعمال میں لانے کا ارادہ رکھتی ہے، نیز اب تک استعمال میں نہ لانے کی وجوہات اور ذمہ داران کے خلاف کیا کارروائی کی گئی ہے ؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) سال 2004 تا حال خریدی گئی مشینری کی فہرست مع تاریخ خریداری اور کام میں لانے کی تاریخ کے ساتھ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) بہاول وکٹوریہ ہسپتال میں ایم آر آئی مشین موجود ہے جو 06-10-21 کو خریدی گئی تھی اور تاحال کام کر رہی ہے۔اس کے علاوہ 2004 سے اب تک جو مشینری خریدی گئی ہے اس کی فہرست (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

تاہم نئی سی ٹی سکین مشین کی خریداری کے لئے کنٹریکٹ نمبر 9686 مورخہ 09-03-02 میسرز میڈیکوپس لاہور کے نام جاری ہو چکا ہے اور تین ماہ میں مشین کی سپلائی متوقع ہے۔

(ج) یہ درست نہیں ہے۔بہاول وکٹوریہ ہسپتال میں اب تک جو آلات خریدے گئے ہیں وہ سب اس وقت استعمال میں ہیں۔ان کی تفصیل مع کام میں لانے کی تاریخ (ج) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) یہ درست نہیں ہے۔بہاول وکٹوریہ ہسپتال میں اب تک جو آلات خریدے گئے ہیں وہ سب اس وقت استعمال میں ہیں۔

قائداعظم میڈیکل کالج بہاولپور میں منظور شدہ گزٹیڈ اسامیوں کی تعداد ودیگر تفصیلات

*2950: ڈاکٹر محمد افضل: کیاوزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) قائداعظم میڈیکل کالج بہاولپور میں اس وقت کتنی گزٹیڈ اسامیاں منظور شدہ ہیں اور کتنی خالی ہیں گریڈ وار تفصیل فراہم کی جائے؟

(ب) مذکورہ کالج میں اس وقت جو ملازمین ریٹائرمنٹ کے بعد کنٹریکٹ پر کام کر رہے ہیں ان کے نام ولدیت عہدہ تعلیمی قابلیت اور عرصہ کنٹریکٹ کی تفصیل ایوان میں پیش کی جائے؟

(ج) کیا یہ درست ہے کہ مذکورہ کالج میں خالی اسامیوں کی تعداد PMDC کے Criteria کے مطابق زیادہ ہے اگر ہاں تو حکومت ان خالی اسامیوں پر کب تک تعیناتی کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو وجوہات کیا ہیں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) اس وقت قائداعظم میڈیکل کالج بہاولپور میں منظور شدہ گزٹیڈ اسامیوں کی تعداد268 ہے جس میں سے65 اسامیاں خالی پڑی ہیں تاہم ان اسامیوں کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

گریڈ	منظور شدہ اسامیاں	خالی اسامیاں
20	36	07
19	47	20
18	71	15
17	114	23

(ب) ریٹائرمنٹ کے بعد اس وقت صرف ایک ملازم کنٹریکٹ پر کام کر رہا ہے جس کے کوائف درج ذیل ہیں۔

نام	ولدیت	نام اسامی	تعلیمی قابلیت	عرصہ کنٹریکٹ
محمد اختر	کریم بخش	آڈٹ آفیسر	B A/ S.A.S	22-10-02

(ج) خالی اسامیوں کا PMDC Criteria سے براہ راست کوئی تعلق نہ ہے۔تاہم قائد اعظم میڈیکل کالج میں خالی اسامیاں پر کرنے اور سیٹوں کی تعداد PMDC Criteria کے مطابق کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

چلڈرن ہسپتال ملتان، طبی مشینری اور متعلقہ دیگر تفصیلات

*2956:جناب عبدالوحید چودھری:کیاوزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) چلڈرن ہسپتال ملتان میں کتنی اور کون کون سی طبی مشینری اور ایمبولینسز ہیں؟

(ب) یہ کتنے بیڈز پر مشتمل ہے؟

(ج) اس میں ڈاکٹرز کی منظور شدہ اسامیاں، گریڈ، اسامی اور شعبہ وار کتنی ہیں؟

(د) اس وقت کون کون سی کس کس گریڈ کی اسامیاں کس کس شعبہ کی خالی ہیں؟

(ہ) اس ہسپتال کو کون کون سی طبی مشینری کی ضرورت ہے؟

(و) حکومت اس مشینری کے لئے کب تک ہیلتھ سیکٹر ریفارمز پروگرام کے تحت فنڈز فراہم کرے گی؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) چلڈرن ہسپتال کمپلیکس ملتان میں موجودہ طبی مشینری کی لسٹ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ ہسپتال ہذا میں دو ایمبولینسز موجود ہیں۔

(ب) چلڈرن ہسپتال کمپلیکس ملتان 300 بیڈز پر مشتمل ہے جس میں سے 150 بیڈز کا ہسپتال کام کر رہا ہے اور بقیہ 150 بیڈز کے کنسٹرکشن کے کام کے لئے ٹینڈرز ہونے والے ہیں۔

(ج) ہسپتال ہذا میں ڈاکٹرز کی منظور شدہ اسامیوں کی کل تعداد 118 ہے جن کی گریڈ، اسامی اور شعبہ وار تفصیل (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) ہسپتال ہذا میں ڈاکٹرز، پیرا میڈیکل سٹاف اور کلاس چہارم کی کل 74 اسامیاں خالی ہیں جن کی تفصیل (ج) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ہ) چلڈرن ہسپتال کے لئے مطلوبہ مشینری کی لسٹ (د) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(و) ہیلتھ سیکٹر ریفارمز پروگرام کے تحت رقوم RHCs اور BHUs کے لئے فراہم کی جاتی ہیں۔ جبکہ چلڈرن ہسپتال ملتان ہیلتھ سیکٹر ریفارمز پروگرام کے تحت نہیں آتا اس لئے اس پروگرام کے تحت چلڈرن ہسپتال ملتان کو فنڈز فراہم نہیں کئے جائیں گے۔

چلڈرن ہسپتال ملتان، عمارت کی تعمیر اور اسامیوں سے متعلقہ تفصیلات

*2957:جناب عبدالوحید چودھری:کیاوزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) چلڈرن ہسپتال کمپلیکس ملتان کی عمارت کب سے زیر تعمیر ہے اور کتنی عمارت مکمل ہوئی؟

(ب) اس عمارت کی تعمیر کے لئے سال08۔2007اور09۔2008کے دوران کتنی رقم سالانہ فراہم کی گئی؟

(ج) اس کی عمارت کب تک مکمل ہو گی؟

(د) اس ہسپتال میں یکم جنوری2008سے آج تک جن افراد کو بھرتی کیا گیاان کے نام، عہدہ، گریڈ، تعلیمی قابلیت اور پتاجات بتائیں؟

(ہ) کتنی اور کس کس گریڈ کی اسامیاں خالی ہیں نیز خالی اسامیاں کب تک پُر کی جائیں گی؟

وزیراعلیٰ(میاں محمد شہباز شریف):

(الف) چلڈرن ہسپتال کمپلیکس ملتان کی عمارت دو حصوں پر مشتمل ہے۔ایک پرانے حصے پر اور دوسری نئے حصے پر مشتمل ہے۔ پرانا حصہ 1927 میں تعمیر ہوا تھااور نیا حصہ 1998 میں بنا تھاجبکہ 150 بیڈز (وارڈ)کاتوسیعی منصوبہ حکومت پنجاب سے بحوالہ نمبر SO(Dev-I) (P-I)2006/36-4 مورخہ 08۔8۔18 منظور ہو چکاہے اور جلد کنسٹرکشن ورک کے لئے ٹینڈرز ہونیوالے ہیں۔

(ب) اس عمارت (150 بیڈز وارڈز)توسیعی منصوبہ کی تعمیر کے لئے مالی سال08۔2007 میں کوئی سالانہ رقم فراہم نہیں کی گئی جبکہ مالی سال09۔2008 میں (15.000) ملین روپے مختص کئے گئے ہیں۔

(ج) اس عمارت(150بیڈز توسیعی منصوبہ) کی تکمیل ٹھیکہ ہونے کے بعد تین سال میں ہو گی۔

(د) ہسپتال ہذامیں یکم جنوری2008سے آج تک مندرجہ ذیل بھرتی ہوئی ہے:۔

نام اسامی	تعداد اسامی
سینئر رجسٹرارز	07
رجسٹرارز	04
انستھیزیانسٹ	02
سائیکالوجسٹ	01
میڈیکل آفیسرز	26
ہیڈنرسز	02
چارج نرسز	25
پیرامیڈیکل سٹاف	151

(ہ) ہسپتال ہذا میں کل 74 اسامیاں خالی ہیں جن کی تفصیل (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

پی پی۔294 میں سرکاری ہسپتالوں اور ہیلتھ سنٹرز کی تعداد و دیگر تفصیلات

*2982: جناب جاوید حسن گجر: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) حلقہ پی پی۔294 رحیم یار خان میں کتنے سرکاری ہسپتال، آر ایچ سی اور بی ایچ یوز ہیں؟

(ب) ان ہیلتھ سنٹرز میں ڈاکٹرز اور دیگر سٹاف کی کتنی اسامیاں کب سے خالی ہیں؟

(ج) کیا حکومت مذکورہ حلقہ میں تمام ہسپتالوں/ہیلتھ سنٹرز میں خالی اسامیاں پُر کرنے اور مسنگ فیسلٹی پورا کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر ہاں تو کب تک؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) حلقہ پی پی۔294 میں درج ذیل ہیلتھ مراکز ہیں۔

I) بنیادی مرکز صحت چک نمبر 107/P
II) بنیادی مرکز صحت چک نمبر 100/P
III) بنیادی مرکز صحت بستی غلام رسول
IV) بنیادی مرکز صحت وچھانی
V) دیہی مرکز صحت منٹھار

(ب) حلقہ پی پی۔294 میں کسی بھی بنیادی مرکز صحت جو کہ پنجاب رورل سپورٹس پروگرام کے تحت کام کر رہے ہیں پر ڈاکٹرز اور دیگر سٹاف کی اسامیاں خالی نہ ہیں۔تاہم دیہی مرکز صحت منٹھار میں لیڈی ہیلتھ وزیٹر کی خالی اسامی پر سلیکشن ہو چکی ہے۔تاہم منتخب امیدوار کے کاغذات کی مکمل چھان بین کے بعد مذکورہ امیدوار کو تعینات کر دیا جائے گا۔

(ج) جی ہاں، صوبائی حکومت پنجاب ہیلتھ سیکٹر ریفارم پروگرام کے تحت مسنگ فیسلٹی کو پورا کرنے کا ارادہ رکھتی ہے جس کے تحت دیہی مراکز صحت میں کام جاری ہے اور جبکہ بعد میں بنیادی مراکز صحت پر کام کیا جائے گا اور ہسپتالوں میں حکومت کی مروجہ پالیسی کے مطابق بھرتیوں کا عمل جاری ہے۔

ہیپاٹائٹس کے خاتمہ کے لئے اور پولیو طرز کا پروگرام شروع کرنے کے لئے اقدامات

*3020: محترمہ خدیجہ عمر: کیاوزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

کیا حکومت پنجاب ہیپاٹائٹس کو ختم کرنے کے لئے پولیو طرز کا پروگرام پورے پنجاب میں شروع کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، تاکہ ہیپاٹائٹس مرض کو جلد سے جلد کنٹرول کیا جا سکے، اگر نہیں تو اس کی وجہ سے آگاہ فرمائیں؟

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

ہر پروگرام اپنی ضروریات کے مطابق مختلف لائحہ عمل اختیار کرتا ہے اور مختلف اقدامات اٹھائے جاتے ہیں۔ یہ اقدامات ماہرین کی آرائے کے بعد تجویز کئے جاتے ہیں۔

ہیپاٹائٹس کے حوالے سے حکمت عملی بڑی جامع ہے اور یہ تمام ماہرین کی متفقہ رائے کی روشنی میں ترتیب دی گئی ہے جس کے اچھے نتائج برآمد ہو رہے ہیں۔ (تفصیلات ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں)

ہیپاٹائٹس کی روک تھام اور آگاہی پروگرام کی تفصیلات

*3021: محترمہ خدیجہ عمر: کیاوزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا حکومت ہیپاٹائٹس کی روک تھام کے لئے پورے پنجاب میں آگاہی پروگرام شروع کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

(ب) حکومت نے ہیپاٹائٹس کی روک تھام کے لئے آج تک جو مثبت اقدامات اٹھائے ہیں، ان کی تفصیل سے آگاہ فرمائیں؟

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) ہیپاٹائٹس کی روک تھام کے لئے آگاہی پروگرام حکومت کی اولین ترجیحات میں شامل ہے۔ اس پروگرام کے تحت میڈیا پریس، ٹی وی، ریڈیو انٹر پرسنل کمیونیکیشن، واک اور سیمینار کی صورت میں ہیپاٹائٹس کے متعلق آگاہی اور شعور عوام تک پہنچایا جا رہا ہے تاکہ وہ موذی مرض سے محفوظ رہ سکیں۔

(ب) پنجاب حکومت نے ہیپاٹائٹس کی روک تھام اور اس سے نمٹنے کے لئے کم وسائل اور اقتصادی مشکلات کے باوجود انقلابی پروگرام شروع کر رکھا ہے۔اس پروگرام کے تحت بچاؤ اور علاج کے لئے جامع اقدامات کئے گئے ہیں:۔

I) ہیپاٹائٹس B سے بچاؤ کے لئے حفاظتی ٹیکوں کا پروگرام
II) تمام ٹیچنگ و ضلعی ہسپتالوں میں تشخیص کی سہولیات کی فراہمی
III) تمام ٹیچنگ و ضلعی ہسپتالوں میں علاج کی سہولیات کی فراہمی
IV) جامع ٹرینگ کا انتظام
V) شعور و آگاہی کی مہم
VI) ہسپتال کے فضلہ کو ٹھکانے لگانے کا انتظام
VII) سروے اور ریسرچ

ہیپاٹائٹس کی روک تھام کی تفصیلات

*3073: محترمہ عائشہ جاوید: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ اس وقت پنجاب میں لاکھوں افراد ہیپاٹائٹس مرض کی مختلف اقسام کا شکار ہیں اور مزید یہ مرض دن بدن بڑھ رہا ہے؟

(ب) کیا حکومت ہیپاٹائٹس کے مریضوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کو روکنے کے لئے ہر تحصیل اور ضلع میں ہیپاٹائٹس کے خصوصی شعبے اور ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتالوں میں مکمل لیبارٹریاں اور وارڈ قائم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) پاکستان میڈیکل ریسرچ کونسل کے ایک سروے کے مطابق ہر 13 واں شخص اس کا شکار ہے اور اس وقت 12 سے 13 ملین لوگ اس مرض کا شکار ہیں۔ہیپاٹائٹس کی بہت سی اقسام ہیں۔ ایک قسم آلودہ پانی اور ناقص خوراک کے ذریعے پھیلتا ہے اور دوسری قسم میں ہیپاٹائٹس B اور C شامل ہیں جو نہایت مہلک اور خطرناک ہیں۔متاثرہ شخص کے خون / خون آلود اشیاء، سیفٹی، استرا اور جراحی کے آلات کے استعمال سے ہیپاٹائٹس B اور C پھیلتا ہے۔جبکہ ہیپاٹائٹس A اور E آلودہ پانی سے پھیلتا ہے لیکن یہ Self Limiting ہے اور زیادہ خطرناک نہیں ہوتا۔

(ب) حکومت ہیپاٹائٹس کے مریضوں کے تمام ٹیچنگ اور تمام ضلعی ہیڈ کوارٹر ہسپتال DHQ میں تشخیص و علاج کی سہولیات فراہم کی گئی ہیں۔حکومت پنجاب نے اقتصادی مشکلات اور کم مالی وسائل کے باوجود ہیپاٹائٹس کی روک تھام کے لئے ایک انقلابی پروگرام شروع کر رکھا ہے۔ تمام ہسپتالوں میں مفت PCR ٹیسٹ کی فراہمی، ELISA ٹیسٹ کی سہولیات کی فراہمی، علاوہ ازیں مستحق مریضوں کے ہیپاٹائٹس بی اور سی کے علاج سہولیات اور مفت ادویات کی فراہمی شامل ہے، ایک خطیر رقم سے PCR لیبارٹری 6 شہروں میں قائم کی گئیں۔ تفصیلات ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں۔

پنجاب میں ہیپاٹائٹس کی روک تھام کے لئے آگاہی پروگرام کی تفصیلات

*3074: محترمہ عائشہ جاوید: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا ہیپاٹائٹس کی روک تھام کے لئے محکمہ پورے پنجاب میں آگاہی پروگرام شروع کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تاکہ عوام کو اس مرض کے بارے میں زیادہ سے زیادہ شعور دیا جا سکے؟

(ب) کیا حکومت پنجاب ہیپاٹائٹس کو ختم کرنے کے لئے پولیو طرز کا پروگرام پورے پنجاب میں شروع کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تاکہ ہیپاٹائٹس کے مرض کو جلد سے جلد کنٹرول کیا جا سکے؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) عوام میں شعور و آگاہی پیدا کرنے کے لئے آگاہی مہم حکومت کی اولین ترجیحات میں شامل ہے، آگاہی مہم میڈیا، پریس، ٹی وی، ریڈیو انٹر پرسنل کمیونیکیشن، واک اور سیمینار کے ذریعے چلائی جا رہی ہے۔

(ب) ہر پروگرام اپنی ضروریات کے مطابق مختلف لائحہ عمل اختیار کرتا ہے اور مختلف اقدامات اٹھائے جاتے ہیں۔یہ اقدامات ماہرین کی آراء کے بعد تجویز کئے جاتے ہیں۔ہیپاٹائٹس کے حوالے سے حکمت عملی بڑی جامع ہے اور یہ تمام ماہرین کی متفقہ رائے کی روشنی میں ترتیب دی گئی ہے، جس کے اچھے نتائج برآمد ہو رہے ہیں۔ تفصیلات ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں۔

حکومت پنجاب کی صحت پالیسی و دیگر تفصیلات

*3191: ڈاکٹر سامیہ امجد: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) حکومت پنجاب کی صحت پالیسی کیا ہے، کب بنی اور کس نے بنائی؟

(ب) صوبہ پنجاب کے دیہی اور پسماندہ علاقوں کی آبادی کو صحت کی سہولتیں فراہم کرنے کے لئے کون سے خصوصی انتظامات کئے جارہے ہیں؟

(ج) کیا یہ درست ہے کہ بڑے شہروں میں صحت کی سہولتیں بہتر اور زیادہ ہونے کی وجہ سے دیہی اور پسماندہ علاقوں سے بڑے شہروں کی طرف آبادی کی منتقلی کی شرح میں خطرناک حد تک اضافہ ہو چکا ہے، اس سلسلہ میں حکومت پنجاب کی طرف سے کئے گئے خصوصی اقدامات کی تفصیل سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) اٹھارویں آئینی ترمیم سے قبل صحت کے معاملات آئین پاکستان کے تحت (concurrent list) میں شامل تھے اور وفاقی حکومت نیشنل ہیلتھ پالیسی ترتیب دیتی تھی، جس میں صوبوں کی مشاورت شامل ہوتی تھی لہذا حکومت پنجاب اس سلسلے میں وفاقی حکومت کی جاری کردہ نیشنل ہیلتھ پالیسی پر عملدرآمد کر رہی ہے۔جو کہ فیڈرل گورنمنٹ نے صوبوں کی مشاورت کے ساتھ 2001 میں ترتیب دی تھی۔

(ب) حکومت پنجاب نے دیہی اور پسماندہ علاقوں کی آبادی کو صحت کی سہولتیں فراہم کرنے کے لئے ہر یونین کونسل میں بنیادی مرکز صحت B.H.U اور ہر مرکز لیول پر دیہی مرکز صحت R.H.C قائم کئے ہیں۔مزید برآں نیشنل پروگرام برائے بہبود آبادی و پرائمری ہیلتھ کیئر کے ذریعے ہر ایک ہزار کی آبادی پر ایک مقامی خاتون کو تربیت فراہم کر کے لیڈی ہیلتھ ورکر L.H.W تعینات کیا گیا ہے۔علاوہ ازیں ہر یونین کونسل میں ملیریا کنٹرول، حفاظتی ٹیکہ جات لگانے اور صحت عامہ بہتر بنانے کے لئے فیلڈ عملہ تعینات کیا گیا ہے مزید برآں دور دراز علاقہ جات میں قائم بنیادی و دیہی مراکز صحت پر خدمات سرانجام دینے والے ڈاکٹروں کے لئے بہتر مشاہرہ بھی مقرر کیا گیا ہے۔

حال ہی میں حکومت پنجاب نے صوبہ میں ڈاکٹروں کی فراہمی بہتر بنانے کے لئے سیالکوٹ، ساہیوال، گوجرانوالہ اور ڈی جی خان میں 4 نئے میڈیکل کالج قائم کئے ہیں اور پہلے سے موجود میڈیکل کالجوں میں 452 نشستوں کا اضافہ کیا گیا ہے۔

(ج) دیہات میں روزگار، ماحول، تعلیم، امن و امان، تحفظ اور شہری سہولیات کی عدم فراہمی شہروں کی جانب آبادی کی منتقلی کے زیادہ اہم عوامل ہیں اور حکومت پنجاب اس پیچیدہ مسئلہ کے حل کے لئے جامع اور مربوط دیہی ترقی و سماجی بہبود کے پروگرام پر عمل پیرا ہے تاکہ زراعت اور دیہی معیشت کی ترقی اور دیہی سماجی ڈھانچہ کی بہتری کے ساتھ دیہی عوام کی شہروں کی جانب منتقلی کو روکا جا سکے۔اس سلسلہ میں دیہات اور چھوٹے شہروں میں قائم صحت کی سہولیات کو مرحلہ وار سالانہ ترقیاتی پروگرام کے ذریعے مزید بہتر بنایا جا رہا ہے۔

ایچ آئی وی/ایڈز کے خاتمے کے لئے اٹھائے گئے اقدامات

*3192: ڈاکٹر سامیہ امجد: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) HIV/ایڈز و دیگر جنسی بیماریوں کے سلسلے میں آگاہی مہم کب شروع کی گئی؟

(ب) HIV/ایڈز کے خاتمے کے لئے حکومت جدید ریسرچ سے کس حد تک مستفید ہو رہی ہے، تفصیل سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) پنجاب ایڈز کنٹرول پروگرام نے آگاہی اور شعور اجاگر کرنے کی مہم کا باقاعدہ آغاز 2006 میں کیا۔اس سلسلے میں مندرجہ ذیل اقدامات کئے گئے۔

i. اگست 2006 کو ایک میڈیا فرم کے ساتھ مہم کے آغاز کے لئے معاہدہ کیا گیا۔

ii. اس معاہدے کے تحت ابتداً میں ایک سروے کیا گیا اس سروے کا مقصد HIV/AID کے بارے میں معلومات، رویے اور عمل کو جانچنا تھا۔

iii. آگاہی پھیلانے کے لئے ورکشاپس کا اہتمام کیا گیا جس میں بہتر طریقے سے پیغام کی رسائی کرنے کے طریقے سکھائے گئے۔

iv. ٹی وی ریڈیو 3416 اشتہار نشر کئے گئے۔

v. World AIDs Day کے موقع پر FM103 پر مختلف پروگرام نشر کئے گئے۔

vi. کلوز سرکٹ ٹی وی کے ذریعے لاہور کے 16 ہسپتالوں اور کلینکوں میں HIV/AIDs کے بارے میں آگاہی کے پیغامات نشر کئے گئے۔

vii. HIV/AIDs کے موضوع پر ٹی وی کے لئے ایک Documentary بنائی گئی۔

viii. آگاہی کو اجاگر کرنے کے لئے سٹیج تھیٹر پیش کئے گئے۔

ix. پنجاب ایڈز کنٹرول پروگرام کی ویب سائٹ کا آغاز کیا گیا۔

x. معلوماتی، تعلیمی اور ترسیلی مواد کو نہ صرف بنایا گیا بلکہ اس کی تقسیم بھی کی گئی۔
xi. این جی اوز کے نمائندوں کے لئے مختلف تربیتی ورکشاپس کا انعقاد کیا گیا اور ان کے ذریعے لوگوں کو HIV سے آگاہی کے پیغامات دیئے گئے۔
xii. HIV/AIDs کے مریضوں کو بہتر ماحول فراہم کرنے کی کوشش کے لئے آگاہی بڑھائی گئی اور رابطوں کو استوار کیا گیا۔
xiii. HIV/AIDs کے لئے ایک صوبائی پارلیمانی فورم کا قیام عمل میں لایا گیا۔
xiv. HIV/AIDs کے لئے ایک صوبائی کمیٹی برائے وکالت (Task Force & TACA) کا قیام عمل میں لایا گیا۔
xv. صحت کے لئے بین المذاہب کونسل کا قیام عمل میں لایا گیا۔
xvi. مذہبی رہنماؤں کی تربیت کے لئے دس اضلاع میں ورکشاپس کا اہتمام کیا گیا۔
xvii. تعلیمی اداروں کے ساتھ تعاون بڑھایا گیا تاکہ ان اداروں میں HIV/AIDs کے بارے میں شعور اجاگر کیا جا سکے۔
xviii. پرائیویٹ بلڈ بنکوں کے ساتھ آگاہی سیمینار کا انعقاد۔
xix. پرائیویٹ ہسپتالوں میں ساتھ آگاہی سیمینار کا انعقاد۔
xx. تعلیمی اداروں میں ایڈز کی آگاہی کے لئے سیمینار منعقد کئے گئے۔

(ب) پنجاب ایڈز کنٹرول پروگرام ہمیشہ سے HIV/AIDs کے حوالے سے جدید تحقیق سے مستفید ہونے کے لئے سرگرم رہا ہے۔اس سلسلے میں HIV/AIDs Surveillance Project نے NACP اور PACP کے ساتھ مل کر 2004-08 تک متعدد تحقیقی ریسرچ کیں۔

یہ تحقیقات سرنج کے ذریعے نشہ آور ادویات کا استعمال، مرد اور خواتین جسم فروش اور ہیجڑوں میں کی گئیں۔ان کا مقصد ان افراد میں HIV/AIDs تناسب دیکھنا تھا۔

ان تحقیقات کے نتائج سے یہ بات سامنے آئی کہ ان گروہوں میں اس بیماری کا تناسب سب سے زیادہ ہے۔اس کی بناء پر پنجاب ایڈز کنٹرول پروگرام نے اپنے Service Delivery Package کا آغاز کیا ہے تاکہ معاشرہ ان گروہوں کو بہتر سہولیات کی فراہمی یقینی بنا سکے۔

اس کے علاوہ مخصوص گروہوں کے خطرناک روّیوں کے بارے میں بھی تحقیق کی گئی جس میں مفید اور اہم معلومات فراہم کی گئیں اور ان معلومات کی بنیاد پر احتیاطی لائحہ عمل ترتیب دیا گیا۔

HASP کے ذریعے مختلف علاقوں کا تعین ہوا۔جہاں پر یہ مرض اثرانداز ہو رہا ہے مثلاً یہ پتا لگایا کہ سرگودھا میں IDUs کی تعداد بہت بڑھ چکی ہے جن میں HIV وائرس کا تناسب کافی زیادہ ہے۔پنجاب ایڈز کنٹرول پروگرام کی اس امر کی نشاندہی سے ضلعی ہیڈ کوارٹر ہسپتال سرگودھا میں HIV/AIDs ٹریٹمنٹ سنٹر کا آغاز کیا جس میں بیشتر افراد کا تعلق IDUs گروپ کے ساتھ ہے۔

WHO کی Guidelines پر مکمل طور پہ عمل کیا جاتا ہے۔مرض کی تشخیص کے بعد مریض کو ادویات شروع کرنے کے لئے جو مختلف ٹیسٹ (جو کہ CD4 اور Viral Load ٹیسٹ کہلاتے ہیں) کے ذریعے کیا جاتا ہے۔اس کی سطح کا تعین جدید تحقیق کے مطابق تبدیل ہوتا رہتا ہے۔

ادویات میں جدید رجحانات کو مدنظر رکھا جاتا ہے جن ادویات کے زیادہ منفی اثرات ہو رہے ہیں ان کی جگہ بہتر ادویات کا استعمال کیا جا رہا ہے۔جدید طریقوں سے کوشش کی جا رہی ہے کہ مریض اپنی ادویات کے استعمال میں ثابت قدم رہیں اس کے لئے مشاورت کے مختلف طریقے استعمال کئے جا رہے ہیں۔کوشش کی جاتی ہے کہ مریضوں کی کسی صورت دل آزاری نہ ہو اور ان کی شناخت بلا اجازت ظاہر نہ کی جائے۔تحقیق سے ظاہر ہوا ہے کہ جو مریض دلبرداشتہ ہو جاتے ہیں وہ مرض کے پھیلنے کا سبب بنتے ہیں۔

آر ایچ سی ہڑپہ ساہیوال کا رقبہ و دیگر تفصیلات

*3211: جناب محمد حفیظ اختر چودھری: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) آر ایچ سی ہڑپہ (ساہیوال) کتنے رقبہ پر کب تعمیر ہوا؟

(ب) اس میں ڈاکٹر کی منظور شدہ اسامیاں کتنی ہیں کتنی خالی کب سے ہیں؟

(ج) اس آر ایچ سی کو سال 08۔2007 اور 09۔2008 کے دوران کتنی گرانٹ سالانہ ادویات اور دیگر مدات کے لئے فراہم کی گئی ہے؟

(د) کیا حکومت اس ہسپتال میں ڈاکٹروں کی خالی اسامیاں پُر کرنے اور ضرورت کے مطابق ادویات فراہم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیراعلیٰ(میاں محمد شہباز شریف):

(الف) آر ایچ سی ہڑپہ (ساہیوال)کا رقبہ 6ایکڑ ہے اور یہ 1984 میں تعمیر ہوا۔

(ب) آر ایچ سی ہڑپہ میں ڈاکٹرز کی 4اسامیاں موجود ہیں اور تمام ڈاکٹرز کام کر رہے ہیں۔

(ج) مالی سال08-2007اور09-2008 کے دوران دی گئی گرانٹ کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

	مالی سال08-2007	2008-09
ادویات	500000/-روپے	500000/-روپے
Contingent	670000/-روپے	750000/-روپے
سالانہ مرمت	75000/-روپے	110000/-روپے
پے اینڈ الاؤنس	5242000/-روپے	6620000/-روپے

(د) ڈاکٹروں کی تمام اسامیاں پُر ہیں نیز حکومتی پالیسی اور ہسپتال کی ضرورت کے مطابق ادویات فراہم کی جارہی ہیں۔

چلڈرن ہسپتال لاہور۔بچوں کی ہارٹ سرجری میں حائل مسائل

*3309: محترمہ آمنہ الفت: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ چلڈرن ہسپتال فیروزپور روڈ لاہور میں دل کے مریض بچوں کی ہارٹ سرجری کی جاتی ہے، اگر کی جاتی ہے تو روزانہ کتنے بچوں کی ہارٹ سرجری کی جاتی ہے جنوری2008 سے اب تک کتنے بچوں کے آپریشن کئے گئے، اس کی تفصیل ایوان کو فراہم کی جائے؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ بچوں کی ہارٹ سرجری کے لئے ڈاکٹرز /ہسپتال انتظامیہ چھ چھ ماہ کا ٹائم دیتے ہیں اور اتنے طویل عرصہ کا ٹائم دینے پر کئی معصوم بچے آپریشن کے انتظار میں وفات بھی پا جاتے ہیں؟

(ج) اگر درج بالا سوالات کے جوابات اثبات میں ہیں تو جن وجوہات اور مسائل کی بناء پر آپریشن کے لئے طویل عرصے کا وقت دیا جاتا ہے کیا حکومت ان مسائل کو حل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی وجوہات سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیراعلیٰ(میاں محمد شہباز شریف):

(الف) یہ درست ہے کہ چلڈرن ہسپتال میں دل کے مریض بچوں کی ہارٹ سرجری کی جاتی ہے۔ ایک ہفتے میں چار دن ہارٹ سرجری کے لئے مختص ہیں جن میں اوسطاً آٹھ بچوں کا آپریشن

ہوتا ہے۔جنوری 2008 سے اب تک 540 بچوں کی ہارٹ سرجری کی گئی ہے جن میں سے 260 مریضوں کی (close) کلوز ہارٹ سرجری ہوئی اور 290 مریضوں کی (open) اوپن ہارٹ سرجری ہوئی ہے۔

(ب) چونکہ اوپن ہارٹ سرجری کے لئے چلڈرن ہسپتال پاکستان بھر میں گورنمنٹ سیکٹر میں واحد ادارہ ہے اور ایک ادارہ پورے ملک کے مریض بچوں کی اوپن ہارٹ سرجری کے لئے ناکافی ہے۔اس وجہ سے تقریباً 1800 بچے waiting list پر موجود ہیں تاہم انتظار کرنے والے بچوں کا ایمرجنسی کی صورت میں فوراً داخلہ کر کے آپریشن کیا جاتا ہے۔

(ج) اس وقت ملک میں بچوں کی ہارٹ سرجری کرنے والے ٹرینڈ میڈیکل اور پیرا میڈیکل سٹاف کی کمی ہے جسے پورا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔مزید برآں تمام ملک کی آبادی کو یہ سہولت بروقت بہم پہنچانے کے لئے ملکی سطح پر مزید ادارے قائم کرنے کی ضرورت ہے۔

خواتین کے الٹراء ساؤنڈ کے لئے لیڈی ڈاکٹر کی تعیناتی

*3319: ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ بھی درست ہے کہ صوبہ پنجاب کے تمام سرکاری ہسپتالوں میں الٹراء ساؤنڈ کی سہولت موجود ہے؟

(ب) اگر جواب اثبات میں ہے تو کیا الٹراء ساؤنڈ کی ڈیوٹی مرد / خواتین کے لئے صرف مرد ڈاکٹر انجام دیتے ہیں یا مردوں کے لئے مرد ڈاکٹر اور خواتین کے لئے خاتون ڈاکٹر سرانجام دیتی ہیں؟

(ج) اگر جواب نہ میں ہے تو کیا حکومت الٹراء ساؤنڈ کے لئے مرد اور خاتون ڈاکٹر کا علیحدہ انتظام کرنے کو تیار ہے؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) جی ہاں! صوبہ پنجاب کے تمام ٹیچنگ، ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتالوں اور تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتالوں میں الٹراء ساؤنڈ کی سہولت موجود ہے۔

(ب) جی ہاں! یہ درست ہے کہ الٹراء ساؤنڈ کرنے کی ڈیوٹی مرد اور خواتین ڈاکٹرز سرانجام دیتے ہیں۔تاہم یہ کوشش ضرور کی جاتی ہے کہ خواتین کا الٹراء ساؤنڈ ترجیحاً لیڈی ڈاکٹر ہی سرانجام

دے۔جہاں لیڈی ڈاکٹر تعینات نہ ہو وہاں خواتین کا الٹراء ساؤنڈ نرس کی موجودگی میں مرد ڈاکٹر سرانجام دیتا ہے۔

(ج) اس ضمن میں عرض ہے کہ خواتین کا الٹراء ساؤنڈ ترجیحاً لیڈی ڈاکٹرز ہی سرانجام دیتی ہیں، تاہم الٹراء ساؤنڈ ٹیسٹ کی سہولت بہم پہنچانے کے لئے یہ امر بھی ضروری ہے کہ الٹراء ساؤنڈ کرنے کے لئے اس میں مہارت رکھنا بہت اہم ہے، فی الحال لیڈی ڈاکٹرز جو الٹراء ساؤنڈ کی مہارت رکھتی ہوں اور اس میں تربیت یافتہ بھی ہوں کی تعداد محدود ہے۔اس بناء پر فی الوقت صوبہ کے تمام ہسپتالوں میں خواتین کا الٹراء ساؤنڈ لیڈی ڈاکٹروں کے ذریعے کرنا ممکن نہ ہے۔

سال 09۔2008 سروسز ہسپتال لاہور کے لئے رکھے گئے فنڈز و دیگر تفصیلات

*3322: چودھری محمد اسد اللہ: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) سروسز ہسپتال لاہور میں سال 2008-09 میں ہسپتال کے Wards کے بیڈز کی مرمت کے لئے کتنی رقم رکھی گئی؟

(ب) کیا ہسپتال انتظامیہ سرجیکل سپیشل وارڈ کے بیڈز کے فوم بدلنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ ہسپتال ہذا کے وارڈز کے باتھ رومز کی ٹوٹیاں اکثر خراب رہتی ہیں اور ان کی مرمت وغیرہ نہیں کی جاتی؟

(د) اگر جز بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا ہسپتال انتظامیہ مذکورہ مسائل کو حل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) سروسز ہسپتال کے وارڈز کے بیڈز کی مرمت کے لئے سال 2008-09 میں -/1250000 روپے رکھے گئے۔

(ب) جی ہاں! سروسز ہسپتال کی انتظامیہ ہر سال پرانے اور ناکارہ ہو جانے والے فوم میٹریس تبدیل کرتی ہے۔پچھلے سال 203 فوم میٹریس تبدیل کئے گئے جبکہ سرجیکل سپیشل وارڈ کو 10 فوم میٹریس ملے (وارڈ کے کل بیڈز کی تعداد 30 ہے) اس سال بھی 110 مزید فوم میٹریس مختلف وارڈز کی ڈیمانڈ کے مطابق تبدیل کئے گئے۔اس سال اگست میں نئے مالی سال

کے بجٹ کی منظوری کے بعد مزید فوم میٹریس بدلے جائیں گے اور سرجیکل سپیشل وارڈ کو ترجیح دی جائے گی۔

(ج) جی نہیں!جب کبھی بھی باتھ رومز کی ٹوٹیاں خراب ہوں، وہ تبدیل یا مرمت کر دی جاتی ہیں۔

(د) ہسپتال انتظامیہ مذکورہ بالا مسائل وقتاً فوقتاً حل کرتی رہتی ہے۔

رانا منور حسین المعروف رانا منور غوث خان: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: آپ انتظار کرتے رہتے ہیں کہ جب Question Hour ختم ہو گا تو میں فوری بھاگ کر اندر جاؤں گا۔

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: محترمہ!آپ تشریف رکھیں۔

رانا منور حسین المعروف رانا منور غوث خان: جناب سپیکر! میرے علم میں یہ بات آئی ہے کہ BHUs دیہاتوں میں بنائے گئے تھے ان کو ختم کیا جا رہا ہے، اس وجہ سے کہ پنجاب حکومت کے پاس ڈاکٹروں کی تعداد بہت کم ہے۔ جن ڈاکٹروں کو appointment ملتی ہے تو وہ دیہاتوں میں جانا پسند نہیں کرتے، اس کے alternate بندوبست یہ کیا جا رہا ہے کہ Mobiles Vans بنائی جا رہی ہیں اور Mobiles Centres بنائے جا رہے ہیں۔ ان دیہاتوں اور چوک میں یونین کونسل level پر ایک rotation پروگرام ہو گا جس کے تحت وہ لوگوں کو health facilities فراہم کریں گے۔

جناب سپیکر! میری یہ submission ہے کہ پارلیمانی سیکرٹری صاحب آپ کے توسط سے بتائیں کہ کیا حکومت اس قسم کا کوئی ارادہ رکھتی ہے اگر ارادہ رکھتی ہے تو اس کا طریق کار اور alternate کیا ہو گا جو بنیادی ہیلتھ مراکز ختم ہوں گے ان کی property کو کیسے utilize کریں گے؟ کیونکہ یہاں پر گورنمنٹ کا کروڑوں اور اربوں روپیہ خرچ ہو چکا ہے۔

جناب سپیکر: جی، کوئی ایسی بات ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! یہ بالکل غلط فہمی ہے کیونکہ کوئی BHUs ختم کر رہے ہیں اور نہ ہی RHCs ختم کر رہے ہیں بلکہ ان کے لئے ڈاکٹروں کا پبلک سروس کمیشن کے ذریعے امتحان ہو رہا ہے، ان کی تعیناتیاں کی جا رہی ہیں اور اس facility کو strength کرنے

کے لئے ہم نے Mobile Health Units منگوائے ہیں جن کا BHUs سے کوئی تعلق ہے اور نہ ہی وہ ختم کئے جا رہے ہیں۔

جناب سپیکر: چلیں، ٹھیک ہے۔ شکریہ

جناب احمد حسین ڈیہر: جناب سپیکر! میرا ابھی سوال ہے۔

جناب سپیکر: اب Question Hour ختم ہو چکا ہے۔

جناب احمد حسین ڈیہر: جناب سپیکر! میں نے ضمنی سوال کرنا ہے۔

جناب سپیکر: نہیں، ضمنی سوال کس چیز کا؟

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب احمد حسین ڈیہر: جناب سپیکر! BHUs کے بارے میں جو بات ہو رہی ہے تو مہربانی کر کے میری بات سن لیں۔

جناب سپیکر: جی، ڈار صاحبہ کی بات سننے دیں۔

جناب احمد حسین ڈیہر: جناب سپیکر! ان کے بعد پھر میں بات کروں گا۔

جناب سپیکر: چلیں، ان کے بعد پھر آپ کو floor دیں گے۔

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: جناب سپیکر! Monday سے اسمبلی کی لفٹ خراب ہے۔ اس پر وزراء، پارلیمانی سیکرٹری اور نہ ہی کسی ایم پی اے کی نظر پڑی ہے کیونکہ میں ہی آتی جاتی تھی۔ میں ہی بیمار عورت ہوں تو کیا لفٹ ٹھیک کرنے کے لئے کوئی انجینئر available ہے یا نہیں ہے؟

جناب سپیکر: جی، کون سی لفٹ؟

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: جناب سپیکر! اسمبلی کی لفٹ خراب ہے۔

جناب سپیکر: چلیں، اس کو جلدی ٹھیک کرواتے ہیں۔ اب آپ تشریف رکھیں۔ جی، ڈیہر صاحب!

جناب احمد حسین ڈیہر: جناب سپیکر! BHUs کے بارے میں بات کرنا چاہ رہا تھا جو کہ miss ہو گئی ہے۔ ان کے بارے میں، میں نے بات کرنی ہے۔ BHUs کی upgradation کی بات ہو رہی ہے تو یہ کہہ رہے ہیں کہ possible نہیں ہے۔ ملتان میں ہم نے NGOs کے ساتھ مل کر ان کی upgradation کی ہے اور بہت اچھے ہسپتال بن گئے ہیں۔ وہاں پر ہم نے EDOs کے ساتھ مل کر

ڈاکٹروں کے لئے actions لئے ہیں اور اس وقت وہاں پر ڈاکٹر بھی کام کر رہے ہیں اور ادویات بھی مل رہی ہیں۔ ہم اچھی باتوں کی نشاندہی نہیں کرتے اور ہمیشہ بُری باتوں کی کرتے ہیں۔

توجہ دلاؤ نوٹس

جناب سپیکر: جی، آپ کی بڑی مہربانی، اب توجہ دلاؤ نوٹس لیتے ہیں۔

انجینئر شہزاد الٰہی: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: جی۔

انجینئر شہزاد الٰہی: جناب سپیکر! حالات اتنے خراب ہو گئے ہیں کہ ہمارے پنجاب کے شہر لاہور سے لوگ اب جہاز کے ذریعے لٹک کر اس ملک کو چھوڑنے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ دوسری طرف اگر آپ دیکھیں تو آج کے اخبار میں ایک نمایاں خبر ہے کہ غربت سے تنگ شخص سات بچے فروخت کرنے کے لئے پریس کلب پہنچ گیا۔ میری آپ کے توسط سے اس ایوان اور آپ سے التماس ہے کہ خدارا نوراکشتی چھوڑی جائے اور پنجاب کے غریبوں کے حقوق کے بارے میں کوئی بات کی جائے۔

جناب سپیکر: جی، پہلا توجہ دلاؤ نوٹس چودھری ظہیر الدین خان صاحب کا ہے۔ چودھری ظہیر الدین خان صاحب کہاں ہیں؟

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! اس کو pending کر دیں یا میں on his behalf لے لیتی ہوں۔

جناب سپیکر: آج انہوں نے پڑھنا تھا۔ یہ pending ہوگا اور نہ ہی Article-65 اس کی اجازت دیتا ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اگر قائد حزب اختلاف اسمبلی چیمبرز میں موجود ہیں تو آپ دوسرا توجہ دلاؤ نوٹس پہلے take up کر لیں اور بعد میں اس کو کر لیں۔

جناب سپیکر: جی، اگر وہ اس دوران آ گئے تو اس کو take up کر لیں گے۔ جی، محترمہ ساجدہ میر صاحبہ! آپ کا توجہ دلاؤ نوٹس ہے۔

قصور۔ڈکیتی کے دوران مزاحمت پر کانسٹیبل کی ہلاکت کی تفصیلات

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر!کیاوزیر اعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مورخہ 18۔جنوری 2011 کی ایک "مؤقر اخبار" کی خبر کے مطابق ضلع قصور ڈھولن روڈ کھڈیاں پر ڈاکوؤں نے مزاحمت پر پولیس کانسٹیبل محمد اسلم کو فائرنگ کر کے ہلاک کر دیا ہے؟

(ب) اس کا مقدمہ کس تھانہ میں کن کن دفعات کے تحت درج ہوا ہے؟

(ج) آج تک اس سلسلہ میں پولیس نے کیا کارروائی کی ہے؟

(د) کوئی ملزم گرفتار ہوا ہے،اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

جناب سپیکر: جی،وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر!توجہ دلاؤ نوٹس نمبر 630/11 ہے۔

(الف) یہ غلط ہے کہ مذکورہ کانسٹیبل دوران ڈکیتی جاں بحق ہوا۔ درحقیقت محمد اسلم مقتول کا ASI جمیل وغیرہ کے ساتھ ایک پلاٹ کا تنازعہ تھا جس کے نتیجے میں کانسٹیبل محمد اسلم کو قتل کر دیا گیا۔

(ب) اس قتل کا مقدمہ تھانہ کھڈیاں میں زیر دفعہ 302/34 ت پ مورخہ 17۔جنوری 2011 درج ہو چکا ہے۔

(ج) ملزم مقبول گرفتار ہو چکا ہے جبکہ جمیل فرار ہے جس کے لئے ریڈ کئے جا رہے ہیں اور بذریعہ special team چھاپے مارے جا رہے ہیں۔

(د) ملزم مقبول گرفتار ہے جبکہ ملزم جمیل فرار ہے اور تیسرا نامعلوم ملزم بھی ابھی تک گرفتار نہیں کیا جا سکا۔

جناب سپیکر: جی،محترمہ ساجدہ میر صاحبہ!

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر!ان ملزمان کو گرفتار کرنے میں کتنا ٹائم لگ سکتا ہے اگر وہ فرار ہیں اور قتل کر کے فرار ہی ہوتے جائیں گے تو اس کا مطلب ہے کوئی بھی نہیں پکڑا جائے گا؟

جناب سپیکر: جی،ایک تو پکڑا گیا ہے۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! ہم پولیس کو اتنی زیادہ تنخواہیں اس لئے دیتے ہیں کہ یہاں پر جو جرائم کرتے ہیں، جرائم کرنے والوں کو گرفتار بھی کیا جائے، ان کی تفتیش بھی کی جائے اور ان کو گرفتار کر کے لایا بھی جائے۔ اگر باقی جو گرفتار نہیں ہیں بعد میں مک مکا کر کے آ جائیں تو اس قتل کا کیا رزلٹ نکلے گا؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! جیسے میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ اس مقدمہ کا جو ایک main ملزم ہے وہ گرفتار ہو چکا ہے، دوسرے ملزمان کی گرفتاری کے لئے مقامی پولیس بھرپور کوشش کر رہی ہے اور انشاء اللہ جلد ان کو بھی گرفتار کر لیا جائے گا۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ چودھری ظہیر الدین خان صاحب آ گئے ہیں؟ نہیں آئے۔ چلیں! پھر توجہ دلاؤ نوٹس نمبر 626/11 کو dispose of کیا جاتا ہے۔

تحاریک استحقاق

جناب سپیکر: اب ہم تحاریک استحقاق لیتے ہیں۔ چودھری طاہر محمود ہندلی (ایڈووکیٹ) اپنی تحریک استحقاق پیش کریں۔

حلقہ پی پی۔125 ایس ایچ او تھانہ صدر کا معزز ممبر اسمبلی کے ساتھ تضحیک آمیز روّیہ

چودھری طاہر محمود ہندلی (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ میں پی پی۔125 سے ایم پی اے منتخب ہوا ہوں۔ میرے ماموں کا کچھ تنازع زمین رشتہ داروں کے ساتھ عرصہ دراز سے چلا آ رہا ہے، جس میں، میں بھی کھاتہ دار ہوں۔ زمین کی کٹائی کا معاملہ تھا۔ ہم نے کھاتہ دار ہوتے ہوئے بھی مقامی پولیس کو کہا کہ دوسری پارٹی کٹائی کر لے مگر مشین ہماری زمین یا ڈیرا سے نہ گزاری جائے۔ جس کو مقامی پولیس نے تسلیم کیا بلکہ میں نے SHO رانا ندیم آصف کو کہا کہ میں اور میرا ماموں اشٹام لکھ کر دینے کو تیار ہیں اور اس بابت متعدد بار میرا SHO صدر سے رابطہ بھی ہوا مگر اس کے باوجود SHO صدر رانا آصف ندیم مورخہ 10-12-28 بوقت 10 بجے صبح مع کافی تعداد میں پولیس ملازمین میرے ڈیرا پر آ گئے اور مشین میرے ڈیرا پر سے گزارنے کی کوشش کی۔ میرے ماموں عطا میراں اور میرے بھائی عنایت قادر نے ایسا کرنے سے منع کیا تو SHO جنہوں نے بھاری رقم وصول کی تھی میرے ماموں اور بھائی کو طمانچے مار کر اٹھا کر سرکاری

گاڑی پولیس میں ڈال کر تھانہ لے گئے۔ میں بھی موقع پر پہنچ گیا۔ میں نے احتجاج کیا، آپ زیادتی کر رہے ہو۔SHO کہنے لگے کہ عدالت عالیہ کا حکم ہے۔ میں نے کہا کہ کٹائی ضرور کرائیں مگر ہماری زمین اور ڈیرا سے مشینیں نہ گزاریں میرے ماموں اور بھائی کو چھوڑ دیں۔SHO نے مجھے دھکے مارے اور میرے ساتھ بھی بدتمیزی کی۔ جس کو وہاں پر موجود ہزاروں لوگوں نے دیکھا اور زبردستی مشینیں میرے ڈیرا پر سے گزار کر لے گئے۔ جس سے میرا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ میرے ماموں اور میرے بھائی پر زبردست تشدد کیا اور اُلٹا ہمارے خلاف مقدمہ درج کر لیا جبکہ میرے ماموں اور بھائی کو زخمی بھی کیا جس کا نتیجہ ڈاکٹری بھی موجود ہے۔SHO کی اس حرکت سے میرا استحقاق مجروح ہوا ہے لہذا میری اس تحریک کو ایوان میں پیش کرنے کی اجازت دی جائے اور اسے باضابطہ قرار دیتے ہوئے مجلس استحقاقات کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس کا ابھی نوٹس موصول ہوا ہے تو اس کا جواب next week تک pending فرما دیں۔

جناب سپیکر: جی، اس کو next week میں 25۔تاریخ تک pending کیا جاتا ہے۔

تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر: اب تحاریک التوائے کار لیتے ہیں۔ محترمہ ساجدہ میر صاحبہ کی تحریک التوائے کار نمبر 20/11 ہے۔ یہ پڑھی جا چکی ہے۔ رانا صاحب! اس کا جواب آیا ہے؟

صوبہ میں خواتین کے لئے مزید الگ جیلیں تعمیر کرنے کا مطالبہ

(۔۔۔جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جی، جناب سپیکر! تحریک التوائے کار نمبر 20/11 ہے۔ یہ درست ہے کہ خواتین کے لئے صوبہ بھر میں صرف ایک خواتین جیل ملتان میں ہے اور اس میں 61 قیدی حوالاتی خواتین مقید ہیں جہاں پر لیڈیز سٹاف تعینات ہے۔ جس میں سپرنٹنڈنٹ جیل، ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ، جیل اسسٹنٹ، سپرنٹنڈنٹ جیل اور دیگر لیڈیز سٹاف کام کر رہا ہے۔ اصل صورتحال یہ ہے کہ ایسی خواتین جو کہ بطور حوالاتی ہیں اور ان کے کیس مختلف عدالتوں میں زیر سماعت ہیں ان کے

لئے انہیں اپنے ضلع کی جیل میں رکھا جاتا ہے اور ان کے لئے جیل میں ایک علیحدہ portion مختص کیا جاتا ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہے۔ سنٹر جیل لاہور میں 105 خواتین مقید ہیں یا حوالاتی ہیں، سنٹرل جیل گوجرانوالہ 49، سنٹر ل جیل ساہیوال 49، ڈسٹرکٹ جیل قصور 13، ڈسٹرکٹ جیل شیخوپورہ 17، ڈسٹرکٹ جیل سیالکوٹ 57، سنٹرل جیل، راولپنڈی 128، ڈسٹرکٹ جیل اٹک 6، ڈسٹرکٹ جیل گجرات 24، ڈسٹرکٹ جیل جہلم 10، سنٹرل جیل میانوالی 13، ڈسٹرکٹ جیل فیصل آباد 66، ڈسٹرکٹ جیل جھنگ 16، ڈسٹرکٹ جیل سرگودھا 19، ڈسٹرکٹ جیل شاہ پور 10، ڈسٹرکٹ جیل ٹوبہ ٹیک سنگھ 4، سنٹرل جیل بہاولپور 12، سنٹرل جیل ڈیرا غازی خان 5، ڈسٹرکٹ جیل بہاولنگر 6، ڈسٹرکٹ جیل رحیم یار خان 18، ڈسٹرکٹ جیل وہاڑی 10 اور یہ بھی درست نہ ہے کہ وہاں مرد حضرات تعینات ہیں بلکہ سنٹرل اور ڈسٹرکٹ جیلوں میں لیڈیز سپرنٹنڈنٹ اور لیڈیز اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ جیل تعینات ہیں۔ اس کے علاوہ لیڈیز وارڈنز بھی تعینات ہیں جہاں مرد حضرات کا داخلہ قطعاً ممنوع ہے۔ یہ بھی درست نہ ہے کہ انہیں ہراساں کر کے غلط کاموں کے لئے مجبور کیا جاتا ہے۔ ان خواتین پر کسی قسم کا کوئی تشدد کیا جاتا ہے اور نہ ہی ان خواتین نے کبھی عملہ جیل کے متعلق اس قسم کی کوئی شکایت کی ہے۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! جواب تو ٹھیک ہے لیکن میں یہ بات کہنا چاہتی ہوں کہ اس سے پہلے بھی میری تحریک التوائے کار میں تھا کہ لاہور کی دو جیلیں ہیں جس طرح کیمپ جیل ہے اس میں تعداد سے زیادہ قیدی ہیں۔ اسی طرح کوٹ لکھپت سنٹرل جیل میں بھی قیدیوں کی تعداد زیادہ ہے۔ اگر کیمپ جیل کو خواتین کی جیل بنا دیا جائے تو کیا یہ اچھا نہیں ہو گا؟ جو کیمپ جیل ہے اس کے متبادل رائے ونڈ روڈ پر سرکاری اراضی پر ایک نئی جیل بنا دی جائے۔ اسی طرح اٹک اور راولپنڈی، سرگودھا، فیصل آباد اور جو دوسرے اضلاع ہیں اگر وہاں پر بھی الگ جیلیں بن جائیں اور پولیس کے جو اتنے سینئر افسران موجود ہیں ان کو وہاں تعینات کیا جائے تو بہتر ہے۔ وہاں پر عورتوں کے ساتھ بہت بُرا سلوک ہوتا ہے جہاں پر مرد سپرنٹنڈنٹ جیل ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: جی، آپ تشریف رکھیں۔ آپ کی بات سُن لی ہے۔ اب محترمہ ثمینہ خاور حیات کی تحریک التوائے کار نمبر 988 ہے۔ یہ پڑھی جا چکی ہے، اس کا جواب آ گیا ہے؟

چیچہ وطنی کے علاقے کی رہائشی دو لڑکیوں کا اغواء، زیادتی اور متاثرہ خاندان کا اعلیٰ حکام سے انصاف کا مطالبہ

(۔۔۔جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جی، جناب سپیکر! تحریک التوائے کار نمبر 988 ہے۔ مستغیث نے درخواست دی کہ مورخہ 13.04.10 کو گھر سے باہر تھا۔ میری بیٹی سیاں بی بی گھر پر تھی کہ مسماۃ ستاں بی بی زوجہ ستار میرے گھر آئی اور میری بیٹی سیاں بی بی کو کپڑے خریدنے کے بہانے اڈا اقبال نگر لے گئی۔ میری بیوی مسماۃ کنیزہ بی بی نے دختر م کو 9ہزار روپے بھی دیئے۔ شام کو گھر آیا تو بیٹی گھر واپس نہ آئی تو گواہان غازی محمد اور خدا بخش نے بتلایا کہ ملزمان نصیر، نور محمد، منظور حسین، زاہد اقبال، غلام شبیر اور ستاں بی بی نے مسماۃ سیاں بی بی کو باسواری ویگن اڈا اقبال نگر جاتے دیکھا ہے۔ جب بذریعہ پنچایت مسماۃ سیاں بی بی کا مطالبہ کیا تو وعدہ وعید کر کے انکاری ہو گئے۔ مورخہ 19.11.10 کو مسماۃ سیاں بی بی ملزمان کے چنگل سے آزاد ہو کر گھر آئی تو اس نے بتایا کہ ملزمان مجھے خریداری کے بہانے میاں چنوں لے گئے اور L 44/15 میں گلو کے گھر جا کر شبیر عرف شبو، نور محمد میرے ساتھ زیادتی کرتے رہے اور کچھ کاغذات پر دستخط بھی کروائے۔ پھر شبیر چوری کے مقدمہ میں گرفتار ہوا تو نور محمد زیادتی کرتا رہا اور جبکہ دیگر ملزمان نگرانی کرتے رہے۔ اس درخواست پر مقدمہ نمبر 457/10 مورخہ 10-12-10 بجرم 365/D ت پ تھانہ شاہ کوٹ درج ہوا۔ تفتیش عمل میں لائی گئی دوران تفتیش منظور، شبیر، زاہد اقبال، نصیر ملزمان نے اپنی عبوری ضمانت بتقرر 2011-1-3 تک کروائی، شامل تفتیش و پیش ہوئے۔ مدعی اپنے موقف پر قائم رہا کہ ملزمان نے مسماۃ سیاں بی بی کو زبردستی اغواء کیا ہے۔ ایف آئی آر میں وقوعہ 10-4-13 کا بیان ہوا ہے۔ مدعی نے مقدمہ 10-12-10 کو درج کروایا جو کہ تقریباً آٹھ ماہ بعد درج ہوا۔ پنوں مستغیث نے آٹھ ماہ تک مقدمہ اس لئے درج نہ کروایا کہ اس کو علم تھا کہ اس کی بیٹی مسماۃ سیاں نے از خود مسمی شبیر عرف شبو سے نکاح کیا ہے۔

جناب والا! اس مقدمے کی تفتیش ہو رہی ہے تو اس میں دوران تفتیش اصل حالات مقدمہ اس طرح سے پائے گئے ہیں کہ مسماۃ سیاں پنوں مستغیث کی بیٹی از خود کچہری چیچہ وطنی گئی اور مورخہ 10-04-17 کو اپنا بیان حلفیہ تحریر کروایا اور مورخہ 10-04-18 کو قاری محمد افضل ولد فضل دین سکنہ چیچہ وطنی سے اپنا نکاح پڑھوایا جس کی تصدیق کروائی گئی جو درست ثابت ہوا۔ مسماۃ سیاں اپنی مرضی سے تقریباً آٹھ ماہ شبیر اور شبو کے گھر آباد رہی پھر 10-04-28 کو ہائیکورٹ ملتان بنچ پیش ہو کر رٹ کی کہ

میں نے اپنی مرضی سے شبیر عرف شبو سے نکاح کیا ہے۔ والد مسمی پنوں دیگر گواہان بذریعہ ایف آئی آر ہراساں کر رہے ہیں۔ یہ مورخہ 10-04-28اور مورخہ 10-05-11 کو خود پیش ہوئی اور اس بات کی تصدیق ہوئی۔ ان حالات کے بغیر پنوں مستغیث نے ایک پنچایت در بار پیاں سندھیلہ والی اکٹھی ہوئی جس میں فیصلہ ہوا کہ مسماۃ سیاں بی بی کے بدلے مسمی شبیر عرف شبو اپنی ہمشیرہ کا رشتہ دے جو پنوں مستغیث نے مسمی شبیر عرف شبو کی ہمشیرہ کا نکاح اپنے قریبی عزیز امجد اقبال کے ساتھ کر دیا۔ مسمی پنوں مستغیث مسماۃ۔۔۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب والا! آواز نہیں آ رہی۔

جناب سپیکر: وہ کہہ رہی ہیں آواز نہیں آ رہی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! مائیک سسٹم پر تو میرا اختیار نہیں ہے۔ اگر یہ کہیں تو اس کے جواب کی کاپی میں ان کو بھیج دیتا ہوں یہ اس کو پڑھ لیں۔

جناب سپیکر: پڑھ لیں گی۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! آپ کو سمجھ آ رہی ہے؟

جناب سپیکر: میں بھی سمجھتا ہوں اور آپ بھی ان باتوں کو سمجھتی ہیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب والا! یہ اس کے جواب کی کاپی بھیج دیں میں اس کو پڑھ لیتی ہوں اس پر commentتو نہیں ہو سکتا۔

جناب سپیکر: جی، اس کے جواب کی کاپی ان کو دے دیں یہ پڑھ لیں گی۔ اگلی تحریک بھی آپ کی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 1003/10 بھی آپ کی ہے۔ وزیر قانون صاحب! اس کا جواب آیا ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جواب آ گیا ہے۔

جناب سپیکر: اس کا جواب آپ غور سے سن لیں۔

پنجاب کی گرین ٹریکٹر سکیم میں بے ضابطگیوں کا انکشاف

(۔۔۔جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب والا! تحریک التوائے کار نمبر 1003/10 کا جواب ہے کہ یہ بات بہت حد تک درست نہ ہے کہ گرین ٹریکٹر سکیم 09-2008 میں بڑے پیمانے پر

بے ضابطگیاں ہوئی ہیں۔ بے ضابطگیوں کی یہ خبر پاکستان آڈیٹر جنرل کی گرین ٹریکٹر سکیم 09-2008 کی رپورٹ کی بنیاد پر ہے۔ محکمہ زراعت نے اس رپورٹ کے منظر عام پر آنے کے بعد ایک محکمانہ کمیٹی تشکیل دی جس نے اس سکیم سے متعلقہ بے ضابطگیوں کی تحقیقات کیں جو کہ مذکورہ رپورٹ میں پیش کئے گئے تھے۔اس تحقیقاتی رپورٹ میں سکیم کے طریق کار سے متعلقہ معمولی نوعیت کی بے ضابطگیوں procedural lapses کی نشاندہی کی گئی ہے۔ محکمانہ تحقیقاتی کمیٹی نے آڈٹ رپورٹ میں نشان زدہ ضلعوں شیخوپورہ، گوجرانوالہ، لاہور اور ملتان کے ریکارڈ کی انتہائی باریک بینی سے جانچ پڑتال کی جس سے یہ بات واضح ہوئی کہ ضلع/تحصیل کی سطح پر چند انتہائی معمولی نوعیت کی نادانستہ کوتاہیاں ہوئی ہیں لیکن subsidy کی ادائیگی میں کسی بھی قسم کی کوئی بے ضابطگی نہیں ہوئی۔ علاوہ ازیں تحصیل/ضلع کی سطح پر عوامی نمائندے بھی اس سکیم کی کارروائی میں مکمل طور پر شامل رہے۔آڈٹ ٹیم نے کچھ نکات کی تشریح غلط طور پر کی جیسے کوئی کسان جس نے پچھلے پانچ سال میں کسی بنک سے ٹریکٹر کے لئے قرضہ لیا ہو یا وہ کسی بنک کا نادہندہ ہو، وہ گرین ٹریکٹر سکیم میں شامل ہونے کا اہل نہیں ہے۔۔۔(شور وغل)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ پھر آپ کہتے ہیں ہمیں سنائی نہیں دیتا، خود باتوں میں لگے ہوئے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): لیکن اگر کسی نے بنک سے ٹریکٹر کے علاوہ کسی قسم کا قرضہ لیا ہو اور وہ نادہندہ نہ ہو اور باقاعدگی سے اپنے قرض کی اقساط ادا کر رہا ہو تو وہ منظور شدہ طریق کار کے مطابق اس سکیم میں شامل ہونے کا اہل ہے لیکن آڈٹ ٹیم نے اس کو بھی بے ضابطگی میں شامل کیا ہے۔ گرین ٹریکٹر سکیم 09-2008 میں ایک ہی خاندان کے تین افراد نے گرین ٹریکٹر کی درخواست دی تھی لیکن قرعہ اندازی میں ایک ہی فرد کا نام نکلا لہذا یہ کہنا غلط ہے کہ ایک ہی خاندان کے تین افراد کو ٹریکٹر دیئے گئے۔مزید یہ کہ وزیراعلیٰ پنجاب نے اس معاملے کا نوٹس لیتے ہوئے وزیر زراعت پنجاب کی سربراہی میں ایک کمیٹی تشکیل دی جس کا پہلا اجلاس 11-01-2011 کو ہوا جس میں اس بات پر اطمینان کا اظہار کیا گیا کہ اس سکیم میں کوئی مالی بے ضابطگی نہیں ہوئی۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب والا! میرا mike تو on کروادیں۔

جناب سپیکر: mike تو on ہے، پیچھے سے آپ کو آوازیں زیادہ آتی ہیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! آپ کو پتا ہے کہ میری اپنی آواز بہت loud ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ کوئی بے ضابطگی نہیں ہوئی، ایک ہی خاندان کا کوئی دوسرا تیسرا نام نہیں نکلا۔ یہ چیز جو میں نے اب آپ کی نظر سے گزاری ہے اور یہ پچھلے سال قصور میں بھی ہوا ہے۔ سابق چیف سیکرٹری جاوید محمود صاحب کی بیوی اور بیٹے کا اس سکیم میں نام نکلا تھا اور دونوں نے ٹریکٹر لئے تھے۔ یہ بے ضابطگیاں تو دو سالوں سے چلتی آرہی ہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے اب یہ بے ضابطگی ختم ہو گئی ہے اور اخبار میں یہ بات آئی ہے تو میں نے اس بات کو آپ کے سامنے پیش کیا ہے۔ یہ مقدس ایوان ہے، میں اخبار کی خبر کو لے کر آئی ہوں، اس کے ساتھ اخبار بھی چسپاں کیا گیا ہے اور اگر اخبار کی رپورٹ غلط ہے تو پھر تردید کی جاتی لیکن اس طرح کی کوئی بات نہیں ہوئی۔ میرا مطلب یہ ہے کہ انکشافات ہو رہے ہیں۔ براہ مہربانی ان چیزوں پر نظر رکھیں اور ان چیزوں کو دیکھیں، جیسے چیف سیکرٹری صاحب کی بیوی ٹریکٹر لے سکتی ہے تو عام بندے کے لئے "مک مکا" کر کے پنجاب میں بہت کچھ ہو رہا ہے۔۔۔

جناب سپیکر: وہ disqualification میں نہیں آتے ہیں، competition ہے اس میں جو کوئی آ جائے۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب والا! جب چیف سیکرٹری اور باقی لوگ بھی بے ضابطگیاں کرتے ہیں۔۔۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب والا! اگر اجازت ہو تو میں اس کی وضاحت کر دوں۔

جناب سپیکر: آپ مہربانی کریں۔ اس پر اب بحث تو نہیں ہو سکے گی۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب والا! اگر اجازت ہو تو میں تھوڑی سی اس کی explanation کر دوں؟

جناب سپیکر: نہیں، آپ explanation رہنے دیں۔ مہربانی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناءاللہ خان): جناب سپیکر! میں ریکارڈ کی درستی کے لئے یہ عرض کروں کہ گرین ٹریکٹر سکیم کا جو competition ہے اس کی کمپیوٹر کے ذریعے قرعہ اندازی ہوتی ہے۔ جو لوگ competent ہیں وہ apply کر سکتے ہیں اور اس میں کسی کا بھی نام نکل سکتا ہے لیکن انہوں نے سابق چیف سیکرٹری جاوید محمود صاحب کے متعلق بات کی، یہ درست ہے کہ ان کی اہلیہ اور بیٹا شامل تھا، ان کے نام زمین تھی وہ apply کرنے کے حق دار تھے، انہوں نے apply کیا اور اتفاق سے ان کا ٹریکٹر

نکل آیا[*************]چیف سیکرٹری صاحب نے اپنا ٹریکٹر نکلنے کے باوجود بھی نہیں لیا، یہ disinformation ہے۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب والا! یہ کس قسم کے الفاظ استعمال کر رہے ہیں؟۔۔۔

جناب سپیکر: نازیبا الفاظ کو کارروائی سے حذف کیا جاتا ہے۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب والا! وہ دور تو کب کا ختم ہو چکا ہے اب ان کا دور شروع ہو چکا ہے۔ یہ اس دور کو کیوں نہیں بھولتے؟[*************]

محترمہ ثمینہ خاور حیات: ہر بات پر[***] کہنا، میں ان کی[***] کیا کیا بتاؤں۔۔۔

جناب سپیکر: وہ الفاظ میں نے حذف کرا دیئے ہیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: کیا کیا بتاؤں؟ بہت سی باتیں open ہو جائیں گی۔ میرے پاس اس House کی proceeding کا ریکارڈ موجود ہے جو 1991 میں رانا صاحب نے باتیں کی ہوئی ہیں[******]

جناب سپیکر: مہربانی۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات:[*****]

جناب سپیکر: آپ کی مہربانی۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات:[* ****]

جناب سپیکر: میں نے یہ الفاظ حذف کرا دیئے ہیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: انہوں نے کہا ہے میاں صاحب کاروبار کرتے تھے، میرے پاس اس بات کے proof موجود ہیں، یہ کیسے ہمیں[***] کہہ سکتے ہیں؟[*****]آپ کی بھی قیادت ہے۔آپ میرا mike کھول دیں، میں آپ سے پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہ رہی ہوں۔آپ میری بات سنیں ہر مرتبہ اٹھ کر ہمیں یہ کہہ دینا،[****] 1991 کی میرے پاس proceeding موجود ہے۔ہر بات پر [***] کہنا مناسب نہیں ہے، اگر ہم نے[****] واقعات floor پر بتائے تو بہت سی باتیں open ہو جائیں گی۔

جناب سپیکر: میں نے وہ الفاظ کارروائی سے حذف کرا دیئے ہیں۔

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! 1991 میں رانا صاحب نے اس ہاؤس میں جو باتیں کی تھیں ان کا ریکارڈ میرے پاس موجود ہے۔ [********]

جناب سپیکر: آپ کی مہربانی، تشریف رکھیں۔ میں نے وہ الفاظ کارروائی سے حذف کرا دیئے ہیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: یہ کون ہوتے ہیں؟ [******] میرے پاس ثبوت موجود ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: پلیز، تشریف رکھیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہ رہی ہوں، آپ میری بات سنیں۔ [****************]

جناب سپیکر: میں یہ الفاظ بھی کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: [********]

جناب سپیکر: میں نے ان کے الفاظ بھی کارروائی سے حذف کر دیئے ہیں اور آپ کے بھی حذف کرتا ہوں۔ آپ کی بڑی مہربانی، بہت شکریہ، آپ تشریف رکھیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: یہ اپنی قیادت کو برا بھلا کہنے والے لوگ آج ہمارے بارے میں باتیں کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، آپ چھوڑیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں، مجھے بات کرنے دیں۔

جناب سپیکر: پلیز، آپ تشریف رکھیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: [********]

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ ایسے الفاظ حذف کئے جاتے ہیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: آپ نے کل تو یہ الفاظ حذف نہیں کروائے تھے۔

جناب سپیکر: انہوں نے in good faith کہا تھا۔ آپ ایسی بات نہ کریں، انہوں نے غیر مہذب لفظ استعمال نہیں کیا۔ انہوں نے آپ کے لئے نہیں بلکہ ساری اپوزیشن کے لئے بات کی تھی، آپ ایسی بات نہ کریں۔۔۔ میں نے کب اس کا notice لیا ہے؟

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات:اگر یہ ہاؤس کا decorum خراب کریں گے تو ہمارے پاس بھی بہت مواد ہے۔

جناب سپیکر:آپ کی مہربانی، بہت شکریہ، تشریف رکھیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات:آپ وہ الفاظ حذف کرائیں۔

جناب سپیکر:میں نے وہ الفاظ حذف کرا دیئے ہیں آپ تشریف رکھیں۔میں اس معاملے پر بات نہیں سنوں گا۔

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل:جناب سپیکر!۔۔۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات:جناب سپیکر![********]

جناب سپیکر:میں ایسی بات سنتا ہوں نہ کرتا ہوں،آپ کی مہربانی ہے،آپ تشریف رکھیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات:انہوں نے تو میاں صاحب کو بھی نہیں چھوڑا ہوا۔

جناب سپیکر:No, you are not allowed to speak یہ تمام الفاظ کارروائی سے حذف ہوں گے۔

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل:جناب سپیکر! پچھلے غیر جمہوری اور آمریت کے دور میں۔۔۔

جناب سپیکر:میجر صاحب!تشریف رکھیں۔ No point of order.

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل:جناب سپیکر!میں کوئی controversial بات نہیں کروں گا۔

جناب سپیکر:.This is no point of order. This is no point of order پلیز آپ ہاؤس کے ماحول کو خراب نہ کریں۔آپ کی بڑی مہربانی۔

جناب شاہ رخ ملک:جناب سپیکر!اس کا مطلب ہے کہ جو مرضی اٹھ کر بات کرلے۔ہم یہاں پر عوام کے مسائل کے حل کے لئے آئے ہیں، کسی کی کردار کشی کے لئے نہیں آئے لہذا ادھر عوامی مسائل لے کر آئیں۔

جناب سپیکر:جی،آپ کی بڑی مہربانی۔میں کسی کو بھی کسی کی کردار کشی کی اجازت نہیں دوں گا۔آپ تشریف رکھیں۔

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! میں کسی کی کردار کشی نہیں کروں گا۔ چیمہ صاحب نے کچھ remarks دیئے ہیں میں اس سلسلے میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہم جمہوری ورکروں کے گھروں میں پولیس گھسی، میرے گھر میں پولیس گئی۔[************]

جناب سپیکر: میرے خیال میں یہ ٹھیک نہیں ہے۔

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! انہیں یہ الفاظ واپس لینے چاہئیں اور اس ہاؤس اور قوم سے معافی مانگنی چاہئے۔

جناب سپیکر: ان کے نازیبا الفاظ بھی حذف کئے جاتے ہیں اور آپ کے نازیبا الفاظ بھی حذف کئے جاتے ہیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: یہ آج گجرات میں victimization کر رہے ہیں۔

رائے محمد اسلم خان: جناب سپیکر! یہ الفاظ حذف نہ کئے جائیں بلکہ یہ اپنے الفاظ واپس لیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: حضرت! آپ تشریف رکھیں۔

رائے محمد اسلم خان: ہمیں بھی بات کرنی آتی ہے۔

جناب سپیکر: آپ چٹ پٹی باتیں کرنے سے باز آئیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! یہ آمریت کی پیداوار۔۔۔

جناب سپیکر: بڑی مہربانی۔ آپ تشریف رکھیں۔ میں ایسی باتیں نہیں سنتا۔ تحریک التوائے کار نمبر 956 عامر سلطان چیمہ صاحب کی ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! میں نے بات کرنی ہے۔

جناب سپیکر: حضرت! تشریف رکھیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: ہم نے اسے بات نہیں کرنے دینی۔ ہمیں بھی پوائنٹ آف آرڈر دیں۔

جناب سپیکر: پلیز، آپ بیٹھیں۔ عامر سلطان چیمہ صاحب! آپ کی تحریک التوائے کار نمبر 956 ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! مجھے بات کرنے دیں۔ (قطع کلامیاں)

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب سپیکر: میں آپ کا شکر گزار ہوں۔آپ تشریف رکھیں، بڑی مہربانی۔ دونوں صاحبان تشریف رکھیں۔آپ کی بڑی مہربانی، بہت شکریہ۔عامر سلطان چیمہ صاحب!آپ کی تحریک التوائے کار نمبر956 پڑھی جاچکی ہے میں اس کا جواب لے رہا ہوں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: یہ آپ کی بات نہیں مان رہے۔آپ انہیں ہاؤس سے نکال دیں۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔میجر صاحب!آپ بھی تشریف رکھیں۔میجر صاحب! پلیز تشریف رکھیں۔I warn

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر!آپ صرف ہمیں ہی باہر نکال سکتے ہیں۔آپ ان کو بھی باہر نکالیں۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں،آپ کیا کرتے ہیں؟ میں نے اپنے اختیار کو خود استعمال کرنا ہے آپ نے نہیں۔ راناصاحب!پلیز آپ تشریف رکھیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانامحمد ارشد): جناب سپیکر! مجھے بات کرنے دی جائے۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف کی طرف سے چور مچائے شور کے نعرے)

جناب سپیکر: راناصاحب! تشریف رکھیں۔راناصاحب! تشریف رکھیں۔ راناارشد صاحب! میں آپ کو بار بار کہہ رہا ہوں کہ آپ تشریف رکھیں،آپ تشریف رکھیں،آپ بات نہیں سن رہے؟

جناب سعید اکبر خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: سعید اکبر خان صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔ راناصاحب! تشریف رکھیں۔ جی، سعید اکبر خان صاحب!

جناب سعید اکبر خان: جناب سپیکر! میری بڑی مؤدبانہ گزارش ہے کہ جب کسی معاملے میں سپیکر صاحب کسی ممبر سے یہ فرمائیں کہ وہ بیٹھ جائیں تو ہمارا یہ فرض بنتا ہے کہ جب ہم ہاؤس میں کھڑے ہوں تو ان کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے بیٹھ جائیں۔ میری دوسری گزارش یہ ہے کہ مجھے اس بات پر افسوس ہے کہ آج ہماری گیلری میں ہمارے کالج یا کسی سکول کے سو، دو سو طالب علم یہاں موجود ہیں۔

جناب سپیکر: ہمارے مستقبل بیٹھے ہوئے ہیں۔

جناب سعید اکبر خان: وہ ہماری کارکردگی observe کرنے اور اس سے کچھ سیکھنے آئے ہیں۔ اس کے علاوہ ہماری پوری قوم اور پورے پنجاب کے عوام کی نظریں ہم پر ہیں، ہمیں اپنے روّیوں سے یہ ثابت کرنا ہے کہ ہم میں برداشت بھی ہے اور حوصلہ بھی ہے۔ میری یہی مؤدبانہ گزارش ہے کہ جب سپیکر کسی لفظ کو کارروائی سے حذف کر دیتا ہے تو پھر اس پر احتجاج کرنا میں مناسب نہیں سمجھتا۔ میری دوسری بات یہ ہے کہ کوئی معزز ممبر جب بھی بات کرے تو وہ اس House کی کارروائی کو بھڑکانے کے لئے نہ کرے بلکہ اس کو calm and quiet طریقے سے چلانے کے لئے کرے۔

جناب سپیکر: میں آپ کو شاباش دیتا ہوں، بہت اچھے۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ House smoothly چلے گا۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! اس ہاؤس کی کارروائی کو smoothly چلانے کے لئے رانا ثناء اللہ کو اپنے کہے ہوئے الفاظ پر معافی مانگنی چاہئے۔

جناب سپیکر: محترمہ! وہ الفاظ تو حذف کر دیئے گئے ہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! جب ہمیں چھیڑا جاتا ہے تو پھر ہم احتجاج کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ ایسی بات نہ کریں۔ میں تو ایسی باتوں کا خود notice لے لیتا ہوں۔ میں تو ایسی بات کو فوراً حذف کرا دیتا ہوں۔ تحریک التوائے کار نمبر 956 ہے۔ رانا صاحب! کیا اس کا جواب آیا ہے؟

سابق چیف جسٹس لاہور ہائیکورٹ کو وزیر اعلیٰ کی جانب سے سرکاری رہائش گاہ کی خلاف پالیسی الاٹمنٹ

(۔۔۔جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! تحریک التوائے کار نمبر 956 کا جواب میں عرض کر دیتا ہوں۔ وزیر اعلیٰ پنجاب کی ہدایت کے مطابق ریٹائرڈ چیف جسٹس خواجہ محمد شریف کو ان کی security کے پیش نظر 3۔ ٹولنٹن لین، جی او آر۔I میں رہائش اختیار کرنے کی اجازت دی گئی جو کہ عارضی طور پر ہے۔ انہیں مستقل رہائش الاٹ نہیں کی گئی۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔اس تحریک التوائے کار کو dispose of کیا جاتا ہے۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: پوائنٹ آف آرڈر۔جناب سپیکر! میری کچھ اور بھی تحاریک التوائے کار ہیں۔میں نے ان کے جوابات کی کاپیاں کل طلب کی تھیں جس پر وزیر قانون صاحب نے کہا تھا کہ آپ مجھے ان تحاریک کی نشاندہی کر دیں تو میں ان کے جوابات کی کاپیاں دے دوں گا۔میں آپ کی اجازت سے ان تحاریک التوائے کار کی نشاندہی کر دیتا ہوں مجھے ان کے جوابات کی کاپیاں مہیا کر دی جائیں۔

جناب سپیکر: راناصاحب! چودھری عامر سلطان چیمہ کو ان کی تحاریک التوائے کار کے جوابات کی کاپیاں دے دی جائیں۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! بہت شکریہ

جناب سپیکر: اگلی تحریک التوائے کار نمبر 6/11 ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناءاللہ خان): جناب سپیکر! اس تحریک کا ابھی تک جواب موصول نہیں ہوا اس لئے اس کو کل تک کے لئے pending فرمادیں۔

جناب سپیکر: چلیں،اس تحریک کو کل تک کے لئے pending کیا جاتا ہے۔اب تحاریک التوائے کار کا وقت ختم ہوتا ہے۔

محترمہ سیمل کامران: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: محترمہ! ذرا یہ بھی note کر لیا کریں کہ سارے دن میں آپ نے کتنے پوائنٹ آف آرڈر لئے ہیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں نے صرف یہ درخواست کرنی ہے کہ ہم کبھی بھی House کا ماحول خراب نہیں کرنا چاہتے، ہمیشہ حکومتی بنچوں کی طرف سے پہل ہوتی ہے۔میری آپ کی وساطت سے حکومتی ممبران سے یہ درخواست ہے کہ House میں اگر پارلیمانی language استعمال کی جائے تو بہتر ہے کیونکہ ہر چیز کی ایک limit ہوتی ہے۔یہاں وقفہ سوالات کے دوران جب حکومت کے پاس جواب نہیں ہوتا تو آگے سے دوسری باتیں شروع کر دی جاتی ہیں۔کل بھی خواتین کی طرف سے boycott کیا گیا ہے۔کیا حکومت یہی چاہتی ہے، کیا یہ چیز ان کے ایجنڈے میں شامل ہے، اس طرح کی باتیں کرنے سے House کا ماحول خراب ہوتا ہے، کیا یہ حکومت کی پالیسی میں شامل ہے؟

جناب سپیکر: میں اس بارے میں تمام معزز ممبران سے یہ کہوں گا کہ آپ اس House کے بڑے معزز اور محترم ارکان ہیں لہذا House کے تقدس کا خصوصی طور پر خیال کیا کریں۔ دونوں اطراف کے ممبران سے میری یہی درخواست ہے کہ House کے تقدس کا خیال رکھیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ترقی خواتین (محترمہ صغیرہ اسلام): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: دیکھیں! جب سپیکر بول رہا ہو تو اس وقت آپ مداخلت نہ کیا کریں۔ رانا صاحب! میں آپ سے ملتمس ہوں کہ جن باتوں سے اس House کا ماحول خراب ہوتا ہو ان سے اجتناب کیا جائے۔ میں آپ تمام حضرات سے پُرزور اپیل کرتا ہوں کہ مستقبل میں ایسی باتوں سے اجتناب کیا جائے۔

رپورٹ

(میعاد میں توسیع)

جناب سپیکر: سید ناظم حسین شاہ صاحب مجلس خصوصی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع لینا چاہتے ہیں میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ توسیع کی تحریک پیش کریں۔

خضر آباد لائیو سٹاک فارم سرگودھا کی موجودہ لیز کی رقم کے بارے میں مجلس خصوصی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"Present Lease Amount of Khizrabad Livestock Farm Sargodha

کے بارے میں مجلس خصوصی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں ایک ماہ کی توسیع کر دی جائے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"Present Lease Amount of Khizrabad Livestock Farm Sargodha

کے بارے میں مجلس خصوصی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں ایک ماہ کی توسیع کر دی جائے۔"

یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور اب سوال یہ ہے کہ:

"Present Lease Amount of Khizrabad Livestock Farm Sargodha

کے بارے میں مجلس خصوصی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں ایک ماہ کی توسیع کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

پوائنٹ آف آرڈر

پارلیمانی سیکرٹری برائے ترقی خواتین (محترمہ صغیرہ اسلام): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

خواتین ممبران اسمبلی کو حکومتی اعلان کے مطابق ترقیاتی فنڈز کے اجراء کا مطالبہ

(۔۔۔جاری)

پارلیمانی سیکرٹری برائے ترقی خواتین (محترمہ صغیرہ اسلام): جناب سپیکر! کل میں نے ایک بہت ہی اہم بات کہی تھی۔ میں نے خواتین ممبران کو ترقیاتی funds نہ ملنے کے حوالے سے بات کی تھی۔ ہمارے بڑے قابل احترام وزیر قانون صاحب نے House سے باہر جا کر پریس کے سامنے کہا ہے کہ میں نے تو کبھی آج تک کوئی وعدہ کیا ہی نہیں حالانکہ انہوں نے کہا تھا کہ آٹھ دن کے بعد ہم انہیں بتا دیں گے اور آج اس بات کو تین سال گزر چکے ہیں۔ غالباً اسی حوالے سے کل پھر ایک کمیٹی بنی ہے جس نے وزیر اعلیٰ صاحب سے ملنا تھا تو میں یہ چاہوں گی کہ وزیر اعلیٰ صاحب نے اس حوالے سے جو کچھ فرمایا ہے وہ آپ سارے ایوان کو بتائیں تاکہ ہمیں بھی پتا چلے کہ ہم واقعی اس ایوان کا حصہ ہیں۔

جناب سپیکر: محترمہ! اس بات سے کون انکار کرتا ہے؟ آپ اس معزز ایوان کی معزز ممبر ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ترقی خواتین (محترمہ صغیرہ اسلام): جناب سپیکر! ترقیاتی سکیموں کے حوالے سے ہم سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ تمھارا حلقہ کون سا ہے؟ جب ہم ووٹ دیتے ہیں تو اُس وقت ہمارے حلقے کے بارے میں نہیں پوچھا جاتا۔ پاکستان کی ساری اسمبلیوں میں مرد اور خواتین ممبران کو برابر کی سطح پر funds دیئے جاتے ہیں اور دوسری مراعات بھی دی جاتی ہیں تو پھر پنجاب اسمبلی میں

خواتین ممبران کے ساتھ تعصب والا سلوک کیوں کیا جاتا ہے؟ میں آپ کی وساطت سے راناصاحب سے یہ کہوں گی کہ وہ اپنے اخلاق اور گفتگو کو بہتر کریں تاکہ جمہوریت کو جو خطرہ ان کے لفظوں سے پہنچتا ہے وہ نہ پہنچے۔یہ آئے دن third class قسم کا بیان دے کر جمہوریت کو derail کرنے کی جو کوشش کرتے ہیں وہ انتہائی افسوسناک ہے۔ پچھلے دور حکومت میں اپوزیشن میں رہتے ہوئے یہ حکومتی روّیے کی اکثر شکایت کیا کرتے تھے اور اب جب یہ خود حکومت میں ہیں تو ہمارے ساتھ ان کا روّیہ انتہائی افسوسناک ہے۔یہ [********] حکومت پنجاب کے وزیر قانون ہیں۔انہیں اس قسم کی نازیبا باتیں کرکے ماحول کو خراب کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔[********](قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز، آرڈر پلیز۔یہ غیر مناسب الفاظ ہیں لہذا ان کو کارروائی سے حذف کیا جاتا ہے۔ محترمہ! یہ باتیں ناقابل برداشت ہیں۔ میں آپ کی ایسی بات نہیں سنوں گا۔آپ تشریف رکھیں۔

ڈاکٹر غزالہ رضا رانا: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، ڈاکٹر صاحبہ!

ڈاکٹر غزالہ رضا رانا: جناب سپیکر! صغیرہ اسلام صاحبہ میری بہن ہیں اور وہ خواتین کو ترقیاتی funds نہ دینے کے حوالے سے بات کر رہی ہیں۔یہ ان کا حق ہے اور خواتین ممبران کے لئے funds کی بات کرنا بہت ضروری ہے۔یہ سب کچھ صحیح ہے لیکن مجھے اس بات پر سخت افسوس ہے [******] اس کو condemn کیا جائے۔ان کو House سے باہر نکالا جائے اور اس لفظ کو کارروائی سے حذف کیا جائے۔(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز، آرڈر پلیز۔ میں نے وہ الفاظ کارروائی سے حذف کرادیئے ہیں۔اب آپ میری بات سنیں۔ میں نے کل ایک بات کی تھی اور میرے بعد پھر سینئر منسٹر صاحب نے اس کو second کیا تھا۔ ہم نے اس بارے میں بیٹھ کر اپنی بہنوں سے بھی بات کی، آپ اس وقت نہیں تھیں لیکن آپ کی منسٹر صاحبہ وہاں پر موجود تھیں۔ ہم نے کچھ تجاویز ان سے لی ہیں اور کچھ ہم نے ان کو بتائی ہیں۔اس کے لئے میں نے لاء منسٹر، سینئر منسٹر اور سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ کی سربراہی میں کمیٹی بنائی تھی جو اس معاملہ کے بارے میں چیف منسٹر کو آگاہ کریں گے۔اب اس پر مزید بات نہ کی جائے۔ مہربانی۔

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ثقافت وامور نوجواناں (محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری صاحبہ!

پارلیمانی سیکرٹری برائے ثقافت وامور نوجواناں (محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری): شکریہ۔ جناب سپیکر! میں سمجھتی ہوں کہ محترمہ صغیرہ اسلام صاحبہ اس ہاؤس کی چوتھی دفعہ ممبر بنی ہیں اور سینئر پارلیمنٹیرین ہیں۔ انھوں نے جن جذبات کا اظہار کیا ہے تو یقیناً اُن کو بات کرنے کا حق ہے لیکن یہاں پر issue اور ہے۔ آپ اس وقت صدارت کر رہے تھے جب میں نے یہ issue وزیر اعلیٰ صاحب کی موجودگی میں اٹھایا تھا اور وزیر اعلیٰ صاحب نے کھڑے ہو کر اس کا جواب بھی دیا تھا کہ ہم کمیٹی بنا دیں گے تو یہ issue حل ہو جائے گا۔ یہاں صرف ترقیاتی فنڈز کی بات نہیں ہے۔ مجھے افسوس ہوا کہ بہت ساری جگہوں پر میں نے دیکھا اور مجھے یہ تاثر دیا گیا کہ ہم شاید پیسوں کے لئے کہہ رہے ہیں۔ یہاں equal status کی بات ہے جو قانون اور آئین کے تحت اس ہاؤس کے تمام ممبران کو حاصل ہے۔ ہم اس status کی بات کرتے ہیں جو ہمیں اس قانون اور آئین نے دیا ہے۔ اگر (ن) لیگ کی خواتین جو قومی اسمبلی میں ہیں تو ان کا کون سا حلقہ ہے پھر (ن) لیگ اپنی خواتین جو سینیٹرز اور ایم این ایز ہیں ان کو منع کر دیں کہ وہ قومی اسمبلی اور سینیٹ میں فنڈز نہ لیں کیونکہ ان کا بھی کوئی حلقہ نہیں ہے۔ وہ بھی مخصوص سیٹوں پر ہیں۔ آئین کے مطابق ہمارا حلقہ پورا پنجاب بنتا ہے اس لئے ہم اپنے آئینی حقوق استعمال کر رہے ہیں اس میں کسی کو اعتراض ہے تو قانون میں ترمیم کر لے لیکن جب تک یہ قانون ایسے موجود ہے تو ہمیں اس طرح bypass نہیں کیا جائے گا۔ میں بالکل categorically on the floor of the House کہنا چاہتی ہوں کہ میرا خیال یہ ہے کہ (ن) لیگ کے ایجنڈے میں خواتین کہیں نہیں ہیں، خواتین کی کارکردگی کہیں نہیں ہے، مجھے آپ یہ بتا دیں کہ تین بجٹ اس ہاؤس میں پیش کئے گئے ہیں ان کے اندر خواتین کے لئے کون سا میگا پراجیکٹ شروع کیا گیا ہے اور کون سے incentives لئے گئے ہیں، کتنی خواتین کو empower کیا گیا ہے۔ ان reserved seats کا مطلب یہ ہے کہ آپ خواتین کو empower کریں جب ہم یہاں اپنے حقوق کے لئے لڑ رہے ہیں تو پھر باقی پنجاب کی خواتین کا تحفظ ہم کیا کر سکتی ہیں کیونکہ ہمارے پاس equal status نہیں ہے۔ آپ جو Steering Committees بناتے ہیں ان میں خواتین کی کوئی نمائندگی نہیں ہوتی۔ آپ نے مرد حضرات کو ملازمتوں کا کوٹا دیا تو مجھے فہرست نکال کر دکھا دیں کہ مرد حضرات نے جو ملازمتوں کا کوٹا لیا اس میں کتنی خواتین کو انھوں نے ملازمت دی ہے۔ اس طرح نہیں چلے گا۔ اس طرح خواتین کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ یہ صاف چھپتے

بھی نہیں اور سامنے آتے بھی نہیں۔ آپ یا تو categorically کہہ دیں کہ (ن) لیگ reserved seats کے خلاف ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: عظمیٰ بخاری صاحبہ! اب آپ میری بات سن لیں۔ آپ کا point اور کل جو بات یہاں ہوئی ہے وہ ایک valid بات ہے۔ اس پر لاء منسٹر صاحب نے respond بھی کیا اور تین رکنی کمیٹی کا کہا تھا۔ رانا صاحب! کیا یہی بات ہوئی تھی؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں نے یہ کہا تھا کہ وزیر اعلیٰ پنجاب خواتین کو ڈویلپمنٹ فنڈز دینا چاہتے ہیں اور انھوں نے متعدد بار اس بات کا اظہار کیا ہے۔ اس میں practically مشکلات ہیں۔ جب میں نے ان کا ذکر کیا تو انھوں نے اس بات کو otherwise لیا ہے یا برا محسوس کیا ہے۔ اس میں جو practically مشکلات ہیں اس کے متعلق میں نے کل بتایا تھا اور میں نے کہا تھا کہ پہلے ایک کمیٹی بنی تھی لیکن اس کمیٹی میں male ممبران تھے۔ اس کمیٹی کی recommendations حکومت پنجاب یا وزیر اعلیٰ صاحب کو نہیں مل سکیں۔ میں نے کل سپیکر صاحب سے یہی گزارش کی تھی کہ آپ ایک کمیٹی بنادیں جو خواتین پر مشتمل ہو۔ کل ساجدہ میر صاحبہ اور غزالہ سعد رفیق صاحبہ نے بھی یہاں کچھ بات کی تھی جو ان practical difficulties کو remove کر سکتی ہے۔ میں نے یہ عرض کیا تھا کہ آپ خواتین کی ایک کمیٹی بنادیں فنڈز گورنمنٹ دینا چاہتی ہے وزیر اعلیٰ دینا چاہتے ہیں ان مشکلات کے متعلق کمیٹی سفارشات دے دے تاکہ فنڈز جاری کئے جا سکیں اور اس کے متعلق میں نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر خواتین کا وفد یا اپوزیشن وزیر اعلیٰ صاحب سے ملاقات کرنا چاہے تو اس کا بھی انتظام کیا جا سکتا ہے لیکن کل پھر راجہ ریاض صاحب، سینئر منسٹر نے کہا کہ ہم ملیں گے اور آپ ہمیں چار دن کا وقت دے دیں۔ انھوں نے کل یہاں پر چار دن کا وقت لیا ہے اور اس کے بعد انھوں نے کہا کہ ہم خود وزیر اعلیٰ صاحب سے مل کر اس بارے میں کوئی direction یا فیصلہ لیں گے۔ اب انھوں نے چار دن کا وقت لیا ہے یا تو پھر یہ انتظار کر لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں صرف ایک بات کروں گا کہ کل بھی یہاں بات ہوتی رہی، یہاں پر جو پیپلز پارٹی، پاکستان مسلم لیگ (ن) اور پاکستان مسلم لیگ (ق) کی ممبران ہیں جو بھی یہاں پر خواتین ممبران ہیں being Custodian of the House یہ ہمارا بھی فرض ہے کہ سب کے حقوق برابر ہونے چاہئیں۔ male اور female ممبران کے حقوق برابر ہونے چاہئیں کیونکہ یہاں پر کوئی تفریق نہیں ہے اور کوئی differentiate نہیں کیا گیا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس spirit کو آگے لے کر جاتے ہوئے راجہ

ریاض صاحب، رانا ثناء اللہ خان صاحب، قائد حزب اختلاف، پارلیمانی لیڈرز اور خواتین اپنے طور پر اپنی ایک کمیٹی بنائیں، بلاتفریق بنائیں اور بیٹھ کر بات کریں۔ راجہ ریاض صاحب نے چار دن کا کہا ہے تو وہ ضرور اپنی گزارشات یا suggestions لے کر آئیں Chair بھی ان کو پورا support کرے گی اور اپنی recommendations کے ساتھ وزیراعلیٰ صاحب کے پاس بھیجے گی۔ جی، محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری صاحبہ!

پارلیمانی سیکرٹری برائے ثقافت و امور نوجواناں (محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری): جناب سپیکر! میرا point of view اس سے تھوڑا مختلف ہے۔ میں شاید اپنی بات سمجھا نہیں سکی۔ آپ کی مہربانی کہ آپ نے فنڈز کے لئے پھر ایک کمیٹی بنا دی جس کا مجھے نہیں معلوم کہ میری زندگی میں اس کا کوئی نتیجہ نکلے گا یا نہیں بہر حال میں یہ ضرور کہنا چاہتی ہوں کہ میرا نقطہ نظر اس پر مختلف ہے۔ میں صرف ترقیاتی فنڈز کی بات نہیں کر رہی۔ میں تمام policy making کے اندر equal share کی بات کر رہی ہوں جو Steering Committees مختلف اضلاع میں بنتی ہیں۔ میں اپنے ضلع سے اس گورنمنٹ کا بھی حصہ اور so called پارلیمانی سیکرٹری ہوں، ضلع شیخوپورہ کی جو Steering Committee پچھلے تین سال سے کام کر رہی ہے مجھے اس کا کچھ معلوم نہیں اور میں اس کی ممبر نہیں ہوں۔ مجھے نہیں معلوم کہ ان میں سے کتنی خواتین اس کی ممبر ہوں گی یا نہیں ہوں گی۔ آپ جس issue پر بات کرتے ہیں جو پالیسیاں بنتی ہیں اس میں خواتین کو شامل کریں۔ میں اس کی بات کر رہی ہوں صرف فنڈز میرا issue نہیں ہے۔ اس حوالے سے مجھے رانا صاحب سے یہ تکلیف ضرور ہوئی ہے کہ مجھے ان سے یہ توقع نہیں تھی کہ انھوں نے جو کہا ہے کہ جو legal technicalities ہیں وہ 90 شاہراہ قائداعظم پر ناشتے کی میز پر کیسے دور ہو جائیں گی؟ مجھے اس کلیے کی سمجھ نہیں آئی کہ وہی پھونک ماری جائے گی جو فارورڈ بلاک کے کانوں میں ماری گئی تھی۔ جناب! ایسے نہیں ہوتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ہر مسئلے کا حل ڈائیلاگ ہوتے ہیں۔ انھوں نے کہا ہے کہ بیٹھ کر ڈائیلاگ کریں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ثقافت و امور نوجواناں (محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری): جناب سپیکر! ہم پارلیمنٹیرین ہیں، ہمارا کام اس ہاؤس میں اس floor پر بات کرنا ہے۔ ہمارا کام کسی کمرے میں، کسی چیمبر میں یا کسی ناشتے کی میز پر بات کرنا نہیں ہے۔ ہمیں اس ہاؤس کے اندر بات کرنی ہے کیونکہ یہ ہاؤس ہمیں وہ عزت اور اعتماد دیتا ہے اس لئے جو بات ہو گی وہ اس ہاؤس میں ہو گی، floor of the

House ہو گی اور میں نہیں سمجھتی کہ وہ پھونک جو ناشتے کی میز پر ماری جاتی ہے وہ یہاں سب کے سامنے ماریں تاکہ میڈیا کو بھی پتا چلے اور باقی ہاؤس کو بھی پتا چلے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت مہربانی۔ بہت شکریہ۔ آپ کا point آ گیا ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔ بہت مہربانی۔ جی، وارث کلو صاحب!

ملک محمد وارث کلو: جناب والا! اس issue پر میرا نقطہ نظر تھوڑا سا مختلف ہے۔ یہاں کل سے فنڈز کی بات ہو رہی ہے تو باہر یہ message جا رہا ہے کہ فنڈز کا کوئی بٹوارا ہو رہا ہے اور جو مرد ممبران کو مل رہے ہیں اور خواتین ممبران کو نہیں مل رہے تو میں اس سلسلے میں ایک وضاحت دینا چاہتا ہوں کہ یہ فنڈز نہیں بلکہ development works ہیں اور اس کی identification کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ as a Parliamentarian میرا کوئی right نہیں ہے کہ میں یہ کہوں کہ گورنمنٹ صوبے میں جتنی development کروا رہی ہے وہ مجھ سے اور اسمبلی سے پوچھ کر کرے۔ آپ نے ایک گورنمنٹ بنادی ہے تو اُس گورنمنٹ کے ادارے، وزراء اور وزیراعلیٰ ہیں اس کے علاوہ سیکرٹری بیٹھے ہیں جن کا کام as a matter of prerogative ہے۔ میرا یہ حق نہیں ہے کہ مجھے identification کے لئے پوچھا جائے بلکہ مجھ سے اور نہ ہی خواتین سے پوچھا جائے۔ کسی اسمبلی ممبر کا کوئی حق نہیں ہے کہ اس سے پوچھا جائے۔ تیسری بات میں یہ کہتا ہوں کہ یہاں ایک دھواں سا اُٹھتا ہے جس طرح میری چھوٹی بہن عظمیٰ نے کہا کہ "پورے چُھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں" تو یہ fault ہمارا نہیں ہے۔ یہ unnatural alliance ہے اور ہم بارہا کہہ چکے ہیں کہ اس کی severance اگر ہونی ہے تو وہ ان کی قیادت نے ہی کرنی ہے کیونکہ پیپلز پارٹی کے دوست یہاں ہمارے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں وہ uncomfortable feel کرتے ہیں اور سچی بات یہ ہے کہ ہم بھی اُن کے ساتھ یہاں بیٹھ کر uncomfortable feel کرتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کلو صاحب! بہت شکریہ۔ آپ کا point of view آ گیا ہے پلیز تشریف رکھیں۔

ملک محمد وارث کلو: جناب سپیکر! انہی بنچوں پر بیٹھ کر وزراء پر اتنی ruthless تنقید کرنے کا ان کا کوئی حق نہیں بنتا۔ آئندہ سے یہ اپنے آپ کو حکومتی بنچوں کا تصور کریں And they must behave like that.

محترمہ خدیجہ عمر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کلو صاحب! پلیز تشریف رکھیں۔اب خدیجہ عمر صاحبہ بولیں گی۔ایک چیز میں سب کو بتادوں کہ یہ ایک جمہوری اسمبلی ہے اور یہاں تنقید کرنے کا حق سب کے پاس ہے لیکن decorum of the House and rules کو سامنے رکھتے ہوئے کریں۔ جی، خدیجہ عمر صاحبہ!

محترمہ خدیجہ عمر: شکریہ۔جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ دلانا چاہتی ہوں کہ کل گجرات میں لاقانونیت کا ایک سنگین واقعہ پیش آیا ہے۔ خود تو انہوں نے انصاف کے دعویدار ہونے کا پرچار کیا ہوا ہے مگر وہاں پر الیکشن کمیشن نے جعلی ڈگری کے holder حاجی ناصر صاحب کو پکڑنے کے لئے ایک آرڈر دیا تھا۔جب اُن کو پکڑنے کے لئے گئے تو وہاں پر انہوں نے توڑ پھوڑ کی اور پتھراؤ کیا جو انتہائی غلط ہے۔وہاں انہوں نے اس حوالے سے غنڈہ گردی شروع کر دی جبکہ قصوروار بھی خود ہی ہیں۔وہ یہاں پر اپنی غلطی تسلیم کریں اور اگر غلطی تسلیم نہیں کرنی تو پھر یہاں چھپ کر کیوں بیٹھے ہیں؟ وہاں یہ لوگوں پر پتھراؤ کروا رہے ہیں اور گجرات کے شہریوں کی مار کٹائی کر رہے ہیں۔انہوں نے وہاں پر امن وامان کی صورتحال خراب کی ہے جس پر میں seriously condemn کرتی ہوں۔ایک تو غلطی ان کی اپنی ہے اور دوسرا جھوٹے پرچے درج کروا رہے ہیں، مہربانی کر کے اس کام کو روکیں۔اگر انہوں نے کوئی غلط کام کیا ہے تو انہیں پکڑا جائے۔میں یہ کہنا چاہوں گی کہ وہاں پر امن وامان کی صورتحال بہتر کیوں نہیں کی جارہی اور کس کے کہنے پر اُن کو وہاں سے پکڑا نہیں جارہا؟ یہ جعلی ڈگری کیس ہے اس لئے مہربانی کر کے اس پر action لیں۔

حاجی عمران ظفر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، عمران صاحب!

حاجی عمران ظفر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔جناب سپیکر! بہت شکریہ۔میں پہلے بھی آپ سے پوائنٹ آف آرڈر مانگ رہا تھا اور ابھی میں گجرات کے کل والے واقعہ کی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ایک بہت بڑی غنڈہ گردی جو سابقہ ضلعی ناظم گجرات چودھری شفاعت حسین، سابقہ صوبائی وزیر تعلیم میاں عمران مسعود اور ان کے حواریوں نے گجرات چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری کی بلڈنگ پر حملہ کی صورت میں کی، وہاں پر موجود اسی ہاؤس کے سابقہ معزز ممبر حاجی ناصر صاحب پر حملہ کیا اور انہیں اغواء کر کے گاڑی میں بٹھا کر قتل کرنے کی کوشش کی جس کی میں پُرزور مذمت کرتا ہوں۔ان لوگوں کو شرم

آنی چاہیئے کیونکہ ان کو اصل تکلیف یہ ہے کہ گجرات میں حاجی ناصر نے غنڈہ گردی کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کیا ہے۔

(اس مرحلہ پر اپوزیشن ممبران کی طرف سے "جھوٹ ہے، جھوٹ ہے" کی نعرہ بازی)

جناب سپیکر! ان لوگوں کو اس چیز کا احساس نہیں ہے کہ یہ گجرات کا ماحول خراب کر رہے ہیں۔ میں آپ کی وساطت سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر انہوں نے مجھے یا میری family کو قتل کرنے کی کوشش کی، میری family کے کسی ممبر کو زد و کوب کیا یا کوئی بھی اس طرح کی حرکت کرنے کی کوشش کی تو سارے کا سارا الزام چودھری برادران پر آئے گا جنہوں نے کل بھی یہ غنڈہ گردی کرائی ہے۔ کیا وُہ وقت یہ بھول گئے ہیں جو کچھ گجرات میں یہ کرتے رہے ہیں اور لوگوں کی زمینوں پر قبضے کرتے رہے ہیں؟ یہ صرف اور صرف حاجی ناصر صاحب کو دبانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ انہوں نے کل پچاس ساٹھ آدمیوں کے ساتھ حملہ کیا اور حاجی ناصر صاحب کو اٹھانے کی کوشش کی تو وہاں پر ہمارے کارکنوں نے اِن کی گاڑی میں سے حاجی ناصر صاحب کو نکالا۔ اسی اثناء میں حاجی ناصر کو اغواء اور قتل کرنے کا جو پرچہ درج ہوا ہے میری جناب کے توسط سے اس ہاؤس اور لاء منسٹر صاحب سے گزارش ہے کہ ایف آئی آر میں درج تمام ملزمان کو فوری طور پر گرفتار کیا جائے۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! حکومت اِن کی ہے اور غنڈہ گردی ہم پر ڈال رہے ہیں۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! یہ چور مچائے شور والا حساب ہو رہا ہے۔ (قطع کلامیاں)

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! یہ کوئی طریقہ نہیں ہے کہ کسی پر غلط الزام لگا دیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: پلیز! تشریف رکھیں۔ سارے معزز ممبران میری بات آرام سے سن لیں کہ اس ہاؤس کا ایک طریق کار ہے۔ جب آپ نے بات کی تو اُس وقت میں نے کسی کو بھی بولنے نہیں دیا۔ اب حاجی عمران کا اپنا point of view ہے جو صحیح اور غلط ہو سکتا ہے۔ جس طرح آپ کے point of view کو سنا گیا ہے اسی طرح انہوں نے بھی بیان کر دیا ہے۔ میری بات سنیں، ہم نے ہاؤس کے decorum کا خیال رکھنا ہے۔ جب وہ بول رہے ہیں تو آپ کو اُن کے بولنے سے اختلاف ہو سکتا ہے لیکن اُن کی بات سن کر بات کریں۔ اگر آپ بولنا چاہتی ہیں تو میں آپ کا نام note کر لوں گا لیکن جن کا نام میں نے پہلے لکھا ہوا ہے اُن کے بعد میں آپ کو floor دوں گا۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! میں معذرت چاہتی ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔جی، غزالہ رانا صاحبہ!

ڈاکٹر غزالہ رضا رانا: شکریہ۔ جناب سپیکر! ہماری فاضل خواتین ممبران اور میرے ساتھیوں نے بھی فنڈز کی بات کی ہے۔ کلو صاحب نے بالکل valid بات کی ہے کہ فنڈز ہمیں نہیں ملتے بلکہ ہم صرف development schemes دیتے ہیں۔ بات کرنا میری بہن کا حق ہے لیکن مجھے صرف اُن کی اس بات پر objection ہے کہ انہوں نے کہا کہ (ن) لیگ اپنی خواتین کو بھی ignore کرتی ہے جس پر میں condemn کرتی ہوں کیونکہ ایسی بات بالکل نہیں ہے۔ ہم لوگ (ن) لیگ کے ہیں اور ہمیں پتا ہے کہ ہماری پارٹی ہمیں کتنا condemn کرتی ہے اور کتنا نہیں کرتی؟ شکریہ۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔جی، عارفہ خالد پرویز صاحبہ!

محترمہ عارفہ خالد پرویز: بہت شکریہ۔ جناب سپیکر! ہم خواتین کا issue جب بھی آیا ہے تو (ن) لیگ کی خواتین نے یہ نہیں دیکھا کہ اپوزیشن کی خواتین کون ہیں اور پیپلز پارٹی کی خواتین کون ہیں بلکہ ہم نے ہمیشہ اُن کا ساتھ دیا ہے۔ جب بھی انہوں نے خواتین کے issue پر بات کی تو ہم نے کبھی بھی اُن کو condemn نہیں کیا لیکن مجھے یہ بات سن کر بہت افسوس ہوا ہے کہ انہوں نے کہا کہ (ن) لیگ کی خواتین more loyal than the king بننے کی کوشش نہ کیا کریں۔ ہمیں اپنے حقوق کا بخوبی علم ہے اور ہمیں اپنے حقوق لینے آتے ہیں۔ مجھے یہ سن کر بہت تکلیف ہوئی ہے کہ (ن) لیگ کی خواتین کے لئے دوسروں کو debate کرنی پڑ رہی ہے جبکہ ہمیں اپنے حقوق لینے آتے ہیں۔ At the same time میں بہت اہم بات کہنا چاہتی ہوں کہ کچھ خواتین صرف خواتین ہونے کے ناتے اُٹھ کر جتنا مرضی شور ڈال لیں لیکن ہمارے (ن) لیگ کے male ممبران اور دوسرے ممبران صرف خواتین ہونے کی وجہ سے اُن کا لحاظ کرتے ہیں جس پر میں ان کو سلام پیش کرتی ہوں۔ خواتین اپنے شور کرنے کی وجہ سے شاید اپنی عزت سمجھتی ہیں کہ وہ اپنی پارٹی کے لئے بہت کام کر رہی ہیں لیکن میرے خیال میں اس میں بہت بڑا role ہم لوگوں کا ہے کیونکہ اُن کے خواتین کے ہونے کی وجہ سے اُن کو کوئی comment نہیں دیا جاتا۔ کیا ہر جگہ ایسے ہی ہوتا ہے جیسے یہاں ایک word کو لے کر اتنا بُرے طریقے سے اچھالا جاتا ہے؟ مجھے بڑے افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ بطور خواتین ہمیں یہ right نہیں ہے کہ ہم دوسرے کے اوپر ہر وقت کیچڑ اچھالتی رہیں۔ یہاں پر gender equality کی بات کرتے ہیں تو gender equality میں males and females اگر برابر ہیں تو خواتین کو بھی حق نہیں پہنچتا کہ وہ چیخ و پکار کر کے اس اسمبلی کا ماحول خراب کریں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، نرگس فیض ملک صاحبہ!

پارلیمانی سیکرٹری برائے انفارمیشن ٹیکنالوجی (محترمہ نرگس فیض ملک): جناب سپیکر! میری request یہ تھی کہ کل بھی ہماری بہنوں نے یہاں پر development funds پر بات کی اور آج بھی وہی issue raise ہوا ہے۔ پچھلے تین سال سے متواتر ہم یہ بات کر رہی ہیں لیکن ہماری کہیں بھی کوئی شنوائی نہیں ہو پاتی۔ خواتین کے ساتھ آخر یہ ناانصافی کیوں ہے؟ میں آپ کی وساطت سے لاء منسٹر صاحب سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ آپ ریٹائرڈ ججوں کے لئے تو بڑا justice مانگتے ہیں اور اُن کے لئے بات کرتے ہیں لیکن sitting خواتین ممبران جو پارلیمنٹ کا حصہ ہیں وہ بھی public کو represent کرتی ہیں۔ کیا آپ کو ہمارے political work پر شک ہے یا کسی political وابستگی کی وجہ سے آپ ہمارے ساتھ unfair چل رہے ہیں؟ کیونکہ تین سال سے پاکستان پیپلز پارٹی کی خواتین اور دوسری خواتین کو ترقیاتی فنڈز ملے ہیں اور نہ ہی اب مل رہے ہیں۔ اگر بھولے سے کسی علاقہ میں کوئی تھوڑا بہت development کا کام ہوا ہے تو وہاں کے ٹھیکیداروں کو check ہی نہیں ملے جو بے چارے آج تک روتے پھر رہے ہیں اور جن کو checks ملے ہیں وہ بھی dishonour ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ میں پاکستان پیپلز پارٹی سے ہٹ کر یہ بات کروں گی کہ تین سال سے یہاں پر ہماری کسی بہن کو رہائش نہیں دی گئی۔ اگر پاکستان پیپلز پارٹی یعنی ہم خواتین کے حقوق پر آواز اٹھاتی ہیں تو اس لئے نہیں اٹھاتیں کہ ہم اس کو controversial بنانا چاہتی ہیں یا کوئی بحث مباحثہ میں پڑنا چاہتی ہیں۔ ہم سے زیادہ جمہوریت کا دعویدار کوئی ہے اور نہ ہو سکتا ہے کیونکہ پاکستان پیپلز پارٹی کی قائد نے صرف جمہوریت کی خاطر شہادت دی ہے۔ آج اگر ہم مفاہمت کی سیاست کر رہے ہیں تو براہِ مہربانی اس کو کمزوری نہ سمجھا جائے بلکہ ہمارے حقوق ہمیں دیئے جائیں۔ شکریہ۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جی، آمنہ الفت صاحبہ!

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! میں نے کل جو احتجاج کیا تھا اُس کے پیچھے مقصد صرف ترقیاتی فنڈ لینا نہیں تھا۔ بات اُس سوچ کی ہے کہ کیا آپ خواتین کو equal rights دے رہے ہیں یا نہیں؟ مجھے وزیر قانون صاحب کی باتوں سے خوشبو یہ آئی کہ وہ خواتین کو کم تر سمجھتے ہیں۔ جب خواتین کی اس انداز سے تحقیر کی جائے گی، انہیں کم تر سمجھا جائے گا اور وزیر قانون اُن کو اس طریقے سے طنزیہ انداز میں مخاطب کریں گے یا ایک ٹھٹھے انداز میں بات کریں گے کہ آپ کا حلقہ کون سا ہے؟ اس سوالیہ انداز اور مزاحیہ انداز میں پوچھیں گے تو اس سے کیا message جائے گا؟ جب آئین اور قانون کے تحت مرد اور

خواتین کو برابر حقوق اور بطور ممبر اسمبلی ان کا استحقاق برابر ہے تو پھر کس طریقے سے وزیر قانون خواتین ممبران کو اپنے سے کم تر ثابت کر سکتے ہیں، کیا انہیں اس قانون کا نہیں پتا؟ اگر انہیں اس چیز پر اعتراض ہے کہ خواتین کو ان کے برابر لا کر کیوں کھڑا کر دیا گیا یا ان خواتین کے حقوق ان کے برابر کیوں ہو گئے ہیں تو یہ حکومت میں ہیں اور ان قوانین میں ترمیم کریں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کا پوائنٹ آف آرڈر کیا ہے؟

محترمہ آمنہ الفت: یہ قوانین میں ترمیم کر کے عورتوں کے حقوق کم کر دیں۔ میرا بات کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ اسمبلی کی خواتین ممبران کو اگر یہ کم تر سمجھتے ہیں تو پھر معاشرے کی 51 فیصد خواتین کی آبادی کو کس طرح حقوق دلا سکتے ہیں، انہیں یہ برابری کے حقوق کیسے دے سکتے ہیں؟ ان کے ذہن میں اگر superiority complex ہے تو میں اس سوچ کے خلاف احتجاج اور شدید مخالفت کرتی ہوں اور یہ سوچ خواتین کے ساتھ امتیازی سلوک کی عکاسی ہے جس کی وجہ سے ہمارا معاشرہ ناہمواری کا شکار ہے۔ میں اس سوچ کے خلاف بات کرتی ہوں۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

ڈاکٹر سامیہ امجد: شکریہ۔ جناب سپیکر! بات continuity میں ہو رہی ہے اور سب کہہ رہے ہیں کہ ہم پیسوں کی بات نہیں کریں گے۔ قائم ہونے والی کمیٹی پر مجھے پورا اعتماد ہے کہ یہ کمیٹی اس حق کی بات کرے گی جہاں سے میری بہن صغیرہ اسلام نے شروع کیا۔ مجھے اس اسمبلی میں صاف لفظوں میں یہ کہنا ہے کہ ترقیاتی فنڈز 80 لاکھ روپے سالانہ ہیں۔ یہ چوتھا بجٹ آ رہا ہے تو ہر خاتون ممبر کا تین کروڑ 20 لاکھ روپے at stake لگا ہوا ہے۔ تین کروڑ 20 لاکھ روپے کو 66 سے ضرب دے کر کل رقم نکال لیں۔ اس کے بعد آپ ابھی سوچ رہے ہیں کہ وہ پچھلے تین سال کی رقم کہاں گئی اور اگلی کا کیا کرنا ہے؟

جناب سپیکر! میں نے پہلے بجٹ پر بحث کے دوران کہا تھا کہ ترقیاتی فنڈز دینے میں سب سے بڑا flaw اس کے S.O.Ps ہیں جن میں خواتین سے یہ aspect کیا جاتا ہے کہ وہ بھی ترقیاتی پراجیکٹس میں نالی، سیوریج اور گلی دیں لیکن ہمارے ہم منصب بھائی براہ راست منتخب ہونے والے اسی clause میں کہ The seats will be reserved for men, women and minorities ایک ہی جملے میں Constitution میں اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ The seats will be

reserved for men, women and minoritiesاور میں آپ کوConstitutionکی clauseبھی بتادیتی ہوں تو ہم منصب بھائیوں کو ظاہر ہے اس بات سے تردد محسوس ہوتا ہے کہ شاید یہ خاتون میرے حلقے میں اپنانام بنارہی ہے۔ میری یہ تجویز ہے کہ S.O.Psلکھتے وقت women and child projects کو identify کر کے شامل کیا جائے اور 80 لاکھ ضرب 66سالانہ وہ child projects برابر بانٹ دیں۔ دو خواتین ایم پی اے فی ضلع بنتی ہیں جن سے آپchild and women welfare projects لگائیں۔ اتنے سادہ سے فارمولے کو واک آؤٹ کرنے میں کیا امر مانع ہے۔ اپوزیشن کی خواتین سے ہم voluntarilyاپنی ہم منصب بہنوں کو دے دیتے ہیں کہ میرا فنڈ فلاں کو دے دیا جائے۔ دو دو خواتین کا فنڈ فی ضلع دے دیا جائے تو اس میں کون سا مشکل فارمولا ہے؟ آج آپ ہی کی حکومت نے کروڑوں روپے کی لاگت سے Child Ombudsmanبنایا جہاں distressed بچے جو sexually harassedیا beggarsہیں،ان کے لئے کروڑوں روپے کا پراجیکٹ دو سال سے چل رہا ہے جو کہ انہی کی نیک نامی ہے لیکن اس کی helplineنہیں ہے۔ کیا ہر ضلع میں ان بچوں کے لئے ٹیلی فون نمبر receiveکرنے کی helplineکا کوئی پراجیکٹ نہیں بنایا جا سکتا، کیا خواتین کے بنک یا مائیکرو کریڈٹس کے انتظام کے لئے کچھ نہیں کیا جا سکتا اور کیا ان کی بنائی ہوئی trade کے لئے trade centres نہیں بنائے جا سکتے؟ ہزاروں پراجیکٹس ہیں لیکن نیت کی بات ہے اور یہ حقیقت ہے کہ یہ حکومت چوتھا بجٹ آنے کے باوجود ابھی تک confused ہے اور کہہ رہی ہے کہ we have to think out of wayمیں پہلے بجٹ سے ہر دفعہ ایک تجویز دیتی ہوں اور میں اب بھی اسی کمیٹی کو گوش گزار کر رہی ہوں کہ ہماری یہ رقم جو تین کروڑ 20لاکھ روپے فی ایم پی اے ہے،انہیں دیں۔ ورنہ پھر ہم کہیں گے کہ تنوروں میں لگ گئے تو آپ بُرا منائیں گے۔

شیخ علاؤالدین: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

شیخ علاؤالدین: شکریہ۔ جناب سپیکر!میں سب سے پہلے آپ کے حوصلے کی داد دیتا ہوں کہ جس طرح آپ ambitکو وسیع کر دیتے ہیں کہ جس مرضی topic پر، جس مرضی relation سے without relation, without referenceکوئی بول لے، آپ کا حوصلہ ہے کہ آپ سنتے ہیں۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر!میں احتجاجاًواک آؤٹ کرتی ہوں۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبر ڈاکٹر سامیہ امجد ایوان سے احتجاجاًواک آؤٹ کر گئیں)

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں نے صرف ایک بات کرنی ہے اور میں صرف reference چاہتا ہوں کہ آپ آج اس بات کا فیصلہ کر دیں کیونکہ آپ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ کل اگر honourable سپریم کورٹ ایک فیصلے کے دوران یہ کہہ سکتی ہے کہ ہم فلاں issue کو علیحدہ دیکھیں گے تو میں مختصراً آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہاں بھی ہم سب پر یہ پابندی ہونی چاہئے کہ ہم out of context اور out of reference بات نہ کریں تاکہ آپ کا اور ہمارا مسئلہ حل ہو۔ میں نے صرف یہ پوچھنا ہے کہ کیا آج pre budget بحث ہو گی؟ دو دن سے میں یہی دیکھ رہا ہوں اور یہ میری غلطی ہے کہ ہم اس پر وقت ضائع کرتے ہیں۔ میں نے کچھ معروضات پیش کرنی ہیں اس لئے آپ مہربانی کر کے pre budget بحث ایجنڈے کے مطابق شروع کر دیں یا پھر کہہ دیں کہ نہیں ہونی ہے۔ اگر آپ نے پوائنٹ آف آرڈر ہی دینے ہیں اور پوائنٹ آف آرڈر بھی اتنا wide کہ antibiotic کی طرح دینا ہے کہ "کونین سے لے کر ٹی بی" تک کے سب امراض ایک ہی پوائنٹ آف آرڈر پر جانے ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے تو پھر آپ pre budget بحث ختم کر دیں۔ اس میں میرا بھی نام ہے تو میرا نام مجھے واپس دے دیں۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: ابھی میرے پاس کچھ دوستوں کے نام ہیں جنہیں میں پہلے بلاؤں گا۔ شیخ صاحب! بحث بالکل ہونی ہے اور پوائنٹ آف آرڈر کے بارے میں ممبران نے دیکھنا ہے۔ Chair نے تو کوشش کرنی ہے کہ House کے decorum کا بھی خیال رکھے اور اسے اچھے طریقے سے لے کر چلے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! آپ کی قطعاً غلطی نہیں ہے اور میں نے کہا کہ میری غلطی ہے۔ اگر دو بجے بحث شروع ہو گی تو میں کیا کہوں گا اور لوگوں نے بھی کچھ کہنا ہے۔ آپ خود سوچیں اور اسے ختم کر کے pre budget پر بحث شروع کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ثمینہ خاور حیات صاحبہ!

محترمہ ثمینہ خاور حیات: شکریہ۔ جناب سپیکر! ابھی یہاں پر کروڑوں روپے کی بجٹ کی بات ہو رہی ہے تو ہمارے اس مقدس forum میں یہ کیا گھناؤنا مذاق ہو رہا ہے؟ حکومت کا خزانہ خالی ہے، پیسے اس میں ہیں نہیں اور بات ہم کروڑوں اور اربوں روپے کے فنڈز کی کر رہے ہیں۔ ہمارا صوبہ over drafting پر چل رہا ہے، ہم financially collapse کر چکے ہیں اور پنجاب حکومت کا بیڑہ غرق ہو چکا ہے جبکہ ہم کروڑوں روپے کے فنڈز کی بات کر رہے ہیں۔ ہمیں فنڈز نہیں چاہئیں بلکہ خادم اعلیٰ صاحب غریب عوام کو لگے ہوئے پیٹ کے لئے روٹی روزی کا خیال کریں جو کہ آج کل ظالم اعلیٰ بن چکے ہیں۔ یہاں پر

بیٹھے ہوئے ان کے Advisors فیصل آباد میں گھنٹہ گھر کے باہر بے چارے بے روزگار بیٹھے ہوئے لاکھوں مزدوروں کی طرف ان کی توجہ دلائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ!آپ کا پوائنٹ آف آرڈر کیا ہے؟

محترمہ ثمینہ خاور حیات: میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ یہاں پر جو لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال کی دھجیاں اڑائی جارہی ہیں۔ میرے معزز ممبر حاجی عمران صاحب نے جو یہاں بات کی ہے اور پرویز الہیٰ صاحب کا نام لے کر بات کی ہے، یہ وہاں کے معزز ممبر ہیں، یہ وہاں کے ایم پی اے ہیں اور انہوں نے ہماری قیادت کا نام لیا ہے یہ انہوں نے غلط بات کی ہے۔ یہ معزز ممبر ہیں انہیں چاہئے کہ تصدیق کئے بغیر غلط بیانی نہ کریں۔ ان کی حکومت ہے، ان کا عملہ ہے، ان کی پولیس ہے اور ان کے لوگوں نے غنڈہ گردی کی ہے۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ آپ کا پوائنٹ آف آرڈر آگیا ہے۔ جی، منڈا صاحب!

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): شکریہ۔ جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ چند دن پہلے پنجاب کے ایک سابقہ وزیر ننکانہ صاحب گئے اور میں یہ بات بڑے دعوے سے کر رہا ہوں کہ جب ان کا قافلہ لاہور سے چلا تو ان کے قافلے میں پنجاب کے ریکارڈ یافتہ اشتہاری لوگ بھی شامل تھے۔ اس وزیر کو جس جس سٹاپ پر پہنچنا ہوتا تھا وہاں پر وہ اشتہاری پہلے جا کر فائرنگ کرتے تھے، چند لوگ اکٹھے ہو جاتے تھے اور پھر وہ وزیر اُس سٹاپ پر جاتے تھے۔ اسی طرح جب اس سابقہ وزیر کا قافلہ فیروز وٹواں پہنچا جس میں پنجاب کے ریکارڈ یافتہ اشتہاری، ڈاکو اور چور تھے۔ جب ان اشتہاریوں نے اس نت ہاؤس کے چیلوں چمٹوں نے فائرنگ کی جس کے نتیجے میں ایک غریب آدمی کا مزدور بیٹا جو اپنی روزی روٹی کمانے کے لئے مقامی فیکٹری جا رہا تھا جاں بحق ہو گیا اور پانچ غریب آدمی بھی زخمی ہو گئے۔ میں نے اگلے دن ہی اجلاس میں اس پر توجہ دلاؤ نوٹس جمع کرایا لیکن مجھ سے پہلے میرے ایک معزز ساتھی نے اس پر توجہ دلاؤ نوٹس دے دیا تھا۔ آج بھی وہی توجہ دلاؤ نوٹس اسمبلی کے ریکارڈ پر موجود ہے۔ جب مجھے اس procedure بھول بھلیوں میں موقع نہ ملا تو میں نے پوائنٹ آف آرڈر پر یہ بات کی تھی کہ اس کے لئے ایک اعلیٰ تحقیقاتی کمیٹی بنا دیں۔ اگر وہ اشتہاریوں، سابقہ وزیر کے چیلوں چمٹوں نے فائرنگ نہ کی ہو تو پھر میں اپنی غلطی اس floor پر مانوں گا۔ میں نے کہا تھا کہ یہ فائرنگ اس سابقہ وزیر کے ایماء پر ہوئی ہے۔ اگر میری بات کو مان لیا جاتا اور اس پرویز وزیر جو کہ پرویز مشرف کا نِکا پرویز ہے۔ اگر بڑے پرویز کے نکے پرویز کو اِس جرم میں گرفتار کر لیا جاتا تو میں دعوے سے کہتا ہوں کہ کل گجرات میں جو کھلے

عام بد معاشی ہوئی وہ نہ ہوتی۔ میں رات "دنیا چینل" دیکھ رہا تھا تو یقین کریں مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ 2011 آ چکا ہے اور آج بھی گجراتیوں نے، آج بھی مشرف کے ساتھیوں نے گجرات کی سڑکوں پر بد معاشی کا بازار شروع کیا ہوا ہے۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ کل مشرف کے چیلوں چانٹوں نے، نکا پرویز جو سابقہ وزیر ہے اس کے حواریوں، اشتہاریوں اور ڈاکوؤں نے اگر زیادتی نہ کی ہو تو خدا کی قسم میں اس floor سے استعفیٰ دے کر واپس چلا جاؤں گا۔ (شور وغل)

آپ اس پر فوری طور پر direction دیں اور اس پر investigation کرائی جائے۔ جو ایماء کے ملزمان ہیں جن میں شفاعت، عمران مسعود، پرویز الٰہی اور باقی جن لوگوں نے وہاں کل کھلے عام بد معاشی کی، کھلے عام دہشت گردی کی، جنہوں نے مسلم لیگ ہاؤس ڈیوس روڈ پر قبضہ کیا ہوا ہے ان تمام کے خلاف فوری طور پر کارروائی کی جائے اور ان کو قانون کے آہنی ہاتھوں سے نمٹا جائے۔۔۔ (شور وغل)

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ آپ کا point of view آ گیا ہے۔ میں اپوزیشن کے معزز ممبران سے کہوں گا کہ تشریف رکھیں۔ آپ تشریف رکھیں، یہ کیا کر رہے ہیں؟ یہ غلط بات ہے جب آپ کا ٹائم آئے گا تب بات کریں اور اب تشریف رکھیں۔ چودھری طارق صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ محترمہ ماجدہ زیدی!۔۔۔ (شور وغل)

دیکھیں، تشریف رکھیں۔ منڈا صاحب! آپ بھی تشریف رکھیں۔ میں اس معاملہ کو دیکھتا ہوں۔ چودھری ظہیر الدین صاحب! تمام ممبران تشریف رکھیں، لیڈر آف دی اپوزیشن کھڑے ہیں۔ خیال کریں اور منڈا صاحب! آپ بھی چُپ کریں۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! آپ کی صدارت میں جو بھی قانونی طور پر کسی چیز کی نشاندہی کرنی ہوتی ہے وہ ہم کرتے ہیں۔ یہاں لاء منسٹر صاحب تشریف فرما ہیں۔ ہم آپس میں جو بات commit کرتے ہیں وہ اپنی پارٹی کے behalf پر بھی کرتے ہیں۔ ہماری یہ بات طے ہو چکی ہے اور ہم نے عرصہ گیارہ ماہ سے ایڈوائزری کمیٹی میں یہ طے کیا تھا کہ کسی قیادت کا نام نہیں لیا جائے گا۔ میں علی اصغر منڈا صاحب کو ایم این اے کے حوالے سے زیادہ جانتا ہوں کیونکہ اب یہ پہلی دفعہ ایوان میں تشریف لائے ہیں اور یہ اُن کے پسندیدہ candidate تھے۔ چونکہ وہ popular MNA تھے اُن کی وجہ سے اِن کو بھی edge ملا۔

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): یہ انہوں نے کون سی بات کرنا شروع کر دی ہے؟ (شور وغل)

جناب ڈپٹی سپیکر: منڈا صاحب! پلیز، تشریف رکھیں۔ (شور وغل)

منڈا صاحب! تشریف رکھیں، چودھری صاحب کا اپنا point of view ہے جس طرح آپ کا اپنا point of view تھا۔ لہذا آپ تشریف رکھیں، منڈا صاحب! تشریف رکھیں۔ ذاتیات پر بات نہ کریں۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! میں نے جناب علی اصغر منڈا صاحب کا پورا اسم شریف لیا ہے اور میں نہایت عزت سے بات کر رہا تھا۔ میں تو یہ بھی گزارش کرنے لگا تھا کہ یہ کھڑے ہو کر بات کیا کریں، یہ بیٹھے بیٹھے ہی بات کرتے رہتے ہیں۔(قہقہہ)

میں یہ گزارش کرنے لگا تھا کہ یہ اپنے ایم این اے کے پسندیدہ تھے اور انہوں نے اِن کو ٹکٹ دلائی۔ اگر یہ ان کے ناپسندیدہ ہونے کے باوجود یہ کہتے ہیں تو میں نے اس میں کوئی غیر سیاسی یا غلط بات نہیں کی۔ میں نے یہی کہا اور میں ان کا نام بھی لے دیتا ہوں کیونکہ میں نے ان کا نام بُرے انداز میں نہیں لینا ہے۔ یہ رانا تنویر صاحب کے پسندیدہ ایم پی اے تھے اور وہ ایک بڑے منجھے ہوئے سیاستدان ہیں، ہم خواہش اور امید بھی رکھتے ہیں کہ ان کی political training بھی ان کی طرف آہستہ آہستہ در آئے گی کیونکہ انہوں نے کبھی بھی اس قسم کی commitment جو ان کی leadership نے کی ہو اس سے کسی بات کا مفر نہیں کیا۔ جب یہ کسی کی قیادت کا نام لے کر اس قسم کی انتہائی طنزیہ انداز میں بات کرتے ہیں تو شاید وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ ان کی قیادت کا نام سب کو آتا ہے بلکہ یہاں پر ہمارے تمام ممبران کو ان کی قیادت کا نام آتا ہے۔ یہ نہیں ہے کہ ان کا نام بدل لینا پڑے گا لیکن پھر بھی ہم یہ کام نہیں کرتے۔ ہم نے یہ commitment کی ہوئی ہے کہ جو بھی event ہو گا ہم اس کے حساب سے کام کریں گے۔ جس واقعہ کی یہ بات کر رہے ہیں اس پر ایک توجہ دلاؤ نوٹس آ چکا ہے جس کا جواب جناب لاء منسٹر صاحب تفصیل سے بیان فرما چکے ہیں۔ چودھری پرویز الٰہی صاحب کے استقبالیہ کیمپ پر فائرنگ انہوں نے خود نہیں کرنی تھی۔ ہم نے یہ سارا کچھ پولیس اور لاء منسٹر صاحب کی قانونی یا لاقانونی وزارت پر چھوڑا ہوا ہے۔ میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ گجرات کے اندر کل جو کچھ ہوا ہے ہم چاہتے ہیں کہ عدلیہ کا احترام کیا جائے، عدلیہ کے فیصلوں پر چٹھی لکھی جائے بلکہ سوئٹزرلینڈ تک چٹھیاں لکھی جائیں لیکن سپریم کورٹ نے جو چٹھی گوجرانوالہ ڈویژن تک لکھی ہوئی ہے اس پر تو عملدرآمد نہیں ہو رہا۔ حاجی ناصر محمود صاحب پر پرچہ درج کیا گیا ہے مگر پولیس ان کو گرفتار کرنے کی بجائے ان کے arrange functions کر رہی ہے، پھر کہا جائے گا کہ ایک چٹھی سوئٹزرلینڈ لکھ دیں اور ایک چٹھی انگلینڈ لکھ دیں۔ باہر کی چٹھیوں کی بجائے یہاں پر جو کچھ ہوتا ہے ہم اس میں قانون پر عملدرآمد کے لئے کہتے ہیں۔ جب لاء منسٹر صاحب توجہ دلاؤ

نوٹس کا جواب فرما چکے ہیں تو جناب علی اصغر منڈا صاحب کو بات کیا جتانی ہوتی ہے؟ میں ان کا پورے تخلص اور ادب کے ساتھ نام لے رہا ہوں لہذا یہ خیال کریں کہ یہ جانا کہاں چاہتے ہیں جب کسی نے اپنی قیادت کو blackmail کرنا ہو تو وہ دوسرے کی قیادت کو گالی دیتے ہیں تاکہ وہ اس کی قیادت کو گالی دے۔ اگر منڈا صاحب نے جناب چیف منسٹر صاحب کو blackmail کرنا ہے تو وہ اس طریق کار میں مایوس ہوں گے کیونکہ اگر وہ ہماری قیادت کو گالی بھی دیں گے تو ہم ان کے چیف منسٹر صاحب کو گالی نہیں دیں گے۔ میں یہی گزارش کرنا چاہتا تھا کہ میں اور میرے ساتھی قانون پر عملدرآمد کے لئے بات کرتے ہیں۔ مہربانی فرمائیے اور زبان، لہجہ اور لفظوں کا انتخاب ایوان کی عزت کے مطابق ہونا چاہئے۔ بہت بہت شکریہ

سیدہ ماجدہ زیدی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، ماجدہ زیدی صاحبہ! اب اس پوائنٹ آف آرڈر کے بعد میں بجٹ پر بحث شروع کرادوں گا۔This is the last point of order.

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر!۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: منڈا صاحب! respond نہیں کرنا۔ پلیز، تشریف رکھیں۔

سیدہ ماجدہ زیدی: جناب سپیکر! شکریہ۔ مجھے تھوڑا سا اپنا point of order change کرنا پڑا۔ اس میں، میں دو چیزیں بیان کروں گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ذاتی بات نہیں کرنی۔

سیدہ ماجدہ زیدی: جناب سپیکر! میں ذاتی بات نہیں کروں گی بلکہ بالکل چھوٹی بات کروں گی۔ ابھی یہاں پر بات ہوئی کہ چودھری پرویز الٰہی صاحب لاہور سے اشتہاری ملزم ساتھ لے کر گئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، اس پر بات نہیں ہوگی اور جب قائد حزب اختلاف بات کر چکے ہیں تو اب آپ اس پر بات نہ کریں تو بہتر ہے۔

سیدہ ماجدہ زیدی: جناب سپیکر! چلیں، اس کو چھوڑ دیتی ہوں۔ دوسری بات یہ کرنا چاہتی ہوں کہ اکثر ہم اخبار میں پڑھتے ہیں کہ پانچ دہشت گرد لاہور میں داخل ہو گئے، آٹھ دہشت گرد لاہور میں داخل ہو گئے اور ان کو پکڑتا تو کوئی نہیں ہے، جب بم دھماکا ہو جاتا ہے تو پتا چلتا ہے کہ ان لوگوں نے آ کر یہاں پر کوئی کارروائی کر دی ہے اور وزیر اعلیٰ کے لئے یہ لمحہ فکریہ ہے۔ آپ اس سے پنجاب میں law &

order کی صورتحال کا اندازہ بھی لگا سکتے ہیں کہ پتا ہونے کے باوجود بھی ہم اس پر کوئی کارروائی نہیں کرتے۔ میں دوسری بات خواتین کے بارے میں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، آپ دیکھیں کہ ایک point of order پر دو باتیں نہیں ہو سکتیں۔

سیدہ ماجدہ زیدی: جناب سپیکر! آپ نے موقع بڑی مشکل سے دیا ہے تو ایک دو لائنوں کی بات ہے۔ ہم یہاں پر فنڈز کی بات نہیں کر رہے اور فنڈز کی لڑائی نہیں کر رہے بلکہ ہم power sharing کی لڑائی کر رہے ہیں، ہم یہاں پر equal respect کی بات کر رہے ہیں کہ ہر ممبر کی respect اور ان کے rights برابر ہونے چاہیئں۔ آپ اس میں دیکھیں کہ (ن) لیگ کی یہ پالیسی ہے کہ خواتین کو ہمیشہ پیچھے رکھا جاتا ہے اور اس کا تجربہ مجھے ذاتی طور پر بھی ہے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ 66 خواتین میں سے انہوں نے اپنی طرف سے کوئی بھی عورت منسٹر نامزد نہیں کی۔ آپ بتائیں کہ انہوں نے کابینہ، سٹینڈنگ کمیٹی اور پارلیمانی سیکرٹریوں میں کتنا share دیا ہے؟

سرکاری کارروائی

بحث

بجٹ 12-2011 کے لئے ممبران اسمبلی سے پری بجٹ تجاویز لینے کی غرض سے عام بحث

(۔۔۔جاری)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، آپ کا point آگیا، آپ تشریف رکھیں۔ اب ہم سرکاری کارروائی شروع کرتے ہیں۔ آج کے ایجنڈے پر حسب ذیل کارروائی ہے۔

Continuation of pre-budget general discussion for seeking proposals of the members for the budget 2011-12

اب جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ جو بجٹ تجاویز لینے کی غرض سے عام بحث کا آغاز مورخہ 17۔جنوری 2011 کو ہوا تھا اس روز 9 ممبران نے تجاویز دی تھیں۔ کل مورخہ 19۔جنوری میں 18 ممبران نے تجاویز دی تھیں آج اور کل بھی یہ بحث جاری رہے گی۔ اب میں سب سے پہلے ملک جہانزیب وارن صاحب سے کہوں گا کہ وہ اپنی تقریر شروع کریں۔ ملک صاحب کی تقریر سے پہلے لاء منسٹر صاحب اس میں ایک چیز ہے کہ کل جن ممبران کے نام تھے اور وہ موجود نہیں تھے یا جن کے نام

نہیں آسکے تھے تو اب ایک لسٹ تو وہ ہے کہ جن کے کل نام نہیں آئے تھے اور ایک لسٹ آج کی جن ممبران نے پہلے سے آج کے لئے نام دیئے ہوئے تھے۔

وزیر قانون وپارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر!۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، رانا صاحب!

وزیر قانون وپارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر!اس میں میری رائے یہ ہے کہ جن ممبران نے آج کے لئے اپنے نام دیئے ہیں ان کو پہلے take up کیا جائے اور اس کے بعد اگر وقت بچے تو پھر جن ممبران کے کل کی لسٹ میں نام تھے اور وہ کل نہیں پہنچ سکے تو ان کو موقع دیا جائے لیکن جن لوگوں نے آج کے لئے نام دیئے ہیں تو وہ اپنا وقت نکال کر یہاں پر آئے ہوں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ ان کی یہ priority بنتی ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، شیخ صاحب!

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر!آپ سیکرٹری صاحب سے یہ پوچھیں کہ میرا نام آج کی لسٹ میں ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی،آپ کا نام موجود ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر!اگر ہے تو وہ شروع میں اس لئے آنا چاہئے کہ کل میں سرکاری کام سے کہہ کر گیا تھا اور کوئی ذاتی کام نہیں گیا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔آپ تشریف رکھیں۔

رائے محمد اسلم خان: جناب سپیکر!کل چیئرمین صاحب نے ایک ruling دی تھی کہ جو ممبران انتظار کرتے رہے ہیں اور ان کا نام کل کی لسٹ میں شامل تھا لیکن ان کا نام نہیں آسکا اور وہ آخری وقت تک بیٹھے رہے ہیں تو انہیں آج اسی ترتیب سے آج کی لسٹ سے پہلے موقع دیا جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سیکرٹری صاحب!جو ممبران کل بیٹھے ہوئے تھے اور ان کا نام نہیں آیا تو ان کی لسٹ بنا کر مجھے دے دیں تو ان کو میں ساتھ ساتھ بلاتا رہوں گا۔یہ میں دوبارہ بتادوں کہ پانچ منٹ کا ٹائم ہے اس لئے اپنے ٹائم کو صحیح طریقے سے utilize کریں۔جی، ملک جہانزیب وارن صاحب!

سردار ملک جہانزیب وارن: جناب سپیکر! شکریہ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ پچھلے دنوں یہاں پر کافی باتیں ہوئیں اور میں پچھلے دو دنوں سے مختلف محکموں میں گیا وہاں سے صحیح figures پری بجٹ کے لئے لیں اور یہاں پر یہ باتیں بھی ہوئیں کہ جنوبی پنجاب میں 52۔ارب روپے کہاں گئے؟ یہاں پر سیلاب کے بعد تعمیر نو اور ماڈل ویلج پر شاہ خرچیوں کی باتیں بھی ہوئیں، یہاں پر ہیلتھ وژن پر بھی کافی تذکرہ ہوا اور کافی باتیں ہوئیں۔ اس میں، میں صرف اتنا کہوں گا کہ ہمیں پہلے اصل حقائق کا پتا چلانا چاہئے کہ اصل حقائق کیا ہیں؟ اس حوالے سے فنانس ڈیپارٹمنٹ نے جو مجھے اصل حقائق دیئے ان میں 52۔ارب روپے کے مقابلے میں 36۔ارب روپے اس وقت پچھلے چھ ماہ میں ریلیز ہو چکے ہیں۔ اس کے علاوہ SPDP جو کہ ہم نے جنوبی پنجاب کے لئے پروگرام بنایا تھا اس میں 10۔ارب روپے کی سکیمیں جاری ہو چکی ہیں اور اسی سال مکمل ہوں گی جن کے ابھی چھ ماہ رہتے ہیں۔ جنوبی پنجاب کی ADP پر کوئی cut نہیں لگایا گیا۔

جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ چاہوں گا کیونکہ میں یہ وہ باتیں کر رہا ہوں جو مختلف محکموں کی طرف سے لے کر آیا ہوں۔ اسی طرح دانش سکولوں کی بات ہوئی تو میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے علاقے اور خاص طور پر جنوبی پنجاب میں اس وقت تین دانش سکول مکمل ہو چکے ہیں اور ایک کا افتتاح ہوا ہے وہاں سے میں نے یہ بھی دریافت کیا ہے کہ جس میں تمام ملکوں کے سفارتکار موجود تھے اور انہوں نے اس چیز کو دیکھ کر یہ بات سامنے لائی کہ دنیا کے اچھے سکولوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ وہاں پر سعودی عرب کے سفیر نے ایک غریب اور یتیم بچی جس کا والد تھا اور نہ والدہ تھی اس کو ایک گھڑی گفٹ کر دی۔ اسی طرح ہمارے بہاولپور کی تحصیل حاصل پور میں 5۔فروری کو دانش سکول کا افتتاح ہونا ہے۔ میں نے وہاں جا کر visit بھی کیا ہے اور دیکھا بھی ہے کہ وہ ایشیاء کا بہترین سکول ہے۔ ڈویژن بہاولپور میں اس وقت چھ کالج بن رہے ہیں۔ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ ہمیں یہ figures بتانی چاہئیں اور صحیح بات کرنی چاہئے۔ چھ کالج اسی سال مکمل ہو جائیں گے۔ اسی طریقے سے میں آپ سے صحت کے حوالے سے گزارش کروں گا کہ وہاں تین سو بستروں کا ڈسٹرکٹ ہسپتال 3۔ارب روپے سے بن رہا ہے اور اس کی یکمشت رقم release ہو چکی ہے۔ اسی طرح چھ لاکھ سے زائد وطن کارڈز پر 11۔ارب روپے سے زائد رقم release ہو چکی ہے اور میں یہ بھی کہوں گا کہ جو وزیر اعلیٰ صاحب کا relief fund تھا اس میں ایک ارب 30 کروڑ روپے موجود ہیں اور 35 model villages اسی سال مکمل ہونے ہیں۔ ابھی تین model villages مکمل ہو چکے ہیں جن میں ایک گھر، سیوریج، بائیو گیس کا پلانٹ، واٹر سپلائی، شمسی توانائی، سکول، ہسپتال، ٹریننگ سنٹر اور یہ ساری چیزیں موجود ہوں گی۔ جہاں امیروں،

وڈیروں اور سرمایہ داروں کے بچے لندن کے سکولوں میں یا ایچی سن جیسے سکولوں میں پڑھتے ہیں وہاں غریبوں کے لئے دانش سکول کسی نعمت سے کم نہیں ہے۔اس کے علاوہ پاکستان میں موبائل ڈسپنسری کا قیام بھی بہت بڑی نعمت سے کم نہیں ہے۔اس وقت تین موبائل ڈسپنسریاں ہمارے جنوبی پنجاب میں آ چکی ہیں جن کا افتتاح میانوالی، رحیم یار خان اور ابھی حال ہی میں بہاولپور ہونا ہے۔اسی طرح دو میڈیکل کالج ڈیرا غازی خان اور ساہیوال میڈیکل کالج اسی سال شروع ہو رہے ہیں۔اس کے علاوہ موبائل ڈسپنسری میں جو چیزیں ہیں وہ میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ ایک ڈاکٹر، ایک لیڈی ڈاکٹر، تمام vaccines ہوں گی، جدید مشینوں پر lab tests ہوں گے، E.C.G ہو گی، X-Rays ہوں گے، Ultrasound ہو گا، Hepatitis کا علاج ہو گا، Delivery Rooms ہوں گے۔خواتین اور مرد کے لئے علاج کا علیحدہ انتظام ہو گا۔گزارش یہ ہے کہ ہمیں اس ملک کی خاطر ایک قوم بننا ہو گا، اپنے ملک کی ترقی کی خاطر ہمیں ایک دوسرے سے اختلافات کو بُھلانا ہو گا اور ہمیں چاہئے کہ ہم اس ملک کو جو اس وقت میں سمجھتا ہوں کہ دشمنوں کی نظروں میں ہے، ہمیں ایک قوم بن کر سوچنا چاہئے اور جو اچھی چیزیں ہیں اُن کو appreciate کرنا چاہئے۔جہاں پر اصلاح کی ضرورت ہے وہاں اصلاح کرنی چاہئے نہ کہ ہم ایک دوسرے پر تنقید برائے تنقید کریں، میری یہی گزارشات ہیں۔پاکستان زندہ باد۔ہمارے ممبران جو اس وقت سُن رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو توفیق دے کہ ہم سچ اور حقائق کے ساتھ بولیں۔(آمین)

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔جی، ڈاکٹر طاہر علی جاوید صاحب!

ڈاکٹر طاہر علی جاوید: جناب سپیکر! سب سے پہلے میں آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گا کہ آپ میں یہ کوالٹی ہے کہ آپ ہمیشہ ہاؤس کا decorum maintain رکھتے ہیں اور I think سارا ہاؤس آپ کا شکر گزار ہے۔Pre budget discussion, deliberations کا جو نیا سلسلہ شروع ہوا ہے میرا خیال ہے کہ یہ بہت اچھی چیز ہے لیکن question پھر implementation کا آتا ہے۔اس کے لئے ہمارے معزز ممبران treasury benches اور opposition benches سے بھی بھرپور تیاری کر کے آتے ہیں۔ہم یہ سلسلہ پچھلے تین سال سے دیکھ رہے ہیں، یہاں پر ممبران اپنے حلقے کے genuine issues بھی پیش کرتے ہیں اور generalized issues بھی پیش کئے جاتے ہیں۔

(اذانِ ظہر)

جناب ڈپٹی سپیکر: ڈاکٹر صاحب کی بات سے پہلے میں معزز ممبران کو یہ بتادوں کہ جتنے نام میرے پاس ہیں آج چاہے پانچ بج جائیں یا چھ بج جائیں تقاریر جاری رہیں گی اور ہم آج کی لسٹ کو exhaust کرکے ہی اٹھیں گے۔ جن ممبران نے نام دیئے ہوئے ہیں وہ پورے اطمینان سے بیٹھیں ان کی باری ضرور آئے گی اور یہاں پر آکر مجھے کہنے کی ضرورت نہیں ہے، میں سب کو بلاؤں گا اور جن کے نام نہیں بھی ہیں اگر وہ بھی تقریر کرنا چاہتے ہیں تو ہم exhaust list کرکے ان کو بھی موقع دیں گے۔ جی، ڈاکٹر صاحب!

ڈاکٹر طاہر علی جاوید: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ یہاں پر deliberations ہوتی ہیں، discussions ہوتی ہیں اور وزیر خزانہ بھی یہاں پر موجود ہوتے ہیں، ہمارے سیکرٹریٹ سٹاف کے افسران بھی موجود ہوتے ہیں لیکن بات پھر implementation کی ہی آجاتی ہے۔ کوئی بھی منصوبہ خواہ وہ budgeted ہو، ہمارے A.D.P میں ہو، اگر وہ implement نہ ہو تو Then we have serious questions about the whole system. میری Finance Minister سے یہ request ہوگی کہ اس کو اگر ہم روایتی طریقے سے لیتے رہے کہ لوگ یہاں پر تقریریں کرتے جائیں اور وہ note کرتے رہیں، ایک سال بعد ہم پھر یہاں پر آئیں پھر تقریر کریں اور وہ چیز نظر بھی نہ آئے تو پھر میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ایک futile exercise ہے۔ وہ غریب عوام جس کے ٹیکس کی وجہ سے میں، آپ اور ساری بیوروکریسی یہاں بیٹھی ہے ہم ان کو کیسے جواب دیں گے؟ میں آپ کے سامنے اپنے حلقہ سے متعلق اور چند general سی باتیں کروں گا۔ I belong to a very small rural constituency جس کا نام شکر گڑھ ہے، پاکستان کا corner ہے اور ضلع نارووال کی ایک تحصیل ہے۔ اس ضلع میں صرف دو تحصیلیں ہیں لیکن بات funds دینے کی بھی نہیں ہے، funds implementation کی بھی نہیں ہے، بات equitable distribution کی ہے۔ اگر ایک باپ کے دو بیٹے ہوں اور ان کو برابری کا حق نہ ملے تو اسے ناانصافی کہا جاتا ہے۔ اسی طرح کسی ضلع میں اگر دو یا چار تحصیلیں ہوں اور ایک کو بنایا سنوارا جائے اور دوسری کو ignore کیا جائے تو پھر اس کا تدارک کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ میں حیران ہوتا ہوں کہ جب Planning and Development یا Finance کی اور کسی بھی محکمے کی meetings ہوتی ہیں تو یہ issues کیوں نہیں دیکھے جاتے؟ میرے حلقہ میں برساتی نالے ہیں اور جب سیلاب آتا ہے، اب تو یہ سیلاب سارے پاکستان نے دیکھا ہے ہمارے ہاں ہر سال آتا ہے اور ہمارے لوگ ہر سال اسے face کرتے ہیں، بہت تباہی ہوتی ہے، جب میں نے اپنے حلقے کے لئے request کی تو I was given a bridge. جس کے لئے 150 ملین روپے کا وعدہ

کیا گیا، 8 کروڑ روپے release کرنے کا وعدہ کیا گیا اور یہ A.D.P میں mention تھا، آپ کی بجٹ کی کتاب میں mention تھا تو I would request Finance Minister ان کی تو وہاں پر برادری بھی بہت ہے ہم انہیں welcome کرتے ہیں، یہ آئیں اور آکر دیکھیں کہ اس bridge پر ایک اینٹ بھی لگی ہو تو میں ذمہ دار ہوں۔ What is the point? کہ میرے جیسا شخص بھی آکر یہاں پر debate کرے، discussion کرے When a single brick has been placed for the bridge. میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہم یہ عوام کے ساتھ زیادتی کرتے ہیں، اس tax payer کے ساتھ زیادتی کرتے ہیں اور اپنے ووٹروں کے ساتھ بھی زیادتی کرتے ہیں۔ Then redistribution, reallocation یہ الفاظ اتنے خطرناک ہیں اور They are planned مجھے کہا گیا کہ میرے حلقہ میں ایک Polytechnic Institute بنایا جائے گا without involving me حالانکہ میں وہاں کا elected representative ہوں اور Mr Ahsan Iqbal MNA from that district who is very respectable ایک میٹنگ ہوئی اور وہ سارے پیسے ایک سڑک کو دے دیئے گئے اور جس کا ہم سمجھتے ہیں کہ کوئی فائدہ ہی نہیں ہے۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ Does the minister make those decisions کیا یہ فیصلے کوئی سیکرٹری کرتا ہے مجھے تو کچھ پتا نہیں ہے؟ میں محسوس کرتا ہوں کہ یہ responsibility ہے اس ادارے کی، اس محکمے کی کہ اس چیز کا نوٹس لے۔ ورنہ یہاں بار بار آکر ہر سال ایک demand کر کے چلے جانے سے تو میں اپنی creditability حلقے میں کھو دوں گا اور ایسی politics تو ہم نہیں کرنا چاہتے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہم یہاں پر ایک مثبت سوچ کے ساتھ آتے ہیں اپنے علاقوں کو، اپنے حلقوں کو، پنجاب کے عوام کو کوئی relief دینے کے لئے آتے ہیں۔ Budgeting کی یہ حالت ہے، آپ خود اس چیز کے witness ہوں گے کہ کیا بجٹ Whether Federal or Provincial budget ,three hundred percent products میں increase ہوئی ہے؟ جیسے دال، آٹا، چاول Tell me any example of any country in the world. جہاں پر تین سو فیصد قیمتیں ایک سال میں increase ہوئی ہوں۔ What is budgeting? And you have to take responsibility for this. میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ اس پر تنقید کرنے کا بھی فائدہ نہیں ہے۔ اسمبلی ایک powerful forum ہے اس میں across the party line opposition, treasury benches, PPP, PML(N) and PML(Q) یہ سب مل کر فیصلہ کریں کہ وہ لوگ جو ہمیں منتخب کر کے بھیجتے ہیں، جو ہماری تنخواہ دیتے ہیں جن کی وجہ سے ہم یہاں بیٹھے ہیں، جن کی وجہ سے ہم یہ سوٹ وٹائی پہنتے ہیں، جن کی وجہ سے

mike چل رہا ہے Who is answerable to those people? کوئی شخص اٹھ کر سات ہزار روپے آمدنی والے شخص کا بجٹ بنا کر دکھا دے میں اس کو مان جاؤں گا۔ I will give him a noble prize. ایک بندہ اٹھ کر مجھے بتائے کہ سات ہزار روپے ماہانہ کا کس طرح سے بجٹ بنائے گا What is the purpose of this debates? یہاں پر آپ decorum maintain کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور میں آپ کو سلام پیش کرتا ہوں۔

جناب والا! ذاتی attacks کی میں بات کروں گا کہ دن رات ہو رہے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہم سب کی ذمہ داری ہے جو لوگ اس House میں پرانے ہیں، ہم سے بھی پرانے ہیں ان کو اپنے ساتھیوں کو سمجھانا چاہئے کہ ذاتی attacks سے اجتناب کرنا چاہئے اور issues پر discussion ہونی چاہئے۔ میں کوئی specific نکتہ پیش نہیں کر رہا، میں ایک generalized بات کر رہا ہوں اور وزیر موصوف سے یہ گزارش ہے کہ یہاں پر جو چیزیں note کی جا رہی ہیں ان پر implementation کی ذمہ داری بھی پھر وزیر صاحب کی ہے And then he should be answerable. He is a very noble person. میرے بھائیوں کی طرح ہیں اور میں ان کے حق میں بات کرتا ہوں۔ ہم محسوس کرتے ہیں کہ دکھاوے کی تقریریں نہیں ہونی چاہئیں playing to the press gallery نہیں ہونی چاہئیں۔ ہم نے پھر عوام کے پاس جانا ہے اور یقین مانیں کہ وہ ماحول بن چکا ہے کہ جو غریب آدمی ہے وہ سیاست دانوں سے اتنا متنفر ہو گیا ہے جو Prado اور Pajero میں بیٹھا ہوا ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ ہی کے لوگ، آپ ہی کے ڈرائیور، آپ ہی کے گن مین اور آپ ہی کے ملازمین ہمیں اٹھا اٹھا کر باہر نکالیں۔ میری یہ گزارش ہے کہ بجٹ کو serious لیا جائے اور بجٹ میں حلقوں کے حوالے سے جو کچھ note کیا جاتا ہے اس پر implementation کی جائے۔ میں کوئی نئی تجویز پیش نہیں کروں گا، میں صرف request کروں گا کہ میرے دو تین پچھلے سال کے منصوبے تھے خدا کے واسطے انہی پر implement کروا دیں تو I will be thankful to you. شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: ملک احمد حسین ڈیہر صاحب!

جناب احمد حسین ڈیہر: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! Thank you very much for giving me time. میرا خیال ہے کہ یہ جو budget proposals ہیں یہ سب سے اہم issue ہے اور اسے ہمیں بہت seriously لینا چاہئے بلکہ مجھے اس بات پر فخر ہے کہ سب سے پہلے میں نے ہی یہ تجویز دی تھی کہ ہر سال budget proposals لی جائیں اور افسوس کے ساتھ یہ بھی کہہ رہا ہوں کہ

budget proposalsلی جاتی ہیں لیکن اس کا نہیں پتا کہ کس حد تک کس کی proposalsاس معیار کی ہوتی ہیں جن پر بعد میں discussionکی جائے یا اس پر عمل کیا جائے۔ اس بارے میں اگر کوئی implementationہوئی ہے تو ہمیں آج تک اس کی سمجھ نہیں آئی۔ میری سب سے پہلی budget proposal یہ ہے کہ ایک پارلیمانی کمیٹی بنائی جائے جس میں P&Dکے لوگ بھی شامل ہوں۔ ہم MPAs جو budget proposalsدے رہے ہیں ان کا کوئی feedbackبھی ہونا چاہئے کہ جس نے جو proposalsدی ہیں اس کا کیا بنا اور اگر آپ سمجھتے ہیں کہ وہ اس قابل ہے کہ اس پر discuss کیا جائے یا اس کو implementکیا جائے تو C&Wیا planningوالوں کے ساتھ ان ایم پی ایز کی ایک میٹنگ کرائیں اور اس کی implementationکے لئے بھی ایک cross checkہونا چاہئے۔ میں کوشش کروں گا کہ مختصر رہوں لیکن چاہوں گا کہ سارے pointsآ جائیں۔ سب سے پہلے میں بات کرنا چاہتا ہوں کہ جو ہمارا موجودہ infrastructureہے اگر ہم اس میں کوئی بہتری لے آئیں تو ہمارے financial crunchesاور اس کے علاوہ جو مسائل ہیں وہ ہم کافی حد تک حل کر سکتے ہیں۔

جناب سپیکر!سب سے پہلے میں سکولوں اور کالجوں کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔ ہمارے سکول میں دو parallel systemچل رہے ہیں۔ ایک DPI system ہے، ایک DO systemہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ دونوں کا کام ایک ہی ہے اور اس طرح وہ dualizationہو رہی ہے۔ وہاں پر ہم ان کو pays بھی دے رہے ہیں، ہم ان کو بھی responsibilities دے رہے ہیں، سکولوں میں checkکرنے والے چار چار ادارے بنے ہوئے ہیں۔ اس محکمے پر extra burden ہے۔ اگر اس پر ایک کمیٹی بنا کر اس کو seriously look afterکیا جائے تو ہم سکولوں میں بہت بہتری لا سکتے ہیں اور وہاں پر جو کچھ ہو رہا ہے صرف تنخواہیں لی جا رہی ہیں، کام نہیں ہو رہا۔ اگر اس کو دیکھا جائے تو اس میں بہت بہتری ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ ہم جو اساتذہ کی promotionsکرتے ہیں، انہیں جو allowancesدیتے ہیں اگر ہم انہیں ان کے resultsکے ساتھ link upکر دیں کہ جو استاد اچھا resultدے اسے allowancesاور promotionsدیں تو میں سمجھتا ہوں کہ دنوں میں ہی ہمارے standards raiseکر جائیں گے۔ چونکہ ٹائم کم ہے اس لئے میں ہسپتال اور باقی چیزوں پر بھی بہت مختصر بات کروں گا، میں hospitals پر بات کرتے ہوئے ملتان کے ہی ہسپتال کے بارے میں بات کروں گا کہ ملتان میں نشتر ہسپتال ایک tertiary hospitalہے اور وہ اتنا over burdenedہو چکا ہے کہ وہاں بلوچستان سے، سندھ سے اور جنوبی پنجاب کے remote areasسے

لوگ آتے ہیں اور وہاں صورتحال یہ ہوتی ہے کہ جس دن جس وارڈ کی ڈیوٹی ہوتی ہے وہاں مریض اندر streets میں نیچے لیٹے ہوتے ہیں۔ اگر وہاں جاکر دیکھیں تو مسجد والی جگہ پر بھی مریض لیٹے ہوئے ہوتے ہیں، اتنا burden ہوتا ہے کہ میں آپ کو بتا نہیں سکتا اور وہاں پر ایک بڑا مسئلہ یہ ہے کہ وہاں کے سٹاف کی SNEs یہاں آئے ہوئے دو سال ہو چکے ہیں لیکن ان کی SNEs پر ہمیں پورا اسٹاف نہیں مل رہا ، وہاں پر نرسز پوری ہیں اور نہ سٹاف پورا ہے۔ آپ ڈاکٹروں کا تو کر رہے ہیں لیکن میں آج یہ کہنا چاہتا ہوں کہ strict action لیا جائے اور وہاں کی جو SNEs بھیجی ہوئی ہیں ان کے مطابق jobs provide کی جائیں۔ اس کے علاوہ فلٹریشن پلانٹ کا ایک بہت important point ہے ، اس گورنمنٹ کی جو اچھی باتیں ہیں ہمیں وہ بھی کرنی چاہیئں یہاں لوگوں کی صحت کے لئے بہت خیال کیا جارہا ہے ، جو فلٹریشن پلانٹ دیئے جارہے ہیں اور میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ اس دفعہ سیلاب میں جو کم affected area ہیں ان میں filtered water provide کرنا بہت اچھا تھا اور یہ اس حکومت کو credit جاتا ہے لیکن لوگ credit کی بات کم کرتے ہیں۔ اس دفعہ 10۔ارب روپے کے فلٹریشن پلانٹ دیئے گئے ہیں میں نے اپنے حلقے میں 75 فلٹریشن پلانٹ دیئے ہیں جب مجھے پہلے چار کروڑ روپے کا فنڈ ملا تو میں نے چالیس فلٹریشن پلانٹ دے دیئے لیکن مجھے خطرہ ہے کہ وہ سارے کے سارے ناکارہ ہو جائیں گے چونکہ ان کی maintenance کا کوئی system نہیں ہے۔ میں یہ تجویز دینا چاہتا ہوں کہ ملتان میں فلٹریشن پلانٹ کے لئے واسا، پبلک ہیلتھ ، چیئرمین ، میئر یا ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کو ذمہ داری دیں جو ان کی maintenance کریں ورنہ آپ کے یہ اربوں روپے کے پراجیکٹ فیل ہو جائیں گے اور کل الیکشن میں لوگ ہمیں دکھائیں گے کہ یہ کھنڈر کھڑے ہیں؟

جناب سپیکر! ابھی تو ایک منٹ ہوا ہے ، اب میں سیلاب اور شجرکاری کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہوں کہ اگر یہاں پر دس کروڑ کیکر لگا دیتے ہیں تو چھ سال میں آپ کو سو ارب کا منافع ہو گا۔ میں ٹیوٹا (TEVTA) کے حوالے سے بات کرنا چاہتا ہوں کہ ٹیکنیکل ٹریننگ اور ٹیوٹا (TEVTA) پر کوئی توجہ نہیں دی جارہی جبکہ ہماری بے روزگاری ٹیکنیکل ٹریننگ سے ہی ختم ہو سکتی ہے اور اس کے لئے میری یہ تجویز ہے کہ ان کے لئے شام کو سرکاری ادارے provide کئے جائیں۔ ملتان انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی میں 27 ڈاکٹر تنخواہ تو MIC سے لے رہے ہیں لیکن ان کی duties کہیں اور لگی ہوئی ہیں ، یہ وہ MIC ہے جہاں بلوچستان سے بھی لوگ آتے ہیں وہاں اس وقت پچاس ایمرجنسی beds کی ضرورت ہے لیکن یہ دو سال سے نہیں بن رہے حالانکہ اس کے فنڈز بھی دیئے جا چکے ہیں۔ حکومت پنجاب نے MDA

سے ستر کروڑ روپیہ ادھار لیا ہوا ہے میں استدعا کروں گا کہ وہ واپس کیا جائے۔ حکومت پنجاب کی طرف سے واسا ملتان کے لئے 2۔ارب روپے کا وعدہ کیا گیا تھا لیکن وہ نہیں دیئے گئے اب تو وہاں تنخواہوں اور بجلی کے لئے بھی پیسے نہیں ہیں۔ جناح چوک روڈ کا پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ میں 77 کروڑ روپیہ ہے وہ بھی نہیں دیا جا رہا۔ جنوبی پنجاب میں دانش سکول اور خواتین یونیورسٹی ہماری بہت بڑی ضرورت ہے اور میں on the floor of the House بتانا چاہتا ہوں کہ پورے جنوبی پنجاب سے زیادہ ملتان میں مدرسے ہیں اور ان مدرسوں کو کنٹرول کرنے کے لئے دانش سکول بنائے گئے ہیں۔ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اگر ملتان میں دانش سکول نہ بنایا گیا تو ہم ان کی افادیت کھو دیں گے اور میں وزیر اعلیٰ کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے دانش سکول کا منصوبہ دیا ہے اور میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہاں پر اتنے زیادہ مدرسے ہیں کہ ان کے alternative دانش سکول چاہئیں۔ وزیر اعظم نے وہاں پر خواتین یونیورسٹی دی ہے میں چاہتا ہوں کہ اسے بھی expedite کیا جائے، ADP کی سکیموں پر عملدرآمد نہیں کیا جاتا، جیسے ڈاکٹر صاحب نے کہا وہ یہاں پر شامل کر دی جاتی ہیں لیکن ان پر بالکل عملدرآمد نہیں کیا جاتا۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ Regional Offices جنوبی پنجاب میں بنائے جائیں، وہاں ایڈیشنل سیکرٹری رکھے جائیں اسی طرح جنوبی پنجاب کی ڈویلپمنٹ کے جو انچارج ہیں وہ سارے یہاں بیٹھے ہیں آپ انہیں وہاں post کریں تاکہ وہ وہاں کام کر سکیں اسی لئے صوبے کی آواز آ رہی ہے اور میں صوبے کی حمایت کرتا ہوں چونکہ وہاں بہت محرومی ہے۔

جناب سپیکر! میں آخری بات کرتا ہوں کہ آپ financial crunch کے لئے private hospitals and schools کو tax net میں لے آئیں چونکہ وہ کروڑوں اور اربوں روپے کما رہے ہیں لیکن tax net میں نہیں ہیں۔ اب میں Fuel and Maintenance Charges کے حوالے سے بات کروں گا کہ جس طرح آپ Medical Charges کسی سرکاری افسر کی تنخواہ میں شامل کر دیتے ہیں میری تجویز ہے کہ Fuel Charges بھی ویسے ہی تنخواہ میں شامل کر دیئے جائیں اور maintenance کی بجائے اسے پانچ سال کے اندر گاڑی فراہم کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میری گزارش ہے کہ اب آپ بس کر دیں۔

جناب احمد حسین ڈیہر: جناب سپیکر! میری آخری بات یہ ہے کہ پارلیمانی کمیٹی بنائی جائے جو بیٹھ کر صرف ان پانچ چھ چیزوں کے بارے میں فیصلہ کرے، اساتذہ کی ترقی کے بارے میں، غیر اہم پوسٹوں کے بارے میں، Hospitals and Schools کو tax net میں لانے کے لئے، ٹیوٹا (TEVTA)

کے بارے میں، شجرکاری، fuel کے لئے نشتر ہسپتال اور میں نے جو ملتان کے مسائل بتائے ہیں وہ اس بارے میں رزلٹ بھی دے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ سیدہ ماجدہ زیدی صاحبہ!

سیدہ ماجدہ زیدی: شکریہ۔ جناب سپیکر! ہم سے جو بجٹ تجاویز مانگی جاتی ہیں بنیادی طور پر ان کا اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ عوام کو relief دیا جائے اور ان کے لئے کچھ آسانیاں پیدا کی جائیں لیکن پچھلے سال جو تجاویز دی گئی تھیں میرا نہیں خیال کہ ان میں سے کسی ایک پر بھی implement ہوا ہو۔ پھر بھی ہمارا یہ حق بنتا ہے اور ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم ہر سال یہ کام کرتے رہیں شاید کبھی تو حکومت اس پر implement کرے۔ میں سب سے پہلے صوبہ پنجاب میں سرکاری ملازمتوں اور بے روزگاری کی بات کروں گی کہ بے روزگاری تشویشناک حد تک بڑھ چکی ہے اور پنجاب کے سرکاری محکموں میں ہزاروں کی تعداد میں اسامیاں خالی پڑی ہیں لہذا میں استدعا کروں گی کہ فوری طور پر ban ہٹایا جائے، تعلیم اور میرٹ کے مطابق پڑھے لکھے بچوں کو ملازمتیں دے کر خالی اسامیاں fill کی جائیں۔

جناب سپیکر! بجلی اور گیس کی بدترین لوڈشیڈنگ کی وجہ سے عوام کا جینا مشکل ہو چکا ہے، لوگوں کے چولہے بند ہو چکے ہیں، حکومت پنجاب بجلی پیدا کرنے کے جو بلند بانگ دعوے کرتی رہی ہے اب ان پر عملی جامہ پہنانے کی ضرورت ہے اس کے لئے ہمیں چھوٹے ڈیم بنانے چاہیئں، ان کے لئے وسائل اندرونی ہوں یا بیرونی انہیں بروئے کار لانا چاہئے اور عوام کو relief دینا ہماری ذمہ داری ہے۔ بجلی کی اس بدترین لوڈشیڈنگ سے عوام کو relief دینا بہت ضروری ہے لہذا حکومت اس کے لئے کوئی عملی اقدامات کرے، اس کے لئے بجٹ میں پیسے رکھے، rental power لگائے، حکومت جو وسائل بھی استعمال کر سکتی ہے کرے لیکن عوام کو لازمی relief ملنا چاہئے۔ میری تجویز ہے کہ دیہی علاقوں میں کاٹیج فیکٹریوں کے لئے چھوٹے قرضے دینے چاہیئں تاکہ وہاں پر رہنے والے لوگوں کو اپنے گاؤں میں ہی روزگار مل سکے اور ان کی زندگی آسان ہو سکے اس طرح شہروں میں آنے کا رجحان بھی کم ہو گا۔

جناب سپیکر! بنگلہ دیش میں ایک Grameen Bank بنا ہے جو غریب دوست بنک ہے اسی طرح صوبہ پنجاب میں سستی روٹی کی بجائے، تنوروں میں اتنا پیسا جھونکنے کی بجائے اگر حکومت پنجاب کوئی ایسا کام کر لیتی جس سے گھر بیٹھی خواتین کو چھوٹے قرضے دے دیئے جاتے اور وہ گھریلو طور پر چھوٹی انڈسٹری بنا لیتیں تو محلوں کی سطح پر روزگار فراہم کیا جا سکتا تھا۔ ہم اپنی غربت کو تب ہی دور کر سکتے ہیں جب ہم اپنے لوگوں کو روزگار مہیا کریں گے۔ میں یہاں پر slow learner بچوں کا ذکر کرنا

چاہوں گی کہ 2009 میں یہاں پر slow learns club کے لئے ایک قرارداد منظور کی گئی تھی کہ پنجاب میں جو بچے disabled ہیں، Slow Learners ہیں ان کے لئے کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں ہم انہیں ٹھیک طرح سے تفریح مہیا کر سکیں یا انہیں کوئی صحت افزاء ماحول مہیا کر سکیں اس کے لئے پنجاب اسمبلی میں ایک قرارداد منظور کی گئی تھی لیکن افسوس کہ 11-2010 کے بجٹ میں اس کے لئے کوئی رقم نہیں رکھی گئی جبکہ یہاں سے جب کوئی ایسی قرارداد منظور ہوتی ہے تو اس کے لئے بجٹ میں رقم رکھنا حکومت کی ذمہ داری بن جاتی ہے ۔ لہذا میں استدعا کروں گی کہ آئندہ سال کے بجٹ میں Slow Learners Club کے لئے بجٹ میں رقم رکھی جائے۔ میں یہاں پر یونیسف کے ایک survey کا ذکر کروں گی کہ پنجاب کے 63ہزار سکولوں میں اس وقت پینے کا پانی مہیا نہیں کیا جا رہا۔ میں یہ کہنا چاہوں گی کہ صرف ایک دانش سکول پر 5۔ارب روپے خرچ کرنے کی بجائے پانچ پانچ لاکھ روپے لگا کر ہمارے پہلے سے موجود سکولوں کی حالت کو بہتر کیا جائے۔ وہاں پر پنکھے مہیا کر دیئے جائیں، چار دیواری بنا دی جائے، پینے کا صاف پانی اور فرنیچر مہیا کیا جائے۔ ان سکولوں میں جو بچے درخت کے نیچے زمین پر بیٹھ کر پڑھتے ہیں ان کو چھت مہیا کر دی جائے۔ میں وزیر خزانہ سے کہوں گی کہ پہلے سے موجود سکولوں میں missing facilities کو مہیا کرنے کے لئے آنے والے بجٹ میں funds مختص کئے جائیں۔

جناب سپیکر! کاغذ کی قیمت 20ہزار روپے فی ٹن increase ہوئی ہے جس کی وجہ سے درسی کتب پچاس فیصد تک مہنگی ہو گئی ہیں۔ پنجاب حکومت درسی کتب کے لئے subsidy دے یا پھر تعلیمی کتابیں چھاپنے والوں کو یہ کاغذ سستے داموں فراہم کیا جائے تاکہ عام آدمی اپنے بچوں کے لئے سستی کتابیں خرید سکے۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ محترمہ نسیم ناصر خواجہ صاحبہ!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ محترمہ زوبیہ رباب ملک صاحبہ!

محترمہ زوبیہ رباب ملک: جناب سپیکر! میں کل بات کرنا چاہوں گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چلیں، ٹھیک ہے۔ آپ کل بات کر لیجئے گا۔ جناب کرم الہیٰ بندیال صاحب!

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! ہماری طرف سے ایک written request بھیجی گئی ہے کہ ہمارے دو معزز ممبران کل speech کریں گے تو اس کو منظور فرما لیا جائے۔

جناب سپیکر: چلیں، ٹھیک ہے۔کرم الہیٰ بندیال صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے کوآپریٹو (جناب کرم الہیٰ بندیال): بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔جناب سپیکر! pre-budget session شروع ہو چکا ہے اور میرے دوستوں نے خاصی تجاویز دے دی ہیں۔میں صرف اپنے حلقے کے مسائل پر ہی زیادہ focus کروں گا۔میری آپ کی وساطت سے وزیر خزانہ سے گزارش ہے کہ میرے ہاں کچھ سکول upgradation کے process سے گزر رہے ہیں ان کے funds release کئے جائیں۔میرے حلقے میں ایک مٹھاٹوانہ میونسپل کمیٹی ہے اس میں کالج نہیں ہے تو مہربانی کر کے وہاں پر لڑکیوں کا ڈگری کالج قائم کیا جائے۔قائدآباد تحصیل 2007 سے بنی ہوئی ہے لیکن آج تک وہاں پر development کا کوئی کام نہیں ہو سکا تو اس کے لئے خصوصی طور پر funds مختص کئے جائیں۔ہائیکورٹ کی طرف سے ایک حکم نامہ جاری ہوا ہے کہ وہاں پر Courts Complex بنایا جائے۔اس کا survey ہو چکا ہے، feasibility بن چکی ہے لیکن اس حوالے سے funds نہیں مل سکے لہذا یہ funds مہیا کئے جائیں۔

جناب سپیکر! اسی طرح میرے حلقے میں بچیوں کے لئے special education school قائم کرنے کا وعدہ کیا گیا تھا اور اس کی feasibility بن چکی ہے لیکن ابھی تک اس کے لئے funds release نہیں ہو سکے تو میری گزارش ہو گی کہ اس کے لئے آئندہ بجٹ میں funds مختص کئے جائیں۔

جناب سپیکر! زراعت کے حوالے سے گزارش کروں گا کہ میرا سارا علاقہ agricultural based ہے۔میرے حلقے کا drawback یہ ہے کہ اس میں ریلوے لائن گزر رہی ہے، وہاں ریلوے لائن پر جو cross ہیں ان پر پھاٹک نہیں ہیں۔جہاں پر فیکٹریاں لگی ہوئی ہیں وہاں پر تو پھاٹک allow کر دیئے گئے ہیں لیکن باقی علاقوں کے لئے تاحال پھاٹک منظور نہیں کئے گئے تو اس کے لئے وفاقی حکومت کو لکھا جائے۔

جناب سپیکر! فلیٹ ریٹ آبیانہ کے حوالے سے پچھلے سال بھی خاصی باتیں ہوئی ہیں۔ہمارے بارانی اضلاع پر فلیٹ ریٹ آبیانہ لگانا انتہائی ظالمانہ کام ہے۔فیصل آباد، اوکاڑہ اور شیخوپورہ جیسے اضلاع کے مقابلے میں ہماری زمین کی اتنی value نہیں ہے۔پرانے دور میں جب units system رائج تھا تو اس وقت بھی ہمارے علاقے کی اتنی value نہیں تھی۔ہمارے رقبے بارانی ہیں، وہاں پر پانی نہیں پہنچتا لیکن اس علاقے پر بھی آبیانہ کے وہی rates لگ رہے ہیں جو کہ زیادہ پانی والے علاقوں پر لگتے

ہیں۔ میں آپ کو اس کی مثال اس طرح سے دیتا ہوں ہمارے دو ہوسٹل ہیں۔ایک ایم۔پی۔اے ہوسٹل اور دوسرا پیپلز ہاؤس ہے،فرض کریں کہ پیپلز ہاؤس ایک سال بند رہتا ہے لیکن وہاں بجلی اور گیس چلتی رہتی ہے تو جتنا بل ایم پی اے ہوسٹل میں رہنے والا دے گا اتنا ہی بل پیپلز ہاؤس میں رہنے والا ممبر ادا کرے گا۔فلیٹ ریٹ آبیانہ کی وصولی ہمارے علاقے کے کسان کے ساتھ بہت بڑی زیادتی اور ظلم ہے اس لئے میں یہ مطالبہ کروں گا کہ پچھلی حکومت نے جو فلیٹ ریٹ آبیانہ لگایا تھا اس کو فی الفور ختم کر دیا جائے۔

جناب سپیکر! 1998 میں سکارپ کا ایک منصوبہ بنایا گیا جس کا نام ہیڈالی سب یونٹ ہے اور اس پر 71turbines لگی ہوئی تھیں۔جب تک یہ turbines چلتی رہیں تو اس کے بہت زیادہ فوائد تھے لیکن اب یہ turbines بند کر دی گئی ہیں۔معلوم نہیں کیوں بند کی گئی ہیں یا پھر شاید چوری کر لی گئی ہیں؟ وارث کلو صاحب بتا رہے تھے کہ ان کے حلقے میں ابھی تک ایسی turbines چل رہی ہیں۔ میں گزارش کروں گا کہ اس بارے میں ضروری اقدامات کئے جائیں تاکہ یہ بند turbines دوبارہ چل سکیں۔

جناب سپیکر! میرے حلقے میں ایک مٹھا ٹوانہ ڈرین ہے جو کہ chock ہو چکی ہے۔یہ تقریباً 39 میل لمبی ڈرین ہے اس کی صفائی ہو جائے تو ہمارا ایک بہت بڑا مسئلہ حل ہو سکتا ہے تو میں یہ گزارش کروں گا کہ سپرنٹنڈنٹ انجینئر یا چیف انجینئر سرگودھا کو حکم صادر فرمایا جائے کہ اس ڈرین کی فوری طور پر صفائی کی جائے اس حوالے سے سرگودھا ڈویژن کو جو funds release ہو چکے ہیں اس میں سے ہمیں ہمارا share دیا جائے۔

جناب سپیکر! میرے حلقے کی نہروں کی lining کے لئے feasibility متعلقہ محکمہ کو پہنچ چکی ہے تو اس کی فوری طور پر منظوری دی جائے تاکہ ہمیں سیم سے چھٹکارا مل سکے کیونکہ اس کی وجہ سے ہمارے بہت سے رقبے خراب ہو چکے ہیں۔

جناب سپیکر! میں نے پچھلے سال بھی گزارش کی تھی اور اب پھر عرض کرتا ہوں کہ میرے علاقے بوتالا شہر کے رہنے والے لوگ ریلوے پھاٹک نہ ہونے کے باعث بہت سی مشکلات کا شکار ہیں اگر یہاں پر پھاٹک لگ جائے تو دس کلو میٹر کا فاصلہ کم ہو کر ایک کلو میٹر رہ جائے گا۔ مہربانی کر کے بوتالا میں ریلوے پھاٹک لگانے کے لئے وفاقی حکومت کو لکھا جائے۔

جناب سپیکر! صحت کے شعبہ کے حوالے سے گزارش کروں گا کہ Thalasemia ایک بیماری ہے۔ میں نے اس بارے میں پہلے بھی کئی دفعہ گزارش کی ہے۔اس موذی مرض میں میرا بیٹا بھی

مبتلا ہے۔اس مرض میں مبتلا اکثر غریب لوگوں کے بچے ہیں۔ میری گزارش ہے کہ ہر ضلع میں ایک تھیلیسیمیا سنٹر بنایا جائے۔لوگ عیسیٰ خیل اور ڈیرہ غازی خان جیسے دور دراز علاقوں سے علاج کے لئے لاہور آتے ہیں اگر ہر ضلع میں تھیلیسیمیا سنٹر بن جائے اور بچوں کو خون کی فراہمی وہیں پر ہو جائے تو اس مرض میں مبتلا لوگوں کو بہت سہولت ہو جائے گی۔اس مرض میں مبتلا مریضوں کے لئے ایک Desferal انجکشن کی ضرورت ہوتی ہے جو کہ بہت مہنگا ہے۔اس کے ساتھ ایک Ferriprox نام کی گولی اس مرض میں مبتلا مریضوں کے لئے ضروری ہوتی ہے یہ بھی بہت مہنگی ہے۔ میں گزارش کروں گا کہ حکومت اس مرض میں مبتلا بچوں کے لئے یہ ادویات free of cost مہیا کرنے کا انتظام کرے۔

جناب سپیکر! ہمارا تحصیل ہیڈ کوارٹر بن رہا ہے جس کے لئے مزید funds درکار ہیں، kindly آنے والے بجٹ میں اس کے لئے خصوصی طور پر funds مختص کئے جائیں۔ ہمارے علاقے میں جو BHUs ہیں ان میں ڈاکٹروں کی بڑی کمی ہے تو میری گزارش ہو گی کہ ان بنیادی مراکز صحت پر ڈاکٹروں کی تعیناتی کی جائے۔ میری وزیر خزانہ صاحب سے گزارش ہے کہ میں نے اپنے علاقے کے جو چھوٹے چھوٹے مسائل بیان کئے ہیں ان کے بارے میں خصوصی شفقت فرماتے ہوئے funds مختص کئے جائیں اور ان مسائل کو حل کرنے کے لئے ضروری احکامات صادر کئے جائیں۔

جناب سپیکر! ہمارے علاقے میں زراعت کی ایک انجینئرنگ ورکشاپ ہے جو کہ 80 کنال رقبے پر محیط ہے۔اب معلوم ہوا ہے کہ اس کو لیہ یا کسی اور ضلع میں shift کیا جا رہا ہے تو اس کو reconsider فرمالیا جائے۔

جناب سپیکر! میری آخری گزارش محکمہ انہار کے حوالے سے ہے کہ ہمارا سب ڈویژن خوشاب ضلع میانوالی میں fall کرتا ہے۔ ہمارے علاقے کے لوگ میانوالی جاتے ہیں اگر محکمہ انہار کے ضلعی دفاتر خوشاب میں بنا دیئے جائیں تو لوگوں کو بہت سہولت ہو جائے گی اور اس غیر ضروری سفر سے نجات مل جائے گی۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ محترمہ حمیرا اویس شاہد صاحبہ!

محترمہ حمیرا اویس شاہد: شکریہ۔ جناب سپیکر! آنے والے سالوں اور آنے والے دنوں میں سب سے بڑا مسئلہ خوراک کی قلت اور خوراک کی پیداوار ہے۔ اگر آج ہم food security کو address نہیں کریں گے تو نہ صرف ہماری غربت میں اضافہ ہو گا اور اس سے جرائم directly linked ہوتے ہیں بلکہ already آپ سٹیٹ بنک کی third quarter کی رپورٹ پڑھ لیں۔ اس سے زیادہ خوفناک

nightmare نہیں ہو سکتا جہاں پر ہم کھڑے ہیں۔ میں نے پہلے بھی بیع سلم کی بات کی تھی اور میں آج بھی کر رہی ہوں، بیع سلم نہیں لا رہا تو نہ لائے آپ کے نہ لانے سے بنکوں کا بیع سلم ہونا بند نہیں ہو گا، بیع سلم پر legislation ہو رہی ہے۔ میں پنجاب کی حکومت سے یہ کہہ رہی ہوں کہ جو اربوں روپے اسلامی بنکوں کے پاس پڑے ہوئے ہیں ان کو direct کریں for agriculture development by bringing in بیع سلم آپ اگر چھوٹے کاشتکاروں کے ساتھ futuristic contracts کرتے ہیں یعنی ایڈوانس میں فصل خریدتے ہیں۔ آپ کسان کی cultivation cost پچیس فیصد کم پر لے جائیں گے۔ اگر آپ آڑھتی کو ہٹاتے ہیں اور منافع کسان اور حکومت کے درمیان میں share ہو گا تو منافع کس کو جائے گا؟ اگر آپ inflation اور hoarding کو اپنے ہاتھ میں واپس لے آتے ہیں اور آڑھتی کی intervention ختم کر دیتے ہیں تو فائدہ کس کو ہے؟ اگر آپ پچیس فیصد cultivation cost کم کرتے ہیں اور اڑھائی تین فیصد عشر لگاتے ہیں اور عشر کو اکٹھا کر کے دوبارہ زراعت پر استعمال کرتے ہیں تو فائدہ کس کا ہے؟ بیع سلم ہو گا اور اس کو باقی جگہوں پر ہو گا اور انٹرنیشنل اسلامک بنکوں کے trend اس طرف جا رہے ہیں۔ آپ کا اس میں فائدہ یہ ہے کہ آپ کے پاس جو اسلامک بنکوں میں پیسے ہیں جیسے بیع سلم ہے۔ یہ کام وزیراعلیٰ کی ٹیم کا ہے۔ میرا کام یہاں پر indicate کرنا تھا۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ دوسری بات بیت المال کی ہے۔ بیت المال آپ کا اتنا بڑا resource ہے اگر transparency اور corruption پر آپ کی grip ہو جائے کیونکہ یہاں ہر تیسرا بندہ تیس ہزار روپے رشوت دے کر تین لاکھ کا ٹیکس بچا لیتا ہے۔ آپ کی economy نہیں ہے جو tax generate کرے اور جو ہو رہا ہے وہ corruption کے ہاتھوں leakages ہو رہی ہیں۔ So you have to bring back the trust of the people ہاں ہماری جو latest Transparency International rating میں جگہ ہے ہم most corrupt Nations میں 42 سے 39 نمبر پر آ گئے ہیں۔ اس کے علاوہ Transparency International نے کہا ہے پچھلے تین سال میں آپ کے ہاں ایک ہزار بلین روپے کی کرپشن ہوئی ہے جس میں سے تین سو بلین صرف گورنمنٹ ڈیپارٹمنٹس کی کرپشن ہے۔ آپ سوچیں اگر آج یہ پیسا آپ کے پاس واپس آ جائے تو آپ کیسے نہیں development کر سکتے، کیسے نہیں آپ اس کو economy میں دوبارہ ڈال سکتے؟ You have to create systems جہاں پر tax collection اور گورنمنٹ پر trust ہوتا۔

وہ طریقہ یہ ہے کہ بیت المال کو آپ tax free کریں تاکہ لوگ رشوت دینے کے بجائے بیت المال میں پیسے جمع کرائیں تو Tax Department میں create farmer based incentives کئے جائیں، documentation of tax payers ہو، public records create کئے جائیں۔ محکمہ ریونیو کو کمپیوٹرائز کیا جائے، نئے projects کی بجائے existing projects پر focus کیا جائے۔ اگر ہم نے نہروں کی maintenance کی ہوتی تو سیلاب سے یہ حال نہ ہوتا اس لئے کہتے ہیں کہ a stitch in time saves nine ہمیں وہ پالیسی اپنانی چاہئے۔ ایسے تمام projects جو نئے شروع ہوں گے اور مکمل نہیں ہو پائیں گے وہ ہمارے لئے نقصان کا باعث ہوں گے۔ اس کے علاوہ آپ کو اپنا human capital استعمال کرنا پڑے گا، آپ کے ملک میں unexploited mineral deposits ہیں، آپ کے ملک میں Hydel power potential ہے آپ اس کی طرف جائیں، آپ کے ملک میں agricultural and industrial potential ہے آپ اس کو استعمال کریں۔ میرا خیال ہے کہ ایوان میں موجود بہن بھائیوں نے بہت ساری تجاویز دی ہیں۔ ہم سب کو پتا ہے کہ governance کیسے ٹھیک کرنی ہے، ہم سب کو پتا ہے کہ احتساب کی کتنی ضرورت ہے، ہم سب کو پتا ہے کہ کرپشن بہت ہے اور اس کے لئے کیا measures لئے جا سکتے ہیں۔ ہمیں وہ نیت چاہئے، ہمیں وہ loyalty چاہئے، ہمیں وہ ٹیم چاہئے اور ہمیں وہ ارادے چاہئیں، اگر وہ سب ہوں گے تو میں کہتی ہوں کہ کیسے governance ٹھیک نہیں ہو سکتی۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ شیخ علاؤالدین صاحب!

شیخ علاؤالدین: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! شکریہ۔ میں اپنی تمام معروضات اس بنیاد پر آج پیش کروں گا کہ ہم نے یہ ملک اللہ سے لوگوں کی ویلفیئر کے لئے لیا تھا۔ Karl Marx نے یہ کہا تھا کہ سب سے پہلے revolution اس کے افکار پر آیا تو وہ برطانیہ میں آئے گا لیکن وہ وہاں نہیں آیا۔ اس پر بہت research ہوئی کیونکہ Marx کی بہت سی باتیں سچی ثابت ہوئیں، اس پر جو final research ہوئی اس میں یہ آیا کہ اگر برطانیہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سوشل سکیورٹی سسٹم اپناتا جس کی وجہ سے وہ revolution سے بچا۔ وہ سوشل سکیورٹی سسٹم جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیا تھا اگر وہ نہ اپناتا تو سب سے پہلے United Kingdom اس کی زد میں آتا اور وہاں اشتراکیت ہوتی۔ شاہ فاروق نے کہا تھا کہ دنیا میں صرف دو بادشاہ رہ جائیں گے ایک تاج کا بادشاہ اور ایک انگلستان کا بادشاہ۔ اس کی وجہ میں یہ کہتا ہوں کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان ہیں۔ انھوں نے شیر خوار بچوں تک کا

خیال کیا اور ایک ویلفیئر اسٹیٹ کا نظریہ دیا۔ اب میں یہ بتاتا ہوں کہ اس بنیاد کو چلانے کے لئے ہماری حکومت کو یہ چاہئے کہ اڑھائی فیصد زکوٰۃ اس شرط پر لوگوں سے لی جائے تو میں دعوے سے کہتا ہوں کہ آج یہ اعلان کر دیں naturally وفاق سے بات کر کے کریں گے، اس شرط پر مان لی جائے کہ آپ کے پاس جتنا پیسا ہے جو بے نامی جائیداد ہے حکومت اس کو regularize کر دے گی اور وہ پیسا main ambit میں آ جائے گا۔ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ لوگ چار پانچ فیصد پر پیسا encash کراتے ہیں اور وہ پیسا ایک دفعہ white کرنے کے بعد دوبارہ main stream میں نہیں آتا اس لئے میری اس تجویز کو محترم وزیر خزانہ اس طرح لیں کہ بے پناہ پیسا بے نامی اکاؤنٹس اور بے نامی جائیدادوں میں موجود ہے وہ بے نامی جائیدادیں اور پیسا جب تک main stream میں نہیں آئے گا employment کبھی create نہیں ہو گی۔ ابھی پچھلے چھ سات دن پہلے تیونس میں ایک واقعہ ہوا ہے جس میں ایک نوجوان محمد بزوزی نامی نے خودکشی کی ہے جو ایک بہت بڑے revolution کا حصہ بنا ہے۔ وہ شخص Graduate Post تھا اور ریڑھی لگاتا تھا۔ اس کی ریڑھی کو اٹھا کر توڑ دیا گیا تو اس نے خودکشی کر لی اور وہاں سے یہ سلسلہ چل پڑا۔ میں یہ بات اس لئے کہہ رہا ہوں کہ اگر فوری طور پر low cost funds نہ دیئے گئے تو business opportunities نہیں ہوں گی، حکومت اتنی نوکریاں نہیں دے سکتی بلکہ کسی صورت نہیں دے سکتی۔ یہ صرف ایک ہی صورت میں create ہو سکتی ہیں کہ بنکنگ چوبیس پچیس فیصد پر جا چکی ہے یہ اڑھائی فیصد لینے کے بعد جو بے نامی اکاؤنٹس میں پیسا پڑا ہے اس کو main stream میں لایا جائے۔ اس کے لئے پنجاب حکومت جو بھی کر سکتی ہے وہ کرے۔

جناب سپیکر! ہم سب کے حلقوں میں جو سکول merge کئے جا رہے ہیں، اس کے باوجود استاد حاضر نہیں ہوتے، ساٹھ فیصد اساتذہ اپنی جگہوں پر نہیں ہیں، سائنس ٹیچرز ہی نہیں ہیں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ جس طرح چیف جسٹس لاہور ہائیکورٹ لاہور نے ایک حکم جاری کیا ہے کہ عدالت کا کوئی ملازم part time کام نہیں کر سکتا۔ ان اساتذہ کو پڑھانے کی طرف لانے کا صرف ایک ہی حل ہے کہ ان کو سکول کے اوقات کے بعد اکیڈمیوں میں جانے سے قانونی طور پر روکا جائے۔ اگر وہ اکیڈمیاں چلانا چاہتے ہیں تو پھر وہ گورنمنٹ سروس میں نہ رہیں۔ یہ میری تجویز ہے اس کو دیکھ لیا جائے۔

جناب سپیکر! محترم وزیر اعلیٰ پنجاب نے ایک زبردست کام کیا ہے کہ اس سال انھوں نے میڈیکل کالجوں میں ایک ہزار سیٹیں بڑھائی ہیں، یہ بہت اچھا قدم ہے لیکن آپ کو بھی معلوم ہے اور ہاؤس میں بیٹھے ہوئے اور معزز ممبران کو بھی معلوم ہے کہ ہمارے زیادہ تر ڈاکٹر کسی نہ کسی طرح

NOCلے کر یا توflyکر جاتے ہیں یا شہروں کے پرائیویٹ ہسپتالوں میں رہتے ہیں۔ میں حیران ہوں کہ دیہاتی علاقوں کے رہنے والے لوگ بھیpreferکرتے ہیں کہ باہر چلے جائیں یا شہروں میں رہیں۔ اس کے لئے باقاعدہ قانون سازی ہونی چاہئے اورbond systemہونا چاہئے ورنہ جو سیٹیں بڑھائی گئی ہیں ان کا فائدہ نہیں ہو گا۔

جناب سپیکر! ٹرانسپورٹ پر ٹیکس ہونا چاہئے۔ آپ کو یاد ہو گا کہ چند سال پہلے محصول چونگیوں کا نظام تھا۔ اس سے ارب ہا روپے کی پنجاب حکومت کو آمدن تھی اب وہ نظام نہیں ہے۔ اب وہ ارب ہا روپے کی آمدن نہیں ہو رہی۔ آپ حیران ہوں گے کہ پنجاب میں جتنا ارب ہا روپے سڑکوں پر لگا رہے ہیں، میںparticularlyنام نہیں لے رہا اور میں کسی علاقے کے خلاف نہیں ہوں یہ تمام containersاور تمام ٹرک پنجاب میں رجسٹرڈ ہی نہیں ہیں۔ یہ پنجاب کو ٹوکن ٹیکس بھی نہیں دیتے اور یہ ٹوکن ٹیکس بھی دوسرے صوبوں میں دے رہے ہیں۔ پنجاب کو ٹوکن ٹیکس بھی نہیں ملتا اور پنجاب کی سڑکیں تباہ ہوتی ہیں۔ میری استدعا ہے کہ اس کا کچھ نہ کچھ کر لیا جائے کیونکہ کراچی سے پشاور تک کا دو سے پانچ لاکھ روپے منافع ایکcontainerلے رہا ہے جس کی میں آپ کوfigureدے سکتا ہوں۔ اتنےheavy profitکے باوجود حکومت پنجاب اس پر کچھ نہیں لے رہی لہذا فوری طور پر اس حوالے سے کچھ نہ کچھ ہونا چاہئے۔ زرعی بنک اور ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن کے قرضے لوگوں کو زندہ درگور کر رہے ہیں لہذا میری استدعا ہے کہ جہاںcapital amountواپس آ چکی ہے اُن کو باقی قرضہ معاف کر دیا جائے۔ جہاںborrowersمر چکے ہیں اُن یتیم بچوں اور بیواؤں کو ایسے قرضوں سےexempt کر دیا جائے وہ پیسا چاہے کسی بھیheadسے لے کر دیا جائے لیکن اُن کو پریشان نہ کیا جائے۔ اس کے علاوہ ایک بہت بڑے سیکٹر کو ہم استعمال نہیں کر رہے۔ کمرشل بلڈنگ کا اس وقت پورے پنجاب میں بہت بڑا مسئلہ ہے کیونکہ کمرشلائزیشن رُکی ہوئی ہے اور لوگ اربوں روپے دینے کو تیار ہیں۔ حکومت پنجاب کو فوری طور پر کمرشل سکیم دینی چاہئے بے شک اس کے لئےhigh rise buildingsنہ بنائیں جیسے اب آسٹریلیا نےspecified areasکے اندرhigh rise buildingsبنائی ہیں otherwiseوہ 1900 کیbuildingsمیں کام کر رہے ہیں لیکن اب انہوں نےspecified areasسے اربوں ڈالر کمائے ہیں۔ ہمارے ہاں یہ مسئلہ ہے کہ یا تو آپbuilding bylawsکی خلاف ورزی کریں،deviationکریں یا پھر اللہ نہ کرےdemolitionمیں جائیں۔ جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ بہت بڑا ظلم ہے لہذا میری یہ تجویز ہے کہ اسheadکو استعمال کیا جائے۔ میں نے بہت دفعہ اس

معزز ہاؤس کے سامنے کہا ہے کہ پرانی تاریخوں کے stamp papers دینے والوں کو پکڑا جائے جو continuouslyلوگوں کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔آج بھی ان stamp papersپر تعمیلِ مختص کے دعوے ہوتے ہیں۔یتیم بچے اور بیوائیں عدالتوں میں رُلتی ہیں جو لٹ رہی ہیں اور ان کی جائیدادیں بھی لٹ رہی ہیں کیونکہ ان بے چاروں کے پاس اتنے پیسے ہی نہیں ہیں کہ وہ declaratory suitمیں یہ ثابت کر سکیں کہ اُس کے باپ یا خاوند نے یہ انگوٹھا نہیں لگایا۔پرانی تاریخوں کے Stamp Papers آج بھی ملتے ہیں،اگر ہم قوم کو litigationسے بچانا چاہتے ہیں تو اس پر فوری طور پر کچھ ہونا چاہئے۔

جناب سپیکر!NFC ایوارڈ ہمارے وزیر اعلیٰ کا بہت بڑا کارنامہ ہے اور تقریباً ایک کھرب 60۔ارب روپے ہمیں مرکز سے ملیں گے لیکن ہمیں یہ بھی سوچنا چاہئے کہ جو تنخواہیں بڑھائی گئی ہیں اُن پر کتنا خرچہ ہوگا؟ میں بتاتا ہوں کہ Federal collection کم ہو رہی ہے جس کی کمی کی وجہ سے میں محسوس کرتا ہوں کہ Federal distribution میں جب کمی آئے گی تو پنجاب کو سب سے کم فنڈز ملیں گے لہذا آج ہی ہمیں سوچ لینا چاہئے کہ ہم نے کہاں سے بچت کرنی ہے، میرا نہیں خیال کہ NFC ایوارڈ کی پوری رقم پنجاب کو ملے گی اس لئے ہمیں فوری طور پر اس کو دیکھ لینا چاہئے۔

جناب سپیکر!ادویات کے حوالے سے ہم آج تک کچھ نہیں کر سکے کیونکہ ادویات نہ صرف مہنگی ہیں بلکہ پہلے کی طرح جعلی بھی مل رہی ہیں۔آپ کو معلوم ہوگا کہ 1967 کے Drug Act سے شیمپو اور رنگ گورا کرنے والی کریموں کو نکال دیا گیا تھا جس کی وجہ سے اربوں روپے کا کام ہو رہا ہے۔ آپ اُن کے صرف T.V advertisementsدیکھ لیں کہ وہ ایک ایسا شیمپو جس کی قیمت فرض کیجئے -/20 روپے ہے اُس پر ان کا advertisement budgetپچیس کروڑ روپے ہے۔اگر کسی طریقے سے اُن کو نہ روکا گیا تو قوم پھر لُٹتی رہے گی۔یہی حال Cell Phone Companiesکا ہے کہ چھوٹی چھوٹی بچیاں اور teenagerلڑکے موبائل فون پر بات کر رہے ہوتے ہیں جس کی وجہ سے گھروں میں تباہی مچی ہوئی ہے۔اگر ان پر آج ہم نے کوئی قدغن نہ لگائی یا پابندی نہ لگائی تو پھر بھول جائیں کہ بے راہ روی رُکے گی۔آپ لوگ صبح جب walkکے بعد نکلتے ہوں گے تو دیکھتے ہوں گے کہ سکول کے بچے اور بچیوں کے پاس موبائل ہوتے ہیں جس کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا کہ موبائل فون کے کتنے بُرے اثرات ہیں۔پہلے زمانے میں تو شاعروں نے پورے تیس تیس سال لگا دیئے اور جھلک تک نہیں دیکھی لیکن اب یہاں ایک SMSآتا ہے اور تباہی شروع ہو جاتی ہے لہذا یہ ایک انتہائی اہم issueہے۔

جناب سپیکر!اس کے ساتھ ساتھ آپ دیکھ رہے ہوں گے کہ عاملوں اور تعویز دینے والوں نے ٹی وی پر پرائم ٹائم میں کروڑوں روپے کے advertise دینے شروع کر دیئے ہیں جن کو روکا جائے کیونکہ ان کی وجہ سے ہمارے معاشرے میں خاص طور پر وہ خواتین جن کے خاوند اور والدین کی hard earned income ہے وہ ان جعلی عاملوں کو دیتے جا رہی ہیں۔آمدنی تو ہے لیکن آمدنی کو روکنا اور اُس کو جائز خرچے پر لانا بھی ضروری ہے۔میں نے اپنی تقریر کے شروع میں بات کی تھی کہ چونکہ حضرت عمر نے ویلفیئر اسٹیٹ کا نظریہ دیا تھا اس حوالے سے میرا یہ دعویٰ ہے کہ حکومت بنیادی طور پر natural guardian ہے اور ماں باپ بھی بعد میں آتے ہیں اس لئے تقریر کے آغاز میں دی گئی میری تجویز پر غور فرمایا جائے۔

جناب سپیکر!ذرا غور کریں کہ ایک آڑھتی بغیر مارکیٹنگ کمیٹی کے لائسنس کے آڑھت نہیں کھول سکتا لیکن آپ میرے ساتھ ابھی چلیں، میں اپنے گلے میں منکے پہنتا ہوں اور آپ کہئے کہ یہ پیر صاحب ہیں تو دیکھئے گا کہ شام تک میری clientele سینکڑوں میں ہو جائے گی۔ایک advertise آتی ہے کہ جناب استخارہ کرائیں لہذا ہمیں اس چیز کو بھی دیکھنا چاہئے۔ہماری آمدنی چاہے جتنی بھی ہو اگر ہم اخراجات کو کنٹرول نہیں کریں گے تب تک معاملات ٹھیک نہیں ہوں گے۔آپ جانتے ہیں کہ امریکہ میں وفاقی ججوں کے پاس اپنی گاڑی ہے کیونکہ گورنمنٹ کی طرف سے اُن کو پانچ سال میں ایک گاڑی ملتی ہے اور وہ اُس گاڑی کی maintenance خود کراتے ہیں لیکن ہمارے ہاں ٹرانسپورٹ سیکٹر میں جتنی تباہی مچی ہوئی ہے اس کا کوئی اندازہ بھی نہیں لگا سکتا اس لئے خدارا اس کا کچھ نہ کچھ کیا جائے۔ میری یہ تجویز ہے کہ گورنمنٹ کے وہ افسران جن کو گاڑی ملنی چاہئے اُن کو پانچ سال کے لئے گاڑی دے دی جائے اور اُس گاڑی کی nominal cost نکال کر ان سے کہا جائے کہ آپ اتنے پیسے جمع کرا دیں لیکن انہیں maintenance کی سہولت نہ دی جائے تاکہ پانچ سال بعد وہ گاڑی اُن کی ہو جائے چاہے وہ منسٹر ہی کیوں نہ ہوں۔اس حوالے سے S&GAD کو وہ فارمولا بنا دیا جائے جیسے multi national companies میں ہوتا ہے کہ یہ گاڑی آپ کی ہے، اتنی قسط دے دیجئے اور پانچ سال بعد یہ گاڑی لے لیجئے گا لیکن اس کی maintenance آپ نے خود کرانی ہے۔اسی طرح fix quota of petrol دیا جائے کہ اتنے لٹر سے زیادہ آپ کو پٹرول نہیں ملے گا۔

جناب سپیکر!اس کے ساتھ ساتھ میں آپ کو بتاتا ہوں کہ Guest Houses جرائم کی جڑ ہیں۔ایک چھوٹے سے چھوٹا ہوٹل بھی ایکسائز ڈیپارٹمنٹ کو bed tax دے رہا ہے لیکن Guest

Houses رجسٹرڈ ہی نہیں ہیں۔ لاہور اور دوسرے شہروں میں ہزاروں کی تعداد میں guest houses ہیں جو کہیں بھی رجسٹرڈ نہیں ہیں۔ان کے پاس جرائم پیشہ لوگ آکر ٹھہرتے ہیں kindly انہیں رجسٹرڈ کرایا جائے۔ شراب کے اندر بہت پیسا چوری کیا جا رہا ہے جس کی کوئی انتہا ہی نہیں ہے۔ ایک ٹرک آتا ہے جس میں one third بوتلیں دکھادی جاتی ہیں کہ یہ ساری ٹوٹ گئی ہیں اور وہ ٹوٹی ہوئی شراب دکھا کر پتا نہیں کتنا ٹیکس چوری ہوتا ہے۔اس کو بڑی سختی سے دیکھا جائے کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ صرف شراب میں سے ہی اربوں روپے بچایا جا سکتا ہے جو main kitty میں آسکتا ہے۔ پچھلے دنوں محکمہ ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن کا ایک وفد تھائی لینڈ گیا اور اُس وفد نے یہ کہا کہ ہم وہاں پر رجسٹریشن چیک کرنے گئے ہیں کہ اُن کی گاڑیوں کی رجسٹریشن کا طریق کار کیا ہے؟ اِس وقت ہماری خوش قسمتی ہے کہ یہاں پر چیئرمین P&D بیٹھے ہیں وہ جب سیکرٹری ایکسائز تھے تو میری اُن سے کافی دفعہ لمبی لمبی بات ہوئی تھی اور انہوں نے ہی یہ سب کچھ میرے ساتھ بیٹھ کر بنایا تھا لیکن اب میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ بیس افراد تھائی لینڈ کیا کرنے گئے تھے؟ یہ ایوان پوچھنے کا حقدار ہے کہ بیس آدمی کیا صرف گاڑیوں کی رجسٹریشن کے لئے گئے تھے جبکہ چار سال سے پوری دنیا میں سسٹم چل رہا ہے کہ کوئی گاڑی بغیر نمبر لئے dealership سے باہر نہیں جا سکتی۔اس کی detail آنی چاہئے کہ ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن ڈیپارٹمنٹ کے بیس آدمی تھائی لینڈ میں کیا کرکے آئے اور وہاں کے Pitaya beach پر کیا کرنے گئے تھے؟

جناب سپیکر! میں نے ایک چھوٹی سی بات پہلے بھی اس floor پر کی تھی، آج دوبارہ کرتا ہوں اور الحمد للہ، اللہ کا شکر بھی ادا کرتا ہوں کہ میں نے آج سے تقریباً آٹھ مہینے پہلے یہ کہا تھا کہ Afghan Transit Trade ملک کی تباہی کا باعث ہے۔ آپ نے دیکھ لیا ہے کہ چالیس ہزار containers غائب ہیں۔ کوئی ایک بھی افغانی کالی چائے نہیں پیتا، صرف چائے ہی نہیں بلکہ سپیئر پارٹس، ٹائرز، کیمیکل وغیرہ کوئی ایک چیز ہو تو بتاؤں جنہیں وہاں کوئی دیکھتا ہی نہیں اور "چھالیہ" جس کو beetle nuts کہتے ہیں افغانی جانتا ہی نہیں کہ چھالیہ کیا چیز ہے؟ وہاں سے ساری چھالیہ یہاں آ رہی ہے اور جتنی heavy duty items ہیں وہ ساری کی ساری اُدھر سے آ رہی ہیں۔ پنجاب کی سڑکوں پر سے گزر کر پنجاب کی عوام کے لئے یہ مال لایا جاتا ہے لیکن حکومت پنجاب کو اس کا ایک ٹکا بھی نہیں ملتا لہذا اس کے لئے کچھ نہ کچھ کر لیا جائے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جس طرح میں نے ابھی ایک octroi system کی بات کی ہے کہ اس کو check کیا جائے۔Octroi والے بہت سے کیس پکڑتے تھے کہ اس کے اندر کیا ہے اور بعض دفعہ بہت بڑی بڑی lots پکڑی جاتی تھیں تو ہمیں اس کے لئے کچھ کرنا چاہئے۔ بنگلہ دیش کے ایک

پروفیسر عبدالحسام نے پانی صاف کرنے کا ایک ایسا طریقہ ایجاد کیا ہے جسے اقوام متحدہ نے ایوارڈ دیا۔ میری یہ request ہے کہ حکومت پنجاب پروفیسر عبدالحسام کو سرکاری طور پر دعوت دے کر انہیں بلائے کہ انہوں نے بنگلہ کے پانی کو جس طریقے سے drinking water بنایا ہے تو ہمارے عوام کا یہ بہت بڑا مسئلہ ہے کہ ہم پانی کو صاف کریں اور اس پر اربوں روپے کی ضرورت نہیں بلکہ صرف اس شخصیت کو یہاں پر بلا کر ان سے استفادہ کیا جائے کیونکہ ہمارے ہاں کروڑوں اربوں کی سکیمیں ہیں۔

جناب سپیکر! میری یہ تجویز ہے کہ شادی ہالوں پر capacity tax لگا دیا جائے اور اس ٹیکس کی بنیاد ان کے total head capacity پر ہو۔ مثلاً ایک شادی ہال میں تین ہزار آدمی business کر رہے ہیں تو ہم اس سے per head لے لیں کہ آپ نے اتنا business کرنا ہے تو حکومت پنجاب نے آپ سے per head یہ لینا ہے۔ capacity tax شادی ہالوں پر لگنا ضروری ہے۔

جناب سپیکر! صرف 30۔ارب روپے کے لئے Irrigation Department کو ایک غیر ملکی ادارے کو pledge کر دیا گیا ہے تو اگر اس پر توجہ نہ دی گئی تو یہ کسانوں کے ساتھ بہت بڑی زیادتی ہو گی۔ میں یہ چاہوں گا کہ بہاولپور میں ایک ڈرامہ ہال کے لئے ساڑھے سترہ کروڑ روپے دے دیئے گئے۔ اس قسم کی شاہ خرچی اب ہمیں suit نہیں کرتی تو میری یہ تجویز ہے کہ بہاولپور کو ہی یہ ساڑھے سترہ کروڑ روپے کسی اور ایسی مد میں دے دیں جس سے عوام کا فائدہ ہو جائے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ آمنہ الفت صاحبہ!

محترمہ آمنہ الفت: شکریہ۔ جناب سپیکر! "حقہ بند، پانی بند، فون بند، عامل بند"۔ یہ چار ہی تو چیزیں ہماری قوم کے پاس رہ گئی ہیں اور اگر یہ بھی چھین لیں گے تو بے چاری قوم کیا کرے گی؟ پہلے ہی آٹا غائب، بجلی غائب، پانی غائب، گیس غائب اور ابھی ہوا اور سورج کی روشنی پر بھی کوئی پابندی لگانے کا طریقہ ایجاد نہیں ہوا اور نہ اب تک یہ بھی غائب ہو چکے ہوتے۔ حالت زار یہ ہے کہ تین سال گزر چکے ہیں اور میں چوتھی دفعہ بجٹ تجاویز دینے جا رہی ہوں اس سے پہلے بھی تین دفعہ بجٹ تجاویز دیں اور ان تین سالوں میں عوام کی طرف سے ابھی تک ایک آس ہے کہ:

مانا کہ تغافل نہ کرو گے لیکن
خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک

جب میں وزیر خزانہ کائرہ صاحب کی طرف دیکھتی ہوں تو یقین مانئے کہ مجھے ترس آتا ہے کہ وہ انتہائی دم بخود حیران پریشان ہم سے تجاویز لیتے رہتے ہیں اور ہم انہیں تجاویز دیتے رہتے ہیں۔ انہیں

بھی پتا ہے کہ ہم ایک کان سے سنیں گے اور دوسرے کان سے نکال دیں گے اور عمل ندارد لیکن ایک بات ضرور ہے کہ وہ تجاویز لیتے ہیں تو انہیں appreciate ضرور کرتے ہیں اس کے بعد وہ ایک تعریفی سند بھی جاری کرتے ہیں جو کہ میرا اثاثہ ہے اور میں اس پر ان کی مشکور ہوں۔ اب چاہئے تو یہ کہ عوام کو روٹی، کپڑا اور مکان تو دے نہ سکے تو ایک ایک تعریفی سند سب کو جاری کر دیں شاید عاملوں اور حقہ پانی کی طرح وہ بھی ان کے جینے کا ایک سہارا بن جائے اور کچھ نہیں تو انہیں بیرون ملک جانے کے لئے ویزے میں کوئی help out ہو سکے۔

بہر حال یہ سب باتیں آج تین سال بعد ہماری عوام جھیل رہی ہے اور حالت یہ ہے کہ جیسے مرزا غالب نے کہا تھا کہ:

مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ سب آساں ہو گئیں

واقعی اب لوگوں نے بجلی، پانی اور کھانے پینے کے بغیر جینا سیکھ لیا ہے۔ اب کوئی کما نہیں سکتا تو چھین لیتا ہے، کوئی چھین نہیں سکتا تو مانگ لیتا ہے اور کوئی مانگ نہیں سکتا تو وہ دہشت گردی کر لیتا ہے یا اپنے آپ کو مار لیتا ہے اور خودکشی کر لیتا ہے۔ ہمیشہ کی طرح میں پھر تجاویز دہرا دیتی ہوں اور جیسا کہ میں نے پچھلی مرتبہ کہا تھا کہ میری تجاویز کو "تجاوزات" سمجھ کر ردی کی ٹوکری کی نذر نہ کیا جائے اور یہ "ناجائز تجاوزات" میں اس مرتبہ پھر آپ کی نذر کرتی ہوں۔ ویسے مجھے معلوم ہے کہ پورے پنجاب کی مشکلات کا pressure وزیر خزانہ صاحب کے اوپر ضرور ہے جسے وہ بڑی خندہ پیشانی سے جھیلتے ہیں اور ہنستے مسکراتے ہوئے یہ وقت گزار رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان کے ایک ساتھی اور دوست نے کہا تھا کہ میں بھی تقریباً اپوزیشن میں ہوں اس لئے یہ double Opposition ہوں گے تو یہ برداشت کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر! میں نے پچھلی مرتبہ خواتین کے issues کے حوالے سے تجاویز دی تھیں جنہیں دہرا دیتی ہوں اور امید ہے کہ کبھی نہ کبھی تو انہیں یہ زبانی رٹ جائیں گی اور یاد ہو جائیں گی اور شاید انہیں کوئی اہمیت بھی مل جائے۔ میں نے عرض کیا تھا کہ خواتین کے لئے الگ کوٹا مقرر کر دیا جائے کیونکہ اس وقت سب سے زیادہ ستم رسیدہ طبقہ خواتین کا ہے۔ خواتین خوشحال ہوں گی تو بچے بھی پڑھ لکھ کر بہتر مستقبل پا لیں گے جس سے ایک اچھا معاشرہ تشکیل پا جائے گا۔ میرا focus خواتین ہیں اور میں نے کہا تھا کہ زراعت پولٹری فارمنگ، ڈیری فارمنگ اور فش فارمنگ میں بلا سود قرضہ جات جاری کئے جائیں۔ ہمارے ملک کی 80 فیصد معیشت home base worker پر base کرتی ہے اور 80 فیصد

خواتین گھروں میں بیٹھ کر کام کرتی ہیں جن کی کہیں پر کوئی رجسٹریشن نہیں ہے اور ان کا کوئی نام لیوا بھی نہیں ہے۔ اگر انہیں پاؤں پر کھڑا کر دیا جائے اور انہیں ان کے حقوق دے دیئے جائیں، یونین کونسل کی سطح پر ان کی کم از کم رجسٹریشن کر لی جائے، انہیں زیادہ سے زیادہ طبی سہولیات فراہم کرنے کے لئے ایسا کارڈ جاری کیا جائے تو میں سمجھتی ہوں کہ پاکستان کی نصف آبادی جو خواتین پر مشتمل ہے تو ان کے بہت سے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ ہم اس سے ایک ایسی بنیاد رکھ سکتے ہیں کہ آنے والے وقت میں شاید ہم خوش حالی کا منہ دیکھ سکیں۔

جناب سپیکر! Cottage Industry کی میں نے بات کی تھی کہ micro level پر انہیں بلا سود قرضہ جات دیئے جائیں لیکن تا حال اس قسم کا کوئی پروگرام واضح طور پر سامنے نہیں آیا۔ ہم نے پچھلی دفعہ تجاویز دیں لیکن ہمیں آج تک یہ نہیں بتایا گیا کہ انہیں پروگرام کا حصہ بنایا بھی گیا کہ نہیں، کسی ایک بھی چیز کو شامل کیا گیا ہے کہ نہیں۔ اگر ہمیں کچھ بتاتے تو اس سے ہمیں کم از کم تسلی تو ہو جاتی کہ ہم نے جو عرق ریزی کی ہے اس کا کوئی نتیجہ سامنے آ رہا ہے۔ نئی سکیموں کے لئے مختص کئے جانے والے 40 فیصد فنڈز میں کم از کم 10 فیصد خواتین کے لئے مختص کئے جائیں۔ یہ نئی بات نہیں بلکہ میں دہرا رہی ہوں۔ آئندہ مالی سال کے دوران کم ترقی یافتہ اضلاع کے لئے ضروری ہے کہ rural اور urban بجٹ برابر کر دیا جائے۔ پچھلے دور میں یہ بجٹ برابر رکھا گیا تھا اور اس کا مقصد یہ تھا کہ دیہی علاقوں کا بجٹ اگر شہری علاقوں کے برابر ہو گا تو دیہی علاقے بھی تیزی سے ترقی کریں گے۔ دیہی علاقوں کے لوگ تیزی سے شہروں کا رخ کرتے ہیں جس کی وجہ سے شہر overloaded ہو جاتے ہیں تو اس سے بچنے کے ساتھ ساتھ ترقی کا سفر بھی تیزی سے پورے صوبے میں نظر آئے گا۔ میں نے خواتین کی صحت کے حوالے سے بھی تجاویز دیں۔ میرے پاس لکھی پڑی ہیں جنہیں میں پہلے بھی دے چکی ہوں اور میں سمجھتی ہوں کہ میرا وقت بھی ختم ہو گیا ہے تو بلا مقصد مجھے انہیں دوبارہ سے repeat کرنا اس لئے اچھا نہیں لگ رہا کہ کہی ہوئی باتوں کو دوبارہ کہتے چلے جائیں اور ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکالتے چلے جائیں تو میں سمجھتی ہوں کہ اس سے مجھے اپنی بھی insult محسوس ہوتی ہے۔ میں ایک دفعہ پھر یہ تجاویز کا ئرہ صاحب کی خدمت میں پیش کرتی ہوں کہ وہ انہیں اپنے پاس رکھ لیں اور بجٹ میں انہیں ضرور شامل کریں تاکہ عوام ان سے مستفید ہو سکے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جناب شہر یار ریاض!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ محترمہ خدیجہ عمر!

محترمہ خدیجہ عمر: شکریہ۔ جناب سپیکر! ہم یہاں پچھلے تین سال سے اپنی suggestions دے رہے ہیں لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ان suggestions کو بجٹ میں بالکل بھی شامل نہیں کیا جاتا۔ ہم ہر بار ایک نئی امید لے کر آتے ہیں۔ چلیں، اس دفعہ پھر ہم کوشش کرتے ہیں لیکن ہر سال ہماری بات تقریروں کی حد تک رہ جاتی ہے۔ میری فنانس منسٹر صاحب سے یہ گزارش ہے کہ ہم جو suggestions دیں تو وہ حکومت پنجاب کو کہیں کہ ان پر implement بھی ضرور کرے۔

جناب سپیکر! میں یہ کہوں گی کہ اگر ممبران اسمبلی کی تجاویز پر چالیس فیصد بھی عمل ہو جائے تو میں آپ کو یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ ہر ضلع کی محرومی اور پسماندگی میں واضح طور پر کمی نظر آئے گی۔ اس دفعہ اگر بیوروکریٹس کی بجائے منتخب ممبران کی تجاویز کی روشنی میں بجٹ کے اعداد و شمار کو منصوبہ جات میں شامل کیا جائے تو آپ کو بہت واضح طور پر تبدیلیاں نظر آئیں گی۔ اگر آپ پسماندہ علاقوں کی ترقی چاہتے ہیں تو محکمہ P&D سے کہا جائے کہ وہ ممبران اسمبلی کے ساتھ بیٹھ کر مشاورت کر کے اپنے منصوبوں پر عملدرآمد کرے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو اس تمام exercise اور بحث برائے بحث کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

جناب سپیکر! تعلیم کے حوالے سے میں یہ کہنا چاہوں گی کہ اعلانات اور بیانات کی حد تک تو تعلیم کے شعبہ میں بے انتہا ترقی ہوئی ہے لیکن اس کے زمینی حقائق کچھ اور ہیں۔ دھڑا دھڑ سکولوں کی upgradation کے فیصلے تو ضرور ہوئے ہیں لیکن جو سکول upgrade ہوئے ہیں ان میں 70 فیصد سکول missing facilities کا شکار ہیں۔ وہاں پر فرنیچر مہیا کیا گیا ہے، سٹاف ہے اور نہ ہی عمارات کی توسیع کی گئی ہے۔ میری تجویز یہ ہے کہ اس بجٹ میں سرکاری سکولوں کو سہولیات فراہم کی جائیں اور سکولوں کی فیسوں پر کنٹرول کیا جائے۔ میں یہاں پر پچھلے دور کا حوالہ دوں گی کہ جب چودھری پرویز الٰہی کا دور تھا تو پانچ سالوں میں شرح خواندگی میں 20 فیصد اضافہ ہوا تھا۔ 2002 میں شرح خواندگی 42 فیصد اور 2007 میں 62 فیصد تھی لیکن اب یہ حال ہے کہ شرح خواندگی کو reverse gear لگ چکا ہے۔

جناب سپیکر! اسی طرح صحت کے حوالے سے میں یہ کہنا چاہوں گی کہ گزشتہ دور میں ڈاکٹروں کی تنخواہوں اور مراعات میں سو فیصد اضافہ کیا گیا تھا اور ہسپتالوں کا ماحول مریض دوست بنایا گیا تھا لیکن اب جو مہنگائی کا حال ہے اس کی وجہ سے ہمارے زیادہ تر پڑھے لکھے ڈاکٹروں کا رجحان بیرونِ

ملک کی طرف بڑھ گیا ہے۔ اگر اس رجحان کو نہ روکا گیا تو جس طرح میں نے پہلے بھی ذکر کیا کہ یہاں BHUs and RHCs میں اضافے تو ہوتے رہیں گے لیکن اس اضافہ کا کیا فائدہ جب وہ چیزیں ناکارہ پڑی رہیں اور ان کا استعمال ہی نہ ہو؟ وہاں پر ڈاکٹر ہیں نہ ہی ان کے پاس ادویات ہیں اور وہ بالکل بے کار پڑے ہیں۔ ہماری 70 فیصد آبادی دیہات میں رہتی ہے اور ان کی صحت کے محافظ یہی Basic Health Units ہیں۔اس میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ ادویات اور ڈاکٹروں کی فراہمی کو یقینی بنایا جائے۔بجٹ میں صحت کے لئے سو فیصد اضافہ کیا جائے۔ڈاکٹروں کے بیرونِ ملک رجحان کو ختم کرنے کا واحد حل یہی ہے کہ ان کی تنخواہوں میں اضافہ کیا جائے اور ان کو مراعات دی جائیں تاکہ وہ ڈاکٹر جو یہاں سے مایوس ہو چکے ہیں ان کا باہر کی طرف رجحان ختم ہو۔ میں یہاں پر یہ advice بھی کروں گی کہ یونین کونسل کی سطح پر Maternity Homes بنائے جائیں اور qualified Gynaecologist Lady Doctors کی فراہمی کو بھی یقینی بنایا جائے۔ ہسپتالوں کو مفت ادویات کے لئے اتنا بجٹ دیا جائے جو مالی سال کے پانچ چھ ماہ میں ہی ختم نہ ہو جائے بلکہ وہ اتنا ہو کہ اسے پورا سال استعمال میں لایا جا سکے۔

جناب سپیکر! بجٹ کی تقسیم میں discrimination ہوتی ہے جس پر ہمیشہ ہاؤس میں شور مچتا ہے لہذا یہ منصفانہ ہونی چاہئے۔ صوابدیدی منصوبہ جات پر رقم مختص کرنے کی بجائے صوبے کے تمام اضلاع کی ترقی اور بہتری کو پیش نظر رکھا جائے۔ تعلیم، صحت اور infrastructure کی سہولتیں صرف لاہور اور راولپنڈی میں ہی نہیں دینی چاہئیں بلکہ راجن پور، لیہ اور مظفر گڑھ کو بھی دینی چاہئیں۔ پچھلے ادوار میں یہی ہوا تھا کہ تمام under developed districts پر زیادہ focus کیا گیا تھا تاکہ ان کی محرومیوں کو دور کیا جا سکے۔ اب بھی اشد ضرورت ہے کہ under developed districts کی طرف دھیان دیا جائے۔اب میں انڈسٹری کی طرف آؤں گی، جو چھوٹی انڈسٹری ہے، جو sick units ہیں ان کو بحال کیا جائے کیونکہ بے روزگاری اتنی زیادہ بڑھ گئی ہے کہ لوگ خودکشیاں کرنے پر مجبور ہیں۔ اب تو لوگ اپنے بچے بیچ دیتے ہیں اور بھوک کی وجہ سے اپنے بچوں کو خود مار دیتے ہیں۔ جس صوبے یا ملک میں یہ حالات پیدا ہو جائیں تو ایسے میں چھوٹی انڈسٹری کو فروغ دینے سے ہی اس میں کمی آ سکتی ہے۔ میری گزارش یہ ہے کہ sick units کو بھی بحال کیا جائے اور جو ہنر مند خواتین ہیں ان کو بلا سود چھوٹے scales پر قرضے دیئے جائیں تاکہ وہ بھی اس بے روزگاری اور مہنگائی کے دور میں اپنے اہل خانہ کو support کر سکیں اور اپنا حصہ ڈال سکیں کیونکہ اس وقت ممکن نہیں ہے کہ ایک

ہی بندہ گھر کا خرچہ چلا سکے ویسے بھی خواتین اور مرد ہر چیز میں شانہ بشانہ کام کر رہے ہیں، اگر اس میں بھی خواتین کو پوری facilities دی جائیں گی تو بہت بہتری آ جائے گی۔

جناب سپیکر! امن عامہ کی صورتحال کے حوالے سے مجھے نہایت ہی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ وزیر اعلیٰ صاحب نے خود اعلان کیا کہ پولیس کو پیٹ کاٹ کر بجٹ دیا گیا لیکن ان سے توقعات پوری نہیں ہو سکیں۔ چیف منسٹر صاحب جو صوبے کے head ہیں وہ خود اس بات کا اعتراف کر رہے ہیں تو آپ یہ دیکھیں کہ ان کی statement سے عوام میں اتنی مایوسی پھیل گئی کہ اب وہ بالکل ہی مایوس ہو گئی ہے۔ ان کو چاہئے تھا کہ وہ اس statement کی بجائے اس کا کوئی alternative دیتے، کوئی ایسی پالیسی بناتے جس سے اس کی روک تھام ہو سکے۔ میں یہاں پر یہ mention کروں گی کہ پٹرولنگ پولیس کو بالکل in active کر دیا گیا اور اس کا پٹرول بالکل ختم کر دیا گیا لہذا اس کو active کیا جائے۔ کسی بھی چیز کا یہ حل نہیں ہے کہ اسے بند کر دیا جائے بلکہ اس کو کوئی alternative دینا چاہئے۔ آپ کوئی ایسی چیز introduce کرائیں جس سے کوئی بہتری آئے۔ اگر آپ کچھ کریں گے ہی نہیں اور مایوسی کا اظہار کریں گے تو پھر آپ سوچ سکتے ہیں کہ عوام کا کیا حال ہو گا؟

جناب سپیکر! زراعت کے حوالے سے میں یہ بات کروں گی کہ ہمارا زرعی ملک ہے اور پنجاب کی زراعت اس کی خوشحالی کا راز ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! اب wind up کر دیں۔

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! بس آخری بات کر رہی ہوں۔ میں یہ کہوں گی کہ کھاد، بیج مافیا، سیلابوں اور حکمرانوں کی mismanagement نے شعبہ زراعت اور کسان کو تباہی کے دہانے پر لا کر کھڑا کر دیا ہے۔ آج کسان یہ کہہ رہا ہے کہ بجلی ہے نہ پانی ہے یہ کیسی حکمرانی ہے؟ مہربانی کر کے بجلی اور پانی provide کریں۔ یہ صوبہ بالکل collapse کر رہا ہے کیونکہ صوبہ پنجاب کا زراعت کے حوالے سے نمایاں کردار ہے اسی حوالے سے ہم نے کالا باغ ڈیم کے حق میں قرارداد بھی پاس کی تھی اس کے مثبت اثرات نظر آنے چاہئیں۔ میں ایک آخری request کروں گی کہ حکومت پنجاب کاشتکاروں کو جو مفت زمین دے رہی ہے اس میں خواتین کاشتکاروں کا بھی major role رکھا جائے۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، طارق امین ہوتیانہ صاحب!

جناب محمد طارق امین ہوتیانہ: شکریہ۔ جناب سپیکر! بجٹ تجاویز کے حوالے سے عرض یہ ہے کہ ہم کشکول توڑنے کی باتیں کرتے ہیں، ہماری یہ بھی خواہش ہے کہ ہم پر ڈرون حملے نہ ہوں مگر جب ٹیکس

دینے کی بات آتی ہے تو ہم RGST کی بھی مخالفت کرتے ہیں۔ ہم ٹیکس دینے کے لئے بھی تیار نہیں ہیں تو میری عرض یہ ہے کہ جس طرح این ایف سی ایوارڈ میں صوبوں کو empower کیا گیا ہے تو ان کے tax net کو بڑھانا چاہئے اور اس کے لئے realistic approach رکھنی چاہئے۔ Agriculture Sector میں بھی جو قابل عمل تجاویز ہوں ان کو لانا چاہئے کیونکہ Agriculture Sector کے ساتھ زیادتی یہ ہے کہ ہم ٹیکس بھی دیتے ہیں اور بدنام بھی ہوتے ہیں۔ اس میں اکثر یہ زیادتی کی جاتی ہے کہ اس پر flat tax لگا دیا جاتا ہے۔ بعض اوقات ساڑھے بارہ ایکڑ کا رقبہ رکھنے والے ایسے کاشتکار بھی ہیں جو اپنی زمینیں چھوڑ کر ریڑھیاں لگا رہے ہیں۔ ساڑھے بارہ ایکڑ سے وہ اپنے بچوں کا پیٹ نہیں پال سکتے۔ اس میں زرعی ٹیکس ضرور لگایا جائے لیکن اس کے اطلاق کو قابلِ عمل بھی بنایا جائے۔ ان حالات میں جب ہمارے ملک میں زلزلے بھی آ رہے ہیں، سیلاب بھی ہے، غربت بھی ہے تو ہمارے پاس جو وسائل موجود ہیں ان کو دانشمندانہ انداز میں خرچ کرنا چاہئے۔ اس سلسلے میں میری گزارش ہے کہ محکمہ تعلیم جو ہر ملک کی بنیادی ضرورت ہے، ہم نے دانش سکولوں کا اجراء کیا ہے۔ ایک دانش سکول پر تقریباً ایک ارب روپے خرچ آ رہا ہے تو اس میں عرض یہ ہے کہ ہمارے ضلع بہاولنگر میں دانش سکول بنا ہے اس میں 120 طالبات اور ایک سو بیس ہی طلباء کو داخلہ دیا گیا ہے یعنی 240 طلباء اور طالبات کے لئے ایک ارب روپیہ خرچ کیا گیا ہے۔ اس میں ہم نے workout کیا ہے کہ بہاولنگر میں دانش سکول کے ایک بچے پر تقریباً 16 سے 17 ہزار ماہوار خرچ ہو رہا ہے۔ اگر ہمارا ملک وسائل سے مالا مال ہوتا، ہماری اقتصادی پوزیشن اچھی ہوتی تو یہ بہت اچھی بات تھی لیکن عرض یہ ہے کہ میرے بہاولنگر ضلع میں کل بچے جو گورنمنٹ سکولوں میں پڑھ رہے ہیں ان کی تعداد ساڑھے تین لاکھ ہے۔ اب اگر ساڑھے تین لاکھ بچوں میں سے صرف 240 بچوں پر یہ سارے فنڈز لگا رہے ہیں تو باقی بچوں کا کیا قصور ہے؟ اس میں میری یہ عرض ہے کہ کوئی شک نہیں کہ دانش سکول سسٹم بڑی اچھی سکیم ہے اور یہ poor of the poorest کے پڑھنے کے لئے ہے لیکن یہ دیکھیں کہ یہ کوئی پروفیشنل کالج نہیں ہے۔ دانش سکول کے بعد ان بچوں نے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں جانا ہے تو آیا ہم انہیں جس ماحول کا عادی کر رہے ہیں تو کیا ہم یہ ماحول انہیں کالجوں اور یونیورسٹیوں کی سطح پر فراہم کر سکیں گے؟

جناب سپیکر! اس میں میری دوسری عرض یہ ہے کہ اس کو تھوڑا سا realistic بنانا چاہئے۔ یہ تو وہی بات ہے کہ بھوکے لوگ باہر نعرے لگا رہے تھے تو بادشاہ کے بیٹے نے اپنے باپ کو تجویز دی اور پوچھا کہ یہ لوگ کیوں نعرے لگا رہے ہیں اگر ان کو روٹی نہیں ملتی تو ان کو آپ کیک کھلا دیں۔ ان بچوں

کی بنیادی ضرورت ہے کہ ان کو تعلیم دی جائے۔اب بہاولنگر میں ایک سکول بنا ہے اس کی 400 ایکڑ کی چار دیواری بنائی گئی ہے اس سکول میں پانچ سے چھ کلو میٹر carpeted roads بنائی گئی ہیں تو میری عرض یہ ہے کہ یہ فنڈز دانشمندانہ انداز میں خرچ کرنے چاہئیں۔ جو سکول بن گئے سو بن گئے اور آئندہ اس منصوبے پر رقم رکھی جائے تو اس پر تھوڑی سی احتیاط کی جائے۔اس کی بجائے ہر تحصیل ہیڈکوارٹر پر ایک ماڈل سکول بنایا جائے اور یہ رقم تعلیم پر خرچ کریں، چار دیواریوں اور carpeted roads پر ضائع نہ کریں۔

جناب سپیکر!اس میں میری دوسری یہ عرض ہے اور میں نے پہلے بھی عرض کی تھی کہ ہمارے سکولوں کے حوالے سے بچے اور ان کے والدین بھی پریشان ہیں۔اس میں میری درخواست ہے کہ اچھے سکولوں میں ڈبل شفٹ شروع کر دی جائے۔ ساہیوال میں ایک مشہور سکول ہے اور وہاں پر بلڈنگ بھی موجود ہے تو آپ کو وہاں پر پیسا خرچ کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ آپ وہاں پر بے روزگار تعلیم یافتہ کو ملازمت دیں تو اس طرح بچے بھی تعلیم حاصل کریں گے اور بے روزگاری کا مسئلہ بھی حل ہو گا۔ میری ایک اور بھی تجویز ہے کہ ہر ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر میں slow learners کے لئے بھی کوئی نہ کوئی ادارہ بنایا جائے۔ لاہور بلکہ ہر جگہ پر اساتذہ میں یہ عام trend ہے کہ یہ دن کو کالجوں میں پڑھاتے ہیں اور شام کو اکیڈمی میں جاتے ہیں تو ان پر اکیڈمی کے لئے پابندی لگائی جائے کیونکہ اس طرح بچوں اور ان کے والدین کے لئے بہت زیادہ بوجھ بڑھ رہا ہے۔

جناب سپیکر!اب میں زراعت پر آتا ہوں کہ یہ زراعت ہی تھی جس نے عالمی کساد بازاری میں ہماری ملکی معیشت کو سنبھالا دیا۔ زراعت پر خصوصی توجہ دینی چاہئے اور specially بیج پر خصوصی توجہ دینی چاہئے، پختہ نہریں ہونی چاہئیں اور ان کے فنڈ کو ختم نہیں کرنا چاہئے۔ ہمارے ملک کی زراعت کے لئے پانی بنیادی ضرورت ہے اس کے لئے Laser leveller جس طرح گورنمنٹ پہلے فراہم کر رہی تھی وہ اب بھی فراہم کرنے چاہئیں۔اس سے پانی کے ضائع ہونے کا اندیشہ نہیں ہوتا، پانی کی بچت ہو گی اور ہماری زراعت کو اس کا فائدہ ہو گا۔

جناب سپیکر!دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے دیہات میں مویشی سرقہ کا ایک بہت اہم مسئلہ ہے۔ جس طرح میری بہن پٹرولنگ پولیس کے بارے میں کہہ رہی تھی تو اسی طرح اگر پٹرولنگ پولیس کو DPOs کے under کر دیا جائے کیونکہ ان لوگوں کی چوکیاں بھی سڑکوں پر ہیں تو جو جانوروں کی transportation ہوتی ہے تو وہ ان ٹرکوں کو چیک کریں اور ان کو تھوڑا سا mark کریں تو میرے خیال

میں یہ بہت ہی بہتر ہو گا۔ مزید میری عرض یہ ہے کہ شجر کاری کی مہم پر ہر سال پیسے خرچ ہوتے ہیں، ہر سال ہم اخباروں میں پڑھتے ہیں کہ اتنے ہزار درخت لگا دیئے گئے ہیں اور کبھی ہم نے اگلے سال گنے ہیں کہ پچھلے سال کتنے درخت لگے ہیں؟ اس کی بجائے اگر زمینداروں کو آپ یہ loan دے دیں اور ان لوگوں کو آپ بے شک چیک کریں تو شجر کاری کی اس مہم کا پیسا اگر زمینداروں کی طرف شفٹ کیا جائے تو اس کے زیادہ اچھے اثرات ہوں گے۔

جناب سپیکر! دوسری میری عرض یہ ہے کہ law & order کی صورتحال میں مال روڈ پر جلسے اور جلوسوں کو ban کرنا چاہئے۔ کوئی ایک آدھ Hyde park بنا دیں کیونکہ لوگوں کی خواہش ہوتی ہے کہ جو وہ مطالبات پیش کرنا چاہیں تو ان کو highlight ہونا چاہئے تو میڈیا والوں سے یہ درخواست کی جائے کہ اس Hyde park میں میڈیا کے جتنے ٹی وی چینلز ہیں ان کے ایک ایک نمائندے کو پابند کر دیا جائے تاکہ لوگوں کو جو مسائل درپیش ہوں تو وہاں پر جا کر ان کا اظہار کریں۔ ان کو میڈیا بھی highlight کرے تاکہ ہماری حکومت کے ایوانوں تک ان کی آواز پہنچ جائے۔

جناب سپیکر! سڑکوں کی مرمت کو ignore کیا جا رہا ہے۔ بہاولنگر 36 اضلاع میں 31 نمبر پر ہے جس میں per capita پیسا خرچ کیا جا رہا ہے اس میں میرے حلقہ 278 میں سڑکوں کی مرمت پر کوئی پیسا نہیں لگ رہا، جتنی سڑکیں ہیں وہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں۔ اگر ان کے لئے یہ تغافل روا رکھا گیا تو وہ سڑکیں صفحہ ہستی سے مٹ جائیں گی پھر نئے سرے سے ہمیں سڑکیں تعمیر کرنی پڑیں گی تو اس میں میری گزارش ہے کہ سڑکوں کی repair کے لئے خصوصی فنڈز دیا جائے اور جو جنوبی پنجاب کے لئے فنڈز ہیں وہ شہروں کے ساتھ ساتھ دیہاتوں میں بھی خرچ کئے جائیں۔

جناب سپیکر! آخر میں میری چھوٹی سی درخواست ہے کہ اجلاس کے وقت جس طرح ہم نے اپنا رجسٹر حاضری باہر رکھوا دیا ہے اور جس طرح ہم نے نعت رسول مقبولؐ شروع کرا دی ہے اسی طرح سے اگر اجلاس کا ٹائم بعد از دوپہر رکھ دیا جائے تو یہ مسئلہ نہیں ہو گا کہ اجلاس میں ممبران نہیں پہنچ رہے اور اجلاس دو تین گھنٹے لیٹ شروع ہوا ہے۔ اگر اجلاس بعد از دوپہر ہو گا تو ہمارے لئے آسانی ہو گی کہ ہم اپنے دفاتر سے کام کر کے یہاں پر حاضر ہوں گے۔ اس کے علاوہ میری یہ بھی درخواست ہے کہ ہر ماہ میں اگر دس دن یا سات دن اجلاس ہو گا تو دور دراز علاقوں سے آنے والے ایم پی ایز کو بھی آسانی ہو جائے گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ سردار فتح محمد خان بزدار صاحب!

سردار فتح محمد خان بزدار: جناب سپیکر! میرا حلقہ ضلع ڈیرہ غازی خان تحصیل tribal area اور تحصیل تونسہ کے حصہ پر مشتمل ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ علاقہ سب سے زیادہ بڑا لمبا چوڑا اور backward area ہے۔ تمن بزدار کی تین یونین کونسلیں tribal area کا حصہ ہیں وہ بہت بڑے علاقے پر مشتمل ہیں اور تقریباً پنجاب کے کسی ضلع کے علاقے کے برابر ہیں۔ میرے حلقہ کا ایک حصہ tribal areas، دوسرا میدانی علاقہ جو کہ پہاڑ سے نیچے پچاد ہے اور اس کے بعد تیسرا نہری علاقہ پر مشتمل ہے، ہر علاقے کے اپنے اپنے مسائل ہیں۔اب میں tribal area کے بارے میں تھوڑا سا آپ کو بتاتا ہوں کہ tribal areas میں سڑکیں، بجلی، گیس، پانی اور agricultural infrastructure بھی نہیں ہے۔آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ اگر یہ چیزیں نہ ہوں تو لوگوں کی کیا حالت ہو گی؟ ہم یہ ڈیمانڈ کرتے ہیں کہ کم سے کم ہمارے علاقے میں ایگریکلچر پر توجہ دیں۔اس علاقے میں ایک چیز جو ہم نئی متعارف کرانا چاہتے ہیں وہ سمال ڈیم ہے یعنی بڑے اور چھوٹے ڈیمز ہیں تاکہ رود کوہی کا پانی جمع ہو جائے اور اس کو head up کر کے کھیتوں میں لایا جائے جس سے وہ ایسی اچھی زمینیں بن جائیں گی کہ لوگوں کا گزارہ اچھا ہو گا۔اس کے نیچے پانی کا چشمہ جاری ہو گا، اس میں مویشیوں کا بھی فائدہ ہے اور انسانوں کا بھی فائدہ ہے۔

جناب سپیکر! تعلیم کی حالت یہ ہے کہ آج کل موجودہ سکولوں میں ٹیچروں کی تعداد آہستہ آہستہ آدھی کی جا رہی ہے۔اسی طرح اگر مڈل سکولوں میں دس ٹیچرز ہیں تو پانچ کم کئے جا رہے ہیں، اگر چھ ٹیچرز ہیں تو تین کئے جا رہے ہیں اور تعلیم کو اس طرح ختم کیا جا رہا ہے۔اس میں میری گزارش ہو گی کہ اس فیصلہ پر نظر ثانی کی جائے۔

جناب سپیکر! صحت کے حوالے سے وہاں پر ہسپتال موجود ہیں یعنی ایک RHC اور دو اور بڑے ہسپتال ہیں لیکن وہاں پر دور دراز علاقے کے لوگ پہنچ نہیں سکتے کیونکہ سڑکیں نہیں ہیں۔اس میں میری درخواست ہو گی کہ کچی پکی سڑکیں بنائیں، اگر پکی سڑکیں نہیں بنا سکتے تو نہ بنائیں کم از کم کچی سڑکیں تو بنا دیں اور jeepable tracks بنا دیں تاکہ ڈالے وغیرہ میں لوگ اپنے مریضوں کو لے جائیں اور کہیں پہنچ جائیں مثلاً تونسہ پہنچ جائیں، ملتان پہنچ جائیں یا ڈی جی خان پہنچ جائیں۔عرض یہ ہے کہ وہاں پر کوئی چیز نہیں ہے جس میں ہم کہیں کہ یہ civilizations ہے یا ترقی ہو رہی ہے۔

جناب سپیکر!آپ دیکھیں کہ زراعت، تعلیم اور صحت کا یہ حال ہے۔ دُور دراز کے پہاڑوں میں لوگ رہتے ہیں وہاں ان کے پاس کوئی دوائی ہے اور نہ ہی ڈاکٹر پہنچ سکتا ہے۔ میری درخواست ہو گی کہ دور دراز علاقوں میں ڈسپنسریاں قائم کریں تاکہ کوئی دوائی مہیا ہو۔

جناب سپیکر!وہاں پر لوگوں کا ذریعہ معاش مال مویشیوں پر ہے اور مویشیوں کے لئے بھی وٹرنری ہسپتال قائم کئے جائیں۔ عرض یہ ہے کہ آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ علاقے میں کچھ بھی نہیں ہے۔ ہم دعوت دیتے ہیں کہ جو بھائی بھی وہاں آنا چاہے وہ آئے اور ہماری حالت دیکھے کہ ہم کیسے گزارہ کر رہے ہیں؟اس کے بعد میدانی علاقہ پہلے آتا ہے اور پہاڑی علاقے سے نیچے تقریباً 15 سے 18 میل تک کے نیچے والے علاقے کو پچاؤ کہتے ہیں۔ یہ تقریباً میدانی علاقے سے تھوڑا سا اونچا ہے اور یہاں نہر نہیں ہے۔ اس علاقے کا بارانی اور پہاڑی ندی نالوں کے پانی پر گزارہ ہوتا ہے۔ پہاڑی ندی نالوں میں بڑے hill torrents پہاڑوں سے flood کی صورت میں آتے ہیں، آبادیوں کو نقصان پہنچا جاتے ہیں اور سڑکیں توڑ دیتے ہیں ان کو بچانے کے لئے کوئی سکیمیں بنائی جائیں، بلڈوزر دیئے جائیں، ان کو گھنٹے دیئے جائیں جس طرح بلوچستان میں ہے کہ زمینداروں کو مفت گھنٹے دیئے جاتے ہیں، سو گھنٹہ، دو سو گھنٹہ، ہزار گھنٹہ تاکہ وہ اپنی زمین کو rehabilitate کریں اور آبادی کو بچائیں۔ پہاڑی سلسلہ جو بلوچستان سے آرہا ہے اور میدانی علاقہ بھی اس سیلاب کے پانی سے متاثر ہوتا ہے اس کو channelize کیا جائے، چھوٹے بڑے ڈیم بنائے جائیں اور پانی کو channelize کر کے کھیتوں میں لایا جائے۔ وہاں لوگ بہت ہی غریب ہیں بجلی کے ٹیوب ویل لگائے جائیں۔ اس کے بعد نہری علاقہ ہے ہماری نہر کو چشمہ رائٹ بنک کینال کہتے ہیں جو بہت خوبصورت نہر ہے لیکن سیلاب کی وجہ سے تباہ ہو چکی ہے۔ اس میں ایک چیز missing ہے وہ یہ ہے کہ سیلاب کے پانی کے لئے channel بنائے جائیں۔ وہ پانی جو سیلاب کی صورت میں آتا ہے اس کو دریا تک لے جانے کے لئے جو راستہ بنایا گیا ہے، جو نہر نکالی گئی ہے وہ تھوڑی دور جا کر اس کو چھوڑ دیتے ہیں۔ آگے پھر دریائی علاقہ ہے، وہاں کھیت ہیں، آبادی ہے وہ ان کو ختم کر دیتے ہیں اور ان کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ یہ ضرور کریں کہ اس کو آبادی سے آگے تک لے جایا جائے تاکہ یہ علاقہ بچ جائے۔ ہر سال جب سیلاب آتا ہے تو یہ نقصان اُٹھاتے ہیں، ان کی فصل ختم ہو جاتی ہے اور ان کی آبادیوں کو نقصان پہنچتا ہے۔ اس طرح ہمارے باقی علاقوں میں خاص طور پر دیہاتوں میں ڈسپنسری کی ضرورت ہوتی ہے۔ بچے اور بچیوں کے لئے کوئی سکول نہیں ہے۔ وہ بے چارے کہیں اور پڑھنے کے لئے جاتے ہیں آٹھ دس چھوٹی چھوٹی آبادیاں ہیں ان کو ایک مردانہ، زنانہ سکول دیا جائے پھر

آ گے جا کر ہائی سکول بنائے جائیں۔ غرض یہ کہ ہمارے پاس بہت بڑے مسائل ہیں۔ پچاڈ ایریا کے لئے ہمیں hand pumps دیئے جائیں کیونکہ ہر جگہ water supply نہیں پہنچ سکتی اس لئے ہمیں hand pumps دیئے جائیں۔ جو لوگ خود afford کر سکتے ہیں وہ تو لگا لیتے ہیں لیکن زیادہ تر لوگ بہت غریب ہیں۔ اسی طرح میدانی علاقوں میں بھی hand pumps ضروری ہیں۔ پہاڑی علاقوں میں تالاب ہیں، hand pumps ہیں جن سے ہم پانی پیتے ہیں کہیں کہیں water supply ہے۔ ہماری حالت بہت ہی خراب ہے، مال مویشی کی حالت خراب ہے، صحت کی حالت خراب ہے، تعلیم کی حالت خراب ہے اور آمد و رفت نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سردار صاحب! مہربانی فرمائیں، آپ کا ٹائم ختم ہو گیا ہے۔

سردار فتح محمد خان بزدار: جناب سپیکر! میں تقریر ختم کرتا ہوں اور یہ اپیل کرتا ہوں کہ مہربانی کریں اس دفعہ ہماری طرف بجٹ زیادہ دے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ محترمہ فوزیہ بہرام صاحبہ!

محترمہ فوزیہ بہرام: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم o الحمد للہ ربّ العالمین۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! پاکستان کا بڑھتا ہوا inflation اور world inflation اس وقت اپنے عروج پر ہے اور لوگوں کو وہ دور یاد کراتا ہے جب لوگ carriages میں پیسے بھر کر لے جاتے تھے اور واپسی پر ایک چھوٹے سے پیکٹ میں نمک لے کر گھر آتے تھے۔ خداوند تعالیٰ ہمیں inflation کے اس مقام سے بچائے۔ Members of National Assembly and Members of Provincial Assemblies کو آج یہ سمجھ جانا چاہئے کہ بجٹ میں ملک کی ترقی کی financial حدود کیا ہیں اور اس دائرے میں رہتے ہوئے ترقیاتی کاموں کو کس طرح سرانجام دینا ہے؟ محکمہ خزانہ کے سیکرٹری اور بجٹ بنانے والے concerned عملہ کو pre budget debates میں موجود ہونا چاہئے تاکہ وہ قابل عمل مشوروں کو بجٹ میں due care, due placing and due respect دے سکیں۔ Inflation ملک میں مہنگائی کی صورت بھی نکال دیتی ہے اور کھانے پینے کی اشیاء پر increasing price کی صورت میں اثرانداز ہوتی ہے۔ آج یہ price increasing ترقی پذیر ملک پاکستان کے غریب عوام پر اس قدر تیزی سے اثر کر رہی ہے کہ daily wages مزدور کو اپنی family کو کھانا کھلانے میں بھی مشکلات درپیش ہیں۔ Price control کرنے کے لئے ملک میں جامع سسٹم نافذ کرنے کے لئے محکمہ کو اپنا حق ادا کرنا چاہئے۔ بہت افسوس ہے کہ price control کرنے کے لئے محکمہ خزانہ اثرانداز نہیں ہوتا، Price

controlکرنے کے لئے سختی سے عمل کرانا چاہئے اور آج یہ ہماری national requirementبن چکی ہے کہ ہم price controlکریں۔اس کے لئے جب تک D.C.Os کو کمیٹیوں میں شامل نہ کیا جائے گا توfruitful results برآمد نہیں ہوں گے۔ پاکستان کے ستر نہیں، ابھی میری ایک بہن کہہ رہی تھیں کہ اسّی فیصد لوگ دیہاتوں میں رہتے ہیں۔ پاکستان ایک زرعی ملک ہے اور اس کے اسّی فیصد لوگ زراعت پر انحصار کرتے ہیں۔ اسی فیصد طبقہ جہاں رہتا ہے وہاں منہ مانگے داموں پر اشیائے خورد ونوش بکتی ہیں،closed schools and uneducationکی بہتات زندگی کے ہر شعبے میں نمایاں ہوتی جارہی ہے۔ بند سکولوں کی بہتات ہے پنجاب میں ان بند سکولوں کے اساتذہ گھر بیٹھے تنخواہیں لیتے ہیں اور وہ بھی محکمہ خزانہ پر بوجھ بنتے ہیں۔ مہنگائی کمیٹیاں جو کہ مختلف اضلاع میں بنائی گئی ہیں وہ ناپائیدار ہیں اور خاطر خواہ کام سرانجام نہیں دے پاتیں اس لئے ان کی قانونی حیثیت سے صوبے کے تمام دُکاندار واقف ہیں۔ یہ کمیٹیاں جب تک اضلاع میں مہنگائی فروشوں کے خلاف قانونی عملی کارروائی نہیں کریں گی ان کی authority کوestablishکرنا خزانے کے وزیر صاحب! بہت مشکل ہوگا۔ عراق کی جنگ کے دوران صدر صدام حسین (مرحوم) کی زندگی میں میرا عراق جانے کا اتفاق ہوا۔ جنگ کی وجہ سے قیمتیں آسمان سے باتیں کر رہی تھیں، ہر چیز مہنگی تھی مگر کھانے پینے کی اشیاء پر سخت کنٹرول تھا اور عوام اُسی قیمت پر خورد ونوش کی چیزیں خرید رہی تھی جس قیمت پر جنگ سے پہلے خریدتی تھی۔ حکومت پاکستان نے پیاز کی انڈیا exportچند دِنوں کے لئے روکی تو پورے ملک میں حیرت انگیز طور پر پیاز کی قیمت کم ہوگئی لیکن اب ہمارے صوبے کے ہر ضلع میں پیاز کی قیمت پھر آسمان سے باتیں کر رہی ہے۔ چند لوگوں کے مفاد کی خاطر پورے ملک کے مفاد کو اور غریب عوام کو داؤ پر نہیں لگایا جا سکتا۔ بجٹ میں اس بات کو بھی فائنل کرنا چاہئے کہ جس چیز کی قومی بہتات نہ ہو اسے export نہ کیا جائے۔ ضروری ہے کہ تمام اضلاع کے D.C.Os جو ہیں وہ developmentکے کاموں کا مکمل جائزہ لیں،MPAsاورMNAsاسی development schemeپر اپنی developmentکو ترتیب دیں تاکہ ترقی پذیر ملک پاکستان ترقی یافتہ ممالک کی راہ پر چل سکے ۔ Haphazard دی ہوئی development schemesبھی بجٹ پر ایک اضافی بوجھ ہیں، کچھ ٹھیکیداروں کے لئے لوٹ مار کا راستہ تو کھل جاتا ہے لیکن ایسی سکیموں کی بہتات ہو جاتی ہے۔ اسمبلیاں تو ختم ہو جاتی ہیں مگر وہ سکیمیں ختم نہیں ہوتیں اور ملک کا عظیم سرمایہ ضائع ہو جاتا ہے۔ ترقی پذیری سے ترقی یافتگی پر پہنچنے کے لئے ضروری ہے کہ ہر ضلع میں ایک comprehensive development schemeہر دیہات

D.C.Os کے پاس موجود ہو تاکہ بدلتی ہوئی حکومتیں پاکستان کے development matter کو continue رکھ سکیں ۔ 1988 میں چیف منسٹر میاں محمد نواز شریف صاحب نے farm to market سڑکیں بنانی شروع کی تھیں جو آج کافی حد تک مکمل ہیں مگر farmer markets کا کوئی انتظام نہیں۔ Farmer markets فرانس جیسے مہنگے ملک میں بھی ہفتے میں ایک مرتبہ چلتی ہیں۔ Farmer directly فروخت کرتا ہے اور اپنا profit اپنی جیب میں ڈالتا ہے۔ پاکستان میں حکومت کی مقرر کردہ قیمتیں اس لئے بھی disturb ہو جاتی ہیں کیونکہ farmers، چھوٹے کارخانہ دار اور فیکٹریوں والوں کو اپنی اشیاء کی فروخت کے لئے middleman پر بھروسہ کرنا پڑتا ہے۔ Price uplifting کے ذمہ دار زیادہ تر middlemen ہی ہیں جن سے آسانی سے چھٹکارا حاصل کرنا مشکل ہے لیکن محکمہ خزانہ کوئی راستہ نکال سکتا ہے کہ ان کا استعمال کم ہو۔ اس سال یہ طے ہو کہ ملک میں کوئی بھی چیز مہنگی ہو لیکن اشیائے خورد و نوش مہنگی نہ ہوں تاکہ غریب عوام کی جو بھوک و افلاس سے حالت ہے ہم اس میں کمی کر سکیں۔ محکمہ خزانہ کو محکمہ زراعت سے in practical رابطہ کرنا چاہئے۔ پاکستان ایک زرعی ملک ہے، چکوال ایک بارانی زرعی علاقہ ہے، میں خود ایک زمیندار گھرانے سے تعلق رکھتی ہوں اور زرعی سوجھ بوجھ رکھتی ہوں، چکوال میں جو ڈیم بنے ہیں اگر ان سے ملحقہ پانیوں کو آبپاشی کے لئے دے دیا جائے تو میں یہ یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ چکوال کی زمین کی پیداوار پورے پنڈی ڈویژن کے لئے کافی ہو گی ۔ یورپ کے بہت سے ملکوں میں محکمہ خزانہ، زراعت، production, import export کی development سے اثر انداز ہو کر، باہمی فلاح و بہبود کو پیش نظر رکھ کر بجٹ بناتے ہیں لیکن پاکستان میں اس طرح سے نہیں ہوتا۔ محکمہ فنانس کو ترقی پذیر ممالک، ایک علیحدہ محکمہ بنا کر اس طرح سے رکھتے ہیں کہ تمام محکمے اپنی financial ضروریات کے لئے اس محکمے کی طرف دیکھیں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! اب آپ wind up کریں۔

محترمہ فوزیہ بہرام: جناب والا! بس میں اب ختم کر رہی ہوں۔ محکمہ خزانہ کے مسائل کو کوئی نہیں سمجھتا اس بحث سے regardless کہ وہ حکومتی پارٹی کے ممبران کی طرف سے ہیں یا اپوزیشن ممبران کی طرف سے ہیں جو بھی قابل عمل تجاویز ہوں ان پر غور و فکر کرنی چاہئے تاکہ قومی بہبود میں اپوزیشن اور حکومت مل کر ہاتھ بٹائیں۔ یہ بات عوام میں اور internationally پھیل جائے کہ قومی یکجہتی ترقی اور فروغ کے راستے پر پاکستانی قوم یکجا ہے۔ پاکستان پر بے حد loans کا بوجھ ہے، revenue

collectionشفاف ہونی چاہئے۔ انتظامیہ صاف ستھری ہونی چاہئے اور محکمہ خزانہ کی revenue collection پر خاص نظر ہونی چاہئے۔

جناب سپیکر! ڈیموں کے متعلق عرض کروں گی جو اس وقت قومی ضرورت بن گئے ہیں، کالا باغ ڈیم تو نہیں بن سکتا لیکن چھوٹے ڈیم ضرور بنانے چاہیئں تاکہ بجلی اور زرعی ضروریات کو متعلقہ ضلع خود حل کرے۔ پولیس کا نظام پہلے بھی قابل ذکر نہ تھا اب دہشت گردی نے پولیس کا نظام برباد کر دیا ہے۔ پولیس کا نظام بہتر اور غیر متوقع حادثات سے نمٹنے کے قابل بنایا جائے۔ اسی طرح فوج کی طرح ٹریننگ کروانے کے لئے بھی اس دفعہ بجٹ میں خصوصی حصہ رکھنا چاہئے۔ صاف ستھری انتظامیہ وقت اور قوم کی اہم ضرورت ہے، ایسی انتظامیہ جو اپنے سے بڑے افسران کا کہا بغیر حیل وحجت کے مانے۔ مرحوم گورنر شہید سلمان تاثیر جیسی غلطی اس ملک میں دوبارہ نہ ہو۔ بجٹ تیار کرنے والے افسران سے توقع ہے کہ وہ قابل عمل تجاویز پر غور فرمائیں گے اور اس دفعہ بہترین بجٹ ہوگا جو عوام اور پنجاب کا ترجمان ہوگا۔ بہت مہربانی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ معزز ممبران سے میری گزارش ہے کہ اگر وقت ختم ہو جائے تو جو تجاویز ہیں وہ in writing وزیر خزانہ صاحب کو دے دیں۔ جناب ثناء اللہ خان مستی خیل صاحب!

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم o الحمد للہ رب العالمین o والصلوٰۃ والسلام علی خاتم النبیین اما بعد o جناب والا!! میں آپ کا انتہائی مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے آج موقع عنایت فرمایا اور میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ یہ کتنی اہم discussion اور debate ہے جو پچھلے سال پنجاب حکومت اور آپ نے introduce کروائی ہے، اس سے میں سمجھتا ہوں کہ جو common wisdom ہے اور collective wisdom ہے elected نمائندوں کی مشاورت سے بجٹ کو بنانے میں ممد و معاون ہو سکتی ہے۔ میرے تمام دوستوں بھائیوں اور colleagues نے اپنی تجاویز دی ہیں میں ان کی باتیں غور سے سنتا رہا ہوں اور میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ میں ان کی repetition کروں۔ میں ایک نئے انداز سے اپنی بات کروں گا اور اپنے points کو پانچ چھ points میں سمونے کی کوشش کروں گا۔

جناب والا! آج اس ملک کو بنے 64 سال ہو گئے ہیں ہم نے ہر قسم کے تجربات یہاں پر کر لئے، کبھی آرمی نے takeover کیا، کبھی کوئی اور سسٹم آیا، ہر قسم کا سسٹم ہم نے اپنا لیا۔ پاکستان 64 سال تک تجربہ گاہ بنی رہی لیکن افسوس صد افسوس جس cause کے لئے جس purpose کے لئے یہ ملک بنایا گیا تھا اور ہم منتخب نمائندے جس purpose, cause اور motto کے لئے یہاں elect ہو کر آتے ہیں،

مجھے افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہم اس میں کچھ حد تک تو کامیاب ہوئے ہیں لیکن ابھی بھی ہمیں بہت کچھ کرنا بقایا ہے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ جس ملک کی آبادی تقریباً 20 کروڑ ہو گئی ہے اور ہم بنیادی سہولیات سے بھی محروم ہیں۔ میرا تعلق جس ضلع سے ہے آج تک وہاں بنیادی سہولیات نہیں پہنچیں، وہاں basic facilities نہیں پہنچیں اور ہمارے لوگ ہم سے یہ سوال کرتے ہیں کہ 64 سال تک جو عوامی نمائندے جاتے رہے ہیں انہوں نے عوام کے لئے کیا کیا؟ میں آج وزیر خزانہ کو اور آپ کو بھی مبارکباد دیتا ہوں کہ وزیراعلیٰ نے جو موجودہ visionary team select کی ہے، میں ذاتی طور پر چیئرمین P&D کو جانتا ہوں ان کے vision ان کی محنت اور ان کی ٹیم کی محنت سے انشاء اللہ تعالیٰ مجھے قوی امید ہے کہ جو ماضی میں غلطیاں ہوتی رہی ہیں ان کی repetition نہیں ہو گی۔

جناب والا! تعلیم، صحت اور زراعت پر فوری طور پر emergency نافذ کر دینی چاہئے اور اس کے علاوہ بجٹ میں کوئی scheme include نہ کی جائے۔ آنے والے بجٹ کے تمام funds تعلیم صحت اور زراعت پر لگا دینے چاہئیں اس کے علاوہ جو ہمارا Irrigation system ہے اس کو بہتر بنانے کے لئے بھی رقم خرچ کرنی چاہئے۔

جناب والا! تعلیم کے متعلق میں عرض کروں گا کہ میرے بڑے بھائی مخدوم احمد محمود صاحب نے کہا کہ حکومت کا vision نہیں ہے اور حکومت vision کے مطابق کام نہیں کر رہی۔ میں اپنے بھائی کو بتائے دیتا ہوں، وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پنجاب کے جو 62 ہزار سکول ہیں ان کے لئے کچھ نہیں کیا جا رہا، میرا اس بھائی کو جواب ہے کہ ابھی جو recently اڑھائی کروڑ روپیہ دیا ہے اور اس کے علاوہ 80 لاکھ روپے کے ہمارے funds ہیں ان میں بھی کوئی ڈیڑھ دو کروڑ روپے missing facilities کے لئے funds ہیں۔ اس طرح پورے پنجاب میں missing facilities کے لئے funds رکھے گئے ہیں۔ پہلے سے جو سکول چل رہے ہیں ان کو بہتر بنانے کے لئے یہ funds رکھے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ ان سکولوں میں جو کمپیوٹر لیبارٹریاں introduce کروائی گئی ہیں، جو دانش سکول کھولے گئے ہیں، جو rural community ہے جو پاکستان کے 70 فیصد عوام کو represent کرتی ہے ان کے بچوں کی بھی خواہش ہے، ان لوگوں کی بھی خواہش ہے کہ میرا بچہ ایچی سن کالج میں پڑھے، میرا بچہ جی۔ سی میں پڑھے، میرا بچہ ایف سی کالج میں پڑھے، میرا بچہ انجینئرنگ یونیورسٹی میں پڑھے، یہ سوچ جب تک ہم نہیں اپنائیں گے اور ایسے ادارے downtrodden علاقوں میں لے کر

نہیں جائیں گے اس وقت تک فلاح و بہبود کے صحیح ثمرات نہیں پہنچ سکتے۔ ہماری جو شہری آبادی ہے وہ بڑھتی جا رہی ہے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اب آپ wind up کریں۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: بھائی جی، میں تے گل ای نہیں کیتی تے تساں گھنٹی کھڑکا دتی اے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: wind up کر لیں۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: چلو، پھر میں کسی اور وقت میں بات کر لوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت مہربانی، بہت شکریہ۔ ملک محمد عباس راں صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں، محترمہ عارفہ خالد صاحبہ!۔۔۔ موجود نہیں ہیں، ڈاکٹر زمرد یاسمین صاحبہ!۔۔۔ موجود نہیں ہیں، سردار شیر علی خان گورچانی صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ رانا عبدالرؤف صاحب!

رانا عبدالرؤف: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم o جناب سپیکر! شکریہ کہ آپ نے مجھے ٹائم دیا ہے۔ یہاں جیسا کہ میں سن رہا ہوں، سب صاحبان زیادہ تر حکومت پر تنقید کر رہے ہیں، ہمارے انتہائی قابل وزیر خزانہ صاحب پر بھی تنقید کر رہے ہیں۔ جو کچھ انہوں نے اور جو کچھ میاں محمد شہباز شریف صاحب نے کیا ہے اس پر کچھ تھوڑے سے تعریفی کلمات کسی نے نہیں کہے۔ میں سب سے پہلے تو سچی بات ہے حکومت کی تعریف کرنا چاہتا ہوں۔ میاں محمد شہباز شریف صاحب کی بھی اور جناب وزیر خزانہ صاحب کی بھی کہ انہوں نے جنوبی پنجاب پر، ہم جس علاقے کے جنوبی پنجاب کے رہنے والے ہیں ان پر انہوں نے خصوصی توجہ فرمائی۔ یہ عجب اتفاق تھا کہ جو قدرتی آفت سیلاب کی صورت میں آئی اس کی لپیٹ میں بھی صرف جنوبی پنجاب ہی آ گیا تو جنوبی پنجاب میں میاں محمد شہباز شریف صاحب نے جس طرح سے وہاں پر نہ صرف اپنا دن رات ایک کیا بلکہ اپنے سارے ممبران کو، ساری کیبنٹ کو، اپنی پوری حکومتی مشینری کو جس طرح سے depute کیا، جس طرح انہوں نے وہاں کام کیا، دن رات وہاں کھڑے رہے اور مجھے افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ یہاں ہمارے کچھ ساتھی اس بات پر بھی تنقید کرتے رہے کہ وہاں صرف ہیلی کاپٹر گھومتے رہے۔ جب تک آپ کسی کو شاباش نہیں دیں گے، کسی کے اچھے کام کو آپ appreciate نہیں کریں گے آئندہ پھر کسی کا کام کرنے کے لئے دل ہی نہیں کرے گا۔ وہاں پر ایک ایک بندے کو کھانا پہنچایا گیا، ایک ایک بندے کو وہاں پر بستر دیا گیا، ایک ایک بندے کو وہاں پر کمبل پہنچے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ہاؤس کا وقت ایک گھنٹہ بڑھایا جاتا ہے۔

رانا عبدالرؤف: جناب سپیکر! میں ریکارڈ بھی ساتھ لایا ہوں کہ میرے حلقے میں 1936 میں ایک پرائمری سکول تھا اور بدقسمتی دیکھیں کہ آج سے کچھ دن پہلے تک بھی وہ پرائمری ہی تھا حالانکہ اسے تو یونیورسٹی ہو جانا چاہئے تھا۔ میں نے جونہی میاں محمد شہباز شریف صاحب کی خدمت میں یہ گزارش کی تو انہوں نے اسے فوری طور پر upgrade کرنے کا اعلان فرمایا۔ میں تعلیم پر توجہ دینے کے لئے ایک چھوٹی سی بات کرتا ہوں اور میں اپنے حلقے کی ہی مثال دیتا ہوں کہ جب میں ممبر منتخب ہوا تو میرے پورے حلقے میں صرف پانچ گرلز ہائی سکول تھے اور یہ لمحہ فکریہ ہے کہ آخری ہائی سکول 1974 میں upgrade ہوا تھا جب میں نے میاں صاحب کی خدمت میں یہ گزارش کی تو انہوں نے مجھے بیک وقت پانچ نئے گرلز ہائی سکول دیئے اور فوری طور پر خواتین کے لئے ایک ڈگری کالج بھی دیا۔ ابھی میرے بھائی دانش سکول سسٹم پر اعتراض کر کے گئے ہیں کہ دانش سکول پر پیسے برباد کر دیئے ہیں اور 240 بچے داخل ہوں گے شاید انہیں پتا نہیں کہ 240 بچے اب داخل ہوئے ہیں اور 240 بچے مارچ میں داخل ہوں گے اور اسی طرح ہر سال پانچ سو بچہ داخل ہوتا جائے گا۔ یہ سکول صرف میٹرک تک نہیں ہوگا بلکہ انشاء اللہ تعالیٰ یہ یونیورسٹی بنے گا اور اسی کے رقبے میں ٹیکنیکل کالج بھی کھولے جائیں گے جس سے ہمارے پسماندہ علاقوں کے بچے بھی ترقی یافتہ لوگوں میں شامل ہوں گے، اللہ کے حکم سے وہ یتیم بچے بھی انجینئر بنیں گے، وہ یہاں آ کر اسمبلیوں میں نمائندگی کریں گے۔ اگر ان یتیم بچوں کے سر پر ہاتھ رکھا ہے تو اس بات پر تنقید کرنے کی بجائے شاباش دینی چاہئے۔

جناب سپیکر! میں صحت کے حوالے سے صرف اتنی بات کرنا چاہتا ہوں کہ جب ہم آئے تو دیکھا کہ ہمارے تقریباً آدھے حلقے میں بندے اور کتے ایک ہی چھپڑ سے پانی پی رہے تھے۔ میں اس حکومت، میاں محمد شہباز شریف صاحب اور جناب وزیر خزانہ صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے ہمارے اس مسئلے پر خصوصی توجہ دیتے ہوئے ہمیں نئی واٹر سپلائی سکیمیں دیں اور ہم نے جتنی سکیمیں مانگیں انہوں نے ہمیں دیں اور آج اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم اپنی عوام کے سامنے سرخرو ہیں۔ میں یہاں ایک چھوٹی سی مثال دینا چاہتا ہوں کہ ہمارے علاقہ ڈونگہ بونگہ ٹاؤن سے تین ایم پی ایز اسی اسمبلی میں بیٹھتے رہے ہیں اس ٹاؤن کے پانی کا چھپڑ گاؤں کے اندر رہے وہاں ایک آدمی نے مرغابی کو فائر کیا اور جب وہ اسے پکڑنے کے لئے تیرتے ہوئے اندر گیا تو وہ چھپڑ جو سالوں سے تھا وہ اس کی دلدل میں پھنس گیا۔ وہ شور شرابہ کرتا رہا کہ میں مر رہا ہوں مجھے بچائیں اسے بچانے کے لئے ڈونگہ بونگہ کا ایک ہزار

بندہ آیا لیکن وہ فریاد کرتا کرتا غرق ہو گیا لیکن اسے بچا نہیں سکے چونکہ ان بندوں کے پاس اسے بچانے کا کوئی ایسا طریقہ ہی نہیں تھا۔جب میں نے میاں محمد شہباز شریف صاحب کی خدمت میں یہ بات پیش کی تو انہوں اسی وقت دس کروڑ روپے کا اعلان کیا کہ اس کے لئے سیوریج سسٹم کا بندوبست کیا جائے اور ان چھپڑوں کو ختم کیا جائے۔(نعرہ ہائے تحسین)

ہم یہاں روز سنتے رہے پڑھا لکھا پنجاب ہے اور ہم نے بڑے سسٹم بنائے ہیں۔۔۔

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: ساڈے تاں پورے ضلع نوں دس کروڑ نہیں لبھا، تسانوں ایک چھپڑ لئی دس کروڑ لبھ گیا اے۔

رانا عبدالرؤف: ہمیں نہیں پتا کہ پڑھے لکھے پنجاب کے سلسلے میں پیسے کدھر خرچ ہوتے رہے ہیں؟ ابھی میرے بھائی اعتراض فرما رہے ہیں میں ان کو یقین سے کہتا ہوں کہ صرف ایجوکیشن کی مد میں انہیں دس کروڑ روپے سے زیادہ ملے ہوں گے۔ ان کے سب ہائی سکولوں کو IT Labs مل گئی ہوں گی وہاں سے ان کے بچوں نے ہی مستفید ہونا ہے۔ Please don't interrupt

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ Chair کو مخاطب کر کے بات کریں۔

رانا عبدالرؤف: جناب سپیکر! میں یہ عرض کرتا ہوں کہ اگر ان کو نہیں مل سکا تو پھر یہ صحیح نمائندگی نہیں کر رہے اور اپنے علاقے کے مسائل صحیح طرح وزیر اعلیٰ تک پہنچا نہیں رہے۔میں آخری گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ بہر حال ہمارے پسماندہ علاقے ہیں۔وزیر اعلیٰ صاحب نے جنوبی پنجاب کے لئے بہت مہربانی کی ہے اور اس دفعہ 52۔ارب روپے میں سے 32۔ارب روپے وزیر خزانہ صاحب نے release کر دیئے ہیں۔ ہمارے ڈویژنل ہیڈ کوارٹر ہسپتال بہاولپور میں تین سو بستروں کا ہسپتال بن رہا ہے لیکن ہم چاہتے کہ بہاولنگر میں انڈسٹریل اسٹیٹ قائم کی جائے اور بہاولنگر سے ساہیوال تک دو رویہ سڑک تعمیر کی جائے تاکہ ہم بھی پنجاب کے ساتھ اچھے طریقے سے شریک ہو جائیں۔جب تک ہم ممبر نہیں بنے تھے تو بہاولنگر میں ایک انچ سڑک بھی carpeted نہیں تھی اب اللہ تعالیٰ کی مہربانی، میاں محمد شہباز شریف صاحب اور موجودہ حکومت کی مہربانی سے 3۔ارب روپے سے وہاں سڑکیں بن رہی ہیں جس پر میں شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میں آخر میں اپنے ان بھائیوں کے لئے ایک شعر ضرور عرض کرنا چاہتا ہوں کہ:

اپنا تو یہ شیوہ ہے اندھیرے میں جلاتے ہیں چراغ
ان کی یہ ضد ہے زمانے میں یونہی رات رہے

بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ جناب محمد اخلاق صاحب!

رائے محمد اسلم خان: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

MR. DEPUTY SPEAKER: No point of order. No point of order.

رائے محمد اسلم خان: جناب سپیکر! میں ہاؤس کے تقدس کے لئے ایک بات کرنا چاہتا ہوں کہ ہمیں تمام باتوں سے ہٹ کر اس ہاؤس کا تقدس ملحوظ خاطر رکھنا ہوتا ہے لیکن کل اسی ہاؤس میں جناب چیئرمین صاحب نے ایک رولنگ دی تھی جس کی آج دھجیاں بکھیر دی گئی ہیں۔ اگر یہاں سپیکر کی رولنگ کی بھی قدر نہیں ہونی، سپیکر کی رولنگ پر بھی عمل نہیں ہونا تو ہم یہ فضول کہہ رہے ہیں کہ ہماری پچھلے سال کی تجاویز پر عمل نہیں ہوا، ہماری ان باتوں پر عمل نہیں ہوا۔اصل طاقت تو اس ایوان کی ہے آپ اس ایوان کے Custodian ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟

رائے محمد اسلم خان: جناب سپیکر! کل جناب چیئرمین نے یہ رولنگ دی تھی کہ جو ممبران ہاؤس کی پوری کارروائی سنتے رہے ہیں، انتظار کرتے رہے ہیں، دوسروں کی تقریریں سنتے رہے ہیں لیکن آج وقت کی کمی کی وجہ سے انہیں ٹائم نہیں دیا جارہا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آج ٹائم دیا جائے گا۔تشریف رکھیں۔

رائے محمد اسلم خان: جناب سپیکر! میری بات سنیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کل وقت کی کون سی کمی تھی، آپ تقریر کا ٹائم زیادہ کر لیتے۔

رائے محمد اسلم خان: ان کی رولنگ یہ تھی کہ کل pre budget پر بحث یہ ممبران شروع کریں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اچھا، تشریف رکھیں۔ آپ کا پوائنٹ آف آرڈر آ گیا ہے۔ اب آپ تشریف رکھیں، یہاں سارے معزز ممبران موجود ہیں، میں نے ہاؤس کی consent لے کر start کیا تھا۔ پلیز تشریف رکھیں۔

رائے محمد اسلم خان: اگر سپیکر کی رولنگ کی value نہیں مان رہے تو میں واک آؤٹ کرتا ہوں۔

(اس مرحلہ پر رائے محمد اسلم خان ایوان سے واک آؤٹ کر گئے)

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ نے جو کھانا پینا ہے کھا کر واپس آ جائیے گا۔ مخدوم صاحب! ذرا انہیں منا کر لائیں، اعجاز خان صاحب! آپ بھی ساتھ جائیں۔ جی، جناب محمد اخلاق صاحب! آپ بات شروع کریں اب سے آپ کا ٹائم شروع کر رہے ہیں۔

جناب محمد اخلاق: جناب سپیکر! میں بھی یہی کہنا چاہتا ہوں کہ میرا ٹائم اب سے شروع کیا جائے۔ یہ جو pre budget session چل رہا ہے اور پچھلے دو سالوں سے جو اس کی روایات ہیں میں ان کو appreciate کرتا ہوں اور اس کے ساتھ ہر سال PILDAT والوں نے جو پروگرام کئے ہیں، میں نے اس دفعہ بھی وہ attend کئے ہیں میں PILDAT کے چیئرمین اور باقی سب لوگوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ہمارے چیئرمین پی اینڈ ڈی اور سیکرٹری خزانہ نے اس دفعہ ایک بڑی اچھی کاوش کی ہے اور ہمیں suggestions and preparation کے لئے guideline دی ہے۔ میں اسی کی روشنی میں آپ کو چند ایک تجاویز دوں گا۔ اتفاق سے وزیر خزانہ صاحب یہاں پر موجود نہیں ہیں لیکن مجھے امید ہے کہ میری یہ تجاویز note ہو جائیں گی۔

جناب سپیکر! میرا concern industries سے ہے اس لئے میں اپنی تجاویز industries کے حوالے سے ہی دوں گا۔ اس وقت ہمارا basic problem بجلی اور گیس کی لوڈشیڈنگ کا ہے۔ میں آپ کی وساطت سے وزیر خزانہ سے درخواست کروں گا کہ industrial cities کے لئے بجلی اور گیس کی سپلائی کے حوالے سے ایک علیحدہ management کی جائے اگر یہ سارے بڑے شہروں میں نہیں کر سکتے تو پھر میری درخواست ہے کہ آپ سیالکوٹ کے لئے الگ سے بجلی اور گیس کی لوڈشیڈنگ کی management کرا دیں تاکہ ہمیں معلوم ہو سکے کہ فلاں فلاں وقت بجلی اور گیس میسر آئے گی۔ اس طرح ہم اپنی فیکٹریوں کی production کے لئے کوئی planning کر سکیں گے۔ اس لوڈشیڈنگ کی وجہ سے ہم بہت زیادہ نقصان اٹھا رہے ہیں۔ لوڈشیڈنگ کی وجہ سے proper production نہیں ہو رہی اور ہماری export نیچے جا رہی ہے۔ ہمیں یہ معلوم ہی نہیں ہوتا کہ کب بجلی آنی ہے اور کب نہیں؟

جناب سپیکر! دوسرے نمبر پر میں پنجاب level کی ایک proposal دوں گا کہ ہماری انڈسٹریز سے related محکمہ جات کا total revenue figure لیا جائے۔ اس میں Social Security, Old-Age Benefits اور Labour Department آتے ہیں۔ ایک سال میں ان محکموں کی کل کتنی revenue collection ہوتی ہے اس کے figures لئے جائیں۔ میرے

پاس جو figures ہیں ان کے مطابق یہ شرح less than 0.1 فیصد بنتی ہیں۔اس ایوان کی وساطت سے حکومت پنجاب سے میری یہ تجویز ہے کہ اس بارے میں ایک کمیٹی تشکیل دی جائے یا پھر مجھے حکم کریں تو میں ذاتی طور پر وزیر خزانہ کے ساتھ بیٹھنے کے لئے تیار ہوں اور اپنے ساتھ میں چیمبر آف کامرس کے نمائندے بھی لے آؤں گا۔ہمیں پنجاب کی سطح پر ان محکموں کی کل revenue collection معلوم کرنی چاہئے۔اس revenue collection کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر ہم export پر 0.1 فیصد tax implement کر دیں تو یہ export industries پر ایک بہت بڑی نیکی ہو گی اور ایسا کرنے سے ان محکموں میں ہونے والی کرپشن بھی رُک جائے گی۔ہماری فیکٹریوں میں محکمہ لیبر اور سوشل سکیورٹی کے لوگ آ کر پیسے مانگ رہے ہوتے ہیں اور ہمارے productive time کو ضائع کرتے ہیں۔ان کی total vision, blackmailing کی ہوتی ہے۔اگر آپ ٹیکس دینا بھی چاہیں تو وہ آپ کو اس طریقے سے deal کرتے ہیں کہ آپ کی production کا قیمتی وقت ضائع ہو جاتا ہے۔دوسری طرف ان محکموں کی وجہ سے حکومت کو کوئی خاص revenue collect نہیں ہو رہا۔جتنی بھی collection ہوتی ہے وہ ان کی جیبوں میں چلی جاتی ہے تو میری یہ تجویز ہے کہ خدارا اس کو one window operation کر دیجئے۔ہم زیادہ ٹیکس دینے کے لئے بھی تیار ہیں لیکن ہماری اس مافیا اور کرپشن سے جان چھڑا دیں۔اگر یہ طریق کار اپنا لیا جائے تو میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ اگلے سال اس کا revenue پہلے سے کئی گنا زیادہ collect ہو گا۔

جناب سپیکر! میری تیسری تجویز یہ ہے کہ سیالکوٹ شہر میں export کرنے والی صنعتوں کے لئے local taxes exempt کر دیئے جائیں کیونکہ export کرنے والی کمپنیوں کا لوکل گورنمنٹ کے ساتھ اتنا زیادہ concern نہیں رہتا۔وہاں پر جو local manufacturers ہیں وہ لوکل گورنمنٹ کی facilities کو استعمال کرتے ہیں۔Export کرنے والی صنعتوں کو اگر local taxes سے exempt کر دیا جائے تو اس سے ہماری export میں اضافہ ہو جائے گا جو کہ اس وقت ملک کی اہم ضرورت ہے۔

جناب سپیکر! ہمارے صوبے میں skilled labour development کے لئے جو vocational ادارے بنائے گئے ہیں ان کی funding میں انتہا کی کرپشن ہے۔اب صنعتوں کے لئے skilled labour میسر نہیں آ رہی۔میری خواہش ہے کہ حکومت پنجاب کی طرف سے کم از کم stipend ایک ہزار روپے per worker دیا جائے تاکہ تربیت حاصل کرنے والے لوگوں کے لئے

ایک incentive ہو اور وہ یہ تربیت حاصل کرنے کے بعد ہماری صنعتوں کے لئے کارآمد ثابت ہو سکیں۔

جناب سپیکر!سیالکوٹ میں ایکExport Processing Zoneبنا ہوا ہے جو کہ 1999 سے مکمل ہو چکا ہے۔وہاں پر سڑکیں،بجلی اور دوسرا basic infrastructure مہیا ہو چکا ہے۔یہExport Processing Zone سمبڑیال میں واقع ہے۔وہاں پر پلاٹوں کی allotmentہو چکی ہے لیکن یہ projectاب بند پڑا ہوا ہے۔یہ وفاقی حکومت کا projectہے تو میری یہ درخواست ہو گی کہ اسprojectکو وفاقی حکومت سے واپس لے کر پنجاب حکومت کے underکیا جائے تاکہ یہ جگہ اگلے سالوں میں ہماری صنعتوں کے لئے کام آ سکے۔یہ ایک بہت بڑی نیکی ہو گی۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبر رائے محمد اسلم خان واک آؤٹ
ختم کرکے ایوان میں واپس تشریف لے آئے)

جناب سپیکر!ہمارے سیالکوٹ میں commercialization کی collection میں انتہا کی کرپشن ہو رہی ہے۔ہمارے ساتھ یہ المیہ ہے کہ سیالکوٹ میں باقی تمام اضلاع کے مقابلے میں زیادہ rateوصول کیا جا رہا ہے جس کی وجہ سے لوگ کمرشل فیس payنہیں کر رہے اور اداروں کے اہلکاروں سے مل ملا کر اپنی کمرشل عمارتیں بنا رہے ہیں۔میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ ضلع سیالکوٹ کے commercialization rate کو rationalize کیا جائے اور اس کو اس ڈویژن میں واقع دوسرے اضلاع کے برابر لایا جائے۔

جناب سپیکر!میں آخر میں یہ عرض کروں گا کہ سیالکوٹ ایک export oriented city ہے۔سیالکوٹ کی entranceمیں واقع چوک پر underpassبنایا جائے۔بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی،بہت شکریہ۔اب محترمہ ثمینہ نوید(ایڈووکیٹ)صاحبہ!

محترمہ ثمینہ نوید(ایڈووکیٹ):جناب سپیکر!pre-budgetکے حوالے سے ممبران سے تجاویز لی جا رہی ہیں اور مجھے قوی امید ہے کہ بجٹ بناتے وقت ہماری ان تجاویز کو considerکیا جائے گا اس طرح ممبران کی حکومت سے شکایات کسی حد تک کم ہو جائیں گی۔

جناب سپیکر!میں سب سے پہلے شعبہ تعلیم کے حوالے سے بات کرنا چاہوں گی کہ محکمہ تعلیم کی accounts branchesمیں مرد ملازمین کے ساتھ خواتین کو بھی تعینات کیا جائے کیونکہ جن خواتین نے تنخواہیں لینی ہوتی ہیں ان کے لئے بڑے مسائل ہیں،وہاں پر ان کو بلیک میل کیا جاتا

ہے۔جب وہاں پر مرد ملازمین کے ساتھ خواتین بھی تعینات ہوں گی تو پھر یہ مسائل حل ہو جائیں گے۔ پنجاب کے سرکاری اور پرائیویٹ تمام سکولوں میں ایک ہی تعلیمی نظام رائج کیا جانا چاہئے۔سب سکولوں میں ایک ہی یونیفارم ہونا چاہئے اور ایک ہی نصاب پڑھایا جانا چاہئے۔ بعض پرائیویٹ سکولوں میں ایسا ہو رہا ہے کہ اگر ان کی پانچویں کلاس میں کل پچاس بچے ہیں تو ان میں سے صرف دس بچے بورڈ کا امتحان دیتے ہیں۔یہ امتیازی سلوک کیوں کیا جاتا ہے ؟وہ صرف اس لئے پوری کلاس کے بچوں کو امتحان نہیں دلواتے کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ ہمارے بچے بورڈ کے امتحان میں کامیاب نہیں ہو پائیں گے۔ تمام پرائیویٹ سکولوں کو پابند کیا جائے کہ وہ بورڈ کے تحت پرائمری کا امتحان دلوائیں۔اس کے علاوہ سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں طالب علموں کے لئے موبائل اپنے ساتھ لانے پر پابندی لگائی جائے۔ جن سکولوں میں بچوں کی تعداد زیادہ ہے یا آبادی زیادہ ہونے کی وجہ سے سب بچوں کو داخلے نہیں مل سکے وہاں پر سکولوں اور کالجوں میں double shift میں پڑھانے کا اہتمام کیا جائے تاکہ تمام بچوں کے داخلے ہو جائیں اور وہ اپنی تعلیم جاری رکھ سکیں اس کے علاوہ بہت سارے سکولوں میں بنیادی سہولتیں بھی میسر نہیں ہیں۔بہت سارے سکولوں کی چار دیواری نہیں ہے، وہاں پر فرنیچر میسر نہیں اور سٹاف بھی پورا تعینات نہیں ہے۔جب تک آپ اساتذہ کی تعداد کو پورا نہیں کریں گے اس وقت تعلیم کا معیار کیسے بہتر ہو سکے گا؟ پنجاب حکومت کی طرف سے دانش سکول بنائے جا رہے ہیں۔ میرے اپنے ضلع بہاول نگر میں بھی ایک سکول بن رہا ہے جس پر اب تک تقریباً ایک ارب روپے خرچ ہو چکے ہیں اور میری معلومات کے مطابق اس عمارت کی چھتیں پھٹ چکی ہیں۔ابھی اس سکول کا افتتاح نہیں ہوا لہذا اس کے تعمیراتی معیار کو چیک کیا جائے۔اگر ہمیں کوئی سکول بنانے کا chance مل گیا ہے تو کم از کم اس کی عمارت کو پختہ اور معیاری بنایا جائے۔ ناقص مٹیریل لگا کر اس طرح کی عمارتیں بنانے کا کیا فائدہ ہو گا؟ یہ عوام کا پیسا ضائع کرنے کے مترادف ہے۔

جناب سپیکر!اس کے علاوہ میں ٹیکس کے حوالے سے عرض کروں گی کہ ٹیکس کا سلسلہ آسان کیا جائے۔آپ غریب لوگوں پر ٹیکس نہ لگائیں بلکہ ان کو بچائیں، پہلے ہی بے روزگاری بہت ہے، مہنگائی پہلے ہی بہت ہے جو لوگ بڑے ہیں جن کے کارخانے ہیں ان کو ٹیکس کے دائرے میں لایا جائے۔

جناب سپیکر!ہر ضلع میں برن یونٹ اور کارڈیک یونٹ بنائے جائیں اور وہاں لوگوں کو علاج فراہم کیا جائے۔اس کے علاوہ لیبر کا قانون موجود ہے لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ اس پر عملدرآمد کروایا جائے۔ چائلڈ لیبر کے حوالے سے قانون موجود ہے اس کے باوجود بچے ورکشاپوں اور ہوٹلوں پر

کام کر رہے ہیں اس کو کسی طریقے سے کنٹرول کیا جائے۔ محلوں کی سطح پر یایونین کونسل کی سطح پر امن کمیٹیاں قائم کی جائیں تاکہ وہ اپنے مقامی مسائل کو خود ہی حل کریں۔ اس طرح تھانوں اور عدالتوں میں دباؤ کم ہو جائے گا اور جہاں پر پولیس کی زیادہ ضرورت ہے وہاں اگر آپ رینجرز کو بلائیں تو میرا خیال ہے کہ وہاں پولیس کی بہت زیادہ مدد ہو جائے گی اور ہم رینجرز کو بھی استعمال میں لا سکیں گے۔

جناب سپیکر! ضلعی آبادی کے لحاظ سے ہر ضلع میں صنعتیں لگائی جانی چاہئیں کیونکہ اگر آپ ہر ایک کو نوکری نہیں دے سکتے تو اس کا حل یہی ہے کہ جو ہنر مند لوگ ہیں ان کو کم از کم صنعتوں میں تو adjust کیا جا سکتا ہے تاکہ ان کو روزگار مل سکے۔ اگر ہو سکے تو بے روزگاروں کو گزارہ الاؤنس دیا جائے تو یہ سب سے بہتر ہو گا۔ اس کے علاوہ پنجاب بیت المال کا حال دیکھیں، دوسروں کا تو مجھے پتا نہیں ہے لیکن اپنے ضلع کا مجھے بڑا پتا ہے کہ وہاں پنجاب بیت المال میں ڈیڑھ کروڑ روپے کا فنڈ پڑا ہوا ہے لیکن ان تین سالوں میں کسی کو ایک پائی بھی نہیں ملی آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ اس کو براہ مہربانی چیک کریں۔ اسی طرح سے زکوٰۃ و عشر کی کمیٹیاں ہیں وہاں سے آپ نے ممبر تو منتخب کر لئے ہیں اور کسی نے آج تک ایک پائی بھی کسی کو نہیں دی۔ خدارا اس طرح سے نہ کریں۔ مجھے یہ بتائیں کہ اس رقم کا آپ نے کیا کرنا ہے، یہ رقم ہے تو آخر عوام کے لئے ہے اگر ہے تو عوام کو ملنی چاہئے جو ان کا حق ہے۔

جناب سپیکر! میں لیکچراروں اور اساتذہ کے حوالے سے عرض کروں گی کہ یہ ڈیوٹی کے دوران اکیڈمیوں میں نہ جائیں کیونکہ اس طرح یہ بچوں کو تسلی بخش تعلیم نہیں دے سکتے لہٰذا ان پر پابندی لگائی جائے اور ڈاکٹروں پر بھی پابندی لگائی جائے کہ جو ڈاکٹر پرائیویٹ کلینک چلاتے ہیں وہ نہ چلائے جائیں۔ پاکستان کی حکومت ان پر اتنا پیسا لگاتی ہے تو یہ لوگ یہاں سے ڈاکٹر بن کر باہر کے ملکوں میں جا کر کام کرتے ہیں۔ ان کا پاکستان کو کیا فائدہ ہے؟ اس پر بھی پابندی لگائی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! بہت شکریہ۔ میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل صاحب!

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! بہت شکریہ۔ یہ محض اتفاق ہے یا میری خوش قسمتی ہے کہ مجھے جب بھی کبھی تقریر کا موقع ملا تو کرسی صدارت پر آپ جلوہ افروز ہوئے ہیں۔ میں اسے اپنی خوش قسمتی ہی کہتا ہوں یہ محض اتفاق نہیں ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! آپ کو یاد ہو گا کہ میں نے ایک دفعہ تجویز بھی دی تھی کہ سپیکر صاحب کو قائم مقام گورنر رکھا جائے تاکہ آپ بجٹ اجلاس کی صدارت کریں۔

جناب سپیکر!اب سے تھوڑی دیر پہلے معزز ممبر شیخ علاؤالدین صاحب نے تاریخ سے کچھ چیزوں کا حوالہ دے کر اپنی تقریر کا آغاز کیا تھاان میں سے ایک بڑاانسان Carl Marx اورایک بادشاہ تھاتو ہمیں اپنی کچھ اس طرح کی analogy اپنے علاقے سے اپنے برصغیر سے بھی draw کرنی ہے۔آج سے تقریباً39 سال پہلے جب شیخ مجیب الرحمن اسلام آباد آیا تھاتواس نے ایک بات کی تھی وہ بات گو کڑوی تھی لیکن وہ بات سچ تھی۔اس نے اسلام آباد میں کہا تھا کہ یہاں کی سڑکوں میں مجھے بنگال کی پٹ سن کی بو آتی ہے۔ہم جو دیہاتی علاقوں کے نمائندے ہیں جب ہم گاؤں سے نکلتے ہیں تو وہاں کی سڑکوں سے دھکے کھاتے، طلبہ کو کھلے آسمان تلے تعلیم حاصل کرتے دیکھتے ہیں اور جب موٹروے یا جی ٹی روڈ سے اتر کر رنگ روڈ پر چڑھتے ہیں یا ٹھوکر نیاز بیگ کا اور ہیڈ برج دیکھتے ہیں تو ہمیں بھی لاہور کے ان منصوبوں میں ہمارے گنے، کپاس، چاول اور گندم کی بو آتی ہے۔اس سے پہلے کہ یہ اور پھیلے ہمیں اس خوشبو کا رخ دیہاتی علاقوں کی طرف بھی کرنا ہوگا۔اس سلسلہ میں اس جمہوری حکومت نے جس میں وفاقی حکومت اور صوبائی حکومتیں سب شامل ہیں انھوں نے پندرہ سال بعد ایک بہت اچھا کارنامہ سرانجام دیا ہے کہ انھوں نے اتفاق رائے سے NFC Award attain کیا ہے۔اس پر صوبوں کے وزرائے اعلیٰ بشمول ہمارے وزیراعلیٰ، وزیراعظم اور صدر پاکستان سب کو خراج تحسین پیش کرنے کو دل چاہتا ہے کہ انھوں نے اس Award کے تحت جہاں پنجاب نے قربانی دے کر ایک اچھا نام کمایا ہے اس میں بھی بہت سارے indicators اور factors رکھے گئے تھے کہ اس کے مطابق اور ان کو ذہن میں رکھتے ہوئے equitable resources سے تقسیم ہوگی۔اس میں پنجاب نے قربانی بھی دی جس کے لئے بڑا بھائی ہونے کے ناتے چھوٹوں نے ہمارے وزیراعلیٰ کو خراج تحسین بھی پیش کیا۔اسی فارمولے کو جس پر محترم میاں محمد شہباز شریف صاحب نے دستخط کئے ہیں، جس پر in principle انھوں نے agree کیا ہے کہ پاکستان کے جو less developed areas ہیں وہاں پر resources کا زیادہ دیا جانا اور استعمال ہونا natural ہے۔اسی فارمولے کو جس کے محترم وزیراعلیٰ صاحب خود signatory ہیں۔ہم چاہتے ہیں کہ اس کو اپنے گھر میں بھی apply کیا جائے۔اگر ہم ہر ضلع میں برابر پیسے development کے لئے نہیں دے سکتے تو کم از کم ہر ڈویژن کے اندر اس کی آبادی، رقبے اور density of population کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کی تعلیم کی جو پیچھے backwardness ہے اس کو مدنظر رکھتے ہوئے دیہاتی علاقوں کو اگلے بجٹ میں زیادہ funding کی جائے۔یہاں تو گنگا الٹی بہہ رہی ہے پچھلے تین سالوں میں لاہور کو 90۔ارب روپیہ allocate ہوا whereas گوجرانوالہ ڈویژن کے اضلاع نارووال، سیالکوٹ،

گوجرانوالہ، حافظ آباد، منڈی بہاؤالدین اور گجرات کو کل ملا کر صرف 74۔ارب روپیہ allocate کیا گیا۔ یہ نہ سمجھا جائے کہ 74۔ارب روپیہ پورے کا پورا وہاں پر خرچ ہوا ہے یہ صرف allocation ہوئی ہے اس میں اگر releases دیکھی جائیں تو لاہور کی ایک کھرب سے بھی بڑھ جاتی ہیں جبکہ پورے گوجرانوالہ ڈویژن کی releases دیکھیں تو 50۔ارب بھی نہیں بنتیں۔ ہماری آپ کی وساطت سے بیوروکریٹ سے بھی استدعا ہے کہ کم از کم گوجرانوالہ ڈویژن کے ان غریب اضلاع کے لئے جو نئے بنے ہیں ان کا بھی کچھ خیال رکھا جائے۔ میں آپ کی وساطت سے بتانا چاہتا ہوں کہ منڈی بہاؤالدین 1993 میں ضلع بنا تھا لیکن 2010 آنے تک وہاں پر ڈسٹرکٹ کمپلیکس تعمیر نہیں ہو سکا۔ ملک وال میں تحصیل کمپلیکس تعمیر نہیں کیا گیا۔

جناب سپیکر! یہ بہت اچھی بات ہے کہ مزید سکول بنائے جائیں لیکن پورے تین سال میں اپنے حلقے میں، میں نے ایم پی اے گرانٹ سے ہائی سکول تو بنوائے، ان کی عمارات بنوائیں لیکن ایک بھی SNE grant نہیں ہو سکی۔ اس میں ہمارا قصور کیا ہے؟ کیا ہمارے ضلع کے بچے اس قوم کے بچے نہیں ہیں، کیا وہ ٹیکس نہیں دیتے، کیا اُن کی عورتیں بھٹوں پر کام نہیں کرتیں اور کیا اُن کو اچھے اساتذہ اور اچھے فرنیچر کی ضرورت نہیں ہے؟ منڈی بہاؤالدین کی development کے لئے پچھلے تین سال سے 200 ملین روپے allocate ہو رہے ہیں کہ mega projects دیں لیکن وہاں پر ڈسٹرکٹ کمپلیکس سے لے کر چاندنی چوک تک کی سڑک کے لئے بارہا استدعا کے باوجود ایک ٹیڈی پیسا release نہیں کیا گیا۔ اسی طرح گوجرہ ملکوال روڈ کے لئے جس کو ابھی خوردبین سے ڈھونڈنا پڑتا ہے اس کے لئے بھی بارہا request کرنے کے باوجود ایک پیسا بھی release نہیں ہوا۔ منڈی بہاؤالدین میں (ن) لیگ کو بھی وہاں سے ووٹ ملے ہیں۔ ہم پیپلز پارٹی اور (ن) لیگ والے مل کر establishment کے پرانے تابعدار سیاستدانوں کے خلاف الیکشن لڑے ہیں۔ میں آپ کی وساطت سے حکومت سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ دو سڑکیں جن کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے ضرور بنائی جائیں بے شک اُس کا افتتاح (ن) لیگ کے صدر دیوان مشتاق صاحب سے کروا لیا جائے اور انہی کی تختی لگا دی جائے۔ اگر آپ کو ترنگے جھنڈے سے چڑ ہے تو ہم اُس سڑک کا نام بھی آپ کے کسی لیڈر کے نام پر رکھنے کے لئے تیار ہیں۔ بقول اُن کے یہاں پر تو ایک چھپڑ کے لئے دس کروڑ روپے ہے لیکن ہمارے پورے drainage کے لئے تین کروڑ روپے release کرنا تو درکنار اُس کو consider کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ موٹروے سے لے کر منڈی بہاؤالدین تک ایک جگہ بھی ایسی نہیں ہے جہاں پر blood transfusion کی سہولت ہو۔

وزیر اعلیٰ صاحب کے directive کے باوجود محکمے والے وہاں پر ٹراما سنٹر تعمیر کرنے سے reluctant ہیں اور ہمیں بتایا یہ جاتا ہے کہ آپ پہلے اوپر ملیں تب بنایا جائے گا۔

جناب سپیکر! میں ختم کرنے سے پہلے چند چھوٹی چھوٹی تجاویز دے دیتا ہوں۔ میری good luck ہے کہ آپ یہاں پر تشریف رکھتے ہیں کیونکہ آپ نے ہمیں کبھی ٹوکا بھی نہیں ہے۔یہاں پر Ethanol Benzene کی فیکٹریوں کے مالکان کو دیکھیں تو ان کے سارے بچے UK اور USA میں تعلیم حاصل کرتے ہیں لیکن ان کی کسی بھی فیکٹری پر ٹیکس نہیں ہے۔ Ethanol Benzene سے مراد شراب کی فیکٹریاں ہیں جن پر وہ ٹیکس نہیں دیتے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ اِن کو سہارا دینے کی ضرورت ہے۔ان کو سہارا چاہئے تو بالکل لیں لیکن اس عوام کے لئے یہ بھی کچھ contribute کریں۔

جناب سپیکر!اس کے علاوہ پولٹری کی انڈسٹری بہت flourish ہوئی ہے جس کے لئے لائسنس کی ضرورت ہے اور نہ ہی ٹیکس کی ضرورت ہے لہذا میری گزارش ہے کہ اس کو بھی tax net کے اندر لایا جائے۔ اس کے علاوہ plantation جو canals کے اوپر ہے اُس کو forest والوں کے حوالے کیا گیا ہے میری یہ تجویز ہے کہ اُس کو محکمہ آبپاشی کے حوالے کیا جائے تاکہ انہی کے guards اس کو look after کریں۔ ویسے میری اور بھی چھوٹی چھوٹی تجاویز ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: گوندل صاحب! باقی تجاویز آپ لکھ کر دے دیں۔

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! جنگلات کی چوری کو روکنے کے لئے forest police بنائی جائے۔ جس طرح لائیو سٹاک کے guards بنائے گئے ہیں اس کی طرز پر Forest Police بنائی جائے تاکہ اس ملک میں timber اور environment کے حالات بہتر ہو سکیں۔اس کے علاوہ خاص طور پر ہمارا rural area سے تعلق ہے اس لئے lining of canals اور سیم نالوں کی priority base پر desilting کے لئے فنڈز رکھے جائیں۔ Thank you for hearing me with patience.

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ میری یہاں بیٹھی اپنی معزز خواتین ممبران سے گزارش ہے کہ چونکہ لسٹ تھوڑی سی رہ گئی ہے لیکن باری سب کی آجائے گی۔

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: جناب سپیکر! میں نے بھی بولنا ہے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: میرا نام تو پہلے تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، سب کا نام ہے۔ تشریف رکھیں۔ اگلے مقرر کرنل (ریٹائرڈ) نوید اقبال ساجد صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ رانا تنویر احمد ناصر صاحب!

رانا تنویر احمد ناصر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بہت شکریہ۔ جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ حکومت نے جو اچھے کام کئے ہیں اُن کی تعریف کی جانی چاہئے اور جو کام مکمل نہ ہوئے ہیں اُن پر تنقید بھی ضرور کی جانی چاہئے۔ سب سے پہلے میں وزیر اعلیٰ پنجاب کو خراج تحسین پیش کرنا چاہوں گا کہ انہوں نے میڈیکل کالجوں میں students کے داخلے کے حوالے سے سیٹوں میں اضافہ کیا ہے کیونکہ پہلے دو ہزار students کو داخلہ ملتا تھا اور اب تین ہزار students کو داخلہ ملے گا جن میں سے جنوبی پنجاب کو بھی share دیا گیا ہے اور وہاں کے students کی سیٹیں 600 سے بڑھا کر 950 کر دی گئی ہیں۔ اسی طرح موبائل ہیلتھ یونٹ شروع کئے گئے ہیں جو میں سمجھتا ہوں کہ state of the art ہیں جن میں الٹرا ساؤنڈ، ایکسرے اور لیبارٹری ٹیسٹ بھی ہوں گے حالانکہ یہ سہولیات کسی بھی BHU میں حاصل نہیں ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ موبائل ہیلتھ یونٹ کی لیبارٹری کا level شوکت خانم ہسپتال کے برابر ہے۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ وزیر اعلیٰ پنجاب دانش سکولوں کے حوالے سے جنوبی پنجاب کو اہمیت دے رہے ہیں بلکہ ان سکولوں کا آغاز بھی جنوبی پنجاب سے کیا گیا ہے اور ان دانش سکولوں کی تکلیف یقیناً جاگیردار طبقے کو ہے جو یہ نہیں چاہتے کہ غریبوں کے بچوں کو اعلیٰ تعلیم ملے اور اُن میں awareness آئے لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ یہ دانش سکول غریبوں کے ایچی سن کالج ہیں۔ اسی طرح سیلاب میں وزیر اعلیٰ پنجاب نے جس طرح اپنا role ادا کیا ہے اگر دیگر پارٹیوں کے لیڈران اور حکمران بھی اُن کو follow کرتے ہوئے effected areas میں لوگوں کی تسلی کے لئے role ادا کرتے تو لوگوں کی بہت سی تکالیف ختم ہو سکتی تھیں۔ وزیر اعلیٰ پنجاب کے اس role کو internationally بھی appreciate کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر! اب میں اپنے حلقہ پی پی۔168 شیخوپورہ کی طرف آتا ہوں جو لاتعداد مسائل کا شکار ہے۔ مانانوالہ اربن یونین کونسل نمبر 100 میں واٹر سپلائی کا کام 2007 میں شروع ہوا تھا جو ابھی تک under process ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ اگلے مالی سال کے اندر وہ کام مکمل ہو جائے گا تاکہ لوگوں کو صاف پانی مل سکے۔ اگر اگلے مالی سال کے اندر ہماری حکومت یہ کام کر دے تو میرے حلقہ کے

لوگوں پر اُن کا احسانِ عظیم ہو گا۔ اس کے علاوہ میرے حلقہ میں گورنمنٹ بوائز ہائی سکول مانانوالہ جو 1946 میں تعمیر ہوا تھا لیکن اب اُس کی حالت اتنی خستہ ہو چکی ہے کہ اس کے زیادہ تر کمرے متعلقہ اتھارٹی نے بند کر دیئے ہیں۔ میری request پر اُس سکول کی re-construction, re-modeling and re-designing کے لئے ایک PC-1 تیار ہوا اور کمشنر لاہور ڈویژن نے اپنی میٹنگ مورخہ 18۔اکتوبر 2009 میں اس سکیم کو approve کیا جس کی cost 72.713 million طے ہوئی لیکن اس کے باوجود بھی کوئی progress نہ ہو سکی۔ اگر وہ بلڈنگ کسی دن گر گئی تو پھر میرے خیال میں حکومت شاید فوراً نئی بلڈنگ تعمیر کر دے۔ اسی طرح وزیر اعلیٰ صاحب نے مہربانی فرماتے ہوئے گرلز ڈگری کالج مانانوالا کی سکیم کو approve کیا اور directive مورخہ 14۔جولائی 2009 کو جاری کیا گیا۔ اس کی cost 116.878 ملین مقرر کی گئی جس میں cost of land بھی شامل تھی لیکن پھر یہ سکیم سرخ فیتہ کی نذر ہو گئی۔ جب یہ P&D میں گئی تو وہاں پر اعتراض یہ لگایا گیا کہ cost جو acquisition of land ہے وہ نہیں ہو سکتی یا تو community contribute کرے یا وہاں پر state land کا بندوبست کیا جائے۔ وہاں پر state land ہے ہی نہیں اور community غریب، مزدوروں، کسانوں اور دکانداروں پر مشتمل ہے جو کہ ڈیڑھ کروڑ روپے کی خطیر رقم contribute نہیں کر سکتی۔ یہ سکیم ابھی تک pending ہے لیکن میں آپ کے توسط سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ جس علاقے میں سرکاری زمین نہ ہو، جہاں کی community غریب لوگوں پر مشتمل ہو تو کیا ان لوگوں کو علم کی روشنی کی ضرورت نہیں ہے؟ میں پچھلے دنوں ایک اخبار میں یہ پڑھ رہا تھا کہ لاہور ائرپورٹ کے قریب ایک چوک کی توسیع کے لئے کمشنر لاہور ڈویژن کی سربراہی میں سوا ارب روپے کی خطیر رقم کا ایک منصوبہ تیار کیا گیا ہے جس میں acquisition of land بھی کی جائے گی اور اہم عمارتوں کو بھی acquire کیا جائے گا۔ میرے حلقہ کے غریب لوگوں کا کیا قصور ہے کہ ڈیڑھ دو کروڑ روپے کی زمین حکومت acquire نہیں کر سکتی؟

جناب سپیکر! وزیر اعلیٰ صاحب نے مہربانی فرماتے ہوئے 24۔فروری 2010 کو 20 بستروں پر مشتمل تین منزلہ سول ہسپتال مانانوالہ کو approve کیا۔ اس کا P.C-I بھی تیار ہو کر مورخہ 24-5-2010 کو سیکرٹری صحت کو بھجوا دیا گیا جس کی cost 30.23 ملین تھی لیکن نتیجہ zero, zero, zero ہے۔ میری request یہ ہے کہ جب تک یہ ہسپتال functional نہیں ہوتا تو مانانوالہ میں

اس وقت تک موبائل ہیلتھ یونٹ کا بندوبست کیا جائے تاکہ وہاں کے لوگوں کو طبی سہولیات فراہم ہو سکیں۔

میرے حلقہ مانانوالہ میں مزید ایک گرلز ہائی سکول کی ضرورت ہے۔ اسی طرح farm to market roads بہت کم ہیں تو 30 کلو میٹر کی سڑکیں دی جائیں جن کی تفصیلات میں دے سکتا ہوں۔ ریسکیو 1122 کے دفاتر first phase میں D.H.Q کی سطح پر بن چکے ہیں۔ Second phase میں شیخوپورہ میں اس کا دفتر بننا ہے جسے میں سمجھتا ہوں کہ شیخوپورہ کی بجائے مانانوالہ میں بنایا جائے تاکہ وہاں کے لوگوں کو ایمرجنسی کی صورت میں سہولیات حاصل ہو سکیں۔ میرے حلقے کے سکولوں میں اساتذہ کی کمی کو پورا کیا جائے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: چودھری فیاض احمد وڑائچ صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ جناب آصف منظور موہل صاحب!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے۔ خواجہ اسلام صاحب!

خواجہ محمد اسلام: شکریہ۔ جناب سپیکر! ان کے خیال میں لاہور میں کیا پہلے عنایات کم ہیں کہ یہ سارا کچھ لاہور ہی کو دینا چاہتے ہیں؟ میں سب پہلے انتہائی مشکور ہوں شیخ علاؤالدین صاحب کا جنہوں نے افغان ٹرانزٹ کے بارے میں بات کی تھی۔ میرے ملک اور اس پنجاب کے ساتھ ہونے والی ڈاکازنی اور ظلم کا ذکر الفاظوں اور فقروں میں نہیں ہو سکتا۔ یہ اتنا بڑا ظلم ہے کہ اگر آج ہم نے اس کا notice نہ لیا تو میرے خیال میں ہماری آئندہ نسلیں پچھتائیں گی اور کل تاریخ بھی روئے گی۔

(اس مرحلہ پر جناب چیئرمین ڈاکٹر اسد اشرف کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب چیئرمین: جی، خواجہ صاحب اپنی بات جاری رکھیں۔

خواجہ محمد اسلام: جناب چیئرمین! پنجاب کا رونا تو سبھی لوگ رو رہے تھے اور میں سمجھتا ہوں کہ میں اپنے شہر فیصل آباد کا رونا رو لوں تو یہی میرے لئے بڑی بات ہو گی۔ آج میرے پنجاب اور خصوصاً فیصل آباد کے ساتھ سوئی گیس اور بجلی کی لوڈشیڈنگ کے ذریعے ہونے والی ظلم و بربریت پر میں صرف اتنا کہوں گا کہ ٹیکسٹائل پاکستان میں ریڑھ کی ہڈی کا کردار ادا کرتی ہے اور ٹیکسٹائل میں فیصل آباد کا کردار یا حصہ 60 فیصد سے زیادہ ہے لیکن بدقسمتی سے سوئی گیس اور بجلی کی لوڈشیڈنگ سے آج فیصل آباد کی 90 فیصد فیکٹریاں اور ملیں بند ہو چکی ہیں۔ اس حوالے سے اگر پنجاب حکومت نے اپنا کردار ادا نہ کیا تو میرے منہ میں خاک کہ اس سے ملک کی معیشت پر بُرا اثر پڑے گا کیونکہ فیصل آباد کی تاجر برادری defaulter ہو چکی ہے اور مزید defaulter ہو رہی ہے۔ پاکستان کی تاریخ میں جب بھی زلزلہ

یا سیلاب آیا تو میں یہ بات بانگ دہل کروں گا کہ فیصل آباد کے تاجروں نے اپنا تن، من اور دھن سمیت ہر چیز قربان کی۔ فیصل آباد کی جی سی یونیورسٹی کو ایک بلاک تعمیر کرنے کی ضرورت پڑی تو اس وقت بھی فیصل آباد کے ایک تاجر نے اپنی گرہ سے سات کروڑ روپے سے فیصل آباد کی جی سی یونیورسٹی کو عطیہ دے کر بلاک بنایا۔ فیصل آباد کے تاجر اس معاملے میں بڑا بڑھ چڑھ کر کام کرتے تھے مگر آج فیصل آباد کے تاجر سوئی گیس اور بجلی کی لوڈ شیڈنگ، فیکٹریوں کے بند ہونے کی وجہ سے، مزدوروں کی بے روزگاری کی وجہ سے defaulter کے دہانے پر پہنچ چکے ہیں۔ میں ایک مثال پیش کرنا چاہوں گا کہ فیصل آباد کی ایک فیکٹری جہاں 13 ہزار مزدور کام کرتے تھے آج وہاں پر صرف 1200 مزدور کام کر رہے ہیں۔ اس فیکٹری کے مالکان نے اپنے خراب معاشی حالات کی وجہ سے باقی سب مزدوروں کی چھٹی کرا دی ہے۔ مجھے اس فیکٹری کے مالکان بتا رہے تھے کہ مزدوروں کی تعداد میں مزید 30 فیصد cut لگا رہے ہیں۔ اگر ایک فیکٹری میں صرف 10 فیصد labour رہ جائے گی تو باقی لوگوں کا کیا حال ہوگا؟ خدارا، خدارا سوئی گیس کی لوڈ شیڈنگ ختم کرنے کے لئے حکومت پنجاب اپنا کردار ادا کرے ورنہ پاکستانی معیشت جو کہ ٹیکسٹائل پر منحصر ہے اگر وہ بحران کا شکار ہو گئی تو ہماری ساری صنعتیں پہلے ہی بحران کا شکار ہیں تو اللہ ہی حافظ ہوگا۔

جناب سپیکر! ابھی میرے بھائی دانش سکول کا ذکر کر رہے تھے تو میں وزیر اعلیٰ صاحب کے اس vision کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ وزیر اعلیٰ صاحب یہ سمجھتے ہیں کہ نئی نسل اگر ایجوکیشن میں آئے گی تو یہی دنیا کی مہذب قوموں میں شمار ہوگی لیکن ایک بات میں کہوں گا کہ دانش سکول کے بارے میں میرے جذبات یہ ہیں کہ:

یہ راز مجھ پر کھول اے چارہ گر میرے
دوسروں کے پیڑ پر کیوں لگتے ہیں ثمر میرے

جناب چیئرمین! دانش سکولوں کے بارے میں عرق ریزی ہم نے کی، vision ہم نے دیا، meetings ہم نے کیں، وقت ہم نے ضائع کیا لیکن وہ ناقدرے لوگوں کو دیئے گئے اور وہ کہتے ہیں کہ میرے بہاول نگر یا بہاولپور میں ایک بچے پر 17 ہزار روپے خرچ ہو رہے ہیں تو میں انہیں offer کرتا ہوں کہ یہ دانش سکول فیصل آباد میں convert کر دیں تو ہم 17 ہزار کی بجائے 70 ہزار روپے بھی ایک بچے پر خرچ کرنے کے لئے تیار ہیں۔

فیصل آباد اور لاہور کا 130 کلو میٹر کا فرق ہے اور دنیا میں یہ کہیں نہیں ہوتا کہ ایک بھائی آٹھ کنال کے گھر میں رہ رہا ہو اور دوسرا اڑھائی مرلے کے کرائے کے مکان میں رہائش پذیر ہو۔ وہاں پر پارکنگ پلازہ ہے نہ انڈر پاس، ایک میڈیکل کالج بنا ہوا ہے اور دوسرے میڈیکل کالج کے بارے میں proposals پچھلے نو دس سالوں سے سن رہے ہیں لیکن یہ نہیں بن رہا۔ ہائیکورٹ بنچ کے بارے میں گزارش کروں گا کہ پچھلے پانچ سالوں سے فیصل آباد کے وکلاء احتجاج پر ہیں اور نجانے اس راستے میں کون سے عناصر رکاوٹ ہیں تو میری آپ سے گزارش ہو گی کہ پنجاب حکومت اور یہ اسمبلی اس حوالے سے اپنا کردار ادا کرے۔

جناب چیئرمین! میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ جو سہولیات لاہور میں میسر ہیں وہ کہیں اور نہیں لیکن لاہور کے مقابلے میں واقعی فیصل آباد پسماندہ علاقہ ہے جبکہ لاہور کے مقابلے میں فیصل آباد کے ایم پی ایز بھی پسماندہ ہیں۔ F.I.C میں پروفیسرز اور سرجن لاہور سے جاتے ہیں اور وہ فیصل آباد کو قبول ہی نہیں کرتے اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ فیصل آباد ایک پسماندہ علاقہ ہے لیکن وہ لوگ تنخواہیں وہاں سے لیتے ہیں اور ہفتے میں صرف دو دن فیصل آباد جاتے ہیں باقی دنوں میں یہاں پر عیش کرتے ہیں تو میری آپ سے گزارش ہو گی کہ F.I.C میں فیصل آباد کے سرجنوں اور پروفیسروں کو تعینات کیا جائے۔ لاہور کی آبادی اگر ایک کروڑ ہے تو فیصل آباد بھی 70 لاکھ سے زیادہ آبادی والا ضلع ہے اور لاہور میں 26 ہزار کانسٹیبل ہیں جبکہ فیصل آباد میں سات ہزار کانسٹیبل ہیں۔ اسی طرح funding کی position، گاڑیاں اور باقی sources کی تقسیم میں بہت بڑا ظلم ہو رہا ہے۔

آخر میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ ان حالات میں جب فیکٹریاں اور ملیں بند ہو رہی ہیں اور فیصل آباد میں defaulting بڑھ رہی ہے جس سے ملکی معیشت کو بہت زیادہ نقصان پہنچے گا وہاں پر ہفتے میں صرف دو دن سوئی گیس اور بجلی ملتی ہے جبکہ تنخواہیں fix ہیں اور miscellaneous ویسے ہی پڑ رہا ہے تو میں آپ سے یہ گزارش کرتا ہوں کہ اس کے لئے ہمیں اپنا کردار ادا کرنا ہو گا۔ فیصل آباد میں ٹریفک کے اژدھام کے لئے ہمیں underpass کی ضرورت ہے کیونکہ وہاں پر ایک بھی underpass نہیں ہے۔ فیصل آباد میں ایک بھی پارکنگ پلازہ نہیں ہے تو میری آپ سے یہ request ہے کہ یہاں پر وزیر خزانہ بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔۔۔

جناب چیئرمین: خواجہ صاحب! اب گیس کی supply کا budget documents سے کیا تعلق ہے؟ آپ متعلقہ بات کریں تو زیادہ بہتر رہے گا۔

خواجہ محمد اسلام: جناب چیئرمین! میرے حلقہ کے مدن پورہ میں مدنی پارک ہے جس کا قبضہ مافیا نے ناجائز انتقال کروالیا تھا۔ پھر وہاں ڈی سی او نے یہ حل نکالا کہ یہ چار، پانچ کنال جگہ پنجاب گورنمنٹ acquire کر لے۔۔۔

جناب چیئرمین: بہت شکریہ

خواجہ محمد اسلام: جناب چیئرمین! وزیر خزانہ بیٹھے ہوئے ہیں، میں ایک شعر سنانا چاہتا ہوں۔

جدوں دی اودے نال یاری ہو گئی اے
دشمن مری چار دیواری ہو گئی اے
ماپیاں کولوں پتر پئے حساب منگن
دیکھو دنیا کنی کاروباری ہو گئی اے
ساڈے وچ کی نئیں بابا
اوناں نوں اپنے اُتے بے اعتباری ہو گئی اے

جناب چیئرمین: شکریہ۔ ڈاکٹر عاصمہ ممدوٹ!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتیں۔ رائے محمد اسلم خان!

رائے محمد اسلم خان: جناب چیئرمین! پچھلے دو سالوں سے pre budget speech کی جو روایت شروع ہوئی ہے اس سے بلاشبہ ایسا لگتا ہے کہ پنجاب میں جمہوری حکومت ہے۔ یہ جمہوریت کا حسن ہے کہ عوام کی آواز عوامی نمائندوں کے ذریعے حکمرانوں، ایوانوں تک پہنچے اور اسے ہی صحیح جمہوریت کہتے ہیں۔ میں اس کے لئے وزیراعلیٰ پنجاب اور وزیر خزانہ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ یہ ان کا بہت مستحسن فیصلہ ہے لیکن دکھ والی بات یہ ہے کہ یہاں پر ممبران جو تجاویز ہر سال دیتے ہیں انہیں ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا جاتا ہے۔ یہ بات صرف میں نہیں کہتا بلکہ pre budget speech میں حصہ لینے والا ہر ممبر کہتا ہے وہ کہتا ہے کہ ایسی practice کا کیا فائدہ جس پر عمل نہ کیا جائے پھر بھی ہم اپنا فرض ادا کرتے ہوئے اپنی گزارشات پیش کریں گے۔ "شاید کہ اتر جائے ان کے دل میں میری بات"۔ مگر وہ اپنا ہاتھ دکھاتے ہوئے ان چار دنوں کی کارروائی کو پھر کسی ردی فروش کو فروخت کر دیں گے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ عوام کی آواز، عوام کی تجاویز اور عوام کی demands پوری ہوں تو اس کے لئے ضروری ہے کہ ضلعی سطح پر چیئرمین (پی اینڈ ڈی) اور فنانس منسٹر عوام کے منتخب کئے ہوئے نمائندوں کے ساتھ میٹنگ کریں۔ ڈی سی اوز کی طرف سے، بیوروکریسی کی طرف سے اور مختلف ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے

جو تجاویز آتی ہیں انہیں بھی دیکھیں اور متعلقہ ضلع کے ممبران اسمبلی کو بھی ساتھ بٹھالیں، جو تجاویز feasible نہ ہوں انہیں reject کردیں تاکہ آنے والے سال میں وہی ممبر تجاویز لے کر کھڑا نہ ہو، جو تجاویز feasible ہوں، جو عوام کے فائدے کے لئے ہوں، جو علاقہ کے فائدے کے لئے ہوں اور جو صوبہ کے مفاد میں ہوں انہیں پاس کیا جائے۔ لہذا ان بنیادوں پر ترجیحات ہونی چاہئیں۔ یہاں بات ہوتی ہے جنوبی پنجاب کے مطالبات کی، بات شروع ہو جاتی ہے وسطی پنجاب کے مطالبات کی، بات شروع ہو جاتی ہے upper پنجاب کی اور کبھی divisions کی بات شروع ہو جاتی ہے۔ ہم نے اصل میں صوبے کے مسائل حل کرنے ہیں اور ہمیں انہیں سیاسی issues نہیں بنانا چاہئے۔ حقیقت میں ہمیں بات کرنی چاہئے ان طبقات کی اور اُن لوگوں کی جو ہمارے صوبہ میں مایوسی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ جو طبقاتی کشمکش شروع ہو رہی ہے، امیر، غریب، urban اور rural کا فرق بڑھتا چلا جا رہا ہے ہمیں ان باتوں پر غور کرنا ہوگا۔ ہمیں پنجاب کے ہر باسی، پنجاب کے ہر علاقہ کو اس بجٹ میں فائدہ دینا ہوگا اور انہیں facilities پہنچانی ہوں گی۔ مراعات صرف urban کے لئے نہیں ہونی چاہئیں اور مراعات صرف امیر طبقہ کے لئے نہیں ہونی چاہئیں۔ جب میرا بھائی میجر ذوالفقار بات کر رہا تھا کہ ان دیہاتیوں کی گندم اور کپاس کی خوشبو ان بڑے شہروں کی سڑکوں سے آتی ہے، میں تو کہوں گا کہ ان غریب مزدوروں، ان غریب کسانوں کے خون کی خوشبو ان carpeted roads سے آتی ہے۔

جناب چیئرمین! یہ وہ لوگ ہیں جنہیں صحت کی سہولتیں میسر نہیں ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس تعلیم کی سہولتیں نہیں ہیں، یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ان کے سامنے ان کا باپ یا بیٹا سسک سسک کر مر رہا ہو تو ان کے پاس ادویات کے لئے، ہسپتالوں کے لئے اور ڈاکٹروں کے لئے پیسے نہیں ہوتے۔ دوسری طرف وہ طبقہ بھی ہے جنہیں گورنمنٹ ان کی پوری فیملی کو علاج کے لئے رقوم فراہم کرتی ہے۔ ہم نہ تو ان کے بچوں کی روٹی روزی کے لئے کچھ سوچتے ہیں، ان کی صحت کے لئے سوچتے ہیں اور نہ ہی ان علاقوں میں تعلیم پہنچانا چاہتے ہیں۔ جناب وزیراعلیٰ صاحب کا دانش سکول بنانے کا بہت اچھا قدم ہے۔ بلاشبہ وزیراعلیٰ صاحب کا vision تعلیم اور صحت کے بارے میں قابل تعریف ہے لیکن اس پر عمل کیوں نہیں ہوتا؟ ہمیں اس بات پر غور کرنا چاہئے، ہمیں اس بات پر سر جوڑ کر سوچنا چاہئے کہ وزیراعلیٰ صاحب شب و روز کوشاں ہیں، انہوں نے دن رات ایک کیا ہوا ہے، ان کی سوچ عظیم ہے لیکن اس پر عمل نہیں ہو رہا ہے تو اس کی کیا وجہ ہے؟ میری تو ایک ہی گزارش ہے کہ:

سارے مسئلیاں دا اِکّو حل
نواب ٹیوب ویل، نواب ٹیوب ویل

جناب چیئرمین: رائے صاحب! مہربانی کر کے wind up کر دیں۔

رائے محمد اسلم خان: جناب چیئرمین! وزیراعلیٰ صاحب اور ہماری گورنمنٹ نے تین سال اُن بیوروکریٹس پر اعتماد کیا ہے جنہیں سفری سہولتیں بھی سرکاری ملتی ہیں، جن کی فیملی کو علاج کی سہولتیں بھی سرکاری ملتی ہیں، جن کے دفاتر کو دیکھیں تو لگتا ہے کہ ہم پاکستان میں نہیں بلکہ کسی ترقی یافتہ ملک میں آ گئے ہیں۔ میری صرف ایک گزارش ہے کہ خدارا یہ دو سال ان لوگوں پر بھی اعتماد کر کے دیکھ لیں، اپنے پنجاب کے عوام پر بھی اعتماد کر کے دیکھ لیں، پنجاب کے عوام نے جو نمائندے منتخب کئے ہیں ان پر بھی اعتماد کر کے دیکھ لیں تو شاید چیف منسٹر صاحب کا vision پورا ہو جائے اور مسائل میں بھی کچھ کمی آ جائے۔

جناب چیئرمین: رائے صاحب! بہت شکریہ

رائے محمد اسلم خان: جناب چیئرمین! میرا بہت کچھ کہنے کو دل چاہتا ہے لیکن میں آپ کی گھنٹی کی آواز بھی سن رہا ہوں اس لئے میں اپنے ضلع کی چند تجاویز پیش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: تو ابھی تک آپ کیا کر رہے تھے؟

رائے محمد اسلم خان: جناب چیئرمین! میری گزارش ہے کہ آپ کسی ایک حلقہ یا کسی ایک ڈسٹرکٹ کو چھوڑ دیں اور یہ پالیسی بنا لیں کہ ہر یونین کونسل میں لڑکوں اور لڑکیوں کا ہائی سکول ہو۔ وہ میرا حلقہ ہو، وزیر خزانہ کا ہو اور چاہے وہ حلقہ چیف منسٹر کا ہو۔ ہر صوبائی حلقے میں لڑکوں اور لڑکیوں کا ایک ڈگری کالج ہو۔ خدا کی قسم رونا آتا ہے کہ ڈسٹرکٹ ننکانہ میں مہرپور یونین کونسل ایک ایسی یونین کونسل ہے جس میں پوری یونین کونسل میں بچیوں کے دو پرائمری سکول ہیں۔ ایک طرف تو لاہور اور فیصل آباد کی یونین کونسلوں کو دیکھیں کہ ہر یونین کونسل چاہے گاؤں یا شہر کی ہے اس کی آبادی برابر ہے۔ اس بیس پچیس ہزار کی آبادی کے لئے ایک طرف تو میڈیکل کالج بھی ہیں۔

جناب چیئرمین: ٹائم آدھا گھنٹہ بڑھایا جاتا ہے۔

رائے محمد اسلم خان: جناب چیئر مین! ایک ایک یونین کونسل میں چار چار کالج ہیں اور ایک طرف وہ علاقے ہیں جہاں پوری یونین کونسل میں بچیوں کے دو پرائمری سکول ہیں تو ہم کیا چاہتے ہیں؟ ہم چاہتے ہیں کہ وہ لوگ تعلیم بھی حاصل نہ کر سکیں۔۔۔

(اذانِ ظہر)

جناب سپیکر: جی، رائے صاحب اپنی بات جاری رکھیں۔

رائے محمد اسلم خان: جناب سپیکر! جس طرح ایجوکیشن کی بات کی ہے تو اسی طرح ایگریکلچر کے شعبہ میں بھی ہر یونین کونسل پر ایک کوآپریٹو سٹور ہو جس میں روزمرہ کی چیزیں بھی لوگوں کو صحیح ریٹ پر ملیں اور کھاد، بیج بھی کاشتکار کو وہاں سے صحیح ریٹ اور صحیح کوالٹی کا ملے۔ فیلڈ اسسٹنٹ کے دفاتر میں زرعی مشینری موجود ہو چونکہ چھوٹے کاشتکار مشینری خود نہیں خرید سکتے تو یہاں سے کرائے پر مشینری حاصل کر سکیں۔

جناب چیئر مین! ہر آدمی کو tax network میں شامل کرنے کی بات ہو رہی تھی تو taxes ضرور ادا ہونے چاہئیں، taxes کی وصولی ضرور ہونی چاہئے تبھی ہماری معیشت بہتر ہو سکے گی لیکن ٹیکس لگانے کا معیار income پر رکھیں۔ جب بات اسلحہ لائسنس کی ہو رہی تھی تو ایسے مزدور اور کسان کو آپ اسلحہ لائسنس نہیں دے رہے کہ ان کے پاس NTN نمبر نہیں ہے لیکن اس کی آمدن تو دیکھیں کہ پانچ یا چھ ہزار ہے۔

جناب چیئر مین: رائے صاحب! بہت شکریہ اور مہربانی۔ اب میں ان ارکان کا نام بولوں گا جو ایوان میں بیٹھے ہوئے ہیں تاکہ وقت ضائع نہ ہو۔ محترمہ آصفہ فاروقی صاحبہ!

محترمہ آصفہ فاروقی: شکریہ۔ جناب چیئر مین! مجھے تو صبح سے اب تک بیٹھنا کچھ معیوب نہیں گزرا جب میں Senator بنی تھی اور پاکستان میں سے واحد عورت تھی تو میرے قائد جناب ذوالفقار علی بھٹو نے جو سب سے پہلی ہم Senators کو تقریر کی تھی اس میں کہا تھا کہ میں نے دیکھا ہے کہ لندن میں جب House of Lords کے لوگ گزر رہے ہوتے ہیں تو Big Ben کی سوئیاں ٹھیک کی جا رہی ہوتی ہیں تو میں آپ Senators سے یہ توقع کرتا ہوں کہ تم لوگ ایوان میں جاتے ہوئے وقت کی پابندی کریں گے۔ میں صبح سب سے پہلے آتی ہوں اور آج بھی مجھے لگتا ہے کہ دروازے مجھے ہی بند کر کے جانا پڑے گا۔ چلیں، بہر حال میں آپ کی مشکور ہوں۔ وزیراعلیٰ پنجاب جنہیں دوسرے الفاظ میں،

میں پنجاب کا "مہاتیر" کہوں گی اور اپنے قابل وزیر خزانہ جناب تنویر اشرف کائرہ صاحب کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ انہوں نے pre-budget تقریروں کو سننا شروع کیا ہے تو جب ہم بھی سینکڑوں میل سفر کر کے آتے ہیں تو ہم چاہتے ہیں کہ اپنے علاقے کی آواز ان ایوانوں میں آ کر بلند کریں۔

جناب چیئرمین! میرا تعلق ضلع جھنگ سے ہے جو کہ ایک بہت پسماندہ ضلع ہے، دہشت گردی کی لپیٹ میں آیا ہوا ضلع ہے اور جہاں مذہبی تعصب ہے تو میں چاہتی ہوں کہ وہاں پر جو ترقیاتی سکیمیں شروع ہونی ہیں آج وہ اس ایوان میں pre-budget تقریر میں گوش گزار کر دوں اور زیادہ وقت نہ لوں۔

جناب چیئرمین! میرے علاقے میں سڑکیں ٹوٹی ہوئی ہیں، پچھلی تقریر میں ویسے پہلے بھی کہہ چکی ہوں، جھنگ سے فیصل آباد تک دو رویہ موٹروے کی طرز پر سڑک بنائی جائے کیونکہ اس روڈ پر ہمارے بہت accidents ہوتے ہیں۔ میں نے اپنی پچھلی تقریر میں بھی عرض کیا تھا کہ جھنگ میں لڑکیوں کے لئے بے نظیر بھٹو شہید میڈیکل کالج بنایا جائے کیونکہ ہمارے علاقے میں جہالت تب دور ہو گی بقول ایوب خان صاحب کے کہ جب اس علاقے میں تعلیم عام کی جائے تو اگر وہاں پر میڈیکل کالج بنا دیا جائے تو میرے علاقے کی بچیاں اور بچے جو اتنا خرچہ برداشت نہیں کر سکتے کہ دوسرے علاقوں میں جا کر میڈیکل کی تعلیم حاصل کر سکیں۔ وہ اپنے ہی علاقے میں رہ کر میڈیکل کی تعلیم سے مستفید ہو سکیں گے۔

جناب چیئرمین! میرا دوسرا point یہ ہے کہ ICU-Unit نہیں ہے۔ اگر کسی مریض کو جھنگ ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال میں ICU یونٹ میں رکھنا ہو تو اسے الائیڈ میں بھیجا جاتا ہے یا لاہور بھیجا جاتا ہے یا پھر ملتان بھیجا جاتا ہے تو بعض اوقات راستے میں ہی مریض دم توڑ جاتے ہیں تو میری گزارش ہے کہ ICU-Unit بنایا جائے۔ اسی طرح میرے علاقے میں بے روزگاری ہے اس کے لئے وہاں پر کوئی ایسا بندوبست کیا جائے کیونکہ ملیں تو بند ہوئی پڑی ہیں ۔ میرے علاقے کو پسماندہ سمجھتے ہوئے وہاں کے غریب ورکر کا ممبر کو زیادہ سے زیادہ ملازمتیں دی جائیں۔

جناب چیئرمین! میرے علاقے میں کوئی ایئرپورٹ نہیں ہے ۔ میں چاہتی ہوں کہ جھنگ میں ایئرپورٹ بنایا جائے۔ جنوبی پنجاب کے لئے تنویر اشرف کائرہ صاحب نے بجٹ کے حوالے سے اعلان فرمایا ہے کہ وہ الگ ہو گا تو جھنگ میں بھی اس بجٹ میں سے ہمیں یہ مراعات عنایت فرمائی جائیں۔

جناب چیئرمین! دوسری بات یہ ہے کہ وزیراعلیٰ پنجاب جب استنبول تشریف لے گئے تھے تو ہم نے اخباروں اور ٹی وی پر پڑھا اور سنا تھا کہ بجلی کا بحران پنجاب میں ختم ہو جائے گا۔یہاں ترکی کے تعاون سے بجلی گھر لگائے جائیں گے، مگر کوئی بجلی گھر بھی نہ لگا۔ میں چاہتی ہوں کہ ہمیں اپنے دوست ملکوں سے مدد لینی چاہئے۔ جس طرح اب ہمارے صدر پاکستان آصف علی زرداری کو پرسوں ٹی وی پر دیکھ رہی تھی کہ امریکہ میں Bill Gates سے ملاقات کر رہے تھے تو پنجاب میں بھی بہت سے Bill Gates پڑے ہیں۔اگر امریکہ کا Bill Gates ہماری مدد کر سکتا ہے تو پنجاب کے Bill Gates کو بھی اٹھنا چاہئے کہ ہمیں خدا نے اتنی دولت دی ہے تو کیوں نہ ہم اپنے صوبے کے لئے یہ دولت خرچ کریں اور آپ کے تعاون سے میں زرداری صاحب سے بھی یہ درخواست کروں گی کہ Bill Gates سے جو مراعات، سہولتیں یا معاشی طور پر امداد لی جائے، ہمارے پنجاب میں بھی اُسے اِسی طرح خرچ کیا جائے ۔یہاں خواتین کی بات نہ کرنا میں زیادتی سمجھوں گی۔ سندھ میں خواتین کاشتکاروں کو آدھا آدھا مربع زمین دی گئی ہے۔ پنجاب تو زرخیز علاقہ ہے، یہاں کی زمین بہت زرخیز ہے یہاں کی کاشتکار خواتین کو بھی آدھا آدھا مربع زمین دی جائے تاکہ وہ کاشت کر سکیں، نرسریاں لگا سکیں اور پھلوں کے باغات لگا سکیں۔اس طرح اس ملک کی بھی آمدنی بڑھے گی اور اُن کے ذرائع آمدن بھی بڑھیں گے۔ یہی میری گزارشات تھیں۔ شکریہ

جناب چیئرمین: بہت شکریہ۔اب محترمہ نگہت ناصر شیخ صاحبہ!

محترمہ نگہت ناصر شیخ: شکریہ۔کفر ٹوٹا خُدا خُدا کر کے۔جناب سپیکر! بات شروع کرنے سے پہلے تو میں اپنا احتجاج ریکارڈ کرانا چاہتی ہوں کہ پیر والے دِن اجلاس شروع ہوتے ہی میں نے اپنا نام بدھ والے دِن کے لئے دیا تھا اور دیکھ لیں آج کہیں جا کر باری آئی ہے جب صرف دو چار سُننے والے لوگ رہ گئے ہیں۔ میں اپنی بات پولیس ڈیپارٹمنٹ سے شروع کروں گی کہ گزشتہ بجٹ 2010-11 میں 49۔ارب 20 کروڑ روپے پولیس کو جدید، مسلح اور منظم کرنے کے لئے رکھے گئے تھے اور پولیس کی تنخواہوں میں بھی اضافہ کیا گیا تھا لیکن اس کے کوئی خاطر خواہ نتائج نہیں ملے۔ ہمارے صوبے بلکہ پورے ملک میں جو دہشت گردی کی لہر ہے اس کو مدنظر رکھتے ہوئے پولیس کو منظم کرنے کا جو مطلب عام طور پر لیا جاتا ہے وہ یہی ہے کہ شاید ان کو ہنگامی حالات یا دہشت گردوں سے نمٹنے کے لئے کوئی سپیشل ٹریننگ دی جاتی ہے لیکن میں یہاں صرف یہ کہنا چاہوں گی کہ پولیس کو محض تنخواہیں دے دینے سے حالات کبھی بھی بہتر نہیں ہوں گے، ان کو مراعات دینے سے حالات بہتر نہیں ہوں گے۔جب تک ہم

ان کا working environment بہتر نہیں کریں گے اس وقت تک خاطر خواہ نتائج حاصل نہیں کر سکتے۔ وہ دو دو، تین تین دِن ڈیوٹی دیتے ہیں تو جب وہ mentally relax نہیں ہوں گے تو وہ کیسے اچھے طریقے سے ڈیوٹی دے سکتے ہیں؟ پولیس ڈیپارٹمنٹ کی جو سب سے اہم ضرورت ہے وہ ان کے working environment کو بہتر کرنے کی ہے۔ پولیس سٹیشن کا یہ حال ہے کہ اگر چند اہلکار ہیں تو ان کے پاس اسلحہ نہیں ہے، اسلحہ ہے تو گاڑی نہیں ہے۔ کہیں ریڈ کرنی ہو تو وہ دوسری گاڑی کا انتظار کرتے رہتے ہیں جب تک ملزم فرار ہو جاتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ پولیس سٹیشن کی عمارتیں اچھی ہوں، equipped ہوں اور ان کو تمام کی تمام جدید سہولیات میسر ہوں۔ پولیس اہلکاران کا جو duty schedule ہے، کم از کم ان کے duty hours آٹھ گھنٹے ہوں اور اگر shift system ہے تو اس کو بارہ گھنٹے سے زیادہ نہ کیا جائے۔ میرا خیال ہے کہ ان تجاویز کو مدنظر رکھتے ہوئے پولیس کے محکمے میں اچھی تبدیلی آسکتی ہے اس کے ساتھ ساتھ Watch and Ward میں بھی بہتری کی کوشش کی جانی چاہئے۔ میں سمجھتی ہوں کہ محکمہ پولیس میں سب سے اہم کرنے والا کام یہ ہے کہ وہاں کے کرپٹ اہلکاران کو فارغ کیا جائے۔ اب تو بے شمار ایسے cases بھی آ گئے ہیں کہ وہ ڈکیتیوں میں ملوث پائے گئے ہیں۔ اس محکمے سے ان کالی بھیڑوں کو نکالا جائے جو اس محکمے کے لئے بدنامی کا باعث بنی ہوئی ہیں۔ ایک اور تجویز جو میں دینا چاہتی ہوں اور جو میں نے ہر اجلاس میں دی ہے کہ ترقی یافتہ ممالک میں جو community policing کا سسٹم ہے وہ ہم یہاں پر رائج کر لیں۔ اس کے لئے وسائل کی ضرورت نہیں ہے، اس پر پیسا بھی خرچ نہیں ہو گا بلکہ اس سے عوام اور پولیس میں رابطہ پیدا ہو گا۔ اس پر اخراجات نہیں آئیں گے یہ صرف ایک منصوبہ بندی ہے اگر یہ کر لی جائے تو جو عوام میں پولیس کے بارے میں بے اعتمادی ہے اس کو ختم کیا جا سکتا ہے۔ یونین کونسل سطح پر محلہ کمیٹیاں بنائی جائیں، پولیس اور عوام کے درمیان رابطے کو بحال کیا جائے اس سے ہم دیکھتے ہیں کہ جن ممالک میں یہ سسٹم رائج ہے ان ممالک میں جرائم کی شرح کم ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ صوبہ پنجاب میں بھی اس سسٹم کو رائج کرنے سے نہ صرف جرائم کی شرح میں کمی آئے گی بلکہ جو جرائم پیشہ افراد ہیں ان کو پکڑنے میں بھی آسانی ہو گی۔

جناب سپیکر! دوسری بات میں یہ کروں گی کہ جو خواتین کے لئے فنڈز رکھے گئے تھے ان کا کچھ پتا نہیں کہ وہ خواتین کی صحت یا کن معاملات پر خرچ ہوئے؟ میں وزیر خزانہ صاحب سے یہ demand کروں گی کہ Women Development Fund کا قیام عمل میں لایا جائے جس طرح

بجٹ میں خواتین کے لئے رقم مختص کر دی جاتی ہے، یہ forumاس بات کو یقینی بنائے کہ جو رقم خواتین کی فلاح و بہبود کے لئے مختص کی جارہی ہے اس پر ہی وہ رقم خرچ ہو اور بہت ہیtransparentطریقے سے خرچ ہو۔ ایسے منصوبے بنائے جائیں جو نہ صرف خواتین کی فلاح و بہبود اور صحت کے حوالے سے ہوں بلکہ خواتین کو روزگار فراہم کرنے کے لئے بھی ہوں اور ان کو اپنے پیروں پر کھڑا کرنے میں مدد دے سکیں۔ اس forumمیں عوامی نمائندگان کے علاوہ مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو شامل کیا جائے، N.G.Osکو شامل کیا جائے اس سے ہمارے پاس وسائل بھی ہوں گے اور خواتین کو بہتر کام کرنے کا موقع ملے گا۔ بنگلہ دیش کی مثال ہمارے سامنے ہے جہاں پر خواتین نے ready made garmentsمیں ملک کا نام روشن کیا ہوا ہے اور اپنا ایک نام بنالیا ہے۔ اگر ہم اپنی خواتین کو روزگار فراہم کریں، اُن کے لئے ہنر گھر بنائیں، small industryکو فروغ دیں اور یونین کونسل سطح پر ہنر گھر بنا کر جن خواتین کو کام آتا ہے ان کو صرف materialدے کر products بنوالیں۔۔۔

جناب چیئر مین: بہت شکریہ۔ آپ تشریف رکھیں۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! ایک تو دو دِن بعد میری باری آئی ہے لہذا مجھے اپنے پورے pointsبول لینے دیں۔ تمام مرد حضرات نے بھی یہی کیا ہے کہ انہوں نے کافی دیر بات کی ہے۔ میں بہت validبات کر رہی ہوں کوئی تقریر نہیں کر رہی۔

جناب چیئر مین: جی۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: شکریہ۔ جناب سپیکر! خواتین کو آپ قرضہ مت دیں، پیسا مت دیں، ان کو materialدے دیں تاکہ وہ productsبنائیں اور پھر آپ ان productsکو saleکریں۔ اس سے خواتین مالی امداد کی محتاج نہیں ہوں گی بلکہ اس سے وہ خود روزگار پیدا کریں گی اور اس سے ہمارے زرِ مبادلہ میں بھی اضافہ ہوگا۔

جناب چیئر مین: جی، wind upکریں، ہمارے دوسرے ممبران بھی بیٹھے ہیں، وقت کم ہے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! میں سپیشل بچوں کے حوالے سے یہاں بات کرنا چاہوں گی کہ تمام ایم پی ایز کو پابند کیا جائے اور ہر صوبائی حلقہ میں ایک سکول ایسا ہونا چاہئے جو سپیشل بچوں کے لئے ہو۔ آخر میں صرف ٹرانسپورٹ کے حوالے سے بات کرنا چاہوں گی اور خصوصاً لاہور کی ٹرانسپورٹ کے

حوالے سے ایک تجویز دینا چاہوں گی کہ جو گاڑیوں کے Fitness Certificates دیئے جاتے ہیں وہ یہاں موجود ہر ممبر کو پتا ہے کہ گاڑی ہو یا نہ ہو مگر Fitness Certificate چند روپے دے کر مل جاتا ہے۔اگر حکومت یہ کرلے کہ Fitness Certificate وہی کمپنیاں دیں جن کو routes پر بسیں لانے کی اجازت ہے جو ٹرانسپورٹ کمپنیاں بن رہی ہیں وہی Fitness Certificate بھی دیں ۔ میں پرائیویٹ سکولوں کے حوالے سے بات کروں گی کہ یہاں فیسوں کا کافی کہا گیا لیکن پرائیویٹ سکول محض فیس ہی نہیں بٹور رہے ہیں بلکہ ہمارے بچوں کی،آنے والی نسلوں کی جسمانی نشوونما میں بھی رکاوٹ بن رہے ہیں۔ڈیڑھ مرلے کے گھر میں سکول بنا ہوا ہے جہاں انہوں نے چھوٹے چھوٹے کمروں میں تیس تیس، چالیس چالیس بچے بٹھائے ہوئے ہیں بلکہ میں تو یہی کہوں گی کہ بند کئے ہوئے ہوتے ہیں۔ حکومت کوئی ایسا اقدام کرے کہ کم از کم بچوں کو کھیلنے کے لئے play grounds ملیں۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے،بہت مہربانی۔ محترمہ طیبہ ضمیر صاحبہ!

محترمہ طیبہ ضمیر: جناب سپیکر! Pre budget discussion کا جو سلسلہ شروع ہوا ہے یہ انتہائی احسن اقدام ہے لیکن ضرورت عمل کی ہے۔

جناب چیئرمین: آپ کا پانچ منٹ کا وقت شروع ہو چکا ہے اس لئے slow motion میں بات نہ کریں۔

محترمہ طیبہ ضمیر: اسمبلی کے floor سے یوں محسوس ہوتا ہے جس طریقے سے ریسرچ کا انداز شروع ہو گیا ہے لیکن میں جان کی امان پاؤں تو یہ ضرور کہوں گی کہ including me یہاں پر جو ہمارا subject ہے،ہمارا object ہے ہم اس کا احاطہ کرنے کی بجائے اِدھر اُدھر کی ہانک کر formalities پوری کرتے ہیں۔اس وقت انتہائی ضرورت ہے کہ ہم سب اور پورا ملک بہت سنجیدگی کے ساتھ اپنی thoughts کو لے کر آگے بڑھے اور قائداعظم محمد علی جناح کے سنہری اصول تنظیم،اتحاد،ایمان، یقین محکم پر عمل پیرا ہوں۔آج یہاں سے آوازیں اٹھائی گئیں کہ بجلی بند ہے، گیس ناپید ہے اور جینا محال ہے لیکن میں ان سے سوال کرتی ہوں کہ 2003 سے لے کر آج تک کیا یہ سلسلہ نہیں تھا؟اگر اس وقت ڈیم بنا دیئے جاتے،آبپاشی کے نظام کو مؤثر کر دیا جاتا،اگر اس وقت گیس کے نئے ذخائر دریافت کئے جاتے اور جو موجود ہیں ان سے فائدہ اٹھایا جاتا تو اس وقت یہ آوازیں بند ہو چکی ہوتیں۔سیلاب سے جو تباہ کاریاں آئی ہیں میں اس سلسلے میں پنجاب کے وزیراعلیٰ کو بے حد credit دیتی ہوں جنہوں نے پانیوں میں کھڑے ہو کر دن دیکھا نہ رات اور وہ وہاں پر پہنچے جہاں کوئی نہیں پہنچا تھا لیکن ان کے لئے خوراک

اور دوسری ضروریات زندگی کا سامان اور دردلے کر پہنچے۔ مظفر گڑھ کے علاقے میں تو بچوں نے کہا کہ "یہ وزیراعلیٰ ہے کہ پانیوں کا راکھا ہے"۔انہوں نے یہ خواہش ظاہر کی کہ ہم بڑے ہو کر شہباز شریف کی طرح کا انسان بننا چاہتے ہیں، وہ کیوں؟ وہ وزیراعلیٰ کا اپنا جذبہ خدمت اور جذبہ ہمدردی تھا۔ اگر میں اس وقت بات کرنے بیٹھوں تو بہت دور تک پہنچ جائے گی جس کے لئے کئی کتابوں اور کئی صفحات کی ضرورت ہے۔ بجٹ کی تیاری میں دو portions ہیں ایک تو suggestion کا ہے اور دوسرا جو ہے وہ اپنے حلقے کی نشاندہی کرنا ہے۔ ٹائم کم ہے میں اسی پر زور دیتی ہوں کہ ہم عوامی نمائندے دیانت داری سے، فرض شناسی سے اپنے کام کو سرانجام دیں اور ہم دیکھیں کہ ترقی کیسے کر سکتے ہیں، ترقی ایسے نہیں ہو سکتی، ترقی اسی وقت ہو سکتی ہے، پاکستان خوشحال اُسی وقت ہو سکتا ہے جب ہمارا یہ نظام اچھی طرح سے کام کرے۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ بہت مہربانی۔

محترمہ طیبہ ضمیر: جناب والا! میں سرگودھا کے حوالے سے بات کروں گی کہ اس وقت سرگودھا ہائیکورٹ بنچ کی اشد ضرورت ہے، عیسیٰ خیل سے لاہور پہنچتے ہوئے ساڑھے نو گھنٹے لگتے ہیں۔ سرگودھا سب سے پرانا ڈسٹرکٹ ہے اور اس اعتبار سے وزیراعلیٰ نے بھی ڈسٹرکٹ بار سرگودھا کو یقین دہانی کرائی تھی کہ بنچ کا قیام ناگزیر ہے۔۔۔

جناب چیئرمین: بہت شکریہ، بہت مہربانی۔

محترمہ طیبہ ضمیر: اس کے علاوہ پانی، سرگودھا کا جو mega project ہے۔۔۔

جناب چیئرمین: سید جمیل شاہ صاحب!

جناب محمد جمیل شاہ: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں pre budget پر جو باتیں ہو رہی ہیں تھوڑا اختصار کے ساتھ عرض کروں گا کیونکہ وقت تھوڑا ہے۔ صرف ترقیاتی کاموں کا ہی تذکرہ نہیں ہونا چاہئے۔ اس وقت عوام کا سب سے بڑا factor مہنگائی ہے۔ پرانے زمانے میں جب ہم پڑھا کرتے تھے تو بجٹ کے دن لوگ یہ توقع رکھتے تھے کہ کچھ چیزوں کی قیمتیں کم ہوں گی اور کچھ کی بڑھیں گی کیونکہ ٹیکس لگنے ہیں۔ اب تو ہر دن، ہر ہفتہ ہر مہینہ ٹیکس بڑھ رہے ہیں یہ کیا ہو رہا ہے کہ prices control نہیں ہو رہیں۔ مہنگائی اس وقت سب سے بڑا چیلنج ہے جو عوام کے سامنے ہے اور یہاں پر reconciliation کی بات بھی ہوئی، اتفاق کے ساتھ بھی اگر ہم ان مسائل پر قابو نہ پا سکے تو میرے خیال میں آئندہ آنے والے وقت

میں ہم عوامی نمائندوں پر سے عوام کا اعتماد اٹھ جائے گا لہذا ہمیں اس مسئلے پر ضرور غور کرنا چاہئے اور اس میں جو انتظامی رکاوٹیں ہیں جس سے ہم انتظامی طور پر مہنگائی کو کنٹرول کر سکتے ہیں وہ steps ضرور اٹھانے چاہئیں جو کہ آج تک ان تین سالوں میں نہیں اٹھائے گئے۔ ہم نے الیکشن میں بھی اسی مہنگائی کا واویلا کیا، بدامنی کا کیا، بے روزگاری کا کیا لیکن تین سالوں میں ہم آج تک کوئی بہتر solution نہیں دے سکے۔ میری یہ submission ہے وزیر خزانہ صاحب بھی تشریف فرما ہیں کہ اس دفعہ بجٹ میں یہ کوئی ایسا solution دیں کہ قیمتوں پر کنٹرول کیا جائے۔ اس کے علاوہ ترقیاتی کاموں کے متعلق عرض کروں گا، دانش سکول کے میں خلاف نہیں ہوں لیکن یہاں یہ سوال بھی اٹھتا ہے کہ کیا جو موجودہ تعلیمی نظام ہے کیا وہ اپنے تقاضے پورے کر رہا ہے، کیا وہ صحیح طریقے سے چل رہا ہے؟ میں اپنے حلقے کی مثال دوں گا بلکہ اپنے ضلع کی مثال دوں گا کہ وہاں سکولوں میں سٹاف نہیں ہے، کل بھی یہاں House میں بات ہوئی تھی کہ بعض سکولوں میں Science Staff نہیں ہے۔ یہاں محکمہ خزانہ میں ہماری SNE آئی ہوئی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس پیسے ہی نہیں ہیں۔ جب اگلے سکول ہم سے چل ہی نہیں رہے اور اب ہم ایک نیا سسٹم دے رہے ہیں، یہ ایک بڑا سوالیہ نشان ہے۔ اسی طرح BHUs کے متعلق عرض کروں گا کہ وہاں پر بھی سٹاف نہیں ہے، عمارتیں نہیں ہیں اور ہم کہہ رہے ہیں کہ موبائل ہسپتال آنے چاہئیں۔ پانچ سات سال بعد موبائل ہسپتال ختم ہو جائیں گے اور پھر یہ بھی ایک سوالیہ نشان ہو گا۔ میرا خیال ہے کہ ہم ان ہسپتالوں کو روکیں اور جو ایک سسٹم چل رہا ہے اس کی اصلاح کریں۔ ایک BHU کم از کم دو کروڑ روپے کا ہے اور ابھی ہمارا علاقہ دیہاتی ہے۔ ہو یہ رہا ہے، ساتھ ہی عطائی ڈاکٹر بیٹھا ہے لوگ اس کے پاس چلے جائیں گے، BHU میں نہیں جائیں گے کیونکہ BHU میں ڈاکٹر نہیں ہو گا، ڈاکٹر ہو گا تو دوائی نہیں ہو گی اس لئے میری یہ گزارش ہے کہ جو سسٹم پہلے سے موجود ہے اسے بہتر کیا جائے جو BHUs اور سکول ہیں ان کو ہم پہلے بہتر طریقے سے چلا لیں تو یہی بڑی بات ہے۔ سال 2008-09 میں جو سکول upgradation کے لئے دیئے تھے، 12 سے 15 ماہ اس کی تکمیل کا وقت تھا دو سال ہو گئے ہیں اور میرے خیال میں اس تعلیمی سال میں بھی اس کی SNE منظور ہو گی نہ ہی وہ چالو ہو سکیں گے۔ یہ بھی good governance کے لئے ایک بہت بڑا سوالیہ نشان ہے؟ میں یہاں good governance کے حوالے سے بھی وزیر اعلیٰ صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا کہ وہ اپنے مخصوص دائرے سے نکلیں، ہم بھی عوام کی پیداوار ہیں، یہ اسمبلی بھی عوام کی پیداوار ہے، وہ بھی اس اسمبلی کا حصہ ہیں اور حکومت بھی اس اسمبلی کا حصہ ہے اس لئے میری یہ گزارش ہو گی کہ اسمبلی کو بھی

empower کریں اور ان لوگوں کی رائے بھی سنیں۔ میں کل یہاں ایک سوال کے لئے کھڑا ہوا تھا سپیکر صاحب نے مجھے ٹائم نہیں دیا۔ ایک سوال اپریل 2008 میں کسی دوست نے دیا، 2009 میں اس کا جواب آیا، 2011 میں وہ اس House میں پیش ہوا جس پر معزز ممبر نے کہا کہ یہ سوال outdated ہے یہ تو اس وقت کا تھا جس وقت میں نے پوچھا تھا اس لئے میری یہ گزارش ہے کہ اس سارے سسٹم کو ہم تھوڑا سا بہتر کریں۔ تنقید اور تعریف سے نکل کر تعمیر کی طرف جانا چاہئے۔ یہاں سارا دن ہم دوست یا تنقید کرتے ہیں یا تعریفیں کرتے ہیں۔ تعریف کی تو اس میں کوئی بات ہے ہی نہیں، میں نے خود خوشی سے الیکشن لڑا ہے، مجھے لوگوں نے ووٹ دیئے ہیں۔ میں تو ان کا ممنون ہوں کہ اب میں ان کو کوئی چیز دوں، میری تعریف کی کیا ضرورت ہے؟ میری تعریف کرنے کی عوام کو ضرورت ہے اور نہ ہی کسی دوست کو ضرورت ہے۔

جناب چیئرمین: شکریہ

جناب محمد جمیل شاہ: جناب والا! میں تھوڑی سی مزید گزارش کروں گا۔ شیخ علاؤالدین صاحب نے گاڑی کا ذکر کیا تھا، میں کہتا ہوں کہ گاڑی کے ساتھ ڈرائیور کی post بھی ختم کریں کیونکہ ڈرائیور بھی ایک مافیا بن چکا ہے۔ اب جتنا جلدی آپ کہہ رہے ہیں تو میں صرف اتنا کہوں گا کہ میرے حلقہ میں کوئی RHC نہیں ہے، وزیراعلیٰ صاحب نے اس کی منظوری بھی دی ہے لیکن محکمہ خزانہ نے اس کو روک دیا ہے اور کہا ہے کہ پیسے نہیں ہیں اس لئے میری پھر گزارش ہوگی کہ RHC at Chowk Jamal حلقہ پی پی۔218 کو منظور کیا جائے۔ اس کے علاوہ میں یہ عرض کروں گا کہ میرے حلقہ میں کوئی ہائر سیکنڈری سکول بھی نہیں ہے، کوئی کالج بھی نہیں ہے اس لئے میری ایک یہ بھی submission ہے کہ دو سکول ایک گورنمنٹ گرلز ہائی سکول پیرووال جو کہ feasible بھی ہے اور اس کی تعداد بھی پوری ہے اور اس کا رقبہ بھی ہے، اسے ہائر سیکنڈری سکول کا درجہ دیا جائے اور ایک گورنمنٹ بوائز ہائی سکول بجیاں والا 67/15 ہے اسے بھی upgrade کیا جائے۔

جناب چیئرمین: شکریہ

جناب محمد جمیل شاہ: آخر میں یہ گزارش کروں گا کہ خواتین ہماری معزز ممبران ہیں ان کو funds دیئے جائیں۔ تین سال میں ہم انہیں funds نہیں دے سکے۔

جناب چیئرمین: بہت شکریہ۔ محترمہ شگفتہ شیخ صاحبہ!

محترمہ شگفتہ شیخ: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں آپ کی مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے pre budget پر خیالات کے اظہار کا موقع دیا۔ ضلع قصور کا شمار پنجاب کے پسماندہ اضلاع میں ہوتا ہے جس کی آبادی تقریباً 32 لاکھ سے زیادہ ہے۔ وزیراعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف صاحب نے اپنی ذاتی توجہ سے لاہور سے گنڈا سنگھ والا تک عالمی معیار کی سڑک تعمیر کروا کر ضلع قصور کے عوام کا دیرینہ مسئلہ حل کر دیا ہے جس پر ان کا جتنا بھی شکریہ ادا کیا جائے وہ کم ہے۔ سڑک کی تعمیر سے لوگوں کو روزگار کے مواقع بھی میسر آئیں گے۔

جناب چیئرمین: ایوان کا وقت آدھ گھنٹہ بڑھایا جاتا ہے۔

محترمہ شگفتہ شیخ: جناب سپیکر! میں گزشتہ تین سال سے ہر بجٹ کے موقع پر چند مسائل کی طرف توجہ دلاتی آ رہی ہوں تاکہ ان مسائل کو صوبائی بجٹ میں شامل کر کے قصور کے عوام کو ان سے نجات دلائی جا سکے۔ ضلعی ہیڈ کوارٹر ہسپتال قصور کا واحد ہسپتال ہے بڑھتی ہوئی آبادی کے پیش نظر اسے upgrade کیا جائے، چونکہ روز بروز حادثات کی شرح میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے اس لئے وہاں ٹراما سنٹر قائم کیا جائے۔ ہسپتال میں ڈاکٹروں اور پیرا میڈیکل سٹاف کی کمی پوری کی جائے اس وقت قصور میں صرف 23 ڈاکٹر کام کر رہے ہیں جو کہ ناکافی ہیں۔ کارڈیالوجی وارڈ کی تعمیر نو جاری ہے بلکہ مکمل ہونے کو ہے میری استدعا ہے کہ اس کے فنڈز جلد از جلد جاری کئے جائیں اور کارڈیالوجی وارڈ کے لئے مطلوبہ تمام سہولیات کے لئے بجٹ میں رقم رکھی جائے۔

جناب سپیکر! میں نے گزشتہ pre budget تقریر میں اور دوران اجلاس سوالات کے ذریعے عظیم صوفی شاعر حضرت بابا بلھے شاہ کے مزار کی شایان شان تعمیر کی طرف توجہ دلائی مگر ابھی تک عظیم صوفی شاعر کے مزار کی تعمیر پر ہونے والی دھاندلیوں پر کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔ مزار کی حدود میں بننے والا فرش چند ہی سالوں میں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو چکا ہے اس کے علاوہ زائرین کے لئے مزار کی حدود میں انتظار گاہ بنانے، مسجد کو ائر کنڈیشنڈ کرنے اور مزار کی تزئین و آرائش کے لئے خصوصی فنڈز مختص کئے جائیں۔ خواتین ممبران اسمبلی سے امتیازی سلوک کیا جاتا ہے اگر انہیں ترقیاتی فنڈز کے حوالے سے کچھ دیا بھی جاتا ہے تو وہ دفتری چکروں کی وجہ سے بروقت استعمال نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی ٹھیکیدار بد قسمتی سے ٹھیکہ لے کر کام کر دے تو اسے بلوں کی ادائیگی کے لئے سیکرٹریٹ اور لوکل گورنمنٹ کے افسران کے دفتروں کے طواف کرنے پڑتے ہیں۔ خواتین ممبران اسمبلی کو دیگر ممبران کی طرح فنڈز دے کر احساس محرومی ختم کی جائے اور دفتری نظام شفاف کیا جائے۔

جناب سپیکر !اداروں کا کام عوام کی مشکلات ختم کرنا ہوتا ہے لیکن میں آپ کی توجہ ایک اہم مسئلے کی طرف دلاتی ہوں کہ میں نے بذریعہ لیٹر سینئر ممبر بورڈ آف ریونیو کو لکھا تھا کہ سب رجسٹرار کی post پر مستقل تقرر کیا جائے کیونکہ میرے ضلع قصور میں سب رجسٹرار کا کام ڈپٹی ڈسٹرکٹ ریونیو افسر کرتا ہے جو کہ اپنی عدالتی اور انتظامی مصروفیات سے فارغ ہو کر سب رجسٹرار کا کام کرتا ہے حالانکہ وہاں لاکھوں روپے کے لین دین کا مسئلہ ہوتا ہے اور لوگوں کو سارا دن سب رجسٹرار کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔ اگر اس علیحدہ post کے لئے فنڈز رکھنے ہیں تو میری تجویز ہے کہ اس کے لئے بھی رقم مختص کی جائے، میں آپ کی شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا اور میں نے اپنی چند گزارشات پیش کیں۔

جناب چیئرمین: بہت شکریہ۔جناب جوئیل عامر سہوترا صاحب!

جناب جوئیل عامر سہوترا: جناب چیئرمین! میں آپ کا بے حد شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے pre budget session پر کچھ تجاویز دینے کے لئے مجھے وقت دیا۔

سید حسن مرتضیٰ: یہ ان کا فرض ہے۔

جناب جوئیل عامر سہوترا: اچھا، میں آپ کی توجہ چاہوں گا کہ 2007 میں جب پچھلی حکومت کا آخری مالی سال تھا تو اقلیتوں کی فلاح و بہبود کے لئے 30 کروڑ روپے کے لگ بھگ کی رقم مختص کی گئی تھی۔جب ہماری حکومت بنی اور وزیر خزانہ صاحب نے اپنی پہلی بجٹ تقریر ہاؤس میں پیش کی تو بد قسمتی سے اس میں اقلیتوں کا ذکر ہی نہیں تھا جبکہ ہم یہ توقع کر رہے تھے کہ چونکہ پچھلی حکومت میں 30 کروڑ کی رقم تھی تو شاید اس دفعہ اسے کچھ بڑھایا جائے گا۔تقریر میں تو ذکر نہیں تھا لیکن جب ہم نے floor پر اپنی گزارشات پیش کیں تو وزیر خزانہ صاحب نے اپنی winding up speech میں وہ رقم 30 کروڑ روپے تو نہ رکھی لیکن اقلیتوں کی فلاح و بہبود کے لئے دس کروڑ کی رقم رکھی گئی۔ ایک common sense کی بات ہے کہ یہ رقم مناسب نہیں تھی لیکن جب انہوں نے اس ہاؤس میں اپنی دوسری بجٹ تقریر بیان فرمائی تو ہمارے ذہن میں یہی بات تھی کہ شاید اس 30 کروڑ روپے کا تصور ابھی تک انہیں یاد ہو یا انہیں ہماری گزارشات یاد ہوں لیکن بد قسمتی سے اس بجٹ تقریر میں بھی 20 کروڑ روپے کا ذکر کیا گیا اور اسے بھی آج کے دن تک اقلیتوں کی فلاح و بہبود کے لئے استعمال نہیں کیا جا سکا۔ یہ گزارش کرنے کا مقصد تنقید نہیں لیکن اقلیتوں کی فلاح و بہبود کے لئے ایک مناسب رقم مختص کر دی جائے جس کی روایت اور مثال پہلے سے موجود ہے۔ اس وقت اس ملک میں حالات و واقعات نے اقلیتوں میں جو احساس کمتری کا احساس پیدا کیا ہے ہم اسے کم کر سکتے ہیں لیکن اس کے لئے عملاً کام کرنے کی ضرورت

ہے۔ میں آپ کی اور اس ایوان کی وساطت سے وزیر خزانہ صاحب سے یہ گزارش کروں گا کہ ابھی بجٹ ابتدائی تیاریوں میں ہے اور وہ تجاویز لے رہے ہیں لہذا میری یہ گزارش ہے کہ اس رقم کو 30 کروڑ روپے سے بڑھا کر کم از کم چالیس، پینتالیس کروڑ روپے اقلیتوں کی فلاح و بہبود کے لئے ضرور رکھے جائیں تاکہ اقلیتوں کی ڈویلپمنٹ کے کام بہترین انداز میں کئے جا سکیں۔

جناب سپیکر! کل خواتین نے پنجاب ڈویلپمنٹ پروگرام کے فنڈز کے لئے احتجاج کیا، بد قسمتی یہ ہے کہ جب خواتین کے بارے میں کوئی پالیسی بنائی جاتی ہے تو اس میں اقلیتوں کے ساتھ بھی ویسا ہی سلوک کیا جاتا ہے۔ میں یہ بات بالکل نہیں کہنا چاہتا کہ ہم خواتین کو فنڈز دینے کے خلاف ہیں لیکن اقلیتوں کے لئے ایسا کوئی بھی criteria نہ مختص کیا جائے چونکہ ہم یہاں پر ایک کمیونٹی کو represent کرتے ہیں اور مجھے جب بھی اس floor پر اپنی معروضات پیش کرنے کا موقع ملا تو میں نے کہا کہ اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ بھی مخصوص سیٹوں والا سلوک کیا جائے تو خدارا اس سسٹم کو ختم کر دیں اور ہمارے الیکشن کا جو پہلے طریق کار تھا جس میں ہم direct اپنے ووٹوں سے منتخب ہو کر آتے تھے ہمیں وہ طریقہ دے دیا جائے تاکہ ہم جب اپنی کمیونٹی کے سامنے جوابدہ ہوتے ہیں تو ہمیں ہر دفعہ جو embarrassment ہوتی ہے وہ ختم ہو جائے۔تاریخ دیکھیں کہ جب پاکستان بنایا گیا تھا تو مسلم لیگ نے right of vote کی لڑائی کی تھی، میں آج بھی بطور ممبر صوبائی اسمبلی وفاقی حکومت سے مطالبہ کرتا ہوں کہ ایسی مشکلات ختم کرنے کے لئے اقلیتوں کا رائے حق دہی واپس کیا جائے تاکہ ہم اپنے ووٹ سے منتخب ہو کر اس ایوان میں آئیں۔

جناب چیئرمین: ذرا بجٹ تجاویز پر رہیں۔

جناب جوئیل عامر سہوترا: جناب سپیکر! میں ووکیشنل ٹریننگ انسٹیٹیوٹ کے حوالے سے بات کرنا چاہوں گا کہ ہمیں یہ بات کرتے ہوئے تقریباً تین سال ہو گئے ہیں۔ یہ بات ٹھیک ہے کہ ووکیشنل ٹریننگ انسٹیٹیوٹ زکوٰۃ based ہیں اور زکوٰۃ اقلیتوں پر لاگو نہیں ہوتی اس وجہ سے اقلیتی طالبعلم VTI میں داخلے نہیں لے سکتے ۔ بارہا ووکیشنل ٹریننگ انسٹیٹیوٹ کے لئے ذکر کیا گیا اور جناب وزیر اعلیٰ صاحب نے خصوصی مہربانی کر کے کمیٹی بنائی لیکن اس کمیٹی کی صرف ایک میٹنگ ہوئی کہ کوئی ایسا طریق کار adopt کیا جائے کہ ان اداروں میں اقلیتوں کے داخلے کا کوئی مناسب بندوبست کیا جائے۔ میرے خیال میں شاید آئندہ ایسی نوبت نہ آئے کہ اس کمیٹی کی میٹنگ ہو لیکن میں صرف یہ گزارش کرنا

چاہوں گا کہ اس بجٹ میں ووکیشنل ٹریننگ انسٹیٹیوٹس میں اقلیتی طالب علموں کے لئے کم از کم بیت المال سے ضرور کوئیfundرکھا جائے۔

جناب سپیکر!یہاں پر کروڑوں روپے لگا کر اخلاقیات کی کتابوں کی اشاعت کی گئی ہے۔اخلاقیات کا مضمون غیر مسلم طالب علموں کے لئے رکھا گیا ہے۔یہ ساری کتابیں انگریزی میں چھاپی گئی ہیں۔دوسرا جو تعلیماتChristianityکے حوالے سے ہم اپنے بچوں کو دینا چاہتے ہیں ان تعلیمات کا ان کتابوں میں کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔

جناب سپیکر!چونکہ تعلیم کی مد میں بہت زیادہ پیسے رکھے جا رہے ہیں تو آئندہ ہسٹری کے حوالے سے جو بھی سلیبس رکھا جائے تو اس میں ہماری مسیحیleadershipکا ذکر ضرور کیا جائے کہ جنہوں نے قیام پاکستان میں اہم کردار ادا کیا۔جب پنجاب کیpartitionہو رہی تھی تو اُس وقت کے مسیحیM.L.Aصاحبان نے جو کردار ادا کیا تھا اسے تاریخ کی کتابوں میں ضرور شامل کیا جائے تاکہ آنے والی نسلوں کو معلوم ہو سکے کہ پاکستان کو بنانے میں مسیحیوں کا بھی کردار ہے۔

جناب سپیکر!تعلیم کے حوالے سے یہاں پر بہت زیادہ گفتگو کی گئی۔دانش سکولوں کے حوالے سے یہاں پر دو طرح کی آراء آئی ہیں۔میں یہ کہوں گا کہ معیار تعلیم کو بہتر بنانے کے لئے وہ تمام مسیحی تعلیمی ادارے جو کہnationalizeکئے گئے تھے سابقہ مالکان کو واپس کئے جائیں۔میں خصوصی طور پر رنگ محل سکول لاہور کا ذکر کروں گا کہ اس بارے میں سپریم کورٹ نے ایک واضح حکم جاری کر دیا ہے کہ یہ چرچ کیpropertyہے لہذا اسے چرچ کو واپس کیا جائے۔ایسے تمام مسیحی ادارے اور مرے کالج سیالکوٹ بھی سابقہ مالکان کو واپس کئے جائیں تاکہ تعلیم کا نظام اور معیار بہتر ہو سکے۔بہت شکریہ

جناب چیئرمین:جی،مہربانی۔جناب اویس اسلم مڈہانہ صاحب!

چودھری محمد اویس اسلم مڈہانہ: جناب سپیکر!یہ مملکت خداداد پاکستان ہم نے بہت سی قربانیوں اور کئی عصمتوں کے تقدس کی پامالی کے بعد حاصل کی ہے۔جب کسی ایک مطلق العنان انسان،جب کسی ایکabsolutenessدماغ کے حامل فرد کو صوبے کیcommandسونپ دی جاتی ہے اور اتنا زیادہbudgetاس ایک ہاتھ میں دے دیا جاتا ہے تو دکھ ہوتا ہے۔ہم سے تجاویز تو ہر مرتبہ لے لی جاتی ہیں مگر پچھلی دفعہ ہماری ان تجاویز پر جس قدر عمل ہوا وہ مقام افسوس ہے۔

جناب چیئرمین!partitionکے وقت جو المناک سانحات پیش آئے وہ شاید تاریخ میں کسی اور جگہ نہیں مل سکیں گے۔میرے ساتھیوں نے نہایت اچھی تجاویز دی ہیں۔ان کیopinionsان کی

اپنے تجربات سے ماخوذ تھے۔ان کی اپنی اپنی constituencies کے اپنے اپنے مسائل ہیں۔میری وزیر خزانہ اور محکمہ خزانہ کے گیلری میں بیٹھے ہوئے افسران سے گزارش ہے کہ ہماری یہ باتیں صدا بصحرا ثابت نہ ہوں بلکہ ان پر عملدرآمد بھی کرایا جائے۔

جناب چیئرمین! مجھے آج قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو شہید یاد آتے ہیں کہ جنہوں نے 1973 کا آئین دیا اور پھر روٹی، کپڑا اور مکان کو implement کر کے دکھایا۔مجھے تاریخ سے اس طرح کی جیسی کوئی مثال لا دیں۔آج بھی جب ہم بھٹو کالونیوں کے دورے پر جاتے ہیں تو وہ لوگ، وہ بیبیاں آنچل اٹھا کر ہماری راہ دیکھتی ہیں اور ہمیں دعائیں دیتی ہیں۔میں یہ عرض کروں گا کہ نئے بجٹ میں کوئی ایسی سکیم نہ لائی جائے کہ جو غریب لوگوں کا استحصال کرنے کی ایک سازش ثابت ہو۔خدارا ایسی سکیم نہ لائی جائے جو کہ اپنے لوگوں کو financially benefit پہنچانے کا ایک لبادہ اور آڑ ہو۔فوڈ سپورٹ پروگرام جیسی کوئی سکیم دوبارہ متعارف نہ کرائی جائے اگر کوئی ایسی سکیم لانا ضروری ہو تو اس کی implement کے لئے ایسے پیمانے بنائے جائیں اور ایسے لوگوں کو یہ ذمہ داری سونپی جائے کہ جن کے کردار بے داغ ہوں۔میرے کئی ساتھیوں کو میری باتیں ناگوار گزریں گی لیکن میں ان سے یہ عرض کروں گا کہ:

چمن میں تلخ نوائی میری گوارا کر
زہر بھی کبھی کرتا ہے کار تریاقی

جناب چیئرمین! دانش سکول سسٹم کا ذکر خیر چھڑا، حکومت کو حق پہنچتا ہے کہ عوام کو facilities مہیا کرے، بڑے بڑے منصوبے بنائے جائیں اور پھر صحیح طریقے سے ان پر implement ہو لیکن جو عمارتیں بن چکی ہیں، جو سکول ہمارے حلقوں میں بن چکے ہیں، جو ہسپتال تکمیل کے مراحل سے گزر چکے ہیں کیا ان کی تباہی و بربادی ہونے دی جائے؟ میرے حلقے طالباں والا اور نصیر پور کلاں میں واقع B.H.Us عملہ کی عدم دستیابی کی وجہ سے مال مویشیوں کی گزرگاہ بنے ہوئے ہیں۔کیا کروڑوں روپے میں بننے والی ان عمارتوں کو کھنڈر بنانے کا حق موجودہ وزیراعلیٰ پنجاب کو دیا گیا ہے جو کہ ہر وقت یہ ڈھنڈورا پیٹتے رہتے ہیں کہ ہم نے عوام کی قسمت سنوارنے کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے؟ مجھے 35ہزار لوگوں نے ووٹ دیئے ہیں اور میں نے اپنا ووٹ اپنے پارٹی قائدین کے کہنے پر محترم وزیراعلیٰ کو دیا۔ان ہسپتالوں کی statements of new expenditure (S.N.E) بن چکی ہیں لیکن محکمہ فنانس کے پاس funds نہیں ہیں۔جب ہم ارباب بست و کشاد سے اس حوالے سے ملتے ہیں تو ہنس کر بات کو ٹال دیتے ہیں لیکن ٹیلیفون پر دوسری سکیموں کے بارے میں اپنے محکمہ کے متعلقہ حکام کو orders دے رہے

ہوتے ہیں کہ میرے حلقے میں فلاں فلاں کام کر دیں۔اوہ بھائی صاحب!اساں تے تہاڈے ایس پنجاب دے باسی آں۔ ہم نے بھی آپ کو ووٹ دیا ہے اس لئے ہمارے ان جائز مطالبات پر implement کرایا جائے۔ ہماری speeches کو لفاظی کا حصہ مت بنایا جائے صرف کاغذ رنگین مت کئے جائیں۔ان ہسپتالوں اور میرے چار دوسرے سکولوں کی حالت نہایت ناگفتہ بہ ہو چکی ہے۔ان میں عملے کی تعیناتی کے حوالے سے اسامیوں کی منظوری دی جائے اور آنے والے بجٹ میں لازمی طور پر funds مختص کئے جائیں۔آخر میں ایک شعر کے ساتھ اپنی تقریر کا اختتام کروں گا کہ:

غریب شہر کے تَن پر لباس باقی نہیں
امیر شہر کے اَرماں ابھی کہاں نکلے

جناب چیئرمین: مڈہانہ صاحب!بہت شکریہ۔رانا آصف محمود!

رانا آصف محمود: جناب چیئرمین!میں شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے pre-budget اجلاس میں اپنی گزارشات پیش کرنے کا موقع دیا ہے۔میں بہت مختصراً سیالکوٹ سے متعلق کچھ گزارشات پیش کرنا چاہوں گا۔

جناب چیئرمین!تعلیم کا شعبہ نہایت ہی اہم ہے اور کسی بھی ملک یا معاشرے میں یہ ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔میں وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے حالیہ دنوں میں سیالکوٹ میں ایک میڈیکل کالج کا افتتاح کیا اور اس کی کلاسوں کا آغاز کرایا ہے۔سیالکوٹ فیض احمد فیض اور علامہ محمد اقبال کا شہر ہے وہاں ایک یونیورسٹی کی اشد ضرورت ہے۔میں یہ تجویز پیش کرتا ہوں کہ وہاں پر موجود تاریخی مرے کالج کو یونیورسٹی کا درجہ دیا جائے۔اس کے سابقہ مالکان Church of Scotland اس کالج کو واپس لے کر ایک یونیورسٹی بنانا چاہتے ہیں اگر اس کے سابقہ مالکان کو یہ کالج واپس کیا جائے تو یہ سیالکوٹ پر ایک بہت نیکی ہو گی۔اس کی مثال لاہور میں ایف سی کالج ہے جو کہ Presbyterian Church (USA) کو واپس کیا گیا اور اسے ایک چارٹرڈ یونیورسٹی کا درجہ دیا گیا ہے۔وہ نہایت اعلیٰ طریقے سے پنجاب کے بالخصوص لاہور کے طالبعلموں کو ایک اچھی تعلیم سے نواز رہا ہے۔

جناب چیئرمین!میں سیالکوٹ کے ایک اور اہم مسئلہ کی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ سیالکوٹ میں آلات جراحی اور کھیلوں کے سامان کی انڈسٹری ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے لیکن آہستہ آہستہ وہاں پر اس کی skilled labour کا ملنا مشکل ہوتا چلا جا رہا ہے اور چند سالوں کے بعد وہاں پر

آلات جراحی کے کاریگر ملنا مشکل ہو جائیں گے۔ میں وزارت تعلیم سے آپ کی وساطت سے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ سیالکوٹ میں خصوصی ووکیشنل انسٹیٹیوٹ قائم کئے جائیں جو کہ وہاں کے نوجوانوں کو آئندہ آنے والے سالوں میں وہاں کی انڈسٹری کے لئے تعلیم دے کر کارآمد بنا سکیں۔ اب سے پہلے یہ ہوتا رہا ہے کہ چھوٹے بچے ان کارخانوں میں کام کرتے تھے اور وہ آہستہ آہستہ استادوں سے کام سیکھتے سیکھتے کاریگر بن جاتے تھے لیکن موجودہ عالمی خریداروں نے پابندی عائد کی کہ جہاں پر چائلڈ لیبر استعمال ہوتی ہے وہ وہاں سے مال نہیں خریدیں گے جس کی وجہ سے اب وہاں کاریگروں کی کمی پیدا ہو گئی ہے۔

جناب چیئرمین! جو فنڈ اقلیتوں کے لئے دیا جاتا ہے تو پچھلے سال اس ایوان میں موجود اقلیتی ممبران کو جو فنڈز دیئے گئے وہ زیادہ تر عبادت گاہوں اور اس قسم کے اقلیتی اداروں کی مرمت اور تعمیر کے لئے استعمال کئے گئے لیکن بدقسمتی سے ان فنڈز کے خرچ کے لئے ٹینڈرز شائع ہوئے، کام دے دیئے گئے، جب ٹھیکیداروں نے تھوڑا بہت کام کر لیا تو آج تک ان کی ادائیگیاں نہیں ہوئیں۔ اگر ہم محکمہ خزانہ میں جاتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ ڈی سی او کو دے دیئے گئے ہیں، ڈی سی او کہتا ہے کہ ہم نے فنڈز release کر دیئے ہیں۔ اس میں سب سے المناک پہلو یہ ہے کہ وہ عبادت گاہیں ہیں جن میں سے کسی کی مرمت کے لئے چھت اتاری گئی، کسی کی دیوار گرائی گئی اور وہ اسی حال میں پڑی ہیں۔ یہ حکومت کے لئے بہت بدنامی کا باعث بن رہے ہیں۔ میری یہ گزارش ہے کہ چیئرمین پی اینڈ ڈی بھی افسران کی لابی میں تشریف فرما ہیں تو اس مسئلہ کا حل نکالا جائے اور آئندہ جو اس سال اقلیتی فنڈ دینے کا وعدہ کیا گیا ہے اس کے لئے پہلے سے ہی ایسا انتظام کیا جائے کہ اس میں اس قسم کی قباحتیں پیش نہ آئیں۔

جناب چیئرمین! اقلیتوں کے لئے حکومت نے 5 فیصد نوکریوں کا کوٹا دیا لیکن اس سے پہلی حکومتوں میں پروفیشنل اداروں میں اقلیتوں کے لئے 5 فیصد نشستیں مخصوص ہوا کرتی تھیں۔ میری یہ تجویز ہے کہ یہ نشستیں دوبارہ بحال کی جائیں۔ میں آخر میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ 2008-09 میں اقلیتی طلباء وطالبات کو خصوصی تعلیمی وظائف دیئے گئے تھے اور یہ بتایا گیا تھا کہ اگلے آنے والے سال میں بھی یہ وظائف ڈبل کر کے دیئے جائیں گے لیکن بدقسمتی سے وہ نہیں دیئے گئے۔ میری یہ گزارش ہے کہ اس سال جو وظائف دیئے جاتے تھے وہ بحال کئے جائیں۔ بہت شکریہ

جناب چیئرمین: رانا صاحب! بہت شکریہ۔ محترمہ راحت اجمل صاحبہ!

محترمہ راحت اجمل: شکریہ۔ بڑی دیر کر دی مہرباں آتے آتے۔

جناب چیئرمین !میں اپنے قائد میاں محمد شہباز شریف صاحب کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ انھوں نے آج تک جو کام کیا ہے وہ قابل تحسین ہے کہ میں ان کو خراج تحسین پیش کرتی ہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ کاش میرے قائد کو کچھ اور terms مل جائیں، کچھ اور وقت مل جائے اور اگلا دور بھی انہی کا ہو پھر دیکھئے کہ پنجاب کی قسمت کا فیصلہ کس طرح ہوتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ مضبوط بنیادوں پر قائم ہو، اسی طرح انشاء اللہ تعالیٰ ضرور ایسا ہی ہوگا۔ میرے قائد کو موقع ملنے کی دیر ہے کیونکہ آج تک انھوں نے جو کچھ بھی کیا ہے وہ آپ سب کے سامنے ہے۔ان سے جو کچھ بن سکتا تھا انھوں نے اپنے محدود وسائل میں رہتے ہوئے کیا ہے یہ بہت بڑی بات ہے۔

جناب چیئرمین! میرا تعلق کوٹ رادھا کشن ضلع قصور سے ہے۔ میرے شہر کو تحصیل بنے عرصہ چار سال ہو گئے ہیں لیکن آج تک اس کو دو دفاتر نہیں ملے۔ میری گزارش ہے کہ یہاں پر فوری طور پر اس بجٹ میں ان دو دفاتر TMA office اور عدالتوں کا قیام ہونا چاہئے۔ میرا شہر ایک لاکھ سے زیادہ نفوس پر مشتمل ہے جو یہ تقاضا کرتا ہے کہ اس کو model city کا درجہ دے دیا جائے۔ میرے شہر میں ایک ڈگری کالج ہے اور تین چار سو دیہاتوں سے ملحق میرا علاقہ ہے جہاں دور دراز سے بچیاں پڑھنے کے لئے اس کالج میں آتی ہیں۔ بعض دفعہ ٹرانسپورٹ ان کو آسانی سے نہیں ملتی جس وجہ سے ان بچیوں کو بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ میری گزارش ہے کہ جس طرح لاہور اور دیگر ترقی یافتہ شہروں میں کالجوں کو بسیں فراہم کی گئی ہیں میرے علاقے کے کالج کے لئے بھی ایک دو بسیں فراہم کی جائیں۔

جناب چیئرمین! میرا دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ میرے شہر میں دو یونین کونسلیں اربن 14 اور اربن 15 ہیں۔ یونین کونسل اربن 14 میں ایک بھی سکول نہیں ہے، پرائمری، مڈل اور نہ ہی ہائی سکول ہے البتہ وہاں ایک جناح مڈل سکول جو 1972 سے کام کر رہا تھا لیکن بد قسمتی سے اسے فارغ کر دیا گیا ہے اور اسے یونین کونسل اربن 15 کے کسی سکول میں ضم کر دیا گیا ہے جس کی وجہ سے بچے اور ماں باپ بہت پریشان ہیں۔ میری یہ استدعا ہے کہ اس سکول کو جلد سے جلد اسی عمارت میں دوبارہ قائم کر دیا جائے۔ اس کے علاوہ میرے علاقے میں ایک مڈل سکول ہے جس کے آس پاس کی زمین محکمہ اوقاف کی ہے جس پر ناجائز قابضین براجمان ہیں۔ براہ مہربانی ان قابضین سے وہ زمین واگزار کرا کر سکول کو دی جائے اور سکول کو ہائی سکول کا درجہ بھی دے دیا جائے۔

جناب والا! میرے علاقے میں ایک قبرستان ہے جس پر ایک مجاور بیٹھا ہوا ہے اس نے اپنے دوسرے رشتہ داروں کو بھی ادھر ہی بلا لیا ہے جو نہی کسی بچے کی شادی کرتے ہیں تو وہ قبروں کو مسمار کر کے ایک کمرہ بنا لیتے ہیں علاقہ کے لوگ بہت پریشان ہیں۔ قبرستان کو جلد سے جلد واگزار کروایا جائے۔

جناب والا! میں یہ کہنا چاہوں گی کہ میرے ایک معزز بھائی نے Biogas کے لئے کہا تھا۔ میرے خیال میں یہ بہت اچھا مشورہ ہے۔ ہمارے گاؤں میں Biogas Plant چلانے کے لئے گوبر وغیرہ available ہے تو وہاں اس Plant کو لگنا چاہئے۔ اس کے علاوہ گھریلو استعمال کے پانی کی filtration کا انتظام ہو جائے تو بہت بہتر ہو گا۔

جناب چیئرمین: بہت شکریہ۔ آج کے اجلاس کا ایجنڈا مکمل ہو گیا ہے لہذا اب اجلاس بروز جمعۃ المبارک مورخہ 21۔جنوری 2011 صبح 9:00 بجے تک ملتوی کیا جاتا ہے۔

1504

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ،21۔جنوری2011

تلاوت قرآن پاک وترجمہ اور نعت رسول مقبول ﷺ

سوالات

(محکمہ اطلاعات)

نشان زدہ سوالات اوران کے جوابات

سرکاری کارروائی

"بجٹ2011-12 کے لئے ممبران اسمبلی سے پری بجٹ تجاویز
لینے کی غرض سے عام بحث جاری رہے گی"

1506

صوبائی اسمبلی پنجاب

پندرھویں اسمبلی کا بائیسواں اجلاس

جمعۃ المبارک،21۔جنوری2011

(یوم الجمع،16۔صفر المظفر1432ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 9بج کر 10منٹ پر زیر صدارت

جناب سپیکر رانا محمد اقبال خان منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری عبدالغفار شاکر نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیمO

بِسۡمِ ٱللهِ ٱلرَّحۡمَـٰنِ ٱلرَّحِيمِO

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ﴿١﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ﴿٢﴾
عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ﴿٣﴾ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ﴿٤﴾ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ﴿٥﴾
لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ﴿٦﴾ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ
جُوْعٍ ﴿٧﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ﴿٨﴾ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ﴿٩﴾
فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿١٠﴾ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ﴿١١﴾ فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ﴿١٢﴾
فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ﴿١٣﴾ وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ﴿١٤﴾ وَّنَمَارِقُ
مَصْفُوْفَةٌ ﴿١٥﴾ وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ ﴿١٦﴾

سُوْرَةُ الغَاشِيَة آیات1تا16

بھلا تم کو ڈھانپ لینے والی (یعنی قیامت کا) حال معلوم ہوا ہے ؟(1)اُس روز بہت سے منہ (والے) ذلیل ہوں گے (2) سخت محنت کرنے والے تھکے ماندے (3) دہکتی آگ میں داخل ہوں گے (4) ایک کھولتے ہوئے چشمے کا اُن کو پانی پلایا جائے گا(5)اور خار دار جھاڑ کے سوا اُن کے لئے کوئی کھانا نہیں (ہو گا)(6) جو نہ فربہی لائے اور نہ بھوک میں کچھ کام آئے (7)اور بہت سے منہ (والے)اس روز شادمان ہوں گے (8)اپنے اعمال (کی جزا) سے

خوش دل(9)بہشت بریں میں(10)وہاں کسی طرح کی بکواس نہیں سنیں گے(11)اس میں چشمے بہ رہے ہوں گے(12)وہاں تخت ہوں گے اونچے بچھے ہوئے(13)اور آبخورے(قرینے سے)رکھے ہوئے(14)اور گاؤ تکیے قطار کی قطار لگے ہوئے(15)اور نفیس مسندیں بچھی ہوئی(16)

وماعلینا الاالبلاغo

نعت رسول مقبول ﷺ الحاج حافظ مرغوب احمد ہمدانی نے پیش کی۔

نعت رسول مقبول ﷺ

تیری جالیوں کے نیچے تیری رحمتوں کے سائے
جسے دیکھنی ہو جنت وہ مدینہ دیکھ آئے
کیسی وہاں کی راتیں کیسی وہاں کی باتیں
انھیں پوچھ لو نبی کا جو مدینہ دیکھ آئے
نہ یہ بات شان سے ہے نہ یہ بات مال و زر کی
وہی جاتا ہے مدینے آقا جسے بلائے
جو مدینے لمحے گزرے جو مدینے دن گزارے
وہی لمحے زندگی ہیں وہی میرے کام آئے

سوالات

(محکمہ اطلاعات)

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اب وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔ آج کے ایجنڈے پر محکمہ اطلاعات سے متعلقہ سوالات پوچھے جائیں گے اور ان کے جوابات دیئے جائیں گے۔ پہلا سوال محترمہ آمنہ اُلفت صاحبہ کا ہے۔ جی، محترمہ آمنہ اُلفت صاحبہ!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ disposed of. اگلا سوال میاں شفیع محمد صاحب کا ہے۔ میاں شفیع محمد صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ لہذا یہ سوال بھی disposed of کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال ملک محمد عامر ڈوگر صاحب کا ہے۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! On his behalf. (معزز ممبر نے ملک محمد عامر ڈوگر کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا۔)

جناب سپیکر: سوال نمبر بولئے۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! سوال نمبر 4583 ہے اس کو پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، اسے پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ملتان، منظور شدہ و خالی اسامیوں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*4583: ملک محمد عامر ڈوگر: کیا وزیر اطلاعات از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ملتان ڈویژن کے دفاتر میں کتنی منظور شدہ اسامیاں خالی ہیں اور کیوں، ان کو کب تک پُر کر دیا جائے گا؟

(ب) مذکورہ بالا دفاتر کے کتنے ملازمین پنجاب کے دوسرے سرکاری اداروں میں ڈیپوٹیشن پر کام کر رہے ہیں اور کب سے اور ان کو کن آفیسرز کی اجازت سے دوسرے محکموں میں بھیجا گیا؟

وزیر اطلاعات (رانا ثناء اللہ خان):

(الف) ڈویژنل انفارمیشن آفس ملتان میں درج ذیل اسامیاں خالی پڑی ہیں:۔

نمبر شمار	نام اسامی	تعداد
1	آرٹیکل رائیٹر	1
2	فوٹوگرافر	1

3	ڈرائیور	1
4	نائب قاصد	1
5	ڈاک رنر	1

مذکورہ بالا اسامیاں جلد ہی قواعد و ضوابط کے تحت پر کر لی جائیں گی۔

(ب) ڈویژنل انفارمیشن آفس ملتان کا کوئی ملازم کسی دوسرے سرکاری ادارے میں ڈیپوٹیشن پر کام نہیں کر رہا۔

جناب سپیکر: جی، کوئی ضمنی سوال؟

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جواب میں جن اسامیوں کا ذکر کیا گیا ہے ان کی کل تعداد کتنی ہے اور یہاں پر Article Writer کی کتنی اسامیاں ہیں؟ جز(الف) میں یہ کہا گیا ہے کہ "ایک" ہے تو باقی عہدوں پر کتنے لوگ کام کر رہے ہیں؟

وزیر اطلاعات (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! معزز ممبر نے جو سوال کیا تھا اس میں انہوں نے صرف خالی اسامیوں کی تعداد پوچھی تھی وہ دے دی گئی ہے جو کہ پانچ بنتی ہیں۔ اس وقت کتنے لوگ کام کر رہے ہیں ان کے متعلق نہیں پوچھا گیا تھا یہ میں محترمہ کو معلوم کر کے بتا دوں گا۔

جناب سپیکر: شکریہ

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! اتنی بڑی جگہ پر پانچ لوگ کام کرتے ہیں؟

جناب سپیکر: نہیں، وہ بتا رہے ہیں کہ پانچ خالی سیٹیں ہیں۔

محترمہ ساجدہ میر: جی، خالی سیٹیں ہیں تو اس میں ایک ہی Article Writer کی اسامی ہے، یہ ایک ہی ہوتا ہے؟

جناب سپیکر: جتنی ضرورت ہے اس کے مطابق ہی رکھنا ہے۔

وزیر اطلاعات (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! آگے ایک سوال آ رہا ہے اس میں یہ تعداد بھی دی گئی ہے کہ وہاں پر total strength کتنی ہے۔ یقیناً وہاں پر زیادہ لوگ ہوں گے لیکن یہاں خالی اسامیوں کا پوچھا گیا تھا۔

جناب سپیکر: جی، میں نے ان کو بتا دیا ہے۔ اب اگلا سوال بھی ملک محمد عامر ڈوگر صاحب کا ہے۔ ملک محمد عامر ڈوگر صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔disposed of. اگلا سوال محترمہ انجم صفدر صاحبہ کا ہے۔

RANA MUHAMMAD AFZAL KHAN: On her behalf.

جناب سپیکر: نہیں، وہ آ گئی ہیں۔ سوال نمبر بولئے۔

محترمہ انجم صفدر: جناب سپیکر! سوال نمبر 4738 ہے اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، اسے پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

دفتر ڈی جی، پی آر میں ڈائریکٹرز کی منظور شدہ و خالی اسامیوں کی تفصیل

*4738: **محترمہ انجم صفدر:** کیا وزیر اطلاعات از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ڈائریکٹر جنرل محکمہ تعلقات عامہ میں ڈائریکٹرز کی کتنی پوسٹیں ہیں، ان پوسٹوں پر تعینات افسران کے نام، عرصہ تعیناتی اور سکونتی ضلع کی مکمل تفصیلات سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ مذکورہ محکمہ میں ڈائریکٹرز کی کئی پوسٹیں خالی ہیں اگر ہاں تو انہیں کب تک fill کرنے کا حکومت ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر اطلاعات (رانا ثناء اللہ خان):

(الف) محکمہ تعلقات عامہ پنجاب میں ڈائریکٹر پبلک ریلیشنز بی ایس 19 کی مستقل اسامیوں کی کل تعداد 10 ہے جبکہ ایک عارضی اسامی ڈائریکٹر الیکٹرانک میڈیا کی ہے اس کے علاوہ ایک اسامی ڈائریکٹر کوآرڈینیشن BS-19 اور ایک اسامی ڈائریکٹر ایڈمن BS-19 کی ہے جو کہ مستقل بنیادوں پر ہیں، جن کی تقسیم درج ذیل ہے۔ صدر دفتر لاہور 5، علاقائی دفتر راولپنڈی 1، بہاولپور 1، ملتان 1، ڈیرہ غازی خان 1، فیصل آباد 1، سرگودھا 1، گوجرانوالہ 1 اور لاہور 1 ہے۔

ان پر تعینات افسران کے نام، ڈومیسائل اور عرصہ تعیناتی کی تفصیل درج ذیل ہے:-

نام دفتر	نام آفیسر	عہدہ	ڈومیسائل	تعیناتی کی تاریخ
ڈویژنل آفس گوجرانوالہ	مشتاق احمد	ڈی پی آر	سیالکوٹ	05-09-2006
ڈویژنل آفس لاہور	ڈاکٹر محمد اسلم ڈوگر	ڈی پی آر	فیصل آباد	06-09-2006
صدر دفتر لاہور	نبیلہ غضنفر	ڈائریکٹر نیوز (الیکٹرانک میڈیا)	گجرات	06-09-2006
صدر دفتر لاہور	غزالہ نثار	ڈائریکٹر پبلک ریلشنز	فیصل آباد	06-09-2006
ڈویژنل آفس ڈی جی خان	اعجاز احمد غوری	ڈی پی آر	ڈی جی خان	11-09-2006
ڈویژنل آفس بہاولپور	محمد نذیر خالد	ڈی پی آر	سرگودھا	11-09-2006
ڈویژنل آفس سرگودھا	انصار حسین شیخ	ڈی پی آر	لاہور	10-11-2008
ڈویژنل آفس، راولپنڈی	پروین محمود	ڈی پی آر	فیصل آباد	25-11-2008
صدر دفتر لاہور	امجد حسین بھٹی	ڈائریکٹر فلمز	لاہور	15-07-2009
صدر دفتر لاہور	ارشد سعید	ڈائریکٹر ایڈمن	لاہور	06-09-2006

(ب) محکمہ ہذا میں ڈائریکٹر کی صرف ایک اسامی خالی ہے جس پر آفیسر کی تعیناتی کے لئے ورکنگ پیپر تیار کیا جا رہا ہے۔جلد ہی کیس حکومتی بورڈ کے سامنے برائے منظوری پیش کر دیا جائے گا جہاں ضروری منظوری کے بعد اہل آفیسر کی تعیناتی کے لئے سفارش کی جائے گی۔مزید یہ کہ ایک ڈائریکٹر پبلک ریلیشنز محمد منیر ملک آئی جی پنجاب کے ساتھ اور دوسرے ڈائریکٹر کوآرڈینیشن عبدالمجید شاہد محکمہ اطلاعات پنجاب میں بطور او ایس ڈی کام کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، کوئی ضمنی سوال؟

محترمہ انجم صفدر: اس جواب کے جز (الف) میں فیصل آباد اور سرگودھا کے حوالے سے جواب دیا گیا ہے کہ "محکمہ تعلقات عامہ پنجاب میں ڈائریکٹر پبلک ریلیشنز بی ایس۔19 کی مستقل اسامیوں کی کل تعداد 10 ہے۔" فیصل آباد اور سرگودھا میں ڈائریکٹر کی اسامیاں خالی پڑی ہیں جہاں پر ڈپٹی ڈائریکٹر کام کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: آپ تھوڑا سا سستا لیں تو بہتر ہے۔

محترمہ انجم صفدر: جناب سپیکر! میں ابھی بھاگتی ہوئی آئی ہوں۔ میں یہ سوال کرنا چاہ رہی تھی کہ 1999 سے یہ سیٹ خالی ہے، کیا وجہ ہے کہ یہاں پر ڈپٹی ڈائریکٹر کام کر رہے ہیں، ڈائریکٹر نہیں ہیں؟

وزیر اطلاعات (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ جو لوگ کام کر رہے ہیں یہ سینئر ڈپٹی ڈائریکٹر ہیں اور اس میں بعض معزز employees کی promotion کا مسئلہ بھی ہوتا ہے اور اس میں چونکہ یہ promotion سے پُر ہونے والی سیٹیں ہیں تو بہر حال سینئر ڈپٹی ڈائریکٹر ان سیٹوں پر بہتر طور پر کام کر رہے ہیں۔

محترمہ انجم صفدر: جناب سپیکر! عابد کمالوی صاحب ڈپٹی ڈائریکٹر ہیں جو کہ یہاں پر تقریباً دس سال سے کام کر رہے ہیں۔ کیا بات ہے کہ یہ دس سال سے یہاں پر کام کر رہے ہیں وہاں پر ڈائریکٹر کیوں نہیں ہے؟ محترم وزیر صاحب نے بالکل درست بات کہی ہے کہ سنیارٹی کا معاملہ بھی ہوتا ہے مگر ایک سیٹ جس پر ڈائریکٹر کو ہونا چاہئے تھا وہاں پر ڈپٹی ڈائریکٹر تعینات ہے، سرگودھا میں بھی تقریباً دو سال سے سیٹ خالی ہے۔ انہوں نے مجھے لسٹ دی ہے اس میں چھٹے نمبر پر انصار حسین صاحب کا نام لکھا ہے انہیں بھی ریٹائر ہوئے تقریباً ڈیڑھ سال ہو گیا ہے۔ سرگودھا میں بھی ڈائریکٹر کی یہ سیٹ پُر نہیں ہے۔ پلیز! مجھے ذرا اس کی تفصیل بتا دی جائے؟

وزیر اطلاعات (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر!اس سلسلہ میں، میں نے کل ڈیپارٹمنٹ سے خود جواب طلب کیا تھااس کے مطابق ان کا مفصل جواب یہ ہے کہ اس وقت محکمہ ہذا میں ڈائریکٹرز کی ریٹائرمنٹ کی وجہ سے تین اسامیاں فیصل آباد، سرگودھااور ہیڈآفس میں خالی ہیں جن پر اہل افسران کی ترقی کا کیس حکومت کو ضروری کارروائی کے لئے بھیج دیا گیاہے۔اس میںPromotion Boardبنا ہوتاہےاس حساب سے Boardکی میٹنگ ہوگی اور یہ لوگ promoteہو جائیں گے اور یہ لوگ جو سینئر ڈپٹی ڈائریکٹر کے طور پر کام کر رہے qualify otherwiseتویہی کرتے ہیں کہ promoteہو کر ڈائریکٹر کے عہدوں پر کام کریں۔یہ case in processہے۔

محترمہ انجم صفدر: شکریہ۔مگر جو خالی اسامیاں ہیں ان پر ڈائریکٹرز ہی تعینات کریں تو زیادہ بہتر ہے نہ کہ کسی ڈپٹی ڈائریکٹر کو وہاں اتنے عرصہ کے لئے تعینات کر دیا جائے۔دوسری بات میں یہ کرنا چاہوں گی کہ جواب کے جز(ب)میں آپ نے یہ کہاہے کہ "محکمہ ہذامیں ڈائریکٹر کی صرف ایک اسامی خالی ہے جس پر آفیسر کی تعیناتی کے لئے ورکنگ پیپر تیار کیا جارہاہے۔جلد ہی کیس حکومتی بورڈ کے سامنے برائے منظوری پیش کر دیا جائے گا جہاں ضروری منظوری کے بعد اہل آفیسر کی تعیناتی کے لئے سفارش کی جائے گی۔مزید یہ کہ ایک ڈائریکٹر پبلک ریلشنز محمد منیر ملک آئی جی پنجاب کے ساتھ اور دوسرے ڈائریکٹر کوآرڈینیشن عبدالمجید شاہد محکمہ اطلاعات پنجاب میں بطور اوایس ڈی کام کر رہے ہیں۔"جو ڈائریکٹر پبلک ریلشنز محمد منیر ملک صاحب ہیں ان کو ریٹائر ہوئے ایک سال سے زائد عرصہ ہو گیاہے اور میرے سوال کے جواب کو آئے ہوئے بھی ایک سال ہوگیاہے تو میں یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ یہ خالی اسامی کب پُر کی جائے گی؟ڈائریکٹر کوآرڈینیشن عبدالمجید شاہد صاحب جو سابقادور میں فیصل آباد میں ڈائریکٹر اشتہارات تھے جنہوں نے "پڑھا لکھا پنجاب"کے اشتہارات میں لاکھوں کا غبن کیا تھا۔موجودہ حکومت نے جناب ڈائریکٹر صاحب کو replace کر دیا تھا اور ان کی انکوائریاں بھی چل رہی تھیں مگر جب گورنر راج نافذ ہوا تو موصوف کو ڈائریکٹر اشتہارات تعینات کر دیا گیا جنہوں نے ایک ماہ کے دوران دوبارہ اپنے جوہر دکھائے۔کیا موصوف کے خلاف چلنے والی انکوائریاں ابھی تک standکر رہی ہیں،اب ان کا کیاstatusہے اور وہاں پر کسی کو تعینات کیا گیاہے؟

وزیر اطلاعات (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر!جن صاحب کا ذکر انہوں نے کیاہے عبدالمجید شاہد، وہ ریٹائر ہو چکے ہیں ان کے خلاف enquiries standکرتی ہیں اور enquiriesکے متعلق سوال میں نہیں پوچھا گیا تھا اس لئے اس کا جواب نہیں دیا گیا۔ڈی جی انٹی کرپشن کو حکومت کی طرف سے

direction جائے گی کہ ان enquiries کو جلد از جلد conclude کریں اور اگر ان کا کوئی جرم بنتا ہے تو قانون کے مطابق ان کے خلاف کارروائی ہو گی۔

محترمہ انجم صفدر: جناب والا! موجودہ حکومت نے اس کو replace کیا تھا، اگر وہ ریٹائر بھی ہو گئے ہیں تو میرے خیال میں جس شخص نے غبن کیا ہو اور اس پر اس قسم کے الزامات ہوں تو اس کے خلاف صرف انکوائری ہی نہیں کرنی چاہئے بلکہ اس کو سزا بھی دی جانی چاہئے۔

جناب سپیکر: انکوائری مکمل ہو گی تو پھر ہی کچھ تجویز کیا جائے گا کہ کیا step لیں۔

رانا محمد افضل خان: جناب والا! جیسا کہ اس سوال کے جواب میں تفصیل سے بتایا گیا ہے کہ دس ڈویژنل دفاتر ہیں اور اس محکمے میں دوسرے بے شمار سینئر افسران موجود ہیں، میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا ان افسران کی کارکردگی سے وزیر صاحب مطمئن ہیں، ان کے کیا فرائض ہیں کیونکہ ہمیں اپنے شہر میں اس محکمے کی کوئی کارکردگی نظر نہیں آتی؟

وزیر اطلاعات (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! جہاں تک کارکردگی کا تعلق ہے اس سے متعلق satisfaction کا اظہار کیا ہے، معزز ممبر نے جو observation دی ہے اس سے contradict تو نہیں کر سکتا بہر حال محکمے کی کارکردگی بڑھانے کے لئے مختلف تدابیر اختیار کی جاتی ہیں۔ یہ Question Hour اور ممبران کی طرف سے ان چیزوں کو معلوم کرنا بھی کارکردگی check کرنے اور جانچنے کا ہی طریقہ ہے۔ تاہم کوشش کی جائے گی کہ اس محکمے کی کارکردگی میں اضافہ ہو اور یہ زیادہ بہتر انداز سے اپنا کام کریں۔

جناب سپیکر: محترمہ! اگلا سوال بھی آپ ہی کا ہے۔

محترمہ انجم صفدر: سوال نمبر 4739 ہے اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ساہیوال ڈویژن میں تعلقات عامہ کے ڈائریکٹوریٹ کا قیام

*4739: **محترمہ انجم صفدر**: کیا وزیر اطلاعات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ صوبہ پنجاب کے ہر ڈویژنل مقام پر محکمہ تعلقات عامہ کے ڈائریکٹوریٹ قائم ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ ساہیوال کو یکم جولائی 2008 سے ڈویژن کا درجہ دیا جا چکا ہے؟
(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ شہر میں محکمہ تعلقات عامہ کے دفتر کو اپ گریڈ کر کے ڈائریکٹوریٹ کا درجہ نہیں دیا گیا؟
(د) کیا حکومت مذکورہ شہر کے تعلقات عامہ کے دفتر کو بھی اپ گریڈ کر کے ڈائریکٹوریٹ بنانے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر ہاں تو کب تک اور نہیں تو کیوں؟

وزیر اطلاعات (راناثناء اللہ خان):

(الف) درست ہے کہ صوبہ پنجاب کے ہر ڈویژنل مقام پر محکمہ تعلقات عامہ کے ڈائریکٹوریٹ آفس قائم ہیں۔
(ب) درست ہے کہ حکومت نے ساہیوال کو 2008 میں درجہ دے دیا ہے۔
(ج،د) مذکورہ شہر میں دفتر تعلقات عامہ کو اپ گریڈ کر کے ڈائریکٹوریٹ تعلقات عامہ کے لئے فنڈز اور اسامیوں کی منظوری کے لئے کیس حکومت کے پاس زیر غور ہے جس پر ضروری کارروائی اور محکمہ فنانس کے ساتھ معاملات طے کر کے عمل درآمد شروع کر دیا جائے گا۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

محترمہ انجم صفدر: جناب والا! جواب کے جز(ب) میں یہ کہا گیا ہے کہ "یہ درست ہے کہ حکومت نے ساہیوال کو 2008 میں ڈویژن کا درجہ دے دیا تھا" اس کے ساتھ ہی میں نے جز(ج) میں یہ سوال کیا تھا کہ "کیا حکومت تعلقات عامہ کے دفتر کو upgrade کرنے کے لئے ڈائریکٹوریٹ بنانے کا ارادہ رکھتی ہے؟" یہ جواب دیا گیا ہے کہ ڈائریکٹوریٹ تعلقات عامہ کے لئے فنڈز اور اسامیوں کی منظوری کے لئے کیس حکومت کے پاس زیر غور ہے۔ میں یہ جاننا چاہتی ہوں کہ یہ عمل کب تک ہو جائے گا؟ 2008 میں سرگودھا کو ڈویژن کا درجہ دیا گیا تھا۔۔۔

جناب سپیکر: سرگودھا نہیں ساہیوال ہے۔

محترمہ انجم صفدر: جی، ساہیوال کو ڈویژن کا درجہ دیا گیا ہے، میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ اس بات کو دو سال ہو گئے ہیں اور جواب آئے ہوئے بھی ایک سال ہو گیا ہے، کب تک اس پر عمل ہو جائے گا؟

وزیر اطلاعات (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! محکمے کا جو مؤقف ہے کہ مورخہ 22۔فروری 2010 کو ساہیوال میں قائم مقام ضلعی دفتر کو ڈویژنل آفس کا درجہ دینے کے لئے نئی اسامیوں اور دیگر اخراجات

کی تفصیل، پچھلا جو بجٹ تھا اس کی preparation تک یہ معاملہ ابھی finalize نہیں ہوا تھا تو اب یہ معاملہ finalize ہو گیا ہے۔اس بجٹ میں انشاء اللہ تعالیٰ اس کے لئے required رقم رکھ دی جائے گی اور اگلے مالی سال تک یہ سارا معاملہ complete ہو جائے گا۔

جناب سپیکر: اگلا سوال محترمہ سیمل کامران صاحبہ کا ہے۔

محترمہ سیمل کامران: سوال نمبر 4746 ہے اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ریجنل دفاتر میں ڈائریکٹرز کی خالی اسامیوں کو پر کرنے کا مسئلہ

*4746: **محترمہ سیمل کامران:** کیا وزیر اطلاعات از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

کیا حکومت فیصل آباد، ملتان، راولپنڈی، سرگودھا کے ریجنل دفاتر میں ڈائریکٹرز کی عرصہ دراز سے خالی اسامیاں پُر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر ہاں تو کب تک؟

وزیر اطلاعات (رانا ثناء اللہ خان):

اس ضمن میں عرض ہے کہ صرف ڈویژنل انفارمیشن آفس فیصل آباد اور ملتان میں ڈائریکٹرز کی اسامیاں خالی ہیں جب کہ یہاں پر تعینات سینئر ڈپٹی ڈائریکٹرز تعلقات عامہ، ڈائریکٹرز کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں مزید یہ کہ ڈویژنل انفارمیشن آفس راولپنڈی اور سرگودھا میں ڈائریکٹرز تعینات ہیں جو کہ اس وقت محکمہ انتظامیہ کی منظوری کے ساتھ صدر دفتر لاہور میں خاص امور کی انجام دہی کے لئے کام کر رہے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اپنے ڈویژنل دفاتر کے کام بھی سرانجام دے رہے ہیں۔

مزید برآں ڈائریکٹر کی محکمانہ ترقی کا کیس تیار کر کے حکومت کو بھیج دیا گیا ہے۔جس پر ضروری کارروائی اور صوبائی سلیکشن کمیٹی کی منظوری سے ترجیحی بنیادوں پر اہل ڈائریکٹر کو مذکورہ دفاتر میں تعینات کر دیا جائے گا۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

محترمہ سیمل کامران: جناب والا! میں معزز وزیر سے پہلا ضمنی سوال یہ کرنا چاہتی ہوں کہ انہوں نے یہ لکھا ہے کہ "ملتان اور فیصل آباد میں ڈائریکٹر کی اسامیاں خالی ہیں" جبکہ یہاں پر تعینات سینئر ڈپٹی ڈائریکٹر تعلقات عامہ ڈائریکٹر کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔وزیر موصوف یہ بتا دیں کہ یہ

اسامیاں کب سے خالی ہیں اور جب یہ ڈائریکٹر کی ذمہ داریوں کو پورا کر رہے ہیں تو obviously ان کی بھی کوئی نہ کوئی responsibilities ہوتی ہوں گی،ان کی اپنی ذمہ داریاں کون پورا کر رہا ہے، کیا یہ دونوں ذمہ داریوں کو look after کرتے ہیں؟

وزیر اطلاعات(راناثناء اللہ خان):جناب سپیکر!اس میں محکمے کا جو مفصل جواب ہے وہ اس طرح سے ہے کہ ڈویژنل انفارمیشن آفس، راولپنڈی میں تعینات ڈائریکٹر مسز پروین محمود (BS-19) کو special assignment کی انجام دہی کے لئے ہیڈآفس لاہور میں loan کی بنیاد پر تعینات کیا گیا ہے اور اسی طرح سے مسٹر فہیم ممتاز ڈپٹی ڈائریکٹر،راولپنڈی کو ان کی غیر موجودگی میں دفتر کے امور کی انجام دہی کے لئے پابند کیا گیا ہے۔اس میں میری گزارش ہے کہ بعض افسران کو special assignment کے لئے لاہور میں کام کرنے کے لئے کہا جاتا ہے اور meantime وہ اپنے آفس کی بھی look after کرتے ہیں اور ساتھ ساتھ وہاں پر جو سینئر ترین آفیسر ہوتا ہے اس کی بھی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ معاملات کو بہتر طور پر سرانجام دے۔

محترمہ سیمل کامران:جناب والا!وزیر موصوف نے میرے دوسرے ضمنی سوال کا جواب پہلے ہی دے دیا ہے میں نے وہ پوچھا ہی نہیں تھا، میں نے ان سے پوچھا تھا کہ یہ اسامیاں کب سے خالی ہیں؟

جناب سپیکر:چلیں،انہوں نے جواب دے دیا ہے تو ٹھیک ہے۔

محترمہ سیمل کامران:No problem میرے پاس جواب آگیا ہے لیکن میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ یہ اسامیاں کب سے خالی ہیں اور جو اسامیاں خالی ہیں ان کو حکومت fill کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اور اگر ہاں تو کب تک؟

وزیر اطلاعات(راناثناء اللہ خان):جناب سپیکر!"یہ کب سے خالی ہیں؟"یہ تو چونکہ سوال میں پوچھا ہی نہیں گیا تھا میں اس کی exact date معلوم کر کے بتادوں گا۔باقی حکومت کا ارادہ ہے کہ ان اسامیوں کو پُر کیا جائے اور جیسا کہ ابھی آخری جو سوال گزرا ہے،اس کے جواب میں بتایا گیا تھا کہ جو Promotion Board ہے اس کی meeting due ہے اور اس Promotion Board کے نتیجے میں جو لوگ promote ہوں گے اس کے بعد ان کو ڈائریکٹر کے طور پر تعینات کر دیا جائے گا۔

محترمہ سیمل کامران:جناب والا!چونکہ یہ field سے related ہے،وزیر موصوف نے پہلے سوال کے جواب میں ذکر کر دیا تھا کہ وہ ایک special assignment لاہور کے صدر دفتر میں بیٹھ کر

سر انجام دے رہے ہیں، ان لوگوں کی originally سرگودھا، راولپنڈی میں تعیناتی ہے، ان کی field راولپنڈی اور سرگودھا ہے۔ لاہور میں بیٹھ کر یہ اپنی special assignment تو complete کر رہے ہیں جو دوسرے اضلاع میں بیٹھے ہوئے ہیں کیا ان کا اپنا کام suffer نہیں کرتا، کیا اس وجہ سے سرگودھا اور راولپنڈی کے امور neglect نہیں ہو رہے؟

وزیر اطلاعات (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس سلسلے میں جیسا کہ میں نے پہلے بھی عرض کیا ہے special assignment کے ساتھ ساتھ ان کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ یہ اپنی original duty کی بھی lookafter کریں اور ان offices میں جو سینئر ترین افسران ہیں ان کی بھی ذمہ داری ہے کہ ان معاملات کو بہتر انداز سے چلائیں۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب والا! یہ سوال 16۔فروری 2010 کو موصول ہوا ہے اس وقت یہ پوزیشن تھی اور ان کو یہ special assignment دی گئی تھی، اب یہ special assignment کب تک جاری رہنی ہے اور کتنے عرصہ کے لئے ہے کیونکہ ایک ایک سال یا دو دو سال special assignment ہی چلتی رہتی ہے۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس کی present position کیا ہے، موصوف واپس چلے گئے ہیں یا ابھی special assignment چل رہی ہے؟

وزیر اطلاعات (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ special assignment فی الوقت تو جاری ہے اس کے ختم ہونے کے بعد اُن کو واپس بھیجا جائے گا۔

جناب سپیکر: اگلا سوال ڈاکٹر محمد اشرف چوہان صاحب کا ہے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: On his behalf سوال نمبر 5539 ہے۔ (معزز ممبر نے ڈاکٹر محمد اشرف چوہان کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا۔)

محترمہ نگہت ناصر شیخ: اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

گوجرانوالہ، محکمہ اطلاعات کی منظور شدہ اسامیوں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*5399: ڈاکٹر محمد اشرف چوہان: کیا وزیر اطلاعات از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) محکمہ اطلاعات گوجرانوالہ میں منظور شدہ اسامیاں گریڈ اور اسامی وار بتائیں؟

(ب) کتنی اسامیاں خالی ہیں اور کتنی پُر ہیں؟

(ج) اسامیاں خالی کب سے ہیں اوران پر تعینات نہ کرنے کی وجوہات کیا ہیں؟
(د) اس محکمہ کو سال 10۔2009 کو کتنی گرانٹ فراہم کی گئی تھی؟
(ہ) کتنی رقم خرچ ہوئی کتنی رقم lapse ہوئی؟
(و) اس سال کے دوران اس ضلع میں جو پراجیکٹ مکمل ہوئے ان کے نام اور تخمینہ لاگت بتائیں؟

وزیر اطلاعات (راناثناء اللہ خان):

(الف) محکمہ اطلاعات گوجرانوالہ میں منظور شدہ اسامیوں کی گریڈوار تفصیل درج ذیل ہے:-

نمبر شمار	اسامی مع سکیل	تعداد
1	ڈائریکٹر BS-19	1
2	ڈپٹی ڈائریکٹر BS-18	2
3	انفارمیشن آفیسر BS-17	1
4	اسسٹنٹ BS-14	1
5	سینئر فوٹوگرافر BS-14	1
6	فوٹوگرافر BS-13	2
7	سٹینوگرافر BS-12	2
8	آرٹیکل رائٹر BS-11	1
9	آپریٹر BS-10	1
10	سینئر کلرک BS-09	2
11	جونیئر کلرک BS-07	1
12	ڈاک روم اٹینڈنٹ BS-05	1
13	ڈرائیور BS-04	2
14	ہیلپر BS-02	1
15	دفتری BS-02	1
16	کلینر BS-02	1
17	نائب قاصد BS-02	2
18	ڈاک رنر BS-02	1
19	چوکیدار BS-01	1
20	سویپر BS-01	1

(ب) محکمہ اطلاعات گوجرانوالہ میں ایک ڈارک روم اٹینڈنٹ (BS-5) کی اسامی خالی ہے باقی تمام اسامیاں پُر ہیں۔

(ج) محکمہ اطلاعات گوجرانوالہ میں ڈارک روم اٹینڈنٹ (BS-5) کی اسامی مورخہ 10-06-09 سے خالی ہے۔اس کو جلد ہی حکومتی قواعد وضوابط کے تحت پُر کر لیا جائے گا۔

(د) محکمہ اطلاعات گوجرانوالہ کو مالی سال 2009-10 کے لئے مبلغ -/56,14,549 روپے کی گرانٹ فراہم کی گئی جس میں افسران وسٹاف کی تنخواہیں، الاؤنسز اور contingencies بھی شامل ہیں۔

(ہ) مذکورہ بالا دفتر میں اب تک مبلغ -/42,17095 روپے کی رقم خرچ ہوئی، جب کہ مالی سال 2009-10 کو ختم ہونے میں تین مہینے کا عرصہ ابھی باقی ہے لہذا فنڈز lapse ہونے کی تفصیل 30۔جون کے بعد ہی دی جا سکتی ہے۔

(و) مذکورہ بالا دفتر کو غیر پیداواری بجٹ جاری کیا گیا ہے اس لئے کسی پراجیکٹ کی تکمیل اور تخمینہ لاگت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

جناب سپیکر: آپ کا آگے سوال تو نہیں ہے؟

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جی، نہیں۔

جناب سپیکر: دیکھ لینا۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! نہیں ہے۔

جناب سپیکر: چلیں، ٹھیک ہے۔کوئی ضمنی سوال؟

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب والا! مالی سال 2009-10 کو ختم ہونے میں تین ماہ کا عرصہ ابھی باقی ہے لہذا funds lapse ہونے کی تفصیل 30۔جون کے بعد ہی دی جا سکتی ہے اور اس سوال کا جواب 21۔مئی 2010 کو موصول ہوا ہے۔میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کتنے funds lapse ہوئے ہیں اور وہ استعمال کیوں نہیں کئے گئے؟

وزیر اطلاعات (راناثناء اللہ خان): جناب والا! 30۔جون کی جو پوزیشن ہے وہ اس طرح سے ہے کہ محکمہ اطلاعات گوجرانوالہ کو مالی سال 2009-10 کے لئے مبلغ 60 لاکھ 19 ہزار 349 روپے کی رقم بطور بجٹ گرانٹ فراہم کی گئی اس رقم میں pay and allowances اور contingencies کے لئے

اخراجات شامل تھے کل بجٹ میں سے 57لاکھ 13 ہزار 143 روپے کے اخراجات کئے گئے اور مبلغ 3لاکھ 6ہزار 206روپے کی بچت کی گئی۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! یہ پیسے خرچ کیوں نہیں کئے گئے اور یہ lapseکیوں ہوئے ؟

جناب سپیکر: راناصاحب! محترمہ کہہ رہی ہیں کہ یہ پیسے lapseکیوں ہوئے ؟

وزیر اطلاعات (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ غیر ترقیاتی بجٹ ہوتا ہے، اس میں تنخواہ اور الاؤنسز کے علاوہ کوئی ایسے امور جن کی اچانک ضرورت پڑتی ہے جن میں کوئی مرمت اور باقی چھوٹی موٹی چیزوں کے لئے رکھے جاتے ہیں اور بعض اوقات ان کی ضرورت نہیں پڑتی تو وہ بچت ہو جاتی ہے۔

جناب سپیکر: اگلا سوال بھی ڈاکٹر محمد اشرف چوہان صاحب کا ہے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! On his behalf Question No. 5400 میری استدعا ہے کہ اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔ (معزز ممبر نے ڈاکٹر محمد اشرف چوہان کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا۔)

جناب سپیکر: جی، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

گوجرانوالہ، سرکاری اشتہارات کی تعداد اور متعلقہ دیگر تفصیلات

*5400: **ڈاکٹر محمد اشرف چوہان:** کیا وزیر اطلاعات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ضلع گوجرانوالہ میں کتنے رسالے، ڈیلی نیوز پیپرز شائع ہوتے ہیں ان کے نام بتائیں؟

(ب) ان کو سال 09-2008 اور 10-2009 کے دوران کتنی مالیت کے اشتہارات دیئے گئے؟

(ج) ان کو ان اشتہارات کے عوض کتنی رقم ادا کی گئی اور کتنی بقایا ہے؟

(د) بقایا رقم کس کس رسالے اور نیوز پیپرز کی ہے؟

(ہ) یہ بقایا رقم کب تک ادا کر دی جائے گی؟

وزیر اطلاعات (راناثناء اللہ خان):

(الف) ضلع گوجرانوالہ میں کل 272 رسالے، ڈیلی نیوز پیپرز شائع ہوتے ہیں جن کی فہرست ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) ان میں سے جو اخبارات گورنمنٹ کی سنٹرل میڈیالسٹ پر ہیں انہیں 09-2008 اور 10-2009 کے دوران جتنی مالیت کے اشتہارات دیئے گئے ان کی تفصیل درج ذیل ہے:-

1- روزنامہ ایکسپریس گوجرانوالہ 46,88,142/- روپے
2- روزنامہ سعادت گوجرانوالہ 5,59,714/- روپے
3- روزنامہ سماج گوجرانوالہ 6,21,900/- روپے
4- روزنامہ سیاست گوجرانوالہ 1,78,661/- روپے
5- روزنامہ تجارت گوجرانوالہ 15,20,858/- روپے
6- روزنامہ طاقت گوجرانوالہ 3,93,370/- روپے

(ج) جن اخبارات کو اشتہارات کے عوض جتنی رقم ادا کی گئی اس کی تفصیل درج ذیل ہے:-

1- روزنامہ ایکسپریس گوجرانوالہ 40,29,000/- روپے
2- روزنامہ سعادت گوجرانوالہ 4,87,933/- روپے
3- روزنامہ سماج گوجرانوالہ 4,98,067/- روپے
4- روزنامہ سیاست گوجرانوالہ 1,03,864/- روپے
5- روزنامہ تجارت گوجرانوالہ 13,04,982/- روپے
6- روزنامہ طاقت گوجرانوالہ 10,754/- روپے

(د) جن اخبارات و رسائل کی رقم بقایا ہے ان کی تفصیل درج ذیل ہے:-

1- روزنامہ ایکسپریس گوجرانوالہ 6,59,142/- روپے
2- روزنامہ سعادت گوجرانوالہ 71,782/- روپے
3- روزنامہ سماج گوجرانوالہ 1,23,832/- روپے
4- روزنامہ سیاست گوجرانوالہ 74,797/- روپے
5- روزنامہ تجارت گوجرانوالہ 2,15,876/- روپے
6- روزنامہ طاقت گوجرانوالہ 3,86,616/- روپے

(ہ) یہ بقایا رقم ستمبر 2010 تک ادا کر دی جائے گی۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! یہ جو رسالے اور ڈیلی نیوز پیپر شائع ہوتے ہیں ان میں سے کتنے باقاعدہ محکمے سے رجسٹریشن کے بعد شائع ہوتے ہیں اور کتنے بغیر رجسٹریشن کے شائع ہوتے ہیں؟

وزیر اطلاعات (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! کافی واضح طور پر اس کا جواب دے دیا گیا ہے کہ رجسٹریشن کے بعد ہی شائع ہوتے ہیں اگر کوئی رجسٹریشن کے بغیر شائع ہو اور محکمے کو اس کی شکایت ملے تو

اسے بند کر دیا جاتا ہے،without registration کسی بھی اخبار یا رسالے کے جاری ہونے کی قانون میں گنجائش ہے اور نہ ہی جاری ہو سکتا ہے۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! میں ضمنی سوال کرنا چاہتی ہوں۔

جناب سپیکر: آپ پہلے دو سوال کر چکی ہیں۔

محترمہ ساجدہ میر: نہیں۔ میں نے ایک ہی سوال کیا ہے وہ بھی عامر ڈوگر صاحب تھے نہیں اس لئے ان کا سوال لیا تھا۔

جناب سپیکر: جی، سوال کریں۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! اس میں لکھا گیا ہے کہ بقایا رقم ستمبر2010 تک ادا کر دی جائے گی کیا یہ بقایا جات ادا کر دیئے گئے ہیں، اگر نہیں تو اس کی وجہ کیا ہے؟

وزیر اطلاعات (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ بقایا جات ادا کر دیئے گئے ہیں۔

جناب شیر علی خان: جناب سپیکر! میرا اس میں ضمنی سوال ہے کہ کئی مقامی اخبارات کو بہت زیادہ اشتہار دیئے گئے ہیں جیسے روزنامہ "تجارت" ہے اسے 15لاکھ روپے کے اشتہار دیئے گئے ہیں جبکہ باقی اخبارات کو 5 یا6 لاکھ روپے کے اشتہارات دیئے گئے ہیں تو ان کو کس criteria پر اشتہار دیئے جاتے ہیں؟

جناب سپیکر: روزنامہ "تجارت" کو15 لاکھ روپے کے نہیں بلکہ 13 لاکھ روپے کے اشتہارات دیئے گئے ہیں۔

جناب شیر علی خان: جناب سپیکر! 13 لاکھ روپے کی ادائیگی کی گئی ہے اور 2 لاکھ روپے بقایا ہیں۔

وزیر اطلاعات (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! محکمہ مقامی اخبارات کی circulation کی بنیاد پر assess کرتا ہے کہ کس اخبار کو کتنے اشتہار جاری کئے جائیں۔

جناب سپیکر: اگلا سوال چودھری محمد اسد اللہ صاحب کا ہے۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے لہذا یہ سوال dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال خواجہ محمد اسلام صاحب کا ہے۔

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! On his behalf Question No. 6032 اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔ (معزز ممبر نے خواجہ محمد اسلام کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا۔)

جناب سپیکر: جی،اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

فیصل آباد۔محکمہ کے دفاتر و دیگر تفصیلات

*6032: خواجہ محمد اسلام: کیا وزیر اطلاعات از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) محکمہ اطلاعات فیصل آباد کے کتنے دفاتر کس کس جگہ چل رہے ہیں؟

(ب) ان میں منظور شدہ اسامیاں گریڈوار بتائیں؟

(ج) کتنی اسامیاں کب سے خالی ہیں اور ان خالی اسامیوں کو کب تک پر کر دیا جائے گا؟

(د) ان دفاتر کے سال 09۔2008 اور 10۔2009 کے گاڑیوں کے و دیگر اخراجات بتائیں؟

وزیر اطلاعات (رانا ثناء اللہ خان):

(الف) فیصل آباد میں محکمہ اطلاعات کا ایک دفتر ہے جو کمشنر کمپلیکس II میں واقع ہے۔

(ب) اس میں منظور شدہ گریڈوار اسامیوں کی تفصیل فلیگ (A) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) ڈویژنل انفارمیشن آفس فیصل آباد میں فوٹو گرافر (BS-13) کی ایک اسامی خالی ہے۔حکومت پنجاب نے نئی بھرتیوں پر پابندی لگا دی ہے۔پابندی ختم ہونے کے بعد مذکورہ خالی اسامی کو حکومتی قواعد و ضوابط کے مطابق پُر کر لیا جائے گا۔

(د) مذکورہ دفتر میں برائے مالی سال 09-2008 اور 10-2009 گاڑیوں اور دیگر اخراجات کی تفصیل فلیگ (بی) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! ایوان کی میز پر جو تفصیل رکھی گئی ہے اس کے مطابق فیصل آباد میں اٹھائیس ملازمین ہیں جن میں دو ڈائریکٹر ہیں، دو انفارمیشن آفیسر ہیں، ایک ٹیلیکس آپریٹر بھی ہے، ایک آرٹیکل رائٹر ہے پھر ڈارک روم اٹینڈنٹ ہے۔عوام کے بڑے ہی مشکل سے اکٹھے کئے گئے ٹیکسوں پر یہ محکمہ چلتا ہے، اب عرصہ دراز سے ٹیلیکس کا زمانہ ختم ہو گیا ہے۔یہ محکمے لوگوں کو پالنے اور انہیں تنخواہیں دینے کے لئے تو نہیں کھولے گئے بلکہ یہ محکمے result oriented ہونے چاہئیں۔میرا ضمنی سوال ہے کہ آج کل ٹیلیکس آپریٹر اور ڈارک روم اٹینڈنٹ کیا کام کرتا ہے؟

وزیر اطلاعات (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! جس طرح سے ٹیکنالوجی تبدیل ہوتی ہے اس طرح سے ان لوگوں کو بھی تیار کیا جاتا ہے کہ وہ اپنی adjustability بنائیں۔جہاں پر اس بات کا لحاظ بڑا ملحوظ خاطر

ہونا چاہئے کہ کوئی محکمہ بلاوجہ کسی کو تنخواہ نہ دے لیکن وہاں پر ایک ایسا ملازم جو کہ دس پندرہ سال سے ملازم چلا آ رہا ہے اسے کسی بھی وجہ سے بے روزگار کرنا بھی کسی طرح سے قرین قیاس نہیں ہے۔

جناب سپیکر: جو یہ ٹیسٹ مانگتے ہیں اب وہ qualify کر گئے ہوں گے؟

رانا محمد افضل خان: اللہ کرے وہ qualify کر گئے ہوں۔ میرا دوسرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اس سارے محکمے میں فوٹو گرافر کی ایک اہم post ہے جو شاید تصویروں کے ذریعے حکومت کی کارکردگی دکھا سکے اس post پر ban لگا ہوا ہے اور وہ خالی ہے۔ میرا اصل سوال یہ ہے کہ بدلے ہوئے حالات کے مطابق محکموں کو اپنی reorganization کرنی چاہئے۔ مجھے لگتا ہے کہ اس محکمے کے اندر پندرہ بیس سال سے یعنی جب سے ٹیلیکس کا زمانہ ختم ہوا ہے اس کی reorganization ہی نہیں ہوئی۔ کیا حکومت ان محکموں کی reorganization کر کے انہیں جدید طریقوں پر استوار کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اگر ہاں تو کب تک؟

وزیر اطلاعات (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یقیناً یہ بہت valid observation ہے، بالکل اس محکمے کی reorganization ہونی چاہئے اور اس محکمے کے متعلقہ حکام اس بات کو note کر رہے ہیں اور میں بالکل اس سے agree کرتا ہوں کہ reorganization ہونی چاہئے۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔ اگلا سوال بھی خواجہ محمد اسلام صاحب کا ہے۔

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! On his behalf Question No. 6035 اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔ (معزز ممبر نے خواجہ محمد اسلام کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا۔)

جناب سپیکر: جی، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

فیصل آباد میں شائع ہونے والے روزناموں، رسالوں کی تفصیلات

*6035: **خواجہ محمد اسلام:** کیا وزیر اطلاعات از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:—

(الف) فیصل آباد میں کتنے روزنامے، ہفت روزہ اور ماہنامہ رسالے شائع ہوتے ہیں؟

(ب) ان میں سے کتنے باقاعدہ محکمہ سے رجسٹریشن کے بعد شائع ہو رہے ہیں، ان کے نام بتائیں؟

(ج) کتنے ابھی تک محکمہ سے رجسٹریشن کے بغیر شائع ہو رہے ہیں؟

(د) ان کو یکم جنوری 2008 سے کتنی مالیت کے اشتہارات حکومت کی طرف سے دیئے گئے ہیں؟

وزیر اطلاعات (راناثناء اللہ خان):

(الف) فیصل آباد میں شائع ہونے والے اخبارات و جرائد کی تعداد درج ذیل ہے:۔

روزنامے	134
ہفت روزہ	198
پندرہ روزہ	15
ماہنامے	135
سہ ماہی	13
ششماہی	1
سالنامے	9
کل تعداد	505

(ب) لسٹ طویل ہونے کی وجہ سے یہاں درج نہیں کی جا سکتی اس کی لسٹ ہمرہ جواب (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے اور یہ تمام اخبارات و جرائد ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ/ڈسٹرکٹ کوآرڈینیشن آفیسر سے منظوری/ڈیکلریشن جاری ہونے کے بعد شائع ہو رہے ہیں۔

(ج) محکمہ کے پاس بغیر رجسٹریشن کے شائع ہونے والے اخبارات و جرائد کی ابھی تک کوئی اطلاع و شکایت موجود نہ ہے۔

(د) یکم جنوری 2008 سے 31۔اکتوبر 2010 تک فیصل آباد سے شائع ہونے والے اخبارات/جرائد کو دفتر ہذا سے اشتہارات جاری ہوئے ان کی تفصیل (فلیگ "اے") ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! جواب کے مطابق فیصل آباد سے ہر روز 134 اخبارات شائع ہوتے ہیں۔ہفت روزہ 198 ہیں، ماہنامے 135 ہیں، اخبارات کو اجازت دینے کی کوئی شرائط ہوتی ہیں کہ اگر یہ regularly publish نہیں ہوتے تو ان کا لائسنس منسوخ کر دیا جاتا ہے۔134 روزنامے 200 کے قریب ہفت روزے، 135 ماہنامے ہیں فیصل آباد اس کا متحمل نہیں ہو سکتا۔کیا یہ periodically check کر کے کینسل کئے جاتے ہیں اگر کینسل کئے گئے ہیں تو پچھلے ایک سال میں کتنے کینسل کئے گئے ہیں؟

جناب سپیکر: جی، وزیر اطلاعات!

وزیر اطلاعات (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! معزز ممبر کی observation تو valid ہے لیکن اگر کوئی دس یا بیس پیپر شائع کر کے اپنی minimum requirement کو پورا رکھے تو پھر وہ اس target میں نہیں آتا کہ اسے کینسل کر دیا جائے اور یقیناً یہ بات ہے کہ بعض اخبارات یا ہفت روزہ یا پندرہ روزہ یا ماہناموں کی circulation انتہائی کم ہے لیکن پچھلے سال میں کسی کو کینسل نہیں کیا گیا یعنی ایسی کوئی بات موجود نہیں کہ پچھلے سال میں کسی کو کینسل کیا گیا ہو اور کینسل کرنے کا بھی ایک علیحدہ procedure ہے۔

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! جو ایوان کی میز پر تفصیل رکھی گئی ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ کس کس اخبار کو کتنے کتنے اشتہارات دیئے گئے ہیں اس میں چند معروف اخبارات ہیں جن کو اشتہار دیئے گئے ہیں۔ سترہ نمبر پر ڈیلی "طاقت" ہے۔ میں بیس سال سے فیصل آباد میں ایک سیاسی کا ممبر کی حیثیت سے کام کر رہا ہوں۔ میں نے زندگی میں اس کا نام نہیں سنا اور پچھلے سال اس اخبار کو 20 لاکھ 62 ہزار روپے کے اشتہارات دیئے گئے ہیں۔ میرا مقصد اس محکمے کی کارکردگی کو اجاگر کرنا ہے، کتنے افسران ہیں، کتنے اخبارات ہیں، کتنے اشتہارات ہیں، میری جناب کے توسط سے وزیر موصوف سے درخواست ہے کہ اس محکمے کو overhaul کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، محکمے کو overhaul کریں۔

وزیر اطلاعات (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ بڑی valid observation ہے اس سے پہلے بھی ایک شہر کے متعلق بات ہوئی ہے کہ وہاں بڑا غبن کر کے اب وہ ریٹائر ہو گئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ واقعی اشتہارات میں بڑا غبن ہے اور اس میں بہت زیادہ شکایات ہیں۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو بیشک دو تین معزز ممبران کی کمیٹی بنادیں جو سارے معاملے کو overall دیکھ لے۔

جناب سپیکر: پلیز، کمیٹی رہنے دیں، آپ خود ہی کریں۔

وزیر اطلاعات (رانا ثناء اللہ خان): ٹھیک ہے۔ جناب سپیکر! آپ کی direction جاری کر دی جائے گی۔

جناب سپیکر: محترمہ شگفتہ شیخ صاحبہ!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتیں؟

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! On her behalf Question No.6115 اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔(معزز ممبر نے محترمہ شگفتہ شیخ کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا۔)

جناب سپیکر: جی، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

پنجاب میں شائع ہونے والے روزناموں، ہفت روزوں، ماہناموں کی تفصیلات

*6115: **محترمہ شگفتہ شیخ**: کیا وزیر اطلاعات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) سرکاری اشتہارات کن کن اخبارات، ہفت روزوں اور ماہناموں کو دیئے جاتے ہیں؟

(ب) علاقائی اخبارات کو اشتہارات کا کتنے فیصد حصہ دیا جاتا ہے؟

(ج) کیا علاقائی اخبارات و ہفت روزوں کو ان کے ضلع کے ہی اشتہارات دیئے جاتے ہیں یا کہ دوسرے اضلاع کے بھی؟

(د) ضلع قصور میں کتنے اخبار و رسائل شائع ہوتے ہیں جن لوگوں نے اخبارات کے لئے ڈیکلریشن لے رکھے ہیں مگر وہ شائع نہیں ہو رہے حکومت ان کے بارے میں کیا اقدامات اٹھانے کا ارادہ رکھتی ہے؟

(ہ) ضلع قصور کے کتنے اخبارات سنٹرل میڈیا لسٹ پر ہیں اور ان کو سال 2008-09 میں کتنی مالیت کے اشتہارات دیئے گئے؟

(و) کیا کوئی محکمہ اشتہارات کے لئے ڈی جی پی آر کو اپنی پسند کے اخبارات کا لکھ سکتا ہے یا کہ یہ اختیار صرف ڈی جی پی آر کو ہی حاصل ہے کہ وہ کس کس کو اشتہار جاری کرے؟

(ز) کیا ضلع قصور سے شائع ہونے والے اخبارات کا حق نہیں کہ اس ضلع کو تمام اشتہارات 25 فیصد کوٹے کے حساب سے دیئے جائیں؟

وزیر اطلاعات (رانا ثناء اللہ خان):

(الف) جو اخبارات ، ہفت روزے اور ماہنامے حکومت کی سنٹرل میڈیا لسٹ پر ہوں اور صوبائی حکومت کی طرف سے انہیں اشتہارات کے اجرائی اجازت ہو تو اشتہارات جاری کئے جاتے ہیں۔

(ب) علاقائی اخبارات کو اشتہارات کا 25 فیصد حصہ دیا جاتا ہے۔

(ج) علاقائی اخبارات وہفت روزہ اخبارات کوان کے ریجن کے ہی اشتہارات دیئے جاتے ہیں۔

(د) پریس لاز برانچ کے ریکارڈ کے مطابق ضلع قصور میں 20 اخبارات و جرائد کو ڈیکلریشن جاری کئے گئے۔جن اخبارات کی اعزازی کاپیاں برانچ ہذا میں جمع نہیں ہو رہی ان کو ڈیمانڈ نوٹس اور شوکاز نوٹس جاری کئے گئے ہیں اور ایڈوائس منسوخی کے لئے ڈسٹرکٹ کوآرڈینیشن آفیسر قصور کو لیٹر لکھے گئے ہیں۔

(ہ) ضلع قصور کے چار اخبارات و جرائد وفاقی حکومت کی سنٹرل میڈیالسٹ پر ہیں جن کے نام یہ ہیں:۔

(i) روزنامہ معاشرت
(ii) ہفت روزہ گلستان
(iii) پندرہ روزہ پاسبان ملت
(iv) ہفت روزہ ایثار

قصور کے ہفت روزہ گلستان کو پنجاب حکومت کی طرف سے اشتہارات جاری کئے جاتے ہیں۔
گزشتہ دومالی سال کے دوران جاری کئے گئے اشتہارات -/1,45,331 کی مالیت کے تھے۔

(و) کوئی سرکاری محکمہ اشتہارات بھیجتے وقت اپنی پسند کے اخبارات کا لکھ تو سکتا ہے مگر یہ استحقاق صرف ڈی جی پی آر کو حاصل ہے کہ وہ گورنمنٹ ایڈورٹائزمنٹ پالیسی کے مطابق اخبارات کو اشتہار جاری کرے۔

(ز) 25 فیصد ریجنل کوٹا کا اطلاق تمام ریجنل اخبارات و جرائد پر ہوتا ہے نہ کہ اس کی تقسیم ضلعی اشتہارات کے لحاظ سے کی جاتی ہے۔

جناب سپیکر: کیا آپ نے on his behalf کہا ہے؟

محترمہ ساجدہ میر: نہیں، میں نے on her behalf کہا ہے۔اس سوال کے جز(د) میں لکھا ہوا ہے کہ "پریس لاز برانچ کے ریکارڈ کے مطابق ضلع قصور میں 20 اخبارات و جرائد کو ڈیکلریشن جاری کئے گئے۔ جن اخبارات کی اعزازی کاپیاں برانچ ہذا میں جمع نہیں ہو رہیں ان کو ڈیمانڈ نوٹس اور شوکاز نوٹس جاری کئے گئے ہیں اور یہ advice منسوخی کے لئے ڈسٹرکٹ کوآرڈی نیشن آفیسر قصور کو لیٹر لکھے گئے ہیں" میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ ان letters پر کیا عمل ہوا ہے؟

وزیر اطلاعات(راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! مجھے اس وقت جو اطلاع موصول ہوئی ہے اس کے مطابق ان letters پر یہ عمل ہوا ہے کہ ان کی declaration کو منسوخ کر دیا گیا ہے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! جواب کے جز(ہ) میں بتایا گیا ہے کہ ''ضلع قصور کے چار اخبارات و جرائد وفاقی حکومت کی سنٹرل میڈیا لسٹ پر ہیں۔ان کے نام بھی دیئے گئے ہیں اور قصور کے ہفت روزہ "گلستان" کو ایک لاکھ 45ہزار 331 روپے کی مالیت کے اشتہارات دیئے گئے ہیں۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ باقی اخبارات کو اشتہارات کیوں نہیں دیئے گئے؟

وزیر اطلاعات(راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! جو محکمہ اشتہار دیتا ہے اس کا بھی choice ہوتا ہے کہ فلاں اخبار کو یہ اشتہار دیا جائے۔ دوسرا اشتہار کی نوعیت کے حساب سے circulation کو مدنظر رکھا جاتا ہے اگر کسی رسالے کی circulation بہتر ہے تو اسے زیادہ اشتہار دیئے جاتے ہیں۔ یہ درست نہیں ہے کہ باقی اخبارات کو بالکل اشتہار نہیں دیئے گئے، باقی اخبارات کو بھی اشتہار دیئے گئے ہیں۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! جز(د) میں لکھا گیا ہے کہ "جن اخبارات کی اعزازی کاپیاں برانچ ہذا میں جمع نہیں ہو رہیں ان کو ڈیمانڈ نوٹس اور شوکاز نوٹس جاری کئے گئے ہیں اور advice منسوخی کے لئے ڈسٹرکٹ کوآرڈی نیشن آفیسر قصور کو letters لکھے گئے ہیں" تو یہ کون کون سے اخبارات ہیں کہ جن کو ڈیمانڈ نوٹس اور شوکاز نوٹس جاری کئے گئے ہیں، دوسرا advice منسوخی پر اب تک کیا عملدرآمد ہوا ہے؟

وزیر اطلاعات(راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میرے پاس اس کی فہرست موجود ہے اگر معزز ممبر چاہیں تو میں اس کو پڑھ دیتا ہوں۔ اس میں ہفت روزہ "افتخار، گلستان، فخر قصور، اخبار قصور، ایثار، خادم، ہومیوپیتھک میڈیکل جرنل، آنکھ، ایمان، راحت، عوام، محبت، ورثہ، سوہنا قصور، معاشرت اور نگران" وغیرہ شامل ہیں۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! وزیر موصوف نے جو فہرست پڑھی ہے یہ تو اُن اخبارات کے نام ہیں جن کو declaration جاری کئے گئے ہیں۔ مجھے ان کے نام بتائے جائیں جن کے declaration منسوخ کرنے کے لئے اقدام کئے گئے ہیں؟

وزیر اطلاعات(راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! سوال میں چونکہ تعداد پوچھی گئی تھی اور اسی کے مطابق جواب دے دیا گیا ہے۔ اگر معزز ممبر چاہتے ہیں تو میں متعلقہ آفیسر سے نام لے کر ان کی خدمت میں

پیش کر دوں گا۔ تفصیلی جواب میں کچھ نام دیئے گئے ہیں جن میں ہفت روزہ "افتخار، فخر قصور، اخبار قصور، ہومیوپیتھک میڈیکل جرنل، آنکھ، ایمان، راحت، ورثہ، سوہنا قصور، نگران اور شجر قصور شامل ہیں۔

جناب سپیکر: اگلا سوال محترمہ زوبیہ رُباب ملک صاحبہ کا ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! On her behalf Question No.6353 اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔(معزز ممبر نے محترمہ زوبیہ رُباب ملک کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا۔)

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

سرگودھا۔محکمہ اطلاعات کے دفاتر سے متعلقہ تفصیلات

*6353: محترمہ زوبیہ رباب ملک: کیا وزیر اطلاعات از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:—

(الف) ضلع سرگودھا میں محکمہ اطلاعات کے تحت کتنے ادارے چل رہے ہیں، ان اداروں کے نام بتائیں؟

(ب) ان اداروں کی آمدن اور اخراجات سال 09-2008 اور 10-2009 بتائیں؟

(ج) ان اداروں میں کتنے ملازمین کام کر رہے ہیں؟

(د) ان اداروں کو موجودہ سال 10-2009 میں کتنی رقم کس کس مد کے لئے فراہم کی گئی ہے؟

(ہ) کتنی رقم سے کون کون سے منصوبے مکمل کئے جا رہے ہیں ان منصوبوں کے نام اور تخمینہ لاگت بتائیں؟

(و) کتنی رقم غیر ترقیاتی منصوبوں پر خرچ ہوئی؟

وزیر اطلاعات (رانا ثناء اللہ خان):

(الف)

(1) ڈویژنل انفارمیشن آفس سرگودھا اور اس کے ماتحت دفاتر کے نام درج ذیل ہیں:۔

نمبر شمار	دفتر
-1	ڈویژنل انفارمیشن آفس سرگودھا
-2	ڈسٹرکٹ انفارمیشن آفس میانوالی
-3	ڈسٹرکٹ انفارمیشن آفس خوشاب
-4	ڈسٹرکٹ انفارمیشن آفس بھکر

(ب) مذکورہ بالا دفاتر کا بجٹ غیر ترقیاتی ہے اخراجات برائے مالی سال2008-09اور2009-10 اپریل تک کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

نمبر شمار	دفتر	اخراجات برائے مالی سال2008-09	اخراجات برائے مالی سال2009-10
1	ڈویژنل انفارمیشن آفس سرگودھا	49,67,648.00	48,80,558.00
2	ڈسٹرکٹ انفارمیشن آفس میانوالی	9,90,285.00	10,00,083.00
3	ڈسٹرکٹ انفارمیشن آفس خوشاب	8,92,958.00	9,02,775.00
4	ڈسٹرکٹ انفارمیشن آفس بھکر	9,64,770.00	11,03,383.00

(ج) ڈویژنل انفارمیشن آفس سرگودھا میں چوبیس اور ڈسٹرکٹ سطح کے ہر آفس میں چھ ملازمین کا عملہ تعینات ہے۔

(د) ان دفاتر میں موجودہ مالی سال2009-10 میں ملازمین کی تنخواہوں، الاؤنسز اور دوسرے متفرق اخراجات کی مد میں بجٹ کے ذریعے فراہم کی گئی رقم کی تفصیل یہ ہے۔

نمبر شمار	دفتر	سالانہ بجٹ برائے مالی سال2009-10
1	ڈویژنل انفارمیشن آفس سرگودھا	51,35,300.00
2	ڈسٹرکٹ انفارمیشن آفس میانوالی	10,90,600.00
3	ڈسٹرکٹ انفارمیشن آفس خوشاب	11,80,500.00
4	ڈسٹرکٹ انفارمیشن آفس بھکر	12,06,000.00

(ہ،و) اس ضمن میں عرض ہے کہ مذکورہ بالا دفاتر میں کوئی غیر ترقیاتی منصوبہ شروع نہیں کیا گیا۔ یہاں غیر ترقیاتی بجٹ صرف ملازمین کی تنخواہوں، الاؤنسز اور دوسرے متفرق اخراجات کی ادائیگی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! سب سے پہلے تو میں آج کی اس proceedings کے حوالے سے particularly ایک بات پوچھنا چاہوں گا کہ کیا اس محکمہ کا کوئی پارلیمانی سیکرٹری نہیں ہے کہ وزیر قانون صاحب اس کے جوابات دے رہے ہیں؟

وزیر اطلاعات (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ محکمہ for Assembly business سردار دوست محمد کھوسہ صاحب کے ذمے تھا۔ لغاری صاحب کو معلوم ہے کہ ان کے علاقے میں الیکشن ہو رہا ہے۔ وہاں پر مصروف ہونے کی وجہ سے انہوں نے اپنی inability show کی کہ میں آج نہیں آ سکتا۔ اس کے بعد پھر یہ محکمہ for Assembly business مجھے تفویض ہوا اور اس کے مطابق میں جواب دے رہا ہوں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! ویسے تو Cabinet collectively responsible ہے اور آپ حکومت کی نمائندگی کر سکتے ہیں۔ میرا ویسے ہی ایک سوال تھا کیونکہ ہمارے ادھر اسمبلی کے اندر اب یہ رواج ہو گیا ہے کہ پارلیمانی سیکرٹری صاحبان سوالات کے جوابات دیتے ہیں اور جو concerned minister ہوتے ہیں وہ اس دن بڑے conveniently absent ہو جایا کرتے ہیں اسی لئے میں نے پوچھا ہے کہ کیا اس محکمہ کا کوئی پارلیمانی سیکرٹری نہیں ہے کہ یہ کام آج رانا ثناء اللہ صاحب کو تفویض ہوا ہے؟

وزیر اطلاعات (رانا ثناء اللہ خان): لغاری صاحب! یہ بات اس سوال میں نہیں پوچھی گئی، یہ آپ کا fresh question بنتا ہے۔ آپ fresh question دیں تو اس بات کا جواب دے دیا جائے گا۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! ایسی بات نہیں ہے۔ میں نے تو صرف اپنی information کے لئے پوچھا ہے۔ اس سوال میں پوچھا گیا تھا کہ کتنی رقم غیر ترقیاتی منصوبوں پر خرچ ہوئی ہے؟ اس کے جواب میں لکھا گیا ہے کہ "اس ضمن میں عرض ہے کہ دفاتر میں کوئی غیر ترقیاتی منصوبہ شروع نہیں کیا گیا۔ یہاں پر غیر ترقیاتی بجٹ صرف ملازمین کی تنخواہوں، allowances اور دوسرے متفرق اخراجات کی ادائیگی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے" تو یہ دوسرے متفرق اخراجات کیا ہیں، کہیں یہ رقم famous لفافوں کے لئے تو استعمال نہیں ہو رہی؟

وزیر اطلاعات (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! تنخواہیں اور allowances کے علاوہ کسی بھی دفتر کو operate کرنے کے لئے مختلف چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس میں یقیناً سٹیشنری کے لفافے تو شامل ہو سکتے ہیں لیکن دوسرے لفافے شامل نہیں ہیں۔ Contingencies کی ایک فہرست ہے جس میں utility bills وغیرہ آتے ہیں تو یہ متفرق قسم کی چیزیں ہیں۔

جناب سپیکر: کوئی اور ضمنی سوال؟۔۔۔ کوئی نہیں۔ مہربانی، آج کے تمام سوالات کے جوابات مکمل ہو گئے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات
(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

جرنلسٹ ہاؤسنگ کالونی میں الیکٹرانک میڈیا کے صحافیوں کو بھی پلاٹ دینے کا مسئلہ

*2241: محترمہ آمنہ الفت: کیا وزیر اطلاعات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ جرنلسٹ ہاؤسنگ کالونی میں پلاٹ ان صحافیوں کو دیئے جا رہے ہیں جو لاہور پریس کلب کے ممبر ہیں اور پرنٹ میڈیا سے تعلق رکھتے ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ الیکٹرانک میڈیا سے تعلق رکھنے والے صحافی اس استحقاق سے محروم ہیں؟

(ج) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت الیکٹرانک میڈیا سے وابستہ صحافیوں کو بھی مذکورہ کالونی میں پلاٹ کے حصول کے لئے شامل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات سے ایوان کو مطلع کیا جائے؟

وزیر اطلاعات (راناثناء اللہ خان):

(الف) JHC میں لاہور پریس کلب کے ممبران کے علاوہ ممبران میڈیا سے تعلق رکھنے والے صحافیوں کو پلاٹ دیئے گئے ہیں۔

(ب) یہ بات درست نہیں ہے۔

(ج) جواب (ب) میں شامل ہے۔

ڈسٹرکٹ انفارمیشن آفس رحیم یار خان میں سٹاف کی تعداد و دیگر تفصیلات

*4444: میاں شفیع محمد: کیا وزیر اطلاعات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) محکمہ تعلقات عامہ پنجاب کا ڈسٹرکٹ انفارمیشن آفس رحیم یار خان میں کتنا سٹاف ڈیوٹی سرانجام دے رہا ہے؟

(ب) درج بالا آفس میں کتنی منظور شدہ اسامیاں خالی پڑی ہیں ان کو کب تک پُر کر دیا جائے گا؟

(ج) درج بالا آفس کے کیا فرائض ہیں تفصیلاً آگاہ کریں؟

وزیر اطلاعات (رانا ثناء اللہ خان):

(الف) محکمہ تعلقات عامہ پنجاب کے ڈسٹرکٹ انفارمیشن آفس رحیم یار خان میں کل سات ملازمین کا سٹاف سرکاری ڈیوٹی سرانجام دے رہا ہے۔

(ب) ڈسٹرکٹ انفارمیشن آفس، رحیم یار خان میں اس وقت کوئی بھی اسامی خالی نہیں ہے۔

(ج) مذکورہ بالا آفس کے فرائض کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

1. ڈسٹرکٹ دفاتر اپنے علاقہ میں دورہ کرنے والے وزیر اعلیٰ / گورنر / صوبائی و وفاقی وزراءاور دیگر اہم شخصیات کی پریس کوریج کرتے ہیں اور پریس تراشے متعلقہ شخصیات اور اداروں کو بھجوائے جاتے ہیں۔ڈسٹرکٹ افسران اپنے ایریا میں افسر تعلقات عامہ کا کردار ادا کرتے ہیں اور مقامی صحافیوں کے مسائل کے حل اور پریس کلب کے معاملات کی نگرانی، علاقائی صحافیوں کو حکومت پنجاب کی طرف سے فراہم کردہ سہولیات کی فراہمی کو یقینی بنانے کی ذمہ داری بھی ادا کرتے ہیں۔ڈسٹرکٹ سطح پر اعلیٰ سرکاری عہدیداروں و وزرائ کی پریس کانفرنس، پریس بریفنگ کے انتظامات بھی ان کے فرائض میں شامل ہیں۔

2. صحافیوں اور حکومت کے مابین پل کا کردار ادا کرتے ہوئے دونوں میں خوشگوار تعلقات کو استوار رکھنا بھی ان کی ذمہ داری ہے۔علاقائی صحافیوں کے کوائف کا ریکارڈ مرتب کر کے رکھا جاتا ہے تاکہ حکومت کو صحافیوں کے لئے فراہم کردہ فلاحی معاملات میں آسانی رہے۔

3. حکومت کے زیر اہتمام کام کرنے والے سرکاری محکموں کی پریس کوریج کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔اس ضمن میں کمشنر / ڈی سی او / ضلع ناظم ترقیاتی منصوبوں کی مانیٹرنگ / پیشرفت اور حکومت پنجاب کی ہدایات کی روشنی میں ڈسٹرکٹ افسران سے رابطہ کے لئے جو اجلاس بلائے جاتے ہیں ان کی الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا پر بھرپور کوریج کی جاتی ہے۔ مزید برآں کسی اہم واقعہ کے بارے میں متعلقہ افسران کو مطلع کیا جاتا ہے۔

ملتان، محکمہ کے دفاتر کی تعداد و دیگر تفصیلات

*4584: **ملک محمد عامر ڈوگر:** کیا وزیر اطلاعات از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ملتان ڈویژن میں محکمہ اطلاعات کے کتنے دفاتر ہیں اور ان میں کل کتنا سٹاف ڈیوٹی سرانجام دے رہا ہے؟

(ب) ان دفاتر میں 2007-08 سے اب تک آفیسرز کی گاڑیوں کی مرمت و پٹرول، ٹی اے / ڈی اے پر کتنے اخراجات ہوئے و دیگر ملازمین کی تنخواہوں کی مد میں کتنے اخراجات ہوئے ان سے آگاہ فرمائیں؟

(ج) ان دفاتر کا کل سالانہ بجٹ مذکورہ بالا سالوں کا کتنا تھا ان میں کتنا ترقیاتی کاموں اور کتنا غیر ترقیاتی میں استعمال ہوا؟

(د) ان دفاتر میں کتنے آفیسرز و اہلکاران ڈیپوٹیشن پر کام کر رہے ہیں اور کیوں؟

وزیر اطلاعات (رانا ثناء اللہ خان):

(الف) ڈویژنل انفارمیشن آفس ملتان اور اس کے ماتحت دفاتر اور ان میں تعینات سٹاف کی تفصیل درج ذیل ہے:-

نمبر شمار	دفتر	تعداد سٹاف
1	ڈویژنل انفارمیشن آفس، ملتان	36
2	ڈسٹرکٹ انفارمیشن آفس، وہاڑی	07
3	ڈسٹرکٹ انفارمیشن آفس خانیوال	07
4	ڈسٹرکٹ انفارمیشن آفس، لودھراں	06

(ب) مذکورہ بالا دفاتر میں برائے مالی سال2007-08 اور2008-09 میں گاڑیوں کی مرمت و پٹرول، ٹی اے / ڈی اے اور دیگر ملازمین کی تنخواہوں کے کل اخراجات کی تفصیل فلیگ(A) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) مذکورہ بالا دفاتر میں برائے مالی سال2007-08 اور2008-09 کے سالانہ بجٹ کی تفصیل درج ذیل ہے:-

نمبر شمار	دفتر	سالانہ بجٹ برائے مالی سال 2007-08	سالانہ بجٹ برائے مالی سال 2008-09
1	ڈویژنل انفارمیشن آفس ملتان	66,09,556/-	69,45,091/-
2	ڈسٹرکٹ انفارمیشن آفس، وہاڑی	10,99,430/-	10,46,900/-
3	ڈسٹرکٹ انفارمیشن آفس، خانیوال	10,27,886/-	11,72,025/-
4	ڈسٹرکٹ انفارمیشن آفس، لودھراں	9,99,900/-	11,39,000/-

مزید یہ کہ تمام بجٹ غیر ترقیاتی ہے۔

(د) مذکورہ بالا دفاتر میں کسی دوسرے سرکاری ادارے کا کوئی آفیسر / اہلکار ڈیپوٹیشن پر کام نہیں کر رہا۔

گوجرانوالہ، محکمہ کے دفاتر و دیگر تفصیلات

*5515: چودھری محمد اسد اللہ: کیا وزیر اطلاعات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :۔

(الف) گوجرانوالہ میں محکمہ کے کتنے دفاتر ہیں اور ان میں کتنا سٹاف ڈیوٹی سرانجام دے رہا ہے؟

(ب) ان دفاتر میں کتنی منظور شدہ اسامیاں خالی ہیں، ان کو کب تک پُر کر دیا جائے گا۔

وزیر اطلاعات (راناثناء اللہ خان):

(الف) محکمہ اطلاعات گوجرانوالہ میں منظور شدہ اسامیوں کی گریڈ وار تفصیل درج ذیل ہے:۔

نمبر شمار	اسامی مع سکیل	تعداد
1	ڈائریکٹر BS-19	1
2	ڈپٹی ڈائریکٹر BS-18	2
3	انفارمیشن آفیسر BS-17	1
4	اسسٹنٹ Bs-14	1
5	سینئر فوٹو گرافر BS-14	1
6	فوٹو گرافر BS-13	2
7	سٹینو گرافر BS-12	2
8	آرٹیکل رائٹر BS-11	1
9	آپریٹر BS-10	1
10	سینئر کلرک BS-09	2
11	جونیئر کلرک BS-07	1
12	ڈاک روم اٹینڈنٹ BS-05	1
13	ڈرائیور BS-04	2
14	ہیلپر BS-02	1
15	دفتری BS-02	1
16	کلینر BS-02	1
17	نائب قاصد BS-02	2
18	ڈاک رنر BS-02	1
19	چوکیدار BS-01	1
20	سویپر BS-01	1

(ب) مذکورہ بالا دفتر میں ایک اسامی ڈاک روم اٹینڈنٹ (BS-5) کی خالی ہے۔اس خالی اسامی کو جلد ہی حکومتی قواعد و ضوابط کے تحت پُر کر لیا جائے گا۔

محترمہ آمنہ الفت: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! شروع سے یہ روایت چلی آ رہی ہے کہ سوالوں کے غلط جواب آتے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، آپ نے کیا کہا ہے؟

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! یہاں پر سوالوں کے غلط جواب دیئے جاتے ہیں۔

جناب سپیکر: This is no point of order. I rule it out. آپ تشریف رکھیں۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! سوالوں کے جوابات مستقل طور پر غلط آ رہے ہیں اور میرے سوال کا آج بھی غلط جواب دیا گیا ہے۔ میں اس پر تحریک استحقاق پیش کروں گی۔

جناب سپیکر: آپ کا وہ سوال dispose of ہو چکا ہے۔ That has been disposed of. اب آپ اس پر بات نہیں کر سکتیں۔ آپ تشریف رکھیں۔ میں آپ کی بات نہیں سن رہا۔ جب آپ نے اپنا جواب سنا ہی نہیں ہے تو پھر آپ اس پر اعتراض کیسے کر رہی ہیں؟ You were not present here at that time. آپ کا وہ سوال dispose of ہو چکا ہے۔ اب اس پر بحث کی ضرورت نہیں ہے۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! میرے سوال کا غلط جواب دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: محترمہ! اب اس پر بات نہیں ہو سکتی۔ میں نے آپ کے پوائنٹ آف آرڈر کو rule out کر دیا ہے۔ تشریف رکھیں۔ جی، محترمہ نگہت ناصر شیخ صاحبہ!

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ اس اہم مسئلہ کی طرف مبذول کرانا چاہتی ہوں۔ سکیورٹی کی وجہ سے ہالیڈے ان ہوٹل کے نزدیک ریت کی دیواریں بنا دی گئی ہیں۔ کوپر روڈ سے شملہ پہاڑی کی طرف جو سڑک جاتی ہے اس کو ہالیڈے ان ہوٹل والوں نے بند کر دیا ہے۔ انہوں نے فٹ پاتھ کو بھی بند کر دیا ہے جس کی وجہ سے وہاں ہر وقت ٹریفک جام رہتی ہے، طالبات اور دوسرے لوگوں کو آنے جانے میں بڑا مسئلہ درپیش ہو رہا ہے اور وہاں ٹریفک کا بڑا رش رہتا ہے۔

جناب سپیکر: چلیں، اس کا notice لیتے ہیں۔

پوائنٹ آف آرڈر
سگیاں پل کے راستے لاہور میں داخل ہونے والی سڑک کو بند کرنے سے مسافروں کو پریشانی کا سامنا

(۔۔۔جاری)

رانا محمد افضل خان: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے چار پانچ دفعہ ایوان کی توجہ دلا چکا ہوں کہ فیصل آباد سے لاہور آنے کا short ترین راستہ آؤٹ فال روڈ کا ہے اُس پر رانا صاحب نے وعدہ بھی فرمایا تھا۔ ڈی آئی جی (آپریشن) نے کچہری کے پاس اپنے دفتر سے باہر دو رویہ سڑک کو بند کر کے یک رویہ کر دیا ہے جس کی وجہ سے وہاں پر ہر وقت ٹریفک جام رہتی ہے۔ ہم لوگ سگیاں پُل سے enter ہوتے ہیں اور بند روڈ پر انٹرچینج سے گزر کر جب ضلع کچہری کے پاس آتے ہیں تو وہاں پر ٹریفک بلاک ہوتی ہے۔ پولیس نے اپنی سکیورٹی کے لئے یہ سڑک بلاک کی ہوئی ہے اور پورے شہر کے اس اہم ترین راستے پر ہر وقت ٹریفک جام ہوتی ہے تو رانا صاحب نے اس سلسلے میں وعدہ فرمایا تھا کہ ڈی آئی جی (آپریشن) کو بلا کر اُن کے سکیورٹی خدشات کا جائزہ لیں گے اور اس مسئلے کا حل نکالیں گے۔

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! Security concern کا معاملہ اتنا زیادہ حساس ہے کہ میں ہوں یا میری جگہ پر کوئی اور شخص ہو، اگر ایک آفس یہ سمجھتا ہے کہ ہماری سکیورٹی کو اس طرح کا threat ہے اور یقیناً threat بھی ہے اور جس طرح کاون فائیو کی بلڈنگ کے اوپر واقعہ ہوا تھا اُس کے پیش نظر یہ معاملہ ایسا نہیں ہے کہ صرف ایک نوٹس کے اوپر اس کا کوئی حل تلاش کر لیا جائے کیونکہ اگر اس security cover کو لازمی طور پر remove کروانا ہے تو اس کے لئے کوئی متبادل بندوبست کرنا انتہائی ضروری ہے۔ میں نے اُس دن بھی یہ عرض کی تھی کہ اس معاملے پر ڈیپارٹمنٹ سے پورا جواب لینا ہوگا اور اس کے اوپر کوئی Competent Authority فیصلہ کرے گی۔ اگر میں، رانا صاحب یا ہاؤس کی کمیٹی وہ ساری چیزیں ہٹا دیتی ہے اور اگلے روز کوئی واقعہ پیش آ جاتا ہے تو پھر یہ responsibility کا معاملہ بن جائے گا اس لئے میں نے اُس دن بھی یہ عرض کیا تھا کہ آپ اس قسم کے معاملے کو تحریری طور پر لائیں تاکہ ڈیپارٹمنٹ کا جواب on record آئے اور اُس کے مطابق Competent Authority فیصلہ کرے۔

جناب سپیکر: راناصاحب!آپ لکھ کر دیتے ہیں؟

رانامحمد افضل خان: جناب سپیکر!اس پرAdjournment Motionآچکی ہے جس پر لاء منسٹر صاحب نے وعدہ فرمایا تھا کہ ڈی آئی جی(آپریشن) کو بلایا جائے گا،اُن سے میٹنگ ہوگی یاہاؤس کی کمیٹی بنادی جائے گی۔ مجھے پولیس کاپورااحترام ہے اور وہ ہماری محافظ ہے اس لئے اُنہیںsecureہوناچاہئے۔ ہم نے دو،تین ارب روپے سے سگیاں پُل بنایا،ڈیڑھ،دوارب روپے سے بائی پاس روڈ کے اوپر انٹرچینج بنایا اور کنکریٹ کے ساتھ آؤٹ فال روڈبنائی۔اس آؤٹ فال روڈ کواگر ایک چھوٹے سے دفتر کی سکیورٹی کے حوالے سے بند کر دینا تھا،میں اس چیز کوtechnicallyبھیexplainکر سکتا ہوں لیکن بہتر یہ ہے کہ اس کے اوپر ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے کوئی جواب آ جائے اور اُس جواب کو سکیورٹی کے کسی ماہر ادارے سےwetکر دیا جائے اگر ہم نے اربوں روپے کی اسinvestmentکو ضائع کرنا ہے اور ہم نے اس پورے راستے کو استعمال نہیں کرنا تو میں سمجھتا ہوں کہ ایک فیصلہ کر کے اس دفتر کو کسی اور جگہ شفٹ کر دیا جائے کیونکہ ہم لوگ اُن کی سکیورٹی پر قطعاً کوئیcompromiseنہیں کرنا چاہتے۔

جناب سپیکر: لاء منسٹر صاحب!راناصاحب نے اس بارے میں تحریک التوائے کار بھی دی ہوئی ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میرا خیال ہے کہ راناصاحب کی تحریک التوائے کار ابھی تکtake upنہیں ہوئی۔

رانامحمد افضل خان: جناب سپیکر!وہ تحریک التوائے کار ہاؤس میں پڑھی جا چکی ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر!میں اُس تحریک کا جواب منگوالیتا ہوں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! تھوڑی دیر پہلے لاء منسٹر صاحب نے کہا تھا کہ سردار دوست محمد خان کھوسہelection campaignمیں مصروف ہیں تو جہاں تک میرا علم ہے اور شاید میں اس میں غلط ہوں کہ الیکشن کمیشن نے کہا ہے کہ وزراء الیکشن میںparticipateنہیں کریں گے تو کیا یہ الیکشن کمیشن کی ہدایات کیviolationنہیں ہے؟

جناب سپیکر: لغاری صاحب!ووٹر الیکشن میںparticipateکر سکتا ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! یہ الیکشن میں حکومتیinfluenceاستعمال کرنے کے زمرے میں آئے گا۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! محترم لغاری صاحب الیکشن کمیشن کی ہدایات کو ذرا اچھی طرح سے پڑھ لیں۔ وزراء اور کچھ دوسرے لوگوں کو بھی منع کیا گیا ہے کہ وہ اُس constituency میں نہیں جائیں گے اور وہاں پر کوئی development package announce بھی نہیں کریں گے۔ یہ کہیں نہیں لکھا کہ وہ آدمی اپنے حلقے یا اپنے ڈسٹرکٹ میں بھی نہیں جا سکتا اور وہ وہاں پر اپنے ڈیرہ یا آفس کو بند کر کے بیٹھ جائے یعنی وہ وہاں پر کسی کو مل بھی نہیں سکتا۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! اگر دوست محمد کھوسہ صاحب الیکشن مصروفیات کی وجہ سے اسمبلی اجلاس میں نہیں آسکے تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ اسمبلی بزنس الیکشن سے کم اہم ہے کیونکہ وہ اسمبلی بزنس کو پس پشت ڈال کر election campaign کے لئے وہاں پر چلے گئے ہیں۔

جناب سپیکر: لغاری صاحب! ووٹ قوم کی امانت ہے اس لئے آپ نے ڈالنا ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! آپ سے میری دست بستہ گزارش ہے کہ آپ neutral رہا کریں اور آپ کی Chair کا وقار بھی اسی چیز میں ہے۔

جناب سپیکر: لغاری صاحب! بات سنیں۔ جہاں مجھے ضرورت پیش آتی ہے کہ میں کسی بات کی اچھی طرح سے وضاحت کر سکوں تو میں اُس بات کی وضاحت کیوں نہ کروں اور کیا ووٹ ڈالنا قومی امانت نہیں ہے؟

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! کیا آج وہاں پر الیکشن ہے؟

جناب سپیکر: مجھے نہیں پتا کہ آج وہاں پر الیکشن ہے یا نہیں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس میں تو تنازعہ والی کوئی بات ہی نہیں ہے۔ الیکشن کمیشن کی بڑی واضح instructions ہیں۔ سردار دوست محمد کھوسہ صاحب اگر ڈیرہ غازی خان کے اُس حلقہ میں گئے ہیں، وہاں پر انہوں نے کوئی scheme announce کی ہے یا وہاں پر انہوں نے اس قسم کی کسی activity میں حصہ لیا ہے تو لغاری صاحب بتائیں لیکن اگر آپ یہ کہیں کہ آپ اُس constituency سے گزر بھی نہیں سکتے تو یہ بات درست نہیں ہے۔ میرا خیال ہے کہ لغاری صاحب کا حلقہ بھی اُسی این اے کے حلقے میں ہے جہاں پر الیکشن ہو رہا ہے تو اگر ان کے پاس کوئی ایسی چیز ہے تو یہ بالکل آزاد ہیں اور اس بارے میں الیکشن کمیشن کو لکھ سکتے ہیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میری یہ گزارش تھی کہ الیکشنوں میں ابھی تقریباً دو مہینے ہیں اور میرے خیال میں اسمبلی کا بزنس الیکشنوں سے اہم ہے اس لئے اسمبلی کے بزنس کو attend کرنا چاہئے۔

جناب سپیکر: یقیناً، یقیناً۔ جی، محترمہ!

محترمہ خدیجہ عمر: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میرا personal experience ہے کہ bye-Election میں گورنمنٹ کا influence بھی ہوتا ہے اور وزراء کی پوری ٹیم وہاں جاتی ہے اور بعض اوقات وزراء نے بھی اُس الیکشن میں جعلی ووٹ ڈالے ہیں تو یہ بات بالکل ٹھیک ہے کہ الیکشن کمیشن کی طرف سے اگر کسی قسم کی کوئی ہدایات ہوں تو اُن کی پابندی کرنی چاہئے۔

جناب سپیکر: آپ کی بڑی مہربانی ہے۔ آپ تشریف رکھیں کیونکہ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں یہ وضاحت کرنی چاہوں گا کہ تین ماہ قبل الیکشن کمیشن کا اجلاس ہوا تھا جس میں یہ چیزیں finalize ہوئیں اور یہ پنجاب حکومت کا ہی initiative تھا کہ اس قسم کی پابندی لگائی جائے۔ میں یہ بھی وضاحت کر دوں کہ یہ پابندی اب ہے اس سے پہلے نہیں تھی۔

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب!

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! میں نے پچھلے دنوں پوائنٹ آف آرڈر پر ایک observation دی تھی کہ فیصل آباد سے لاہور آنے والی سڑک کے حوالے سے شکایات دور نہیں ہو رہیں۔ اُس حوالے سے ایک میٹنگ منعقد ہوئی تھی جس میں محکمے کے سیکرٹری، سینئر افسران اور متعلقہ معزز ممبران اسمبلی نے سارے مسائل discuss کئے اور محکمہ نے وعدہ کیا کہ ایک ماہ کے اندر اندر اُن مسائل کا حل نکالیں گے تو اس کے لئے میں حکومت پنجاب اور لاء منسٹر کا مشکور ہوں کہ انہوں نے ہمارے ان مسائل کو respond کیا۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! آپ کو میجر صاحب کی بات کی سمجھ آ گئی ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! مجھے میجر صاحب کی بات کی بالکل سمجھ آ گئی ہے اس لئے میں نے کہا تھا کہ یہ اُس سلسلے میں خود بات کریں تو بہتر ہو گا کیونکہ اُس دن تمام معزز ممبران کو ڈیپارٹمنٹ کے ساتھ بٹھایا تھا اور میں سمجھتا ہوں کہ اس میں ان کی بھی بڑی

contribution ہے تو اُس دن وہ سارے معاملات طے پا گئے تھے اور انشاء اللہ تعالیٰ وہ سارے مسائل حل ہو جائیں گے۔

رانا تنویر احمد ناصر:پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ روزنامہ "ایکسپریس" کی اشاعت مورخہ 20۔جنوری 2011 کے صفحہ 9 پر دلاتا ہوں کہ جس میں ایک تصویر شائع ہوئی جس کے نیچے یہ لکھا تھا کہ کھانا کھانے کے بہانے اسمبلی سے باہر جانے والے ممبران کو روکنے کی خاطر اُن کے لئے منگوائے گئے کھانے کی دیگیں ملازمین اُٹھائے اسمبلی کے اندر لے جا رہے ہیں۔اخبار کی اُس تصویر میں ملازمین نے ایک دیگ اُٹھائی ہوئی تھی میں نے جب اس کی تحقیق کی تو پتا چلا کہ ہمارے ایک ایم پی اے صاحب نے ملازمین کو کھانا دینے کے لئے وہ دیگ منگوائی تھی۔ کھانا تو بہت دُور کی بات ہے اس سیشن میں ممبران اسمبلی کو بریڈ کا ایک پیس تک نہیں دیا گیا تو میں اس طرح کی غیر ذمہ دارانہ رپورٹنگ کو condemn کرتا ہوں کیونکہ اس سے ہمارا image خراب ہو رہا ہے۔

جناب سپیکر:بڑی مہربانی۔ جی، نوید انجم صاحب!

جناب محمد نوید انجم:پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! یہاں پر رانا افضل صاحب نے سڑک بند ہونے کے حوالے سے بات کی تو لاء منسٹر صاحب نے اُس کا جواب دیا ہے کہ ون فائیو کی بلڈنگ کے اوپر حملہ ہوا تھا تو اس وجہ سے سکیورٹی کے point of view سے وہ سڑک بند کی گئی ہے۔ آپ دیکھ لیں کہ ون فائیو کی بلڈنگ کے اوپر حملہ ہوا تھا تو وہاں کی دونوں اطراف کی سڑکیں کھلی ہیں انہوں نے سارے security measures کر لئے ہیں، اپنی دیواروں اور گیٹوں کو secure کیا ہے۔ اگر یہ لوگ بھی اپنے دفتر کو secure کر کے ان معاملات کو درست کر لیں تو میرا خیال ہے کہ اس سے ہم پبلک کو بڑا relief دے سکتے ہیں۔

جناب سپیکر:رانا صاحب! آپ کو اس بارے میں کچھ کرنا چاہئے۔ جی، محترمہ! آپ کی ابھی کچھ تشنگی باقی رہ گئی ہے؟

محترمہ سیمل کامران:جناب سپیکر! محترمہ نگہت ناصر شیخ صاحبہ نے جو point raise کیا ہے یہ بڑا genuine point ہے۔ اسمبلی آتے ہوئے الحمرا کمپلیکس اور آواری ہوٹل کے سگنل پر ٹریفک روزانہ بلاک ہوتی ہے اُس کی وجہ یہ ہے کہ آواری ہوٹل والوں نے سروس لین کو بلاک کیا ہوا ہے۔ اپنے security measures adopt کرنے کی بجائے اگر یہ لوگ سڑکیں بند کرنی شروع کر دیں گے

توپھر عوام کہاں سے گزریں گے ؟دوسری بات یہ ہے کہ جب سے میں نے اسمبلی کوjoin کیا ہے میرے سامنے آج پہلی دفعہ Question Hour میں ایجنڈا پر جتنے سوالات تھے وہ مکمل ہوئے ہیں جس پر میں اسChair کو خراج تحسین پیش کرتی ہوں۔

تحاریک استحقاق

جناب سپیکر: بہت شکریہ۔اب تحاریک استحقاق کا وقت شروع ہوتا ہے۔چودھری شاہد انجم صاحب کی تحریک استحقاق نمبر 2011/02 ہے۔جی،لاء منسٹر صاحب!

ایکسیئن انہار بہاولنگر کا معزز ممبر اسمبلی کے ساتھ نامناسب روّیہ
(۔۔۔جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر!اس تحریک کا جواب موصول ہوگیا ہے اور میں نے معزز ممبر سے بھی بات کی تھی لیکن وہ اس تحریک استحقاق کے جواب سے satisfied نہیں ہیں کیونکہ اس میں concerned officer کا مؤقف otherwise ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ آپ اس تحریک استحقاق کو استحقاق کمیٹی کو بھیج دیں وہاں پر یہ معاملہ sort out ہو جائے گا۔

جناب سپیکر: چودھری شاہد انجم صاحب کی تحریک استحقاق، استحقاق کمیٹی کے سپرد کی جاتی ہے۔

تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر: اب تحاریک التوائے کار کا وقت شروع ہوتا ہے۔رانا صاحب! تحریک التوائے کار نمبر 2011/06 کا جواب موصول ہو گیا ہے تو آپ ہاؤس میں پڑھ دیں۔

محکمہ خوراک کو50 کلو کے بیگ کے پرانے سٹاک کو فروخت کرنے سے محکمہ کو ہونے والے نقصان کی انکوائری کروانے کا مطالبہ
(۔۔۔جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! روزنامہ "ایکسپریس" مورخہ 3۔جنوری 2011 کو شائع ہونے والی خبر حقائق پر مبنی نہ ہے۔صورتحال کچھ اس طرح سے ہے کہ خریداری سکیم

2009-10 میں حکومت پنجاب نے 4 ملین ٹن گندم خریدنے کے لئے باردانہ کا انتظام کیا جبکہ محکمہ خوراک نے کاشتکاران کو سہولت دینے کے لئے 5.78 ملین ٹن گندم خرید کی جس کی وجہ سے بقیہ گندم پرائیویٹ باردانہ میں خریدنے کی اجازت دی تاکہ زمیندار کی باردانہ سے متاثر نہ ہوں اور اپنی پیداوار بروقت فروخت کر سکیں۔چنانچہ زمینداروں نے پرائیویٹ تھیلوں میں گندم بھر کر محکمہ کو فروخت کی جس کی قیمت حکومت نے مبلغ -/15 روپے مقرر کی جو کی زمینداروں کو ادائیگی کر دی گئی۔اس طرح پنجاب بھر میں پرائیویٹ تھیلے -/15 روپے فی تھیلہ کے حساب سے خرید کئے گئے اور صرف ضلع بہاولپور میں کچھ پرائیویٹ معیاری تھیلے -/20 روپے فی تھیلہ کے حساب سے خرید کئے اور محکمہ نے معیاری تھیلوں کی عدم دستیابی کی وجہ سے یہ تھیلہ جات وصول کئے تاکہ زمینداروں کو اپنی گندم حکومت کو فروخت کرنے میں کوئی دقت نہ ہو۔اب یہ تھیلے بغیر نفع و نقصان کے گندم خریدنے والی پارٹیوں کو بمعہ گندم فروخت کئے جا رہے ہیں۔جہاں تک سرکاری طور پر خرید کئے جانے والے تھیلوں کا تعلق ہے تو یہ پاکستان سٹینڈرڈ انسٹیٹیوٹ کے مقرر کردہ معیار پر خرید کئے گئے ہیں۔یہ تھیلہ جات مبلغ 25.93 روپے میں خرید کئے گئے تھے اور اب مع گندم -/26 روپے فی تھیلہ کے حساب سے گندم خرید کنندگان کو فروخت کئے جا رہے ہیں۔

جناب سپیکر: Not pressed. اس تحریک کو dispose of کیا جاتا ہے۔اگلی تحریک التوائے کار نمبر 10/2011۔ محترمہ خدیجہ عمر صاحبہ کی ہے۔جی، راناصاحب!

لاہور میں ٹرانسپورٹرز کا از خود کرایہ میں اضافہ کرنے سے مسافروں کو پریشانی کا سامنا

(۔۔۔جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! مورخہ 2011-01-01 کو وفاقی حکومت کی طرف سے پٹرولیم مصنوعات میں اضافے کی وجہ سے لاہور میں اربن ٹرانسپورٹر اور دیگر ٹرانسپورٹر کمپنیوں نے از خود کرایہ بڑھانے کا عندیہ دیا تھا، نہ کہ کرایہ بڑھایا گیا تھا اور اس سلسلہ میں لاہور ٹرانسپورٹ کمپنی کو کسی مسافر کی طرف سے کوئی شکایت موصول ہوئی۔بعد ازاں وفاقی حکومت نے مورخہ 2011-01-06 کو پٹرولیم مصنوعات میں بڑھائے گئے فیصلے کو واپس لے لیا جس پر کرایہ بڑھنے کے تمام ابہام ختم ہو گئے اور مزید یہ کہ تمام routes پر سابقہ کرایہ ہی لیا جا رہا ہے۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں ساری بات ہو گئی ہے .Not pressed. Disposed of اگلی تحریک التوائے کار نمبر 22/2011۔طاہر اقبال چودھری صاحب کی ہے۔جی،راناصاحب!

لاہور میں قصور کے نواحی گاؤں چک نمبر 25 کی لڑکی سے اوباش نوجوانوں کی اجتماعی زیادتی

(۔۔۔جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس تحریک کا جواب یوں ہے کہ مقدمہ نمبر 9/10 مورخہ 4-1-2011 بجرم 376/380 (ت پ) تھانہ صدر پتوکی۔ مختصر حالات اس طرح سے ہیں کہ مسماۃ کوثر پروین نے ایک درخواست عدالت عالیہ میں جناب محمد بوٹا اے ایس آئی صاحب پتوکی بحاضری تھانہ پیش کی جو ذیل ہے:۔

جناب سپیکر! مسماۃ کوثر پروین زوجہ اللہ دتہ قوم بھٹی سکنہ جمشیر چک نمبر 24 تحصیل پتوکی، الزام علیہان نمبر 1 ذوالفقار مسلح 30 بور۔ ملزم نمبر 2 انور عرف کالی مسلح رائفل پسران علم دین قوم مستری سکنائے ہنجرائے کلاں۔ ملزم نمبر 3 عبدالحمید ولد ممتاز حسین قوم بلوچ لشاریاں رینالہ خورد اوکاڑہ مسلح کلاشنکوف۔ ملزم نمبر 4 طالب حسین شاہ ولد عبدالحق شاہ قوم سید سکنہ 6/LR رینالہ مسلح موزر 30 بور اور تین کس نامعلوم تھے۔

جناب سپیکر! اس درخواست میں سائلہ نے مؤقف یہ اختیار کیا کہ وہ لاہور میں محنت مزدوری کرتی ہے جو کہ 27/6/2010 بوقت تقریباً 9 بجے رات ساتھ ہمشیرہ اپنی والدہ حقیقی نذیراں بی بی اور بیٹا بعمر ڈیڑھ سال اپنے حقیقی بھائی محمد اسلم سے مبلغ -/60000 روپے لے کر رحمت چوک بائی پاس پتوکی بس سے اتر کر کھڑی تھی اور جانے کے لئے کسی گاڑی کا انتظار کر رہی تھی کہ اچانک ایک سفید رنگ کی کوچ آئی جس میں مذکورہ الزام علیہان سوار تھے اُن میں سے ملزم نمبر 1 اور ملزم نمبر 2 نیچے اترے اور مجھ سے پوچھا کہ تم نے کہاں جانا ہے؟ میں نے چک نمبر 25 کا نام لیا تو انہوں نے کہا کہ یہ گاڑی اُسی چک کی ہے۔ اس دوران ملزمان نے زبردستی مجھے گاڑی میں بٹھا لیا اور میری والدہ آگے بڑھی جس کے پاس بچہ تھا اسے دھکے دے کر نیچے گرا دیا۔ اسی اثناء میں مسمیان فقیریا اور طفیل پسران برکت علی نے خود دیکھا تو ملزمان مذکوران نے گاڑی بھگا دی اور میرے شور کرنے پر اسلحہ دکھا کر مجھے خاموش کر دیا۔ بعدازاں ویران بھٹہ خشت پر لے گئے چونکہ ملزمان شراب کے نشہ میں دھت تھے مجھ سے مبلغ

-/60000روپے نقد، ایک عدد موبائل فون مالیتی مبلغ پانچ ہزار روپے زبردستی چھین لیا اور میرے ساتھ زیادتی کی۔ ملزمان رات تقریباً12 بجے مجھے اکیلے چھوڑ کر گاڑی میں بیٹھ کر چلے گئے اور میں صبح اپنے گاؤں چک نمبر25 پہنچی۔ بذریعہ درخواست سائلہ نے کہا کہ میری رقم برآمد کی جائے اور ملزمان کے خلاف کارروائی کی جائے۔

جناب سپیکر! مقدمہ رجسٹر ہو کر تفتیش بذریعہ محمد انور SI لائی گئی اور مدعیہ و گواہان کو بغرض تصدیق وقوعہ طلب کیا گیا۔ گواہان شامل تفتیش ہوئے جنھوں نے اشٹام بیان حلفی پیش کئے کہ وقوعہ دیہہ والوں نے دیکھا ہے اور نہ انہیں علم ہے۔ مدعی مقدمہ کو بار بار طلب کرنے کے باوجود حاضر ہو رہی ہے اور نہ ہی ملاحظہ جائے وقوعہ کروا رہی ہے۔ بادی النظر میں حالات مقدمہ مشکوک ہیں تاہم مدعیہ کو طلب کر کے بعد از تصدیق مقدمہ ہذا کی تفتیش عمل میں لا کر چالان عدالت میں بھیجا جائے گا۔

جناب سپیکر: جی، محرک اسے press نہیں کرتے لہذا یہ تحریک dispose of کی جاتی ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! کیا آپ مجھے ایک منٹ بولنے کی اجازت دیں گے؟

جناب سپیکر: جی، پہلے مجھے یہ ختم کر لینے دیں اُس کے بعد آپ کو ٹائم ملے گا۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر28/11 محترمہ ثمینہ خاور حیات، محترمہ خدیجہ عمر اور محترمہ سیمل کامران کی طرف سے ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس کو pending فرمالیں کیونکہ اس کا جواب ابھی موصول نہیں ہوا۔

جناب سپیکر: کیا اس کو24 تاریخ کے لئے pending کر دیں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اسے25 تاریخ تک pending فرمادیں۔

جناب سپیکر: چلیں، ٹھیک ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر29/11 جناب اعجاز احمد کاہلوں کی طرف سے ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس کو بھی pending فرمادیں۔

جناب سپیکر: یہ ابھی move ہونی ہے۔ جناب اعجاز احمد کاہلوں صاحب!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے لہذا یہ تحریک dispose of کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر34/11 بھی جناب اعجاز احمد کاہلوں صاحب کی ہے۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے لہذا dispose of کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر35 بھی ان کی طرف سے ہے۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے لہذا dispose of کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک

التوائے کار نمبر 36/11 سیدہ ماجدی زیدی، محترمہ آمنہ الفت، ڈاکٹر سامیہ امجد اور محترمہ سیمل کامران کی طرف سے ہے۔ راناصاحب! اس کا جواب آگیا ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس کا جواب موصول نہیں ہوا۔

جناب سپیکر: چلیں، اسے 25 تاریخ تک کے لئے pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 37/11 محترمہ خدیجہ عمر، محترمہ ثمینہ خاور حیات، محترمہ قمر عامر چودھری اور ڈاکٹر فائزہ اصغر کی طرف سے ہے۔ راناصاحب! اس کا جواب آگیا ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! ان تحاریک کے notices ابھی recently موصول ہوئے ہیں اس لئے اکثر تحاریک کا جواب نہیں آیا لہذا pending فرمادیں۔

جناب سپیکر: جی، یہ تحریک بھی 25 تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 38 محترمہ سیمل کامران، سیدہ ماجدہ زیدی، محترمہ ثمینہ خاور حیات اور ڈاکٹر سامیہ امجد کی طرف سے ہے۔

اڈا مونگی بنگلہ گوجرہ میں محکمہ مال کا پیشگی نوٹس دیئے بغیر دکانوں کی مسماری

(۔۔۔جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس تحریک کا جواب موجود ہے۔ تفصیلی رپورٹ کے مطابق چک نمبر 179/180 گ ب میں 60 عدد ناجائز تجاوز کنندگان نے محکمہ انہار کی سرکاری اراضی پر قبضہ کیا ہوا تھا۔ ایک درخواست دہندہ رانا محمد احتشام نے چیف سیکرٹری پنجاب کو بھی درخواست دی تھی کہ ناجائز تجاوز کنندگان کے خلاف کارروائی کی جائے۔ اس کے علاوہ ذوالفقار علی ولد ولی محمد سکنہ 244 گ ب اور ڈویژنل کینال آفیسر بھاگٹ لوئر گوگیرہ برانچ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ نے بھی DDO(R) گوجرہ کو ان ناجائز تجاوز کنندگان کے خلاف قانونی کارروائی کے لئے درخواستیں دی ہوئی تھیں جن پر DDO(R) گوجرہ نے عملہ فیلڈ سے رپورٹ طلب کی اور مورخہ 09-02-2009 زیر دفعہ 32/34 کالونی ایکٹ 1912 کارروائی بے دخلی کا حکم جاری کیا۔ DO(R) کے حکم پر مورخہ 04-01-2011 کو کارروائی کرتے ہوئے ناجائز تجاوز کنندگان سے سرکاری رقبہ محکمہ انہار خالی کروالیا گیا۔ بمطابق رپورٹ DO(R) ٹوبہ ٹیک سنگھ کارروائی قانون اور ضابطہ کے مطابق کی گئی ہے اور بورڈ آف

ریونیو پنجاب کی پالیسی کے مطابق قانونی طور پر ناجائز تجاوز کنندگان سے سرکاری اراضی حاصل کی گئی ہے۔

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، محرک اسے press نہیں کرتے لہذایہ تحریک dispose of کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 39/11 محترمہ سیمل کامران، سیدہ ماجدی زیدی، محترمہ ثمینہ خاور حیات اور محترمہ خدیجہ عمر کی طرف سے ہے۔ یہ بھی آج تک کے لئے pending تھی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس کو بھی pending فرمادیں کیونکہ جواب موصول نہیں ہوا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، اس تحریک کو 25 تاریخ تک کے لئے pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 44/11 ڈاکٹر سامیہ امجد، محترمہ ثمینہ خاور حیات، محترمہ سیمل کامران اور محترمہ آمنہ الفت کی طرف سے ہے۔ جی، راناصاحب!

جعلی پاور آف اٹارنی اور مختار ناموں کے ذریعے کروڑوں روپے کا فراڈ

(۔۔۔جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس کا جواب آگیا ہے۔ اس تحریک التوائے کار کی بابت عرض ہے کہ رِنگ روڈ میں تقریباً 35 فیصد رقبہ سرکاری ہے جس کا کوئی معاوضہ ادا نہیں کیا گیا۔ بقیہ رقبہ پیکج نمبر 1 تا 17 پرائیویٹ مالکان سے قیمتاً حاصل کیا گیا ہے جس کی قیمت کی منظوری بورڈ آف ریونیو سے باضابطہ حاصل کی گئی ہے۔ البتہ 115 کنال پرائیویٹ رقبہ جو کہ مفاد عامہ کے لئے استعمال ہو رہا تھا اس کو بلا معاوضہ حاصل کیا گیا ہے جس کی بصورت دیگر قیمت 66 کروڑ 50 لاکھ روپے بنتی ہے۔ جہاں تک مختار نامہ جات پر ادائیگی کا تعلق ہے تو عرض ہے کہ رجسٹرڈ مختار نامہ جات قانونی اور صحیح دستاویز تصور ہوتے ہیں اور ان کی تصدیق کے بعد ادائیگی کی جاتی ہے۔ تحصیلدار مجاہد ضیاء اور دیگر نائب تحصیلداران کے خلاف ایک FIR درج ہوئی ہے اور جملہ ملزمان معطل ہیں تاہم ان سے منسوب رقم کبھی ادا ہی نہیں ہوئی بلکہ خزانہ سرکار میں موجود ہے۔ نیز اس project کا third party audit کرایا گیا ہے جس میں معاملات کو تسلی بخش پایا گیا ہے۔ البتہ اگر تحصیلدار یا دیگر افسران کے بارے میں کوئی شکایت موصول ہوئی تو اُس پر قانون کے مطابق عمل کیا جائے گا۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! مجاہد ضیاء کے بارے میں پوچھا گیا تھا لیکن اس کے متعلق جواب نہیں آیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! بڑی تفصیل کے ساتھ جواب پڑھا ہے کہ تحصیل دار مجاہد ضیاء اور دیگر نائب تحصیل داروں کے خلاف ایک ایف آئی آر درج ہوئی ہے اور جملہ ملزمان معطل ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ڈاکٹر صاحبہ! وہ لوگ معطل ہیں۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جی، ٹھیک ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ تحریک التوائے کار dispose of کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار محترمہ حمیرا اویس شاہد اور جناب محسن خان لغاری صاحب کی ہے۔ دونوں ہی موجود نہیں ہیں تو اسے سوموار تک pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 960/10 چودھری عامر سلطان چیمہ، محترمہ سیمل کامران اور سیدہ ماجدہ زیدی صاحبہ کی ہے۔ جی، چیمہ صاحب!

پنجاب حکومت کی جانب سے سابق صدر کو سرکاری رہائش گاہ کی الاٹمنٹ

چودھری عامر سلطان چیمہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ، جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "المشرق" مورخہ 21-12-2010 کی خبر کے مطابق ایک سابق صدر مملکت کو وفاق کی بجائے حکومت پنجاب نے سرکاری رہائش گاہ فراہم کر رکھی ہے۔ سروسز اینڈ جنرل ایڈمنسٹریشن ڈیپارٹمنٹ کے معتبر ذرائع نے بتایا کہ قواعد کے تحت کسی بھی سابق صدر مملکت کو سرکاری رہائش گاہ الاٹ کرنا وفاقی حکومت کی ذمہ داری ہے تاہم G.O.R-I میں واقع رہائش ایک شاہن روڈ سابق صدر مملکت رفیق تارڑ کو حکومت پنجاب کی جانب سے الاٹ کی گئی ہے اور وہ وہاں رہائش پذیر ہیں۔ اس خبر سے صوبہ بھر کی عوام میں شدید بے چینی اور تشویش پائی جاتی ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی،لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! تحریک التوائے کار نمبر 960/10 کا جواب یہ ہے کہ جسٹس (ر) محمد رفیق تارڑ سابق صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان کو President Pension Act 1974 کے مطابق ایک سرکاری گھر الاٹ ہونا تھا مگر انہیں یہ گھر مرکزی حکومت نے الاٹ نہ کیا۔ موجودہ حکومت نے اپنی اخلاقی ذمہ داری کو پورا کرتے ہوئے ایک شاتن روڈ، G.O.R-I لاہور سابق صدر کو الاٹ کر دیا ہے جس کا قبضہ 08-6-17 کو سابق صدر کے سپرد کر دیا گیا ہے جو کہ ان کا آئینی حق ہے۔ اس کے بدلے میں وفاقی حکومت سے اسلام آباد میں ایک گھر Ministers pool سے پنجاب حکومت کے لئے مانگا گیا تھا جس کے متعلق latest information یہ ہے کہ وفاقی حکومت نے یقین دہانی کروائی ہے کہ وہ ایک گھر Ministers pool سے پنجاب حکومت کو دے گی۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! کیا یہ وفاقی حکومت کی ذمہ داری نہیں تھی کیونکہ وہ صدر مملکت ریٹائر ہوئے:

> Federal Government will provide him with a residence and Provincial Government cannot interfere in the domain of the Federal Government. The Federal Government cannot interfere in domain

جو وفاق کی ذمہ داریاں ہیں وہ وفاق پورا کرے گا اور جو صوبے کی ذمہ داریاں ہیں وہ صوبہ پورا کرے گا۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! قانون کے مطابق یہ کسی بھی سابق صدر کا حق ہے کہ اسے گھر الاٹ کیا جائے اور اس سلسلے میں اس کی choice کو بھی مدنظر رکھا جائے۔ اگر وہ اپنے آبائی ضلع میں گھر لینا چاہتا ہے تو یہ حکومت کی ذمہ داری ہے چونکہ وفاقی حکومت کے پاس یہاں پر گھر نہیں تھا اس لئے پنجاب نے اس ذمہ داری کو پورا کر دیا اور اس کے بدلے میں ان سے وہاں گھر طلب کیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: لغاری صاحب! میرا خیال ہے کہ اس پر ہمیں grace show کرنی چاہئے after all he was President of Pakistan اور اگر مرکزی حکومت اور پنجاب حکومت کی آپس میں understanding ہو گئی تو اس پر اعتراض نہیں کرنا چاہئے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! صوبائی حکومت نے کہا ہے کہ ہمیں اس کے بدلے میں وفاق میں ایک گھر دے دو جو کہ ابھی تک نہیں دیا گیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: انہوں نے کہا ہے کہ وہ provide کر رہے ہیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! یہ کب سے commitment ہے اور کتنی پرانی بات ہو گئی ہے کیونکہ یہ بات 2008 کی ہے جبکہ آج 2011 ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: لغاری صاحب! آپ تشریف رکھیں کیونکہ یہ صوبہ اور وفاق کی بات ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: کیا یہ ایوان صوبے کے لئے بات نہیں کر سکتا؟

جناب ڈپٹی سپیکر: لغاری صاحب! مجھے یہ بتائیں کہ جن کی تحریک التوائے کار ہے وہ تو آرام سے بیٹھے ہوئے ہیں اس کے لئے پورا ایک طریق کار ہے اور آپ ماشاءاللہ rules کو بھی سمجھتے ہیں اس لئے آپ بھی تشریف رکھیں۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! تحاریک التوائے کار کے دوران پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہوتا۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! اس وقت House in order نہیں ہے کیونکہ آفیسرز گیلری میں کوئی outsider شخص بیٹھا ہے تو یہ کون ہے اور اسے کس نے بٹھایا ہے اور وہ کس capacity میں یہاں بیٹھا ہے؟ اس طرح سے ہمارا ابھی استحقاق مجروح ہوتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں اسے check کرواتا ہوں۔ اتنی دیر تک تحریک التوائے کار نمبر 47/11 ملک سیف الملوک کھوکھر صاحب پیش کریں۔

ملتان روڈ لاہور کی کشادگی میں متاثرین کو مارکیٹ ویلیو کے حساب سے معاوضہ کی ادائیگی کا مطالبہ

ملک سیف الملوک کھوکھر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ معاملہ یہ ہے کہ ملتان روڈ کو کشادہ کرنے کے پروگرام پر عمل کیا جا رہا ہے۔ اس ضمن میں ملتان روڈ کے دونوں اطراف کی عمارات جن میں دکانیں، شوروم اور دوسرے کاروباری مراکز شامل ہیں ان میں سالہا سال سے لوگ اپنا اپنا کاروبار چلا رہے ہیں۔ ان عمارات کی بدولت مزید ہزاروں خاندان بھی برسرروزگار ہیں۔ حکومت پنجاب کی جانب سے ملتان روڈ کو کشادہ کرنے کے لئے تمام تعمیرات ختم کرنے کے لئے زمین کی قیمت ادا کی جانی ہے۔ اس ضمن میں عرض ہے کہ زمین کی قیمت حکومت بورڈ آف ریونیو کی جانب سے تعین کردہ ریٹ کے مطابق ادا کرنا چاہتی ہے جبکہ سالہا سال کی محنت اور کوششوں سے لوگوں نے اپنے کاروبار اور جگہ کی ساکھ بنائی ہے۔ لاہور میں آنے والی مکمل ملتان روڈ کمرشل ہے اور اس کا معاوضہ چھ لاکھ روپے فی مرلہ مقرر کرنا سالہا سال سے کاروبار کرنے والوں کے ساتھ ظلم ہے۔ اس ضمن میں عرض یہ ہے کہ سندھ اسمبلی نے قانون میں ترمیم بھی منظور کی ہے کہ صوبہ سندھ میں اگر حکومت زمین acquire کرے گی تو market value کے مطابق مالک کو قیمت ادا کرے گی۔ اسی طرح پنجاب میں بھی حکومت مالکان سے زمین acquire کرے تو market value کے مطابق قیمت ادا کرے۔ مغلپورہ اور محمود بوٹی کے علاقہ میں بورڈ آف ریونیو کی طرف سے فی مرلہ ریٹ دو لاکھ روپے طے کیا گیا تھا لیکن وہاں پر جو زمین acquire کی گئی اس کی قیمت 18 سے 25 لاکھ روپے فی مرلہ ادا کی گئی ہے۔ بڑھتے ہوئے مہنگائی کے تناسب اور ملتان روڈ کی زمین کی اہمیت کے پیش نظر قیمت چھ لاکھ روپے فی مرلہ مقرر کرنا انتہائی ظلم ہے۔ اس معاملہ کی سنگینی کے باعث صوبہ بھر کے عوام میں بالعموم اور ملتان روڈ پر کاروبار کرنے والے افراد اور ان کے زیر سایہ روزگار حاصل کرنے والوں میں بالخصوص اضطراب، بے چینی، خوف اور غم و غصہ پایا جاتا ہے جس بناء پر کسی بڑے جھگڑے کا بھی امکان ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر!اس کا جواب موصول نہیں ہوااس لئے اسے25۔جنوری تک کے لئےpendingکر لیاجائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے۔اس تحریک التوائے کار کوpendingکیاجاتاہے۔اگلی تحریک التوائے کار نمبر54/11محترمہ خدیجہ عمر صاحبہ کی ہے۔جی، محترمہ!

جلو پارک اور چھانگامانگاریزارٹ کے ترقیاتی منصوبوں میں کروڑوں روپے کے گھپلوں کاانکشاف

محترمہ خدیجہ عمر: شکریہ۔جناب سپیکر!میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔مسئلہ یہ ہے کہ ایک مؤقر اخبار کی خبر مورخہ 11-01-11 کے مطابق "جلو پارک اور چھانگامانگاResortsمیں کروڑوں روپے کے گھپلوں کا انکشاف"۔ مسئلہ یہ ہے کہ محکمہ سیاحت کے جلو پارک Resort اور چھانگامانگاResortمیں ترقیاتی کاموں میں کروڑوں روپے کے گھپلوں کاانکشاف ہوا ہے جنہیں چھپانے کے لئے محکمہ کے حکام بالا نے ترقیاتی کاموں کا ریکارڈ چوری کروادیاہے۔ موجودہ سال کے آغاز پر جلو پارک/ چھانگا مانگا Resortsکی تعمیر و مرمت کا ٹھیکہ ڈیڑھ کروڑ روپے میں محکمے کے جی ایم(ایڈمن) کے برادر نسبتی کی کمپنی کو دیا گیا۔ تعمیر ومرمت پر ناقص مٹیریل استعمال کیاگیاجس سے Resort کے کمرے کرایہ پر دینے سے قبل ہی خراب ہو گئے ہیں۔ ان گھپلوں کو چھپانے کے لئے Resortکو ٹھیکہ دینے کے لئے دومرتبہ نیلامی بھی منسوخ کی گئی۔ مذکورہ تمام تر صورتحال کے پیش نظر صوبہ کی عوام میں حکومت کے خلاف شدید نفرت و بے چینی پائی جارہی ہے لہذااستدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کراس پرایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی،لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر!اس کاجواب موصول نہیں ہوا،اس کو بھی pendingفرمادیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ بھی25تاریخ تک کے لئےpendingکی جاتی ہے۔اب تحریک التوائے کار نمبر 55/11 محترمہ حمیرااویس شاہد، محترمہ ثمینہ خاور حیات، محترمہ خدیجہ عمر، سیدہ ماجدہ زیدی کی ہے۔ جی، سیدہ ماجدہ زیدی صاحبہ!

ڈرامہ ہالوں اور سٹیج ڈراموں میں ٹکٹیں خریدنے والوں کے عدم ریکارڈ اور محکمانہ ملی بھگت سے حکومت کو مالی نقصان

سیدہ ماجدہ زیدی: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "نوائے وقت" مورخہ 12۔جنوری 2011 کی خبر کے مطابق ڈرامہ ہالوں اور سٹیج ڈرامہ میں صوفے اور عارضی کرسیاں لگا کر مہنگی ٹکٹوں پر بٹھائے جانے والوں کا کوئی ریکارڈ نہیں رکھا جاتا۔ یہ لاہور کے محکمہ ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن لاہور کی تفریحی برانچ لاہور کے اہلکار اور افسران نے ڈرامہ ہالوں، سٹیج ڈرامہ ہالوں کے منتظمین کی ملی بھگت سے ہو رہا ہے اور اس طرح سالانہ کروڑوں روپیہ ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن اہلکاران وافسران اور ہالوں کے منتظمین کی ذاتی جیبوں میں ففٹی ففٹی کی بنیاد پر چلا جاتا ہے اس کے علاوہ جن ٹکٹوں کی فروخت بتائی جاتی ہے ان کی اصل مالیت بھی ظاہر نہیں کی جاتی۔ اس فراڈ پر عوام میں شدید ردعمل پایا جاتا ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ سارے notices ابھی موصول ہوئے ہیں ان کو next week تک کے لئے pending فرما دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے۔ اس تحریک التوائے کار کو بھی pending کیا جاتا ہے۔ اب تحریک التوائے کار نمبر 56/11 محترمہ ثمینہ خاور حیات، سیدہ ماجدہ زیدی، ڈاکٹر سامیہ امجد صاحبہ کی ہے۔ جی، ڈاکٹر صاحبہ!

صوبائی دارالحکومت میں سوائن فلو کے مریضوں میں مسلسل اضافہ کی روک تھام میں محکمہ کی عدم دلچسپی

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "خبریں" مورخہ 12۔جنوری 2011 کی خبر کے مطابق محکمہ صحت پنجاب نے صوبائی دارالحکومت

میں سوائن فلو کے مریض کی آٹھ روز تک موجودگی اور پھر ہلاکت کی باقاعدہ اطلاع ہونے کے باوجود شہر کے ٹیچنگ اور ضلعی ہسپتال ڈاکٹروں اور سٹاف نرسز کی کسی قسم کی سپیشلائزڈ ٹریننگ نہیں کر سکے۔ نئی بیماری ہونے کی وجہ سے بیشتر میڈیسن کے پروفیسر اور سینئر ڈاکٹر اس بیماری کے علاج کے کنٹرول کے حوالے سے لاعلم ہیں جبکہ ہسپتالوں کے ایمرجنسی کے وارڈز میں تعینات میڈیکل آفیسر ان اس بیماری سے مکمل طور پر لاتعلق ہیں اور اس بیماری کی علامات میں مبتلا آنے والے مریضوں کو عام فلو، نزلہ، زکام وغیرہ کی میڈیسن دے کر ڈسچارج کر دیتے ہیں۔ سوائن فلو کی بیماری 2008 میں منظر عام پر آئی اور نئی بیماری ہونے کے باوجود ابھی تک پنجاب کے کسی بھی تدریسی ہسپتال پی ایم ڈی سی اور ابھی تک ادارہ صحت کی جانب سے آگاہی ورکشاپ کروائی گئی ہے اور نہ ہی اس بیماری کے علاج کے لئے ایمرجنسی انتظام کئے گئے۔ اس خبر سے عوام میں تشویش پائی جاتی ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، یہ تحریک بھی 25 تاریخ تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔ اب تحریک التوائے کار نمبر 56/11 ہے، یہ identical ہے اور پتا نہیں لگ کیسے گئی ہے؟ یہ dispose of کی جاتی ہے۔ اس سے اگلی تحریک التوائے کار نمبر 60/11 محترمہ سیمل کامران صاحبہ کی ہے۔ جی، محترمہ سیمل کامران صاحبہ!

محکمہ کالونیز نے سرکاری اراضی پر قائم ہاؤسنگ سوسائٹیز کے مالکان سے مقبوضہ اراضی کی قیمت وصول کرنے میں ناکام

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ایک مؤقر روزنامہ کی خبر کے مطابق سرکاری زمینوں پر قائم ہاؤسنگ سوسائٹیز کی جانب سے قبضہ کی رپورٹ کے بعد محکمہ کالونیز نے قابض سکیم مالکان سے اراضی کی قیمت وصول کرنے کی حکمت عملی تیار کی تھی جس کے بعد ایسی ہاؤسنگ سوسائٹیز کو حتمی نوٹس جاری کئے گئے تھے جس میں کہا گیا تھا کہ وہ اپنی زیر قبضہ سرکاری اراضی کی قیمت ادا کریں ورنہ ان سے سرکاری زمین خالی کروا کے نیلام کر دی جائے گی جس کے لئے محکمہ کالونیز نے ایسی سوسائٹیز کو 18۔ارب روپے سے زائد کے واجبات ادا کرنے کے لئے متعدد notices جاری کئے جن کا کوئی خاص اثر نہ لیا گیا اور صرف 2 کروڑ 85 لاکھ روپے وصول

ہوئے۔ سوسائٹی کے قابضین نے اپنا اثر و رسوخ استعمال کر کے راہِ فرار اختیار کر رکھی ہے جس سے صوبے کے خزانے کو اربوں روپے کا نقصان برداشت کرنا پڑ رہا ہے۔ مذکورہ بالا خبر سے صوبہ بھر کی عوام میں شدید بے چینی پائی جاتی ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، یہ بھی تحریک 25 تاریخ تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔ اب تحریک التوائے کار نمبر 61/11 جناب اعجاز احمد کاہلوں صاحب کی ہے۔۔۔ موجود نہیں ہیں dispose of کی جاتی ہے پھر اگلی تحریک التوائے کار نمبر 63/11 محترمہ زوبیہ رباب ملک صاحبہ کی ہے۔ ان کی application آئی ہوئی ہے یہ بھی pending کی جاتی ہے۔ اب تحریک التوائے کار نمبر 65/11 جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل صاحب کی ہے۔۔۔ موجود نہیں ہیں یہ بھی dispose of کی جاتی ہے۔ اب تحاریک التوائے کار کا وقت ختم ہو گیا ہے۔

پوائنٹ آف آرڈر

حاجی عمران ظفر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، حاجی عمران ظفر!

حاجی عمران ظفر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ و علٰی آلک واصحابک یا حبیب اللہ!

یہ سب تمہارا کرم ہے آقا
کہ بات اب تک بنی ہوئی ہے

میں آپ کی توجہ ایک اہم مسئلے کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔ میں نے کل بھی پوائنٹ آف آرڈر پر بات کی تھی۔ آپ کے علم میں ہے کہ گجرات میں دو دن پہلے جو بدمعاشی ہوئی ہے، جو غنڈہ گردی کی گئی ہے کہ اگر مجھے یا میری فیملی کے کسی بھی ممبر کے ساتھ کوئی بھی مسئلہ ہوا۔۔۔ (شور و غل)

جناب ڈپٹی سپیکر: ایک منٹ، وہ بات کر رہے ہیں۔ Let him talk.

حاجی عمران ظفر: جناب سپیکر! انہیں خاموش کرائیں۔ ان کے اندر بات سُننے کا حوصلہ ہونا چاہیئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ایک منٹ ذرا سب تشریف رکھیں۔ (شور و غل)

حاجی عمران ظفر: جناب سپیکر! ان کو خاموش کرائیں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میری بات سُنیں، آپ کل والے issue پر دوبارہ بات کرنا چاہ رہے ہیں؟

معزز ممبر اور اس کی فیملی کو ملنے والی دھمکیوں کی انکوائری کروانے کا مطالبہ

حاجی عمران ظفر: جناب سپیکر۔ آج نیا مسئلہ ہوا ہے۔ کل میں نے ایک بات کی تھی کہ مجھے قتل کی دھمکیاں دی گئی ہیں۔ اگر میرے ساتھ یا میری فیملی کے ساتھ کوئی حادثہ ہوا تو اس کے ذمہ دار یہ ہوں گے۔ آج صبح پانچ بج کر تیس منٹ پر موبائل پر مجھے threat calls کی گئیں اور مجھے قتل کی دھمکیاں دی گئیں۔ انہیں شرم آنی چاہئے، انہوں نے پہلے بھی بد معاشی کی ہے اور آج صبح ایک گھنٹے میں مجھے دس فون آئے ہیں، یہ وہ نمبر ہیں جن سے میرے موبائل پر calls آئی ہیں۔ مجھے قتل کرنے کی دھمکی دی گئی ہے اور میری فیملی کو threat کیا گیا ہے، اس غنڈہ گردی کے اصل مرتکب یہ ہیں، یہ گجرات میں الیکشن ہارے ہوئے تھے اس کے اصل مرتکب یہ ہیں۔ یہ گجرات میں منہ دِکھانے کے قابل نہیں، یہ گجرات میں باضابطہ الیکشن میں اپنی یونین کونسل نہیں جیت سکے۔ (شور وغل)

2008 کے الیکشن میں یہ اپنی یونین کونسل نہیں جیت سکے، یہ الیکشن ہارے اور 2010 میں دوبارہ ضمنی الیکشن ہارے ہیں۔ انہوں نے ظلم کی انتہا کر دی ہے، مجھے قتل کرنے کی دھمکیاں دی جا رہی ہیں، میری فیملی کے ساتھ بد معاشی کی جا رہی ہے اور یہ ٹیلیفون نمبرز میرے پاس موجود ہیں۔ ان کے پاس مجاہد فورس کے غنڈے ہیں اور قبضہ مافیا کے جو غنڈے ہیں انہوں نے مجھے فون کیا ہے۔ میں برملا اس ہاؤس میں کہتا ہوں اور آپ کی وساطت سے یہ کہتا ہوں کہ اگر میرے ساتھ یا میری فیملی کے کسی فرد کے ساتھ کوئی بھی حادثہ پیش آیا تو اس کی ذمہ داری چودھری برادران اور گجرات کے غنڈوں پر ہو گی۔ یہ ظلم ہے اور میرے ساتھ انصاف کیا جائے۔ میں اس ایوان میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ان کو اصل تکلیف یہ ہے کہ گجرات میں ان کی بد معاشی کی سیاست ہمیشہ ہمیشہ کے لئے گجرات کے غیور عوام نے دفن کر دی ہے۔ میں گجرات کی عوام کو سلام پیش کرتا ہوں۔ یہ اپنے گھر نہیں جیت سکتے تو انہوں نے کیا سیاست کرنی ہے؟ (نعرہ ہائے تحسین)

یہ اپنا گھر نہیں جیت سکتے۔ گجرات میں جا کر ذرا ان کی پوزیشن دیکھیں۔ میں یہاں پر گجرات کی عوام کو سلام پیش کرتا ہوں جنہوں نے اللہ کی مہربانی سے حاجی ناصر صاحب کی جان بچائی اور حاجی ناصر صاحب کو

ان بد معاشوں سے چھڑایا ہے۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ میری حفاظت کا کوئی بندوبست کیا جائے، میری فیملی کو پورا تحفظ دیا جائے اور اس واقعہ کی انکوائری کرائی جائے۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف کی طرف سے چور مچائے شور کے نعرے)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، شکریہ۔ آپ تشریف رکھیں۔ آپ کو جو دھمکیاں مل رہی ہیں تو آپ کے پاس وہ ٹیلیفون نمبرز موجود ہیں؟

حاجی عمران ظفر: جناب سپیکر! انہوں نے جو غنڈے اور بد معاش پال رکھے ہیں، ان کے نمبرز میرے پاس موجود ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ ایک کام کریں کہ یہاں پر منسٹر جناب ندیم کامران صاحب بیٹھے ہوئے ہیں ان کو یہ ٹیلیفون نمبرز دیں۔

(معزز خواتین ممبران حزب اختلاف کی جانب سے کھڑے
ہو کر چور مچائے شور کی مسلسل نعرے بازی)

آپ تشریف رکھیں، کیا ہو گیا ہے؟ ہاؤس کا ایک معزز ممبر یہ کہہ رہا ہے کہ اس کو دھمکیاں مل رہی ہیں لیکن آپ لوگوں کی طرف سے یہ روّیہ ٹھیک نہیں ہے، یہ کیا طریقہ ہے؟ آپ لوگ کمال کر رہے ہیں۔ میں آپ لوگوں کو کہہ رہا ہوں کہ مہربانی کر کے تشریف رکھیں۔ دیکھیں! بات یہ ہے کہ اگر اس طرح کی آپ کی کوئی شکایت ہے تو منسٹر صاحب کو آپ ملیں، اس کی باقاعدہ آپ لوگ رپورٹ کرائیں۔ منسٹر صاحب! اس کو دیکھ کر آپ action لیں اور جو نمبرز وہ کہہ رہے ہیں، ان نمبرز پر آپ بات کریں۔

وزیر زکوٰۃ و عشر (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! ٹھیک ہے لیکن اپوزیشن کی خواتین ممبران جو طریقہ اختیار کر رہی ہیں انہیں بتائیں کہ یہ کوئی طریقہ نہیں ہے اور ان کو بتائیں کہ جب ایک معزز ممبر بات کر رہا ہے تو۔۔۔(قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر: لغاری صاحب! ذرا ان کو سمجھائیں۔

وزیر زکوٰۃ و عشر (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! جیسا آپ نے حکم دیا ہے ان سے میں ابھی بات کر لیتا ہوں۔ یہ مجھے تفصیل بتا دیتے ہیں اور ہم ابھی اس کی انکوائری کروا لیتے ہیں لیکن آپ سے بھی درخواست کروں گا کہ ان سے کہیں کہ یہ اپنی باری پر ضرور بولیں اور ہم بھی ان کی بات سنیں گے۔ اگر ان کے کوئی

grievances ہیں یا ان کی کوئی سچی بات ہے تو یقیناً ہم سنیں گے لیکن یہ کوئی طریقہ نہیں ہے کہ ایسے بات کو طول دی جائے۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف کی طرف سے چور مچائے شور کی مسلسل نعرے بازی)

جناب ڈپٹی سپیکر: دیکھیں! پوائنٹ آف آرڈر پر کسی نے بولنا ہے؟

معزز ممبران: ہم سب نے بولنا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سب نہیں بول سکتے۔ آپ لوگ آپس میں فیصلہ کر لیں کہ کس نے بولنا ہے؟

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اب باقی سب بیٹھ جائیں، آپ لوگ کمال کر رہے ہیں، یہ کوئی طریقہ نہیں ہے۔ آپ لوگ تشریف رکھیں۔ جی، محترمہ!

محترمہ خدیجہ عمر: بہت شکریہ۔ جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ آپ ایسے ممبر سے کیا expect کر سکتے ہیں کہ جس نے جعلی کام کر کے اس ہاؤس میں آنے کی کوشش کی۔ اب آپ اس سے یہ توقع کر رہے ہیں کہ وہ سچ بولے گا تو وہ سچ کی بنیاد پر اس ہاؤس کے اندر کیسے آیا تھا؟ جعلی طریقے سے وہ اس ہاؤس کے اندر آیا۔ اب غنڈہ گردی تو اس نے خود کی ہے اور دوسروں پر یہ لوگ الزام لگا رہے ہیں جو دھاندلی کی باتیں کر رہے ہیں تو اس بارے میں ان کو خود بھی پتا ہے اس لئے مہربانی کریں اور فضول میں ہاؤس کا ٹائم ضائع مت کریں۔ یہ خود ہی فون کال کروا کر اپنے آپ کو importance دلوانے کی کوشش نہ کریں۔ ہمیں سب دھمکیوں کی حیثیت کا پتا ہے کہ وہ کیا ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: میرا خیال ہے اس پر بات ہو چکی ہے۔

چوہدری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں! اس سے related تو نہیں ہے؟

معزز ممبران حزب اختلاف: یہ اس موضوع پر بات کر کے ماحول کو خراب کریں گے۔

چوہدری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میری عرض تو سن لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں! دیکھیں، پہلے ان کی بات تو سن لیں کیونکہ میں پوائنٹ آف آرڈر کو نہیں روک سکتا۔ منڈا صاحب! ذرا مختصر کرنا ہے۔

چودھری علی اصغر منڈا(ایڈووکیٹ): شکریہ۔ جناب سپیکر! آپ جس طرح ہاؤس کو اچھے انداز میں لے کر چل رہے ہیں تو میں صرف گزارش یہ کرنا چاہتا ہوں کہ ہر شخص کا اپنا نقطہ نظر ہے، اگر کوئی شخص پوائنٹ آف آرڈر پر بولنا چاہتا ہے تو تدبُر، عقل، rules اور قانون اور سب سے زیادہ اخلاقیات اس بات کی اسے پابند کرتی ہیں۔ یہ پنجاب اسمبلی کا نمائندہ ایوان اپنی روایات کو زندہ رکھتے ہوئے اس بات کا درس دیتا ہے کہ کوئی مخالف یا کوئی آپ کے نظریات سے اختلاف رکھنے والا شخص اگر غلط بات بھی کرتا ہے تو اس کو سن لیں۔ اس کے بعد اپنی باری پر بولیں۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ جب بات ہوتی ہے۔یہاں پر پنجاب کے عوام کی، جب بات ہوتی ہے اخلاقیات کی، جب بات ہوتی ہے جرائم کی، جب بات ہوتی ہے غنڈہ گردی کی تو پھر نہ جانے کیوں ہمارے کچھ ساتھی اس پر شور ڈالنا شروع کر دیتے ہیں۔ انٹرنیشنل میڈیا اور نیشنل میڈیا دیکھ رہا ہے کہ ہم کیا کرنے جا رہے ہیں۔ میں صرف اس میں آخری گزارش کر کے اپنی بات ختم کروں گا کہ کیا مشرف کی قینچی لیگ کے پاس صرف عورتیں رہ گئی ہیں ؟۔۔۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف اپنی نشستوں
سے کھڑے ہو کر احتجاج کرنے لگے)

سرکاری کارروائی

بجٹ

بجٹ 12-2011 کے لئے ممبران اسمبلی سے پری بجٹ تجاویز لینے کی غرض سے عام بحث

(۔۔۔جاری)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، منڈا صاحب کا مائیک بند کریں۔ میرا خیال ہے کہ اب آپ لوگ بھی تشریف رکھیں، اب ان کو میں مزید بات نہیں کرنے دوں گا اور میں تو سمجھا تھا کہ انہوں نے کوئی اور بات کرنی ہے۔ اب جیسا کہ آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ سالانہ بجٹ 12-2011 کے لئے معزز ممبران سے بجٹ تجاویز لینے کی غرض سے عام بحث کا آغاز مورخہ 17۔جنوری 2011 کو ہوا تھا۔ اس روز 9 ممبران نے تجاویز دی تھیں، مورخہ 19۔جنوری کو 18 ممبران نے تجاویز دی تھیں اور مورخہ 20۔جنوری کو 29 ممبران نے تجاویز دی تھیں۔ آج بھی یہ بحث جاری رہے گی، سب سے پہلے میاں نصیر احمد صاحب اپنی تقریر کا آغاز کریں گے۔

میاں نصیر احمد: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں بجٹ تقریر کے حوالے سے یہ کہنا چاہوں گا۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں نصیر احمد صاحب! ایک منٹ ذرا تشریف رکھئے گا۔ لغاری صاحب نے point out کیا تھا کہ وہ کوئی بات کرنا چاہتے ہیں تو میں لغاری صاحب سے کہتا ہوں کہ وہ اس سے related نہ ہو۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! related بالکل نہیں ہے۔
I think we should been each listen enough that what I want to say and what I am not going to say.۔
آج صبح ہمیں لاء منسٹر صاحب کی طرف سے Question Hour میں یہ بتایا گیا کہ سردار دوست محمد کھوسہ جن کو یہ محکمہ دیا گیا تھا وہ الیکشن کے campaigning کے سلسلے میں حلقہ میں گئے ہوئے ہیں تو میں نے انہیں کہا تھا کہ میرے علم کے مطابق وزیروں کا وہاں جانا منع ہے تو انہوں نے مجھے اس پر rebut کر دیا تھا کہ نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے تو میں ابھی notification لے کر آیا ہوں اور اگر منسٹر صاحب یہاں پر ہوتے تو میں پڑھ کر ان کے سامنے سناتا۔ اس میں لکھا گیا ہے کہ۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، پڑھنے کی ضرورت نہیں اور سب کے علم میں ہے کہ منسٹر، ایڈوائزر، چیف منسٹر اور پرائم منسٹر سب پر پابندی ہے کہ وہ election campaign میں حصہ نہیں لے سکتے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! اسمبلی کا بزنس چھوڑ کر ایک وزیر election campaign کے لئے گیا ہوا ہے، مہربانی کر کے اس violation کا نوٹس لیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں سمجھتا ہوں کہ لاء منسٹر صاحب کو کہیں کہ پوری صورتحال پوچھ کر آگاہ کریں کیونکہ سردار دوست محمد خان کھوسہ کا اپنا home district ہے تو اگر وہ وہاں پر ہیں یا کیا ہے تو یہ سارا پوچھ کر بتایئے گا؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! الیکشن محرم الحرام کی وجہ سے ملتوی ہو گئے تھے۔ ابھی الیکشن کی نئی تاریخ مقرر نہیں ہوئی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، تاریخ آ چکی ہے۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! دوسری بات یہ ہے کہ یہ ان کا اپنا آبائی ضلع ہے اور وہاں ان کا گھر بھی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چلیں، اس پر بحث کی ضرورت نہیں ہے۔ جی، آپ کا اس پر valid point of order. ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! ایک اور وزیر غلط بیانی کر رہا ہے۔ میں اس پر تحریک استحقاق لانے کا حق رکھتا ہوں۔

وزیر زکوٰۃ و عشر (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر!۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

وزیر زکوٰۃ و عشر (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہ pointآپ کے آنے سے پیشتر اٹھایا گیا تھا جب Question Hour چل رہا تھا اور اس وقت بھی یہی بات کی گئی تھی۔ اس پر لاء منسٹر صاحب نے بتایا تھا کہ ویسے وہاں پر الیکشن ہو رہا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے گھر کی طرف گئے ہوئے ہیں جس وجہ سے وہ یہاں پر حاضر نہیں ہو سکے لیکن اس کے بعد جب انہوں نے یہ point اٹھایا کہ اس notification کے تحت وہ وہاں پر کوئی سرگرمی انجام نہیں دے سکتے تو اس کی مکمل وضاحت کی گئی تھی کہ وہ وہاں election campaign میں حصہ لے رہے ہیں، نہ وہ کوئی package announce کر رہے ہیں لیکن اگر کہیں الیکشن ہو رہا ہو تو وزیر پر اس بات کی پابندی نہیں لگائی جا سکتی کہ وہ وہاں سے گزر بھی نہیں سکتا یا پھر وہاں پر اس کی رہائش ہو تو وہ وہاں نہیں جا سکتا۔ اس حوالے سے مکمل وضاحت کر دی گئی تھی اور اس کے بعد یہ بات ختم ہو گئی تھی تو اب اس پر دوبارہ بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میں پڑھ دیتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے خیال میں اصل بات یہ ہے کہ اس میں تو بڑا clear ہے کہ اگر ایک معزز منسٹر کا اپنا home district ہو تو بطور منسٹر وہ اس کے اندر حصہ نہیں لے سکتے لیکن مزید اس پر وہ حکومت کا point of view Monday کو ہاؤس کے سامنے رکھیں گے۔ جی، میاں نصیر احمد!

محترمہ آمنہ الفت: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: دیکھیں! انہوں نے بات ہی ایسی کی تھی جس کی وجہ سے میں نے انہیں اجازت دی، ورنہ pre-budget تقریر کے دوران کوئی نہیں بولے گا اور یہ ہاؤس کے rules ہیں تو مہربانی کر کے آپ تشریف رکھیں۔ جی، میاں صاحب!

میاں نصیر احمد: جناب والا! میں یہ گزارش کرنا چاہوں گا، اس بجٹ کے اندر میری یہی التماس ہے کہ پچھلے جتنے بجٹ اس اسمبلی کے اندر پیش کئے گئے اور جس جس mega project کے لئے، جس جس عوامی منصوبے کے لئے ہم نے پیسے رکھے اور اس پر کام بھی کیا، اس پر میری یہ تجویز ہے کہ کم از کم اس بجٹ سے پہلے اس کی کارکردگی جو پنجاب کے دس کروڑ لوگوں کے ساتھ وابستہ ہے اسے ایوان کے سامنے ضرور رکھا جائے۔ مجھے یہ اندازہ ہے کہ پوری دنیا کے اندر جو معاشی بحران آیا ہے اس نے پاکستان کی اور ہمارے صوبے کی economy کو بھی hit کیا ہے لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ عوامی حکومت ہونے کے ناتے حکومت کا فرض ہے کہ اگر معاشی بحران ایک عام آدمی کو۔۔۔

سید ناظم حسین شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہ صاحب! تشریف رکھیں۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! کہیں یہ rule نہیں ہے کہ کسی کی تقریر کے دوران پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہوتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہ صاحب! House کی consent ہوتی ہے آپ تو اتنے پرانے ممبر ہیں۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب والا! مجھے بتائیں کہ میرے بھائی نے ابھی یہاں پر جو اپنا مسئلہ بیان کیا ہے اس پر آپ نے کیا ruling دی ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، پھر اس سے violation ہو جائے گی۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! ایک معزز ممبر نے یہاں اپنے تحفظ کی بات کی ہے You are the Custodian of the House. تو آپ نے اس کے متعلق کیا فیصلہ کیا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ نے سنا نہیں، میں نے انہیں کہا ہے کہ فوری طور پر متعلقہ وزیر سے رابطہ کریں اور اس پر متعلقہ وزیر کارروائی کر کے House کو بتائیں گے۔

سید ناظم حسین شاہ: Sorry sir میں نے شاید سُنا نہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، میاں نصیر صاحب!

میاں نصیر احمد: شکریہ۔ جناب سپیکر! میری تجویز یہی ہے کہ اگر ہم ایک عام آدمی کو اُس طرح کی سہولیات فراہم نہیں کر سکتے تو کم از کم ہم اس معاشرے میں بڑھتی ہوئی طبقاتی تفریق، جس کے اندر غریب، غریب تر اور امیر، امیر تر ہوتا جا رہا ہے اس کو تو ختم کر سکتے ہیں۔ اس بجٹ کے اندر ہمیں اس معاشرتی تفریق کو کم کرنے کے لئے اقدامات ضرور کرنے چاہئیں۔ پنجاب کے اندر تقریباً ساڑھے تین لاکھ گھر سالانہ کی ضرورت ہے مگر ہم معاشی پابندیوں کی وجہ سے یہ گھر نہیں دے سکتے، اگر ہمیں تین یا پانچ مرلے کا گھر دینے میں مسائل ہیں تو آج پنجاب میں جو بڑے بڑے گھر بن رہے ہیں جن پر کروڑوں روپیہ لگ رہا ہے تو کم از کم اس بجٹ میں ان پر ٹیکس لگانے کی بات کی جائے۔ اگر ہم چھوٹے گھر مہیا نہیں کر سکتے تو کم از کم یہ جو بڑے گھر بنائے جاتے ہیں جو معاشرے کے اندر احساسِ محرومی پیدا کرتے ہیں ان پر پابندی لگنی چاہئے۔

جناب سپیکر! پنجاب میں پبلک ٹرانسپورٹ کے مسائل کے حل کے لئے ہم نے بڑے انقلابی اقدامات کئے ہیں اور پنجاب میں پبلک ٹرانسپورٹ مہیا کرنے کے لئے بڑے اچھے اقدامات کئے جا رہے ہیں لیکن اگر سو فیصد ٹرانسپورٹ مہیا نہیں کی جا سکتی، اگر ہم بڑی گاڑیوں پر ٹیکس نہیں لگا سکتے تو وہ گاڑیاں جو غریب آدمی کے اندر احساسِ محرومی بڑھاتی ہیں کم از کم ہم یہ تو کر سکتے ہیں کہ سائیکل جو عوامی سواری ہے جس کی قیمت آٹھ ہزار سے دس ہزار روپے ہے، کم از کم اس بجٹ کے اندر اس عوامی سواری کو promote کر سکتے ہیں۔ اس کے لئے حکومت کو خصوصی subsidy دینی چاہئے۔

جناب سپیکر! پنجاب کے اندر ساڑھے چھ کروڑ موبائل فون استعمال ہو رہے ہیں اور پاکستان ان چند ممالک میں سے ہے جہاں پر working hours کی بجائے رات کو night time mobile users پوری دنیا میں سب سے زیادہ speed سے بڑھ رہے ہیں۔ میں خصوصی طور پر پنجاب گورنمنٹ کے حوالے سے وزیر خزانہ صاحب سے یہ کہنا چاہوں گا کہ ہمیں اس موبائل فون کے خوفناک حد تک بڑھتے ہوئے trend کو فوری طور پر روکنے کے لئے سوچنا ہوگا۔ موبائل کی sales, purchase اور call rates پوری دنیا میں اتنے سستے کہیں نہیں ہیں جتنے پاکستان میں ہیں۔ پوری دنیا میں جدید ترین موبائل سیٹ اتنے سستے کہیں نہیں ہیں جتنے پاکستان اور پنجاب میں ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمیں اس بڑھتے ہوئے منفی رجحان کو روکنے کے لئے اپنے صوبائی tax net کے اندر اس پر ٹیکس کو

بڑھانا چاہئے تاکہ موبائل کا استعمال صرف ضرورت کے تحت کیا جائے اور اس کا جو مصرف بڑھ رہا ہے اس کو کم کیا جائے۔

جناب سپیکر! اس کے ساتھ ساتھ میں عرض کروں گا کہ اسمبلی کے پچھلے اجلاس میں بھی میں نے ڈیموں کے حوالے سے بات کی تھی، 9 کے قریب ڈیم جہلم، راولپنڈی اور چکوال میں بن رہے تھے ان ڈیموں نے 09-2008 میں complete ہونا تھا لیکن مجھے پچھلے اجلاس میں یہ بتایا گیا کہ ان کی completion نہیں ہو سکی اور ان کا budget revise کر دیا گیا ہے۔ میں وزیر خزانہ صاحب سے گزارش کروں گا کہ آج پاکستان میں سب سے بڑا جو crisis ہے وہ energy crisis ہے۔ اگر ہم نے اس کو cater کرنا ہے تو وہ projects جن کا ہم آغاز کر چکے ہیں، جنہیں آج سے دو تین سال پہلے مکمل ہو جانا تھا اور عوام کو facilitate کرنا تھا لیکن وہ projects مکمل نہیں ہوئے اس کی رپورٹ بھی اس بجٹ سے پہلے اس ایوان کے اندر پیش ہونی چاہئے کہ وہ کیوں مکمل نہیں ہوئے اور revised ہونے کے بعد ان کی cost میں کتنا اضافہ ہوا ہے؟ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جتنے بھی mega projects ہیں انہیں پنجاب اسمبلی کے اندر discuss ہونا چاہئے اور اس کی تمام وجوہات پر بھی سیر حاصل بحث ہونی چاہئے کہ یہ عوامی projects کیوں مکمل نہیں ہوتے؟

جناب سپیکر! اس کے ساتھ ساتھ ہم نے پنجاب میں land کو computerized کرنے کے حوالے سے جو پالیسی بنائی تھی اس کے لئے ساڑھے چار ارب روپیہ مختص کیا گیا تھا اور تقریباً اڑھائی ارب روپیہ اس سے پہلے بھی مختص کیا گیا تھا۔ آپ کے لئے یہ بڑی حیرت کی بات ہو گی کہ land record computerization جس نے پہلے 2007 میں مکمل ہونا تھا، پھر 2008 کی بات ہوئی اور اس کے بعد 2010 کی بات ہوئی ابھی تک وہ مکمل نہیں ہوا مگر میں یہاں پر یہ چیز بھی سراہنا چاہتا ہوں کہ ہم نے ساڑھے چار ارب روپے land computerization کے لئے رکھے لیکن مایوسی کی بات یہ ہے کہ اس حوالے سے ہم کوئی concrete مضبوط land computerization solution پیش نہیں کر سکے۔ جس طرح پرسوں یہاں پر بات ہوئی کہ فیصل آباد کے اندر صرف ایک کروڑ روپے کی لاگت سے انہوں نے اس پوری ڈویژن کے land record کو computerized کر لیا ہے اور چند ماہ بعد وہ ایک منافع بخش ادارہ بن جائے گا اور اس سے revenue بھی generate ہو گا لیکن ہم ساڑھے چار ارب روپے کی cost سے کسی ڈویژن کو بھی ابھی تک باقاعدہ سامنے نہیں لا سکے۔ ایک طرف، میں نام بھی لینا چاہوں گا نسیم صادق صاحب DCO کا کہ جنہوں نے فیصل آباد کے پورے land record کو

computerized کر لیا ہے۔ تقریباً سات ارب روپیہ اس کے لئے بھی رکھا گیا تھا اور 10-2009 اس کی deadline تھی۔ اب آئندہ اس حوالے سے بات کرنے سے پہلے اس کے نامکمل ہونے پر، اس کی implementation نہ ہونے پر بھی اسی اسمبلی کے اندر بحث کی جائے کہ وہ کیا وجوہات ہیں جن کی وجہ سے یہ mega projects جن کا پنجاب کے لوگوں پر گہرا اثر ہے وہ کیوں مکمل نہیں ہو سکے؟

جناب سپیکر! اس کے ساتھ ساتھ میں یہ سمجھتا ہوں کہ آج پنجاب کے اندر عام آدمی کے لئے بہت مسائل ہیں۔ خادم اعلیٰ نے آشیانہ گھروں کا جو سلسلہ شروع کیا ہے اس سے اچھی سکیم کوئی نہیں ہے۔ عام آدمی جس کو تین مرلے یا پانچ مرلے کے گھر کی سہولت میسر نہیں ہے اس کے لئے یہ سہولت حاصل کرنے کا سنہری موقع ہے۔ میں اس ایوان کے توسط سے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اسے ہنگامی بنیادوں پر آگے بڑھایا جائے اور پنجاب کے تمام شہروں میں لے کر آئیں تاکہ عام آدمی بھی اس سے فائدہ حاصل کر سکے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ محترمہ زوبیہ رباب ملک صاحبہ!۔۔۔ موجود نہیں ہیں، ڈاکٹر اسد معظم صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں، محترمہ سیمل کامران صاحبہ!۔۔۔ موجود نہیں ہیں، جناب محمد سعید مغل صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں، جناب محمد مسعود لالی صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں، جناب اعجاز احمد خان صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں، صاحبزادی نرگس ظفر!

صاحبزادی نرگس ظفر: شکریہ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیمo جناب والا! Pre budget speeches کا جو سلسلہ شروع کیا گیا ہے یہ بہت خوش آئند اور بہتر فیصلہ ہے۔ اس سے حکومت کو آگاہی حاصل ہو سکے گی کہ علاقے اور حلقے کے بنیادی مسائل کیا ہیں اور missing facilities کیا ہیں؟ سب سے پہلے تو میں خواتین کے مسائل کے حوالے سے بات کروں گی کیونکہ وہ اس ملک کی آبادی کا پچاس فیصد سے زائد حصہ ہیں، ان کے لئے خصوصی پروگرام رکھے جائیں۔ شہروں میں کافی سہولیات میسر ہیں مگر دیہاتوں میں اس حوالے سے نہایت بُرا حال ہے۔ دیہاتوں میں دستکاری سکول قائم کئے جائیں تاکہ وہ اپنے گاؤں میں ٹریننگ حاصل کر کے روزگار کمانے کے قابل بنیں۔ زچہ بچہ سنٹر بھی قائم کئے جائیں، women development پر خصوصی توجہ دی جائے، قومی اسمبلی، سینیٹ اور دیگر اسمبلیوں میں خواتین کو مردوں کے مساوی funds دیئے جاتے ہیں میری یہ گزارش ہو گی کہ پنجاب حکومت اپنی پالیسی پر نظر ثانی کرے تاکہ women empowerment کا جو خواب ہے اس کو عملی شکل دی جا سکے۔ ممبران پنجاب اسمبلی کو خصوصی رقم کوٹا سسٹم برابری کی سطح پر دیا جائے۔ جس طرح وفاقی حکومت نے تمام

MNAs کو پچھلے سال دیا تھا جس کے مطابق 40ہزار روپے فی آدمی ملے تھے اور ہر ممبر اسمبلی کو 8افراد کا quota دیا گیا تھا اور اس میں نام معزز ممبران نے تجویز کئے تھے اور پاکستان بیت المال کے ضلعی دفاتر نے درخواست گزار کی انکوائری رپورٹ تیار کی تھی۔ راولپنڈی میں جرنلسٹ ہاؤسنگ سوسائٹی قائم کی گئی ہے، صحافی ہمارے بھائی اور بہنیں ہیں جو کہ سفید پوش ہیں ان کی سوسائٹیوں کی تعمیر و ترقی کے لئے خصوصی funds مختص کئے جائیں۔ سکول، کالج، ہسپتال اور ڈسپنسریوں جیسی سہولیات وہاں ناپید ہیں۔ اس پر میں وزیراعلیٰ صاحب اور وزیر خزانہ تنویر اشرف کائرہ صاحب سے خصوصی درخواست کرتی ہوں کہ وہ توجہ دیں۔ اس کے ساتھ ہی پنجاب حکومت ان کو سرکاری زمین بھی دے تاکہ جو صحافی پلاٹ حاصل کرنے سے رہ گئے ہیں وہ accommodate ہو سکیں۔ اس کے لئے funds مہیا کئے جائیں۔

جناب سپیکر! میرے والد محترم / مرحوم صاحبزادہ اسحاق ظفر وزیر خزانہ آزاد کشمیر رہ چکے ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ بجٹ بنانا بہت مشکل کام ہے مگر ہماری یہ خوش قسمتی ہے کہ صوبہ پنجاب کے عوام کو اور اس اسمبلی کو تنویر اشرف کائرہ جیسے محنتی اور قابل وزیر خزانہ میسر ہیں، جو خوش اخلاق ہونے کے ساتھ محنتی بھی ہیں، میں بطور ممبر اسمبلی ان کی قائدانہ صلاحیتوں کو خراج تحسین پیش کرتی ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

یہ ہمارے House کی خوش قسمتی ہے کہ آج ان کی صلاحیتوں سے مستفید ہو رہے ہیں ایک شعر جو میں اپنے بھائی کائرہ صاحب کے نام کرنا چاہتی ہوں اور اپنی بات ختم کرنا چاہتی ہوں۔

ملا دو خاک میں مگر خیال رہے
ہم جیسے لوگ دوبارہ ملا نہیں کرتے

جناب سپیکر! پیپلز پارٹی کی حکومت، صدر زرداری صاحب اور وزیراعظم یوسف رضا گیلانی صاحب نے ٹیکس لگانے کی جو بات کی ہے، ٹیکس ضرور لگانے چاہئیں لیکن یہ غریبوں پر نہیں بلکہ امراء پر لگانے چاہئیں جس سے غریب عوام پر ٹیکس کا بوجھ بھی نہیں پڑے گا اور مہنگائی بھی کنٹرول ہو جائے گی۔ جاگیر داروں اور سرمایہ داروں پر ٹیکس ضرور لگنا چاہئے، کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی، بحریہ ٹاؤن، ڈیفنس جیسے علاقوں پر ٹیکس لگانا چاہئے۔ شفاف اور transparent طریق کار وضع کرنا چاہئے اور جو لوگ میرے سمیت بڑے بڑے بنگلوں میں رہ رہے ہیں حکومت نے ان پر کوئی ٹیکس نہیں لگایا ہوا اس پر

نظر ثانی کریں۔ ٹیکس کی مد سے جو فنڈ اکٹھا ہوتا ہے اس سے عوام کو سہولیات باہم پہنچائی جائیں۔ سڑکوں، ہسپتالوں، تھانوں وغیرہ کی بہتری کی جائے۔ اس سے بہتر نتائج حاصل ہوں گے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ ملک محمد عامر ڈوگر صاحب!

ملک محمد عامر ڈوگر: جناب سپیکر! شکریہ کہ آپ نے اس اہم موضوع پر مجھے بولنے کا موقع فراہم کیا۔ میں سب سے پہلے تو وزیر خزانہ کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے ہمیں بجٹ سے پہلے اس بحث میں اپنی تجاویز کو شامل کرنے اور ہماری جو inputs ہیں ان کو شامل کرنے کا موقع فراہم کیا۔ میں سب سے پہلے تو عرض یہ کروں گا کہ یہ جو مالی سال ہے اس کے تقریباً سات ماہ گزر گئے ہیں۔ پہلے تو وزیر خزانہ صاحب ہمیں یہ بتائیں کہ ہم نے جو پچھلا بجٹ پاس کیا تھا اس بجٹ کا آج کے دن تک کیا breakup آیا ہے، اس بجٹ میں development کا جو portion ہے اس میں کتنے پیسے خرچ ہوئے ہیں؟ میں وزیر خزانہ صاحب کی توجہ چاہوں گا۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ اکٹھا ہی جواب دیں گے۔ آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

ملک محمد عامر ڈوگر: جناب والا! اس مالی سال کے جو سات ماہ گزر گئے ہیں اس میں جو غیر ترقیاتی portion ہے وہ تو ظاہر ہے استعمال ہو رہا ہے جو غیر ترقیاتی اخراجات ہیں وہ تو استعمال ہو رہے ہیں لیکن جو ترقیاتی اخراجات ہیں اس کا کیا breakup ہے؟ میں آپ کو اپنے حلقہ کی مثال دیتا ہوں جہاں آج کے دن تک، اس وقت تک ایک روپے کا کام بھی شروع نہیں ہو سکا۔ میرے خیال میں یہی صورتحال باقی اضلاع میں اور باقی ممبران اسمبلی کے حلقوں میں بھی ہو گی۔ ہم بجٹ اجلاس کرتے ہیں اور بڑے زور و شور سے کرتے ہیں، بجٹ پاس بھی کرتے ہیں لیکن اس کا impact gross root level پر کبھی آتا ہے اور نہ ہی اس دفعہ آیا ہے، یہی صورتحال ہر جگہ پر ہے۔ وزیر خزانہ یہ ضرور بتائیں کہ پورے سال میں اگر وہ budget performance پر یا ممبران اسمبلی کی جو ترقیاتی سکیمیں ہوتی ہیں ان کی performance, progress کے لئے کوئی میٹنگ کر لیا کریں یا پوچھ لیا کریں کہ آپ کو جو development funds دیئے گئے تھے ان پر کام کی کیا progress ہے، کیا speed ہے؟

جناب سپیکر! میں صحت کے حوالے سے بات کروں گا کہ حکومت کی توجہ جو میں نے دیکھا ہے ترجیحی بنیادوں پر ہے لیکن حکومت کی زیادہ توجہ بڑے شہروں اور بڑے ہسپتالوں پر ہے۔ Union Council level پر ہزاروں کی تعداد میں جو BHUs موجود ہیں ان کا کوئی پرسان حال نہیں ہے۔ ہر سال کروڑوں روپے کا فنڈ تو ان کے لئے رکھا جاتا ہے لیکن اکثر BHUs پر مویشیوں کا راج

ہے۔وہاں پر ہسپتال ہے، عملہ ہے اور نہ ہی دوائیاں ہیں۔ بڑے شہروں کے ہسپتالوں پر بھی ضرور توجہ دینی چاہئے کیونکہ آبادی کا ان پر بہت pressure ہے لیکن آپ BHUs کو focus کریں، BHUs کی performance کو بہتر بنائیں اور جو کروڑوں روپے کا بجٹ ان پر خرچ ہوتا ہے وہ ضائع نہ جائے۔

جناب سپیکر! اسی طرح ایجوکیشن میں ایک بڑا رواج ہے اور ہر ممبر اسمبلی بڑے فخر سے کہتا ہے کہ میں نے فلاں سکول کو upgrade کروا لیا، میں نے کالج کو upgrade کروا لیا، اس کو upgrade کروانے کے بعد پھر حکومت کے خزانے پر SNE منظور کروانے پر نئے سٹاف سے بڑا بوجھ آتا ہے۔ میری گزارش یہ ہے کہ جو سکول موجود ہیں جو infrastructure سکولوں کا موجود ہے ہم پہلے ان کی performance کے اوپر زور دیں، ان کی جو missing facilities ہیں ہم ان کو پورا کریں ان کے سٹاف کے جو مسائل ہیں وہ حل کریں یا جہاں سٹاف نہیں ہے اس کو پورا کریں۔ ان سکولوں کو focus کر کے ان سے اچھی performance لیں۔ ہم ان سکولوں کو چھوڑ دیتے ہیں اور دوسرے سکولوں کو upgrade کرتے ہیں جس سے خزانے پر بہت بوجھ پڑتا ہے۔

جناب سپیکر! اسی طرح لوکل گورنمنٹ کے متعلق عرض کروں گا۔ تین محکمے ایسے ہیں جو میں سمجھتا ہوں کہ حکومت پنجاب کے خزانہ پر white elephant ہیں ایک لوکل گورنمنٹ ہے، پنجاب پبلک ہیلتھ ہے اور دوسرا Provincial Highway ہے۔ اس کے علاوہ میں عرض کروں گا کہ اضلاع میں ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کا D.O Roads بھی بیٹھا ہوا ہے اور TMAs بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ تمام محکمے سوائے اپنا کمیشن بنانے کے کچھ performance نہیں دے رہے، کچھ deliver نہیں کر رہے، Local Government Department, Provincial Highway, Public Health Department جس طرح گورنمنٹ downsizing کر رہی ہے اور اپنے اخراجات کو بھی کم کر رہی ہے، کچھ محکمے بھی ختم کر رہی ہے تو میری یہ گزارش ہو گی کہ ان تینوں محکموں کو ختم کر کے ایک محکمہ بنا دیا جائے جس سے آپ کروڑوں روپے کی بچت کر سکتے ہیں۔ لوکل گورنمنٹ کا کوئی role نہیں ہے، سوائے اس کے کہ وہ 80 لاکھ روپے کی MPAs کی سکیمیں لیتے ہیں اور وہ بھی کئی سالوں سے زیر التواء ہیں۔ حکومت کو کروڑوں روپے کا ان سکیموں میں بھی نقصان ہو رہا ہے ۔ سوائے اس کے کہ ایک ADLG بیٹھا ہے، اس کا سٹاف ہے، دفتر ہے، گاڑیاں ہیں اور کچھ نہیں ہے۔ اسی طرح Public Health Department ہے Provincial Highway Department ہے اس کا بھی

XEN اور ڈائریکٹر بیٹھا ہے وہ بھی کچھ نہیں کر رہا۔اگر ان تینوں محکموں کو ایک محکمہ بنا کر uniform طریقے سے system میں لے آئیں تو اس سے کروڑوں روپے کی بچت ہو سکتی ہے۔

جناب سپیکر! اسی طرح آشیانہ سکیم بھی ایک بہت اچھی سکیم ہے لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ آشیانہ سکیم سے پہلے جو سیلاب کے متاثرہ علاقے ہیں جہاں آج بھی لوگ بے یار و مددگار بیٹھے ہوئے ہیں، حکومت پنجاب کی commitment تھی کہ ان کو بھی ہم گھر دیں گے، ان کو بھی چھت دیں گے، اگر پہلے ان کو focus کر کے سیلاب متاثرین کو relief دے دیا جاتا پھر اس کے بعد آشیانہ سکیم announce کر دی جاتی تو وہ زیادہ بہتر تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ آپ کا پانچ منٹ کا ٹائم ختم ہو گیا ہے۔بہت مہربانی۔ محترمہ عارفہ خالد پرویز صاحبہ!

سید حسن مرتضیٰ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ decide کر دیا ہوا ہے کہ آپ پوائنٹ آف آرڈر نہیں لے سکتے۔

سید حسن مرتضیٰ: آپ دے سکتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ نہیں بیٹھے تھے۔یہ ہاؤس کی consent سے decision ہے کہ جب بجٹ تقریر ہو رہی ہو تو اس وقت پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو سکتا۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میری پرسوں کی تقریر کے حوالے سے میڈیا پر کوئی بات آئی ہے میں اس حوالے سے بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ ان کے بعد بات کر لیجئے گا۔

سید حسن مرتضیٰ: ٹھیک ہے جی، میں ان کے ساتھ ساتھ کرتا رہوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چلیں، تشریف رکھیں۔

محترمہ عارفہ خالد پرویز: بہت بہت شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہاں پر کہنا چاہتی ہوں کہ جب بجٹ بنانے کا ٹائم آتا ہے وہ ایک ایسا ٹائم ہوتا ہے جب ہم سب کو بیٹھ کر سوچنا چاہئے کہ ہمارے صوبے کو exactly کیا problems ہیں اور کیا چیز ہماری list priority میں آنی چاہئے۔ ہمیں اپنی priorities متعین کرنے کا یہ بہترین وقت ہے اس میں سیاست سے بالاتر ہو کر صرف یہ دیکھنے کا ٹائم ہے کہ ہم نے اس وقت کن چیزوں کو priority دینی ہے۔ میں اس وقت دو تین points پر بات کروں

گی۔سب سے پہلے یہ بات کروں گی کہ پنجاب میں آٹھ ہزار میگاواٹ بجلی کی ضرورت ہے اوراس وقت پنجاب میں اس حد تک بالکل بجلی مہیا نہیں کی جارہی، نہ صرف بجلی بلکہ گیس کی بھی اتنی کمی ہے جس سے ہماری ساری انڈسٹری بہت بُری طرح suffer کر رہی ہے۔ہم سندر میں پنجاب کی ایک انڈسٹریل سٹیٹ بنارہے ہیں اس کے علاوہ رحیم یار خان میں بن رہی ہے، بھیرہ کے قریب بھی بن رہی ہے ہمیں وہاں roads کا access proper چاہئے اس سے وہاں ہمارے مزدوروں کی بھرتی ہو گی، وہاں پر بجلی اور گیس کی ضرورت ہر صورت میں پوری کرنی ہے۔چونکہ ہمارے وزیر خزانہ کا تعلق پیپلز پارٹی سے ہے اس لئے میں خاص طور پر استدعا کروں گی کہ وہ اس مسئلے کو اپنے صوبے کا مسئلہ سمجھ کر پنجاب کی طرف سے وفاقی حکومت سے request کریں کیونکہ سندھ اور باقی کسی صوبے میں as compared to Punjab یہ problem نہیں ہے۔یہ بڑا صوبہ ہے لیکن مجھے بالکل اس کی سمجھ نہیں آرہی کہ یہ صوبہ مسلسل گیس اور بجلی کے بحران کا کیوں شکار ہے؟ اس کے لئے فوری طور پر کیاانتظامات کئے جا سکتے ہیں اور ہم اپنے طور پر صوبے کے بجٹ میں اس سیکٹر کے لئے کیا کر رہے ہیں؟ کیونکہ آج کل کے حالات میں پرائیویٹ سیکٹر بجلی کے یونٹس لگانے میں interested نہیں ہے اور کوئی بھی پرائیویٹ سیکٹر اتنی heavy investment کرنے میں interested نہیں ہے۔کلر کہار میں wind and coal دونوں موجود ہیں اس پر کس طریقے سے کام کیا جا سکتا اور اس کے لئے کیا سپیشل بجٹ مختص کیا جا سکتا ہے؟ کوئی سکول، کوئی ہسپتال بلکہ کوئی بھی چیز بجلی کے بغیر کام نہیں کر سکتی اور یہ ایک basic ضرورت ہے۔اس وقت ہمارے جتنے بھی problems ہیں یہ ان کی root cause ہے اور اس بجٹ میں اس پر stress دینا بے حد ضروری ہے۔اگر ہم اس دفعہ بھی یہ stress نہیں دیں گے تو یقیناً ہم کسی قسم کی ترقی کا سوچ بھی نہیں سکتے۔

جناب سپیکر! میں ایک چیز کہنا چاہتی ہوں کہ اگر direct tax میں کمی کر کے indirect taxes کے بارے میں سوچا جائے تو وہ کس طریقے سے سوچا جا سکتا ہے اور ہم بجٹ میں ان کی وصولی کو بھی کس طریقے سے transparent کر سکتے ہیں تاکہ ہم اپنے بجٹ کو ایک بہترین بجٹ بنا سکیں۔ہم اپنے وسائل کو use کرتے ہوئے کس طریقے سے ان ساری چیزوں کو use کر سکتے ہیں؟ اس کے علاوہ میں ایک چھوٹی سی یہ بات کہنا چاہتی ہوں کہ ہمارے ملک میں بھی اور ملکوں کی طرح کچھ mega cities ہیں جن میں لاہور، کراچی، اسلام آباد اور راولپنڈی شامل ہیں اسی طرح شنگھائی ہے نیویارک اور بڑے cities mega cities کہلاتے ہیں، خاص طور پر mega cities پر زیادہ بجٹ رکھنا چاہئے۔اس

کو سیاست کا شکار نہ بنائیں کیونکہ دنیا کے جتنے بھی mega cities ہوتے ہیں ان کے اندر proper colleges, schools, infrastructure, roads نہیں ہوں گے تو آپ کے بچے دیہاتوں سے آکر یہاں کی یونیورسٹیوں سے تعلیم حاصل نہیں کر سکتے، mega cities نے باقی cities کو cater کرنا ہوتا ہے لہذا mega cities کو develop کرنا کسی بھی کامیاب ملک کی نشانی ہے۔اگر ہمارے کچھ ممبران یا ہمارے ملک کے لوگ اس کو اچھی طرح نہیں سمجھتے تو please انہیں aware کیا جائے کہ mega cities کو develop کرنا کتنا ضروری ہے اس کے لئے ایک خاص بجٹ مختص کیا جائے اور اسے سیاست کا شکار نہ کیا جائے کہ لاہور، ملتان یا راولپنڈی میں یہ پیسا خرچ کیا جا رہا ہے۔ہمیشہ mega cities کو improve کرنا ایک اچھی اور developed nation کی نشانی ہے۔میں زیادہ ٹائم نہیں لوں گی۔

جناب سپیکر! چونکہ سکولوں اور ہسپتالوں کے بارے میں already بات کی جا چکی ہے لیکن یہ ضرور کہوں گی کہ لڑکیوں کے سکول develop کرنے کے لئے پرائمری سکول تک co-education کی جائے تاکہ ہم اس وقت بچوں کی پڑھائی ensure کریں۔ جس طرح ہم کام کر رہے ہیں اس طرح ہم next 38 years تک MDG goals کو کبھی بھی meet نہیں کر سکتے۔ میری استدعا ہے کہ اس کے لئے خاص طور پر کام کیا جائے۔بہت بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔محترمہ شمسہ گوہر صاحبہ!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔محترمہ نرگس فیض ملک صاحبہ!

پارلیمانی سیکرٹری برائے انفارمیشن ٹیکنالوجی (محترمہ نرگس فیض ملک): بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے ٹائم دیا، میں سب سے پہلے جناب کائرہ صاحب اور وزیر اعلیٰ پنجاب کو appreciate کروں گی جنہوں نے pre budget کے لئے ممبران اسمبلی سے تجاویز مانگی ہیں۔میں سمجھتی ہوں کہ پاکستان کی تاریخ میں ایک تاریخی کارنامہ جناب آصف علی زرداری صاحب نے کیا جو صوبوں کو ان کے حقوق دیئے جس وجہ سے تمام صوبے independent ہوئے۔ آج ہم اس چیز کی ضرورت محسوس کرتے ہیں کہ بجٹ میں تین چار بنیادی چیزوں پر ضروری توجہ کی ضرورت ہے جن کو بہتر کرنے سے ہمارے ملک کے باقی مسائل حل ہو سکتے ہیں جن میں تعلیم، صحت، بے روزگاری کا خاتمہ اور خواتین کی empowerment ہے۔ ہمارا literacy rate جتنا low ہے اگر ہم اس پر توجہ نہیں دیتے تو جرائم میں کمی نہیں آ سکتی کیونکہ جن بچوں کے ہاتھوں میں قلم ہونا چاہئے آج انہوں نے

کلاشنکوف اٹھائی ہوئی ہے اور یہ ضیاء الحق مردود کی وجہ سے ہے۔ ایک آمر آیا اس نے کلاشنکوف introduce کرائی دوسرا آمر آیا تواس نے بم دھماکے introduce کرائے۔اگر اپنے صوبے اور ملک کو ان خودکش حملوں سے، ان بم دھماکوں سے پاک کرنا ہے تو ہمیں جناب آصف علی زرداری صاحب کے vision کو آگے بڑھانا ہے اور ان کے ساتھ ان کی مفاہمت کی پالیسی پر عمل کرنا ہے، سچے اور صدق دل سے پاکستان کی خدمت کرنے کے لئے پاکستان کے عوام کی خدمت کرنا پڑے گی۔ جب تک ہم پاکستان کے عوام کے لئے نہیں سوچیں گے میں سمجھتی ہوں کہ ہم نے جو حلف اٹھائے ہوئے ہیں ان سے بھی انحراف ہوگا۔

جناب سپیکر! اس وقت پنجاب میں mostly سکولوں کی حالت یہ ہے کہ بچوں کی جگہ مویشی پالے جارہے ہیں اور اگر کہیں پر بچے ہیں تو وہاں اساتذہ موجود نہیں ہیں چونکہ اساتذہ کو دور دور علاقوں میں بھیجا جاتا ہے یا پھر انہیں گھر بیٹھے تنخواہیں ملتی ہیں۔اس سلسلے کو ختم کیا جائے گا تو پھر ہی بہتر تعلیم دی جاسکتی ہے۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ صحت کے معاملے میں بڑے بڑے ہسپتالوں میں غریب اور عام آدمی کو ڈسپرین تک مفت نہیں دی جاتی۔یہاں پر دعوے تو بہت کئے جاتے ہیں کہ فلاں سنٹر فلاں موبائل اوریوں کر دیا گیا ہے اور بڑے بڑے بلند و بانگ دعوے کئے جاتے ہیں لیکن غریب کی حالت روز بروز بد سے بد تر ہوتی جارہی ہے۔ اسے کسی بھی سرکاری ہسپتال میں کہیں بھی کوئی ایسی سہولت نہیں ہے even اسے ایمرجنسی آؤٹ ڈور سے جو slip دی جاتی ہے وہ بھی مفت نہیں ملتی۔ہمیں چاہئے کہ ہم at least غریب آدمی کو صحت کی سہولتیں اس کے دروازے پر پہنچائیں اس مقصد کے لئے ہر یونین کونسل کی سطح پر ڈسپنسریاں بنائی جائیں تاکہ غریب آدمی کو زیادہ سے زیادہ صحت کی سہولتیں مل سکیں۔ جس طرح محترمہ بے نظیر بھٹو شہید کے دور میں خواتین کے لئے Maternity Homes اور لیڈی ہیلتھ وزیٹرز کا پروگرام شروع کیا گیا تھا میں کائرہ صاحب سے گزارش کروں گی کہ آپ کو ان تمام باتوں کا علم ہے مہربانی کر کے اس بجٹ میں ان خواتین کے لئے خاص توجہ دیں۔ جب تک خواتین کی صحت اچھی نہیں ہوگی وہ اپنے گھر میں کام کر سکتی ہیں اور نہ ہی باہر کام کر سکتی ہیں۔زچہ بچہ کی سہولت کے لئے ان کو basic requirements provide کرنا ہمارا اولین فرض ہونا چاہئے۔

جناب سپیکر! زراعت کے شعبے میں بھی خواتین بہت زیادہ کام کر رہی ہیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ مردوں سے زیادہ ہماری خواتین بہنیں دیہاتوں میں کام کر رہی ہیں۔ان کو empower کرنے کے

لئے ہمیں خصوصی توجہ دینی چاہئے۔ہم تو خواتین کو سفری سہولتیں بھی میسر نہیں کر سکے تو پھر ہم ان خواتین کو empower کس طرح کر سکتے ہیں؟یہاں پر تو میری بہنوں کو ایک سٹاپ سے دوسرے سٹاپ تک جانے کے لئے بھی بہت ساری تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔خواتین کے لئے بہت زیادہ ٹرانسپورٹ کے مسائل ہیں لہذا میں گزارش کروں گی کہ آئندہ مالی سال کے بجٹ میں خواتین کے لئے الگ ٹرانسپورٹ چلانے کی خاطر بجٹ مختص کیا جائے اس طرح ہماری بہنیں اپنے وطن کی بہتر خدمت کر سکیں گی اور کام بھی دلجوئی سے کر سکیں گی۔

جناب سپیکر!میں آخری بات یہ کہوں گی کہ ضلع کی سطح پر ہمارا جو عدالتی نظام ہے اس کو improve کیا جائے۔بعض جگہوں پر judges اور عملہ کم ہونے کی وجہ سے لوگوں کو بروقت انصاف نہیں ملتا، کئی کئی سالوں تک دیوانی کیس چلتے رہتے ہیں اور ان کا فیصلہ نہیں ہو پاتا۔یہاں پر یہ ہوتا ہے کہ اگر دادا سول یا دیوانی کیس دائر کرتا ہے تو اس کے پوتے کو بھی انصاف نہیں ملتا اس لئے ضلعی عدالتی نظام کو improve کریں اور سائلین کے بیٹھنے اور پانی کا خصوصی طور پر انتظام کیا جانا چاہئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ!اب آپ wind up کر لیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے انفارمیشن ٹیکنالوجی (محترمہ نرگس فیض ملک):جناب سپیکر!اس وقت ہمارے ملک کی معاشی حالت ابتر ہو چکی ہے۔صوبوں کو اپنے وسائل خود پیدا کرنے پر زور دینا چاہئے۔اٹھارہویں ترمیم کے بعد صوبوں کی independent حیثیت اسی صورت میں سامنے آئے گی جب ہمارے صوبے معاشی طور پر مستحکم ہوں گے۔ہمیں ٹیکسوں کی وصولی کے نظام میں بہتری لانی چاہئے۔ٹیکسوں کو چھپانے کے بہت سے راستے ہیں لہذا ٹیکسوں کی وصولی کے نظام کو شفاف اور جدید بنایا جانا چاہئے۔ٹیکس دینے والوں کے لئے ہمیں کوئی علیحدہ سسٹم اپنانا چاہئے تاکہ وہ خوش ہو کر مزید ٹیکس دینے کی طرف راغب ہوں۔میں ایک مرتبہ پھر گزارش کروں گی کہ خواتین کو empower کرنے کے لئے آئندہ بجٹ میں خصوصی طور پر رقوم مختص کی جائیں۔بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی،بہت شکریہ۔محترمہ سیمل کامران!

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر!پچھلی دفعہ بھی pre budget session ہوا تھا اور ہم نے اپنی تجاویز دی تھیں لیکن افسوس کی بات ہے کہ ہماری کسی بھی تجویز کو consider نہیں کیا گیا تو اس مرتبہ میری honourbale وزیر خزانہ سے گزارش ہے کہ women empowerment سے related اور خواتین کی بھلائی والی سکیموں کو آپ ضرور consider کیجئے گا۔

جناب سپیکر!اس وقت ہمارے صوبے کی جو حالت زار ہے اسے دیکھ کر ایسالگتا ہے کہ آسیب نے اپنے بے رحم پنجوں میں بُری طرح ہمارے صوبے کو جکڑ رکھا ہے۔اس financial crunch کے باعث صوبے میں امن و امان کی صورتحال بھی بہت خراب ہو چکی ہے۔ہمیں اپنے جی ڈی پی میں خاطر خواہ اضافہ کرنے کی غرض سے اقدامات کرنے چاہئیں۔ہمیں اپنے صوبے میں ایسے وسائل پیدا کرنے ہوں گے کہ جن سے لوگوں کے لئے روزگار کے مواقع پیدا ہو سکیں اور بدامنی دُور ہو سکے۔جب تک law and order control نہیں ہو گا تب تک صوبے میں بہتری اور خوشحالی نہیں آ سکتی۔

جناب سپیکر!صحت اور تعلیم دو ایسے شعبے ہیں کہ جو ہر حکومت کی priorities میں سرفہرست ہوتے ہیں لیکن ہمارے ہاں حال یہ ہے کہ اربوں روپے خرچ کر کے دانش سکول کھولے جا رہے ہیں۔ہمارے صوبے کے نوہزار سے زیادہ سکولوں میں چاردیواری میسر نہیں ہے۔دس ہزار کے قریب سکولوں میں toilet کی basic facility موجود نہیں ہے۔ہمارے صوبے میں ہزاروں بچے آج بھی سردی، گرمی اور بارشوں میں زمین پر بیٹھ کر تعلیم حاصل کرنے پر مجبور ہیں۔ایسے حالات میں اربوں روپے خرچ کر کے ایک دانش سکول کھولنا کہاں کی دانش مندی ہے؟ میری وزیر خزانہ سے گزارش ہے کہ جن سکولوں کو upgradation کی ضرورت ہے انہیں upgrade کیا جائے اور پہلے سے قائم سکولوں میں جو جو missing facilities ہیں وہ مہیا کی جائیں۔دیہی علاقوں کے سکولوں پر خصوصی توجہ دی جائے کیونکہ دیہی علاقوں میں قائم سکولوں کی حالت بہت ابتر ہے۔

جناب سپیکر!میری گزارش ہے کہ ہسپتالوں میں صفائی اور حاضری کو ensure کیا جائے کیونکہ اگر کسی ہسپتال میں صفائی نہیں ہو گی تو وہ دارالشفا کیسے بن سکتا ہے؟میں کسی دُور دراز علاقے کی بات نہیں کر رہی بلکہ صوبہ پنجاب کے دل لاہور اور لاہور کے دل جناح ہسپتال کی بات کر رہی ہوں۔جناح ہسپتال کے لیبر روم اور آئی سی یو میں جب بلیاں پھریں گی تو پھر آپ لوگوں کا کس طریقے سے صحیح علاج کر سکتے ہیں؟اسی طرح دیہی علاقوں میں قائم ہیلتھ سنٹر مویشیوں کے باڑے بن چکے ہیں اگر یہ حالات رہے تو پھر ہماری قوم ہمیں کبھی معاف نہیں کرے گی لہذا میری گزارش ہے کہ ہسپتالوں میں صفائی کے نظام کو بہتر کیا جائے۔میں کہنا چاہوں گی کہ تقاریر کی بجائے مؤثر حکمت عملی اختیار کی جائے۔

جناب سپیکر! mission, vision, priority and direction کا تعین زمینی حقائق کے مطابق کیا جائے تو پھر بہت بہتر نتائج سامنے آئیں گے۔دفتروں میں چینی کا استعمال بند کر دینے سے

کوئی بہتری نہیں آ سکتی۔الٹی میٹم سیاست، معطلی سیاست، طوفانی دورے سیاست یہ تمام چیزیں سستی شہرت حاصل کرنے کے لئے توکارآمد ہو سکتی ہیں لیکن کسی بھوکے کے پیٹ میں روٹی کانوالہ ڈال سکتیں ہیں اور نہ ہی کسی بے روزگار کو روزگار دے سکتی ہیں۔

جناب سپیکر!water management کے لئے World Bank نے پنجاب کو 66۔ارب روپے دیئے تھے۔اس fund سے بڑی نہروں کی stone pitching کی جانی تھی اور چھوٹی نہروں اور کھالوں کو پختہ کیا جانا تھالیکن یہ منصوبہ 2008 میں wind up کر دیا گیا۔

جناب سپیکر! میری گزارش ہے کہ زراعت اور اس سے related جتنے بھی دیگر شعبے ہیں ان کی ترقی کے لئے practically، مؤثر اور جامع حکمت عملی اختیار کی جائے اور بجٹ میں اس کے لئے خصوصی طور پر funds مختص کئے جائیں۔دیہی علاقوں میں کھیت سے منڈیوں تک سڑکوں کی حالت انتہائی ابتر ہو چکی ہے۔ میری گزارش ہے کہ ان کے لئے special funds رکھے جائیں۔ کھالوں اور چھوٹی نہروں کو پختہ کرنے کا جو کام نامکمل رہ گیا ہے اس کو مکمل کرنے کے لئے special funds allocate کئے جائیں۔ موجودہ مارکیٹ کمیٹیوں کو ختم کیا جائے اور ان کی جگہ پر viable Agro Market Committees تشکیل دی جائیں۔یونین کونسل کی سطح پر Farmers Facilitation Centres قائم کئے جائیں جہاں پر کاشتکاروں کو زرعی مشینری، کھاد، بیج، ڈیزل، زرعی ادویات فراہم کی جائیں اور ان کی رہنمائی کی جائے۔ مل مالکان کی monopoly ختم کی جائے اور کاشتکاروں کی عزت نفس کا خیال رکھا جائے۔

جناب سپیکر!اس میں کوئی دوسری رائے نہیں ہے کہ صوبہ کی معاشی تقدیر اور ترقی زراعت سے وابستہ ہے لیکن افسوس کا مقام یہ ہے کہ یہی شعبہ سب سے زیادہ پسماندہ ہے۔ ہم اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے کہ پاکستان ایک زرعی ملک ہے۔زرعی شعبہ 42 فیصد لوگوں کو روزگار فراہم کر رہا ہے۔ دیہی علاقوں میں 76 فیصد لوگ اس شعبہ سے وابستہ ہیں۔ ہماری صنعت کا دارومدار بھی زراعت پر ہے۔ کپاس کی تقریباً 12 ملین گانٹھیں ہماری ٹیکسٹائل انڈسٹریز کی کھپت ہیں جس سے ہم 10۔ارب روپے کا زر مبادلہ export کی صورت میں حاصل کر رہے ہیں جو کہ بہت کم ہے۔ بھارت اور چین کپاس کی value addition تین، چار گنا زیادہ کر کے ہم سے بہتر زر مبادلہ کما رہے ہیں۔اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ پاکستان کے زرعی شعبے میں بے انتہا potential ہے۔ پاکستان دنیا میں کپاس پیدا کرنے والا چوتھا بڑا ملک ہے۔ دودھ پیدا کرنے والا پانچواں بڑا ملک ہے جبکہ گندم اور گنے کی پیداوار میں

ہم چھٹے نمبر پر ہیں لیکن packaging process and value addition نہ ہونے کی وجہ سے ہم دنیا میں ان اشیاء کی پیداوار میں بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔ ہماری حالت زار یہ ہے کہ جب کسان گنّا پیدا کرتا ہے اور اپنے گنّے کو شوگر مل میں لے کر جاتا ہے تو اسے بھکاری کی طرح treat کیا جاتا ہے، اسے ذلیل و خوار کیا جاتا ہے۔ بنک کے سامنے لائنیں لگوا کر چھ چھ مہینے اس کی تذلیل کی جاتی ہے اور وہ اپنے ہی پیسے کو حاصل کرنے کے لئے دربدر کی ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے۔ جب وہی کسان گندم پیدا کرتا ہے اور اپنی گندم کو پنجاب حکومت کے خریداری سنٹر پر لے کر جاتا ہے تو وہاں پر بھی اس کے ساتھ ایسا ہی discriminatory رویہ اختیار کیا جاتا ہے۔ جب لوگ اسی گندم سے بننے والا آٹا اور گنے سے بننے والی چینی حاصل کرنے جاتے ہیں تو پھر وہی لائنیں، دھکے اور ٹھڈے ان کا مقدر بنتے ہیں۔

جناب سپیکر! ظاہری طور پر تو withholding tax middleman پر لگایا گیا ہے لیکن اس کا اثر down the line سب پر ہو رہا ہے۔ کاشتکار، گھریلو خواتین اور ہم سب کو یہ suffer کرے گا کیونکہ اس سے مہنگائی میں ساڑھے تین فیصد اضافہ کیا جا رہا ہے۔ یہاں پر کہا جاتا ہے کہ یہ ٹیکس تو وفاقی حکومت نے لگایا ہے۔ میں کہتی ہوں کہ زرعی ٹیکس لگانا وفاقی حکومت کے دائرہ اختیار میں ہی نہیں ہے اور اگر وفاقی حکومت نے صوبے پر کوئی چیز impose کی ہے تو پھر اس پر صوبے نے resist کیوں نہیں کیا؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ اب آپ اس کو wind up کر دیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میری صرف یہ گزارش ہے کہ زرعی اجناس کی سٹوریج اور مارکیٹنگ کا mechanism ناپید ہونے کی وجہ سے کاشتکار بے سر و سامان ہیں، اُن کا کوئی مددگار نہیں ہے، کبھی مڈل مین اور کبھی فوڈ ڈیپارٹمنٹ کے رحم و کرم پر چلے جاتے ہیں۔ میں صرف یہ کہہ کر اپنی بات wind up کرنا چاہوں گی کہ:

جب مٹ جائے کہیں سے امتیازِ خیر و شر
ظلم بغاوت اور سرکشی پہ مائل وہ ہر بشر
ظلم کی آغوش میں ہو جس جگہ کے بام و در
تو اے بادلو! وہاں کنکر برسنے چاہیئں برف گرنی چاہئے

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ حاجی مہر ارشاد احمد سیال صاحب!

مہر ارشاد احمد خان سیال: جناب سپیکر! میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے اس ہاؤس میں اپنے حلقہ کے مسائل بتانے کا موقع دیا۔ میرے حلقہ میں مظفر گڑھ شہر کے ساتھ جڑواں ایک کچی آبادی ٹبہ کریم آباد ہے وہاں کم از کم 20 ہزار لوگ رہتے ہیں۔ اس ٹبہ کریم آباد کے حوالے سے ایک request کرنی تھی کہ اس آبادی کے مکینوں کو اگر مالکانہ حقوق مل جائیں تو اُن غریبوں کی بھلائی ہو جائے گی اور اُنہیں مالکانہ حقوق دینے کے حوالے سے وزیر اعلیٰ صاحب نے بھی اعلان کیا تھا لیکن ابھی تک اُنہیں مالکانہ حقوق نہیں ملے۔ اِسی کچی آبادی کی ڈویلپمنٹ کے لئے 10 کروڑ کی گرانٹ منظور ہوئی تھی جس میں سے 4.5 کروڑ روپے release ہو گئے تھے جس سے کچھ سیوریج اور کچھ پختہ سڑکیں بن چکی ہیں لیکن ابھی تک باقی گرانٹ جاری نہیں ہوئی اگر باقی گرانٹ جاری نہ ہوئی تو پہلے والا 4.5 کروڑ روپیہ بھی ضائع ہو جائے گا۔

جناب سپیکر! مظفر گڑھ کا ضلعی ہسپتال 1952 میں بنا تھا اور مظفر گڑھ کی آبادی 35 لاکھ ہے جبکہ یہ ہسپتال 150 بیڈ پر مشتمل ہے۔ وہاں ایم این اے کی پانچ سیٹیں اور ایم پی اے کی گیارہ سیٹیں ہیں۔ ہمارے ساتھ والے ضلع ڈی جی خان کی آبادی 25 لاکھ ہے جبکہ وہاں کا ضلعی ہسپتال 500 بیڈ پر مشتمل ہے۔ میری گزارش ہے کہ مظفر گڑھ کے ضلعی ہسپتال کو بھی fully upgrade کر کے کم از کم 500 بیڈ کا کیا جائے۔

جناب سپیکر! مظفر گڑھ ایک تاریخی شہر ہے اور دو سو سال پرانا ضلع ہے وہاں پر ایک بھی تفریحی پارک نہیں ہے لہذا حکومت سے میری التجاء ہے کہ اس شہر میں کم از کم ایک تفریحی پارک ہونا چاہئے۔ ہم لاہور میں آتے ہیں تو ہمیں قدم قدم پر انڈر پاس نظر آتے ہیں۔ مظفر گڑھ شہر میں جھنگ روڈ پر ایک ریلوے کراسنگ ہے تو گرمیوں میں بارہ بجے یا ایک بجے جب ریل نے گزرنا ہوتا ہے تو ایک گھنٹہ پہلے ریلوے پھاٹک بند ہو جانے کی وجہ سے میلوں لمبی لائنیں لگ جاتی ہیں۔ وہاں کئی مریض تڑپ تڑپ کر مر گئے ہیں اگر گورنمنٹ مناسب سمجھے تو وہاں ایک فلائی اوور یا انڈر پاس دیا جائے۔ مظفر گڑھ کے نواح میں مراد آباد ایک پرانا قصبہ ہے جس کی بہت بڑی آبادی ہے۔ وزیر اعلیٰ صاحب نے جنوبی پنجاب کے لئے 5۔ارب روپے کا پیکج دیا تھا تو میں حیران ہوں کہ اُس پیکج میں سے کسی حلقہ کو 22 کروڑ روپے ملے تو کسی حلقے کو 30 کروڑ روپے ملے لیکن میرے حلقے میں اس پیکج میں سے ایک کروڑ روپے سے مراد آباد کے ہائی سکول کو upgrade کر کے ہائر سیکنڈری کا درجہ دیا گیا تھا اُس کا ٹینڈر بھی لگ گیا اور ورک آرڈر

بھی جاری ہو گیا لیکن فنڈز جاری نہ ہونے کی وجہ سے وہ منصوبہ رُکا ہوا ہے لہذا گزارش ہے کہ اس کے فنڈز جاری کئے جائیں۔ ہم نے مراد آباد کے سیوریج کے لئے سکیم دی تھی تو 2008 سے وہاں پر کام شروع ہے لیکن کام کی سپیڈ سے ایسے لگتا ہے کہ یہ منصوبہ شاید2015 میں مکمل ہو گا۔ وہاں پر اُکھاڑ پچھاڑ کے باعث آدمی پیدل بھی نہیں چل سکتا اگر حکومت مناسب سمجھے تو ٹھیکیدار کو حکم دے کہ اُس منصوبے کو فی الفور مکمل کیا جائے۔

جناب سپیکر! مظفر گڑھ میں جھنگ روڈ carpeted بن رہی ہے۔ یہ منصوبہ 2008 میں شروع ہوا اور اس کا ٹھیکہ حق کمپنی کے مالک ہدایت اللہ کو ملا لیکن وہ سڑک کی اُکھاڑ پچھاڑ کر کے کہیں گم ہو گیا اگر وہ ٹھیکیدار کام نہیں کرنا چاہتا تو اُس کا ٹھیکہ منسوخ کر کے کسی اور ٹھیکیدار کو دیا جائے کیونکہ اس روڈ پر منٹوں کا راستہ اب گھنٹوں میں طے ہوتا ہے جس کی وجہ سے عوام کافی مشکلات میں ہیں۔

جناب سپیکر! مظفر گڑھ سے 80 کلو میٹر کے فاصلے پر رنگ پور ایک تاریخی قصبہ ہے اس میں ایک گرلز ہائی سکول ہے میری گزارش ہے کہ اُس گرلز ہائی سکول کو گرلز کالج یا پھر گرلز ہائر سیکنڈری سکول کا درجہ دیا جائے۔ ضلع مظفر گڑھ میں میرے حلقہ کی آخری یونین کونسل چک فرازی ہے جو ضلع جھنگ کے بارڈر کے ساتھ ہے۔ اُس یونین کونسل کی آبادی 40 ہزار نفوس پر مشتمل ہے وہاں ایک بھی گرلز ہائی سکول نہیں ہے اس لئے گورنمنٹ سے میری التجا ہے کہ وہاں ایک گرلز ہائی سکول دیا جائے۔

جناب سپیکر! میرا پورا حلقہ دریائے چناب کا ہے جہاں پر دریا کا کافی کٹاؤ ہے جس کے باعث بہت سی آبادیاں صفحہ ہستی سے مٹ گئی ہیں میں نے وہاں پر سیکرٹری اریگیشن کو بھی visit کرایا تھا۔ موضع فرید آباد، موضع لشکر پور، موضع گنجی، موضع پکا سندیلہ، موضع جڑ اور موضع پپلی، اگر ان مواضعات کو بروقت سپر بند دیا جائے تو ان مواضعات کے مکینوں کے گھر بچ جائیں گے، باغات بھی بچ جائیں گے، اس سے جھنگ روڈ اور رنگ پور کینال کو جو خطرہ ہے وہ بھی محفوظ ہو جائیں گے۔

جناب سپیکر! میرے حلقے کے سیلاب سے متاثرہ علاقے میں وطن کارڈ جاری کئے گئے ہیں تو جن لوگوں کو وطن کارڈ نہیں دیئے گئے اُنہیں وطن کارڈ جاری کئے جائیں۔ میں نے اپنے حلقے میں جو پرائمری سکول اور ڈسپنسریاں بنوائی ہیں اُن کی عمارات تین سال سے بن چکی ہیں لیکن ابھی تک وہاں پر عملہ نہیں گیا۔ ہم نے وہ عمارات زمینداروں کے ڈیروں یا مال مویشیوں کے "بھانوں" کے لئے نہیں بنوائیں لہذا میری استدعا ہے کہ اُن سکولوں میں فوری طور پر ٹیچر اور ڈسپنسریوں میں ڈاکٹر اور دیگر

سٹاف بھیجا جائے۔اس کے علاوہ مجھے اپنے حلقہ میں کم از کم دس پرائمری سکول اور پانچ ڈسپنسریاں چاہیئں۔شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔جی، راناصاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت(رانامحمد ارشد): پوائنٹ آف آرڈر۔جناب سپیکر! گجرات میں حاجی ناصر صاحب کے ساتھ جو ظلم ہوا ہے اُس ظلم کے خلاف گجرات سے سینکڑوں لوگ حاجی ناصر صاحب کے حق میں جلوس لے کر آئے ہوئے ہیں اور انہوں نے پنجاب اسمبلی کے سامنے مال روڈ بند کیا ہوا ہے تو آپ سے میری استدعا ہے کہ آپ کوئی کمیٹی بنادیں۔

جناب خالد جاوید اصغر گھرال: پوائنٹ آف آرڈر۔جناب سپیکر! اگر سپریم کورٹ کے فیصلے کو نہیں مانا جائے گا، اگر فراڈیے کو فراڈیا اور چور کو چور کہنے سے منع کیا جائے گا تو پھر اِسی طرح ہوگا۔پنجاب میں ایسا ہوتا ہے کہ اگر لوگ کسی چور کو پکڑتے ہیں تو اُسے تھانے میں دے دیتے ہیں۔ہماری عوام نے پولیس کو اطلاع دی ہے اور وہاں پر پولیس نے موجود ہونے کے باوجود اُسے نہیں پکڑا اور عوام میں لڑائی ہوگئی تو ہمارے سر پھٹے ہوئے لوگوں کو جیل میں بند کر کے اُن کے خلاف پرچے دے دیئے گئے ہیں۔مجھے یہ بات کرتے ہوئے شرم آتی ہے کہ پنجاب حکومت اور پنجاب پولیس سپریم کورٹ کے فیصلے پر اس طرح عمل کر رہی ہے اور اِدھر باتیں کی جاتی ہیں کہ گجرات والے غنڈہ گردی کر رہے ہیں۔وہاں پر ہماری پارٹی کے پندرہ آدمی تھے اور ان کے دو سو آدمی تھے تو کیا ہمارے پندرہ آدمیوں نے وہاں پر حاجی ناصر کو اغواء کرنا تھا؟

جناب ڈپٹی سپیکر: گھرال صاحب! آپ کی بات ریکارڈ پر آ گئی ہے لہذا آپ تشریف رکھیں۔جی، چودھری صاحب!

چودھری عرفان الدین: جناب سپیکر! گجرات میں جو دنگا فساد یا غنڈہ گردی ہوئی ہے اس حوالے سے یہاں پر کل سے گجرات کا ذکر ہو رہا ہے۔قانون کسی کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ کوئی غنڈہ پولیس کے کام میں مداخلت کرے۔یہ سارا ہاؤس سُن رہا ہے اور میں بھی سُن رہا ہوں کہ گجرات گالی بنا ہوا ہے تو ہمیں اس سلسلہ میں دیکھنا پڑے گا کہ آج سے 40/45 سال پہلے گجرات میں کس نے غنڈہ گردی شروع کی۔گجرات ایک پُرامن اور پڑھا لکھا ضلع ہے۔(قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر:.This is no way. This is no way ایک معزز ممبر بات کر رہے ہیں، جب آپ کی باری آئے گی تو پھر آپ بات کیجئے گا۔(قطع کلامیاں)

آپ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ایک معزز ممبر اپنی بات مکمل کر لے گا تو پھر میں دوسرے معزز ممبر کو floor دوں گا۔جی، چودھری صاحب!

چودھری عرفان الدین:جناب سپیکر!آج گجرات کا 72 percent literacy rate ہے لیکن چند غنڈہ عناصر جنہوں نے آج سے 45/40 سال پہلے ایوب خان کی گود میں بیٹھ کر سیاست کا آغاز کیا انہوں نے گجرات میں بد معاشی پھیلائی ہوئی ہے۔(قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر:جب انہوں نے بات کی تو کسی نے اُنہیں interrupt کیا تھا؟ This is no way آپ تشریف رکھیں۔جی، چودھری صاحب!

چودھری عرفان الدین:جناب سپیکر!اس ہاؤس کے سابق لاء منسٹر چودھری فاروق کے قاتلوں کے بارے میں تفتیش آج تک مکمل نہیں کی گئی اسی طرح گجرات کے سابق ایم این اے منظور حسین شاہ صاحب کے قاتلوں کا کھرا کہاں جاتا ہے، اگر ان سارے معاملات کی تفتیش کر لی جاتی تو آج یہ واقعہ نہ ہوتا اور یہ بات ریکارڈ پر موجود ہے کہ گجرات میں غنڈہ فورس کس نے بنائی، وجاہت فورس کس نے بنائی۔(قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر:گھرال صاحب!ایک منٹ کے لئے میری بات سنیں۔آپ ایک منٹ تشریف رکھیں۔(قطع کلامیاں)

آپ کیا کر رہے ہیں، آپ کیا کر رہے ہیں؟جب آپ لوگ بولتے ہیں تو میں پورے ہاؤس کو کنٹرول کرتا ہوں کہ آپ کی بات کے درمیان کوئی معزز ممبر نہ بولے۔آپ اگر اس طرح کریں گے تو پھر Chair کے لئے problem ہو جائے گی۔آپ تشریف رکھیں۔جی، زعیم قادری صاحب!

سید زعیم حسین قادری:جناب سپیکر!پنجاب اسمبلی کے باہر گجرات سے بہت سارے لوگ آئے ہوئے ہیں اور اس معزز ہاؤس تک اپنی بات پہنچانا چاہ رہے ہیں تو میرا خیال ہے کہ آپ ایک کمیٹی تشکیل دے دیں جو اُن لوگوں سے بات کر کے اُن سے پوچھے کہ انُ کے grievances کیا ہیں اور اُن کی بات کو اس معزز ایوان میں لے کر آئیں۔قوم ہماری طرف دیکھتی ہے اور لوگ اپنے اوپر ہونے والے ظلم وجبر سے نجات حاصل کرنے کے لئے ہمارے پاس آتے ہیں اور ہم اُنہیں اس طرح واپس بھیج دیں تو

اس کا بڑا عجیب message جائے گا۔آپ ایک کمیٹی تشکیل دے دیں اُس پر کمیٹی جو بھی فیصلہ کرے گی ہم اس کمیٹی کے فیصلے کو بعد میں اس معزز ایوان میں discuss کر لیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس معزز ہاؤس میں جو چیز point out کی گئی ہے اُس پر چونکہ زعیم قادری صاحب نے بھی بات کی ہے، نوانی صاحب سینئر معزز ممبر ہیں، عمران ظفر صاحب ساتھ چلے جائیں کیونکہ یہ گجرات کا مسئلہ ہے، اعجاز خان صاحب، راؤ کاشف صاحب، رانا ارشد صاحب، اولکھ صاحب اور نوشیر لنگڑیال صاحب باہر جائیں اور گجرات سے آئے ہوئے لوگوں کا معاملہ سنیں اور واپس آکر ہاؤس کو apprise کریں۔(قطع کلامیاں)

No point of order. میں نے اس معاملے پر بات کرنے کے لئے پہلے بھی اجازت دی تھی لہذا آپ تشریف رکھیں۔جی، عاصمہ ممدوٹ صاحبہ! آپ pre budget discussion پر اپنی بات کا آغاز کریں۔

ڈاکٹر عاصمہ ممدوٹ: نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

Mr. Speaker! Thank you. I may be permitted to speak in English. I represent the backward rural area of Southern Punjab which has been devastated by the recent floods thus pushing the people already living below the poverty line into a more difficult and tough circumstances. Since we are here to give suggestions for the coming budget, I feel there is need for a more careful choice of priorities, better implementation and more efficient delivery of services.

Mr Speaker! I would like to request the Finance Minister to keep special allocation of funds for the rehabilitation of flood structures in our district so that bunds could be constructed along the River Indus. This would require at least 3 to 4 billion rupees. The Hill Torrent Management is essential so that future flood disasters can be prevented in the areas like Taunsa where the structures and outlets need improvement and maintenance. A scheme of Rs.250 crores has been presented to the respective departments. If this scheme is implemented it would restore 2 million acres and also provide another 2 million acres for

cultivation. For the protection of Jampur and Dajal Towns for future flood disaster at least 2 billion rupees should be allocated and schemes for the provision of 1122 facilities may be considered for Jampur and Fazilpur Towns. Here I would request the Finance Minister to allocate special funds for the Rajanpur tribal area. It is bordering Balochistan and the people living here are deprived of the basic facilities like roads, schools etc. and they must be given their due rights for development. Primary education and health care needs special emphasis. The managerial sector needs improvement in both. The structures are present the input is there but the output is absent. The ghost schools and ghost BHUs without staff and facilities are the major problems resulting in high maternal and child mortality. Female MBBS graduates must work with Maternity and Childcare Centres so that the health facility particularly in remote areas could be improved. Coming to the empowerment of women although we have hired the Minister for Women Development, yet there has been no fund allocation and no pro-women targeted schemes were made in this direction in the ADP. Women empowerment is only possible by ensuring financial stability. My humble suggestion is that a Standing Committee should be constituted for women development which could look after the issues of the women and the children. It is the responsibility of the State to provide welfare funds for the destitute women who are living below the poverty lines, who have been abandoned by their husbands and are raising their children single handedly. I also request for blocked allocation of funds for micro-financing. Micro credit facilities should be made available for the women of rural areas. The Social Welfare Department and Women Development should coordinate with the banks to provide "Karze-Hasna" to women and they should also arrange for their training in Poultry, Agriculture and Crafts to ensure optimum utilization and easy

repayment of loans. The Cottage Industry should be encouraged to make the women financially independent. The Grameen Scheme which was implemented in Bangladesh has very successfully been improving the economy of the country. I suggest that the same scheme should be implemented all through Pakistan and as we have great potential for Cottage Industry the funds of the lady MPAs should be allocated for pro-women targeted schemes. Education is the key to empowerment. Female literacy rate remains very low in Pakistan at about 42 percent. The Constitution guarantees the education of children between 5 to 16 years and education should be provided to the girl-child at the doorstep. Vocational Training Centres should be opened wherever there are informal schools or literacy centres so that the mothers can learn skills for income generation while the children study. Child Care Centres should be provided for the women by the Government and all employees at work centres to facilitate women workers. Similarly, Crisis Centres should be put up at tehsil level throughout the Punjab with psychiatric assistance. Well targeted programmes for poverty alleviation should be provided by the state to improve livelihood for the poor people. Poverty mapping should be done throughout the country and targeted relief should be provided. The social security programmes should be provided to protect the vulnerable sector of the society and the social infrastructure may be improved. We need to strengthen the Irrigation and the Agriculture infrastructure. Inadequate investment and ineffective use of available resources exist. There is a dire need to improve agriculture and agri based industry as we are basically an agricultural country, our main objective and focus should be on Agriculture Sector. The Constitution of Pakistan exempts taxation on agriculture. Agriculture tax should not be put on farmers as it will further burden and incapacitate the already suffering community. They should instead be facilitated with subsidies

with regard to seed and fertilizer procurement. A budget expenditure on road, energy health, and education accounts for only 14 percent of the total spending in Pakistan as compared to global average of twice the amount.

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! ذراwind upکر لیں۔

DR ASMA MAMDOOT: The Kala Bagh Dam must be constructed and genuine positive efforts must be made in this direction to obtain a consensus between the provinces and a media campaign should be carried out to remove all wrong presumptions in this regard. The Pakistan tax collection is amongst the lowest in the world i.e. 10.2 percent targeted programme should be implemented to alleviate these problems. Human resource development again is an important issue especially with regard to Southern Punjab. Proper training programmes should be provided for Teachers, Nurses, Paramedics, Lady Doctors and LHVs. Nursing Schools should be made in D.G Khan and Rajanpur. It is requested that at least fifty percent quota should be kept for the local students of Southern Punjab in the D.G Khan Medical College. I would request the Finance Minister to evolve a transparent system for the delivery of funds to the Southern Punjab and to ensure that the projects and schemes are completed. Lastly, I would request the Finance Minister to allocate funds for the expansion and development project for the Bibi Pakdaman Shrine. It is a privilege and honour for us to have the Shrine of the daughters of the fourth Caliph of Islam in Lahore and the project cost should be sheered by the Punjab Government. Thank you. Pakistan Zindabad!

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جی، رائے صفدر عباس صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ حاجی ذوالفقار علی صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ طارق باجوہ صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ میاں محمد رفیق صاحب!

معزز ممبران: چلیں، ہمیں ہی ٹائم دے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جو بول چکے ہیں ان کو دوبارہ موقع نہیں ملے گا۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! میں پہلے نہیں بولا بلکہ آج ہی آیا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں صاحب! میں آپ کا نام نہیں لے رہا۔ آپ فرمائیں!

میاں محمد رفیق: بے حد شکریہ۔ جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ کے ساتھ بڑا امتیازی سلوک ہو رہا ہے۔ میں آپ کے توسط سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ خاص طور پر فنانس ڈیپارٹمنٹ نے شاید 2000 یا 2002 میں وہاں کے اکاؤنٹ آفس سے working لوگوں کے کچھ statistics لئے جبکہ وہ تمام پروگرام چھوڑ دیا جو SNE کی created posts کا تھا۔ اس وجہ سے یہ ضلع آج تک خسارے میں جا رہا ہے اور سارا بوجھ مقامی حکومت پر ڈال دیا ہے۔ اب کوئی ایسے ذرائع نہیں ہیں جہاں سے یہ خسارہ پورا کیا جا سکے۔ آپ حیران ہوں گے کہ وہاں کے دفتر بند پڑے ہیں، گاڑیاں بند پڑی ہیں، وہاں کے محکمے ڈیزل خرید سکتے ہیں اور نہ پٹرول خرید سکتے ہیں حتیٰ کہ DHQ ہسپتال ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ایمبولینسیں بند کھڑی ہیں، بل بجلی ادا کرنے کے لئے پیسے نہیں ہیں اور دیگر اخراجات کے لئے بھی پیسے نہیں ہیں۔ اکاؤنٹ آفس ٹوبہ ٹیک سنگھ نے ادائیگی کے لئے جواب دے دیا ہے کہ پیسے ہی نہیں ہیں۔ معلوم یہ ہوا کہ فنانس ڈیپارٹمنٹ نے ایوارڈ کم دیا ہے۔ بے شمار دفعہ ڈی سی او صاحب آ چکے ہیں مگر فنانس ڈیپارٹمنٹ اُس ایوارڈ پر غور ہی نہیں کرتا۔ تین کروڑ روپے سے زیادہ یہ ضلع deficit میں جا رہا ہے اور وہاں پر ہر طرح کی ترقی رُکی پڑی ہے۔ وہاں کے سکول upgrade نہیں ہو رہے، تنخواہیں نہیں مل رہیں اور ٹھیکیداروں کو بلوں کی ادائیگی نہیں ہو رہی جو ہمارے ضلع کے ساتھ بہت بڑی discrimination and disparity ہے۔ دوسری disparity اور discrimination صوابدیدی فنڈز کی ہے۔ آپ حیران ہوں گے کہ یہاں پر کچھ خوش نصیبوں کو خصوصی طور پر نوازا جا رہا ہے باقی ہم جیسے لوگ اِدھر اُدھر پھر رہے ہیں۔ مجھے بھی تین سال میں پانچ سات directives جاری ہوئے تھے لیکن کسی ایک directive پر ایک پیسا بھی release نہیں کیا گیا۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ کبھی فیصل آباد کی تحصیل ہوتی تھی، کبھی جھنگ کی تحصیل بھی تھی مگر اب بھی یہ ایک پسماندہ ضلع ہے۔ وہاں پر ایک دو سرمایہ دار ہیں، ایک دو لوگ بڑے زمیندار ہیں اور کچھ لوگ اپنی ملازمتوں کے سلسلے میں باہر چلے گئے ہیں وہ خوشحال ہوں گے لیکن باقی تمام کا تمام ضلع بدحال ہے کیونکہ وہاں پر چھوٹے کاشتکار ہیں جو نہری پانی کی کمی کی وجہ سے سوکھے پر مر رہے ہیں۔ میرے حلقہ پی پی۔90 میں تحصیل کمالیہ کا ایک حصہ درکھانہ قانونگوئی کا ہے وہ بھی جنوبی پنجاب کی طرح پسماندہ ہے۔ وہاں پر سڑکیں ہیں اور نہ ہی سکول ہیں۔ میں نے اُس جگہ کے لئے

بھی directives حاصل کئے تھے کہ literacy rate بڑھانے کے لئے نئے سکول کھولے جائیں اور ایک ویٹرنری ہسپتال بنایا جائے لیکن کسی پر بھی عمل نہیں ہوا۔DHQ ٹوبہ ٹیک سنگھ کی اور کچھ سکولوں کی upgradation منظور کرائی لیکن کسی کے لئے کوئی پیسا release نہیں ہوا۔اُس علاقے کی بدنصیبی یہ ہے کہ دو بڑی نہریں حویلی لنک کینال اور دوسری تریموسدھنائی لنک کینال وہاں سے گزرتی ہیں لیکن دونوں متذکرہ نہروں کی water logging کی وجہ سے وہاں پر لوگ گیلے میں مر رہے ہیں۔اس سال دریائی سیلاب کی طرح سے نہروں کی water logging کی وجہ سے بیس پچیس دیہات میں چار چار، پانچ پانچ فُٹ پانی کھڑا رہا جو کافی دیر تک نکاس نہیں ہوتا تھا جس کی وجہ سے فصلوں کو نقصان پہنچا، گھر گر گئے، سڑکیں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گئیں، لوگ نقل مکانی پر مجبور ہو گئے اور اُن کے جانور بھی بیماریوں سے مر گئے لیکن محکمہ آبپاشی نے اُن کو کوئی relief نہیں دیا۔اُن کو حکومت نے آبیانے میں relief دیا ہے اور نہ ہی کوئی اور relief دیا ہے۔آپ ایک بات سن کر حیران ہوں گے کہ پندرہ بیس سال پہلے یہ water logging کو ختم کرنے کے لئے متذکرہ نہروں سے ایک ٹیوب ویل سکیم بنائی گئی تھی جو ایک ارب73کروڑ روپے سے بنی لیکن وہ محکمانہ بددیانتی کی وجہ سے تمام ٹیوب ویل چوری ہو گئے۔ محکمہ اس چیز میں ملوث ہے لہذا اس کی انکوائری ہونی چاہئے کیونکہ اتنا بڑا قومی نقصان کر کے علاقے کے لوگوں کو water logging سے مارا جا رہا ہے۔اس کا ہیڈ آفس مظفر گڑھ میں ہے جو وہاں سے بہت دُور ہے اس لئے محکمے کو یہ بھی ہدایت کی جائے کہ مظفر گڑھ سے تبدیل کر کے ہیڈ آفس واپس شور کوٹ میں لایا جائے جہاں سے یہ سکیم قریب پڑتی ہے اور اس سکیم پر دوبارہ ٹیوب ویل نصب کئے جائیں تب یہ water logging ختم ہو سکتی ہے۔ مجھے پتا ہے کہ آگے پانی پہنچانے کے لئے سندھ طاس معاہدے کے تحت اُن دونوں نہروں کا چلانا ضروری ہے مگر ان لوگوں کی قدر و قیمت پر نہیں جو گیلے میں مر رہے ہیں، اُن کو خودکشی پر مجبور کیا جا رہا ہے، لوگ بھوکے مر رہے ہیں اور احتجاجاً لوگ تریمو ہیڈ پر جا کر دریا میں چھلانگیں لگا کر مرنے کے لئے تیار ہیں۔ان نہروں میں پانی کم کیا جائے یا لوگوں کو بچانے کے لئے water logging کو ختم کرنے کے لئے ٹیوب ویل سکیم دوبارہ شروع کی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں صاحب! Wind up کر لیں۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! میں wind up ہی کر رہا ہوں۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ کو خسارے کے بجٹ سے نکالا جائے اور فنانس ڈیپارٹمنٹ کو یہ ہدایت کی جائے کہ ان لوگوں نے غلط اعداد و شمار پر وہاں کا جو بجٹ تیار کیا ہے وہ غلط کیا ہے کیونکہ 30 کروڑ روپے سے زائد کا deficit بجٹ ہے۔ وہاں پر لوگوں کو تنخواہیں

نہیں ملتیں جس کا میں پہلے ہی اشارہ کر چکا ہوں۔ مجھے اس پر زیادہ افسوس ہے اور میں احتجاج کرتا ہوں کہ فنانس ڈیپارٹمنٹ نے D.C.O کو letter لکھا کہ جتنی خالی اسامیاں پڑی ہیں سب کو abolish کر دو۔ کیوں؟ بھئی! وہاں پر روزگار بھی چاہئے، وہاں پر سکول بھی upgrade کرنے ہیں، literacy rate بھی بڑھانا ہے تو محکمہ خزانہ سوتیلی ماں جیسا یہ امتیازی سلوک ٹوبہ ٹیک سنگھ کے ساتھ کیوں کر رہا ہے؟ صوابدیدی فنڈز کے متعلق میں نے گزارش کی ہے کہ کتنے خوش حال اضلاع کے لوگ نوازے جا رہے ہیں اور کچھ لوگوں کو نہیں دیا جا رہا تو اس کی یکساں تقسیم ہونی چاہئے۔ ترقیاتی فنڈ میں disparity اور discrimination ختم ہونی چاہئے کیونکہ جب یہ فنڈ مجھے نہیں ملا تو دوسرے خوش نصیبوں کو کیوں نوازا گیا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں صاحب! آپ کا وقت پورا ہو گیا ہے اس لئے آپ تشریف رکھیں۔

جناب سعید اکبر خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بحث کے دوران پوائنٹ آف آرڈر کی اجازت نہیں ہے۔

جناب سعید اکبر خان: جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر بڑا relevant ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب سعید اکبر خان: جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ آج pre budget discussion ہے اور مجھے اس House میں وزیر خزانہ نظر آ رہے ہیں نہ پارلیمانی سیکرٹری۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وزیر خزانہ صاحب کا ایک چھوٹا سا مسئلہ تھا تو وہ سردار خالد سلیم بھٹی صاحب کو بٹھا کر باقاعدہ Chair کی اجازت سے گئے ہیں۔

جناب سعید اکبر خان: جناب سپیکر! مجھے ان کے جانے پر اعتراض نہیں ہے لیکن پارلیمانی سیکرٹری کو ہونا چاہئے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بھٹی صاحب چیئرمین قائمہ کمیٹی خزانہ ہیں اور وزیر موصوف انہیں بٹھا کر Chair کی اجازت سے گئے ہیں۔

جناب سعید اکبر خان: جناب سپیکر! آپ کا حکم سر آنکھوں پر لیکن چیئرمین قائمہ کمیٹی کا بجٹ کے ساتھ کوئی concern نہیں ہے کیونکہ وہ تو چیئرمین قائمہ کمیٹی ہیں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نوانی صاحب! آپ کی بات note ہو گئی ہے اور آپ تشریف رکھیں۔

جناب سعید اکبر خان: جناب سپیکر! قائمہ کمیٹی کا budget documents کے ساتھ کوئی concern نہیں ہے۔ اگر بجٹ کے بارے میں کوئی legislation یا کوئی matter آپ کے پاس آتا ہے جسے آپ قائمہ کمیٹی کے سپرد کرتے ہیں تو تب ان کی کوئی relevancy بنتی ہے وگرنہ ان کا کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ ہماری طرح کے ممبر ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نوانی صاحب! اس وقت انہوں نے points note کرنے ہیں اور یہ جو کچھ note کر رہے ہیں وزیر خزانہ صاحب wind up کریں گے تو انہیں دے دیں گے جو سب ممبران کے points دیکھ کر بات کر لیں گے اور وہ Chair کی اجازت سے گئے ہیں۔

سید ناظم حسین شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

سید ناظم حسین شاہ: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں نوانی صاحب کی بات کو support کرتا ہوں کہ یہ صوبائی اسمبلی ہے کوئی debating club نہیں ہے کہ یہاں پر یہ ہو کہ فلاں نے اچھی تقریر کی اور فلاں نے یہ کی۔ ان کی بات بالکل relevant ہے کہ جب pre budget بات ہو رہی ہے تو یہاں پر کوئی بھی وزیر نہیں ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرے سامنے وزیر مال حاجی اسحاق صاحب بیٹھے ہیں۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! یہ وزیر مال ہیں اور ان کا بجٹ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ آپ نے in time اسمبلی اجلاس شروع کر کے ایک اچھی اور مثبت روایت قائم کی ہے اور آج بھی صبح 9:10 پر اجلاس شروع ہوا۔ اگر آپ ممبران پر یہ order لاگو کر سکتے ہیں تو You are the Custodian of the House یہ ان وزراء پر بھی کریں۔ Atleast the concerned Minister should be present over here and he must take notice of everything کہ یہاں پر جیسے ارشاد سیال صاحب نے باتیں کی ہیں تو who noted that.

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہ صاحب! آپ کا point بھی نوانی صاحب والا ہی ہے اور میرا جواب بھی وہی ہے کہ وزیر صاحب صبح سے موجود تھے اور وہ ابھی اجازت لے کر گئے ہیں اور in the meanwhile وہ سردار خالد سلیم بھٹی صاحب کو depute کر گئے ہیں۔ وہ واپس آ رہے ہیں۔

میاں محمد رفیق: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں اسی لئے پوائنٹ آف آرڈر کی اجازت نہیں دے رہا تھا۔آپ نے ابھی تو اپنی تقریر مکمل کی ہے اس لئے آپ تشریف رکھیں۔

میاں محمد رفیق:جناب سپیکر!میں صرف آدھے منٹ میں بات کروں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر:اچھا ٹھیک ہے آپ کو آخر میں وقت دیا جائے گا۔اب آپ تشریف رکھیں۔سید ابرار حسین شاہ صاحب!

سید ابرار حسین شاہ:بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔شکریہ۔جناب سپیکر!ویسے تو عوام کے کافی معاملات ایسے ہیں جن پر حکومت کی توجہ اور تعاون کی ضرورت ہے لیکن میں آپ کی وساطت سے اپنے حلقے کے دو اہم اور سب سے ضروری issues عرض کروں گا۔ہمارے حلقے جو رائے اسلم خان،رائے شاہجہان اور میرا حلقہ ہے تینوں کو ملا کر پچھلے سال اس ایوان میں وزیر خزانہ صاحب نے اعلان کیا تھا کہ وہاں پر ایک ڈگری کالج قائم کریں گے لیکن دو سال ہو گئے ہیں جبکہ دوسرے بجٹ پر بھی request کی گئی لیکن فنڈز منظور نہ ہو سکے تو اس سلسلے میں ہمیں آپ کے تعاون کی بڑی ضرورت ہے اور آپ اس حوالے سے ہمارے ساتھ معاونت کریں۔

جناب سپیکر!فیصل آباد کو دو roads ایک شیخوپورہ اور دوسری شرقپور سے جاتی ہیں تو حکومت کی مہربانی اور کوشش سے شرقپور منڈی فیض آباد تک dual سڑک منظور ہوئی ہے جو کہ علاقے کا دیرینہ مطالبہ بھی تھا جبکہ فیصل آباد سے لے کر مانگٹانوالہ تک سڑک پچھلے دور میں بن چکی ہے۔اس سلسلے میں بڑے ادب سے گزارش ہے کہ تقریباً سات کلو میٹر کا درمیانی سڑک کا فاصلہ رہ گیا ہے جو کہ نئی منظوری میں نہیں آیا۔یہ سڑک علاقے کے لوگوں کا بڑا بنیادی مسئلہ ہے اور جب یہ سات کلو میٹر کا درمیانی راستہ بھی اسی طرح سے dual ہو جائے گا تو یہ سڑک پوری طرح سے اس وقت رواں ہو گی اور proper طریقے سے عوام کو فائدہ دے سکے گی۔اس سات کلو میٹر کے درمیانی راستے سے فیصل آباد اور جڑانوالہ سے آنے والے ہمارے معزز ممبران اسمبلی بھی اجلاس کے دوران یا کسی بھی ضروری کام کے سلسلے میں لاہور آتے ہیں جبکہ عوام کا بھی اس سڑک سے گزرنے کا اتنا ہی حق ہے جیسا کہ ارکان اسمبلی کا ہے تو میری آپ کی وساطت سے استدعا ہے کہ اس سڑک کو جلد از جلد تعمیر کروایا جائے۔اسی road کے issue میں ایک بڑی اہم road مانگٹانوالہ سے شیخوپورہ کو interlink کرتی ہے جسے ایک تاریخی حیثیت بھی حاصل ہے کیونکہ جب مغل بادشاہ جہانگیر ملتان سے ادھر آتے تھے تو وہ بذریعہ اسی سڑک مانگٹانوالہ سے سیدھا شیخوپورہ جاتے تھے کیونکہ انتہائی short link تقریباً 40 کلو میٹر کی یہ سڑک

مانگٹانوالہ سے شیخوپورہ کو ملاتی ہے جبکہ درمیانی دیہات کے لوگ بھی کم mileage میں سفر طے کر سکتے ہیں۔اس کی نسبت اگر مانگٹانوالہ سے بذریعہ شرقپور یا ننکانہ صاحب جائیں تو فاصلہ دگنا ہو جاتا ہے یعنی 40 کی بجائے 80 کلو میٹر دونوں اطراف سے فاصلہ ہو جاتا ہے جس سے تیل کا خرچ اور وقت بھی بڑھ جاتا ہے۔اگر اس سڑک کے چھ سات کلو میٹر کے حصے پر تھوڑی سی توجہ دیتے ہوئے اسے مرمت کروا دیا جائے جس پر میں سمجھتا ہوں کہ اتنے زیادہ فنڈز بھی خرچ نہیں ہوں گے تو حکومت اس طرف توجہ دے کیونکہ یہ عوام کا ایک بنیادی مسئلہ ہے جس سے ان کے وقت اور اخراجات میں بھی بچت ہو گی۔

الحمدللہ ہماری حکومت کو تین سال گزر گئے ہیں لیکن ہمارا تھانہ کلچر ابھی تک ویسے ہی چل رہا ہے جیسے سابقہ دور میں تھا۔ جرائم کی شرح بہت زیادہ ہے جو کہ ہمارے لئے بدنامی اور بُری شہرت کا باعث ہے جس پر حکومت کو بہت زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔اس حوالے سے کم از کم چوری کی وارداتوں پر قابو پانا ہو گا کیونکہ بڑے شہروں میں کار اور موٹر سائیکل چوری ہو جاتے ہیں اور جب پتا چلتا ہے تو وہ چار گھنٹوں ہی میں شہر سے باہر اپنی "منزل مقصود" پر پہنچ جاتے ہیں اور پھر گاڑی تو کیا اس کا ایک پرزہ بھی اس کے مالک کو ملنے کی توقع نہیں رہتی۔اس مسئلے پر حکومت کو بہت زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ عوام بے چاری کی صورتحال یہ ہے کہ وہ اکثر چھوٹی موٹی واردات میں کارروائی کرانے کی طرف جاتی ہی نہیں ہے۔ اگر لوگ جاتے بھی ہیں تو ان کو وہاں پر روایتی انداز میں کافی حد تک discourage کیا جاتا ہے۔ بہت کم لوگ ہیں جو سفارش وغیرہ کروا کر بڑی مشکل سے اپنی کارروائی کرانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور اس پر بھی وہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے کوئی بہت بڑا معرکہ مار لیا ہے۔ چوری کی برآمدگی ملنا تو ایک علیحدہ مرحلہ ہے۔ میری بڑی ادب سے گزارش ہے کہ اس پر ہماری حکومت کو بہت توجہ دینے کی ضرورت ہے اگر ہم عوام کو اس سہولت سے مستفید فرمائیں گے تو یہ ہمارے لئے بہت عزت کا باعث ہو گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہ صاحب! Wind up کر لیں۔

سید ابرار حسین شاہ: جناب سپیکر! میں ایک عرض کروں گا کہ ہماری گورنمنٹ کی طرف سے سکول ضم کرنے کی ایک پالیسی آئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کا شاید کچھ فائدہ ہو رہا ہو، کوئی اضافی بجٹ بچ جائے لیکن میں دیانتداری سے عرض کرتا ہوں کہ اس فیصلے سے ہمیں فائدہ کم اور نقصان زیادہ ہو رہا ہے کیونکہ وہ پرائمری سکول دیہاتوں میں پہلے سے بنے ہوئے ہیں اور وہ بلڈنگ پچاس پچاس لاکھ روپے لگا کر بنی ہے۔اس محکمے کی land بھی ہے جس کو بغیر کسی توجہ اور خیال کے چھوڑ دیا گیا۔ اکثر یہ بھی ہوا ہے کہ جو

سکول ضم ہونے کی لسٹ میں آئے ہیں اوران کا ابھی فیصلہ نہیں ہوا لوگ ان کی دیواریں اور گیٹ تک اتار کر لے گئے ہیں۔ میری گزارش ہے کہ جہاں پر بلڈنگ موجود ہے اس سکول کو بالکل ضم نہ کیا جائے۔ ایسی جگہوں پر اساتذہ پر بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے کیونکہ ایسی جگہوں پر کوئی خواتین ٹیچر آتی ہیں نہ مرد ٹیچر جلدی سے آتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ چودھری عرفان الدین۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ علی اصغر منڈا صاحب!

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میں سب سے پہلے وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف، وزیر خزانہ جناب تنویر اشرف کائرہ، سیکرٹری فنانس اور سیکرٹری P&D کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ pre budget debate کا گزشتہ دو سالوں سے جو سلسلہ شروع ہوا ہے جو اس سے پہلے نہیں تھا یہ بہت اچھا قدم ہے اور اس کے بہت اچھے نتائج سامنے آ رہے ہیں۔ خادم پنجاب کا وہ vision جس کو سامنے رکھ کر صوبہ پنجاب کے لئے بجٹ بنایا جاتا ہے اس میں سب سے پہلے تعلیم ہے اور تعلیم پر جو focus کیا جا رہا ہے یہ بہت خوش آئند بات ہے۔ تعلیمی میدان میں دانش سکول کامیابی کی طرف بہت بڑا قدم ہے۔ میں اس موقع پر جنوبی پنجاب اور مغربی پنجاب پوٹھوہاری علاقے کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ اب تک دانش سکول جنوبی پنجاب اور سرائیکی بیلٹ میں بنائے جا رہے ہیں۔ میں اس پر جنوبی پنجاب اور سرائیکی بیلٹ کے لوگوں کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے اپنی طرف سے اور حکومت کی طرف سے مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ میرے وہ دوست اور ناقدین جو اس منصوبہ پر اعتراض کرتے ہیں ان لوگوں کو اپنی جاگیردارانہ کشتیاں ڈوبتی ہوئی نظر آ رہی ہیں کیونکہ اس میں داخلے کے لئے جو اہلیت مقرر کی گئی ہے وہ غریب، یتیم، مساکین، بے سہاروں کے بچے اور چھ ہزار روپے آمدنی والے لوگوں کے بچے ہیں۔ اس میں کسی امراء اور اشرافیہ کے بچے داخل نہیں ہو رہے ہیں۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ ہر ضلع اور تحصیل کی سطح پر دانش سکول نہیں تو کم از کم School of Excellence بجٹ میں شامل کیا جائے۔

جناب سپیکر! میں صحت کے حوالے سے چند تجاویز دوں گا۔ BHUs اور RHCs پر خصوصی توجہ دی جائے۔ جن جگہوں پر ادویات نہیں پہنچ رہی ہیں اس بجٹ میں ان پر خصوصی توجہ دی جانی چاہئے۔ میں اس موقع پر یہ بھی گزارش کروں گا کہ لائیو سٹاک پر بھی خصوصی طور پر توجہ دینی چاہئے کیونکہ زراعت کے بعد اگر کوئی ڈیپارٹمنٹ مالی لحاظ سے فائدہ پہنچا سکتا ہے تو وہ لائیو سٹاک ہے۔ میں یہ بھی گزارش کروں گا کہ محکمہ زراعت جو پنجاب میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے، جس طرح

پچھلے دو سالوں میں کسانوں کے لئے قرضے اور سبسڈی دیتے ہوئے ٹریکٹر سکیم شروع کی گئی تھی یہ بہت اچھی سکیم ہے۔ میری گزارش ہو گی کہ گرین ٹریکٹر سکیم اور ٹیوب ویل پر غریب اور چھوٹے کسانوں کے لئے جو سبسڈی دی جاتی ہے اس بجٹ میں بھی اس کے لئے لازمی رقم allocate کی جائے۔ میں یہ بات دعوے سے عرض کروں گا کہ چونکہ یہ ملک ایک زرعی ملک ہے، جب بھی کبھی اس ملک پر، اس صوبے کی عوام پر مالی لحاظ سے بُرا وقت آئے گا تو اللہ پاک کے فضل و کرم سے زراعت اور کسان ہی اس ملک کو بچائے گا کیونکہ اس دنیا میں جہاں جہاں پر زرعی ملک موجود ہیں ان کے دیوالیہ ہونے کا بالکل کوئی خطرہ نہیں ہے۔ آپ کسان کو facilitate کریں پھر دیکھیں کہ یہ سبز ہریالی اور سبز انقلاب کیسے برپا ہوتا ہے۔

جناب سپیکر! میں اپنے حلقے کے حوالے سے چند تجاویز اس بجٹ میں دینا چاہتا ہوں۔ سب سے پہلے گزارش کروں گا کہ میرے حلقہ شرقپور میں ایک کمرشل کالج ہے جو گزشتہ کئی سالوں سے تقریباً ایک کنال کی بلڈنگ میں مہنگے کرائے کے عوض چل رہا ہے۔ میری گزارش ہے کہ جہاں پر محکمہ اوقاف کا رقبہ موجود ہے وہاں پر اس کالج کو upgrade کرتے ہوئے اس کے لئے فنڈز مختص کئے جائیں اور اس کی بلڈنگ تعمیر کرائی جائے۔ اب تک وہاں پر ڈی کام کی کلاسیں ہیں، اس کو upgrade کرتے ہوئے بی کام کی کلاسوں کا بھی اجراء کیا جائے۔ میری دوسری گزارش یہ ہے کہ شرقپور تحصیل ہیڈکوارٹر ہے جہاں پر سپیشل ایجوکیشن کا سنٹر گزشتہ چھ سات سال سے کرائے کی بلڈنگ میں چل رہا ہے۔ میں آپ کی وساطت سے حکومت وقت سے گزارش کروں گا کہ چھوٹا اڈالاریاں میں ایک پرانی ڈسپنسری 9 کنال پر مشتمل ہے اگر وہاں سے دو کنال جگہ لے کر سپیشل ایجوکیشن کا سنٹر بنا دیا جائے تو یہ میرے حلقے کے لئے بہت بڑا تحفہ ہو گا۔ جیسا کہ پچھلے سال بجٹ تقریر میں وزیر خزانہ صاحب نے میری گزارش اور عوامی مطالبے پر تحصیل کمپلیکس شرقپور بنانے کا اعلان کیا تھا۔ میں گزارش کروں گا کہ سیلاب کی وجہ سے اگر اس سال ممکن نہیں ہو سکا تو تحصیل کمپلیکس کے لئے جگہ مختص کی جا چکی ہے، میں ادب سے گزارش کروں گا کہ اس بجٹ میں اس کی تعمیر کے لئے لازمی فنڈز مختص کئے جائیں۔ اس سے حکومت پنجاب کو لاکھوں روپے کا فائدہ ہو گا کیونکہ جو دفاتر مختلف جگہوں پر پھیلے ہوئے ہیں اور ان کا کرایہ ادا کیا جا رہا ہے وہ کرایہ بچ جائے گا۔ میرے علاقہ میں وڈالا دیال شاہ جو کہ شاہدرہ اور لاہور سے ملحقہ علاقہ ہے وہاں پر پینے کے صاف پانی کی سپلائی کے لئے سکیم منظور فرمائی جائے اور اس بجٹ میں فنڈز مختص کئے جائیں۔ ملت ٹریکٹر شیخوپورہ روڈ کی بالکل backside پر چالیس کنال سے زائد اوقاف ڈیپارٹمنٹ کا

رقبہ موجود ہے جو پہلے فیڈرل گورنمنٹ کے پاس تھا اور اٹھارہویں ترمیم کے بعد اب وہ پنجاب حکومت کے پاس آ چکا ہے۔ میری گزارش ہے کہ شاہدرہ اور میرے حلقہ کے لوگوں کے لئے وہاں پر پبلک پارک بنا دیا جائے۔ اگر وہاں پر پبلک پارک نہیں بنائیں گے تو جو آج کل وہاں پر حالات نظر آ رہے ہیں کہ ہر روز لوگ encroachment کر کے قبضے کر رہے ہیں۔ اگر ہم نے وہ قیمتی زمین عوامی مفاد کے لئے وقف نہ کی اور پبلک پارک نہ بنایا تو شدید خدشہ ہے کہ اس زمین پر ناجائز قابضین قبضہ کر لیں گے۔ اسی طرح میں گزارش کروں گا کہ ڈبل روڈ شرقپور کی تعمیر شروع ہے اس میں ایک بڑی روڈ کا cross آتا ہے اس میں شرقپور کا جو بڑا اڈا ہے اس کی توسیع کے لئے special package اس بجٹ میں رکھا جائے۔

جناب سپیکر! میں آخر میں یہی گزارش کروں گا کہ میری تجاویز، میرے حلقہ کے عوام کی ڈیمانڈز پر لازمی غور کیا جائے اور ان کے لئے فنڈز مختص کئے جائیں تاکہ میرے حلقہ کے عوام کا پرزور مطالبہ پورا کیا جا سکے۔ میں آخر میں اس ہاؤس کو بہتر انداز میں pre budget اجلاس چلانے پر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اس وقت ہمارے جو دوست notes لے رہے ہیں ہم جناب سلیم بھٹی صاحب ،جناب سیکرٹری خزانہ صاحب، چیئرمین پی اینڈ ڈی، پارلیمانی سیکرٹری، وزیر خزانہ اور وزیر اعلیٰ صاحب کا خصوصاً شکریہ ادا کرتے ہیں کہ جنہوں نے ہمیں یہ موقع دیا کہ ہم اسمبلی کے floor پر اپنے علاقے کے مسائل اور اپنے حلقہ کے عوام کی مشکلات کا تذکرہ کر سکیں اور ان کے لئے ڈیمانڈز کر سکیں۔ بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ ہاؤس کا وقت دس منٹ مزید بڑھایا جاتا ہے۔ اب چونکہ صرف دو تین ممبران رہ گئے ہیں تو میری معزز ممبران سے گزارش ہے کہ وہ مختصر بات کریں۔ جی، چودھری جاوید احمد صاحب!

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): شکریہ۔ جناب سپیکر! میں سب سے پہلے تو appreciate کرتا ہوں کہ یہ جو روایت شروع کی گئی کہ pre budget session بلا کر بجٹ پر بحث ہوتی ہے تو اس پر میں اپنی حکومت اور اپنے قائد کو بھی appreciate کرنا چاہوں گا۔ اب میں بات وزارت خزانہ سے شروع کرتا ہوں کہ وزارت خزانہ نے آج تک جتنے بجٹ بھی ہماری اسمبلی میں پیش کئے ہیں وہاں پر کبھی انہوں نے cut نہیں لگایا، اپنے بیوروکریسی کے اخراجات پر یا ان گاڑیوں پر جو آج سے چند سال پہلے ان آفیسروں کو available نہیں تھیں جو آفیسرز اپنے ٹی اے / ڈی اے کے ساتھ ناجائز استعمال کرتے ہیں۔

جناب سپیکر!میں اس سلسلے میں گزارش کرنا چاہوں گا کہ آج کل جو پاکستان کی معاشی صورتحال چل رہی ہے اس کے لئے بیوروکریسی میں 30 فیصد reduction کی جائے اور پنجاب حکومت کے غیر ترقیاتی بجٹ میں بھی reduction کی جائے۔ خصوصاًاُس حوالے سے کہ گریڈ 19 تک کے سرکاری آفیسران سے سرکاری گاڑیاں واپس لی جائیں تو اس طرح ان کے عملے کی تنخواہ بھی بچے گی، TA/DA اور پٹرول بھی بچے گا۔ سوائے فیلڈ آفیسروں کے کسی دوسرے گریڈ 19 کے آفیسر کو سرکاری طور پر گاڑی دینا صوبہ پر سراسر ظلم ہے۔ P&D کا role صرف ایک ڈاکخانہ کا بن چکا ہے اس role کو ختم کیا جائے بلکہ P&D کو پابند کیا جائے کہ صوبے کے لئے planning کرے جس سے روزگار کے مواقع پیدا ہوں اور جس سے اس کی بہتر management ہو سکے۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ ہر ضلع کی سطح پر اس کی master planning ہو ،اس کی ضروریات اور وہاں پر موجود وسائل کے مطابق planning کی جائے نہ کہ یہ جب ہم صوبے کا بجٹ پیش کرتے ہیں تو ہمارے ممبران کے کہنے پر یا علاقے کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک ایک سکیم لے لیں اور باقی تمام معاملات نظر انداز ہو جاتے ہیں۔ ہر ضلع کی سطح پر اس کے وسائل اور مسائل کے مطابق منصوبہ بندی ہونی چاہئے جو کہ P&D کا فرض ہے اور اس حساب سے صوبے کی planning ہو۔ ہم صوبے کو کہاں لے جانا چاہتے ہیں اور ہماری منزل کیا ہے،اس میں ہماری افرادی قوت ،ہماری انڈسٹری،ہماری ایگریکلچر اور دیگر باقی تمام عوامل ہیں تو میں اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی گزارش کرنا چاہوں گا کہ P&D والے planning کرتے ہوئے یا کسی منصوبے کی منظوری دیتے ہوئے جب ایک چیز کو ہم منظور کر لیتے ہیں تو اس کے ساتھ ہی اس کو جاری رکھنے کے لئے ان تمام عوامل کو بھی اسی وقت منظور فرما لینا چاہئے تاکہ بعد میں buildings بن کر کروڑوں اور اربوں روپے کے نقصانات نہ ہوں بلکہ اس کے ساتھ اس کا سٹاف بھی چلا جائے اور وہ جاکر اس کو چلائے، عوام اس سے مستفید ہو سکیں اور یہ قومی خزانے کو پہنچنے والے نقصان سے بچ سکیں۔

جناب سپیکر!میں یہاں پر مختصراًایگریکلچر کے بارے میں یہ عرض کروں گا کہ ہمیں ایگریکلچر کو بھی انڈسٹری کا درجہ دینا چاہئے۔ جیسا کہ ایک عام دکان دار اگر کسی بنک کے پاس جاتا ہے تو جتنا چاہے وہ قرض لے لیتا ہے یا turnover دکھا کر لے لیتا ہے جبکہ آج ایگریکلچر لینڈ کی قیمتیں کہاں پر پہنچ گئی ہیں لیکن زمیندار کو آج بھی بنک سے قرض صرف دس ہزار روپے فی ایکڑ inputs کے حساب سے ملتا ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ سراسر ظلم ہے اور اسی وجہ سے ہمارے زمیندار کے ساتھ مڈل مین استحصال

کرتا ہے لہذا مڈل مین کے role کو ختم کرنے کے لئے اس کی proper loaning کی جائے۔اس کو کاپی بنا کر دے دی جائے جب زمیندار بنک سے آسانی کے ساتھ قرض لے سکے گا تو وہ مڈل مین کے استحصال سے بچ سکے گا اور اس میں جدید ٹیکنالوجی بھی آ جائے گی۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ میں ایجوکیشن کے بارے میں عرض کرتا چلوں کہ ایجوکیشن میں ہمارے وزیراعلیٰ صاحب نے جو میڈیکل کالجوں کی بنیاد رکھی ہے یہ آنے والی نسلوں کے لئے میں سمجھتا ہوں کہ ایک بہت بڑی قومی خدمت ہے۔اسی طرح سے ہماری انجینئرنگ یونیورسٹیاں اور میڈیکل کالج ہر ضلع کی سطح پر ہونے چاہئیں۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ اس کے لئے ابھی سے منصوبہ بندی کرتے ہوئے آئندہ آنے والے دور میں بھی یہ پرائیویٹ اداروں کے ساتھ private partnership کے طور پر بھی بنائے جا سکتے ہیں۔ ہماری جو business organizations یا associations ہیں وہ ان institutions کو بنانے میں invest کر سکتی ہیں، نہ صرف یہ کہ ہماری پنجاب گورنمنٹ کا اس میں کوئی خرچ ہو لیکن ہمیں اس چیز کو focus کرتے ہوئے اس طرف چلنا چاہئے تاکہ ہمارے institutions زیادہ سے زیادہ ہوں اور ہماری manpower ہمارے لئے ایک asset بن جائے۔ تمام ہائی سکولوں کو Higher Secondary Schools کا درجہ دے کر وہاں پر Technical Diplomas روایتی ہوں یا جدید ٹیکنالوجی کے حامل ہوں وہ شروع کئے جائیں تاکہ کوئی بچہ یا بچی جب سکول سے فارغ التحصیل ہوں تو ان کے پاس ہنر ہو نہ کہ وہ ایک عام مفید شہری ثابت ہونے کی بجائے وہ ہمارے معاشرے پر بوجھ بن جائیں کیونکہ وہ کسی اور کام کرنے کے قابل بھی نہیں رہتے۔

جناب سپیکر! اسی طرح میں پبلک ہیلتھ انجینئرنگ کے بارے میں یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ ان کے پاس ٹیکنیکل سٹاف اور انجینئرز ہیں۔ یہ تمام شہروں کا topographic survey کر کے ان کی mapping کریں اور ان کا plinth level نکال لیں جبکہ ہمارے bylaws میں موجود ہے کہ ہم plinth level سے اوپر جا سکتے ہیں اور نہ ہی نیچے آ سکتے ہیں جس کی ایک زندہ مثال ہمارے Cantonment areas or DHAs ہیں۔ وہاں پر اس سے کوئی اوپر اور نہ نیچے آ سکتا ہے جس کی وجہ سے کروڑوں اور اربوں روپوں کی بچت ہو سکتی ہے۔

جناب سپیکر! میں آخر میں wind up کرتے ہوئے صرف اتنا عرض کروں گا کہ ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ میں پیرامیڈیکل سٹاف کے لئے ہر جگہ پر سکولز ہیں لیکن ہمارے پاکپتن میں نہیں ہے۔ میں ایک پیرامیڈیکل سکول کے لئے بھی گزارش کرنا چاہوں گا اور اس کے ساتھ نرسنگ سکول کی سیٹوں کو

بڑھانے کے لئے بھی کہوں گا کیونکہ وہاں پر پندرہ سے بیس بچیاں ہر سال داخلہ لیتی ہیں۔ اگر وہ 100 سیٹیں ہو جائیں گی تو ہماری نرسنگ کی ڈیمانڈ پوری دنیا میں بہت زیادہ ہے۔ ہم یہ manpower trained کر کے دوسرے ملکوں میں بھی بھجوا سکتے ہیں۔ میرے علاقے میں کلیانہ بوائز ڈگری کالج منظور ہو چکا ہے اس کے لئے فنڈز release کرنے کے لئے بھی درخواست کرتا ہوں۔ بہت شکریہ

پارلیمانی سیکرٹری (ملک نوشیر خان انجم لنگڑیال): جناب سپیکر!۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، شکریہ۔ تقاریر ہو جائیں تو پھر میں آپ سے کمیٹی کے بارے میں پوچھوں گا۔ آپ اسی بارے میں بات کرنا چاہ رہے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری (ملک نوشیر خان انجم لنگڑیال): جناب سپیکر! پھر سارے معزز ممبران چلے جائیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، نہیں۔ آپ اور میں تو رہیں گے۔ آپ تشریف رکھیں۔ اعجاز احمد خان صاحب آپ کا نام گزر گیا تھا تو آپ نے بجٹ پر تقریر کرنی ہے؟

جناب اعجاز احمد خان: جناب سپیکر! جی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اعجاز احمد خان صاحب! میں نے ٹائم بڑھایا ہوا ہے۔ ذرا مختصر رکھئے گا۔

جناب اعجاز احمد خان: شکریہ۔ جناب سپیکر! کچھ اہم points اور تجاویز میں نے آپ کی وساطت سے حکومت کو دینی ہیں۔ یہ بجٹ تجاویز کو collect کرنے کا انتہائی مستحسن فیصلہ ہے کہ تجاویز کو collect کرنے اور ان کو بجٹ کی formation کے لئے شامل کیا جا سکے۔ میں یہاں پر پاکستان مسلم لیگ (ن) اور پاکستان پیپلز پارٹی کی coalition گورنمنٹ جو صوبہ پنجاب میں ہے اور جس کو unification کی support بھی حاصل ہے اس کی تین سالہ ترجیحات کا مختصراً جائزہ آپ کے سامنے رکھوں گا۔ میں ذاتی طور پر یہ سمجھتا ہوں کہ ہیلتھ سیکٹر میں پہلی دفعہ پاکستان کی تاریخ میں فری ادویات کا اجراء کیا گیا اور غریب کی عملی طور پر مدد کے لئے حکومت کے وسائل ان کی دہلیز پر پہنچائے گئے ہیں۔

جناب سپیکر! ایجوکیشن سیکٹر کے اندر اس حکومت کی ترجیحات کو پورا ملک بلکہ اقوام عالم سلام کر رہے ہیں کہ یہاں پر Endowments Funds کے حوالے سے جو بنیادی فیصلے کئے گئے۔ ان پر عمل پیرا ہوتے ہوئے neglected areas اور جنوبی پنجاب کے اضلاع کے اندر ترجیحی بنیاد پر دانش سکولوں کا آغاز کیا گیا ہے۔ میرٹ پر ایجوکیٹرز بھرتی کئے گئے جو کہ ایک انقلاب ہے۔ ان لوگوں پر جو آج

تنقید برائے تنقید اور تقریر برائے تقریر کرتے ہیں اس حوالے سے میں واضح کروں گا کہ کبھی کسی سابقہ حکومت کو یہ بنیادی فیصلے کرنے کی سعادت حاصل نہیں ہوئی کہ اپنے ممبران کو نوازنے کی بجائے میرٹ پر بھرتیاں کی جائیں۔ آج یہاں حکومت پنجاب کو یہ فخر حاصل ہے کہ 34ہزار ایجوکیٹروں کی بھرتی میرٹ پر کی گئی ہے اور پولیس ڈیپارٹمنٹ کی کوالٹی کو بہتر کرنے کے لئے وہاں پر کانسٹیبلوں کی بھرتی بھی میرٹ پر کی گئی ہے۔ اس میں کسی معاملہ پر political interference کو خاطر میں نہ رکھا گیا ہے اس کے لئے یہ ایوان مبارکباد کا مستحق ہے اور اس کے لئے یہ ایوان مبارکباد کا مستحق ہے جس نے اس بنیادی پالیسی کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے اپنی سپورٹ شامل کی، سابقہ Parliamentarians سے ہٹ کر ملکی ترقی اور میرٹ کے فروغ کے لئے عملی کردار ادا کیا۔ تین سالوں میں ججوں کی تنخواہوں میں تین گنااضافہ اور پولیس کی تنخواہوں میں اضافہ اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ ہم ملک میں انصاف چاہتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ہاؤس کا وقت مزید دس منٹ بڑھایا جاتا ہے۔

جناب اعجاز احمد خان: ہم پولیس کے ادارے کو فعال کرنا چاہتے ہیں۔ وسائل کا ایماندارانہ استعمال اور کرپشن کا خاتمہ اس حکومت کا ہمیشہ سے motto رہا ہے۔ اس ضمن میں، میں یہ عرض کروں گا کہ اگر کوئی مشکل وقت آیا ہے، جس طرح سیلاب میں چیف منسٹر اور ان کی ٹیم نے rescue and relief کے لئے شب و روز ایک کئے ہیں اس کے لئے حکومت مبارکباد کی مستحق ہے۔ زرعی تعلیم حاصل کرنے والے پوسٹ گریجویٹ لوگوں کو جس انداز میں زمین الاٹ کر کے قومی ادارے میں شامل کیا گیا اس کی بھی جتنی appreciation کی جائے کم ہے۔

جناب سپیکر! میں تین چار تجاویز پیش کر کے اجازت چاہوں گا۔ ہم نے دیکھا ہے کہ بجٹ کے income and expenditures کے جو اہداف دیئے جاتے ہیں ان کے targets کبھی پورے نہیں ہوئے۔ Expenditures بڑھ جاتے ہیں، income کم ہو جاتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ Tax collection میں اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔ Tax collection کرنے والی مشینری کرپٹ ہے وہ اپنے چھوٹے سے لالچ کے لئے اسٹیٹ کو بہت بڑا نقصان پہنچا رہی ہے۔ ہمیں accountability کو مضبوط کرنا ہے اور tax net کو وسیع کرنا ہے۔ میں یہ عرض کروں گا، پچھلی تین تقاریر میں بھی میں اس پر focus کر چکا ہوں کہ صوبے میں street crimes اس لئے بڑھ رہے ہیں کہ آپ کی پولیس diverted ہے۔ Anti Terrorism Activities میں ان کو respond کرنا پڑتا ہے جس

کے نتیجے میں علاقوں میں محدود پولیس کی وجہ سے crimes کنٹرول کرنے میں ناکامی ہو رہی ہے تو Anti Terrorism Force کو فوری طور پر اسی طرح قائم کیا جائے جس طرح Anti Terrorism Court کو کیا گیا ہے۔ Ordinary courts تو پہلے بھی موجود تھیں لیکن اس کی اہمیت کو جانتے ہوئے Special Courts کا اجراء کیا گیا، ایسی فورس بنائی جائے اور لوگوں کی جان و مال کی حفاظت کے لئے عمومی پولیس کو علاقوں کے اندر ڈیوٹی سرانجام دینی چاہئے۔

اس کے علاوہ میں نے یہاں پر last two speeches میں گزارش کی تھی کہ محکمہ جنگلات کو بورڈ آف ریونیو کی طرف سے شجر کاری کے لئے وسیع و عریض علاقہ ملا ہوا ہے لیکن وہ abandoned پڑا ہے اس پر شجر کاری ہو رہی ہے نہ زراعت ہو رہی ہے۔ ابھی تک دو سالوں میں پوری طاقت کے ساتھ اور اصرار کرنے کے باوجود ہم اس سونے جیسی زمین کو کارآمد نہیں بنا رہے اور زراعت کے لئے استعمال نہیں کر رہے۔ مہربانی کریں، اس بجٹ کے اندر اس پر concrete فیصلہ ہونا چاہئے۔ ہم نے پنجاب میں پچاس چھوٹے ڈیموں کا ہدف رکھا مگر انہیں پچھلے سال بھی نہیں بنا سکے۔ اس دفعہ میری گزارش یہ ہے کہ اگر چھوٹے ڈیم اس بجٹ کے اندر جو reflect ہوتے ہیں مہربانی کر کے اس پر عملی اقدامات ہونے چاہئیں اور ان کو بننا چاہئے۔ Danish School is a wonderful project لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ missing facilities کو پورا کیا جائے اور 65000 سکولوں کے لئے پانچ سالہ road map بنایا جائے۔ ایک سال میں billions of rupees نہ تو ہمارا quantum of budget اتنا ہے کہ ہم خرچ کر سکتے ہیں۔ لہذا پانچ سالوں کا road map بننا چاہئے۔ یہ حکومت جس طرح فلاحی منصوبوں کو آگے بڑھا رہی ہے تو میری وزیر اعلیٰ پنجاب سے گزارش ہے کہ جو ہنر مند پڑھے لکھے نوجوان آج بے روزگار ہیں ان کے لئے سال انڈسٹری کے ذریعے قرضوں کا اجراء شروع کیا جائے اور اس میں subsidy دی جائے۔ اس حوالے سے کہ اگر اس پر 15 فیصد interest ہے تو اس میں 7.5 فیصد حکومت شامل کرے اور باقی وہ خود bear کریں۔ اس طرح ہم اس پڑھی لکھی نئی نسل جو خدانخواستہ کسی بھی negative side پر جا سکتی ہے اس کو روشن مستقبل دے سکتے ہیں اور اس طرح ایک عملی خدمت آگے بڑھ سکتی ہے۔ آپ کا بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، طارق باجوہ صاحب!

جناب طارق محمود باجوہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے فنانس منسٹر سے کچھ گزارشات پیش کرنا چاہتا ہوں۔ تعلیم کے حوالے سے یہ کہنا چاہوں گا کہ سکولوں کو upgrade

کرنے کی بجائے جو سکول upgrade کئے جا چکے ہیں ان کی SNE تیار کی جائے اور ان کو چلانے کا بندوبست کیا جائے۔ میرے حلقے میں دس سکول ایسے ہیں جن کی buildings بن چکی ہیں جو دو سال سے مکمل پڑی ہیں مگر ان کی SNE نہ ہونے کی وجہ سے وہ تباہ ہو رہی ہیں اور لوگ وہاں سے کھڑکیاں دروازے اُکھاڑ کر لے جا رہے ہیں۔ اس کے علاوہ میرا ایک سکول چوہیں کلاں تحصیل صفدر آباد میں ہے جو تقریباً تین سال سے upgrade ہو چکا ہے مگر اس کی SNE نہ ہونے کی وجہ سے بلڈنگ تباہ ہو رہی ہے۔ اس کے علاوہ گورنمنٹ گرلز ہائی سکول ہنجلی، گورنمنٹ بوائز ہائی سکول ہنجلی، گورنمنٹ ہائی سکول اسلام نگر اور ڈیرہ جات میں ایک پرائمری سکول ڈیرہ ڈیر تھاں چھاپاں والی میں ہے، تقریباً دس سکول ہیں جو upgrade تو ہو گئے ہیں بلڈنگ بھی مکمل ہو گئی ہے لیکن SNE نہ ہونے کی وجہ سے نامکمل ہیں اور چالو نہیں ہو سکے۔ میری یہ گزارش ہے کہ ان سب سکولوں کی SNE بنا کر ان میں اساتذہ دیئے جائیں اور ان کو چلانے کا بندوبست کیا جائے۔

جناب سپیکر! آپ کی وساطت سے میں پبلک ہیلتھ کے حوالے سے چند گزارشات پیش کروں گا۔ واٹر سپلائی کی سکیمیں جو دیہاتوں کو دی جاتی ہیں، میرے علم میں یہ بات آئی ہے کہ میرے حلقہ کے تقریباً پانچ گاؤں ایسے ہیں جہاں واٹر سپلائی سکیمیں بند پڑی ہیں چونکہ community ہمارے ساتھ تعاون نہیں کرتی اس لئے ہم ان کو گاؤں میں چلا نہیں سکتے اس کے ٹرانسفارمر چوری ہو گئے ہیں اور وہ سکیمیں بند پڑی ہیں۔ میری گزارش یہ ہے کہ جب فنڈز دیئے جائیں تو یہ قدغن نہ لگائی جائے کہ اتنے فنڈز واٹر سپلائی کو دیئے جائیں اور اتنے سولنگ، نالی کو دیئے جائیں۔ پچھلی دفعہ تو سولنگ، نالی کے لئے بالکل ہی فنڈز نہیں دیئے گئے تھے ہمارے rural areas میں سولنگ، نالی کی demand ہے، جہاں بھی، جس گاؤں میں بھی ہم نے واٹر سپلائی سکیمیں دی ہیں وہ بند پڑی ہیں۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ میری یہ گزارش ہے کہ جو سیوریج چھوٹے قصبوں میں دیا جاتا ہے وہ ناکام ہے۔ اس کا ایک نقصان ہے کہ جب سیوریج دیتے ہیں تو سڑکوں کی اُکھاڑ پچھاڑ تو ہو جاتی ہے مگر سیوریج بالکل نہیں چلتے ہیں لہذا چھوٹے قصبوں میں سیوریج دینے پر بالکل پابندی لگائی جائے اور جو فنڈز سیوریج کے لئے مختص کئے جاتے ہیں وہ ندی نالوں پر خرچ کر کے سیوریج کا نظام چلایا جائے اس سے گورنمنٹ کا اربوں روپیہ ضائع ہونے سے بھی بچ سکے گا۔ اس کے علاوہ میری یہ گزارش ہے کہ جو ڈویلپمنٹ سکیمیں شروع کی جاتی ہیں ان کو پہلے fully funded کیا جائے، ہوتا یہ ہے کہ دس لاکھ روپے کی سکیم ہوتی ہے ایک لاکھ روپیہ دے کر شروع کرا دی جاتی ہے پھر سالہا سال اس کے فنڈز نہیں

آتے، سڑکیں ٹوٹ پھوٹ کا شکار رہتی ہیں اور عوام کو پریشانی اٹھانی پڑتی ہے۔ میری ایک یہ بھی تجویز ہے کہ بچوں کے لئے خوبصورت گراؤنڈ اور پارک بنانے کے لئے فنڈز مختص کئے جائیں تاکہ اس دور میں جہاں نشے کی لعنت عام ہو چکی ہے مستقبل کے معماروں کو اچھی گراؤنڈ اور خوبصورت پارک دے کر نشے کی لعنت سے بچایا جا سکے۔

جناب سپیکر! محکمہ صحت کے حوالے سے میں یہ کہوں گا کہ BHUs جو کہ دور دراز دیہاتی علاقوں میں ہیں ان کو ایمبولنس کے لئے خصوصی فنڈز دیئے جائیں تاکہ مریضوں کو تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال اور DHQ میں منتقل کرنے کے لئے آسانی ہو۔ زراعت کے حوالے سے میری یہ گزارش ہے کہ کھالوں کو پکا کرنے کے لئے خصوصی فنڈز مختص کئے جائیں اور کسان کو زرعی آلات کے لئے خصوصی فنڈز دیئے جائیں۔ Farm to market roads کے لئے بھی فنڈز مختص کئے جائیں تاکہ کسان کو اپنی اجناس مارکیٹ تک پہنچانے میں آسانی ہو۔ ہمارا جو سب سے بڑا مسئلہ ہے وہ یہ ہے کہ سکارپ ٹیوب ویل بند کر دیئے گئے ہیں جس کی وجہ سے زمینیں سیم و تھور کا شکار ہو کر بنجر ہو گئی ہیں۔ میری یہ گزارش ہے کہ کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ ان سکارپ ٹیوب ویلوں کو دوبارہ چلایا جائے۔ ہماری لاکھوں ایکڑ زمینیں سیم و تھور کا شکار ہو کر بنجر ہو گئی ہیں تاکہ وہ کاشت کے قابل ہو سکیں۔ یہ چند ایک گزارشات تھیں جو آپ کے توسط سے وزیر خزانہ کی خدمت میں پیش کی ہیں مہربانی فرما کر ان پر غور و فکر کیا جائے اور عمل درآمد کروایا جائے۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ

پارلیمانی سیکرٹری (ملک نوشیر خان انجم لنگڑیال): جناب والا! میں نے بھی گزارش کرنی تھی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں آپ کو ابھی اجازت دیتا ہوں۔

پارلیمانی سیکرٹری (ملک نوشیر خان انجم لنگڑیال): جناب والا! مال روڈ بلاک ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ابھی بھی بلاک ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری (ملک نوشیر خان انجم لنگڑیال): جناب والا! اب ہم نے ان کو منا لیا ہے۔ یہ تو ہمارے وزیر صاحب اور ہم نے ان کی منت سماجت کر کے cool down کیا ہے۔ میں اس سلسلے میں تھوڑی سی عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں۔ میں تو سمجھا تھا کہ آپ مسئلہ حل کر کے آئے ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری (ملک نوشیر خان انجم لنگڑیال): جناب والا! مسئلہ حل ہی ہے لیکن ہم نے تو آپ کو رپورٹ دینی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

پارلیمانی سیکرٹری (ملک نوشیر خان انجم لنگڑیال): جناب سپیکر! آپ کے حکم سے وزیر زراعت جناب اولکھ صاحب کی قیادت میں ایک delegation یہاں سے بھیجا گیا۔ ہم جب مال روڈ پر گئے تو ہم نے دیکھا کہ مال روڈ پر گجرات کے لوگ آئے ہوئے ہیں اور وہ کوئی گجرات شہر سے نہیں بلکہ ضلع گجرات سے آئے ہوئے کافی تعداد میں لوگ تھے جو روڈ بلاک کر کے سراپا احتجاج تھے اور بپھرے ہوئے تھے۔ پہلے تو وہ بات سننے کے لئے تیار نہیں تھے مگر اولکھ صاحب اور ہم سب دوستوں نے ان کی منت سماجت کی کہ ہمیں House کی طرف سے بھیجا گیا ہے اور یہ جو کمیٹی آئی ہے کسی مخصوص پارٹی کی نہیں ہے بلکہ تمام لوگ اس میں شامل ہیں۔ ان کا ہم نے ایک delegation بنایا جن کو ہم نے اچھے طریقے سے سنا جس کی وجہ سے ہم کچھ لیٹ بھی ہو گئے۔ اصل حقائق یہ ہیں کہ ان کو سننے کے بعد ہم جس نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ گجرات میں چیمبر آف کامرس کی میٹنگ تھی اور یہ پورے ضلع کے چیمبر آف کامرس کی میٹنگ تھی اور جو لوگ آئے ہوئے ہیں وہ بھی کسی ایک پارٹی کے نہیں ہیں وہ مختلف لوگ ہیں جن کا مختلف پارٹیوں سے تعلق ہے، impartial لوگ ہیں، عام شہری ہیں اور وہاں کے رہنے والے ہیں۔ انہوں نے ہمیں بتایا ہے کہ ہم چیمبر آف کامرس کی میٹنگ کر رہے تھے جس میں حاجی ناصر صاحب جو ہمارے سابقہ ایم پی اے ہیں اور حاجی عمران ظفر صاحب کے بڑے بھائی ہیں وہ بھی عہدیدار ہیں۔ یہ سارے لوگ وہاں میٹنگ کر کے بیٹھے ہوئے تھے جب یہ میٹنگ کر کے باہر نکلے تو اچانک چودھری شفاعت اور عمران مسعود صاحب کی قیادت میں چالیس پچاس لوگ آئے اور انہوں نے اچانک ان لوگوں پر حملہ کیا، حاجی ناصر صاحب کو اٹھا کر ایک گاڑی میں ڈالا، وہ لوگ اسلحہ سے لیس تھے اور تیار ہو کر آئے تھے یہ تو routine کی میٹنگ کر رہے تھے، ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ایسا ہو گا۔ حاجی ناصر صاحب کو گاڑی میں ڈالا گیا اور کہا کہ ہم آپ کو مزہ چکھاتے ہیں کہ آپ اپنی طرف سے میٹنگیں کر رہے ہیں۔ انہوں نے ان کو گاڑی میں ڈالا اور جب کچھ فاصلے پر گئے تو وہاں پر ایک show room ہے وہاں پر گجرات کا کافی تاجر طبقہ اکٹھا ہوا جنہوں نے بڑی مشکل سے حاجی صاحب کو ان کے چنگل سے چھڑایا اور ان کو ایک show room میں ڈالا اس show room پر بھی انہوں نے فائرنگ کی، اس کے شیشے توڑے اور وہاں پر کافی تشدد کیا، ایک دو دوستوں کو فائر بھی لگے، یہاں بھی کچھ زخمی لوگ موجود تھے جن کو ٹانکے

وغیرہ لگے ہوئے تھے،ان کو بھی ہم نے دیکھا۔ان لوگوں کے تین مطالبات تھے جن پر وہ بہت زیادہ زور دے رہے تھے۔

جناب سپیکر! ویسے تو گجرات کے حالات کسی سے ڈھکے چھپے نہیں ہیں ہم سب لوگ جانتے ہیں بہر حال ان کے تین مطالبات تھے،ان کا پہلا مطالبہ تو یہ تھا کہ ہماری ایف آئی آر کے جو نامزد ملزم ہیں جن میں چودھری شفاعت اور عمران مسعود بھی شامل ہیں ان کو گرفتار کیا جائے لیکن آج تک ان کے گھروں پر چھاپہ تک نہیں مارا گیا۔ حالانکہ جب یہ وقوعہ ہوا تھا اس وقت وہاں کا ڈی ایس پی (سٹی) بھی موجود تھا، موقع سے چند ایک کو گرفتار بھی کیا لیکن جو main ملزمان تھے ان کو پوچھا تک نہیں، عام سے لوگ جو ان کے ساتھ شامل تھے ان میں سے چند ایک لوگوں کو گرفتار کیا گیا۔ان کا مطالبہ یہ تھا کہ ان لوگوں کو گرفتار کیا جائے کیونکہ قانون سے کوئی بالاتر نہیں ہے، جو بھی قانون شکنی کرتا ہے اس کو گرفتار کرنا چاہئے۔ وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ اتنا بڑا جرم کرنے کے بعد بھی ان کو کوئی نہیں پوچھ رہا ہے بلکہ اب بھی ہمیں سنگین نوعیت کی قتل کی دھمکیاں دی جارہی ہیں۔ ہم اپنے گھروں میں سو تک نہیں رہے، ہم کہیں اور سوتے ہیں، ہم پر اتنی سختی کی جارہی ہے اور گجرات کے جو اشتہاری غنڈے ہیں، گجرات اس لحاظ سے بھی مشہور ہے کہ وہ اشتہاریوں کی پناہ گاہ ہے، وہ لوگ ہر وقت ہمارا پیچھا کر رہے ہیں، ہمیں قتل کی دھمکیاں دے رہے ہیں اور ہم سر چھپاتے پھر رہے ہیں۔

جناب سپیکر! تیسری بات یہ ہے کہ گجرات میں قانون کی پاسداری ہونی چاہئے کیونکہ گجرات بھی پنجاب کا حصہ ہے مگر وہاں آج سے نہیں کئی سالوں سے یہی صورتحال بنی ہوئی ہے کہ وہاں پر جو بھی غنڈہ گردی ہوتی ہے، بڑے بڑے سنگین نوعیت کے معاملات ہوتے ہیں مگر اس پر مٹی ڈالی جاتی ہے بجائے اس کے کہ ایسے لوگوں کو گرفتار کیا جائے تاکہ آئندہ ایسی کوئی حرکت نہ کر سکے۔ ہم سب دوستوں نے ان سے یہی کہا کہ ہم آپ کی آواز اسمبلی تک پہنچاتے ہیں اور آپ یہ احتجاج ختم کریں۔ انشاءاللہ تعالیٰ پنجاب میں کوئی ایسا علاقہ نہیں ہے جہاں قانون کی پاسداری نہ ہو یا کوئی اتنا بڑا بھی نہیں ہے کہ جو کہے کہ مجھے کوئی پوچھ نہیں سکتا، جو کوئی جرم کرے گا اس کی اس کو سزا ملے گی اس لئے میں نے یہ سارے واقعات جناب کی خدمت میں گوش گزار کئے ہیں اور ان سے ہم نے commitment کی ہے کہ ہم یہ آپ کی آواز House تک پہنچائیں گے اس لئے آپ مال روڈ کا بائیکاٹ فوری طور پر ختم کر دیں۔ انشاءاللہ تعالیٰ آپ کو انصاف ملے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرا خیال ہے کہ جو بات آپ نے بتائی ہے اس پر اب وزیر قانون صاحب سے بھی ان کی ایک ملاقات کروادیں۔ یہ چونکہ لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ ہے اور یہ جو چیزیں انہوں نے point out کی ہیں یہ وزیر قانون کو بتائیں اور ان کی ایک ملاقات وزیر قانون سے بھی کروادیں۔

پارلیمانی سیکرٹری (ملک نوشیر خان انجم لنگڑیال): جناب والا! بالکل کرواتے ہیں کیونکہ ہماری یہ ڈیوٹی لگی تھی۔ ہم نے یہاں آکر بتانا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے۔ House کا وقت پانچ منٹ کے لئے بڑھایا جاتا ہے۔ صبا صادق صاحبہ! ان کے بعد میاں رفیق صاحب!

محترمہ صبا صادق: جناب والا! Pre budget discussion میں چاہوں گی کہ میں چونکہ ایک خاتون ہوں اور خواتین کی representation کرتے ہوئے جو budget proposals بنائی جائیں، یہاں پر آپ کے وہ افراد بھی بیٹھے ہیں جنہوں نے budget planning کرنی ہے، صوبہ پنجاب میں بسنے والی جو خواتین ہیں ان کی ترقی کے لئے، ان کی معاشی بدحالی کو دور کرنے کے لئے کیونکہ میں سمجھتی ہوں کہ وہ خواتین جو financially اپنے پاؤں پر کھڑی ہوتی ہیں جن کے ہاتھ میں اپنے پیسے ہوتے ہیں، وہ باپ کی محتاج ہیں، وہ خاوند کی محتاج ہیں، وہ بھائی کی محتاج ہیں اور نہ ہی وہ بیٹے کی محتاج ہیں تو ان کو اپنے حقوق بھی لینے آتے ہیں، ان کو اپنی قانونی جنگ بھی لڑنی آتی ہے اور ان کو اپنے مسائل سے نمٹنے کے لئے اپنی طاقت ان کے پاس ہوتی ہے۔ میں چاہوں گی کہ اس دفعہ جب budget proposals بنائی جائیں، پچھلے بجٹ میں بھی حکومت پنجاب نے کافی emphasis کیا بہت ساری ایسی ترقیاتی سکیمیں مختلف محکموں میں مختص کی گئیں جن سے خواتین کے مسائل حل کرنے کے لئے کافی مستفید کروایا گیا۔ میں ان صاحب قلم حضرات سے گزارش کروں گی کہ جنہوں نے budget proposals draft کرنی ہیں، ہمارے وہ محکمے جو بالخصوص خواتین سے متعلقہ ہیں اور نہیں بھی ہیں، جیسے ہمارا محکمہ لائیو سٹاک ہے، ہمارے ملک کی بیشتر آبادی دیہاتوں پر مشتمل ہے ہماری وہاں بسنے والی خواتین کے لئے ایسے منصوبے دیئے جائیں کہ وہ لائیو سٹاک کی ڈویلپمنٹ کے لئے، ڈیری ڈویلپمنٹ کے لئے، پولٹری فارمنگ کے لئے اپنا کردار ادا کریں اور اپنے پاؤں پر کھڑی ہوں۔

جناب سپیکر! اسی طرح محکمہ زراعت کے متعلق بھی عرض کروں گی چونکہ وقت کم ہے اس لئے اس کو میں summarize کروں گی کہ وہ محکمے جیسے محکمہ زراعت ہے، اس کے اندر بھی اگر آپ دیکھیں کہ دیہاتوں میں مردوں سے زیادہ عورتیں کام کر رہی ہیں اور ان خواتین کو ہر ہنر آتا ہے۔

کاشتکاری کا بھی، کٹائی کا بھی اور اس کے علاوہ بھی ہر قسم کے کام وہ وہاں پر کرتی ہیں۔ ان خواتین کے لئے ہمیں ایسی schemes introduce کرانی چاہئیں اور ان کو publicize بھی کرنا چاہئے کیونکہ بہت ساری سکیمیں محکموں کے اندر ہوتی ہیں جن کا عام عورت کو پتا نہیں چلتا even ہم جیسے پڑھے لکھے لوگوں کو بھی ان سکیموں کا پتا نہیں چلتا۔

جناب سپیکر! محکمہ ٹرانسپورٹ اس حوالے سے بہت اہم ہے اور وزیر اعلیٰ پنجاب اس سلسلے میں باقی دیگر دوست ممالک سے بھی ٹرانسپورٹ سسٹم کو بہتر کرنے کے لئے دن رات محنت کر رہے ہیں۔ کیا ہی اچھا ہو کہ اس سال بجٹ میں ہم خواتین کے لئے بالخصوص چند ایسے شہروں میں جہاں پر بچیوں کی تعداد کالجوں اور یونیورسٹیوں میں زیادہ ہے وہاں پر بچیوں کے لئے، خواتین کے لئے ایک الگ ٹرانسپورٹ trial basis پر start کریں تاکہ خواتین بس سٹاپوں پر یا بھری ہوئی بسوں کے اندر سفر کرنے سے اجتناب کریں، avoid کریں اور اپنی علیحدہ ٹرانسپورٹ سے فائدہ حاصل کریں۔ ہوتا یہ ہے کہ بہت سارے ایسے منصوبے صرف women development یا social welfare کے اندر ڈال دیئے جاتے ہیں کہ یہ صرف انہی کا کام ہے، حالانکہ ایسی بات نہیں ہے۔ محکمہ صحت ہے، محکمہ تعلیم ہے اور ایسے محکمے ہیں جن میں خواتین کے مسائل کو دور کرنے کے لئے، ان کی معاشی بد حالی کو دور کرنے کے لئے، ان کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کے لئے ہم صرف لاہور، پنڈی، اسلام آباد، ملتان یا باقی جو اضلاع ہیں اور ہمارے جو remote areas ہیں ان پر ہمیں زیادہ emphasis کرنا چاہئے۔

میری درخواست یہ ہوگی کہ اس سال ہمارے باقی محکمہ جات میں خواتین کے جو منصوبے introduce کروائے جائیں وہ ترقیاتی منصوبے ہوں جن سے خواتین small industries کی طرف آئیں۔ ہمارا ایک بہت بڑا محکمہ جو سمال انڈسٹریز کارپوریشن ہے اس کو بھی فعال کیا جائے اور اس میں جو ہم small loans دیتے ہیں، Cottage Industries کے لئے دیتے ہیں ان میں ہم خواتین کو priority دیں۔ آپ یقین رکھیں خواتین وہ loans جلد واپس کر دیتی ہیں جو خواتین کو دیئے جاتے ہیں۔ ان loans سے benefit بھی ہوگا، گورنمنٹ کو اس کا refund بھی ہوگا اور اس سے ہمارے صوبے میں خوشحالی بھی آئے گی۔

جناب سپیکر! میں آپ کی شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے ٹائم دیا۔ میں Chair کی وساطت سے درخواست کروں گی کہ آپ اس کو صرف تقریر ہی نہ سمجھیں بلکہ ہم اس کی written

proposals بھی P&D Department میں submit کرائیں اور ہم انہیں تجاویز دیں گے کہ چند ایسی چیزیں initiate کریں جن سے صوبے میں بسنے والی خواتین کے مسائل میں کمی آئے۔بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔میاں رفیق صاحب! آپ کا کیا point رہ گیا ہے؟

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! بے حد شکریہ۔ میں نے تو آپ کے حکم پر اختصار کر لیا تھا لیکن نوانی صاحب اور شاہ صاحب کے پوائنٹ آف آرڈر نے میرا concluding point برباد کر دیا۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ آپ نے اخبارات میں بھی پڑھا ہو گا اور آج کے "ڈان" اخبار میں ایک احتجاجی تصویر بھی چھپی ہے کہ غلہ منڈی ٹوبہ ٹیک سنگھ کے تاجران، کاشتکاران اور کسان بہت دنوں سے احتجاج پر ہیں کیونکہ محکمہ زراعت نے خاص طور پر ٹوبہ ٹیک سنگھ کی منڈی پر ایک ظلم، زیادتی اور نا انصافی یہ کی ہے کہ جو کاشتکار ٹرالی پر اپنی فصل لے کر منڈی میں داخل ہو گا یا کوئی ٹرک فصل لے کر منڈی میں داخل ہو گا اس کو ایک اضافی ٹیکس دینا پڑے گا اور جو اپنی ضرورت کی چیزیں مثلاً کھاد وغیرہ لے کر جانا چاہے گا تو اسے پھر بھی ٹیکس دینا ہو گا۔یہ ایک ظالمانہ ٹیکس ہے اسے واپس لیا جائے۔میں آپ کے توسط سے حکومت پنجاب تک یہ پیغام دینا چاہتا ہوں کہ ٹوبہ ٹیک سنگھ مسلسل احتجاج پر ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! میرا concluding point یہ ہے کہ چونکہ ٹوبہ ٹیک سنگھ خسارے میں ہے تمام ادارے، دفاتر اور ہسپتال فنڈز نہ ہونے کی وجہ سے non functional ہو چکے ہیں اس لئے فنانس ڈیپارٹمنٹ کو یہ حکم جاری کیا جائے کہ ٹوبہ ٹیک سنگھ کی ضروریات کے مطابق award دیا جائے تاکہ دفاتر، ادارے اور ہسپتال functional ہو سکیں۔بے حد شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔اب آج کے اجلاس کا وقت ختم ہو گیا ہے لہذا اب اجلاس بروز سوموار مورخہ 24۔جنوری 2011 سہ پہر تین بجے تک ملتوی کیا جاتا ہے۔

1608

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ،24۔جنوری 2011

تلاوت قرآن پاک وترجمہ اور نعت رسول مقبول ﷺ

سوالات

(محکمہ جات سماجی بہبود وترقی خواتین)

نشان زدہ سوالات اوران کے جوابات

توجہ دلاؤنوٹس

سرکاری کارروائی

1۔ بجٹ 12-2011 کے لئے اراکین سے پری بجٹ تجاویز لینے کی غرض سے عام بحث کا اختتام

2۔ قواعدانضباط کار،صوبائی اسمبلی پنجاب 1997 کے قاعدہ 133۔اے کے تحت قرارداد
ایک وزیر قواعد انضباط کار، صوبائی اسمبلی پنجاب 1997 کے قاعدہ 133۔اے کے تحت سالانہ بجٹ 12-2011 کے لئے اسمبلی کی سفارشات کے سلسلہ میں قرارداد پیش کریں گے۔

3۔ ضروری اشیاء کی مہنگائی پر عام بحث کا تسلسل اوراختتام

1610

صوبائی اسمبلی پنجاب

پندرھویں اسمبلی کا بائیسواں اجلاس

سوموار، 24۔جنوری 2011

(یوم الاثنین، 19۔صفر المظفر 1432ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں سہ پہر 3 بج کر 5 منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر رانا محمد اقبال خان منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیمo

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَـٰنِ ٱلرَّحِيمِo

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۭ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ وَاِنْ طَاۗىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَي الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْۗءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَاۗءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝

سورة الحُجرَات أيات 7 تا 9

اور جان رکھو کہ تم میں اللہ کے پیغمبر ﷺ ہیں۔ اگر بہت سی باتوں میں وہ تمہارا کہا مان لیا کریں تو تم مشکل میں پڑ جاؤ لیکن اللہ نے تم کو ایمان عزیز بنا دیا اور اس کو تمہارے دلوں میں سجا دیا اور کفر اور گناہ اور نافرمانی سے تم کو بیزار کر دیا۔ یہی لوگ راہ ہدایت پر ہیں (7) (یعنی) اللہ کے فضل اور احسان سے۔ اور اللہ جاننے والا (اور) حکمت والا ہے (8) اور اگر مومنوں میں سے کوئی دو فریق آپس میں لڑ پڑیں تو ان

میں صلح کرادو۔اور اگر ایک فریق دوسرے پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع لائے۔پس جب وہ رجوع لائے تو وہ دونوں فریق میں مساوات کے ساتھ صلح کرادو اور انصاف سے کام لو۔کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے(9)

وماعلینا الاالبلاغo

نعت رسول مقبول ﷺ جناب محمد افضل نوشاہی نے پیش کی۔

نعت رسول مقبول ﷺ

ہم کو اپنی طلب سے سوا چاہئے
آپ جیسے ہیں ویسی عطا چاہئے
فضلِ ربُ العلیٰ اور کیا چاہئے
مل گئے مصطفیٰ ﷺ اور کیا چاہئے
کیوں کہوں یہ عطا وہ عطا چاہئے
اُن کو معلوم ہے ہم کو کیا چاہئے
ہر جرم پر کرم ہر خطا پر عطا
رحمتِ مصطفیٰ ﷺ اور کیا چاہئے
اِک قدم بھی نہ ہم چل سکیں گے حضور ﷺ
ہر قدم پر کرم آپ ﷺ کا چاہئے

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

تعزیت

معزز ممبر سردار محمد ایوب خان گادھی کی والدہ ماجدہ اور ڈاکٹر آمنہ بٹر کی والدہ ماجدہ کی وفات پر دعائے مغفرت

محترمہ شمیلہ اسلم: جناب سپیکر! ہمارے پارلیمانی سیکرٹری برائے ماحولیات ایوب خان گادھی صاحب کی والدہ وفات پا گئی ہیں ان کے لئے فاتحہ خوانی کرادیں۔

جناب سپیکر: جی، میں انہی کے لئے عرض کرنا چاہ رہا تھا لیکن آپ نے پہلے بات شروع کر دی۔ ایوب خان گادھی صاحب کی والدہ محترمہ کے لئے فاتحہ خوانی کی جائے۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! آمنہ بٹر صاحبہ کی والدہ بھی وفات پا گئی ہیں ان کے لئے بھی فاتحہ خوانی کرادی جائے۔

کرنل (ریٹائرڈ) شجاع خانزادہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، Question Hour کے بعد بات ہو گی، میں ضرور سُنوں گا۔

کرنل (ریٹائرڈ) شجاع خانزادہ: جناب سپیکر! اگر پہلے اجازت دے دی جائے تو مہربانی ہو گی، بہت ضروری بات ہے۔

جناب سپیکر: حضرت! باتیں تو سب کی ضروری ہوتی ہیں پھر یہ کام کیسے چلے گا؟ جی، دعا کرائیں۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبر جناب محمد ایوب خان گادھی کی والدہ
اور معزز ممبر ڈاکٹر آمنہ بٹر کی والدہ کے لئے فاتحہ خوانی کی گئی)

اب وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔ کرنل صاحب! میں آپ سے مؤدبانہ گزارش کروں گا کہ جتنے بھی پارلیمانی لیڈران ہیں ان سب نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا ہے کہ وقفہ سوالات کے دوران پوائنٹ آف آرڈر سے پرہیز کیا جائے۔

کرنل (ریٹائرڈ) شجاع خانزادہ: جناب سپیکر! میں آپ کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں، میں بعد میں بات کرلوں گا۔

سوالات

(محکمہ جات سماجی بہبود و ترقی خواتین)

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

جناب سپیکر: بہت مہربانی۔آج کے ایجنڈے پر محکمہ سماجی بہبود و ترقی خواتین سے متعلق سوالات پوچھے جائیں گے اور ان کے جوابات دیئے جائیں گے۔پہلا سوال محترمہ زوبیہ رباب ملک صاحبہ کا ہے۔

سیدہ ماجدہ زیدی: جناب سپیکر! On her behalf.

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! On her behalf.

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں،اُدھر سے آگیا ہے۔جی۔

سیدہ ماجدہ زیدی: جناب سپیکر! سوال نمبر 3667 ہے اس کو پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔(معزز ممبر نے محترمہ زوبیہ رباب ملک کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا۔)

جینڈر ایکشن پروگرام اور ویمن ڈویلپمنٹ پروگرام کا سالانہ بجٹ و دیگر تفصیلات

3667*: محترمہ زوبیہ رباب ملک: کیا وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) جینڈر ایکشن پروگرام اور ویمن ڈویلپمنٹ پروگرام چارٹر کیا ہے اور ان سے سالانہ کتنی خواتین مستفید ہوتی ہیں؟

(ب) ان پروگراموں کے تحت کتنے ریسرچ کرنے والے کام کر رہے ہیں اور ان پروگراموں کے تحت سال 08-2007 اور 09-2008 میں کتنی ورکشاپس ترقی خواتین کے لئے کہاں کہاں منعقد کی گئی ہیں؟

(ج) ان دونوں پروگراموں کے لئے سال 08-2007 اور 09-2008 کے دوران سالانہ کتنی رقم مختص کی گئی تھی،ان میں سے کتنی رقم سالانہ خرچ ہوئی جو رقم خرچ نہ ہوئی،اس کو کیسے ایڈجسٹ کیا گیا؟

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین (جناب کامران مائیکل):

(الف) جینڈر ایکشن پروگرام اور ویمن ڈویلپمنٹ پروگرام کا چارٹر یہ ہے۔

گریپ کا چارٹر درج ذیل اہداف حاصل کرنا ہیں:۔

- ایک ایسا لائحہ عمل بنانا جس سے صوبائی حکومت ایک متحرک اور فعال تنظیم میں تبدیل ہو کر آزادانہ طریقہ سے کام کرتے ہوئے صنفی مساوات کو فروغ دے۔
- صوبائی سطح پر تمام عوامی سرگرمیوں میں صنفی مساوات کو فروغ دینا اور صنفی ناہمواریوں کو دور کرنا۔
- صوبائی حکومت میں سیاسی اور اعلیٰ سطح پر خواتین کی ہر ممکن اور مناسب حد تک نمائندگی تاکہ وہ بھرپور طریقہ سے مشاورتی فرائض سرانجام دے سکیں۔
- اس بات کی یقین دہانی کرنا کہ تمام صوبائی سرکاری ملازمین صنفی مسائل سے اچھی طرح آگاہ ہو کر مثبت طور پر خواتین کی قومی دھارے میں شمولیت کے مقصد کو آگے بڑھا سکیں۔
- پاکستانی معاشرہ کی سوچ و فکر میں صنفی رویوں کے حوالہ سے مثبت تبدیلی لانا۔
- خواتین میں سرکاری اداروں میں ملازمت کرنے کے رجحان کو بڑھانا۔

ویمن ڈویلپمنٹ پروگرام کا چارٹر درج ذیل اہداف حاصل کرنا ہے:۔

- خواتین کی صنفی دھارے میں شمولیت کے لئے پالیسیاں بنانا۔ان پر عمل کرانا ان میں ہم آہنگی پیدا کرنا۔
- معاشرے کے ہر سطح پر صنفی دھارے کو قومی اور بین الاقوامی پالیسیوں کے مطابق ترقی دینا اور روایت پیدا کرنا۔
- سول سوسائٹی، پارلیمنٹیرینز اور تحقیقاتی کمیٹیوں کی مناسب طور پر گروہ بندی اور درجہ بندی کرنا۔
- حکومتی اداروں کو فنی اور تکنیکی تربیت مہیا کرنا۔
- مندرجہ ذیل بنیادوں پر ترقیاتی منصوبوں کی نگرانی کرنا۔
- جینڈر ایکشن پروگرام کے تحت سالانہ 32808 مرد اور خواتین مشترکہ طور پر مستفید ہوئے ہیں۔

(ب) بنیادی طور پر گریپ کے PC–1 کے تحت ریسرچ کے لئے 3 ملین روپے مختص کئے ہیں۔ ریسرچ کے لئے کچھ studies کو 2009-10 میں منعقد کیا جائے گا۔ جس کے لئے تکنیکی مشاورت کے لئے کوشش کی جارہی ہے۔

2007-08 اور 2008-09 کے دوران کی جانے والی ورکشاپس کی تفصیل Annexure–II ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) جینڈر ریفارم ایکشن پروگرام کے تحت سال08-2007 کے دوران 40 ملین روپے مختص کئے گئے۔38.803 ملین خرچ ہوئے جو رقم خرچ نہ ہو سکی وہLapse ہو گئی۔
سال09-2008 کے تحت50 ملین روپے مختص کئے گئے44.428 ملین روپے خرچ ہوئے جو رقم خرچ نہ ہو سکی وہLapse ہو گئی۔

جناب سپیکر: جی، کوئی ضمنی سوال؟

سیدہ ماجدہ زیدی: جناب سپیکر!اس میں انہوں نے کہا ہے کہ "Women Development Programme" کا چارٹر درج ذیل اہداف حاصل کرنا ہے: خواتین کی صنفی دھارے میں شمولیت کے لئے پالیسیاں بنانا، ان پر عمل کرانا اور ان میں ہم آہنگی پیدا کرنا۔ "میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ خواتین کے لئے اس پروگرام سے 08-2007 میں کتنی اور کون کون سی پالیسیاں بنائی گئیں ان کی تفصیل وہ بتا دیں؟

جناب سپیکر: جی، وہ کہہ رہی ہیں کہ 08-2007 میں جو پالیسیاں بنائی ہیں ان کا نام لیا جائے اور وہ بتا دی جائیں۔

سیدہ ماجدہ زیدی: جناب سپیکر! خواتین کی ترقی کے لئے جو پالیسیاں ہیں ان کی تفصیل بتا دیں۔

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین (جناب کامران مائیکل): جناب سپیکر! معزز ممبر نے پالیسیوں کے بارے میں پوچھا ہے یہاں پر جو سوال کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ " کتنی خواتین اس پروگرام کے تحت مستفید ہوئی ہیں؟" basically خواتین میں awareness programme کو Gender Reform Action Plan کے ذریعے متعارف کرانے کے لئے اس سال تقریباً۔۔

سیدہ ماجدہ زیدی: جناب سپیکر! میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ کتنی خواتین مستفید ہوئی ہیں اور ان کو آپ نے کیا training دی ہے، اس سے پہلے ایک سوال ہے کہ آپ نے ان کے لئے کیا اور کون کون سی پالیسیاں بنائی ہیں اور ان کی تفصیل بتائیں کہ آپ نے خواتین کے لئے کون سے پروگرام 08-2007 اور 09-2008 میں شروع کئے ہیں؟

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین (جناب کامران مائیکل): جناب سپیکر! سال 08-2007 اور 09-2008 میں تقریباً 221 پروگرام اس پالیسی کے تحت متعارف کرائے گئے۔ مختلف سیمینار، ورکشاپس کرائی گئیں اور gender action programme کے تحت ایک مؤثر پالیسی کے تحت خواتین کو اس معاشرے

کا بنیادی ممبر بننے اور ان کی حیثیت کو تسلیم کرانے کے حوالے سے ورکشاپس کرائی گئیں۔ان کی تکمیل کے لئے 221 پروگراموں کا انعقاد کیا گیا اور یہ سال 08-2007 اور 09-2008 میں منعقد کئے گئے۔

سیدہ ماجدہ زیدی: جناب سپیکر! یہ تفصیل سے بتادیں کہ کس قسم کے پروگرام ہیں جس سے خواتین ترقی کر سکتی ہیں اور استفادہ کر سکتی ہیں؟ یہ دو تین کے نام بتادیں۔

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین(جناب کامران مائیکل): جناب سپیکر! خواتین کی صنفی دھارے میں شمولیت کے لئے پالیسیاں بنانا، ان پر عمل کرانا اور ان میں ہم آہنگی پیدا کرنا اس ادارے کی ایک شق اور اہم بنیادی جز ہے۔ معاشرے کی ہر سطح پر صنفی دھارے کو قومی و بین الاقوامی پالیسیوں کے مطابق ترقی دینا اور روایت پیدا کرنا یہ ایک پالیسی بنائی گئی ہے اور سول سوسائٹی، پارلیمنٹیرینز اور تحقیقاتی کمیٹیوں کی مناسب طور پر گروہ بندی اور درجہ بندی کی جاتی ہے یہ بھی پالیسی کا حصہ ہے اور پھر حکومتی اداروں کو فنی اور تکنیکی تربیت مہیا کرنا یہ بھی اس پالیسی کا حصہ ہے۔ اس کے بعد اس بات کی یقین دہانی کرانا کہ تمام صوبائی اور سرکاری ملازمین کو صنفی مسائل سے اچھی طرح آگاہ کرنا اور مثبت طور پر خواتین کو قومی دھارے میں شمولیت کے لئے ان مقاصد کو آگے بڑھانا، یہ بھی پالیسی کا حصہ ہے۔

سیدہ ماجدہ زیدی: جناب سپیکر! یہ سارا جواب میں لکھا ہوا ہے، میں specifically پوچھ رہی ہوں۔ چلیں، یہ بتادیں کہ آپ نے جو تکنیکی پروگرام شروع کئے ہیں ان میں خواتین نے کیا سیکھا اور کتنی خواتین نے استفادہ کیا تھا؟ یہ ایک پروگرام ہی بتادیں۔

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین(جناب کامران مائیکل): جناب سپیکر! جس سال کی ممبر نے نشاندہی کی ہے Gender Reform Action Plan کے مطابق تقریباً 32ہزار 8سو 8 خواتین و مرد اس سے مستفید ہوئے ہیں۔ ہم اُن اداروں میں خواتین کو تکنیکی مہارت بھی سکھاتے ہیں اور اس میں ان کی۔۔۔

سیدہ ماجدہ زیدی: جناب سپیکر! وزیر صاحب سے کہیں کہ تکنیکی مہارت کی تھوڑی سی تفصیل بتادیں۔ بس ایک کے بارے میں ہی بتادیں جو آپ نے 218 پروگرام کئے ہیں۔

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین(جناب کامران مائیکل): تکنیکی اور فنی مہارت میں بیوٹیشن کورسز ہیں، ان میں ہم اُنہیں سلائی کڑھائی سکھاتے ہیں، Embroidery کے کورسز ہیں اور اس طرح کے کام جس سے وہ عملی طور پر مہارت بھی حاصل کر سکتی ہیں اور کل کو ذمہ دار شہری ہونے کے حوالے سے

انہیں روزگار کے مواقع بھی میسر آ سکتے ہیں۔ یہ تمام تر جو تکنیکی اور فنی تعلیم ہے ان اداروں میں انہیں سکھائی جاتی ہے۔

جناب سپیکر: مہربانی۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! میرا بھی ایک ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: محترمہ! یہ سوال تو ختم ہو گیا، اب آگے دیکھیں۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! مہربانی کریں، میرا اہم سوال ہے۔

جناب سپیکر: اس کا ٹائم ختم ہو گیا ہے۔ اگلا سوال محترمہ زوبیہ رباب ملک صاحبہ کا ہے۔

MR MUHAMMAD MOHSIN KHAN LEGHARI: On her behalf.

(معزز ممبر نے محترمہ زوبیہ رُباب ملک کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا۔)

جناب سپیکر: جی، لغاری صاحب!

MR MUHAMMAD MOHSIN KHAN LEGHARI: Mr. Speaker! Question No 3668. Answer to be taken as read.

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

سال 2008-09، ترقی خواتین کے لئے سالانہ بجٹ و دیگر تفصیلات

*3668: **محترمہ زوبیہ رباب ملک:** کیا وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) سال 2008-09 کے دوران ترقی خواتین کے لئے کتنی رقم مختص کی گئی؟

(ب) اس سال کے دوران ترقی خواتین کے لئے کون کون سے منصوبہ جات مکمل کئے گئے ان کی تفصیل مع تخمینہ لاگت بتائیں؟

(ج) اس سال کے دوران کتنی خواتین کو روزگار فراہم کیا گیا یا روزگار کے سلسلہ میں ان کی مدد کی گئی؟

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین (جناب کامران مائیکل):

(الف) 2008-09 کے دوران ترقی خواتین کے لئے 50 ملین روپے مختص کئے گئے جو کہ ورکشاپ، ٹریننگ، سیمینار اور گریپ کے PC-1 کے مختلف مدوں میں استعمال کئے گئے۔

(ب) سال 2008-09 کے دوران ترقی خواتین کے لئے PC-1 میں کوئی منصوبہ نہیں دیا گیا ہے بلکہ گریپ کے ایجنڈے میں خواتین کی قومی دھارے میں شمولیت کے لئے درج ذیل اصلاحات شامل ہیں:۔

1. ادارتی وانتظامی اصلاحات اور مختلف محکموں کی تنظیم نو:
2. سیاسی اصلاحات۔
3. خواتین کی سرکاری ملازمتوں میں شرکت کی اصلاحات:
4. مالیاتی اور پالیسی اصلاحات

ان اصلاحات کے تحت خواتین کی استعداد کو بہتر بنانے کے لئے ورکشاپس، سیمینار اور ٹریننگ ترتیب دیئے جاتے ہیں جن کی تفصیل Annexure-11 ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) گریپ خواتین کو روزگار فراہم کرنے کے لئے نہیں بنایا گیا تاہم 2008-09 کے دوران بالخصوص کیئر ڈویلپمنٹ سنٹر کے تحت جو کہ 4 یونیورسٹی میں CV بنانے وانٹرویو میں کامیابی کے طریقے اور ملازمتوں کی فراہمی کے بارے میں معلومات کے ذریعے 5413 خواتین کو مدد فراہم کی گئی ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! جز (الف) میں یہ بتایا گیا ہے کہ 50 ملین روپے ورکشاپس اور ٹریننگ پر خرچ کئے گئے اور PC-1 کی مختلف مدوں میں استعمال کئے گئے اور پھر جز (ب) میں یہ لکھا گیا ہے کہ PC-1 میں کوئی منصوبہ نہیں دیا گیا۔ ایک تو مجھے اس کی سمجھ نہیں آئی کہ یہ 50 ملین روپے کہاں گئے؟ پہلے انہوں نے کہا ہے کہ PC-1 پر خرچ ہوئے۔ اگلے جز میں کہہ رہے ہیں کہ PC-1 پر خرچ نہیں ہوئے۔ اس کے بعد یہ جو انہوں نے لسٹ دی ہے، annexure II میں لکھا ہے کہ انہوں نے جو مختلف کام کرائے ہیں اور مختلف ورکشاپس اور ٹریننگ کرائی ہیں، میں یہ دیکھ کر حیران ہو رہا ہوں کہ پہلے حصے میں یہ کہتے ہیں کہ :Female councils political and integrated life skills, cost of the event ہزار روپے ہے اس میں ایک event ہو گیا؟ ہزار روپے میں تو میرے خیال میں چائے کی پیالیاں بھی نہیں آئی ہوں گی تو یہ اعداد و شمار ٹھیک نہیں ہیں اور ان کا ٹوٹل 50 ملین روپے نہیں بنتا تو میرا ان سے سوال یہ ہے کہ وہ ٹوٹل 50 ملین روپے کہاں گئے ہیں؟

جناب سپیکر: جی، وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین!

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین(جناب کامران مائیکل):جناب سپیکر!09-2008 کی بابت جو50 ملین روپے مختص کئے گئے ہیں اس میں مختلف سیمینار، ورکشاپس اور گریپ کے PC-1 کے تحت ہونے والے اخراجات ہیں،اس میں ان کی salaries بھی count کی جاتی ہیں،اس میں ہمارے پورے پنجاب کے دفاتر کے لوگ موجود ہیں تو یہ اس کا حصہ ہے۔یہ تمام پیسے اسی طور سے خرچ کئے گئے ہیں اور جو باقی بچ گئے تھے وہ lapse ہو گئے ہیں لیکن یہ جو50 ملین روپے کی رقم ہے اس سے ہم نے اس پورے سال میں مختلف اوقات میں ورکشاپس کا انعقاد کیا، awareness programme کے لئے training seminars arrange کئے اور اس کے ساتھ ساتھ ہمارے دوسرے اخراجات تھے اور تنخواہوں کی مد میں بھی ہم نے اُن کو یہ رقم provide کی ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری:جناب سپیکر!یہ سوال بہت specific تھا کہ خواتین کی ترقی کے لئے کتنی رقم دی گئی ہے؟یہ development ہے،ترقی کا مطلب development والی چیزیں ہیں۔میں منسٹر صاحب کو ذرا واضح کر دوں تنخواہیں non development ہوتی ہیں تو یہ 50 ملین روپے ایسی چیزوں پر خرچ کرنے کے لئے رکھے گئے تھے جن سے خواتین کی ترقی ہوتی ہے؟سوال کا جواب بڑا تفصیلاً دیا گیا ہے اور یہ جو آپ نے لسٹ دی ہے اس میں،میں نے دیکھا ہے کہ آپ نے جو events arrange کئے ہیں اس میں کسی کا خرچہ ہزار ہے،چار ہزار،تین سو ہے بلکہ ایسے بھی ہیں کہ seminars on women's positive and active role in electoral process اس کا خرچہ nil ہے۔مطلب کسی کا ہزار، کسی کا اڑھائی ہزار، کسی کا چھ ہزار ہے تو یہ پانچ کروڑ روپے نہیں بنتے تو وہ پانچ کروڑ یا50 ملین روپے کہاں گئے؟

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین(جناب کامران مائیکل):جناب سپیکر!ان کا یہ سوال تھا کہ 50 ملین روپے کا کہاں کہاں استعمال کیا گیا ہے؟ہم نے بھرپور طریقے سے ان کو بتایا کہ پورے سال میں جو PC-1 تھا، تنخواہیں بھی اس کا حصہ ہیں۔اس میں ہم نے تمام تر ورکشاپس، سیمینار کرائے ہیں اور گریپ کے حوالے سے ٹریننگ کرائی گئی ہے۔سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہمارا یہ موجودہ مالی سال ترقیاتی کام کے حوالے سے بڑا اہم ہے اور ہم نے اس سال پہلی دفعہ خواتین کے ترقیاتی بجٹ میں 200 ملین روپے کی رقم مختص کی ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری:جناب سپیکر!اس سال کی بات نہیں ہو رہی، یہ پرانا سوال ہے۔پھر وزیر صاحب وہی بات کر رہے ہیں۔آپ بہت senior Parliamentarian ہیں،آپ وزیر صاحب کو

guide کرا دیں کہ جو PC-1 ہوتا ہے وہ تنخواہیں development میں نہیں ہو سکتیں ۔یہاں development کے پیسوں کی بات پوچھی گئی تھی ان کو محکمے والوں نے پوری طرح سے جواب نہیں دیا۔یہ محکمے والوں کی کھچائی کریں،ان سے پوچھیں کہ بھئی کیوں تم نے صحیح طریقے سے جواب نہیں دیا بجائے اس کے کہ ان کو defend کرنے کی کوشش کریں۔آپ کے توسط سے میری ان سے یہ گزارش ہو گی۔

جناب سپیکر: وہ آپ سے اس سال کا نہیں پوچھ رہے، پچھلی بات پوچھ رہے ہیں۔

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین(جناب کامران مائیکل):جناب سپیکر!اس میں clear cut لکھا ہوا ہے۔اگر آپ جز(الف)دیکھیں تو اس میں لکھا ہوا ہے کہ ورکشاپس، ٹریننگ، سیمینار اور گریپ کے حوالے سے PC-1 کی مختلف مدوں میں استعمال کئے گئے، PC-1 جو ہے یہ تنخواہیں بھی اسی مد میں آتی ہیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری:اب جز(ب)پڑھ کر سُنائیں۔اگر وزیر صاحب کو دِقت ہو رہی ہے تو میں پڑھ دیتا ہوں۔جز(ب)میں یہ لکھا ہے کہ "2008-09 کے دوران ترقی خواتین کے لئے PC-1 میں کوئی منصوبہ نہیں دیا گیا۔"اوپر کہہ رہے ہیں کہ دیا گیا ہے اور اب کہہ رہے ہیں کہ نہیں دیا گیا۔ میری گزارش یہ ہے کہ۔۔۔

جناب سپیکر:آگے بھی پڑھیں کہ "بلکہ گریپ کے ایجنڈے میں خواتین کی قومی دھارے میں شمولیت کے لئے اصلاحات شامل ہیں۔"

جناب محمد محسن خان لغاری:تو پانچ کروڑ روپے میں یہ اصلاحات کی گئی ہیں؟انہوں نے پانچ کروڑ کا کیا کیا ہے، وہ 50 ملین روپے کہاں گئے؟ پہلے انہوں نے کہا ہے کہ PC-1 کے مختلف مدوں میں خرچ کئے ہیں اگلے میں انہوں نے کہا ہے کہ نہیں خرچ کئے۔

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین(جناب کامران مائیکل):جناب سپیکر !میں سمجھتا ہوں کہ یہ misprinting ہے لیکن جز(الف)میں یہ جو لکھا ہے بالکل صحیح ہے کہ PC-1 تیار کیا گیا اور اس کی مد میں یہ رقم استعمال ہوئی۔جب کسی ڈیپارٹمنٹ کے لئے کوئی fund generate کیا جاتا ہے یا فنڈ رکھا جاتا ہے تو اس میں blocked allocation ہوتی ہے اس مد میں تنخواہیں بھی شامل ہوتی ہیں اور اس

ڈیپارٹمنٹ سے جڑے ہوئے تمام معاملات اور تمام ایسے اقدامات جن کے لئے وہ فلاح و بہبود کا کام کرنا چاہتے ہیں وہ اس کا حصہ ہوتے ہیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں ایک ضمنی سوال کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: حضرت صاحب! یہ سوال اُدھر کا ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: اگر انہوں نے کرنا ہے تو میں نہیں کرتا۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! شاہ صاحب سید زادے ہیں ان کو سوال کرنے دیں۔

جناب سپیکر: چلیں، ٹھیک ہے۔ پھر آپ نے ہی کچھ کہنا ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! نہیں۔

جناب سپیکر: جی، شاہ صاحب!

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! انہوں نے جز (ب) میں ذکر کیا ہے کہ "بلکہ گریپ کے ایجنڈے میں خواتین کی قومی دھارے میں شمولیت کے لئے درج ذیل اصلاحات شامل ہیں۔" کیا خواتین اس سے پہلے قومی دھارے میں شامل نہیں تھیں؟

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین (جناب کامران مائیکل): جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ موجودہ صورتحال میں جب ہم اکیسویں صدی میں داخل ہو چکے ہیں تو ہمیں آج کی خواتین کے rights کے لئے بڑھ چڑھ کر بات کرنے کی ضرورت ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ اس issue کو تقویت دینے والی بات ہے کہ ہم خواتین کو قومی دھارے میں شامل کر کے انہیں مرد کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر کندھے سے کندھا ملا کر آگے بڑھانے کے لئے اپنی جتنی مہارتیں ہیں انہیں بروئے کار لارہے ہیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! کیا خواتین اس سے پہلے قومی دھارے میں نہیں تھیں انہوں نے جواب نہیں دیا ہے۔ یہ simple سا سوال ہے کہ تھیں یا نہیں تھیں بتادیں؟

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین (جناب کامران مائیکل): جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ ماضی میں شاید خواتین اس طریقے سے قومی دھارے میں شامل نہیں تھیں جس کا تقاضا آج کا یہ معزز ایوان بھی کرتا ہے، آج کا پڑھا لکھا نوجوان بھی کرتا ہے، خواتین بھی کرتی ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ وقت کا بھی تقاضا ہے اور ان چیزوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم انہیں قومی دھارے میں شامل کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، اگلا سوال چودھری اسد اللہ صاحب کا ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میری بات تو سُن لیں۔

جناب سپیکر: نہیں، شاہ صاحب! بس کریں، ٹائم بھی ختم ہو گیا ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میں وزیر موصوف کا شکریہ ادا کروں گا کہ انہوں نے پچھلے دور حکومت میں خواتین کو اسمبلی میں لانے کے قدم کی appreciation کی ہے۔

جناب سپیکر: وہ ہر دور کی بات کر رہے ہیں اس دور میں بھی تو خواتین آئی ہیں پچھلے دور میں ہی تو نہیں آئی تھیں۔ جی، چودھری اسد اللہ صاحب! شاہ صاحب! آپ کی بہت مہربانی، آپ کا ٹائم ختم ہو گیا۔ آپ نے شاید bell کی آواز نہیں سُنی ہے۔ (قطع کلامیاں)

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں جواب سے مطمئن نہیں ہوں، میں یہ بات ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: چلیں! بس ٹھیک ہے، آپ کی بات سُن لی ہے۔ جی، چودھری اسد اللہ صاحب! سوال نمبر بولئے گا۔

چودھری محمد اسد اللہ: جناب سپیکر! سوال نمبر 4101 ہے اس کو پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

تحصیل پنڈی بھٹیاں میں دستکاری سکولز کی تفصیلات

*4101: چودھری محمد اسد اللہ: کیا وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا تحصیل پنڈی بھٹیاں ضلع حافظ آباد میں اس وقت کوئی دستکاری سکول برائے خواتین ہے اگر ہاں تو کون سی جگہ پر؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ محکمہ سماجی بہبود خود دستکاری سکول قائم نہیں کرتا؟

(ج) کیا محکمہ سماجی بہبود کسی این جی او کو دستکاری سکول قائم کرنے کے لئے کوئی مالی امداد یا دیگر کسی ذرائع سے امداد کرتا ہے؟

(د) کیا محکمہ سماجی بہبود کسی این جی او کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے مذکورہ علاقہ میں دستکاری سکولز قائم کروانے کو تیار ہے؟

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین (جناب کامران مائیکل):

(الف) اس وقت پنڈی بھٹیاں میں تین دستکاری سکول مختلف این جی اوز کے زیر اہتمام چل رہے ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:-

1۔ انجمن اصلاح المسلمین، پنڈی بھٹیاں
2۔ سب ڈویژن ویلفیئر کونسل، پنڈی بھٹیاں
3۔ دیہی ترقیاتی کونسل سکھیکی منڈی

(ب) محکمہ نے صرف ضلعی سطح پر خواتین کو ہنر مند بنانے کے لئے صنعت زار قائم کئے ہیں۔ جبکہ نچلی سطح پر NGOs کو ترغیب دی جاتی ہے کہ وہ دستکاری سکول قائم کریں۔

(ج) محکمہ دستکاری سکول کی ٹیچر کو مبلغ -/500 روپے ماہانہ اعزازیہ دیتا ہے اور ضرورت ہو تو بابت خریداری سلائی مشین و دستکاری سکول کے لئے فرنیچر وغیرہ کے لئے پنجاب بیت المال اور سوشل سروسز بورڈ کی طرف سے مالی امداد فراہم کرتا ہے۔

(د) جی ہاں! علاقہ میں اگر کوئی NGO دستکاری سنٹر قائم کرنا چاہے تو محکمہ کی خدمات حاضر ہیں۔

جناب سپیکر: جی، کوئی ضمنی سوال؟

چودھری محمد اسد اللہ: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا ضلع حافظ آباد میں کوئی صنعت زار قائم کیا گیا ہے اگر ہاں تو کب؟

جناب سپیکر: جی، آپ کیا کہہ رہے ہیں، صنعتکار؟

چودھری محمد اسد اللہ: صنعت زار کہہ رہا ہوں۔

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین (جناب کامران مائیکل): جناب سپیکر! ان سے کہیں کہ سوال repeat کر دیں۔

چودھری محمد اسد اللہ: جناب سپیکر! میں جز (ب) کے حوالے سے پوچھ رہا ہوں۔

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین (جناب کامران مائیکل): جناب سپیکر! اس وقت ضلع حافظ آباد میں صنعت زار قائم ہے اور یہ جتنے بھی ادارے ہیں یہ ضلعی سطح پر کام کرتے ہیں۔ NGOs تحصیل یا سٹی کی سطح پر اس طرح کے ذیلی اداروں کو تشکیل دیتی ہیں اور پھر اس ادارے کی مدد سے ان کو فعال بنایا جاتا ہے تاکہ ان اداروں میں ترقی خواتین کے کام کو خوش اسلوبی سے پایہ تکمیل تک پہنچایا جا سکے۔

جناب سپیکر: وہ پوچھ رہے ہیں کہ وہاں پر کوئی صنعت زار ہے؟

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین (جناب کامران مائیکل): جناب سپیکر! حافظ آباد میں یہ ادارہ قائم ہے اور ہم یہ ضلع کی سطح پر قائم کرتے ہیں لیکن تحصیل یا سٹی کی سطح پر کوئی ادارہ بھی ایسا project launch نہیں کرتا بلکہ NGOs کی وساطت سے تحصیل اور سٹی میں کام کیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر: جی، بقول ان کے ضلع میں صنعت زار قائم ہیں۔

چودھری محمد اسد اللہ: جناب سپیکر! انہوں نے جز (ب) کے جواب میں لکھا ہے کہ محکمہ نے صرف ضلعی سطح پر خواتین کو ہنر مند بنانے کے لئے صنعت زار قائم کئے ہیں۔ میں منسٹر صاحب سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ صنعت زار کیا ہے، کیا حافظ آباد میں کوئی صنعت زار قائم کیا ہے؟

جناب سپیکر: جی، وہ پوچھ رہے ہیں کہ حافظ آباد میں صنعت زار قائم ہیں یا نہیں؟

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین (جناب کامران مائیکل): جناب سپیکر! میں نے آپ کی وساطت سے معزز ممبر کی خدمت میں یہ عرض کی ہے کہ حافظ آباد میں ہمارے ریکارڈ کے مطابق صنعت زار قائم ہے لیکن اگر یہ ضلع کی سطح پر پوچھنا چاہتے ہیں تو ضلع کی سطح پر ہم نے صنعت زار کی تشکیل کو اہمیت دینے کے لئے اپنا کام شروع کیا ہے لیکن تحصیل یا سٹی کی سطح پر اگر یہ کہیں تو وہاں پر۔۔۔

جناب سپیکر: ابھی تو وہ تحصیل کا پوچھ رہے ہیں نہ ہی سٹی کا۔ وہ تو صرف ضلع کی سطح پر پوچھ رہے ہیں۔

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین (جناب کامران مائیکل): جی، قائم ہے۔

جناب سپیکر: بقول ان کے ضلع کی سطح پر قائم ہے۔

چودھری محمد اسد اللہ: جناب سپیکر! میں نے یہ پوچھا ہے کہ صنعت زار کیا ہے؟ ہمیں کچھ سمجھا دیں۔

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین (جناب کامران مائیکل): جناب سپیکر! صنعت زار ایسا ادارہ ہے جہاں پر خواتین کو مختلف طریقوں سے ہنر مند بنایا جاتا ہے تاکہ وہ ہنر سیکھیں اور اپنی ذات کے حوالے سے معاشرے پر بوجھ نہ بنیں بلکہ معاشرے میں contribute کریں اور ایک مثالی خاتون ہونے کے حوالے سے اپنے روزگار کے مواقع کو حصولی میں بدلیں۔

جناب سپیکر: جی، چودھری صاحب!

چودھری محمد اسد اللہ: جناب سپیکر! میرا دوسرا ضمنی سوال یہ ہے کہ دستکاری سکول ٹیچر کا ماہانہ اعزازیہ -/500روپے ہے۔ آج اس مہنگائی کے دور میں یہ -/500روپے کافی نہیں ہیں، کیا حکومت اس اعزازیہ کو بڑھانے کا کوئی ارادہ رکھتی ہے؟

جناب سپیکر: جی، بتائیں کہ آپ ان -/500روپے میں کوئی اضافہ کرنا چاہتے ہیں؟

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین (جناب کامران مائیکل): جناب سپیکر! یہ جو دستکاری سکول کی ٹیچرز ہیں ان کی appointment through NGOs ہوتی ہے اور ہم یہ اعزازیہ اُن NGOs کو دیتے ہیں جو ہمارے ادارے کے ساتھ منسلک ہو کر کام کرتی ہیں کیونکہ اگر ہم وہ -/500روپے کی رقم directly ان ٹیچرز کو دیں گے تو وہ claim کریں گی کہ ہم گورنمنٹ کے ساتھ منسلک ہیں اور پھر وہ گورنمنٹ سے ان تمام تر مراعات کا تقاضا کریں گی جو دوسری ٹیچرز کو ملتی ہیں۔ یہ جو ٹیچرز کا arrangement ہے اس کی ذمہ داری NGOs پر ہوتی ہے اور ہم ہر ٹیچر کو -/500روپے through NGOs provide کرتے ہیں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ گورنمنٹ جو -/500 روپے کا اعزازیہ دے رہی ہے اس میں NGOs بھی اپنے پاس سے کچھ رقم add کر کے ان ٹیچرز کو provide کرتی ہیں۔

جناب سعید اکبر خان: جناب سپیکر! میرا ایک ضمنی سوال ہے۔ یہاں منسٹر صاحب نے فرمایا ہے کہ ہم عورتوں کو قومی دھارے میں لا رہے ہیں تو کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ ان کے اس جواب سے کہ "ہم یہ -/500روپے NGOs کو دیتے ہیں" کیا اس طرح یہ عورت کا استحصال کر رہے ہیں ان سے کام تو لے رہے ہیں مگر وہ -/500روپے NGOs کو دیتے ہیں آیا یہ قومی دھارے میں لا رہے ہیں یا ان کا استحصال کر رہے ہیں؟

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین (جناب کامران مائیکل): جناب سپیکر! جب ایک ادارہ خواتین کو قومی دھارے کی طرف لے جانے کے لئے اپنا مثبت، جامع اور ٹھوس کردار ادا کرتا ہے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ جب وہ ادارہ حکومت کے ساتھ مل کر کام کرتا ہے اور کسی ٹیچر کو اپنی مد میں appoint کرتا ہے تو جس ادارے نے ٹیچرز کو appoint کیا ہو یہ پیسے بھی ہم اُسی ادارے کی طرف ہی منتقل کرتے ہیں تاکہ وہ ادارہ ہی انہیں مستفید کرے کیونکہ ان پراجیکٹس کی نگہبانی بھی NGOs کی ہی ذمہ داری ہوتی ہے جو گورنمنٹ کے اشتراک سے ایسے projects پر کام کر رہی ہوتی ہیں۔

جناب سعید اکبر خان: جناب سپیکر! میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا منسٹر صاحب کو پتا ہے کہ صنعت زار میں جو عورتیں کام کرتی ہیں ان کو یہ -/500 روپے ملا کر کل کتنا ماہانہ اعزازیہ دیا جاتا ہے، کیا انہوں نے کبھی check کیا ہے؟ اگر یہ بتادیں تو ہمارے لئے بہت بڑی information ہوگی اور ہم سمجھیں گے کہ عورت کا استحصال نہیں ہو رہا۔

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین (جناب کامران مائیکل): جناب سپیکر! انہوں نے جو figures پوچھی ہیں اس حوالے سے تو information نہیں ہے لیکن اگر معزز ممبر fresh question کر دیں تو ہم انہیں detailed information provide کر دیں گے۔

جناب سعید اکبر خان: جناب سپیکر! انہوں نے جواب میں -/500 روپے کا ذکر کیا ہے قطعاً میرا fresh question نہیں بنتا۔ جب یہ -/500 روپے دیتے ہیں تو ڈیپارٹمنٹ کو اتنا پتا ہونا چاہئے کہ وہاں ایک عورت ماہانہ کتنے پیسے لے رہی ہے اور یہ ان کی ذمہ داری بھی ہے کہ ان کو protect کریں کہ ان کو اتنے پیسے ملیں جس سے وہ اپنے گھر کا خرچہ چلا سکیں یا آنے جانے کا کرایہ دے سکیں۔ یہ جو -/500 روپے ہیں یہ تو ان کے دو تین دِن کے آنے جانے کا کرایہ بھی نہیں ہے۔

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین (جناب کامران مائیکل): جناب سپیکر! جیسا کہ میں نے پہلے بھی عرض کیا، آپ کی وساطت سے میں معزز ممبر کی خدمت میں دوبارہ یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ بات نہیں ہے، وہ ٹیچرز جن کو -/500 روپے ماہانہ اعزازیہ دیا جاتا ہے یہ گورنمنٹ کی طرف سے دیا جارہا ہے۔ اس کے ساتھ NGOs نے ان ٹیچرز کو ماہانہ تنخواہوں پر رکھا ہوا ہے اور یہ اعزازیہ بھی ان کے ساتھ attach کیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر: آپ پتا کرالیں کہ وہ NGOs اُن کو کیا دیتی ہیں اور یہ اعزازیہ ملا کر ان کو کل کتنی رقم دی جاتی ہے؟ اصل بات تو یہ ہے۔

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین (جناب کامران مائیکل): جناب سپیکر! یہ پھر ہر جگہ علیحدہ سے چیز ہوگی کیونکہ ہر جگہ ٹیچرز کے لئے NGOs کی requirement الگ ہے جب وہ کسی کو ٹیچر کے طور پر نامزد کرتی ہیں یا ان کو اپنے پاس employee کرتی ہیں تو۔۔۔

جناب سپیکر: ان کا سوال حافظ آباد سے متعلق ہے وہاں کا بتادیں تو بات ختم ہو۔

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین(جناب کامران مائیکل): چلیں، ٹھیک ہے۔ ہم وہاں کی تمام رپورٹ طلب کر لیتے ہیں اور جو بھی figures آئیں گی وہ ہاؤس کے سامنے رکھ دیں گے۔

جناب سعید اکبر خان: جناب والا! آپ کا حکم سر آنکھوں پر لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ میرا question relevant ہے۔ایک سکول ٹیچر جو وہاں پر پڑھاتی ہے اس کو -/500 روپے اعزازیہ ملتا ہے، محکمے کا یہ کام ہے کہ ان کو بتائے کہ وہ وہاں پر کتنا earn کر رہی ہے، NGOs والے محکمہ کے پیسے ملا کر ان بچیوں کو کل کتنے پیسے دیتے ہیں ان کو اپنے -/500 روپے کا تو پتا ہے، جو NGOs دیتی ہے اس کا انہیں علم نہیں ہے۔ یہ House کو کیوں نہیں بتاتے کہ ان کو کتنی total amount دی جاتی ہے؟

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین(جناب کامران مائیکل): جناب سپیکر! ہم already پانچ سو روپے کے اعزازیہ کو بڑھانے کے لئے کام کر رہے ہیں اور اس کی summary بھی محکمہ خزانہ کو بھیجی ہوئی ہے۔

جناب سپیکر: اب پھر آپ ایک نئے چکر میں آ جائیں گے۔

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین(جناب کامران مائیکل): جناب والا! اعزازیہ کے ساتھ ساتھ -/3000 روپے سے -/5000 روپے NGOs ایک ٹیچر کو دے رہی ہیں اور اس میں یہ نہیں ہے کہ تین ہزار روپیہ fix ہے بلکہ تین سے پانچ ہزار روپے تک ان کو دیا جاتا ہے، ان کی qualification، مہارت یا ان کی صلاحیتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اور تجربہ کی بنیاد پر تین سے پانچ ہزار روپے تک کی رقم ان اساتذہ میں distribute کی جاتی ہے۔

جناب سعید اکبر خان: جناب والا! یہ ہمارے ملک کا قانون ہے کہ کوئی بھی ادارہ یا شخص چھ ہزار روپے سے کم تنخواہ پر employee نہیں رکھ سکتا۔

جناب سپیکر: چھ ہزار تو بن گئی، پانچ سو ادھر سے اور پانچ ساڑھے پانچ ہزار NGOs کی طرف سے۔

جناب سعید اکبر خان: جناب والا! میں جو بات کرنے لگا ہوں وہ بڑی relevant ہے۔ ہمارے اس ملک کا قانون ہے کہ کوئی آدمی چاہے وہ پرائیویٹ سیکٹر میں ہو یا گورنمنٹ سیکٹر میں، کسی آدمی کو چھ ہزار سے کم تنخواہ پر employee نہیں کر سکتا۔ یہ NGOs کو کس طرح سے allow کرتے ہیں کہ وہ تین ہزار میں employee رکھیں؟ یہ تو جو ہمارا بنیادی حق ہے یا بنیادی قانون ہے اس کی بھی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: مہربانی! چلیں، آئندہ نہیں کریں گے۔ آئندہ کے لئے محتاط ہو جائیں۔

جناب سعید اکبر خان: جناب والا! اس پر حکومت strict ہو اور ان کو کہئے کہ ان کے rights ان کو دیئے جائیں۔

جناب سپیکر: جی، اُن کو پورا حق دیا جائے۔ اگلا سوال۔۔۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب والا! میرا ابھی ایک ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: ٹائم ختم ہو گیا ہے اور ہم اب اگلے سوال پر چلے گئے ہیں۔ محترمہ راحیلہ خادم حسین صاحبہ!

محترمہ راحیلہ خادم حسین: شکریہ۔ جناب سپیکر! سوال نمبر 4252 ہے اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

محکمہ سوشل ویلفیئر میں اسامیوں کی تعداد

*4252: محترمہ راحیلہ خادم حسین: کیا وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) محکمہ سوشل ویلفیئر میں کل کتنی اسامیاں ہیں؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ محکمہ سوشل ویلفیئر میں کل 250 اسامیاں خالی ہیں؟

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین (جناب کامران مائیکل):

(الف) محکمہ سوشل ویلفیئر میں کل اسامیوں کی تعداد 4013 ہے۔

(ب) اس وقت محکمہ کے پاس کل خالی اسامیوں کی تعداد 143 ہے جن کی تفصیل تتمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

محترمہ راحیلہ خادم حسین: جناب والا! میں وزیر موصوف سے جز (ب) پر ضمنی سوال کروں گی۔ اس میں انہوں نے کہا ہے کہ 143 اسامیاں خالی ہیں۔ ایک تو میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ انہیں کب تک پُر کر دیا جائے گا، دوسرا کیا وزیر موصوف بتانا پسند فرمائیں گے کہ یہ خواتین کو قومی دھارے میں لانا چاہ رہے ہیں، جب یہ اسامیاں پُر کی جائیں گی تو کیا یہ اس میں خواتین کو priority دیں گے؟

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین(جناب کامران مائیکل):جناب سپیکر!یہ جو143اسامیاں خالی ہیں یہ ان کے سوال کی نسبت سے ہیں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ کچھ اسامیاں ہم نے پبلک سروس کمیشن میں بھیج دی ہیں اور ان کی add بھی آ گئی ہے۔ میں اس میں وثوق کے ساتھ یہ کہنا چاہوں گا کہ ہماری یہ ہمیشہ سے priority رہی ہے کہ خواتین کی بہبود کے لئے جو خواتین کے سنٹرز ہیں وہاں پر ہم خواتین کو ہی priority دیں اور جب job کی بات آئے تو خواتین ہی اس سے مستفید ہو سکیں۔

جناب سعید اکبر خان: جناب والا! میری یہ گزارش ہے کہ آج وزیر موصوف عورتوں کو قومی دھارے میں لانے اور development میں حصہ دینے کے لئے بہت keen ہیں اور مجھے اس بات کا یقین ہے اس لئے میں یہ request کرتا ہوں کہ ہماری خواتین ممبران کو development funds بھی دیئے جائیں تاکہ یہ بھی اس قومی دھارے میں ہمارے ساتھ شامل ہو جائیں۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب والا! مجھے یہ جان کر بڑی خوشی ہوئی کہ یہاں Government bench کی طرف سے message آیا ہے کہ خواتین ہی کو نوکریاں دی جائیں گی، انہی کو facilitate کیا جائے گا۔ میرا اس پر ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا حکومت women development ministry بھی اپنے ہی bench سے کسی خاتون ممبر کو accommodate کرنے کا ارادہ رکھتی ہے کیونکہ یہ بھی خواتین ہی کا حق ہے؟

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین(جناب کامران مائیکل):جناب سپیکر! میں پہلے بھی ایک دفعہ بات کر چکا ہوں کہ یہ ایک بڑا اچھا gesture ہے جو حکومت پنجاب کی طرف سے جا رہا ہے باقی تینوں صوبوں میں خواتین کی نمائندگی خواتین ہی کر رہی ہیں۔ پنجاب ایک ایسا صوبہ ہے جس میں خواتین کی نمائندگی ایک مرد کر رہا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بڑی اچھی اور خوش آئند بات ہے جو قومی دھارے کے حوالے سے بار بار دُہرائی جا رہی ہے۔ آج کا انسان اکیسویں صدی میں داخل ہو گیا ہے، آج کا انسان ایک دوسرے کے حقوق کی بات کرتا ہے، آج مرد بھی خواتین کے rights کی بات کرتے ہیں، یہ آج سے پہلے نہیں تھا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ پنجاب حکومت کی طرف سے ایک بڑا اچھا gesture ہے کہ آج خواتین کی نمائندگی ایک مرد وزیر کر رہا ہے۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب والا! کیا اس کا یہی مقصد ہے کہ حکومت اپنی کسی خاتون ممبر کو پارلیمانی سیکرٹری یا وزیر بنانے کا ارادہ نہیں رکھتی؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): جناب والا! باہر ایک جلوس آیا ہوا ہے۔ میری یہ گزارش ہے کہ ایک وفد بھیجا جائے تاکہ ان طلباء کے جو problems ہیں ان کو حل کیا جا سکے۔

جناب سپیکر: آپ اور ڈاکٹر سعید الٰہی صاحب جائیں اور ان سے بات کریں۔ اگلا سوال جناب سردار خالد سلیم بھٹی صاحب کا ہے۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبر رانا محمد ارشد اور ڈاکٹر سعید الٰہی طلباء کے جلوس سے بات کرنے کے لئے ایوان سے باہر تشریف لے گئے)

سردار خالد سلیم بھٹی: سوال نمبر 4980 اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ضلع وہاڑی، محکمہ کے اداروں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*4980: **سردار خالد سلیم بھٹی:** کیا وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) ضلع وہاڑی میں محکمہ سماجی بہبود کے کتنے ادارے کام کر رہے ہیں؟

(ب) کتنے ادارے ایسے ہیں جن میں ٹیکنیکل تعلیم دی جاتی ہے؟

(ج) ان اداروں میں زیر تعلیم طالب علموں کی تعداد بتائیں؟

(د) ان اداروں میں تعینات سرکاری ملازمین کے نام، عہدہ، گریڈ بتائیں؟

(ہ) ان اداروں کے سال 08۔2007 اور 09۔2008 کے اخراجات بتائیں؟

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین (جناب کامران مائیکل):

(الف) ضلع وہاڑی میں محکمہ سماجی بہبود کے دو ادارے کام کر رہے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:-

(i) صنعت زار (ii) دارالامان وہاڑی

(ب) ضلع وہاڑی کے دو اداروں صنعت زار اور شیلٹر ہوم (دارالامان) میں ٹیکنیکل تعلیم دی جاتی ہے-

(ج) صنعت زار وہاڑی میں موجود زیر تعلیم خواتین کی تعداد 101 ہے جبکہ دارالامان وہاڑی میں رہائش پذیر خواتین کی تعداد 14 ہے-

(د) ان اداروں میں تعینات سرکاری ملازمین کے نام، عہدہ، گریڈ کی لسٹ ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے-

(ہ)

	2007-08	2008-09
صنعت زار	1681958	1840019
دارالامان	1441234	1364103

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

سردار خالد سلیم بھٹی: جناب والا! وزیر موصوف مجھے یہ بتائیں کہ صنعت زار میں کون سے ہنر کی تعلیم دی جاتی ہے اور تعلیم مکمل ہونے کے بعد ان کو ڈپلومہ بھی جاری کیا جاتا ہے اور کیا اس ڈپلومہ پر وہ سرکاری نوکری کے لئے اہل ہوتا ہے؟

جناب سپیکر: آپ نے تو اپنے سوال میں تعداد پوچھی ہے اس کا جواب تو انہوں نے دے دیا ہے۔اب آپ سوال کریں۔

سردار خالد سلیم بھٹی: جناب والا! انہوں نے جواب میں بتایا ہے کہ اس میں جو تعلیم دی جاتی ہے وہ ہنر کی تعلیم دی جاتی ہے میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کون سے ہنر کی تعلیم دی جاتی ہے اور اس کے بعد ان کو کوئی ڈپلومہ بھی جاری کیا جاتا ہے؟

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین (جناب کامران مائیکل): جناب والا! صنعت زار میں خواتین کو مختلف شعبوں سے related کام سکھایا جاتا ہے جیسا کہ میں نے پہلے بھی عرض کیا کہ سلائی کڑھائی اور ہنر مند بنانے کے لئے مختلف شعبوں میں انہیں تعلیم دی جاتی ہے تاکہ وہ معاشرے کا اچھا شہری بنیں اور انہیں روزگار کے مواقع فراہم کئے جا سکیں۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ۔۔۔

جناب سپیکر: وہ پوچھ رہے ہیں کہ کون کون سے ہنر سکھائے جاتے ہیں؟

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین (جناب کامران مائیکل): جناب والا! اس میں سلائی کڑھائی، بیوٹیشن، ایمبرائیڈری اور کوکنگ وغیرہ کے کورس شامل ہیں اور اسی طرح کے مختلف courses ہیں جن سے یہ مستفید ہوتی ہیں۔

سردار خالد سلیم بھٹی: کورس مکمل ہونے کے بعد اس کا کوئی ڈپلومہ بھی جاری کیا جاتا ہے؟

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین (جناب کامران مائیکل): جتنا عرصہ انہوں نے مہارت حاصل کی ہوتی ہے اس کا ڈپلومہ انہیں دیا جاتا ہے اور سرٹیفکیٹ بھی جاری کیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر: اگلا سوال بھی آپ ہی کا ہے۔

سردار خالد سلیم بھٹی: سوال نمبر 4981 اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ضلع وہاڑی، محکمہ سماجی بہبود کا بجٹ و دیگر تفصیلات

*4981: **سردار خالد سلیم بھٹی:** کیا وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) ضلع وہاڑی محکمہ سماجی بہبود کو مالی سال 08۔2007 اور 09۔2008 کے دوران کتنی رقم کس کس مد میں موصول ہوئی؟

(ب) ان سالوں کے دوران کتنی رقم کس کس فلاحی کام پر خرچ ہوئی، تفصیل علیٰحدہ علیٰحدہ بتائیں؟

(ج) کتنی رقم ان سالوں کے دوران ترقی خواتین پر خرچ ہوئی؟

(د) کتنی رقم خواتین کو ٹیکنیکل تعلیم دینے پر خرچ ہوئی؟

(ہ) کیا حکومت اس ضلع میں مزید فلاحی ادارے کھولنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین (جناب کامران مائیکل):

(الف) ضلع وہاڑی محکمہ سماجی بہبود کو مالی سال 08-2007 میں کل 90 لاکھ 11 ہزار 966 روپے اور مالی سال 09-2008 کے دوران کل 99 لاکھ 14 ہزار 274 روپے موصول ہوئے۔ تفصیل تتمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ اس دوران صوبائی حکومت کی طرف سے دارالامان کی بلڈنگ کی تعمیر کے لئے مالی سال 09-2008 کے دوران کل فنڈز موصول ہوئے۔

(ب) یہ رقم مندرجہ ذیل منصوبوں / اداروں پر خرچ کی گئی:۔

1- صنعت زار

2- دارالامان

3- میڈیکل سوشل سروسز پراجیکٹ وہاڑی، بورے والہ، میلسی اور لگو

4- کیمونٹی ڈویلپمنٹ پراجیکٹ وہاڑی، بورے والہ، میلسی

5- تعمیر بلڈنگ دارالامان

6- ضلعی آفس وہاڑی

(ج) ان سالوں کے دوران دو اداروں صنعت زار وہاڑی اور دارالامان وہاڑی کے غیر ترقیاتی بجٹ کے ذریعے ترقی خواتین پر خرچ ہوئی جس کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

	2007-08	2008-09
صنعت زار	1,681,958/-	1,840,019/-
دارالامان	1,441,234/-	1,364,103/-

(د) ۔ایضاً۔

(ہ) فی الحال کوئی بھی ترقیاتی سکیم زیر غور نہ ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

سردار خالد سلیم بھٹی: جناب والا! بورے والہ میں ان کا ایک community project ہے جو ایک اہم ادارہ ہے اور تحصیل بورے والہ کی 32 یونین کونسلوں میں 35 NGOs کی دیکھ بھال کر رہا ہے۔ان میں سے کتنی NGOs ایسی ہیں جو کہ پنجاب حکومت کے فنڈز سے چل رہی ہیں اور کتنی NGOs ایسی ہیں جن کا پنجاب حکومت پر کوئی بوجھ نہ ہے؟

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین (جناب کامران مائیکل): جناب سپیکر! اس سوال میں انہوں نے NGOs کی detail نہیں پوچھی تھی اس لئے NGOs کی detail میرے پاس موجود نہیں ہے۔ میں آپ کی وساطت سے استدعا کروں گا کہ معزز ممبر کو اگر NGOs کی detail چاہئے تو provide کر دیں گے۔

سردار خالد سلیم بھٹی: میں یہ کہہ رہا ہوں کہ یہ ادارہ وہاں پر کیا کام کر رہا ہے؟

جناب سپیکر: وہ کہہ رہے ہیں کہ Government funded اداروں کے نام بتا دیں۔

سردار خالد سلیم بھٹی: جناب والا! بورے والہ میں جو آپ نے کمیونٹی ڈویلپمنٹ project بنایا ہے وہ وہاں پر کیا ڈیوٹی سرانجام دے رہا ہے؟

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین (جناب کامران مائیکل): جناب سپیکر! کمیونٹی ڈویلپمنٹ کے حوالے سے عرض کروں گا کہ اس میں مختلف NGOs کو ہم متحرک کرتے ہیں تاکہ وہ لوگوں کے بالخصوص خواتین کے مسائل حل کرنے میں اپنا احسن کردار ادا کریں۔ ہمارے محکمہ سوشل ویلفیئر بورڈ کے پاس یہ اختیار ہوتا ہے کہ وہ پچاس ہزار تک funding کر سکتا ہے لیکن اگر پچاس ہزار سے زائد funding کی ضرورت

ہو تو پھر ہم اس میں بیت المال کو منسلک کرتے ہیں اور وہ ان NGOs کو مؤثر طریقے سے خدمت کرنے کے حوالے سے تقریباً پانچ لاکھ تک funding کر سکتا ہے۔

سردار خالد سلیم بھٹی: جناب سپیکر! میں نے سوال کیا ہے کہ ان میں سے کون سی NGOs حکومت پنجاب پر بوجھ ہیں اور کون سی NGOs پنجاب حکومت سے کچھ نہیں لیتیں؟

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین (جناب کامران مائیکل): جناب سپیکر! میں نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ کمیونٹی ڈویلپمنٹ کا کام نگرانی کا ہے، یہ NGOs کی نگرانی کرتی ہے کہ وہ کس طریقے سے اپنا کام سرانجام دے رہی ہیں اور انہیں فعال بنانے میں اپنا کردار ادا کرتا ہے لیکن آپ نے اس کی funding کی detail نہیں پوچھی لہذا آپ یہ fresh question کریں تو پھر ہم آپ کو اس کی تفصیل مہیا کر سکتے ہیں۔

سردار خالد سلیم بھٹی: ایسی کون کون سی NGOs ہیں جو حکومت پنجاب سے فنڈز لے رہی ہیں؟ وہاں پر جو کام ہو رہے ہیں انہیں lookafter کرنے کے لئے ان کے پاس عملہ ہی نہیں ہے، وہاں گریڈ سترہ کے ڈپٹی ڈسٹرکٹ آفیسر کی سیٹ عرصہ تین سال سے خالی ہے اس کے بعد دو سپروائزر سوشل ویلفیئر ہوتے ہیں وہ بھی تین سال سے موجود نہیں ہیں۔جب وہاں کوئی آدمی موجود نہیں ہے تو پھر وہاں دفتر کو کون lookafter کرتا ہے؟ میں ان کو کچھ نام بتا دیتا ہوں بسم اللہ ویلفیئر سوسائٹی 505 کو جنوری 2010 سے دسمبر تک پچیس ہزار روپے دیئے گئے ہیں، بورے والہ ویلفیئر کو بھی پچیس ہزار روپے دیئے گئے ہیں، گگو کو بھی پچیس ہزار روپے دیئے گئے ہیں لہذا آپ اس بارے میں وضاحت سے جواب دیں۔

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین (جناب کامران مائیکل): جناب سپیکر! معزز ممبر نے جو نشاندہی کی ہے اگر یہ مجھے provide کر دیں تو میں پورے ہاؤس کے سامنے تمام figures رکھوں گا اور اگر کوئی بندہ اپنی ڈیوٹی پر نہیں ہے تو میں اس کے خلاف بھی بھرپور طریقے سے قانونی کارروائی عمل میں لاؤں گا۔

سردار خالد سلیم بھٹی: جناب سپیکر! منسٹر صاحب ٹیلی فون پر confirm کر کے کل جواب دے دیں۔

جناب سعید اکبر خان: جناب سپیکر! جب وہاں کسی کو post ہی نہیں کیا گیا تو پھر انہوں نے action کیا لینا ہے؟ اگر وہاں ڈپٹی پاپولیشن ویلفیئر آفیسر کی posting ہی نہیں ہے تو انہوں نے action کیا لینا ہے؟

جناب سپیکر: وہاں post ہے بھی یا نہیں؟

جناب سعید اکبر خان: یہ بتائیں کہ وہاں posts خالی ہیں یا fill ہیں۔اگر وہاں بندے post ہی نہیں ہیں تو یہ action کیا لیں گے ؟

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب! کوئی اچھی بات ہے یا نہیں ؟

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین (جناب کامران مائیکل): جناب سپیکر! یہ بات نہیں کہ وہاں پر یہ ادارہ کام نہیں کر رہا لیکن میں معزز ممبر کی بات کو second کرتا ہوں کہ ہمارے پاس سٹاف کی کمی ضرور ہے۔ یہ بات نہیں کہ وہاں پر محکمہ exist نہیں کر رہا یا perform نہیں کر رہا۔ بہر حال سٹاف کی کمی دور کرنی ہے ہم اس کی recruitment کے لئے تحریری طور پر پبلک سروس کمیشن کو لکھ رہے ہیں تاکہ recruitment کا عمل جلدی مکمل ہو سکے۔

سردار خالد سلیم بھٹی: جناب سپیکر! وزیر موصوف بتائیں گے کہ ان کی جگہ پر کون کام کر رہا ہے ؟

جناب سپیکر: حضرت! کسی کے پاس تو acting charge ہوگا جو وہاں کام کر رہا ہے۔

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین (جناب کامران مائیکل): جناب سپیکر! اس وقت مجھے نام کا پتا نہیں ہے لیکن میں اس بارے میں محکمے سے مکمل تفصیل لے کر انہیں فراہم کر سکتا ہوں۔

جناب سعید اکبر خان: جناب سپیکر! یہ Rules of Procedure میں موجود ہے کہ جب بھی کوئی سوال آتا ہے تو اس کے ساتھ information's ہاؤس کو provide کی جائیں۔

جناب سپیکر: وہ تو لکھا ہوا ہے۔

جناب سعید اکبر خان: اگر سوال پڑھنا ہے اور صرف اس کا جواب پڑھ کر سنانا ہے تو پھر اس تمام exercise کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ معزز ممبر نے سوال دیا ہے اور آگے سے یہ اٹھ کر جواب پڑھ دیتے ہیں اس کے علاوہ آگے پیچھے ان کو پتا ہی نہیں ہے۔اس طرح تو اس پوری exercise کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں آج تھوڑا سا معاملہ خراب ہے۔

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین (جناب کامران مائیکل): جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے معزز ممبر کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہم نے یہ چیز تسلیم کی ہے کہ وہ پورا سٹاف موجود نہیں ہے اور اسے بھرتی کرنے کے لئے ہم نے پبلک سروس کمیشن کو لکھ بھیجا ہے لیکن جیسا کہ معزز ممبر کی طرف

سے سوال آ رہا ہے کہ اگر وہ کام نہیں کر رہا تو اس کی جگہ کون سا بندہ کام کر رہا ہے اس کا نام بتائیں تو ایسی detailsہمارے پاس نہیں ہوتیں ہم محکمے سے لے کر آپ کو provideکر دیں گے۔

جناب سعید اکبر خان: جناب سپیکر! محکمہ ہی ان سوالوں کے جواب بنا کر دیتا ہے وہی ان کو explainکرتا ہے اور ان کا کام ہے کہ یہ information'sرکھیں۔

جناب سپیکر: پلیز، تشریف رکھیں۔اس سوال کا ٹائم ختم ہو گیا ہے۔ تمام منسٹر صاحبان! جب آپ سوالات کے جوابات دینے کے لئے محکمے میں بیٹھتے ہیں جو لکھا ہے وہ تو ٹھیک ہے لیکن اس کے علاوہ بھی ضمنی سوال ہوتے ہیں تو آپ کے پاس ان کا جواب تو مکمل ہونا چاہئے۔ محترمہ خدیجہ عمر صاحبہ! اگلا سوال آپ کا ہے۔

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! سوال نمبر 5099 ہے میری استدعا ہے کہ اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ضلع گجرات، بے سہارا بزرگ شہریوں کے لئے رہائش مہیا کرنے کا مسئلہ

*5099: محترمہ خدیجہ عمر: کیا وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا حکومت ضلع گجرات میں بے سہارا بزرگ شہریوں کے لئے رہائش مہیا کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

(ب) اگر جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت ضلع گجرات میں کس کس مقام پر مذکورہ ادارے قائم کرنے کے منصوبے تیار کر رہی ہے، اگر کوئی منصوبہ تیار نہیں کیا گیا یا زیر غور نہیں تو اسکی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین (جناب کامران مائیکل):

(الف) فی الحال ایسا کوئی منصوبہ زیر غور نہ ہے۔

(ب) محکمہ سماجی بہبود نے اب تک تین اضلاع لاہور، ملتان اور راولپنڈی میں بزرگ شہریوں کے لئے عافیت کے نام سے ادارے قائم کر رکھے ہیں اور موجودہ مالی سال کے دوران ضلع ساہیوال، ٹوبہ ٹیک سنگھ اور نارووال میں بزرگ شہریوں کو سہولیات فراہم کرنے کے لئے عافیت کی عمارات زیر تعمیر ہیں جو کہ امید کی جاتی ہے کہ موجودہ مالی سال کے دوران مکمل ہو

جائیں گی۔ جس کے بعد ان شہروں میں سہولیات کے تجربے کو مدنظر رکھتے ہوئے دیگر شہروں میں ان کو فراہم کرنے کا فیصلہ کرے گا۔ جیسے ہی ان سہولیات کی مزید پھیلاؤ کا فیصلہ ہو گا تو ضلع گجرات کو بھی اس میں شامل کیا جائے گا۔

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! جن اضلاع میں عافیت کی عمارات زیر تعمیر ہیں وہ کن مراحل میں ہیں، کتنے عرصے تک مکمل ہو جائیں گی، ان کی تعمیر کب شروع کی گئی، ان پر تخمینہ لاگت کتنا تھا اور انہیں کب مکمل ہونا تھا؟

جناب سپیکر: یہ تو چھ سات سوال ہو گئے ہیں، آپ ایک ایک ضمنی سوال کریں۔

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! چونکہ ٹائم بہت تھوڑا رہ گیا ہے اس لئے میں نے یہ سوال کئے ہیں۔ کیا وزیر موصوف بتائیں گے کہ آئندہ آنے والے بجٹ میں گجرات میں عافیت کا ادارے بنانے کے لئے کوئی فنڈز مختص کر رہے ہیں یا نہیں اور یہ بھی بتائیں کہ انہوں نے یہ کیسے judge کیا کہ گجرات میں senior citizens موجود نہیں ہیں یا وہاں پر ضرورت نہیں ہے کیا انہوں نے اس بارے میں کوئی survey کرایا ہے؟

جناب سپیکر: بعد والی بات کا تو مجھے بھی پتا نہیں چلا۔ میں ان سے کیا پوچھوں؟ آپ ایک ایک کر کے ضمنی سوال پوچھیں۔

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! جن اضلاع میں عافیت کی عمارات زیر تعمیر ہیں وہ کن مراحل میں ہیں اور کتنے عرصے تک مکمل ہو جائیں گی؟ پہلے اس کا جواب دے دیں پھر میں اگلا ضمنی سوال کرتی ہوں۔ کیونکہ جز (ب) میں بتایا گیا ہے کہ وہ زیر تعمیر ہیں۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحب! وہ عمارات کب تک مکمل ہو جائیں گی؟

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین (جناب کامران مائیکل): جناب سپیکر! بنیادی طور پر انہوں نے تین اضلاع کی بابت پوچھا ہے۔

جناب سپیکر: اب تو وہ گجرات کے بارے میں بھی پوچھ رہی ہیں۔

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین (جناب کامران مائیکل): انہوں نے نارووال، ساہیوال اور ٹوبہ ٹیک سنگھ کے بارے میں پوچھا ہے، نارووال کی بلڈنگ کا کل تخمینہ 19.359 ملین روپے ہے، ساہیوال کی بلڈنگ 12.568 ملین روپے سے مکمل کر دی گئی ہے اسی طرح ٹوبہ ٹیک سنگھ کی بلڈنگ کا تخمینہ بھی 19.384

ملین روپے لگایا گیا ہے۔عافیت میں بزرگ افراد کو کھانا کھلانا، ان کی رہائش اور تفریح کے لئے مواقع فراہم کرنا اور لائبریری وغیرہ بنانا ہے۔یہ عافیت کی ایک پہچان ہے اور ہم وہاں بزرگوں کو ایسی چیزیں provide کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحب! محترمہ گجرات کے بارے میں بھی کچھ پوچھ رہی ہیں۔

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! آئندہ آنے والے بجٹ میں گجرات میں عافیت کا ادارہ بنانے کا کوئی ارادہ ہے اگر ہے تو اس کے لئے کتنے فنڈز مختص کئے ہیں؟

جناب سپیکر: ابھی تو فنڈز مختص نہیں کئے ہوں گے۔منسٹر صاحب! محترمہ پوچھ رہی ہیں کہ گجرات میں عافیت سنٹر بنانے کا ارادہ ہے؟

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین (جناب کامران مائیکل): جناب سپیکر! ہم بالکل گجرات میں بھی اس پراجیکٹ کو آگے لے کر چلنا چاہتے ہیں اور امید ہے کہ ہم اگلے مالی سال میں اس پراجیکٹ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں اپنا مثبت role play کریں گے۔

جناب سپیکر: اگلا سوال بھی محترمہ خدیجہ عمر صاحبہ کا ہے۔

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! سوال نمبر 5100۔اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ضلع گجرات، خواتین کے لئے دارالامان بنانے کی تفصیلات

*5100: محترمہ خدیجہ عمر: کیا وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا ضلع گجرات میں کوئی دارالامان ہے اگر ہاں تو کس جگہ واقع ہے اور کتنی خواتین رہائش پذیر ہیں ان میں سے کتنی خواتین کے کیس عدالتوں میں پینڈنگ ہیں۔ان میں سے کتنی خواتین working women اور کتنی گھریلو ہیں؟

(ب) اگر ضلع گجرات میں کوئی دارالامان نہیں ہے تو کیا حکومت کوئی ایسا ادارہ خواتین کی فلاح و بہبود اور رہائشی مسائل کے حل کے لئے قائم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین (جناب کامران مائیکل):

(الف) جی ہاں، ضلع گجرات میں محکمہ سماجی بہبود کے زیر انتظام ایک دارالامان کام کر رہا ہے جو کوٹھی نمبر 84-83 مرغزار کالونی قینچی گراؤنڈ گجرات میں واقع ہے۔اس وقت اس میں کل 24 عورتیں اور 04 بچے رہائش پذیر ہیں اور ان میں سے 05 خواتین کے کیسز عدالتوں میں زیر سماعت ہیں۔ان میں سے 02 خواتین نے خرچہ کا دعویٰ کر رکھا ہے جبکہ 03 خواتین نے تنسیخ نکاح کا دعویٰ کر رکھا ہے یہ سب کی سب گھریلو خواتین ہیں۔

(ب) چونکہ گجرات میں دارالامان کام کر رہا ہے لہذا اس جز کا جواب دینا ضروری نہ ہے۔

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! اس سوال کا جواب 16۔جولائی 2010 کو آیا تو میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ اس وقت latest صورتحال کیا ہے، اب اس ادارے میں کل کتنی خواتین اور بچے رہائش پذیر ہیں؟

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین (جناب کامران مائیکل): جناب سپیکر! دارالامان گجرات میں اس وقت کل 16 خواتین اور 5 بچے رہائش پذیر ہیں جن میں سے 7 خواتین کے cases عدالتوں میں زیر سماعت ہیں۔

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! دارالامان گجرات کے لئے 2010 میں کتنے funds مختص کئے گئے اور اب تک کتنے funds استعمال ہو چکے ہیں؟

(اذانِ عصر)

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین (جناب کامران مائیکل): جناب سپیکر! اس کے لیے تقریباً 3 ملین روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! جن خواتین کے cases عدالتوں میں زیر سماعت ہیں ان کی موجودہ صورتحال کیا ہے اور ان پر کیا اخراجات آرہے ہیں؟

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین (جناب کامران مائیکل): جناب سپیکر! ہم نے بالکل latest صورتحال سے آگاہ کیا ہے کہ 7 خواتین کے cases عدالتوں میں زیر سماعت ہیں۔ابھی تک ان کا فیصلہ نہیں ہوا جیسے ہی عدالت کی طرف سے کوئی decision آیا تو ہم اس پر عملدرآمد کریں گے۔

جناب سپیکر: اگلا سوال محترمہ نسیم لودھی صاحبہ کا ہے۔

محترمہ نسیم لودھی: جناب سپیکر! سوال نمبر 5378۔اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ماڈل ٹاؤن لاہور، ویمن ڈویلپمنٹ سنٹر سے متعلقہ تفصیلات

*5378: محترمہ نسیم لودھی: کیا وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ماڈل ٹاؤن لاہور میں ویمن ڈویلپمنٹ سنٹر قائم ہے ؟

(ب) ویمن ڈویلپمنٹ سنٹر کا کل کتنا رقبہ ہے اور اس پر کتنی لاگت آئی ؟

(ج) کیا یہ درست ہے کہ ویمن ڈویلپمنٹ سنٹر لاہور میں خواتین کے لئے جم بھی بنایا جائے گا؟

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین (جناب کامران مائیکل):

(الف) جی ہاں! یہ درست ہے کہ ماڈل ٹاؤن لاہور میں ویمن ڈویلپمنٹ سنٹر قائم ہے۔

(ب) ویمن ڈویلپمنٹ سنٹر کی موجودہ عمارت کا کل رقبہ 13 کنال ہے یہ عمارت مالی سال 1987-88 میں بنائی گئی تھی اور اس پر کل 65 لاکھ روپے لاگت آئی تھی جبکہ موجودہ توسیعی منصوبہ پر کل لاگت کا تخمینہ 145.617 ملین روپے ہے اور اس کا کل رقبہ تقریباً 04 کنال ہے۔

(ج) جی ہاں! یہ درست ہے کہ ویمن ڈویلپمنٹ سنٹر میں خواتین کے لئے جم بھی بنایا جائے گا۔

محترمہ نسیم لودھی: جناب سپیکر! جواب کے جز (ب) میں بتایا گیا ہے کہ "یہ عمارت 1987-88 میں بنائی گئی تھی اور اس پر کل 65 لاکھ روپے خرچ آئے تھے" میری اطلاع کے مطابق یہ figures غلط ہیں، ویمن ڈویلپمنٹ سنٹر کی تعمیر پر اس سے زیادہ رقم خرچ ہوئی ہے۔ دوسرا اس عمارت میں ابھی تک بجلی اور پانی مہیا نہیں کیا گیا جس کی وجہ سے یہ استعمال میں نہیں لائی جا سکی۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ کا سوال کیا ہے ؟

محترمہ نسیم لودھی: جناب سپیکر! میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ ویمن ڈویلپمنٹ سنٹر کی نئی عمارت میں بجلی اور پانی کب تک فراہم کر دیا جائے گا؟ دوسرا وہاں پر خواتین کے لئے ایک جم بنانے کا منصوبہ زیر غور تھا تو اس حوالے سے کیا progress ہے ؟

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین (جناب کامران مائیکل): جناب سپیکر! یہ عمارت تکمیل کے آخری مراحل میں ہے۔ چونکہ نئی عمارت کا structure پرانی عمارت کے ساتھ کھڑا کیا گیا ہے جس کی وجہ سے واپڈا کی طرف سے یہ اعتراض آیا ہے کہ یہ ایک ہی عمات ہے، اس میں کوئی partition نہیں ہے

اس لئے یہاں پر صرف ایک ہی میٹر لگے گا۔پہلی عمارت میں ہوسٹل بھی ہے جہاں پر خواتین رہ رہی ہیں۔جب ان دونوں عمارتوں کے لئے بجلی کا ایک ہی میٹر کام کرے گا تو لامحالہ بجلی کا بل زیادہ آئے گا۔ہم نے اس کے لئے ایک line of actionتیار کیا ہے۔ہم ان دونوں عمارتوں کے درمیان ایک دیوار بنا رہے ہیں تاکہ partitionہو جائے اور ان کو دو عمارتیں considerکیا جائے اور اس طرح نئی عمارت میں بجلی کا علیحدہ سے میٹر لگ جائے گا۔اگلے ایک،ڈیڑھ ماہ میں یہ تمام procedure completeہو جائے گا۔دوسرا خواتین کے لئے وہاں پر ایک جم بھی بنایا جارہا ہے۔ہم خواتین کو facilitateکرنے کے لئے اپنی تمام تر کوششوں کو بروئے کار لائیں گے۔

جناب سپیکر:اگلا سوال انجینئر قمرالاسلام راجہ صاحب کا ہے۔

محترمہ ساجدہ میر:جناب سپیکر!ان کے ایماء پر سوال نمبر5495۔اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔(معزز ممبر نے انجینئر قمرالاسلام راجہ کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا۔)

جناب سپیکر:ٹھیک ہے۔اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ضلع ساہیوال میں معذور افراد کو معذوری سرٹیفکیٹ جاری کرنے کی تفصیلات

*5495:انجینئر قمرالاسلام راجہ:کیا وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ خصوصی افراد کے لئے خصوصی کمپیوٹرائزڈ شناختی کارڈ بنوانے کے لئے معذوری سرٹیفکیٹ کی ضرورت ہوتی ہے کیا یہ بھی درست ہے کہ اضلاع میں معذوری سرٹیفکیٹ بنوانے کے لئے ایک پیچیدہ طریق کار وضع کیا گیا ہے اور ایک معذور فرد کو اس کے حصول کے لئے مختلف محکموں اور دفتروں کے چکر لگانے پڑتے ہیں؟

(ب) اگر یہ درست ہے تو اس کا طریق کار کیا ہے اور اس کے لئے کتنا عرصہ درکار ہے نیز ضلع ساہیوال میں اب تک کتنے افراد نے معذوری سرٹیفکیٹ کے حصول کے لئے درخواستیں دی ہیں اور ان میں سے کتنے افراد کو یہ سرٹیفکیٹ جاری کئے گئے ہیں؟

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین (جناب کامران مائیکل):

(الف) جی ہاں۔یہ درست ہے کہ خصوصی کمپیوٹرائزڈ شناختی کارڈ بنوانے کے لئے خصوصی افراد کے لئے معذوری سرٹیفکیٹ بنوانا ضروری ہے۔سرٹیفکیٹ کے حصول کا طریق کار گورنمنٹ نے وضع کیا ہے جو پیچیدہ نہ ہے اور نہ ہی اس کے لئے مختلف محکموں کے چکر کاٹنے پڑتے ہیں۔

(ب) معذوری سرٹیفکیٹ حاصل کرنے کے لئے طریق کار یہ ہے کہ مینجر ایمپلائمنٹ ایکسچینج کے پاس معذور افراد کی رجسٹریشن کی جاتی ہے اور اس کے بعد ڈسٹرکٹ آفیسر سوشل ویلفیئر ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر ہسپتال میں معذور افراد کا بورڈ کروا کر انہیں معذوری کا سرٹیفکیٹ جاری کرتا ہے۔

معذور افراد کی سہولت کے لئے اب ہر مہینہ میں دو بار بورڈ کروایا جاتا ہے ضلع ساہیوال میں اب تک کل 1819 افراد نے معذوری سرٹیفکیٹ کی درخواستیں دی ہیں جن میں سے 1307 افراد کو یہ سرٹیفکیٹ جاری کئے جا چکے ہیں۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! جواب کے جز (ب) میں لکھا گیا ہے کہ "کل 1819 افراد نے معذوری سرٹیفکیٹ کی درخواستیں دیں جن میں سے 1307 افراد کو یہ سرٹیفکیٹ جاری کئے جا چکے ہیں" کیا وزیر موصوف بتائیں گے کہ 513 افراد کو یہ معذوری سرٹیفکیٹ کیوں نہیں جاری کئے گئے، دوسرا جن افراد نے ان سرٹیفکیٹ کی بنیاد پر نوکریاں حاصل کی ہیں کیا وہ قانونی ہیں؟

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین (جناب کامران مائیکل): جناب سپیکر! معزز ممبر نے بڑی اچھی نشاندہی کی ہے کہ 1819 افراد نے معذوری سرٹیفکیٹ کے لئے درخواستیں دیں لیکن ان میں سے 1307 افراد کو یہ معذوری سرٹیفکیٹ جاری کئے گئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت معذور افراد کی فلاح و بہبود کے لئے اور انہیں معاشرے میں ان کا جائز مقام دلوانے کے لئے نوکریوں میں 2 فیصد کوٹا مختص کیا جا چکا ہے جس کی وجہ سے ہر انسان اس خواہش کا اظہار کرتا ہے کہ میں اپنے آپ کو کسی طریقے سے disable show کروں، یہ سرٹیفکیٹ جاری کراؤں اور اس 2 فیصد کوٹا سے مستفید ہو سکوں۔ جن افراد کی درخواستیں رد کی گئی ہیں یہ اس criteria پر پورے نہیں اُترتے تھے جس میں ایم ایس اور ڈسٹرکٹ سوشل ویلفیئر آفیسر بورڈ کے ممبر ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ڈی ایچ کیو کا ایم ایس بھی بورڈ کا ممبر ہے وہ اس کی تشخیص کرتا ہے اور ذمہ داری کے ساتھ Certificates دیئے جاتے ہیں کیونکہ وہ بندے یہ Certificates نوکری کے لئے دی جانے والی درخواستوں کے ساتھ لف کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں

کہ یہ بڑی حساس نوعیت کے cases ہوتے ہیں کیونکہ اگر کسی بندے کو یہ Certificate جاری ہو جائے تو اس کو وہ نوکری مل سکتی ہے اور وہ gazetted posts پر نوکری کا خواہشمند ہو سکتا ہے اس لئے ایسی چیزوں کو بڑی باریک بینی سے دیکھا جاتا ہے اور جن پانچ سو سے زائد لوگوں کی درخواستیں رد کی گئی تھیں جو اس criteria پر پورا نہیں اترتے تھے۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! ان 1307 میں سے کتنے لوگ ہیں جنھیں ضلع ساہیوال میں نوکریاں ملی ہیں؟

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین (جناب کامران مائیکل): جناب سپیکر! اس وقت ضلع ساہیوال میں کوئی بھی درخواست زیر التواء نہیں ہے۔ اب سے قبل جتنی بھی درخواستیں آئی تھیں ان پر فیصلے ہو چکے ہیں۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! میں نے منسٹر صاحب سے پوچھا تھا کہ Certificates تو جاری ہو گئے لیکن نوکریاں کن افراد کو دو فیصد کوٹا میں سے ملی ہیں اور ان کی تعداد کیا ہے، انھیں بورڈ certificate جاری کرتا ہے تو کتنے افراد کو نوکریاں دی گئی ہیں؟ منسٹر صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کیونکہ یہ خواتین کے علاوہ معذور افراد کا بھی مسئلہ ہے اور ان کے لئے علیحدہ سے سپیشل ایجوکیشن کی وزارت بھی ہے۔ میرا سوال یہ ہے کہ آپ نے Certificates تو دے دیئے، اس کے بعد آپ نے کتنے لوگوں کو کن کن جگہوں پر نوکریاں دی ہیں؟

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین (جناب کامران مائیکل): جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے معزز ممبر کو یہ باور کرا دینا چاہتا ہوں کہ ہمارے محکمے کا کام ان کی disability کو check کرنا اور declare کرنا ہے یا Certificate جاری کرنا ہے، نہ کہ ان کو نوکریاں دینا ہے۔ اگر انھوں نے نوکریوں کا ریکارڈ لینا ہے تو S&GAD کے پاس جائیں۔ اس محکمہ کے دفتر میں جائیں کیونکہ ہر محکمہ نے اپنا criteria بنایا ہوتا ہے اور ان کے پاس کوٹا کی شق ہوتی ہے اس لئے ہر محکمہ کا ریکارڈ ہمارے محکمہ بہبود خواتین کے پاس نہیں ہے۔ ہم نے تو اپنا کام سوشل ویلفیئر کے زمرے اور capacity میں رہتے ہوئے کرنا ہوتا ہے اور وہ جانچ پڑتال ہوتی ہے کہ جن اشخاص نے اپنی disability کے لئے درخواستیں دی ہیں کیا وہ اس criteria پر پورا اترتے ہیں یا نہیں؟

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ اب اگلا سوال چودھری محمد اسد اللہ صاحب کا ہے۔ جی، چودھری صاحب!

چودھری محمد اسد اللہ: جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 5506 ہے۔

ضلع حافظ آباد۔ این جی اوز کی تعداد و دیگر تفصیلات

*5506:چودھری محمد اسد اللہ:کیاوزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) ضلع حافظ آباد میں محکمہ سوشل ویلفیئر کے تحت کتنی رجسٹرڈ NGOs کام کر رہی ہیں؟

(ب) ان NGOs کو حکومت کی طرف سے کتنے فنڈز فراہم کئے گئے اور ان این جی اوز نے 2008-09 اور 2009-10 میں کیا کیا خدمات سر انجام دیں،آگاہ فرمائیں؟

(ج) کیا محکمہ ان این جی اوز کو دیئے گئے فنڈز کو چیک کرنے کا اختیار رکھتا ہے اگر نہیں تو کیوں؟

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین(جناب کامران مائیکل):

(الف) ضلع حافظ آباد میں محکمہ سوشل ویلفیئر کے تحت رجسٹرڈ این جی اوز کی کل تعداد 56 ہے۔

(ب) مالی سال 2008-09 میں اجتماعی ترقیاتی کونسل حافظ آباد کو مبلغ -/200000 روپے صوبائی بیت المال پنجاب کی طرف سے دیئے گئے اور مالی سال 2009-10 میں اسی NGO کو مبلغ -/50000 روپے پنجاب سوشل سروسز کی طرف سے دیئے گئے۔اس تنظیم کے تحت ایک دستکاری سنٹر چل رہا ہے اس کے علاوہ کسی این جی او کو کوئی رقم نہ دی گئی ہے۔

(ج) فی الحال ایسا کوئی ارادہ زیر غور نہ ہے تاہم جیسے ہی ان سہولیات کو دیگر شہروں میں فراہم کرنے کا کوئی منصوبہ بنایا جائے گا تو اس میں ضلع حافظ آباد،اوکاڑہ،قصور،گجرات اور جہلم کو بھی شامل کیا جائے گا۔

چودھری محمد اسد اللہ: جناب سپیکر!انھوں نے جز(ب) کے جواب میں بتایا ہے کہ مالی سال 2008-09 میں دو لاکھ روپیہ اور مالی سال 2009-10 میں پچاس ہزار روپیہ ضلع حافظ آباد کو دیا گیا ہے جبکہ پیچھے ایک سوال کا جواب یہ دیا ہے کہ ضلع وہاڑی کو 09−2008 کے لئے 99 لاکھ 14 ہزار 274 روپے دیئے گئے ہیں۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا محکمہ اضلاع کے مطابق فنڈز تقسیم کرنے کا طریق کار اختیار کرتا ہے اور وہاڑی کو اسی سال کے دوران زیادہ اور حافظ آباد کو اتنے کم فنڈز کیوں دیئے گئے؟

جناب سپیکر: جی،وزیر صاحب!

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین(جناب کامران مائیکل): جناب سپیکر!99 لاکھ روپے دراصل محکمہ کا بجٹ ہے۔ یہ فنڈز بیت المال اور سوشل ویلفیئر بورڈ کی طرف سے NGOs کی مدد کے لئے دیئے جاتے

ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ NGO اجتماعی ترقیاتی کونسل حافظ آباد کو جو دو لاکھ روپے کی رقم امداد کی مد میں دی گئی ہے۔ یہ دستکاری سنٹرز کی مشینری اور دوسری سہولیات کی فراہمی کی مد میں دی گئی ہے۔

چودھری محمد اسد اللہ: جناب سپیکر! میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ جو فنڈز اضلاع کے مطابق تقسیم کئے جاتے ہیں ان کو تقسیم کرنے کا کیا طریق کار ہے اور 09-2008 میں ضلع وہاڑی کو کتنے اور حافظ آباد کو کتنے فنڈز دیئے گئے ہیں؟

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین (جناب کامران مائیکل): جناب سپیکر! کسی بھی ضلع میں کسی بھی سطح پر NGO کی performance کی بنیاد پر فنڈز دیئے جاتے ہیں۔ جب NGO اپنی کارکردگی مثبت انداز میں پیش کرتی ہے تو NGO کے projects کو پایہ تکمیل تک پہنچانے، مؤثر اور فعال بنانے کے لئے حکومت ان کے ساتھ contribute کرتی ہے۔ شکریہ

جناب سعید اکبر خان: جناب سپیکر! جیسے وزیر صاحب فرما رہے ہیں کہ NGOs کی کارکردگی کے مطابق ہم پیسے دیتے ہیں۔ اگر کوئی NGO کسی ضلع میں ٹھیک کام نہیں کرتی تو کیا ان کے ساتھ negotiate کر کے کارکردگی بہتر کرائی جاتی ہے اگر وہ پھر بھی اپنی کارکردگی بہتر نہیں کرتی تو اس ضلع کے عوام کا کیا قصور ہے کہ کوئی نااہل NGO ان کے ضلع میں آ گئی ہے تو اس میں ضلع کے عوام ہی suffer کریں گے اس میں ان کا طریق کار کیا ہے کہ علاقے کے لوگ suffer نہ کریں؟

جناب سپیکر: جی، وزیر صاحب!

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین (جناب کامران مائیکل): جناب سپیکر! جن علاقوں میں کوئی NGO فعال کام نہ کر رہی ہو تو وہاں پر محکمہ اپنے Gender Specialist کی مدد سے علاقے کو درپیش مسائل کے حل کے لئے اقدامات کرتا ہے۔ اس زمرے میں، میں سمجھتا ہوں کہ کوئی بھی NGO جب اپنے آپ کو فعال کرنا چاہے تو ہم اس کی support کرتے ہیں اور ہر قسم کا تعاون فراہم کرتے ہیں تاکہ وہ مؤثر اور مثبت طریقے سے علاقے کے عوام کی خدمت کر سکے۔ اس طرح کوئی بھی NGO بیت المال اور سوشل ویلفیئر بورڈ کو درخواست دے کر مالی معاونت حاصل کر سکتی ہے۔

جناب سپیکر: اب وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین (جناب کامران مائیکل): جناب سپیکر! میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔ بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

ضلع سرگودھا۔دستکاری سکولوں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*6008: محترمہ سیمل کامران: کیا وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) ضلع سرگودھا میں خواتین کی فلاح کے لئے کتنے دستکاری سکول کام کر رہے ہیں؟

(ب) ان سکولوں میں طالبات، اساتذہ، مطلوبہ فرنیچر کی صورتحال سے آگاہ کیا جائے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ حکومت سرگودھا میں مزید دستکاری سکول کھولنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر ہاں تو کب؟

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین (جناب کامران مائیکل):

(الف) ضلع سرگودھا میں اس وقت 30 دستکاری سکول مختلف مقامات پر (شہری و دیہی) علاقوں میں رجسٹرڈ NGO,s کے زیر نگرانی کام کر رہے ہیں۔

(ب) ہر دستکاری سکول میں ایک انڈسٹریل ٹیچر ہوتی ہے طالبات کی اوسطاً تعداد 20 تا 25 ہوتی ہے، ہر دستکاری سکول کے لئے 30 میزیں اور 30 کرسیاں مطلوب ہوتی ہیں۔اس کے علاوہ 30 سلائی مشینوں کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔

(ج) حکومت کی طرف سے دستکاری سکول کھولنے کی کوئی سکیم فی الحال زیر غور نہ ہے تاہم رجسٹرڈ NGO,s اپنی مدد آپ کے تحت دستکاری سکول چلا سکتی ہے۔

غریب، بیوہ اور بے گھر خواتین کے لئے اداروں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*6011: محترمہ سیمل کامران: کیا وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا صوبہ پنجاب میں بے گھر، بیوہ خواتین اور ان کے بچوں کے لئے باقاعدہ کوئی ادارہ قائم ہے اگر جواب اثبات میں ہے تو ان کی تعداد سے ایوان کو آگاہ کیا جائے نیز یہ ادارہ کس کس شہر میں کام کر رہا ہے؟

(ب) سال 09-2008 اور 10-2009 میں کیا ان اداروں کی تعداد میں اضافہ کیا گیا؟

(ج) اس ادارے کے ذریعے مستفید ہونیوالی خواتین کی کل تعداد بیان فرمائیں؟

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین(جناب کامران مائیکل):

(الف) صوبہ میں بیوہ خواتین اوران کے بچوں کے لئے محکمہ سماجی بہبود کے زیر انتظام دارالفلاح کے نام سے چھ ادارے کام کر رہے ہیں یہ ادارے لاہور، سیالکوٹ، راولپنڈی، سرگودھا، ملتان اور بہاولپور کے اضلاع میں کام کر رہے ہیں۔

(ب) سال09-2008اور10-2009کے دوران ان اداروں کی تعداد میں کوئی اضافہ نہ کیا گیا ہے۔

(ج) ان اداروں سے سال10-2009 کے دوران مستفید ہونے والے خاندانوں کی تعداد131 ہے۔

فیصل آباد۔سماجی بہبود کے شعبہ جات اور حکومتی منصوبہ جات کی تفصیل

*6377:چودھری ظہیر الدین خان:کیا وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) ضلع فیصل آباد میں محکمہ سماجی بہبود، عوام کی بھلائی اور سہولت کے لئے کیا اقدامات اٹھا رہا ہے، محکمہ کا انتظامی ڈھانچہ کیا ہے؟

(ب) ضلع فیصل آباد میں محکمہ کے زیر انتظام کتنے شعبے کہاں کہاں کام کر رہے ہیں، تفصیل بتائی جائے؟

(ج) سال09–2008میں کتنے معذور افراد رجسٹرڈ ہوئے؟

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین(جناب کامران مائیکل):

(الف)

(1) این جی اوز کی رجسٹریشن اوران کی رہنمائی
(2) معذور افراد کی رجسٹریشن و بحالی
(3) مستحق افراد کی امداد بذریعہ بیت المال
(4) بہبودی خواتین بذریعہ صنعت زار، دارالامان و ہوسٹل برائے خواتین
(5) قیدی خواتین اور بچوں کی سماجی بہبود اور قانونی امداد
(6) غریب / مستحق مریضوں کا علاج
(7) گم شدہ بچوں کی تلاش اور بحالی

(8) منشیات / گداگری اور دیگر سماجی برائیوں کی روک تھام

(9) ریلیف ورک

(ب) ضلع فیصل آباد میں مندرجہ ذیل دفاتر / ادارے محکمہ سوشل ویلفیئر کے تحت کام کر رہے ہیں:

نمبر شمار	نام دفاتر / شعبہ	پتا
1	ڈسٹرکٹ آفیسر سوشل ویلفیئر و سیکرٹری ضلعی بیت المال کمیٹی فیصل آباد	سوشل ویلفیئر کمپلیکس 508-D پیپلز کالونی نمبر 1 فیصل آباد

ذیلی دفاتر / ادارہ جات

(A) تفصیل دفاتر

1-یو سی ڈی پراجیکٹ نمبر 1 فیصل آباد	سوشل ویلفیئر کمپلیکس 508-D پیپلز کالونی نمبر 1 فیصل آباد
2-یو سی ڈی پراجیکٹ نمبر 2 فیصل آباد	سوشل ویلفیئر کمپلیکس 508-D پیپلز کالونی نمبر 1 فیصل آباد
3-یو سی ڈی پراجیکٹ جڑانوالہ	بلائی منزل کوثر میڈیکل سٹور نزد حیات ہسپتال فیصل آباد روڈ جڑانوالہ
4-آر سی ڈی پراجیکٹ سمندری	آر سی ڈی پراجیکٹ سمندری
5-سی ڈی پراجیکٹ چک جھمرہ	سی ڈی پراجیکٹ چک جھمرہ
6-ڈپٹی ڈسٹرکٹ آفیسر ہیڈ کوارٹر فیصل آباد	

(B) خواتین و بچوں کے ادارے

1-صنعت زار فیصل آباد	سوشل ویلفیئر کمپلیکس 508-D پیپلز کالونی نمبر 1 فیصل آباد
2-ہوسٹل فار ورکنگ ویمن فیصل آباد	سوشل ویلفیئر کمپلیکس 508-D پیپلز کالونی نمبر 1 فیصل آباد
3-نگہبان سنٹر فیصل آباد	سوشل ویلفیئر کمپلیکس 508-D پیپلز کالونی نمبر 1 فیصل آباد
4-دارالامان فیصل آباد	519-A غلام محمد آباد، فیصل آباد
5- SERC ڈسٹرکٹ جیل فیصل آباد	
6- SERC بورسٹل جیل نزد نیو پولیس لائن جڑانوالہ روڈ فیصل آباد	

(c) دیگر متفرق ادارے

I- میڈیکل سوشل پراجیکٹ ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹرز ہسپتال فیصل آباد

II- میڈیکل سوشل پراجیکٹ الائیڈ ہسپتال فیصل آباد

III- میڈیکل سوشل پراجیکٹ تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال جڑانوالہ

IV- میڈیکل سوشل پراجیکٹ تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال سمندری

V- مثالی مرکز انسداد منشیات ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹرز ہسپتال فیصل آباد

(ج) سال 09-2008 میں کل 300 معذور افراد رجسٹرڈ کیے گئے۔

اجتماعی شادیوں کے انعقاد سے متعلقہ تفصیلات

*6378:ڈاکٹر سامیہ امجد:کیاوزیر سماجی بہبود وترقی خواتین ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :۔

(الف) کیا حکومت اجتماعی شادیوں کا پروگرام صوبہ بھر میں خصوصاً دیہات میں شروع کرنے کے لئے تیار ہے؟

(ب) کیا محکمہ بھی اس کار خیر میں مالی تعاون کرتا ہے اگر ہاں تو کتنا نیز ان اجتماعی شادیوں کا طریق کار کیا ہے،اس سلسلہ میں غریب سائل کہاں رابطہ کرے، تفصیل بتائی جائے؟

(ج) محکمہ کے پاس 09-2008 میں کتنی درخواستیں موصول ہوئیں اور چھان بین کے بعد کتنی اجتماعی شادیوں کا انتظام کیا گیا، تفصیل بتائی جائے؟

وزیر سماجی بہبود وترقی خواتین (جناب کامران مائیکل):

(الف) محکمہ سماجی بہبود کے زیر اہتمام فی الحال اجتماعی شادیوں کا کوئی پروگرام نہ چل رہا ہے اور نہ ہی محکمہ اس سلسلہ میں کوئی پروگرام چلانے کا ارادہ رکھتا ہے۔

(ب) جیسا کہ جز(الف) کے جواب میں بتایا گیا ہے کہ محکمہ اس سلسلہ میں کوئی پروگرام نہ چل رہا ہے، لہذا شادیوں کا طریق کار اور رابطہ کرنے کی تفصیل فراہم کرنا ممکن نہ ہے۔

(ج) محکمہ کو اس سلسلہ میں کوئی درخواست موصول نہ ہوئی ہے۔

ضلع لاہور۔دارالامانوں کی تعداد ودیگر تفصیلات

*6516:میاں نصیر احمد:کیاوزیر سماجی بہبود وترقی خواتین ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :۔

(الف) ضلع لاہور میں بے گھر، بے سہارا اور ظلم کا شکار ہونے والی خواتین کی فلاح و بہبود کے لئے کتنے دارالامان کام کر رہے ہیں اور ان میں کتنی خواتین کو رکھنے کی گنجائش ہے؟

(ب) ضلع لاہور میں موجود دارالامانوں میں اس وقت خواتین کی تعداد کیا ہے علیحدہ علیحدہ دارالامان کے مطابق تفصیل سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

(ج) 2008 سے مارچ 2010 تک لاہور کے دارالامانوں میں آنے والی اور واپس اپنے گھروں کو جانے والی خواتین کی تعداد کیا ہے؟

(د) ضلع لاہور کے دارالامانوں میں تعینات عملہ کی تعداد، ان کے نام اور عہدہ سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین(جناب کامران مائیکل):

(الف) ضلع لاہور میں محکمہ سماجی بہبود کی نگرانی میں ایک دارالامان کام کر رہا ہے۔

(ب) خواتین کی تعداد 64 ہے۔

(ج) دارالامان لاہور میں آنے والی خواتین کی تعداد 2511 اور گھروں کو جانے والی خواتین کی تعداد 2447 ہے۔

(د) دارالامان میں تعینات عملہ کی تعداد، نام اور عہدہ کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

صوبہ میں خواتین کی بہبود کے لئے دارالامانوں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*6654: محترمہ آمنہ الفت: کیا وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) صوبہ پنجاب میں خواتین کی بہبود کے لئے کل کتنے دارالامان کام کر رہے ہیں؟

(ب) صوبہ پنجاب میں موجود دارالامانوں میں موجود کل خواتین اور بچوں کی تعداد کیا ہے؟

(ج) سال 09-2008 اور 10-2009 کے دوران ان اداروں میں آنے والی خواتین کی تعداد کیا ہے؟

(د) کیا ان خواتین اور بچوں کو مستقل بنیاد پر دارالامانوں میں رہائش دی جاتی ہے یا کسی اور ادارے میں منتقل کیا جاتا ہے، مکمل تفصیل سے ایوان کو آگاہ فرمایا جائے؟

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین(جناب کامران مائیکل):

(الف) صوبہ میں خواتین کے لئے محکمہ سماجی بہبود کے زیر انتظام کل 34 دارالامان کام کر رہے ہیں۔

(ب) ان دارالامانوں میں خواتین کی موجودہ تعداد 498 ہے اور 31 بچے ہیں۔

(ج) سال 09-2008 کے دوران ان دارالامانوں میں کل 8487 خواتین نے پناہ لی جبکہ سال 10-2009 کے دوران ان دارالامانوں میں پناہ لینے والی خواتین کی تعداد 11197 ہے۔

(د) ان دارالامانوں میں خواتین کو عارضی رہائش فراہم کی جاتی ہے، یہاں پر خواتین اور بچے صرف اس وقت تک قیام کرتے ہیں جب تک ان کے معاملات عدالتوں میں زیر التوا ہوتے ہیں یا ان کی خاندان کے ساتھ صلح صفائی ہو جاتی ہے تاہم ان میں سے کچھ خواتین ایسی بھی ہوتی ہیں جن کا کوئی سہارا نہیں ہوتا ہے۔لہذا ان کو یا تو محکمہ کے زیر انتظام ایک اور ادارے دارالفلاح

میں بھیج دیا جاتا ہے یا پھر ان کی مستقل بحالی کے لئے مخیر حضرات کے تعاون سے ان کی شادی بھی کروائی جاتی ہے۔

یونین کونسل 101 میں ووکیشنل ٹریننگ سنٹر برائے خواتین کی تفصیلات

*6729: محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): کیاوزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ یونین کونسل نمبر 101 تحصیل منچن آباد ضلع بہاول نگر میں محکمہ کے زیر کنٹرول ووکیشنل ٹریننگ سنٹر برائے خواتین چلایا جارہا تھا جسے حال ہی میں بند کر دیا گیا ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ ٹریننگ سنٹر بند ہونے سے ہنر سیکھنے والی خواتین کو پریشانی لاحق ہے کیونکہ مذکورہ علاقہ میں پہلے ہی خواتین کے لئے سہولتیں بہت کم ہیں؟

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مذکورہ سنٹر دوبارہ چالو کرنے کو تیار ہے تو کب تک، اگر نہیں تو وجوہات سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین (جناب کامران مائیکل):

(الف) یہ درست نہ ہے کہ یونین کونسل نمبر 101 منڈی صادق گنج تحصیل منچن آباد ضلع بہاولنگر میں محکمہ کے زیر نگرانی کوئی بھی ووکیشنل ٹریننگ سنٹر برائے خواتین چلایا جارہا ہے اور نہ ہی مذکورہ کسی یونین کونسل میں کسی سنٹر کو بند کیا گیا ہے۔

(ب) اگرچہ یہ بات درست ہے کہ مذکورہ علاقہ میں ہنر سیکھنے والی خواتین کے لئے بہت کم مواقع ہیں چونکہ ایسا کوئی سنٹر محکمہ کے زیر انتظام یونین کونسل نمبر 101 میں موجود نہ ہے۔

(ج) جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے کہ محکمہ کا ایسا کوئی سنٹر کام نہ کر رہا تھا لہذا اس کو بند کرنے کی وجوہات کے بارے میں جواب دینا ممکن نہ ہے۔

لاہور۔ بھکاریوں کے خلاف کارروائی کرنے کی تفصیلات

*6827: جناب وسیم قادر: کیاوزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ لاہور کی تمام سڑکوں کے چوک پر کافی تعداد میں بھکاری بھیک مانگتے ہوئے نظر آتے ہیں؟

(ب) اگر جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت لاہور کی تمام سڑکوں اور چوک جہاں گاڑیاں رکتی ہیں بھیک مانگنے والے لوگوں کے خلاف کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین (جناب کامران مائیکل):

(الف) جی ہاں! یہ درست ہے۔

(ب) محکمہ سماجی بہبود گداگری کے خاتمے کے لئے ایک جامع پروگرام ترتیب دے رہا ہے۔اس پروگرام کے تحت سال 2010-11 میں لاہور میں ایک ویلفیئر ہوم کا قیام عمل میں لایا جائے گا جس میں پولیس کے تعاون سے گداگروں کو Vagrancy Act 1958 کے تحت گرفتار کرکے رکھا جائے گا۔ان کے قیام کے دوران ان کو رہائش کھانا اور Vocational Education کی سہولیات مہیا کی جائیں گی۔

ضلع رحیم یار خان، دارالامانوں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*6839: محترمہ مائزہ حمید: کیا وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع رحیم یار خان میں کتنے دارالامان کس کس جگہ کام کر رہے ہیں؟

(ب) ان کے لئے 2008۔09 اور 2009۔10 میں کتنے فنڈز مختص کئے گئے؟

(ج) کیا یہ فنڈز ان کی ضروریات کے مطابق تھے؟

(د) ہر ایک دارالامان میں کتنے کتنے افراد رہائش پذیر ہیں اور ان کو کیا کیا سہولیات فراہم کی جا رہی ہیں؟

(ہ) خواتین کے لئے بنائے گئے دارالامانوں میں سٹاف میں مرد حضرات کیوں تعینات کئے گئے ہیں؟

(و) کیا حکومت ان دارالامانوں میں خواتین سٹاف تعینات کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین (جناب کامران مائیکل):

(الف) ضلع رحیم یار خان میں صرف ایک سرکاری دارالامان ہے اور یہ دارالامان محکمہ سماجی بہبود کے زیر انتظام چک نمبر 11/P روڈ نزد جامع مسجد اسلامیہ ہائی سکول کے علاقہ میں واقع ہے۔

(ب) بجٹ برائے دارالامان رحیم یار خان کے لئے سال 2008-09 اور 2009-10 کے دوران مندرجہ ذیل بجٹ فنڈ مختص کئے گئے۔

سال 09-2008	سال 10-2009
-/1380000	-/3049000

(ج) جی ہاں، یہ فنڈز دارالامان کی ضروریات کے مطابق تھے۔

(د) دارالامان رحیم یار خان میں مورخہ 01-07-2010 کو 16 خواتین اور 09 بچے رہائش پذیر تھے یعنی کل رہائش پذیر افراد کی تعداد 25 تھی ان تمام رہائشیوں کو مندرجہ ذیل سہولیات فراہم کی جارہی ہیں۔

1- خوراک ورہائش 2- کپڑے
3- مفت لیگل ایڈ 4- سائیکلوجیکل مدد
5- طبی معائنہ کی سہولیات وادویات وغیرہ 6- آگاہی کے حوالے سے سیشن
7- سلائی کڑھائی کی سہولیات 8- بچوں کے لئے کھیلنے اور پڑھنے کی سہولیات وغیرہ

(ہ) محکمہ سماجی بہبود نے ہر ممکن طریقے سے کوشش کی ہے کہ ادارہ ہذا میں خواتین اہلکار / سٹاف و آفیسرز تعینات کئے جائیں۔اس وقت ادارہ ہذا میں دو خواتین اور چھ مرد حضرات اپنے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔مرد اہلکاروں کی ذمہ داریاں چونکہ زیادہ تر دارالامان سے باہر کے کاموں کے حوالے سے ہیں۔لہذا ان کا آنا جانا ایڈمن بلاک تک ہی ہوتا ہے۔خواتین اور بچوں کے ساتھ زیادہ تر خواتین اساتذہ ہی رابطے میں رہتی ہیں اور ان کے مسائل کے متعلق آفیسرز کو آگاہ کرتی ہیں۔مزید برآں محکمہ سماجی بہبود نے 2007 کو ایک خاتون آفیسر کی تعیناتی دارالامان میں کی تھی جو 2008 کو استعفیٰ دے گئی، بحالت مجبوری اور ضلع رحیم یار خان میں کوئی خاتون آفیسر کے نہ ہونے کی وجہ سے دارالامان کا اضافی چارج ایک مرد آفیسر کو دیا گیا ہے تاکہ خواتین اور بچوں کے لئے سہولیات کی فراہمی میں کوئی رکاوٹ پیش نہ آئے۔

(و) جی ہاں محکمہ کی اولین کوشش ہے کہ خاتون آفیسر / سٹاف کی تعیناتی کو ممکن بنایا جاسکے۔

ضلع فیصل آباد۔چک نمبر 388 گ۔ب میں کمیونٹی سنٹر کا قیام

*7124: جناب وسیم قادر: کیا وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) تحصیل سمندری ضلع فیصل آباد میں کتنے کمیونٹی سنٹرز ہیں یہ کہاں کہاں واقع ہیں ان کی تعداد اور تفصیل فراہم کی جائے؟

(ب) کیا حکومت چک نمبر 388 گ ب تحصیل سمندری ضلع فیصل آباد میں کمیونٹی سنٹر بنانے کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک؟

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین(جناب کامران مائیکل):

(الف)تحصیل سمندری ضلع فیصل آباد میں چار کیمونٹی سنٹر ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

1- کیمونٹی سنٹر چک نمبر136گ ب تحصیل سمندری ضلع فیصل آباد

2- کیمونٹی سنٹر چک نمبر174گ ب تحصیل سمندری ضلع فیصل آباد

3- کیمونٹی سنٹر چک نمبر221گ ب تحصیل سمندری ضلع فیصل آباد

4- کیمونٹی سنٹر کانیاں ریسٹ ہاؤس تحصیل سمندری ضلع فیصل آباد

(ب) فی الحال حکومت کی طرف سے ایسی کوئی تجویز زیر غور نہ ہے۔

ضلع گجرات، محکمہ سماجی بہبود و ترقی خواتین کے اداروں کی تفصیلات

*7282: میاں طارق محمود: کیاوزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع گجرات میں اس وقت محکمہ سماجی بہبود و ترقی خواتین کے کون کون سے ادارے کام کر رہے ہیں اور ان اداروں میں خواتین کی کتنی تعداد ہے؟

(ب) کیا ڈنگہ شہر میں بھی خواتین کی فلاح و بہبود کے لئے کوئی ادارہ ہے اگر نہیں تو حکومت بنانے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین(جناب کامران مائیکل):

(الف) ضلع گجرات میں محکمہ سماجی بہبود و ترقی خواتین کے تحت دو ادارے کام کر رہے ہیں:۔

1- ڈسٹرکٹ انڈسٹریل ہوم(صنعت زار)
سیال کالونی جلالپور جٹاں روڈ گجرات
تعداد خواتین 450

2- شیلٹر ہوم(دارالامان)
A 84-83مرغزار کالونی نزد پانی والی ٹینکی، گجرات
تعداد خواتین 17

(ب) ڈنگہ شہر میں محکمہ سماجی بہبود و ترقی خواتین کا کوئی ادارہ نہ ہے۔

ضلع سیالکوٹ، این جی اوز کے تحت چلنے والے انڈسٹریل ہومز کی تفصیلات

*7288: محترمہ دیبا مرزا: کیاوزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ضلع سیالکوٹ میں این جی اوز کے تحت چلنے والے انڈسٹریل ہومز میں کام کرنے والی انڈسٹریل ٹیچرز کو محکمہ کی طرف سے -/500روپے ماہانہ اعزازیہ بھی دیا جاتا ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ متعلقہ این جی اوز کو ان اساتذہ کے اعزازیہ کا چیک جاری کیا جاتا ہے؟

(ج) ضلع سیالکوٹ میں کتنی این جی اوز کے اساتذہ کو یہ اعزازیہ دیا جارہا ہے، تفصیل سے آگاہ فرمائیں؟

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین (جناب کامران مائیکل):

(الف) جی ہاں! یہ درست ہے کہ ضلع سیالکوٹ میں این جی اوز کے تحت چلنے والے انڈسٹریل ہومز میں کام کرنے والی انڈسٹریل ٹیچر کو محکمہ کی طرف سے -/500روپے ماہانہ اعزازیہ کا چیک جاری کیا جاتا ہے۔

(ب) ہاں! یہ بھی درست ہے کہ متعلقہ این جی اوز کو ان اساتذہ کے اعزازیہ کا چیک جاری کیا جاتا ہے۔

(ج) ضلع سیالکوٹ میں 38 این جی اوز کے اساتذہ کو یہ اعزازیہ دیا جارہا ہے فہرست تتمہ "الف" ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

ضلع سیالکوٹ، فلاحی اداروں کی تفصیلات

*7291: محترمہ دیبا مرزا: کیا وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع سیالکوٹ میں اس وقت محکمہ کے کون کون سے فلاحی ادارے کام کر رہے ہیں؟

(ب) سال08۔2007 اور09۔2008 کے دوران ضلع سیالکوٹ میں محکمہ ھذا کو کتنی رقم موصول ہوئی؟

(ج) کتنی رقم کن کن فلاحی کاموں پر خرچ ہوئی؟

(د) کتنے فلاحی ادارے ہیں جن میں خواتین کو ٹیکینکل تعلیم دی جاتی ہے؟

(ہ) ان فلاحی اداروں میں خواتین کو کس کس ہنر کی تعلیم دی جاتی ہے؟

(و) ان اداروں میں اس وقت کتنی خواتین داخل ہیں؟

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین (جناب کامران مائیکل):

(الف) ضلع سیالکوٹ اس وقت محکمہ سوشل ویلفیئر کے فلاحی ادارے دارالفلاح، صنعت زار، شیلٹر ہوم (دارالامان) اور ماڈل چلڈرن ہوم کام کر رہے ہیں۔

(ب) سال 08-2007 کو -/6544000 روپے اور سال 09-2008 میں مبلغ -/6557000 روپے محکمہ ہذا کو موصول ہوئے۔

(ج) مبلغ -/9918464 روپے خواتین کی فلاح و بہبود پر خرچ ہوئے۔

(د) صنعت زار میں خواتین کو ٹیکنیکل تعلیم دی جاتی ہے۔

(ہ) صنعت زار میں خواتین کو سلائی کڑھائی، نیٹنگ، کوکنگ، کمپیوٹر بیوٹیشن اور سلمنگ جیسے ہنر سکھائے جاتے ہیں۔

(و) ان اداروں میں اس وقت 326 خواتین داخل ہیں۔

پنجاب میں گداگری کی لعنت کو ختم کرنے کے بارے میں تفصیلات

*7352: محترمہ ثمینہ خاور حیات: کیا وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ پنجاب میں خصوصاً گداگری کا پیشہ عروج پر ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ جونہی گاڑی ریڈ لائٹ پر کھڑی ہوتی ہے تو چھوٹے چھوٹے معصوم بچے اور بوڑھے مرد و خواتین لوگوں کی گاڑیوں پر ہلہ بول دیتے ہیں جس سے نہ صرف ٹریفک کے مسائل پیدا ہوتے ہیں بلکہ اکثر اوقات حادثات کا موجب بھی بنتے ہیں؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ یہ پیشہ ور اور خطرناک لوگ، ان معصوم بچوں اور بوڑھے لوگوں کو اس پیشہ پر مجبور کرتے ہیں؟

(د) کیا حکومت گداگری کی لعنت کو ختم کرنے کے بارے میں کوئی پالیسی بنا رہی ہے، اگر ہاں تو اس پالیسی کی تفصیل سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین (جناب کامران مائیکل):

(الف) یہ درست ہے کہ پنجاب بھر کے تمام اضلاع میں گداگروں کی کثیر تعداد موجود ہے۔

(ب) یہ بھی درست ہے کہ عموماً چوراہوں پر یہ گداگر بھیک مانگنے کے لئے موجود ہوتے ہیں، جس سے بعض اوقات ٹریفک کے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔

(ج) محکمہ سماجی بہبود کے پاس اس سلسلہ میں کوئی اطلاع نہ ہے تاہم محکمہ داخلہ سے اس کے بارے میں تفصیلات معلوم کی جا سکتی ہیں۔

(د) محکمہ سماجی بہبود نے Punjab Vagrancy Act 1958 کے تحت گداگری کے خاتمے کے لئے ایک جامع منصوبہ بنایا اور اس سلسلہ میں محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات کو یہ منصوبہ سال 2009-10 کے دوران اس منصوبہ کے لئے فنڈز جاری نہ کئے گئے جس کی وجہ سے یہ منصوبہ فی الحال شروع نہ ہو سکا ہے۔تاہم امید کی جا رہی ہے کہ آئندہ مالی سال کے دوران اس منصوبہ پر عمل درآمد کیا جائے گا۔

راولپنڈی، خواتین کی فلاح و بہبود کے لئے اٹھائے گئے اقدامات و دیگر تفصیلات

*7381: صاحبزادی نرگس ظفر: کیا وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) حکومت راولپنڈی میں خواتین کی فلاح و بہبود کے لئے کیا اقدامات اٹھا رہی ہے اور کن پراجیکٹ پر کام ہو رہا ہے؟

(ب) بیت المال پنجاب جن ضرورت مند افراد کو مالی امداد فراہم کرتا ہے، ان کا معیار کیا ہے، اس حوالہ سے ممبران صوبائی اسمبلی کا کوئی کوٹا مختص ہے، اگر نہیں تو کیوں؟

(ج) حکومت راولپنڈی میں مزید کتنے دستکاری سکول بنانے اور سلائی مشینیں فراہم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین (جناب کامران مائیکل):

(الف)

1- ضلع راولپنڈی میں خواتین کے لئے دستکاری و دیگر ہنر سکھانے کے لئے ایک صنعت زار 07 منی صنعت زار اور 47 PWP سنٹر قائم ہیں۔

2- سلائی مرکز، اس میں خواتین کو دستکاری، لیدر ورک، کمپیوٹر ٹریننگ، پینٹنگ، آرٹ ورک، کوکنگ اور بیوٹیشن کی ٹریننگ دی جاتی ہے۔

3- دارالامان، اس میں مستحق، مظلوم و معاشرہ کی ستائی ہوئی خواتین کو رہائش، کھانا و ضروریات زندگی فراہم کیا جاتا ہے۔

4- دارالفلاح: اس میں بیوہ، طلاق یافتہ اور مستحق خواتین کے لئے رہائش، کھانا، ادویات، ضروریات زندگی فراہم کیاجاتاہے۔

5- ون ونڈو کاؤنٹر برائے خواتین کا قیام عمل میں لایا جارہاہے جو کہ ایک سنٹر صنعت زار اور ویک ویمن پولیس سٹیشن میں قائم کیا جائے گا جس میں عورتوں کی فلاح و بہبود، ٹریننگ اور قوانین سے آگاہی کے بارے میں ٹریننگ دی جائے گی۔

6- Gender سپورٹ یونٹ بھی خواتین کی بہبود کے لئے کام کررہاہے۔

(ب) پنجاب بیت المال ضرورت مند، بے وسیلہ، بیوہ، یتیم، نادار، مریض معذور، بوڑھے، غریب طلباء، غریب بچیوں کی شادی، علاج معالجہ اور غیر سرکاری فلاحی تنظیموں کی امداد کرتاہے۔ ممبران صوبائی اسمبلی کا کوئی کوٹا مختص نہ ہے۔

(ج) ضلعی حکومت نے خواتین کو دستکاری سکھانے کے لئے 22لاکھ سلائی مشینیں سوشل ویلفیئر کے دستکاری مراکز میں سال2006-07 میں تقسیم کی ہیں۔یہ گرانٹ گریپ (Gender Reform Action Plan) کی طرف سے دی گئی تھیں۔مزید فنڈز کی دستیابی پر خواتین کو فلاح و بہبود کے لئے سلائی مشینیں تقسیم کی جائیں گی۔

ضلع لاہور۔شیلٹر ہومز کی تفصیلات

*7401: محترمہ نگہت ناصر شیخ: کیاوزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) ضلع لاہور میں جنوری تا جولائی2010 شیلٹر ہومز میں کل کتنی خواتین کو داخل کیا گیا؟

(ب) ضلع لاہور کے شیلٹر ہومز میں کل کتنی خواتین کو سال2009 کے دوران ہنر مند بنایا گیا؟

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین (جناب کامران مائیکل):

(الف) ضلع لاہور میں جنوری تا جولائی2010 شیلٹر ہومز میں کل519 خواتین کو داخل کیا گیا۔

(ب) ضلع لاہور کے شیلٹر ہومز میں سال2009 کے دوران کل367 خواتین نے مختلف ہنر سیکھے۔

ضلع راولپنڈی، دستکاری سکولز سے متعلقہ تفصیلات

*7440: جناب محمد شفیق خان: کیاوزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) محکمہ سماجی بہبود و ترقی خواتین کے ضلع راولپنڈی میں قائم دستکاری سکولز کی مکمل تفصیل مع ایڈریس بیان کی جائے ان دستکاری سکولز میں خواتین کو کس کس دستکاری اور ہنر مندی کی

تعلیم دی جاتی ہے ان سکولز میں دستیاب سہولیات، سٹاف اور خواتین کی تعداد بیان کی جائے؟

(ب) گھریلو صنعت سازی کے شعبے میں خواتین کے لئے کیا کیا منصوبے ہیں اور ان منصوبہ جات پر عملدرآمد کے لئے حکومت آئندہ کیا نئے اقدامات اٹھانا چاہتی ہے؟

(ج) ضلع ہذا میں خواتین کے دستکاری سکولز کا انتظامی ڈھانچہ کیا ہے اور کون کونسی خواتین آفیسرز کس کس پوسٹ پر کام کر رہی ہیں ان کے نام، ایڈریس اور مکمل کوائف مع تعیناتی کا عرصہ تفصیلاً بیان فرمائیں؟

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین (جناب کامران مائیکل):

(الف) ضلع میں محکمہ سماجی بہبود کے زیر انتظام صرف ایک ادارہ صنعت زار کے نام سے کام کر رہا ہے تاہم NGOs کے اشتراک سے ضلع میں کل 47 دستکاری سکولز کام کر رہے ہیں۔ان دستکاری سکولز میں محکمہ صرف ٹیچر کو ماہانہ -/500 روپے اعزازیہ دیتا ہے جبکہ باقی تمام مالی اور انتظامی امور کی نگرانی متعلقہ NGO کی ہوتی ہے۔ان دستکاری سکولز کی مکمل تفصیل تتمہ "الف" ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔دستکاری سکولوں میں خواتین کو سلائی، کڑھائی کی تربیت دی جاتی ہے۔اس وقت ان سکولز میں تقریباً 2000 خواتین زیر تربیت ہیں اور ہر سکول میں ایک دستکاری ٹیچر موجود ہے۔

(ب) محکمہ سماجی بہبود صرف خواتین کو مختلف فنون میں تربیت کے مواقع فراہم کرتا ہے تاکہ وہ اپنے گھروں میں بیٹھ کر کام کر کے معاشی طور پر خود کفیل ہو سکیں۔اس لئے محکمہ اپنے ضلع پر موجود صنعت زاروں کی نہ صرف استعداد کار بڑھانے کے لئے اقدامات کر رہا ہے بلکہ ان صنعت زاروں کو تحصیل کی سطح پر بڑھانے کا بھی ارادہ رکھتا ہے۔

(ج) جیسا کہ جز (الف) میں بتایا گیا ہے کہ ان دستکاری سکولز میں صرف ایک دستکاری ٹیچر تعینات کی جاتی ہے جو کہ اس سکول کو چلانے والی NGO کی ملازم ہوتی ہے۔

پنجاب میں بے گھر خواتین کے لئے دارالامانوں کی تفصیلات

*7451: میاں نصیر احمد: کیا وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) صوبہ میں بے گھر خواتین کے لئے حکومت کے ماتحت کام کرنے والے کل کتنے دارالامان موجود ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ جو بے گھر خواتین سرکاری دارالامان میں نہیں جا سکتیں وہ پرائیویٹ اداروں کے بنائے ہوئے دارالامانوں میں جانے پر مجبور ہوتی ہیں؟

(ج) کیاان پرائیویٹ اداروں کے دارالامانوں کا ریکارڈ حکومت پنجاب مرتب کرتی ہے؟

(د) پرائیویٹ اداروں کے دارالامان کس criteria کے تحت کام کر رہے ہیں اور وہ کس طرح بے گھر خواتین کے ریکارڈ سے حکومت پنجاب کو رپورٹ کرتے ہیں، مکمل تفصیل سے ایوان کو آگاہ فرمایا جائے؟

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین (جناب کامران مائیکل):

(الف) صوبہ بھر میں محکمہ سماجی بہبود کے زیر انتظام تشدد کا شکار خواتین کو تحفظ فراہم کرنے کے لئے کل 35 دارالامان کام کر رہے ہیں جو کہ تمام ضلعی ہیڈ کوارٹرز پر قائم ہیں جبکہ ضلع ننکانہ صاحب میں ابھی تک دارالامان قائم نہ کیا گیا ہے۔

(ب) صوبہ بھر میں کوئی ضلع ایسا نہ ہے کہ جس میں کوئی خاتون تحفظ کے لئے داخلہ کی درخواست دے اور اس کو داخلہ نہ دیا جائے تاہم ضلع لاہور میں دو دارالامان NGO,s کے تعاون سے کام کر رہے ہیں جن میں خواتین اپنی مرضی سے جاتی ہیں۔

(ج) پرائیویٹ دارالامان مختلف NGO,s نے قائم کئے ہیں تاہم کیونکہ صوبہ میں دارالامان کی رجسٹریشن کے لئے کوئی قانون نہ ہے لہذا ان دارالامانوں کا ریکارڈ حکومت کی جانب سے مرتب نہیں کیا جاتا۔

(د) پرائیویٹ دارالامان صرف خواتین کی فلاح کے لئے کام کر رہے ہیں تاہم یہ دارالامان حکومت کو رپورٹ نہیں کرتے۔

لاہور۔ادارہ جات کی تفصیلات

*7486: ڈاکٹر فائزہ اصغر: کیا وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) لاہور میں خواتین کی بہبود کے لئے محکمہ کے زیر کنٹرول کام کرنے والے ادارہ جات کی کل تعداد کیا ہے؟

(ب) کیاخواتین کی ویلفیئر اور بے روزگاری کو کم کرنے کے لئے کوئی منصوبہ جات زیر غور ہیں،ان کی تفصیل سے آگاہ کریں؟

وزیر سماجی بہبود و ترقی خواتین(جناب کامران مائیکل):

(الف) ضلع لاہور میں محکمہ سماجی بہبود کے زیر انتظام خواتین کی بہبود کے لئے کل پانچ ادارے کام کر رہے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

1- صنعت زار:
اس میں خواتین کو مختلف فنون میں تربیت فراہم کی جاتی ہے۔

2- دارالامان:
تشدد کا شکار خواتین کو عارضی تحفظ فراہم کرنے کا ادارہ۔

3- کاشانہ:
غریب اور نادار بچیوں کو رہائش، کھانا پینا اور تعلیم کی سہولیات کا ادارہ۔

4- قصر بہبود خواتین:
خواتین کو مختلف ہنر سکھانے کے ساتھ ساتھ ورکنگ ویمن کی رہائش اور ان کے بچوں کے لئے Day Care کی سہولیات۔

5- دارالفلاح: بیوہ عورتوں اور ان کے بچوں کی فلاح کا ادارہ

(ب) محکمہ سماجی بہبود صرف خواتین کو مختلف فنون میں تربیت کے مواقع فراہم کرتا ہے تاکہ وہ اپنے گھروں میں بیٹھ کر کام کر کے معاشی طور پر خود کفیل ہو سکیں۔اس لئے محکمہ اپنے ضلع پر موجود صنعت زاروں کی نہ صرف استعداد کار بڑھانے کے لئے اقدامات کر رہا ہے بلکہ ان صنعت زاروں کو تحصیل کی سطح پر بڑھانے کا بھی ارادہ رکھتا ہے۔

محترمہ آمنہ الفت: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ آمنہ الفت صاحبہ!

محترمہ آمنہ الفت: شکریہ۔ جناب سپیکر! آج سے ایک سال قبل شازیہ نامی بچی کا قتل ہو گیا تھا۔ وہ بچی ایک وکیل کے ہاں کام کر رہی تھی اور وہاں اس کا قتل ہوا تھا۔ اس وقت میڈیا میں بھی بہت شور اٹھا تھا تو خادم اعلیٰ صاحب اور حکومت پنجاب نے وعدہ کیا تھا کہ اس کے لواحقین کو legal aid بھی فراہم کی جائے گی اور مالی امداد بھی کی جائے گی۔

جناب والا! آج ایک سال بعد وہ وکیل جو کہ صاحب حیثیت اور اثر ورسوخ والے بھی ہیں۔ وہ اس وقت کھلے عام پھر رہے ہیں۔ میرا اس موقع پر یہ سوال ہے کہ ایک سال بعد ان کا کیا status ہے؟ وہ جو کھلے عام پھر رہے ہیں، کیا ان کو بری کر دیا گیا ہے یا ضمانت پر رہا ہیں اور ان کے خلاف کیا کارروائی ہوئی ہے؟ اگر آج اس کے خلاف action نہیں لیا گیا تو اس قسم کی دوسری وارداتیں لگاتار ہوتی رہیں گی۔ معصوم بچیاں گھروں میں کام کرتی ہیں ان کے ماں باپ تھوڑے سے پیسوں کی خاطر اپنے بچوں کو دوسروں کے گھروں میں ملازم رکھوا دیتے ہیں۔ اگر آج وہ مجرم کھلے عام پھر رہا ہے تو وہ کیوں پھر رہا ہے؟

جناب سپیکر: کیا آپ کا یہ سوال تحریری ہے؟

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! میرا سوال تحریری نہیں ہے۔ آج اجلاس ختم ہو رہا ہے اس لئے میں نے یہ پوچھا ہے کہ ایک سال بعد ان وکیل صاحب کا کیا status ہے؟

جناب سپیکر: محترمہ! جب آپ تحریری طور پر کچھ لائیں گی تو پھر ہی جواب آئے گا۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! محترمہ نے جس واقعہ اور جس مقدمہ کی جانب توجہ مبذول کرائی ہے تو اس میں offhand تو میرے علم میں یہی بات ہے کہ وہ وکیل جن کے خلاف یہ الزام تھا وہ اس مقدمے میں چالان ہوئے تھے اور ان کا مقدمہ عدالت میں پیش کر دیا گیا تھا بعد ازاں وہ ہائی کورٹ سے ضمانت پر رہا ہوئے تھے۔ اس وقت وہ مقدمہ عدالت میں pending ہے۔ اس کا وہاں پر جو status ہے وہ معلوم کرنے کے بعد ہی کچھ بتایا جا سکتا ہے۔

جناب سپیکر: آپ کوئی سوال، توجہ دلاؤ نوٹس یا کوئی تحریک دیں۔ جی، کرنل صاحب!

کرنل (ریٹائرڈ) شجاع خانزادہ: جناب سپیکر! میں سب سے پہلے آپ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ چند دنوں سے آپ یہ ہاؤس مقررہ وقت پر چلا رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بڑی خوش آئند بات ہے۔

جناب سپیکر: میں نہیں چلا رہا بلکہ آپ تشریف لا رہے ہیں۔

کرنل (ریٹائرڈ) شجاع خانزادہ: جناب سپیکر! امید ہے کہ یہ اسی طرح چلتا جائے گا۔ میں چند دنوں سے چاہ رہا تھا کہ اسمبلی کے manners, etiquettes and decorum پر بات کروں۔ یہاں چند دن پہلے گیلری میں students بیٹھے تھے، اس وقت نوانی صاحب نے بھی point out کیا تھا۔ ہماری اسمبلی میں چند دن سے جو کارروائی ہو رہی ہے، شور ہے، rules violate ہو رہے ہیں،

decorum نہیں ہے، etiquettes نہیں ہیں اور manners نہیں ہیں۔آپ کو point کیا جا رہا ہے، آپ کو "تم" کہا جا رہا ہے جبکہ آپ اس ہاؤس کے Custodian ہیں لیکن آپ سے شور اور زور سے بات کی جا رہی ہے۔آپ حکم دیتے ہیں تو کوئی آپ کے حکم کی تعمیل نہیں کرتا۔اس طرح پوری قوم اور پورے پنجاب میں بڑا negative impression جا رہا ہے۔

جناب سپیکر: نہیں، نہیں، ایسی بات نہیں ہے۔آپ کی بڑی مہربانی۔

کرنل (ریٹائرڈ) شجاع خانزادہ: جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ ہم یہاں پر اپنے لوگوں کے نمائندے ہیں۔ہم یہاں پر لوگوں کو جو impression دیتے ہیں وہ بڑا positive ہونا چاہئے کہ یہ اسمبلی ان کے interest میں چل رہی ہے۔اگر ہم آپس میں لڑائی کرنا شروع کر دیں اور اسمبلی کے etiquettes کو adhere نہیں کرتے تو پھر ہم نے کدھر جانا ہے۔یہ impression جو students لے کر گئے ہیں وہ بڑا negative impression ہے۔میں کافی students کو مل چکا ہوں وہ مجھے کہہ رہے تھے کہ اگر آپ کی اسمبلی کا یہی حال ہے اور اس طرح وہ چلتی ہے تو پھر پنجاب کا اللہ ہی حافظ ہے۔میں سمجھتا ہوں کہ جس طرح ہماری rules کی کتابیں ہیں، آئین کی کتابیں ہیں اور privileges کی کتابیں ہیں اگر ہم کوئی اس قسم کی کتاب frame کر لیں جس میں اس طرح کی proceeding ہونی چاہئے اس کے rules, etiquettes and decorum ہم publish کریں۔اس کے بعد ہر ممبر اس پر عمل کرے تو پھر میں سمجھتا ہوں کہ ہمارا ہاؤس بڑے اچھے طریقے سے چلے گا۔

جناب سپیکر: آپ نے جو بات کی ہے مجھے بھی افسوس ہوا تھا کہ جب میں نے اس واقعہ کو دیکھا۔یہ صرف ان students ہی نے نہیں بلکہ ساری قوم نے دیکھا ہے، تمام channels آپ کی کارروائی مکمل طور پر دکھاتے ہیں۔آپ جو کرتے ہیں وہ دکھاتے ہیں۔میرے خیال میں آپ سب کو خود ہی اس چیز کا notice لینا چاہئے۔میں تو ہر روز آپ کو یہ بات کہتا ہوں کہ اپنی عزت کرانا آپ خود سیکھیں۔اگر آپ خود ایک دوسرے کی عزت نہیں کریں گے تو پھر آپ کی عزت بھی معاشرے میں کوئی نہیں کرے گا۔

پوائنٹ آف آرڈر

پارلیمانی سیکرٹری برائے ثقافت و امور نوجواناں (محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری صاحبہ!

لاہور ائرپورٹ پر نوجوان رپورٹر پر پولیس کا تشدد

پارلیمانی سیکرٹری برائے ثقافت وامور نوجواناں (محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری): شکریہ۔ جناب سپیکر! میں دو روز پہلے رونما ہونے والے ایک واقعہ کی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہتی ہوں۔ میں سمجھتی ہوں کہ آج ہماری خوش قسمتی ہے کہ پولیس افسران کی ایک تعداد سرکاری افسران کی گیلری میں موجود ہے۔

جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ حسین افتخار ایک نوجوان رپورٹر ہے جو باہر سے تعلیم حاصل کر کے آیا ہے جس کو پاکستان کے اندر serve کرنے کا شوق تھا وہ بڑی بڑی پیشکشیں ٹھکرانے کے بعد پاکستان میں میڈیا کی خدمت کا شوق لے کر آیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پرسوں لاہور ائرپورٹ پر اس نوجوان رپورٹر کو پنجاب پولیس نے بے دردی سے مارا اور اس پر بے تحاشا لاٹھیاں برسائی گئیں۔ میں آپ کو یہ ضرور بتانا چاہوں گی کہ حسین افتخار ایک سینئر صحافی افتخار احمد کے صاحبزادے ہیں۔ اس کو اتنی بری طرح سے مارا گیا کہ اس کا کندھا dislocate ہو گیا اور اسے ہسپتال میں treatment بھی دیا گیا۔ میں صرف یہ جاننا چاہتی ہوں کہ جب ہم اپوزیشن کے بنچوں پر بیٹھا کرتے تھے تو رانا ثناء اللہ صاحب ہمارے استاد ہوا کرتے تھے۔ میں سمجھتی ہوں کہ اب شاید تھوڑا سا priorities میں فرق آ گیا ہے۔ اس وقت وہاں بیٹھ کر ہم بھی یہ بات کرتے تھے اور رانا صاحب بھی یہ بات کرتے تھے کہ صرف پولیس کا بجٹ بڑھا دینے سے کیا پولیس کی کارکردگی میں فرق آئے گا؟ مجھے صرف یہ جاننا ہے کہ پنجاب پولیس کی لاٹھیاں طلباء کو بھی پڑتی ہیں، ڈاکٹروں کو بھی پڑتی ہیں، اساتذہ کو بھی پڑتی ہیں، صحافیوں کو بھی پڑتی ہیں اور مجھے تو یہ بھی بعید نہیں ہے کہ شاید وہ دن بھی آ جائے کہ سیاسی کا ممبر بھی ان کی زد سے محفوظ نہ رہ سکیں۔ اس پر ہم ایک commitment لے کر آئے تھے اور ایک change کی بات کی گئی تھی۔ آپ یہ بتائیں کہ پولیس کا کیا culture change ہوا ہے؟ کیا پولیس ملازمین کی psychology change ہوئی ہے؟ آج بھی پولیس جس کو چاہتی ہے اسے زدوکوب کرتی ہے۔ رانا صاحب جس طرح پچھلے پانچ سال فرمایا کرتے تھے میں آج بھی ان سے جاننا چاہوں گی کہ وہ جو کہتے تھے کیا آج وہ سچ ثابت نہیں ہو رہا؟ میں جب وہاں بیٹھا کرتی تھی تو رانا صاحب کی تقریر سن کر میں سوچتی تھی کہ جب رانا ثناء اللہ صاحب جیسے لوگوں کو اس ملک اور صوبے میں حکمرانی کا موقع ملے گا یا پولیس کے محکمے کو takeover کریں گے تو بڑا dramatic change آئے گا اور پولیس کی کارکردگی بہتر ہو گی۔ رانا صاحب فلاسفی کی بات کیا کرتے تھے لیکن مجھے افسوس ہے کہ آج ہم اسی ٹھپے پر ٹھپا لگا رہے ہیں۔ پولیس کی کارکردگی بالکل zero ہے۔ آج میں یہ

کہوں گی کہ گورنر سلمان تاثیر کے قتل کے بعد شاید پولیس والوں کے حوصلے اور بڑھ گئے ہیں اور وہ کسی کو کہیں بھی گولی مار سکتے ہیں۔اس پر action لینے کی ضرورت ہے۔ میری گزارش یہ ہو گی کہ کوئی ایک دن پولیس کی کارکردگی پر بحث کے لئے رکھا جائے تاکہ ہم اس پر کوئی لائحہ عمل تیار کر سکیں صرف بجٹ اور مراعات دینے سے پولیس کی کارکردگی بہتر نہیں ہو گی۔پولیس کی کارکردگی بالکل zero ہے، یہ بالکل نکمے ہیں اور میں سمجھتی ہوں کہ پنجاب حکومت کی پولیس نے معاشرہ کے ہر طبقے کے اوپر لاٹھیاں برسائی ہیں جو ناقابل برداشت ہے۔

جناب سپیکر: آپ نے جو نشاندہی کی ہے۔وہ پوچھتے ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ثقافت و امور نوجواناں (محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری): جناب سپیکر! پرسوں طلباء پر بھی لاٹھیاں برسائی گئی ہیں اور صحافیوں پر بھی برسائی گئی ہیں۔اس طرح یہ کیا message دینا چاہ رہے ہیں، یہ پنجاب کیسے چلے گا،اس پر مجھے جواب چاہئے کہ پنجاب پولیس کی کارکردگی کیا ہے اور ان کی psychology اور mentality کو change کرنے کے لئے ہم کیا کر رہے ہیں؟

(اس مرحلہ پر تمام صحافی پریس گیلری سے واک آؤٹ کر گئے)

جناب سپیکر: جی، راناصاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! معزز ممبر نے جس واقعہ کی نشاندہی کی ہے۔ حسین افتخار واقعی سینئر صحافی افتخار احمد جو جیو سے منسلک ہیں ان کے بیٹے ہیں۔ وہ اپنی پیشہ ورانہ خدمات کے سلسلے میں ائرپورٹ پر موجود تھے۔وہاں پر جو پولیس اہلکار ڈیوٹی پر موجود تھے ان کے ساتھ ان کا کوئی جھگڑا ہوا جس پر وہاں موجود کانسٹیبل نے ان کو دھکا دیا تو وہ زمین پر گرے اور ان کا کندھا dislocate ہو گیا۔اس واقعہ کا جب مجھے علم ہوا تو میں نے خود سروسز ہسپتال جا کر چھوٹے بھائی کی خبر گیری کی، اُس کا علاج معالجہ اور وہاں پر جو medical help کی ضرورت تھی وہ بہم پہنچائی۔ CCPO لاہور سے میری بات ہوئی تو انہوں نے SP rank کے آدمی کو اُسی وقت انکوائری کے لئے لگا دیا کیونکہ اُس وقت یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ اُس کانسٹیبل کا نام کیا ہے جس نے اُس کو دھکا دیا ہے۔یہ ہفتے کی شام کی بات ہے تو اُس وقت CCPO صاحب کا کہنا تھا کہ ہم Monday تک اس انکوائری کو مکمل کر لیں گے اور جو بھی اس کا ذمہ دار ہوا اُس کے خلاف ضابطے کے مطابق کارروائی کریں گے۔

جناب سپیکر! جہاں تک پولیس کی کارکردگی کا معاملہ ہے تو معزز ہاؤس میں متعدد بار پولیس کی کارکردگی پر بحث ہوئی ہے اور تمام تر صورتحال اس معزز ہاؤس کے سامنے رکھی گئی ہے۔اس میں کوئی

شک نہیں کہ پولیس کی کارکردگی میں improvement کی بہت گنجائش ہے جس مقصد کے لئے میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ اُن کے لئے training programmes کا اجراء کیا گیا ہے اور اُن کے حالاتِ کار کو بہتر بنایا گیا ہے۔اس وقت دہشت گردی کا بہت بڑا آسیب اس ملک کو درپیش ہے اور پولیس کے نوجوانوں نے ہی دہشت گردی کو counter کرتے ہوئے گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ میرے خیال میں تقریباً 265 کے قریب پولیس جوانوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا اور شہادت قبول کی ہے۔ اسی طرح محرم کے عشرے میں پولیس فورس نے ہی دس دن تک جس عمدہ طریقے اور dedication کے ساتھ اپنی duty کو نبھایا میں سمجھتا ہوں کہ اس کی سب نے تعریف کی تھی۔ کچھ لوگ ضرور ایسے ہیں جن کی کارکردگی قابل سزا ہے اُن کو سزا ملنی چاہئے لیکن جن لوگوں کی کارکردگی اچھی ہے میں سمجھتا ہوں کہ اُن کو appreciate بھی کرنا چاہئے تاکہ پولیس فورس میں تعدیل کا عمل بھی جاری رہے اور ساتھ ساتھ اُن کی تعریف بھی ہو اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اس واقعہ میں اکیلا کانسٹیبل ہی ذمہ دار ہے اور اسے قطعی طور پر کوئی ایسی آشیر باد حاصل نہیں تھی۔ میں اس معزز ایوان اور محترمہ کو بھی یقین دلاتا ہوں کہ انکوائری کے بعد اُس کے خلاف محکمانہ کارروائی کی جائے گی۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ثقافت و امورِ نوجواناں (محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری): جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ جب سے اس ملک میں ڈیموکریسی آئی ہے کیا اِن تین سالوں میں پنجاب پولیس کی طرف سے یہ پہلا واقعہ ہوا ہے، کیا ڈاکٹروں پر ڈنڈے نہیں برسائے گئے، کیا اساتذہ پر ڈنڈے نہیں برسائے گئے اور کیا پرسوں جب طلباء باہر احتجاج کر رہے تھے اُن پر ڈنڈے نہیں برسائے گئے؟ میں mentality اور اُس پالیسی کی بات کر رہی ہوں کہ پنجاب پولیس کو یہ اختیار کس نے دیا ہے کہ وہ جس پر چاہتی ہے اُس پر ڈنڈے برسانا شروع کر دیتی ہے اس میں ایک پالیسی کی بات کی جانی چاہئے اور میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ جو پیشہ ورانہ فرائض سرانجام دیتے ہوئے پُرامن احتجاج کریں کیا اُن پر ڈنڈے برسانا ٹھیک ہے؟

جناب سپیکر: راناصاحب! آپ ذرا ہدایت فرمائیں کہ اس قسم کے واقعات نہیں ہونے چاہئیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس معزز ایوان میں سب ہی معزز ممبران بیٹھے ہیں۔ میں ایک واقعہ معزز ایوان کے سامنے رکھتا ہوں کہ آج سے کوئی پندرہ بیس دن پہلے students جو ہمارے بیٹے اور بھائی ہیں انہوں نے یہاں پر protest کیا۔ ہم نے محکمہ کو general instructions دی ہوئی ہیں کہ یہ جمہوری دَور ہے اور ہر کسی کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے مطالبے کے

لئے پُرامن احتجاج کر سکیں۔اب اجازت پُرامن احتجاج کی ہے لیکن جب احتجاج پُرامن حدود کو cross کرے گا تو پھر پولیس کو law enforce کرنا پڑے گا۔اُس دن students کو پُرامن احتجاج کی اجازت تھی لیکن وہ اسمبلی کے بالکل قریب بیریئرز تک پہنچ گئے جہاں ہم گاڑی سے اُتر کر آگے آتے ہیں مگر پولیس نے اُن کو بالکل نہیں روکا۔یہ بات بھی آپ کے notice میں ہے کہ جب students نے وہاں سے تجاوز کیا تو اُس وقت بھی پولیس نے law enforce نہیں کیا جس کی بنیاد پر وہاں پر تعینات افسران کے خلاف action بھی لیا گیا اور students اسمبلی کی بلڈنگ میں داخل ہو گئے۔جب وہ اُس مرحلہ سے گزر کر آگے آئے تب law کو enforce کیا گیا بلکہ students نے یہاں آکر ممبران کی گاڑیاں توڑیں اور کافی نقصان بھی کیا۔ اس صورتحال میں اگر کسی student کے خلاف تجاوز ہوا یا law enforcement میں کسی کو کوئی چوٹ آئی تو دونوں طرح سے یہ ایک mix صورتحال ہے اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ دونوں چیزوں کو مدنظر رکھنا چاہئے۔

جناب سپیکر: جی، بہت مہربانی۔

محترمہ فوزیہ بہرام: پوائنٹ آف آرڈر۔

محترمہ آمنہ الفت: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ کیا کرتی ہیں؟ مجھے بات کرنے دیں۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! کیا میں پوائنٹ آف آرڈر پر بات نہ کروں؟

جناب سپیکر: نہیں، میں آپ کو ایسے پوائنٹ آف آرڈر نہیں دوں گا۔کیا آپ میری بات بھی نہیں سن رہیں؟

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! آخر وجہ کیا ہے؟

جناب سپیکر: مجھے بات کرنے دیں۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! آپ مجھے پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنے دیں۔

جناب سپیکر: میں دیکھتا ہوں، پہلے آپ میری بات سنیں۔

محترمہ آمنہ الفت: آپ ہمیشہ مجھے پوائنٹ آف آرڈر نہیں دیتے۔

جناب سپیکر: محترمہ! دیکھیں، آپ تیسری مرتبہ یہ بات کر رہی ہیں۔یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے۔

محترمہ آمنہ الفت: چلیں، بعد میں مجھے ضرور ٹائم دیجئے گا۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! اس قسم کے واقعات کو دہرایا نہ جائے اور آپ کو اس کا خصوصی notice لینا چاہئے کیونکہ جس طرح آپ اپنی ڈیوٹی کرتے ہیں، پولیس اپنی ڈیوٹی کرتی ہے اسی طرح صحافی حضرات بھی اپنی ڈیوٹی دیتے ہیں۔ ایسے معاملات کی طرف ذرا خصوصی توجہ دی جائے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ثقافت و امورِ نوجواناں (محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری): جناب سپیکر! میں یہ نشاندہی کرنا چاہتی ہوں کہ پریس گیلری سے میڈیا والے واک آؤٹ کر گئے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں آپ کی observation کو fully endorse کرتا ہوں اور اپنے صحافی بھائیوں کو جو پریس گیلری کے ممبران ہیں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ اس واقعہ میں جو بھی اہلکار ملوث ہوا اُس کے خلاف قانون کے مطابق کارروائی کی جائے گی اور اس سلسلے میں گورنمنٹ کی بڑی واضح پالیسی ہے۔ اسی وجہ سے اس چیز کو دکھانے یا ثابت کرنے کے لئے جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ جب مجھے معلوم ہوا تو وزیراعلیٰ صاحب کی ہدایت پر میں اُسی وقت ہسپتال گیا، صحافی کے بیٹے کی خبر گیری کی اور انہیں یقین دہانی کرائی کہ اس معاملے میں جو بھی ذمہ دار ہو گا اُس کے خلاف کارروائی کی جائے گی۔ اس سلسلے میں general instructions پہلے بھی دی گئی ہیں اور آئندہ بھی اس بات کو دہرایا جائے گا کہ ہمارے صحافی بھائی کسی بھی event خواہ ائرپورٹ، جلوس یا کسی بھی جگہ پر جب وہ اپنی پیشہ ورانہ ڈیوٹی سرانجام دے رہے ہوں تو اُن کو اُن کی پیشہ ورانہ ڈیوٹی سرانجام دینے میں سہولت دینی چاہئے نہ کہ اُن کے لئے کوئی رکاوٹ پیدا ہونی چاہئے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر خزانہ تنویر اشرف کائرہ صاحب اور ملک ندیم کامران صاحب صحافی بھائیوں کو منا کر لائیں۔

محترمہ فوزیہ بہرام: جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر بہت اہم ہے۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

محترمہ فوزیہ بہرام: جناب سپیکر! میں لاء منسٹر صاحب کی موجودگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ کہوں گی کہ تین چار دن سے تحصیل چوآ سیدن شاہ ضلع چکوال میں قتل و غارت گری کا بازار گرم ہے۔ دکانیں لوٹی جا رہی ہیں، بہت سے لوگ قتل اور بہت سے لوگ زخمی ہو گئے ہیں۔ متعلقہ SHO کی malafide intention کو جانچتے ہوئے DPO نے اُس کو suspend کر دیا ہے لیکن ہمارے ضلع چکوال میں بہت

سے SHOs ایسے ہیں جو مقامی ہیں اور مقامی لوگ politics اور برادری ازم میں involve ہو جاتے ہیں۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ اسے in writing لے کر آئیں۔

محترمہ فوزیہ بہرام: جناب سپیکر! میں verbally کہہ رہی ہوں کیونکہ مجھے اس کی ابھی اطلاع ملی ہے اس لئے میں اس موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے کہنا چاہتی ہوں کہ اس میں سارا قصور ہمارے ضلع کے SHOs کا ہے۔ وہاں چوآ سیدن شاہ میں پٹھان صدیوں سے آباد ہیں جو وہاں کے پیدائشی ہیں اور وہ مقامی پاکستانی پٹھان ہیں۔ اب اِسے پٹھانوں پنجابیوں اور شیعہ سُنی کی لڑائی نہ بنایا جائے بلکہ مہربانی فرما کر ہمارے ضلع سے تعلق رکھنے والے SHOs کو باہر ٹرانسفر کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب کے notice میں آپ کی بات آ گئی ہے۔ پلیز تشریف رکھیں۔

محترمہ آمنہ الفت: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

محترمہ فوزیہ بہرام: جناب سپیکر! میری بات کا جواب تو آنے دیں۔

جناب سپیکر: جی، ابھی آتا ہے۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! میں انتہائی ادب اور احترام کے ساتھ کہوں گی کہ آپ Custodian of the House ہیں اگر آپ ڈانٹ بھی لیتے ہیں تو مجھے بُرا نہیں لگتا۔ آپ کا یہ حق ہے کہ مجھے روک سکتے ہیں لیکن جب میں نے کوئی ضروری بات کرنی ہوتی ہے تو آپ ٹائم نہیں دیتے۔

جناب سپیکر: نہیں، میں ڈانٹتا نہیں ہوں بلکہ مجھے ڈانٹنے کی کیا ضرورت ہے؟

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! آپ اُسی وقت یہ بات کرتے ہیں جب میں نے کوئی ضروری بات کرنی ہوتی ہے۔

جناب سپیکر: دیکھیں، یہ عزت اور احترام آپ سب کا ہے میرے اکیلے کا نہیں ہے۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! آپ ہم سب کے سپیکر ہیں اور ہم سب آپ کا بے حد احترام کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، آپ کی مہربانی ہے۔

محترمہ آمنہ الفت: آپ ہاؤس کو بڑا اچھالے کر چل رہے ہیں۔

جناب سپیکر: آپ پوائنٹ آف آرڈر پر اپنی بات کریں۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! میری گزارش یہ تھی کہ جن students کا وزیر قانون صاحب نے ذکر کیا ہے وہ پُرامن احتجاج کر رہے تھے۔ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ایسی صورتحال میں جب حکومت معاملات کو خراب کرنا چاہتی ہے تو اشتعال پیدا کرنے کے بھی سو طریقے ہوتے ہیں۔ Students میں اشتعال اس طرح پیدا کیا گیا کہ سفید کپڑوں میں ملبوس لوگوں نے اُن پر ڈنڈے برسائے جس کے نتیجے میں انہوں نے اشتعال میں آکر دنگا فساد کیا۔ اس قسم کے واقعات سے اس قسم کے واقعات میں بچوں کو مار کر ان کے ساتھ زیادتی کی گئی۔ ہم بھی اسمبلی میں بیٹھے ہیں اور ہمارے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ ہم نے یہاں پر باتیں کی ہیں جو کہ میڈیا پر آگئی ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: محترمہ! تشریف رکھیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! آپ نے محترمہ آمنہ الفت کو پوائنٹ آف آرڈر پر floor دیا ہوا ہے لیکن ابھی ان کی بات مکمل نہیں ہوئی اور آپ نے انہیں بیٹھ جانے کا حکم دے دیا ہے۔ آپ انہیں بات تو مکمل کر لینے دیں۔

جناب سپیکر: How it is possible while one is speaking. میں نے آپ کی بات سن لی ہے اس لئے آپ تشریف رکھیں۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! ہم یہاں پر لڑنے نہیں آتے لیکن جب کوئی ہمارے ساتھ زیادتی کرے گا، کوئی غلط الفاظ استعمال کرے گا اور ہماری leadership پر بات کرے گا تو اس پر protest کرنا ہمارا حق ہے۔ جب وہاں سے چھیڑ خانی ہوگی تو ہم اشتعال میں آئیں گے۔

جناب سپیکر: آپ کا پوائنٹ آف آرڈر کیا ہے؟

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! جو باتیں کی جا رہی ہیں میں انہی کا جواب دے رہی ہوں اور میں کوئی بات اپنے پاس سے نہیں کر رہی۔ میڈیا کے لوگوں پر لاٹھی چارج، بچوں پر لاٹھی چارج اور ایوان میں ممبران کے ساتھ بدزبانی کا طریق کار غلط ہے جسے ہم condemn کرتے ہیں اور ہم اسے پسند نہیں

کرتے کیونکہ ہم یہاں پر کام کرنے کے لئے آئے ہوئے ہیں۔ ہم مثبت سیاست کر رہے ہیں اور مثبت کام کرنا چاہتے ہیں۔

شیخ علاؤالدین: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

شیخ علاؤالدین: شکریہ۔ جناب سپیکر! اسمبلی کے باہر کوٹ لکھپت سبزی و فروٹ منڈی کے کچھ لوگ مظاہرہ کر رہے ہیں۔ میری آپ سے درخواست ہے کہ منسٹر اور اس ایوان کے کچھ لوگوں کو ان کی بات سننے کے لئے بھجوائیں کیونکہ وہ جس قسم کی نعرے بازی کر رہے ہیں وہ اچھی نہیں لگتی۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ انہیں بلا کر ان کی بات سن لی جائے۔

جناب سپیکر: میڈیا کے لوگوں کو منانے کے لئے منسٹر صاحبان گئے ہیں۔ وہ آتے ہیں تو ہم اس مقصد کے لئے کسی منسٹر کی ڈیوٹی لگائیں گے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! کامران مائیکل صاحب تشریف فرما ہیں۔

جناب سپیکر: سبزی و فروٹ منڈی کے احتجاج کرنے والے آڑھتیوں کی بات سننے کے لئے وزیر اقلیتی امور جناب کامران مائیکل صاحب، شیخ علاؤالدین اور جناب اعجاز احمد خان صاحب جائیں۔

میاں محمد رفیق: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! اسمبلی کے باہر آڑھتی حضرات احتجاج کر رہے ہیں تو میری یہ گزارش ہے کہ ان کی بات سنی جائے۔

جناب سپیکر: میں نے آپ کی بات سن لی ہے اور اس مقصد کے لئے لوگوں کی ڈیوٹی بھی لگا دی ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔

جناب اعجاز احمد خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب اعجاز احمد خان: شکریہ۔ جناب سپیکر! Protest کے نام پر مال روڈ پر ٹریفک کی بندش کا مسئلہ گھمبیر ہوتا جا رہا ہے۔ موجودہ حکومت پُرامن احتجاج کو encourage کرتی ہے لیکن مٹھی بھر لوگ آ

کرآئے روز ٹریفک بند کرتے ہیں اور دوپہر کے وقت ٹریفک دو دو گھنٹے بند رہتی ہے۔ میری یہ گزارش ہے کہ اس احتجاج کو discipline میں لانے کی ضرورت ہے اور میں نے ٹریفک بند ہونے کی وجہ سے کئی لوگوں کو خود سڑکوں پر مرتے ہوئے دیکھا ہے۔ سکول کے بچے چھٹی کے بعد اپنے گھروں کو نہیں جا سکتے۔ایک دن احتجاج کے دوران مجھے سول سیکر ٹریٹ سے اسمبلی آنے تک اڑھائی گھنٹے لگ گئے۔۔۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔

جناب اعجاز احمد خان: جناب سپیکر! مجھے بات مکمل کرنے دیں۔

جناب سپیکر: بات ہو تو گئی ہے اور آپ کیا چاہتے ہیں؟

جناب اعجاز احمد خان: جناب سپیکر! پرامن احتجاج ہونا چاہئے لیکن میں اس کے لئے تجویز دینا چاہتا ہوں۔ گزارش یہ ہے کہ پنجاب اسمبلی کے بالکل سامنے سڑک کے کنارے جگہ کو احتجاج کے لئے declare کیا جائے تاکہ آئے روز ٹریفک کی بندش نہ ہو کیونکہ اس سے تاجروں کو بھی نقصان ہوتا ہے۔

جناب سپیکر: آپ انتظامیہ کے ساتھ بیٹھ کر اس معاملے کو حل کروائیں۔

جناب اعجاز احمد خان: جناب سپیکر! مال روڈ کے تاجروں نے اس چوک میں آکر احتجاج کیا تھا کہ ہمارا کیا قصور ہے؟ ہم روزگار کے لئے آتے ہیں اور روزانہ ٹریفک بند رہتی ہے۔آپ نے ان کے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ ہم اس کے لئے انتظامات کریں گے۔ میری یہ گزارش ہے کہ پولیس کو ہدایات دی جائیں اور آج یہاں آپ کی طرف سے direction دی جائے کہ ٹریفک بند نہیں ہونی چاہئے اور احتجاج پرامن ہونا چاہئے تاکہ ٹریفک رواں دواں رہے۔

محترمہ شمیلہ اسلم: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

(اس مرحلہ پر کوٹ لکھپت سبزی وفروٹ منڈی کے آڑھتیوں کے ساتھ
مذاکرات کے لئے صوبائی وزیر اقلیتی امور جناب کامران مائیکل، شیخ علاؤالدین
اور جناب اعجاز احمد خان ایوان سے باہر تشریف لے گئے)

محترمہ شمیلہ اسلم: شکریہ۔ جناب سپیکر! Punjab Examination Board کے زیراہتمام یکم فروری2011 سے12 فروری 2011 تک پرائمری اور مڈل کے امتحانات منعقد ہو رہے ہیں اور date sheet کے مطابق ایک دن میں دو دو پیپر لئے جا رہے ہیں جو کہ بچوں کے ساتھ سراسر زیادتی

ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ اگر ممکن ہو سکے تو صبح کے وقت پرائمری اور دوسرے time مڈل کا پیپر لے لیا جائے جس سے بچوں کو proper تیاری کا موقع مل جائے گا۔ آپ محکمہ تعلیم اور Punjab Examination Board کو ہدایات جاری کریں کہ وہ فوری طور پر اس date sheet میں تبدیلی کرے۔ شکریہ

توجہ دلاؤ نوٹس

جناب سپیکر: وہ بچوں کی date sheet میں ردوبدل چاہتے ہیں How is it possible?

اب ہم توجہ دلاؤ نوٹس لیتے ہیں۔ پہلا توجہ دلاؤ نوٹس نمبر 631 ملک محمد عباس راں صاحب کا ہے۔ جی، ملک صاحب!

ملتان، ڈکیتی کے دوران شہری کی ہلاکت کی تفصیلات

ملک محمد عباس راں: شکریہ۔ جناب سپیکر! کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ نذر حسین ولد چراغ رہائشی چاہ جھنڈیراں والہ تھانہ بدھلہ سنت (ملتان) کو دوران ڈکیتی قتل کر دیا گیا اور اس سے موبائل فون اور نقدی چھین لی گئی؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس کا مقدمہ تھانہ بدھلہ سنت میں ایف آئی آر نمبر 79/10 بجرم 302/397 ت،پ درج ہوا؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ مدعی کی درخواست پر ایک ملزم گرفتار ہوا ہے اور دوسرا ملزم مدعی کے اصرار کے باوجود پولیس گرفتار نہ کر رہی ہے؟

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ مفرور ملزم سے ابھی تک کسی بھی تفتیشی افسر نے قانون/قاعدہ کے تحت انکوائری بھی نہ کی ہے جبکہ یہ سر عام اس علاقہ میں گھوم پھر رہا ہے؟

(ہ) حکومت اس سلسلہ میں کیا اقدامات اٹھانے کا ارادہ رکھتی ہے؟

جناب سپیکر! اس سلسلے میں میری گزارش ہے کہ آج جب میں اسمبلی اجلاس میں شرکت کے لئے لاہور آ رہا تھا تو مجھے مدعی کی طرف سے فون پر بتایا گیا کہ ہمارا ایک ملزم گرفتار کر لیا ہے اور باقی کی گرفتاری کے لئے پولیس نے وقت مانگا ہے کہ حقائق پر تفتیش کریں گے اور مقدمے کو یکسو کریں گے۔

جناب سپیکر: لاء منسٹر صاحب! میرا خیال ہے کہ انہوں نے جواب خود ہی دے دیا ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر!اس توجہ دلاؤنوٹس کے سلسلے میں یہاں آنے والے پولیس آفیسر کی ملک عباس راں صاحب سے بات ہوئی ہے۔ملک صاحب فی الحال اس case کی progress سے مطمئن ہیں اور ان کا اندیشہ یہی ہے کہ اس میں لاپروائی اور slackness نہ ہو۔میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ یہ progress اسی طرح سے جاری رہے گی اور میں نے اس سلسلے میں باقاعدہ direction بھی دے دی ہے کہ اس case کو جلد حقائق پر investigate کر کے یکسو کیا جائے اور چالان عدالت میں پیش کیا جائے۔اگر محرک کسی بھی مرحلے پر اس میں کوئی کمی محسوس کریں تو یہ میرے notice میں دوبارہ لائیں تو اسے اچھے طریقے سے expedite کرا دیا جائے گا۔

ملک محمد عباس راں: جناب سپیکر!میں وزیر قانون کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔اگر کسی مرحلے پر کوئی کمی محسوس ہوئی تو میں ان سے رابطہ کر لوں گا۔

جناب سپیکر: اگلا توجہ دلاؤنوٹس 634 محترمہ خدیجہ عمر صاحبہ کا ہے۔جی، محترمہ!

لاہور، اچھرہ سنٹر میں جیولرز کی دکان سے ڈیڑھ کروڑ روپے مالیت سونے کی چوری کی تفصیلات

محترمہ خدیجہ عمر: شکریہ۔جناب سپیکر!کیا وزیراعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ایک مؤقر اخبار کی خبر مورخہ 11-01-18 کے مطابق لاہور اچھرہ سنٹر میں نامعلوم افراد حمزہ جیولرز کی دکان سے ڈیڑھ کروڑ مالیت کا سونا و دیگر سامان چوری کر کے لے گئے؟

(ب) کیا متعلقہ پولیس نے مذکورہ واقعہ کی ایف آئی آر کا اندراج کر لیا ہے؟

(ج) مذکورہ case میں آج تک جو پیش رفت ہوئی ہے اس کی مکمل تفصیل سے ایوان کو آگاہ کریں؟

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! جواب اس طرح سے ہے کہ

(الف) جی ہاں، یہ درست ہے کہ اچھرہ سنٹر لاہور میں حمزہ جیولرز کی دکان سے نقد زنی کی واردات ہوئی ہے جس کی مالیت تقریباً 73 لاکھ روپے ہے۔

(ب) یہ درست ہے۔ متعلقہ پولیس نے اس وقوعہ کے متعلق مقدمہ نمبر 26 مورخہ 2011-1-17 بجرم 457/380 ت پ تھانہ اچھرہ درج رجسٹرڈ کر دیا ہے۔

(ج) مقدمہ کی تفتیش بذریعہ شہباز احمد سب انسپکٹر انوسٹی گیشن تھانہ اچھرہ عمل میں لائی جا رہی ہے۔ دوران تفتیش ملاحظہ موقع کے دوران یہ بات سامنے آئی ہے کہ یہ واردات شٹر دکان کے تالے کو چابی سے کھول کر کی گئی ہے۔ دکان کے اندر سیف الماریوں میں جہاں زیورات رکھے ہوئے تھے ان تالوں کو بھی چابی سے کھولا گیا ہے۔ واردات کے بعد اسی طرح شٹر کو باہر سے چابی کے ساتھ بند کر دیا گیا۔ مدعی مقدمہ جب دکان بند کر کے گیا تو دکان میں لگے ہوئے ویڈیو کیمرے بند کر کے گیا۔ بازار کے بند ہوتے ہی چوکیدار اپنی ڈیوٹی پر آ جاتا ہے جو صبح بازار کھلنے تک اپنی ڈیوٹی پر موجود رہتا ہے۔ بروز وقوعہ ڈیوٹی پر معمور چوکیدار نے بتایا کہ اس کی ڈیوٹی کے دوران کسی نے دکان کے تالے نہ کھولے ہیں۔

جناب سپیکر! اس میں progress ہوئی ہے لیکن سر دست اس کو پبلک کرنا مناسب نہیں ہے کیونکہ اس مقدمہ کے حالات doubtful ہیں۔ جونہی پولیس کسی نتیجہ پر پہنچتی ہے تو ان ملزمان کو گرفتار کر کے چالان عدالت میں پیش کر دیا جائے گا۔

جناب سپیکر: جی، ملک ندیم کامران صاحب!

وزیر زکوٰۃ و عشر (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! آپ کے حکم پر میں اور تنویر اشرف کائرہ صاحب گئے تھے۔ پریس کے تمام معزز ممبران نے کہا ہے کہ یہ روزانہ کے واقعات ہو رہے ہیں اس کے سد باب کے لئے وہ surety مانگنا چاہتے ہیں جو ہم نے اُن کو آپ کے توسط سے دے دی ہے اور وہ ابھی انشاء اللہ تعالیٰ اپنا بائیکاٹ بھی ختم کر دیں گے۔ رانا صاحب سے وہ surety مانگ رہے ہیں کہ وہ اس سلسلہ میں ایک کمیٹی بنا دیں۔ ان کے president اور سیکرٹری آ رہے ہیں۔ کمیٹی ان کے ساتھ بیٹھ کر کل کے issue پر بھی اور اس سے پیشتر جو واقعات ہوئے ہیں ان کو بھی دیکھ لے۔ وہ آئندہ کے سد باب کے لئے بھی چاہتے ہیں کہ کوئی ایسا لائحہ عمل تیار کیا جائے کہ بار بار ایسی چیزیں نہ ہوں تاکہ ماحول خراب نہ ہو۔ میری رانا صاحب سے بھی گزارش ہے کہ اپنے business کے بعد یہ فوری طور پر ان کو ٹائم دیں۔ ان کے president آ رہے ہیں ان کے ساتھ بیٹھ کر تین رکنی کمیٹی بات کرے گی اور لائحہ عمل تیار کر لے گی۔

جناب سپیکر: چلیں، ٹھیک ہے۔ اگر وہ اندر آ جائیں تو بہتر ہے اور ہم ان کا استقبال کریں گے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! ہماری ایک کمیٹی already موجود ہے جو ہاؤس اور گیلری کے معزز عہدیداران پر مشتمل ہے۔ اگر وہ مناسب سمجھیں تو اسی کمیٹی میں بھی ان معاملات کو لے آئیں اور اگر وہ علیحدہ چاہتے ہیں تو آپ کمیٹی بنادیں اس میں کوئی اعتراض والی بات نہیں ہے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے، وہ کمیٹی موجود ہے۔ محترمہ نے ابھی چکوال کے بارے میں بات کی ہے۔ جی، محترمہ!

محترمہ فوزیہ بہرام: جناب سپیکر! چکوال میں قتل و غارت گری ہو رہی ہے، وہاں اس قدر problems ہیں، دکانیں لوٹی جا رہی ہیں، پانچ لوگ قتل ہو گئے اور سینکڑوں زخمی ہو گئے۔ ڈی پی او آر کی وجہ سے ایس ایچ او suspend ہو گیا۔ یہ سارے چکوال میں ہی لگے ہوئے ہیں، آپ مقامی ایس ایچ اوز کو کیوں تبدیل نہیں کرتے؟

(اس مرحلہ پر تمام صحافی واک آؤٹ ختم کرکے پریس گیلری میں واپس تشریف لے آئے)

جناب سپیکر: ہم اپنے صحافی بھائیوں کو واپس آنے پر خوش آمدید کہتے ہیں۔ جی، لاء منسٹر

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں نے محترمہ کی بات سن لی ہے لیکن یہ معاملہ میرے نوٹس میں نہیں ہے۔ ابھی میں یہاں سے فارغ ہو کر معلوم کر لیتا ہوں اور بے شک یہ محترمہ بھی میرے آفس میں تشریف لے آئیں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ اب تحاریک استحقاق لیتے ہیں۔

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے)

محترمہ نگہت ناصر شیخ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، محترمہ!

محترمہ نگہت ناصر شیخ: شکریہ۔ جناب سپیکر! سب سے پہلے تو میں آپ کو یہاں بیٹھنے پر مبارکباد پیش کرتی ہوں۔ میں ایک اہم مسئلہ کی طرف توجہ دلانا چاہتی ہوں۔ میں سمجھتی ہوں کہ یہ مسئلہ اتنا اہم ہے کہ اگر اس پر ابھی کچھ نہ کیا گیا تو آگے چل کر یہ ہمارے لئے بہت بڑے مسائل پیدا کر دے گا۔ روزنامہ "نوائے وقت" کی خبر کے مطابق کچھ روز پہلے جی سی یونیورسٹی میں fund raising کا ایک پروگرام منعقد کیا گیا۔ جس میں فلمسٹار دیدار کو بلایا گیا۔ اس پروگرام میں نہ صرف سٹوڈنٹس بلکہ پروفیسر صاحبان

بھی ساری رات ڈانس کرتے رہے ہیں۔ جی سی یونیورسٹی کا ایک نام ہے اور ہمارے تعلیمی اداروں میں یہ سب کچھ زیب نہیں دیتا۔ جی سی یونیورسٹی کا نام صرف لاہور، پنجاب اور پاکستان میں ہی نہیں بلکہ اس کا نام پورے ایشیاء میں ہے۔ اس کے علاوہ بھی ہمیں اس چیز پر پوری توجہ دینی چاہئے اور اس چیز کو روکنا چاہئے۔ کیونکہ ہمارے تعلیمی اداروں میں اس طرح کی سرگرمیاں ایک معمول بن چکی ہیں کہ fund raising کے نام پر انڈین گانوں پر ڈانس وغیرہ ہوتا ہے۔ بہت سی طالبات نے اس پر اعتراض کیا اور اس خبر کے مطابق طلباء نے فلمسٹار دیدار کو بلانے پر بھی اعتراض کیا تھا جن کی بات انتظامیہ نے نہیں سنی۔ اس کے خلاف آپ کارروائی کا حکم دیں تاکہ دوسرے تعلیمی اداروں کو بھی اس سے سابق حاصل ہو۔ شکریہ

ڈاکٹر سامیہ امجد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، ڈاکٹر صاحبہ!

ڈاکٹر سامیہ امجد: شکریہ۔ جناب سپیکر! اس لاہور میں ہمارے نوجوانوں کو جو one wheeling کی ایک لت پڑی ہے اس کے بارے میں ایک افسوسناک خبر یہ ہے کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے فیصل ٹاؤن میں ایک بچہ one wheeling کرتا ہوا گاڑی سے ٹکرا گیا اور اس کی جان چلی گئی۔ وہ شخص جس کی گاڑی تھی وہ تو بھاگ گیا لیکن اس کی گاڑی کو آگ لگا دی گئی اور وہاں ایک protest کا سلسلہ چل پڑا۔ اپیل یہ کرنی ہے کہ ویڈیو اور انٹرنیٹ کے ذریعے بچے daring قسم کی سپورٹس میں جانا چاہتے ہیں تو میری suggestion یہ ہے کہ ان کے لئے ایک جگہ specify کر دی جائے۔ تاکہ عام سڑکیں جوان حادثات سے متاثر ہو رہی ہیں وہ محفوظ رہیں گی۔ ان بچوں کو ویسے تو arrest کرنے کا کوئی انتظام نہیں کیا گیا یا کسی لاء کے under نہیں لیا گیا لیکن ان کے لئے ایک safe environment اپنی sports activates کے لئے اس بجٹ میں ہی شامل کر لیں۔ چونکہ لاء موجود نہیں ہے اور آپ یقین کریں کہ گاڑی چلانا میرے جیسے اور بزدل قسم کے ڈرائیوروں کے لئے بھی بڑا مشکل ہو گیا ہے۔ آپ دیکھیں کہ اس طرح کے واقعات ہر روز رونما ہو رہے ہیں۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، حمیرا اویس شاہد!

محترمہ حمیرا اویس شاہد: جناب سپیکر! میں اس معزز ایوان کی توجہ اس مسئلے کی طرف مبذول کرانا چاہتی ہوں کہ پرسوں گوالمنڈی میں ایک واقعہ ہوا ہے۔ ایک شازیہ نام کی لڑکی پر بہن کا رشتہ نہ دینے اور

میکے سے پیسے نہ لانے پر جس قسم کا تشدد کیا گیا کہ اس کے ہونٹ کاٹ دیئے گئے اور اس کی ہڈیاں توڑ دی گئیں۔ جب میں نے عورتوں کے تشدد کے خلاف Resolution پیش کی تھی تو تب میرے بہت سارے بھائی یہاں ایوان میں کھڑے ہو گئے تھے اور کہا تھا کہ تشویشناک نہیں ہے۔ میں پوچھنا چاہتی ہوں کہ اس سے زیادہ اور کیا تشویش ناک ہو گا؟ میں لاء منسٹر صاحب سے بھی پوچھنا چاہتی ہوں کہ اس بچی کے ساتھ زیادتی اور ظلم ہوا ہے اس پر حکومت نے کیا کیا ہے؟

تحاریک استحقاق

(کوئی تحریک پیش نہ ہوئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: لاء منسٹر صاحب اکٹھا ہی respond کر دیں گے اور میں کارروائی کو بھی آگے بڑھا لوں۔ اب تحریک استحقاق نمبر 5 میاں شفیع محمد کی ہے۔۔۔ موجود نہیں ہیں اور ان کی کوئی application بھی نہیں آئی لہذا یہ dispose of کی جاتی ہے۔

تحاریک التوائے کار

جناب ڈپٹی سپیکر: اب تحاریک التوائے کار لی جاتی ہیں۔ سب سے پہلی تحریک التوائے کار نمبر 915/2010 محترمہ ثمینہ خاور حیات کی ہے۔ یہ آج تک کے لئے pending کی گئی تھی۔ جی، لاء منسٹر!

پنجاب پولیس کے تعمیر و مرمت کے منصوبوں میں کروڑوں روپے خُورد بُرد ہونے کا انکشاف

(۔۔۔جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! جب اس معاملہ کی نشاندہی میڈیا میں ہوئی تو اس کے بعد اس کی انکوائری D.G (Anti corruption) کو mark کی گئی، D.G (Anti corruption) اس سلسلے میں انکوائری کر رہے ہیں، ابھی یہ معاملہ conclude نہیں ہوا اور in progress ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، محترمہ ثمینہ خاور حیات!

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! مجھے بہت خوشی ہوئی ہے کہ جس مسئلہ کو میں نے اسمبلی floor پر لا کر اجاگر کیا، فوراً اس پر Anti corruption نے initiative لیا ہے۔ چونکہ "دنیا نیوز" کی رپورٹ پر

میں یہ دیکھ چکی ہوں تو انشاء اللہ تعالیٰ اس پر جو فیصلہ آئے گا اچھا ہو گا اور جو انہوں نے جواب دیا ہے میں اس سے agree کرتی ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ یہ dispose of کی جاتی ہے۔ اس کے بعد تحریک التوائے کار نمبر 981/10 محترمہ سیمل کامران، سیدہ ماجدہ زیدی، محترمہ قمر عامر چودھری کی طرف سے ہے۔ یہ بھی آج تک کے لئے pending کی گئی تھی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس کا جواب میرے پاس موجود نہیں ہے۔ اس کو آپ next session تک کے لئے pending فرمادیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، یہ بھی اگلے اجلاس تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 2/2011 میاں طارق محمود صاحب کی ہے۔ یہ بھی آج کے لئے pending کی گئی تھی۔

حلقہ پی پی۔113 ڈنگہ (گجرات) میں محکمہ کی ملی بھگت سے اراضی کا جعلی انتقال

(۔۔۔جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس کا کافی لمبا جواب ہے اس میں کچھ چیزیں ایسی ہیں جو انکوائری طلب ہیں۔ تو میں یہ چاہوں گا کہ اگر mover اس کو دیکھ لے اور اس کے بعد پھر وہ جیسا کہیں گے کریں گے کہ اگر اس کو pending کروانا ہے تو pending کروائیں ورنہ اس کو پھر dispose of کروادیں۔ اسی دوران mover اس کے جواب کو دیکھ لے تو پھر ان کی guidance کے مطابق اسے آگے بڑھائیں گے۔

میاں طارق محمود: جناب سپیکر! کیونکہ بڑا ضروری issue ہے تو ٹھیک ہے میں اس کو دیکھ لیتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، آپ اس جواب کو پڑھ لیں اور پھر پڑھ کر بتایئے گا تو اب اس کو next session تک کے لئے pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے نمبر 04/11 محترمہ زوبیہ رباب ملک صاحبہ کی ہے۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ یہ بھی next session تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 05/11 بھی محترمہ زوبیہ رباب ملک صاحبہ کی ہے تو یہ بھی next session تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔ اس کے بعد تحریک التوائے کار نمبر 23/11 سیدہ بشریٰ نواز گردیزی، سیدہ ماجدہ زیدی صاحبہ نے پیش کی تھی۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ یہ بھی اگلے session تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔ اس کے بعد محترمہ خدیجہ عمر، محترمہ ثمینہ خاور حیات،

سیدہ ماجدہ زیدی، سیمل کامران، حمیرا اویس شاہد کی تحریک التوائے کار نمبر 11/45 یہ بھی pending کی گئی تھی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ بھی اگلے session تک کے لئے pending فرمادیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، یہ بھی اگلے session تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔ تحریک التوائے کار نمبر 11/46 چوہدری ظہیر الدین خان، چوہدری عامر سلطان چیمہ، محترمہ خدیجہ عمر، محترمہ ثمینہ خاور حیات اور محترمہ سیمل کامران کی طرف پیش کی گئی تھی اور یہ بھی آج تک کے لئے pending تھی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس کو بھی اگلے session کے لئے pending فرمادیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، یہ بھی اگلے session تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔ اس کے بعد تحریک التوائے کار نمبر 11/51 محترمہ حمیرا اویس شاہد اور جناب محمد محسن خان لغاری کی طرف پیش کی گئی ہے۔

محکمہ پی ڈبلیو ڈی ساہیوال کے ملازمین تنخواہیں نہ ملنے کی وجہ سے شدید مالی مشکلات کا شکار

(۔۔۔جاری)

محترمہ حمیرا اویس شاہد: جناب سپیکر! میری پہلے بھی درخواست یہی تھی اور اب بھی یہی ہے کہ مہربانی کرکے اس کو کمیٹی کے حوالے کر دیا جائے۔ ہم صرف آپ کو یہ policy develop کر کے دینا چاہتے ہیں اور ہم enforce نہیں کر رہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، ذرا اس پر رانا صاحب کی بات سن لیں تو اس کے بعد پھر۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس میں محترمہ حمیرا اویس شاہد صاحبہ اور جناب محمد محسن خان لغاری صاحب کی دونوں سیکرٹری صاحبان یعنی سیکرٹری فنانس اور سیکرٹری ایگریکلچر سے میرے آفس میں میٹنگ ہوئی تھی اور انہوں نے اس پر ایک دوسرے کو اپنے views دیئے تو اس discussion کے نتیجے میں ڈیپارٹمنٹ نے ایک جواب دیا ہے تو میری یہ گزارش ہوگی کہ یہ دونوں

صاحبان اس جواب کو دیکھ لیں، اس کے بعد اس کو discuss کر لیں پھر اس کے مطابق طریق کار اختیار کیا جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، مناسب بات یہ ہے کہ آپ اس کو پڑھ لیں اور اس کو next session تک کے لئے pending کر لیتے ہیں تو پھر آپ اس کو پڑھ کر respond کر دیں۔

محترمہ حمیرا اویس شاہد: جناب سپیکر! ٹھیک ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، شکریہ۔ تحریک التوائے کار نمبر 11/52 محترمہ آمنہ الفت، سیدہ ماجدہ زیدی، سیدہ بشریٰ نواز گردیزی کی ہے۔ جی، رانا صاحب یہ بھی آج تک کے لئے pending کی گئی تھی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس کو بھی pending فرمادیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، یہ بھی اگلے اجلاس تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔ اب اس کے بعد تحریک التوائے کار نمبر 11/63 محترمہ زوبیہ رباب ملک صاحبہ کی ہے۔ موجود نہیں ہیں؟ یہ dispose of کی جاتی ہے۔ تحریک التوائے کار نمبر 11/66 ڈاکٹر فائزہ اصغر، ڈاکٹر سامیہ امجد، محترمہ ثمینہ خاور حیات، محترمہ سیمل کامران۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سیمل صاحبہ! آپ کی دو تحاریک پیش ہو چکی ہیں تو کوئی اور پیش کر دے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! کون سی دو پیش ہو چکی ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ابھی دو تحاریک پیچھے آئی ہیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! وہ تو پہلے پیش ہو کر pending ہوئی تھیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔

ستوکتلہ لاہور میں ڈکیتیوں میں اضافے سے رہائشیوں کو پریشانی کا سامنا

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "ایکسپریس" مورخہ 13۔جنوری 2011 کی خبر کے مطابق لاہور کے علاقہ ستوکتلہ میں روزانہ کی بنیاد پر ڈکیتیاں ہو رہی ہیں۔ ڈکیتیوں کی خبر میں کوئی دن ایسا نہیں ہوتا کہ وہاں ڈکیتی کی واردات نہ

ہوئی اور اس علاقے میں ہاؤسنگ سوسائٹیوں سے دن کے وقت بھی گھروں سے نکلنا دشوار ہو گیا ہے، اس صورتحال سے شہری بلبلا اٹھے ہیں۔ گزشتہ روز بھی ایک شخص اقبال پر ڈاکوؤں نے سر عام تشدد کیا اور اسلحہ کے زور پر نقدی اور موبائل فون چھین لیا۔ پولیس کو بروقت اطلاع بھی دی گئی لیکن حسب دستور پولیس دیر سے پہنچی۔ علاقہ کے مکینوں نے اس پر شدید احتجاج کیا ہے اور وہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ ڈکیتی میں ملوث ملزمان کی گرفتاری کی جائے اور ڈکیت گینگ جو وہاں سرگرم ہے اس کو ختم کرنے کے لئے مناسب اقدامات کئے جائیں۔ اس خبر سے عوام میں اضطراب پایا جاتا ہے لہذا استدعا ہے کہ تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناءاللہ خان): جناب سپیکر! اس کو بھی next session تک pending فرمادیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس تحریک التوائے کار کو بھی اگلے اجلاس تک pending کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد تحریک التوائے کار نمبر 11/67 ہے یہ تحریک محترمہ خدیجہ عمر، آمنہ الفت، محترمہ ثمینہ خاور حیات اور ڈاکٹر سامیہ امجد کی طرف سے پیش کی گئی ہے۔

شرقپور (شیخوپورہ) میں سیوریج اور واٹر سپلائی کا پانی مکس ہونے سے شہری پیٹ کی بیماریوں میں مبتلا

محترمہ آمنہ الفت: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "جناح" مورخہ 13۔جنوری 2011 کی خبر کے مطابق شرقپور میں سیوریج اور واٹر سپلائی سسٹم اچانک ناکارہ ہو گیا اور لوگ دھڑا دھڑ بیماریوں کا شکار ہو گئے ہیں۔ پینے کے پانی میں گٹروں کا پانی شامل ہو رہا ہے اور علاقے کے مکین پیچش، ہیپاٹائٹس اور پیٹ کی دوسری خطرناک امراض میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ شہریوں نے متعلقہ حکام سے اپیل کی ہے کہ واٹر سپلائی اور سیوریج کے نظام کو فوری طور پر ٹھیک کروایا جائے اور عوام کو بے موت مرنے سے بچایا جائے۔ عوام میں لامحالہ اس صورتحال سے شدید غم اور غصہ پایا جاتا ہے لہذا استدعا ہے کہ تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور(راناثناءاللہ خان):جناب سپیکر!اس کو بھی اگلے اجلاس تک pending فرمادیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر:جی،یہ بھی اگلے اجلاس تک pending کی جاتی ہے۔اب تحریک التوائے کار نمبر11/68ہے۔یہ تحریک محترمہ قمر عامر چودھری، محترمہ زوبیہ رباب ملک، محترمہ حمیرااویس شاہد اور سیدہ ماجدہ زیدی کی طرف سے پیش کی گئی۔

پی سی ایس آئی آر سوسائٹی کی انتظامیہ کی کرپشن کاانکشاف

محترمہ حمیرااویس شاہد:جناب سپیکر!میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "اساس" مورخہ 13۔جنوری2011 کی خبر کے مطابق(PCSIR) فیز ٹو میں انتظامیہ کی کرپشن عروج پر پہنچ گئی ہے۔ حال ہی میں انتظامیہ نے کمرشل پلاٹوں کو رہائشی قرار دے کر اُونے پُونے داموں پر فروخت کر دیا۔اس کے علاوہ بجلی، گیس،سیوریج اور پانی کی سکیموں میں بھی لوٹ کھسوٹ کی گئی ہے۔انتظامیہ کی بدعنوانیوں کا منظر عام پر آنے پر سوسائٹی کے رہائشیوں نے کوآپریٹو سوسائٹی کے افسران سے مطالبہ بھی کیا لیکن ایسالگتا ہے کہ وہ بھی اس غیر قانونی کام میں کسی نہ کسی طرح شامل ہیں۔ سوسائٹی کے ممبران اور مکینوں نے مطالبہ کیا ہے کہ حکومت (PCSIR) سوسائٹی کی انتظامیہ کی بدعنوانیوں کا نوٹس لے اور فوری کارروائی کرے۔اس سے عوام میں شدید ردعمل پایا جاتا ہے چونکہ معاملہ فوری عوامی اہمیت کا حامل ہے۔لہذا استدعا ہے کہ اس میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور(راناثناءاللہ خان):جناب سپیکر!اس تحریک کو بھی اگلے اجلاس تک pending فرمادیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر:یہ تحریک التوائے کار بھی اگلے اجلاس تک pending کی جاتی ہے۔اب اگلی تحریک التوائے کار نمبر11/69ہے۔جی، محترمہ سیمل کامران!

نیشنل پروگرام برائے فیملی پلاننگ اینڈ پرائمری ہیلتھ کیئر کی ایل ایچ ویز کو تنخواہ کی عدم ادائیگی

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "ایکسپریس" مورخہ 13۔جنوری 2011 کی خبر کے مطابق نیشنل پروگرام برائے فیملی پلاننگ اینڈ پرائمری ہیلتھ کیئر کی ناقص حکمت عملی نے پنجاب بھر کی 49ہزار 7سو لیڈی ہیلتھ ورکرز کو گزشتہ تین ماہ سے ماہانہ تنخواہوں سے محروم کر دیا گیا جس کے باعث لیڈی ہیلتھ ورکرز فاقہ کشی پر مجبور ہیں۔ متاثرین نے الزام عائد کیا ہے کہ متعلقہ افسران تنخواہوں کو اپنے اکاؤنٹ میں کئی ماہ جمع رکھ کر ان کا منافع کھا رہے ہیں اور ورکرز کو تین سے پانچ ماہ تک ماہانہ تنخواہوں کی ادائیگی نہیں کی جاتی۔ معلوم ہوا ہے کہ اب جو تنخواہ آئے گی وہ ایک ماہ کی ہو گی۔ جس اکاؤنٹ میں ورکرز کی تنخواہ آتی ہے وہ کسی کا ذاتی نہیں بلکہ سرکاری اکاؤنٹ ہونا چاہئے۔ اس خبر سے صوبہ بھر کی عوام اور متاثرین 49ہزار لیڈی ہیلتھ ورکرز میں شدید بے چینی پائی جاتی ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس تحریک کو بھی اگلے اجلاس تک pending فرما دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، یہ تحریک التوائے کار بھی next session تک pending کی جاتی ہے۔ اب تحریک التوائے کار نمبر 11/76 محترمہ خدیجہ عمر کی ہے۔

وزیراعلیٰ کے صوابدیدی اختیارات کے تحت محکمہ ایس اینڈ جی اے ڈی میں سکیل 16، 17 کی اسامیوں پر ریٹائرڈ ملازمین کی بھرتی

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "نوائے وقت" مورخہ 13۔جنوری 2011 کی خبر کے مطابق پنجاب کے محکمہ ایس اینڈ جی اے ڈی نے 193 اسامیوں کو پُر کرنے کے لئے ریٹائرڈ سرکاری ملازمین کو کنٹریکٹ پر

بھرتی کرنے کے لئے وزیر اعلیٰ پنجاب کو ایک سمری بھجوائی ہے۔ان اسامیوں میں گریڈ 16 اور گریڈ 17 کے افسران شامل ہیں۔قواعد کے مطابق ان اسامیوں کو پنجاب پبلک سروس کمیشن کے ذریعے ہی پُر کیا جا سکتا ہے۔یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ اس حکومت نے برسر اقتدار آتے ہی سابقہ حکومت کے دور میں اہلیت کی بنیاد پر رکھے جانے والے اسسٹنٹ پراسیکیوٹرز کو یہ کہہ کر نکال دیا تھا کہ یہ تقرریاں قواعد و ضوابط کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کی گئیں اور یہ شفاف تقرریاں پبلک سروس کمیشن کے ذریعے ہی ممکن ہیں۔اب ان rules کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اور وزیر اعلیٰ کے صوابدیدی اختیارات کا استعمال کرتے ہوئے گریڈ 16 اور گریڈ 17 کی اسامیوں پر ریٹائرڈ سرکاری ملازمین کی بھرتی کا عمل شروع کیا جانے والا ہے۔اس خبر سے صوبہ کی عوام بالعموم اور پڑھے لکھے بے روزگار نوجوانوں میں شدید ہیجانی صورت پیدا ہو گئی ہے اور اس طرح ان پر میرٹ کے ذریعے نوکری حاصل کرنے کے دروازے بند کئے جا رہے ہیں۔ان کا مطالبہ ہے کہ مذکورہ اسامیاں پبلک سروس کمیشن کے ذریعے ہی پُر ہونی چاہئیں چونکہ معاملہ فوری عوامی اہمیت کا حامل ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس تحریک کو بھی اگلے session تک کے لئے pending فرما دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، یہ تحریک التوائے کار بھی next session تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔اب تحاریک التوائے کار کا وقت ختم ہوتا ہے۔

سردار خالد سلیم بھٹی: جناب سپیکر! میری تحریک التوائے کار نمبر 48/11 بھی pending کر دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، ٹھیک ہے وہ pending کر دی جاتی ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میری تحاریک التوائے کار بھی pending کر دی جائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ صاحب کی تحاریک التوائے کار بھی pending کر دی جاتی ہیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! وہ تو آپ کی مہربانی ہے کہ آپ نے کر دی ہیں۔میری یہ چار تحاریک التوائے کار بہت مشکل سے آئی ہیں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ میں نے کہہ دیا ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! جو میرے لئے censor formula ہے خیر اب میں اس کی بات تو نہیں کرتا لیکن میں ایک عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ایک منٹ، ابھی آپ تشریف رکھیں۔

شیخ علاؤالدین: میری عرض سُن لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، پہلے میری عرض سُن لیں۔ آپ تشریف رکھیں، میں آپ کو ابھی floor دیتا ہوں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں نے آپ کو ایک بات یاد کرائی ہے۔

سرکاری کارروائی

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ میں آپ کو ابھی floor دیتا ہوں۔ اب ہم سرکاری کارروائی شروع کرتے ہیں آج کے ایجنڈے پر حسبِ ذیل کارروائی ہے۔

Conclusion of pre budget general discussion seeking proposals of the members for the budget 2011-12.

جس طرح آپ سب کو پتا ہے کہ وزیر خزانہ صاحب نے winding up speech کرنی ہے وہ اس پر ایک قرارداد پیش کرنا چاہتے ہیں۔ آج کے ایجنڈے پر اگلا آئٹم قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب کے قاعدہ 133(a) کے تحت قرارداد ہے۔ وزیر خزانہ قرارداد پیش کریں۔

سید ناظم حسین شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، میں floor دے چکا ہوں، اس کے بعد میں آپ کو موقع دیتا ہوں۔ آپ ماشاء اللہ اتنے سینئر ہیں۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! منسٹر کی speech پر بھی پوائنٹ آف آرڈر ہو سکتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چلیں۔ جی، شاہ صاحب!

سید ناظم حسین شاہ: Sir! I was under the impression کہ ابھی pre budget speeches ہوں لیکن آپ نے فرمادیا ہے کہ یہ wind up کر رہے ہیں۔ میں صرف ایک دو لفظ کہنا

چاہتا ہوں کہ جنوبی پنجاب کو تعلیم، صحت ہر چیز میں نظر انداز کیا گیا ہے۔ پچھلے سال جو بجٹ allocate ہوا ہے وہ بھی آج تک release نہیں ہوا۔ میں آپ کی وساطت سے وزیر خزانہ کی خدمت بھی یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پورے جنوبی پنجاب میں انگلش میڈیم سکول تو ہیں مگر انگلش میڈیم کالج نہیں ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جب students لاہور آتے ہیں تو یہ overcrowded ہو جاتا ہے اس طرح ہمیں تعلیم کے زیور سے بھی محروم رکھا جا رہا ہے۔ آپ کے سامنے ہے کہ کارڈیالوجی ہسپتال بھی ابھی کھلا ہے۔ میں یہ عرض کروں گا کہ جنوبی پنجاب کو نظر انداز نہ کیا جائے ورنہ محرومیاں ہی ہمیشہ نفرتوں کو جنم دیتی ہیں۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، فنانس منسٹر صاحب!

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! آج آپ نے بجٹ پر بحث کے لئے دِن رکھا ہوا تھا؟

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ سب کو پتا ہے کہ جس دِن winding up speech ہوتی ہے اس دِن صرف فنانس منسٹر کی speech ہوتی ہے۔ باقی ہم نے اس پر چار دِن مستقل بحث کرائی ہے اور even پانچ، چھ بجے تک بھی ہاؤس کو چلایا ہے تاکہ تمام ممبران کی بات ہو جائے۔ بجٹ میں بھی اور ہر جگہ یہ بات understood ہوتی ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میری یہ گزارش ہے کہ ایجنڈے کے مطابق فنانس منسٹر اپنی Resolution پیش کر لیں اس کے بعد اگر کوئی ممبر بات کرنا چاہیں تو آپ ان کو floor دے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، اس کے بعد اگر کوئی بات کرنا چاہے گا تو میں floor دے دوں گا۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! آپ درست فرما رہے ہیں مگر میری اس دِن Leader of the Opposition سے بات ہوئی تھی۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ثمینہ صاحبہ! تشریف رکھیں۔ جی، فنانس منسٹر صاحب!

قرارداد

بجٹ 11-2010 پر معزز ممبران کی تجاویز کو مدنظر رکھتے ہوئے ترقیاتی فنڈز کی منصفانہ تقسیم، مؤثر و شفاف استعمال اور غیر ترقیاتی اخراجات میں کمی کا مطالبہ

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ): جناب سپیکر! میں یہ قرارداد پیش کرتا ہوں کہ:

"یہ ایوان حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ بجٹ تجاویز برائے مالی سال 12-2011مرتب کرتے وقت مندرجہ ذیل سفارشات مرتب کرتے وقت مندرجہ ذیل سفارشات کو ملحوظ خاطر رکھا جائے ۔ تعلیم و صحت کی بنیادی سہولیات کی فراہمی اور موجود نظام میں بہتری کی اصلاحات، زراعت کی ترقی و ترویج، ترقیاتی فنڈز کی منصفانہ تقسیم، توانائی کی کمی کو دور کرنے کے لئے منصوبوں کا قیام، خواتین کی بہبود کے لئے خصوصی پروگراموں کا اجراء، پسماندہ علاقوں کے لئے ترقیاتی فنڈز میں اضافہ، ترقیاتی منصوبوں کے لئے مختص رقوم کا مؤثر اور شفاف استعمال، regional disparity میں کمی کے لئے ترقیاتی فنڈز کی فراہمی، پولیس کی کارکردگی میں بہتری، عدالتی نظام میں اصلاحات، معزز ممبران کا ترقیاتی منصوبہ جات کی identification اور عملدرآمد میں مؤثر کردار، تعلیم وصحت میں مکمل شدہ منصوبوں کے لئے SNE کی منظوری اور مطلوبہ سٹاف کی فراہمی، سیلاب میں تباہ شدہ اضلاع میں infrastructure کی بحالی، سڑکوں اور نہری نظام میں بہتری اور تعمیر و مرمت کے لئے زیادہ فنڈز کی فراہمی، farm to market roads کے لئے رقوم کی فراہمی، پانچ بڑے شہروں میں پبلک ٹرانسپورٹ کی بہتری کے منصوبے، غریب کسانوں کے لئے کھاد اور بیج کی ارزاں نرخوں میں فراہمی، فنی شعبے میں نوجوانوں کے لئے تعلیم اور روزگار کے مواقع کی فراہمی، ترقیاتی سکیموں پر بروقت عملدرآمد کے لئے مؤثر نظام کا قیام، ٹیکسوں کی وصولی کے نظام میں اصلاحات، دانش سکولوں کی تعمیر کے ساتھ موجودہ تعلیمی نظام میں بہتری، مہنگائی اور افراطِ زر میں کمی، غربت میں کمی کے لئے مؤثر حکمت عملی، غیر ترقیاتی اخراجات میں کمی۔"

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

"یہ ایوان حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ بجٹ تجاویز برائے مالی سال 2011-12 مرتب کرتے وقت مندرجہ ذیل سفارشات مرتب کرتے وقت مندرجہ ذیل سفارشات کو ملحوظ خاطر رکھا جائے ۔ تعلیم و صحت کی بنیادی سہولیات کی فراہمی اور موجود نظام میں بہتری کی اصلاحات، زراعت کی ترقی و ترویج، ترقیاتی فنڈز کی منصفانہ تقسیم، توانائی کی کمی کو دور کرنے کے لئے منصوبوں کا قیام، خواتین کی بہبود کے لئے خصوصی پروگراموں کا اجراء، پسماندہ علاقوں کے لئے ترقیاتی فنڈز میں اضافہ، ترقیاتی منصوبوں کے لئے مختص رقوم کا مؤثر اور شفاف استعمال، regional disparity میں کمی کے لئے ترقیاتی فنڈز کی فراہمی، پولیس کی کارکردگی میں بہتری، عدالتی نظام میں اصلاحات، معزز ممبران کا ترقیاتی منصوبہ جات کی identification اور عملدرآمد میں مؤثر کردار، تعلیم وصحت میں مکمل شدہ منصوبوں کے لئے SNE کی منظوری اور مطلوبہ سٹاف کی فراہمی، سیلاب میں تباہ شدہ اضلاع میں infrastructure کی بحالی، سڑکوں اور نہری نظام میں بہتری اور تعمیر و مرمت کے لئے زیادہ فنڈز کی فراہمی، farm to market roads کے لئے رقوم کی فراہمی، پانچ بڑے شہروں میں پبلک ٹرانسپورٹ کی بہتری کے منصوبے، غریب کسانوں کے لئے کھاد اور بیج کی ارزاں نرخوں میں فراہمی، فنی شعبے میں نوجوانوں کے لئے تعلیم اور روزگار کے مواقع کی فراہمی، ترقیاتی سکیموں پر بروقت عملدرآمد کے لئے مؤثر نظام کا قیام، ٹیکسوں کی وصولی کے نظام میں اصلاحات، دانش سکولوں کی تعمیر کے ساتھ موجودہ تعلیمی نظام میں بہتری، مہنگائی اور افراطِ زر میں کمی، غربت میں کمی کے لئے مؤثر حکمت عملی، غیر ترقیاتی اخراجات میں کمی۔"

یہ قرارداد پیش کی گئی ہے، اب سوال یہ ہے کہ:

"یہ ایوان حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ بجٹ تجاویز برائے مالی سال 2011-12 مرتب کرتے وقت مندرجہ ذیل سفارشات مرتب کرتے وقت مندرجہ ذیل سفارشات کو ملحوظ خاطر رکھا جائے ۔ تعلیم و صحت کی بنیادی

سہولیات کی فراہمی اور موجود نظام میں بہتری کی اصلاحات، زراعت کی ترقی و ترویج، ترقیاتی فنڈز کی منصفانہ تقسیم، توانائی کی کمی کو دور کرنے کے لئے منصوبوں کا قیام، خواتین کی بہبود کے لئے خصوصی پروگراموں کا اجراء، پسماندہ علاقوں کے لئے ترقیاتی فنڈز میں اضافہ، ترقیاتی منصوبوں کے لئے مختص رقوم کا مؤثر اور شفاف استعمال، regional disparity میں کمی کے لئے ترقیاتی فنڈز کی فراہمی، پولیس کی کارکردگی میں بہتری، عدالتی نظام میں اصلاحات، معزز ممبران کا ترقیاتی منصوبہ جات کی identification اور عملدرآمد میں مؤثر کردار، تعلیم وصحت میں مکمل شدہ منصوبوں کے لئے SNE کی منظوری اور مطلوبہ سٹاف کی فراہمی، سیلاب میں تباہ شدہ اضلاع میں infrastructure کی بحالی، سڑکوں اور نہری نظام میں بہتری اور تعمیر و مرمت کے لئے زیادہ فنڈز کی فراہمی، farm to market roads کے لئے رقوم کی فراہمی، پانچ بڑے شہروں میں پبلک ٹرانسپورٹ کی بہتری کے منصوبے، غریب کسانوں کے لئے کھاد اور بیج کی ارزاں نرخوں میں فراہمی، فنی شعبے میں نوجوانوں کے لئے تعلیم اور روزگار کے مواقع کی فراہمی، ترقیاتی سکیموں پر بروقت عملدرآمد کے لئے مؤثر نظام کا قیام، ٹیکسوں کی وصولی کے نظام میں اصلاحات، دانش سکولوں کی تعمیر کے ساتھ موجودہ تعلیمی نظام میں بہتری، مہنگائی اور افراطِ زر میں کمی، غربت میں کمی کے لئے مؤثر حکمت عملی، غیر ترقیاتی اخراجات میں کمی۔"

(قرارداد منظور ہوئی)

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب والا! ہمیں تو بات ہی کرنے نہیں دی گئی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ اب بول لیں۔ قرارداد کے اندر یہ بات بڑی clear ہے کہ اس کی مخالفت نہیں ہو سکتی، میں نے نام note کر لئے ہیں۔ پہلے لغاری صاحب بات کریں گے پھر ثمینہ صاحبہ، اس کے بعد شیخ علاؤالدین۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب والا! اس پر میں نے بھی بات کرنی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب والا! میری گزارش یہ تھی کہ اس میں بہت high ideals کی بات کی گئی ہے۔ میں تو بڑا کم عقل سا آدمی ہوں لیکن ہمارے ساتھ رانا ثناء اللہ خان صاحب نے ایک commitment کی تھی جن کو میں حکومت پنجاب کا spokesman سمجھتا ہوں۔ انہوں نے کہا تھا کہ کم از کم 35 فیصد development funds, Southern Punjab کے لئے رکھے جائیں گے۔ اگر ہم اس کو numeric میں کر دیتے، بڑے high ideals ہیں. I agree with him sir. یہ تو بہت اونچی اونچی باتیں کی گئی These are the ideals and we should strive for. ہیں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: لغاری صاحب! ویسے میں ایک بات بتاؤں کہ آپ ہمیشہ بڑی اچھی بات کرتے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب والا! اس میں محترم لغاری صاحب نے جو بات کی ہے بالکل درست ہے۔ میں ان کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ اس سال یعنی 2007 تک جنوبی پنجاب کو total development budget 14 percent تک ملتا رہا ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب والا! اب تو 2011 ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ سن تو لیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): آپ میری بات تو سن لیں۔ 11-2010 کا بجٹ 30۔ جون کو ختم ہوگا۔ اس کے متعلق لغاری صاحب figures note فرمالیں میں اس کی کاپی بھی آپ کو دے دوں گا۔ حکومت پنجاب نے اس مالی سال کے دوران وطن کارڈ کی مد میں 6 ہزار 92 ملین روپے یعنی 6۔ ارب 92 کروڑ روپے جنوبی پنجاب میں خرچ کئے اور اس میں اس حصے کو شامل نہیں کیا جو کہ اسی قدر، یعنی 6۔ ارب روپے وفاقی حکومت کی طرف سے تھا اور 12۔ ارب روپے وہاں پر لوگوں کو دیا گیا۔ Agriculture package for flood affectees جو ہے وہ 971 ملین کا ہے جو relief package for flood affectees ہے وہ 921 ملین کا ہے۔ Funds provided for repair of damaged irrigation infrastructure یہ ایک ہزار 400 ملین روپے کا ہے یعنی ایک ارب 40 کروڑ روپے کا اور Funds provided for damaged roads infrastructure یہ پورے ایک ہزار ملین روپے یعنی ایک ارب روپے کا ہے۔ دانش سکول سسٹم رحیم یار خان، حاصل پور اور چشتیاں میں قائم کیا گیا ہے اس پر ایک ہزار 9 سو 20 ملین روپے خرچ کیا گیا

ہے اور اس کے علاوہ others جو ہیں وہ 324 ملین روپے ہے۔ اس کے علاوہ جو special development package تھا اس میں ongoing schemes پر 807 ملین روپے، new schemes پر 5 ہزار ملین یعنی 5۔ارب روپے۔ large city package جو ہے وہ 440 ملین رحیم یار خان کے لئے اور intermediate city package تین ملین روپے کا ہے اور MNAs, MPAs package جو ہے وہ 2 ہزار 546 ملین روپے کا ہے اور اس کے علاوہ other A.D.P schemes جو ہیں وہ 13 ہزار 4 سو 56 یعنی 13۔ارب 45 کروڑ 60 لاکھ روپے کی سکیمیں ہیں اور جو total allocation ہوئی تھی وہ 52 ملین روپے کی ہے۔ 52۔ارب روپے کی total allocation ہوئی تھی جو total A.D.P کا 29 فیصد ہے۔

جناب سپیکر! ہمارے بعض دوست، بھائی verify کئے بغیر ہی بات کر دیتے ہیں verified figures یہ ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ رکھا گیا، خرچ نہیں کیا گیا یعنی out of fifty two billion 52۔ارب میں سے پہلے چھ ماہ جو 31۔دسمبر تک کی figures ہیں ۔ 35 بلین روپے کا بجٹ تو release ہو چکا ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

آپ اس کو verify کر سکتے ہیں اور اگر 6 ماہ میں thirty five billion rupees release ہوا ہے تو آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں اور میں یہ figures on the floor of the House پیش کر رہا ہوں، آپ اس کو verify کر سکتے ہیں، یہ صورتحال ہے۔ اس سال وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف کا یہ ارادہ ہے اور وزیر خزانہ صاحب کے بھی علم میں ہے کہ جنوبی پنجاب کی آبادی کی 31 فیصد ratio ہے۔ 31 فیصد سے اس کو اوپر لے کر جانا ہے اور کسی قیمت پر بھی یہ 31 فیصد سے نیچے نہیں ہو گا۔ یہ بھی درست ہے، میں نے کہا تھا کہ اس کو 35 فیصد تک لے کر جائیں گے ۔ بہر حال اس سلسلے میں محکمہ خزانہ اور چیئرمین پی اینڈ ڈی بھی کوشش کر رہے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ یہ 35 فیصد تک جائے گا لیکن یہ میں آپ کو on the floor of the House ensure کراتا ہوں کہ جنوبی پنجاب کی 31 فیصد آبادی کی ratio ہے ان کا حصہ اگلے مالی سال میں کسی طور پر بھی بجٹ میں 31 فیصد سے کم نہیں ہو گا۔(نعرہ ہائے تحسین)

شیخ علاؤالدین: جناب والا! میں نے بھی بات کرنی ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں آپ کا بھی نام لکھ لیتا ہوں۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب والا! میرا نام بھی لکھ لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کا نام لکھا ہوا ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ میری بات سنیں، آپ سے بہت پہلے مجھے لغاری صاحب نے چٹ بھیجی ہوئی تھی، آپ بے فکر رہیں میں آپ کو پورا ٹائم دوں گا۔ جی، محسن لغاری صاحب!

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! آپ کے توسط سے میں اس ایوان میں ایک انتہائی اہم issue کو discuss کرنا چاہتا ہوں اس کے لئے میں تحریک التوائے کار تو نہیں لا سکتا، اس میں بڑا وقت لگتا ہے لیکن آپ سے ایک گزارش ہے کہ میں کچھ اعداد و شمار دیکھ رہا تھا، ہماری جو ابھی ربیع کی فصل آئے گی ۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: لغاری صاحب! میں آپ کی بات کو interrupt کروں گا۔ مجھے ایک چیز کی خوشی ہے اور میں وہ House سے share کرنا چاہتا ہوں۔ اس میں، میں پاکستان مسلم لیگ (ن)، پاکستان مسلم لیگ (ق) اور نہ ہی پیپلز پارٹی بلکہ as Chair بات کر رہا ہوں کہ جب ہم اس House میں بیٹھتے تھے اور یہ بات کرتے تھے کہ pre budget speeches ہونی چاہئیں تو آج ہم نے ایک قدم آگے اٹھایا ہے جن ممبران نے پچھلے سال یہاں پر باتیں کی تھیں وہ note ہو گئیں، پتا نہیں کیا ہوا اور کیا نہیں ہوا۔ تمام ممبران جنہوں نے یہاں پر بات کی ان کا مقصد یہی تھا کہ ہم نے جو بات کی اس پر کچھ عمل ہوا یا نہیں ہوا؟ میں اس پر وزیر خزانہ کو اور حکومت کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ وہ تمام ممبران کی باتوں کو ایک قرارداد کی شکل میں لے کر آئے اور انہوں نے اس کو House کے سامنے پیش کیا۔ انشاء اللہ تعالیٰ اب آئندہ آنے والے بجٹ میں House کی بات کو سامنے رکھ کر بجٹ بنے گا تو اس میں زیادہ خوشی مجھے اس بات پر ہے کہ ہم جو House کی supremacy کی بات کرتے ہیں آج ہمیں اس کا عملی ثبوت مل گیا ہے۔ یہ ایک اچھا قدم ہے اور میں اس کو appreciate کرتا ہوں۔

ملک محمد وارث کلو: جناب والا! میری بھی گزارش ہے کہ ۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کلو صاحب! آپ کا نام بھی لکھ لیتا ہوں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب والا! ایک انتہائی اہم issue جو ہمارے سامنے ہے۔ ابھی پچھلے چند دنوں کی بات ہے اور پچھلے چند دنوں کے اندر ہی ہماری wheat کی crop کے لئے یوریا کی قیمت

850/-روپے سے بڑھ کر 12000/-روپے ہو گئی۔ ہم لوگ اس وقت تقریباً 120 ملین یوریا کے بیگ استعمال کرتے ہیں اس سے 48۔ارب روپے کا مزید بوجھ کسانوں پر پڑے گا اور صرف اپنی inputs دینے کے لئے یہ بوجھ برداشت کرنا پڑے گا۔ DAP کی قیمت 1750/-روپے سے 3300/- سے 3500/-روپے ہو گئی ہے۔ DAP کی تقریباً 40 ملین۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وزیر خزانہ صاحب یہ بڑی اہم بات ہے اس کو سن لیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: DAP کے ہم تقریباً 40 ملین بیگ استعمال کرتے ہیں۔ اس سے مزید 48۔ارب روپے کا بوجھ پڑے گا۔ اس کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ پچھلے ایک سال کے اندر بجلی کی قیمت تقریباً سو فیصد بڑھ چکی ہے اور ہمارے تقریباً 2 لاکھ ٹیوب ویلوں کے بجلی کا بل 30 سے 50۔ارب روپے بڑھ جائے گا۔ ڈیزل 70/-روپے سے 82/-روپے ہو گیا ہے اور ہم تقریباً ساڑھے تین بلین لٹر ڈیزل agriculture sector میں اپنے ٹیوب ویلوں میں اور ٹریکٹروں میں استعمال کرتے ہیں اس سے 42 بلین روپے کا additional impact ہماری wheat کی crop پر پڑے گا اور یہ تقریباً 200۔ارب روپے کا additional بوجھ wheat کی پیداوار پر پڑنے والا ہے۔ اس کے بعد ہم پر یہ ظلم بھی ہوا ہے کہ پچھلے سال 31 دسمبر کو فیڈرل گورنمنٹ نے agriculture commodities پر trading کا ایک اور ٹیکس لگا دیا ہے۔ میری محدود عقل اور اس آئین کو سمجھنے کی طاقت مجھے بتاتی ہے کہ federating list کے اندر agricultural income نہیں ہے۔ حکومت جو taxes لگا سکتی ہے اس میں لکھا ہے کہ taxes or income other than agricultural income میں نے بہت جگہ بحث کرنے کی کوشش کی ہے اور لاء منسٹر صاحب کی مہربانی کہ انہوں نے senior officials کے ساتھ بھی یہ بات کرنے کے لئے مجھے بلایا۔ اس ٹیکس میں کسان کی net نہیں بلکہ gross پر ساڑھے تین فیصد ایک ٹیکس لگایا جا رہا ہے۔ میری عقل کے مطابق with holding tax وہ ہوتا ہے جو ہم advance میں لے لیتے ہیں اور سال کے آخر میں جب books reconcile کی جاتی ہیں تو جس نے زیادہ ٹیکس جمع کرایا ہوتا ہے اسے refund مل جاتا ہے اور جس نے اور جمع کرانا ہوتا ہے وہ کرا دیتا ہے اگر میرے 100/-روپے ٹیکس بنتا ہے اور 70/-روپے withholding میں cut گیا ہے تو میں 30/- روپے اور جمع کرا دوں گا اگر میرا ٹیکس 50/-روپے بنتا ہو گا تو مجھے 20/-روپے کا refund مل جائے گا۔ ہم اس لئے کہہ رہے ہیں کہ انکم ٹیکس return file کرنے کے لئے چھوٹے چھوٹے کسانوں کو۔۔۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! محسن لغاری صاحب انتہائی learned آدمی ہیں میں آپ کے توسط سے ان کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جس طرح لغاری صاحب withholding tax کا مسئلہ بیان کر رہے ہیں اگر میں ثابت نہ کر سکوں کہ یہ غلط کہہ رہے ہیں تو میں resign کر دوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ صاحب! ایک منٹ۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! اسے اس طرح نہ اچھالا جائے یہ ٹیکس grower پر نہیں ہے۔

ملک محمد وارث کلو: جناب سپیکر! یہ grower پر ٹیکس ہے۔ شیخ صاحب غلط کہہ رہے ہیں، یہ غلط statement دے رہے ہیں۔

شیخ علاؤالدین: یہ grower پر ٹیکس نہیں ہے۔ میں چیلنج کرتا ہوں، نہیں تو یہ resign کریں گے۔ یہ زیادتی ہے۔ یہ withholding tax کی بات کرتے ہیں۔۔۔

ملک محمد وارث کلو: یہ میرے ساتھ بات کر لیں۔ یہ غلط بات کرتے ہیں کسی کو challenge کرنے کا حق نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کلو صاحب! ذرا ایک منٹ۔

ملک محمد وارث کلو: پہلے ان کو بٹھائیں پھر میں بیٹھوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ یہ کیا بات کر رہے ہیں؟ آپ تشریف رکھئے۔ شیخ صاحب! آپ بھی تشریف رکھیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! یہ زیادتی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں۔ اگر یہ زیادتی ہے بھی تو ایک ممبر کا on the floor of the House بات کرنے کا حق ہے اور جب آپ کی باری آئے گی تو آپ اس پر respond کر دیں۔ قائد حزب اختلاف کھڑے ہیں میں پہلے ان کی بات سن لوں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! آپ فیصلہ کر دیں کہ میں گھر نہیں جاؤں گا اگر میں یہ ثابت نہ کر سکوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: پلیز! تشریف رکھیں۔ Order in the House, order in the House جی، چودھری صاحب!

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! یہ کیا بات ہوئی کہ گھر نہیں جاؤں گا یا اسمبلی میں نہیں آؤں گا۔میں معزز ممبران کی توجہ چاہوں گا، میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ ہم یہاں پر ضدوں کے لئے نہیں آئے کہ کچھ ثابت نہ کر سکا تو یہ نہیں کروں گا وہ نہیں کروں گا یہاں سارے معزز ممبران ہیں اور جس بھائی نے بات کی ہے میرے لئے وہ بھی معزز ہے۔ہم یہاں اپنا نقطہ نظر پیش کرنے کے لئے آتے ہیں اس میں غلط بھی ہو سکتے ہیں اور اس میں ٹھیک بھی ہو سکتے ہیں لیکن تصحیح کرنے کا انداز بہتر کیا جائے۔یہ میرا استحقاق ہے اور آپ نے اجازت بھی فرمائی ہے اس حوالے سے میں دو منٹ لوں گا میں اس بارے میں عرض کروں گا کہ 31۔دسمبر کو ایک نوٹیفکیشن ہوا ہے جس میں 3.50 فیصد withholding tax آڑھتیوں پر لگا ہے وہ آگے سے وصول کریں گے، وہ آگے کس سے وصول کریں گے، آڑھتیوں کے پاس کون آتا ہے؟ میرے بھائی کلو صاحب بجا فرما رہے تھے۔اگر یہ growers پر نہیں لگتا تو سکھر سے لے کر رحیم یار خان تک ریلیاں پہنچ گئی ہیں اور اب رحیم یار خان سے آگے آ رہی ہیں اور اب growers کی ریلی لاہور میں بھی آنے والی ہے۔جن پر ٹیکس لگا ہے درد ان کو محسوس ہوتی ہے۔میں ایک مثال دیتے ہوئے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ کسی شخص کی ٹانگ کٹ گئی ہر کوئی اس کے پاس آتا اور اسے کہتا کہ بڑا افسوس ہوا اور وہ خاموشی سے سنتا تھا ایک کٹی ہوئی ٹانگ والا اس کے پاس آیا۔

(اذانِ عشاء)

میں گزارش کر رہا تھا کہ اسی تکلیف کے شخص نے اس کے پاس آ کر اظہار افسوس کیا تو اس نے کہا کہ آپ میرے پاس بیٹھ جائیں آپ کو اس دکھ کا احساس ہے چونکہ آپ کی بھی ٹانگ کٹی ہوئی ہے اور میری بھی کٹی ہوئی ہے۔یہ ٹیکس growers پر لگا ہے تو growers باہر آئے ہوئے ہیں growers کہہ رہے ہیں کہ ہم پر یہ ٹیکس لگا ہے اور ہم پر ہی لاگو ہو گا۔ایک معزز ممبر اپنی رائے کا اظہار کرتا ہے آپ اسے reject فرما دیں، آپ ہاؤس کی sense لے لیں لیکن یہ کیا طریق کار ہے؟ ہم تین سال سے اسی پریشانی میں مبتلا ہیں کہ ایک شخص اٹھ کر کھڑا ہوتا ہے اور yelling upon a member وہ کہتا ہے کہ اگر یہ نہ ہوا تو میں یہ کر دوں گا۔ہم ان کا بہت احترام کرتے ہیں میں آپ سے مخاطب ہوتے ہوئے یہ گزارش کرتا ہوں کہ انہوں نے آج بھی کہا ہے کہ اگر یہ ٹیکس لگ گیا تو میں استعفیٰ دے دوں گا ہاؤس چھوڑ دوں گا۔ہم اس کو لگنے ہی نہیں دیں گے تا کہ ان کو استعفیٰ نہ دینا پڑے۔یہ ہمیں بہت عزیز ہیں، بہت معزز ہیں اس لئے ہم یہ ٹیکس نہیں لگنے دیں گے۔اب ہمیں اس ٹیکس کے خلاف اتنا لڑنا پڑے گا کہ اگر یہ لگ گیا تو خدا نخواستہ ہم شیخ علاؤالدین صاحب کو ضائع نہ کر بیٹھیں۔

شیخ علاؤالدین: یہ ٹیکس growers پر نہیں ہے۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): یہ ٹیکس growers پر ہی ہے۔ مجھے اپنی بات مکمل کر لینے دیں۔ کلو صاحب نے جو بات کی ہے اور لغاری صاحب جو بات کر رہے تھے ہم اپنی رائے کا اظہار کر رہے ہیں کہ آڑھتی نے کبھی بھی اپنے پاس سے نہیں دیا وہ پہلے لے گا تب ہی آگے جمع کرائے گا۔ اس کا mechanism نہیں ہے اس میں بہت سی خرابیاں ہیں، ہم حکومت پنجاب، حکومتی benches اور معزز چیف ایگزیکٹو سے یہ استدعا کرنا چاہتے ہیں کہ یہاں اس پر debate کروائی جائے۔ ہم نے اس پر قرارداد دی ہوئی ہے اسے لیا جائے اگر ہماری بات غلط ہو گی تو ہم اس میں کوئی شرمندگی محسوس نہیں کرتے کہ ہمیں غلط فہمی تھی لیکن اگر ہم ٹھیک ہیں تو پاکستان کی 80 فیصد زراعت پنجاب میں ہوتی ہے اس لئے اسے ایک عام کاغذ کی طرح اٹھا کر نہ پھینک دیا جائے۔ یہ بہت اہم ہے ہمیں اس پر بات کرنے دی جائے اور اپنی اپنی بات کی جائے challenges کا وقت نہیں رہا، وقت بہت تھوڑا ہے اور یہ کام کرنے کا وقت ہے۔ بہت بہت شکریہ

جناب سعید اکبر خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

ملک محمد وارث کلو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ایک منٹ میری بات سنیں۔ ذرا دونوں صاحبان تشریف رکھیں۔ کلو صاحب! اس طرح نہیں، دیکھیں جن ممبران نے ٹائم مانگا ہوا ہے میں نے ان کا نام لکھا ہوا ہے اور میں ان کو floor دوں گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ on the floor of the House سب کو بولنے کا حق ہے اگر وہ غلط ہے تو ہو جائے گا لیکن آپ لوگ اپنی باری کا انتظار کر لیں۔ لغاری صاحب wind up کر لیں ان کے بعد شیخ صاحب ہیں پھر مجھے لسٹ چلانے دیں۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! اس معاملے پر بات کرنے کے لئے میرا نام بھی لکھ لیا جائے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! شیخ صاحب کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے یہ ہمیشہ سمجھتے ہیں کہ اونچا بول کر یہ bully کر لیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں۔ personal نہیں۔ آپ اپنی بات کریں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ مجھے اپنا نقطہ نظر بیان کرنے کی اجازت ہونی چاہئے۔ وہ ہر وقت بولتے ہیں ہم تو کچھ نہیں کہتے۔

جناب ڈپٹی سپیکر:بس وہ بات ہو گئی اب آپ مہربانی کر کے wind up کریں۔

جناب محمد محسن خان لغاری:جناب سپیکر!میری یہ گزارش ہے کہ ہم آرٹیکل 34 کے تحت قاعدہ 115 اور دیگر قواعد کو معطل کر کے ایک قرار داد دیں کہ اس پر وفاقی حکومت نظر ثانی کرے۔ ہم کسی کو condemn کریں، کسی کو بُرا کہیں اور نہ ہی کسی پر زور ڈالیں بلکہ ہم یہ کہیں کہ اس پر نظر ثانی کرے اور اس کا سارا mechanism بیچ میں لائے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!اگر راجن پور کے کسی چھوٹے سے دیہات کے اندر جس وقت ایک آڑھتی ساڑھے تین فیصد کی کٹوتی کر رہا ہے کیا وہ سرکاری خزانے میں بھی جمع ہو گا یا نہیں؟ ہم دیکھتے ہیں کہ لاہور جو ہمارا capital ہے اس میں ہوٹلوں اور ریستورانوں میں پندرہ فیصد ایکسائز ڈیوٹی ہے وہ ساری کی ساری حکومت کے خزانے میں نہیں آتی چونکہ ہماری leakages ہیں۔اس سے وہ ٹیکس بھی cut جائے گا اور خزانے میں بھی نہیں آئے گا اور یہ inflationary pressures کو اور بڑھائے گا۔ جن لوگوں کا زراعت سے تعلق نہیں ہے وہ جس وقت بازار میں جا کر آلو، ٹماٹر اور مرچیں خریدیں گے تو اس ساڑھے تین فیصد سے متاثر ہوں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر:لغاری صاحب!wind up کر لیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری:جناب سپیکر!میں چُپ ہو جاتا ہوں، بیٹھ جاتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر:آپ کی مہربانی ہے۔آپ کا valid point ہے اور وزیر خزانہ صاحب اس کی وضاحت کریں گے۔ میں چاہوں گا کہ آپ اس پر کوئی Resolution لے کر آئیں۔ جی، وزیر خزانہ صاحب!

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ):جناب سپیکر!یہ جو withholding tax کی بات ہو رہی ہے میں اس حوالے سے تھوڑی سی clarification دینا چاہتا ہوں کہ یہ ٹیکس farmers پر نہیں لگایا گیا۔ میں مثال دیتا ہوں کہ اگر middleman کوئی بھی commodity ساڑھے آٹھ سو روپے فی من کے حساب سے خریدتا ہے اور آگے آڑھتی کو وہ -/950 روپے فی من میں فروخت کرتا ہے تو اس میں -/100 روپے کا جو difference ہے اس پر 3.5 فیصد یعنی 3.5 روپے آڑھتی کو withholding tax دینا پڑے گا۔Farmers سے کوئی ٹیکس directly وصول نہیں کیا جا رہا۔اس ٹیکس کی رُوح یہ ہے۔

ملک محمد وارث کلو:جناب سپیکر!یہ اہم issue ہے لہذا مجھے اس پر بات کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وارث کلو صاحب! سب کے issues اہم ہیں۔ دیکھیں! ابھی تھوڑی دیر بعد میں آپ کو floor دیتا ہوں۔ اس وقت تشریف رکھیں۔ نوانی صاحب! آپ بھی تشریف رکھیں۔

ملک محمد وارث کلو: جناب سپیکر! یہ بہت اہم issue ہے، یہ پوری قوم کی بات ہے اور آپ میری بات سُن ہی نہیں رہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کلو صاحب! یہ طریق کار نہ اپنائیں۔ میں نے نوانی صاحب سے request کی ہے تو وہ بیٹھ گئے ہیں۔ آپ بھی تشریف رکھیں۔ جی، شیخ علاؤالدین صاحب!

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں اپنے بھائی محسن لغاری صاحب کا بہت احترام کرتا ہوں۔ وہ واقعی ایک learned شخصیت ہیں۔ اس معزز ایوان کا ایک ممبر ہونے کی حیثیت سے میرا یہ فرض بنتا ہے کہ میں facts ضرور بتاؤں۔ میں یہ مانتا ہوں کہ میں کوئی عقل کل نہیں ہوں لیکن جب کوئی غلط بات یا غلط فہمی کی بنیاد پر کوئی بات کی جائے تو ایوان کے ہر ممبر کا فرض ہے کہ وہ اس بارے میں صحیح بات کو point out کر دے تاکہ میڈیا تک اصل حقائق پہنچ سکیں اور ہمارا مذاق نہ اُڑایا جا سکے۔ آج کل بہت سمجھ دار ہے۔

جناب سپیکر! ابھی وزیر خزانہ صاحب نے جو بات کہی ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ دوسرا میں کسی کو امتحان میں نہیں ڈالنا چاہتا، اگر میں غلط کہہ رہا ہوں تو وزیر خزانہ صاحب میری تصحیح فرما دیں کہ پانچ کروڑ روپے کی turnover سے اوپر والا withholding tax کاٹے گا۔ میں اپنی بات کو repeat کرتا ہوں کہ پانچ کروڑ روپے کی turnover سے اوپر والا withholding tax کاٹے گا۔ میں ایک بڑی مزے کی بات کرنے لگا ہوں کہ final settlement of account ہو جائے گا۔ فرض کیجئے کہ اگر کسی نے ساڑھے تین فیصد کے حساب سے 50 ہزار روپے ٹیکس جمع کرا دیا تو اس کی انکم ٹیکس سے بھی جان چُھوٹ جائے گی اور وہ ساڑھے تین فیصد کے حساب سے فارغ ہو جائے گا۔ اب یہ ٹیکس لگا کیوں؟ جیسا کہ وزیر خزانہ صاحب نے کہا ہے کہ یہ صرف middleman کو tax net میں لانے کے لئے لگایا گیا ہے جو کہ کسانوں سے چیزیں خریدتے ہیں اور آگے ٹیکسٹائل ملوں، جننگ فیکٹریوں اور فیڈ ملوں کو دیتے ہیں۔ میں یہ بات باقاعدہ discuss کرنے کے بعد کہہ رہا ہوں کیونکہ مجھے بنیادی طور پر اس بات کا علم تھا۔ الحمدللہ میں یہ بات فخر سے کہتا ہوں کہ میں خود پچھلے 15 سالوں سے withholding tax دے رہا ہوں۔ جب میرا سیاست میں نام و نشان نہیں تھا تو میں اس وقت بھی withholding tax دے رہا تھا اور میں اس کو باقاعدہ declare کر رہا تھا کہ میں نے اتنا withholding tax دیا ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ اس معزز ایوان کا ہر ممبر facts پر بات کر لے اور اگر facts غلط ہوں گے تو میڈیا ہمیں

نہیں بخشے گا۔ میں آج دوبارہ یہ بات کرتا ہوں کہ میرے جس بھائی کو اس پر اعتراض ہے تو وہ تشریف لائے، میں کل حاضر ہوں۔ پنجاب میں taxation کا جو مرکزی آدمی ہے میں صبح دس بجے اس کے پاس جاؤں گا اور اس کے سامنے ساری بات رکھوں گا کہ یہ میرا دعویٰ ہے اور یہ ان صاحب کا دعویٰ ہے۔ وہاں پر تو وہ by book چلے گا کہ یہ کتاب ہے اور فلاں law ہے۔ وہ جس کو غلط ثابت کر دے گا تو پھر اس کو بات ماننا پڑے گی۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمیں وزیر قانون کی بات پر اعتماد کرنا چاہئے۔ انہوں نے مختصراً بات کی ہے اور بالکل صحیح کہا ہے۔

جناب سپیکر! میں ایک دوسری اہم بات بھی عرض کرنا چاہوں گا جو کہ میں نے اس ایوان میں بہت دفعہ پہلے بھی point out کی ہے۔ میرے میڈیا کے بھائی، درد دل رکھنے والے Journalists بھی ذرا سُن لیں اگر میڈیا نے اپنے فائدے کے لئے غلط قسم کے advertisements بند نہ کئے تو پھر قوم ایک تباہی کا شکار ہو جائے گی۔ چار دن پہلے وحدت کالج یا سکول کی لڑکیاں غائب ہوئیں اور ان کے ساتھ جو ظلم وزیادتی ہوئی میں اس کو repeat نہیں کرنا چاہتا لیکن میں آج اس بات کو اس معزز ایوان کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں کہ اگر میڈیا پر mobile phones کے advertisements بند نہ ہوئے تو پھر ہمارے معاشرے میں ایک بہت بڑی تباہی آ جائے گی۔ آپ اندازہ لگائیں کہ electronic media پر energy drink کا ایک اشتہار آتا ہے جس کو پینے کے بعد ایک لڑکا 24 وولٹ کی گاڑی start کر دیتا ہے۔ آپ سوچیں کہ اس سے message کیا جا رہا ہے؟ میں یہ چاہتا ہوں کہ ہم اس ایوان کی طرف سے بھرپور طریقے سے اس کی مذمت کریں۔ اس معزز ایوان کا ہر ممبر جانتا ہے کہ جب ہم میں سے کوئی آدمی اس چیز کو point out کرتا ہے تو وہ بات میڈیا میں نہیں آتی۔ مجھے معلوم ہے کہ cell phone کی ایک ایک کمپنی کا بجٹ billions میں ہے جو کہ televisions کو دیا جا رہا ہے اور اس سے ہماری نوجوان نسل تباہ ہو رہی ہے۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ اگر آپ لوگوں نے کرکٹ میچوں کے اوپر جوئے کی پابندی نہ لگائی تو یہ قوم تباہ ہو جائے گی بلکہ کسی حد تک قوم تباہ ہو چکی ہے۔ یہ جسٹس جاوید اقبال صاحب کے جو والدین قتل ہوئے ہیں اس کے background پر بھی ایسے ہی عوامل کارفرما ہیں۔ اس جُواء مافیا اور message مافیا نے قوم کو تباہ کر دیا ہے۔ ہم سب کا یہ فرض ہے کہ اس کے تدارک کے لئے کچھ کریں۔ اگر ہم نے اللہ کے آگے سُرخرو ہونا ہے تو اس کا کوئی بندوبست کر لیں۔ ہم ویسے تو کہتے ہیں کہ افیون مت کھاؤ، شراب نہ پی جائے۔ ہمیں revenue تو ان چیزوں سے بھی مل سکتا ہے۔ ان cell phones کمپنیوں سے کوئی باز پُرس نہیں ہو

رہی اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ یہاں سے revenue generate ہو رہا ہے۔اس طرح revenue generate کرنے سے تو ہماری قوم تباہ ہو جائے گی۔ میرا فرض تھا کہ میں اس معاملے کو point out کروں so میں نے کر دیا ہے۔ میرے پاس باقاعدہ اس کا data ہے۔اس جوئے کی وجہ سے خاندان تباہ ہو رہے ہیں۔یقین کیجئے کہ بڑے اعلیٰ خاندان اس جوئے کی وجہ سے تباہ ہو گئے ہیں اور ہمارا میڈیا اس کو صرف اس لئے highlight نہیں کر رہا کیونکہ ان کو وہاں سے revenue مل رہا ہے۔

جناب سپیکر! میں آخری بات یہ عرض کروں گا کہ آپ نے وعدہ فرمایا تھا کہ مال روڈ پر نکلنے والوں جلوسوں کا کوئی نہ کوئی حل نکالا جائے گا۔آج غالباً اجلاس ختم ہو رہا ہے۔خدا کے لئے اس حوالے سے کوئی کمیٹی بنادیں۔ہم میں سے بہت سے ممبران ایسے ہیں کہ جن کے پاس اس مسئلے کے حل کے لئے تجاویز ہیں۔یہاں مال روڈ پر ہر روز کوئی نہ کوئی جلوس آجاتا ہے اور ٹریفک بند کر دی جاتی ہے۔ٹریفک بند ہونے کی وجہ سے Ambulances رُک جاتی ہیں،لوگوں کی flights miss ہو جاتی ہیں اور اس کی وجہ سے لوگ ہمیں بُرا بھلا کہتے ہیں۔بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ ثمینہ خاور حیات صاحبہ!

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! میرا نام بھول نہ جانا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں صاحب! آپ کا نام لکھا ہوا ہے۔آپ تشریف رکھیں۔جی، محترمہ!

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! بجٹ کے حوالے سے میں نے کچھ points دینے کے لئے کہا تھا اگر آپ کی اجازت ہو تو میں اپنے وہ points پیش کر دوں۔pre-budget speeches کے بعد ابھی جو Resolution پاس ہوئی ہے اس کے بعد آپ نے فرمایا تھا کہ میں اپنے points لکھوا دوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: تو آپ وہ points لکھوا دیں۔آپ in writing اپنے points دے دیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! میں on the floor of the House اپنے points دینا چاہتی ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چلیں، آپ اس حوالے سے اگر کوئی بات کرنا چاہتی ہیں تو مختصر اگر لیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! میرے بڑے مختصر سے points ہیں کوئی بڑی تقریر نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! میں سب سے پہلے اپنا یہ point دینا چاہتی ہوں اور قصور کے حوالے سے assurance لینا چاہتی ہوں کہ پچھلے بجٹ میں اور اس بجٹ میں بھی کہا گیا تھا۔۔۔

ملک محمد وارث کلو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سعید اکبر خان: جناب سپیکر! میری ایک تجویز ہے۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! آپ تشریف رکھیں۔ پہلے میں نوانی صاحب اور کلو صاحب کی دو منٹ بات سن لوں۔ اگر ممبران اس طرح شروع کریں تو Chair کے لئے بڑا مسئلہ ہو جاتا ہے۔

ملک محمد وارث کلو: جناب سپیکر! آپ کو شیخ صاحب کی بات سننی ہی نہیں چاہئے تھی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کیوں نہیں سننی چاہئے تھی۔ وہ point of order پر تھے۔ یہاں ہر ممبر کو بات کرنے کا حق ہے۔ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ آپ تشریف رکھیں۔ (قطع کلامیاں)

میرا خیال ہے کہ آج کے اجلاس کا ایجنڈا مکمل ہو گیا ہے۔ لہذا اب اجلاس غیر معینہ مدت کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔

اجلاس کے اختتام کا اعلامیہ

No.PAP-Legis-1(90)/2010/322. Dated 25th January 2011. The following Order, made by the Governor of the Punjab, is hereby published for general information:-

> "In exercise of the powers conferred on me under Article 109 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, **I, Sardar Latif Khan Khosa**, Governor of the Punjab hereby prorogue the Provincial Assembly of the Punjab w.e.f. January 24, 2011 (Monday) on the conclusion of sitting on that day.

Dated Lahore, the 24th January, 2011

SARDAR LATIF KHAN KHOSA
Governor of the Punjab"